آدکوی مہرشی بالمیک کرت رامائن

المشہور

بالمیکی رامائن

از قلم

منشی دوارکا پرشاد صاحب افقؔ لکھنوی

ناشر

موہن سنگھ مالک

آزاد بک ڈپو ہال بازار امرت سر

... پریس امرتسر میں باہتمام بابو کیدار ... منیجر ... چھپ کر شائع ہوئی

آزاد ہندوستان میں پہلی بار

"کیول پرنٹنگ پریس امرتسر" میں باہتمام بابو کیول کرشن جی مینجر

چھپا

قیمت ——————— دس روپیہ آٹھ آنہ

۱۴ چودہ سال بعد

شری رام پریمیوں کی دیرینہ اور حد سے بڑھی ہوئی خواہش (عین رام بنباس کے میعاری وقت ۱۴ سال کی طرح) پوری کرنے میں ہم کامیاب ہوئے ہیں اور یہ کوئی کم خوشی کی طرح کم فخر کی بات نہیں۔ کہ زیر نظر بالمیک رامائن چودہ ۱۴ برس کے بعد دوبارہ اُردو الفاظ میں ملبوس ہو کر پھر دیدہ زیب ہو رہی ہے اور اِس کے ناقابل فراموش مشہور زمانہ مصنف منشی دوارکا پرشاد صاحب اُفق لکھنوی کا نام نامی اور اسم گرامی اُجاگر کر رہی ہے۔ ہر اُردو شناس پریمی کیلئے ہند و دھرم کی طرف سے یہ ایک انمول اور قابل قدر بھینٹ اُس کے مدت سے بے قرار ہاتھوں کیلئے راحت و چین کا احساس اور اُس کے دل و دماغ کے لئے سُکھ شانتی کا منبع سندیش اور آتما کے لئے "نروان کے گیان" کا جیون مکت امرت ہے۔ اسے ماضی کے لٹیرے ڈاکو رہزن نے رام نام بھگتی کی اکھنڈ سمادھی میں سما کر ساکھشات شردھا اور پریم رُوپ کو پُنر جنم دے کر مہانت اور رشی بالمیک جی کے رُوپ میں اِس کے بلند پایہ کو نا کا آپادن کیا تھا۔ اور شری اُفق جی نے اسے اپنی پریم رس کی شاعری سے اُردو جامہ دیکر آپ کے مفاد کے قابل بنایا۔ اِس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ کاغذ کی گرانی اور کمیابی و دیگر مشکلات سے ہمیں اس کی دوبارہ اشاعت کیلئے دوچار ہونا پڑا۔ لیکن ناممکن لفظ کیلئے ہم نے گنجائش نہیں دی ہے اور ہماری طرف سے اِس کے کاپی رائیٹ کے مالک شری رام پرشاد جی مالک فرم میسرز رام دتہ مل اینڈ سنز خاص طور پر شکر گذاری کے مستحق ہیں جنہوں نے ازراہ عنایت فرما زیر نظر اشاعت کے حق اِسی خاص ایڈیشن کیلئے دیکر آپکو بھی شکر گذاری کا موقعہ دیا ورنہ نہ جانے آپ کب تک اس کیلئے چشم براہ رہتے لکھائی چھپائی اور کاغذ و جلد بندی میں اسے نفیس ترین بنانے کی کوشش کیگئی ہے اور مقابلتاً قیمت بھی واجب اور موزوں رکھی گئی ہے جو کسی صاحب کیلئے مجبوری کا باعث نہ ہو ہمارے لئے یہ دوسری خوشی و فخر کی بات ہے اسلئے آپکا فرض یہ بھی ہے کہ اسکی اشاعت بے خبر رام پریمیوں کے کانوں تک پہنچانے کی کوشش کریں تاکہ وہ اِسے منگوا کر اپنا جیون سپھل کر سکیں۔ اسکی اشاعت کی خبر بذریعہ اشتہارات ہم نے جاری کر دی ہے پھر بھی آپکا فرض ہے

رام سیوک:۔ موہن سنگھ مالک آزاد بک ڈپو ہال بازار امرتسر

رامائن والمیکی بزبان اردو

لب پہ ادم ادم بھی ہے اونگ سیارام بھی ہے — جان کی خیر بھی ہے صورت آرام بھی ہے!
رام کے ذکر فضائل سے ہے کافور کرودھ — کالودم لوبھ بھی ہے موہ بھی ہے کام بھی ہے
اُن نصایح سے جو مرقوم ہیں رامائن میں — نیک انسان کا ہے آغاز بھی ہے انجام بھی ہے
نظم میں تونے کئی بار لکھے رام چرتر — اے اُفق جن سے ترا شہرہ بھی ہے نام بھی ہے

اب دکھا نثر میں اعجاز بیانی اپنی
مشغلہ بھی ہے۔ علاج غم و آلام بھی ہے

یہاں سے خامۂ رنگیں سخن پرداز ہوتا ہے
نمایاں فکر افسوں ساز کا اعجاز ہوتا ہے

گلچینانِ گلبنِ معانی! نخلبندان گلشن نکتہ دانی! آپ نے گلزار کائنات کی سیر اور چمنستانِ معلومات کی گلگشت میں بوستان ندرت وخیابان فندت کے لاکھوں نخل ثمردار شجر پر بہار دیکھے ہوں گے۔ اور اُن کے پتے پتے بوٹے بوٹے کے نقش ونگار سے آنکھیں ہری کی ہوں گی۔ ان دو روزہ بہار عارضی کے سبزہ زاروں کی فضا نظر فریبی اور دلفریبی کے واسطے نگارخانۂ ارژنگ سے کم نہیں۔ پتا پتا آنکھیں ہری اور طبیعت گلزار کرنے میں ید طولیٰ رکھتا ہے۔ سرو آزاد ہے یا شمشاد ادھر صورت نظر آئی کہ سرو قدان سمن فام و شمشاد قامتان گل اندام کی تصویر آنکھوں میں گھر کر گئی۔ سمن ہے یا نسترن۔ مہک مہک کر گل عذار و رخسار کی خوشبو دماغ میں بھر گئی۔ سنبل نے گیسوئے مشکیں و زلف عنبریں کا نظارہ دکھا کر دل کو دام محبت میں گرفتار کیا۔ نرگس نے مردم دیدہ کو چشم سرمگیں و دیدہ شرمگیں سے دوچار کیا۔ سوسن نے غنچہ دہنوں کے لب گلگوں کی ادواہٹ دکھادی۔ اناد نے غنچہ لبوں کی کھلی ہوئی بتیسی کی یاد دلادی۔ دل تو دل ایک نگاہ غلط انداز بھی خوشے خوشے پہ شیفتہ ہو جاتی ہے۔ نگاہ تو نگاہ کلی کلی اچھی ہوئی طبیعت کو بھی اپنا فریفتہ بناتی ہے۔ مگر یہ نظارہ کیا ہے۔ چار دن کی چاندنی۔ یہ تو فرح کیا ہے۔ دو روزہ بہار کا ایک طلسم۔ پر لوبل کے چھلاوے کو ثبات ہے۔ اس کو ذرا بھی قیام نہیں۔ نغرہ کو ذائقہ حیات ہے۔ مگر اس میں لطف زندگی کا نام نہیں

ناظرین با تمکین! آپ باغ مخلوقات کی خوب سیر کر چکے۔ گلشن کائنات کی گلگشت سے دل بھر چکے۔ کبھی پھولوں سے دماغ تر کیا۔ کبھی غنچوں سے مشام جان معطر کیا۔ آیئے ہم آپ کو اُس باغ کی ہوا کھلائیں۔ جس کی نسیم سحری کے جھونکوں کا مزا لینے کو چشم باطن کی پتلیاں ہوا خوری کے لئے رات دن اس روش سے اُس روش پہ سرگرم رفتار ہیں۔ ادہر دیکھئے ہم آپ کو نخل ہمیشہ بہار اور درخت میوہ دار دکھائیں۔ جس سے بیکنٹھ کا کلپ برکش بھی شرمسار اور جس کی پتی پتی پہ اندر کا پارجات برکش نثار ہے۔ وہ درخت آپ سمجھے کون ہے؟ اسے رامائن کہتے ہیں۔ جس کی بہار ہی نرالی اور گلفشانی ہی انوکھی ہے۔ یہ چھتنار درخت جس بیج سے اُگ کر بار آور ہوا ہے۔ اُس کا نام ہے برہما۔ اس کے لنتنے گیان کے نام سے موسوم ہیں۔ اس کی شاخوں کو سات کانڈ کہتے ہیں۔ اس کے ہرے بھرے پتے ۲۴ ہزار شلوک ہیں۔ پانچ سو سرگ نرم نرم کونپلوں کی بہار دکھاتے ہیں۔ اس کے سیراب و شاداب کرنے والے وہ ریشی منی ہیں۔ جن کا خطاب ہے۔ نخلبند گلشن ریاضت و عبادت باغبان چمنستان کشف و کرامات۔ اس کے پھولوں کا کیا پوچھنا۔ ارتھ۔ دھرم۔ کام۔ موکش چاروں کے چاروں پھل اس کے ثمر خوشگوار ہیں۔ اس نخل پر بہار کے پتے پتے بوٹے بوٹے باغ کی بہار ہیں۔ گنگا جی کا پرواہ واہ وا ہمالیہ سے دھڑ دھڑ کرتی ہوئی دھارا ہی اور لہریں لیتی موجیں مارتی سمندر میں جا ملی۔ رامائن بھی بھاگیرتی کا سا پرواہ ہے۔ رامچندر جی کے ذکر گنگا ہیں۔ والمیک جی کی طبع مواج سرچشمہ۔ یہیں سے دریائے معرفت و بحر حقیقت سانپ کی طرح لہراتا۔ دھوپ چاندنی میں چمک دکھاتا۔ اُس قلزم ناپیدا کنار سے واصل ہو جاتا ہے۔ جسے معرفت کہئے تو زیبا۔ گنگا جی کی لہر کا کیا کہنا۔ چیز پاک ہو یا ناپاک۔ خس ہو یا خاشاک۔ گل ہو یا خار۔ خاک اکسیر ہو یا غبار سب کو ایک ہی حالت میں بہا کر سمندر میں ملا دیتی ہے۔ رامائن کی بھی بخشش وہی حالت ہے۔ جاہل ہو یا عاقل۔ تونگر ہو یا بے نند۔ یتیم ہو یا معصوم۔ خوش ہو یا مغموم۔ تر دامن ہو یا پاک دامن۔ زر بہ دامن ہو یا چاک دامن۔ رنجیدہ ہو تو سنجیدہ۔ آفت رسیدہ ہو یا سرد و گرم زمانہ دیدہ قاری ہو یا سامع۔ قانع ہو یا طامع۔ سب کو یکساں طور پہ نجات دلا دیتی ہے۔ جن انتر یامی ترلوک کے سوامی کا دیدہ نے پتا دیا ہے۔ انہوں نے راجہ دسرت کے یہاں اوتار لیا ہے۔ کوشلیا کے فرزند کہلائے۔ رامچندر کہلائے۔ والمیک جی نے بھی قالب عنصری کو زینت۔ پیکر خاکی کو عزت دی۔ رامائن کے نفس ناطقہ کا کام کیا۔ زمانے میں نام کیا۔ ایشور کے اپاسک پرمیشور کے داس بلاس سننے کا طریقہ یہ ہے کہ جب رامائن شروع آفتاب عقیدت طلوع ہو۔ سامعین سچے دل اور پورے پریم کے ساتھ دسرتھ کے چاروں راج دلاروں کی یاد کریں۔ رام۔ لکشمن۔ بھرت۔ سترگہن کے گنانباد سے دلشاد کریں۔ پھر والمیک جی کو نمسکار واجب ہے۔ صدق عقیدت کا اظہار مناسب

ہے۔ جس رامائن روپی درخت کا ہم ذکر کر آئے ہیں۔ جس کے برگ و بار دکھاتے ہیں۔ اس پر والمیک جی کا طوطی طبع ارجمند شکر شکن اور بلبل فکر بلند چہچہہ زن ہے۔ رامائن دلوں پر موہنی ڈالنے میں اپنی آپ نظیر ہے۔ لفظ لفظ دلپذیر ہے۔ رام چرتر دہ بیابان ہیں۔ والمیک جی اس کے شیر نیستان ہیں۔ رامائن کی برکتیں خاص طور پر اثر کرتی ہیں۔ ناپاک روحیں بھی تیرتی ہیں۔ گو اس امرت کا چشمہ لہریں لیا کرتا ہے۔ مگر والمیک جی کا دل نہیں بھرتا۔ جو پون کمار سمند ہمت پر سوار پل مارتے سمندر کے پار ہو گئے۔ سیتا جی کی فکر دور کی۔ طبیعت مسرور کی۔ ان کو نمکار ان کی عظمت و بزرگی کا اقرار جس وقت مہابیر جی نے سمندر عبور کیا۔ سیتا جی کا غم دور کیا۔ یہ صدا آتی تھی۔ زبان بول گوہر سنجی فرماتی تھی کہ:-

میں ناچیز بندر۔ نہ قسمت یاور نہ طالع سکندر۔ سمندر پھاند جاؤں۔ آندھی کے جھونکوں کو شرماؤں۔ یہ میرا کام نہیں۔ اس میں بہادری کا نام نہیں۔ جو کچھ ہے۔ رامچندر جی کی مایا ہے۔ جن کا اپنے سر پہ سایہ ہے۔ جب سیتا جی کے پاس گئے۔ حواس کھو گئے۔ دیکھا کہ مہارانی اداس ہیں۔ محو یاس ہیں۔ دل ناشاد ہے۔ رگھوناتھ جی کی یاد ہے۔ رویاں رویاں رام رام رٹ رہا ہے وقت اسی مشغلے میں کٹ رہا ہے۔ تاب نہ آئی۔ تیوری چڑھائی۔ دل بھر آیا۔ آنکھوں میں خون اتر آیا۔ آگ ہو کر دل کا بخار نکالا۔ لنکا کو جلا ڈالا۔ ہنومان جی فرماتے ہیں۔ زبان سے پھول برساتے ہیں کہ جس طرح سیتا جی یاد فرماتی ہیں۔ تصویر میں دھیان لگاتی ہیں۔ اسی طرح انسان ضعیف البیان بھی یاد کرے۔ تو دل عقیدت منزل کو شاد کرے۔ سب بلائیں ٹل جائیں۔ لنکا کی طرح کام کرودھ لوبھ موہ جل جائیں۔ ہنومان جی نے نفس امارہ کو مار کر دشمنوں کو دبایا ہے۔ مردانگی میں نام پایا ہے۔ جو شخص اپنی اندری کو مارے۔ دشمنوں کو ہنومان جی کی طرح تلوار کے گھاٹ اتارے اندریوں سے بڑھ کر نہ کوئی شہزور ہے نہ قومی دست۔ ان کے آگے نہ شیر ژیاں کچھ چیز ہے نہ فیل مست۔ مگر ان پر جو در ہوا۔ زیر سے زبر ہوا۔ سمجھ لیجئے کہ غنچہ مراد کھل گیا۔ رامچندر جی کی ذات والاصفات سے مل گیا۔ شاستر کہتے ہیں کہ ست اور است کی پہچان ہیں کرو۔ تو اپنے آپ کو رامچندر جی میں لین کرو۔ ہنومان جی کو بندر سمجھنا بالکل بے اصول ہے۔ سمجھ کی بھول ہے۔ یہ بہمہ صفت موصوف ہیں۔ عقل و فہم میں مشہور و معروف ہیں۔ اگر یہ گمان ہو کہ بندر ہونے پر ہنومان جی کا مرتبہ کیوں بالا ہوا۔ درجہ اعلےٰ ہوا۔ اس پہ حیرانی فضول۔ تعجب بے اصولی ہے۔ بجرنگ بلی کو رامچندر جی کی اٹل بھگتی نے سب کا سرتاج بنایا سب الشیور کے بھگتوں سے بڑھایا۔ وکرم بلی کل شاستروں کے عالم باعمل ہیں۔ اسی وجہ سے بھی سب سے افضل ہیں۔ جو نہ شاستروں سے واقف نہ رامچندر جی کی بھگتی سے آگاہ وہ روسیاہ ہے۔ اس پہ

چار پائے بر او کتابے چند

کی مثل صادق آتی ہے۔ وہ وہ خر نا مشخص ہے۔ جس کو نعمتوں کے عوض غلاظت ہی بھاتی ہے
ویدوں کی واقفیت نے مہابیر جی کا مرتبہ تو بلند ہی کیا ہے۔ شاستروں کی علمیت نے ارجمند ہی کیا
ہے۔ مگر نہیں۔ بھگتی نے سونا اور سوگندھ کی کہاوت سچ کر دکھائی ہے۔ منزلت دیوتاؤں سے بھی
بڑھائی ہے۔ جس کے دل پر رامچندر جی کے پریم نے اثر کیا ہے۔ بھگتی نے قالب میں گھر کیا ہے۔
وہی افضل الکائنات ہے۔ وہی مجمع الصفات ہے۔

گو مہابیر جی پون کے نورِ نظر ہیں۔ کیسری کے لختِ جگر ہیں۔ انجنی کے منظور نظر ہیں۔ اور
کہنے کو بانر ہیں۔ تاہم بانر سمجھنا بے معنی ہے۔ ایسا خیال لایعنی ہے۔ بانر کا مطلب ہی اور ہے
پہلو قابل غور ہے۔ ان کو پرمیشور کا پارکھ ماننا چاہیئے۔ ایشور کا سروپ جاننا چاہیئے۔ رامچندر
کلیان سروپ ہیں۔ اُن کے چرتر انوپ ہیں۔ جس طرح چندرماں دامن کوہ سے طلوع ہو کر پُر نور
ہوتا ہے۔ اُسی طرح کائنات کی نجات کے لئے رامچندر کا ظہور ہوتا ہے۔ جب اوتار لیتے ہیں۔ تو
زمین کا بوجھ اُتار دیتے ہیں۔ رامچندر نراکار ہیں۔ نرو کار ہیں۔ رگھوبنس کے آفتاب عالمتاب ہیں
چار پدارتھ دینے والے اور واقعی مسبب الاسباب ہیں۔ سورج بنس کے چندرماں ہیں۔ کوشلیا
کے راحت جاں۔ کوشلیا سے بھگتی بھی مراد ہے۔ اسی پر عالمان زمانہ کا صاد ہے۔ رام کے نام میں
بھی نادبل۔ فاضلان یگانہ کی دلیل ہے۔ کہ رامچندر ہمہ از دست ہیں۔ گل و بلبل۔ سرو شمشاد۔
سیارہ و اختر۔ معدن و گوہر۔ دشمن و دوست۔ رگ و پوست سب میں موجود ہیں۔ مختدبست
و بود ہیں۔ پتے پتے میں ظہور۔ ذرّے ذرّے میں نور۔ عیاں اور نہاں۔ گم اور عیاں۔ پوشیدہ اور
ظاہر۔ ہو الاوّل اور ہو الآخر۔ راون کے مارنے والے رگھوبنسیوں کے تاج سر۔ دسرتھ کے جان و
جگر۔ دسرتھ پر خود دیال ہوئے۔ کوشلیا کی گودی کے لال ہوئے۔ دسرتھ کو نقد آرزو سے مالامال
کیا۔ قالب انسانی میں ظہور فرما کر بھگتوں کو نہال کیا۔

والمیک جی کا استھان ہے۔ عبادت و ریاضت کا سامان ہے۔ رشی جی جو نظر اٹھاتے ہیں
تو دیکھا کہ نارد جی آتے ہیں۔ اُٹھ کر استقبال کیا۔ بٹھلا کر سوال کیا کہ :-

مُنی مہاراج ! اس زمانے میں ہمہ صفت موصوف کون ہے۔ کل اوصاف میں مشہور و معروف
کون ہے۔ جس کی ذات پر دھرم کو ناز ہے۔ جو راست روی میں ممتاز ہو۔ جس کے فضائل
و خصائل بے نظیر ہوں۔ جس کے سلوک و احسان عالمگیر ہوں۔ راستی جس کا شعار ہو۔ جو مستقل
مزاجی میں فرد روزگار ہو۔ جس کے کارنامہ قدرت زمانے میں انتخاب ہوں۔ جس کے کاروبار سلطنت
لاجواب ہوں۔ جو محافظ کائنات ہو۔ جو خبر گیر مخلوقات ہو۔ جسے جامع لیاقت و جامع طاقت کہہ سکیں

جس کے پرتو انوار سے آنکھوں کا نور بڑھے۔ جس کے شربتِ دیدار سے دل کا سرور بڑھے۔ جس کی آتما پرماتما کا آئینہ ہو۔ جس کا قلب گلشن ضمیری کا گنجینہ ہو۔ جس نے دیو تکبر کو پچھاڑا۔ نخلِ غرور کو جڑ سے اُکھاڑا۔ جس کی نظرِ قہر سے دیوتاؤں کا دل دہلتا ہے۔ جس کی چشم غضب سے راکشسوں کا دم نکلتا ہو۔ اگر کوئی ہو تو بتایئے۔ زبان گوہرفشاں سے فرمایئے۔ مجھ کو اب تک کسی فرد واحد کا پتہ نہیں۔ جو اِن سب اوصاف میں فردِ آفاق ہو۔ تمام خصائل میں طاق ہو۔ اس لئے عرضِ مدّعا ہے ادب سے التجا ہے۔ کہ آپ ہی مہربانی فرمایئے۔ دُرجِ لب سے گوہرافشانی فرمایئے۔ آپ جہانیاں جہانگرد ہیں۔ معلوماتِ عالم میں فرد ہیں۔ آپ سے زیادہ کوئی واقفکار نہیں۔ آپ کیطرح حالاتِ زمانہ سے خبردار نہیں۔ بس گذارش منظور ہو۔ عنایت ضرور ہو ؂

نارد۔ میں آپ کو بتاتا ہوں۔ الفاظ میں تصویر کھینچ کر صورت ہی دکھاتا ہوں۔ اکشواکو کی نسل میں رامچندر ہیں۔ فضائل و خصائل میں سب سے سربلند ہیں۔ نخلبندِ گلشن ایجاد۔ دامِ نفس سے آزاد۔ دھرم کرم میں آپ ہی اپنی مثال۔ کمال بخش اہل کمال۔ عقل و ادراک میں لاجواب۔ شرمندہ ساز آفتاب۔ واضع قوانین قدرت۔ موجد آئینِ ندرت۔ لکشمی قبضۂ اقتدار میں۔ نفاذ ننا اختیار میں۔ غفار بھی۔ قہار بھی۔ رحیم بھی۔ کریم بھی۔ عادل بھی۔ دریا دل بھی۔ صبر و تحمل سے ہر وقت کام۔ بُردباری میں نام۔ ڈیل ڈول دُرست۔ بدن چُست۔ قوتِ بازو کوہ شکن۔ بازوئے طاقت پیل افگن۔ پیشانی سرچشمۂ نور۔ جبیں سے تجلی قدرت کا ظہور۔ متوسط اندام۔ بدن گھنشیام طرز و انداز تہذیب کا نمونہ۔ پیکر خوبی میں عارض کا نور مہ و نور خورشید سے دونا۔ سانولے چہرے میں بجلی کی چمک بدن کے نیلگوں رنگ میں کندن کی سی دمک۔ آنکھیں نشۂ حسن میں چور۔ مخزنِ نور۔ رخ پر جلال خورشید۔ فلک پر نو ناہید۔ لکشمی وابستۂ قدم۔ اوصاف میں وحید عالم دھرم نام پر قربان بندگانِ خلائق کے حافظ و نگہبان۔ خیال بہتر کی لکیر قیاس بمنزلۂ نوشتۂ تقدیر۔ پاکیزگی نفس لاثانی۔ حسن خیال پر عالم جوانی پتا کے سامنے دست بستہ۔ گرو کے قدموں پر کمر شکستہ۔ خیال واقفِ حال و استقبال اقتدار سرچشمۂ دولت لازوال۔ پرسرام گو نقطۂ مقابل تھے۔ مگر چھتریوں کے قائل تھے۔ اسی سے سُرگ لوک کی راہ بند کی۔ کنجِ ریاضت کی گوشہ نشینی پسند کی۔ کہدیا کہ جنگل پر قناعت کرو۔ وہیں عبادت کرو۔ رامچندر جی نے جٹایو کو مکت دی۔ اجودھیا باسیوں کو پرم دھام کیا۔ دشمنوں کے دشمن جانی ہیں۔ خاص و عام کے محافظِ زندگانی ہیں۔ یہ آفتابِ عالمتاب ہیں۔ ان کے ظہورِ نور سے غفلت کی راتیں کٹتی ہیں۔ نیندیں اچٹتی ہیں۔ بارشِ رحمت سے زحمت دفعہ ہوتی ہے۔ پتی پتی سرسبز ہوتی ہے۔ جب رامچندر جی کا راج تھا۔ نہ کوئی مفلس نہ محتاج تھا۔ چاروں درن مذہب کے پابند تھے۔ دھرم

ؔ برہمن۔ چھتری۔ دیش۔ شودر ؂

کرم کی پیروی سے آنند تھے۔ راجہ رامچندر دھرم کرم میں معروف۔ دھرم کی حفاظت میں مصروف تھے۔ راجہ کو مناسب ہے۔ فرمانروا کو واجب ہے۔ کہ رامچندر کی پیروی کرے۔ ہمت قوی کرے۔ جگیہ کو فرض منصبی جانے۔ دان پن کو نوشتۂ راہ نجات مانے۔ بدمعاشوں کو سزا دے۔ نیک چلنوں کو جزا دے۔ بھگتوں کو حفاظت کرنے میں رامچندر کا نظیر نہیں۔ رگھوناتھ ایسا عاجزوں کا دستگیر نہیں ؎

ایک وقت دُرباسا رکھ نے راجہ امبریک کو شاپ دے دیا۔ پرمیشور کے سودرشن چکر نے پیچھا کیا۔ دُرباسا رکھ بھاگے۔ نہ کوئی پیچھے نہ کوئی آگے۔ آخر رامچندر جی نے سودرشن چکر پہ آنکھ نکالی۔ دُرباسا کے سر کی بلا ٹالی۔ پرہلاد کی مدد کی۔ ہربلا رد کی۔ رامچندر دولت کمال سے مستغنی ہیں۔ علم و ہنر کے دھنی ہیں۔ نقاش نگارستان مخلوقات۔ صورت گر مرقع موجودات۔ سخن فہمی میں لاثانی۔ گرہ کشائے عقدۂ معانی۔ تیرانداز۔ واقف راز۔ مایا اور برہم کے حقیقت شناس۔ قابل شکر و سپاس۔ جوگ شاستر کے عالم متبحر۔ کرم کانڈ سے باخبر۔ قصہ مختصر کون شاستر ہے۔ جو سری رامچندر نہیں جانتے۔ سب انہیں ہمہ دان مانتے ہیں۔ سمرتیاں لوح یادداشت پر مرقوم ہیں۔ سب کے علوم انہیں معلوم ہیں۔ مآل اندیشی نکتہ بینی خیال کا جوہر ہے۔ اور معاملہ فہمی و دقیقہ رسی معدن کمال کا گوہر۔ چونکہ رامچندر پر اپکاری اور صاحب تمیز ہیں۔ لہذا تینوں لوک میں ہر دلعزیز ہیں۔ پر اپکار میں بے مثال۔ سادھوؤں کی چال ڈھال۔ اپکار کرنے میں ذاتی غرض کا خیال نہیں۔ نیکیوں کا عوض نظر میں کچھ مال نہیں۔ ظاہر و باطن کا حال جانتے ہیں۔ رگ رگ نس نس پہچانتے ہیں۔ اور دیوتاؤں کی پرستش کے اصول اور اوقات ہیں۔ رامچندر ہر موقع پر رافع حاجات ہیں۔ جب چاہو پوجن کرو۔ اعتقاد پھلتا ہے۔ ہر وقت معدن عبادت سے گوہر مقصود نکلتا ہے۔ جسطرح دریا قلزم زخار سے مل جاتے ہیں۔ اسی طرح رام کے بھگت بھی ذات سرچشمۂ انوار سے مل جاتے ہیں۔ رامچندر مالک موجودات ہیں۔ معبود کائنات ہیں۔ برہمن کا اچھا چال چلن نہیں۔ تو وہ برہمن نہیں۔ ویش یا شودر بھگتی کرنے والا ہے تو وہی ایشور کا پیارا اور ذات و صفات میں سب سے اعلیٰ ہے۔ بھگتی ذات و صفات کا فرق نہیں جانتی۔ صرف دل کے پریم کو پہچانتی ہے۔ رامچندر دشمن و دوست دونوں کو تارتے ہیں۔ نیک و بد کو بھوساگر سے پار اُتارتے ہیں۔ گھٹ گھٹ باسی ہیں۔ اداسی ہیں۔ ہر حال میں ایک رنگ رہتا ہے۔ ہر رنگ میں ایک ڈھنگ رہتا ہے۔ جان کی طرح بدن میں۔ بوئے گل کی طرح چمن میں ہیں ؎

مائۂ اوصاف حمیدہ سرمایۂ خصائل پسندیدہ۔ کوشلیا کے تدرح رواں۔ راحت و آرام جاں۔ ظرف بحر ناپیداکنار کا سا۔ شرف خورشید پرانوار کا سا۔ خورشید کا جلال چہرے سے ہویدا۔ بدر کا

کمال پر نو انوار شرد[1] پونو کے چاند کی طرح نظارہ جمال دکھانے والے۔ دیدۂ دل کی روشنی بڑھانے والے۔ نارد جی فرماتے ہیں۔ لب معجز بیان سے اعجاز دکھاتے ہیں۔ کہ رامچندر کے برابر کوئی اقبالمند نہیں ہوا۔ اس شکل وصورت میں نرالا کار ساکار نہیں ہوا۔ رامچندر کا شعلۂ غضب جنگ میں آتش شعلہ خیز ہے نائرہ غیظ برق کی طرح شرر انگیز ہے۔ بردباری میں زمین ہیں۔ کوہ تمکین ہیں۔ دستِ خیر ابر دریا بار۔ کبیر کا خزانہ ادنےٰ نثار سمندر اُمچو تو اُمچ جائے۔ مگر کوئی رامچندر جی کے چشمۂ فیض کی تھاہ نہ پائے۔ رامچندر جی کے جاہ جلال کی کیا تعریف ہو۔ تائید اقبال کی کیا توصیف ہو۔ جتنے کہ بسوامتر اُن کی طلبی کیلئے خود آئے۔ اپنے کام بنائے۔ پرسرام جی بہادری میں کیسے مشہور تھے۔ زور بازو پر کیس قدر مغرور تھے۔ چھتریوں کو حلال کیا۔ خون سے پرسا لال کیا۔ رامچندر جی نے ساری ہیکڑی گرد برد کردی۔ آتش غرور سرد کردی۔ رامچندر راجہ جسرتھ کے نگین تاج اور اپنے بھائیوں کے سرتاج ہیں۔ فضائل میں سب سے بالاتر۔ خصائل میں اعلےٰ تر۔ راجہ جسرتھ کے عزیز جان۔ عزیز جان ہی نہیں بلکہ روح و روان۔ رامچندر رعایا کی پشت و پناہ تھے۔ بندگان خلائق کے ہی خواہ تھے۔ پرائے دُکھ سے کراہتے تھے۔ بیگانے یگانے کی بہتری چاہتے تھے۔ اسی سے دسرتھ نے تجویز کی کہ راج دوں۔ تخت و تاج دوں۔ لوگ بھی رامچندر کو سراہتے تھے۔ رام کا سایۂ دامن دولت چاہتے تھے مگر

اَن ہونی کے ہون کو تاکت ہیں سب کوء
اَن ہونی ہوتی نہیں جو ہونی ہو سو ہو
میرے من کچھ اور ہے کرتا کے من اور
داس ملوکا یوں کہے کہ جھوٹی من کی دوڑ
غور سے فکر سے تدبیر سے کیا ہوتا ہے
وہی ہوتا ہے جو منظورِ خدا ہوتا ہے

ایک مرتبہ راجہ دسرتھ سرگرم کارزار تھے۔ اِدھر دیت اُدھر بہادران خنجر گزار تھے۔ جدال و قتال کا بازار گرم تھا۔ نہ اِدھر کوئی موم تھا نہ اُدھر کوئی لقمۂ نرم تھا۔ سلاح جنگ کی مار تھی۔ تیر و تفنگ کی بوچھاڑ تھی۔ دفعتہً رتھ کے پہیئے ٹوٹ گئے۔ بہادران دسرتھ کے جی چھوٹ گئے۔ رتھ گرنے لگا۔ قیامت کا سماں آنکھوں میں پھرنے لگا۔ کیکئی ہمراہ تھی۔ ہمراہ نہیں بلکہ پیش نگاہ تھی۔

---

[1] شرد پونو کا چاند کنوار کی پورنماشی کو ہوتا ہے۔ اس دن چندرماں کی روشنی امرت کے مد مقابل مانی گئی ہے ہندو اس شب کو تہوار مناتے ہیں۔ اور اغذیہ لطیف دستیری کو چاند کی روشنی میں رات بھر رکھ کر دوسرے روز ان چیزوں کو بطور اغذیہ مقوی بطور کھاتے ہیں۔

منتر پڑھنا آغاز کیا۔ صدق نیت نے اعجاز کیا۔ پہیئے چکر کھانے لگے۔ راجہ دسرتھ پھر تیر برسانے لگے۔ دیت خون میں شرابور۔ آب شمشیر میں غوطہ خور ہوئے۔ فتح نصیب اولیائے دولت ہوئی۔ ظفر بستہ فتراک عظمت و صولت ہوئی۔ کوس فتح نے آوازۂ نصرت بلند کیا۔ نوید ظفر نے دلاوران کشورستان کو خورسند کیا۔ راجہ دسرتھ نے کیکئی کی قدردانی کی۔ پہلے سے زیادہ نظر مہربانی کی۔ فرمایا جو مانگو صلہ دوں۔ جس چیز کی جس سے طلب ہو دلا دوں۔ کیکئی بولی۔ دو بردان دیجئے۔ ہاتھ ماریئے۔ زبان دیجئے۔ جب دل میں آئیگا۔ قول پورے کراؤنگی۔ جب موقعہ ملیگا یاد دلاؤنگی۔ دسرتھ نے کہا۔ قول جان کے ساتھ ہے۔ مگر سبیل ایفائے وعدہ تمہارے ہاتھ ہے۔ جب یاد دلاؤ گی۔ نقد مراد پاؤ گی۔ میں وعدہ ٹالوں تو گنہگار۔ حرف نفی زبان سے نکالوں۔ تو شرمندۂ روزگار۔ اس وقت تو بات وہیں کی وہیں رہ گئی۔ ایک سوا سی ہو گئی۔ مگر جب رامچندر کے راج کی بات چلی تب کیکئی کی دال گلی۔ دسرتھ سے کہا حضرت سلامت وعدہ وفائی ہو۔ عہد بیجائی ہو۔ دو قول آپ ہارے ہیں۔ دم داعیہ سے ہاتھ پر ہاتھ مارے ہیں۔ بس وعدہ وعید پورے کیجئے۔ مجھے نقد مراد دیجئے۔ رام بن کی ہوا کھائیں۔ بھرت تاج و تخت پائیں۔ راجہ دسرتھ

دو زبانیں نہیں رکھتے تھے قلم کی صورت

قول مرداں جان دارد پر عمل تھا۔ جو منہ سے کہدیا اٹل تھا۔ چھاتی پر پتھر رکھا مگر عہد شکنی سے عذر رکھا۔ رامچندر کو بن باس دینے پر رضامند ہو گئے۔ قول کے پابند ہو گئے۔ جان دے دی مگر اُف نہ کی۔ رامچندر باپ کے فرمانبردار تھے۔ سوتیلی ماں کے بھی اطاعت گذار تھے۔ باپ کی بات پٹ پڑنے نہ دی۔ کیکئی کی بات بگڑنے نہ دی۔ تائید قول و اقرار کی۔ صحرا نوردی اختیار کی۔ لچھمن جی بھائی تھے۔ بازو کا زور کلیجے کی توانائی تھے۔ انہوں نے بھی جنگل کی راہ لی۔ برادرانہ محبت نباہ لی۔ سومترا دسرتھ کی مالک جان۔ لکشمن کی ماں بڑی خوشی سے بولی۔ بڑی مردانگی سے زبان کھولی۔ روح بدن۔ بیلے لکشمن میں دھن ہوں۔ پرسن ہوں۔ لخت جگر نور نظر گر بسو۔ رام کے ساتھ بن میں بسو۔ تمہیں ماتا پتا کا رنج کیا۔ جب رام جانکی ساتھ ہیں۔ تو شش و پنج کیا۔ وطن کوئی چیز نہیں۔ چمن کوئی چیز نہیں۔ جہاں سرو و سمن۔ وہی چمن۔ جہاں رام جلوہ افگن ہیں۔ وہی وطن ہے وہ اجودھیا کیا جہاں رام نہیں۔ وہ گھر ویرانہ ہے۔ جہاں چراغ شام نہیں۔ اجودھیا وہی ہے جہاں رامچندر کا قیام ہے۔ رات وہی ہے۔ جس میں تنویر ماہ تمام ہے۔ رام کی سچے دل سے خدمت کرنا۔ طاعت و اطاعت کرنا۔ لکشمن لائق بھائی تھے۔ صاحب دانائی تھے۔ رام کے سایۂ عاطفت میں پناہ لی۔ صحرائے پرخار کی راہ لی۔ چھوٹے بھائی کا دھرم نباہا۔ وہی کیا جو سمترا نے چاہا۔ چھوٹا بھائی وہی ہے۔ جو بڑے بھائی کو باپ کے برابر ملے۔ سایہ سر اور سپر جانے پر

جانکی جی رامچندر جی کی پران پیاری ہیں۔ اور واجب التعظیم عالی خاندان راجہ جنک کی راجکماری۔ جنک بانیِ کائنات کا نام ہے۔ پھر ان کے فضائل میں کس کو کلام ہے۔ جانکی جی الشیور سے وصل ہیں۔ کارساز عالم کی نقل کا لاصل ہیں۔ دوئی کا نام و نشان نہیں۔ یکتائی میں دخل گمان نہیں ٭

جانکی میں نہ ہے فرق اور نہ ہے رام میں فرق
ایک دونوں ہیں نقط نام کو ہے نام میں فرق
ہیں دھواں رام جو شعلے کو زبان دیتا ہے
جانکی شعلہ ہیں لو جس سے دھواں دیتا ہے

رام سیتا نی نفسہ یکجان و دو قالب اور باہم مطلوب و طالب ہیں۔ خالق کون و مکان ہیں مالک دو جہاں ہیں۔ برہمانڈ زیور قدرت کا نگینہ ہے۔ کرۂ نور و نار چہرۂ قدرت کا آئینہ۔ عورات میں سری جانکی جی سب سے افضل اور اوصاف میں اکمل ہیں۔ نہ ہی روحوں کے ذرائع ظہور سے سری جانکی جی کے جلوۂ مسعود میں فرق رہا۔ ان کے پیکر نور کو یکتائی میں دعوئے انا المشرق رہا۔ پرتھوی سے یہ عالم شہود میں آئیں۔ نخل خودرو کی طرح گلشن وجود میں آئیں۔ سائے کی طرح رامچندر کے ساتھ صحرا نوردی کی۔ نسیم و شمیم کی طرح دشت گردی کی۔ رامچندر مار چاردہ تھے۔ یہ سیتا وہ صبا تھے۔ یہ موج ضیا۔ شرنگ بیر پور میں ملاحوں کی بستی دیکھی۔ گوہ قوم کی عقیدت پرستی دیکھی۔ کئی ندیاں پار ہوئے۔ بھاردواج سے دوچار ہوئے۔ چترکوٹ میں قدم رنجہ فرمایا۔ کوہسار کو غیرت گلزار بنایا۔ وہیں استقامت گزیں ہوئے۔ گوشہ نشین ہوئے۔ گو رامچندر بن میں تھے مگر گویا چمن میں تھے۔ جسطرح رشی لوگ ہرے بھرے جنگلوں میں نظارۂ قدرت کا آنند اٹھاتے ہیں۔ ذرا سی کٹی کو غیرت گلزار بناتے ہیں۔ اسی طرح سری رامچندر بھی محو گلگشت رہتے۔ مائل سیر دشت رہتے۔ قدم قدم پر بہار نثار ہوتی تھی۔ ہوائے گلگشت کوہ و صحرا کو نسیم بہار ہوتی تھی۔ ادھر رامچندر نے چترکوٹ پر قیام کیا۔ ادھر راجہ جسرتھ نے قصۂ زندگی تمام کیا۔ رام رام رٹتے رٹتے دم توڑ دیا۔ جان و جگر کی جدائی میں چولا چھوڑ دیا۔ بھرت جی نے شرادھ کرم سے فراغت پائی۔ تو ترک علائق کی دھن سمائی۔ بششٹھ جی نے بہت سمجھایا۔ بڑے بڑے رکھشیوں نے نشیب و فراز دکھایا۔ مگر بھرت جی نے تخت سلطنت پر لات ماری۔ شرط محبت نہ ہاری۔ دشت غربت میں پہنچے۔ رامچندر کی خدمت میں پہنچے۔ ادب سے عرض مدعا کی۔ منت و سماجت سے التجا کی۔ آپ سایۂ سر ہیں۔ میرے لئے سپر ہیں۔ دم دم آپ کی نظر میں جلتا ہے۔ نخل مراد فیض وتوجہ سے پھولتا پھلتا ہے۔ جنگل کو چھوڑیئے۔ صحرا نوردی سے منہ موڑیئے۔ اجودھیا سنسان پڑی ہے۔ سلطنت ویران پڑی ہے۔ تخت و تاج لیجئے۔ راج کاج کیجئے۔ رام نے

مجبوری کا اظہار کیا۔ صاف انکار کیا۔ پاؤں کی کھڑاویں عطا فرما کر محو گفتار ہوئے۔ زبان سے گوہر بار ہوئے۔ جن قدموں کی خاک وہ اعجاز کر گئی۔ کہ اہلیا تر گئی۔ اُن کی کھڑاویں اور رنگ حکومت کے لئے کافی ہے۔ انہیں سے مفارقت کی تلافی ہے۔ تم رنج و فکر نہ کرو۔ میری واپسی کا ذکر نہ کرو۔ اب گھر جاؤ۔ عامۂ خلائق کو چہرۂ تشفی دکھاؤ۔ بھرت کو رنج فرقت گوارا نہ تھا۔ مگر چارہ نہ تھا۔ وہ جبراً قہراً واپس آئے۔ تاج و تخت سے ہاتھ اُٹھائے۔ اجودھیا کے جنوب میں خرام کیا۔ نندی گرام میں قیام کیا۔ دُنیا سے منہ موڑا۔ اہلِ زمانہ سے تعلق توڑا۔ مشغول ریاضت ہوئے۔ مصروف عبادت ہوئے۔ اجودھیا کے لوگ نندی گرام میں آتے تھے۔ بھرت جی کے درشن کر جاتے تھے۔ اُن کو جگہ سے ہلنا قسم تھا۔ پائے استقلال دھرو کی طرح ثابت قدم تھا۔ ادھر بھرت جی کا یہ حال ہوا۔ ادھر اَتری بن میں رامچندر جی کا نزول مرکب اجلال ہوا۔ براِدھ راکشس دوچار ہوا۔ تو نیر اجل کا شکار ہوا۔ سربھنگ رشی نے مکت کی دولت پائی۔ پرم دھام میں جائے سکونت پائی۔ سوتیکشن کو جلوہ نمائی سے ممتاز کیا۔ اگست منی کو رونق فروزی سے سرفراز کیا۔ اگست جی نے استقبال کیا۔ اندر دھنش[1] دیا۔ رامچندر جی نے نندک کھڑگ اور سارنگ

---

[1] یہ اندر دھنش وہ دھنش نہیں۔ جو راجہ اندر کا مشہور ہے۔ دراصل یہ سارنگ دھنش تھا۔ جن کو سری وشنو جی نے پرسرام جی کو دیا تھا۔ اور پرسرام جی نے نندک نام تلوار کے ساتھ سری رامچندر جی کی خدمت میں پیش کیا تھا۔ رامچندر جی نے سارنگ دھنش اور نندک کھڑگ دونی ہتھیاروں کو بہ نظر حقارت دریا میں پھینک دیا۔ یہ ہتھیار اس طور سے برن لوک میں پہنچے۔ برن جی نے اندر کو دے دیئے اور کہا کہ یہ رامچندر جی کی امانت ہیں۔ جب رامچندر جی بن میں تشریف لائیں۔ تو ان کے حوالے کر دینا۔

سارنگ دھنش کس کا نام ہے۔ اس کی وجہ تسمیہ کیا ہے۔ ضرور قابل یادداشت ہے۔

بیشم پاٹن کے دھنروید میں لکھا ہے۔

یعنی لڑائی کے دھنش دو قسم کے ہوتے ہیں۔

(۱) سارنگ جس کو جانوروں کے سینگ گلا کر بناتے ہیں۔

(۲) بانس کی کمان بانس سے بنتی ہے۔

یہاں پر یہ بھی خیال رہے۔ کہ جانوروں کے سینگ گلا کر دھنش بنانا حیرت انگیز نہیں۔ ولایت میں جس کانچ کا نام بون گلاس Boan glass ہے۔ وہ بھی اسی ترکیب سے بنائی جاتی ہے۔

دھنش لئے ہوئے بادیہ نوردی اختیار کی۔ رشیوں نے حاضر ہو ہو کر استدعائے قتل کفار کی ۔

سب رشی منی رامچندر جی کے پاس آئے۔ لبوں پہ حرف التماس لائے۔ کہ رکشش دلآزار ہیں۔ ایذا رساں اہل روزگار ہیں۔ اُن کی تادیب کا کیا انتظام ہے۔ یہاں تو زندگی حرام ہے۔ رامچندر نے در افشانی کی۔ زبان فیض ترجمان سے رطب اللسانی کی۔ کہ گھبرائیے نہیں اطمینان رکھئے۔ سب کام ٹھیک ٹھاک ہو جائیگا۔ سارا قصہ پاک ہو جائیگا۔

نارد جی نے اس موقع پہ حسب عذب البیانی شیریں زبانی سے کام لیا۔ ہم اُس کو پھیکی نثر میں دکھانا نہیں چاہتے۔ ناظرین کی طبیعت کو تھکانا نہیں چاہتے اس لئے اُن کے مطلب کو قالب نظم پہنانے کیلئے خون جگر سے کام لے کر ناظرین کی ضیافت طبع کرتے ہیں۔ اور شاہد مضامین ذیل میں ہر ہفت عروس سے سنوارتے ہیں۔ نارد جی کی رطب اللسانی ہے اور ہمارے قلم

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰)

ان دو قسم کے دھنشوں کی شکل و صورت ایک طرح کی نہیں ہوتی۔ چنانچہ

سے یہ مطلب ہے۔ کہ سینگ کی دھنش کو تین جگہ خم ہوتے تھے۔ اور بانس کی دھنش کے خم سے ان میں فرق ہے۔ ان دو قسموں کی کمانوں کی شکل یہ ہے۔



پردہ سارنگ مصرعی — سارنگا دھنش — بانس کی دھنش

اس کا مطلب یہ ہے کہ سارنگ دھنش لچھمن جی کا خاص الخاص استر ہے جس کا قد ساڑھے تین ہاتھ کا ہے جس کو وشوکرما نے بنایا تھا۔ لچھمن جی کے سوا مرگ پاتال پرتھی میں کسی کی طاقت نہیں جو چڑھا سکے یا قابو میں رکھ سکے۔ انسانوں کے استعمال کا سارنگ دھنش تین ہاتھ کا ہونا چاہیئے۔ اس دھنش کو گھوڑے اور ہاتھی پر سوار ہو کر چلاتے ہیں۔ لہذا سوار اور پیادہ کے لئے بانس کا دھنش مناسب ہے ۔

کی جادو بیانی ہے۔

نظم

رام کے نام سے رام کی صورت دیکھی ! ! آنکھ سے عزت و اکرام کی صورت دیکھی
دیدۂ دل نے جو اس نام کی صورت دیکھی چشم باطن نے سری رام کی صورت دیکھی

دفع ہو رنج اگر لب پہ اکار آ جائے
حکمت مل جائے زباں پہ جو مکار آ جائے

جو بشر کرتا ہے سیتا کا لقب ورد زباں زخم دل سیتا ہے مٹ جاتی ہے ابذائے نہاں
منہ سے نکلا جو زماں پورے ہوئے سب ارماں دست رحمت سے سیتا نے سیا چاک داماں

جانکی جی کا جہاں نام زباں پہ آیا ؟
جان کی خیر ہوئی مقصود دل بر آیا

پاپ ان ناموں کے رٹ لینے سے کٹ جاتا ہے پاٹھ سے پاٹ یم راج کا گھٹ جاتا ہے
ٹاٹ افلاک و فلاکت کا الٹ جاتا ہے آکے یم راج سرہانے سے پلٹ جاتا ہے

نام ان ناموں سے نہیں بد بختی کا
نام مٹ جاتا ہے تشویش و سختی کا

دل پھڑک اٹھا جہاں رام کی جھانکی دیکھی کھلیں آنکھیں تو وہ چھب آنکھ نے بانکی دیکھی
روش پر زینت شاہانہ کساں کی دیکھی سرمگیں چشم نے تصویر رماں کی دیکھی

سانولے رنگ میں چہرے کی چمک ملتی ہے
ابر میں روشنی برق فلک ملتی ہے

ضوفشاں راج سنگھاسن پہ عقیق والماس مسند پہ نہ چنتر مکلل احساس
ستر دہن اللہ بھرت نوت باندہ چپ وراس جانکی بائیں طرف پہنے عروسانہ لباس

مور چھل سر پہ لکھن آٹھ پہر جھلتے ہیں
سری بجرنگ بلی مہابیر چنور جھلتے ہیں

جانکی جی کے لئے فرش پلک رہتی ہے ہر بنا گوش میں کنڈل کی جھلک رہتی ہے
رخ پر نور میں کندن کی دمک رہتی ہے چاند سورج میں کف پا کی چمک رہتی ہے

منفعل چاند سدا شیو کا تلک سے دیکھا

جس نے دیکھا اُسے خورشید کے شک سے دیکھا

ہے مبارک وہ بشر جس نے یہ چھب دیکھی ہے ۔ خوبیٔ چشم سیہ سرخیٔ لب دیکھی ہے !
آنکھ سے میمنت نام لقب دیکھی ہے ۔ رام آتے ہیں نظر شے کوئی جب دیکھی ہے

غم دُنیا غم فردا غم عصیاں نہ رہا !
دیوتا ہو گیا انساں سے وہ انساں نہ رہا

مندروں میں یہی چھب اہل نظر دیکھتے ہیں ۔ یوں نراکار کو ساکار بشر دیکھتے ہیں
سنگ میں نور ازل جانتے ہنر دیکھتے ہیں ۔ اس طرف رام کی مورت کو اُدھر دیکھتے ہیں

چشم دل کو وہی تصویر نظر آتی ہے
سامنے صورتِ رگھبیر نظر آتی ہے

کبھی گہوارے میں رگھوبر کو پھلتے دیکھا ۔ کبھی ماں باپ کی آغوش میں پلتے دیکھا
کبھی صحرا میں کبھی گھٹنیوں چلتے دیکھا ۔ سر اعدا کبھی قدموں سے کچلتے دیکھا

کبھی نو کھنڈ دھنش کے لئے رگھوناتھ چلے
کبھی تنہا چلے سیتا کے کبھی ساتھ چلے

کیا کہیں چشم تصور جو سماں دیکھتی ہے ۔ رام ملتے ہیں جدھر اور جہاں دیکھتی ہے ؟
شیش کے فیض میں کبھی جلوہ کناں دیکھتی ہے ۔ کبھی دل میں کبھی قرب رگ جاں دیکھتی ہے

کبھی مورت میں وہی موہنی مورت دیکھی
کبھی آنکھوں میں وہی سانولی صورت دیکھی

اس تصور کا نظر نے جو نظارہ دیکھا ۔ اوج پر خوبیٔ قسمت کا ستارہ دیکھا
آنکھ نے صدق عقیدت کا اشارہ دیکھا ۔ پہلے جو دیکھا تھا جلوہ وہ دوبارہ دیکھا

اے اُفق رام کے ہوں کس طرح فضائل بیان
شیش جی سے بھی نہ رگھبر کے خصائل ہوں بیان

جلوے آتے تھے نظر دنیا میں نظر عالم کو ۔ شیو کو سنسکاد کو نارد کو زن گوتم کو
نل کو سگریو کو انگد کو سری بکرم کو ۔ رام لیلا نے وہی آج دکھائے ہم کو

پلیتوں کے تجھ سروپ اس میں نظر آتے ہیں
پریم کے اشک ہر اک آنکھ میں بھر آتے ہیں

ہر طرف دور نہیتا کی ہوا آتی ہے ۔ ہفت افلاک سے جے جے کی صدا آتی ہے
محفل اندر سے آواز غنا آتی ہے ۔ پاؤں چھونے کو بون ست کی صبا آتی ہے

جنم دسرتھ کا سپھل ہو گیا تپ کے پھل سے
عقدہ حل ہو گیا قدرت کا جنک کے ہل سے

حد سے راون کے مظالم کی جو گذری تعداد — پرتھوی سے نہ اُٹھا کوہ جفا و بیداد
چھیر ساگر پہ گئو بن کے گئی فریاد — بشن جی کی نظر ترحم سے چاہی امداد
ہوا الہام نہ گھبرائیے خبر لیتا ہوں
جنم اجودھیا کے مہاراج کے گھر لیتا ہوں

ہوئی رکھرائے شرنگی کی ریاضت اکسیر — راجہ دسرتھ کی مہارانیوں نے کھائی کھیر
عالم افروز ہوئے مثل مہ و مہر منیر — شترہن - بھرت - لکھن اور سیاپت رگھبیر
دھرم میں چار عناصر کے یہی بانی ہیں
چار ویداں کے لئے محو ثنا خوانی ہیں

مچ گئی دھوم زمانے میں کہ اوتار ہوا ؟ — ذات ہے جس کی نراکار وہ ساکار ہوا
نظر افروز جہاں لوٹے پہ انوار ہوا — جو نہ تھا وہ جرعہ کش شربت دیدار ہوا
آسماں بدلا زمیں بدلی زمانہ بدلا ؟
ہوا تبدیل مکاں صاحب خانہ بدلا

جگمگا اُٹھا کف پا کی ضیا سے رنواس — ہوا بیکنٹھ اودھ دیش اجودھیا کیلاش
طرفہ تھے کھیل کلیل اور عجب راس بلاس — دیوتا رہتے تھے حاضر پئے خدمت چپ و راس
خلق کی آنکھ کے پردے تھے بچھونے اُن کے
چاند سورج تھے لڑکپن میں کھلونے اُن کے

علم پڑھ کر جو اُستادوں کے اُستاد ہوئے — پھول اُٹھے دل میں سری گادھ سوں شاد ہوئے
راجہ دسرتھ سے ملے شا کی بیداد ہوئے — طالب رام و لکھن سائل امداد ہوئے
سر تسلیم شہنشاہ کو جھکانا ہی پڑا
رکھ کے ہمراہ لکھن رام کو جانا ہی پڑا

یگیہ کرتے تھے جو رشی گادھ سوں شام و پگاہ — تاڑکا جلتی تھی کر دیتی تھی سامان تباہ
آکے زرح کرتے تھے دکھ دیتے تھے ماریچ و سباہ — تھا اماں کا کوئی رستہ نہ کوئی امن کی راہ
کاٹ کرتی تھی زباں تیغ ستمگاری کی
رشی کو منظور تھی پاداش دل آزاری کی

بن میں آ کر گیا جگ لے کے سری بشن کا نام — ہوئے لچھمن جو نگہبان تو محافظ ہوئے رام

رشن کے دوڑ آئے دیت مچ گیا ہنگامۂ عام　　رام نے تیر سے ہر اک کا کیا کام تمام
جو کوئی آ گیا زد پہ ہوا کمزور گرا
اُڑ کے مارِیچ قریب یم شور گرا
ان دنوں دھوم دھنش یگیہ کی جنکپور میں تھی　　روشنی رُخِ سیتا مہ پر نور میں تھی
ہوس عقد دل قیصر و فغفور میں تھی　　قوس توڑیں یہ سمائی دلِ مغرور میں تھی
گادھ سُت نے جو سُنا عزم جنک پور کیا
ساتھ رگھبیر و لکھمن کے سفر دور کیا
رام کا چشمۂ قدرت تھا سفر میں جاری　　راہ میں خاک کفِ پا سے اہلیا تاری
پہنچے متھلا تو سوئمبر کی ملی تیاری　　آئی دیدار کو دوڑی ہوئی خلقت ساری
باغ میں الفت سیتا ہوئی چار آنکھوں سے
دونو دیکھا کئے جلووں کو ہزار آنکھوں سے
جب سوئمبر ہُوا ہر کھنڈ سے مہیپال آئے　　دیوتا آئے سلاطین خوش اقبال آئے
ایسے مست مئے زور ایسے قوی بال آئے　　پاؤں رکھدیں جو سر خاک تو بھونچال آئے
لیکن انداز گرانی کماں مل نہ سکا
لاکھ مل مل کے کیا زور دھنش ہل نہ سکا
پانی پانی ہوئے سب شرم سے قسمت پھوٹی　　زرد رُخ ہو گئے چہرے پہ ہوائی چھوٹی
ہوش اُڑے پست ہوا حوصلہ ہمت ٹوٹی　　دھاک مٹی میں ملی کھل گئی شیخی جھوٹی
سری متھلیش کا اس رنگ سے جی چھوٹ گیا
ہمتیں ٹوٹی ہوئیں دیکھ کے دل ٹوٹ گیا
گرجے غصے سے سلاطین زرہ پوش پہ تف　　مجمع زور و درد بنجر ود ہوش پہ تف
دست بازو پہ ہے زور اور تن و توش پہ تف　　ہمت و حوصلہ و زعم پہ تف جوش پہ تف
منہ دکھانے کی کسی کو کوئی صورت نہ رہی
چوڑیاں ٹوٹ گئیں مونچھ کی غیرت نہ رہی
تاب ان باتوں سے آئی نہ سری لچھمن کو　　لشن کا حکم ملا قہر بھری چتون کو
تمتماہٹ نے کیا سُرخ رُخ روشن کو　　نر کا جوش اُٹھے چھوڑ کے سنگھاسن کو
بولے متھلیش کا یہ ہے منہ کہ یوں آئے منہ
میری طاقت ابھی دیکھے تو اتر جائے منہ

دم وہ ہے کوہ اُلٹ جائیں جو ٹکر دیں میں
تہ و بالا طبق خاک و فلک کر دیں میں
ٹھیک کچھ دیر نہ ہو ہوش جنک کردوں میں
سارے برہمانڈ میں اس قوس کو چکر دوں میں

رام نے غیظ مگر کر کے اشارہ روکا
نہ دکھانے دیا محشر کا نظارہ روکا

خود رکھبیشر کے اشارے سے سری رام اُٹھے
کر کے مرشد کو لب عجز سے پرنام اُٹھے!
بہر تعظیم مہاراجۂ عظام اُٹھے!
دست محلات دعاؤں کو لب بام اُٹھے

رام کے زور سے شہزوروں کا جی چھوٹ گیا
دست نازک سے اُٹھاتے ہی دھنش ٹوٹ گیا

آنکھ نیچی ہوئی راجوں کی سری رگھبر سے
راکشس سہم گئے کانپ اُٹھے بھاگے ڈر سے
آئیں بجے کی صدائیں لب ہفت اختر سے
دُندبھی بجنے لگی پھول فلک سے برسے

جانکی جی کی عیاں خوبی اقبال ہوئی
رام کے زیب گلو۔ ہاتھ کی جے مال ہوئی

سُن کے یہ حال سر بزم پرسرام آئے
آئے یوں موت کا جس طور سے پیغام لائے
سب پہ غراتے ہوئے صورت ضرغام آئے
مثل شامت صفت گردش ایام آئے

بولے دل آج میرا تو نے جنک توڑ دیا
سچ بتا کس نے سدا شیو کا دھنک توڑ دیا

شعلے چہرے پہ حرارت سے بھڑک اُٹھتے تھے
چشم پر قہر میں انگارے دھک اُٹھتے تھے
عاصفے ہاتھ کے پرسے میں چمک اُٹھتے تھے
منہ میں جو آتا تھا بیساختہ بک اُٹھتے تھے

خوف ہر ایک کی گم نبض کئے دیتا تھا
طنطنہ روح جنک قبض کئے دیتا تھا

جرأت و زور میں جو فرد تھا یا یکتا تھا
خوف کے مارے ذرا سانس نہ لے سکتا تھا
تھرتھری جسم میں تھی۔ جان نہ تھی سکتا تھا
سب کے رُخ ڈھیلے تھے ایک ایک کا منہ تکتا تھا

بولتا تھا نہ کوئی بزم میں خاموشی تھی ؟
چشم پوشی تھی۔ نظر پوشی تھی۔ لب پوشی تھی

شیر بپھرا جسے صرف لکھن نے ٹوکا
چھتری جوش روکے سے نہ رُک سکا
بولے توڑنے کا نہیں ٹوٹا دھنک اب شیو کا
سامنا خوب ہوا یونہی غرض اِن دو کا

بات میں بات نکل آتی تھی تکراریں تھیں

میان سے نکلی ہوئی دونو کی تلواریں تھیں

میٹھی باتوں میں لکھن زہر اگل دیتے تھے
بات کرتے ہی جگر چٹکی سے مل دیتے تھے
اور بھی اینٹھی ہوئی رسّی کو بل دیتے تھے
رنگ تقریر ظرافت سے بدل دیتے تھے

ہوئے مقراضِ سخن منہ کو جو کھلتے دیکھا
نہ رہے میان میں پرسے کو جو نکلتے دیکھا

آتشِ قہر سے واں ہر رگ و پے جلتی تھی
بس نہ تھا بات بنانے کو انی ٹلتی تھی
لاکھ دال اپنی گلاتے تھے نہیں گلتی تھی
تیغ لچھمن کا تھا ایسا کہ نہ سمجھ چلتی تھی

دل میں کانٹے کی طرح بول کھٹک جاتا تھا
جسم میں زہر تبسّم سے چھٹک جاتا تھا

رنگ بگڑا ہوا رگھبر نے جو دیکھا بھالا
آتشِ قہر کے گل کرنے کو پانی ڈالا
آنے والی جو بلا سر پہ تھی اس کو ٹالا
یوں پرسرام سے بولے کہ اے جناب والا

اب دھنک ٹوٹ چکا عفو خطا ہو کہ نہ ہو
سرِ تسلیم ہے خم حکم سزا ہو کہ نہ ہو

دل پہ بس فقرۂ تہذیب نے جادو ڈالا
حلم نے چشمِ حقیقت کا مٹایا جالا
بولے یوں دیکے دھنک قوسِ قزح سے اعلےٰ
یہ جو چڑھ جائے تو ہوں قایل ذات والا

رام نے چلّہ چڑھاتے ہی دھنک تان لیا
بشن کا روپ پرسرام نے پہچان لیا

تاب نظارۂ انوار نہ دم بھر آئی
گئے جنگل میں صفت رام کی لب پر آئی
راجہ دسرتھ کی پھر امید دلی بر آئی
رام بیاہے گئے چھوٹی سی بہو گھر آئی

پھر ساگر کا اجودھیا میں سماں دیکھ لیا
گھر میں نور قدم بشن دامان دیکھ لیا

بعدہٗ چرخ ستمگر نے ستمگاری کی
سری رگھوناتھ نے بن باس کی تیاری کی
ٹھیری جب رام کے اعزاز جہانداری کی
دفعتہً چھائی دل کیکئی پہ تاریکی

ضد پہ بیٹھی کہ سری بھرت کو کل راج ملے
رام بن باس کریں اور ان کو تاج ملے

طیب خاطر سے سری رام کو تھا دھرم کا پاس
کیکئی کا کیا شکوے کے عوض شکر و سپاس
نہ ہوا رنج نہ کچھ فکر نہ کچھ خطرہ ہراس
دل سے منظور کیا چودہ برس کا بن باس

مستعد دشت نوردی کو جو رگھوناتھ ہوئے
جانکی جی، ہوئیں ہمراہ لکھمن ساتھ ہوئے

رنگ دکھلا گیا مہاراجہ دسرتھ کو سراپ — طائر جاں غم فرقت میں اڑا آپ سے آپ
جب ہوئے روز عزا ختم ہوا بھرت ملاپ — رانیاں ملتی تھیں رگھوناتھ سے کر کرکے بلاپ

منتیں سن کے مگر بن سے نہ رگھبر پلٹے
بھرت بھائی کی کھڑاؤں کو لئے گھر پلٹے

جا بجا رام نے کی سیر پھرے جنگل میں — جنم کیوٹ کا کیا جا کے سپھل اک پل میں
بھگت کا پایا مزہ سیوری کے جوٹھے پھل میں — میزباں بن گئے رکھ من گئے جس ستھل میں

بعدہٗ پنج وٹی جائے اقامت رکھی!
صید و گلگشت کی تفریح سے رغبت رکھی

سپ نکھا بھیس بدل کر پٹے شادی آئی — دیکھا زہرہ نے تو چار آنکھ نہ کی شرمائی
فعل گستاخ سے ناراض ہوئے رگھرائی — کاٹ لی ناک لکھمن کو نہ ذرا تاب آئی

بن میں لے آئی اجل گھیر کے کھر دوکھن کو
رام نے قتل کیا تیر سے ہر دشمن کو

حال راون نے سنا جب تو چڑھا جن سر پہ — بل پڑے صورت گیسوئے حسیں تیور پر
ہاتھ ڈالا نہ گیا تیغ ظفر پیکر پر — آ کے داد ہوا ماریچ دیت کے در پر

لا کے نقرئے سے بیاباں میں چرایا اس کو
سحر و افسوں سے کپٹ مرگ بنایا اس کو

کی جو پیش نظر آ ہوئے صبا کی رفتار — رام خود تیر و کماں لیکے اٹھے بہر شکار
دوڑا بھاگا جو ہرن موت ہوئی سر پہ سوار — چیخ اٹھا یوں جگر ایسا ہوا ناوک سے فگار

آؤ لچھمن کہ بدن لدرخ ہوئی جاتی ہے
قالب جان تن مجروح ہوئی جاتی ہے

سری لچھمن نے بہت جانے سے انکار کیا — جانکی جی نے نہ مانا مگر اصرار کیا
گئے لچھمن تو فاک نے جگر انگار کیا — بے منڈھے بیل دشانن کی چڑھی وار کیا

نہ ڈرا کچھ سری لچھمن کو نہ رگھرائی کو؟ ..... (یعنی راون)
لے اڑا نقرئے سے چپکے سے سیا مائی کو

سنکے بھید آئے لکھمن رام تو روتے بلکے — جان اڑی سہ گیا سینے میں کلیجہ مل کے

چور کی فکر میں ارمان نکالے دل کے ہر طرف آنکھوں نے دوڑائے کبوترے تل کے
عزت و شدت فزوں برہنہ پائی سے ہوئی
بڑھے آگے تو ملاقات جٹائی سے ہوئی

رام کا بھگت تہ دل سے یہ منت پہ تھا دل رماں پہ تھا فدا لشن کا دل میں گھر تھا
جب گئے رام تو بیتاب تھا یہ مضطر تھا جسم سے جان نکلنے کو تھی حال ابتر تھا
رام سے بولا کہ قدموں پہ فدا ہوتا ہوں
بہئے سیتا ہدف تیر قضا ہوتا ہوں

لیکے لنکیش جو سیتا کو ادھر سے گذرا وہ ہوا غم نہ جو اس پیرسن میں نظر سے گذرا
بڑھا اس درجہ یہ اشک کہ سر سے گذرا میں لڑا خوب مگر تیر جگر سے گذرا
یہ کہا ہی تھا کہ پل مارتے دم ٹوٹ گیا
روح سر پڑ میں گئی جسم یہیں چھوٹ گیا

کرکے کریا کرم آگے بڑھے رگھبر رنجور ہوا افزوں شرف بادیہ پیمیا پور
بال کے خوف سے سگریو یہاں تھا مشہور زیر فرماں تھے کروڑوں سے زیادہ لنگور
دیکھ کر رام کو پابوس مہابیر ہوئے
داخل برج شرف اختر تقدیر ہوئے

روبرو رام کے جب نامۂ اعمال ہوا ہدف تیر اجل بالی قوی بال ہوا
شاہ سگریو کے قبضے میں زر و مال ہوا چودھویں رات کا چاند اختر اقبال ہوا
حسن خدمت سے مہابیر سرفراز ہوئے
فیض طاعت سے مشرف ہوئے ممتاز ہوئے

خدمت رام جو بجرنگ نے کی موزوں کی گئے سیتا کی خبر لینے تو لنکا پھونکی
فوج راون کی جو نیکی جو کسی نے جوں کی مار کر سب کو ندی رن میں بہا دی خون کی
رام کے پاس سیا جی کی نشانی لائے
سندھ کو پھاند کے پیغام زبانی لائے

دل بھبھیکن کا ہوا بھائی سے جل کر کولا رام سے مل کر سپھل کر لیا اپنا چولا
شہر لنکا پہ سری رام نے دھاوا بولا قلزم شور کا پل باندھ کے رستہ کھولا
فوج پار اتری تو انگد گئے فہمائش کو
آگ میں جھونکا عدو نے مگر آسائش کو

اب لڑائی چھڑی رن سور چڑھے مار ہوئی — مورچے بندھ گئے حملے ہوئے پیکار ہوئی
گرز پہ گرز ہوئے نیزوں کی بوچھاڑ ہوئی — بارش آب دم خنجر، خونخوار ہوئی!
چولیں ڈھیلی ہوئیں میداں میں لنکا بھر کی
جب ہوا رام کے لشکر نے لڑائی سر کی

ایک دن ناک کے راون نے جو شکتی ماری — سری لچھمن کے لگا زخم ہوا غش طاری
رام کی آنکھ سے غم میں ہوئے آنسو جاری — فوج تھی محو الم مائل آہ و زاری!
اُٹھے بجرنگ سکھینا کو اسی دم لائے
بید کو لائے نہیں زخم کا مرہم لائے

بید کو لا کے سنجیون بھی دم شب لائے — مرض غم کے لئے داروئے مطلب لائے
سب کو حیرت تھی کب آئے گئے کب لائے — غرض اچھا ہوا بیمار دوا جب لائے
سر پہ مینہ کلپ لتا پھول کا برسانے لگی
اندر کے لوک سے جے جے کی صدا آنے لگی

بھڑ لیے شیروں سے غرض تین مہینے تک شیر — لڑے جی توڑ کے منہ جوڑ کے مردان دلیر
طبق خاک جوانوں کے لہو سے ہوا اسیر — جو زبردست تھے وہ رام لکھن سے ہوئے زیر
کنبھ کرن قتل ہوا سر پہ قیامت آئی
جان دی رن میں جو گھمنڈ ناد کی شامت آئی ے میگھ ناد

آخری رنگ میں شامت جو گھری راون کی — قسمت الٹی ہوئی کوڑی نہ پھری راون کی
کر کری ہو گئی تلوار گری راون کی — رام کا تیر لگا لاش گری راون کی
اندر جی پھول کلپ برکش کے برسانے لگے
دیو گندھرب سری رام کے جس گانے لگے

شہر لنکا کی بھبھیکن نے حکومت پائی — رام سیتا سے ملے فتح نے شہرت پائی
سری دکرم نے سر افرازی کی خدمت پائی — خیر مقدم کی اودھ والوں نے عزت پائی
راج گدی سے افق رام مہاراج ہوئے
تاج پوشی ہوئی سرتاجوں کے تاج ہوئے

نارد جی فرماتے ہیں۔ کہ جب سری رامچندر راون کو مار چکے۔ پرتھی کا بھار اُتار چکے۔
تب ایک انوکھا ہی کھیل ہوا۔ سخت ملال ہوا کہ جانکی جی راچھس کے یہاں نہ رہیں۔ رام بلا

میں صید رہیں۔ چہرہ عرقِ عرق ہوا۔ رنگ فق ہوا۔ غیرت نے گھڑوں پانی ڈالا۔ حیا نے چشمۂ ندامت ابالا۔ بجلی کی طرح چمک گئے جو منہ میں آیا بک گئے۔ دفعتہً اگنی دیو نمودار ہوئے۔ کاشف اسرار ہوئے۔ کہ جناب والا کیا خیال ہے۔ کیوں ناحق ملال ہے۔ چاند میں دھبہ ہے مگر جانکی جی بے داغ ہیں۔ موتی میں میل ہے۔ لیکن یہ گوہر شب چراغ ہیں۔ شہادت ٹھیک تھی۔ بات پتھر کی لیک تھی۔ رامچندر دل شاد ہوئے۔ دیوتا قیدِ فکر سے آزاد ہوئے۔ اسی وقت وطن کی روانگی کا دھیان آیا۔ پشپ بمان آیا۔ سب سوار ہوئے۔ سمندر کے پار ہوئے۔ وہاں سے چلے تو بھاردواج کے یہاں دم لیا۔ رشی نے دوڑ کر قدم لیا۔ وہاں سے بجرنگ بلی کو تو اجودھیا روانہ کیا۔ بھرت جی سے سلوک مربیانہ کیا۔ بھاردواج جی منت سماجت کرتے رہے کہ آج کی رات ٹھہر جایئے۔ وقتِ سحر جایئے۔ لیکن چودھواں برس آئی دن گذرنے کو تھا۔ زخم جگر بھرنے کو تھا۔ رامچندر جی نے نہ مانا۔ جانا ہی مناسب جانا ؛

رامچندر جی نے ہنومان جی کو کیوں بھرت جی کے پاس بھیجا۔ اس پر لوگ عقل لڑاتے ہیں۔ حاشیئے چڑھاتے ہیں۔ کوئی کہتا ہے۔ اس لئے کہ کہیں چودھویں برس کے ختم ہونے پر بھرت جی چولا نہ چھوڑ دیں۔ دم نہ توڑ دیں۔ کسی کا خیال ہے کہ رامچندر جی مآل بین تھے خیالات مصلحت ذہن نشین تھے۔ خیال کیا لاؤ لشکر سے بھرت جی کو۔ اور کچھ خیال نہ ہو کسی طرح کا ملال نہ ہو۔ پس قبل سے آگاہ کرنا لازم۔ مصلحت پر نگاہ کرنا لازم۔ چنانچہ وہی کیا۔ اظہار تجمل کا نام نہ لیا۔ جونہیں ہنومان جی نے مژدہ آمد آمد کا سنایا۔ بھرت جی کا پژمردہ چہرہ کھلکھلایا۔ رام چندر جی نے نندی گرام میں جلوہ آرائی فرمائی۔ بھرت جی کو شکل فرحت اثر دکھائی۔ لوگوں نے مہاراج جی کا ملبوس فقیری اتارا۔ کسوت شاہی سے سنوارا۔ رام چندر متمکن سریر سلطنت ہوئے فرمان فرمائے شش جہت ہوئے۔ اہل زمین کا عرش پر دماغ تھا۔ ہر ایک پژمردہ دل باغ باغ ہوا۔ رامچندر جی کے زمانۂ عالم پناہی وعہد شاہنشاہی میں دورِ بہار تھا۔ دائرہ حکومت گلزار بے خار تھا۔ دھرم کی بیل عرش پر چڑھی تھی۔ آب وہوا کی خوبی انتہا سے زیادہ بڑھی تھی۔ بیماروں کا نام نہ تھا۔ مرضوں کا قیام نہ تھا۔ مرگ ناگہانی مفقود تھی۔ موت جوانی نابود تھی۔ باپ کو مرگ پسر کا غم نہ تھا۔ عورت کو خاوند کا ماتم نہ تھا۔ نہ آگ کسی کو جلاتی تھی نہ ہوا کسی کے سر پر خاک اڑاتی تھی۔ نہ پانی کسی کو ڈبوتا تھا۔ جو تھا چین سے بے کھٹکے سوتا تھا۔ سلطنت آباد تھی۔ رعایا دلشاد تھی۔ زمین میں ست جگ کا زمانہ تھا۔ دھرم کرم کا کارخانہ تھا۔ رامچندر دریا دل۔ باذل وعادل تھے۔ مستحق برہمنوں کو دان دینا کام تھا۔ سخاوت دنیا میں میں نام تھا۔ تین اشومیدھ یگیہ کئے۔ سینکڑوں کو ملک ہزاروں کو تاج دیئے۔ رگھو کل کی سوگونہ

عزت بخشائی ۔ سورج بنس کو ہزار گونہ منزلت عطا فرمائی ۔ گیارہ ہزار برس فرمانروائے زمانہ ہوئے ۔ شاہنشاہان عالم میں فرد یگانہ ہوئے ۔ زمانہ جہانگیری میں چاروں ورن اپنے دھرم کرم کے پابند تھے ۔ عدل عالمگیری میں خاص و عام خورسند تھے ۔

ناردجی فرماتے ہیں کہ رامائن پاپ دور کرتی ہے ۔ غمزدہ کو مسرور کرتی ہے ۔ جو پڑھیگا اس کا مرتبہ بڑھیگا ۔ جو سنینگے گل مراد چنینگے ۔ ثواب حاصل ہوں گے ۔ عذاب زائل ہوں گے ۔ حیات عمر طبعی سے دونی ہوگی ۔ مال و دولت میں افزونی ہوگی ۔ لڑکے بالوں سے گھر بھریگا ۔ ایشور سب مرادیں پوری کرے گا ۔ برہمن پڑھے تو عالمان زمانہ سے بڑھے ۔ چھتری راج پائے ۔ تخت و تاج پائے ۔ ویش صاحب اقبال ہو ۔ صاحب مال و منال ہو ۔ شودر کا حبش رہے ۔ نعمت دنیوی کا مزہ چش رہے ۔

سرگ ۔ ۱

رامچندر جی کی مرضی سے بددعا اور سبب تالیف رامائن

ناردجی کے الفاظ جادو کا کام کر گئے ۔ والمیک جی پر طلسم کا سا اثر ہوا ۔ خوشی کی انتہا سرور کی حد نہ تھی ۔ بھاردواج جی نے سر کے بل قدم لئے ۔ اپنے مرید رشید کے ساتھ ناردجی کی سچ مچ ہی پرستش ہی کی ۔ والمیک جی جو زبان سے کہدیں وہی ٹھیک ۔ جو بول دیں پتھر کی لکیر چنانچہ ادھر ان کی جنبش لب سے ناردجی آکاش کی سیر کرتے ہوئے برہم لوک کو سدھا گئے ۔ ادھر والمیک جی دریائے فکر میں غوطہ زن ہوئے کہ کیا کرنا کہاں جانا چاہیئے ۔ سوچتے سوچتے راہ مقصود نظر آئی ۔ منزل مراد کی ہوا سمائی ۔ گنگا جی کے کنارے کنارے چلتے چلتے تمسا ندی کے ساحل پہ پہنچ گئے ۔ دیکھا تو وہیں بھاردواج منی بھی موجود تھے ۔ بالمیک جی نے فرمایا کہ منی جی مہاراج شری بھاردواج یہ ندی قلزم رفع حاجات ہے دریائے نجات ہے ۔ مگر اس کے رنگ کا سے بیدا پاکیزگی اس کے قطرہ قطرہ پہ شیدا ۔ پانی ہے یا آب زندگانی ۔ روانی ہے یا علاج مرگ ناگہانی ۔ سب نہریں اس ندی پر قربان ۔ سب دریا اس کی ایک ایک بوند پر نثار ۔ منی جی مہاراج اپنے ہاتھ کا کاسہ عنایت کیجئے ۔ ذرا نہا لیں ۔ اشنان کر ڈالیں ۔ نہانے کا وقت گذر گیا اشنان دھیان میں دیر ہو گئی ۔ یہاں کپڑا بھی بدلنے کو نہیں ۔ بس بلکل بستر درخت کی کھال یا پتے جن سے اہل عبادت لنگوٹی باندھ لیتے ہیں ، ہی عنایت ہو کہ روزانہ فرائض ادا کروں ۔ نت نیم سے سبکدوش ہوں ۔ بھاردواج نے کاسہ سامنے رکھدیا ۔ بلکل بستر پیش کیا ۔ والمیک ساحل

پر ٹہلنے لگے۔ خیال تھا کہ جہاں عمدہ جگہ ہو۔ وہاں اشنان دھیان کریں۔ آخر ایک جگہ آسن جمایا۔ بن تیم میں دل لگایا۔ کہ دفعتہً حیران ہو گئے۔ پریشان ہو گئے۔ نظارہ ملال انگیز تھا بمعاملہ عشرت خیز پہلے دیکھتے تھے کہ ایک پرند کا جوڑا گلچھرے اڑا رہا ہے۔ دونوں کے دونوں نشہ سرور میں چور ہیں۔ دل کی امنگیں جامے سے باہر ہیں۔ ترنگوں کا اور چھور نہیں۔ جھنکار سے جو آواز نکلتی ہے رس بھری۔ جو سرور پیدا ہوتا ہے سرنگار رس میں ڈوبا ہوا۔ والمیک جی اس نفارے سے مست ہو رہے تھے۔ دل کی کلی کلی کھلی جاتی تھی کہ لیکایک ایک شکاری نے رنگ میں بھنگ کیا۔ نشانہ لگاتا ہے۔ تو نر چاروں شانے چت۔ چوٹ کھا کر گرا تو طائر روح پرواز کر گیا۔ مادہ تڑپ گئی۔ آنسو نکل پڑے۔ آہ و فریاد نے کلیجوں کے ٹکڑے اڑانا شروع کر دیئے والمیک جی سے نہ دیکھا گیا۔ لمحہ بھر پہلے نانبے کے خوبصورت رنگ کی چلتی پھرتی تصویر دل موہ رہی تھی۔ سر کی چوٹی طرۂ معشوق کی طرح نظر میں کھب رہی تھی۔ کہ تیر قضا نے رنگ ہی پلٹ دیا۔ مادہ تڑپتی ہوئی ناز و انداز سے کناٹی کاٹتی تھی۔ نزلہ عشق میں چور۔ جوش شباب پر مغرور۔ مطلوبہ و محبوبہ سرمایۂ ناز کو دلفریب چھیڑ چھاڑ سے قابو میں لانے کی کوشش کن چہلیں کرتا تھا کہ تیر اجل سینے پر بیٹھا اور بس دنیا ہی پلٹ گئی۔ والمیک جی کو سخت غصہ آیا تلووں سے لگی دماغ میں گئی۔ فوراً یہ شلوک زبان سے نکل گیا:

والمیک جی نے اس شلوک میں جو بد دعا دی۔ وہ تیر بہدف ہوئی۔ بد دعا یہ تھی۔ کہ

لہ اس شلوک کے معنوں کی مختلف طور پر تاویلیں کی گئی ہیں۔ جن کا لب لباب درج ذیل ہے:-

(۱) بہت عرصے تک تمہاری قدر و منزلت نہ رہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب سیتا جی رامچندر جی کے فضائل کی آزمائش کیلئے گئیں۔ تو رامچندر جی نے سیتا جی کی زبان سے جو کہلوایا بالکل جھوٹ۔ حالانکہ مہادیو جی ان کی سعادت سے بے قرار تھے مگر ان کو چشم دل سے دور کیا۔ داغ جدائی منظور کیا۔ پس جسطرح مہادیو جی ستی جی کے رنج فرقت سے پریشان خاطر ہوئے۔ اسی طرح رامچندر جی کو بھی اپنی استری کے غم ہجر میں بیتابی نصیب ہوئی:

(۲) جلندھر ایک بڑا شہزور دیو تھا۔ اس کی زوجہ با اخلاص و محبوبہ خاص برندا تھی جس کے پتی برت دھرم کی ہندو دنیا میں خاص شہرت ہے۔ جلندھر سے معرکہ آرائی ہو رہی تھی۔ دیوتاؤں کے دانتوں پسینہ آ گیا۔ سب ہمت چھوڑ بیٹھے مگر جلندھر کا وہ بال نہ بیکا ہوا۔ جلندھر جب دبایا ہو (باقی صفحہ ۲۴)

اد کرد پنج پرند کے قاتل تیری عزت خاک میں مل جائے۔ تونے بے زبان جانور کو بے گناہ بے قصور

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۳) لڑنے بھڑنے کو موجود۔ نہ موت کا کھٹکا نہ شکست کا ڈر۔ دیوتا حیران پریشان کہ جلندھر نہ مارے مرے نہ کاٹے کٹے۔ کیا جائے تو کیا۔ اس سے بس چلے تو کیونکر سوچتے سوچتے سمجھ میں آئی۔ کہ جلندھر تو کچھ مال نہیں۔ جب چاہیں مچھر کی طرح مسل ڈالیں۔ مگر یہ مرتا کیوں نہیں۔ یہ صرف اسی کی استری برندا کے پت برت دھرم کا پرتاپ ہے۔ پس جب تک پت برت دھرم نہ ضائع کیا جاوے تب تک جلندھر کا قلع قمع ناممکن۔ سری رامچندر جی نے یہ خدمت اپنے ذمے لی۔ چھلکے سے دھوکے سے برندا کا پت دھرم نشٹ کیا۔ اور پھر جلندھر کو مار کر افعالِ قبیحہ کی سزا دی۔ برندا پت برتا تھی۔ پت برتا عورت کی طاقتیں غیر محدود ہیں۔ جو زبان سے کہدے کبھی پٹ نہ پڑے۔ سفید کو سیاہ۔ سیاہ کو سفید کرنا جنبش لب کا اعجاز۔ زمین کو آسمان آسمان کو زمین بنا دینا۔ اس کی نگاہ غلط انداز کی کرامت ہے۔ برندا نے بھی بددعا دی۔ کہ اچھا رامچندر جسطرح تم نے فریب سے میرے خاوند کو مارا۔ تو میری دعا ہے۔ تم کو بھی اسی طرح زوجہ بلااخلاص و ہمدم خلوت خاص کا داغ مفارقت نصیب ہو؛

(۳) یو سنی ندی پر ایک جوڑہ خاوند تپسیا کرتے تھے۔ خاوند کا نام دیودت تھا۔ قوم برہمن تھی۔ جب ہرنا کشیپ کو مارنے اور پرہلاد کو ابھارنے کی غرض سے بھگوان نرسنگھ کھمبے سے نمودار ہوئے۔ تو قیامت کے آثار ہوئے گرج نے نرم دلوں کو ہلا دیا۔ نازک مزاجوں کا کلیجہ ہلا دیا۔ دیودت کی بیوی ایسی ڈر گئی۔ کہ آخرکار مر گئی۔ دیودت صدمہ فرقت سہہ نہ سکا۔ جوشِ غضب بے کچھ کہے رہ نہ سکا۔ تاثیر دکھا دی۔ بددعا دی۔ کہ کردنی خویش آمدنی پیش۔ کہ کرد کہ نیافت۔ اس ہاتھ کا بدلہ اس ہاتھ۔ جو جیسا بوئے ویسا کاٹے۔ بس مجھ کو جو درد کا غم دیا۔ صدمۂ الم دیا۔ تو بھاؤ بھگتو ذرا خود بھی مزہ چکھو۔ یہی غم ہمخوابہ نہ نصیب ہو۔ تو دیودت نام نہیں۔ اسی طرح نہ صدمہ مہیب ہو تو کچھ تاثیر کلام نہیں؛

(۴) لوگوں نے یہ بھی معنی لگائے ہیں۔ کہ کیکئی بے قصور تھی۔ جو کچھ چاہا خود ہی زبان سے نکلوایا۔ لگائی بجھائی ہی سے کیکئی کی عقل گنوائی۔ اسی سے دسرتھ کی موت آئی۔ پس جسطرح دسرتھ کو رنج و غم ہوا۔ کیکئی پہ دسرتھ کی موت کا ستم ہوا۔ اس کا مزا رامچندر بھی چکھیں۔ دوسرے ہی کو رنج و غم میں نہ دیکھیں؛

(۵) بالی کو اس لئے مارا کہ اس نے اپنے بھائی سگریو کی زوجہ پر دل شیدا کیا۔ ناجائز تعلق پیدا کیا۔ جب بالی مر گیا۔ دنیا سے گذر گیا۔ سگریو نے بھی بھاوج کو گھر میں ڈالا۔ ہوائے نفسانی کا ارمان نکالا۔ اسکو رامچندر جی نے نظر انداز کیا۔ باب عفو باز کیا۔ ورنہ بات یکساں تھی۔ خط نمایاں تھی۔ لازم تھا کہ سگریو کو بھی مارتے تلوار کے گھاٹ اتارتے۔ مگر یہ نہ کیا۔ بلکہ راج پاٹ دیا۔ ایک کی شکایت ایک کی رعایت۔ ایک کے ساتھ ستم شدادی ایک کے ساتھ دلداری۔ محض خلاف کیا۔ ذرا نہ انصاف کیا؛

(بقیہ صفحہ ۲۵ پر)

اس حالت غفلت میں مارا۔ جب وہ غریب خواہش نفسانی کے نشہ میں المست تھا۔ سراپ زبان سے نکل بھی گیا۔ پھر بھی والمیک جی کا جوشِ غضب قائم نہ رہا۔ دل کی کسی طرح تشفی نہ ہوئی۔ آخر برہما جی وارد ہوئے۔ فرمایا کہ:۔

والمیک جی۔ تمہیں فکر و اندیشہ کیوں۔ کرونچ پرندراون تھا۔ اور اس کی مادہ مندودری رامچندر نے شکاری بن کر راون کو مارا۔ رامچندر جی کے حکم سے سرستی تمہاری زبان پر بیٹھی۔ اُس نے تمہاری زبان سے یہ بددعا نکلوا دی۔ جو شدنی تھی ہو گئی۔ جو ہونہار تھی تم نے کہہ دی۔ رامچندر جی کی غائیت یہ تھی۔ منشاء یہ تھا۔ کہ تم ان کی لیلائیں قلمبند کرو۔ کوزے میں دریا بند کرو۔ . . . . . . اسی لئے وہ شکاری بنے۔ شکار مار کر نظر سے اوجھل بھی ہو گئے۔ اور تمہارے سراپ نے اُن کی مشیت کو باعمل کیا پس جو بات اُن کے دل میں تھی اُسی

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۴) (۶) پانچویں نظر کو اور وسعت دی جاتی ہے۔ حجت منطق جتاتی ہے۔ کہ بھبھیکن کی طرفداری راون کی ذلت و خواری۔ مندودری کو بھبھیکن نے بغل میں سلایا۔ دامن عصمت پر دھبہ لگایا۔ یہ معاملہ کیا خلافِ شرم نہ تھا۔ ادھرم نہ تھا۔ پھر نشانۂ تیر بنانا فتراک اجل کا نخچیر بنانا۔ اور سگریو کو سر پہ چڑھانا۔ بھبھیکن کا مرتبہ بڑھانا کیا معنی ؟

(۷) روایت ہے۔ حکایت ہے کہ بھرگ جی بڑے کامل رشی صاحب کشف و کرامات تھے۔ ماہر خوارق عادات تھے۔ ان کی خصلت تھی۔ ہر روز عادت تھی۔ کہ جب گھر سے قدم نکالتے۔ بار حفاظت پرمیشور پہ ڈالتے۔ عرض مدعا ہوتی۔ التجا ہوتی۔ کہ بھگوان نظر عنائت رکھنا۔ گھر بار کی حفاظت رکھنا۔ ایک روز رشی مہاراج یونہی گھر سونپ کر گئے۔ تو عجیب و غریب بات ہوئی۔ طرفہ واردات ہوئی۔ ایک راچھس چکمہ دے گیا۔ استری کو اڑا لے گیا۔ رشی مہاراج گھر آئے۔ تو گھبرائے۔ حواس چھوٹ گئے۔ دھنو ٹوٹ گئے۔ غصے کی آگ بھڑکی۔ زبان بجلی کی طرح کڑکی۔ کہ او کشن بھی تمہارے بھروسے پہ عورت کو چھوڑ جاتا تھا۔ تم کو محافظ بناتا تھا۔ تم نے حفاظت نہ کی۔ میرے کہنے کی قدر و منزلت نہ کی۔ تمہاری استری کو بھی راچھس یونہی اڑا لے جائے۔ تمہیں بھی مزہ چکھائے ؟

(۸) اس روایت سے بھی تاویل کی گئی ہے۔ کہ ایک دفعہ پر بشن جی برہم لوک میں تشریف لے گئے۔ دیکھا برہما جی معتق افروز ہیں۔ اور سنت کماران کے فرزند بھی۔ برہما جی نے بڑی تعظیم و تکریم کی۔ فرض ادب ختم کیا۔ مگر سنت کمار برہم گیانی تھے۔ انکو برہم و دنیو ناستی پر عمل تھا۔ جیہ بھر دکھیو رام ہی کے معتقد تھے۔ جگہ سے نہ ہلے وہیں کے وہیں بیٹھے رہے۔ بشن جی ترک ادب پہ برافروختہ ہو گئے۔ طیش کھا کر سراپ دے دیا۔ کہ تم ہواے نفسانی سے بیتاب رہو گے۔ خواہشات مردمی سے چین نہ رکھیں گی۔ مگر عروس مدعا نصیب نہ ہوگی۔ شاید مراد سے

کا اب ظہور ہوگا۔ اہلِ جہاں کا رنج و غم دُور ہوگا ؞

بالمیک سراپ مینے کو دے چکے۔ مگر سخت پشیمان ہوئے۔ کہ زبان سے کیا خرافات بک گئے۔ منہ سے کیا واہیات بات نکل گئی۔ افسوس برہما جی نے فرمایا :۔

پشیمانی فضول۔ پریشانی بے اصول ہے۔ جس کو آپ نے بددُعا دی۔ وہ شکاری نہ تھا۔ خودسری راہنما رہتے۔ بس فکر و ملال دُور کیجئے۔ طبیعت مسرور کیجئے۔ قلم اُٹھائیے چو تر تحریر فرمایئے والمیک کی جیسے آنکھیں کھُل گئیں۔ گویا سوتے سوتے جاگ اُٹھے۔ فکرِ بلند نے اعجاز کیا طبعِ ارجمند نے قلمِ جادو رقم کو فسوں ساز کیا۔ والمیک جی دریائے ناپیدا کنار کے پار ہو گئے۔ ایک ادب اشلوک تیار ہو گئے۔

رامائن کا لفظ لفظ سرچشمۂ نجات اور حرف حرف سرمایہ حسنات ہے۔ پاپ دُور ہونا کچھ بات نہیں۔ بلائیں رد ہونا داخلِ تعجبات نہیں۔ ایک ارب میں سے ۲۴ ہزار اشلوک اہلِ زمین کو نصیب ہوئے۔ باقی برہم لوک میں رہے۔ جس وقت والمیک جی رازِ اصل سے خبردار ہوئے۔ واقفِ اسرار ہوئے تو اشلوک کا معما حل ہو گیا۔ معنی و مطلب میں رد و بدل کیا۔ الفاظ ہی سے دوسرا مطلب نکالا۔ منشائے دلی کو انہیں حروف کے سانچے میں ڈھالا کہ اے شکاری تیری عزت و منزلت بڑھ نہ سکے۔ اقتدار و افتخار پر حرف نہ آئے۔ والمیک جی کا اس پر بھی اطمینان نہ ہوا۔ سوچتے تھے کہ شکاری کیونکر انتر دھیان ہوا۔ ضرور کوئی صاحبِ کشف و کرامات تھا۔ رہبرِ سرمنزل نجات تھا۔ ساری تپشیا پر پانی پڑ گیا۔ بنا بنایا کھیل بگڑ گیا۔ بحارِدواج سے بولے :۔

”گو اشلوک میرا تصنیف ہے۔ عمدہ ہے لطیف ہے۔ پھر بھی میرا استنشا نہیں جاتا۔ جب دیکھو کوئی نہ کوئی تازہ خیال آتا ہے۔ گو یہ سب ہے۔ تاہم معاملہ غور طلب ہے۔ اس اشلوک میں خاص خوبی ہے۔ طرفہ خوش اسلوبی ہے۔ موقع موقع پر پڑھنا مفیدِ حال۔ وقت وقت پر گانا دافعِ رنج و ملال“ ؞

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۵) ہمکنار ہونا ناممکن۔ سنت کمار کو بھی طیش آیا۔ جوشِ غضب سے بددُعا دی۔ کہ بے سوچے سمجھے سراپ دینے کا یہ پھل پاؤ۔ کہ عقل و عمر کھو بیٹھو۔ گیان سے ہاتھ دھو بیٹھو ؞

(۹) اس اشلوک کا اس سرگذشت کی طرف بھی روئے سخن ہے کہ لشن جی نے شیل ندھ کی رانی جگہ سے اٹھالی۔ راجہ امبریک کی بیٹی (شری متی) کو دھوکے سے زینتِ آغوش کیا۔ لورنارد من ہی من دیکھ کر رہ گئے۔ اور جھلا کر سراپ دیا۔ کہ جس طرح ہمیں جھکمہ دے کر خود شری متی کو لیکر چلتے ہوئے ہم کو مہ و محل کا خیال نہ کیا۔ اسی طرح لشن جی بھی عورت کے عدمِ موجود مفارقت سے جو بھی پریشان رہیں ؞

برہما مہاراج سنتے ہی پھڑک اٹھے۔ دل کا کنول کھل گیا۔ نقش مدعا ابھرنے لگے۔ اشلوک یاد کرنے لگے

والمیک جی نے فرمایا۔ اشلوک فراموش نہ ہونے پائے۔ لوح دل پر نقش ہو جائے جیسی پھر سمجھائے جائیں گے۔ انکے حسب منشا لگائے جائیں گے ؛

یہ فرما کر تمسا ندی میں اشنان کیا۔ ایشور کا دھیان کیا۔ جب قلب رجوع ہوا۔ طبیعت بیکسو ہوئی۔ تو وہی خیال تھا کہ بڑی بھول کی۔ جان بوجھ کر غلطی کی۔ زبان سے کیسا سراپ نکالا۔ جو منہ میں آیا بک ڈالا۔ اسی خیال سے کر ادھیڑ بن میں آسن پہ بیٹھ گئے۔ تو خیالات کا دریا امنڈنے لگا۔ مضامین کے پل بندھ گئے۔ کتھا کہتے جاتے تھے۔ طرح طرح کے چتر دکھاتے تھے مگر جب دیکھو چشم تصور ہے۔ اور نقشکاری کی تصویر پیش ہے اور نشانہ تیر۔ برہما جی پھر نمودار ہوئے۔ راجندر جی کی تحریک سے یوں ملائم گفتار ہوئے :-

"کیا واہیات خیال ہے۔ کیوں رنج و ملال ہے۔ کئی دفعہ سمجھایا مگر پھر کچھ خیال میں نہ آیا۔ اب یہ خیال چھوڑو تو ہمارے سے منہ موڑو۔

والمیک جی نے قدموں پر سر جھکا لیا۔ سر آنکھوں پہ بٹھایا۔ بولے کہ :-

"جب وہ خیال آتا ہے۔ دل کانپ جاتا ہے"؛

یہ کہہ کر آنکھیں بند کیں۔ اور دہن پہ مہر خاموشی لگا لی۔ اس حالت میں بھی وہی خیال گدگدانے لگا۔ طبیعت کو دھمکانے ڈرانے لگا۔ برہما دیکھ کر ہنسے۔ زبان سے گوہر افشانی کی ؛

"والمیک اب تک وہی تشویش۔ اب تک وہی قیاس۔ اشلوک تمہارا تصنیف ہو تب کچھ ڈر کی بات بھی ہے اندیشہ مکافات بھی ہے جو میں نے کہلایا وہی تمہاری زبان پر آیا جسطرح سرسوتی نے زبان ہلائی۔ اسی طرح کی بات کہلائی۔ ہمیں ترد بیجا تفکر ناروا" ؛

برہما جی پھر بولے کہ :-

والمیک جی آپ تپ کی بدولت خاک سے پاک ہو گئے۔ آپ کی پاکیزگی۔ آپ کا تقدس وحید آفاق ہے۔ آپ کو آلائش سے کیا لگاؤ۔ آپ کا دامن بالکل بے داغ ہے۔ آپ کو گھبرانے کی کیا ضرورت۔ فکر و تشویش کو چھوڑیئے۔ رامچندر جی کے حالات بیان کیجئے۔ رامائن جو پڑھیگا بام مراد پر چڑھیگا۔ جو سنیگا گل مقصود چنیگا۔ سب پاپ کٹ جائیں گے۔ عذاب بالکل ہٹ جائیں گے۔ بیکنٹھ پوری میں نام ہو جائیگا۔ اشہب قلم مسک گام ہو جائیگا۔ رامچندر جی عقل و شعور دیتے ہیں چشم ادراک کو نور دیتے ہیں۔ لیس جسطرح نارد جی نے جو جو سنائے ہیں اختصاص بیان

فرماتے ہیں۔ ان کو رقم کیجئے۔ حوالۂ قلم کیجئے۔ اسرار مخفی و نہاں راز پوشیدہ و پنہاں کی پرداز کیجئے۔ جب آپ فکر سخن سنجی میں سر بزانو ہوں گے۔ سارے حالات خود بخود درو برو ہوں گے شنیدہ چشم دیدہ ہو جائیگا۔ بیان دلچسپ حسن بیان پسندیدہ ہو جائیگا۔ جس کی لچھمی جی کو بھی خبر نہیں جسمیں سوائے خبر کے شر نہیں۔ وہ حالات چشم خیال میں تصویر بن کر نظر آئیں گے۔ لوح دل پر کالنقش فی الحجر ہوتے جائیں گے۔ ادھر رامچندر جی کی دستگیری ادھر آپ کی روشن ضمیری سمجھ لیجئے۔ مطلب حل ہے۔ کہ کام سہل ہے۔ آپ کاشف کشف علم و فن ہیں۔ شاعر معجز بیان اور خداوند سخن ہیں۔ میں بھی دعا دیتا ہوں۔ تکمیل مقاصد کا دم لیتا ہوں۔ بس سدھ داتا گنیش بولو۔ زبان گوہر فشاں کھولو۔ شاخ قلم برابر گلنار رہیگی۔ روانی دریائے فکر پر نثار رہیگی۔ رام کے چرتر دافع عذاب ہیں۔ نافع ثواب ہیں۔ حسن و ثواب کی کان کہیئے جسم معرفت و حقیقت کی جان کہیئے۔ اس میں نہ مبالغہ شاعری کا خوف نہ زیادہ گوئی کا ڈر نہ خوشامد کا لگاؤ۔ نہ چاپلوسی کا اثر۔ نہ کسی راجہ مہاراجہ کی ثنا خوانی ہے۔ نہ کسی دولتمند کی تعریف میں شیوہ بیانی۔ دروغ بیانی کا نام نشان نہیں۔ کذب کا ذرا بھی نشان و گمان نہیں۔ آپ صاحب لیاقت ہیں۔ صاحب طاقت ہیں۔ سخن وری میں لاجواب۔ نکتہ فہمی میں انتخاب۔ عالم باعمل فاضل اکمل۔ بس آپکو سمجھانا سورج کو چراغ دکھانا ہے۔ پھولوں کو خوشبو سونگھانا ہے۔ کمال وہ چیز ہے۔ جس نے بدن کو عرش پر چڑھا دیا۔ کل سنساروں سے بڑھا دیا۔ شیوجی کشف و کرامات سے ڈرتے ہیں۔ برہما اہل لیاقت کا دم بھرتے ہیں۔ انہیں اندیشہ نہیں۔ کہ پاربتی مزاحم کامل پر فریفتہ نہ ہو جائیں۔ انہیں وسوسہ نہیں۔ کہ برہمانی عابد عامل پہ شیفتہ نہ ہو جائیں۔ اندر اندرانی کے نگہبان رہتے ہیں۔ ہزار آنکھوں سے نگران رہتے ہیں۔ بس آپ ایسے کامل فن و فاضل زمن کو رام چندر جی کے چرتر لکھنا مناسب۔ اعجاز بیانی دکھانا واجب ہے۔ رامچندر کے حال میں مبالغہ کا نام نہیں۔ سچائی میں کلام نہیں۔ گو کتھا کو حرف بحرف لکھنا آسان نہیں۔ کون ہے جو اس معاملے میں حیران نہیں۔ پھر بھی اب جو لفظ آپ کی زبان سے نکلے گا۔ بالکل ٹھیک ہوگا۔ سچ مچ پتھر کی لیکھ ہوگا۔ میرا یہ بھی نفس مدعا ہے۔ نفس مدعا ہی نہیں۔ سچے دل سے دعا ہے کہ آپ کی نظم آرائی سب کیلئے توشۂ راہ نجات ہو۔ جو اس کو پڑھے سنے داخل حسنات ہو۔ ارتھ دھرم کام موکش کی دولت حاصل ہو۔ قصر اعجاز کامل ہو۔ جب تک سمندر میں پانی دریاؤں میں روانی ہے۔ جس وقت تک آفتاب درخشاں ماہتاب نور افشاں رہے تب تک رامائن سے آپ کا نام رہیگا۔ آپ کی قدر و منزلت کو قیام رہیگا۔ سرگ ہو یا پاتال سب میں آپ کو آنے جانے کا اختیار ہوگا۔ دار فانی ہو یا عالم خیال سب پر آپ کا دست اقتدار رہیگا۔ برہم لوک میں سکونت رہیگی۔ مجھ سے قربت

رہیگی۔ جب تک میری حیات ہے تب تک آپ کو اندیشۂ مرگ سے نجات ہے *

برہما جی یہ کہہ کر چلتے پھرتے نظر آئے۔ والمیک جی خوش قسمتی پر اترائے۔ ایک تو برہما جی کی تشریف آوری اور ذرہ پروری اس پر تصنیف رامائن کا ارشاد اور پھر اخیر باد۔ مارے خوشی کے پھولے نہ سمائے۔ دانت نکل آئے۔ شاگردان رشید کی بھی بتیسی کھل گئی۔ نعمت غیر مترقبہ مل گئی۔ رامچندر جی کے شکر گزار ہوئے۔ تصویر تصور پر نثار ہوئے۔ خوش قسمتی پر ناز ہوا باب سربلندی باز ہوا جوش مسرت سے پھول گئے۔ سب رنج والم بھول گئے۔ اشلوک گانے کی دھن سمائی۔ خوب ترانہ سنجی فرمائی۔ نارد جی نے جو اشلوک سنائے تھے۔ خوش الحانی سے گائے تھے۔ وہ ان کے طبع زاد نہ تھے۔ بلکہ والمیک جی کے نتیجہ استعداد تھے۔ رامائن کے یہ اشلوک مراد بخش اہل زمانہ ہیں۔ خوبی و نفاست میں یگانہ ہیں۔ اور نظمیں کہیں پھیکی کہیں بے مزہ ہوتی ہیں۔ رامائن کی نظم ایک ڈال دلکش دلآویز ہے۔ لفظ لفظ مضمون خیز اور فرحت انگیز ہے۔ اول سے آخر تک ایک ہی نفاست ابتدا سے انتہا تک یکساں سلاست۔ حرف حرف جاں نواز لفظ لفظ میں اعجاز۔ قصہ کوتاہ رامائن کی صفت خارج از امکان ہے حسن و خوبی کی نہ حد ہے نہ پایاں۔ والمیک جی فرماتے ہیں۔ کہ سامعین حقیقت شناس و حاضرین عالی قیاس یکان لگائیں۔ سماعت فرمائیں۔ نارد جی نے کیا گوہر افشانی فرمائی۔ کس طرح رطب اللسانی دکھائی *

سرگ ۲

نارد جی جو سنا گئے۔ جو برہما جی فرما گئے۔ اس پر والمیک جی نے طبع آزمائی فرمائی۔ جودت فکر دکھائی۔ سب اشلوک تیار ہو گئے۔ گوہر نظم آبدار ہو گئے۔ شکاری اور پرندگی بھی سرگذشت حوالہ قلم ہوئی۔ صید و شکار کی کیفیت بھی رقم ہوئی۔ جب تاریخ تمت کی نوبت آئی۔ تو دل میں سمائی کہ برہما جی نے رامائن کو چاروں پدارتھ دینے والا بتایا ہے۔ ایک ایک پھل گنایا ہے۔ اس خیال میں عقل چکرانے لگی۔ طبیعت گھبرانے لگی۔ کہ کتھا کا پاٹھ کیا ہو۔ آغاز کیا ہو۔ فوراً اشنان کیا۔ ایشور کا دھیان کیا۔ کشتی آسن پر آسن جائے۔ رامچندر جی کی تصویر کے قدموں پہ سر جھکائے۔ جونہی آنکھ بند ہوئی۔ کیفیت دل پسند ہوئی۔ رام جانکی کی صورت نظر آئی۔ جنگل جوڑی کی موہنی صورت نظر آئی۔ لچھمن کو دیکھا۔ بھرت سترگہن کو دیکھا۔ دسرتھ کوشلیا کی تصویر آنکھوں کے سامنے کھڑی دکھائی دی۔ نظارہ دلفریب نے ذہن رسا کو دونی رسائی دی۔ رام چندر کا جمال دل لبھا گیا۔ جمال جلیل بھا گیا مسکراہٹ سے دل کی کلی کلی کھل گئی خندہ دنداں نما سے موتی کی لڑی دیکھنے کو

مل گئی۔ جو کچھ طبع آزمائی کی تھی۔ جو نظم میں اعجاز نمائی کی تھی۔ حرف بحرف مل گیا۔ غنچۂ مراد کھل گیا۔ پھر تو یقین ہو گیا۔ دل مائل تسکین ہو گیا۔ لطائف نے آنکھ کھول دی۔ تصویر تصور منہ سے بول دی۔ کہ میں مرجع انام ہوں۔ پار برہم سری رام ہوں۔ چھب انوپ ہے۔ سانولا سروپ ہے۔ والمیک! تمہاری سحر بیانی کو تحسین۔ شیوا زبانی پر آفریں۔ چاروں پھل رامائن میں بھر دیئے سامع قاری کے مقاصد پورے کر دیئے۔ سامع کو کاہش دنیوی سے دوری رہے گی۔ جو مراد ہے پوری رہیگی۔ دولت پائے گا۔ ہمیشہ چین اڑائے گا۔ جسطرح سمندر سے جواہر نکلتے ہیں اسی طرح اس نخل مراد سے چاروں پھل پھلتے ہیں۔ ویدوں کے گوہر مقصود اسی میں درج ہیں۔ پرانوں کے اختر بہبود بدیں برج ہیں۔ رامچندر جی دل کی بات جاننے والے صورت سے منشائے خاطر پہچاننے والے تاڑ گئے۔ ایک نظر ہی میں بھانپ لیا۔ کہ والمیک جی کو پیش و پس ہے۔ کبھی کچھ کبھی کچھ ہوس ہے۔ سوچتے ہیں کہ آغاز کہاں سے کروں۔ ابتدا کس بیان سے کروں۔ پس آپ نے فرمایا۔ معجز بیانی کا اعجاز دکھایا۔ کہ نارد من شیوا زبانی پر طبع آزمائی کرو۔ اسی سلسلے میں جوہر نمائی کرو۔ اسی سے سب مطلب حل ہو جائے گا۔ کام سہل ہو جائے گا*

والمیک جی کو ڈھارس ہوئی۔ رامچندر جی کی تقریر پارس ہوئی۔ اضطراب دور ہوا۔ دل کو سرور ہوا۔ سمجھ گئے۔ کہ بس اب رام چندر کا چرتر شیاد ہو جائیگا۔ بیڑا پار ہو جائیگا۔ اس خیال میں مست ہوئے۔ تو مضمون بندی کے بندوبست ہوئے۔ عظمت کو مان گئے۔ سب اسرار جان گئے۔ کل راز ظاہر ہوئے۔ نکتے نکتے سے ماہر ہوئے۔ سمجھ گئے۔ کہ رامچندر سب کے پیارے ہیں۔ ان کے کرشمۂ قدرت دیوتاؤں سے نیارے ہیں۔ راستی شعار ہے اوصاف کا نہ حساب ہے نہ شمار ہے۔ آہا بھائیوں کی وہ محبت صادق زبان فیض ترجمان کے وہ قول داتی۔ بسوامتر کی تشریف آوری۔ دسرتھ کی فرمانبری۔ رام و لچھمن کی مردانگی۔ صحرا کی طرف روانگی۔ جگ کی حفاظت میں دلسوزی۔ جنک پور میں رونق افروزی۔ سوئمبر میں جلوہ نمائی۔ کمان پر زور آزمائی۔ کمان شکنی سے سرخروئی۔ راجگان مہاراجوں کی بے آبروئی۔ پرسرام کا عتاب۔ لچھمن جی سے سوال و جواب آخر امتحان طاقت سے حیرانی۔ رامچندر جی سے پشیمانی۔ جانکی جی کی شادی۔ آوازۂ مبارکبادی۔ ناچ و جشن کا اعلان۔ راج تلک کا سامان۔ کیکئی کی ہٹ۔ عیش و عشرت کی کایا پلٹ۔ اہل زمانہ کی یاس۔ رامچندر کا بن باس۔ جانکی جی کی رفاقت۔ لچھمن جی کی حسن لیاقت۔ دسرتھ کا رنج و ملال۔ بستر غم پر انتقال۔ اجودھیا کی تباہی۔ اہل اودھ کی ہمراہی۔ دریائے گنگ کا عبور۔ بھاردواج کی ملاقات سے سرور۔ بھرت جی کی گریہ وزاری۔ سسرال سے بیقراری۔ چترکوٹ پر ملاقات۔ زبان سے اظہار خیالات۔ بھرت جی کا اصرار۔ رامچندر جی کا انکار۔

کھڑاؤں کا عطیہ ۔ بھرت جی کے اطمینان خاطر کا ذریعہ ۔ بھرت جی کی گوشہ گزینی ۔ نندی گرام میں
خلوت نشینی ۔ رامچندر جی کا ڈنڈک بن میں قیام ۔ برادھ کا اختتام ۔ سربھنگ مُن سے ملاقات
سوتیچھن کی خاطر و مدارات ۔ اگست رشی کے مسکن پر رونق افروزی ۔ اُن کی دلسوزی ۔ سلونگ
دھنش کی دستیابی ۔ راچھسوں کی خرابی ۔ سُپ نکھا کی پرخاش ۔ کردار کی پاداش ۔ کھر دوکھن
کی جنگ ۔ جوہر نمائی خدنگ ۔ راون کا جوشِ غضب ۔ سیتاہرن کا سبب یا پنچ کی سحر سازی ۔
کپٹ مرگ پر تیر اندازی ۔ سیتا جی کی ستمادت ۔ راون کی شقاوت ۔ رام چندر کی گریہ و زاری ۔
لچھمن کی بے قراری ۔ جٹائی کی دفاپسندی ۔ راون کی فتحمندی ۔ جٹائی کا انتقال ۔ رام و لکھن
کا ملال ۔ ہمدردی کا ذکر ۔ نجات کی فکر ۔ کمندہ کی عزت افزائی ۔ پمپا سر پر جلوہ فرمائی ۔ بھیلنی
کی مہمان نوازی ۔ حصول سرفرازی ۔ ہنومان جی سے شناسائی ۔ رکھیہ موک پربت پر رسائی ۔
سگریو پہ مہربانی ۔ بالی کی مرگ ناگہانی ۔ تارا کی ماتم میں گرمجوشی ۔ سگریو کی تاج پوشی ۔ باندروں
کی پامردی ۔ سیتا کی تلاش میں جہاں گردی ہنومان جی کی سعی موفور ۔ سمندر کا عبور ۔ لنکا
میں رسائی ۔ راچھسوں کی رہزنی ۔ ہنومان جی کی غنیم افگنی ۔ جانکی جی کی خدمت میں حضوری ۔
گفتگوئے ضروری ۔ جانکی جی کے ساتھ زنان لنکا کی شرارت ۔ تر جٹا کی نفافت ۔ ہنومان جی
کی کینہ خواہی ۔ اشوک باٹکا کی تباہی ۔ جنگ و جدل کی گرم بازاری ۔ برہم پھانس میں مہابیر
جی کی گرفتاری ۔ لنکا میں آتش زنی ۔ شریروں کی بیخ کنی ۔ چوڑامن لے کے واپسی حضور
رسی ۔ گزری ہوئی کہانی ۔ پیغام رسانی ۔ باندروں کے لشکر کی جان سپاری ۔ بھبھیکن کی
وفاداری ۔ نل نیل کی کارگذاری ۔ پل کی تیاری ۔ لشکر کا عبور ۔ لنکا میں فتور ۔ اندرجیت اور
کمبھ کرن کی وفات ۔ دنیا کو راون کے ظلموں سے نجات ۔ بھبھیکن کی اورنگ آرائی ۔ رامچندر و
جانکی جی کی اودھ میں فرمانروائی ۔ چودہ برس کا اختتام ۔ اجودھیا میں جشن عام اورنگ آرائی ۔
فرمانروائی جانکی جی سے ترک تعلقات الف سے ے تک ہر ایک بات ۔ چشم نگاہ میں پھر گئی ۔
طبیعت بحر مضامین میں گھر گئی ؂

شائقین نظم کے لئے ذیل کی نظم دلچسپی سے خالی نہیں ۔ گو مضمون عالی ہیں ۔ مگر قوت
حافظہ کیلئے قند مکرر ہے ۔ شنا تان نغمہ سنجی کے لئے مشغلہ بہتر ؂

من بھج لے سیاپت نام جگت سکھدائی
رگھونندن رگھوکل کیت رام رگھورائی

تارن سمبت میں چیت ماس جب آیو ۔ بھمی شبھ تتھ نوی شکل پکش من بھائیو
بھیو پھیت پونرلبس جوگ سو کرم سہائیو ۔ تے اودھ جنم گھنشام روپ درسائیو

بھجئے لکھمن ستر ہن ہماں پریہ بھائی

بن سے سری وشوامتر منیشر گیانی   دسرتھ گھر آئے رام جنم پہچانی!
بھینٹے کوشلیا دہیش جور جگ پانی   سیج گمتا کہی رکھ چھی اسر دل بانی
کیوگوں بھون لے لکھمن رام دو بھائی
رکھ راٹے تپو بن جاٹے جگیہ کیو بھاری   پربھو کینی کرکے دھنش بان رکھوادی
ماریچ پھینکیو انت تاڑکا ماری   ہو سینا سہت سباہ اھلیا تاری
دیو جنک راٹے کو درس جنک پربھ جائی
دیکھے کوٹن مہیپال سوئمبر ماٹیں!   دھنک لاکھ اٹھاوت اکتت اٹھاٹے ناہیں
پربھو اُٹھے کئے نو کھنڈ نرن کی ناٹیں!   پھری جیمالا دیونا جبس گاٹیں!
بھیٹیں رام چندر بام نگ ھبانگی مائی
جب راج دین کو بیتا بھئے اھبلاکھی   پربھو لیلا کینی بالمیک جو بھاکھی
بھئے کیکئی کے ہت پتا بچن کے ساکھی   تج بھون گون بن کیو مات ہٹ راکھی
لے سنگ لکھمن سیا سہت بسے بن جائی
پربھو کھاٹے بن بن کندمول پھل برسن   بھاردواج آدک شکھ روپ بھئے پرسن
دیبئے چتر کوٹ پر جاٹے رکھن کو درسن   ملے آدر سہت والمیک منور سن
جب اندر سٹون کیو گرب تاڑ نہ پائی
جب پنچ وٹی میں جاٹے کینہ پربھو ڈیرا   کسو بنا ناسکا بدن سپ نکھا کیرا
سُن تج بھگنی کی ٹیر بیں دہی بیرا   دوکھر گھر آئے دہاٹے رام کو گھیرا
پربھو سین سہت منثیر مار رہنے دو آد بھائی
جب راون سنو یہ حال اگن تن لائی   دیورتھ پہ چڑھ گئے روپ براگی!
پربھو دھانے مارن کپٹ مرگ دیکھاگی   گئے لکھمنہ شن مرگ ٹیر تراس بہے تیاگی
ہر لئی بیدیہی اسر کپٹ بھرمائی
پربھو کھو جت سیام کو گدھ راج کو تارو   سیوری کے پھل گھر جاٹے کھاٹے دکھ ٹارو
بھیو چرن کمل میں لین انجنی پیارو   پربھو سگریو کو دیو راج بالی کو مارو
درسن کو بانر دیچھ سین چڑھ آئی
گئے بکرم سیا کی خبر لین دش چاری   رگھوبر پل باندھے سمندر لنکنی ماری
مل سیا سوں باگ اجاڑو مار سلاکاری   بدھ سین اچھے کو مار لنک سب جاری

کہی خبر سیّا کی رام چرن سرنائی

گئے سندھ نکٹ مہاراج سندھ پر بہ دھارن — نتّو جوجن باندھو سیت جادھ کے کارن
دے دیو بھبھیکن راج لنکپت ناارن — چھانڈے دشکند ہرت نام سک سارن
بہٹی سندھ پار سب سین دھن پربھوتائی

بہٹی نتی ملس ات جدھ بان گھن برسے — برسے بکھدھاری ناگ چھوندس شر سے
لڑے آسُر مہابل ریچھ بانر سے — چلی نیکو چال نہ ایک لکھن رگھوبر سے
جب منہ آئے رندھیر پیٹھ دکھلائی

راون دل بانر ریچھ سین سے ہارے — بکرم نے لاکھن سل بیر لبستارے
سری لچھمن جی نے بہت نشاچر مارے — پربھو نے راون سہت آسُر بر تارے
سُر ہرکھے برکھے سُر سمن بھوم برکھائی

لے سیّا کو پربھو گھر آئے ساج سب ساجے — چھوندش برکھے سُر سمن بدھائی باجے
سنگھاسن پر مہاراج سہت سیا راجے — سری لکھن مورچھل جھلت ادھک چھب چھاجے
پربھو کرو افق پر دیا کتھا جن گائی؟
من بھج لے سیا پت نام جگت سکھدائی

سرگ ۔ ۳

بالمیک جی نے جس وقت تصنیف رامائن میں اعجاز بیانی وشیوا زبانی دکھائی۔ اس وقت سری رامچندر جی سریر آرائے جہانبانی و دنیا بخش آفتاب حکمرانی تھے۔ سیتا جی رامچندر جی کے عتاب سے صحرا نورد یا دیگرد ہو چکی تھیں۔ اُتر کانڈ کا بھی تمت بالخیر ہو چکا تھا۔ لو کش کے کارہائے نمایاں بھی پیرایہ تحریر سے خلعت بدوش افتخار طرہ پوش افتدار ہو چکے تھے۔ پانچ سو سرگ یادگار زمانہ ہوئے۔ ۲۴ ہزار اشلوک جواہر مضامین کا خزانہ ہوئے۔ مگر افسوس محنت سپھل نہیں۔ کوئی عالم با عمل نہیں جو اجودھیا میں جوہر اعجاز بیانی دکھائے۔ رامچندر جی کو خون جگر کے یاقوت دکھائے۔ سوچتے سوچتے سوچے سمجھتے سمجھے۔ فکر بے بنیاد ہے۔ کُش میں کافی استعداد ہے۔ وہ سحر بیان ہیں شیریں زبان ہیں۔ جب لب کھولیں گے۔ سامعین گوہر مطلب رولیں گے۔ جس وقت زبان گل بار ہوئی۔ اہل محفل کی طبیعت گلزار ہوئی۔ اسی خیال میں تھے کچھ وجدان کچھ

حال میں تھے۔ کہ لوکش نے کھیلتے کھیلتے شربت دیدار پلایا۔ قدموں پر سر جھکایا۔ پشت ادب جھکائی۔ گذارش زباں پر آئی:

مہاراج آپ کی رامائن میں جادو کا اثر ہے۔ جو اشلوک ہے۔ ساکھ گہر ہے۔ اجازت ہو تو رامچندر جی کو ہم سنائیں۔ ارشاد ہو تو وہاں اعجاز البیانی کے جوہر دکھائیں۔ ادھر آپ کو معجز بیانی۔ ادھر ہماری شیریں زبانی۔ بس یہی مثل ہوگی:-

اک تو کنچن دیوی دوجے روپ نبندھ
پر دواؤ کہاں پائیے سونا اور سوگندھ

قند مکرر کا مزہ ہوگا۔ سونا اور سہاگے کی کہاوت صادق ہوگی۔ والمیک جی پہلے غوطے میں گئے۔ پھر سوچے کہ دونو بھائی ہونہار ہیں۔ علم و فن میں وحید روزگار ہیں۔ اس پر رامچندر کے فرزند جگر پیوند۔ میرے شاگرد ارجمند دھرم زندہ تصویر۔ چہرے پر سورج کی تنویر۔ علم موسیقی میں فرد آفاق کے سرودے میں مشتاق۔ راگ راگنیوں سے خبردار۔ سرتال کے واقفکار۔ قوت حافظہ میں لاجواب۔ ذہانت میں انتخاب۔ ایک بار جو سنیں۔ کالنقش فی الحجر ہو جائے۔ ایک مرتبہ جو پڑھیں۔ نقش بر سنگ بن جائے۔ دبد ایسے مشکل۔ مگر سب نوک زبان ہیں۔ کامل الوقت ہیں۔ ہمہ دان ہیں۔ بس اس وقت سے رامائن کے مفہوم و مطالب سمجھانے لگے۔ بین سکھانے لگے۔ لوکش سے فرمایا۔ تقویت جگر۔ تفریح نظر۔ رامائن دلکش ہے۔ دلچسپ ہے دلآویز ہے۔ مضمون خیز ہے۔ فرحت انگیز اور سحر آمیز ہے۔ سننے والے کا دل پھڑک اٹھے۔ گانے والا بلبل کی طرح چہک اٹھے۔ ساتوں سُر رامائن کے وابستہ حسن کلام ہیں۔ ۶ راگ اور ۳۶ راگنیاں بندۂ بے دام ہیں۔ بین پر گائے۔ مردنگ پر جوہر نغمہ زنی دکھائے۔

ساتے سُر یعنی سرگم	کھرج سا	رکھب رے	گندھار گا	مدھم ما	پنجم پا	دھیوت دھا	نکھاد نی
۲ ۶ راگ	بھیرو	مالکوش	ہنڈول	دیپک	سری راگ	میگھ راگ	
۳ ۳۶	راگنیاں	بھیروی رام کلی گوجری گکٹ گندھار	باگیشری ٹوڈی دیش شوہا کمہری	پوربیا بسنت للت پنچم دھناسری	چھایانٹ ہمیر کلیان کدارا بہاگ	گوڑی پوربی گوڑ نرون مالسری	دھات گونڈ شدھ سارنگ ٹھنس سادنت

راگنیاں	آساوری	ملتانی	مارو	ایمن	جیت سری	سورٹھ
بعض لوگوں نے صرف ۳۰ راگنیوں پر کفایت کی ہے۔ جو حسب ذیل ہیں :-	بھیروی گوجری ٹوڈی رام کلی براٹی	باگیسری کلمبہ ہرنی یعنی پرج سوہنی کھمباتی	بسنت پنچم ہنڈولی للت مالسری	دیپکا دھناسری جیت سری پلاسی راگنی ٹیکا	مالوی ترہبنی گوری گورانگ پوربی	ملہاری سورٹھی سارنگ بڈھنس مدھمادھوی

جو سخن رس ہوگا۔ نورسوں کا رس پائیگا۔ پس لوکش نے ترانہ سنجی کا کمال دکھایا۔ خوش الحانی سے والمیک جی کا دل لبھایا۔ ایک تو حسن وجمال۔ دوسرے علوم و فنون میں کمال۔ سادگ

سلہ نورس سنسکرت اور بھاشا شاعری کے یہ عروضی اصول ہیں۔ اور انہیں پر شاعری کا دارومدار ہے۔
(۱) شرنگار یعنی زیب و آرائش (۲) ہاسیہ یعنی خوشی عیش و عشرت۔ (۳) رودر غصہ و ناراضگی۔ (۴) ویر یا شودر رس۔ جانبازی و دلیری۔ (۵) بھیانک۔ خوف و اندیشہ۔ (۶) تہبیس۔ مفارقت و سفر۔ (۷) اوبھت۔ تعجب و حیرت۔ (۸) کرنا۔ رحم و کرم۔ (۹) شانت۔ صبر و تحمل۔ تسکین خاطر۔ عفو و عطا۔ قناعت و رضا جوئی۔

نورس مندرجہ بالا میں ہندو پیشواؤں نے دو رس یعنی شرنگار رس و شانت میں بھگوت اُپاسنا کے لئے مخصوص کرکے تین اینتر رسوں یعنی سکھ واسیہ با تسلیہ (یعنی بھگوت کو فرزند کی طرح عزیز سمجھ کر پیار کرنا) کو بھی شامل کیا ہے۔ بھگت مال میں درج ہے۔ کہ گو تمام رسوں سے حق پرستی ممکن ہے کیونکہ وہ ذات برکات سرد یا پک سب رسوں میں موجود ہے۔ لیکن ہندو اپاسنا والے مذکورہ بالا پانچ رسوں ہی کو مقدم سمجھتے ہیں۔ اور جانتے ہیں کہ انہیں پانچ رسوں میں خصوصیت کے ساتھ تکمیل مقاصد کی تاثیر موجود ہے۔ اور رسوں میں یہ بات نہیں۔ راون اور ہرن کشیپ نے بھیانک اور ... رس کی اپاسنا کی تھی۔ اسی لئے اُن کو ویسے ہی ردیپوں سے نجات ملی۔ کل رسوں کا بیان کرنا تو طویل ہے کام لینا ہے۔ مگر ہم سنسکرت و بھاشا عروضی شاعری کی تکمیل اور ... المنظر ... نمونے بہ طرف شرنگار کا مختصر ذکر کئے دیتے ہیں۔ جسمیں فعلن فعولن مستفعلن یا انگریزی ... کی کٹ کٹ نہیں۔ بلکہ شاعری اور مضمون بندی کا ایک حسن نظر فریب و جمال دلآرا نظر آتا ہے۔ ہندو عروض میں شرنگار رس کے لئے چار سامان مقرر کئے ہیں۔ الف (۱) بھاد (۲) انبھاد (۳) سانوک (۴) بیبھار۔ الف۔ بھاد وہ ہے جس سے رس کی ابتدا ظاہر ہو اس کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) البن حسن کی دو قسمیں ہیں۔ ایک آشریا لمبن یعنی خواہ عشق حقیقی ہو یا مجازی عشق کی چشم تصور میں مجسم نظر آتا ہے۔ دوسرا ایشیا لمبن معشوق حقیقی یا مجازی کی مجسم

دید (علم قافیہ) میں کامل۔ علم با عمل کے حامل سانولی صورت۔ موہنی مورت۔ شکل و شباہت میں بے نظیر۔ رامچندرجی کی عکسی تصویر یکساں خط و خال وہی حسن وہی جمال۔ دید بہ زبان

تصویر کا تصور میں لانا۔ (۲) اودہین اس کی چار قسمیں ہیں۔ گن ودلہ یعنی حسن و جمال مستی شباب انداز۔ نوجوانی کمسنی۔ خوش آوازی۔ شیریں زبانی۔ وفا و مہر وغیرہ۔ چیشٹا۔ ناز و ادا۔ نزاکت۔ اٹکھیلی۔ شرم و حیا وغیرہ انکار یعنی زیب و آرائش خوبی زیور نفاست۔ پوشاک وغیرہ تٹستھا یعنی اسباب آرائش عطر پھلیل۔ سرمہ۔ مسّی پان وغیرہ۔ ب۔ انوبھاو عاشق و معشوق کا لطف محبت مثلاً ہم آغوشی ہمبستری۔ اختلاط۔ مذاق وغیرہ وغیرہ ج دساتوک بھرت رکھیشر نے صرف بھچار ہی کو قائم رکھا ہے۔ لیکن ۔ د۔ (بھچار) متاخرین نے ساتوک کی بھی شاخ نکالی ہے۔ چنانچہ ساتوک اس حالت کا نام ہے۔ جو سب رسوں میں برابر اثر پذیر ہو اور بھچار اس حالت کو کہتے ہیں۔ کہ شنگار رس میں اثر پذیر ہو۔ دوسرے میں نہیں۔ اس کھیہ کے شاستروں (دس رتپک وغیرہ) میں ان دونو کی صفت علیحدہ علیحدہ قلمبند ہے۔ چنانچہ ساتوک اسے کہتے ہیں۔ جو معشوق یا عاشق کی جانب سے راحت و رنج پہنچنے پر دل کی توجہ ایک حالت میں کر کے اصلی حالت سے متغیر کر لے۔ اس حالت کی آٹھ صورتیں ہیں۔ (۱) استبھ یعنی بجنسہ اصلی حالت (۲) پرے عالم بیہوشی یا غشی (۳) رومانچ۔ رونگٹے کھڑے ہو جانا۔ (۴) سویدیہ۔ چہرے یا بدن کا عرق عرق ہو جانا۔ (۵) برن۔ چہرے کے رنگ کا تغیر۔ (۶) کمپ۔ کپکپی یا لرزہ۔ (۷) اشرد۔ آبدیدہ ہونا یا گریہ زاری (۸) سور بھنگ۔ آواز کی تبدیلی۔ بھچاری اس حالت کا نام ہے۔ جو متعلقہ رس کے قیام یا زوال کے بعد ظاہر ہوتی ہے۔ اس کی قسمیں ۳۳ ہیں۔ (۱) نربید یعنی معشوق کی جدائی یا محبت رقیب کی وجہ سے خلاف امید خیالات پیدا ہونے کا رنج۔ (۲) گلانی۔ دلی امنگ کی کمی اور زوال طاقت کی حالت (۳) شنکا۔ ملاقات محبوب میں رخنہ اندازی کے اندیشے۔ (۴) شرم راہروی سے تھکاوٹ یا شب وصال کا خمار (۵) دھرتی۔ تسلی قلب و اطمینان دل۔ (۶) جڑتا۔ رنج فراق و صدمۂ ہجر سے بدحواسی و خود فراموشی۔ (۷) ہرکھ۔ دیدار معشوق یا دیگر وجوہ سے مسرت دلی۔ (۸) دینتا بے قراری سے دل کی مایوسی اور صدمۂ جدائی برداشت کرتے سے حالت مجبوری۔ (۹) اوگرتا۔ معشوق کی بے وفائی یا کسی اور وجہ سے غصہ۔ (۱۰) چنتا۔ معشوق کی ملاقات کی فکر اور منصوبہ بندی۔ (۱۱) تراس۔ دفعتہً اندیشہ یا خوف کی علامت۔ (۱۲) ابرکھا علاوہ رقابت رقیب محبت معشوق میں۔ کسی دوسرے کی مداخلت کی ناپسندیدگی۔ (۱۳) امرکھ۔ معشوق کی خطا کا رنج۔ اور اس کی نہ برداشت ہونے کی حالت۔ (۱۴) گرب۔ خودی و خود پسندی۔ (۱۵) اسمرن۔ محبوب اور اس کے حسن و جمال یا اوصاف کی یاد۔ (۱۶) مرن۔ موت کی آرزو یا کوشش

زبان طوطی خوش الحان سامعین کو حال آتا تھا۔ وجد مزہ دکھاتا تھا جس کو دید از بر ہوتے ہیں۔ اس کو رشی کا خطاب دیا جاتا ہے۔ وہ برہمن سے افضل کہلاتا ہے۔ اسی سے لوکش کو سب رشی رشی پکارنے لگے۔ تن من دھن وارنے لگے۔ اس وقت سے لوکش نے سفر دنیا اختیار کیا۔ رامائن کا پرچار کیا۔ خوش الحانی کے جوہر دکھاتے تھے میٹھے میٹھے سروں میں رام چرتر سناتے تھے۔ لوگ کمالات کے قائل تھے۔ ایک دن رشی منڈلی میں ایسی نغمہ پردازی کی لب معجز بیان سے وہ دستوں سازی کی۔ کہ سب خود رستہ ہو گئے۔ نعرہ تحسین و آفرین بلند ہو گئے۔ رشیوں کا دل سیر نہ ہوا۔ نیت نہ بھری۔ گویا دل کا ارمان دل ہی میں رہ گیا۔ ساتھ ساتھ والمیک جی کے استھان پر پہنچے۔ اشتیاق ظاہر کیا۔ رامائن سننے کی درخواست کی۔ لوکش نے جوہر خوش الحانی ظاہر فرمایا۔ زبان شیوا بیان کا سحر دکھایا۔ تمام رشی وجد کرنے لگے۔ لوکش کا دم بھرنے لگے۔ ہر زبان پہ واہ واہ تھی۔ ہر لب پہ یہ شعر ؎

اثر دلوں کے لبھانے کا ہر بیاں میں ہے　　کسی کی آنکھ میں جادو تری زباں میں ہے
کلی دل کی کھلاتی ہے ہر اک طرز بیاں تیری　　کہاں سے لائیگی بلبل دہن تیرا زبان تیری

یا موت (۱۷) مد۔ خوشی اور خودی کی حالت میں کام کر بیٹھنا۔ (۱۸) ندرا۔ خواب کی طرح ظاہری امور کے خیالات میں مست و محو ہو جانا۔ (۱۹) سپتی۔ خواب کے سے عالم محویت میں زیادتی۔ (۲۰) ابدھ۔ عالم بدحواسی سے حواس میں آنے کی حالت۔ (۲۱) بریڑا۔ شرم و غیرت۔ (۲۲) اپسمار رنج و غفلت میں دل کی پشیمانی۔ (۲۳) موہ۔ رنج و خوف سے کیفیت بدحواسی وغیرہ۔ (۲۴) مست۔ راہ حقیقت پر یقین۔ (۲۵) آبیسہ۔ تدبیر سے غفلت۔ (۲۶) آدیش۔ دل کی خواہش یا دوسری حالت کا انکشاف اور اس سے دل کی بے چینی (۲۷) وترک۔ اشتباہ سے خیالات میں تغیر و تبدل۔ (۲۸) ابھینا۔ حالت خوشی و رنج سے اپنی روپوشی۔ (۲۹) بیادھ فرقت میں بیماری۔ (۳۰) اُنماد۔ عالم دیوانگی۔ (۳۱) بکھاد۔ طبیعت کے خلاف امور کے رد کرنے کی تدبیر۔ (۳۲) اوتسکیہ ملاقات محبوب میں دیر کی برداشت نہ ہونے کا عالم۔ (۳۳) چپلتا۔ دوست و دشمن کی وجہ سے دل کی یکسوئی کے خلاف حالت۔

استھائی۔ یہ بھی ایک حالت کا نام ہے یعنی وہ ہم جنس اور غیر جنس رسوں کا ایک حالت پر رہنا تو ایک حالت کا متغیر ہو جانا مثلاً (۱) کسی رس کے مناسبہ رس یعنی حالت خوشی میں دوسرے رس یعنی خفگی سے یا رنج کی بات سے تغیر۔ (۲) ایک خوشی کی حالت کی دوسری خوشی کی حالت سے تبدیلی۔

مردہ دل کو جلاتی ہے تیرے ناز کی آواز — اعجاز کا اعجاز ہے آواز کی آواز
کہو تم چار باتیں بھی تو وہ ہوں مثلِ جاں شیریں — دہن شیریں سخن شیریں زباں شیریں بیاں شیریں

رشی متحیر ہو گئے۔ عالمِ حیرت میں بولے۔ لوکُش نے میٹھے سُروں میں جو جو حالات سُنائے جو اشلوک بیان فرمائے۔ اُن کے سنتے ہی ہماری نظر میں بجنسہ وہ سماں پھر گیا۔ جو ہم نے آنکھوں سے دیکھا تھا۔ رامچندر کے ظہور سے لیکر قتلِ راون تک کے واقعات من و عن وہی بیان ہوئے۔ جنہیں چشم دید حالات سے ایک نقطے کا فرق نہیں۔ مری گنیشا نیمہ سے سمپورنم شبھم تک بالکل اس کبت کے مطابق ؛

دھرکھ گھر لیہہ جنم۔ بدھ کئے سُباہو آد۔ شیو دھن کے کھنڈ کئے جانکی کو بیاہو
پت بچن کو کیو مان۔ بن بسائے دکھ نسائے۔ جھپٹ مار کپٹ مرگ گدھ جٹائی داہو
دکرم بدشران آیو۔ پاٹیو سگر پو ٹلاج۔ ستھ جانکی کی پائے۔ راون بدھ جاہو
عبدھ ہیت باندھ سیت۔ راون ببھوکل سمیت اُتی یہاں بنس کبت نج بین نباہو

جب کوئی اہلِ ہنر جوہر شناسوں کی محفل میں جوہر نمائی کا شرف حاصل کرتا ہے۔ اور جب قدردانِ سخن اُسے داد دیتے ہیں۔ تو اہلِ جوہر کی اُمنگوں کا کیا پوچھنا۔ اظہارِ کمالات کی ترنگیں ہی اور ہو جاتی ہیں۔ دل کے جوش کی تھاہ ہی نہیں لگتی۔ کلیجہ ہتھوں بڑھ جاتا ہے۔ طرح طرح کا دریا موجیں مارنے لگتا ہے۔ لوکُش سمجھ گئے۔ کہ یہاں نہ سکوت سخن شناس ہے۔ نہ تحسین ناشناس۔ بلکہ سب جنسِ علم کے مشتری۔ اور گوہرِ سخن کے جوہری ہی جوہری ہیں۔ بس انہوں نے اور دل کھول کھول کر گوہر افشانی کی۔ جو حرف زبان سے نکلا۔ شیو جی کے سر دُھنے کو گرد۔ سرستی کی نغمہ سنجی کو سرد کرتا ہوا۔ لفظ لفظ اشکِ نبات۔ حرف حرف آبِ حیات۔ رشیوں پر جادو کا سا اثر ہوا۔ سامعین پر عالمِ محویت طاری تھا۔ کسی نے جنیؤ دیا۔ کسی نے کمنڈل کسی نے آسن۔ کسی نے پھول پھل۔ مونج کی کردھنی کیا جٹا باندھنے کے ڈورے تک حوالے کئے۔ اور جو اٹھ جھاڑ کے بیٹھ رہے۔ جن کے یہاں بالکل صفایا تھا۔ چولہے کی راکھ تک بھی نہ تھی۔ انہوں نے آشیرباد دے دے کر کشفِ کرامات کی کمائی ندر کی زبان پر دعائیں تھیں۔ دھن ہو لوکُش دھن ہو۔ آفریں۔ آفریں۔ شاباش۔ شاباش مرحبا۔ مرحبا۔ احسنت۔ احسنت۔ عمر دراز۔ عمر دراز۔ جیو جیو خوش رہو۔ سب کام سپھل۔ پیدی اٹل۔ آہا کیا رامائن گائی ہے۔ واہ واہ کیسی شیریں زبانی دکھائی ہے۔ رامائن اہلِ زبان کی حرزِ جاں۔ اس کی ایک ایک کتھا سرمایۂ دین و ایمان ہوگی۔ رامائن کوئی ایسی ویسی چیز نہیں۔ مقدس کلام ہے۔ آوازِ غیب ہے۔ الہام ہے۔ رام چندر کے چرنوں سے

عمر و دولت کی افزونی ہو۔ کامیابی مقصد دن دونی ہو۔ والمیک جی نے اِسے نظم کے سانچہ میں ڈھالا ہے۔ گویا دودھ شکر گھی نکالا ہے۔

اِسی طرح کہہ سن کر رشی مہرشی آنند میں مگن اشیرباد دینے اپنے اپنے استھانوں پر چلے گئے اور لو کش جی نے اجودھیا کی راہ لی۔ وہاں پہنچے تو ہر جگہ رام بھجن۔ گلی گلی میں رامائن کا پرچار۔ ہر زبان پر تعریفیں۔ ہر لب پر کلمات آفرین ؛

جس وقت رامچندر جی شکار سے واپس آ رہے تھے۔ لوکش ایک مقام پر رامائن سُنا رہے تھے۔ دیکھتے کیا ہیں کہ زبان سے امرت کی بارش ہو رہی ہے۔ منہ سے پھولوں کی جھڑی کا تانتا بندھا ہوا ہے۔ جھومنے لگے۔ دل پر سحر بیانی ٹونا ڈال گئی۔ شکل و شمائل نے اپنا بنا لیا۔ اسی وقت ساتھ لئے اجودھیا میں چلے آئے ؛

دربار سے اور وہ بھی کس کا رگھوبنس کے سرتاج من مہاراج سری رامچندر جی کا آرائش کا کیا ٹھکانا سجاوٹ ختم تھی۔ زیبائش کا کچھ حساب نہ تھا۔ سری رام چندر تخت جواہر نگار و اورنگ طلاکار پر رونق افروز ہوئے۔ وزرائے سلطنت وامرائے دولت کے ملبوس زرکار و طرہ ہائے دستار سے دربار جگمگا اُٹھا۔ نظارہ فرحت خیز تھا۔ سماں حیرت انگیز۔ سب کی نگاہیں لوکش کے چہرے پر پڑ رہی تھیں۔ آنکھیں مودّب نگاہوں سے لڑ رہی تھیں۔ تعجب تھا۔ کہ یہ دوسری رام لکشمن کی جوڑی کہاں سے آ گئی۔ حیرت تھی۔ کہ آفتاب و مہتاب کیونکر یک جا ہو گئے۔ صبح و شام کے اتصال کا کیا سبب ؛

رام دل ہی دل میں حیران تھے۔ کہ ہیں یہ لوکش ہیں۔ یا میری عکسی شبیہ۔ ان کی صورتیں ہیں یا میرے منہ دیکھنے کا آئینہ۔ آنکھوں کی پتلیاں بھی ایسی مشابہ نہیں ہوتیں۔ جیسے یہ میرے ہم شکل ہیں۔ سنرمن لچھمن سے یہ کہتے ہیں۔ کہ جناب پیشانی تو دیکھئے۔ آفتاب کی طرح چمک رہی ہے۔ صورت کندن کی طرح دمک رہی ہے۔ بھرت رام چندر جی سے بولے۔

بھائی صاحب۔ یہ چاند سورج کی جوڑی کون ہے۔ چہرے پر نور برس رہا ہے پیشانی ہنسے دیتی ہے۔ رگ و پے سے حسن کی تجلّی پھوٹی نکلتی ہے۔

رامچندر جی۔ پیارے بھرت! یہ دونو طوطی باغ شیوا بیانی بلبل گلزار خوش الحانی بڑے ہی خوش آواز ہیں گلے یا نے ہیں۔ جب زبان کھولتے ہیں۔ لفظ لفظ میں قند گھولتے ہیں۔ کلام میں جادو کا اثر ہے۔ حرف حرف تنگ شکر ہے۔ دیکھو ابھی گانا سنواتے ہیں۔ نہیں ان کے کمال دکھاتے ہیں۔ دا لوکش سے) ہر ایک کو اشتیاق ہے۔ کہ دیکھیں آپ دونو کی جولانی طبیعت کا کیا مذاق ہے۔ سب ہمہ تن گوش ہیں۔ کچھ نغمہ سنجی سننے کا اشتیاق ہے۔

لوکُش ۔ یہاں خوش الحانی کہاں ۔ نغمہ خوانی کہاں ۔ یہ حرف آپ کی قدردانی ہے ورنہ من آنم کہ من دانم ۔ مگر ارشاد سر آنکھوں پر ۔ کچھ رام چرچا سُنائے دیتے ہیں ۔ جو بُرا بھلا آتا ہے گلے دیتے ہیں ؛

یہ کہتے ہی بینوں کے تاروں پر انگلیاں پہنچ گئیں ۔ سریلے سروں کے رس بھرے بول بجنے لگے ۔ اب تال ۔ سُر ۔ لے ۔ گٹکری کی نوبت آئی ۔ آواز کے اُتار ۔ چڑھاؤ ۔ ٹھاٹھ اور سم نے کیفیت دکھائی تو محفل کی محفل دنگ رہ گئی ۔ جس کو دیکھئے سُن ۔ جس کی طرف نظر اٹھائیے تصویر حیرت ۔ دل کھنچے جاتے تھے ۔ طبیعت لوٹ پوٹ ہو رہی تھی ۔ آنکھوں کی ٹکٹکی بندھی تھی ۔ کان بین کے پردوں پر لگے تھے ۔ سامعین کو حال آگیا ۔ سب کے سب جھوم رہے تھے ۔ رام چند جی اہل دربار سے مخاطب ہوئے ۔

"صاحب آپ نے گانا سُنا ۔ ایک سے ایک دلکش نرالا سُنا ۔ دیکھنے میں تو مُن کے فرزند معلوم ہوتے ہیں ۔ مگر چشم دل کو راجوں مہاراجوں کے جگر بند نظر آتے ہیں ۔ دونوں حسن کی تصویر ۔ ایک سے ایک بے نظیر ۔ ظاہر دونوں بھائی ہیں ۔ مردم چشم تماشائی ہیں ۔ لیکن اور ہی جلال ہے ۔ چہرے سے فروغ تیز اقبال ہے اس پر شیریں زبانی اعجاز بیانی ؛

ایک تو بینا اور بھرت دونوں جیسے اُن ستار کا معاملہ ۔ خوشنوائی سے طبیعت پھڑک گئی ۔ آتش شوق بھڑک گئی ۔ پریم بھاؤ دیکھئے ۔ آواز کا اُتار چڑھاؤ دیکھئے ۔ وہ کیا رس ہے اور کیا کہوں ۔ اتنی ہی تعریف بس ہے ۔ جیسا ہی چہرہ ہے ۔ ویسا ہی گانے کا ڈھنگ ۔ جیسا حسن بیان ہے ۔ ویسا ہی نغمہ سنجی کا رنگ ۔ صباحت و ملاحت حسن لطافت و حسن فصاحت دونوں موجود ۔

اہل دربار نے بھی تائید کلام میں تعریف کے پل باندھے ۔ لوکُش پر نقد دل نثار کیا ۔ لوکُش کا دل ہاتھوں بڑھ گیا ۔ دریائے مذاق چڑھ گیا ۔ خوشی خوشی پھر بین چھیڑا ۔ اور جھوم جھام کر رامائن گانے لگے ؛

سرگ ۔ ۴

رُوداد پاستانی سری لوکُش کی زبانی

سری لوکُش جی بلبل زبان کی نرالی سنجی دکھاتے ہیں ۔ طوطی لب کے نغمۂ دلکش سُناتے ہیں ۔ کہ راجہ دسرتھ کا خاندان سرچشمۂ اعجاز و افتخار اور سرمایہ فضائل و اقتدار رہا ہے ۔ اِس

خاندان کے راجے مہاراجے سرتاج زمانہ اور اوصاف حمیدہ میں فرد یگانہ ہوئے۔ دیو ست سورج کے فرزند ارجمند صاحب نگیں ہی نہیں۔ بلکہ حاکم روئے زمین تھے۔ طبقۂ خاک پر تل بھر اور خلا برابر جگہ نہ تھی۔ جہاں ان کے آفتاب حکومت کی شعاعوں سے نور نہ برستا تھا۔ کیا حکومت کیا ادائے فرائض۔ سلطنت کیا دھرم کرم کیا جہانگیری اور کیا داد و دہش ہنر سخاوت و شجاعت میں وہ نام کیا کہ سے

فلک گفت احسن ملک گفت زہ

مہاراجہ اکشواک ان کے جگر پیوند سورج بنسیوں میں سربلند تھے۔ اکشواک بنس میں راجہ سگر بھی چکرورتی تھے۔ جن کی آنکھیں ساٹھ ہزار آنکھوں کے تاروں سے منور تھیں ان راجکماروں نے زمین کھودنا شروع کی۔ تو روئے زمین پر سمندر بہا دیا۔ (سمندر کے ساگر نام کو راجہ سگر کی یادگار سمجھنا چاہیئے۔) راجہ سگر کی نسل میں راجہ بھاگیرتھ نے وہ دست قوت پایا۔ کہ جگ تارنی سری بھاگیرتھی گنگا کو عرش بریں سے روئے زمین پر لے آئے۔ ایسے معزز و ممتاز سورج بنس میں سری رامچندر جی کا ظہور اور کون و مکان پر تو جلال و جلال سے عالم نور ہوا۔ سری رامچندر جی کے حالات۔ ڈوبتے کو ابھارتے۔ پانی کو تارتے اور ان کو راماین کے نام سے پکارتے ہیں۔

راماین کا خطاب ہے۔ تیرتھ راج۔ اس لئے کہ جس مقام پر رامچندر جی کا ذکر مقدس ہو رہا ہو۔ وہیں تمام دنیا کے متبرک تیرتھ رونق افروز ہو کر گوش بر آواز اور ہمہ تن گوش رہتے ہیں۔ راماین سن لیجئے۔ پھر چاہے تیرتھ کیجئے یا نہ کیجئے۔ سب پاپ دور۔ سب گناہ کافور۔ گھر بیٹھے مطلب حاصل۔ رام چرتر میں دھرم ہی دھرم کے ذکر و اذکار ہیں۔ چاروں پھل بے منت غیر سے حاصل۔ عذاب گذشتہ ثواب میں داخل۔ خاطر خواہ مطلب برآری۔ حسب منشا کامگاری۔

اے سامعین باریک بین والے شائقین والا تمکین! ہمہ تن گوش ہو جایئے۔ کان ادھر لگایئے۔ ہم اسی وقت رام چرتر کو چھ راگوں کی ۳۶ راگنیوں کے سات سروں میں الاپتے ہیں۔ اور آپ کے لوح دل پر چھاپتے ہیں۔ کہ راماین کیا چیز ہے۔ اس میں کیا کیا حالات و معاملات ہیں۔ اس کی خوبیاں کیا ہیں۔ اوصاف ظاہر و پنہاں کیا ہیں۔ سلئے لیں اب ہم سری گنپتا ٹمنہ کہتے ہیں۔ دیکھئے مضامین کے کیسے کیسے چشمۂ آب بے بقا بہتے ہیں یہ کہتے ہی سری لوکش جی کی زبان سے وہ اشلوک نکلا۔ جس کا ترجمہ اس دوہے کو سمجھنا چاہیئے۔

دوہرا

سری گرُ چرن سروج رج نج من مکر سدھار
برنوں رگھبر بمل جش جو دایک پھل چار

سرگ ۔ ۵

اجودھیا کی تعریف

سری لوکشُ جی کا بلبل نطق نغمہ زن ہوُا۔ طوطی زبان شکر شکن ہوُا۔ کہ دریائے سرجو کے کنارے ایک پر فضا و فرحت بخش مقام ہے۔ جس کا کوشل دیس نام ہے۔ اس کے مشرق و جنوب کی طرف کوشل پور بستا ہے۔ جہاں کنچن ہی کنچن برستا ہے۔ یہیں ساحل دریائے سرجو پر ایک دارالسلطنت معدنیات سیم و زر سے معمور اور اجودھیا کے نام سے مشہور رہے۔ اجودھیا کے حالات پوشیدہ نہیں۔ عجب پاک مقام ہے اور واہ واہ کیا پوتر دھام ہے۔

صاحبان معلومات و واقفان حالات کاشف اسرار ہیں۔ کہ کسی موقع پر راجہ منو جی نے برہما سے دریافت کیا۔ کہ فرمائیے کہاں پائے استقامت جماؤں۔ کہاں گھر بناؤں۔ برہما جی کا جواب باصواب تھا۔ کہ سرجو کے کنارے۔ حکم پاکر راجہ منو جی نے اجودھیا کی بنا ڈالی اور وہی مقدس پوری راجدھانی بنائی۔ اجودھیا کے نام میں خصوصیت ہے۔ اسی کے ذرے ذرے میں عظمت ہے۔ جہاں انسان چاروں پدارتھ پالیتے ہیں۔ ہر قسم کے مقاصد ہاتھ آتے ہیں اجودھیا مشرق سے مغرب تک ۴۸ کوس یا بارہ جوجن ہے اور شمال سے جنوب تک ۱۲ کوس یا ۳ جوجن۔ غرض سمایا کے لئے ہر جگہ کشادہ سڑکیں ہر گلی و کوچہ خس و خاشاک سے پاک و شفاف دودھ کا سا دھویا۔ راجہ کی آمد و رفت کے لئے شاہراہیں۔ سب سے علیحدہ دیو استھانوں مندروں شوالوں میں جانے والوں کے لئے۔ راستے الگ راہیں جدا جدا۔ جہاں سڑک وہاں باغوں کی قطار۔ جدھر راستہ ادھر گلزار بہار۔ چپے چپے پر چھڑکاؤ۔ قدم قدم پر بناؤ چناؤ۔ پھولوں کی مہک۔ راہ گزروں کا دماغ معطر کرتی۔ راہ گیروں کے مشام جان کو معنبر کرتی تھی۔ گو اجودھیا میں ایک سے ایک صاحب اقبال۔ ایک سے ایک صاحب جاہ و جلال۔ فرمانروا گذرے۔ مگر راجہ دسرتھ میں کچھ اور ہی بات تھی۔ دستِ خیر وہ کہ بادیہ و شاہد۔ تال و مثال وہ کہ راستی کا شاہد۔ راجہ دسرتھ بعدم کرم میں مشہور و معروف تھے بہم صفت موصوف تھے۔ جو عہد معدلت عہد میں جو تھا۔ خوشحال تھا۔ فارغ البال تھا۔ امیر دل

کے یہاں ہاتھی جھولتے تھے۔ تو غریب بھی چار پیسوں پہ پھولتے تھے۔ جھونپڑوں پر نام و نشان
نہ تھا۔ جس میں بڑے بڑے مکیں نہ ہوں۔ کوئی مکان نہ تھا۔ مکانوں کی آرائش کا کیا
پوچھنا۔ زیبائش کا کیا کہنا۔ دروازے میں سنہری پردے پڑے تھے۔ زرنگار محرابوں میں
چاند ستارے جڑے تھے۔ بازاروں میں تجارت کی گرم بازاری۔ رات دن راستے جاری۔ ہر مکان
نزد زمانہ۔ ہر گھر میں آئینہ خانہ۔ تصویر خانہ۔ مصوروں کی دستکاریاں در و دیوار سے نمایاں۔
نقاشوں کے فن نقاشی کی خوبیاں۔ نقش نگار سے عیاں۔ وہ وہ شاعران شیوہ بیان و
نازاں شیریں زبان بستے تھے۔ جن کے کلام سے امرت کے مینہ برستے۔ نہ کوئی مفلس نہ کنگال
تھا۔ ہر ایک دولت دنیوی سے مالامال تھا۔ پرانے گھروں کا نام و نشان نہ تھا۔ کوئی غریب
سے غریب کا مکان نہ تھا۔ جس میں عیش و عشرت کا سامان نہ تھا۔ محلے دو محلے کا کیا ذکر
ہر عمارت سر بفلک تھی۔ گنبدوں اور برجیوں میں برج آسمان کی چمک و دمک تھی۔ دیشائیں
رنڈیاں سر سے پاؤں تک جواہرات میں غرق۔ تصویر برق بنی ہوئی۔ آنکھوں کو صناعی قدرت
کی سیر دکھاتی۔ اور چاند سورج کو شرماتی تھیں۔ مردانہ طائفے۔ گندھربوں کو شرماتے اور اپسراؤں
کو انگلی پر نچاتے تھے۔ کون گھر تھا جس میں خانہ باغ یا پائیں باغ نہ ہو۔ کون گلزار ہمیشہ
بہار تھا۔ جس کے پھول پنکھڑی کے حسد سے لالہ گلشن کشمیر کے سینے پر داغ نہ ہو۔ آنولے
کے درختوں کی ہر جگہ قطار تھی۔ شال کے چھتنارے درختوں کی چار طرف بہار تھی۔ شہر
کے اردگرد فصیل۔ امن و امان کی سبیل۔ موقع موقع پہ خندقیں اور کھائیاں۔ گلی
گلی رستے رستے میں صفائیاں۔ نہ چور کا کھٹکا نہ راہزنوں کا ڈر۔ نہ دشمنوں کا خوف۔ نہ
سرکشوں کا خطرہ۔ ہاتھیوں سے شہر جنگل بن نظر آتا تھا۔ قدم قدم پہ گھوڑا ہنہناتا تھا۔ گایوں
کے بوجھ سے گاؤ زمین دبی جاتی تھی۔ مویشیوں کی جماعت شمار میں نہ آتی تھی۔ روئے زمین
کے فرمانروا آستان دولت پہ ماتھا رگڑتے تھے۔ راجہ دسرتھ کے قدم پکڑتے تھے۔ جو تھا
باجگذار تھا۔ خراج گزار تھا۔ دور دراز ممالک سے ملک التجار آتے تھے۔ کماتے کماتے گھر سے
اور موجیں اڑاتے تھے۔ راجہ کے ایوانات کی کیا بات۔ سونا ہی سونا۔ جواہرات ہی جواہرات
کا ڈھیر تھا۔ جو خزانچی تھا۔ وہ اپنے وقت کا کوبیر تھا۔ مندر چھوٹے یا بڑے تھے۔ سب
کے سب جواہرات جڑے تھے۔ مکانات کی بلندی پہ طائر خیال کی رسائی نہ تھی۔ لب بام
پہ مرغ نظر کو بھی جرأت جلوہ آرائی نہ تھی۔ جلوتیں جدا تھیں۔ خلوتیں جدا۔ مردوں کے لئے
علیحدہ قیامگاہیں تھیں۔ عورتوں کے لئے جدا آرام گاہیں۔ ہر گھر میں طرح طرح کی رنگ
آمیزیاں تھیں۔ نقاشوں کی طلسم خیزیاں تھیں۔ جا بجا سونے کی دیواریں اٹھی تھیں۔

جواہرات کی پچکاریاں بھی تھیں۔ راستے میں شانے سے شانہ چھلتا تھا۔ پیک صبا کو بھی مشکل سے راستہ ملتا تھا۔ مکان پہلو بہ پہلو ایوان زانو بہ زانو۔ ہر گھر میں تنچمین کا جھنکار تھا۔ جو زردار و مالدار تھا۔ آب چاہ ذائقہ میں عرق نیشکر تھا۔ سرجو کا پانی قند مکرر تھا دندبھی کی خوش نوائی تھی۔ بین کی نغمہ سرائی۔ نوبت نقارے بدھائیاں گاتے تھے۔ شہنائی وکرنا خوشی کے ڈنکے بجاتے تھے۔ رتھ وہ کہ سورج کا رتھ گرد نہ پائے ہوا پیچھے رہ جائے یہ سب کچھ جو بیاں ہوا۔ وہ تو پرانی کہانی روداد باستانی تھی۔ جب سے راجہ دسرتھ سریر آرائے جہانبانی و تاج پیرائے کشورستانی ہوئے۔ راج کا رنگ ہی اور ہو گیا۔ سب جگ سے بھی بڑھ کر عمدہ دور ہو گیا۔ راجہ خود شستر ودیا کا دھنی و دولت و شجاعت و قوت سے غنی تھا۔ بیروں کے ٹڈی دل اکھٹے تھے۔ دنیا کے خیالوں اور جنگ آزماؤں کے دانت کھٹے تھے۔ دسرتھ کی جھوٹ ضرب المثل تھی۔ جرأت بے بدل جس پر شست لگائی۔ تکہ بوٹی کر کے دکھلائی۔ جس کا نخل زندگی نظر سے تاکا اکھاڑا۔

راجہ دسرتھ کا اصول معقول تھا۔ کہ جب موقع جنگ ہوا۔ کار تیغ و تفنگ ہوا۔ جو منہ آئے ان کی گردن جھکائے۔ جو سر چڑھے۔ اس کو بٹی کھلائے۔ جو زخم کھا کر گرا۔ اس کا گویا مقدر پھرا۔ جان سے امان ہو گئی۔ گلے پر تیغ نہ رواں ہوئی۔ باپ نشانہ تیر قضا ہوا ہو۔ صف اعدا میں دم فنا ہوا ہو تو اولاد پر نظر عنایت تھی۔ جان بخشی کی رعایت تھی۔ خیال تھا سلسلہ حسب و نسب نہ شکست ہو۔ بقائے نسل کا بندوبست ہو۔ خلاصہ یہ کہ بہادران صف شکن و مردان ضیغم افگن رن سے منہ نہ موڑتے تھے۔ دشمن کو نیچا دکھا کر چھوڑتے تھے۔ عساکر سلطانی و لشکر خسروانی میں ایسے ایسے دل کے شیر تھے۔ وہ دہ دلیر تھے۔ کہ خرطوم فیل ہاتھ سے مروڑ دی۔ شیر کی کلائی توڑ دی۔ ببر سے مجادلہ ہوا۔ تو پسلیاں مسل دیں۔ ببر سے مقابلہ ہوا۔ تو ہڈیاں کچل دیں۔ نہ ہاتھ میں تیر و خدنگ نہ تیغ و تفنگ ادھر چیتا آیا۔ ادھر ایک طمانچہ میں چیتا نہ بچا۔ شیر نے غزا کے پنجہ مارا۔ ادھر شیر بچے نے موت کی گھاٹ اتارا۔ پیٹ کیا دانت میں بھی خون نہ بچا۔ فوج ظفر موج اور لشکر کے بہار تھی۔ ایسے ایسے پامرد اور صف شکنی میں فرد تھے گردش گھیا رہ نہ اوکے دل میں ایک بھی بل جائے۔ تو نوج مخالف بات کرتے خاک میں مل جائے اور پھر لطف یہ کہ آپ بال بال بچیں۔ کوئی رویاں تک نہ میلا کر سکے۔ مجال کیا کہ دامن شمشیر بھی لہو سے بھر سکے۔ پہلے تلوار شن سے جگر میں بیٹھی۔ اور وہاں سے نکلی۔ پھر غنیم کی روح بدن سے نکلی۔ سینہ توڑا اور صید نے چلا چھوڑا۔ غنیم کا وار کوئی دسکا رگر

نہ ہونے پاتا۔ کوئی زبردست سے زبردست زیر نہ ہونے پاتا۔ اجودھیا کے مرد و زن شکل شمائل میں فرد تھے۔ پیشانی مہر نیمروزہ کی طرح چمکتی کندن کی طرح دمکتی تھی۔ دید از بر۔ شاستر زبان پر جہالت کی جڑ بنیاد نہ تھی۔ کون تھا جس کو کامل استعداد نہ تھی۔ براہمن کامل زمانہ۔ فاضل یگانہ ویاکرن کے دانائے عقائق۔ سانکھ کے کاشف و فائق۔ بنیائے میں فرد آفاق۔ جوتش میں تاک۔ اہل شہر سخی و باذل۔ خورد و کلاں دریا دل۔ داد و دہش سے کام تھا۔ خیر و ثواب سے نام تھا۔ دان سے سروکار۔ دروغ گوئی سے عار تھا۔ سولی پر بھی ایمان کی کہتے تھے۔ کسی حال میں راست بیانی سے باز نہ رہتے تھے جانتے تھے کہ

ساچ برابر تپ نہیں جھوٹ برابر پاپ
مانتے تھے کہ آنچ نہیں ہے ساچ کو ست کو بڑو پرتاپ

اس عہد دولت مہد میں اجودھیا رشیوں منیوں کا دنگل تھا۔ آدمیوں ہی آدمیوں کا جنگل تھا۔ باشندگان شہر جامہ انسانیت تھے۔ جامہ آدمیت تھے۔ فرشتہ خوئی گھٹی میں پڑی تھی۔ دھرم کی تصویر آئینہ دل میں جڑی تھی۔ قصہ کوتاہ عجب زمانہ تھا۔ عجب شاہی کارخانہ تھا۔ زبان میں طاقت گویائی نہیں۔ قوت ناطقہ کو تاب مدح سرائی نہیں۔ پس مصداق

خاموشی از ثنائے تو حد ثنائے تست

اختصار مطلب ہے۔ اور مفصل بیان دوسری طرف طول سخن ہونے کا سبب۔

سرگ ۔ ۶

راجہ دسرتھ کی عملداری کے حالات کا لب لباب

لوکش جی پھر فرماتے ہیں۔ کہ سورج بنسی میں راجہ دسرتھ اس طرح تھے جیسے کہ باغ میں گلاب کا پھول۔ تالاب میں کنول۔ ستاروں میں چندرماں۔ سپت رشیوں میں سورج علے ہذا یہ بڑے دھرماتما تھے۔ دست خیر لاجواب تھا۔ جوش فیاضی انتخاب۔ یگیہ کرنے کے بڑے شائق تھے۔ اپنے آباؤ اجداد پر بھی فائق تھے۔ صورت وہ تھی مورت وہ تھی کہ آدمی اُن کو دیکھا ہی کرے۔ اور پھر بھی جی نہ بھرے۔ جس کی نظر پڑ جاتی خط و خال پر گڑ جاتی۔ صورت کیا تھی۔ مہر پہ تنویر تھی۔ منہ سے بولتی چالتی پھرتی

نور کی تصویر تھی۔ اس عیش و آرام اس خوبی انتظام سے فرمانروائی شش جہات کی۔ کہ راجہ اندر کی حکومت مات کی۔ رعایا بھی کوئی عصیاں شعار نہ تھا۔ بد اطوار نہ تھا۔ سب کے سب فضائل میں وحید زمانہ۔ صفائی میں یگانہ۔ راستی شعار۔ دھرم سے پیار۔ مفلسی کو کوئی جانتا ہی نہ تھا۔ بے زری کو پہچانتا ہی نہ تھا۔ سب گھر آباد۔ سارے مکیں دلشاد اہل خاندان مطلوب و طالب تھے۔ محبتوں میں ایکدوسرے پر غالب تھے۔ دانا رے مطلب تھے۔ بس عند ہے۔ کہ یک جان و دو قالب تھے۔ نہ کسی سے لگاوٹ نہ کسی سے چھیڑ چھاڑ۔ نفس امارہ پر دھرم کا کوڑا تھا۔ بد چلنی کا توڑا تھا۔ لامذہبی کی کچھ کائنات نہ تھی۔ کفر کی کوئی بھی بات نہ تھی۔ خانہ دار میٹھے میٹھے پکوان کھاتے تھے۔ چھپن بھوگ گے مزے اڑاتے تھے۔ عند لبس میں تھا۔ غیظ و غضب بند قفس میں تھا۔ بیوقوف و جاہل چراغ لے کر ڈھونڈنے پر بھی نظر نہ آتے۔ کودن بھی تھے۔ تو وہ بھی دید شاستروں کو فر فر سناتے تھے۔ عورتوں کو مردوں کی طرف نظر اٹھانا بمنزلہ قسم تھی۔ ہر وقت چشم ادب گھونگھٹ میں خم تھی۔ بیوگی کے عالم میں اور ہی دستور تھا۔ دوسرے مرد کا منہ دیکھنا ہی نامنظور تھا۔ نادانستہ مبلنے سے بدن چھو بھی جائے۔ تو پراشچت سے دفع گناہ ہوں۔ البتہ سے عند خواہ ہوں۔ جب بہ حالت تھی۔ تو پھر خاوند کی وفات کے بعد فکر ازالہ کا ہش معلوم۔ کوئی بھی استری دھرم سے نہ چکتی تھی۔ پرائے مرد پر دور سے تھوکتی تھی۔

براہمن بھی افضل تھے۔ عالم باعمل تھے۔ وید شاستر کے مطالعہ سے کام تھا۔ حفظ مراتب قومی میں نام تھا۔ خود دان کرتے تھے۔ اپنا کلیان کرتے تھے۔ دوسروں کے دان لیکر سچے دل سے اشیرباد دیتے تھے۔ تو مراد دیتے تھے۔ ناجائز دان پر تف نہ کرتے تھے۔ ہاں بججان کا نقصان ہوتا ہو۔ تو خود جان تک قربان کر دیتے۔ خود بھی دان لیں اور خود بھی دان کریں۔ بید شاستر بھی پڑھاتے تھے۔ اپنی لیاقت بھی بڑھاتے تھے۔ نہ خودی تھی نہ کسی کی بدی تھی۔ دائرہ حکومت و احاطہ سلطنت میں نہ کوئی راہ طریقت بھولا تھا نہ لنگڑا نہ لولا تھا۔ جو تھا قناعت گزیں تھا۔ ہر دو استغنا سے مستحق آفریں تھا۔ سب ہمدرد خاص و عام تھے۔ حب الوطنی کے بندہ بے دام تھے۔ بہتری خلائق خو ان میں تھی۔ ہوا سے نفسانی قابو میں تھی۔ سب عمر طبعی پاتے تھے۔ زندگی کا لطف اٹھاتے تھے۔ کوئی غم فرزند سے ناشاد نہ تھا۔ فرد واحد بھی بے اولاد نہ تھا۔ کیا چھتری۔ کیا ویش اور کیا شودر سب براہمنوں کو مانتے تھے۔ نجات بخش جانتے تھے۔ راجہ دسرتھ کے راجسی ٹھاٹھ باٹ کا کیا ٹھکانہ۔ شان و شوکت کا کیا موازنہ۔ ہاتھی گھوڑوں کا جمگھٹا تھا۔ زر و جواہر سے

خزانہ پٹا تھا۔ ہاتھی اندر کے ایراوت کو شرماتے تھے۔ گھوڑوں سے سورج کے گھوڑے لجاتے تھے۔ راجہ دسرتھ کے محلات نے آٹھ کوس تک کی زمین گھیری تھی۔ جہاں شام کو وہی سامان عیش تھے۔ وہی سویرے تھے۔ راجہ دسرتھ کا وہ اقبال لازوال وہ جاہ و جلال تھا۔ کہ بدر بھی پیشانی روشن کے سامنے ہلالی تھا۔ فرمانروایان عالم میں یہ آپ اپنی نظیر تھے۔ یہ مہر پہ تنویر تھے ٭

سرگ ۷

راجہ دسرتھ کے انتظام حکومت کی مختصر کیفیت

اب راجہ دسرتھ کے انتظام حکومت کی قدرے تشریح کی جاتی ہے۔ جس کو سمرتی کی بھی وقعت حاصل نہیں۔ مگر بمصداق مشتے نمونہ از خروارے۔ کچھ معلومات کے لئے مفید ہی ہو گی نہ کہ غیر مفید۔ راجہ دسرتھ کے دربار میں دو قسم کے وزرائے نامدار تھے۔ ایک امانیہ دوسرے باس برتی۔ امانیہ وہ جو ممالک محروسہ اور کل قلمروشاہی کے سفید و سیاہ نظم و نسق کا ذمہ وار اور دیگر وزرائے سلطنت داعیان حکومت اس کے زیر قلم ہوں۔ باس سے امراد اُس وزیر یا وزیروں سے ہے۔ جن کے لئے ہر موقع پر حاضری دربار گوہر بار دستور عدیم النظیر فرض و لازمی تھی۔

ان امانیہ اور باس برتی وزرائے حکومت و اراکین سلطنت میں سے راجہ دسرتھ کے یہ آٹھ وزیر با تدبیر خاص نفس ناطقہ تھے ہے

دھرشٹ۔ جینیت سجے۔ شورانشٹر۔ سومنز۔ دھرم پال۔ اسوک۔ راشٹر بردھن۔

یہ تو وزیران خاص و مشیران با اخلاص کا ذکر ہوا۔ ان کے علاوہ چھ برہمرشی بھی شریک مشورت و ہمرائے مصلحت رہتے تھے۔ ان کے نام نامی حسب ذیل ہیں ٭

گوتم۔ کشیپ۔ جابالی۔ سوجگیہ۔ مارکنڈے۔ کاتیائن۔

یہ عابدان پرہیزگار و مرتاضان فخر روزگار ویدوں کے عالم اور علم کشف و کرامات میں کامل تھے۔ مروت میں فرد آفاق۔ اندریاں جیتنے میں مشتاق۔ نہ کسی چیز کے طالب نہ کوئی خواہش ان پر غالب نہ غیظ و غضب سے آگاہ۔ نہ شہرت و نمود کی چاہ ٭

دل میں یہ آزادی خیال تھی۔ کہ راجہ دسرتھ کو کوئی بھی خلاف بات کرنا محالی تھی۔ اگر راجہ کا خیال بگڑتا۔ تو ان کا ہاتھ زبان و قلم پکڑتا تھا۔ ممکن نہ تھا۔ کہ مہاراج ناانصافی

کر سکتے ۔ نہ راستی کا دم بھر سکتے ۔ اوّل تو راجہ دسرتھ کو خود ہی راستی و انصاف کا خیال تھا ۔ ترکِ انصاف محال تھا ۔ مگر ہیں بشریت سے بھی کچھ بھول ہوتی ۔ تو معروف الصدر رشیوں کی طبیعت طول ہوتی ۔ وہ راجہ کی بات اکھنے میں کبھی لگی لپٹی نہ رکھتے تھے ۔ راجہ بھی الخراف کا نام نہ لیتا تھا ۔ یہ مرتاضانِ کامل و عابدانِ عالم و فاضل بڑے ہی مجز پسند تھے ۔ بہت ہی دانشمند تھے ۔ جب بات کرتے منہ سے پھول جھڑتے معلوم ہوتے ہیں ۔ امرت کی بارش ہوتی دکھائی دیتی تھی ۔ ان کا دل تھر تھراتا کانپتا رہتا تھا ۔ کہ کہیں بے اصولی بات ہو جائے ۔ تو بس ساری ریاضت و عبادت کا کمال ایک دم سے گر جائے ۔ اور اس پر آئندہ کا عذاب مزید براں امر ناصواب اجر المضاعف ۔

یہ لوگ جب مشورہ دیتے ۔ سرسبزی جہانبانی کی ۔ ترقی خاندانی کی ۔ افزونی حکمرانی کی کشورستانی کی ۔ عامۂ خلائق پر مہربانی کی ۔ کامیابی و کامرانی کی ۔ نام نیک سے حیات جاودانی اور لطف زندگانی کی ۔

یہ بزرگ جو مصلحت پیش کرتے ۔ وہ پہلے آپس میں طے کرتے ۔ ایک دوسرے کی رد و قدح تائید و تردید ۔ ترمیم و تنسیخ کے بعد خلاصہ یہ کہ ہر مصلحت اور ہر مشورت بڑے بڑے دانشمندوں کے دماغ سے نکل کر جب مستند ٹھہرتی ۔ تب اس پر عملدرآمد ہوتا ۔ راجہ دسرتھ کو بھی منصب نہ تھا ۔ کہ خود رائی کرکے کبھی شیر کی طرح بپھر سکے ۔ اس کو بھی کان دبائے رہنا پڑتا تھا ۔ ایک ایک شاستر ہزار ہزار تجربوں سے جکڑتا تھا ۔ سزا و جزا کا شاستر کی رُو سے پورا انتظام تھا ۔ انصاف پسندی ہی سے کام تھا ۔ اگر بیٹا بھی موردِ الزام ہوتا تو اس کا بھی قضیہ تمام ہوتا ۔ نہ مروت کو دخل تھا نہ لحاظ کی ضرورت نہ سفارش سے جانبری کی شکل تھی نہ رہائی کی صورت ۔

وزرائے حکومت و امرائے سلطنت وہی مشورت کرتے تھے ۔ جس سے سلطنت کی ترقی حشمت و جاہ ہو ۔ رعایا کی فلاح و رفاہ ہو ۔ محکمہ جنگی سرکشانِ زمانہ کے ہوش اڑاتا تھا ۔ سورماؤں کے سر جھکاتا تھا ۔ جس نے سر اٹھایا ۔ اسی کو نیچا دکھایا ۔ جس نے سرکشی کی ۔ اس پر لشکر کشی کی ۔ زورِ بازو دکھایا ۔ غنیم کا سر جھکایا ۔ وزرائے باتدبیر و مشیرانِ ذی توقیر عدیم النظیر تھے ۔ اور عناصر کی طرح ایک ایک کا دستگیر ۔ جب کسی مشورے کی پختہ درز ہو جاتی ۔ تب زبان پر آتی ورنہ اظہار بے سود یکساں عدم و وجود راجہ دسرتھ کے دورِ حکومت میں نہ چوری تھی نہ چکاری ۔ نہ لوٹ کھسوٹ نہ لے ماری ۔ زمین روپیہ اگلتی تھی ۔ اوچھے سے اوچھے زمیندار کی ہنڈی چلتی تھی ۔ دھرم کا پرچار تھا ۔ ادھرم مردود روزگار تھا ۔ جو تھا نیک چلن ۔ ایک سخن ۔ وفا شعار ۔ نیک کردار ۔ صداقت پسند ۔ عقیدت مند ۔ ایماندار ۔ پرہیزگار ۔ غیظ و غضب سے بری

جنس راستی کا مشتری - چور چوری سے دل چراتے تھے۔ بے شرم بے حیائی کی باتوں سے شرماتے تھے۔ دنگہ فساد بغض و عناد داد بیداد آہ و زاری کا نام نہ تھا۔ اگر لڑائی تھی۔ تو علمی جنگ آزمائی تھی تو قلمی۔ شاستر کے مطالب پر لوگ جھگڑتے تھے۔ ویدوں کے مفہوم پر لڑ پڑتے تھے۔ صفائی پوشاک مدِ نظر تھی۔ کپڑوں کی چمک تھی بساکھشاں کی طرح منوّر تھی۔ پاکیزگی کا وہ خیال تھا کہ بس گنگا جی میں اشنان کرنے کا سا حال تھا۔ اکادشی کا برت رہتے تھے۔ رات دن الشعور البشور کہتے تھے۔ راجہ اپنے دھرم کرم فیض عام اور راج نیت میں انتخاب زمانہ تھا۔ تو رعایا میں سے ہر فرد بشر اپنے اوصاف و اطوار میں وحید و یگانہ کل رعایا اپنے والیٔ ملک کو مایۂ رفاہ جانتی۔ اور سرمایۂ عز و جاہ مانتی تھی۔ راجہ ان کو گلزار حکومت کا باغبان چمن سرو وسمن جانتا اور نخلبند گلشن حکمرانی مانتا تھا۔ نہ کہیں کلام سخت و درشت سننے میں آتے تھے۔ نہ خار الفاظ سست چبھتے ہیں۔ راجہ دسرتھ اپنے گھر بیٹھے رہتے تھے۔ اور روئے زمین کا پل پل کا حال معلوم ہوتا رہتا تھا۔ سارے روئے زمین کی باتیں نہ جانیں۔ کونسا فرشتۂ غیب کان میں کہتا تھا۔ دنیا کی بات بات گویا پیشِ نظر ہی تھی۔ جو کچھ ہوتا تھا۔ اس کی پہلے خبر ہی تھی :۔

سرگ ۔ ۸

راجہ دسرتھ کی اولاد کے لئے بیقراری اشومیدھ جگیہ کی تیاری

سری لو اور کش جی مائل ترنم ہیں۔ کہ مہاراجہ دسرتھ نے عمر بھر وہ عیش و آرام کئے کہ اندر کو بھی عمر بھر میسر نہ ہوئے ہوں گے۔ مگر افسوس بڑھاپا آگیا۔ صبح پیری آتے ہی شب جوانی کا چراغ جھلملا کر گل ہوگیا۔ دنیا نظر میں اندھیری تھی۔ کہ ہائے کوئی گھر کا چراغ نہیں تاج میں کوئی گوہر شب چراغ نہیں۔ ہر وقت یہ اشعار وردِ زبان تھے ؎

سفید ہے رنگ ہوئے سر کا چراغ بجھنے کو ہے سحر کا
نہیں ہے گھر میں چراغ گھر کا یہ کیا غضب ہے یہ کیا غضب ہے
بصر ہے نورِ بصر نہیں ہے نظر ہے نورِ نظر نہیں ہے
جگر ہے لختِ جگر نہیں ہے یہ کیا سبب ہے یہ کیا سبب ہے
نہ ہو جو روشن چراغ گھر میں اندھیرا چھائے نہ کیوں نظر میں
نہ ہے ضیا نیّرِ سحر میں نہ روشنی چراغِ شب ہے

ہیں نصیب آنکھ کا جو تارا ہے لوٹے افکار کا نظارہ
ہو زندگی کا کوئی سہارا یہی طلب ہے یہی طلب ہے؟

بغیر دل بند و راحت جاں ہے جان و دل مضطر و پریشاں
یہ دل ہی گریاں وہ دل میں نالاں یہ نیم جاں ہے بہ جاں طلب ہے

افق شجر کیا جو بے ثمر ہو۔ صدف وہ کیا ہے جو بے گوہر ہو
بشر وہ کیا ہے جو بے بصر ہو کہ بے نگیں زیب تاج کب ہے

راجہ دسرتھ کو حسرت فرزند میں خواب و خور حرام تھا۔ فکر و تردد سے کام تھا۔ وزیران باتدبیر و مشیران روشن ضمیر نے صلاح دی کہ جگیہ کیجئے اولاد لیجئے۔ اشومیدھ جگیہ سے سب بپار مٹتے ہیں۔ غنچہ مراد کھلتے ہیں۔ راجہ کو تجویز پسند آئی۔ اشومیدھ جگیہ کی دھوم مچائی۔ اعاظم اور پاس بستی رشیوں کو بلایا۔ پروہتوں کو یاد فرمایا۔ سومنتر سب کو لایا۔ راجہ نے مطلب دل کہہ سنایا۔ دس روز تک دربار رہا۔ سوچ بچار ہوا۔ رد و قدح اور غور و فکر کے بعد سب متفق الخیال اور متفق اللفظ ہوئے۔ کہ ہاں جگیہ ضرور ہو۔ کہ چراغ خاندان پر نور ہو۔ بس تامل سے منہ موڑیئے۔ جگیہ کا گھوڑا چھوڑیئے۔ ایشور کی بڑی بڑی باتیں ہیں۔

پربھو کی مہما برنی نہ جائی
جگت بگت اور اوگن سوگن مت کر پربھو تائی
رائی کو پربت کر ڈالے پربت کو کرے رائی

آپ کو ایک فرزند کی خواہش ہے۔ ایک نور نظر کیلئے کاہش ہے۔ وہ چاہے تو اولاد سے گھر بھر دے۔ سب رانیوں کو بارور کر دے۔ آپ دھرماتما ہیں۔ دھرم کا سہرا آپ کے سر ہے۔ پس دھرم بھی آپ کا مددگار رہیگا۔ دیکھ لیجئے گا۔ ضرور بیڑا پار ہوگا۔

وزیروں کی مشورت سے راجہ کے دل پر خوشی چھا گئی۔ تجویز دل لبھا گئی۔ فوراً صاد ہوا۔ ہتھیلی پر سرسوں جمانے کا ارشاد ہوا۔ بششٹ جی کی نگرانی میں کام ہونے لگا۔ سرجو کے کنارے جگیہ منڈپ کی تیاری کا اہتمام ہونے لگا۔ دھرم شاستر کی ہدایت پر تمام کارپردازوں نے صفائی قلب و پاکی نفس منظور کی۔ ناپاکی ہوا و ہوس دل سے دور کی۔ ہر وقت پاس تھا۔ کہ کسی طرح کسی کی دلآزاری نہ ہو۔ کوئی خواب میں بھی مائل گریہ و زاری نہ ہو۔ برہم راکشسوں کی تعدی کی پیش بندی کی گئی۔ خلل اندازوں کی روک تھام کیلئے دانشمندی برتی گئی۔ برہم راکشسوں کے قدم نہیں لگی ہوتی۔ برہمن وید پاٹھی ہیں۔ شاستر سمجھا جاننے والا ہے۔ لیکن بھگتی بھاؤ نہیں۔ دھرم کا چاؤ نہیں۔ اچھے کاموں کا وہ دشمن ہے۔ کرودھی ہے

جگیہ میں خلل انداز ہوتا ہے۔ امور خیر میں فتنہ پرداز ہوتا ہے۔ اسی کو برہمہ راکشس کہنا چاہیئے اُسی سے دھرم کا کام کرتے وقت ہوشیار و خبردار رہنا چاہیئے۔ چنانچہ ان کے سدباب میں سرگرمی سے کام لیا گیا۔ خوب چوکسی کا انتظام کیا گیا۔

رشی جگیہ کا انتظام دیکھ کر نہایت خوش ہوئے۔ راجہ کو اشیرباد دیا۔ اور یہ کہہ کر تپوبن کا راستہ لیا۔ کہ جب سامان تیار ہو۔ جگیہ پر دیئے کا سہو۔ تو ہمیں نوید دیجئے گا یاد فرما لیجئے گا۔ راجہ نے سب کو بہت اعزاز کے ساتھ رخصت کیا۔ جو کچھ خیال میں تھا وہ دیا۔

اب راجہ نے وزرائے دولت و اراکین سلطنت کو ارشاد کیا۔ خیال رہے۔ خوب دیکھ بھال رہے کہ ہر فرد بشر کیا ماتحت کیا افسر۔ پیر و جوان خورد و کلاں۔ سب پاک اوصاف رہیں۔ آئینہ دل گرد بد اطواری سے شفاف رہیں۔ نیک کام میں پاکیزگی نفس مقدم ہے۔ اگر یہ نہیں۔ تو جگیہ کی کارروائی برہم ہے۔ خیر اب آپ لوگ اپنے اپنے گھروں کو جائیں۔ مذہبی کاروائیوں میں دل لگائیں۔ کل سویرا ہو تو ادھر بھی پھیرا ہو۔ دھرم پستکیں و کتب مذہبی ساتھ لیتے آئیے۔ ان میں جو جو احکام و ارشاد ہوں بتائیے کہ ان پر عمل درآمد کیا جائے۔ ہر کام میں انہیں کا مشورہ لیا جائے۔ دربار برخاست ہوا۔ وزیر گئے۔ مشیر گئے۔ راجہ بھی خورشید محل یعنی داخل محل ہوا۔ دھرم شاستروں پر نظر جما دی۔ احکام مذہبی پر عقل لڑا دی۔ رانیوں سے فرمایا کہ جگیہ کا انتظام ہے۔ کوشش لگائے نام ہے۔ پاکیزگی نفس و صفائی جسم کی پوری احتیاط رہے۔ خیالات فاسد دل میں جگہ نہ پائیں۔ کوئی ایسی بات نہ ہو۔ جو احکام شاستر کے خلاف اور جگیہ کے زمانہ میں ناموزوں ہو۔

سرگ ۔ ۹

سنت کمار جی کی پیشین گوئی سومنت کی زبانی راجہ دسرتھ کی لاولدی فکر اولاد۔ راجہ روم پاد کے یہاں شرنگی رکھی کی رونق افروزی۔ راجکماری شانتا اور رشی جی کا گٹھ بندھن سومنت کی شرنگی رکھ کو بلانے کیلئے تجویز

"راجہ دسرتھ تخلیہ میں ہیں۔ سومنتر (سومنت) کی یاد ہوئی۔ وزیر با تدبیر زمین بوس ہوا۔ دعائے خیر و مجرا کہہ کر گذارش کی۔ پرتھی ناتھ کیا ارشاد ہے؟"

راجہ دسرتھ:۔ رکھیشروں اور پنڈتوں نے تو طے کر دیا ہے کہ جگیہ ضرور ہو۔ اب آپ مشورہ دیں۔ کہ کیا کرنا چاہیئے؟

سومنت:۔ پوران میں پڑھا ہے اور مہاتماؤں سے سنا ہے۔ ایک روز مجھے برہم لوک جانے کا اتفاق ہوا تھا۔ وہاں دیکھا۔ تو رکھیشروں کا خاصہ مجمع تھا۔ سنت کمار جی گوہر افشاں تھے۔ کہ تریتا جگ میں سری راجہ دسرتھ رگھو بنسیوں کے آفتاب خاندان ہوں گے۔ شباب گزرے گا۔ جوانی گھٹیگی۔ بڑھاپا آئیگا۔ مگر فرزند نرینہ نہ ہوگا۔ انہیں کے زمانہ میں شرنگی جی بھبانڈک رشی کے نور نظر ہوں گے۔ اور کشف و کرامات میں وہ کمال حاصل ہوگا۔ کہ فخر زمانہ سمجھے جائیں گے۔ اُن کا ایک لمحہ بھی تپسیا بغیر نہ گذرے گا۔ جنگل ہی میں رہیں گے۔ آبادی کی طرف رُخ بھی نہ ہوگا۔ آدمیوں کی صورت سے ناآشنا رہیں گے۔ پتا کی فرمانبرداری جان کے ساتھ رہے گی۔ برہمچرج کے ایسے پابند ہوں گے۔ کہ شادی کے بعد بھی عورت سے واسطہ نہ ہوگا۔ اگنی ہوتر کے کمالات اشاروں میں چلیں گے۔ ان کے فضائل کے دور میں راجہ روم پاد انگ دیش کا فرمانروائے صاحب اقبال ہوگا۔ جو بستر غفلت پر محو خواب ہو کر فرائض حکومت نظر انداز کر دے گا۔ یہاں تک کہ آثار خرابی پیش نظر ہوں گے۔

راج نیت میں مرقوم ہے۔ کہ جہاں راجہ نے اپنے فرائض منصبی سے روگردانی یا چشم پوشی کی سمجھ لیجئے۔ کہ رعایا پر بلائیں آئیں۔ پانی بھی برسنا۔ زمانہ ایک ایک دانہ کو ترستا ہے۔ چنانچہ راجہ روم پاد کی غفلت شعاریوں اور غلط کاریوں سے بعینہ وہی سامان پیش ہوں گے۔ اُس کی آنکھیں کھلیں گی۔ تو کئے ہوئے کو پچھتائیگا۔ برہمنوں کو بلائے گا۔ درد دل سے کراہیگا۔ مدد چاہیگا۔ برہمن ابھی غور و فکر ہدایت کریں گے۔ کہ کنیاں دان کیجئے۔ تب پاپ گھٹے۔ رعایا بلا کی تکلیف مٹے۔ شرنگی رکھی کو بلوائیے۔ شانتا کی کا بیاہ رچائیے۔ جہاں رشی کمار اور راجکماری کا گٹھ بندھن ہوا۔ بس سب مصیبتیں دور۔ نحس کا فور۔

راجہ روم پاد سوچیگا۔ کہ شرنگی رکھو تپاسی۔ برہمچاری آبادی سے متنفر آدمیوں کی صورت سے ناواقف۔ وہ میرے یہاں کیونکر آئیں گے۔ محض ناممکن ہے۔ بس برہمنوں سے فرمائے گا۔ کہ ان کے آنے کی صورت کیا ہے۔ پہلے اس کی تجویز ہونا چاہیئے۔ میری درخواست ہے۔ کہ آپ ہی تکلیف کریں۔ آپ سمجھائیں بجھائیں گے تو شرنگی جی ضرور تشریف لے آئیں گے۔ برہمن کانوں پر ہاتھ رکھیں گے ... ہی معاف فرمائیے ... بھبانڈک سے مشورہ ...

ڈستے اور شرنگی رکھ سے لرزتے ہیں۔ کہ نظر ٹیڑھی کریں۔ کوئی بد دُعا دے بیٹھیں۔ تو زمین آسمان میں کہیں ٹھکانہ نہ ہو۔ برہمن کے بچاتے بھی نہ بچیں۔ وہ بھڑ پڑے برہمچاری۔ یہاں کنیادان کا سامان ناراضگی رکھی ہوئی ہے۔ یہ سنکر راجہ غوطہ میں جاوے گا۔ برہمن بھی خاموش ہو جائیں گے۔ راجہ براہمنوں سے مایوس ہو کر بیسوا کو بھیجے گا۔ اس حکمتِ عملی سے شرنگی رکھ آجائیں گے۔ راجہ کنیا دان کرے گا؛

راجہ روم پاد کی تجویز کارگر ہو جاوے گی۔ وہ اپنے مقاصد میں کامیاب بھی ہو جاوے گا۔ شرنگی رکھ راجہ روم پاد ہی کے یہاں ٹھہریں گے۔ انہیں کے جگیہ کرنے سے راجہ دسرتھ کے یہاں اولاد پیدا ہو گی۔ سنت کمار کی پیشین گوئی سُنا کر سومنت وزیر مہاراجہ دسرتھ سے گویا ہوا کہ مہاراج جی شرنگی رکھ راجہ روم پاد ہی کے یہاں رونق افروز ہیں۔ آپ سے رشتہ دامادی بھی ہے۔ راجہ روم پاد آپ کے شفیق بلکہ رفیق بھی ہیں۔ ان کی لڑکی اور آپ کی لڑکی میں فرق کیا۔ اس لحاظ سے اُن کا داماد بھی آپ کا داماد ہوا۔ پس آپ شرنگی جی کو خود بلوائیں۔ وہ آگئے تو بس سب کام حسبِ مطلب حاصل اُن کے بغیر کامیابی مقاصد میں احتمال ہے۔ جگیہ کا انتہ پذیر ہونا محال؛

راجہ دسرتھ نے پوچھا۔ کہ بیسوائیں شرنگی رکھ کو لائیں۔ یہ کیسے؟

سومنت:۔ تخلیہ کی باتیں ہو چکیں۔ اب داستان مزے کی ہے۔ دربار میں سننے کا لطف آئیگا۔ یوں گپ چپ کے لڈو کی سی کیفیت ہو گی۔ حکم ہو تو دربار ہی میں عرض کروں؛

دسرتھ:۔ اچھا تو پھر اٹھو وہیں چلیں؛

سرگ۔ ۱۰

بیسواؤں کی حکمتِ عملی سے راجہ روم پاد کے یہاں شرنگی رکھ کے تشریف لانے کی سرگذشت۔ شانتا کماری اور رشی جی کی شادی

اجودھیا کا شاہنشاہی دربار ہے۔ رنگ جڑت وجواہرات سے مرصع سنگھاسن پر مہاراجہ دسرتھ رونق افروز ہیں۔ ملک کے عقیق و الماس کی چمک دمک پر نگاہ نہیں ٹھہرتی مسند زرکار موتیوں کی جھالروں اور جواہر نگار بیل بوٹوں سے آراستہ نادروں بھری رات [illegible]

کہ مہاراجہ پرتھو کے آفتاب اقبال اور قمر جاہ و جلال کی روشنی سے ایک عالم منور کر رہا ہے۔ مدبران با تدبیر قرینے سے اپنی اپنی نشستوں پر جلوہ فرمائیں۔ مشیران ذوی توقیر زانوئے ادب تہ کئے ہوئے اپنے اپنے مرتبے کے موافق رونق آرا ہیں۔ نگاہ روبرو کی آواز دربار میں گونج رہی ہے۔ جے جے کار کے نعرے بلند ہو رہے ہیں۔ یہ دربار گوہر بار ہے۔ اور یہ محفل سپہر مثال کل۔ اس میں آج نہ مہمات ملکی کا ذکر ہے۔ نہ سرکوبی غنیم کی فکر۔

سومنت سنگھاسن کے قریب مہاراج کے دست راست پر مائل گوہر افشانی ہے۔ زبان یوں رقم طراز رطب اللسانی ہے۔ کہ پرکتی ناتھ راجہ روم پاد مایوس ہو چکے تھے۔ وزیروں نے ٹکا سا جواب دے دیا تھا۔ پروہتوں نے دہائی کھینچی تھی۔ کہ ہم شرنگی رکھ کے پاس نہ جائیں گے۔ لیکن اتنا بتا دیا تھا۔ کہ شرنگی جی آج تک جنگل سے نکلے ہی نہیں۔ وید شاستر پڑھنے کے سوا کچھ نہیں جانتے۔ کہ دنیا میں کوئی اور بھی منظر ہے۔ تپشیا تو گویا گھٹی ہی میں پڑی ہے۔ آندھی آئے۔ پانی برسے۔ کچھ ہو تپ ہے اور وہ۔ وہ ہیں اور تپشیا۔ عورت کے تو نام سے واقف نہیں۔ پھر نفس پروری یا حسن پرستی کا کیا ذکر۔ پس تدبیر ہے تو یہ۔ کہ کشتیاں بہت سی عمدگی سے سجی سجائیں۔ نقش و نگار بھی ہوں۔ فرش زرکار بھی ہوں۔ پھولوں کی آرائش ہو۔ پھلوں کی زیبائش ہو۔ اس پر حسین حسین بیسوائیں سوار کی جائیں۔ وہ ناچتی کلیلیں کرتی موجیں اڑاتی جائیں۔ شرنگی جی کو لبھائیں۔ اور پھندے میں پھانس کر لے آئیں۔ لیکن بیسواؤں کو خوب سمجھا دیا جائے۔ کہ بھانڈک رشی کی موجودگی میں نہ جائیں۔ جب وہ ادھر ادھر ہوں۔ تب رشی کو اڑا لے آئیں۔ اگر بھانڈک رشی دیکھ پائیں گے۔ تو بس آتش بد دعا غضب ڈھائے گی۔ نظر قہر قیامت دکھا دے گی۔ پس مناسب ہے۔ کہ بیسواؤں کو بھجوائیے۔ رشی جی کو بلائیں۔ یوں ان کا آنا دشوار۔ دوسری تدبیر بیکار۔

راجہ روم پاد نے کہا۔ آپ خود جانا منظور نہیں کرتے۔ تو خیر یہی سہی۔ مگر بیسواؤں کو کون لائے۔ اور کچھ نہیں تو اتنا کام کیجئے۔ خود ہی بیسواؤں کو لانے کا انتظام کیجئے۔

برہمن بولے۔ ہم لوگ تو اس میں بے بس ہیں۔ مہاراج۔ جو راہ بتا چکے وہ آگے چلے۔ بہت اچھا۔ جو مرضی کہہ کر برہمن رخصت ہوئے۔ ڈھونڈ کر نازنیناں مہ جمال و حسیناں زہرہ تمثال لائے گئے۔ سب کے سب دلہن سنگار ہوئے۔ آفتاب و ماہتاب چاند کے ٹکڑوں کے چاند ایسے مکھڑوں پر نثار ہوئے۔ بیسوائیں کشتیوں پر سوار ہوئیں۔ کشتیاں گنگا جی کے پار ہوئیں۔ ٹھہری کہ بس یہیں قیام ہو۔ قرار پایا کہ ساحل پر مقام ہو۔ اس پر ایک عجیب رونق برستی تھی۔ شرنگی رکھ طلب اور یا تکنیہ کے مصداق تھے۔ یہ شہر سبب

حال کتھاسہ

هم جہاں بیٹھ گئے بیٹھ گئے
پھر جگہ سے نہیں ہلتے ہیں

شنجر کی صورت دہشت غربت اور اقامت عبادت تھی۔ اور ریاضت۔ عقیدت تھی اور پتا کی خدمت۔ خدمت تھی اور عظمت کیا تمیز کہ عورت بھی کوئی چیز ہے۔ کیا خیال کہ حسن و جمال بھی کچھ مال ہے۔ اتفاق کی بات کہ طبیعت میں لہر آئی۔ تو اشنان کے لئے گنگا جی کی طرف چل پڑے۔ ساحل پر پہنچے دیکھا کہ اندر کا اکھاڑا جمع ہے۔ خط و خال میں روشنی شمع ہے۔ کبھی چشم جادو سے آنکھ لڑی نہ کبھی چاند سے مکھڑوں پر نظر پڑی۔ پوشاک زرکار دیکھی تو دنگ ہو گئے۔ زیور جواہر نگار دیکھے۔ تو تاکی نیرنگ ہو گئے۔ خوش آوازی اور نغمہ پردازی نے دفعو شکست کر دیا۔ نرگس کی طرح ٹکٹکی بندھ گئی۔ سرو کی طرح سکتے میں کھڑے ہو گئے۔

بیسواؤں نے دیکھا۔ تو اٹھلاتی مسکراتی پاس آئیں۔ پوچھا کہ آپ کا نام۔ رہنے کا مقام۔ والد کا اسم و لقب۔ جنگل میں رہنے کا سبب۔ شرنگی رکھ نے خواب میں بھی ایسی صورتیں نہ دیکھی تھیں۔ علم ہی نہ تھا۔ کہ گلشن کائنات میں عورت بھی کسی گلاب کے پھول کا نام ہے جس پر مردوں کا بلبل دل جان فدا کرتا اور زرکدار کانٹوں سے بھی نہیں ڈرتا ہے۔ وہ ان جواہرات سے جڑی مصور حقیقی کے قلم قدرت کی کھینچی ہوئی حسن کی منہ سے بولتی چالتی تصویروں کو دیکھ کر پھڑک گئے۔ سمجھے کہ آج زندگی سپھل ہوئی۔ ایشور نے بڑا فضل کیا۔ اپنی وہ قدرت کاملہ دکھائی۔ جو دنیا کے پردے پر اب تک موجود نہ تھی۔ رعب حسن و عالم محویت و حیرت میں جواب دیا کہ بھانڈک رشی میرے پتا ہیں۔ شرنگی کے نام سے پکارا جاتا ہوں۔ تپسیا سے کام ہے۔ اسی جنگل میں قیام ہے۔ آپ زیندۂ کائنات و فخر موجودات جان کر آرزو مند ہوں کہ آپ لوگ ذرا تکلیف کریں۔ میری کٹی میں تشریف لے چلیں۔ دور چلنا نہیں۔ سکونت بہت ہی قریب ہے۔ میری خواہش ہے۔ کہ میں آپ سب کی خدمت کروں۔ ہاتھ دھلاؤں۔

شرنگی رشی برہم گیان میں مست تھے۔ وہ اسی دھن میں مگن رہے اور بیسواؤں کو نہ معلوم خلقت کو نین میں کیسا ممتاز و سرفراز سمجھے۔ ادھر بیسواؤں نے خیال کیا۔ کہ رشی جی منتر میں جکڑے گئے۔ جادوئے حسن کارگر ہو گیا۔ بس حد ہے کہ کٹی میں لے جاتے ہیں۔ مگر ذرا ٹیڑھی کھیر ہے۔ بھانڈک رشی وہاں ہوئے تو الٹے لینے کے دینے پڑیں گے۔ یہ سب اندیشے میں تھیں کہ شرنگی جی پھر خود ہی بول اٹھے۔ کہ آپ لوگ کچھ اندیشہ نہ کریں۔ بے تکلف تشریف لے چلیں۔ پتا جی تو چار روز سے مکان پر نہیں۔ کہیں تشریف لے گئے ہیں۔

مجھے بھی تنہائی گھلا رہی ہے۔ جنگل کاٹے کھاتا ہے۔ آپ سب چلیں تو ایک سے دو بھلے کی مثال ہوگی۔ میرا بھی دل بہل جائیگا۔ بیسوائیں دل ہی دل میں خوش ہو گئیں۔ کہ وہ مارا۔ وہ وہ پھانسا چیت۔ بس پالا جمارے ہاتھ۔ ہاتھوں میں کچھ خوشرنگ پھول۔ کچھ خوش ذائقہ پھل لئے۔ سُریلے سر تال سے راگ گاتی۔ بڑی خوش الحانی سے ترانے سناتی ہوئی ساتھ ہولیں۔ شرنگی رکھ آنکھیں بچھاتے ہوئے ہمراہ چلے۔ کٹی پر پہنچے تو بمصداق

غریب خانہ میں جو آئے لبس یہیں بیٹھے
گلیم سایۂ دیوار ہے۔ بچھی در پر

جنگلی درختوں کے پتوں کا فرش بچھا دیا۔ سب کو سر آنکھوں پر بٹھایا۔ جل چڑھایا۔ سروں پہ پھول برسائے۔ بیسواؤں کی کلی کلی کھِل گئی۔ خاطر و مدارت نے طبیعت خوش کر دی۔ دل ہی سوچیں کہ شرنگی جی تو ہم بھولا ناتھ ہیں۔ ان کا سلے جانا کیا مشکل۔ ایک بیسوا نے یہ بھولا پن اور سادہ لوحی دیکھ کر ایک پھل رشی کے ہاتھ پر رکھدیا اور کہا کہ نوش کیجیئے۔ رشی جنگلوں کے پھل اہاری۔ وہ شاہی باغوں کے پھلوں کا مزہ کیا جانیں۔ جو نہیں دانت لگایا۔ زبان چٹخارے بھرنے لگی۔ لب بندھ گئے۔ جوشِ خوشی نے بتیسی کھلا دی۔

یہ رنگ دیکھ کر بیسواؤں نے سنگار رس سے بھرے ہوئے نغمے چھیڑ دیئے۔ اور دوسری بیسوا نے ناز و انداز سے اٹھ کر جسم سے جسم ملا دیا۔ شرنگی رشی بھولے بھالے وہ سمجھے کہ یہ بھی کوئی نعمت عظمیٰ ہے۔ بیسوائیں بھی اس لطافت سے مست ہو گئیں۔ ایک پر ایک گرنے لگی۔ از خود رفتگی حد سے گذری ہوئی تھی۔ مگر پتھر میں جونک کب لگتی ہے۔ شرنگی رکھ کا تخم نفسانی برہمانڈ میں نہ تھا۔ نفس امارہ کو ہوا بھی نہ لگی۔ اندریوں پہ ایسا قابو دیکھ کر بیسواؤں کے ہوش جاتے رہے۔ ڈریں کہ اتنی دیر ہوئی اور شرنگی جی کو مغلوب خواہشات نہ کر سکیں۔ ایسا نہ ہو کہ بھانڈک رشی آجائیں اور بد دعا دے بیٹھیں۔ اس اندیشے سے سر پہ پاؤں رکھ کر بھاگنے لگیں۔ چلتے چلاتے دو چار نے رشی جی سے کہا کہ مہاراج ہمارے پاس بھی پھل ہیں جو آپ نے دیکھے۔ ان سے اچھے اچھے وہ پھل ہیں۔ کہ کسی نے دیکھے سنے بھی نہ ہوں۔ اگر آپ حکم دیں تو حاضر کر دیں۔ یہ کہہ کر سب بیسوائیں تو نو دو گیارہ ہو گئیں اور شرنگی رکھ ہاتھ ملنے لگے۔ کہ ہائے ہمارے مہمان خلاف "آمدن بارادت و رفتن باجازت" نہ معلوم کہاں چل دیئے۔ میں نے روکا بھی نہیں۔ بڑا ماہیات ہوا۔ کسی طرح سے ضرور ڈھونڈنا چاہئے۔ یہ سوچ کر وہ گنگا جی کے کنارے پہنچے۔ اور بیسواؤں نے جو آتے دیکھا۔ تو پھولیں نہ سمائیں۔ ایک سے ایک بولی۔ کہ لو رشی جی تو بھیڑ بکری بن گئے۔ اب کیا ہے۔ پو بارہ ہیں۔ بس گڑھی

فتح سمجھو ٭

اس کے بعد رشی سے مخاطب ہوئیں۔ کہ مہاراج آپ نے خود تکلیف گوارا کی۔ عنایت کا شکریہ۔ بے تکلف یہیں چلے آئیے۔ اٹھئے بیٹھئے۔ بات چیت کیجئے۔ اچھے سے اچھے نفائس داد خوشگوار پھل موجود ہیں۔ جو پسند خاطر ہو۔ نوش جان کیجئے۔ رشی جی خوش خوش پریوں کے اکھاڑے میں جا بیٹھے۔ اور بڑے اشتیاق دا آرزو سے کہا۔ کہ آپ میرے مہمان ہیں: مہمان کو میزبان ہی کے مکان پر رہنا چاہئے۔ میرا مکان بھی سونا ہے۔ پتا جی سے بھی دوسرا نہیں ہے۔ پس وہیں چلنا مناسب ٭

الپسرائیں :۔ تو پھر آپ ہی کیوں ہمارے مکان پر نہ چلیں۔ وہاں ہم ہزار طرح کے اچھے اچھے پھل آپ کو کھلائیں گے۔ اور ہر قسم کے سامان عشرت سے آپ کو خوش کریں گے ٭

شرنگی رشی بڑے آنند سے ساتھ ہوئے اور بیسوائیں جو وہاں سے اڑیں تو بس راجہ روم پاد کے یہاں پہنچیں ٭ پہنچتے ایک سال معلوم بھی نہ ہوا۔ کہ کیونکر جلدی سے گزر گیا ٭

جونہیں شرنگی رشی راجہ روم پاد کے یہاں پہنچے۔ انگ دیش میں پانی برسنا شروع ہوا۔ جل تھل بھر گئے۔ سوکھی کھیتیاں ہری ہو گئیں۔ سچ مچ شوکھے دھانوں پانی ہی پڑا ٭

راجہ روم پاد نے تنظیم و تکریم سے پیشوائی کی۔ چرن دھوئے۔ پوجا کی اور آنکھوں سے تلوے سہلائے۔ رشی بہت خوش ہوئے۔ اور اشیرباد دے کر کہا۔

جو بردان مانگنا ہو۔ مانگ لو

راجہ روم پاد :۔ بس صرف یہ کہ آپ یا آپ کے پتا جی کا کبھی مجھ پر عتاب نہ ہو۔

شرنگی رکھ :۔ آپ اطمینان رکھیں ایسا ہی ہوگا۔

راجہ روم پاد اس بردان سے مطمئن ہوئے۔ تو شانتا کو پردہ میں لے جا کر رشی جی سے عرض کی۔ کہ مہاراج شانتا میری بیٹی ہے۔ میں کنیا دان کرنا چاہتا ہوں۔ جو آپ کو منظور کرنا ہوگا۔ التجا قبول کیجئے ٭

شرنگی رکھ :۔ اس درخواست پر سر بزانو ہوئے۔ پس و پیش تھا۔ کہ پتا کو خبر نہیں۔ پھر کنیا دان کیسے قبول کروں۔ مگر نہیں۔ پھر سوچے کہ میرا تخم نفسانی تو عالم بالا پر ہے۔ اس کو ہوا بھی نہیں لگ سکتی۔ دوسرے راجکماری کا تعلق مجھ سے شدنی ہے۔ پس کیوں حیلہ حوالہ کروں۔ گذارش منظور کر لوں ٭

آخر شانتا اور شرنگی جی کی شادی ہوئی۔ اور دونو وہیں رہنے سہنے لگے ٭

سرگ - ۱۱

بھانڈک رشی کا شرنگی جی کو ڈھونڈ نکالنا۔ پھر تپوبن میں واپسی۔ انگدیش میں دسرتھ کی تشریف بری۔ راجہ روم پاد سے درخواست سفارش۔ اُن کی شرنگی جی سے گذارش۔ رشی جی کی ذرہ پروری۔ اجودھیا میں تشریف آوری

شرنگی رکھ ادھر بیسواؤں کے پھندے میں پھنسکر راجہ روم پاد کے یہاں پہنچے۔ ادھر بھانڈک رشی تپوبن میں آئے۔ تو کٹی میں سناٹا۔ کوئی کانی چڑیا بھی نہیں۔ پہلے تو ادھر ادھر تلاش کی۔ سوئی کی طرح ڈھونڈا۔ مگر وہاں شرنگی جی کہاں۔ سخت فکر ہوئی۔ تردد دل پر چھا گیا۔ اور چشم عنبر سے دنیا کے اس چھور سے اُس چھور تک نظر دوڑانی شروع کی۔ یہاں رشی جی یوں کنوؤں میں بانس ڈال رہے تھے اور وہاں راجہ روم پاد کی بوٹی بوٹی کانپ رہی تھی۔ جان لرز رہی تھی۔ کہ بیسوائیں تو شرنگی رکھ کو اڑا لائیں۔ بھانڈک رشی کٹی میں آئے۔ تو کیا ہوگا۔ یہ دہا شرفی ہے۔ اور اثر عتاب یقینی نہ جانے کیا آفت برپا ہو کون مصیبت نازل ہو۔ راج کے ماتھے جائے یا خاندان کی جان پر بیتے۔ اسی فکر و تردد میں آدھی جان ہو رہی تھی۔ کہ ایک خیال جما۔ خیال جمتے ہی وزرائے سلطنت و اراکین حکومت سے ارشاد ہوا۔ کہ بھانڈک رشی کی آمد کی خبر رکھیں۔ جو نہیں نزول اجلال کا پرچہ لگے لوگ خبردار ہو جائیں۔ ہوشیار ہو جائیں۔ رشی جی آتے ہی میرا مکان پوچھیں گے۔ اس کے جواب میں سب یہی کہیں کہ شرنگی جی کا مکان ہے۔ راجہ کا نہیں۔ یہ حکم تیر بہدف ہوا۔ بھانڈک رشی راجہ کا مکان پوچھتے پوچھتے دروازے پر آ پہنچے۔ تو سب کا یہی قول تھا کہ مہاراج یہ شرنگی جی کا استھان ہے راجہ روم پاد کا نہیں۔

رشی جی مہاراج شرنگی رکھ کا نام سنتے ہی بے تکلف ایوان شاہی میں دوڑتے چلے گئے۔ وہاں دیکھا تو شرنگی جی شانتا کے پاس بیٹھے ہوئے موج میں ہیں۔ یہ صورت حال دیکھتے ہی پہلے تو تن بدن میں آگ لگ گئی۔ لیکن ذرا غور کیا۔ تو اور ہی اسرار غیبی ظاہر ہو گئے۔ معلوم ہو گیا کہ یہاں شرنگی رکھ کا آنا خالی از علت نہ تھا۔ سری رامچندر جی

کے ظہور کی پیش بندی لازمی تھی۔ چنانچہ نقش مراد کرسی نشین ہوا۔ اس خیال میں مگن ہو کر شرنگی جی سے بولے۔ پیارے آنکھوں کے تارے۔ تاثیر کرامات ہویدا کرد۔ فرزند پیدا کرد۔ پیدائش فرزند میرے ارشاد سے ہوگی۔ اشیرباد سے ہوگی۔ تمہارے برہم چرج کو ہوا بھی نہ لگے گی۔ تخم مردی بدستور قائم و دائم رہے گا۔

یہ فرما کر بھانڈک رشی تو چلتے پھرتے نظر آئے۔ یہاں میعاد معینہ پر شرنگی جی کی آنکھوں کے سامنے بیٹا کھیلنے لگا۔

سومنت جی نے یہ بات تو یہیں پر ختم کر دی۔ اس کے بعد گذارش کی۔ کہ مہاراج یہی نہیں۔ سنت کمار کی پیشین گوئی تھی۔ کہ اجودھیا کے راجہ دسرتھ اور انگ دیش کے راجہ روم پاد باہم رفیق و شفیق ہوں گے۔ کہ اولاً راجہ روم پاد بے اولاد ہوگا۔ راجہ دسرتھ جوشش محبت میں اپنی نور چشمی راجہ روم پاد کے پیشکش کریں گے۔ اسی شانتا دسرتھ کماری سے شرنگی رکھ کا تعلق ہوگا۔ اور اسی تعلق کی وجہ سے راجہ دسرتھ کو لاولدی کے جگر خراش صدمے سے نجات ہوگی۔ یعنی جب غم اولاد میں راجہ دسرتھ بے قرار ہوں گے اشکبار ہوں گے۔ تب شرنگی جی پر مدعا برآری کا دارومدار ہوگا۔ ان کی نظر عنایت پر کامیابی مقصد کا انحصار ہوگا۔ دسرتھ راجہ روم پاد کے یہاں جائیں گے۔ خواہش سنائیں گے۔ درد دل سے کراہیں گے۔ راجہ روم پاد کے ذریعے شرنگی جی کی مدد چاہیں گے۔ درخواست ہوگی۔ کہ شرنگی جی کو سمجھائیں۔ وہ جگیہ کرائیں۔ تاکہ اولاد کا داغ نہ رہے۔ گھر بے چراغ نہ رہے۔ سنت کمار جی کا یہ قول تھا۔ کہ راجہ دسرتھ کی یہ بات سنکر راجہ روم پاد عجیب خبطے میں ہوں گے۔ سوچیں گے کہ شرنگی رکھ کو روانہ کر دوں۔ تو خدمت و حصول سعادت میں ہرج ہوگا اور اگر شرنگی رکھ اجودھیا میں نہ جائیں۔ تو ایک رفیق شفیق کا کام تلپٹ ہو جاتا ہے۔ یہ خیال آتے ہی ان کا خیال شاستر کے احکام پر دوڑ گیا۔ ان کو فوراً خیال ہوا کہ ؎

دوست آں باشد کہ گیرد دست دوست
در پریشاں حالی و درماندگی

دوست وہی ہے۔ جو دامے درمے قدمے سخنے دوست کی رفاقت کرے۔ اور جب کوئی وقت پڑے۔ تو کام آئے۔ مصیبت میں ہاتھ بٹائے۔ خصوصاً ایسا دوست جیسے مہاراج دسرتھ ہیں۔ جس وقت میں بے اولاد تھا۔ غم اولاد سے ناشاد تھا۔ انہوں نے اُف تک منہ سے نہ نکالی۔ اپنی بیٹی شانتا مجھے دے ڈالی۔ اس سلوک کا معاوضہ مقدم

ہے۔ احسان کا عوض لازم و الزم ہے۔ یہ باتیں دل میں غور کر کے راجہ روم پاد دسرتھ جی کا لحاظ و پاس کریں گے۔ شرنگی جی سے عرض و التماس کریں گے۔ شرنگی جی کا عذر و انکار نہ ہوگا۔ اجودھیا میں جانے سے عار نہ ہوگا۔ شرنگی جی جگیہ میں شریک ہوں گے۔ راجہ دسرتھ کے سب کام ٹھیک ہوں گے۔ محل بردمند ہوں گے۔ چار فرزند ہوں گے۔ چاروں کا چار دانگ عالم میں نام ہوگا۔ ترلوک میں شہرہ عام ہوگا۔ سومنت کہتا ہے کہ یہ آج کا قیل و قال نہیں۔ ست جگ کا ذکر فرحت اشتمال ہے۔ میں بھی وہاں مجمع سامعین میں محفل نشین تھا۔ اس لئے جو کچھ سنا ہے ٹھیک ہے۔ پتھر کی لیک ہے۔ اب آپ دیر نہ لگائیے جائیے شرنگی رکھ کو لائیے۔ جگیہ سے فائدہ اٹھائیے۔

سنت کمار نے جو الفاظ فرمائے۔ وہ میری زبان پر آچکے۔ آپ سماعت فرما چکے پس

دکار خیر حاجت ہیچ استخارہ نیست

راجہ روم پاد کے یہاں تشریف لے جائیے۔ اور شرنگی رکھ کو لیتے ہوئے چلے آئیے۔ کام سہل عقدہ حل۔

سنت کمار کی پیشین گوئی کی ایک ایک بات سنکر جو سومنت نے راجہ دسرتھ کے گوش گذار کی۔ راجہ دسرتھ جامے میں پھولے نہ سمائے۔ خوشی سے اچھل پڑے۔ مگر سری لو کشش کی نغمہ خوانی ہے۔ شیوا بیانی ہے۔ کہ سومنت کی یہ باتیں سنکر راجہ دسرتھ کو خیال ہوا کہ بششٹ جی ہمارے پیشوا اور رہنمائے دینوی ہیں۔ ان سے بغیر پوچھے کچھ بھی کرنا محض خلاف۔ چنانچہ وہ اسی وقت اٹھے۔ سیدھے بششٹ جی کے استھان پر پہنچے۔ عجز و انکسار عقیدتمندی کے اظہار کے بعد سومنت کی باتیں سنائیں۔ سب کہیں سمجھائیں۔ بششٹ جی نے فرمایا کہ شرنگی رکھ کا بلانا لازمی لانا لازمی۔ میں بھی ہمراہی کو آمادہ ہوں۔ آمادہ ہی نہیں سمجھئے گا۔ پا برکاب ہونے کو استادہ ہوں۔

رائے قرار پائی۔ بات طے ہوئی۔ راجہ دسرتھ بششٹ جی کے ساتھ دفعۃً ہمراہ دستہ وزیر باتدبیر دستشیر بہشتی ضمیر راہدار ہوئے۔ جلوہ میں اقبال چلا۔ اردلی لشکر ظفر پیکر۔ جب راجہ روم پاد کی تخت گاہ میں پہنچے۔ تو راجہ نہال ہوا۔ اہل اجودھیا کا بڑے شان و شوکت سے استقبال ہوا۔ خاطر تواضع کا کیا کہنا۔ شاستر میں جو فرائض مہمان نوازی کے بتلائے گئے۔ ان میں بال بھر کسر نہ رہی۔ رشیوں نے ماشہ بھر لکھا تھا۔ تو راجہ روم پاد نے تولہ بھر کر کے دکھا دیا۔ خاطر مدارات سے جب دم لینے کی فرصت ملی۔ تو راجہ موخر الوصف شرنگی جی کی خدمت میں گئے۔ عرض کی۔ کہ راجہ دسرتھ میرے غمخوار و غمگسار ہیں۔ میرے پسینے کے عوض خون

گرانے کو تیار۔ نہ کسی بات سے عذر نہ کسی بات سے انکار۔ جس وقت مجھے بے اولادی کا غم تھا۔ لاولدی کا الم تھا۔ اس وقت جان وبال تھی۔ زندگی محال تھی۔ میں نے راجہ دسرتھ سے ذکر کیا۔ تذکرہ کاہش و فکر کیا۔ انہوں نے دوستی نباہ دی۔ اپنی دختر رشک ماہ دی کہ پالو اولاد کی طرح دیکھو بھالو۔ دل سے رنج و الم کا کانٹا نکالو۔ چنانچہ وہی شانتا آپ کے حسن خدمت سے سرفراز ہے۔ السویا کی طرح پت برت دھرم کے لئے ناز ہے۔ ایسے محسن دوست اب میری ہی طرح لاولدی کے رنج میں گرفتار ہیں۔ تیر الم کا شکار ہیں۔ اس لئے آپ نظر توجہ کریں۔ شانتا اور اپنے لخت جگر کے ساتھ اجودھیا تشریف لے چلیں۔ آپ یگیہ میں شریک ہوں گے۔ تو سب کام ٹھیک ہوں گے۔ شرنگی جی نے راجہ روم پاد کی درخواست منظور کی۔ راجہ دسرتھ کے ساتھ اجودھیا کی طرف چل کھڑے ہوئے ؁

راجہ دسرتھ نے اہلکار دوڑا دیئے۔ حکم نافذ فرمایا کہ ساری اجودھیا میں صفائی عمل میں آئے۔ گلی گلی میں چھڑکاؤ کیا جائے۔ مکانوں پہ سفیدی پھرے۔ خلاصہ یہ کہ ہر طرح کی زیب و زینت۔ سجاوٹ اور آراستگی کی جائے۔ اہلکار ہوا کی چال چلے۔ تیر کی طرح پہنچے۔ اور سب زیب و آرائش مکمل۔ مہینوں کا کام دنوں میں ہو گیا۔ اب راجہ دسرتھ شرنگی جی کو لئے ہوئے اجودھیا پہنچے۔ باشندگان شہر مارے خوشی کے پھولے نہ سمائے۔ قدم قدم پر آنکھیں بچھا دیں۔ جے جے کا غل آکاش پر گونج گیا ؁

راجہ دسرتھ شرنگی جی کو رنواس میں لائے۔ رانیوں نے دوڑ کر قدم چھوئے۔ چرنوں کی پوجا کی۔ شانتا کو گلے سے۔ نواسے کو چھاتی سے لگایا۔ دعائیں دیں۔ نچھاوریں اتاریں۔ ساری اجودھیا میں آنند مئی چھا گئی۔ خوشی کے ساز و سامان سے کلیجے ہاتھ بھر کے ہو رہے تھے ؁

سرگ - ۱۲

شرنگی رکھ اور دوسرے رشیوں منیوں کی اشومیدھ جگیہ کے لئے اجازت

سری لوکش جی مائل نغمہ سرائی ہیں۔ کہ اجودھیا میں شرنگی رکھ کے قیام کو کچھ دن گذر گئے۔ مگر یگیہ کی کاروائی ندارد۔ راجہ دسرتھ کو دن رات بے قراری تھی۔ ہر وقت گریہ و زاری تھی۔ انہوں نے بے صبر و قرار بے تحمل و اضطرار ہو کر شرنگی جی سے کہا۔ پوشنی جی۔ عمر گذری جاتی ہے۔ صبح کے بعد شام ہوتی ہے۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ زندگی تمام ہوتی۔ شام کے بعد سحر آتی ہے۔ تو چراغ صبح کو بجھتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ اب

نظر عنایت ہو۔ چشم رعایت ہو۔ چراغ خاندان کو نمودار کیجئے۔ نخل زندگی کو باروار ہو

شرنگی جی:۔ میں آیا ہی اسی لئے ہوں۔ آپ شوق سے اشومیدھ جگیہ کا آغاز کریں۔ گھوڑا چھوڑیں۔ اور سرجو کے شمالی کنارے پر جگیہ منڈپ بنوائیں۔ جو نہیں سب کام تمام ہو گیا۔ چراغ خاندان کیا آفتاب خاندان روشن سمجھئے۔ راجہ دسرتھ نے وزیر مشیر رشی منی۔ عالم و فاضل برہمن۔ اہل مشورت اور رائے زن بلائے۔ دربار میں مجمع عظیم ہو گیا سب کی خاطر ہوئی۔ ایوان دربار اہل امرائے سے بھر گیا۔ تو راجہ دسرتھ نے اپنی خواہش دلی اور آرزوئے قلبی بیان فرما کر شرنگی جی کے حکم کا اعلان کیا۔ سب متفق الرائے ہوئے۔ کہ جگیہ میں توقف کرنا لازم نہیں۔ فوراً گھوڑا چھوڑا جائے۔ شرنگی جی کو آچارج کی پدوی حاصل رہے۔ کسی کو مضائقہ نہ ہوگا۔ رشی منی بولے۔ کہ ہم ہر بات میں راضی۔ کل باتیں منظور تا کہ راجہ دسرتھ کو ایک کیا چار فرزندوں کا طفل ہو جائے۔ پس کام سدھ کرو۔ راجہ دسرتھ کی مسرت دلی کی انتہا نہ تھی۔ حکم احکام جاری کر دیئے۔ گھوڑا بھیجے کے لئے منگایا گیا۔ سب انتظام تیس ہو گئے۔ سب بندوبست ٹھیکم ٹھیک ۔

سرگ ۱۳
اشومیدھ جگیہ کے سازو سامان

راجہ دسرتھ حکم احکام نافذ کر کے بششٹ جی کی خدمت میں پہنچے۔ عرض کی۔ کہ جگیہ کی تجویز پر سب نے صادر کر دیا۔ شرنگی جی نے آچارج ہونا خوشی سے منظور کیا۔ وہ بھی واجب التعظیم صاحب کشف و کمالات۔ آپ بھی واجب التکریم پاک ذات و عالی صفات۔ سب پر طرہ یہ کہ آپ میرے مرشد برحق۔ ہادی مطلق۔ پس ایسی نظر فیض سے جگیہ کو سمایت کیجئے۔ اختتام پر پہنچائیے۔ کہ کسی طرح کا نقص نہ واقع ہو۔ کوئی برہم راکشس بھی نہ خلل ڈال سکے ۔

بششٹ جی بہت خوش ہوئے۔ منتظمان جگیہ کو فرداً فرداً بلایا۔ سب کو احکام اور ہدایات کیں۔ سنگ تراش۔ بڑھئی کہاں۔ شیا گن کھوجی پنڈت مطرب۔ مغنی۔ نقاش۔ معمار۔ منشی کار یگر غرضیکہ کوئی پیشہ در ہدایات سے باقی نہ چھوڑا۔ مہمانوں اور راجوں مہاراجوں کے قیام کے واسطے عالیشان مکانات کی تیاری کا ارشاد ہوا۔ ہر موسم کے لائق ہر ملک کی آب و ہوا کے مطابق ایوانوں کی تعمیر کے لئے حکم صادر ہوئے۔ بیرونی والیان ملک کے لاؤ لشکر کے لئے

قیامگاہوں کی تیاری لائق و فائق کاریگروں کے سپرد کردی گئی۔ باشندگان اجودھیا کیلئے علیحدہ علیحدہ سکونتوں کی تجویزیں سنادی گئیں۔ اصطبلوں۔ فیلخانوں کیلئے جگہیں مقرر کردی گئیں۔ بہادران خنجر گذار و مردان کارزار کی تعیناتی ہوئی۔ تاکہ وقت ضرورت حرب و ضرب وہیں موجود رہیں۔ بششٹ جی نے حکم فرمایا کہ یہ ساری تعمیرات جگیہ منڈپ کے اردگرد دائرہ وار حلقہ زن ہوں۔ میرے ہمراہیوں کا جائے قیام میرے قریب رہے۔ بھنڈار کا انتظام بہت معقول ہو۔ جس جنس کی جس غذا کی جس کو ضرورت ہو۔ وقت سے پہلے پہنچا دی جائے۔ جو غذا ہو جو طعام ہو۔ خوشگوار ہو۔ نفیس کھانے وقت پر پہنچائے جائیں۔ اعلیٰ میں عمدہ عمدہ لذیذ اور ذائقہ دار کھانے ہوں۔ اس کے بعد متوسط درجہ کی لطیف چیزیں پیش کی جائیں۔ اناج کے کوٹھے بھرے رہیں۔ روپیہ۔ جواہرات۔ چاندی۔ سونے کا ڈھیر لگا دیا جائے۔ جس کو جس چیز کی خواہش ہو۔ اسی وقت بہم پہنچائی جائے۔ جو جس شے کا طلبگار ہو۔ فوراً پائے یہ جگیہ وہ ہے۔ جسمیں یہ احتیاط مقدم ہے۔ کہ کسی کے دل پر کسی قسم کا میل نہ آئے۔ سب ہنسی خوشی شریک رہیں۔ منہ مانگی مراد پاکر دعائے خیر کریں ؀

نوکرشن جی کی سخن آرائی ہے۔ کہ حکم کی دیر تھی۔ بششٹ جی کی زبان ہلتے ہی سب جو حکم کہہ کر دل و جان سے کمربستہ ہوگئے۔ اور بششٹ جی نے سومنت کو ہدایت کی کہ تمام رشیوں منیوں راجوں مہاراجوں کی خدمت میں خط ذریعہ روانہ ہوں۔ برہمن۔ چھتری ویش شودر کوئی دعوت سے نہ بچے۔ مصارف زادِ راہ پیغام کے ساتھ بھیجے جائیں۔ رسد و بار برداری کا معقول انتظام کیا جائے۔ مہاراجہ جنک راجہ کے دوست کاشی نریش اور راجہ کیکے مہاراج کے خسروں۔ راجہ روم پاد اور راجہ کوشل کو لانے کیلئے آپ اور آپ کے بیٹے تکلیف کریں۔ سمندر پار کے راجاؤں کی طلبی کے لئے آپ ہی زحمت اٹھادیں۔ رہے اور مہاراجہ دسرتھ کے رفیق و شفیق ان کو لانے کیلئے میں آپ اور آپ کے صاحبزادوں کو ہی تجویز کرتا ہوں۔ بس یہ کام آپ کے تعلق آپ ہی کا ؀

بششٹ جی کا حکم پاکر سومنت نے سب جگہ خطوط و پیغام روانہ کردیئے۔ خود بھی گئے۔ سب کو بڑی عزت و منزلت سے لائے۔ سب کا حسب مراتب اعزاز کیا۔ ایوانات میں رہنے کو جگہ دی۔ سب دنیا کے سامان عیش مہیا کردیئے۔ کسی کو کسی بات کی تکلیف نہ ہونے پائی ؀

شاستر کی ہدایت ہے۔ کہ کوئی جگیہ ہو یا کوئی اور مبارک تقریب سب میں مسرت قلبی اور عشرت دلی سے کام کرنا لازم ہے۔ چنانچہ بششٹ جی نے انتہائے خاطر و مدارات

ٹھکے لئے خاص ہدایتیں کیں۔ اور راجہ دسرتھ سے بنفس نفیس جا کر فرمایا۔ کہ سب راجے مہاراجے رشی۔ منی وغیرہ آ گئے۔ کل سامان لیس ہو گیا۔ اب آپ ذرا تکلیف کر کے جگیہ منڈپ میں چلیں۔ اور سب کچھ بچشم خود ملاحظہ فرما دیں۔

راجہ دسرتھ کو یہاں غلطیان ہوا۔ کہ بششٹ جی بھی تقدس مآب شرنگی جی بھی فضیلت۔ انتساب۔ اگر بششٹ جی کے حکم سے میں جگیہ منڈپ میں چلا جاؤں۔ تو شاید شرنگی جی کو ناگوار خاطر ہو۔ اور اگر نہ جاؤں۔ تو کیا عجب کہ بششٹ جی ہی کے خلاف مزاج نہ ہو جائے۔ اسی خیال میں غلطاں پیچاں ہوتے ہی تھے۔ کہ شرنگی رشی اور بششٹ جی دل کا بھید سمجھ گئے۔ دونو یک زبان ہو کر بولے۔ کہ ہیں فکر و اندیشہ چہ معنی دارد۔ چلئے شوق سے چلئے۔ ہم دونو صدق دل سے اجازت دیتے ہیں۔ اب ہیں مسیکھہ فضول۔ راجہ نے سر عقیدت جھکا دیا۔ جگیہ منڈپ میں تشریف لائے۔ سا لند سامان سے خوشی ہوئی۔ رشیوں منیوں نے دھرم شاستر کے قواعد و اصول سے جگیہ کا آغاز کیا۔ جیجے کا گھوڑا چھوٹتے ہی ہوا سے باتیں کرنے لگا۔ کامیابی مقصد کی بنیاد پڑی۔

سرگ ۱۴

اشومیدھ جگیہ کے منڈپ کی کیفیت

نوکش مائل سخن سنجی ہیں۔ کہ راجہ دسرتھ رانیوں کے ساتھ ساتھ جگیہ کرتے رہے تا آنکہ گھوڑا بلا روک ٹوک پھر واپس آ گیا۔ پہلے دن راجہ کے جسم پر گوبر کی مالش کی گئی۔ اور یوں پرائگیہ کرم کا فرض ادا ہوا۔ پھر ادوشدھ کرم کی باری آئی۔ پیکر عنصری مٹی سے پاک و صاف کیا گیا۔ ازاں بعد اشنان کر کے گرہ کے پوجن سے فراغت حاصل ہوئی۔ بعدہ ادوشدگی یعنی مختلف جڑیوں بوٹیوں کے عرق سے غسل کرنے کے بعد راجہ نے اندر کی پوجن یعنی معیان کرم سے فرصت پائی۔ جب بوند کے پانی سے آخری غسل ہو چکا۔ تو شرنگی جی نے وید منتر دنمیں شیریں زبانی دکھانا شروع کی۔ برہمن بھی حسب موقعہ پاٹھ کرنے لگے۔ وید دھنی سے آسمان گونج اٹھا۔ میٹھے میٹھے سروں سے دیوتا لوگ عالم وجد میں ہو گئے۔ جگیہ کی کارروائی بڑے جوش و خروش سے ہونے لگی۔ جگیہ کے برہمن بڑے عالم باعمل فاضل اکمل تھے۔ ان کی بھی خاطر تواضع ہوتی تھی۔ کھانے کو چھپن بھوگ پہننے کو عمدہ عمدہ لباس۔ طعام ایسے لذیذ

کہ طبیعت سیر نہ ہوتی تھی۔ جی چاہتا تھا۔ کہ آگے سے تھالی نہ ہٹے۔ سامنے سینکڑوں طرح کی چیزیں۔ آدمی کیا کیا کھائے۔ کیا کیا چھوڑے۔ جس کو جس چیز کی خواہش وہ بے مانگے موجود۔ کسی کے لئے کسی چیز کی کمی نہیں۔ روپیہ اشرفی ڈھیر۔ جب سب کھا پی چکتے۔ تو راجہ دسرتھ کے اہل کار سب جگہ گشت کرتے خبر رکھتے۔ کہ کوئی غلطی سے باقی رہ تو نہیں گیا۔ جگیہ کے رشیوں منیوں سے لے کر برہمنوں تک اور راجوں مہاراجوں سے لے کر ایک معمولی سے معمولی آدمی تک خاطر و مدارات دعوت تواضع سے نہال تھا۔ ایک ایک چیز کی تعریف ہوتی تھی۔ انتظام کی خوبیوں پہ لوگ عش عش کرتے تھے۔ دلوں سے دعا نکلتی تھی۔ کہ راجہ دسرتھ پھلیں پھولیں۔ رنج و غم بھولیں۔ پوری مراد ہو۔ اولاد سے گھر آباد ہو*

لوکش اب جگیہ منڈپ کی کیفیت بیان فرماتے ہیں۔ بناوٹ الفاظ میں سمجھاتے ہیں۔ کہ اس میں اکیس ستون قائم کئے گئے تھے۔ چھ چھ زنبیل کھیر اور بلاس کی لکڑی کے کھمبے تھے۔ دو آنولے کے اور ایک دیودار کا۔ یہ اکیسوں ستون ۲۱ اگن کنڈوں پہ نصب تھے۔ ہر ستون میں دو دو بازو اور چوبیس چوبیس انگلیاں بنائی گئی تھیں۔ اور کیا بازو اور کیا انگلیاں سونے کے زیوروں اور زرکار کپڑوں سے آراستہ تھے۔ ہر کھمبے میں آٹھ آٹھ کونے تھیں اور سب کی آراستگی قابل دید۔ پہلے رید منتر پڑھ پڑھ کر پھول رولی چندن چاول وغیرہ سے اُن کی پوجا کی گئی۔ پھر ایک ایک چوب کے پاس ایک ایک اشٹی استادہ ہوا۔ اگن کنڈ برہمنوں کے ہاتھ سے بنوائے گئے۔ اور چھ ستون اُن کے ہاتھ سے چھلا چھلا کر اگن کنڈوں پہ نصب کئے گئے تھے۔ منڈپ میں گرڑجی کی تین طلائی مورتیاں تھیں۔ ایک بیچوں بیچ کے کنڈ میں دوسری اور تیسری اس کنڈ کے دائیں بائیں طرف۔ اگن کنڈ میں شاکلیہ ہون سے کارروائی شروع کی گئی۔ دیوتاؤں کے دلپسندی کے لحاظ سے شاستر کے مطابق تین سو جانوروں کا ہون ہوا۔ پھر کوشلیا نے گھوڑے کی تین مرتبہ پوجا کر کے اُس کے جسم پہ ہاتھ پھیرا۔ اس روز سارا دن گھوڑے کی ہی پرستش ہوتی رہی۔ اور کیا راجہ دسرتھ کیا کوشلیا کیا سومترا اور کیا کیکئی اور کیا ہون کرانے والے سب کے سب رات بھر جاگرن میں مصروف رہے۔ پلک تک نہ جھپکائی*

دوسرے روز علے الصباح گھوڑے کی قربانی ہوئی۔ اعضا کے ٹکڑے اور پارہ ہائے گوشت ان اگن کنڈوں میں سواہا کئے گئے۔ جن پہ سولہ سولہ برہمن وید منتروں کی برکتیں دکھا رہے تھے۔ جب گھوڑا سواہا ہو گیا۔ تو گھی اور شاکلیہ سے ہون کی کارروائی شروع کی گئی۔ راجہ دسرتھ کے لئے ایک جدا ہی کنڈ بنایا گیا تھا۔ جس میں وہ تنہا ہون میں

مصروف تھے۔ رات بھر یہ کارروائی جاری رہی۔ صبح ہوئی۔ تو درازی عمر کے واسطے ہون کیا گیا رشیوں منیوں نے وید منتروں کی برکت سے ایسے ایسے کمال دکھائے۔ کہ رات کو روز روشن کی کیفیت نظر آتی تھی۔ ایک ہون میں کرم شاستر کے مطابق حصول فتحمندی کے لئے بھی کرم کئے گئے۔ جب یہ کارروائیاں ہو چکیں۔ تو راجہ دسرتھ جوش مسرت سے دکشنا تقسیم کرنے کے لئے کمر بستہ ہوئے۔ جوش فیاضی قابو سے باہر تھا۔ ہون کرانے والے برہمنوں کو مشرق کی حکومت دے دی۔ جگیہ کرانے والوں کو مغرب کا راج دے ڈالا۔ شمال کی حکمرانی شام بیدیوں کی نظر کر دی۔ اور جنوب کی فرمانروائی دوسرے برہمنوں کو دے ڈالی۔ اس داد و دہش کے وقت راجہ دسرتھ کا چہرہ آفتاب عالمتاب کی طرح چمکتا تھا۔ پرتاب وہ کہ برہما معلوم ہوتے تھے۔ دل آنند میں مگن تھا؛

جس وقت راجہ دسرتھ برہمنوں کو پورب۔ پچھم۔ اُتر۔ دکھن کا راج دے چکے۔ برہمنوں نے اشیرباد دے کر کہا۔ کہ مہاراج! ہم براہمن ہیں شاستر پڑھنے والے۔ تپشیا ہمارا پرم دھرم۔ ہم کو راج پاٹ سے کیا کام۔ راج و تخت راجاؤں کے سزاوار ہیں۔ انہیں سے رعیت پروری ہو سکتی ہے۔ سرکشوں کو سزا۔ نیک افعالوں کو جزا دینے کی طاقت انہیں کا حصہ ہے۔ پس ہم لوگوں کو ایسی دکشنا سے معاف رکھئے۔ ہم راج کرنے لگ جائیں تو شاستر کون پڑھے۔ تپ جپ کس کی جان کو روئیں۔ بالفرض آپ کو یہ خیال ہو۔ کہ دیا ہوا دان پھیرنا دھرم کے خلاف ہے۔ تو پرتھی ناتھ ہم ذمہ دار ہیں۔ آپ بے پرواہ رہیں۔ کسی بات کا اندیشہ نہ کریں۔ اس میں معاوضہ کافی ہوگا۔ دان پھیرنا قابل معافی ہوگا؛

راجہ دسرتھ دانی تھے۔ برہمنوں کا دوسرا معاوضہ تجویز کیا۔ دس لاکھ گائیں پیشکش کیں۔ اور چالیس لاکھ روپیہ نذر کئے؛

اتنی گائیں اور اتنا روپیہ دیکھ کر برہمنوں کا کیا پوچھنا۔ پھولے نہ سمائے۔ اچھل اچھل پڑے۔ مگر حصہ بخرہ کیسے ہو۔ کوئی کچھ مانگتا ہے۔ کوئی کچھ لئے بھاگتا ہے۔ آپس میں چھینا چھپٹی چلنے لگیں۔ اودھم مچ گئی۔ یہ رنگت دیکھ کر سشرنگی جی اور وششٹ جی نے سب کو ٹھہرایا۔ ہر ایک کی لیاقت و حیثیت کے موافق جو واجب تھا۔ حوالے کیا۔ جب حق بحقدار رسید کا معاملہ ہو چکا۔ برہمن خوش ہو کر گئے۔ شرنگی جی اور وششٹ جی کا شکریہ ادا کیا۔ اور راجہ دسرتھ کو سچے دل سے دعائیں دیں۔ راجہ دسرتھ نے برہمنوں کی دکشنا سے فراغت کرتے ہی خیر خیرات کا خزانہ کھول دیا۔ مفلوکوں۔ بے نواؤں۔ اپاہجوں کو روپیہ اشرفی سے لاد دیا۔ روپیہ کی تو گنتی ہی کیا۔ کروڑوں اشرفیاں بٹ گئیں۔ راجہ کے

یہاں کوئی زیور نہ باقی رہا۔ سب اہل سوال مانگ لے گئے۔ اثنائے خیرات میں ایک اور برہمن جس کی زر و جواہر سے نیت نہ بھری۔ راجہ سے بولا کہ مہاراج کوئی زیور اور دیجئے۔ راجہ دسرتھ نے خوشی سے اپنے بازو کا مرصع زیور اُتار دیا۔ اور کہا بس اب تو خوش ہوئے۔ اُس نے اشیرباد دیا۔ راجہ نے سب کو ڈنڈوت کی۔ قدموں پر سر جھکایا ؁

دان دکشنا سے چھٹی کر کے راجہ دسرتھ جی نے سرنگی جی کے قدم آنکھوں سے لگائے گذارش کی۔ کہ مجھے اب کیا ارشاد ہے ؁

سرنگی جی نے فرمایا۔ کہ بس اب چار آفتاب خاندان لو۔ اور کیا۔ راجہ دسرتھ کی خوشی کی کیا انتہا۔ رواں رواں پھڑک اُٹھا۔ لیکن سرنگی جی کہنے کو تو کہہ گئے۔ پھر خیال آیا۔ کہ بے سمجھے اشیرباد دے دیا۔ لوح قسمت تو دیکھی ہی نہیں۔ کہ اُس میں اولاد کے بارے میں کیا لکھا ہے۔ یہ سوچتے ہی اُنہوں نے آنکھیں بند کیں اور چشم باطن سے راجہ کی سرنوشت پر نظر جما دی ؁

سرگ۔ ۱۵

راجہ دسرتھ کے یہاں اوتار لینے کیلئے سری بشن جی سے دیوتاؤں کی درخواست اور اُن کی منظوری

سرنگی جی حالت مراقبہ میں آنکھیں بند کرتے ہیں۔ تو راجہ کے نوشتۂ تقدیر کا حرف بحرف نگاہ کے سامنے آگیا۔ دیکھا تو اولاد کی جگہ صفر ہی صفر ہے۔ بڑے گھبرائے۔ بڑی فکر ہوئی۔ کہ ادھر ایشور کی طرف سے کورا جواب۔ ادھر میرا اشیرباد وہ بھی ایک نہیں۔ چار فرزندوں کے لئے۔ اس تردد میں غلطاں پیچاں ہو کر سوچا۔ تو راجہ دسرتھ سے کہا آپ کا جگیہ تو پوری کامیابی کے ساتھ انجام بخیر ہوا۔ لیکن حصول اولاد کی پوری اُمید نہیں۔ بس آپ ایک پترلیشٹی جگیہ کیجئے۔ تو ضرور فرزند پیدا ہوں راجہ نے تعمیل ارشاد کی۔ ایک ستون نصب کیا گیا۔ اس میں نو انگلیاں بنائی گئیں۔ الغرض وید کے منتروں کی آواز گونجنے لگی۔ ہون ہونے لگا ؁

ادھر یہ کارروائی تھی۔ اُدھر دیوتا اور گندھرب برہمہ لوک میں پہنچے۔ برہما جی کی خدمت میں گذارش کی۔ کہ مہاراج راون کے ظلم و ستم حد سے بڑھ گئے ہیں کسی میں

طاقت برداشت باقی نہیں۔ آپ نے اسے بردان دے رکھا ہے۔ جس کی وجہ سے ہماری کوئی بددعا بھی کارگر نہیں ہو سکتی۔ نہ ہم میں طاقت ہے۔ کہ سر کچلیں۔ راون ہم لوگوں ہی کی جان کا کال نہیں۔ اُس نے تینوں لوکوں میں آفت مچا رکھی ہے۔ اندر کے بیٹے کو تو زیر کر چکا۔ اب اندر پہ بھی دانت ہے۔ اُس کا رعب وہ ہے۔ کہ سُورج کی روشنی مارے ڈر کے اُس سے مُنہ چھپاتی ہے۔ ہوا بے حکم چل نہیں سکتی۔ سمندر کی لہریں صورت دیکھتے ہی تھم جاتی ہیں۔ جیتنا تو درکنار اُس کے سامنے جاتے ہم لوگوں کی بوٹی بوٹی کانپتی جان سمٹ کو ٹھوں میں چھپتی ہے۔ صورت وہ خوفناک کہ دیکھتے ہی بدن پر جھرجھری چھوٹ جائے۔ تاب مقابلہ معلوم ؂

برہماجی۔ آپ لوگ اتنا کیوں گھبراتے ہیں۔ میں پہلے ہی اس کی پیش بندی کر چکا ہوں۔ راون نے بردان مانگا۔ کہ کیا دیوتا کیا گندھرب کیا رشی کیا اسیرا اور کیا راکشس کسی کی مجھ سے ایک پیش نہ جائے۔ سب پر میں ہی زور رہوں۔ کوئی مجھے مار نہ سکے۔ پس آپ کو میرے بردان سے خوف کیا۔ اس کی موت انسان کے ہاتھ سے شدنی ہے۔ جو ٹلنے والی نہیں ؂

برہماجی کے ان الفاظ سے دیوتاؤں کی جان میں جان آئی۔ اُن کے دل کا مرجھایا ہوا کنول کھِل گیا۔ اتنے ہی میں اتفاق سے سری بشن جی وہاں آ موجود ہوئے۔ شنکھ گدا پدم ہاتھوں میں تھے۔ پیتمبر زیب بدن تھا۔ سانولا روپ۔ بازوؤں میں مرصّع زیور۔ صورت موہنی۔ جونہی جمال جہاں افروز نظر آیا۔ سب دیوتاؤں نے سرِ وقد تعظیم دی۔ زمین بوس ہوئے۔ اور زبان استت کرنے لگی۔ بشن جی جونہی سنگھاسن پر براجے۔ سری برہماجی اور سب دیوتاؤں نے پیشانی ادب سے زمین چومی۔ اور ہاتھ باندھ کر عرض کی۔ کہ ہری رماپت۔ لکشمی جیون۔ راون نے ناک میں دم کر رکھا ہے۔ ہم سب تنگ آ گئے۔ نہ طاقت مقابلہ ہے۔ نہ تاب مجادلہ۔ آپ ہی اُس کا قلع قمع کریں۔ تو ممکن ہے۔ ہم لوگ بالکل معذور ہیں۔ ہے پرماتمن اجودھیاجی کے راجہ دسرتھ بڑے دھرم وان بڑے پرتاپی ہیں۔ تین رانیوں سے رنواس کی زینت ہے۔ رانیاں بھی بڑی پاک دامن اور نیک پاک ہیں۔ راجہ نے اولاد کی خواہش میں جگیہ کیا ہے۔ چار فرزندوں کا اشیر باد شرنگی رکھ دے چکے ہیں۔ پس موقع ہے۔ کہ آپ چار سروپ دھارن کیجئے۔ اور قالب جسمانی و پیکر انسانی میں راجہ دسرتھ کے عناصر زندگی بن کر رگھوبنس کی عزت بڑھائیے۔ آپ اودھ میں اوتار لیں گے۔ تو راون کے قتل میں شبہ نہیں۔ ورنہ وہ اور کسی کے مارے نہ مرے گا۔

نہ کاٹے کٹیگا۔ تینوں لوک اجڑ جائیں گے۔ اہل دنیا کو نت نئی آفتوں سے سامنا رہیگا۔ راون دراصل راکشس نہیں۔ مگر اس کے اعمال و افعال نے راکشسوں کے بھی کان کاٹے ہیں۔ رشی سیدھے نہ لینے میں نہ دینے ہیں۔ اُن کو بھی نشانۂ تیر بنائے رکھتا ہے۔ ہم لوگ نندن بن کے رہنے والے نہ کچھ بولیں نہ چالیں۔ تین لوک سے متھرا نیاری پر عمل پھر بھی راون چین نہیں لینے دیتا۔ جب دیکھو اک تازہ فتنہ انگیزی۔ آئے دن کوئی نہ کوئی شرارت۔ بس کیا کہیں بیسے رکھے دیتا ہے۔ ایسا جان کا گاہک نہ کبھی آنکھوں سے دیکھا نہ کانوں سے سُنا۔ اس لئے آپ کی پناہ میں آگئے۔ فریادی ہیں۔ کہ جان بچایئے۔ مصیبتوں سے چھٹکارا دیجئے۔ پرتھوی کا بھار اُتار دیجئے۔ راون کو مار دیجئے۔ جب تک آپ قالب انسانی میں اوتار نہ لیں گے۔ دیوتاؤں۔ رشیوں اور اہلِ زمانہ کی جان پر مصیبت ہی مصیبت رہے گی ؁

بشن جی۔ میں واقف ہوں بیشک راون بہت بڑھ چلا ہے۔ اس کے مظالم حد سے گذر گئے ہیں۔ خیر آپ دل کو ڈھارس دیں۔ میں راون کا تسمہ تک نہ لگا رکھوں گا۔ سارے خاندان کو خاک میں ملا کر پانی پیونگا۔ گیارہ ہزار برس تک میرے قالب انسانی کا قیام ہوگا۔ اور انسانوں کے روزگار کیلئے امن عام۔ سب دیوتاؤں نے شکریہ ادا کیا۔ اور پھر پرارتھنا کی کہ مہاراج کیا خوب ہو کہ راون کو نہ تیغ کرتے ہی دیولوک ہوتے ہوئے چھیر ساگر کو تشریف لے جایئے ؁

سرگ - ۱۶

اگن کنڈ سے بشن جی کا ظہور۔ راجہ دسرتھ کو کھیر کی دستیابی مہارانی کوشلیا۔ سمترا اور کیکئی کے بطن مبارک میں قیام حمل

گو انتریامی بشن واقف راز دانائے غیب ہیں۔ اُن سے کون بات پوشیدہ ہے۔ لیکن نہیں انہوں نے تجاہلِ عارفانہ سے پوچھا کہ انسان کے ہاتھ ہی سے راون کی موت ضروری ہے یا کوئی اور تدبیر بھی ہوسکتی ہے۔

دیوتا رشی۔ مہاراج تدبیر ہے تو بس یہی کہ آپ ہی انسانی قالب میں اوتار

لے کر راون کو سزائے اعمال دیں۔ برہما جی کا بردان ہی یہ ہے۔ کہ نہ وہ دیوتا کے ہاتھ سے مرے گا نہ گندھرب کے ہاتھ سے۔ رشیوں کی ایک پیش نہ جائے گی۔ کہ بال بیکا نہ کر سکیں گے۔ راکششوں سے بدآن تک نہ میلا ہوگا۔ صرف رہ گئی قوم انسان اس کا بردان میں ذکر ہی نہیں۔ بس انہی کے دست بازو سے اس کو خاک پر سلا سکتے ہیں۔ اگر دیوتاؤں سے ڈرتا ہوتا۔ تو تینوں لوک اس کے نشانۂ ظلم و ستم کیوں ہوتے اس کے ظلم کی بس حد ہے۔ کہ جس کی عورت پائی۔ زبردستی چھین لی۔ کوئی ذرا سسکا تو بس آؤ تو جاؤ کہاں۔ غریب کا زمین و آسمان میں کہیں ٹھکانہ نہیں۔

لشن جی:- تو پھر اچھا آپ لوگ اطمینان رکھیں۔ میں چار انسانی قالبوں میں ظہور کرنا اور سارے دکھ درد دور کرتا ہوں۔

یہ کہتے ہی سری لشن جی جو نگاہ سے غائب ہوئے۔ تو گویا تھے ہی نہیں۔ وہاں سے سیدھے راجہ دسرتھ کے جگیہ منڈپ میں پہنچے۔ یگیہ دھوم دھام سے ہو رہا تھا۔ آپ ہون کنڈ میں اگن روپ ہو کر پوشیدہ ہو گئے۔ اور فوراً ہی نمودار ہوئے لوگ دیکھتے ہیں تو اگن کنڈ میں ایک شبیہ نور کھڑی ہے۔ چہرے کا سانولا رنگ بدن پر سرخ لباس۔ سارا جسم مرصع زیورات سے آراستہ۔ اس پیکر نور نے جمال دکھاتے ہی مدبرانہ شان سے کچھ الفاظ کہے۔ پھر دست منور میں کھیر کا برتن لئے ہوئے کنڈ کے باہر نکل آئے۔ راجہ دسرتھ سے مخاطب ہو کر تقریر کی۔ کہ یہ لو کھیر کا پیالہ۔ تم سمجھے میں کون ہوں۔ انسان نہیں۔ برہما جی نے درخواست کی تھی اس لئے جگیہ میں شامل ہوا۔ اتنا کہہ کر لشن جی خاموش ہو گئے۔ اور راجہ دسرتھ کا حال ہی دگرگوں ہو گیا۔ وہ سہم گئے۔ کہ غضب ہو گیا۔ ضرور یہ کوئی برہم راکشس ہے۔

لشن جی صورت سے بھانپ گئے۔ کہ راجہ دسرتھ کس گمان میں ہیں۔ ان پر کیا خوف طاری ہے۔ انہوں نے زبان گوہر فشان سے گلفشانی فرمائی۔ کہ راجہ دسرتھ کسی بات کا اندیشہ نہ کرو۔ وہم دل سے نکالو۔ میں تمہارے جگیہ کی ہی برکت سے یہاں وارد ہوا ہوں۔ لو یہ برتن۔ اس میں وہ عجیب و غریب کھیر ہے جو انسان کیا دیوتا نے بھی نہیں دیکھی۔ برہما جی کی درخواست پر یہ طعام لطیف میں نے اپنے ہاتھ سے تیار کیا ہے۔ اس کا اثر ہے۔ کہ بے اولاد کو صاحب اولاد کرے۔ چنانچہ کھیر لے جاؤ اپنی رانیوں کو کھلاؤ۔ جو رانی کھائے گی۔ فرزند پائے گی۔

راجہ دسرتھ نے یہ سنتے ہی قدموں کی بلائیں لیں۔ ایسے خوش ہوئے گویا

کسی مفلس کو خزانہ ہاتھ آگیا۔ کھیر کا برتن لے کر لشن جی کی پرستش کی۔ اس وقت اگن کنڈ کے شعلے ایسے منور تھے۔ کہ ہزاروں سورج قربان۔ لشن جی کھیر دے کر نظر سے غائب ہو گئے اور رشیوں اور دیوتاؤں کے دل کو وہ خوشی حاصل ہوئی۔ کہ پھولے نہ سمائے۔

راجہ دسرتھ نے کھیر رانیوں کے سامنے پیش کر کے کہا کہ لو برہما جی کے حکم سے کوئی فرشتہ دے گیا ہے۔ اس کے کھانے پر ہماری کامیابی مدعا کا دار و مدار ہے خوشی سے کھاؤ۔ یہ کہہ کر اس نے اس کے دو حصے کئے۔ ایک حصہ مہارانی کوشلیا کو دیا۔ باقی نصف کے دو حصے کر کے ایک سمترا کو عطا فرمایا۔ باقی کا نصف حصہ کیکئی کو دے کر غور کرنے لگے۔ کہ بقایا کھیر کس کو دوں۔ کوئی خیال میں نہ آیا۔ تو وہ بھی سمترا کے حوالے کر دیا۔

موصوف الصدر رانیوں میں سے کوشلیا جی سب سے بڑی مہارانی تھیں سمترا منجھلی اور کیکئی چھوٹی۔ سب نے اپنے حصے کی کھیر نوش جاں فرمائی۔ اور فوراً حاملہ و باردار ہو گئیں۔ اس وقت ان کے جمال جہاں آرا کا نور اور ہی تھا۔ چہرے پر وہ تابش حسن تھی۔ کہ نظر کو چکا چوند ہوتی تھی۔ جوں جوں دن گذرتے گئے۔ دل کی امیدوں میں جان پڑتی جاتی تھی۔ راجہ دسرتھ کا دل ہاتھوں بڑھتا تھا اور لوگ دن گنتے تھے۔ کہ کب ایام فرحت فرجام ان کی آرزوئیں پوری کریں۔

سرگ ۔ ۱۷

رام اوتار میں راکشسوں کے قتل کیلئے دیوتاؤں اور گندھربوں وغیرہ سے بندروں کی ولادت

مہارانی کوشلیا۔ سمترا اور کیکئی حاملہ تھیں۔ ہوتے ہوتے ولادت کے ایام آئے۔ رانیوں کو غذائے لطیف و اشیائے لذیذ کی طرف رغبت ہونے لگی۔ راجہ دسرتھ عمدہ سے عمدہ نفیس سے نفیس چیز ڈھیر رکھتے تھے۔ کہ رانیاں کسی وقت دل مار کے نہ رہیں۔ جب جس چیز کی خواہش ہو بے توقف کھائیں۔ رشی منی خوش تھے۔ کہ نبض اب کامیابی کے دن دور نہیں۔ ایام مسرت

فرجام قریب آتے جاتے ہیں :؛

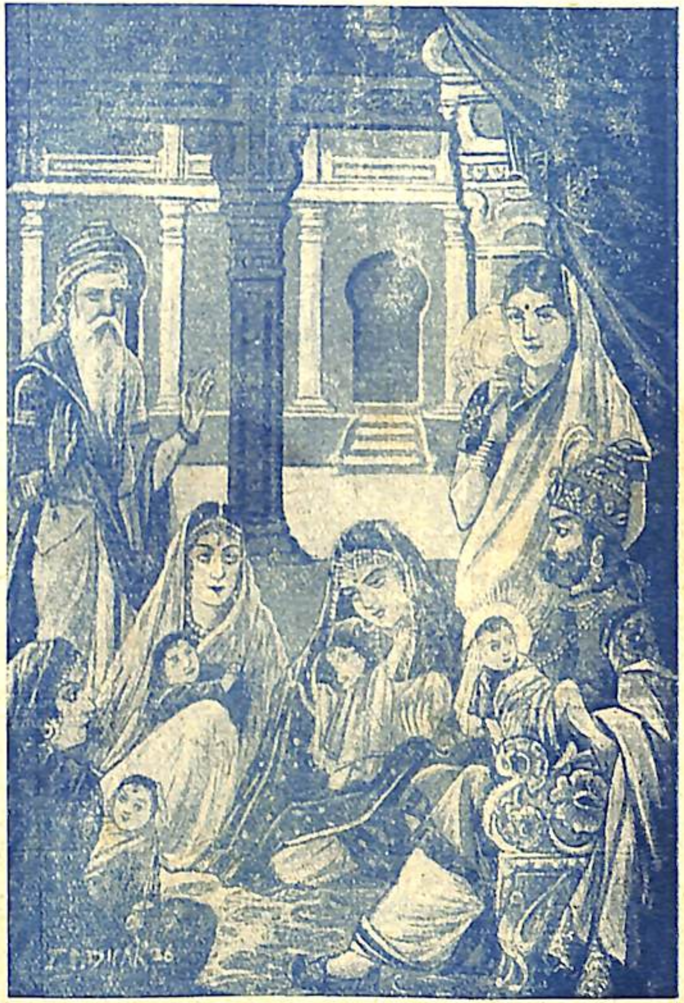
برہم سبھا میں برہما کہتے ہیں۔ کہ کشن جی کی صورت کا کیا کہنا۔ جو کہا تھا کر دکھایا۔ ہم لوگوں کی حفاظت و امانت کیلئے قالب انسانی قبول کرنے والے ہیں۔ اے دیوتا منڈلی اب ہم سب کا فرض ہے۔ کہ رات دن دعا کریں۔ سچے دل سے اشیرباد دیں۔ کہ راجہ دسرتھ کے فرزند بڑے صاحب طاقت مہرچشمۂ لیاقت ہوں۔ ویدشاستروں پر کامل عبور ہو۔ ظفر لبستہ فتراک رہیے۔ فتح و نصرت مطیع خنجر ظفر پیکر ہو۔ دشمنوں کے لئے اُن کا تیر تیغ اجل ہو۔ راکششوں کے واسطے اُن کی جنبش نظر پیغام قضا اب مناسب ہے۔ کہ جتنے گندھرب ہیں۔ جتنے کنہر اور جس قدر اپسرا سب کی عورتیں جتنے کہ اندرانی بھی بندریا کا قالب قبول کرکے بندروں کی افزائش کریں۔

اے دیوتا منڈلی ست جگ میں ایک مرتبہ مجھے جمائی آگئی تھی۔ فوراً ہی میری زبان سے نکلا کہ راون کو اور کوئی تو نہ مارے گا۔ آدمی اور بندرہی موت کے گھاٹ اُتاریں گے :؛

برہماجی کی زبان سے یہ الفاظ سنکر دیوتا اور گندھرب وغیرہ خیل میموں کی افزائش میں مصروف ہوئے اور اندر نے فرمایا کہ برہماجی مہاراج۔ حسب ذیل دیوتا یا ان کے فرزند آپ کے ارشاد سے پہلے دنیا میں جنم لے چکے۔ اور میں بالی کا فرزند پیدا کرچکا۔ جو شہنشاہ میموں ہوگا :؛

نام زمانہ حال	نام زمانہ قدیم	نام زمانہ حال	نام زمانہ قدیم
تارا	فرزند برہسپت	میند	فرزند اشونی کمار
گرب	،، کبیر	دوبد	،، ،،
نل	،، بسوکرماں	سوکھین	،، برن
نیل	،، اگن	سری بجرنگ بلی مہابیر	،، پون

یہی نہیں بلکہ باقی ماندہ دیوتا بھی بندر ہوکر اپنی مرضی کے موافق چولا بدلنے والے ہیں۔ دیوتاؤں نے اپنی اپنی طاقت اپنی اپنی اصلی شکل صورت کے لحاظ سے اب پیکر خاکی قبول کیا ہے۔ کوئی ہمکلہ فیل کوئی ہمپلہ کوہ ہے۔ ان سب کو فن حرب و ضرب میں کمال حاصل ہے۔ شستر دنیا میں نظیر نہیں رکھتے۔ ان کے سلاح جنگ بھی



राम जन्म

رام جنم



सीता स्वयम्बर

عجیب وغریب ہیں۔ کسی کا ہفضبار پہاڑ ہے۔ کسی کا دندان خارا شگاف اور کسی کا ناخن خونخوار ہے۔ یہ سب جنگلوں میں آباد ہوئے۔ تو بڑا ہی رشش مچایا۔ کوئی پہاڑوں کو یہاں اکھاڑ کر وہاں پھینک رہا ہے۔ کوئی درخت ہی توڑے مروڑے رکھے دیتا ہے۔ کبھی سمندر میں کود کے اُس کی بانی کچائی نکال دی۔ دل میں آیا۔ تو ایک زقند میں اِس پار سے اُس پار۔ جب یہ طاقت کا حال تو پھر غریب ہاتھی اور جانوران صحرائی کس شمار و قطار میں ہیں۔ ان کی تو کبھی مچھر کے برابر بھی حقیقت نہیں۔ ان بندروں نے اپنا دخل بٹھا کر سمندر کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ پورب پچھم۔ اُتر۔ دکھن جہاں دیکھو یہی یہ جو سب میں طاقتور اور مشہور رہے۔ انہوں نے دکھشن دیش (دکن) میں پائے استقامت جمایا۔ بال اور سگریو نے حکومت کے ڈنکے بجائے۔ نل نیل اور ہنومان نے سپہ سالاری کی۔ کل جنگلی جانور مارے خوف کے جنگل چھوڑ بھاگے جس کو انہوں نے پایا۔ مسل کے رکھ دیا۔ بال کو وہ قوت و قدرت حاصل ہوئی کہ تمام غنیموں اور مخالفوں کو سر کیا۔ سارے شہر ودلیست کر دیئے۔ خنے کہ اس وقت اپنی قوم کا شاہنشاہ ہے۔ بال و سگریو ہی کی فوج پر منحصر نہیں ایک بندر کی قوم ایسی بھی ہوئی۔ جس کا رنگ کالی گھٹا کا ہمرنگ تھا۔ اور اسی طرح ۳۳ کروڑ دیوتا رام کے لئے باعث قوم کے فخر اور راون کے لئے پیغام موت سے زیادہ ہوئے ؎

سرگ ۔ ۱۸

سری رامچندر جی۔ سری بھرت جی۔ سری لکشمن جی اور سری ستروہن جی کے ظہور سے جلوۂ نور۔ پرورش و پرداخت تعلیم و تربیت اور وشوامتر جی کی آمد

سری لوکش جی کی ترانہ سنجی ہے۔ کہ شرنگی جی کا مجوزہ پتر لیشٹی جگیہ ایک سال میں ختم ہوا۔ راجہ دسرتھ نے بڑی تعلیم و تکریم سے رشیوں۔ مہرشیوں کو رخصت کیا۔ شرنگی رکھ چار روز زیادہ رہے۔ پھر انگدیش میں راجہ رومپاد کے یہاں تشریف

سے گئے۔ راجہ دسرتھ فکر اولاد میں گھڑیاں گنتے تھے۔ ایک ایک پل پہاڑ معلوم ہوتی تھی۔ کاٹے نہ کٹتی تھی۔ شدہ شدہ سال پورا ہوا تھا۔ بارہ مہینے گذر گئے۔ چیت کا مہینہ آیا۔ اوجالے پاکھ نے جلوہ دکھایا۔ نومی کی مقدس تتھ آئی۔ پنرلبش نچھتر سوکرم جوگ لگن میں سری رامچندر جی نے کوشلیا جی کو بیراٹ روپ کا جلوہ دکھایا۔ کوشلیا جی نظارے کی تاب نہ لاسکیں۔ دل میں ہیبت سما گئی۔ سری رامچندر جی نے پیاری ماتا کی کیفیت دیکھ کر روپ بدلا۔ اور ایک ننھے سے بالک بن کر قدرت کاملہ دکھا دی۔ ترلوک میں دھوم پڑ گئی۔ کہ رام اوتار ہو گیا۔ برہما دیوتا رشی منی سب خوشی میں مست ہو کر نغمۂ عشرت گانے لگے۔ کوشلیا جمال عالم افروز دیکھ کر غش کر گئیں۔ دل نہال ہو گیا۔ چہرے پر خوشی چھا گئی۔ رُخ پر نور برسنے لگا۔

اب پکھ نچھتر آیا۔ تو کیکئی کے رنواس میں بدھائی بجنے لگی۔ بھرت جی کے جلوہ مسعود کی خوشخبری نے آوازہ مبارک بلند کیا۔

سمترا جی کا رنواس اب تک منتظر موقع عشرت تھا۔ کہ اشلیکھا نچھتر آگیا۔ شبھ گھڑی۔ شبھ لگن میں پہلے سری لکشمن پھر سری ستروگھن سمترا جی کی آنکھوں کی پتلی بنے۔

سری رامچندر۔ سری بھرت۔ سری لکشمن اور سری ستروگھن جی کا جمال نور افروز سورج چاند۔ کوشل ماتا پر توحسن سے در و دیوار پر ستارے جھلکاتا تھا۔ ظہور مسعود اور جلوۂ محمود کی خوشخبری سے دیوتا اچھل پڑے۔ گندھرب مارے خوشی کے کود پڑے۔ رشی مہرشی انند میں ڈوب گئے۔ آکاش سے پھولوں کی بارش ہونے لگی۔ برہم لوک میں دھندلی نے نغمۂ عشرت چھیڑ دیئے۔

راجہ دسرتھ کے بارگاہ عالم پناہی۔ الوان شاہنشاہی میں شادیانے بجنے لگے۔ جشن عظیم کی تیاری ہوئی۔ زر و جواہر زیور و خلعت انعام و اکرام سے سب مالامال ہو گئے۔ گؤ دانوں کا تانتا لگ گیا۔ پیدائش کے تیرھویں دن گرجوں اور برہمنوں کی پوجا ہوئی۔ ودوان پنڈتوں اور شاستر دان برہمنوں نے دیدیاں رچیں۔ اور وید منتروں سے سب جنم سنسکار کئے گئے۔ بششٹ جی نے مہارانی کوشلیا کے نور نظر کا نام رام رکھا۔ وجہ یہ بتائی۔ کہ ہر چیز میں سری رام چندر جی کے انوار قدرت کا ظہور ہے۔ یہ خورشید میں ہیں۔ ماہ میں ہیں۔ کوہ میں ہیں۔ کاہ میں ہیں۔ گل میں بھی ہیں۔ بُو میں بھی۔ رنگ میں بھی ہر سنگ میں بھی۔ شرر سنگ میں بھی۔ یہی بحر میں۔ یہی نہر میں۔ یہی ابر میں۔ یہی

آب ہیں ۔ یہی خاک و آتش و باد ہیں ۔ یہی رعد و برق و سحاب ہیں ۔ یہی مہر و ماہ سپہر ہیں ۔ یہی رنگ و بوئے گلاب ہیں ۔ یہی زعم اہل خروش ہیں ۔ یہی جوش عہد شباب ہیں ۔ جس طرح چاند کی نورافشانی سے کلیجے کو ٹھنڈک پہنچتی ہے ۔ اسی طرح سری رام چندر جی کی جلوہ افروزی سے سب کے کلیجوں میں ٹھنڈک پڑ گئی ۔ پس یہی نام موزوں ہے یعنی سری رام ؂

کیکئی کے جگر بند کا نام نامی بشسشٹ جی نے بھرت تجویز کیا ۔ اور سمترا کے فرزندوں کا اسم گرامی لکشمن و سترہن ۔ نام کرن کی تقریب میں راجہ دسرتھ کے دست خیر نے مینہ کی سی جھڑی باندھ دی ۔ چاندی ۔ سونا ۔ زر و جواہر ہر طرف برس گئے جشن ہئوا ۔ جلسے ہوئے ۔ عمائدین سلطنت و اراکین حکومت کی دعوت ہوئی ۔ خیل رعایا میں ہر فرد و بشر کی ضیافت ہوئی ۔ سب آنند تھے ۔ خورسند تھے ۔ سب کی دعا تھی پروان چڑھیں ۔ پالنا جھولیں ۔ کھائیں ۔ کھیلیں ۔ پھلیں ۔ پھولیں ؂

چاروں راجہ دسرتھ کی آنکھ کے تارے ماتاؤں کے دلارے آغوش عاطفت میں پلنے لگے ۔ رفتہ رفتہ گھٹنیوں چلنے لگے ۔ دواج کے چاند کی طرح بڑھتے بڑھتے چودھویں کا چاند ہوگئے ۔ تو خصائل و فضائل میں کوئی نظیر نہ رہا ۔ ہر علم و فن میں بے مثال و لاجواب تسلیم ہوئے ۔ ہر بات کی واہ واہ تھی ۔ کمالات قدرت میں پوری دستگاہ تھی ۔

راجہ دسرتھ کی گو پانچوں انگلیاں برابر تھیں ۔ اور دونوں آنکھیں یکساں عزیز مگر انہیں خصائل حمیدہ و فضائل پسندیدہ کے لحاظ سے بھی سری رامچندر کو سب سے زیادہ چاہتے تھے ۔ اور کبھی نگاہ سے اوٹ نہ ہونے دیتے ۔ چاروں بھائی چاند سورج کی دو جوڑیاں نظر آتے تھے ۔ ایک کو ایک سے زیادہ محبت ۔ ایک سے ایک زیادہ ایک دوسرے کا ہوا خواہ ۔

رام چندر جی ہوا خوری کو نکلتے ۔ تو جو دیکھتا مبہوت ہو جاتا ۔ ہاتھی پر سوار ہوتے تو راجہ اندر شرما جاتا ۔ رتھ پر چڑھتے تو سورج کی آنکھ نیچی ہو جاتی ۔ گھوڑے پر سیر کرتے تو سورج کے گھوڑے گرد نہ پاتے ۔ سری رامچندر جی پر سعادتمندی ختم تھی ۔ پتا کی خدمت تمام معاملات زندگی و لوازمات دنیوی سے زیادہ مقدم جانتے تھے ۔ نگاہوں میں چلنا پریم دھرم تھا ۔ شاستر کا حکم ہے ۔ کہ چھوٹا بھائی بڑے بھائی کو بمنزلہ والد سمجھے ۔ چنانچہ لچھمن جی کا اس پر پوری طرح سے عمل تھا ۔ اور سری رامچندر جی کو راجہ دسرتھ ہی کے برابر مانتے اور ان کی خدمت و رضاجوئی کو سرمایہ سعادت

بلکہ بجائے عبادت جانتے تھے۔ سری رامچندر کو بھی لچھمن جی سے خاص الفت تھی۔ وہ قوت بازو ہی نہیں بلکہ جان و جگر سمجھتے۔ اور باہم ایک ساتھ کھاتے پیتے تھے۔ سری رام چندر جب سیر و شکار کو جاتے۔ تو لچھمن جی خاص عقیدت سے خدمت کے لئے ہمرکاب رہتے تھے۔ گو بھرت جی کا بھی یہی دستور تھا۔ لیکن لچھمن جی کی صدق عقیدت کچھ اور ہی تھی۔ جب چاروں بھائی ایک ساتھ سواریوں پر نکلتے۔ تو راجہ دسرتھ کا کلیجہ پھڑک پھڑک اٹھتا تھا۔ خوشی کی انتہا نہ ہوتی تھی ؂

ایک روز راجہ دسرتھ کا دربار شاہی لگا ہوا تھا۔ جہاں اور معاملات پیش ہوئے وہاں راجہ دسرتھ نے یہ ذکر چھیڑا۔ کہ ایشور کی کرپا سے اب چاروں راجکماروں کا سن شادی کے لائق ہوا۔ چشم بد دور۔ ہر علم و فضل میں اچھی طرح کمال حاصل ہو گیا۔ معاملات ملکی بھی اس خوبی سے انجام دیتے ہیں۔ کہ عقل حیران ہو جاتی ہے جو ہے۔ شاباش۔ زندہ باش کہے بغیر نہیں رہتا۔ چاروانگ عالم میں حسن لیاقت کی واہ واہ ہو رہی ہے۔ بس اب آپ لوگ مشورہ دیں۔ کہ شادی ضروری ہے کہ نہیں میرا سن آپ لوگ دیکھتے ہی ہیں۔ چراغ گل ہونے میں کیا شک ہے۔ پس اس سے میں چاہتا ہوں کہ جہاں بیٹوں کا سکھ دیا ہے۔ وہاں کچھ دن بہوؤں کا بھی سکھ دیکھ لوں ؂

راجہ دسرتھ اتنا ہی کہہ پائے تھے۔ کہ ایک چوبدار نے آکر بات کاٹ دی اور کہا مہاراج۔ سری وشوامتر در دولت پر تشریف فرما ہیں۔ فرماتے ہیں کہ ان داتا سے ملنے کی خواہش ہے۔ راجہ یہ سنتے ہی اٹھ کھڑے ہوئے۔

راجہ دسرتھ کے اٹھتے ہی بششٹ جی اور اور پروہت بھی استادہ ہو گئے۔ اور راجہ کے ساتھ ساتھ دروازے کی طرف چلے۔ دروازے پر دیکھا تو وشوامتر جی براجمان۔ مگر مون بالکل خاموش۔ راجہ دسرتھ تو دوڑ کر قدم لیتے۔ مگر نہیں۔ وہ شاستر کے عالم باعمل تھے۔ وہ جانتے تھے۔ کہ اگر کوئی مہرشی منی مکان پر آئے۔ تو مالک مکان کا فرض ہے۔ کہ اپنے مقدم پروہت سے ارگھ دلوائے۔ چنانچہ انہوں نے اس رسم تعظیم کے لئے بششٹ جی سے گذارش کی۔ بششٹ جی تو راضی ہو گئے مگر فوراً ہی راجہ دسرتھ کے دل میں خیال ہوا۔ کہ یہ بڑی بڑی ہوئی۔ بششٹ جی اور وشوامتر میں باز و کبوتر۔ آب و آتش کی سی دشمنی ہے۔ دونو کا سامنا ہو جائے تو نہ جانے وشوامتر جی کیا بد دعا دے بیٹھیں۔ مگر نہیں یہ اندیشہ بے پا نہ تھا۔ وشوامتر جی

خود بخود بول اُٹھے ۔ کہ کہیئے مہاراج ۔ ادھیراج ۔ سب چین چان ۔ سب آنند ۔ پرسن ۔ دشمن قدموں پر سر جھکاتے رہتے ہیں نا دیو پستر کرم تو آپ سبھی عقیدت سے کرتے ہی ہوں گے ۔ ہون وغیرہ کو آپ سے کیا پوچھنا ۔ آپ خود ہی دھرم کے پورے پابند ہیں ۔

راجہ دسرتھ :- سوامی آپ کے اشیرباد سے سب امن و چین ہے اور پرتاپ سے کام بنے جاتے ہیں ۔ کسی بات کا فکر نہیں ۔

یہ سنکر وشوامتر اُٹھے ۔ بششٹ جی سے بغلگیر ہوئے ۔ اور مزاج پُرسی کر کے مسکرا دیئے ۔ بششٹ جی نے مزاج پُرسی کا بڑا مہذبانہ جواب دیا ۔ اور ساتھ ہی تبسم کا جواب بھی تُرکی بہ تُرکی دے گئے ۔

ناظرین اس پر حیرت میں ہوں گے ۔ کہ تبسم کے ذریعے سے نوک جھونک اور جواب ترکی بہ ترکی چہ معنی دارد ۔ اس لئے اس کا بھید بتا دینا لازمی ہے ۔ بششٹ جی راجہ دسرتھ کے پروہت تھے ۔ پروہتائی کو شاستر میں نادار قرار دیا گیا ہے ۔ چنانچہ اس لئے وشوامتر جی نے طرز تبسم سے نظر حقارت کے طنز یہ اشارے کا کام کیا ۔

بششٹ جی کے تبسم کی اصلیت یہ تھی ۔ کہ وشوامتر ! مجھ کو کوئی کیا ہنسے گا ۔ میں اس عظیم الشان اور دھرماتما مہاراج ادھیراج کا پروہت ہوں ۔ جس کے پاس تم بھی ہاتھ پھیلائے دوڑے آئے ہو ۔

یہ اشارے کنائے آپس ہی میں ہو کر رہ گئے ۔ اب جابالی رشی پہنچے ۔ اور مراسم تعظیم و تکریم کے بعد راجہ دسرتھ مع اصحاب موصوف الصدر و اراکین خاص وشوامتر جی کو دربار میں لے آئے ۔ سب اپنی اپنی نشستگاہوں پر بیٹھے ۔ وشوامتر جی نے کُش آسن پر کفایت کی ۔ راجہ دسرتھ دھرماتما تھے ۔ رشیوں مہرشیوں کے سیوک تھے ۔ لیکن وشوامتر جی کی تعظیم خاطر تواضع وغیرہ کا کیا پوچھنا ۔ مہاراج تلووں سے آنکھیں ملتے تھے ۔ ہر وقت ہاتھ باندھے نگاہیں دیکھتے رہتے تھے ۔ کہتے تھے ۔ کہ میں بڑا خوش نصیب ہوں ۔ کہ آپ کی خاک قدم میرے لئے سرمۂ نور ہیں ۔ آپ کی رونق افروزی سے میرا کلبۂ احزان گلشن بے خزاں ہو گیا ۔ بھوکے کو کھانا ۔ بے اولاد کو اولاد ۔ مفلس کو دولت ملنے سے جو خوشی ہوتی ہے ۔ اس سے ہزار چند خوشی مجھ کو آپ کے درشنوں سے حاصل ہے آپ کا مرتبہ اعلےٰ ہے ۔ بات بالا ہے ۔ صرف انتہائے ریاضت و تکمیل عبادت سے آپ برہم رشی ہوئے ہیں ۔ پس میں چرنوں کے درشن سے جس قدر اپنی خوش قسمتی پر ناز کروں بجا ہے ۔ کرم فرمائی پر جتنا اتراؤں زیبا ہے ۔ واقعی میرا جنم سپھل

ہو گیا۔ میری زندگی آج سپھل ہوئی۔ اب آپ یہ فرمائیں۔ کہ کیا ارشاد ہے۔ میں حکم کا منتظر ہوں۔ جو کچھ ہے وہ سب آپ ہی کا دیا ہوا ہے۔ سب کے آپ ہی مالک ہیں۔ جو چاہیں مانگ لیں۔ تکلیف نہ کریں۔ آپ جو فرمائیں گے۔ مجال کیا جو سر آنکھوں سے قبول نہ کروں۔ دسرتھ عذر کرنے حرف انکار زبان پر لانے والا نہیں۔ آپ کے چرنوں کا داس ہے۔ اس کو یا تو اپنے دھرم کا لحاظ ہو گا۔ یا آپ کے ارشاد کا پاس۔ پس کچھ تو مرضی مقدس ظاہر فرمایئے۔ منشائے خاطر سے ماہر فرمایئے۔ کہ میں سرمایۂ سعادت حاصل کروں۔ اپنے کو آپ کے فرمانبرداروں میں شامل کروں۔

سرگ۔ ۱۹

وشوامترجی کا راجہ دسرتھ سے سری رامچندر کے لئے سوال۔

راجہ دسرتھ کی حیرانی و پریشانی

مہاراجہ دسرتھ زبان دے چکے۔ انہوں نے وعدہ کر لیا۔ کہ جو ارشاد ہو گا۔ سر آنکھوں سے منظور کروں گا۔ انہوں نے قدموں پر سر جھکا دیا۔ اور جنبش لب کے منتظر ہو گئے۔ وشوامترجی راجہ دسرتھ کی عقیدتمندی و ارادت پسندی سے از حد خوش ہوئے۔ اُن کی باچھیں کھل گئیں۔ جوش مسرت سے بولے۔ دھن ہو رگھو کل مکٹ شترو منی آپ راجگان زمانہ کے سرتاج ہیں۔ دنیا کے پردے پر آپ نظیر نہیں۔ آپ کا سا سجن آج تک نظر سے نہ گذرا۔ اور کیوں نہ ہو۔ ویدوں کے آپ عالم باعمل ہیں۔ شاستروں کے اشارے میں چلنا آپ کا دھرم ہے۔ آپ بڑے خوش نصیب ہیں کہ وششٹ ایسے گرو کے فیض و برکت سے آپ کے چہرے پر دھرم کا جلال برس رہا ہے۔ تب ہی آپ دھرم کی راہوں میں سر کے بل چلنے کے لئے ثابت قدم رہتے ہیں۔ آپ نے میرے آگے سر تسلیم خم کیا۔ میں آپ کی صدق ارادت اور سچی عقیدت کو ہزار زبان سے سراہتا اور آشیرباد دیتا ہوں۔ کہ آپ کو پابندی قول وپاس سخن کا نیک ثمرہ حاصل ہو۔ میں بالفعل سوال کرتے جھجکتا ہوں کی خواہش کہتے ہچکتا ہوں۔ کہ شاید آپ کو پھر عذر و انکار ہو۔ اس لئے اگر آپ ایک دفعہ پابندی قول کی پرتگیا

سُنا دیں۔ تو زیادہ تر ممنون و شکر گذار ہوں۔ اور میرے دل سے اپنی بات پٹ پڑنے کا وہم دور ہو جائے۔

راجہ دسرتھ اِس گفتگو پر خاموش ہو گئے۔ دل میں خیال تھا کہ وشوامتر جی اِس وقت ہیں کہاں۔ پرتگیا کی خواہش کیسی۔ رگھوبنسی خاندان میں یہ ممکن کہاں کہ کوئی سوال کرے اور پورا نہ ہو۔ جو آپ نے ایک دفعہ زبان سے کہدیا بس پتھر کی لیک۔ برہما کا اکھشر ہو گیا۔ مجال بھی ہے۔ کہ قول پٹ پڑ جائے۔ وشوامتر راجہ دسرتھ کے خیالات کو قیافہ سے بھانپ گئے۔ انہوں نے خود ہی پھر سلسلہ تقریر شروع کیا:۔

وشوامتر:۔ مہاراج آپ کے دل کی بات میں سمجھ گیا۔ آپ اگر سوال کے مُنتظر ہیں۔ تو سُنیئے۔ میں جگیہ میں مصروف ہوں۔ مدت سے یہی شغل ہے۔ مگر برا ہو ماریچ اور سباہ نامی راکشسوں کا یہ جگیہ کو پورا ہونے نہیں دیتے۔ ادھر محنت سپھل ہونے کے قریب آئی۔ ادھر انہوں نے گوشت اور خون برسا کر سارا کیا دھرا اکارتھ کر دیا۔ کچھ کرتے دھرتے بن نہیں پڑتی۔ ناک میں دم ہو رہا ہے۔ میرا کچھ بس نہیں:۔

راجہ دسرتھ:۔ (دل ہی دل میں) یہ معاملہ کیا ہے۔ وشوامتر چاہیں تو ایک بد دعا میں دنیا الٹ پلٹ کر کے رکھ دیں۔ زمین و آسمان میں راچھسوں کا کہیں ٹھکانہ نہ رہے۔ دیوتا نام سے تھرتھراتے ہیں۔ گندھربوں کا پتہ پانی پانی ہوتا ہے۔ اور ماریچ و سباہ سے ایک پیش نہیں جاتی۔ کہیں نام بڑے درشن تھوڑے۔ اونچی دوکان پھیکا پکوان کا معاملہ تو نہیں۔ ایسی ایسی مکھیاں نہ مار سکے۔ تو پھر کیا یہ ساری شہرت نمائشی ہی تھی"

وشوامتر:۔ (قیافہ پہچان کر) رگھوکل شرومنی۔ آپ جو دل میں خیال کر رہے ہیں۔ وہ معاملہ فہمی کے اصول سے درست نہیں۔ شاستروں کا حکم ہے۔ کہ جب کوئی شخص جگیہ کرے۔ تو بالکل گئو بن جائے۔ غیظ و غضب سے کوسوں دور رہے جہاں ذرا بھی غصہ آیا۔ کچھ بھی تیور پر بل پڑے۔ تو سمجھ لیجئے کہ سارا ثواب عذاب سے بدل گیا۔ پھر جگیہ کا سوارتھ ہونا بالکل ناممکن۔ اگر یہ بات نہ ہوتی۔ تو ایک ترچھی نظر ہی ایسے ایسے ہزار راچھسوں کے لئے کافی تھی۔ اس وقت مجبور ہوں۔ شعلہ غضب بھڑکتا ہے تو جگیہ کی خیریت نہیں۔ شاپ دیتا ہوں۔ تو اس کے لئے آتش قہر مشتعل کرنے کی ضرورت:۔

راجہ دسرتھ:۔ نہیں نہیں مجھے کچھ خیال نہیں۔ اگر آپ کو کچھ قیاس ہوا ہو

تو معاف فرمائیے۔ میں آپ کے دست قدرت سے واقف ہوں۔ کشف و کرامات کا حال معلوم ہے۔ آپ کے جلال کے سامنے کس کی مجال ہے۔ کہ ٹھیر سکے۔ ہاں مہاراج بے تکلف فرمائیے کہ میرے لئے سرفرازی خدمت کا کیا منشاء ہے ؛

وشوامتر :۔ بس کچھ نہیں۔ ذرا سی بات ہے۔ اور زیادہ تکلیف دہی منظور نہیں۔

راجہ دسرتھ :۔ زہے نصیب۔ زہے قسمت۔ مجھے کسی بات سے انکار نہیں۔ راضی برضا ہوں۔ ہاں تو فرما دیجئے۔ کہ تعمیل ارشاد سے سعادت حاصل کروں۔

وشوامتر :۔ راجن فقط اتنا ہی چاہتا ہوں۔ کہ آپ کچھ دنوں کے لئے اپنے فرزند جگر بند سری رامچندر کو میرے ہمراہ کر دیں۔

وشوامتر جی کے ان الفاظ نے راجہ دسرتھ کے منہ پر مہر لگا دی۔ وہ خاموش ہو گئے۔ دل میں خیال کیا۔ کہ یہ سوال کیسا۔ رامچندر جی کل کے بچے۔ راکھشسوں کے آگے بساط ہی کیا۔ وہ جگیہ میں جا کر کیا بنا لیں گے ؛

وشوامتر :۔ آپ کو سوچ بچار کیوں۔ آپ سری رامچندر کو سمجھتے ہی کیا ہیں۔ کیا راکھشس ان کے مقابلہ میں کچھ چیز ہیں۔ ان کا نظیر آج کوئی دوسرا ہے نہیں۔ یہی میرے جگیہ کی حفاظت کر سکتے ہیں۔ انہیں سے دست قدرت سے نابکاروں کا قلع قمع ہوگا۔ آپ کسی بات سے نہ گھبرائیں۔ میں سری رامچندر کو علوم و فنون سکھاؤنگا۔ رہ گئی شادی اس کا بھی ذمہ وار ہیں۔ رامچندر جی میرے ساتھ چلے۔ اور تینوں لوک میں ان کا جشن ہو گیا۔ اگر آپ کو راکھشسوں سے اندیشہ ہو۔ تو وہم ہی وہم ہے۔ کسی کی مجال نہیں۔ جو آنکھ اٹھا کر بھی دیکھ سکے۔ ان کا آفتاب اقبال سب کے منہ جھلس کر رہے گا۔ کسی کے تیر و خنجر کی ایک نہ چلے گی ؛

راجہ دسرتھ :۔ (دل میں) سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ وشوامتر کیا کہہ رہے ہیں۔ دنیا بھری پڑی ہے۔ روئے زمین کے ہزاروں زبردست راجے مہاراجے موجود ہیں سب کے راجکمار بھی ایک سے ایک بہادر۔ ایک سے ایک شہزور۔ پھر نہیں معلوم کہ وشوامتر جی میرے ہی گلے کیوں پڑ رہے ہیں۔ آخر رامچندر کے سوا کیا ان کو کوئی دوسرا نہیں ملتا۔ جو اپنی ضد کئے جاتے ہیں ؛

وشوامتر :۔ (دل کا مطلب سمجھ کر) اکشواک بنس کے مکٹ منی آپ سری رامچندر کو ایسا ویسا نہ سمجھیں۔ ان سے بڑھ کر کسی دوسرے کو دست قدرت حاصل نہیں۔ ان کو سب کچھ قدرت ہے۔ آپ ان کو تعلیم کا ٹکڑا آنکھ کا تارا سمجھ

کر مغالطے میں ہیں۔ یہ آپ کی بالکل خام خیالی ہے ۔ ؎

جنہیں رامچندر سمجھتے ہو وہ تمہارے نور نظر نہیں
ہیں اگر تو کون جو ہیں تو کیا تمہیں نام کو بھی خبر نہیں

یہ جہاں میں جملہ زدست ہیں   ہمہ اوست ہیں ہمہ ازدست ہیں
ہمہ زدست جملہ ازدست ہیں   یہ بشر نہیں یہ بشر نہیں
یہ عدم میں ہیں یہ وجود میں   یہ نفع میں ہیں یہ ہیں سُود میں
یہی ہست ہیں یہی بود ہیں   یہ جگت پتا ہیں پسر نہیں

مہاراج آپ واقف ہیں۔ کہ مجھے جھوٹ سے سخت نفرت ہے۔ آج تک زبان حرف دروغ سے آشنا نہیں ہوئی۔ پس میری باتوں کو آپ بادِ ہوائی نہ سمجھیں ؛

دسرتھ جی کو خلجان تھا۔ کہ بسوامتر جی رامچندر جی کے لئے کیوں ہٹ کرتے چلے جاتے ہیں۔ آخر ان کو ان کی مدح سرائی کی وجہ۔ ان کے کان میں کسی نے پھونک دیا کہ رامچندر ایسے ہیں۔ ویسے ہیں۔ انہوں نے کہا۔ رشی راج ؎

ابھی رامچندر کا سن ہے کیا   کہاں ان میں تاب و تواں ہے ابھی
نہیں دانت اکھڑے ہیں دودھ کے   بھری دودھ سے زباں ہے ابھی

وشوامتر :۔ بیشک آپ کے نزدیک میری رامچندر ایسے ہی ہیں۔ مگر ہم لوگوں کی نظر سے دیکھئے۔ تو کچھ اور ہی معلوم ہوں گے۔ دیوتاؤں سے پوچھئے دیکھئے وہ کیا کہتے ہیں۔ رشیوں سے دریافت ہو کہ ان کا کیا خیال ہے۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ سری رامچندر کے علوم و فنون کا ڈنکا بجے۔ ایک چھوٹی سی بہو گھر آئے۔ آپ کا نام روشن ہو رگھوبنس کا جش گایا جائے تو بس کہہ دیجئے کہ لے جایئے۔ حجت فضول۔

راجہ دسرتھ پھر بھوٹے میں آ گئے۔ اس خیال میں سر بزانو ہوئے کہ کیونکر بسوامتر جی کو ٹالوں۔ آخر سوچتے سوچتے سوچے۔ کہ ہرچہ بادا باد۔ دو ٹوک جواب کافی ہے۔ طول کلام لاحاصل ؛

بسوامتر جی پھر راجہ دسرتھ کا منشائے خاطر سمجھ گئے۔ انہوں نے تسکین بخش الفاظ میں کہا مہاراج اودھ نریش۔ میں دیکھتا ہوں کہ آپ کو میری باتوں کا یقین نہیں۔ خیر اس کا میں مضائقہ نہیں سمجھتا۔ مگر ایشور کے فضل سے آپ کے اتنے وزیر روشن ضمیر و مشیر با تدبیر ہیں۔ ذرا ان سے مشورہ لیجئے۔ دیکھئے وہ کیا کہتے ہیں۔ آیا مجھے حق بجانب سمجھتے ہیں یا برسر خطا ؛

راجہ دسرتھ :۔ (دل ہی دل میں) وزیر و مشیر اگر کہہ بھی دیں۔ تو میں کب ماننے والا ہوں۔ مجھ سے رام چندر کی جدائی کسی طرح گوارا نہ ہوگی۔

لبسوامتر :۔ اگر آپ کو وزیروں مشیروں کی مشورت منظور نہیں۔ تو گورو بششٹ جی سے صلاح لیجئے۔ دیکھئے وہ کیا رائے دیتے ہیں۔ اگر وہ اجازت دے دیں۔ تب تو کچھ مین میکھ نہیں۔ آپ نہ معلوم کس خیال میں ہیں۔ اجی مہاراج جن کو آپ رامچندر۔ رامچندر کہہ کر پکارتے ہیں۔ جن کی ولادت پر فخر کرتے ہیں۔ جن کو سمجھتے ہیں کہ فرزند ہیں۔ وہ آپ کے جگر بند نہیں۔ ہمارے اشٹ دیو ہیں۔ اب وہ بچے نہیں رہتے وہ ماں باپ کے رشتے سے بے تعلق ہیں۔ بس آپ آرے بلے بیکار :۔

راجہ دسرتھ لبسوامتر کے سامنے زبان نہ ہلا سکتے تھے۔ دل ہی دل میں اُن کی باتوں پر غور کرکے رہ جاتے تھے۔ چنانچہ اِس فقرے پر انھوں نے یہی خیال جمایا۔ کہ دو چار دن کی تو کچھ بات نہ تھی۔ میں لبسوامتر جی کا کہنا مان لیتا۔ بلا سے جدائی کھلتی۔ مگر زیادہ دنوں کی مفارقت کسی طرح گوارا نہیں۔ چاہے بنے یا بگڑے :۔

لبسوامتر :۔ آپ جتنی چاہے چپ سادھیئے۔ منہ میں کیل دبائیے۔ مگر نتیجہ کچھ بھی نہیں۔ بڑے حیرت کی بات ہے۔ کہ ذراسی بات کے لئے آپ الیسا دھرماتما راجہ کس طرح اجلیں جھانکے۔ یوں ٹالے بالے بتائے۔ کچھ آپ کو خبر ہے۔ کہ آپ کے خاندان کا کیا دھرم ہے۔ ذرا آپ راجہ رگھو کی طرف دیکھئے۔ واہ واہ کیسے دھرم پر جان قربان کرنے والے تھے۔ ذرا سنیئے گا۔ ایک مرتبہ راجہ رگھو نے جگیہ کیا۔ جتنے برہمن تھے۔ سب کو الیسا دھن دولت سے مالا مال کیا۔ کہ کسی کو ہوس باقی نہ رہی۔ سونا چاندی زیور جواہرات پوشاک ولباس کیا تھا جس سے اہل سوال کی نیت نہ بھر دی۔ بس حد ہے کہ راج تک دان کر دیا۔ پانی پینے کے لئے ایک برتن بھی نہ رکھا۔ اب صرف جگیہ کنڈ رہ گیا۔ اور آپ جسم نازک تھا۔ اور درختوں کی چھال سے تن پوشی۔ یہ تو دست خالی کا حال اور یہ بے سرو سامانی کی حالت۔ اِس پر بھی اُن کا دل وہی۔ اُن کا دھرم پر تکیا بدستور۔ بالکل ہاتھ جھاڑ بیٹھے تھے۔ پاس جھنجھی نہ تھی۔ اس عالم ناداری میں کبھی رشی کے گرو وارد ہوئے۔ سوال بارہ کروڑ اشرفیوں کا تھا۔ مگر صورت دیکھتے ہیں تو عجیب۔ نہ سر پر تاج نہ تخت زیر قدم۔ بدن پر کپڑا تک ندارد۔ فقط ایک زنار تار پیراہن کا قائم مقام اور درختوں کی چھال زینت بدن یہ ہیئت گدائی و حالت گدائی دیکھ کر گرو جی سوچے کہ راجہ رگھو کے پاس دھرا ہی کیا ہے... کے سوا کچھ بھی نہیں

پس زبان کے لچھن جھاڑنا فضول۔ چلو اپنے گھر کی راہ لو۔ اپنی رادھا کو یاد کرو۔ راجہ رگھو رشی کے نفس مطلب کو پہنچ گئے۔ جان لیا کہ کوئی ضرورت ہے۔ کسی دُکھ درد کے مارے یہاں نزول اجلال ہوا ہے۔ یہ سوچ کر بولے۔ آیئے مہاراج۔ براجئے۔ فرمایئے کیا آگیا ہے۔

رشی :۔ کیا سوال کروں۔ کیا درخواست ہو۔ آپ کی حالت دیکھ کر میرا پیٹ بھر گیا۔ جس کے پاس ایک جھنجھی نہیں۔ اس سے سوال کیا۔ بالفرض سوال کیا بھی جائے۔ تو نتیجہ۔ زبان کا سینچھ اناسنے سے حاصل۔

راجہ رگھو نے اس تقریر کا ذرا بھی بُرا نہ مانا۔ وہ ہاتھ جوڑ کر اصرار کرتے رہے۔ کہ کچھ تو فرمایئے۔ ذرا تو سوال سے زندگی سپھل کر دیجئے۔ مگر رشی کا دل بالکل ٹوٹا ہوا تھا۔ اس کے قدم اُکھڑے جاتے تھے۔ دل میں خیال کیا کہ یہاں ٹھہرنا بے سود۔ فکر لاحاصل سے حاصل:۔

راجہ رگھو کو بڑا ہی رنج بہت ہی تردد ہوا۔ سوچے کہ آج تک اُن کے بزرگوں کے در دولت سے کوئی سائل محروم واپس نہیں ہوا۔ اگر یہ رشی خالی ہاتھ پھر گئے۔ تو ڈوب مرنے کی بات ہے۔ انہوں نے رشی سے ہاتھ جوڑ کر عرض کی:۔

مہاراج! آپ دل کی خواہش کیوں توڑا لیتے۔ اس میں کیا مضائقہ ہے۔ اور میری تو یہ بھی درخواست ہے۔ کہ آج رات بھر آپ یہیں قیام فرمائیں۔

اِدھر سے اصرار تھا اُدھر سے انکار۔ مگر رشی جی کو ایک دن کا قیام منظور ہی کرنا پڑا۔ انہوں نے دل میں تصفیہ کر لیا۔ کہ اچھا راجہ کا کہنا ہی سہی۔ دن گزر ہی جائے گا۔ رہ گئی رات وہ بھی کٹ جائے گی۔ سمجھوں گا۔ ایک دن کا برت ہی رکھا۔ یہ سوچ سمجھ کر رشی جی نے وہیں آسن جما دیا۔ لمحہ لمحہ گذرتے گذرتے آخر رات ہوئی۔ اسوقت رشی جی نے راجہ رگھو سے کہا۔ کہ مجھ کو بارہ کروڑ اشرفیوں کی ضرورت ہے۔

جونہی راجہ نے یہ سوال سُنا۔ آگ بگولا ہو گیا۔ فوراً ہی کمان لے کر اُٹھ کھڑا ہوا اور سیدھا کبیر کے پاس پہنچا۔ چہرہ تمتما رہا تھا۔ غصے کے شعلے بھڑک رہے تھے۔ کبیر دیکھتے ہی سکانپ اُٹھا۔ اور پوچھا:۔

کیوں کیوں مہاراج خیریت تو ہے؟ جوشِ غضب کا باعث؟

راجہ رگھو :۔ بس خیریت اسی میں ہے کہ بارہ کروڑ اشرفیاں حاضر کیجئے زیادہ بات چیت کی فرصت نہیں۔

کبیر کے بدن میں تھرتھری تھی۔ راجہ کے جوشِ غضب سے کانپ رہے تھے۔

اُف زبان سے نہ نکالی۔ ذرا چون و چرا نہ کی۔ چپ چپاتے زر و جواہر۔ روپیہ۔ اشرفی کا مینہ برسا دیا۔ راجہ رگھو کی قیام گاہ میں جدھر دیکھئے سونا ہی سونا۔ چاندی ہی چاندی کا انبار لگا تھا۔ عقیق و الماس کا ڈھیر۔ یہ کیفیت دیکھی تو برہمن لوگ آ موجود ہوئے عرض کی۔ کہ مہاراج اپنا راج پاٹ لیجئے۔ ہم باز آئے۔ ہمیں معاوضہ نہ دیجئے۔ سلطنت آپ کو مبارک۔

راجہ رگھو نے تاج و تخت کے عوض ایک ایک ہزار ہزار دیئے۔ اور بارہ کروڑ اشرفیاں رشی کو گنا کر بڑی عزت و منزلت کے ساتھ رخصت کیا۔ رشی جی یہ دیکھ کر حیران رہ گئے۔ دعائیں دے دے کر اشرفیاں سمیٹیں۔ اور اشیرباد دیتے ہمت عالی کو سراہتے چلتے پھرتے نظر آئے۔

اے راجہ دسرتھ جس خاندان میں راجہ رگھو ایسے فیاض اور دریا دل راجے گزرے ہوں۔ جس سورج بنسی نسل کے غلاموں کی چوکھٹ سے بھی امیدوار مایوس نہیں پھرا۔ آج میں اسی اکشواک بنس کے آفتاب خاندان کی خدمت میں ذرا سی خواہش لئے ہوئے آیا۔ حیرت ہے۔ کہ آپ کو اس کے لئے حیلے حوالے۔ آپ کو ہر بات سے بے فکر ہو کر اپنے بزرگوں کی پیروی واجب اور سری رامچندر جی کو میرے ساتھ کر دینا مناسب ہے۔

بسوامتر جی تو یہ کہہ کر خاموش ہو گئے۔ راجہ دسرتھ سے کچھ کہتے سنتے نہ بن پڑتی تھی۔ دل کی گھبراہٹ کا عجیب ہی حال تھا۔ بیٹھے ہیں تو سر بزانو۔ پہلو بدلتے بدلتے تھکے۔ تو اٹھ کھڑے ہوئے۔ کھڑے کھڑے جی اکتایا تو سر جھکائے ٹہلنے لگے۔ ٹہلتے ٹہلتے طبیعت گھبرائی تو لیٹ گئے۔ لیٹے لیٹے دل کی الجھن بڑھی۔ تو تکئے کے سہارے بیٹھ گئے۔ مگر کسی طرح طبیعت نہ سنبھلنا تھی نہ سنبھلی۔ بس انتہا ہے کہ بدن سنسنانے لگا۔ آثار غشی تاری ہونے لگی۔

سرگ ۲۰

رامچندر کو ہمراہ لے جانے کیلئے بسوامتر جی کا اصرار اور راجہ دسرتھ کا انکار

راجہ دسرتھ کے اوسان خطا اور حواس باختہ تھے۔ کہیں تو کیا کہیں۔ کریں۔ تو کیا کریں۔ کچھ سمجھ میں نہ آتا تھا۔ اُدھر رامچندر جی کی جدائی کے خیال سے موت کا سامنا ادھر بسوامتر جی کی بد دعا سے خوف بربادی۔ سب پر عالم بدحواسی۔ ایک رنگ آتا ایک رنگ جاتا تھا۔ چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ مُردنی چھائی ہوئی تھی۔ تھوڑی دیر دل تھامے ہوئے طبیعت سنبھالتے رہے۔ پھر ذرا حواس ٹھیک ہونے پر بولے کہ مہاراج! رامچندر بالکل بچے ہیں۔ مُنہ سے سچ مچ دودھ ٹپکتا ہے۔ ان سے آپ کیا امید کرتے ہیں۔ کہاں راکھس کہاں نازک نازک رام۔ کمان ہاتھ میں لیتے ہیں۔ تو کلائی میں موچ آتی ہے۔ چٹکی سے نیر نہیں دبتا۔ یہ وہاں جاکر کیا کھڈرک کر لیں گے۔ سولہ برس کے لڑکے کال کو جیتنے والے راکھسوں سے مقابلے کے لائق ہونے لگے تو بس ہو چکا ؛

بسوامتر :۔ آپ ایسے عقلمند زمانہ دیدہ ۔ دھرماتما اور آپ کا ایسا اوٹ پٹانگ خیال۔ آپ شاستر کے عالم باعمل اور پھر ایسی بے فہمی۔ مہاراج رامچندر تو ایشور کی کرپا سے سولہ برس کے ہیں۔ شاستر کی رُو سے چھتریوں کو پندرہ برس کی عمر میدان جنگ میں نبرد آزمائی کے لئے کافی ہے ؛

راجہ دسرتھ :۔ رشی راج آپ کو مطلب سے مطلب ہے۔ میں آپ کی خدمتگزاری کو حاضر ہوں۔ فوجیں بھری پڑی ہیں۔ سُور بیروں کے دل کے دل جاں نثاری کو موجود ہیں۔ چلئے میں لاؤ لشکر کے ساتھ چلوں۔ آپ کے دشمنوں کو وہ مزا چکھاؤں کہ یاد کریں جب میں موجود ہوں۔ جب بہادران خنجر گذار و مردان صنیغم شکار غلامی کو حاضر ہیں۔ تو پھر سری رامچندر کی ضرورت ہی کیا۔ میں خود ہتھیار اٹھاؤں گا۔ راکھسوں کو نیچا دکھاؤنگا۔ آپ شوق سے جگیہ کیجئے۔ میں حفاظت میں جان لڑاؤنگا ؛

بسوامتر جی :۔ ابھی ابھی آپ کہہ چکے ہیں کہ سری رامچندر پڑھ لکھ گئے۔ علوم و فنون میں قرار واقعی دخل ہے۔ اچھی طرح صاحب لیاقت و صاحب طاقت ہیں آفتاب اقبال خط اضف النہار پر ہے۔ بدر کمال برج شرف میں۔ پھر آپ کس منہ سے ان کو بچہ ہی سمجھتے ہیں اور مرد میدان نہیں جانتے ؛

راجہ دسرتھ :۔ مگر مہاراج یہ تو فرمائیے۔ کہ آپ کا جگیہ دس روز میں ختم ہوگا۔ اتنی مدت تک میری زندگی کیسے ہوگی۔ میں کس کو دیکھ کر جیوں گا۔ اگر ایک لمحہ بھر بھی سری رامچندر جی آنکھوں سے اوٹ ہوتے ہیں۔ تو مجھے چین نہیں پڑتا دم الجھتا ہے۔ پھر آپ ہی فرمائیے۔ کہ دس روز کی جدائی کیونکر گوارا ہو۔ میرا تو دم فنا ہو

ہی جائیگا۔ اور اُن لوگوں کی بھی خیریت نہیں۔ جو سری رامچندر کو جان سے عزیز رکھتے ہیں اگر میرا دم ٹوٹ گیا۔ اور لوگوں کی رُوح پرواز کر گئی۔ تو خیال کر لیجئے۔ کہ آپ کا جگیہ بالکل انشٹ ہو گیا۔ اِس لئے میری دست بستہ التجا ہے۔ کہ آپ سری رامچندر جی کو معاف رکھیں۔ میری جان بخشی کریں۔ ہاں اور جو ارشاد ہو۔ اُس کے لئے جان تک نذر کرنے میں عذر و انکار حجت و تکرار نہیں ؛

راجہ دسرتھ کہنے کو تو یہ کہہ گئے۔ مگر معاً خیال آیا کہ اِس تقریر سے تو پرتگیہ پر بٹہ لگتا ہے۔ خاندانی پابندی قول پر حرف آتا ہے۔ اِس لئے پہلوئے سخن بدل کر بولے کہ رشی راج آپ اِس سے حرف انکار کے معنی نہ لیں۔ میرا اِس تقریر کا نفس مضمون صرف یہ ہے۔ کہ آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔ شوق سے رامچندر جی کو ہمراہ لے جایئے مگر اِس میں کیا مضائقہ کہ وہ اکیلے نہ جائیں۔ فوج ظفر موج اُن کے جلوہ میں رہے۔ میں بھی انہیں آنکھوں کے سامنے رکھوں۔ آپ کو معلوم ہے کہ زندگی کا اِس قدر حصہ اس مایوسی میں گزرا۔ نہ معلوم کس کے پُن پرتاپ سے اب آنکھوں کا سُکھ دیکھنا نصیب ہوا ہے۔ اب ساٹھ ہزار برس کی عمر ہے۔ بیچ میں جب عمر میں خامی دیکھی۔ بڑے بڑے جگیہ کئے تب کہیں لاولدی کا دھبہ مٹا۔ اور ایشور کی کرپا سے چل چلاؤ کے وقت رامچندر اور اُن کے تین بھائیوں کا دیدار حاصل ہوا۔ اِس حالت میں آپ خود خیال فرمایئے کہ رامچندر جی کو کس طرح کلیجے سے جدا کروں۔ اگر آپ کا یہ خیال ہو۔ کہ بھرت۔ لچھمن۔ ستروہن سے کیا دل نہیں بہل سکتا۔ تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں۔ کہ گو میری پانچوں انگلیاں اور دو آنکھیں برابر ہیں مگر نہیں۔ ایمان کی بات یہ ہے۔ کہ سری رامچندر کو دیکھے بغیر مجھے دم بھر چین نہیں۔ جب تک وہ نظر کے سامنے رہتے ہیں۔ جان رہتی ہے۔ جہاں اِدھر سے اُدھر ہوئے۔ بس کلیجہ تڑپنے لگا۔ گو آپ کی دُعا سے چاروں کے چاروں لائق ہیں فائق ہیں۔ سعادتمند ہیں۔ اطاعت پسند ہیں۔ مگر رامچندر ایسی خدمت اور رضا جوئی کرتے ہیں جس کا جواب نہیں ؛

اتنا کہہ کر پھر راجہ دسرتھ ڈرے۔ کہ کہیں بسوامتر ہتے سے نہ اکھڑ جائیں۔ اور کوئی بددُعا نہ دے بیٹھیں۔ اِس لئے بات بہلانے کی غرض سے انہوں نے فرمایا کہ مہاراج۔ آپ نے ماریچ و سباہو کو یہ نہ بتایا۔ کہ آخر ہیں کون۔ ان کا باپ کون تھا۔ اُن میں سرہنگی کہاں سے آئی۔ اُن کے دست و بازو کا زور لگتا ہے آپ کے جگیہ میں کیا خرابیاں ڈالتے ہیں۔ اور بالفرض رام چندر اُن سے لڑیں۔ تو

تو ظفرمندی کی صورت۔ کیا وہ لوگ دغاباز۔ لڑائی میں جعل وفریب سے کام لینے والے۔ انتہا درجے کے بے ایمان۔ پرلے سرے کے عیار۔ اُن کا اور بھولے رامچندر کا مقابلہ ہی کیا۔

بسوامتر :۔ آپ نے جو کچھ کہا۔ میں نے خاموشی سے سُنا۔ اب پہلے اپنے آخری سوال کا جواب سُن لیجئے۔ پھر اور راگ مالا ہوگا :۔

آپ پولست من سے واقف ہیں۔ اِن کی نسل میں راون کے نام سے بھی اچھی طرح آگاہی ہے۔ راون برہما کا بردانی ہے۔ اُس نے زمین و آسمان سر پر اُٹھا رکھے ہیں۔ ظلم وستم سے اہل عالم کا ناک میں دم ہو رہا ہے۔ اس کی بہادری کے ڈنکے بج رہے ہیں۔ آج اس کا جواب دینے والا دُنیا کے پردے پر نہیں۔ یہ بشوشروا کا بیٹا اور کبیر کا بھائی ہے۔ وہ تو اجودھیا پر بھی ہاتھ صاف کرتا۔ مگر نہیں آپ کے رعب اقبال سے اِس کا ہوا نہیں پڑتا۔ ادھر میں بھی آپ ہی کی خیریت میں جگیہ کرتا ہوں۔ اس سے بھی اِس کی کچھ دال نہیں گلتی۔ کہ با ایں ہمہ شرارت سے باز نہیں آتا۔ ماریچ اور سباہو کو اُکسا دیا ہے۔ کہ جگیہ میں خرابی ڈالیں :۔

راجہ دسرتھ :۔ آپ کا کہنا صحیح۔ ممکن ہے۔ کہ راون میرے نام سے کانپتا اور رعب سے تھرتھراتا ہو۔ مگر میں سچ کہتا ہوں۔ کہ راون کا مقابلہ کرنا تو در کنار اگر اِس کی صورت دیکھ لوں تو ڈرکر کوٹھوں میں چھپوں۔ میدان سے قدم اکھڑ جائیں۔ اسی لئے میں درخواست کرتا ہوں۔ کہ آپ میرے بڑھاپے کی لاج رکھئے۔ رام چندر کو لے جانے کے لئے ضد نہ کیجئے۔ رامچندر میرے بڑھاپے کی کمائی ہیں۔ میں اِس کمائی کو ہاتھ سے دینا نہیں چاہتا۔ اُن کی غیر معمولی طاقتیں مجھے معلوم ہیں۔ دیوتا تو اُس کے نام سے ہی لرزتے ہیں۔ گندھربوں کو جوڑی چڑھتی ہے۔ سرپ سنلے سے جان چھپاتے رہتے ہیں تو پھر میں کس شمار قطار میں ہوں۔ نہ کہ سری رامچندر جو جانتے ہی نہیں کہ چلّے پر تیر کیسے چڑھایا جاتا ہے۔ شست اور نشانہ کسے کہتے ہیں۔ رہے ماریچ و سباہو۔ اُن سے بھی بخوبی واقف ہوں۔ ماریچ سوندہ کا بیٹا ہے اور سباہو نپنس کا فرزند۔ یہ دونو مجسم کال ہی نہیں بلکہ کال بھی ہو۔ تو اُس کے لئے کال ہو جائیں۔ بھلا جن کے یہ دست و بازو ہیں۔ جن سے موت بھی پناہ مانگے۔ جن کے لاؤ لشکر کا شمار نہ ہو۔ اُن سے بیر مول لینے کی مجھے جرأت نہیں۔ جس پر شامت سوار ہو۔ وہ اُن کے منہ میں آئے۔ اسی سے استدعا کرتا ہوں۔ کہ آپ سری رامچندر جی کی ننھی سی جان پر رحم فرمائیں۔ ساتھ لے جانے کا ارادہ فسخ فرمائیں :۔

بسوامتر نے جونہی یہ تقریر سُنی۔ آنکھیں خون کبوتر ہو گئیں۔ چہرے سے چنگاریاں نکلنے لگیں۔ آپے میں نہ رہے جامے سے باہر ہو گئے ؎

سرگ ۔۲۱

راجہ دسرتھ جی کو بششٹ جی کی فہمائش اور سری رامچندر جی کی روانگی کے لئے راجہ دسرتھ کی صفر کی رضامندی

بسوامتر جی راجہ دسرتھ سے مخاطب ہیں۔ کہ آپ ابھی ابھی قول کر چکے ہیں۔ کہ جو کچھ کہو وہی کردوں۔ اب آپ بغلیں جھانکنے لگے۔ دھرم سے گریز کرنے کا خیال دل میں جم گیا۔ یہ بات رگھو جی کے خاندان میں انوکھی ہے۔ آپ کے بزرگوں میں اب تک کوئی ایسا نہیں ہوا۔ جو قول سے پھرا ہو۔ جس نے بات کہہ کر پلٹی ہو۔ اسی خاندان میں آپ آفتاب اور افسوس کہ آپ کو پاس سخن میں یہ مین میکھ۔ خیر آپ قول سے پھرتے ہیں۔ آپ کو آپ کی نیت مبارک۔ میں رخصت۔ ایشور آپ کو آپ کے قول و فعل کا پھل دے گا ؎

بسوامتر جوش غضب میں بہت کچھ کہہ گئے۔ خوب کھری کھوٹی سُنائیں۔ شعلۂ غیظ ایسا بھڑکا کہ زمین تھر تھر کانپ اُٹھی۔ اکاش کا کلیجہ ہل گیا۔ زمین کے جسم پہ جوڑی سی چڑھنا بے وجہ نہ تھی۔ اس کا دل اُدھا ہو رہا تھا۔ کہ راجہ دسرتھ اپنی ہٹ پہ اڑے ہوئے ہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ رامچندر جی ساتھ نہ جانے پائیں۔ اور راون کے مارے جانے کی بُنیاد نہ پڑے۔ دوسرا خیال یہ تھا کہ بسوامتر جی کی آتش قہر بھڑکی۔ تو لبس پرلے رکھی ہوئی ہے۔ کوئی بچاؤ کا ٹھکانہ نہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ شعلۂ غضب بھڑکے۔ اور دنیا جہان کو خاک و سیاہ کر کے رکھ دے۔ زمین کو کانپتے تھرتھراتے دیکھ کر بششٹ جی کے اوسان خطا ہو گئے۔ انہوں نے سمجھ لیا۔ کچھ نہ کچھ شدنی ہے۔ وہ راجہ دسرتھ سے بولے۔ رگھوکل شرومکٹ آپ اِس وقت کہاں ہیں۔ ذرا عقل و حواس سے کام لیجئے۔ اکشواک کی نسل میں کوئی نہ ہوا جس نے بات پٹ پڑنے دی ہو۔ سب جو کہتے تھے کر کے دکھاتے تھے۔ شروع سے آج تک جس نے جو نہیّہ کیا۔ جس نے جو کہہ دیا۔ مجال کیا جو اِس میں رتی بھر فرق ہوا ہو۔ آپ کا ایسا نام اور ایک عالم کا حاجت روا خاندان اُس میں آپ جیسے سناوں میں

آفتاب پھولوں میں گلاب کا پھول پھر دنیا آپ کی روگردانی کو کیا کہیگی۔ جس دھرم کو آپ کی ذات پر ناز ہے۔ وہ اپنی بدقسمتی پر کتنے آنسو بہائیگا۔ زمانہ ہنسیگا۔ کہ رگھوبنس میں راجہ دسرتھ ہی ایک راجہ ہوئے۔ جنہوں نے دھرم دان کہلانے پر دھرم سے منہ موڑ کر قول مرداں جان دارد کے قول کی مٹی پلید کی۔ شاستر میں حکم ہے۔ کہ جو اپنے گھر آجائے۔ اور کچھ مانگے۔ تو اسکا سوال ہی پورا کرنا چاہئیے۔ اور اگر صاحب خانہ کسی بات کے لئے زبان دے دے۔ پھر تو چاہے جان چلی جائے۔ مگر اس سے پھرنا بمنزلہ کفر اور پھر لطف یہ کہ عمر بھر کا کیا دھرا ایک سرے سے اکارتھ سارے کرم دھرم نشٹ۔ مہاراجہ دسرتھ آپ فیاض ہیں۔ دریا دل ہیں۔ جو زبان سے کہا کر کے دکھایا۔ ممکن کیا جو بال برابر کا فرق ہوا ہو۔ آج آپ اپنے قول کی عزت کھوتے ہیں۔ بچن سے ہٹتے ہیں۔ یہ آپ کو شایاں نہیں۔ عمر بھر کا نام ذرا سی بات میں مٹ جائیگا۔ اگر آپ کو یہ خیال ہو کہ رامچندر بچے ہیں۔ ناآزمودہ کار ہیں۔ تیر اندازی میں مہارت نہیں۔ تو یہ آپ کا وہم ہی وہم ہے۔ رام چندر کو سب ودیائیں یاد ہیں۔ یاد ہی نہیں۔ بلکہ ہر علم و فن کے استاد ہیں۔ آپ ان سے بے فکر رہیں۔ کسی بات سے نہ ڈریں۔ آپ بسوامتر جی کے ساتھ بے تکلف جانے دیجئے۔ رام چندر کے بغیر ان کے جگیہ کی حفاظت ممکن نہیں۔ ادھر رامچندر جی پہنچے۔ اور ادھر جگیہ سنبھل۔ رام چندر کے دست و بازو پر نہ جائیے تب بھی بسوامتر کی طاقتوں کا آج جواب نہیں۔ غصہ کریں۔ تو زمین و آسمان الٹ پلٹ جائے نگاہ ٹیڑھی ہو تو دنیا ادھر کی ادھر ہونے میں شک نہیں۔ جس کو چاہیں بنا دیں۔ جس پر عتاب ہو جڑ بنیاد سے اکھاڑ دیں۔ رشیوں میں سرتاج۔ وید شاستر کے عالم باعمل۔ شستر ودیا کے دھنی۔ نتیجہ وہ کہ اندر وغیرہ رعب سے تھر تھر کانپتے ہیں۔ طاقت وہ کہ اندر لوک لرزتا ہے۔ کنہر گندھرب راکشس رشی مہرشی کیا مال ہیں۔ دیوتا لوگ ان کے نام سے ڈرتے اور جلال سے چوہیا کا بل ڈھونڈتے ہیں ؛

اتنا فرما کر بشسٹ جی پھر بولے۔ کہ مہاراج آپ کا کدھر خیال ہے۔ آپ کیا وشوامتر جی کو نہیں جانتے۔ سنئے میں ایک واقعہ سناتا ہوں۔ بسوامتر جی جپ تپ پر جٹ گئے۔ تو پھر کیا کہنا تھا۔ قطب از جا نجنبد کا معاملہ ہوا۔ آخر مہادیو جی کی تاڑی کھل گئی۔ وہ سیدھے تپوبن میں پہنچے۔ اظہار خوشنودی کے بعد بر دان دیا۔ کہ استر و شستر تمہیں مبارک ہو ؛

نوٹ :۔ استر و شستر کی وجہ تسمیہ۔ پرجاپتی اور دچھ کی عورت سے اس کا جنم۔

ہوا۔ دَچھ کی ساٹھ لڑکیاں تھیں۔ جن میں سے سوپرچا اور جیا کی شادی کرساس سے ہوئی۔
دونو بڑے پریم سے کرساس کی خدمت کیا کرتی تھیں۔ ایک دن کرساس بہت خوش ہوئے
اور کہا کہ کچھ مانگو۔ انہوں نے کہا کہ پانچ بیٹے مگر حد درجہ کے طاقتور جن کا کوئی سامنا
کر سکے۔ جب ہو سب کو چاروں شانے چت کریں۔ ہر موقع پر پالا۔ انہیں کے ہاتھ رہے
سری کرساس نے گذارش قبول کی۔ استر و شستر ہوئے۔ پچاس بیٹے بھی ہوئے
چنانچہ استر و شستر وشوامتر جی کے ہاتھ آئے۔

چنانچہ استر و شستر پر بسوامتر جی کا قبضہ ہے۔ ان کے دست قدرت کا
آج جواب نہیں۔ ماضی۔ حال۔ مستقبل کی باتیں اُن کے پیش نگاہ۔ پس آپ کو رامچندر جی
کے ہمراہ کر دینے میں پیش و پس فضول۔ اگر آپ کو یہ وہم ہو۔ کہ جب بسوامتر جی خود ایسے
صاحب قدرت ہیں۔ تو رامچندر جی سے مدد کی ضرورت کیوں۔ تو مہاراج یہ آپ کی بھول ہے
وہ سری رام چندر جی کی عظمت بڑھانا چاہتے ہیں۔ شادی کی فکر بھی جاگزین خاطر ہے۔ جب
تک ساتھ رہیگا۔ تیر اندازی میں یکتائے زمانہ کر دیں گے۔ بسوامتر جی آپ کوئی سائل نہ
سمجھیں۔ بلکہ خیال کریں۔ کہ آپ کا اپکار اور جس منظور ہے۔ وہ بھلائی کر رہے ہیں
نہ کہ برائی۔ بششٹ جی کے یہ الفاظ راجہ دسرتھ کے دل پر اثر کر گئے۔ انہوں نے
اپنے غلط خیالوں کی اصلاح کی۔ اور زبان سے کہہ دیا کہ میں حاضر۔ رامچندر حاضر۔ جس
کو حکم ہو۔ وہ تعمیل ارشاد اور خدمتگذاری کے لئے موجود ہے۔

سرگ - ۲۲

بسوامتر جی کے ہمراہ سری رامچندر جی اور سری لچھمن جی کی روانگی

پہلی منزل

بششٹ جی کی درفشانی سے راجہ دسرتھ بہت خوش ہو گئے۔ سری رامچندر
اور لکشمن جی کا ہاتھ بسوامتر جی کے ہاتھ میں پکڑا دیا۔ اور خود مہارانی کوشلیا و بششٹ
رخصتی اشیر باد کے اشلوک پڑھنے لگے۔ چلتے وقت راجہ دسرتھ نے سری رامچندر جی
کو چھاتی سے لگا لیا۔ پھولوں کی بارش ہونے لگی۔ سنکھ گھڑیال بجنے لگے۔ بسوامتر

آگے آگے چلے۔ ان کے پیچھے سری رامچندر اُن کے عقب میں لچھمن جی۔ دونو اکشواکس کے آفتاب و ماہتاب شاہانہ لباس سے آراستہ تھے۔ پشت پر دو دو ترکش۔ ہاتھ میں دھنش بان۔ بس یہی معلوم ہوتا تھا۔ کہ برمھا جی کے پیچھے پیچھے سونی کمار جا رہے ہیں۔

پدم پوران میں مذکور ہے۔ کہ جس وقت سری رامچندر جی یہاں سے چلے۔ گرڑ جی خفیہ طور پر آئے اور چپ چپاتے ڈھال تلوار اور ایک دھنش دے کر چلتے پھرتے نظر آئے۔ کسی دوسرے کو کانوں کان خبر نہ ہوئی۔

سری رامچندر جی اجودھیا سے جنوب کی طرف چھ کوس پہ پہنچے۔ تو لبسوامتر نے فرمایا کہ آؤ ذرا دیر یہاں سستالیں۔ کچھ جل پان کرلیں۔ بلا اور اب بلا نام کے دو منتر سکھانا ہے۔ جن کی برکت سے انسان چاہے تو روئے زمین کا چکر لگا آئے۔ اور تھکائی نام کو نہ ہو۔ اور چہرے پر ایسا نور برسے۔ کہ نظر نہ ٹھہرے۔ عقل و فراست کو اعلےٰ درجے کی رسائی حاصل ہو۔ طاقت ہزار گنی بڑھ جائے۔ بھوک پیاس معلوم نہ ہو۔ اور دُنیا میں جش رہے۔ اِن منتروں کی طاقتیں عجیب و عزیب ہیں۔ اور کیوں نہ ہوں۔ انہیں برمھا کی بیٹی کہتے ہیں۔ چونکہ یہ منتر انہیں کو پڑھایا جاتا ہے۔ جو اِس کے پڑھنے کے لائق ہوں۔ اِس لئے تم کو پڑھانا چاہتا ہوں۔

سری رام چندر جو آگیا کہہ کر ٹھہر گئے۔ اشنان دھیان کیا۔ لچھمن جی نت نیم سے فراغت کر چکے۔ تو لبسوامتر جی نے دونو کو منتر سکھا دیئے۔ اب تو پہلا تیج کچھ اور کا اور ہو گیا۔ چہرے آفتاب و ماہتاب کی طرح چمک اُٹھے۔ پہلی منزل کا یہیں پہ خاتمہ ہؤا۔ اور رات سرجو کے کنارے کھنڈ بانا میں بسر ہو گئی ؛

سرگ ۔ ۲۳

لبسوامتر۔ سری رامچندر و سری لکشمن جی کی سرجو اور گنگا جی کے سنگھم پر رسائی

تھوڑی سی رات رہے لبسوامتر جی اُٹھے۔ رامچندر جی سے کہا۔ یہ وقت سونے کا نہیں۔ اِس وقت کو دلیو کال کہتے ہیں۔ آدھی گھڑی میں سویرا ہو جائیگا۔ اُٹھو اشنان دھیان کرو۔

رام لکشمن اُٹھے۔ ضروریات اور نت نیم سے فراغت پاکر دوسری منزل پر قدم رکھا۔ چلتے چلتے دریائے سرجو اور دریائے گنگ کے اتصال (سنگم) پر پہنچے۔ جہاں عجیب دلکش نظارہ تھا۔ ہزار ہزار سال کے تپشوی جپ تپ سے مذہبی جلال کی مجسم تصویر بن رہے تھے۔ بسوامتر اور رام و لکشمن وہیں ایک جگہ بیٹھ گئے اور تپوبن کا آنند لوٹنے لگے۔ سری رامچندر جی مذہبی عظمت کا جلوہ دیکھ کر بسوامتر جی سے بولے۔

مہاراج یہ کون مقدس مقام ہے۔ جہاں ایسے باکمال اور تقدس مآب رشی منی تپ کرتے ہیں۔ بسوامتر جی کو دل میں خیال ہوا۔ کہ خود بدولت جو اسرار باطنی واقف اسرار جلی و خفی اور مجھ سے ایسا سوال وہ سادگی اور بھولے پن پر ہنسکر بولے۔ کہ سنیئے جو شاستر میں لکھا ہے کہتا ہوں۔

اس مقام پر مہادیو جی سمادھی لگائے ہوئے تھے۔ ان کی سمادھی مشہور ہے چھوٹنا محال سے محال۔ ادھر دیوتاؤں کو طرح طرح کی مصیبتوں سے سامنا۔ وہ چاہتے تھے۔ کہ کہیں مہادیو جی کے ایک بیٹا پیدا ہو جائے تو کشٹ کٹیں۔ سب مل کر کامدیو کو گھیر لائے۔ کامدیو نے وہ کرتب دکھائے کہ مہادیو جی کی تاڑی کھل گئی۔ انہوں نے کامدیو کو سامنے دیکھا۔ تو لال ہو گئے۔ غصے کے شعلے چہرے پر بھڑکنے لگے۔ ایک دفعہ قہر سے جو دیکھا تو کامدیو خاک و سیاہ ہو گیا۔ علاوہ بریں اس کی اس لئے بھی عظمت ہے۔ کہ راج رودم یاد یہاں مقیم رہے ہیں۔ یہ مقام کیلاش کا ثانی سمجھا جاتا ہے۔ یہاں شیو جی کے سیوک اور بھگت رہتے ہیں۔ پاپیوں اور ادھرمیوں کا گذر نہیں یہاں ایک رات ٹھہرنا فرض ہے۔ پس رات یہیں کاٹو۔ سویرے تیسری منزل ہوگی۔ سب وہیں ٹھہر گئے۔ رشیوں نے دیکھا تو خوش ہو گئے۔ کہ وہ سالکشات بھگوان سامنے موجود ہیں۔ لباس ظاہری میں نور حقیقی زہے نصیب سب کے سب آئے بسوامتر کی پوجا کے بعد سری رامچندر جی اور لکشمن جی کی حد سے زیادہ تعظیم و تکریم کی۔ شام سے کتھا بارتا دھرم چرچے سب کی دلچسپی شروع ہوئی۔ تو آنکھوں میں رات کٹ گئی۔ سویرے ہوتے ہی عازمان سفر نے سنگم میں نہا کر پوجا پاٹ ہوم یگیہ آدی وغیرہ سے فراغت کر کے منزل مقصود کی راہ لی۔

سرگ ۲۴

سری بسواامتر سری رامچندر سری لچھمن جی کا تاڑکا کے جنگل میں گذر

صبح ہوتے ہی پھر کوچ ہوا۔ تھوڑی دور چل کر ناؤ پر سوار ہوئے۔ ناؤ دریائے سرجو میں چلی۔ جونہی کشتی بیچوں بیچ دھارا میں پہنچی۔ بڑے زور شور کی گڑگڑاہٹ سنائی دی۔ رامچندر جی نے حیرت سے پوچھا۔

مہاراج یہ گڑگڑاہٹ کیسی۔ یہاں کانوں کے پردے پھٹتے ہیں۔

بسوامتر:۔ یہیں سری گنگا جی اور سرجو جی سے سنگم ہوا ہے کہتے ہیں کہ اس مقام پر اگلے زمانے میں برمہا جی کی سمادھی لگی تھی۔ سمادھی چھوٹی تو انہوں نے ایک تالاب پیدا کر دیا۔ جس کا نام مان سرور ہے۔ اسی مقام پر وہ تالاب واقع ہے۔ یہی یہ زور شور کی آواز وہ گنگا جی کی دھارا ملنے سے پیدا ہو رہی ہے۔ جہاں دو مقدس ندیاں ملتی ہیں وہاں کے اشنان کرنے سے بڑا پھل ہوتا ہے۔ چنانچہ اس سنگم میں جو نہاتے ہیں۔ ان کو طرح طرح کے فائدے حاصل ہوتے ہیں؛

سری رامچندر جی اور لکشمن جی نے اس مقام کی بڑی عقیدتمندی سے ڈنڈوت کی۔ اور سیر دیکھتے ہوئے مغربی ساحل پر اترے آگے بڑھے تو بڑا بھاری گھنا جنگل نظر آیا۔ چھتناور درختوں سے زمین پر روشنی پہنچنے نہ پاتی تھی۔ جگہ جگہ خونخوار بھیانک جانور جن کی آوازوں سے کان دیئے بات سنائی نہ دیتی تھی۔ اچھے اچھے شیر دلوں کا دل دہلتا تھا۔ رامچندر جی نے سوال کیا۔

مہاراج یہ جنگل کون سا ہے۔ اس کی تو شان ہی دنیا سے نرالی ہے۔

بسوامتر:۔ اس جنگل کو گورکھ بھی کہتے ہیں۔ ملد بھی۔ جس سرزمین پر یہ جنگل واقع ہوا ہے اس میں گندگی بہت رہتی ہے۔ یہاں کی تاثیر ہے۔ کہ جو رہے اس کی بھوک پیاس خواہ مخواہ بڑھ جاتی ہے۔ کسی زمانے میں برتراسُر سر برہمن یہاں رہا کرتا تھا۔ اندر کے دل میں کچھ سمائی۔ انہوں نے اس کو قتل کر ڈالا۔ جس کا پھل یہ ہوا۔ کہ وہ خود چنڈال ہو گئے۔ دیوتاؤں اور رشیوں کو اندر کی برمھ ہتیا کا کفارہ منظور ہوا۔ وہ سنگم سے پانی کے کلسے لے گئے۔ اندر کو نہلایا جس کی برکت سے ہتیا اتر گئی۔ اندر بہت خوش ہوئے اشیرباد دیا۔ کہ اس سرزمین میں غلہ بکثرت ہو۔ اس واقعہ کے کچھ دنوں بعد جمبہ کے فرزند سوند کے ساتھ تاڑکا کی شادی ہوئی۔ اس کا بیٹا ماریچ بڑا قوی ہیکل۔ مہیب صورت اور شہزور راکھس ہے۔ تاڑکا بھی ہے تو عورت مگر بدن میں ہزار ہاتھی کی طاقت قد بھی درازی میں آدھا جوجن یہاں بیٹھے بیٹھے وہ آدھے جوجن پر دست درازیاں کرتی رہتی ہے۔ چنانچہ وہ یہیں ہے۔ آپ اُسے شرارتوں کا مزہ چکھائیں۔ آپ کے سوا اور کسی میں اس کے مارنے کی طاقت و دسترس نہیں؛

سرگ ۔ ۲۵

تاڑکا کے مارنے کیلئے سری بسوامتر اور سری رامچندر جی کی بحث

تاڑکا کا حال سُنکر سری رامچندر جی نے بسوامتر سے فرمایا مہاراج شاستر نے تو عورتوں کی نزاکت کو قدرتی لکھا ہے۔ تاڑکا میں ایک ہزار ہاتھی کا زور کہاں سے آیا۔ اُس نے تو طاقتور سے طاقتور مردوں کے کان کاٹ لئے۔

بسوامتر :۔ آپ کا کہنا سچ ہے۔ مگر یہاں معاملہ ہی کچھ اور ہے۔ سکیت نامی جچھ کے کوئی اولاد نہ تھی۔ گھر بے چراغ تھا۔ انہوں نے فرزند کی ہوس میں بڑی تپسیا کی یہاں تک کہ برہماجی کے دل پر اثر ہوا۔ انہوں نے خواہش پر غور کیا۔ تو کمی تھی۔ جچھ ایسا بیٹا چاہتے تھے۔ جو دیوتاؤں کی کور دبائے ستی بٹی بھلائے۔ انہوں نے سوچا اگر بیٹا دیا تو وہ ایک تو کرڑوا کریلا۔ دوسرے نیم چڑھا ہوگا۔ اِس سے ایک لڑکی دے کر ٹرکا دوں۔ لڑکی میں ہزار ہاتھی کا بل بھی ہوگا۔ تو کیا رہیگی تو عورت ذات ہی عورت لاکھ شہزور ہو پھر بھی عورت ہے۔ اور مصداق ہاتھی لاکھ لُٹیگا پھر بھی سوا من کا۔ تاڑکا کی شادی کے بعد اِس کے دو بیٹے پیدا ہوئے۔ ایک ماریچ دوسرا سباہو۔ پہلے تو بھلے مانس تھے۔ انسانیت تھی مگر آخر کار اگست رشی کا شاپ ہوا اور راکشس ہوگئے۔ رشی بن میں تپسیا کرتے تھے۔ جپ تپ کے سوا اور کچھ کام نہ تھا۔ تاڑکا کے خاوند سوند کو شیطنت سوجھی۔ ریاضت عبادت میں خلل ڈالنا شروع کیا آخر ایک روز اگست رشی سے ضبط نہ ہوا۔ نظر قہر سے دیکھ دیا تو سوند سوخت۔ خاوند کی موت نے تاڑکا کے تن بدن میں آگ لگا دی۔ وہ دانت کٹکٹا کر رشی جی پر جھپٹی۔ دل میں یہ غصہ کہ چبا جاؤں۔ اِدھر رشی جی بھی آگ بگولا ہو بیٹھے تھے۔ بددعا دی۔ جا تو معقول نور راکشسی ہو جاؤ۔ اور تیری اولاد راکشس۔ اگست رشی تو شاپ دے کر وہاں سے چلتے ہوئے۔ تاڑکا خون کے گھونٹ پی کر رہ گئی۔ اور گؤ برہمن کی دلآزاری کا بیڑا اُٹھالیا۔ چنانچہ اس کی ذات سے کیا گؤ اور کیا برہمن سب تنگ ہیں۔ یہ ناقابل گردن زدنی ہے۔ آپ بے تکلف تیر قضا کا نشانہ بنادیں۔ کچھ اندیشہ نہ کریں۔

سری رامچندر جی :۔ آپ کا فرمانا سر آنکھوں پر مگر شاستر میں عورت کو مارنا ادھرم لکھا ہے۔

بسوامتر :۔ آپ نے صرف برہمن اور گئو کی رکھشیا کے لئے اوتار لیا ہے۔ پھر ان پر ظلم وستم کرنے والوں کو مارنے میں کیا گناہ عین ثواب ہے۔

سری رامچندرجی :۔ میرا تو دل یہی کہتا ہے کہ عورت پر ہاتھ چلانا دھرم کے خلاف ہے

بسوامتر :۔ یہ بھی تو خیال کیجئے۔ اُس کی موت آپ ہی کے ہاتھ ہے۔ اگر آپ اُسے نہ ماریں گے تو گئو اور برہمن کی جان کیسے بچے گی۔

سری رامچندرجی :۔ کیا عرض کروں۔ میری تو ہمت نہیں پڑتی۔ کہ عورت پر ہاتھ صاف کروں

بسوامتر :۔ آپ کیا انسان ہیں۔ سوچئے تو ایشور میں سب طاقتیں ہیں۔ اُس کو سب مُباح۔

سری رامچندرجی :۔ یہ تو آپ جانیں۔ میں تو جانتا ہوں کہ چھتری ہوں۔ پس چھتری کا ہاتھ عورت پر اُٹھنا نادرست۔

بسوامتر :۔ چھتری کا دھرم ہے۔ کہ راجہ ہو یا پرجا۔ سب کی جان ومال کی حفاظت کرے کمزوروں کو شہزوروں کے ظلم سے بچادے۔ ظالموں کو سزا دے۔ پھر آپ کو کیا تامل ہے شاستروں میں ظالموں کو سزا دینے کا خاص حکم ہے۔ خصوصاً ایسا ظالم جیسی تاڑکا ہے جس نے زندگی بھر ادھرم کے سوا کبھی دھرم ہی نہیں کیا۔

سری رامچندرجی :۔ بیشک شاستر میں ہدایت ہے۔ مگر آج تک کسی نے عورت کو قتل بھی کیا ہے۔

بسوامتر :۔ گنا چلوں۔ سُنئے ایک عورت منتھرا ہی تھی۔ جس نے نگل جانے کا ڈول ڈالا تھا مگر جب اندر نے سُنا تو بجر سے ہڈیاں چور چور کر کے رکھ دیں۔

سری رامچندرجی :۔ اندرجی کی نظیر میں نہیں مانتا۔ انہوں نے جہاں اور ادھرم کئے وہاں ایک یہ بھی سہی۔

بسوامتر :۔ اچھا یہ نہ سہی۔ دوسری نظیر لیجئے۔ بھر بھرگ نامی برہمن کی جورو اول درجہ کی نالائق تھی۔ وہ چاہتی تھی۔ کہ اندر کو حلق کے نیچے اُتار جاؤں۔ بشن جی کو خبر ہوئی۔ تو انہوں نے فا دکی جڑ کاٹ کے رکھ دی۔ بھرگ کو عورت کی جدائی کا رنج ہوا۔ اُس نے بشن جی کو سراپ دیدیا۔ جس کا پھل یہ ہے۔ کہ آپ قالب انسانی میں نورِ حقیقی کا جلوہ دکھا رہے ہیں۔

سری رامچندرجی :۔ مہاراج آپ نے تو اور بھی مجھے ڈرا دیا۔ میں ایکدفعہ عورت کو مار کے پھل پا چکا۔ اب دوبارہ پھر وہی بیوقوفی کروں تو نہ جانے کیا بھگتنا پڑے۔

سرگ ۔ ۲۶

سری رامچندر اور بسوامتر جی کی بات چیت ۔ آخر تاڑکا کا قتل

بسوامتر جی نے اتنی نظیریں بھی بیان کیں ۔ مگر سری رامچندر جی عورت کے قتل سے ہچکچاتے ہی رہے ۔ مگر بسوامتر جی بھی بات پر اڑے ہوئے تھے ۔ انہوں نے کہا تاڑکا کو مارنے سے آپ کچھ دنیا سے الوجھی نہ کریں گے ۔ دیکھ لیجئے ۔ جمدگن جی اپنے پتا کے اشارے سے پرسرام جی نے اپنی ماتا کو قتل کر ڈالا ۔ اور اُن پر الزام عائد نہ ہوا ۔

سری رامچندر جی ۔ بیشک آپ کا فرمانا بہت صحیح ۔ لیکن اُس کے خلاف نظیر موجود ہے ۔ کہ سند امرت اور پرہلاد نے باپ کا کہنا ٹال دیا ۔ تو وہ بھی مورد الزام نہ ہوئے ۔ مگر تاں آپ بزرگ ہیں ۔ رشیوں منیوں میں رتبہ اعلےٰ ہے ۔ آپ کی بات میں نہیں ٹال سکتا ۔ دوسرے شاستروں کی اجازت ہے ۔ کہ بیٹے کی لیاقت و سعادت اسی میں ہے ۔ کہ باپ کے حکم سے سرتابی نہ کرے جو والد کا حکم ہو اس سے روگردانی کرنا ادھرم جو پتا کی آگیا ہو وہی مقدم ۔ چنانچہ میرے لئے ارشاد ہو چکا ہے ۔ جو کچھ بسوامتر جی فرمائیں وہی ٹھیک ۔ اسی کی تعمیل لازم ۔ اہل دربار میں موجود رشیوں منیوں کا بھی یہی منشائے خاطر تھا ۔ بس مجھے ادھر تو پتا جی کی آگیا کا خیال ہے ۔ ادھر آپ گرو آپ کے قول کا پاس ۔ بہر حال میں خدمتگذاری کو حاضر ہوں تاڑکا کو ماروں گا ۔ رہا عورت کے مارنے کا الزام ۔ وہ آپ کے ذمے مجھے داغ بدنامی سے بچایئے گا ۔

یہ کہہ کر سری رامچندر جی نے دھنش ہاتھ میں لیا ۔ چلہ چڑھاتے ہی وہ ٹنکار کی آواز آئی ۔ کہ زمین کانپ گئی ۔ ذیروحوں کے کلیجے ہل گئے ۔ چرند دبک رہے ۔ پرند جان لے کر اڑ بھاگے ۔ دسوں دشاؤں میں زلزلے کی کیفیت نظر آنے لگی ۔ سب حیران تھے ۔ کہ معاملہ کیا ہے ۔ تاڑکا اپنے مسکن میں الٹے تلے کر رہی تھی ۔ جونہی دھنک کی ٹنکار سنی کان کھڑے ہو گئے ۔ دل تو ایسا ڈرا کہ ستر کوٹھوں میں چھپنے لگا ۔ مگر نہیں اس نے ہوش درست رکھے ۔ جیوٹ سے کام لیا ۔ اور لال بھبھوکا ہو کر آواز کی طرف دوڑ پڑی ۔ اس کی برزخ اس وقت عجیب وغریب تھی ۔ منہ سو جگہ سے ٹیڑھا ۔ صورت سنیچر کی مورت ۔ اور ایسی بھیانک کہ آدمی دیکھے تو سہم جائے ۔ قد تاڑ سا منہ بھاڑ سا ۔ یہ صورت دیکھتے ہی رامچندر جی لچھمن سے مخاطب ہوئے ۔ کہ بھائی دیکھو تاڑکا کس طرح آگ بگولا ہوتی چلی آتی ہے

قد و قامت دیکھو۔ جسامت دیکھو۔ پھر کیوں ہزاروں ہاتھیوں کی طاقت نہ ہو۔ ایسا پہاڑ سا ڈیل یہ موٹے موٹے ہاتھ پاؤں۔ اُس پر طرّہ یہ کہ جہاں طاقت وہاں سحر انگیزی۔ طلسم خیزی۔ مگر ایشور مالک ہے پرکھوں کا پن پرتاپ دائیں بائیں ذرا سیر دیکھتے رہیئے۔ ناک اور کان کاٹ کے نکی پوچی کئے دیتا ہوں۔ کہ منہ دکھلانے کے قابل نہ رہے۔ یہ ایسی ہی مر جائیگی۔ جان سے مارنا کیا ضرورت۔ گرو بسوامتر جی کو ضد ہے کہ مار ہی ڈالوں۔ یہ کوئی بات نہیں۔ جس وقت نہ ناک رہے گی نہ کان تو مردہ سے بدتر ہے۔ اور پھر کیا مجال کہ کوئی برہمن کو ایذا پہنچا سکے۔ مجھے سردست بسوامتر جی کی بھی تعمیل ارشاد منظور ہے۔ اور تاڑکا کی سرکوبی بھی۔ بس میری تجویز سے دونو مطلب حاصل ہوتے ہیں۔ سری رامچندر جی لچھمن جی سے یوں بات کر ہی رہے تھے۔ کہ دفعتہً تاڑکا منہ پھیلائے ہوئے لپکتی ہوئی آئی۔ اور وار کرنا چاہا۔ رام چندر جی اس پر بھی ساکت رہے تیر کو چٹکی سے ذرا سی جنبش نہ ہونے دی۔ بسوامتر جی رامچندر جی کی اِس خاموشی کو چبھتی نظر اور گہری توجہ سے دیکھ رہے تھے۔ اُن کا خیال تھا۔ کہ دیکھو رامچندر جی کیا غضب کر رہے ہیں۔ کہ ایسی بدکار پر ہاتھ نہیں اٹھاتے۔ میں نے سب طرح کا نشیب و فراز کہا یا اونچ نیچ سمجھائی۔ مگر یہ ایک نہیں مانتے۔ جو دل پر جم گئی وہ جم گئی۔ انہوں نے تاڑکا کو جھپٹتے ہوئے دیکھ کر "ہوں" کر دی۔ یہ آواز سُنتے ہی وہ تو وہیں سنگ رہی اور بسوامتر جی کی زبان سے یہ الفاظ سُنائی دیئے۔

تاڑکا کی چھے۔ سری رام و لکشمن کی جے

اِس آواز کے سُنتے ہی رامچندر جی نے سوچا کہ اب اِس کو مارے بغیر چارہ نہیں۔ گرو جی تاڑکا کی چھے اور رام لکشمن کی جے کہہ چکے۔ اب مین میکھ کرنا فضول۔ اس خیال کو دل میں جما کر سری رامچندر جی نے دھنش کا چلہ کھینچا۔ ادھر تاڑکا نے جنگل کی خاک ایسی اڑانا شروع کی۔ کہ وہ گھڑی تک کالی آندھی کے سے جھونکے آتے رہیئے۔ یہاں تک کہ سری رامچندر اور لکشمن جی کو کچھ بھی سجھائی دیتا تھا۔ سخت پریشان تھے۔ آنکھیں کھولنا دشوار۔ ایک طوفان خاک اُمنڈا چلا آ رہا تھا۔ اب تک رامچندر جی کی نظر ترحم تھی۔ وہ تاڑکا کو مارنا نہ چاہتے تھے مگر شامت اعمال وہ خاک دھول اُڑاتی ہوئی آسمان پر پہنچی اور اولوں کی طرح پتھر برسانے شروع کر دیئے ساتھ ہی تیروں کی بوچھاڑ شروع ہو گئی۔ سری رامچندر جی کو اِس حرکت سے حرارت آ گئی۔ انہوں نے بھی تیر مارنا شروع کیئے۔ اور تاڑکا کا ہر ایک بان راستے میں دو ٹکڑے ہو کر گر پڑا۔ آخر رامچندر جی نے ایسے تیر مارے کہ تاڑکا کے دونو بازو اُڑ گئے۔ جب بازو ہی

نہیں۔ تب طاقت کہاں وہ زمین پر گر پڑی۔ اور زور سے چیخی۔ لچھمن جی فوراً لپکے اور ناک کان کا صفایا بول دیا۔ اب تو تاڑکا کے غیظ و غضب کا کچھ ٹھکانہ ہی نہ تھا۔ مگر اس طرف رامچندر جی کا یہ خیال کہ اُن کے ہاتھ سے عورت قتل نہ ہو۔ اس دودھڑ میں کیا رامچندر کیا لکشمن اور کیا بسوامتر سب کی جان پھنسی تھی۔ آخر بسوامتر جی گرجے کہ

اے رامچندر کیا کر رہے ہو۔ فضول دیر لگانے کا سبب تاڑکا تو الٹے یوں سے چاہ رہی ہے۔ کہ رات ہو جائے اور تب وہ جو چاہے کرے۔ آپ کچھ نہ کر سکیں وجہ یہ کہ رات کے وقت کسی کو قتل کرنا گویا عذاب میں پھنسنا ہے۔

سری رامچندر جی اس کلام سے متاثر ہوئے اور تیر کی بوچھاڑ شروع کر دی۔ اور ایک تیر ایسا تاک کر مارا کہ چھاتی چھد گئی۔ اور تاڑکا زمین پر لوٹنے لگی۔ نہیں بلکہ ایک آن واحد میں دم فناہ ہو گیا۔ اندر وغیرہ اس نظارے کو ہزار آنکھوں سے دیکھ رہے تھے جس وقت تاڑکا چت ہوئی۔ اور بسوامتر کی خدمت میں آئے۔ اور آکاش سے پھولوں کی بارش ہونے لگی۔ اندر جی نے بسوامتر جی سے کہا کہ انہیں ابھی استر دشستر کی کسر ہے۔ استر و شستر آپ کی نگاہ میں اشارے میں چلتے ہیں۔ پس سری رامچندر جی کو سکھانا لازم۔ اندر یہ کہہ کر اپنی راجدھانی یعنی امر پوری کو چلے گئے۔ یہاں رشی جی نے رامچندر جی کو کلیجے سے لگا کر کہا کہ شاباش آفرین ؎

ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

آپ نے تاڑکا کی خوب خبر لی ہے۔ آؤ اب شام ہوتی ہے۔ چلو دم لیں۔ سویرے جو کچھ ہوگا دیکھا جائیگا۔ اپنا آشرم اب دور نہیں۔ ایک مشکل دفع ہو گئی اور جو کچھ پیش آئے گا۔ دیکھا جائیگا۔ بڑی خوشی کی بات ہے۔ آپ کے چرنوں سے اس اجاڑ جنگل کی بھی قسمت جاگ اٹھی۔ آیئے رات یہاں کاٹیں ؛

سرگ ۔ ۲۷

سری رامچندر جی کو استر و شستر ودیا کی تعلیم

سویرا ہو گیا۔ کیسا سماں تھا۔ کیا نظارہ تھا۔ ناظرین دل میں قیاس کر لیں ہم صرف انہیں الفاظ پر کفایت کرتے ہیں۔ کہ جنگل لہلہا رہا تھا۔ نسیم سحری پھولوں کی خوشبو سے بسی ہوئی موجیں کر رہی تھی۔ پھول مسکتے تھے۔ طائر چہکتے تھے۔ سماں

دلفریب تھا۔ نظارہ عجیب تھا۔ سری رامچندر جی و لکشمن جی اندھیرے مُنہ گنگا جی میں اشنان کر کے لبسوامتر کے قدموں پر جھکے۔ اور زانوائے ادب تہ کر کے بیٹھ گئے۔ لبسوامتر جی کی دونو مورتیں دیکھتے ہی کلی کلی کھِل گئی۔ انہوں نے اشیرباد دیا۔ اور کہا کہ ہاں استر و ششتر ودیا سیکھنے کا کیا ارادہ ہے۔

سری رامچندر جی :- ہم آپ کی چرن رج۔ قدموں کی خاک ہمیں کیا۔ جو آپ کی آگیا ہو وہی مقدم۔

لبسوامتر جی :- تو پھر کیا ہے۔ کیا یاد کرو گے۔ سیکھ لو۔ داشتہ آید بکار۔ گن کبھی کام دے ہی جائیگا۔ یہ وہ عالم ہے۔ کہ کیا دیو کیا دانو کیا راکھس کیا گندھرب سب پر تمہیں دسترس ہو۔ مجال کیا کہ کوئی سر ہو سکے۔ دیکھو میں سکھاتا ہوں۔ یاد رکھنا۔ اب اِن ہتھیاروں کا استعمال کرنا ہوگا۔ اور یہ ہتھیار میری تعلیم کی وجہ سے تمہارے اشارے میں چلیں گے۔

ونڈھکر۔ دھرم چکر۔ کال چکر۔ وشنو چکر۔ اندر چکر۔ بجر۔ شیو سول۔ برہما ستر رکھی۔ بلفہ۔ گرڑ۔ مودکی۔ شکھری۔ ایرم پاشس (ایک قسم کی کمند) کال پاشس۔ ترن پاشس اشنی۔ شش کا دور۔ نیاک۔ تارا نیاستر۔ اگنی۔ شکھر۔ بایو۔ ہوشی۔ کرو نچ۔ شکنی۔ کنکال۔ موشل۔ کاپال۔ کنکر۔ ویدیا دھر۔ کھڑن۔ گنیھر۔ موہن۔ برستواپن۔ پرشمن اسی رتن۔ سومیہ۔ برکھن۔ سوکھن۔ بسنتاپن۔ بلائیں۔ مادن۔ گندپ۔ گندھرب۔ ناناسترا۔ پشاچ۔ موہن۔ پرتیچھ۔ نامس۔ سومن۔ نبرت۔ موسل۔ ستیہ۔ سود۔ پرہ۔ پرینچ۔ ایکرکھن۔ سوشنز۔ ششتر۔ نواشرٹ۔ سردارن

لبسوامتر جی رامچندر جی سے کہتے ہیں۔ کہ جو استر و ششتر میں نے بیان کئے یہ سب کوساس کے بیٹے ہیں۔ آپ اُن کو اپنا رفیق و شفیق سمجھئے۔ رامچندر جی نے لبسوامتر جی کا قول مان کر سب ہتھیاروں کو دھارن کر لیا۔ اب لبسوامتر جی پورب کی طرف مُنہ کر کے ٹھہر گئے اور رامچندر جی ان کی طرف مذکورہ بالا ششتروں کا سارا علم کھول کر بتلا دیا اور فرمایا۔ کہ کیا دیوتا کیا گندھرب کوئی استر و ششتر ودیا سے واقف نہیں۔ اس فن میں میں ہی کامل تھا۔ چنانچہ جو کچھ آتا تھا آپ کو بتا دیا۔ اب آپ اِس استر و ششتر پر قابو رکھتے ہیں۔ آپنے اِن پر پوری طاقت حاصل کر لی۔ یہ سُنتے ہی تمام استر و ششتر سری رامچندر جی کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور سر عجز جھکا کر حکم کے منتظر ہوئے۔ سری رامچندر جی نے فرمایا کہ اپنے مزے سے آرام کرو۔ جب ہم یاد کریں تب حاضر ہونا۔ یہ کہہ کر انہوں نے

سب استروں کو رخصت کیا اور وہ سب یہ کہتے ہوئے چلتے پھرتے نظر آئے کہ جب یاد آوری ہوگی۔ ہم فوراً حاضر ہو جائیں گے۔

سرگ - ۲۸

سری رامچندرجی کو سنگھار استر ودیا کی تعلیم

استر و شستر ودیا سکھا کر بسوامترجی نے وہاں سے قدم بڑھایا۔ ادھر ادھر کی باتوں میں سری رامچندرجی نے گذارش کی۔ مہاراج شستر ودیا میں آپ نے لیاقت پیدا کرا دی۔ اب میری آرزو ہے۔ کہ کرپا ہو تو سنگھار استر ودیا میں بھی بہرہ مند ہو جاؤں۔ بسوامترجی سری رامچندرجی کے شوق سے بہت خوش ہوئے اور فرمایا۔ یہ بھی سکھاتے ہیں تو ایشور سے چاہتا ہوں۔ کہ اپنا کمال اپنے ساتھ نہ لے جاؤں۔ یادگار چھوڑوں۔ چنانچہ آپ سے کس بات میں باہر ہوں۔ اچھا سنیئے منتر سیکھیے۔ سنگھار استر ودیا کی تعریفیں یہ ہیں۔

دھرشٹ۔ بھیس۔ پرتی بار۔ پرانگ کھوک۔ موانگ بھوکھ۔ درڈھ نابھ۔ سنابھ۔ لچھیہ لچھیہ۔ ہمبو۔ دشش شیرکھ۔ دشا کش۔ ست بکر۔ مہانا۔ شنو ند۔ پدم نابھ۔ بندر۔ جوگندھر۔ بملا۔ نیراسیہ۔ شکن۔ جیو تھنش۔ سوتابھ۔ دوند نابھ۔ رنک۔ کرپ۔ ملمرا۔ بدھوت۔ سومن۔ پتر یھ۔ ریچر۔ رتمان۔ دہشیہ۔ پرسپھن۔ شنچی باہو۔ مہاناہو۔ تنگل۔ برجی۔ سائچالی۔ دھرت مالی۔ سورتی۔ رام بھاسو۔ بتنان۔ کرشاسو۔ برن۔ پنچان۔ دھن۔ دھانیہ کام سدپ۔ کام رچی۔ موہ مارن۔ جرمبھک۔ سرب ناکھ۔

سری رامچندرجی نے سنگھار استر ودیا کے منتر سدھ کئے۔ سارے منتر صدا استر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کی۔ کہ خدمتگذاروں کو کیا ارشاد ہے۔ رامچندرجی نے سب کو ہاتھ لگا دیا۔ اور فرمایا ابھی تکلیف کی ضرورت نہیں۔ آپ سب اپنے قیام گاہ میں جائیں جب ضرورت ہوگی یاد کر لونگا۔ اس وقت زحمت کی کیا ضرورت ہے۔ سری رامچندرجی نے سب کو رخصت کیا۔ سب اپنے مقامات پر چلے گئے۔ سری رامچندرجی اور بسوامترجی نے آگے قدم بڑھایا۔ راستے میں ایک پرفضا جنگل ملا۔ اونچے درخت زمین کو چھپائے ہوئے تھا۔ طائران خوشنوا کی میٹھی میٹھی بولیوں سے سارا جنگل گونج رہا تھا۔ سری رامچندرجی اس کی بہار دیکھ کر بولے۔

مہاراج یہ دشت پُر بہار و صحرائے رشک گلزار کون ہے۔ اور آپ کا آشرم یہاں سے کتنی دور ہے؟

سرگ ۲۹

چرتر بن عرف سدھ آشرم کی کیفیت

بسوامتر جی رامچندر جی سے گویا ہیں۔ کہ یہ جنگل چرتر بن کے نام سے مشہور عالم ہے۔ یہاں مدت دراز تک وشنو جی سرگرم ریاضت رہے ہیں۔ اور یہیں سری باون اوتار نے کشیپ کے یہاں ظہور فرمایا۔ اس جنگل کی عظمت اس وجہ سے بھی ہے۔ کہ یہیں راجہ بل تپسیا کر چکے ہیں۔ جب جپ کی طاقتوں سے انہیں تری لوک کی بادشاہت حاصل ہو گئی۔ تو اسے بھی ہوس نے پاؤں پھیلائے اس نیت سے جگیہ کیا کہ دیوتا بھی زیر رہیں۔ جگیہ شروع ہو گیا۔ دیو اپنا اپنا بھاگ لینے لگے۔ ادھر کشیپ کے یہاں بھی جگیہ تھا۔ دیوتا لوگ وہاں بھی حصہ لے رہے تھے۔ خلاصہ یہ کہ دونوں جگیہ میں خوب دھوم دھام تھی۔

یہاں پر لوگوں کو خیال ہو سکتا ہے۔ کہ دو جگہ جگیہ وہاں ایک ہی دیوتا ایک سے دو ہو کر کیسے اپنا بھاگ لینے پہنچ سکتے ہیں۔ مگر یہ بات نہیں۔ دیوتاؤں کی دو قسمیں ہیں۔ ایک سورگ لوک میں رہنے والے کرم دیوتا دوسرے وید کے منتر آجان دیوتا۔ کشیپ کے یہاں کرم دیوتا براجمان تھے۔ اور راجہ بل کے یہاں آجان دیوتا۔

جس وقت راجہ بل جگیہ میں مصروف تھے۔ اور وید منتروں کی برکتیں کامیابی کی خبر دے رہی تھی۔ اندر وغیرہ گھبرائے۔ سری بشن جی کے پاس دوڑے گئے۔ فریاد کی کہ مہاراج آپ تو چرتر بن میں تپسیا کر رہے ہیں یہاں اندر آسن چھن گیا۔ راجہ بل تپو بل سے دیوتاؤں کو ایسا نیچا دکھائیگا۔ کہ بھیڑ بکری کی طرح رہنا پڑیگا۔ پس نظر ترحم ہو۔ کسی طرح کشٹ کاٹئے۔ بشن جی ہنسے اور فرمایا کہ اچھا ذرا صبر کیجئے۔ آپ کی فکر دور ہو جائے گی۔

کشیپ بڑے صاحب ریاضت تھے۔ انہوں نے محبوبہ خاص اور زوجہ با اخلاص کے ساتھ ایک ہزار برس تک ریاضت کی۔ بشن جی نے درشن دے کر فرمایا کہ خواہش کیا ہے۔ آرزو کیا ہے۔ کہو۔

کشیپ نے بردان مانگا۔ بس اور زیادہ نہیں۔ ہوس اتنی ہے۔ کہ آپ میرے

لھنت جگر بن جائیں اور راجہ اندر کی مدد فرمائیں۔ کہ راجہ بل اپنی گیارہ ہزار برس کی تپسیا کے بل پہ اندر اور دیوتاؤں سے سربر نہ ہو سکے۔ یہ بھی بردان ملے کہ یہ جگیہ بسیدھ آشرم کے نام سے مشہور و معروف ہو۔ اور یہاں جو کوئی جپ تپ یا جگیہ کرے وہ بڑی کامیابی سے پورا ہو جائے۔ بشن جی نے کشیپ کی سب عرضداشتیں قبول کیں۔ اور باون روپ میں راجہ بل کے تپ آشرم میں جا پہنچے۔ جگیہ کی دھوم دھام ہو رہی تھی۔ باون جی نے سوال کیا۔

راجہ اور کچھ نہیں مانگتے رہنے کے لئے تین قدم زمین کی ضرورت ہے۔ راجہ بل تین لوک کا راجہ تھا۔ اس کو تین قدم زمین کی کیا کمی تھی۔ فوراً زبان سے نکلا کہ شوق سے ناپ لو۔

باون جی نے زمین آکاش سب ناپ لیا مگر تین قدم پورے نہ ہوئے۔ آخر راجہ کا جسم خاکی ناپ کر اس کو رساتل میں خارج البلد کیا۔ اور ساری بادشاہت اندر کو بخش دی۔ بامن جی پرتھوی کا دان لے کر اس جنگل میں تپ کرنے لگے اور فیض قدم سے اس کا نام چرتر بن اور سدھ آشرم مشہور ہوا۔

بسوامتر جی فرماتے ہیں کہ اے سری رامچندر اس جنگل کی عظمت اور برکت سمجھ کر میں بھی یہیں تپسیا کرتا ہوں۔ مگر افسوس کہ راچھس اپنی شرارتوں سے کوئی جگیہ پورا نہیں ہونے دیتے۔ اب آپ ان کم بختوں کو سزا دیجئے گا۔ تو میرا سب کام پورا ہوگا۔

ان باتوں میں بسوامتر جی کی جگیہ شالا آ گئی۔ تمام رشیوں منیوں نے استقبال کیا خاطر تواضع سے پیش آئے اور چار گھڑی دم لینے کے بعد سری رامچندر جی نے بسوامتر جی سے عرض کی۔ مہاراج دیر کی کوئی ضرورت نہیں۔ آپ جگیہ شروع کریں۔

بسوامتر جی فوراً ہی جگیہ منڈپ میں تشریف لے گئے۔ جگیہ کی کارروائی نود شود سے شروع ہو گئی۔ دونو بھائی حفاظت کا بیڑا اٹھا کر ادھر ادھر ٹہلنے لگے۔

سرگ ۳۰

بسوامتر جی کا جگیہ۔ سری رامچندر جی کے دست مبارک سے سباہو کا قتل ماریچ کی سزائے بداعمالی

نور کا تڑکا تھا۔ نسیم سحر کے ہلکے ہلکے جھونکوں نے شانہ ہلا ہلا کر شبنم کے منہ پہ چھینٹے دے دیکر سب کو جگا دیا۔ سب بستر راحت سے اٹھے اور نہا دھو کر فرائض مزدیہ

سے فارغ ہونتے ہی اپنے اپنے کاموں میں مشغول ہوئے۔ سری رامچندر جی نے لبسوامتر جی سے دریافت کیا۔

ہاں یہ تو فرمائیے۔ سبا ہو ماریچ آنے کس وقت ہیں۔

لبسوامتر جی مون برت کئے ہوئے تھے۔ نقل خاموشی کیسے کھلتا جواب نہ ملا۔ آس پاس کے رشیوں کی زبان سے یہ آواز آئی۔ کہ لبسوامتر چھ دن تک یونہی چپ رہیں گے۔ ان کا آسن نہ ڈولے گا۔ سباہو اور ماریچ کے آنے کا وقت کوئی مقرر نہیں۔ جب اُن کے سر بھوت سوار ہو جاتا ہے۔ آجاتے ہیں۔ اب ہم لوگ بھی چھ روز تک برابر آنکھ نہ جھپکائیں گے۔ کیونکہ جگیہ کا کامیابی سے پورا ہو جانا لازم سری رامچندر جی یہ سنتے ہی لکشمن جی سے بولے کہ

بھائی ٹلے ہوشیار ہو جاؤ۔ تیر کمان سنبھال لو۔ دن رات کی غذا ستی تکلیف میں سارا بیڑا پار ہے۔

لکشمن جی:- فقط آپ کے حکم کا انتظار تھا۔ میں خدمت کو پہلے ہی سے کمر باندھے بیٹھا ہوں۔

سری رامچندر جی اور لکشمن جی دھنش بان لے کر جگیہ منڈپ کے چاروں طرف چوکسی رکھنے لگے مجال نہ تھی۔ کہ پرندہ بھی پر مار سکے۔ پانچ دن اور پانچ رات برابر پلک نہ جھپکی۔ کوری آنکھوں سویرا ہوتا تھا۔ اور بے پلک جھپکائے شام اب چھٹا دن آ پہنچا۔ جگیہ کی کامیابی کی ساعت قریب آگئی۔ تو سری رامچندر جی نے لکشمن جی سے فرمایا۔

بھائی۔ پانچ دن تو خیریت سے گذرے۔ آج چھٹا دن ہے۔ ہماری تمہاری محنت کا دارو مدار آج ہی پر ہے۔ دیکھو خوب ہوشیار رہنا۔ خبردار کوئی راچھس بھٹکنے نہ پائے۔

رامچندر جی اتنا کہہ پائے تھے۔ کہ دفعتہً ایک بیدی کی آگ دوسری جگہ لو دینے لگی۔ رامچندر جی چونکنے ہوئے اور کہا۔

دیکھو بھائی آگ کی لپٹ کہاں سے کہاں پہنچ گئی۔ یہ آثار نرالے ہیں۔ جب جگیہ ختم ہونے کو ہوتا ہے۔ تب اگر ایسے علامات نظر آئیں۔ تو سمجھ لو کہ کچھ فتور شدنی ہے۔ ذرا خوب دیکھ بھال رکھنا۔ لبسوامتر جی مون ہیں۔ دل ہی دل میں منتروں کا جاپ کر رہے ہیں۔ اُن سے اس اچنبے کا سبب بھی معلوم نہیں ہو سکتا۔ پس اپنی طرف سے ہوشیاری لازم ہے۔

سری رامچندر جی اتنا کہتے کہتے نظر اٹھاتے ہیں۔ تو عجیب حیرتناک نظارہ نظر افروز ہوا۔ آسمان پر ایک گھٹا ٹوپ اندھیرا کالے کالے بادلوں کی طرح چھایا ہوا دکھائی دیتا تھا اور دیکھتے دیکھتے سر پر ہی پہنچ گیا۔ جیسے ہی ایک کالی آندھی آئی۔ کس زور کی آواز سنائی دی کہ بادل کی گرج

اور بجلی کی کڑک مات ہو گئی۔ سب نے اپنے کانوں پر ہاتھ رکھ لئے۔ اور یقین ہو گیا کہ راچھس آ گئے بات کی بات میں خون کی بارش ہونے لگی۔ گوشت کے لوتھڑے کے لوتھڑے برسنے لگے اور وہ ہیبت ناک صورتیں دکھائی دینے لگیں۔ جو اس صورت و شکل سے مشابہ تھیں جن کی تصویر بسوامتر جی نے لفظوں میں کھینچی تھی۔ راچھس خون برسا رہے تھے اور سری رامچندر جی بانوں کا چھپر چھائے ایک بوند خون بھی نہ گرنے دیتے تھے۔ بہت دیر تک یہی شغل رہا۔ آخر سری رامچندر جی نے سوچا کہ کہاں زمین کہاں آسمان۔ میں خاک پر راچھس افلاک پر۔ پھر تو کیسے بنے۔ نمٹے تو کیونکر۔ لڑائی آمنے سامنے کی ہوتی ہے نہ کہ عرش فرش کی۔ یہ سوچ کر انہوں نے لکشمن جی سے کہا۔

دیکھا راچھسوں کا گوشت کھانا اور خون برسانا۔ میں ابھی سب کو آکاش ہی پر ڈھیر کر دوں مگر یہ قدرت کے خلاف بات ہے۔ مخالفوں میں اس وقت وہ وہ بھی شامل ہیں جن کی ابھی موت نہیں۔ اگر میرا بان ان کو نشانہ بناتا ہے۔ تو ان کی خیر نہیں۔ اور جب خیر نہیں تو سلسلۂ کائنات میں ابتری۔ برہما جی کے انتظام میں خلل۔ رہا ماریچ۔ اس پر مجھے خاص طور پر رحم رہتا ہے۔ گو راچھس بد کا ہے۔ مگر جب خیال کرتا ہوں۔ کہ غریب یتیمی کی حالت میں ہے۔ باپ بچپن میں بے سرپرست چھوڑ گیا۔ تو ایسے کو مارنے کے لئے ہاتھ نہیں اٹھتا۔ مجھے تو سباہو پر بھی ترس آتا ہے۔ وہ بالذات راچھس نہیں۔ صرف اگست رشی کی بد دعا نے کچھ کا کچھ کر دیا ہے۔ اس نے بڑے بڑے دھرم کے کام کئے ہیں۔ پرمیشور کی یاد میں خوب دل لگایا ہے۔ پس میں جانتا ہوں۔ کہ اس کو نجات دے کر ادھار کر دوں۔ باقیماندہ راچھس اپنی اپنی کرنی کے موافق دوسرے جنموں میں نجات پاتے رہیں گے۔ بالفعل میں ماریچ اور سباہو کو دشمنی میں دوستی کا مزا چکھاتا ہوں۔

یہ فرما کر اپنے چلے پر تیر چڑھایا۔ جونہی تیر اٹھا۔ دیو زاد کے دل پر بیٹھا۔ وہاں سے اٹھا تو ماریچ دیکھتے دیکھتے سمندر کے پانچ کوس ادھر۔ تیر کاری تھا۔ ماریچ تیورا کر زمین پر چت گر پڑا۔ اور وہاں اس وقت تک رہا۔ جب تک راون نے سیتا ہرن کے واسطے کپٹ مرگ نہ بنا لیا۔ ماریچ کا مرنا بھرنا کر کے سری رامچندر جی نے دوسرا تیر سر کیا۔ یہ تیر ناوک قضا تھا۔ جونہی اوپر پہنچا۔ سباہو زمین پر چاروں شانے چت بعوض فنا۔ اب رہے اور راچھس ان کی بھی اچھی طرح خبر لی گئی۔ بایو استر چلا تو سب کے سب تتر بتر کوئی یہاں کوئی وہاں۔ گیند کی طرح ادھر سے ادھر گرے تو نفس سا نفس۔ سری رامچندر جی نے ادھر راچھسوں کا دفعیہ کیا۔ ادھر کچھ رات رہے جگیہ سماپت ہوا۔ رشیوں منیوں نے بدھائیاں بجائیں۔ سری رامچندر جی کے گن گائے۔ بسوامتر جی نے بہت شکر گزاری کی۔ دھنیا دیا کہ سری رامچندر جی کے احسانوں سے کبھی

سبکدوش نہیں ہونگا۔ ہمیشہ جش گاؤنگا۔ تم نے میری للج رکھی ؟

سرگ۔ ۳۱

جانکی جی کے سوئمبر کی شرکت کی غرض سے جنکپور کا عزم

راچھسوں کو سزائے اعمال دے کر سری رامچندر جی ایک دن رات اپنی مرضی سے آشرم میں ٹکے جب دوسرا روز ہؤا تو بسوامتر جی سے گذارش کی کہ

مہاراج ارشاد کی تعمیل ہو چکی۔ اب تو کوئی کام نہیں۔

بسوامتر جی :۔ ہاں میرا تو ایک کام بن گیا اب ایک ذرا سا کام باقی ہے۔

رامچندر جی :۔ وہ فرمایئے۔ کہ میں خدمتگذاری سے سرفراز ہوں۔

بسوامتر جی :۔ بس یہی کہ مہاراجہ جنک کے یہاں سوئمبر ہے اسے بھی دیکھ لیں۔

رامچندر جی :۔ وہاں کیا ہوگا۔ کس کا سوئمبر ہے۔ کچھ حال معلوم ہو تو مفصل بیان فرمایئے۔

بسوامتر جی :۔ مہاراجہ دیہہ جنگ مںتھلا پور کے بڑے دھرماتما راجہ ہیں۔ ان کے یہاں شیوجی کا ایک عجیب وغریب دھنش ہے۔ یہ دھنش وہ ہے جس کی وجہ سے راجہ دکینش کا جگیہ ادھورہ رہ گیا۔ کامنا سپھل نہ ہوئی۔ یہ دھنک وہ ہے جس کو بڑی خوشامد درآمد عجز وانکسار۔ منت وسماجت سے اس وعدہ پہ برہماجی نے حاصل کیا کہ پوجا کریں گے۔ عزت سے رکھیں گے اور وقت ضرورت دیوتاؤں کی حفاظت کے کام لائیں گے جس وقت راجہ اندر سے یہ سوال ہؤا تھا۔ اس وقت یہ دھنک راجہ اندر کے پاس تھا۔ جب برہماجی نے یوں شیوجی کو گھیرا۔ تو انہوں نے کہدیا کہ اندر کے ہاں سے لے جایئے۔

برہماجی اور سب دیوتا اندر کے یہاں سے وہ دھنش جنک پور میں اٹھا لائے۔ اور جنک جی کو دیا۔ کہ اپنے پاس رکھیں۔ راجہ جنک روزمرہ خوشبویات سے اس کی پرستش کیا کرتے تھے۔ اور اس میں وہ خصوصیت تھی۔ کہ تینوں لوک میں اسے کوئی جنبش بھی نہ دے سکتا تھا۔

راجہ جنک کے خاندان میں اوائل سے یہ دستور ہے کہ جو گدی پہ بیٹھے جنک کہلائے۔ اور دھنش کی پوجا کرے۔ گویا اس کی پرستش بھی فرائض روزانہ میں داخل تھی۔ ایک روز برہما جی کے یہاں کوئی جلسہ تھا۔ جنک جی تو وہاں تشریف لے گئے۔ ان کو پرستش کی فرصت نہ ملی۔

تو چلتے وقت اپنی رانی سے فرما گئے۔ کہ جب تک میں نہ آؤں۔ دھنش کی پوجا میں ناغہ نہ ہو۔ برہما کی سبھا میں راجہ کو کئی دن لگ گئے۔ یہاں رانی کو ماہواری ایام سے سامنا ہُوا۔ اِس حالت میں پوجا پاٹ کی سخت دِقت پیش آئی۔ اور لطف یہ کہ راجہ کا فرزند ارجمند بھی مکان میں ندارد۔ مجبوراً اپنی راجکماری سری جانکی جی سے فرمایا کہ بیٹی آج تم دھنش کو پوج دینا۔

سری جانکی جی اُسی وقت دوڑی دوڑی گئیں۔ دھنش کو اُٹھایا۔ سالہا سال کا کوڑا کرکٹ صاف کرکے چوکا دیا اور پوجا کرکے کھیلنے مالنے لگیں۔

جب راجہ جنک آئے۔ پوجا پر بیٹھے تو دھنش کو اپنی اصلی جگہ سے ہٹا پایا۔ جگہ بالکل دودھ کی دھوئی ہوئی نظر آئی۔ سخت حیران ہوئے کہ پہاڑ سا دھنش کس نے اُٹھا کر اُدھر سے اِدھر کر دیا۔

یہ غیر معمولی طاقت کس کی تھی۔ دریافت کیا تو معلوم ہُوا کہ ساری کرامات راجکماری جانکی کی تھی۔ فوراً ہی قسم کھائی۔ کہ اب جو اِس دھنش کو تان لیگا بس اُسی کے ساتھ اپنی پیاری سیتا کی شادی کروں گا۔ چنانچہ اے سری رامچندر جی یہ دھنش دیکھنے کے قابل ہے اور سوئمبر کی کیفیت بھی لائق سیر۔

سری رامچندر جی :۔ واقعی کیفیت تو دلچسپ ہے مگر مہاراج جس دھنش کی وجہ سے کیلاش کی جان پر گندی۔ اُس کو کس کی مجال ہے کہ ہاتھ لگاتے۔ مجھ میں تو یہ طاقت نہیں۔

سری بسوامتر جی :۔ آپ کو دنیا بھر کی فضولیات سے کیا کام۔ آپ ساتھ چلے چلیں جو ہوگا دیکھا جائیگا۔

سری رامچندر جی :۔ میں چلنے کو حاضر ہوں۔ مجھے عذر کیا ؟

اب بسوامتر جی دونو بھائیوں کو لے کر چلے۔ رشیوں منیوں کا ایک قافلہ کا قافلہ ساتھ تھا۔ چلتے تو اُتر کی طرف جھکے۔ اور ہمالیہ کے دامن میں گنگا جی کے کنارے پہنچ کر سون بھدر ندی کے آس پاس قیام کیا۔ اِس ندی کے دونو ساحلوں پر جنگلوں کا سلسلہ چلا گیا ہے۔ سندھیا وغیرہ سے فارغ ہو کر سری رامچندر جی نے دریافت کیا کہ مہاراج ان جنگلوں کی تعریف سننے کا شوق ہے۔ تکلیف تو ہوگی مگر باتوں میں رات کا بہت سا وقت دلچسپی سے کٹ جائیگا۔

سرگ ۳۲

راجہ کوس۔ اُن کے بیٹوں اور پوتیوں کی سرگذشت

سری بسوامترجی کی زبانی

سری رامچندرجی کے سوال پر سری بسوامترجی مائل گفتار ہوئے کہ اس مقام پر برہماجی کے فرزند جگر بند راجہ کوس کا قیام تھا۔ اُن کے ساتھ اُن کی رانی بیبھر بھی رہا کرتی تھی۔ راجہ کے چار فرزند تھے۔ کشامب۔ کشناب۔ اُمسر۔ بسو چاروں کے چاروں بڑے شکیل و جمیل تھے۔ لیاقت بھی خاصی پیدا کر لی تھی۔ جب سب سمجھ والے ہوئے تو راجہ نے شاستر کے احکام کی تعمیل میں حکم فرمایا کہ لے اپنا راج سنبھالو۔ رعایا برایا تمہارے سپرد۔

راج پا کر سب فرزند خوش ہو گئے۔ راج کاج کرنے لگے۔ اور اپنے ناموں پر چار شہر آباد کئے۔ کسامب نے کسامبی (موجودہ کسمبی) شہر آباد کیا۔ کسناب نے مہودے (موجودہ قنوج) امسر نے دھرمارن کے نام سے آباد کردہ شہر کو رونق دی۔ بسو چوتھے بیٹے نے سوم بھدرا ندی پر گرہ ولیشی (موجودہ بہار لب آیا) سوم بھدرا ندی بڑی پوتر ہے۔ اس میں اشنان کرنا سب پاپ دھو بہاتا ہے۔ چاروں فرزندان والا دودمان میں سے کشناب بڑے تپسوی تھے ایک روز اُن کی خدمت میں ایک اپسرا آئی اور درخواست کی کہ صورت دیکھئے شکل دیکھئے اور پھر سچے دل سے آغوش محبت میں لیجئے۔

راجہ کشناب موہنی صورت سوہنی صورت پہ فریفتہ ہو گئے۔ حسن و جمال نے بے قابو کر دیا۔ بڑے شوق سے رنواس کی زینت بنایا۔ اور محبتانہ ربط و ضبط نے ایک سو بیٹیوں کی صورت دکھائی۔ لڑکیاں بچپن سے جوان ہوئیں۔ تو امنگ بھی کچھ اور ہوئی۔ ایک دن جوانی کی ترنگ میں کسی باغ کی طرف نکل گئیں۔

برس پندرہ یا کہ سولہ کا سن ― جوانی کی راتیں مرادوں کے دن
ناک میں نیم کا فقط تنکا ― شوخی گستاخی مقتضا سن کا

سب نشہ شباب میں چور شراب نوجوانی سے مخمور حسن و جمال میں دوپہر کا آفتاب بنی ہوئی تھیں کہ اچانک پون دیوتا کی نظر پڑ گئی۔ صورت دیکھتے ہی تو طبیعت بے قابو۔ حسن و جوانی پہ نظر پڑتی ہے۔ تو دل بے اختیار آخر آپے میں نہ رہے تو زبان پر درخواست آ گئی۔ کہ شادی کر لو۔ میں دیوتا ہوں۔ موت کا ہم پر اثر نہیں۔ بڑھاپا سائے سے بھاگتا ہے۔ ہمیشہ گبھرو جوان بنے رہتے ہیں۔ عورت چند دنوں ہی امنگوں سے اتر جاتی ہے۔ بڑھاپا تھوڑے ہی دنوں میں آ جاتا ہے۔ مگر ہم ایسے دیوتاؤں کی عورتیں کبھی بڑھاپے کا منہ نہیں دیکھتیں۔ ہمیشہ بارہ برس کی بنی رہتی ہیں۔ ان سے بھلا چاہتے ہو تو میری خواہش پوری کرو۔

راجکماریاں ہنس پڑیں اور آپس میں کہنے لگیں۔ کہ واہ ذرا دیکھئے گا۔ پون جی گو جوان پاٹھے تو بن رہے ہیں مگر عقل سٹھیا گئی ہے۔ کہاں دیوتا۔ کہاں یہ ادھرم کا ناپاک خیال۔ آخر سب متفق اللفظ ہو کر بولیں۔

مہاراج آپ اِس وقت کہاں ہیں۔ دیوتاؤں کو یہ ناجائز ذوق و شوق یہ بیہودہ امنگ۔ ہم کشن نابھ کی بیٹیاں۔ کشن نابھ کا دھرم کرم۔ جب تپ میں آوازہ ادر آپ کی ہم سے یہ گفتار۔ اگر ہمارے پتا جی یہ سن لیں تو کس کو ٹھوکیں۔ ہمارا تو خیال ہے۔ کہ آپ کو خمیازہ کھینچے بغیر نہ بنے۔ اگر آپ کو واقعی ہم لوگوں سے ناطہ جوڑنے کی خواہش ہے۔ تو ہم سے کیا سروکار۔ جائیے پتا جی سے درخواست کیجئے۔ وہ ہمیں بھاڑ میں بھی جھونک دیں۔ تو عذر نہیں۔ پھولوں میں تولیں تب بھی اُن کا حق۔ لڑکیاں باپ کی مطیع الارشاد ہوتی ہیں۔ اُن کو خود کوئی بات کرنے کا اختیار و مجاز نہیں باپ اچھا برا جو کچھ کرے لڑکی کا فرض ہے کہ اُس کو واجب التعظیم سمجھے چنانچہ اِس امر کا فیصلہ پتا جی ہی کی منظوری پر منحصر ہے۔ ہم لوگ بے بس ہیں۔

راجکماریوں کا یہ ٹکا سا جواب سنکر پون جی آگ بگولا ہو گئے۔ اور جوشِ غضب میں وہ اعجاز دکھایا کہ خود سب کے پیکر عنصری میں داخل ہو گئے۔ اور سب کو ایسا بدصورت اور بہیئت کر دیا کہ شکل دیکھنے سے نفرت ہوتی تھی۔ راج کنیاؤں کے غصہ کی آگ بھڑک اُٹھی۔ انہوں نے چاہا کہ اسی وقت کوسں کر پون دیوتا کو مزہ چکھائیں مگر نہیں۔ دور اندیشی کے خیال سے انہوں نے سوچا کہ واقعہ کی اطلاع پتا جی سے کر دینا لازم ہے کہ اپنے اوپر کوئی بات نہ آئے اُن کو سخت رنج ہوا اور روتی ہوئیں راجہ کشن نابھ کے پاس پہنچیں۔

راجہ کشن نابھ نے سب کو کلیجے سے لگایا۔ گریہ وزاری کی وجہ پوچھی۔ مگر وہ شرم و حیا کے باعث کچھ منہ سے نہ پھوٹیں صرف آنسوؤں ہی کو مصداق سہ

حال بیتابی پیش نظر ہونے لگا
اشک جو نکلا وہ عینک آنکھ پر ہونے لگا

واقف رازِ نجوم اسرار بناتی رہیں۔

کشن نابھ جب پوچھتے پوچھتے تھک گئے۔ تو انہوں نے سمادھی لگائی اور اس طرح جو کچھ واقعہ گذرا تھا۔ آنکھوں سے دیکھ لیا وہ سمجھ گئے۔ کہ ساری کرتوت پون دیوتا کی ہے

سرگ۔ ۳۳

راجہ کشن ناتھ کی بہو بیٹیوں کی سیر باغ۔ پون دیوتا کی بدنگاہی اظہار محبت۔ زبردستی تکمیل خواہشات راجکماریوں کی باپ سے شکایت غور و فکر کے بعد وزیروں کے مشورے سے راجہ برمھ دت کے ساتھ سب کی شادی

کون راجہ کشن ناتھ روشن ضمیری سے سب بھید جان گئے تھے۔ مگر انہوں نے بیٹیوں کی زبان سے سارا ماجرا سننے کے لئے ہٹ کی۔ پہلے تو سب کی سب غرق دریائے غیرت رہیں حسن شرم نے کیل دیا تھا۔ زبان پہ مہر خاموشی لگی رہی مگر جب راجہ نے جوش غضب سے ڈانٹا ڈپٹا۔ تو وہ سب اُگل دینے پر مجبور ہو بیٹھیں۔ چادر حیا سے منہ ڈھانپ کر کہنے لگیں کہ پتا جی شامت کی ماری ہم سیر کو نکل گئیں باغ میں رنگ رلیاں منا رہی تھیں۔ گلچھرے اڑا رہی تھیں کہ دفعتہً وایو دیوتا (پون) جی نمودار ہو گئے۔ چہرے کی کچھ اور ہی رنگت اور دل کی کچھ دوسری کیفیت نظر آتی تھی انہوں نے بے تکلف منہ پھوڑ کر کہہ دیا کہ ہم سے شادی کر لو۔ نہیں تو برا ہوگا۔ شادی سے مفر ہے اور نامرادی میں ضرر ہم سب نے بڑی منت و سماجت کی۔ بہت سمجھایا بجھایا مگر ان کے سر کا بھوت نہ اترنا تھا نہ اترا دامن عصمت پر ہاتھ دوڑا ہی دیا۔ ہم سب مجبور ہو گئیں کہاں زبردست دیوتا کہاں ہم شکماری ایک پیش نہ گئی پون جی نے اپنے قابو بھر کوئی بات اٹھا نہ رکھی۔ اتنی بھی فرصت نہ دی کہ آپ کے کان میں بھنک ڈال دیتیں۔ ہم اس زبردستی سے الگ اسیل پر لوٹیں تاؤ کھا کر جی چاہا کہ سراپ دے بیٹھیں مگر اس خیال نے زبان پکڑ لی کہ کہیں آپ کے ناگوار خاطر نہ ہو ساری سرگذشت یہ تھی جو کچھ گذرا تھا گوش گذار کیا گیا۔ اب آپ اجازت دیں۔ تو ہم بد دعا دیں۔ پانی پی پی کر کوسیں۔

راجہ کشن ناتھ:۔ تھوڑی دیر تک پیچ و تاب میں رہے۔ غصے کی آگ کبھی بھڑکتی۔ اور کبھی دھیمی پڑتی تھی۔ آخر انہیں سب نشیب و فراز اور اونچ نیچ سوچ سمجھ کر کہنا پڑا کہ ہونی تھا ہو گیا۔ ہونہار ہو چکی۔ سانپ نکل گیا۔ لکیر پیٹنا فضول ہیں تم سب سے خوش ہوا کہ اپنے ہیں اس وقت رہیں۔ غصہ کو ندکا۔ چھما بڑی چیز ہے۔ جو چھما کرتے ہیں۔ دنیا میں نیک نام ہیں خطا بخشی انسان کے جسم کا زیور ہے۔ اسی سے کہا ہے کہ

در عفو لذتیست کہ در انتقام نیست

از خوردان خطا و از بزرگان عطا۔ تم نے خوب کیا۔ کہ ضبط کر گئیں۔ اچھا جاؤ کھیلو مالو میں اس معاملہ میں غور کروں گا تم بے فکر رہو۔

یہ کہہ کر راجہ کسں ناتھ دربار میں پہنچا۔ وزرائے دولت وارکان سلطنت سے ساری واردات بیان کرکے پوچھا کہ آپ سب کی کیا رائے ہے۔ چھوکریوں کی شکل وصورت کیسے درست کی جائے۔ اور ان کی شادی کا کیا انتظام ہو۔ ذرا دیکھئے دھرم شاستر کیا اجازت دیتا ہے۔

وزرائے سلطنت :۔ یہ سارا فساد بابو دیوتا کا تھا۔ راجکماریوں کا کوئی قصور نہیں۔ شادی کرنا لازم ہے۔ کسی کو اعتراض نہیں ہو سکتا۔

راجہ کسں ناتھ :۔ اچھا شادی ہو تو کس کے ساتھ۔ کوئی اعلےٰ اور شریف نہیں بلکہ مجھ سے افضل خاندان بتایئے جس سے رشتہ جوڑوں۔

وزرائے سلطنت :۔ مہاراج جی ایک خاندان ہم لوگوں کو معلوم ہے۔ اگر منظور ہو تو زہے نصیب۔

راجہ کسں ناتھ :۔ وہ کون بیان کیجئے۔

وزیر اعظم :۔ ایک برہم کل کوشش چولی نامی تھے۔ جن کا دھرم خاندانوں میں اعلےٰ پایہ تھا۔ وہ جس وقت ندی سے غسل کرکے لوٹتے۔ تو تمام پوجا کا سامان لیس ملتا۔ وہ بعد حیرت میں رہتے کہ یہ غیب سے کیا سامان ہو جایا کرتا ہے۔ یہ غیبی طاقت سرملا کی بیٹی سومدا نامی اپسرا ہی تھی۔ جو چولی برہمن پر فریفتہ ہو کر شرف خدمت کی آرزومند تھی۔ برسیں گذر گئیں۔ کچھ بھید معلوم نہ ہوا آخر ایک روز سومدا آنکھوں پر ٹھیکری رکھ کر سامنے آئی اور کہا۔

آج آپ کو بتا شادیکھا دلشاد دیکھا۔ اس سے حاضری کی جرأت ہوئی۔ مدت سے خدمت کر رہی ہوں مگر افسوس کہ اپنا کام کچھ ٹھیک نہ ہوا۔ اب تک ساری محنت اکارتھ ہے۔

چولی برہمن :۔ اچھا شنو تو کیا خواہش کیا آرزو۔ کیا ہوس۔ کیا تمنا ہے۔ دل کا مدعا سنے بغیر کوئی کیا کہہ سکتا ہے۔

سومدا اپسرا :۔ صرف ایک بیٹے کا سوال ہے۔ مگر بیٹا کوئی ویسا کھدا نہیں چاہیئے ہو تو دھرم وان ہو۔ دولتمند ہو۔ برہمہ ودیا کا عالم ہو۔ سارے شاستر اس کے حافظے میں ہوں اگر یہ اوصاف نہیں تو میں دست بردار۔

چولی برہمن :۔ تمہاری آرزو پوری ہوگی۔ میں اشیرباد دیتا ہوں۔

سومدا اپسرا :۔ مگر ایک ٹیڑھی کھیر اور ہے۔ میں ابھی کنواری ہوں۔ آہن بغیر چقماق کیا چنگاری دیگا۔ آگ کے بغیر چراغ کا جلنا محال۔ ایک ہتھیلی سے کہیں تالی بج سکتی ہے۔ جب تک آگ کو پھوس سے نہ سامنا ہو۔ تب تک آگ کیسے روشن ہو۔ اس نتے پر فرمایئے کہ آپ کا اشیرباد بغیر آپ کی توجہ کے کیونکر اثر پذیر ہوگا۔ کیوں میں آپ کے سیوا

دوسرے کا منہ دیکھنا نہیں چاہتی۔

چولی برہمن مطلب کو پہنچ گئے۔ اُسی وقت نظر محبت سے دیکھا۔ اپسرا کی خواہش قبول کی اور کہا اچھا جیسے بیٹے کی خواہش ہے۔ ویسا ہی ملیگا۔ اطمینان رکھو۔

دعائے کاملیں خالی از اثر نیست

کچھ دنوں کے بعد سومدرا اپسرا کو ایشور نے بیٹا دیا۔ بڑا خوبصورت۔ بڑا شکیل وجمیل اس کا نام برہمدت رکھا گیا۔ برہمدت نے بڑی لیاقت پیدا کی۔ وید شاستر میں فاضل نقد گار ہوا اور فضائل وخصائل میں یادگار۔

سومدرا بیٹے کا سُکھ اُٹھاتی ہوئی اپسرا لوک کو چل دی۔ اور چولی برہمن پھر جپ تپ میں مشغول ہو گئے۔ برہمدت کو آخر راج ہاتھ آیا۔ اُس نے ایک شہر بھی اپنے نام پر بسایا۔

وہ برہمن چھتر دھاری ہے۔ پس ایسا اعلے خاندان کا داماد اور کہاں سے ملیگا۔ اس نے آپ اپنی سو کی سو بیٹیوں کا برہمدت ہی کے ساتھ بیاہ کر دیں۔ تو بہت انسب۔ اگر آپ کو راجکماریوں کی موجودہ بدصورتی کا خیال ہے تو یہ وہم ہی وہم۔ ادھر برہمدت سے شادی ہوئی اُدھر سب انگوں سے درست ہو کر نور کے سانچے میں ڈھل جائینگی۔

راجہ کس ناتھ وزیروں کی اس رائے پر بہت خوش ہوئے۔ تجویز سچے دل سے منظور کی مگر اب یہ خیال ہوا کہ شادی کہاں کی جائے۔ برہمدت یہیں بلائے جائیں یا وہ خود وہیں جا کر شادی رچائیں۔

وزیروں سے پھر مشورہ لیا۔ تو اُن کی یہی رائے ہوئی کہ آپکو تکلیف کرنے کی کیا ضرورت برہمدت کو یہیں یاد فرمایئے اور کنیا دان کر دیجئے۔

برہمدت سے نامہ وپیغام ہوا۔ وہ آیا۔ سو کی سو لڑکیاں اُس کے ساتھ بیاہ دی گئیں بہت کچھ دان جہیز دیا گیا شادی ہوتے ہی راجکماریوں کا رنگ روپ ہی کچھ اور ہی ہو گیا برہمدت حسن وجمال دیکھ کر ہی دل میں خوش ہوتا تھا راجہ کس ناتھ کی کلی کلی کھِل گئی شادی کے موقعہ پر سومدرا اپسرا بھی آگئی۔ بیٹے اور بہوؤں کا سُکھ دیکھ دیکھ کر پھر آکاش کو چلتی ہوئی سب کا کام سدھ ہو گیا۔ سب کی آرزوئیں پوری ہوئیں۔

سرگ ۳۴

بسوامتر جی کے پِتا راجہ گادھ اُن کی بیٹی ستوتی وغیرہ کا حال

بسوامترجی کی زبانی

سری بسوامترجی مائل شیوا بیانی ہیں کہ اے سری رامچندرجی جب برمہ دت کا زنو
ایک سو رانیوں سے جگمگا رہا تھا تو راجہ کس نابھ کا محل سُونا ہو گیا۔ سب چہل پہل جاتی رہی۔
لڑکیاں پرایا دھن سب سسرال چلی گئیں۔ اب وہ کس کو دیکھ کر جیتے اس لحاظ سے ان کو فرزند
نرینہ کی آرزو ہوئی۔ انہوں نے عظیم الشان جگیہ کیا۔ جسمیں اور لوگوں کے علاوہ سومدا اپسرا اور ان کے
فرزند یعنی راجہ کس نابھ کے داماد برمہ دت بھی شریک ہوئے اس موقعہ پر راجہ کس نابھ کے والد
ماجد راجہ کس بھی رونق افروز تھے۔ جگیہ کی شان و شوکت دیکھ کر انہوں نے بھی حصہ لیا اور
آخر کار فرمایا

بیٹا مبارک وہ فرزند ہوگا جس کو سب سر چشمہ افتخار سمجھیں گے۔ لو میں ابھی سے
نام بھی رکھ دیتا ہوں تم اس کو گادھ کے نام سے پکارنا۔

راجہ کس نابھ یہ کہہ کر برمھ سبھا میں چل دیئے یہاں راجہ گادھ کا ظہور ہوا۔ یہی راجہ
گادھ میرے پتا ہیں جن کی آنکھوں کا میں ناچیز ہوں۔ میرے خاندان میں جو بزرگ آجتک گذرے
سب کوشک کے لقب سے ملقب ہوئے چنانچہ مجھ کو بھی شک کہلائے جانے کا فخر حاصل ہے۔
میری ایک بہن ستوتی تھی۔ اس کا ساپت برت آجتک نہ دیکھا نہ سنا۔ بس حد ہے۔ کہ پتی کے مرنے
پر بھی ساتھ نہ چھوڑا۔ سیدھی بیکنٹھ کو چلی گئی۔ دل میں دھرم کا بھاؤ تھا۔ میت خیر سے اہل زمانہ
کی مغفرت منظور تھی بس بیکنٹھ میں پہنچنے کے بعد وہ پانی ہو کر ہمالیہ پہاڑ سے زمین پر بھی۔ اور
کوشکی ندی کے نام سے مشہور ہوئی۔ اس کی عظمت کا نمونہ یہ ہے کہ پانی ہمالیہ سے گرتا اور سیدھا
سمندر میں جا ملتا ہے۔ میری بہن کے زمانہ میں اس قدر اعزاز ہوا کہ جو کوشکی ندی میں نہائے اس
کے پاپ دھو جانے میں شک نہیں مجھے ستوتی اپنی بہن سے نہایت ہی محبت ہے یہی وجہ ہے۔ کم
ہیں زیادہ تر کوشکی کے ساحل پہ ہی تپسیا کرتا رہتا ہوں۔ حال میں میرا سدھ آشرم میں جگیہ کرنا
بے وجہ نہیں۔ صرف آپ کی اوتار کی خبر نے مجھے یہاں گھسیٹ بلایا۔ شکر ہے کہ میری زندگی
سپھل ہو گئی۔ آپ نے میرے جگیہ کی حفاظت کرکے میری دلی آرزوئیں پوری کیں۔ اس مقام
سے دور تک میری ہی عملداری ہے جس کا اظہار بیکار۔ اب آدھی رات کا وقت ہے۔ بہت وقت
باتوں میں گذر چکا۔ اس لئے تم بھی آرام کرو۔ میں بھی ذرا سو رہوں۔ صبح تڑکے اٹھنا ہے
اور ایک منزل مارنا ہیں آؤ ذرا لیٹ رہیں۔

سری رامچندرجی وغیرہ نے لیٹنے کا سپنا کیا۔ تمام رشی ہرشی ڈنڈوت کرکے

اپنے اپنے آشرموں کو چلے گئے۔ اور سب طرف ایک سناٹا سا چھا گیا۔

سرگ ۳۵

کرشن گامنی اور اُمان جی ہماچل پربت راج کی صاحبزادیوں کی سرگذشت

سویرا ہو گیا آفتاب کی سنہری کرنیں گوشۂ مشرق سے پھوٹ پھوٹ کر سفیدۂ صبح میں ہلکی ہلکی سرخی کی بہار دکھلانے لگیں۔ سری بسوامتر جی سری رامچندر جی اور سری لکھمن جی فرائض روزانہ سے فارغ ہو کر چلنے کو تیار ہو گئے جونہی چند قدم چلے سری رامچندر جی نے فرمایا۔ رشی جی مہاراج۔ سون بھدرا ندی کا پاٹ اتنا چوڑا۔ پانی اتھاہ اِس سے کیونکر پار ہو سکیں گے۔

بسوامتر جی:۔ ہمارے راستے کو سون بھدرا ندی سے کچھ واسطہ نہیں ہم لوگوں کی ایک دوسرے ہی راستے آمد و رفت ہے جس سے رشیوں کے سوا کوئی واقف نہیں۔ آیئے ہم آپ کو اُسی طرف سے لے چلتے ہیں۔

بات ختم ہو گئی۔ اور قدم آگے اُٹھنے لگے۔ معلوم نہیں ہوا کہ سون بھدرا ندی کہاں بہتی ہے ہاں جب پار پہنچ گئے تو دیکھا کہ دوسرے کنارے پر کھڑے ہیں۔ اب سب نے پورب کی طرف رُخ کیا راستے میں کہیں دم نہ لیا حتیٰ کہ عزم مستقل نے جنک پور کے قریب سری گنگا جی کے ساحل پر پہنچا دیا۔ جونہی گنگا جی کے درشن ہوئے طبیعت تر و تازہ ہو گئی آگے بڑھے تو رشیوں کی منڈلی نے آنند دیا۔ دور تک چلتے چلتے تھک چکے تھے۔ آرام اور دلچسپی کا خیال کر کے وہیں رات بھر ٹھہرنے کا انتظام ہو گیا۔ کند مول پھل بھوک مٹانے کو ڈھیر ہو گئے گنگا جل نے پیاس بجھائی۔ اور سب باتوں سے فارغ ہو کر سری گنگا جی کا ذکر چھڑ گیا سری رامچندر جی نے پوچھا۔

یہ گنگا جی وہی ہیں نہ جن کی برکت سے ہمارے بزرگوں کو مکت حاصل ہوئی۔ مجھے بہت اشتیاق ہے کہ اِن کا مہاتم سنوں۔ کیا یہ صحیح ہے۔ کہ گنگا جی کی تین دھارائیں ہو کر سمندر سے جا ملی ہیں۔ پرانوں میں جن گنگا جی کی نسبت ذکر ہے کہ دوسری ندی پاکیزگی اور عظمت میں نظیر نہیں رکھتی۔ ہر ایک پانی کو تار دینا ان کے بائیں ہاتھ کا کرتب ہے۔ یہ گنگا جی وہی ہیں یا

کھنی اندر۔

بسوامترجی:۔ یہ گنگاجی وہی ہیں جنہوں نے آپ کے بزرگوں کو تار ابھے پاپیوں کو پار اتارا ہے۔ میں سب حال مفصل بیان کرتا ہوں سنیئے۔

یہ تو آپ جانتے ہی ہیں کہ دنیا میں جتنے پہاڑ ہیں ان پر ہمالیہ پربت کو فوق ہے بس حد ہے کہ اس پربت کو ایک عالم تمام پہاڑوں کا راجہ کہتا ہے ہمالیہ پربت مشرق سے مغرب تک پھیلتا ہوا گیا ہے۔ اور زر و جواہر سے لے کر ادنےٰ سے ادنےٰ دھات میں سے کون چیز ہے جس کے ذخیرے اس کے پتھروں کے نیچے دبے پڑے نہ ہوں ہر جگہ کان۔ ہر مقام پر معدنیات اس ہمالیہ پہاڑ کی دو آنکھ کی پتلیاں یعنی بیٹیاں ہیں۔ ایک کنٹل گامنی دوسری اماں۔ مگر دیوتا لوگ تارک اسر راچھس کے ظلم و ستم سے ایسے پریشان ہو رہے تھے کہ ان کا ناک میں دم تھا ان کی خواہش تھی۔ کہ مہادیوجی کے کوئی بیٹا پیدا ہو جائے تو ان کے سارے کشٹ کٹ جائیں۔ دیوتاؤں اور رشیوں نے آخر اتفاق رائے کیا کہ یوں تو مہادیو جی ایک نہ سنیں گے۔ بس بہتر ہے کہ ہمالیہ کی بیٹی کنٹل گامنی برہما جی کی نذر کر دی جائے وہ مہادیو کی خدمت میں پیش کر دیں تو مطلب حل ہو جائے۔ آپس میں گفتگو ہو گئی۔ رائے جم گئی اور سب کے سب ہمالیہ کے پاس پہنچے۔ بڑی خوشامد درآمد سے کہا کہ مصیبت کا وقت ہے۔ مدد کے طالب ہیں۔ اپنی بیٹی کنٹل گامنی ہمارے حوالے کیجیئے کہ سر کی بلا ٹلے

پربت راج (ہمالیہ) پہلے تو ذرا جھجکتے ہوئے مگر پھر سوچ کر دیوتاؤں کی منت خوشامد کہتے ہیں اگر میری بیٹی کے تصدق میں ان کا ادھار ہو جائے تو اپنا کیا ہی کیا ایک بیٹی وہ کام آ جائے تو ہے۔ دے بھی دو۔ پربت راج نے کہا آپ کی یہی مرضی ہے تو مجھے بھی عذر نہیں۔ کنٹل گامنی حاضر ہے لے جایئے۔

سب دیوتا اس کو لے کر برہما جی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس دختر نیک اختر کو پیش کیا اور ہاتھ جوڑ کر بولے۔

مہاراج دکھی ہیں۔ جان میں جان نہیں۔ اگر ہم لوگوں کی زندگی منظور ہے تو کنٹل گامنی کو شنبھو جی کے آغوش محبت میں جگہ دلوایئے۔ جب تک مہادیو جی صاحب فرزند نہیں ہوتے تب تک ہم لوگوں کی جان پر ایک نہ ایک مصیبت ہی رہے گی۔

برہما جی:۔ آپ کا فرمانا درست مگر کنٹل گامنی کو دیکھیئے چھوٹی سی کا پھل ہے یہ بھی بھلا یہ شیوجی کے عشق محبت کا بار اٹھا سکتی ہے۔

کنٹل گامنی:۔ مہاراج آپ کو دنیا بھر کے کھڑے سے کیا مطلب لوگ جانیں اور جانے دھونکنے والے کی بلا جانے۔ آپ دیوتاؤں کی بات مان لیجئے۔ آپ کو میں میکہ سے کیا کام۔ یہ عذر تو

میری زبان سے معلوم تھا۔ نہ کی آپ کی زبان سے۔ مدعی سست گواہ چست والی مثل ہے۔

برہما جی بر اُف! اوہ! یہ گستاخی۔ یہ غرور۔ یہ نخوت۔ یہ تکبر۔ یہ خودی۔ ہم بھلائی کریں یہ سمجھے بُرائی۔ اچھا لے مزہ چکھ دیکھ جس جسم پر ناز کرتی ہے وہ پانی ہی پانی۔

سراپ تیر بہدف تھا اسی وقت اثر پذیر ہوا۔ کٹل گامنی پانی پانی ہو کر برہم لوک میں رہ گئی۔

اس واقعہ کو عرصہ ہو گیا بات آئی گئی ہو گئی۔ مگر ہونی رکتی نہیں۔ شدنی کبھی نہ کبھی بہانے سے ظہور ہوتی ہے کسی دن سری وشن جی نے ذرا پاؤں پھیلائے تو برہمانڈ میں ایک دراڑ پڑ گئی اور کٹل گامنی کے جسمانی پانی کے قطرے زمین پر ٹپکنے لگے اس عجیب و غریب کیفیت کو دیکھ کر برہما جی کے اوسان خطا ہو گئے وہ ڈرے کہ کٹل گامنی برہما جی کی بیٹی کہیں مجھ سے سراپ کا بدلہ لینے کیلئے کچھ بددعا دے بیٹھے۔ تو ساری لُٹیا ہی ڈوب جائے اس لئے انہوں نے اس پانی کو اپنے کمنڈل میں جگہ دے کر دل کا دھواس ٹھنڈا کر لیا۔ اور اطمینان سے رہنے لگے۔

کسی روز وشن لوک میں ایک سبھا ہوئی۔ تمام دیوتا رونق افروز ہوئے۔ غرض یہ تھی۔ کہ برہم ودیا کے دقائق و مسائل حل کئے جائیں۔ مہادیو جی چلے تو ستی مہادیو جی کی استری نے بھی ساتھ جانے کا قصد کیا مگر شیو جی نے فرمایا۔

ساتھ جانا ٹھیک نہیں۔ میں آگے آگے چلتا ہوں۔ تم پیچھے سے آجانا۔

شیو جی ستی جی سے کہہ کر سبھا میں رونق افروز ہوئے۔ ان کے بعد سنت کمار نے بھی محفل سپہر مشاکل کو زینت بخشی وشن جی اُٹھے۔ تعظیم و تکریم و مزاج پرسی کے بعد نوید دونوں کے سامنے پیش کیا سنت کمار نے اپنے نوید کا تہائی حصہ نوش جان کیا دو حصے اپنے بھائیوں کے لئے رکھ چھوڑے۔ شیو جی نے پورے حصے کا ایک لقمہ بنایا۔ اور خوشی میں مست ہو کر کچھ اس پریم سے رقص فرمانے لگے کہ آنکھوں سے پریم کے آنسوؤں کی ایک دھار بہہ گئی۔ برہما جی نے جو یہ آنسو بہتے دیکھے اسی کمنڈل میں بھر لئے جس میں کٹل گامنی والا پانی بھرا رکھا تھا۔ اتنے ہی میں ستی جی تشریف لے آئیں۔ نوید دیکھا تو منہ اترا گلان کے دل کو یقین ہوا کہ یہ تنہا خوری خالی از علت نہیں۔ مہادیو جی نے مجھ میں یا میرے جسم میں کوئی نقص ضرور دیکھا تب ہی اکیلے اکیلے نوید اُڑا گئے۔ ستی جی کو سخت حرارت آئی۔ جوں ہی غضب میں کہا خیر آپ میرا بھی حصہ ہڑپ کر گئے۔ بہتر میں ستی ہوں میری بھی بات پتھر کی لکیر ہے شاپ دیتی ہوں۔ اے مہادیو جی آپ کے ماتھے کا چھوا پانی تم کو کوئی نہ پیئے۔ جو کچھ ہو سب شو نہ مانگی۔ انتفا ذکر فرما کر سری بھواستر جی نے پہلوئے سخن بدلا اور فرمایا۔ کہ

یہ گنگا جی وہی کٹل گامنی ہیں۔ جن کا آپ حال سن چکے۔ یہ اب پانی ہو کر زمین پر بہی ہیں اور پاپیوں کو تارتی ہیں۔ یہی برہما جی کی دوسری بیٹی ہیں۔ اُن کا مختصر حال یہ ہے کہ انہوں

نے مدتوں تک تپ کیا۔ صرف سوکھے پتے کھا کر پیٹ کی آگ بجھا لیتی تھیں زبان کے ذائقے سے کچھ کام ہی نہ تھا چنانچہ اُن کے جب تپ کا کمال دیکھ اُن کے پتا ہماچل نے اُن کی شادی تپسویوں کے سرتاج مہادیو جی کے ساتھ کردی۔ چنانچہ اُن کا مرتبہ بھی مکت دینے میں گنگا جی ہی کے برابر ہے۔ سری گنگا کے نام سے پاپ دور ہوتے ہیں۔ اُن کو پاپ سے ذرا لگاؤ نہیں۔ ہاں اُن سے اگر پانی بھی چھو جائے تو سب پاپ دھو جائیں۔

سرگ - ۳۶

مہادیو جی اور اُماں جی کی محفل خلوت۔ دیوتاؤں کی پریشانی۔ شیو جی کے فرزند پیدا ہونے کیلئے تدابیر اُماں جی کا دیوتاؤں کو سراپ بشن جی کی حکمت عملی

کشل گامنی اور اُماں جی کی قدیم سرگذشت سُنکر سری رامچندر جی نے پھر فرمایا۔

مہاراج سُنا ہے کہ جتنے تیرتھ ہیں۔ سب کا پھل گنگا جی ہی سے حاصل ہو جاتا ہے۔ اور اُن کا ظہور تینوں لوک میں ہے۔ اِس کی نسبت بھی کچھ آپ فرمائیں تو زہے نصیب کیونکہ لوگ کہتے ہیں کہ صرف اُن کے ذکر ہی سے جنم جنمانتری کے پاپ دور ہو جاتے ہیں۔

بسوامتر جی :۔ سری رگھو کل بھوشن میں بڑا خوش ہوا۔ کہ آپ کو تحقیقات سے رغبت ہے اور نئی نئی معلومات سے اُنس۔ اسی سے میں بڑی خوشی سے سب حال سناتا ہوں سماعت کیجئے۔

ستی جی بیاہی جا چکی تھیں کیلاش میں آنند مٹی تھا۔ کہ ایک روز شیو جی اُماں جی کیساتھ ملتفت ہو گئے۔ دن ہفتے مہینے سال کا کیا ذکر پوری ایک صدی گذر گئی۔ اور ہنوز روز اول۔ دیوتا گھبرا اُٹھے کہ ہیں شدنی کیا ہے۔ مہادیو جی سو سال سے اُماں کے ساتھ خلوت میں ہیں اور پھر نتیجہ نامعلوم۔ اگر تخم ثمرہ جاہ و جلالی نمودار ہوا تو نہ جانے کیا قیامت برپا ہو۔ اِس لئے سب کے سب پہنچے۔ قدموں پر سر رکھ کر عرض گذار ہوئے کہ

مہاراج آپ نفس کو قابو میں رکھئے طبیعت کو رد کیئے اگر نیسان جاہ و جلال کی بارش ہوئی تو سمندر بھی قطروں کو نہ روک سکیگا۔ اِسلئے آپ تپشیا میں دھیان لگائیے اور ہم لوگوں کی جان بخشی فرمایئے۔

مہادیو جی بھولے بھالے ہیں ہی سب کی منت سماجت پر راضی ہو گئے۔ اور ساتھ ہی فرمایا

کہ آپ لوگ فضول فکر کرتے ہیں وہ بارش نیساں الاہے۔ اس سے موتی پیدا ہوتے ہیں۔ یہاں وہ سحاب ہیں جو زمین پر برستے ہی نہیں۔ ہاں ذرا ترشح ہو جائے تو اور بات ہے اس لئے آپ لوگ نظر لڑاتے ہو کر بوچھار کہاں جاتی ہے۔

دیوتاؤں نے شکریہ ادا کر کے کہا کہ مہاراج آپ کے باران رحمت کو پرتھوی کے سوا کون گوارا کر سکتا ہے آئندہ جو آپ کی مرضی۔

یہ کہتے ہی سحاب مردی برسا اور ساری زمین پر پھیل گئی۔ اب تو دیوتاؤں کو بڑی فکر پڑی کہ بیرج تو ہے مگر رج کے بغیر اولاد کیسے ہو۔ چنانچہ انہوں نے اگنی سے درخواست کی۔ اگنی جی پون جی کے بھیس میں جا کر اماں جی کی رج لے آئے۔ دونو کو باہم وصل کر دیا۔ دونو کے ملتے ہی ایک سفید سفید پہاڑ نظر آنے لگا۔ اور سب دیوتا خوش ہو گئے۔ کہ شکر ہزار شکر مہمت ٹھیک ہو گئی

جس وقت کہ اماں جی کو یہ حال معلوم ہوا آگ ہو گئیں۔ چہرہ لال بھبھوکا ہو گیا۔ دیوتاؤں پر جا اتار اتاری کہ اُف او تم لوگ ایسے نالائق۔ میں تو چاہتی تھی۔ کہ اپنے بطن سے لڑکے کا ظہور ہو تم سب نے خلل ڈال دیا۔ تو سہی کہ تم ہمیشہ اولاد کے لئے ترسو اور ایک چوہا بھی نہ پیدا ہو سکے۔

اماں جی کا پرتھوی پر بھی عتاب تھا کہ اس نے ان کے حق کا تخم کیوں قبول کر لیا جبکہ ایک غیر عورت کو کسی کی خاص عورت کے تخم کا استحقاق نہیں۔ اس جوش غضب میں آکر انہوں نے پرتھوی پر بھی ان الفاظ میں نزلہ گرایا کہ

او پرتھوی تیری سزا یہی ہے کہ تو تمام دنیا کے مردوں کی جورو بنی رہے اول تو تجھے اولاد کا منہ دیکھنا ہی نصیب نہ ہو بالفرض کوئی بیٹا پیدا بھی ہو تو لشن جی اس کو نیست و نابود کر ڈالیں۔

لشن جی نے یہ سب شاپ سنے۔ اب ان کو فکر ہوئی کہ اماں جی کا کہا پٹ پڑنے والا نہیں وہی ہوگا جو انہوں نے کہہ دیا۔ آخر دیوتاؤں کی نسل کیونکر بڑھیگی۔ انہوں نے تو تینوں لوک اجاڑ دینے کا تہیہ کر لیا۔ یہ سب نشیب و فراز سوچ کر وہ اماں جی کو لئے ہوئے ہمالیہ پہاڑ پر پہنچے اور شمال کے رخ معونی رما کر انہیں کے ساتھ تپسیا میں جٹ گئے۔

سرگ ۳۷

سوامی کارتک جی کی پیدائش

وشوامتر جی سخن سرا ہیں کہ شیو جی کا جو تخم زمین پر پھیل گیا تھا وہ اُماں جی کے سراپ سے نستچل اور دیوتاؤں کا سارا کیا دھرا اکارتھ ہو گیا۔ اب تو دیوتاؤں کی ساری سٹی پٹی بھول گئی۔ سب کے سب برہما جی کی خدمت میں پہنچے روئے پیٹے ہائے واویلا کی کہ ساری تپشیا مٹی میں مل گئی۔ جب لوگ سب خاک برابر۔ شیو جی پوری صدی بھر تک اُماں کی خلوت میں رہے ہم نے ایسی ایسی حکمت عملیاں کیں بیرج اور رج کو بھی باہم کر دیا۔ مگر بیٹے کا پتہ نشان بھی نہیں۔ جبل کپٹ سے حاصل کیا ہوا۔ صرف ایک پہاڑ کھڑا ہوا ہے باقی صفایا۔ مہادیو جی بھی یہاں سے چلتے ہوئے۔ آپ ہمالیہ پہاڑ پر اُماں جی کے ساتھ تپ کر رہے ہیں۔ فرمایئے کیا کیا جائے۔ ان سے ایک صدی کی مایوسی کے بعد پھر آپ کو تکلیف دینے آئے کہ اور کوئی فریاد رس نہیں۔ برہما جی نے دیوتاؤں کا لفظ سُنا اور سب سے مخاطب ہو کر کہا۔

صاحبو۔ اُماں جی جو زبان سے کہہ چکیں وہ تو امٹ ہے۔ اس کو کوئی رد نہیں کر سکتا۔ اب علاج ہے تو یہ کہ زمین پر پھیلے ہوئے تخم کو گنگا گامنی کی نذر کر دو۔ شیو جی کا بیٹا ہو تو اسی کے بطن سے

دیوتا لوگ یہ سخن سُنکر بہت ہی خوش ہوئے۔ فوراً ہو کے گھوڑے پر سوار کیلاش پر پہنچے اور اگنی دیوتا سے منشائے خاطر ظاہر کیا۔ اگنی دیوتا نے تعمیل ارشاد کی۔ اور تخم لئے ہوئے گنگا گامنی کے پاس گئے۔ انہوں نے درخواست کی۔ گنگا گامنی نے منظور کر کے تخم کو قبول کیا۔ اب گنگا گامنی کی رنگت ہی کچھ اور ہو گئی۔ بدن پر نور ہی نور برسنے لگا۔ یہی نہیں بلکہ جسم کا نقش جلال سے چمکنے لگا۔ ہاتھ پاؤں میں ایسی جلن ہوئی۔ کہ چیخ اُٹھی اور پھر پانی ہو کر لیکائیں کر

اے اگن دیو یہ تخم (بیرج) آپ کو مبارک لیجئے رو کئے مجھ میں طاقت برداشت نہیں بہتر ہے کہ آپ اسے ہمالیہ پہاڑ پر پھینک آئیں میں اس سے باز آئی۔ میرا جسم پھکا جاتا ہے۔

اگنی دیوتا۔ جب تم میں یہ طاقت نہیں تو مجھ غریب میں کہاں بے شک ہمالیہ پہاڑ پر پھینک دو۔ پہاڑ پڑے وہ سونا جس سے ٹوٹیں کان۔

تخم ہمالیہ پہاڑ پر پھینک دیا گیا۔ اور مشیت کے رو سے برہما اور گنگا گامنی دونوں کی بات رہ گئی جس کا ذکر اوپر آ چکا ہے۔ جونہی مہادیو جی کا تخم پھینکا گیا ہمالیہ پہاڑ کچھ اور کا اور ہو گیا۔ کہیں سونے کی کان۔ کہیں چاندی کا ذخیرہ۔ جگہ جگہ تانبا۔ پیتل۔ شیشہ تک پٹ گیا اور ایک لڑکے کے جمال جہاں افروز نے آنکھیں پرکھیں۔ جس کے چھ منہ تھے اور شکل صورت نظر فریب۔

جب سوام کارتک (عرف کھٹرانن) کا ظہور ہوا تو دیوتاؤں کو دودھ پلانے والی کی تلاش ہوئی۔ اس وقت وہاں کوئی نہ ملا۔ تو کرتکا کھتری سے جا کر درخواست کی۔ کہ تم کچھ نے

درخواست سُنکر کہا کر
پرورش کا ذمہ میرا مگر میں اس حالت میں رضامند ہوں۔ کہ جب یہ نونہال گلشن اقبال میرا شیوجی کا۔ گنگا جی کا اور اماں جی کا فرزند کہلائے۔
دیوتاؤں نے سرِ تسلیم خم کیا۔ کرتکا نچھتر نے سوامی کارتک کی پرورش و پرداخت کی۔ جب سن پایا تو سوامی کارتک کے پرتاب سے دیوتاؤں کی آنکھیں نیچی ہوئیں۔ بس حد ہے۔ کہ انہیں راج پدوی حاصل ہو گئی۔

سرگ۔ ۳۸

بھرگ رشی کی دُعا سے راجہ سگر کے ساٹھ ہزار ایک فرزندوں کی ولادت جن میں سے اسمنجس کا اخراج اور اسکے بیٹے انشومان کی پیدائش

سری لبوامتر جی سلسلۂ تقریر جاری فرماتے ہیں کہ آپ کے واجب التعظیم سورج جنس میں راجہ سوموت بڑے نامی تھے انہیں کی نسل میں راجہ سگر نے اپنے تیج پرتاپ سے راج کا آنند اٹھایا۔ ایشور کا دیا سب کچھ موجود تھا۔ کسی چیز کی کمی نہ تھی۔ دورانہوں سے رنواس مطلع انوار ہو رہا تھا۔ مگر گھر کا چراغ کوئی نہیں۔ لنظر تھی مگر نظر کا نور نہ تھا۔ بصر تھی۔ مگر ہوتے بصر کا ظہور نہ تھا۔ لخت جگر کے غم میں جگر افگار رہتے دنیا تاریک نظر آتی۔ ایک دن کی فکر میں آخر یہ بات سوجھی۔ کہ بھرگو جی کی خدمت میں جائیں ان کے نور معرفت شناسی سے گھر کا چراغ روشن کرائیں۔ دل سے لگی تھی۔ رانیوں کو لے کر سیدھے رشی جی کے آشرم میں پہنچے۔ جونہی زمین بوسی کا شرف حاصل کیا۔ رشی جی کی روشن ضمیری جھٹ سے بھانپ گئی کہ کیا خواہش کیا آرزو ہے۔ انہوں نے جھٹ سے کہدیا کہ اولاد کی فکر آپ کو یہاں کھینچ لائی۔ بہت اچھا ایک رانی کو ایک اور دوسری رانی کو ساٹھ ہزار راجکمار مبارک۔ آپ کے کلیجے کے ٹکڑے بڑے اقبال مند۔ بڑے صاحب قوت اور اہل فیض ہوں گے۔ مگر نسل کا قیام ایک رانی سے جاری ہوگا۔ اب رہا یہ امر کہ کس کے ایک بیٹا ہوگا۔ کس کے ساٹھ ہزار۔ یہ دونوں کی ذاتی خواہش پر منحصر ہے جس کی جیسی کامنا ہوگی۔ پھلے گی۔
بھرگو جی کے اس بردان سے راجہ کے مردہ جسم میں جان آ گئی۔ رانیاں خوش ہو گئیں۔ کہ مراد پوری ہوئی۔ بڑی رانی کیشنی راجہ بیدر بھ کی بیٹی نے اسی وقت دل میں ایک لڑکے کی تالیف کی آرزو کی۔ مگر کشیپ نندنی سومتی دوسری رانی ساٹھ ہزار بیٹوں کے لئے للچا گئی۔ وہاں

معاملہ پر تاثیر تھی۔ تھوڑے دنوں بعد مہارانی کی آغوش مادری کو اسمنجس سے زینت ہوئی۔ اور سومتی کے بطن سے ایک لڑکی عالم شہود میں آئی۔ اور زمین پر گرتے ہی پہنچے پہنچے ذرا ہی ساٹھ ہزار فرزندوں نے منہ دکھایا اور سومتی رانی نے منہ مانگی مراد پائی۔ رانی کی لونڈیاں باندیاں گھبرائیں کہ اُف اوہ! ساٹھ ہزار بیٹے۔ ان کے پلنے کے لئے دودھ کا سمندر کہاں سے آئیگا۔ پس انہوں نے ساٹھ ہزار مٹکے منگوائے۔ سب میں گھی لبریز کرکے ایک ایک میں ایک ایک راجکمار کو چھوڑ دیا۔ تدبیر پوری پڑی۔ حکمت کارگر ہوئی۔ سب راجکمار تھوڑے ہی دنوں میں موٹے تازے ہو گئے۔ چہروں پر نور برسنے لگا۔ جب پانچ پانچ چھ چھ برس کے ہو گئے۔ تو تعلیم و تربیت کا آغاز ہوا راجہ سگر نے اسمنجس کی بچپن ہی میں شادی کر دی۔ اور بیٹے ہو سکا سکے دیکھنے کے لئے آنکھوں کی چلبلاہٹ مٹائی۔ لڑکوں کے کھیل کود کا زمانہ چیلوں کا سن تھا۔ اسمنجس ساٹھ ہزار بھائیوں کے ساتھ کھیلا بالتا۔ مگر اس میں یہ شرارت تھی کہ وہ چند راجکمار اکٹھے کرکے ناؤ میں سوار سب کر دریا کی سیر کراتا اور جونہی ناؤ بیچوں بیچ دھار میں پہنچتی سب کو دریا میں غرق کر کے آپ پانی پر ہاتھ مارتا ہوا صحیح سلامت نکل بھاگتا۔ کنارے پر آکر ڈوبتوں کو دیکھتا خوشی مناتا۔ صرف یہی نہیں اس کے اعمال و افعال سے رعایا برایا سب کی ناک میں دم ہو گیا۔ مگر راجہ سگر کا خوف حرف شکایت زبان پر نہ آنے دیتا۔ مگر پاپ سر پر ہی چڑھ کر پکارتا ہے۔ تیل پانی میں اوپر ہی تر آتا ہے۔ آخر راجہ سگر کو نوبت سے اس تک خبر ہو گئی۔ اور انہوں نے ننگ خاندان سمجھ کر خارج البلد کر دیا۔ اب اسمنجس کی قساوت معلوم ہوئی۔ بے آب و دانہ سمت ماکسیوں کے ساتھ احاطہ سلطنت سے خارج ہو کر ہٹا ایشور بڑا کارساز ہے۔ اسکی مشیت عجیب ہوتی ہے۔ وہ اس اخراج سے پہلے ہی اسمنجس کو ایک بیٹا عطا کر چکا تھا۔ جو دنیا میں انشومان کے نام سے مشہور عام اور اسمنجس کے خارج البلد ہونے کے زمانہ میں راجہ سگر کے لئے گویا اپنے باپ کا قائم مقام ہوا۔ بعد ساٹھ ہزار فرزند بھی صاحب نور و طلعت و سرمایہ لیاقت ہوئے۔ اب راجہ سگر کو کمی کس بات کی تھی۔ امنگیں بڑھ گئیں۔ ترنگوں نے یگ جگیہ کے واسطے اکسایا۔ چنانچہ ہمت شاہی نے سب طرف سے دل اچاٹ کر کے اسی طرف طبیعت کو راغب و یکسو کر دیا۔

سرگ ۳۹

راجہ سگر کا جگیہ۔ اندر کو اندر آسن جانے کا اندیشہ۔ جگیہ کے گھوڑے کی چوری۔ راجہ سگر کے ۶۰ ہزار بیٹوں کی گھوڑے کی تلاش میں روانگی

زمین کھود کر گھوڑے کی تلاش دیوتاؤں اور دیوتوں کی برہما جی سے فریاد

سری رامچندر جی کے سوال پر سری بسوامتر جی کہتے ہیں کہ ہموان (ہماچل) یعنی (ہمالیہ) مہادیو جی کے خسر ہیں۔ اور دکن کی طرف ندہ پربت (بندھیاچل) کا قیام ہے۔ یہ دونوں آپس میں ایک دوسرے پر نگاہ رکھتے ہیں۔ ان کے وسط میں جو آبادی ہے۔ وہ عقل و فہم میں فرد اور دھرم کرم میں افضل مانی گئی ہے۔ چونکہ اس سرزمین کی خاک ہی میں اس قدرتی تاثیر کا خمیر ہے۔ اس لئے راجہ سگر کے اوصاف کی تشریح فضول۔ انہوں نے جگیہ کرنا شروع کر دیا۔ جگیہ کا گھوڑا چھوڑا تو ہوا ہوا۔ انشومان کو گھوڑے کی حفاظت اور خدمت عالمگیری سپرد ہوئی۔ گھوڑا بے روک ٹوک واپس آیا کسی نے کچھ مزاحمت نہ کی۔ جگیہ میں اس کامیابی کی بڑی خوشی منائی گئی۔ اور ہون کا آغاز ہوا۔ راجہ اندر نے اس کامیابی اور جگیہ کی تکمیل کی خبر سنی۔ تو ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے وہ اس غائب کر غضب ہو گیا۔ اب اندر آسن کی خیر نہیں۔ جگیہ پورا ہوا اور میں معزول۔ انہیں بڑی وحشت ہوئی جب ہون کا وقت آیا تو وہاں گھوڑا ندارد۔ رشیوں منیوں نے کہا کہ

مہاراجہ سگر غضب ہو گیا گھوڑا غائب ہے۔ نقش سم تک نہیں۔ جلد گھوڑے کی تلاش کیجئے اسے کوئی اُچک لے گیا۔ جگیہ کی کاروائی پوری ہے۔ مگر گھوڑے کے بغیر ہاتھ پاؤں کٹے ہیں۔ جب تک گھوڑا نہ آئے سب کیا دھرا اکارت ہے۔ راجہ سگر جگیہ میں مشغول تھے۔ ان کا جگیہ سے ہلنا نامناسب تھا۔ اسلئے انہوں نے اپنے ۶۰ ہزار جگر بندوں سے فرمایا کہ بڑی حیرانی ہے جگیہ میں کوئی ناروا بات نہیں ہوئی۔ اور پھر بھی گھوڑا غائب۔ کچھ معاملہ سمجھ میں نہیں آتا۔ اگر کوئی خرابی واقع ہوئی ہوتی تو میں سمجھتا کہ کسی برہم راکشس کا یہ کام ہے۔ موجودہ حالات میں تو میں بھی جانتا ہوں۔ کہ کسی زبردست دیوتا نے وقت پر شرارت کی ہے۔ تم سعادتمند ہو۔ دنیا کے شہزوروں میں سر بلند ہو۔ جاؤ چپہ چپہ کر لو۔ شیفتگی کا مزہ چکھاؤ۔ پہلے ساری دنیا چھاننا۔ جب پتہ نہ لگے تو زمین کھود کر پھینک دینے کا اختیار ہے۔ خلاصہ یہ کہ جہاں سے ملے گھوڑا لے آؤ۔ میں انشومان کو بھی ہمراہ کر دیتا مگر وہ ابھی رُوٹے زمین کا چکر کاٹتا ہوا آیا ہے۔ لتہ نیف کا تھکا ماندہ ہے۔ دوسرے تم سب کیا کم ہو۔ اس سے اسی کو کیوں بھیجوں۔ لو اچھا اب جاؤ۔ دیر نہ کرو۔ جگیہ کا کام ہمتاسے آنے تک ادھورا رہیگا۔

ساٹھ ہزار بیٹوں نے قدموں پر سر جھکا دیا۔ اور ہوا کی چال چل کھڑے ہوئے لگے گئے زمین کی خاک چھان ڈالی۔ مگر کہیں گھوڑے کا نام و نشان نہیں۔ جب ملے تلاش گئے تو انہوں نے

زمین کا حصہ بانٹ لیا۔ اور ایک ایک حصہ ہل ترسول سے کھودنے پر آمادہ ہو گئے۔ زمین ان چوکوں سے چیخ اٹھی۔ اور بڑے بڑے سانپ بڑے بڑے زمین میں رہنے والے راکشس نوبہ نلاسے وادیلا مچاتے بھاگے اور سوچو جن زمین کھد جانے پر کیا دیوتا۔ کیا ناگ۔ کیا راچھس سب کے سب برہماجی کے حضور میں فریادی ہوئے کہ

مہاراج۔ پرلے کا نظارہ ہے۔ راجہ سگر کے بیٹوں نے زمین کھود کر ہم سب کا ستیاناس مار دیا۔ لاکھوں ذی روح مر مٹے۔ اب نہ جانے ہم لوگوں پر کیا گذرے اس سے نظر ترحم ہو۔

سرگ ۴۰

مہاراجہ سگر کے ۶۰ ہزار فرزندوں کی دل آزاری پر برہماجی سے دیوتاؤں کی فریاد۔ اُن کی اطمینان بخش گفتگو کپل منی کی نظر قہر سے فرزندان راجہ سگر کی وفات

دیوتاؤں کی فریاد پرتاثیر تھی۔ اس نے برہماجی کے دل پر مقناطیسی اثر کیا وہ بولے گھبرانے کی بات نہیں۔ پرمیشور کے پتی پرمیشوری شری بھگوان کپل منی کے قالب انسانی میں تپسیا کر رہے ہیں۔ وہی آپ سب کے کشٹ کاٹیں گے۔ کہ پرتھوی کا دکھ ہرینگے۔ کپل منی کی آتش قہر سگر کے ساٹھ ہزار بیٹوں کو خاک سیاہ کر دے گی۔ اور آپ سب کو دلشاد۔

دیوتاؤں کا گروہ برہماجی کے اس طرز سخن سے کانپ اٹھا۔ اُن کا دل پانی پانی ہو گیا سب خواہش ترحم میں مودبانہ لہجے میں بولے۔

مہاراج! راجہ سگر کے ۶۰ ہزار بیٹوں کا خون ناقابل برداشت اور قابل معافی ہے۔ اور چاہے جو کچھ کیجئے۔ مگر خاک سیاہ کرنے سے معاف رکھیئے۔

برہماجی:۔ اس وقت آپ لوگوں کا کیسا خیال ہے۔ نہ جانے کے دفعہ دنیا اُلٹ پلٹ ہوئی۔ کتنے مرتبہ پرلے نے پرتھوی کا چولا اوپر کا اور کیا۔ جو ہونی آتی ہے شدنی ہے اسمیں بال برابر بھی کمی بیشی نہیں ہو سکتی۔ شاستر میں صاف صاف تحریر ہے۔ کہ راجہ سگر کے بیٹے زمین کو کھود کھود کے سمندر بنانے کے جرم میں جلتی ہوئی آگ کا ایندھن بنیں گے۔ یہ قول ہٹ پڑ نہیں سکتا۔ ہزاروں پیدا ہونگا۔ لاکھ میں ایک گذرے گا۔ یہی نہیں بلکہ یہ وہ لوگ ہیں جو ہر جگہ کے زمانہ میں جان سے ہاتھ دھو لے اور سرمایہ زندگی کھوتے چلے آئے ہیں۔ لیکن اس بات کی فکر کیا

آپ لوگ بے خلل وغش رہیں اور سیر دیکھیں۔

برہماجی کی زبان معجز بیان سے یہ تقریر سنکر دیوتا لوگ خوش خوش اپنے اپنے تیاگاہوں پر تشریف لے گئے۔ جہاں ہستی ناپائدار و حیات مستعار نے راجہ سگر کی ہری بھری پھلواڑی پر کلہاڑی چلانے کی فکر کی۔ راجہ سگر کے ۶۰ ہزار فرزند جگر بند زمین کے چاروں کھونٹ کھود گئے مگر گھوڑے کا نام نشان نہیں۔ سب حیران کہ زمین کھا گئی یا آسمان۔ سوئی کی طرح ڈھونڈ کے تھک گئے۔ پاتال تک کی خاک چھانی۔ مگر گوہر مقصود ندارد۔ جب پائے جستجو تھک گئے۔ قدم تجسس میں جان نہ رہی۔ تو مجبوراً ٹوٹا دل اور تھکے ماندے ہاتھ پاؤں لئے راجہ سگر کی خدمت میں آئے۔ راجہ سگر انتظار میں آنکھیں سفید کر رہا تھا۔ آنکھیں نودہ نگاہ ہونے شربت کی پیاسی ہو رہی تھیں۔ جونہی کلیجے کے ٹکڑوں کو دیکھا۔ آنکھوں کی پتلیوں نے دوڑ کر کلیجے سے لگا لیا۔ پلکوں نے بلائیں لیں اور طوطی زبان چہک اٹھا۔

میں راہ ہی دیکھ رہا تھا۔ آواز پہ کان لگے تھے۔ عمر دراز عین انتظار میں آ پہنچے۔ کہو گھوڑے کی کیا خبر لائے کہ نہیں۔

فرزندان والا دودمان :۔ پتاجی زمین چھان ڈالی۔ دسوں دشاؤں[1] میں خاک اڑائی۔ پاتال[2] تک کے طبق الٹ پلٹ ڈالے۔ رساتل تک کھود ڈالا۔ لاکھوں ذی روح ہلاک ہوئے۔ کروڑوں کا خون سر پہ ہوا۔ مگر گھوڑے کا نہ ملنا تھا نہ ملا۔ نہ جانے کہاں الوپ انجن لگا کر اڑ گیا۔ چھلاوے کی طرح نظر سے غائب ہوا۔ تو کہیں پتہ ہی نہیں۔

راجہ سگر (غصہ سے) بس بس جاؤ دیکھ لیا۔ ساٹھ ہزار بیٹے وہ بھی ایک سے ایک دوبالا۔ طاقت میں اپنی آپ نظیر اور ذرا سا کام نہ ہو سکا۔ لعنت ہے۔ لعنت ہے۔ دھکار ہے۔ نہ ہاتھ پاؤں کی شرم نہ زبان کی پابندی۔ نہ سخن کا پاس نہ قول مرداں جان دارد کا لحاظ۔ نہ مردانگی ہے نہ غیرت۔

گھوڑے کو کوئی کھا نہیں گیا۔ وہ ضرور کہیں ہے۔ بس حیادار ہو تو جاؤ۔ غیرت دار ہو تو پتہ لگاؤ۔ اگر گھوڑا نہ مل سکے تو صورت نہ دکھانا۔ خبردار خبردار میرے سامنے نہ آنا۔ ڈانٹ ڈپٹ کر اسی

---

[1] دس دشاؤں کے نام یہ ہیں۔ پورب۔ اگن۔ دکھشن۔ نیرت۔ پشچم۔ بائو۔ اتر۔ ایشان ادھ۔ ارودھ۔ یہ سب دشائیں برہماجی کی کنیائیں کہلاتی ہیں۔ ان دشاؤں کے محافظ بھی دیوتا ہیں۔ جن کو لوک پال کہتے ہیں۔

[2] پاتال سات ہیں۔ تل۔ اتل۔ تتیل۔ نتتل۔ رساتل۔ مہاتل۔ ستل۔ سات سرگ بھی ہیں۔ جن کے نام یہ ہیں۔ بھو۔ بھوور۔ سوو۔ مہر۔ جن۔ تپس۔ ستیہ۔

تھی۔ فقرے تیر بہدف تھے۔ سب لڑکوں کو نہایت ہزیمت معلوم ہوئی۔ خون اُبل گیا۔ انہیں پیروں پھیر پڑے۔ اور زمین کا مشرقی حصہ رسا تل تک کھود کے پھینک دیا۔ زمین کھودتے کھودتے بہت دور تک پہنچے۔ تو دیکھا کہ آٹھ ہاتھی اپنی مستک پر زمین کو لئے استادہ ہیں۔ وہاں ایک سرے سے دوسرے سرے تک چراغ لیکر ڈھونڈا مگر گھوڑے کا پتہ نہ ملا۔ اب جنوب کی طرف جھکے وہاں بھی کنوئیں بانس ڈالے لیکن "ہموکاش عدکاسہ" پوری مایوسی قطعی محرومی۔ یہاں مہا پدم ہاتھیوں کو دیکھنا نصیب ہوا۔ جو زمین کو روکے ہوئے کھڑے تھے۔ یہاں سے ناکام آگے بڑھے۔ تو مغرب کی طرف سمند عزم کو ایڑ دی۔ خوب پھاوڑا ٹلجا۔ اچھی طرح ہاتھ تھکے مگر یہاں صرف الجنایہ ہاتھی کے سوا گھوڑا کیا اُس کا سایہ بھی دکھائی نہ دیا۔ پھر انہوں نے شمال کی طرف رُخ کیا۔ اور اتنی زمین کھودی۔ کہ بھدرا نامی ہاتھی سونے کی طرح چمکتا دمکتا آنکھوں کے سامنے جھومنے لگا۔ یہاں بھی خوب گھوڑے کی تلاش کی۔ مگر بے سود۔ سب طرف سے ہار کر ایسان کونے کی طرف عنان توجہ پھیری۔ اور پہنچے تو کپل مُن کا استھان نظر آیا۔ دیکھا کہ مہاراج جی تپسیا میں ایسے مگن کہ دھیان دنیا تو کیا چولے تک کی خبر نہیں۔ اور جگیہ کا گھوڑا اُنہیں کے پچھواڑے باندھا ہوا کھڑا ہے۔ سب کے سب اچھل پڑے کہ مراد پائی۔ آرزو بر آئی۔ جس گھوڑے کے لئے ہاتھ پاؤں توڑے زحمت اٹھائی وہ ہاتھ آگیا۔ یہی نہیں بلکہ اس کا چور بھی۔ کپل مُن اکیلے تھے۔ جانے سے بھی بے خبر۔ یہ ساٹھ ہزار کے ساٹھ ہزار ایک فوج کی فوج اس پر اتنا سر مارنے کا غم۔ دنیا چھاننے کی تھکاوٹ۔

جونہی کپل مُن کو دیکھا آگ بگولہ ہو گئے۔ آپے میں نہ رہے۔ سب کے سب جھپٹے۔ کہ ابھی مار کے رکھ دیں۔ ہر زبان سے یہ صدا آتی تھی۔ او مردود نابکار۔ مُن میں رام بغل میں اینٹیں مہاراجہ سگر کا گھوڑا چرانا اور تپسویوں کے بہروپ میں کرتوت چھپانا۔ دیکھ ابھی مزہ چکھاتے ہیں ؛ بکا بوٹی اُڑاتے ہیں۔

یہ سب کے سب غصے میں بھرے چاہتے تھے کہ کپل مُن کا اچار نکال ڈالیں مگر وہاں اس کے کانوں کان خبر نہ تھی۔ اندر گھوڑا باندھ کے کھسک گئے۔ کپل مُن اپنے دھیان ہی میں مگن رہے۔ یہ ساٹھ ہزار کے ساٹھ ہزار غُل مچاتے رہے تب بھی ان کے کان پر جوں نہ رینگی۔ آخر جب راجہ سگر کے فرزند بالکل سر ہو گئے بینڈ پڑ گئے تو غل غپاڑے سے ان کی سمادھی کھل گئی۔ آنکھ اٹھا کر نظر کی تو ساٹھ ہزار کی ایک جماعت سر پر کھڑی پائی۔ چہرے دیکھے تو لال لال انگارہ سمجھ گئے کہ مجھ پر نزول

لہ انکو سنسکرت میں دگج کہتے ہیں ان کے نام یہ ہیں دیرو پد۔ بنچھیک۔ بھاسی۔ کرد۔ ابجن۔ پشپ دنت۔ سار بھوم۔ سوپرتیک

گرتا ہے۔ بس جو ہی آنکھ بھر کر دیکھے لعد مدت سے ہوں گی۔ ایک شعلہ بھڑکا اور راجہ سگر کے ساٹھ ہزار بیٹے دم کے دم میں راکھ ہو کر رہ گئے ۔

سرگ ۔ ۱۴

انسومان کی ۶۰ ہزار چچاؤں کے تجسس اور جگیہ کے گھوڑے کی تلاش میں روانگی۔ کپل من کے استھان پر رسائی۔ گرڑ جی کی نصیحتیں گھوڑا لیکر وطن میں واپسی۔ جگیہ کا اختتام سگر کی وفات ۔ ۔ ۔ ۔

کپل من کی ایک نظر قہر سگر کے راجکماروں کے ساتھ اجل کا کام کر گئی یہاں راجہ سگر ہر وقت چشم براہ گوش بر آواز تھے انتظار میں آنکھیں سفید ہو گئیں ۔ بالوں کی سیاہی نے سفیدی کا جامہ پہنا مگر راجکمار آج آتے ہیں نہ کل۔ حیرانی کی حد پریشانی کی انتہا نہ تھی جب انتظار کرتے ہار گئے اور راہ دیکھتے دیکھتے آنکھیں تھک گئیں تو انسومان اپنے فرزند جگر پیوند سے فرمایا۔

تمہارے چچاؤں کا پتہ نہیں۔ گھوڑے کا بھی سراغ نہ ملا۔ میں نے تمہیں پہلے تکلیف نہ دی کہ ایک تو آنکھوں کا تارا آنکھوں کو ٹھنڈک دیتا رہے اب پانی سر سے گذر گیا۔ نہ طاقت انتظار ہے نہ صبر و قرار۔ کیا خوب ہو کہ تم جاؤ اور گھوڑے کا پتہ لگاؤ۔ چچاؤں کو ڈھونڈ لاؤ۔

انسومان :۔ مجھے ذرا بھی تامل نہیں۔ حکم سر آنکھوں پر۔ اس کی تعمیل میں لمحہ بھر تاخیر ہو تو زندگی پہ تف۔ تو بس اجازت ہے نا۔ میں چلتا ہوں۔

راجہ سگر :۔ شاباش۔ آفریں۔ مرحبا۔ تحسین۔ سعادتمندی اسی کا نام ہے۔ بیارے میں سکھ سے تمہیں جدا نہیں کرنا سمجھو کہ کیسا ضروری کام ہے۔ ادھر جگیہ ناتمام ادھر ساٹھ ہزار کلیجے کے ٹکڑے کلیجے سے جدا۔ کچھ خبر نہیں۔ کہ کہاں ہیں۔ اگر کہیں ہیں۔ جب بھی کچھ مضائقہ نہیں یہاں تو دل دھڑک رہا ہے کہ ہیں بھی یا نہیں۔ پس دونوں کام میرے اور تمہارے ہیں۔ پیارے جاؤ تمہیں ایشور کو سونپتے ہیں دیکھو جانا تو جو رشی منی مہاتما ملیں ان کے آگے متھا ٹیکنا۔ قدم چومنا۔ ڈنڈوت کرنا۔ آشیرباد لینا اور جو نامراد بدکردار ستم شعار۔ جفاکار سامنے آئیں گے ان کو جیتا نہ چھوڑنا بس اتنا خیال رہے اور اپنے کام پہ نظر۔ اچھا بس ۔

بسفر رفتنت مبارک باد   بسلامت روی و باز آئی

انسومان نے دوڑ کر قدم چھوئے۔ راجہ سگر نے بڑی محبت سے گلے لگا کر رخصت کیا۔

انسومان نے ہوا کے گھوڑے پر سوار ہو کر منزل مقصود کی راہ لی۔ راہ میں ہزارہا تپسوی مہاتما رشی منی ملے۔ سب کے سامنے ٹیکے ادب سے سر جھکایا۔ اشیرباد لیا۔ جن راجپوتوں نے راجہ کی ان کو زمین پر سلا دیتے ہوئے چچاؤں کی کھودی ہوئی زمین قدموں سے ناپتے آخر وہیں جا پہنچے۔ جہاں کپل منی جپ تپ میں مشغول۔ دین دنیا سے بے خبر۔ ایشور میں لین ہو رہے تھے دیکھا تو جگیہ کا گھوڑا بندھا ہوا ہے اس وقت اُن کی دل کی خوشی کا کیا کہنا۔ اچھل پڑے۔ بغلیں بجانا شروع کیں۔ مگر یہ دلی خوشی اسی وقت مٹی میں مل گئی۔ جس وقت سُنا کہ ان کے ساٹھوں ہزار چچا اسی مقام پر خاک سیاہ ہوئے ہیں۔ اور جو خاکستر نظر آ رہی ہے وہ انہیں کے قالب خاکی کی جلی بھُنی راکھ ہے۔ تو آنکھوں سے آنسوؤں کا دریا امنڈ پڑا۔ سوچنے لگے کہ نہ جانے بزرگوں کی جان پر کیا گذری۔ انہوں نے خیال کیا کہ چچا کا مرتبہ باپ کے برابر ہے پس پہلا فرض یہ ہے۔ کہ کریا کرم سے سب کی مٹی سوارتھ کی جائے یہ خیال تو پختہ ہو گیا مگر اب یہ فکر پڑی۔ کہ کس مقام پہ یہ فرائض ادا کئے جائیں۔ اجنبی مقام پر انہیں کیا خبر کہ کہاں شرادھ کرم ہو سکتے ہیں۔ یہ اسی خلجان اور سوچ بچار میں تھے کہ گرڑجی کا ادھر گذر ہوا۔ وہ صورت سے تاڑ گئے۔ کہ کیا فکر کیا تردد کیا تشویش کیا خیال ہے۔ انہوں نے قیافے سے بھانپ کر کہا کہ اے۔

انسومان جی تمہیں رنج و فکر کی ضرورت نہیں سمجھو کہ تمہارے چچاؤں کی بدولت پرتھوی کا بیڑا پار ہو گیا آج تم کو ضرور رنج و الم ہے مگر جس وقت سنو گے کہ انہیں کی بدولت جگ تارنی گنگا اکاش سے پرتھوی پہ آ کر دنیا جہاں کے پاپیوں کو تار دیگی تو ایسے خوش ہو گے کہ اس وقت کا ماتم خوشی کے مقابلے میں پاسنگ برابر نہ ہو گا۔ اب رہا پرکھوں بزرگوں کو جل دینا تو تمہارے بزرگ اس کے مستحق نہیں شاستر کا قول ہے کہ جو پاپی لوگ ایسی موت مرتے ہیں ان کا شرادھ کرم ناجائز۔ جیسے چنڈال مارتا ہے جو پانی میں ڈوبتا آگ میں جل کر مرتا ہے جس پر بجلی گرتی ہے۔ جسے سانپ ڈستا ہے جس کو برہمن قتل کرے جیسے سینگ۔ ناخن اور دانت والے جانور ہلاک کرتے ہیں ان کے لئے پنڈدان۔ زمین وغیرہ سب ناروا ان کا ادھار کسی اور صورت سے ممکن نہیں ہو سکتا ہے تو فقط گنگا جل سے اگر ہموان کی بیٹی جل ندی کپل تک رسائی ہو تو وہ فوراً ان سب کو گنگا جل سے تار سکتی ہیں ورنہ اور کوئی صورت نہیں۔

انسومان:۔ یہ کونسی بات ہے۔ میں ابھی گنگا جل لا کر سب کا ادھار کئے دیتا ہوں۔ گنگا جل لانا مشکل ہی کیا ہے۔

گرڑجی:۔ ہاں گنگا جل لا سکتے ہو مگر سوچو تو کہ ساٹھ ہزار چچاؤں کے لئے گنگا جل تمہیں کہاں مل سکتی ہے۔ کہ سب کا ادھار کر سکو تمہارے چچاؤں کی مکت اسی وقت ہو گی۔ جب سری گنگا جی

کی دھال سب کی راکھ کو بہا لیجا کر ٹھکانے لگائیگی۔ یوں تمہارا گنگا جل لانا بہانے کیلئے اسی کا کام کریگا جب تمہارے چچاؤں کے تارنے کو سری گنگا جی کا پر وہ ہوگا تو تمہارے چچا ہی نہیں بلکہ اور اہل زمانہ بھی تر جائینگے۔ جو نہائے دھوئیگا اس کے پاپ ایک سرے سے دھو جائینگے۔ بہتر ہے کہ تم جگیہ کا گھوڑا لے جاؤ راجہ سگر کا جگیہ اختتام کو پہنچاؤ اور وہ تدبیر کرو کہ سری گنگا آکاش سے ہا ہا کرتی ہوئی زمین پر موجیں مارے اگر نہیں تو سب فکر فضول۔

یہ کہہ کر گرڑ جی ادھر نظر سے اوجھل ہوئے ادھر انسومان جی گھوڑے کو لیکر ہوا ہوئے تو راجہ سگر کے سامنے ہی تھے پہنچتے ہی قدم چومے۔ چچاؤں کی سرگذشت سنائی۔ گرڑ جی کی نصیحت بیان کی۔

راجہ سگر نے انسومان کو چھاتی سے لگایا۔ شاباش دی۔ پیٹھ ٹھونکی۔ بیٹوں کا رنج کیا جیوں تیوں جگیہ سے فراغت حاصل کی۔ اور اب اس فکر میں ہوئے کہ جان سے عزیز بیٹوں کی نجات کیونکر ہو۔ زمانہ گزر گیا مگر کسی بات پر عقل نہ جمی۔ کوئی تدبیر نہ سوجھی۔ آخر عمر کے تیس ہزار برس ختم ہو گئے اور مرغ روح نے نفس عنصری سے پرواز کیا دل کی دل ہی میں رہ گئی :

سرگ ۔ ۴۳

سری گنگا جی کے زمین پر لانے کیواسطے راجہ انسومان ۔ راجہ دلیپ ۔ راجہ بھاگیرتھ کی تپشیا ۔ سری برہما جی کی تشریف آوری ۔ اور بھاگیرتھ کو شیو جی کی تپشیا کرنے کی ہدایت

راجہ سگر کی وفات کے بعد مشیران سلطنت و وزیران حکومت نے انسومان کے قدموں سے تخت شاہنشاہی کو رونق بخشی۔ جب ان کا جگر بند دلیپ سن شعور کو پہنچا تو انہوں نے تخت سلطنت سے کنارہ کشی اختیار کی۔ اور راجہ دلیپ کے سر پر راج مکٹ رکھ کر آپ تپشیا میں مصروف ہو گئے۔ تپشیا سے غرض یہ تھی کہ سری گنگا جی سرگ سے آکر بزرگوں کی خاک کو نجات بخشیں۔ چنانچہ اسی خواہش اور مشغلے میں ۳۲ ہزار برس کے بعد چولا چھوڑ دیا۔ اور گنگا جی کو سرگ سے بلانے کے عوض خود ہی سرگ کو روانہ ہوئے راجہ دلیپ اکثر سوچتے تک فرماتے رہے باپ کے انتقال کے بعد ان کا اقبال ہوا کہ بزرگوں کا کریا کرم شاہزادہ زمین نہ ہونے سے کوئی خوشی کا کام ہونا ممنوع ہے اس لئے مناسب ہے کہ پہلے اس ضروری فرض سے سبکدوشی حاصل کر لی جائے مگر فرزند کوئی نہ تھا۔ اس لئے انہوں نے عظیم الشان جگیہ کیا۔ جگیہ کی برکت سے بھاگیرتھ کا چاند سا مکھڑا دکھا کر کلیجے کو ٹھنڈک دیا۔ جونہی بھاگیرتھ نے ہوش

سنبھالا تاج و تخت سونپ کر راجہ دلیپ نے جنگل کی راہ لی۔ اور سری گنگا جی کے واسطے تپشیا میں ہمہ تن مشغول ہو گئے۔ انہوں نے بھی ۳۲ ہزار برس عبادت شاقہ کی۔ اور عمل کی ہوس ملی ہی میں لئے سرگ کو راہی ہو گئے۔ راجہ بھاگیرتھ کی اب آنکھیں کھلیں کہ واہ اولاد سے آنکھوں کا سکھ نہیں نہ پتروں کی نارائن کا کچھ بند و بست ہوا۔ انہوں نے فوراً راج پاٹ وزیروں کو سونپ کر ہمون پربت (ہمالہ) کی طرف کوچ کیا۔ اور وہاں پہنچکر ایک ہزار سال تک ایسی تپشیا کی کہ برہما جی انتہا سے زیادہ خوش ہو گئے برہما جی عالم الغیب تھے اولاد کی خواہش اور بزرگوں کی نجات کی آرزو پہنچانتے ہوئے بھاگیرتھ کو نفس نفیس درشن دیئے اور فرمایا کیا آرزو کیا خواہش ہے۔

راجہ بھاگیرتھ نے دست بستہ عرض کی۔ مہاراج دو بردان چاہیں ایک تو یہ کہ میرے بزرگوں کو پانی پہنچے اور سری گنگا جی کی دھارا اُن کی خاکستر راکھ کو بہا کر نجات بخشے۔ دوسرا بردان یہ کہ ایک بیٹا نکلنے کو سکھ دے اور دنیا میں اپنے اقبال کا ڈنکا بجائے۔

برہما جی کا جواب تھا۔ کہ فرزند تو ضرور ہی ہوگا۔ مگر سری گنگا جی دھرتی زمین پر آنے کیلئے میں صاف صاف نہیں کہہ سکتا وجہ یہ کہ وہ ہموان پربت کی دختر نیک اختر ہیں۔ میرے لوک کو اُن کی ذات پات سے رونق ہے تمام دیوتاؤں کے درشن کے لئے وہیں تشریف لایا کرتی ہیں اس لئے اس بارہ میں بردان دینے کی مجھ میں طاقت نہیں۔ ہاں شیو جی مہاراج جتی لوگوں میں ایسے صاحب قدرت ہیں جنہیں سری گنگا جی کے جوش و خروش کا متحمل ہونا آسان ہے ورنہ زمین بھی ان کی رو کو برداشت نہیں کر سکتی۔ پس بہتر ہے کہ تم شیو جی کی یاد میں تپ کرو۔ اُن کی مہربانی سے سب کا بیڑا پار ہو جائیگا۔

برہما جی یہ فرما کر سرگ لوک کو تشریف لے گئے اور بھاگیرتھ کو شیو جی سے حصول مراد کی فکر ہوئی

سرگ - ۴۳

راجہ بھاگیرتھ کی تپشیا سدا شیو جی کی کرپا سے سری گنگا جی کا زمین پر نزول اجلال اور راجہ سگر کے ساٹھ ہزار بیٹوں کی نجات

راجہ بھاگیرتھ نے سری برہما جی کی ہدایت پر عمل کیا انہوں نے ہزار سال تک پاؤں کا انگوٹھا زمین پر ٹیکے ہوئے تپ کیا ایسی عبادت کی کہ مہادیو جی کا آسن ہلا اور خود بخود ادھر ہوکر بولے۔ کہ راجہ بھاگیرتھ تمہاری آرزو فقط طلب ہے۔ گنگا جی کا زور و شور برداشت کرنا مجھے داد

مگر خیر میں متحمل ہونگا۔ گنگا جی کا پرواہ جٹاؤں میں روک لوں گا۔ تمہاری تپسیا نے مجھ کو مجبور کر دیا ہے کہ استدعا قبول کروں ادھر تپسیا مقبول ہوئی۔ شیوجی نے بر دان دے دیا ادھر گنگا جی بھی سمجھ گئیں کہ زمین پر نازل ہوئے بغیر مفر ہی نہیں۔ چنانچہ سری گنگا جی نے طبقہ خاک کی طرف رخ کیا بڑے ہی جوش و خروش نہایت ہی زور و شور سے ہاہاکار کرتی ہوئی زمین پر گرنے لگیں۔ مہادیو جی کو خیال ہوا۔ کہیں گنگا جی کا یہ زعم یہ غرور تو سبھی ان کو اپنی جٹا ہی میں روک لوں چنانچہ ایسا ہی ہوا اور سری گنگا جی جٹا میں پھنس کر رہ گئیں۔ پھر مدتوں تک نکلنے کی طاقت نہ ہوئی۔

گنگا جی کا برہم لوک سے آنا شیوجی کی جٹا میں سمانا راجہ بھاگیرتھ کی آنکھیں دیکھ چکی تھیں اس کے بعد معلوم ہی نہ ہوا۔ کہ گنگا جی کہاں الوپ ہو گئیں۔ بہت دنوں تک۔ انہیں اس فکر نے غلطیان میں رکھا آخر ان کو پھر مہادیو جی یاد آئے انہیں کا سہارا ڈھونڈا اور ایسے سچے دل سے استتی کی کہ شیوجی نے جٹا سے گنگا کو آزاد کر دیا۔ گنگا جی جٹا سے نکلیں تو ہمالیہ پہاڑ پر جل تھل ہو گیا۔ پہاڑ گنگا جی کی رو کو روک نہ سکتا تھا۔ ادھر ادھر جلامئی ہوتے ہوتے سات دھارائیں پھوٹ نکلیں تین دھاراؤں نے مشرق (پورب) کی سرزمین سیراب کی۔ تین دھارائیں مغرب (پچھم) کے پہاڑوں کو توڑتی پھوڑتی بہ گئیں۔ رہی ساتویں اس نے راجہ بھاگیرتھ کا پیچھا پکڑا۔ آگے آگے رتھ پر راجہ بھاگیرتھ جا رہے تھے پیچھے پیچھے موجیں مارتی ہوئی سری گنگا جی کی دھارا۔

قطع کلام کر کے سری بسوامتر جی سری رامچندر جی سے مخاطب ہیں کہ آپ نے دیکھا سری گنگا جی کی عظمت کیا ہے اول تو برہم لوک میں قیام رہا پھر شیوجی کی جٹا میں جب سے نمودار ہوئیں تو ہاہاکار کرتی زمین کو چیرتی پہاڑوں کو توڑتی اپنی مد میں بھی چلی جاتی تھیں۔ صاف شفاف پانی کے بہاؤ پر مگر کچھوے مچھلی وغیرہ جانوران آبی تیرتے اور چہلیں کرتے ہوئے جا رہے تھے۔ بھاگیرتھ اس وقت تن تنہا نہ تھے دلکش نظارے کی سیر کو آکاش سے دیوتا اپسرا اور گندھرب بھی رتھ کے قدم بقدم چل رہے تھے۔ گنگا جی کہیں تو تیزی سے بہتی تھیں کہیں ذرا آہستہ آہستہ کسی مقام پر دباؤ بہت کسی جگہ پانی کم۔ بہر حال کیا پستی کیا بلندی دونو جگہ جلامئی نظر آتی تھی جدھر سے گنگا جی گزریں ادھر خشکی تری ہو گئی۔ اور رشی منی دیوتا گندھرب نہا دھو کر جنم سپھل کرنے لگے وہ وہ اپسرائیں وہ وہ گندھرب جن کو پچھلے سرابوں (بد دعاؤں) نے کسی کام کا نہ رکھا تھا سری گنگا جی کے فیض عام سے تر گئے لاکھوں کروڑوں پاپیوں کا ادھار ہو گیا۔

ادھر تو یہ گنگا جی کا پرتاپ ہو رہا تھا ادھر ایک تازہ واقعہ پیش آیا ایک راجہ کسی مقام پر کچھ جاتے ہوئے تپسیا کر رہے تھے۔ اس کو سب جنہو کہتے تھے۔ جونہی اس نے دیکھا کہ گنگا جی بڑے جوش و خروش سے بہی چلی آتی ہیں۔ اس نے غرور توڑنے کی غرض سے سارا پانی

پی کر چھٹی کر دی۔ گنگا جی کا کچھ بس نہ چل سکا۔ اب تو سب دیوتاؤں کے حواس جاتے رہے بھاگیرتھ کے..... ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔ مگر مجبور کریں تو کیا کریں۔ آخر راجہ جہنو کی حد بہت ہو گئی۔ ادھر انہوں نے منت سماجت کی۔ اور ادھر گنگا جی نے عجز سے لجاجت کی۔ کہ مہاراج آپ کی دھرم کی بیٹی ہوں۔ کرپا کیجئے۔

النجاہی محدبانہ تھیں۔ درخواستیں عاجزانہ۔ راجہ جہنو کو سب پر ترس آیا اور گنگا جی کو اپنے کانوں سے نکال دیا۔ چنانچہ گنگا جی جہنو تنیا (جہنو کی لڑکی) کے نام سے بہتی ہوئی اس طرف سے گذریں جدھر سے راجہ سگر کے ساٹھ ہزار بیٹے زمین کھودتے ہوئے کپل منی کے استھان پر جل کر راکھ ہوئے تھے اس راہ سے جو سمندر بہتا ہوا نظر آتا ہے۔ اس کا پانی بیشتر بہت ہی میٹھا تھا مگر جب سے اگست رشی نے چلو لگایا تب سے شیرینی جاتی رہی اور پانی کھاری ہو گیا۔ یہ تو جملہ معترضہ تھا۔ اب سنئے کہ گنگا جی اہراتی ہوئی منزل مقصود پر پہنچ گئی۔ جونہی راجہ بھاگیرتھ نے اپنے بزرگوں کی راکھ کا ڈھیر دیکھا وہ تو عالم غشی میں وہیں ڈھیر ہو گئے اور گنگا جی راکھ کو بہاتی راجہ سگر کے بیٹوں کا ادھار کرتی ہوئی آگے بڑھتی چلی گئی ٭

سرگ ۴۴

راجہ سگر کے ساٹھ ہزار بیٹوں کا شرادھ ترپن وغیرہ برہما جی کی راجہ بھاگیرتھ سے گفتگو

جب سری گنگا جی نے راجہ سگر کے ساٹھ ہزار بیٹوں اور راجہ بھاگیرتھ کے بزرگوں کی خاک کو پاک کر کے سرگ میں پہنچایا تو سری برہما جی نمودار ہوئے اور بولے کہ

راجہ بھاگیرتھ تمہارے بزرگ تر گئے۔ اب وہ سرگ میں ہیں۔ اور جب تک سے زمین پر سری گنگا جی کا جلوہ رہیگا تب تک اُن کی سکونت بھی سرگ میں ہی رہیگی۔ تمہارے تپ کی بدولت سری گنگا جی لطیفہ خاک پر آئی۔ پس تمہارے نام کی یادگار میں اُن کا نام بھی بھاگیرتھی ہوگا۔ اب رہیں گنگا جی کی تین دھارائیں۔ اُن کی کیفیت یہ ہے کہ ایک تو وہ جو زمانہ دراز تک برہم لوک میں رہی۔ دوسرے وہ جن کا شیو جی کی جٹا میں قیام رہا۔ تیسری یہی گنگا ہے جو زمین پر بہتی ہوئی تمہارے بزرگوں کو تار گئی۔ اے راجہ تمہاری مراد بر آئی۔ گنگا جی نے زرمل اجلال سے کرۂ خاکی کو خاک سے پاک کر دیا۔ پس اب بزرگوں کا مرتک کرم دھرم موقعہ یعنی

شزادہ نربن پنڈ دان وغیرہ کرو۔ اس نیک نامی کا سہرا تمہارے ہی سر تھا۔ اور تمہارے دادے انشومان تمہارے باپ دلیپ بتیس بتیس ہزار برس تپسیا کر کے چولا چھوڑ گئے مگر گنگا جی اپنی جگہ سے نہ ہلیں۔ کسی کو وہ شرف سعادت حاصل نہ ہوا جو تم کو نصیب ہوا ہے۔ تم شوق سے گنگا جی میں نہاؤ۔ اور اس کا اور بھی پھل ہوگا۔

یہ فرما کر برہما جی انتردھیان ہو گئے اور راجہ بھاگیرتھ جی نے شاستروں کی پوری پابندی کے ساتھ شزادہ نربن وغیرہ سے فراغت حاصل کر کے موروثی حکومت سنبھالی۔ وہاں اُن کے پہنچنے سے اور ہی رونق ہوئی۔ گویا خزاں گئی اور بہار آئی۔ اشیولکی کرپا سے بیٹا بھی ملا اور آنند مئی چھا گئی۔

سری بسوامتر جی نے سری گنگا جی کے حالات یہاں پر ختم کئے۔ اور سری رامچندر جی سے فرمایا کہ اب شام ہو گئی سندھیا کا وقت ہے۔ اشنان کر لو کیونکہ گنگا جی کے اشنان کا پھل بہت ہے۔ اشنان کے پھل کا کیا ذکر۔ جو صرف گنگا جی کے چرتر ہی پڑھیں سنیں گے۔ اُن کی عمر بڑھے گی۔ اعزاز کی ترقی ہوگی۔ اقبال عروج پر پہنچے گا۔ مکت میں فرق نہیں سب متوجہ ہوں کیا مجال ہے۔

سرگ ۴۵

سری رامچندر جی وغیرہ کا بشالا شہر میں گذر بسوامتر جی سے شہر کی نسبت دریافت حال۔ دتی اور ادتی کی اولاد کا تذکرہ سمندر متھنے جانے کی وجہ اور مختصر کیفیت

رات بھر سری گنگا جی کا چرچا رہا۔ تذکرہ دلچسپ تھا۔ باتوں میں چار پہر کٹ گئے معلوم ہی نہ ہوا کہ کیسے سویرا ہو گیا۔ صبح کی سفیدی دیکھتے ہی نور کے تڑکے بسوامتر جی رامچندر جی لچھمن جی اُٹھے۔ اشنان دھیان کے بعد منزل مقصود کی طرف چل پڑے۔ رشیوں منیوں نے ساحل گنگ تک پہنچایا جب وقت عازمان سفر ناؤ پر سوار ہوئے تو بن باسی تپسویوں کو بڑے اعزاز سے رخصت کیا اور خود شمالی اتر کی طرف دریائی سیر سے جی بہلاتے ہوئے جنوبی دکن کے ساحل پر اُترے وہاں سے چلے تو ایک عجیب پر فضا شہر نظر آیا۔ جسے عوام بشالا کہتے تھے۔ جب اس شہر سے گذرے تو سری رامچندر جی نے دریافت کیا کہ

مہاراج یہ عظیم الشان دلفریب شہر کون ہے۔ کس نے آباد کیا۔ اس کی یہ شان و شوکت کیوں کچھ زبان فیض ترجمان سے فرمائیے۔

لسوامترجی :۔ سنئے جڑ بنیاد سے حال شروع کرتا ہوں۔
کشیپ جی کی دو محبوبۂ خاص وزوجۂ با اخلاص (استریاں) تھیں۔ ایک ونی دوسری ادتی۔ ونی کے بطن سے راچھس عالم وجود میں آئے اور ادتی کے حمل سے دیوتاؤں کا ظہور ہوا۔
ان دیوتاؤں اور راکشسوں نے ایک روز سبھا کی۔ ہجوم کثیر تھی۔ تجویزیں اہم تھیں۔ چنانچہ ضروری باتوں پر بحث ہوتے ہوتے تین باتیں تصفیہ طلب ٹھہریں۔ جن سے بڑھ کر کوئی تکلیف یا دکھ ممکن ہی نہیں۔

(۱) مختلف قسم کے امراض جسمانی۔ (۲) عالم ضعیفی و پیرانہ سالی۔ (۳) موت

ان تینوں معاملات پر خاص توجہ مبذول کی گئی۔ اور تجویز ہوئی۔ کہ سمندر متھنے سے امرت نکلے تو ہم لوگ ان تینوں جانکاہ مصیبتوں سے ہمیشہ کے لئے بے غم و فکر ہو جائیں۔
کیا دیوتا کیا راچھس سب متفق الرائے ہو گئے اور اپنی اپنی طاقت کے مطابق سب نے انتظام شروع کر دیا۔ مندر چل پہاڑ متھانی بنایا گیا باسکی ناگ سے رسی کا کام لے کر ایک ہزار برس تک سمندر متھا مگر بے سود بالکل بے نتیجہ ساری محنت اکارتھ باسکی ناگ کا دم پھول گیا اور ہنوز روز اول سمندر کا پانی بدستور جب باسکی ناگ تھکائی سے ہانپ گیا تو منہ سے کف جاری ہو گیا۔ زہر کی وہ تیزی ہوئی۔ کہ ایک ایک جھپکاڑیں پہاڑوں کے بھی پرخچے اڑا اڑا کر سمندر پاٹنے لگے۔ جب پہاڑوں کی یہ کیفیت تھی تو دیوتاؤں راچھسوں کا کیا حساب وہ بھی جلنے بھننے لگے۔ بس حد ہے کہ جان کے لالے پڑنے لگے بشن جی کی خدمت میں پہنچے۔ جہاں پسپت ناتھ مہادیو جی کا مندر تھا۔ سب نے ڈنڈوت کی۔ سر جھکایا پرارتھنا کی اور استت کی کہ
مہاراج باسکی ناگ کا زہر آپ نوش کر لیجیے ورنہ کروڑوں ذی روح نذر اجل ہوں گے دیوتاؤں اور راچھسوں کی بھی خیریت نہ ہو گی۔ درخواست بڑی عاجزی سے تھی۔ عرض مدعا میں تاثیر بھری ہوئی تھی۔ شیو جی کے دل میں فریاد کا اثر ہوا۔ انہوں نے باسکی ناگ کا سارا زہر پی لیا اور سب دیوتاؤں سے کہا کہ اچھا جاؤ سمندر متھو۔

سب خوش خوش گئے اور سمندر متھنا شروع کیا مگر۔ ہنوز آں شی در کاسہ ہنوز روز اول یعنی ساری محنت بے سود کل مشقت رائگاں۔ الٹے مندراچل پہاڑ نیچے دھسنے لگے کسی کے سنبھالے نہ سنبھلا کسی سے روکے نہ رک سکا۔

دیوتا گھبرا گئے۔ کہ ساری لٹیا ہی ڈوبی جاتی ہے۔ سب کیا دھرا اکارتھ ہوا جاتا ہے وہ سیدھے بشن جی کی خدمت میں پہنچے ساری سرگذشت سنائی۔ انہوں نے سب کو تسکین دی۔ اور خود کشیپ رکھیہ یعنی کچھوے کے روپ میں جا کر مندراچل پہاڑ کو اپنے پشت اقدس پر روک لیا۔ آپ تو

کھیر ساگر میں محو آرام ہو گئے۔ پہاڑ پھول کی طرح پانی پر تیرنے لگا۔

یہ قدرت دیکھ کر (یعنی مندراچل پہاڑ کو پیٹھ پر ٹیک کر) سری کشن جی بنفس نفیس سمندر متھنے لگے ہزار سال تک متھانی چلتی رہی۔ آخر چودہ رتن نکلنے شروع ہوئے پہلے دھنونتر (دھنتر) بید ہاتھ میں کمنڈل لئے ہوئے نمودار ہوئے۔ البیر اُن بھی خدمت کے لئے ساتھ تھیں مگر انہیں نہ دیوتاؤں نے قبول کیا نہ راچھسوں نے۔ دوسری بار برن جی کی لاڈلی بارنی کا ظہور ہوا اور وہ منتظر ہوئی۔ کہ دیکھیں مجھے کون قبول کرتا ہے۔ راچھسوں نے تو اسکی طرف آنکھ بھی نہ اٹھائی۔ مگر ہاں ادیتی کے فرزندوں نے آسے لے لیا پہلے یہ لوگ بھی سُر کہلاتے تھے مگر اس بارنی کے لینے سے اسُر کہلائے اور جنہوں نے بارنی کو قبول نہ کیا اُن کا نام خطاب سُر ہوا اہل دنیا اس واقعہ سے حجت کر سکتے ہیں۔ کہ جب دیوتاؤں نے شراب لے لی تو انسان کو اس کے استعمال میں کیا گناہ مگر نہیں یہ معاملہ اور ہے۔ اس دنیا کے لئے شاستر کی ہدایت و نصیحت یوں ہے۔ کہ پانچ افعال ایسے خراب ہیں جن کے پاپ کی حد نہیں ÷

(۱) برہم ہتیا یعنی برہمن کا قتل۔ (۲) سراپان یعنی شراب خوری۔ (۳) سونا چرانا۔ (۴) اپنے گرو کی عورت سے ناجائز تعلق پیدا کرنا (تشریح بیکار) (۵) مذکورہ بالا چار عادات کے لوگوں سے راہ و رسم رکھنا۔

اس کے بعد جب امرت برآمد ہوا تو کیا دیوتا اور کیا راکھشس سب امرت پہ ٹوٹنے لگے ہر ایک چاہتا تھا کہ میں لے بھاگوں حتےٰ کہ لڑائی جھگڑے مار دھاڑ کی نوبت پہنچ گئی۔ دونو طرف سے ہتھیار چلنے لگے اس وقت سری کشن جی نے سب کے تحفظ کا خیال مد نظر کر کے ایک عورت کے موہنی روپ میں درشن دیا اور امرت لے کر چلتے ہوئے۔ اور بس سارا قضیہ تمام۔

پرانوں میں ذکر ہے کشن جی نے امرت دیوتاؤں کو پلا دیا۔ راچھس محروم رہ گئے۔ یہی وجہ ہے کہ دیوتا غالب ہوئے اور راچھس مغلوب۔ راجہ اندر نے بھی اس کی بدولت امر نگر کی سلطنت کا مزہ لوٹا۔ دیوتا اور رشی بھی امن و امان میں ہوئے۔

قبل میں سراپانی (شراب نوشی) کا رواج تھا۔ مگر جب سری کرشن جی نے اہل دنیا کو سراپ دیا۔ تب سے یہ قطعاً ممنوع ہے۔

سرگ - ۴۶

دیتی اور ادیتی کے بیٹوں کی سرگذشت راجہ اندر کی اپنے بچاؤ کے لئے حکمت عملی

بسوامتر جی کا سلسلۂ کلام جاری ہے۔ کہ اے رامچندر جی اس شہر کی عظمت ایک تو اس سبب سے ہے سمندر متھے جانے کے زمانے میں سری بشن جی اور سری مہادیو جی اس مقام پر رونق افروز ہوئے تھے دوسرے یہیں راکشسوں نے منہ کی کھائی۔ دیوتاؤں نے فتح کا ڈنکا بجایا اور دیتی کے سارے فرزندوں کو اسی کی خاک پر سونا نصیب ہوا۔

ماں کی مامتا اور ممتا کی آنچ چھپی نہیں رہتی۔ دیتی کو بھی اپنے کلیجے کے ٹکڑوں کا حد سے زیادہ صدمہ ہوا۔ جتنے بیٹے تھے سب دنیا سے گذر گئے۔ اب اس کی آنکھوں کو کون سکھ دے کلیجے کو کون ٹھنڈک پہنچائے۔ کوئی چارہ کار نہ دیکھ کر اپنے پتی (خاوند) کشیپ سے فریاد کی کہ ہائے سارے بیٹے لقمہ اجل اور نشانۂ تیر قضا ہو گئے۔ اب کس سے دل بہلے مہربانی کر کے جگر خراش رنج کا علاج کیجئے۔ وہ مرہم عطا فرمایئے کہ دل کا ناسور بھر جائے۔ آرزو یہ ہے تمنا یہ ہے کہ ایسے صاحب طاقت فرزند ہوں جو دیوتاؤں کو ننگی کا ناچ نچائیں۔ ہاتھ کی کٹھ پتلی بنائیں اور اندر کے دھرے اڑائیں بس

کشیپ نے گوشۂ ہوش سے واویلا سنی اور کہہ دیا کہ اچھا وہی ہوگا جو منظور خاطر ہے مگر شرط یہ ہے کہ ایک ہزار برس تک خوب جی لگا کر تپسیا کرو۔ کسی وقت دل کا خیال اچٹنے نہ پائے۔ اس کے بعد سب مطلب حاصل سمجھو۔

یہ کہہ کر کشیپ جی نے دیتی کے جسم کو چھو دیا اور آپ تپو بن کی طرف چل دیئے یہاں دیتی نے ریس درڑھ آسن سے استقلال کے ساتھ تپسیا کرنی شروع کر دی اور ایسی تپسیا کی کہ اندر جی کے چھکے چھوٹ گئے انہوں نے خیال کیا کہ اگر تپسیا پوری ہو گئی تو اندر کے اس کی خیر و عافیت نہیں۔ اور جو کچھ دکھ ہو وہ مزید براں المضاعف پلیتھن اس اندیشے سے انہوں نے اوسہی بہروپ بھرا اور پھل پھول اگنی وغیرہ تمام پوجا کا سامان لئے ہوئے دیتی کی خدمت میں رہنے لگے جس وقت دیتی پوجا پاٹ شروع کرتی۔ اس سے بہت ہی پہلے راجہ اندر سب سامان پیش کر دیتے اور اشنان کیلئے پانی بھی خود ہی لے آیا کرتے ایک ہزار برس تک راجہ اندر نے یہی خدمت کی۔ اور جب دس صدیاں گزر گئیں تو دیتی راجہ اندر کی خدمت سے بہت ہی خوش ہو کر بولی۔ کہ بیٹا گو تم خود بدرجے کے صاحب طاقت ہو مگر کچھ دنوں میں دیکھنا کہ تمہارے بھائی کیسے شہ زور اور قوت والے ہوتے ہیں میں کشیپ جی کی استری ہوں۔ ان سے میں نے بردان پایا ہے۔ کہ وہ وہ آنکھوں کے تلے آنکھوں کے سامنے لکھیں گے جن کی طاقت کا مقابلہ اندر بھی نہ کر سکے۔

اندر کو پہلے ہی معلوم تھا۔ اس وقت کی بات سر و دستاں یا دوغ نیدن کا کام کر گئی ان کو فوراً خیال ہوا کہ جو لڑکے پیدا ہوں گے وہ میرے ہی جی کا کال ہوں گے۔ اس سے انہیں

خاص طور پر اپنی فکر پڑی ۔

شدنی کچھ اور ہی ہوتی ہے۔ ایک روز دن دوپہر کو دیتی پہ ایسی نیند غالب ہوئی۔ کہ چولی آنچل سے بیخبر ہوگئی۔ سر پائنتی کی طرف تھا اور پاؤں سرہانے کی طرف اندر نے سوچا کہ دھرم شاستر کے رو سے دن کو سونا بھی ممنوع - پائنتی سر کرکے سونا بھی نامناسب لیں اس سے بڑھ کر دل کا غبار نکالنے کا موقع نہیں چنانچہ انہوں نے اسی وقت جوگ شکتی سے کام لے کر دیتی کے بطن میں حلول کیا اور حمل کے سات ٹکڑے کرکے رکھ دیئے اس وقت تک دیتی خوب آرام ہی میں تھی۔ مگر جب رحم پر صدمہ پہنچا تو بے چین ہو کر آنکھ کھول دی سمجھ گئی کہ اندر میرے حمل میں میرے کلیجے کے ٹکڑوں کے ٹکڑے اڑا رہا ہے جونہی وہ درد سے چونکی اندر نے حمل سے آواز دی کہ آپ گریہ و زاری نہ کریں۔ میں نے ایک ایک کے سات سات کر دیئے۔ مگر اس کا جواب یہی تھا کہ خبردار میرے بچوں کو مارنا نہیں مارنا نہیں راجہ اندر نے اس حالت میں دیتی کو اپنی ماتا کہہ کر پکارا تھا انہوں نے خیال کیا کہ ماتا کا بچن نہ ماننا گناہ ہے چنانچہ وہ فوراً انہی بچوں کو لئے ہوئے نکل آئے اور قدموں پر سر رکھ کے عرض کی کہ خیما کیجئے میرا کچھ قصور نہیں۔ آپ نے خود ہی شاستر کے خلاف عمل کیا یعنی دن کو پائنتی سر کرکے محو آرام ہو بیٹھی۔ ہزار برس کے بعد آپ نے مجھے یہ موقعہ ملا تھا کہ آپ کی جان کی حفاظت کے لئے کچھ چارہ کار کروں چنانچہ آپ کو سرہانے کے عوض پائنتی سر رکھ کے سوتے دیکھنا آپ کے لئے نامبارک اور میرے لئے مبارک تھا۔ اسی سے میں نے آپ کے بچوں سے جانبری کی صورت کر لی۔ آئندہ ایشور مالک ۔

سرگ ۔ ۴۷

راجہ اندر پہ دیتی کی نظر عنایت ۔ عفو تقصیر لبشالا نگر کی وجہ تسمیہ وغیرہ

دیتی نے اندر کی باتیں گوش ہوش سے سنیں ۔ اس کو صدمہ تو ہوا کہ اندر نے سارا کیا دھرا اکارت کر دیا اور موقع پا کر چال کھیل لی۔ مگر اس نے اس کا برا نہ مانا۔ کیونکہ غلطی اس کی تھی۔ نہ دن کو سوتی نہ پائنتی کو سرہانہ بناتی ۔ اور نہ اندر کو دل کا بخار نکالنے کے لئے موقع ملتا اس نے اندر سے کہا۔

بے شک تم بے قصور ہو خطا میری ہی ہے۔ دھرم کے خلاف چلنا ہی میرے حق میں زہر ہوا میرے کلیجے کے ٹکڑوں کو تم نے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا اس کا الزام تم پر نہیں بلکہ اپنے

میں تم سے بہت خوش ہوں اور یہ چاہتی ہوں۔ کہ بطن کے سات فرزندوں کے سات سات ٹکڑے جب قالب عنصری میں ظہور کریں تو ۷×۷=۴۹ بیٹے تمہارے ہی ہوں گے جیتیں پھلیں پھولیں۔ اندر دل میں پھڑک اٹھے کہ چلو دغدغہ سے نجات مل گئی۔ وسوسہ سے گلو خلاصی ہوئی اور بڑے جوش مسرت سے بولے۔

آپ بے فکر رہیں میں آپ کے صاحبزادوں کو خاص محبت کی نگاہ سے دیکھوں گا اور آپ کو خوشخبری ہو کہ آپ کے بیٹوں کے نام سمجھ لیجئے۔ کہ دیوتاؤں کی فہرست میں درج ہو گئے اس کے بعد راجہ اندر اور دیتی ریاضت و عبادت میں مصروف و سرگرم تھی۔

بسوامتر جی یہ ذکر کر کے سری رامچندر جی سے گویا ہیں۔ کہ شہر بشالا نگر آپ ہی کے بزرگان سلف کا بیت السلطنت ہے۔ آپ کے بزرگوں میں راجہ اکشواک کا نام زندہ جاوید ہے۔ ان کے بہت فرزندان رشید و جگر بندان سعید تھے۔ جن میں سے ایک کا نام بسال بھی تھا۔ چنانچہ اس راجہ بسال نے اپنے نام نامی پر یہ بشال نگر کے نام سے آباد و معمور کیا ان کے بعد جو اس بیت السلطنت میں فرمانروا ہوئے وہ یہ ہیں۔

راجہ ہیم چندر ولد راجہ بسال
راجہ سوچندر ولد راجہ ہیم چندر
راجہ دھومراکش ولد راجہ سوچندر
راجہ سرنجے ولد راجہ دھومراکش
راجہ سہدیو ولد راجہ سرنجے
راجہ کشاشش ولد راجہ سہدیو
راجہ سومدت ولد راجہ کشاشش
راجہ سومتی ولد راجہ سومدت

فی الحال راجہ سومتی زینت بخش سریر فرمانروائی ہیں۔ اور راجہ بسال کی بہت عظمت مانی جاتی ہے۔ یہاں کے تاجداروں کی عمریں مقابلتاً فرمانروایان عالم سے زیادہ ہوتی ہیں۔ ایسی باعظمت جگہ ایک شب رہنا ہم آپ سب کو مناسب ہے۔ وجہ یہ ہے۔ کہ ایک تو یہ آپ کے بزرگوں کا قدیم دارالحکومت ہے۔ اور اور مقامات سے باعظمت۔

اس گفتگو کے بعد بسوامتر جی وہاں رک گئے۔ سری رامچندر جی و لکشمن جی نے بھی سمند عزم کی عنان ہی کی اتنے میں اس آمد آمد کی خبر سومتی کے گوش گذار ہوئی۔ وہ سر کے بل دوڑے آئے بسوامتر جی کے قدموں پر سر جھکایا۔ پوجا کی خاطر تواضع میں صرف ہمت کر کے صدق عقیدت اور شاہی عظمت میں چار چاند لگا دیئے۔

سرگ ۴۸

بسوامتر وغیرہ کی جنک پوری کیطرف روانگی۔ اہلیہ گوتم رشی

کی اِسنتری کے حالات

راجہ سومتی لسبوامترجی کے ساتھ سری رامچندر اور سری لکشمن جی کو دیکھ کر عجب عالم حیرت میں ہوئے پہلے سوچ کر شاید لسبوامترجی کے لخت جگر ہیں۔ مگر پھر خیال آیا کہ رشی کمار کے ہاتھ میں دھنش بان کیسا دوسرے سروپ وہ ہیں کہ نگاہ محو ہی جاتی ہے۔ دل میں کسی کرن کا سا اثر چھا رہا ہے۔ عقل چھتے چھتے آخر الامر اس بات پر جمی کہ ضرور کسی راجہ مہاراجہ کے رنگین تاج اور وارث تاج و نگین ہیں۔ چنانچہ انہوں نے لسبوامترجی سے پوچھا۔

مہاراج یہ ہردو راجکمار کس برج شاہی کے آفتاب و ماہتاب ہیں راہ دشوار دشت پرخوار اس میں پا پیادہ آنے کی ضرورت نہیں مجھے حیرت ہے کہ نازک نازک تلوے کیونکر دشت پیمائی و صحرا نوردی کے متحمل ہو سکے۔

لسبوامترجی :- یہ سورج بنس کے سورج اور چندرمان راجہ دسرتھ کی آنکھ کے تارے ہیں انہوں نے میرے جگیہ کی حفاظت کی۔ ماریچ کو سمندر کے کنارے پر پھینکا۔ تاڑکا اور سباہو خاک پر سلا دیئے۔ اب سب کاموں سے چھٹی پا کر جنک پور جاتے ہیں سنا ہے کہ وہاں دھنش جگیہ ہے۔ چنانچہ سیتا کے سوئمبر کی سیر دیکھ کر پھر اپنے گھر کو لوٹ جائیں گے۔

جونہی راجہ سومتی نے یہ حال سنا۔ ان کے ہوش اڑ گئے اور حیران ہوئے کہ یہ کم عمر راجکمار اور تاڑکا وغیرہ کا قلع قمع ضرور کوئی غیبی طاقت ہے۔ یہ انسان نہیں معلوم ہوتا ہے۔ کہ ایشور نے جسم خاکی میں ظہور فرمایا ہے۔ کچھ تو اس کا دنمایاں کی عظمت اور کچھ راجہ دسرتھ کے فرزندوں کی منزلت کے خیال سے انہوں نے حد درجہ کی خاطر تواضع کی۔ ہر وقت ہاتھ میں دل لئے رہے۔ اور قدموں کے نیچے آنکھیں فرش رہیں رات راجہ سومتی کے یہاں خاطر و مدارات میں گذری۔ جب نور کا تڑکا ہوا لسبوامترجی نے دونو بھائیوں کے ہمراہ جنک پور کا راستہ لیا چلتے چلتے دور ہی سے جنک پور کی شاہی عمارتیں نظر آنے لگیں۔ شہر کی رونق و عظمت کے آثار پیش نظر ہونے لگے نظارہ دلفریب تھا۔ نگاہیں اسی طرف محو ہو گئیں اور سری رامچندرجی کی زبان سے یہ الفاظ نکل گئے۔

واہ کیا شہر ہے کیا خوب زیب و زینت مہاراج آپ کو تکلیف تو ہوگی مگر یہ فرمائیے کہ یہ مقام کون سا ہے اور سامنے چند قدم پر جو جپ تپ کا استھان نظر آ رہا ہے اسکی وجہ تسمیہ کیا ہے۔

لسبوامترجی :- جو سامنے دکھائی دیتا ہے۔ وہ تو جنک پور راجہ جنک کی راجدھانی ہے جہاں کے سوئمبر کی شرکت کے لئے ہم آپ آئے ہیں۔ رہا یہ سامنے والا استھان وہ گوتم رشی کی

کی تپشیا کا مقام ہے۔ گوتم رشی ریاضت و عبادت کشف و کرامات میں یکتائے زمانہ تھے ان کی استری اہلیا بھی انہیں کے ساتھ رہتی تھی۔ گوتم رشی کی قیامگاہ کی وجہ سے اس استھان کی وہ عظمت و برکت تھی۔ کہ دیوتا تک اس کی خاک ماتھے سے لگاتے۔ اور گوتم جی کے سامنے ماتھے ٹیکتے تھے۔ گوتم رشی کی تپشیا کا ایسا پرتاپ مشہور عالم ہوا کہ اندر جی کی آدھی جان رہ گئی وہ ہمیشہ دل میں ڈرتے۔ کہ بس اندر آسن کی خیریت نہیں چنانچہ ان کا تپ نشٹ کرنے اور ریاضت میں خلل انداز ہونے کی سمائی۔ گوتم رشی غافل تھے۔ اور راجہ اندر کو موقع کی تاک تھی۔ چنانچہ ایک روز جو بندہ پا بندہ کی مثل صادق ہوئی۔ گوتم رشی کسی ضرورت سے آشرم میں نہ تھے میدان خالی تھا۔ راجہ اندر نے سوچا کہ بس اس سے بڑھ کر موقع فرصت نہیں۔ تلوں سے لگی تھی۔ دل تہیہ کر چکا تھا۔ وہ فوراً گوتم جی کے آشرم میں آئے۔ گوتم جی کا بہروپ بھرا اور گوتم جی کی استری سے خواہش نفسانی ظاہر کی۔

اہلیا نہایت ہی خوبصورت استری تھی۔ راجہ اندر کی رانی سچی کو اس کے حسن کا بھی مرتبہ حاصل نہ تھا۔ اندر صورت شکل دیکھ کر ایسے آپے سے باہر ہوئے کہ آنکھیں اندھی ہو گئیں کچھ نیک و بد نہ سجھائی دیا۔ خوب جانتے تھے۔ کہ دن کا وقت ہوائے نفسانی کے لئے قطعی ممنوع ہے۔ اور اس وقت کے اظہار خواہش پر اہلیا بھی شک کریگی۔ مگر انہیں بھوت سر پر سوار تھا۔ اہلیا سے آرزوئے دلی کا اظہار کر ہی بیٹھے۔

قاعدہ ہے کہ جو لوگ اولاد کی خواہش رکھتے ہیں۔ وہ وقت کا حد درجہ خیال رکھتے ہیں اور جو لوگ ہوائے نفسانی کا منہ جھلسنا اور فقط آگ بجھانا چاہتے ہیں۔ وہ وقت بے وقت کا خیال نہیں رکھتے۔ چنانچہ ان کو ادھر یہ خیال ادھر یہ زعم کہ یہاں امر نگر میں رات دن کا مشغلہ ہے۔ پس پس و پیش چہ معنی دارد۔

اہلیا نے گوتم رشی کے بہروپ میں راجہ اندر کو پہچان تو لیا مگر ہونہار کچھ اور تھی اس نے بھی الخاموشی نیم رضا سے راجہ اندر کی درخواست پر جلی قلم سے صاد کیا۔ راجہ اندر پہلے دل میں ڈرتے تھے مگر اب نڈر ہو گئے۔ انہوں نے سوچا کہ ان کی استری کی عصمت مٹنے پر ان کی تپشیا کا پرتاپ کہاں۔ اگر سراپ بھی دیں گے تو کیا میرے راج پاٹ کی کوڑ چھڑانے سے رہی اب رہا ان کا غیظ و غضب اس کی پرواہ کیا۔ اپنی اسی آگ میں خود جلیں گے یہاں آنچ آئے مجال۔

راجہ اندر نے دل ہی دل میں یہ سب کھچڑی پکا کر بے غل و غش اہلیا کو آغوش تنگ میں دبوچ لیا۔ اور کچھ ایسی دلچسپی سے خلوت کے لطف اٹھائے کہ اہلیا کے دل کی کلی کلی بھی کھل گئی اہلیا کے چہرے پر مسرت کے آثار دیکھ کر راجہ اندر کو ہنسی آ گئی جسے اہلیا تو نہ سمجھی

مگر قیافہ بولنے لگا کہ یہ خوشی ایک تو اِس لئے ہے کہ واہ واہ کیسی حسین ہے۔ حسین عورت کے ساتھ لطف زندگانی اُٹھانا نصیب ہو۔ دوسرے اِس بات کی ہنسی تھی۔ کہ اس وقت تو گھبرے اُلجھ گئے۔ اگر راز افشا ہو جاتا تو کیا ہو مگر اب تو آرام سے گذرتی ہے۔ تیسرا ہنسی کا سبب یہ تھا کہ اہلیا سی عورت کے شربت وصل کا مزہ بھی حاصل ہوا اور گوتم رشی کی تپشیا بھی نشٹ ہو گئی اب اندر آسن کی طرف سے دلجمعی ہی دلجمعی ہے۔

جس وقت راجہ اندر خواہش نفسانی کا بھوت سر سے اُتار چکے تو اب یہ ڈر پیدا ہوا کہ کہیں گوتم رشی جی نہ آئے ہوں۔ اس خیال سے ان کے ہاتھ پاؤں پھول گئے اور انہوں نے ایک مرتبہ اہلیا کو کلیجے سے لگا کر وہاں سے اپنے گھر کا راستہ لیا۔ اِدھر سے اندر جاہی ہوتے اُدھر سے گوتم رشی اشنان کئے ہوئے ہون کی لکڑیوں سے لدے پھندے آتے ہوئے راہ میں ملے۔ باہم مدبھیڑ ہو گئی۔ چور کا دل کتنا۔ جونہی اندر نے گوتم رشی کی صورت دیکھی جان دُکھ گئی۔ دل سو ٹکڑوں میں چھپنے لگا۔ مگر روشن ضمیر دل کی آنکھیں اور ہی ہوتی ہیں۔ ان کی دل کی آنکھوں کا نور پردہ غیب کے نازک حالات کو پیش نظر کر لیتا ہے۔ وہ سمجھ گئے کہ یہ حضرت رنگے سیار ہیں راجہ اندر نے بہروپ ہی نہیں بھرا بلکہ میری استری کے دامن عصمت پر بھی دھوکے سے دھبہ لگا دیا ہے جونہی نظر کشف نے واقعہ گذشتہ کی تصویر چشم دل میں کھینچ دی۔ انگاروں پر لوٹ گئے۔ سخت پیچ و تاب کھایا تاؤ کھا کر سراپ دیا کہ

او نالائق اندر ایک تو غیر عورت سے لطف صحبت اُٹھانا یوں ہی مہاپاپ ہے اس پر تو نے میرا بہروپ بھر کر دغا بازی سے میری استری کے دامن عصمت پر داغ لگایا پاپ میں اور پاپ بس ذرا اودھم کا مزہ بھی چکھ تو بھی وہ عضو ہی نابود ہو جائے جس کو تو نے آلۂ معصیت و گنہگاری بنایا

اندر جی تو اسی وقت صفاچٹ ہو گئے۔ علامت مردی فوراً زائل۔

اندر جی ادھر سراپ سُنکر سر پکڑے ہوئے قسمت کو روتے اندر لوک کی طرف روانہ ہوئے یہاں گوتم رشی جی آگ بگولا آشرم میں آئے تو اہلیا کو دیکھ کر اور آگ بدن میں سُلگ اُٹھی۔ انہوں نے فوراً سراپ دیا کہ

او بدنصیب تو پتھر ہو جا مدت مدید تک یہیں پڑی رہ نہ تجھ کو کوئی دیکھے نہ کچھ کھانے پینے کو میسر ہو۔

غصہ میں گوتم رشی سراپ تو دے گئے۔ مگر جب اندر جی کے بہروپ اور مغالطہ دہی کا خیال آیا تو دل پانی پانی ہو گیا۔ مروت نے آنکھوں کا مرا ہوا پانی تر و تازہ کر دیا۔ جوشِ محبت سے بولے کہ گھبراؤ نہیں جس وقت شری رامچندر جی ادھر سے گذریں گے۔ تمہیں نجات مل جائیگی۔ یہی

شکل پھر ملیگی۔ یہی صورت تھوڑے دنوں تک صبر کرو۔ سری رامچندر جی کا انتظار دیکھو۔ بڑا پاپ ہو جائیگا۔ سراپ اسٹ تھا۔ اہلیا کا جسم پتھر ہو گیا۔ وہ وہیں ڈھیر ہو گئی۔ اور گوتم رشی ہمواں پربت پر تپسیا کرنے کو تشریف لے گئے۔

سرگ ۔ ۴۹

سری رامچندر کے فیض کرم سے اہلیا کی نارائن

راجہ اندر گوتم کے عتاب سے تھراتے ہوئے دیولوک پہنچے۔ تو دیوتاؤں کا خوف دل پر چھایا ہوا تھا۔ کہ یہ بھی یہ حال سنکر ناراض نہ ہوں۔ لہذا یوں نقرہ بازی سے کام لیا۔ کہ گوتم رشی میرے اندر آسن چھیننے کو جو تپسیا کر رہے تھے۔ وہ عنقریب پوری ہونے والی تھی۔ چنانچہ مجھے خیال ہوا کہ اگر سرگ لوک گوتم رشی کے ہاتھ آگیا تو آپ پر ہر وقت آفت رہے گی۔ پس میں آپ سب کی خیراندیشی اور ہوا خواہی کی دھن میں تو پہنچا۔ اور تپسیا ملیا میٹ کر دی۔ رشی تپشوی تھے۔ جوش غضب سے مجھے سراپ دے کر مرد سے نامرد کر دیا اور اپنی استری اہلیا کو پتھر کی سل بنا ڈالا۔ اہلیا ان کی استری ہے اس سے مجھے کیا سروکار یہ جانے اور وہ یہاں مجھے اپنی پڑی ہے کہ آپ کی خیر خواہی میں مفت مارا پڑا۔ ہون کرتے ہاتھ جلے۔ اب بات سب آپ کے ہاتھ ہے۔ وہ تدبیر بتاویں کہ میں پھر مرد کا مرد ہو جاؤں۔ علامت مردی جیسی کی تیسی ہو جائے۔ دیوتاؤں نے اندر کی درخواست پر مشورہ کر کے جگیہ کیا۔ بہترا ہون ہوا اور اعضا دیوتاؤں نے نوش جان کئے۔ عضو مردی اندر کے جسم میں چسپاں کیا گیا۔ چنانچہ عمل کا اثر ہوا اور اندر پھر ویسے کے ویسے ہو گئے۔

یہ فرماکر سری بسوامتر جی سری رامچندر جی کی طرف تدوے سخن کرتے ہیں کہ لکھو کل بھگونن یہ وہی مقام ہے جہاں گوتم رشی تپ فرماتے تھے۔ اور سامنے والے راکھ کے ڈھیر میں اہلیا پتھر کی صورت دبی پڑی ہے۔ جس کو آپ نجات بخشیں۔ سری رامچندر جی سنتے ہی تودۂ خاک کی طرف چل پڑے پہنچ کر پاؤں سے راکھ ادھر ادھر کی۔ جونہی بچھر کی صورت نمودار ہوئی۔ ایک عجیب عالم حیرت چھا گیا۔ دفعتہً ایک نازک نازک حسین چندے آفتاب چندے ماہتاب دوڑ کر قدموں پر گر پڑی۔ اور فیض قدم کو سراہنے لگی۔ قدم پکڑ کر جنگل کے کندمول پھل پیش کئے اور خاک قدم کی بلائیں لینے لگی۔ رشی لوگ یہ تماشائے قدرت دیکھ کر دنگ رہ گئے۔ گوتم رشی کو بھی معلوم ہو گیا کہ آج ان کی استری نے نجات حاصل کی۔ چنانچہ وہ بھی ہمواں پہاڑ سے آنا فانا میں

وارد ہو گئے اور اپنی استری کے ساتھ سری رامچندر جی کی پوجا سے شرف افتخار حاصل کیا۔

سرگ ۵۰

سری بسوامتر جی کی ہمراہی میں سری رامچندر جی و لکشمن جی کی جنکپور میں رسائی۔ راجہ جنک سے ملاقات

اہلیا تر چکی تو سری بسوامتر جی نے آگے قدم بڑھایا۔ اور سیدھے متھلاپور میں وارد ہوئے وہاں پہنچے تو پہلے ہی جگیہ شالا کی سیر کی۔ اور دیکھا تو شہروں شہروں کے عالم برہمن وید پڑھ رہے تھے۔ اور سامان ٹھاٹھ شاہی شان و شوکت کا۔ بسوامتر جی نے فرمایا اب بھلا ٹھہرنے کا سبھیتا کر لینا ضروری ہے چنانچہ اُن کی رائے ہوئی۔ کہ اس ندی کے کنارے جو جگیہ منڈپ کے قریب رواں ہے قیام کرنا چاہئے تاکہ قربت کی قربت رہے اور دلچسپی کی دلچسپی۔

ادھر بسوامتر جی نے ندی کے کنارے بستر بچھایا۔ اُدھر راجہ جنک کو آمد آمد کی خبر ملی وہ اسی وقت اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنے پروہت ستیانند کو ساتھ لے کر سر کے بل قدم بوس ہوئے۔ مزاج پرسی کی اپنی تقریر سراہی اور نہایت ہی منت و سماجت عجز و الحاح سے درخواست کی کہ مہاراج بارہویں روز جگیہ ہے۔ اتنے دنوں تک یہیں قیام رکھئے تو زہے نصیب۔

اس کے بعد اُنہوں نے پوچھا کہ مہاراج یہ دونو آفتاب و ماہتاب کس برج شاہی کے ہیں بیان فرمائیے جہاں تک میرا قیاس ہے۔ یہ بہت ہی صاحب اقبال ہیں۔ آنکھیں کنول کی سی چھاتا اونچا۔ کاندھے اُبھرے ہوئے صورت شکل گویا سانچے میں ڈھلی چہرے پر آفتاب کا سا جلال ہاتھ میں دھنش بان کی شوبھا اور پھر لطف یہ کہ نازک کے نازک دونو کے دونو پھول پان حیرت ہے کہ پاپیادہ وہ کیونکر آپ کے ہمراہ کالے کوس کاٹتے پُرخار جنگلوں کی خاک چھانتے یہاں رونق افروز ہو سکے۔ ایسے دشوار گزار سفر اور ان کے نرم نرم تلوؤں کو دیکھنے ایک اچنبا سا ہوتا ہے۔ فرمائیے تو کس تاج کے نگین اور کس درخت کے پھل پھول ہیں۔

بسوامتر جی نے فرمایا کہ یہ اودھ کے مہاراجہ دسرتھ کے فرزند جگر بند ہیں ہمارے جگیہ کی حفاظت کے لئے ہمارے ساتھ آئے۔ چنانچہ تاڑکا وغیرہ کو نشانہ اجل بنایا۔ بشالا نگر میں اہلیا گوتم کی استری کو قدموں سے چھو کر مکتی دی۔

سرگ - ۵۱

راجہ جنک کو سری رامچندر جی و سری لکشمن جی سے واقفیت اور اُن کے پروہت ستیانند کی زبانی سری بسوامتر جی کے حالات

جونہی راجہ جنک نے راجہ دسرتھ کے لاڈلوں اور انکے کارناموں کا حال سُنا۔ بہت ہی خوش ہوگئے۔ مگر سب سے زیادہ خوشی اُن کے پروہت ستیانند کو ہوئی۔ انہوں نے بسوامتر جی سے مودبانہ پوچھا کہ سچ مچ اہلیا کا ادھار ہوگیا۔ اور انہیں پتا گوتم رشی نے آغوش محبت جگہ دے بھی دی۔

بسوامتر جی :- نہ میں آجتک جھوٹ بولا۔ نہ جھوٹ بولنے سے خوش جو جھوٹ بولے اس کا مُنہ سیاہ۔ میں سچ مچ کہتا ہوں کہ اہلیا پھر جیسی کی تیسی ہوگئی اور گوتم رشی نے بڑے شوق سے خلوت وجلوت کا شریک صحبت بنایا۔ اب تم کچھ فکر نہ کرو۔ بگڑی ہوئی بات رامچندر جی نے بنادی۔ ستیانند نے جونہی یہ بات سُنی اچھل پڑے پھولے نہ سمائے۔ سری رامچندر جی کا شکریہ ادا کیا اور دھنباد دے کر بولے کہ اے رامچندر جی۔ جو بسوامتر جی آپ کو یہاں لائے ہیں اُن کے اوصاف آپ کو معلوم نہ ہوں گے لہذا میرا فرض ہے کہ آپ کے گوش گذار کردوں۔

جن بسوامتر جی کو آپ رشی کے بانے میں دیکھ رہے ہیں۔ وہ اس سے پہلے بڑے بیتجسوی راجہ تھے راج نیت ان پر ختم تھی۔ دھرم شاستر کو ان کے معلومات اور لیاقت پر ناز تھا۔ رعیت پروری کے ڈنکے بجتے تھے۔ اِن کے خاندانی شرف کا کیا پوچھنا۔ برہما جی کے فرزند کوس تھے۔ کوس کے لخت جگر کوس نابھ ہوئے۔ راجہ گادھ کو کوس نابھ کے نورِ نظر کہلانے کا شرف حاصل ہوا۔ آخر میں راجہ گادھ کے کلیجے کو انہیں مہاراج سری بسوامتر جی نے ٹھنڈا کیا چنانچہ خاندان میں ان کا سا باقبال ان کا سا صاحب جاہ وجلال آج تک کوئی دوسرا نہیں ہوا ان کے اقبال لازوال کا کیا کہنا ہزار ہا سال تک راج کیا۔

جب آفتاب اقبال نصف النہار پر پہنچا۔ یعنی بعدئے زمین پر بھی یہ نظر آنے لگے تو ایک اتفاق پیش آیا۔ یعنی سری بسوامتر جی فوج ظفر موج لے کر دنیا کے اس چھور سے اس چھور تک گئے چاروں کھونٹ میں اپنے آفتاب اقبال کی روشنی پھیلا کر خوش خوش تمام رشیوں منیوں تپسویوں کے درشن ندیوں پہاڑوں کی سیر کرتے ہوئے وہاں پہنچے۔ جہاں بششٹ جی تپسیا کرتے تھے۔ یہ مقام جوان پر بنا تھا۔ یہاں انسان حیوان چرند پرند میں۔ نام کو مغائرت دوئی نہ تھی۔ سب شیر وشکر

کی طرح رہتے تھے۔ ہزاروں برہمن ہزاروں برہمنیاں اس استھان متبرک پر زندگی کا مزا لوٹتی تھیں بہت سے راج رشی برہمہ رشی دیو رشی سب یہیں جنم سپھل کرتے تھے:

مذہبی کتب کے رو سے برہمہ رشی اُسے کہتے ہیں جس کو صرف گیان سے مطلب ہے۔ اور کسی بات سے کچھ واسطہ نہ ہو۔ دیو رشی اُس اہل ریاضت سے مراد ہے جو کرم کانڈ کا بھی عالم ہو اور گیان کا بھی عالم باعمل ہو ورنہ سب اکارتھ ستیانند برہمچاری کہہ کر پھر بولے۔ کہ

سری لسبوامتر جی دنیا کا چکر کاٹتے ہوئے اتفاقاً سری بششٹ جی کے استھان پر وارد ہوئے۔ فوج کو پیچھے چھوڑ دیا۔ دو چار خاص الخاص مشیروں کے ساتھ بششٹ جی کے قدمبوس ہوئے۔ وہاں دیکھا تو بششٹ جی کی خدمت میں تپوبن کے رشیوں منیوں کی ایک بھیڑ لگی ہوئی تھی۔ یہ سب رشی منی ایسے عزیز ہے تپکلیان نہ تھے۔ کوئی جل سیبی (پانی میں رہنے والا) تھا۔ کوئی پون اہاری۔ (ہوا پھانک کر پران قائم رکھنے والا) کچھ جنگل کے سوکھے ساکھے پتے ہی کھا کر جیتے تھے۔ کچھ کندمول پھل کھا کر یہ رشیوں منیوں کی منڈلی وہ تھی جس کو دیکھ کر بس یہی معلوم ہوتا تھا۔ کہ برہمہ لوک اگر کوئی ہے تو یہیں ہے اور کہیں نہیں:

سرگ۔ ۵۲

سیتانند راجہ جنک کے پروہت کی زبانی سری لسبوامتر جی کی سرگذشت بششٹ جی کے یہاں دعوت کا انتظام

جس وقت سری لسبوامتر جی بششٹ جی کے استھان پر آئے تو انہوں نے راج پاٹ سب کی ایک ایک کر کے خیر و عافیت پوچھی۔ دوست دشمن ہوا خواہ بدخواہ کوئی پوچھنے سے نہ بچا۔ لسبوامتر جی نے جواب میں سب خیر صلاح سنائی۔ اور اُن کی مزاج پرسی کرنے لگے۔ بششٹ جی نے بڑے تعظیمی الفاظ سے اُن سے بات چیت کی۔ اور چرنوں کی فیض و برکت کا شکریہ ادا کیا۔ جب مزاج مزاج پرسی سے چھٹی ہوئی۔ تو بششٹ جی نے فرمایا کہ

راجہ لسبوامتر۔ آپ بڑے ناتھ ہیں۔ دنیا آپ کے ظل عاطفت میں ہے۔ میں ایک ناچیز بن باسی ہوں مگر خواہش ہے کہ آج آپ یہیں فروکش رہیے۔ آرام کیجئے۔ جو کچھ کندمول پھل مجھے میسر ہیں اُس سے بھوک مٹائیے آپ کا خالی واپس جانا میرے نزدیک بالکل نامناسب ہے۔

لسبوامتر:- آپ کی کرپا سے کسی بات کی کمی نہیں آپ ہی کا دیا کھاتا ہوں۔ پھر تکلیف کی کیا بات ہے:

لشسٹ جی :۔ آپ کا یہ انکسار آپ کی خاکساری کی دلیل ہے۔ میں کسی لائق نہیں۔ اسی سے چاہتا ہوں۔ کہ آپ راجہ مہاراجہ ہو کر آج جنگل کے پھلوں کا مزہ چکھیں۔

راجہ بسوامتر :۔ آپ کی اتنی ہی عنایت کافی ہے۔ کہ آپ نے اس قدر عزت افزائی فرمائی۔ آپ کے محبت بھرے الفاظ سے ہی تو میں میری تمام فوج تک تمام دنیا کی نعمتوں سے سیر ہو گئی بس اب تکلیف فضول۔ مگر ہاں آپ درشنوں کی لاج رکھئے اور وقتاً فوقتاً نیک نصیحتوں اور باموقع ہدایتوں سے مجھے آگاہ فرماتے رہیئے بس میری دعوت یہی ہے۔

لشسٹ جی :۔ مہاراج بسوامتر جی آپ گیانی ہیں اس لئے دو ایک پتے کی کہتا ہوں معاف رکھنا۔ آپ کو معلوم ہے کہ سری لشن جی کی استریاں دو ہیں ایک مہالکشمی دوسری سرسوتی ان دونوں سے مہالکشمی تو آپ ایسے راجاؤں کے قابو میں رہتی ہے اور سرسوتی ہم ایسے رشیوں کے بس میں۔ یونہی راجہ لوگ پرتھوی کی حفاظت کرتے ہیں۔ اور تپسوی دھرم کی۔ راجہ لوگ فوج ظفر موج سے دشمنوں کا قلعہ فتح کرتے ہیں اور اہل ریاضت معتقدوں اور مریدوں کے خیالات محل کو اپنے وعظ و نصائح سے بہشت بنایا کرتے ہیں۔ بس نہ آپ مجھ سے کسی طرح بڑھ کے نہ آپ سے بال برابر کم دونو کا نیا تلا مرتبہ ہے اسلئے کوئی وجہ نہیں کہ آپ میری دعوت قبول نہ فرمائیں۔

لشسٹ جی نے ایسا اصرار کیا کہ آخر بسوامتر جی کو دعوت قبول کرنا پڑی۔ اور ضیافت کے منتظر ہوئے۔ ادھر قبول دعوت پر لشسٹ جی کو انتظام ضیافت کی سوجھی۔ چنانچہ انہوں نے کامدھین کو یاد کیا۔ گئو یاد کرتے ہی سامنے آ کھڑی ہوئی۔ اس کا رنگ کچھ لال۔ کچھ زرد۔ کچھ سفید کچھ سانولا تھا۔ دیوتا لوگ اسے سبلا اور نندنی کے نام سے پکارتے ہیں جونہی یہ لشسٹ جی کی خدمت میں حاضر ہوئی لشسٹ جی نے فرمایا کہ بسوامتر معہ فوج ظفر موج اتفاق سے یہاں آ گئے ہیں۔ آج یہیں قیام کریں گے پس خیمہ ڈیرہ سب تیار کرو۔ اور کھانے میں وہ عمدہ عمدہ کھانے ہوں کہ راجہ بسوامتر ہونٹ چاٹتا رہ جائے باقی جس چیز کی ضرورت ہو وہ سب یہیں موجود ہو جانا لازم ہے۔

سرگ ۵۳

لشسٹ جی کے یہاں راجہ بسوامتر کی معہ فوج دعوت کامدھین کی برکت سے ہمہ نعمتوں کی موجودگی بسوامتر کی حیرت گئو کے لئے درخواست لشسٹ جی کا انکار باہمی حجت

بشسنٹ جی کے کہنے کی دیر تھی کہ نندنی کامدھین نے سارا سازو سامان ٹھیک ٹھاک کر دیا۔ کہیں شادیانے کھڑے ہو گئے کہیں نمگیرے فرش و فروش کسی کی کمی نہ رہی۔ چھپن بھوگ ایکدم سے ڈھیر ہو گئے میوہ مٹھائی کا انبار لگ گیا گنے کا رس دودھ دہی گھی کا دریا بہنے لگا۔ کھیر دال۔ چاول۔ زعفران۔ بادام۔ تل۔ ملھیانے وغیرہ نئے ہوئے گرما گرم موجود ہو گئے۔ وہ نفیس نفیس شیریں نمکین چاشنی دار کھانے بنے کہ راجہ بسوامتر نے کبھی خواب میں نہ دیکھے تھے۔ دعوت کی وہ عالیشان تیاری کہ شاہنشاہوں کو نصیب نہیں ہو سکتی۔ اب دعوت شروع ہوئی۔ راجہ بسوامتر مع فوج کثیر مہمان ضیافت ہوئے۔ جو شخص جو کوئی چیز مانگتا ڈھیروں بہم ہو جاتی۔ دیر نہ لگتی۔ راجہ بسوامتر کے ہوش اڑ گئے کہ یہ معاملہ کیا ہے۔ ہم راجے مہاراجے وہ سامان نہیں کر سکتے جو ایک کُٹی میں رہنے والے نے آن واحد میں کر دکھایا! اتنی بڑی دعوت چٹکی بجانے ایسے ایسے عمدہ پکوان پل مارتے ضرور اس گئو میں کوئی غیبی طاقت ہے۔ چنانچہ اس کا آئینہ لینا لازم ہے تا ضرورت کے ان کے منہ میں پانی بھر آیا کہ بشسنٹ جی سے درخواست ہی کر بیٹھے کہ یہ گئو مجھے دے دیجیے اور اس کے بدلے سو دو سو جتنی چاہیے گائیں لے لیجیے۔ یہ گائے آپ کے یہاں بیکار ہے۔ ہم لوگوں کے پاس رہنا چاہیے۔ یہ رتن ہے۔ رتن سے تپسویوں کو کام نہیں۔ راجہ کا فرض ہے کہ جہاں کہیں کسی رتن کا پتہ پائے میل ملاپ سے لڑائی جھگڑے سے زبردستی اور جبر سے اُسے قابو میں کر لے۔ چنانچہ میں بالفعل گذارش کرتا ہوں۔ اگر گذارش قبول نہ ہوئی۔ تو اختیار ہے مجھے اپنی طاقت شاہی سے کام لینا پڑے گا۔

بشسنٹ جی :۔ راجن یوں تو سب جان و مال آپ کی نذر ہے۔ مگر آپ سو دو سو کیا اگر سو کروڑ گائیں بھی نذر کریں۔ اشرفیوں کے ڈھیر لگا دیں۔ جواہرات سے پاٹ دیں تب بھی اس گئو کو نہ دوں چاہے جو کچھ ہو جائے یہ گئو مجھے برہما جی نے دی ہے۔ اور اس کا جان کے ساتھ رکھنا میرا دھرم ہے۔ آپ راجہ ہیں آپ کو اپنی بات کا کیسا پاس ہے۔ جان جائے اور بات نہ جائے ایسی طرح اس گئو کو سمجھو۔ اگر یہ میرے پاس سے گئی۔ تو زندگی اکارت ہے یہی گئو ہے جس کی بدولت میں دیو کرم پتر کرم سب کچھ کر لیتا ہوں۔ نیتہ کرم روزانہ فرائض یگیہ وغیرہ سب یہی کرا دیتی ہے۔ پیٹ کی آگ آپ جانتے ہیں راجہ ہو راؤ ہو رنک ہو سب کو اپندھن دکھاتی اگر یہ اپندھن نہ ہو تو کہاں کا راج پاٹ اور کہاں کا تپ جپ چنانچہ میری بھوک پیاس کا بھی انتظام کر دیتی ہے مجھے دم بھر کی بھی تکلیف ہونے نہیں پاتی۔ میں اسی گائے کا دودھ پی کر جپ تپ کرتا زندگی کے دن کاٹتا اسی کو دیکھ کر جیتا ہوں اس لئے آپ معاف رکھیں میں اپنی گئو کو جدا نہیں کر سکتا خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو؀

بشسٹ جی یونہی انکار کرتے رہے اور راجہ بسوامتر اصرار مگر بشسٹ ایک نہ مانتے تھے حتے کہ بسوامتر جی نے کہا کہ مہاراج چودہ ہزار ہاتھی لے لو۔ سب کے سب سونے چاندی کے زیوروں سے لدے ہوں گے لاکھوں روپے کی جھولیں بدن پر ہوں گی۔ دانتوں پر جواہرات جڑوا دونگا۔ اگر اس پر بھی نیت سیر نہ ہو ۶۵ ہزار رتھ حاضر کر دوں گا۔ چودہ ہزار بادرفتار گھوڑے بندھوا دوں گا اور سو کروڑ گائیوں سے جنگل کو گائیوں کا جنگل بنا دوں۔ اگر اس میں بھی حیلہ وحجت ہو تو اور جو کچھ فرمائیے وہ حاضر ہو جائے مگر گائے لئے بغیر نہ رہوں گا۔

بشسٹ جی متواتر گفتگو کرتے کرتے ہار گئے۔ آخر میں انہوں نے دوٹوک کہہ دیا کہ بس بحث ختم قطع کلام۔ دنیا ادھر کی ادھر ہو جائے میں گئو نہ دونگا۔ آپ کا جو دل چاہے کیجئے یہ گئو میری جس جیون ادھار (سرمایہ زندگی) ہے بزرگوں کا شرادھ پوجا نماشی کا ہوم۔ صرف اسی کے دودھ گھی پر منحصر ہے۔ اس کے علاوہ جس وقت مجھے جس چیز کی خواہش ہوتی ہے۔ اس گئو کی بدولت مجھے یہیں بیٹھے بیٹھے ہاتھ آجاتی ہے نہ کہیں لینے جانا نہ ٹکے کا خرچ۔ آپ کو آپ کی دولت مبارک اگر آپ نے مال خزانے دے دیئے تو وہ میرے کس کام کا مہاتماؤں سادھوؤں ابھیاگتوں کی خاطر تواضع چار دن میں سب صفایا کر دیگی پھر میں کیا کرونگا اس لئے آپ گئو کو بخشئے مجھ پر رحم کیجئے میں گئو کو نہیں دے سکتا اور جو مانگئے بے تکلف حاضر کر سکتا ہوں ؛

سرگ ۔ ۵۴

بشسٹ جی کا نندنی کامدھین دینے کے لئے قطعی انکار راجہ بسوامتر کا عتاب۔ کامدھین پر زبردستی دست برد۔ کامدھین کی بشسٹ جی سے فریاد۔ بشسٹ جی اور کامدھین کی گفتگو آخر کامدھین اور بسوامتر کی جنگ

ستیانند جو یہ سخن سبھی دکھا رہے ہیں۔ کہ بسوامتر جی نے لاکھ زور دیا مگر بشسٹ جی نے ایک نہ مانی صاف جواب دیدیا کہ گئو کسی طرح نہیں مل سکتی۔ بسوامتر بشسٹ جی کے یوں تنکا توڑ دینے سے آگ بگولا ہو گئے۔ حرارت کے جوش میں فوج کو حکم دیدیا کہ کھول کر گئو کو دیکھوں تو کون نہیں لے جانے دیتا۔ حکم کی دیر تھی۔ اہل فوج ٹوٹ پڑے اور گئو کو زبردستی کھینچ لے چلے۔ گئو یہ کھینچ کھانچ دیکھ کر سخت گھبرائی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے زبان سے دل پر اثر کرنے والی دردناک چیخیں نکلیں وہ اپنے دل میں سوچتی تھی کہ میں نے کیا خطا کی۔ کہ بشسٹ جی ایسے مہاتما اور واقف اسرار غیب

میرے دل کی بات نہ سمجھ کر مجھے قدموں سے جدا کر رہے ہیں۔ مانا کہ مجھ سے کوئی خطا بھی ہو گئی تھی۔ تو کیا فرض تھا کہ یہ سزا دیتے حتی الامکان میں نے کوئی قصور نہیں کیا۔ اچھا ذرا دو دو باتیں تو کرلوں۔ پھر ان کو اختیار رہے چاہے قصائی کے کھونٹے میں باندھ دیں۔ نندنی کامدھین کو سخت رنج تھا۔ لسوامتر کے اہل فوج کی دراز دستیاں اس کے دل میں نشتر چبھو رہی تھیں۔ آخر یہ جان پہ کھیل گئی رسی توڑا کر بھاگی تو سیدھی بششٹ جی کے پاس پہنچی۔ ڈھاہیں مارتی ہانپتی کانپتی بولی کہ

کیا یہی قول یہی عہد یہی وعدہ تھا۔ آپ برمہاجی کے فرزند میں برمھ لوک کی گؤ اور برمہاجی کی بیٹی۔ کچھ یاد ہے۔ کہ برمہاجی نے کیا کہہ دیا تھا۔ جس وقت آپ مجھے لائے ہیں انہوں نے ہدایت کی تھی کہ اچھی طرح خاطر داشت اور پرورش کرنا نندنی آپ ہی کے یہاں رہے دوسرے کے پاس نہ جانے پائے کیا آپ اتنی جلدی سب باتیں بھول گئے۔ اور مجھ غریب بیکس گؤ کو سیح بیح بے اعتنائی سے تلانجلی دے بیٹھے جونہی رونے دھونے کی آواز کان میں آئی۔ دردناک فریاد نے بششٹ جی کو چونکا دیا۔ سمجھے کہ جیسے سسرال میں جاتے وقت لڑکی روتی ہے اسی طرح نندنی بھی گریہ و زاری کر رہی ہے لڑکی کو روتے دیکھ کر ماں باپ بھائی بندھی رو پڑتے ہیں۔ ضبط نہیں ہوتا چنانچہ بششٹ جی کی بھی وہی حالت ہو گئی۔ ان کی آنکھوں سے بھی آنسو نکلنے لگے اور محبت کے جوش نے یہ الفاظ زبان سے نکلوا دیئے کہ

نندنی۔ خطا قصور کوئی نہیں نہ میری خواہش ہے کہ تم ایک پل مجھ سے جدا ہو میں تم کو نہیں چھوڑتا یہ راجہ لسوامتر کی شاہی طاقت کا غرور ہے جس نے تمہیں زبردستی گھسیٹ لے جانے کی ٹھانی ہے راجہ لسوامتر کے پاس لاکھوں فوج ہے میں اکیلا تن تنہا بیک بینی و دوگوش۔ اکیلا چنا بھاڑ نہیں پھوڑ سکتا اس سے کان دبائے بیٹھا ہوں۔ کچھ بس نہیں اگر میرے پاس بھی فوج ہوتی تو یہ نوبت کاہے کو آتی۔

نندنی کامدھین :- یہ تو آپ کی باتیں ہیں۔ آپ کی سی طاقت لسوامتر میں کہاں اس کے پاس فوج ہے تو کیا آپ کی ایک ترچھی نظر لاکھ پہ بھاری ہے ذرا غصہ سے سراپ دے دیجئے۔ تو کروڑ بہادر پل مارتے ڈھیر ہو جائیں۔

بششٹ جی :- تمہارا کہنا صحیح مگر کچھ معلوم ہے کرشن ستر کیا لکھتا ہے اس کا قول ہے کہ راجوں کا بڑا برتاب ہوتا ہے یہ لوگ فخر کائنات ہوتے ہیں دنیا کی روزی اہل زمانہ کی حفاظت انہیں کی ذات بابرکات سے وابستہ ہے۔ راجہ نہ ہوں تو دنیا میں اندھیر گردی چوپٹ راج نظر آئے۔ ہر جگہ من مانی گھر جاتی ہو۔ زبردست زیردستوں کو دبائیں۔ بڑے چھوٹوں کو نیچا دکھائیں

چوروں کی عملداری ہو۔ ڈاکوؤں کی گرم بازاری خاص و عام کی دلآزاری جزو کل کی تواری ہو۔ ہر فرد و بشر ستمگاری سے عاری ہو۔ ہائے آہ وزاری ہو۔ غرض ہر دم مصیبت میں گرفتاری ہو۔ دشواری ہی دشواری ہو۔ راجہ کبھی پرمیشور کہلاتا ہے اس سے دینا ہی مناسب ہے اس کی ایذا رسانی واجب نہیں۔ سراپ تو جب کہو دے دوں۔ مگر راجہ کو سراپ دینے سے گویا دنیا اندھیری کرنا ہے۔ راجہ کا رواں بھی میلا ہو تو سمجھ لو کہ لاکھوں خلقت پر مصیبت نازل ہوئی۔ راجہ تو پھونک مارتے خاک سیاہ ہو سکتا ہے مگر رعیت کو دُکھ ہوا تو پاپ کس کے سر۔ اس سے میں سراپ نہیں دیتا کہ خود بھی پاپ کا بھاگی ہونگا یہی نہیں بلکہ ایک اور بات بھی ہے جس سے مجھے کان میں تیل ڈالے رہنا پڑا ہے شنو شاستر کی ہدایت ہے کہ مہمان کی کبھی دل شکنی یا بے عزتی نہ کرنا چاہیئے۔ جس کی پہلے عزت کی اس کی سُبکی کی تو سمجھ لو کہ سب کیا دھرا اکارت اور پاپ گھاتے میں اس کو بھی جاتے دو۔ شاستر ایک نصیحت اور کرتا ہے یعنی برہمن ہی کے مارنے سے برہم جی ہتیا نہیں ہوتی بلکہ چھتری کا مارنا بھی اس سے رتی بھر کم نہیں اگر میں راجہ بسوامتر کا رواں دکھاؤں میرے سراپ سے ان کا بال بینکا ہو جائے تو سمجھ لو کہ ان کی رعایا ان کی فوج ان کے ہاتھی گھوڑوں وغیرہ کی کیا حالت ہوگی وہ جیتے جی مر جائیں گے ان کا کون پرسان حال ہوگا اس سے جہاں تک میں خیال کرتا ہوں راجہ بسوامتر معافی کے قابل ہیں۔ راج ہٹ ان کے لئے قدرتی ہے۔ اس پر زیادہ عتاب بے سود لشسٹ جی کی یہ بھولی بھالی باتیں سُنکر نندنی کامدھین کو جوش آیا کہ واہ موم جس دل کو سمجھتے ہو وہ پتھر نکلا۔

خوب انصاف کیا چڑیا جی سے گئی راجہ نے سواد بھی نہ جانا۔ خوب قدردانی ہوئی۔
اس پر طرہ یہ کہ راجہ بے قصور میں بے قصور قصوروار۔ وہ تیز زلپ ہو کر بولی کہ

مہاراج جی خوب اچھا آپ نے انصاف کیا۔ ظالم راجہ کی گوشمالی نہ کرنا آپ کے بید شاستر میں لکھا ہو آج میں نے دیکھا پھر کیا ہے راجے مہاراجے آپ کی چشم پوشی اور وید شاستروں کے اقوال کو مد نظر رکھ کر جتنا جی چاہے جور و ظلم کریں۔ کوئی پوچھنے والا نہیں۔ جو زیادتیاں کریں آتماؤں گوسائیں ان سب کے آپ جوابدہ سب کے ادھرموں کا بوجھ آپ کے سر پر بس یہ سمجھ لیجئے اور پھر مجھ کو اجازت دیجئے۔ چاہے مروں یا جیوں۔

لشسٹ جی:- نندنی جی تمہاری بات بھی ٹھیک مگر میں معذور ہوں۔ مجھ کو معاف رکھو تمہیں بھی تو سب طاقت ہے کیا کچھ نہیں کر سکتیں۔

نندنی:- میں تو پربس بندہ ہوں۔ آپ کے اشارے کے بغیر کبھی تنکا ہلایا ہو تو قسم لے لیجئے اسی سبب سے اب تک نگاہ دیکھ رہی ہوں ورنہ سب کا کچومر نکال کر رکھ دیتی۔ اب بھی ایک اشارے کا انتظار ہے پھر دیکھئے کیا مزہ آتا ہے۔ میں بھی کچھ دبڑو گھسڑ نہیں۔

بششٹ جی :- تمہیں اختیار ہے تم جو چاہو کر سکتی ہو۔ مگر اس معاملے میں چپ ہی رہنا چاہتا ہوں یہ سنکر نندنی کامدھین بادل کی طرح گرجی آواز کے ساتھ ہی ملکش نمودار ہوگئے۔ اور تلواریں تول کر بسوامتر جی کی فوج کے سر ہو گئے۔ پل کی پل میں دیکھتے دیکھتے بسوامتر کی بہت سی فوج زمین پر سو گئی۔ کوئی سورما جیتا نہ بچا اب تو بسوامتر جی کے غصے کا کیا ٹھکانہ تھا۔ بجلی کی طرح تڑپ گئے۔ استر شستر لے کر جو جھٹ کئے تو نندنی کے پیدا کئے ہوئے سب ملکش ایک دم سے ندارد میدان بالکل صاف۔ نندنی یہ دیکھ کر چونکی۔ اور جوں ہی سنگ ملیچھ پیدا کر دیئے یہ بڑے ڈنڈپیل اچھے ہاتھ پاؤں کے جوان تھے۔ ایک ہاتھ میں دھنش بان ایک ہاتھ میں تلوار۔ پیتامبر زیب تن۔ بہادروں کے لباس اور ہتھیاروں سے آراستہ و پیراستہ انہوں نے آتے ہی تلوار گھمیٹی اور بسوامتر کی فوج کو نوکدم کھگا دیا۔ بسوامتر فن جنگ میں بے نظیر تھے۔ انہوں نے ہتھیار اُٹھائے تو خوب ہی خون خرابہ ہوا۔ بس ہوا ہے کہ کامدھین کی ساری فوج کھیرے ککڑی کی طرح کٹ کر زمین پر بچھ گئی ؛

سرگ ۔ ۵۵

بسوامتر جی کے بہادران لشکر اور سو بیٹوں کی نندنی کامدھین کے ہاتھ سے موت بسوامتر جی کی تپسیا۔ شیوجی کی توجہ سے شستر ودیا میں مہارت کامل بششٹ جی سے عوض لینے کے لئے اظہار طاقت۔ بششٹ جی کا عتاب

بششٹ جی اب تک سیر دیکھتے رہے۔ کچھ نہ بولے مگر جب ملکشوں کی فوج کٹ گئی اور بسوامتر جی کے جیسے تیز ہو گئے۔ تو انہوں نے کامدھین سے کہا کہ چھوٹے چھوٹے ملکشوں کے پیدا کرنے سے کام نہ بنے گا۔ لوہے کو لوہے ہی سے کچلتے ہیں۔ بس اب کے ایسے طاقتور ایسے زبردست ملکشوں کا مل میدان میں کھڑا کر دے جو بسوامتر کی فوج اور بسوامتر کو تلوار پر رکھ لے نیزوں سے سب کے سر اڑا دے۔ نندنی حکم کی منتظر تھی۔ جونہی "ہوں" کی روئیں روئیں سے ملکش پیدا ہو کر بسوامتر کے لشکر میں پل پڑے۔ مار دھاڑ ہونے لگی۔ میدان میں خون ہی خون نظر آنے لگا۔ کشتوں کے پشتے بندھ گئے۔ کوئی سپاہی جیتا نہ بچا۔ یہ خون خرابہ اور شکست فاش دیکھ کر بسوامتر کے سو بیٹے غصے سے آگ بگولہ لال لال انگارہ ہو کر دانت کٹکٹاتے آنکھیں نکالتے

بشنشٹ جی کے پاس پہنچے اور جونہی دل کا غبار نکالنے کے لئے ہتھیار اٹھائے پہلے بشنشٹ جی نے اپنی جگہ بیٹھے بیٹھے ہوں کردی۔ سب کے سب سوا ہا ہو گئے اور پھر سانس نہ لے سکے۔

اب تو لسوامتر جی کا حال ہی کچھ اور کا اور ہو گیا۔ ساری فوج کٹ گئی۔ سو بیٹوں نے داغ دیا۔ غصہ تو ان کو کالے ناگ کی طرح تھا۔ مگر کرتے تو کیا کرتے۔ زہر کے دانت اکھڑ چکے تھے اب تو چہرے کی اکڑ اور دل کی مایوسی نے انہیں گہنا ہوا آفتاب بنا دیا۔ بیٹوں کے رنج میں آنکھوں سے ساون بھادوں کی سی جھڑی لگ گئی۔ ایک ہاتھ میں سر پکڑے ایک ہاتھ میں کلیجہ تھامے سرد آہیں بھرتے گھر پہنچے۔ ساری بانی کچائی نکل گئی۔ جب گھر پہنچے تو عجب سناٹا نظر آیا۔ دنیا سونی معلوم ہونے لگی۔ بس راج پاٹ سے جی اُچاٹ ہو گیا۔ جپ تپ کی دھن سمائی۔ ایک لڑکا بچ رہا تھا۔ اُسے راج سونپا اور خود رانی کو ساتھ لئے ہوئے ہمالہ پربت پر چل دیئے۔ بشنشٹ جی سے دل جل رہا تھا۔ بدلہ لینے کے لئے تلووں سے لگی تھی۔ ایسا جپ تپ کیا کہ شیوجی نے تھوڑے ہی دنوں میں خوشی خوشی درشن دے دیئے۔ تپ میں مصروف تھے۔ کہ شیوجی نے سامنے آکر کہا۔

لسوامتر اتنا بھاری تپ کیوں ایسی تپسیا سے غرض جو دل میں ہو کہو۔

لسوامتر:- بس اور کچھ نہیں ایسی ششتر ودیا سکھا دیجئے کہ جواب نہ ہو۔ شیوجی نے درخواست منظور کی اور چند دنوں میں ایسی ششتر ودیا سکھا دی۔ کہ بس لسوامتر جی ہیچو ما دیگرے نہیت بن گئے کسی کو نظر میں نہ لاتے تھے۔ دماغ عرش پر ہو گیا۔ اب کیا تھا بشنشٹ جی سے کسر نکالنے کی دھن سمائی استر ششتر لے کر بشنشٹ جی کے استھان پر پہنچے اور ہتھیاروں سے تپوبن پاٹنا شروع کر دیا۔ جونہی ششتر چلے ہر طرف آگ برس گئی۔ شعلے ہی شعلے نظر آنے لگے۔ اور دل کا کیا ذکر بشنشٹ جی کی کٹی میں بھی انگارے ہی انگارے سلگتے دکھائی دیتے تھے۔ جتنے رشی منی تپ کرتے تھے۔ یہ آگ کا طوفان دیکھ کر جان لئے ہوئے بھاگے۔ جس کا جدھر سینگ سمایا چلتا ہوا۔ چرند دم دبا کر چلدیئے پرندوں میں کوئی کانی چڑیا باقی نہ رہی۔ آدمی کا سایہ کیا تپوبن میں صرف دو جانیں رہ گئیں ایک بشنشٹ جی دوسری نندنی کا دھین۔ لسوامتر جی آگ برساتے تھے اور بشنشٹ جی نصیحت آمیز الفاظ سے آگ پر پانی ڈالتے تھے۔ مگر لسوامتر جی کی آتش غضب نہ بجھتی تھی۔ شرارت کا شعلہ اللہ بھڑکتا تھا۔

جب بشنشٹ جی نے دیکھا کہ جلے دل کے پھپھولے پھوڑنے پر اوتا رو ہے ایک نہیں سنتا تو بس آنکھیں دہکتا ہوا انگارہ ہو گئیں۔ چہرے سے غصے کے شعلے ٹپکنے لگے۔ انگاروں پھلوٹ کر آگ بگولا ہو گئے۔ اور لال بھبھوکا ہو کر بولے۔

او مہاپاپی مہادشٹ تو نے سب تپسویوں کو تپوبن سے نکالا۔ تجھ کو دشمنی مجھ سے تھی

جو کچھ کرتا میرے ساتھ کرنا ممکن تھا کہ میں معاف بھی کر دیتا۔ مگر نہیں اب تو نے رشیوں کا کلیجہ کلپایا ہے دکھ دیا ہے تپسیا میں ہرج ڈالا۔ دل جلایا بس اب بغیر سر دیئے چارہ نہیں اچھا لو ؛

یہ کہہ کر انہوں نے جمراج کی طرح سپھر کا دل کر کے برمھ ڈنڈ ہاتھ میں لے لیا اور کہا لے بچ اب خیریت نہیں ؛

سرگ ۵۶

بششٹ جی کے برمھ ڈنڈ سے بسوامتر جی کی فاش شکست چھتری طاقت سے نفرت برمھ بل حاصل کرنے کیلئے پر تپسیا یعنی عزم بالجزم ؟

جونہی برمھ ڈنڈ بششٹ جی کے ہاتھ سے نکلا لال انگارے کی طرح دھکتا بجلی کی طرح چمکتا سیدھا نشانے کی طرف چلا۔ بسوامتر خم ٹھونکے مقابلے کو کھڑے ہی تھے انہوں نے اگنی بان سر کیا بششٹ جی سے بولے کہ

بڑا چھتری بنتا ہے۔ تو پیٹھ دکھانے کی سند نہیں۔ جہاں تک بس چلے زور دکھالے دیکھ میں بھی کسطرح نہیں ڈھیر کئے دیتا ہوں ذرا مزہ دیکھو۔

بششٹ جی اتنا کہہ پائے تھے۔ کہ بسوامتر جی کا اگنی بان برمھ ڈنڈ میں غائب۔ وہ اس طرح ٹھنڈا ہو کر رہ گیا جس طرح سمندر میں کنوڑے دہکتے ہوئے انگارے۔

اگن بان سے ہاتھ دھو کر بسوامتر جی نے برن بان رودر بان وغیرہ سب سے اہم ششتر چلائے مگر سب برمھ ڈنڈ میں داخل۔ اب تو بسوامتر جی کے غصے کا شعلہ ایسا بھڑکا کہ آپے سے نکل گئے چہرہ تمتما گیا آگ ہو کر برمھ ششتر چلا بیٹھے۔ برمھ ششتر کے چلتے ہی دیوتا اور گندھرب تھرا اٹھے کہ بس اب بششٹ جی کی خیر نہیں ایک دم میں دم فناہ ہو جائیگا۔ مگر نہیں یہ خوف بے بنیاد تھا بششٹ جی نے خود اُسی برمھ منتر پڑھ کر اسمتر کو بھی برمھ ڈنڈ میں لین (غائب) کر لیا۔ ادھر برمھ ڈنڈ کی ذاتی مشعل فشانی ادھر بسوامتر کے استروں ششتروں کے وصل سے دوتا نہ دم اس پر جوش غضب غضب میں بششٹ جی کے روئیں روئیں سے آگ کی لپٹیں سورج کی کرنوں کی طرح شرر فشاں نہ مرے رشی کانپ اٹھے کہ بس پرلے ہو نو زیادہ دیر نہیں۔ بششٹ جی کا یہ غصہ مہادیو جی کی ماتھے والی آنکھ کا کام کر دیکھا انہوں نے بششٹ جی کی خدمت میں عرض کی کہ مہاراج کیا پرلے کرنا منظور ہے اب تھمایئے کیجئے۔ بششٹ جی نہیں آپ لوگ پرلے سے نہ گھبرائیں۔ بسوامتر جی کو دکھانا ہے کہ چھتری بل کیا چیز ہے اور برمھ بل کیا۔

لسوامتر ساری طاقت خرچ کر چکے۔ کل استر شستر خالی جاتا کیا معنی ہاتھ سے بھی چلے گئے۔ تھکائی ایسی ہوئی۔ کہ دم پھول گیا۔ سانس سینے میں نہ سمانی تھی۔ ہاتھ شل ہو گئے بازوؤں میں جان نہ رہی۔ دل میں اپنے اوپر سخت لعنت ملامت کی۔ خیال آیا کہ چھتریوں کا زور بازو اور سیج پرتاپ کچھ نہیں۔ میں نے مفت اتنی عمر استر شستروں کی ودیا سیکھنے میں برباد کی۔ اب سب پر تین حرف ایک برہم ڈنڈ کے آگے۔ برہم استر تک کی کچھ نہ چلی۔ آج سے چھتری طاقت پر دھتکار بات ہے کہ برہم بل حاصل کرو۔ ورنہ زندگی اکارتھ۔ اگر بل سے نام نہ پیدا کیا۔ تو اسے لسوامتر زندگی پر تف ؛

سرگ ۵۷

لسوامتر کی مکرر تپسیا۔ راجہ ترسنکو والئے اجودھیا کا ذکر بزبان ستیا نند کی زبانی

لسوامتر جی ایسی شکست فاش سے سخت شرمندہ ہوئے۔ اپنے سائے کو بھی منہ دکھایا نہ جاتا تھا۔ آئینے کے سامنے نظر نہ اٹھتی تھی۔ وہ دل میں ہاری مانے ہوئے گھر پر آئے پر تکیا کر چکے تھے چنانچہ انہوں نے اندریاں لس میں کیں۔ اور رانی کو لئے ہوئے بن کی طرف چلے پڑے۔ شاہی نعمتوں پر لات ماری صرف کند مول پھل پر کفایت کی۔ رانی ساتھ تھی اس لئے تین فرزند دلبند بھی حاصل ہوئے ایک دیرگھ نیتر۔ دوسرا مدھو کند۔ تیسرا مدھو چھند۔ لسوامتر جی نے ایک ہزار سال تک لگاتار جان توڑ کر تپسیا کی اور ایسے سچے دل سے جپ تپ کرتے رہے کہ برہما جی کو درشن دینا پڑا۔ وہ بنفس نفیس تشریف لائے اور فرمایا کہ

سب راجوں کو تم نے نیچا دکھایا۔ بس اب تم کو راج رشی کی پدوی مبارک۔

اس بردان سے لسوامتر جی کو دل ہی میں افسوس ہوا کہ وہ نو دن چلے اڑھائی کوس برہما جی سے کچھ راجہ نے سوا دنہ پایا۔ یہاں جان بان جاتی رہی واں ناز معشوقانہ تھا۔

میں نے ہزار برس تک مرمر کے جان ہوم کے تپ کیا اور پھر بھی راج رشی مجھے یہ پدوی نا منظور جب تک برہم رشی نہ ہو جاؤں کا جان رہے یا نہ رہے تپسیا نہ چھوٹے گی۔ بلا سے چاہے محنت اکارتھ جائے۔

بات کے دھنی تھے۔ ہمت میں استقلال تھا۔ اسی وقت پھر تپسیا میں جٹ گئے۔ ستیا نند یہاں پہ قطع کلام کر کے دوسری طرف رد ئے سخن کرتے ہیں۔ کہ اے سری رامچندر جی میں آپ کو ایک واقعہ سناتا ہوں۔ گوش دل سے سنیئے یہ سلسلہ سخن آخر میں مل جائیگا۔ گو ظاہرا جملہ معترضہ معلوم

ہوگا۔

آپ کی راجدھانی اجودھیا میں ایک بڑے ہی دھرماتما راجہ گذرے ہیں۔ جن کا نام ترسنکو تھا انہوں نے اندریاں قابو میں کر لی تھیں۔ نفس امارہ ہر وقت کان دبائے رہتا تھا۔ مجال کیا کہ خواہشات نفسانی سر اٹھا سکیں۔ ہوتے ہوتے ان کو اسی چولے سے بیکنٹھ جانے کی دھن بندھی ایک جگیہ کا سر انجام کر دیا۔ ارادہ مستقل تھا۔ عزم بالجزم چنانچہ بششٹ جی کے پاس پہنچے اور درخواست کی کہ

مہاراج آپ کے بھروسے پر جگیہ کیا ہے۔ ایسے سماپت کر کے مجھے جسم خاکی ہی سے سرگ لوک پہنچا دیجئے۔

بششٹ جی :- آپ کا یہ خیال خام ہے۔ بھلا قالب عنصری سے بھی کوئی سرگ لوک میں جا سکتا ہے۔

راجہ ترسنکو اس دوٹوک جواب سے نا امید ہو گئے ان کی آس ٹوٹ گئی۔ وہ مایوسی کو کلیجے سے لگائے ہوئے اس پہاڑ پر پہنچے۔ جہاں بششٹ جی کے سو بیٹے ریاضت میں مصروف تھے۔ سر مونہہ لٹکائے آنکھیں نیچی کئے گڑگڑاتے ان کے پاس گئے۔ ڈنڈوت کی۔ قدموں پر سر جھکایا۔ اور دست بستہ التماس کی کہ آپ سب اکشواک بنس کے پروہت ہیں۔ آپ ہی پر ہمارے دنیا و دین کے معاملات کا انحصار ہے۔ بششٹ جی کی خدمت میں بھی گیا تھا۔ مگر انہوں نے التفات نہ کیا مجھے مایوس پھیرا اب آپ سب کی سیوا میں حاضر ہوا ہوں کہ آپ جگیہ میں پورن آہوتی دلا کر مجھے اسی چولے سے سرگ لوک پہنچا دیجئے۔ بس اتنی ہی خواہش اتنی ہی آرزو ہے آپ سب کرپا کریں۔

سرگ ۵۸

راجہ ترسنکو کو بششٹ جی کے فرزندوں کی بد دعا۔ راجہ کی سخت مایوسی۔ آخر بسوامتر جی سے مدد کی درخواست

راجہ ترسنکو کی درخواست سنتے ہی بششٹ جی کے فرزندوں کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ انہوں نے طیش میں فرمایا کہ او ترسنکو تو بڑا نالائق ہے۔ اکشواک بنس کے تمام راجوں کے گرو ہمارے پتا بششٹ جی سب ان کی نظر میں چلنا سعادت سمجھتے تھے۔ تم ایسے ناخلف ہوئے کہ ان کی بات پر عمل نہ کیا اور ان کے ہوتے دوسروں کو گرو اور پروہت بنانے چلے۔ دھر کال ہے خبردار جواب یہاں پھر نہ آؤ سامنے سے ہٹ جاؤ اسی میں خیریت ہے راجہ ترسنکو پہلے

بششٹ جی ہی کی بے التفاتی سے دل شکستہ تھے۔ اُن کے بیٹوں کا عتاب دیکھ کر ان کو اور سخت رنج ہُوا انہوں نے تاؤ کھا کر صاف الفاظ میں کہہ دیا کہ اب تک میں اور گھر دیکھنا نہیں چاہتا تھا۔ جب بششٹ جی نے ایسے مہاتما ہو کر مجھ کو دھتکار بتا دی تو آپ لوگوں کے پاس آیا آپ نے بھی دوت دھک کی۔ تو میرا بھی ایشور مالک ہے۔ تو سہی دوسرا گرو تلاش کر کے اس سے جگیہ کو سپھل کراؤں۔

تم نہیں اور سہی اور نہیں اور سہی

آپ لوگوں ہی میں کچھ سرخاب کے پر نہیں لگے۔ کمالات آپ ہی کے بانٹے نہیں پڑے ہیں دیکھ لیجئے گا کہ کیسے جگیہ کو سماپت کراتا ہوں تو سہی۔ آپ سب منہ لے کر رہ جائیں۔

راجہ کے یہ پُرجوش الفاظ بششٹ جی کے بیٹوں کے کلیجے میں زہر بجھے ہوئے تیر کا کام کر گئے۔ ان کو ایک ایک لفظ نشتر سے زیادہ دلخراش معلوم ہُوا۔ دل پر سخت چوٹ لگی۔ غصہ رو کے سے نہ رکا۔ آؤ دیکھا نہ تاؤ جوش میں سراپ دے دیا کہ جا بے چنڈال ہو جا۔

سراپ دے کر سب منی کمار پھر تپسیا میں جٹ گئے۔ یہاں بددعا نے اثر دکھا دیا۔ تو راجہ ترسنکو کے چہرے پر نور ہی نور برستا تھا۔ یا اب صورت ہی اور ہو گئی۔ چنڈالوں کی سی شکل بگلے کے پروں سے زیادہ سفید ملبوس نیلے پڑ گئے۔ تمام طلائی زیوروں نے لوہے کا جامہ پہن لیا صورت پر ایسی چھوت برسنے لگی کہ سب وزیر و مشیر گھنا کر ساتھ چھوڑ گئے۔ اب تو راجہ کو بڑا ہی دکھ ہُوا۔ ان کو سب طرف سے مایوسی ہی مایوسی نظر آنے لگی۔ دل کو سخت رنج ہوا اور اس رنج کی حالت میں خیر خواہوں۔ نمک پروروں۔ عزیزوں۔ رفیقوں سب سے نا اُمید ہو کر سیدھے بسوامتر کے پاس پہنچے۔ بسوامتر جی تپسیا میں جٹے ہوئے تھے۔ جونہی راجہ کو آتے دیکھا ان کو افسوس ہوا کہ راجہ ترسنکو اور کہاں چنڈال کا روپ اس کی وجہ غرض صورت دیکھی تو ان کو رحم آگیا بڑے آدر بھاؤ (تعظیم تکریم) سے پاس بلایا۔

جب سے راجہ ترسنکو پہنچے۔ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اور زبان سے یہ سنائی دیئے۔

مہاراج بششٹ جی نے میرا سارا کھیل بگاڑ دیا۔ کیا دھرا سب اکارت کر دیا۔ یہاں بھی خیریت تھی۔ مگر ان کے بیٹوں نے تو بس غضب ہی ڈھایا۔ سراپ دے کر چنڈال بنا دیا۔ میں بہت عاجزی کی مگر غریب کی سنتا کون ہے۔ جب سب طرف سے مایوسی ہو لی۔ تو تقدیر آپ کے چرنوں میں لائی۔ کیونکہ اب آپ کے سوا کوئی دستگیر نہیں۔ مہاراج جی میں نے کوئی کرم بن دل نہیں کیا کبھی جھوٹ نہیں بولا جب بولا تب سچ۔ ہر وقت منہ میں سونے ڈالے رہا جانتا ہی نہیں

لغویات کیسے کہتے ہیں۔ آپ کے اقبال سے جگیہ بھی کئے۔ شاستر میں پوری طرح عمل کیا۔ ستیابا کی بھی خوب خاطر داشت کی کوئی کام دھرم کے خلاف ہوا ہو تو گنہگار۔ مگر اس پر بھی بششٹ جی نے ایک کچھ آدمی سے بھی زیادہ نرادر کیا اس کے لڑکوں کی پناہ میں گیا۔ تو وہ اُن سے بھی بڑھے چڑھے نکلے جھٹ ہیلے سراپ دیدیا۔ میں ان پر بھی الزام نہیں لگاتا۔ قصور قسمت کا ہے۔ جو لکھی بدی ہے۔ وہی ہوتی ہے۔ مگر چونکہ میں بے قصور ہوں۔ بششٹ جی اور ان کے بیٹوں نے بے سمجھے سوچے مجھے اس حالت پر پہنچایا ہے۔ اس لئے آپ کی پناہ میں آیا ہوں اب صرف آپ ہی کا بھروسہ ہے۔ اگر میری قسمت میں چنڈال کی جون ہی بدھی ہے سرگ جانا لکھا نہیں تو مجبوری ہے اگر کچھ گنجائش ہے۔ تو آپ کرپا کر کے میرا جگیہ پورا کرا دیجئے۔ آپ کے ہوتے میں کیوں مایوس رہوں۔

سرگ ۵۹

بسوامتر جی کی نظر عنایت۔ راجہ ترسنکو کی دستگیری۔ بششٹ جی کے سو بیٹوں کو بسوامتر جی کی بددعا اور بددعا کا تیر بہدف اثر

راجہ ترسنکو کی فریاد موثر الفاظ میں تھی۔ اس نے بششٹ جی کی پرانی عداوت کا خیال بھی تازہ کر دیا۔ درخواست سنتے ہی کچھ رحم سے کچھ بششٹ جی کی مخالفت سے بولے کہ راجہ گھبراؤ نہیں میں تمہارا طرفدار ہوں۔ اچھے اچھے رشی کامل سے کامل مہاتما تمہارے مکان میں آکر جگیہ میں شریک ہوں۔ میں سب باتوں کا ذمہ لیتا ہوں مانا کہ بششٹ جی کے بیٹوں نے تمہیں چنڈال بنا دیا ہے۔ مگر کچھ پرواہ نہیں۔ تب میرا نام بسوامتر جب اسی چنڈال شریر سے سرگ لوک میں پہنچا دوں۔ تم اطمینان رکھو۔ اور اپنا جگیہ سماپت سمجھو۔

راجہ سے یہ فرما کر بسوامتر جی اپنے بیٹوں سے مخاطب ہوئے ان سے فرمایا کہ مجھے راجہ ترسنکو کا جگیہ کرانا ہے جاؤ سب ساز و سامان ٹھیک کر دو۔ جتنے رشی منی بڑے بڑے تپسوی جوگی جتی ہیں سب کو میری طرف سے بلانا۔ مگر بششٹ جی کو یہ معاملہ معلوم نہ ہونے پائے۔ ہمارے ان کے بگاڑ سے فائدہ کیا۔ کہ بیٹھے بٹھائے ہوتا ہوا فتنہ پھر جاگے۔ جو رشی لوگ راضی خوشی آئیں ان کو خاطر تواضع سے لانا جبری کریں بُرا بھلا کہیں۔ ان کا نام گنوا تا پھر دیکھا جائیگا۔ بسوامتر جی کے فرزند مطیع و فرمان پذیر تھے اسی وقت دوڑ پڑے۔ تپوبنوں میں جہاں کہیں رشیوں منیوں کو پیغام دیا۔ اور پھر سدھیاں بھریں پھرتے پھرتے گھومتے گھومتے بششٹ جی کے فرزندوں کا تپ آشرم میں بھی گذر ہو گیا۔ وہاں ایک مہودی رشی بھی تپ کرتے تھے جو ہی اُن سے جگیہ کا ذکر

ہئوا لفٹننٹ جی کے فرزند جامے سے باہر ہو گئے۔ جھلا کر بولے کہ بسوامتر چھتری ہے وہ کیا جگیہ کرا سکتا ہے۔ یہ کام برہمنوں کے ہیں۔ دوسرے چنڈال کے جگیہ میں کوئی برہمن جائیگا کیوں؟ جائیگا تو کھائے گا کیسے؟ اب رہ گیا اکیلا دشٹ بسوامتر وہ کیا راجہ ترسنکو کو عاقبت میں چراغ دکھائے گا۔ اکیلا چنا بھاڑ پھوڑے ناممکن بسوامتر کے بیٹے ان باتوں کو خاموشی سے سُنکر استھان پر واپس آئے۔ سارا کچا چٹھا سنایا جونہی لفٹننٹ جی کے بیٹوں کی بات چلی بسوامتر جی کو سخت غصہ آیا۔ انہوں نے فرمایا۔ کہ لفٹننٹ جی کے بیٹوں کا یہ منہ میں ایسا تپسوی جگیہ کرانے کا ادھکاری نہیں تو اور کون ہوگا۔ بیوقوف راجہ ترسنکو کو چنڈال کس منہ سے کہتے ہیں۔ واہ واہ ایک راجہ سب راجوں میں سر لفٹننٹ اس میں گھن کیسے لگے ہیں۔ بے سعادت خود ہی شراپ دیں اور خود ہی چنڈال کہیں اچھا تو اب نتیجہ بھی بھگتیں۔ جیسی کرنی ویسی بھرنی۔ کرنی خویش آمدنی پیش۔ لو میں سراپ دیتا ہوں۔ کہ لفٹننٹ جی کے سارے بیٹے موت کے منہ میں جائیں۔ سات سو برس تک چنڈال کی جون میں بھگتیں دانہ پانی کچھ نہ ملے ہاں پیٹ پالنے کو کچھ مل جائے تو کتے کا گوشت باقی اور عیش و آرام ندارد اب رہ گیا مہودی رشی اس نے بھی شرارت کی ہے ناحق الزام لگائے ہیں۔ بس یہ بھی سوا ہاتھ اگلے جنم میں نکھاد۔ جانیں ہلاک کرے ظلم و ستم پیشہ ہو اور اسی سبب سے پاپ راشی سے پربت ہو کر دکھ دے۔ مدتوں تک تکلیف سے نجات نہ پائے۔

بسوامتر جی کے چہرے پر اس وقت عجیب ہی جلال تھا۔ اگر کوئی سامنے ہوتا۔ تو غصہ بھری آنکھوں سے جل جاتا بس انتہا ہے کہ زبان سے بد دعا نکلتے ہی لفٹننٹ جی کے ستو کے ستو بیٹے جسم عنصری چھوڑ گئے مہودی رشی کا بھی چولا غائب ادھر بسوامتر جی نے بھی ہونٹوں پہ مہر خاموشی لگا لی۔ دل کا غبار اتنی ہی باتوں سے نکال کر چپ ہو گئے۔

سرگ۔ ۶۰

راجہ ترسنکو پہ بسوامتر جی کی نظر عنایت جگیہ کا سر انجام۔ راجہ کی سرگ میں رسائی راجہ اندر کا عتاب بسوامتر جی کے فیض کمالات سے دوسرے سرگ کی تیاری اور راجہ ترسنکو کا دائمی قیام

بسوامتر جی زبان دینے کو تو دے گئے اب ان کو خیال ہوا کہ میری تپسیا کا کیا حال ہے۔ اس میں کچھ کمی رہ گئی ہو تو مفت میں بات ہی جائے۔ وہ دھیان میں مگن ہو گئے۔

روشن ضمیری کی طاقتوں سے کام لیا تو معلوم ہوا کہ دو لفظوں نے مہودی رشی کو ناش کر دیا۔ اور وششٹ جی کے سو کے سو بیٹے نذر اجل ہو گئے۔ اب تو بسوامتر جی کا مزاج عرش پر تھا۔ سمجھے کہ محنت ٹھکانے لگی۔ کیا دھرا سپھل ہوا جو اُن کی طاقتوں کو اس وقت تک نہ سمجھے تھے۔ اُن کی بھی آنکھیں کھل گئیں۔ سب کی بلی بلی کانپ گئی۔ کہ اخ آہ بسوامتر جی کی تپسیا کا یہ زور۔ دو لفظوں میں یہ تاثیر۔ غصے کا یہ حال رشیوں کی بھی کور دب گئی۔ دبی بلی بنے ہوئے میاؤں میاؤں کرنے لگے جو بسوامتر کہہ دیں وہ ٹھیک کسی کی مجال نہ ہوئی کہ چون و چرا کرے۔ سب تپسوی آ آ کر بڑی خوشی سے آنسوؤں پر جم گئے اور وید شاستر کے اصولوں کی پابندی کے ساتھ جگیہ کرا کے بسوامتر جی کا ہاتھ بٹایا۔ جگیہ ختم ہونے پر بسوامتر نے دیوتاؤں کو آواہن کرنا شروع کیا مگر انہوں نے صاف کہہ دیا کہ چنڈال کے جگیہ کا بھاگ (حصہ) قبول نہیں ہو سکتا۔ دیوتاؤں کے اس انکار سے بسوامتر جی کی آنکھوں سے خون اُتر آیا۔ دانت کٹکٹانے لگے راجہ ترسنکو کا دل ٹوٹ گیا کہ ہائے

قسمت کو دیکھئے کہ کہاں ٹوٹی ہے کمند ‏— دو چار ہاتھ جب کہ لب بام رہ گئے

راجہ کی مایوسی دیکھ کر بسوامتر جی نے ڈھارس دی کہ آپ گھبرائیے نہیں میں جس بات کے لئے چھاتی ٹھونک چکا۔ وہ ہو اور ضرور ہو بلا سے منتر کی طاقتیں زائل ہو گئیں تو سہی تپسیا کے زور سے میں آپ کو سرگ میں پہنچا کر رہوں۔

یہ کہہ کر بسوامتر جی نے سنکلپ پڑھنا شروع کیا۔ اور عمر بھر کے ثواب۔ دان پن اور جپ تپ کے پھل راجہ اندر کے نذر کر دیئے۔ جونہی سنکلپ پڑھا گیا۔ فوراً ہی راجہ ترسنکو سرگ لوک کو رواز ہو گئے۔ اندر نے راجہ کو آتے دیکھا تو پکارے کہ چنڈال کا سرگ میں کیا کام۔ گرو اور گرو کے بیٹوں کی عدول حکمی اور نافرمانبرداری کرنے والے کا یہاں گذر کہاں۔ یہ کہہ کر انہوں نے دھکا دیا۔ تو راجہ داو یلا کرتے بسوامتر جی کی دہائی دیتے اوپر سے نیچے گرنے لگے۔ بسوامتر نے یہ حال دیکھا تو چہرہ تمتما گیا۔ آنکھیں لال پیلی ہونے لگیں جوش غضب میں باآواز بلند کہا:۔

راجہ بس وہیں رک جا۔ دیوتا لوگ اور اندر شرارت پر آمادہ ہیں سرگ میں رہنے دینا منظور نہیں تو کیا مضائقہ میں ابھی دوسرا سرگ بنا کر آپ ہی کو وہاں کا ٹکٹ دیتا ہوں۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ سرگ بن گیا اور راجہ کو وہاں کے اندر کی پدوی مل گئی۔ دیوتاؤں نے یہ رنگ دیکھی تو ہوش اڑ گئے۔ جو اس جانے رہے کہ جب سرگ تیار ہو گیا۔ تو بسوامتر دیوتا بھی ضرور پیدا کریں گے اور پھر جگیہ کا بھاگ ملنے میں بادھا ہو گی۔ اس سے سب مل کر برہما جی کو لئے ہوئے بسوامتر جی کے پاس آئے۔ منت و سماجت کرنے لگے۔ اب غصہ کیوں آپ کا پرن پورا ہو چکا۔ راجہ ترسنکو چنڈالی جسم سے سرگ لوک میں ہو آئے۔ آپ نے یہ کب کہا تھا۔ کہ سرگ لوک میں رہا کریں۔ پس اب جوش غضب

بیکار ہے۔ آپ کی بات رہ چکی۔

لسوامترجی:- اگر میرا بنایا ہوا سرگ قائم رہے میرے بنائے ہوئے گرہ نچھتر تارے قیام دنیا تک صحیح سلامت رہیں اور سب کچھ راجہ ترسنکو کی پرکرما کرتے ہیں اس کے علاوہ اگر موجودہ عالم ایجاد تباہ و برباد ہو جاوے اور پھر انتظام آفرینش ہو تو راجہ ترسنکو ہی اندر رہوں۔ تب تو میں آپ کا کہنا مانوں ورنہ ساری سرشٹی پیدا کرکے چھوڑوں گا۔

دیوتاؤں نے شرط منظور کی۔ لسوامترجی نے جگیہ موقوف کر دیا۔ اور راجہ ترسنکو لسوامتر کے بنائے ہوئے سرگ میں امن سے رہنے لگے۔

سرگ ۶۱

لسوامترجی کی اور رشیوں کیساتھ جیشٹھ بھکر میں تشریف بری۔ راجہ امبریک کے جگیہ کی سرگذشت ستیانند کی زبانی مختلف واقعات

لسوامترجی جب اپنی پرتگیا پوری کر چکے تو رشیوں منیوں سے فرمایا کہ اب یہ جگہ ہماری تپسیا کے قابل نہیں۔ راجہ ترسنکو کی وجہ سے اس کی اگلی عظمت مٹ گئی۔ ہمارے عمر بھر کے جپ تپ کی کمائی بھی ہاتھ سے جاتی رہی۔ پس اب چلو وہاں تپسیا کریں جہاں راجہ ستالا تپ کرتے تھے۔ وہ جگہ بہت ہی مقدس ہے۔ وہاں کی تپسیا کا پھل بھی بہت ہے رشیوں نے کہنا مان لیا۔ اور سب کے سب جیشٹھ بھکر پر جا کی تپسیا میں ہمہ تن مصروف ہو گئے۔

ستیانند مہری رامچندرجی سے اسی سلسلے میں سخن پرداز ہیں۔ کہ زمانہ سابق میں راجہ امبریک نے جگیہ کیا۔ جب جگیہ کی آخری آہوتی دی گئی۔ تو پشو کے بلیدان کی نوبت آئی۔ مگر پشو کو دیکھتے ہیں تو جگیہ سے غائب کہیں پتہ نہ لگا۔ وہ پشو راجہ اندر نظر بچا کر لے اڑے تھے۔ غرض یہ تھی کہ جگیہ کی کارروائی ادھوری رہ جائے۔ یہاں جب بلیدان کا پشو نہ ملا۔ تو رشی منی برہمن اور پنڈت راجہ سے بولے کہ پشو کا یوں دیکھتے دیکھتے غائب ہو جانا خالی از علت نہیں معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے کسی پاپ نے اس کے پر لگا دیئے۔ سنا گیا ہے کہ آپ کی عملداری میں رعایا آرام سے نہیں رہتی۔ آپ شاستر کی ہدایتوں پر کاربند رہ کر فی الواقعی رعیت پروری نہیں کرتے۔

راجہ امبریک:- شاید ایسا ہی ہو۔ مگر حتے الامکان میں رعایا پروری سے دریغ نہیں کرتا۔ تاہم جگیہ کی کامیابی منظور ہے آپ فرمائیے کہ اس کا پرائشچت اور جگیہ کے انجام کی بھی کوئی صورت ہے۔

رشی:- ہاں دھرم شاستر میں سب کچھ ہے۔ شاستر کالا مصنفان شاستر ہدایت فرماتے

ہیں کہ اگر جگیہ کے بلیدان کا جانور کھو جائے اور تلاش سے نہ ملے تو برہمن کا بلیدان کیا جائے ورنہ جگیہ ناتمام رہیگا اور ثواب کے بدلے الٹا عذاب رہے گا۔

راجہ امبریک کو جگیہ کی کارروائی کا خیال سمایا ہوا تھا۔ وہ اسی وقت چل کھڑے ہوئے ساری دنیا کی خاک چھان ماری۔ سوئی کی طرح قربانی کے جانور کو ڈھونڈا مگر پتہ نہ لگا جب پشو کی تلاش سے مایوسی ہو گئی تب انہیں برہمن کے لڑکے کی فکر پڑی۔ ایک سرے سے دوسرے سرے تک یہ پکارتے ہوئے گھومے کہ کوئی برہمن ایک ہزار گائیں لے لے اور بلیدان کے لئے اپنا بیٹا دیدے۔ راجہ نے چاروں طرف پھر پھرا کر ٹانگیں توڑیں مگر کسی نے کچھ جواب نہ دیا۔ کوئی برہمن کا لڑکا بلیدان کے لئے ہاتھ نہ آیا اب انہوں نے پھر دنیا کا چکر لگایا اور آوازہ لگاتے پھرے کہ لاکھ گائیں دینے کو تیار ہوں کوئی برہمن اپنا بیٹا دیکر میرا جگیہ سپھل کرا دے ہر جگہ صدائے برنخاست آخر پاؤں توڑتے توڑتے بھرنگ تونگ پربت پر جا پہنچے۔ وہاں رچیک رشی تپسیا میں مشغول و سرگرم تھے۔ چہرے پر تپوبل سے وہ تیج تھا کہ آنکھ نہ ٹھہرتی تھی۔ راجہ امبریک وہاں ٹھٹھک گئے رشی سے گڑگڑا کر التماس کی کہ

مہاراج! ایشور نے آپ کو بہت سے بیٹے عطا کئے ہیں ایک بیٹا مجھے عنایت کیجئے اور سو گائیں بدلے میں لے لیجئے میں ساری دنیا میں پھر آیا۔ سارا جہان چھان مارا مگر کسی برہمن نے اپنا بیٹا نہ دیا۔ مجھ پر جو مصیبت نازل ہے کیا عرض کروں۔

رشی نے دل میں سوچا کہ اچھا کیا مضائقہ ہے۔ ایک بیٹا دے دو یہ بھی کیا کہیگا کہ انکار نہ کیا۔ چنانچہ انہوں نے کہا کہ بڑے کو تو نہ دوں گا اور جو چاہو لے لو۔ حاضر ہے۔

رشی جی کی استری نے جو اس سوال کی خبر سنی تو وہ بول اٹھی کہ چاہے جو کچھ ہو میں اپنے چھوٹے لڑکے کو کسی طرح نہ دوں گی۔

رشی جی کے تین بیٹے تھے۔ ان میں سے بڑے کے ساتھ رشی نے محبت ظاہر کی۔ چھوٹے کیواسطے رشی پتنی کی ممتا بھڑ بھڑائی۔ اب رہ گیا صرف منجھلا لڑکا۔ وہ یہ باتیں سن رہا تھا۔ اس نے سمجھ لیا کہ باپ ماں کی مرضی میرے ہی بلیدان کی ہے۔ چنانچہ سنشیپ اٹھ کھڑا ہوا۔ اور راجہ امبریک سے بولا مہاراج گائیں میرے ماتا پتا کی نذر کیجئے میں چلنے کو حاضر ہوں۔ راجہ نے کئی ہزار گائیں رشی کی خدمت میں پیش کیں۔ سنشیپ ماں باپ کو ڈنڈوت کر کے راجہ کے ساتھ ہو لیا۔ راجہ کا رتھ چلا تو ہوا ہو گیا۔

سرگ ۔ ۶۲

راجہ امبریک کے جگیہ کی کامیابی کیلئے سنشیپ رشی کمار کی بلیدان کی

ضرورت سے روانگی لسبوا منترجی سے ملاقات لسبوا منترجی کی سنتشیپ پر نظر عنایت اپنے تینوں بیٹوں پر قہر سخت ان کی موت جگیہ کی کامیابی سنتشیپ کی بلیدان سے جانبری

راجہ امبریک وہاں سے مارو مار چلے رکتے ہوا سے باتیں کرتا ہوا جا رہا تھا۔ کہ دوپہر ہو گئی اس وقت تک نت نیم نہ کیا تھا۔ لہذا ایک مقام پر ٹھہر گئے اور اشنان کر کے پوجا پاٹ میں مشغول ہو گئے سنتشیپ نے یہ وقت فرصت غنیمت جانا اس نے سوچا کہ لسبوا منترماموں بھی کہیں تپسیا کر رہے ہیں۔ تب تک میں انہی کے درشن کر لوں۔ کیا عجب کہ وہ کوئی ایسی تدبیر کریں۔ کہ میرے پرانوں کے مالکتے بھی نہ جائے اور راجہ امبریک کا جگیہ بھی کامیابی کے ساتھ انجام پذیر ہو۔

یہ سوچکر وہ چل کھڑا ہوا۔ ایک جگہ دیکھا تو لسبوا منترجی جپ تپ میں جان و دل سے مصروف تھے جوہنی اس نے مقدس صورت دیکھی۔ آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے۔ اور جاتے ہی گود میں لیٹ کے یوں آہ و زاری شروع کی۔ کہ گو آپ ماموں ہیں۔ مگر میں آپکو اپنیور کے طور جان کر آیا ہوں۔ آپ ہی میں میری جان بچانے کی قدرت ہے میری حفاظت میں آپ کو نہ کسی سے لڑائی جھگڑائی کی ضرورت ہے نہ بددعا دینے کی صرف اتنا چاہتا ہوں کہ راجہ امبریک کا جگیہ سماپت ہونے کی کوئی تدبیر بتا دیں۔ اور بس ورنہ میری جان مفت جائیگی۔ زمین و آسمان میں میرا کوئی دستگیر نہیں اب میں بے سرپرست ہوں بے پناہ ہوں۔ بچاؤ کی صورت ہے تو فقط آپ کی ذات ہے۔ جان تک نوبت آنے سے بڑھ کر اور کیا مصیبت ہو گی بس نظر رحم کا امیدوار ہوں۔ آج سے آپ ہی کو پتا سمجھونگا۔ آپ کے بیٹوں سے زیادہ فرمانبرداری کروں گا مگر کسی طرح جان بچایئے اور راجہ کا جگیہ پورا کر دیجئے۔

لسبوا منترجی کے دل پر اثر ہوا۔ انہوں نے اپنے تینوں بیٹوں کو یاد کیا۔ وہ حاضر ہوئے۔ تو انہوں نے فرمایا۔

پیارو۔ آنکھ کے تارو۔ سنتشیپ میری پناہ میں آیا ہے۔ جان بچانے کی فکر اسے تمہارے یہاں تک کھینچ لائی۔ اگر میں پناہ میں آنے والے کی دستگیری نہ کروں۔ تو نرک رکھا ہوا ہے۔ اس لئے اس کی جان بچانا فرض ہو گئی ہے تم میں سے سب کو قدرت حاصل ہے کہ اس کا بال بیکا نہ ہونے دو اور مجھے بھی نرک جانے سے بچا لو۔ دیکھو تم لوگ پتر ہو۔ پتر وہ ہے جو اپنے باپ اور خاندان کو نرک سے بچا کر تار دے۔ چنانچہ دیکھو۔ پُ کے معنی ہیں نرک اور تر سے مراد ہے تارنا یعنی نرک سے تارنے والا۔ اگر پتر کل پر وار اور بزرگوں کو نہ تارے تو وہ پتر نہیں موتر (پیشاب) ہے بمصداق

جاہی پیڑے موت ہے واہی پیڑے پوت

رام بھجے سو لوٹت ہے نہیں موت کا موت

پس واجب ہے کہ اس کی جان بچالو۔ مجھے بھی نرک سے نجات بخشو۔ راجہ کا بھی کام سدھ کرو اور تم بھی اپنی عاقبت بناؤ۔ اس کے لئے تدبیر یہ ہے کہ پشو بن کر جگیہ میں جاؤ اور سب کام بنا دو۔ جس وقت دیوتا تمہارا مانس کھائیں گے۔ بہت ہی خوش ہوں گے اور تمہارا جش بھی یاد رہیگا۔ آمیرا حکم مانو۔ پتا کا حکم ماننا بھی بڑا دھرم ہے۔

لسوامتر جی کا یہ کلام سنکر ان کے تینوں فرزند ہنسے کہ واہ کیا محبت پدری ہے آفرین! اوروں عزیزوں کے بیٹوں کی جان بچانا اور اپنے کلیجے کے ٹکڑوں کو آگ میں جھونکنا آپ کا ایسا خون سفید ہو تو ہو مگر ہم ایسی سعادتمندی سے باز آئے۔ جس کی بدولت بلا واسطہ خواہ مخواہ اپنا خون ناحق ہو لسوامتر جی اس جواب سے سخت برانگیختہ ہوئے۔ بولے اے ناخلفو! شاستر میں لکھا ہے کہ اطاعت پسند اور فرمانبردار بیٹے دو طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک وہ کہ پتا کا حکم پا کر اپنی عقل سے سوچ بچار کر کے تعمیل کردیں۔ دوسرے وہ کہ کچھ سوچے نہ بچار کرے۔ حکم پاتے ہی اس کام کو پتا کی مرضی کے موافق کردے۔ تم لوگ ایسے ناخلف ہو کہ نہ کچھ سوچا نہ سمجھا۔ نہ اونچ نیچ سمجھی نہ کچھ عقل سے کام لیا۔ پٹ سے جواب دیکر بھپر سا کھینچ مارا۔ تم ایسے بیٹوں سے کیا فائدہ۔ بچے بے اولاد رہنا اس سے ہزار درجہ اچھا۔ بس جاؤ۔ پھل بھوگو جسطرح بششٹ جی کے بیٹے نشٹ ہوئے ہیں اسی طرح تمہاری بھی مٹی خراب ہو۔ ہزار برس تک چنڈال کی جون میں مرو جب اس سے نجات ہو نرک میں مدتوں تک رہنا پڑے۔

لسوامتر جی کی زبان سے یہ قہر انگیز الفاظ نکلنے کی دیر تھی۔ کہ تینوں بیٹے وہیں جل کر راکھ ہو گئے خاک کے ڈھیر کے سوا کچھ نہ رہا۔

یہ واقعہ بلاخیز وسانحہ حشر انگیز جو دیکھا۔ تو سنشیپ کی بوٹی بوٹی کانپ گئی۔ کہ اف او! لسوامتر جی کا یہ جلال قہر و عتاب کی یہ آتش فشانی۔ اس کو لسوامتر کے بیٹوں کی اس موت اور عذاب سے سخت صدمہ ہوا۔ مگر چارہ کیا۔

بیٹوں سے چھٹی پاکر لسوامتر جی سنشیپ کی طرف مخاطب ہوئے۔ دو منتر سکھائے ایک اندر دوسرا آپ نکھد۔ پھر ہدایت کی کہ جس وقت بلیدان کے لئے تمہیں لوگ لے جائیں۔ تو یہ دو منتر پڑھ دینا۔ ان کی تاثیر وہ ہوگی کہ اندر خوش خوش خود بول اٹھیگا۔ کہ بس میں سیر میں آسودہ جگیہ سدھ۔

منتر سیکھ کر لسوامتر جی کی ہدایتوں کو گرہ باندھتے ہوئے سنشیپ امبریک کے پاس آیا اور کہا لے چلئے۔ راجا نے خوشی خوشی رتھ پہ چڑھایا۔ رتھ کے گھوڑے اڑے تو جگیہ شالا

ہی میں تھے۔ وہاں پہنچتے ہی سنشیپ کو خوب اچھی طرح نہلایا دھلایا گیا۔ پیتامبر اور پھولوں کے مالے پہنا کر جگیہ والے ہون کنڈ کے پاس لائے اور ایک ستون پہ بلیدان کے لئے باندھ دیا۔

سنشیپ کو بسوامتر جی نے اچھی طرح پٹی پڑھا دی تھی۔ بس اس نے پہلے اگنی دیوتا کا دھیان کیا۔ پھر وہی دو منتر پڑھنا شروع کئے۔ منتروں کا پڑھنا تھا کہ اندر پکار اٹھے۔ راجہ امبریک جگیہ سدھ کامیابی مبارک۔ نذر دینا قبول۔ سنشیپ کے بلیدان کی اب کوئی ضرورت نہیں ؎

سرگ ٦٣

بسوامتر جی کا جیشٹھ پھکر پر گذر مینکا اپسرا کے حسن پر فریفتگی تعلقات۔ حسن و عشق آخر جدائی بسوامتر جی کی از سر نو ریاضت شاقہ برہما رشی کی پدوی سے بے اطمینانی مزید شغل ریاضت دیوتاؤں کی تشویش

راجہ امبریک کا جگیہ سماپت ہو گیا۔ سنشیپ کی جان بچ گئی یہاں بسوامتر جی تپسیا میں ایسے جٹے رہے کہ ہزار برس ختم ہو گئے۔ اور برہما کو درشن دینا پڑا۔ انہوں نے آ کر کہا کہ بسوامتر تمہاری مراد پوری ہوئی محنت سپھل تم نے ایسا تپ کیا کہ رشیوں میں تمہارا مرتبہ افضل ہو گیا

برہما جی کی یہ بات سن کر بسوامتر جی کو پھر افسوس ہوا کہ ہائے اب بھی محنت سپھل نہ ہوئی۔ رشیوں میں افضل بننے سے باز آیا مجھے ایسی پدوی کی خواہش نہیں۔ اب چاہے جان جائے یا رہے جب تک برہم رشی نہ کہلاؤں گا تب تک تپسیا کا پیچھا نہ چھوڑوں گا۔ دل میں پرن کر کے وہ اشنان کے لئے جیشٹھ پھکر پر تشریف لے گئے۔ وہاں پہنچے تو دور ہی نظارہ پیش نظر ہوا۔ مینکا اپسرا سیاہ لباس میں حسن عالم فریب سے گھنگھور گھٹا کی چمکتی ہوئی بجلی بنی ہوئی کھڑی تھی جمال نور افروز حسن گلو سوز میں وہ دلچسپی تھی کہ بسوامتر جی کا دل ہاتھ سے جاتا رہا۔ طبیعت قابو میں نہ رہی بے اختیار ہو کر بول اٹھے۔

اے مشبہ آفتاب و مہ رخ ماہتاب صورت پہ قربان صورت پہ صدقے دل پہ اختیار نہیں تم یہیں ٹہل رہی ہو۔ آ ناتوانوں پہ رحم کر۔ عاشقوں پر ترس کھا۔ میرے استھان پہ کرپا کر احسان ہوگا۔

مینکا اپسرا ادھر یہ چاہتی۔ آخر وہ بھی ان کے ساتھ چلی۔ استھان ہونا تھا کہ ہی مینکا وہاں پہنچی بس کیا تھا۔ جوش اشتیاق اور آتش عشق نے دل کی ہوس نکالنا شروع کی۔

اس شغل میں دس سال گذر گئے اور ابھی ہنوز روز اول اس قدر عرصہ تک تو بسوامترجی کی آنکھوں پر پردے پڑے رہے اس کے بعد آنکھیں کھلیں تو بہت پچھتائے اور سمجھ گئے کہ ساری کرتوت دیوتاؤں کی تھی۔ جو کچھ لیلا ہوئی وہ میری تپسیا کھنڈن کرنے کے لئے یہ خیال ہوتے ہی ان کو بہت پچھتاوا ہوا۔ بدن کانپ گیا۔ الٹی سانس چلنے لگی۔

مینکا نے جو یہ رنگت دیکھی تو اوسان خطا ہو گئے۔ وہ لرز اٹھی کلیجہ تھرا گیا کہ کہیں بسوامترجی کوئی بددعا نہ دے بیٹھیں۔ بسوامترجی مینکا کے قیافہ سے اس کے دل کی بات سمجھ گئے۔ انہوں نے فرمایا کہ تمہارے گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ سارا لیلا دیوتاؤں نے میرے لئے بویا ہے۔ تم بے خوف رہو اور چپ چپاتے بے فکر ہو کر اپنے گھر چلی جاؤ۔ جو کچھ ہو گا میں دیکھ لوں گا۔ مینکا اپسرا کچھ دل میں کانپتی کچھ جدائی سے کراہتی وہاں سے رخصت ہو کر اپنے گھر کو چل دی۔ یہاں بسوامترجی کو خیال ہوا کہ اب یہ جگہ تپسیا کے لائق نہیں رہی۔ کہیں اور تپسیا کرنا چاہئے چنانچہ وہ اتر کی طرف کوشکی ندی کے کنارے جا بیٹھے اور ایسے دڑھ آسن اور استقلال سے تپسیا کی۔ کہ ایک ہزار برس گذرنے پر دیوتاؤں کی پھر روح سلب ہونے لگی چنانچہ انہوں نے بالاتفاق کوشکی ندی کا راستہ لیا۔ بسوامترجی کے پاس آئے اور انہوں نے کہا کہ

مہاراج آپ کی تپسیا مقبول ہو، ہم لوگ نہایت خوشی سے آپ کو مہارشی کے نام سے یاد کریں گے۔

بسوامترجی ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہو گئے اور بولے اے برہما جی اے دیوتاگن میں نے تو کوئی خدمت ایسی نہیں کی جس سے آپ خوش ہوں۔ مگر آپ اپنی زبان سے اظہار خوشی فرماتے ہیں اور واقعی خوش بھی ہیں۔ تو اور کچھ بھی نہیں مانگتا اپنی مہربانی سے مجھے اندری جیت کر دیجئے۔

برہما جی نے کہا یہ تو بڑی کٹھن ہے۔ اندری جیت کہلانے کے ابھی آپ مستحق نہیں۔ صرف مہارشی ہی کی پدوی کافی ہے۔ برہما جی یہ کہہ کر دیوتاؤں کو لئے ہوئے تشریف لے گئے تو بسوامترجی کو پھر بھی ناکامیابی مقصد کا افسوس ہوا۔ مگر مزاج میں استقلال تھا۔ طبیعت میں ہٹ تھی۔ وہ دونوں بازو اٹھا کر تپسیا میں مصروف ہو گئے۔ کھانا پینا سب چھوڑ دیا صرف ہوا پر گزارہ موقوف رکھا کچھ عرصے پنچ اگنی تاپی کچھ مدت تک جل سین سے بسر کی جسم پر طرح طرح کی تکلیفات برداشت کیں آخر کار تپسیا ایسے درجہ کمال کو پہنچائی کہ اندر کانپ اٹھے۔ دل میں تھرتھری پیدا ہوئی کہ کہیں اندر آسن نہ چھن جائے۔ دیوتا بھی ریاضت شاقہ سے گھبرا اٹھے۔ حتٰی کہ سب کو تپسیا میں الجھن ڈالنے کی فکر ہوئی اور انہوں نے ایک رمبھا (اپسرا) کو اس کام کے واسطے یاد فرمایا۔

- - - - - - - - - -

سرگ ۶۴

بسوامتر کا تپ بھنگ کرنے کیلئے راجہ اندر کی حکمت عملی بسوامتر کی آگاہی۔ رمبھا کو بد دُعا۔ غصہ مارنے کیلئے ہمت

رمبھا اندرپوری میں حاضر ہوئی۔ اندر نے کامدیو کو بھی طلب کیا اور کہا کہ بسوامتر کی تپسیا میں بگھن ڈالنے کے لئے کارستانی کرو۔ دیوتاؤں کو اس تپسیا سے کشٹ ہوگا اسی لئے دیو کاج کر کے سب کو فکروں سے نجات دلواؤ۔ کامدیو تو خاموش رہا مگر رمبھا نے کانوں پر ہاتھ رکھ کے کہ مجھ سے یہ کام نہ ہوگا۔ بسوامتر جی ذرا بھی آنکھ ٹیڑھی کر دیں تو پھر میرا کہاں ٹھکانہ ہوگا۔ میں تو کہیں کی نہ رہوں گی۔

اندر:۔ تم اسوقت کہاں ہو۔ بھلا جب ہم لوگ تمہاری مدد پر ہیں تو بسوامتر سراپ بھی دیں تو کیا کر سکتے ہیں۔ میں کوکلا (مرغ خوشنوا) کو بھیجتا ہوں۔ وہ میٹھی میٹھی سریلی بولیوں سے پہلے بسوامتر کو رجھائیگا پھر تم جانا۔ تمہاری موہنی صورت ان کیلئے قابو کریگی۔ ساتھ ہی کامدیو اپنا اثر پہنچائیں گے۔ تو اور بھی ہوش جاتے رہیں گے۔ عقل و ہوش کا کہیں پتہ نہ ہوگا اس طرح ان کی تپسیا میں خلل واقع ہو جائے گا اور تمہاری بڑائی بنے گی۔

اپسرا منظور نہ کرتی تھی مگر مجبوراً ہاں ہوں کر دینا پڑا۔ پہلے اندر نے کوکلا کو بھیجا اس نے وہاں نغمہ سنجی سے دل پر جادو ڈالنا شروع کیا اس کے بعد کامدیو جی پہنچے انہوں نے بھی اپنی کارستانیاں شروع کیں۔ بعدہ اپسرا بارہ بھوشن زیور پہنے سولہوں سنگار کئے ہوئے چھم چھم کرتی اٹھلاتی مٹکاتی سامنے جا کھڑی ہوئی اور سب کے پیچھے اندر بھی وہیں جا پہنچے کوکلا کے رس بھرے بول سنکر بسوامتر جی کا دل کیسی قدر اچاٹ ہوا اس کے بعد ان کو کامدیو کی بھی شرارت معلوم ہوئی اور جب نور کے سانچے میں ڈھلی جواہرات میں جڑی ہوئی اپسرا کو سامنے کھڑے ہوئے دیکھا تو سمجھ گئے کہ یہ سب راجہ اندر کی کرتوت ہے رمبھا سامنے تھی فوراً زبان سے سراپ نکلا تو ایک ہزار برس تک نہ ہل سکے یہیں پڑی جھک مارے بد معاش بہ قید تھی رمبھا وہیں قطب از جا نہ جنبد ہو گئی۔ قدم گڑ کے رہ گئے۔ اب تو اندر اور کامدیو کی سٹی پٹی بھول گئی۔ جی چھوڑ کر وہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے دم بھر بھی کھڑے رہنے کا مقدور نہ پڑا۔

یہاں اس طیش و غضب نے دوسرا ہی رنگ جمایا۔ بسوامتر جی اس فکر میں پریشان ہو گئے کہ ہائے مرے غصے سے ہزار برس کی تپسیا برباد ہو گئی۔ افسوس غصے نے پھر دس صدیوں کی محنت خاک میں ملا دی غصہ سچ مچ بڑی بلا ہے۔ جب تک بدن میں طاقت رہتی ہے تب تک غصے سے جان نہیں چھوٹتی۔ بس آج سے

میں چولا ہی گھلا ڈالوں گا کہ حرارت باقی نہ رہے اس خیال نے اُن کے دل پر ایسا اثر کیا کہ وہ ڈھاڑیں مار کر رو پڑے۔ دل کو سخت رنج ہُوا اب انہوں نے تہیہ کیا در تگیا کی کہ اب ایک ہزار برس تک عمر مارنے کیلئے تپ کرونگا اور جب یہ بھوت مر جائیگا تب برہم رشی کی پدوی کہاں جاتی ہے چنانچہ انہوں نے دل کی شانتی اور کرودھ کے نارش کرنے کیلئے تپشیا کا سنکلپ کر لیا ؛

سرگ ۶۵

بسوامترجی کی بقیہ سرگذشت ستیانند کی زبانی آخر میں سوئمبر کی شرکت کے لئے راجہ جنک کی درخواست

بسوامتر جب غصہ ضبط کرنے کا تہیہ کر چکے تو آنر سے پورب کی طرف چل دیئے انہوں نے پرن کیا پرتگیا کی کہ بس مون رہونگا چپ سادھ لونگا اور منہ سی کر قفل خاموشی لگا کر جپ تپ کرونگا۔ پھر کہاں کا سراپ کہاں کی بد دعا نہ کلمات غضب زبان سے نکلیں گے نہ الفاظ ناملائم ؛

انہوں نے اِس خیال سے منہ کیل کر زبان پر مہر خاموشی لگاتے ہوئے ایسی تپشیا کی کہ اندرجی کو تپ نشٹ کرنے کی سوجھی۔ انہوں نے طرح طرح سے ایذا رسانی کی ریاضت میں خلل ڈالا مگر بسوامترجی کے دل پر میل بھی نہ آیا بالکل پانی رہے غصے کا نام و نشان نہ رہا دہوتے ہوتے ایک ہزار برس کا زمانہ گذر گیا۔

بسوامترجی زمانہ دراز گذرنے پر ایک دن آسن سے اُٹھے اور خیال کیا کہ کچھ کھا پی کر پھر تپشیا میں مصروف ہوں تو بہتر چنانچہ انہوں نے پیٹ کی آگ کے ایندھن کا سامان کیا جونہی بھوجن تیار ہوُا دیکھتے کیا ہیں کہ ایک برہمن گڑگڑا کر کہہ رہا ہے کہ

مہاراج کئی دن سے پیٹ میں دانہ نہیں گیا۔ پیٹ پیٹھ سے لگ رہا ہے بھوک سے جان نکلی جاتی ہے کچھ کھانے کو ملے۔

بسوامترجی نے اس وقت سارا کھانا اس بھوکے برہمن کو دے دیا اور یوں اندرجی نے بہروپ بھر کر ان کو تپشیا سے محروم رکھنا چاہا۔ مگر بسوامترجی نے بھوک پیاس کی کچھ پرواہ نہ کی اور بے آب و دانہ رہ کر پھر جپ تپ میں سرگرم ہو گئے اس حالت گرسنگی و خاموشی میں شری بسوامترجی کی تپشیا کا وہ پرتاب ہوُا کہ پیشانی سے دھواں اُٹھنے لگا۔ چہرے کے جلال نے وہ نور برسایا کہ دیوتا گندھرب دچھ دانو ناگ سب فریفتہ ہو گئے۔ سورج کی روشنی ماند پڑ گئی۔ تینوں لوک تھر تھر کانپنے لگے۔ اب تو اندر اور دیوتاؤں کی سٹی پٹی بھول گئی۔ سوچے کہ کیا کیا جائے بسوامترجی کی طاقتیں بڑھتی جاتی ہیں حرف ہم پر ہاتھ صاف ہوگا۔ اس سے علاج واقعہ پیش از وقوع باید کرد ؛

آخر سب نے یہی ٹھانی کہ بس اور کچھ نہیں۔ وہ تدبیریں کی جائیں کہ کسی طرح بسوامتر جی کو غصہ آئے۔ غصہ آگیا تو بس پالا ہمارے ہاتھ کوئی توڑ کوئی فکر کی بات نہیں۔ سب کی ملی بھگت تھی سب سانٹھ گانٹھ کر کے چلے بسوامتر کے تپوبن میں آئے اور بسوامتر کو ایسا تنگ کیا اور ایسا ستایا کہ دوسرا ہوتا تو تڑ جلنے کیا کرتا۔ مگر بسوامتر جی غصے کو پیئے رہے نہ دل پہ میل آیا نہ ماتھے پر شکن پڑی۔ اشارۃً کنایتاً کسی طرح غیظ و غضب کی کوئی علامت نظر نہ آتی تھی۔

یہ حالت ضبط اور عالم سکوت دیکھ دیوتاؤں کے اوسان خطا ہو گئے ہوش جاتی رہی جب بسوامتر جی کے ضبط نفس سے ایک پیش نہ گئی۔ تو اپنا سا منہ لئے ہوئے برہما کی خدمت میں پہنچے اور منہ لٹکا کر فریاد شروع کی کہ

مہاراج بسوامتر جی کے جب تپ نے ہم لوگوں کے کلیجے ہلا دیئے تینوں لوک جلے بھنے جاتے ہیں پہاڑوں کو لرزہ آگیا۔ سمندر پر جوڑی چڑھ گئی۔ ایشور کے واسطے آپ ان کی خواہش پوری کریں وہ اندر لوک کے خواہاں ہوں تو بلا توقف دے دیجئے۔ ہمیں عذر نہیں۔ برہم لوک کی تمنا ہو تو اس سے بھی ہم سب دست بردار آپ بے محل و خش بخش دیں۔ لیکن خدا را دیر نہ فرمائیے جلدی جھگڑا چکائیے یہاں پل پل بھاری گھڑی گھڑی مہاپرلے نظر آتی ہے۔

فریاد پر اثر تھی واویلا سے برہما جی کا دل موم ہو گیا۔ وہ اسی وقت سب دیوتاؤں کو لئے ہوئے بسوامتر جی کے پاس آئے اور بولے۔

برہم رشی بسوامتر آپ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے آپ کی محنت سپھل تپسیا سوارتھ بس آج سے آپ کا خطاب برہم رشی آپ نے زندگی کا بہت حصہ تپسیا میں صرف کیا اس کا بھی معاوضہ لیجئے ہم نے آپ کی عمر بڑھا دی۔ آپ بہت دنوں تک زندہ رہیں گے۔

بسوامتر :- آپ کے فرمانے کو میں پتھر کی لکیر سمجھتا ہوں مگر گستاخی معاف جب تک وید مجھ کو چھتری دھرم کا پابند سمجھ کر برہم رشی نہ کہہ دے تب تک میں پورے طور سے یقین نہیں کر سکتا۔ اگر وہ برہم رشی سمجھتا ہے تو میرے منہ پر کہہ دے۔

بسوامتر کی یہ بات سنتے ہی وید نے یہ آواز دی۔ تتھاستو یعنی تم برہم رشی ہو گئے۔

اس پر بھی بسوامتر جی نے ہٹ کی اور کہا کہ آپ لوگوں کی سند نہیں۔ بات تب ہے۔ مونچھیں تب اونچی ہوں جب آپ بسشٹ جی کی زبان سے کہلا دیجئے اگر یہ نہیں تو سب جمع خرچ بالکل للو پتو محض منہ دیکھے کی سی کارروائی؛

دیوتاؤں کی جان خشک ہو رہی تھی۔ خوف سے دم فنا ہو رہا تھا۔ وہ چپ چپاتے بسوامتر جی کو لئے ہوئے بسشٹ جی کے پاس پہنچے اور بڑی منت سماجت عجز و الحاح سے ملتجی ہوئے کہ

مہاراج! ہم لوگوں کا آپ بھلا چاہتے ہیں تو لبسوامتر جی سے گلے مل جائیے نہیں تو گھوڑا گھوڑے لڑیں اور موچی کا زین ٹوٹے کی مثل صادق ہو جائیگی آپ کا اور ان کا بیر ہمارے ماتھے جائیگا۔

لبششٹ جی نے دیوتاؤں کی التجا پر خاص توجہ دی اگلے لفظوں پر خاک ڈال کر گلے مل گئے اور لبسوامتر جی کا برہم رشی ہونا تسلیم کر لیا۔ گو لبششٹ جی جانتے تھے کہ لبسوامتر نے برہم رشی کا درجہ اعلیٰ حاصل کر لیا اور ان سے ان کا بھی کلام تھا۔ کہ لبسوامتر برہم رشی ہو گئے وہ غائبانہ تعریف کیا کرتے تھے لیکن جب لبسوامتر سے سامنا ہوتا تھا۔ تو اس برہم رشی پدوی کو طرز کلام اور برتاؤ میں ٹال جاتے تھے۔ لبسوامتر جی کو لبششٹ جی کے اس برتاؤ سے سبکی کا خیال ہوا۔ اس خیال نے ان کی آتش غضب بھڑکا دی۔ وہ سوچے کہ دیوتا مجھے برہم رشی کہیں اور سمجھیں مگر لبششٹ ایسا مہا دشرٹ کر اپنی ہی مرتک رکھے ہوئے ہے تو سہی کہ آج ہی کمر میں لگی ہوئی تلوار سے اس کا سر لوٹتا نظر آئے غصے کے شعلے آسمان سے باتیں کر رہے تھے شمشیر غضب میان سے باہر تھی۔ جوش غیظ ہوا کے گھوڑے پر سوار کر کے وہیں لے گیا۔ جہاں لبششٹ جی اپنی استری اروندھتی سے لبسوامتر جی ہی کی تعریف میں رطب اللسان تھے۔ جونہی لبسوامتر جی پہنچے ان کو یہ الفاظ سنائی دیئے۔

کہ پیاری لبسوامتر جی خالی برہم رشی ہی نہیں ہوئے بلکہ انہوں نے برہم رشیوں سے زیادہ مرتبہ حاصل کیا۔

اب تو لبسوامتر جی کا سارا غصہ فرد ہو گیا۔ ساری حرارت یکدم سے جاتی رہی۔ قدموں پر گر پڑے اور ہاتھ جوڑ کر گذارش کی۔

سوامی! جگت گورو۔ مجھ سے بڑی خطا سرزد ہوئی۔ آپ خطا پوش ہیں خطا بخش ہیں پس میرے بھی قصور معاف کیجئے میں جیسا اب تک آپ کو نہ سمجھتا تھا۔ اس سے بڑھ کر پایا۔

وہاں کیا تھا معافی کو دیر کہاں۔ یہاں لبسوامتر جی کو اس معاملے سے نہایت ہی شرمندگی معلوم ہوئی۔ اور سیدھے دیوتاؤں کے پاس پہنچے۔ چہرہ عرق عرق تھا۔ بدن پسینہ پسینہ۔ وہاں سب سے سارا حال کہنے کے بعد پوچھا۔ کہ اب یہ فرمائیے کہ اس گناہ کا کفارہ اور اس پاپ کا پرائشچت کیا ہے۔ دیوتاؤں کا دو ٹوک جواب صرف اتنا ہی تھا۔ کہ اور ایک ہزار برس تپسیا میں گنوا ڈالو ادھر دیوتا لوگ یہ کہہ کر سرگ لوک کو راہی ہو گئے۔ ادھر لبسوامتر جی نے جو تپسیا شروع کی تو ایک ہزار برس بے خلل و خلش کاٹ دیئے اور لبس پورے برہم رشی ہو گئے۔

سنتا نند اس ذکر کو ختم بالخیر کہنے کے لئے سری رامچندر جی سے مخاطب ہوئے کہ یہ کل کیفیت یہ مہاتما جی کی تھی۔ جنہوں نے تپسیا کے زور سے برہم رشی کی اعلیٰ پدوی حاصل کی۔ چھتری سے برہمن ہی نہیں بلکہ دھرم کی زندہ تصویر ہو گئے۔

اس تقریر سے رام لکشمن کا کلیجہ ہاتھوں اچھل پڑا اور راجہ جنک ایسے خوش ہوئے کہ سر جھکا کر قدم پکڑ لیئے اور بولے :۔

کہ شری بشوامتر جی مہاراج۔ اہو بھاگ کہ آپ ایسے برہمرشی کے چرنوں کا درشن نصیب ہوا۔ آپ دھنیہ ہے آپ کی مہماں اپار ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپ کے قدموں کی برکت سے میری تمام آنندئیں میری مرضی کے موافق پوری ہو جائیں گی آپ کے کمال و فضائل جلال و خصائل کی نسبت جو میں نے سُنا اس نے میرا جنم سپھل کر دیا۔ سارے منورتھ سدیھ ہو گئے۔ واقعی نہ کوئی آپ کی سی تپشیا کر سکتا ہے نہ آپ کی سی کسی فرد بشر میں کیسی قسم کی طاقت ہو سکتی ہے۔ مجھے آپ کے حالات سے اب تک سیری نہیں ہوتی دل یہی چاہتا ہے کہ زندگی کے سارے حالات سُنتا چلا جاؤں۔ مگر آفتاب غروب ہو گیا۔ شام کی سیاہی شفق پر دوڑ چلی۔ سندھیا کا وقت آ گیا۔ اس لحاظ سے اجازت چاہتا ہوں مگر درخواست یہ ہے کہ کل سویرے سوئمبر میں ضرور درشن دیجئے کیونکہ آپ کے قدموں کی برکت میری کامیابی مقصد کے لیئے لوہے کے ساتھ پارس کا سلوک ہے۔

بسوامتر جی نے راجہ کو اجازت دی۔ وہ ادھر اپنے محل میں گئے ادھر سری بسوامتر جی سری رامچندر جی اور سری لکشمن جی اپنی فرودگاہ میں آ کر دھرم سمبندھی باتیں کہتے سنتے رہے۔ اور معمولی طور پر تھوڑی رات بستر استراحت پر کاٹ کر اندھیرے سے منہ اٹھ بیٹھے۔

سرگ ۔ ۶۶

دھنش کے متعلق گذشتہ حالات راجہ جنک کی زبانی

صبح کا سماں ہے۔ آفتاب نے چہرے کی چمک دمک دکھا کر نقرئی کرنوں سے چاروں طرف نور برسانا شروع کر دیا۔ راجہ جنک نسیم کے ہلکے ہلکے جھونکوں سے پھولوں کی بھینی بھینی خوشبو کا مزہ لیتے مرغان خوش الحان کی میٹھی میٹھی رس بھری بولیاں سُنتے دربار میں رونق افروز ہوئے۔ ایک روز پہلے ہی عظیم الشان دربار کی خبریں مشہور ہو گئی تھیں اس لیئے کیا عمائد کیا اراکین کیا اہالیان دربار کیا روئے نامدار سب کے سب جمع ہو گئے۔ اور ایک بھیڑ نظر آنے لگی راجہ جنک نے بسوامتر جی کی طلبی کو امرائے دربار بھیجے۔ وہ سری رامچندر جی اور سری لکشمن جی کو لیئے ہوئے محفل سپہر مثال میں رونق افروز ہوئے۔ فراخی پیشوائی و استقبال مراسم تعظیم و تکریم ہوئے۔ آنکھیں بچھ گئیں۔ سب کو پلکوں پہ جگہ ملی۔ راجہ جنک ہاتھ جوڑ کر سامنے کھڑے ہو گئے اور زبان گوہر فشاں نے ان الفاظ میں پھول برسائے۔

مہاراج۔ آپ کے قدموں کی خاک نے میری چشم عقیدت کے ساتھ سرمہ نور و کحل الجواہر کا سلوک کیا۔ آپ نے قدم رنجا فرما کر میری زندگی سوارتھ کر دی۔ بلا مبالغہ آج میں خوش قسمتی سے اپنے جنم کو سپھل سمجھتا ہوں۔

آپ نے مجھ پر کرپا کی۔ مجھے سرفراز فرمایا کیا آپ کی تشریف آوری میری خوش قسمتی کے لئے کسی خاص غرض سے ہوئی ہے اگر وہ بھی مجھے معلوم ہو جائے تو زہے نصیب۔

لبسوامتر:۔ آپ کی مہماں نوازی کا شکریہ یہ دونو راجکمار اجودھیا نریش مہاراجہ دسرتھ کے فرزند ارجمند ہیں۔ بڑے راجکمار کا نام شری رامچند ہے چھوٹے کو سری لکشمن کہتے ہیں۔ یہاں کے دھنش کی دھوم مچی۔ تو ان کو بھی دیکھنے کا اشتیاق ہوا چنانچہ میں اپنے ساتھ لئے ہوئے چلا آیا۔ اگر آپ مضائقہ نہ سمجھیں تو انہیں بھی دھنش دکھا دیں البتہ میں سب کچھ طاقت ہے۔ کیا عجب کہ آپ کا اور ان کا ایک ساتھ مقصد دلی بر آئے۔

راجہ جنک:۔ میں تعمیل ارشاد کو اپنے لئے فخر سمجھتا ہوں۔ مگر اس سے پیشتر اگر اجازت ہو تو دھنش کی ساری داستان سنا دوں۔ اس کے بعد جو آپ کی رضا ہو گی سر آنکھوں پر

لبسوامتر جی:۔ ہاں ہاں ضرور کہئے۔ ہم لوگ آئے ہی اسی لئے ہیں کہ دھنش کی عجیب و غریب ہیبت دیکھیں اور وہ حالات سنیں جو اس کی عظمت کے بارے میں آپ کو معلوم ہوں۔

راجہ جنک:۔ آپ نے یہ تکلیف منظور کی۔ آپ کی مہربانی کا کہاں تک شکریہ ادا کروں۔ اچھا مہاراج سنئے عرض کرتا ہوں۔

میرے بزرگوں میں راجہ نیم کے فرزند ارجمند دیورات نہایت ہی اقبال مند اور دھرماتما تھے۔ ان کی ایسی تائید قسمت و یاوری بخت تھی۔ کہ دیوتاؤں نے یہ دھنش ان کے حوالے کر دیا۔ اس کے قبل کا واقعہ یہ ہے۔ کہ جب مہادیو جی زمانہ سلف میں اس دھنش سے دکچھ پرجاپت کا جگیہ نشٹ کر چکے تو دیوتاؤں سے ناراض ہوئے۔ کہ تم لوگوں کو فقط جگیہ کے حصہ ہی سے کام ہے خواہ وہ جائز ہو یا ناجائز اب تم لوگوں کو بھی اسی دھنش سے نہ چکھاؤنگا تو سبھی جسم پر ایک سر بھی نظر نہ آئے۔ مہادیو جی کے غصے کی آگ بھڑک رہی تھی۔ شعلہ غضب آسمان کی طرف لپک رہا تھا۔ سارے دیوتا کانپ اٹھے بدن میں تھرتھری پڑ گئی۔ ہاتھ جوڑ کر شیو جی کی منت سماجت کی اور لجاجت سے عذر خواہیاں کرنے لگے مہادیو جی کا جہاں غصہ مشہور ہے وہاں رحم کے اوصاف بھی کا شہرہ عام ہے دیوتاؤں کی خوشامد درآمد سے ان کو رحم آ گیا اور جوش عاطفت سے فرمانے لگے کہ میرے دل میں تو نہیں تھی۔ کہ تم لوگوں کو اچھے اچھے بردان دوں مگر تم نے نالائقیاں کیں

اِس سے بس یہ دھنش لے جاؤ۔ میں نے اسے تم سب کو بخشا۔
لینے کو تو سب دیوتاؤں نے دھنش لے لیا۔ مگر پھر سوچے کہ کیسے اور ہمیں کہ یہ بچھائیں ہمارے کس کام کا۔ کہاں رکھیں۔ کس طرح سینتیں۔ مفت عجم بندادی۔ بڑ بجر کا معاملہ ہے۔ ہاں کسی راجہ کے پاس رہے تو کچھ بکار آمد بھی ہو۔ یہاں مفت مٹے سنگلنے کے عوض کسی راجہ کے قبضہ میں ہوگا۔ تو اور کچھ نہیں۔ تو رعایا کی ہی حفاظت ہوگی۔ سرکشوں ہی کی سرکوبی کے کام میں آئیگا۔ اِسی فکر میں سوچتے سوچتے اُن کی نظر راجہ دیورات پر جمی۔ جن کی نظر میں مہالکشمی کا اوتار جلوہ قدرت رکھنے والا تھا۔ دیوتاؤں نے دھنش راجہ دیورات کو دیا اور راجہ دیورات نے اسے ہم لوگوں کے لئے اپنی عظمت و شوکت کی یادگار چھوڑا۔ اب یہ دھنک وراثتاً ہمارے قبضہ اقتدار میں ہے۔ اِس کی پرستش شروع سے اب تک سلطنت موروثی کے تخت نشین کرتے چلے آئے۔ چنانچہ فی الحال یہ شرف مجھ کو بھی حاصل ہے۔ ایک روز اسماک کے ذبیحے کی غرض سے میں ہل جوتنے لگا قلبہ رانی شروع ہی کی تھی کہ بطن زمین سے ایک نور کا ٹکڑا نمودار ہو کر آنکھوں کو شگفتہ دینے لگا میں نے اسے گود میں اٹھا لیا۔ گھر لایا۔ نام رکھا اور دھرم کی بیٹی جان کر پرورش میں توجہ صرف کی۔ راجکماری سیتا پیکر عنصری سے عالم مشہور ہی نہیں آئی بلکہ طاقت غیبی سے۔ بہت سے راجوں مہاراجوں نے اِس کی شادی کے واسطے درخواست کی۔ کوشش کی۔ رغبت ظاہر کی لیکن میں نے سب کو ٹرکا دیا اور یہی زبان رکھی کہ شادی اِس حالت میں منظور ہے جب کوئی یہ دھنش چڑھا دے۔ بہت سے راجے مہاراجے مقرر آئے دھنش پر طاقت آزمائی کی۔ مگر کھسیانے چلے گئے۔ کسی سے دھنش نے جنبش بھی نہ کی۔ ایک دفعہ بعضوں نے ایک ساتھ زور لگایا۔ لیکن پچھٹے سے منہ جو حیا تاسے۔ وہ تو گریبان میں سر ڈالے آنکھیں نیچے کئے منہ پر رومال رکھے چپ چپاتے چل دیئے۔ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہونے دی۔ پھر کر منہ نہ دکھایا۔ مگر جو چکنے گھڑے سے تھے وہ آنکھ پر ٹھیکری رکھ کر کھسیان حب ہٹلنے کو دو بابیاں بن گئے۔ اپنی اپنی فوجیں لے کر چڑھ دوڑے۔ سب نے ہر طرف سے نرغہ کیا۔ چاروں طرف سے مقابلہ پوری گھیری۔ دھمکی یہ تھی کہ سیتا کو حوالے کردو۔ اور اپنا پرن توڑ دو میں اکیلا تھا مخالف بہتیرے ایک چنا کہیں بھاڑ پھوڑ سکتا ہے۔ تنو اور ایک کا مقابلہ ہی کیا۔ اِس سے میری جان خشک ہوگئی۔ سمجھ لیا۔ کہ دن برے آگئے۔ اتنے غنیموں سے کیسے چھٹکارا ملیگا مگر پرن پران کے ساتھ تھا۔ اِس لئے میں نے بھی خم ٹھونک کر سامنا کیا ایک سال تک خوب معرکہ آرائیاں رہیں۔ بڑے بڑے معرکے رہے۔ آخر میرا جی چھوٹ گیا۔ اور سو بجر کا جو سازو سامان تھا۔ سب تہس نہس ہوگیا۔ جب اپنی پیش جاتے نہ دیکھی تو میں گوشہ قناعت میں

جا بیٹھا۔ دیوتاؤں کی استت کی۔ کہ مصیبت کا وقت ہے۔ دشمن سر پر ہیں۔ آپ کے دھنش کی حفاظت اور پوجا پاٹھ کا اچھا پھل ملا۔ آپ نے خوب خدمتگذاری کی۔ داد دی۔ ذرا دیکھئے۔ تو آپ کے فرمانبردار و اطاعت گذار پہ کیسی بلائیں نازل ہیں۔ سب طرف غنیم گھیرے پڑے ہیں۔ کیسی طرف سے نکلاس کی صورت نہیں۔ ایشور کے واسطے رحم کیجئے۔

میرے دل سے کچھ ایسے موثر الفاظ میں فریاد نکلی کہ دیوتا پانی پانی ہو گئے۔ دل پسیج گیا۔ بس حد سے خود بنفس نفیس نمودار ہوئے اور قدرت کاملہ سے ایک فوج جرار پیدا کر کے کمک دی۔ لڑائی چھڑی مار دھاڑ ہوئی۔ خونریزی کا بازار گرم ہوا۔ ہتھیار چلنے تیر برسنے لگے۔ آخر نوبت بایں جا رسید کہ تمام راجوں کے جی چھوٹ گئے۔ قدم ہمت اکھڑ گیا۔ سر پہ پاؤں رکھ کر نوک دم بھاگے۔ پیچھے پھر کر بھی نہ دیکھا۔ دم دلیا تو اپنی راجدھانیوں میں۔ میں نے دیوتاؤں کا شکریہ ادا کیا کہ آپ بھی دھنیہ ہیں اور آپ کا دھنش بھی دھنیہ۔ اتنا فرما کر راجہ جنک سری لسوامتر جی سے یوں سخن سنج ہوئے کہ مہاراج میں بڑے شوق سے راجکمار جی کو دھنش دکھاؤں گا۔ یہ راجہ دسرتھ جی کے فرزند دلبند ہیں۔ جن کا دھرم کرم میں خاص نام ہے۔ کیا تعجب کہ انہیں کے سر اس کار نمایاں کا سہرا ہو لیجئے۔ میں ابھی منگوائے لیتا ہوں۔

سرگ ۶۷

شیوجی کے دھنش پر سری رامچندر جی کی زور آزمائی۔ اور سامان کدخدائی

راجہ جنک نے وزرائے سلطنت کو فوراً حکم دیا کہ دھنش منگوائیں۔ منہ سے بات نکلتے ہی تعمیل ارشاد ہو گئی۔ پانچ ہزار ڈنڈ پیل جوان ہاتھی کے سے پاٹھوں نے لوہے کے آٹھ چکر کے رتھ پہ لاد کر دھنش کو دربار میں موجود کر دیا۔ دھنش کے پہنچتے ہی راجہ جنک لسوامتر جی سے بولے کہ

مہاراج ملاحظہ فرمائیے۔ یہی دھنش ہے۔ جس کو بزرگوں کے زمانے سے میرا خاندان پوجتا چلا آتا ہے اور جس کے سامنے تمام راجوں مہاراجوں کو سر ادب جھکا کر آداب پرستش کا لحاظ لازم ہے۔

مہاراج جی اس وقت دیوتا۔ دانو۔ گندھرب۔ یچھ وغیرہ تمام ساکنان عالم علوی

وسفلی وشن کے بھیس میں یہاں فروکش ہیں۔ سب اس دھنش پر طاقت آزمائی کر چکے ہیں لیکن اٹھانا اور جھکانا کیا جگہ سے بال بھر سرکا نہ سکے۔ آپ کی خواہش ہے تو رام چندر جی کو بھی اجازت دیجئے۔ کہ دیکھ لیں۔

لسبوامتر سری رام چندر جی سے مخاطب ہوئے کہ

رگھوکل کمل تم دسرتھ ایسے پرتاپی راجہ کے آفتاب خاندان وچشم وچراغ ہو جاؤ دھنش کو دیکھ بھال لو۔

سری رامچندر جی پرنام کر کے اٹھے۔ دھنش کے پاس گئے اور سری لسبوامتر جی سے بولے کہ سوامی! یہ سچ بڑا عجیب وغریب دھنش ہے۔ آپ کی اجازت ہو تو میں بھی ہاتھ سے چھو دیکھوں دل چاہتا ہے کہ چڑھانے کی خواہش میں ہاتھ کا دلدر مٹا لوں۔ آگے جو ایشر کی مرضی۔

لسبوامتر:- اس میں پوچھنے کی کیا ضرورت۔ چھتریوں کا دھرم ہی یہ ہے۔ کہ وہ بہادری کے کاموں سے نہ گھبرائیں۔

جنک جی۔ بہ شوق سے طاقت آزمائی کیجئے۔ آخر دھنش ہے کس لئے؟

دونوں آوازیں سنتے ہی سری رامچندر جی نے جھک کر دھنش کو ایک ہاتھ سے اٹھا لیا اور دوسرے ہاتھ سے چلہ چڑھا تو اس زور کی آواز آئی۔ کہ بادل کی گرج اور بجلی کی کڑک مات ہو گئی۔ پہاڑ تھرا گئے۔ زمین لرز گئی۔ محفل میں جس کو دیکھئے وہ بے ہوش صرف نبضیں چھوٹنے کی کسر باقی رہ گئی۔ ہوش میں رہے تو کون صرف لسبوامتر راجہ جنک سری رام چندر اور سری لکشمن باقی سب مردہ صد سالہ کی طرح زمین پر چت رفتہ رفتہ اہل محفل کو ہوش آیا غشی نے پنڈ چھوڑا۔ تو سب کے سب سری رام چندر جی کی صورت دیکھتے رہ گئے۔ اور دست قدرت کے کرشمے نے ایک ایک کو تصویر حیرت بنا دیا۔

راجہ جنک نے لسبوامتر جی کا بڑے خلوص دل سے شکریہ ادا کیا۔ سری رامچندر جی کی تعریف میں تر زبان ہوئے کہ یہ نرے زمین پر ہی رہتے۔ جنہوں نے میری رات دن کی فکر دور کر کے میرے پران کو قائم رکھا۔ میری مایوسیاں دور کیں۔ اس میں شک نہیں کہ انہوں نے وہ کار نمایاں کیا ہے جس کی ثنا وصفت میں ہمیشہ ہر ایک زبان شکر بر رہیگی۔ مجھے خوشی زیادہ اس بات کی ہے کہ آج میرا پرن پورا ہوا۔ شاستر کا مقولہ ہے۔ کہ پرن کے ٹوٹنے کا ویسا ہی پاپ ہے جیسا ماں باپ کے حکم ٹالنے کا۔ مگر شکر ہے کہ آپ کی مہربانی سے میرا نامہ اعمال داغ روسیاہی اور پاپ کے بدنما دھبے سے محفوظ رہا۔ جس کی شکر گذاری میں میری دلی خواہش ہے کہ سیتا

راجکماری کا ہاتھ سری رامچندر جی کے ہاتھ میں دے کر سنکلپ کے فرائض ادا کروں۔ اسلئے درخواست ہے کہ آپ میرے وزرائے با تدبیر و مشیران روشن ضمیر کو اجودھیا میں جانے کی اجازت دیں۔ تاکہ وہ مہاراجہ دسرتھ کو کل حالات سے مطلع کر کے شادی منظور کرائیں اور ان کو جنک پور میں تشریف آوری کی دعوت دیں۔

لسوامتر جی۔ نے جواب میں کہا کہ آپ کی تجویز بہت مناسب ہے۔ ضرور سفارت روانہ فرمائے راجہ دسرتھ کو بلائیے شادی رچائیے۔ مہا بر آکی کی خوشی فرمائیے۔

راجہ جنک نے فوراً ہی وزرائے نامدار و امرائے کبار کو نامہ شوق دے کر اجودھیا کی طرف روانہ کیا اور خود انصرام کار و بار شادی میں مشغول ہوئے۔

سرگ ۶۸۔

راجہ جنک کے سفیروں کی راجہ کی خدمت میں پیغام رسانی

جنک پور کے سفیر اجودھیا کی طرف روانہ ہوئے۔ تین راتیں راستے میں کٹیں۔ چوتھے روز منزل مقصود پر پہنچ گئے۔ جونہی دائرہ محلات میں پہنچے۔ دربانوں نے مہاراجہ دسرتھ سے خبر کی۔ باریابی کا حکم ہوا۔ سفیر با تدبیر زمیں بوس ہوئے۔ اور دست بستہ عرض کی کہ :-

متھلا پور کے راجہ ودیہہ نے خیر و عافیت مزاج دریافت کی ہے اور ترقی جاہ و جلال وافزونی دولت کے لئے دل سے دست بدعا ہیں۔ آپ کو یہ خوشخبری کہ سری لسوامتر جی آج کل راجکماروں کے ساتھ جنک پوری میں رونق افروز ہیں۔ چنانچہ رشی جی مہاراج کے مشورے سے مہاراجہ ودیہہ سری جنک نے یہ نیاز نامہ بندگان اقدس و اعلےٰ کی خدمت میں ارسال کیا ہے ملاحظہ ہو۔

راجہ دسرتھ نے خط لے لیا۔ دیکھا تو اس کا نفس مضمون یہ تھا۔

رگھوبنس شرومنی اودھ نریش میں نے پرن کیا تھا۔ کہ اپنی پران پیاری راجکماری سیتا کی شادی اس پرتاپی اور سنجواں چھتری سے کروں گا۔ جو شیوجی کا دھنش اٹھا کر تان لے گا۔ چنانچہ اچھے اچھے طوندیل موٹے موٹے ہاتھ پاؤں والے ہیکڑی جگا گئے۔ لیکن دھنش کا رواں بھی نہ ہلا سکے۔ اٹھانا اور کھینچنا کیسا۔ میری خوش قسمتی سے آپ کے فرزندان فرخندہ اختر سری لسوامتر جی کے ہمراہ وارد جنک پور ہوئے۔ میں نے ان کو بھی دعوت دی۔ وہ رونق افروز ہوئے اور سری رام چندر جی نے دھنش کو چڑھاتا کیسا۔ توڑ کے پھینک دیا۔ آپ اس کیفیت

کو مبالغہ نہ سمجھیں۔ میں نے واقعی کیفیت عرض کی ہے۔ اور اب میرا فرض ہے کہ قول پہ قائم رہ کر دختر بلند اختر کی شادی آپ کے فرزند ارجمند کے ساتھ کر کے ہاتھ پیلے اور فرض ضروری سے سبکدوشی حاصل کروں۔ راجکماری سیتا سری رام چندر کی ہو چکی میں فکر سے چھوٹ چکا۔

اب آپ کی نظر توجہ اور منظوری میری مدعا براری کا دارومدار ہے اسلئے بنہایت عجز و انکسار سے مکلف خدمت ہوں۔ کہ مہاراج بششٹ جی۔ اعزائے نامدار۔ اقربائے والا تبار ارکان سلطنت دوابستگان دولت کے ہمراہ تشریف لا کر جنک پور کو شرف ارجمندی اور نیاز مند کو فخر سربلندی عطا فرمائیے۔

همائے اوج سعادت بدام ما افتد
اگر ترا گزرے بر مقام ما افتد
رواق منظر چشم من آشیانۂ تست
کرم نما و فرود آ کہ خانہ خانۂ تست
بیا بیا کہ دل و جان من فدائے تو باد
سرے کہ بر تن من ہست نقش پائے تو باد

دیکھ کر شان نزول مرکب اجلال کو پتلیاں آنکھوں میں استادہ ہیں۔ استقبال کو۔ آپ کو بشارت کہ مہاراج کوشک منی سری بسوامتر جی نسبت منظور فرما چکے ہیں۔ میرے پروہت ستانند جی نے بھی صادر کر دیا۔ اب صرف کسر ہے تو آپ کی تشریف آوری کی۔

راجہ دسرتھ خط پڑھتے جاتے تھے۔ اور دل ہی دل میں کلی کلی کھل رہی تھی۔ منشائے تحریر سمجھ گئے تو وزرائے نامدار و ارکان والا تبار کی طرف متوجہ ہوئے کہ

بڑی خوشی کی بات ہے سری رام چندر جی اور لکشمن جی کی خیر و عافیت معلوم ہو گئی بسوامتر جی ان پہ بڑے مہربان اور آجکل راجکماروں کو جنک پور کی سیر کرا رہے ہیں۔ آپ لوگ یہ سنکر خوش ہوں گے کہ شیو جی کا دھنش بڑے بڑے دیوتا ہوں اچھے اچھے کوہ پیکروں سے ہلائے نہ ہلا اسی کو تمہارے رامچندر نے توڑ پھوڑ کے رکھ دیا۔ جنک جی اپنی راجکماری سیتا کی شادی ان کے ساتھ کرنا چاہتے ہیں۔ آپ لوگوں کی کیا رائے ہے۔

عام آواز۔ مبارک! مبارک۔ ہم لوگ اسی دن کے لئے دعائیں مانگتے تھے آپ نے یہ خوشخبری کیا سنائی۔ گویا زندگی بھر کی مرادیں پوری فرمائیں۔

راجہ دسرتھ:۔ تو پھر بس ہم آپ سب چلنے کی تیاری کریں۔ اب دیر فضول؛

در کار خیر حاجت ہیچ استخارہ نیست

سرگ-۶۹

راجہ دسرتھ کا جنک پور میں نزول اجلال اور راجہ جنک سے ملاقات

دوسرے روز صبح کو راجہ دسرتھ نے بششٹ جی کا مشورہ لے کر کوچ کی تیاری کا حکم دیا۔ وزرائے سلطنت اور ارکان دولت نے سب سامان لیس کر دیا۔ خزانہ زر و جواہر۔ فوج و لشکر۔ گھوڑے۔ ہاتھی۔ نالکی۔ پالکی رتھ۔ تمام حشم سب موجود ہو گئے۔ سب سے پہلے بششٹ جی کی سواری چلی پھر واماڈیو کی۔ اس کے بعد راجہ دسرتھ کا مرکب اقبال تھا۔ خلاصہ یہ کہ بڑے تزک و احتشام بڑے خیل و خدم کے ساتھ راجہ دسرتھ نے جنک پور کا عزم کیا۔ راستے میں چار پڑاؤ پڑے۔ پانچویں منزل جنک پور میں ختم ہوئی۔ جونہی راجہ نے نوید آمد آمد سنی۔ سر آنکھوں سے استقبال کو پہنچے۔ بڑی تعظیم و تکریم سے ایوان فلک نشان میں لائے۔ شکریہ ادا کیا کہ بڑی سرفرازی بخشی۔ اور بہت ممنون فرمایا۔ خاک قدم آنکھوں کیلئے سرمہ نور ہوئی۔ خاک راہ نے چشم انتظار کو روشن کر دیا۔ بششٹ جی کا خاص دھنیواد۔ ایسے مہاتماؤں کے درشن مشکل سے ہوتے ہیں مگر میں ایسا خوش نصیب کہ گھر بیٹھے قدموں کی خاک آنکھوں میں لگانے کا شرف حاصل ہوا۔

میں اپنی سربلندی پر جس قدر فخر کروں بجا ہے۔ خوش قسمتی پہ جتنا نازاں ہوں زیبا ہے۔ کہ راجہ رگھو کل کے معزز خاندان سے رشتہ مندی کا افتخار حاصل ہوا۔ اب میری مراد بر آئی اور امید ہے کہ آپ میرا کنیا دان قبول فرما کر مجھے عزت بخشیں گے۔

راجہ دسرتھ نے اس کے جواب میں ہاں ہوں کر دی۔ مگر ان کا یہ خیال ہوا کہ ہم ایسا کنیا دان نہیں لیتے ہمارے خاندان کا یہ دستور نہیں۔ ہم جب تک یہ تسلیم نہ کر لیویں کہ ہمارے چھتری دھرم کے موافق ہم سے کوئی کارنمایاں ہو چکا ہے۔ تب تک ہم کو رشتہ مندی سے واسطہ نہیں۔

اس خیال کو لئے ہوئے راجہ دسرتھ نے راجہ جنک کو آڑے لیے میں رکھا۔ کوئی صاف جواب نہ دیا۔ مگر ان کے مشیر روشن ضمیر وزیر با تدبیر قیافے سے دل کا مطلب جان گئے۔ انہوں نے دست بستہ کہا۔ آپ کا خیال کیا ہے۔ رام چندر جی نے اس دھنش کو توڑا جو دنیا بھر سے ہلائے نہ ہلا۔ اس سے بڑھ کر جیت کیا ہوگی۔ آپ کا اس وقت خیال کدھر ہے۔ راجہ دسرتھ یہ سنکر خوش ہو گئے۔ راجہ جنک کی بھی باچھیں کھل گئیں۔ اور بس شادی کی ٹھہر گئی۔

سرگ - ۷

شادی کی بات چیت - راجہ دسرتھ کا تذکرہ - حسب ونسب بششٹ جی کی زبانی

راجہ دسرتھ ان شاہی ایوانوں میں ٹھہرائے گئے جو پہلے سے آراستہ کئے گئے تھے۔ اہل فوج اور شاگرد وپیشہ کو خیموں ڈیرہ میں جیسی آرامگاہیں ملیں۔ راجہ جنک نے رات طرح طرح کی تجویزوں میں بسر کی۔ جب سویرا ہوا تو حکم دیا۔ کہ بھائی کوشدھج کے پاس پیغامبر جائیں جلد ہی سے سانکاشی نگر میں پہنچیں شادی کی خبر سنائیں اور ساتھ لیتے ہوئے آئیں۔ پیغامبر روانہ ہوئے وہاں پہنچے۔ خوشخبری سنائی اور کوشدھج خوشی کے پھریرے اڑاتے ہوئے وارد جنک پور ہوئے۔ ادھر راجہ جنک ادھر راجہ کوشدھج دونو آفتاب و ماہتاب ایک جگہ منور ہو رہے تھے۔ دل کی خوشیوں کی کچھ حد نہ تھی۔ مسرتوں کا اندازہ نہ تھا۔ صحبت لطف کی تھی۔ چنانچہ راجہ دسرتھ سے تشریف آوری کی درخواست کی گئی۔ وہ بے تکلف تشریف لے آئے بڑی کچھ تعظیم و تکریم بہت کچھ خاطر و مدارات ہوئی۔ کہ مسند صدر پر جگہ دی گئی۔ مزاج پرسی اور ادھر ادھر کی باتوں کے بعد معاملے کی تقریر چھڑی تو راجہ دسرتھ نے فرمایا کہ

میں ان معاملات سے بے تعلق ہوں۔ اکشواک میں کوئی کام مہاراج بششٹ جی کی رائے اور منظوری کے بغیر نہیں ہوتا۔ وہ جو چاہیں سفید و سیاہ کریں۔ مالک ہیں۔ اس پر ہمارے مہاراج بسوامتر جی خوش قسمتی سے موجود ہیں۔ بس جو بششٹ جی مہاراج اور سری بسوامتر جی کی مرضی ہو وہی مقدم وہی مجھے منظور۔ جس کا عمل مجھ پر فرض۔ آپ کو جو کچھ فرمانا ہو انہیں سے فرمایئے میرا کچھ دخل نہیں۔ میں بالکل بے واسطہ۔

جونہی راجہ دسرتھ کی تقریر ختم ہوئی۔ بششٹ جی نے زبان سے گوہر افشانی شروع کی کہ میں اس رشتہ داری کو سچے دل سے پسند کرتا ہوں۔ وجہ یہ کہ راجہ دسرتھ کا خاندان بہمہ صفت موصوف ہے۔ چنانچہ پہلے میں ان کا مختصر شجرہ آپ کے گوش گذار کرتا ہوں۔

راجہ دسرتھ کا شجرہ خاندان راجہ ابیکت سے شروع ہوتا ہے۔ جن کی نسل جو برسر حکومت ہوئی حسب ذیل ہے۔

ابیکت		انرینہ	فرزند	بانڈ
برھما	فرزند ابیکت	پرکھتو	"	انرینہ
مرنیچ	" برھما	نرسنگھ	"	پرتھو

کشیپ	فرزند مرزیچ	دہندھمار	فرزند ترسنکو
سورج	" کشیپ	جوناشو	" دہندھمار
منو	" سورج	ماندھاتا	" جوناشو
بیوست	" منو	سوسندھ	" ماندھاتا
اکشواک	" بیوست	دھروسندھ }	
کوکشی	" اکشواکو	پرسین جت }	" سوسندھ
بکوکشی	" کوکشی	بھرت	" دھروسندھ
بانڑ	" بکوکشی	است	" بھرت

اتنا فرما کر لشسٹ جی بولے۔ کہ موخر الذکر راجہ بہت ہی کمزور تھے ہاتھ پاؤں میں دم نہ تھا۔ اسلئے مخالف راجاؤں نے یورش کیا۔ لڑائی چھڑی۔ مار دھاڑ ہوئی۔ جتنے آکر راجہ است کی ایک پیش نہ گئی۔ شکست کھانا ہی پڑا۔ فتحمند حملہ آوروں نے اجودھیا پہ قبضہ کر لیا اور راجہ است جان لے کر بھاگے۔ تو ہموان پہاڑ پر جا بسنے کی صورت نظر آئی۔ انہوں نے وہیں مستقل قیام کیا۔ اور تپسیا کرنی شروع کر دی۔ راجہ کی رانی اسی دوران میں حاملہ ہوگئی۔ اور بدقسمتی سے راجہ است نے بھی مفارقت دائمی کا داغ دیا۔ راجہ کی وفات کے بعد رانیوں میں سوتیا ڈاہ کا خیال پیدا ہوا بڑی رانی نے دوسری رانی حاملہ کو زہر دیدیا کہ راج پاٹ کی مالک نہ ہو جائے زہر کھلا دیا گیا اس کے اثر سے رانی سخت بے چین ہوئی۔ زندگی کی مایوسی حد سے زیادہ بڑھ گئی۔ مگر ہوش وحواس باقی تھے۔ وہ اسی حالت میں چیون رشی کی خدمت میں جا پہنچی قدموں میں گری اور سارا حال سنایا۔

رانی کالندی کی یہ حالت دیکھ کر چیون رشی کو رحم آیا اور فوراً ہی زبان سے ارشاد ہوا کہ گھبراؤ نہیں ایسا بلند اقبال بیٹا پیدا ہوگا کہ کوئی تاب مقابلہ نہ لا سکے۔ اور لطف یہ کہ اس کے پیدا ہوتے ہی سارا زہر بھی بدن سے خارج ہو جائے۔

کالندری کی جان میں جان آئی۔ اور وہ آشیرباد لے کر مکان کیطرف چلتی پھرتی ہوئی کچھ دنوں کے بعد نخل امید بار آور ہوا۔ راجہ سگر کی ولادت نے بیکس ماں کے کلیجے کو ٹھنڈک دیا۔ اور جب ہاتھ پاؤں ہوئے تو دشمنوں سے اجودھیا چھین کر عالمگیری کے ڈنکے بجائے راجہ سگر کی اولاد حسب ذیل ہوئی۔ جس کے قدم سے تخت سلطنت نے رونق بے انداز حاصل کی۔

راجہ اسمجس	ولد راجہ سگر	راجہ کلماکھپاد	ولد راجہ رگھو
راجہ انشومان	" راجہ اسمجس	" ششکھن	" کلماکھپاد

راجہ دلیپ	ولد راجہ انشومان	راجہ سودرشن	ولد راجہ شنکھن
راجہ بھاگیرتھ	" راجہ دلیپ	راجہ شیگھرگ	" راجہ سودرشن
راجہ کاکستھ	" راجہ بھاگیرتھ	راجہ مرو	" راجہ شیگھرگ
راجہ رگھو	" راجہ کاکستھ	راجہ پرششرت	" راجہ مرو
راجہ امبریک	ولد راجہ پرششرت	راجہ نابھاگ	" راجہ ججات
راجہ نہکھ	" راجہ امبریک	راجہ اج	" نابھاگ
راجہ ججات	" راجہ نہکھ	راجہ دسرتھ	" اج

جن راجہ دسرتھ کا نام آخر میں آیا وہ یہی مہاراجہ اودھ نریش ہیں اور انہیں کے بیٹے رام لکشمن ان کے بزرگوں سے لیکر آج تک جو راجہ برسرِ حکومت ہوئے سب کے سب دھرماتما تھے۔ سب کے سب صاحب اقبال ہر ایک نے وہ وہ کارہائے نمایاں کئے کہ دنیا آن کی عظمت و بزرگی سے قائل ہے۔ پس میں بڑی خوشی سے قبول کرتا ہوں۔ کہ آپ اُن سے معززہ رشتہ جوڑیں نہ آپ کو ایسا داماد مل سکتا ہے نہ راجہ دسرتھ کو آپ کی راجکماری ایسی بہو مل سکتی ہے میں نے گرہ دشا کیا معنی اپنے تپو بل سے تمام اونچ نیچ دیکھ لی۔ جوڑی برابر کی ہے کسی طرح کا نقص نہیں پھیر گٹھ بندھن میں کیا دیر ہے۔

سرگ - ۱۷

راجہ جنک کا خاندانی شجرہ انہیں کی زبانی سری رام چندر اور سری سیتا جی کی شادی کا پروانہ

جس وقت بششٹ جی نے راجہ دسرتھ کے خاندان کا شجرہ بیان کیا۔ اس وقت راجہ جنک جی کو خیال ہوا۔ کہ میرا خاندان کب گمنام ہے۔ میرے بزرگوں میں کیسے بڑے بڑے اہلِ اقبال و صاحب جاہ و جلال ہوئے ہیں۔ مناسب تو یہ تھا۔ کہ ان کا پروہت ستنانند بششٹ جی کے سلسلۂ کلام کے ساتھ اس تذکرہ کو چھیڑ دیتا مگر اس کے منہ پر مہر خاموشی لگی رہی اس لئے سری جنک جی نے خود اول پروانہ گفتگو اٹھایا۔

بششٹ جی مہاراج آپ تو سب جانتے ہیں۔ آپ سے کون بات پوشیدہ ہے میں کیا اور میرا خاندان کیا۔ مگر آپ کی کرپا نے میرے خاندان کو بھی فضیلت دے رکھی ہے۔ اور ایشور کی مہربانی نے شجرے کو بھی ابھی تک بے داغ رکھا ہے۔ مہاراجہ دسرتھ شاید نہ

جانتے ہوں مگر اُمید ہے آپ کو ضرور راجہ نیم کے نام نامی سے واقفیت ہوگی۔ یہ میرے معدث اعلےٰ تھے اور کیسے فخر کی بات ہے کہ آپ ہی ان کے پروہت بھی تھے۔ کیونکہ تمام سورج بنس آپ کا معتقد اور پا حوند ارشاد تھا۔ آپ کو یاد ہوگا۔ کہ ایک زمانہ میں ہمارے مورث اعلےٰ مہاراجہ نیم نے جگیہ کیا۔ ادھر جگیہ تھا ادھر برہما کے یہاں کوئی جلسہ جا بنیں سے فیہ لغفی سے طرفین سے آپ کی طلبی ہوئی تو آپ عجیب مخمصے میں ہوئے کہاں جائیں۔ کہاں نہ جائیں۔ اس ادھیڑ بن میں آپ کی طبع نازک کو تکلیف ہوئی۔ اور چونکہ پلہ جس طرف بھاری ہو اُس طرف جھکتا ہے لہذا آپ نے راجہ نیم کے جگیہ کو استغفا دے کر برہم لوک کو قدم میمنت لزوم سے سرفراز فرمایا۔ اور راجہ نیم کو سوکھا ٹرکا یا۔

جگیہ کا کام رکنے والا نہ تھا۔ تم نہیں اور سہی اور نہیں اور سہی پر عمل کر کے دوسرے برہمنوں کے ہاتھوں سے جگیہ کی کارروائی شروع کر دی گئی۔ اتنے میں آپ برہم لوک سے واپس آئے۔ تو جگیہ کی کارروائیاں دوسرے برہمنوں کے ہاتھوں دیکھیں اب آپ کے غصے کا کیا ٹھکانا تھا آگ بگولا ہی تو ہو گئے۔ زبان فیض ترجمان سے الفاظ نکلے۔ تو کون ؟ کہ اے راجہ نیم تم نشٹ ہو جاؤ۔

راجہ نیم کا بھی یہ قصور نہ تھا۔ آپ کی بددعا سنکر انہوں نے کچھ پرواہ نہ کی۔ اور نود اصغی دل سے سراپ دیا۔ کہ او بشششٹ تیرا بھی ستیاناس ہو جاوے۔ دونو کی بددعائیں بے تاثیر بھی نہیں رہیں۔ اثر دکھایا ادھر آپ اور ادھر راجہ نیم دونو نذر اجل ہو گئے۔ دیوتا تک اس بد اتفاقی کو بھی نظر سے دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے راجہ نیم کو گرد خطا سے پاک پاکر اشیرباد دیا کہ ان کو کوئی مار نہیں سکتا ہمیشہ جیتے رہیں گے۔ اُن کا مسکن اہل زمانہ کی آنکھوں میں ہوگا۔ اور یہ سب سفید و سیاہ دیکھتے رہیں گے۔ راجہ نیم کے لئے تو دیوتاؤں نے یہ اشیرباد دیا۔ اب اپنی حالت سوچئے کہ راجہ نیم کے سراپ کے بعد آپ پر کیا گذری۔ آپ کو اپنا چولا چھوڑنا پڑا۔ آپ کو بہت کیچئے اسی کلسہ میں جگہ ملی جس میں اگست رشی کا قیام تھا۔

اتنا جملہ معترضہ فقط اس لئے تھا کہ میں اپنے معزز خاندان کی عظمت بیان کروں۔ چنانچہ راجہ نیم کی عظمت سے آپ کو خود ہی واقفیت حاصل ہے۔ عیاں را چہ بیان۔ اور زیادہ بیان کرنے کی کیا ضرورت۔ اگر ہوس است ہمیں قدر بس است۔ اس لئے اب میں مختصر طور پر راجہ جنک کے خاندانی شجرے کا ذکر کرتا ہوں۔ اس خاندان میں حسب ذیل راجہ ہوئے۔

راجہ نیم	مذکورۃ الصدر	ہرچند	فرزند راجہ دھرشٹ کیتو
راجہ [illegible]	فرزند راجہ نیم	راجہ دھرشٹ	،، راجہ ہرچند
راجہ [illegible]	،، راجہ [illegible]	راجہ [illegible]	،، راجہ [illegible]

راجہ اودالبسو	فرزند راجہ جنک	راجہ کیرت رتھ	فرزند راجہ پرتیندہک
راجہ نندی وردھن	" راجہ اودالبسو	راجہ دیومیڑھ	" راجہ کیرت رتھ
راجہ سوکیت	" راجہ نندی وردھن	راجہ بیودہ	" راجہ دیومیڑھ
راجہ دیو رات	" راجہ سوکیت	راجہ مہیدہرک	" راجہ بیودہ
راجہ برہدرتھ	" دیو رات	راجہ کیرت رات	" راجہ مہیدہرک
راجہ مہابیر	" راجہ برہدرتھ	راجہ سورن روم	" راجہ کیرت رات
راجہ دھرتی تما	" راجہ مہابیر	راجہ ہرسو روم	" راجہ سورن روم
راجہ دھرشٹ کیتو	" راجہ دھرتی تما		

اپنا شجرہ بیان فرما کر راجہ جنک جی مہرشی وششٹ جی اور راجہ دسرتھ سے مخاطب ہو کر بولے کہ راجہ ہرسو روم مجھ کو اور میرے بھائی کشدھج کو اپنی یادگار چھوڑ گئے جب وہ دنیا کی عیش و عشرت سے سیر ہو کر تپسیا کو چلے گئے۔ اور وہاں ایشور کی یاد میں چولا چھوڑ دیا تو مجھے گدی نشینی ہوئی۔ کشدھج کو میں نے فرزند کی طرح پالا۔ اس کی کوئی بات کبھی نہ ٹالی۔ کیونکہ ایک تو ماں باپ کی یادگار تھا۔ دوسرے میرا قوت بازو چھوٹا بھائی لڑکے کے برابر ہوتا ہے لیس میں نے اس کی خاطر مدارات میں کبھی فرق نہیں کیا۔ تھوڑے دنوں کا ذکر ہے کہ راجہ سودھنا نے سانکاس سے آکر خوب آسمان سر پر اٹھایا۔ ادھر شمشیر برہنہ ادھر یہ پیغام کہ شیو جی کا دھنش بھجوا دو اور سیتا کو حوالے کر دو۔ ورنہ خیر نہیں۔ میں نے حیلہ و حجت کی۔ مگر کون سنتا ہے آخر تیغ و تفنگ پر نوبت پہنچی۔ راجہ سودھنا جامے سے باہر ہو کر جنک پور پر چڑھ دوڑا اور مار دھاڑ کرنا شروع کر دی۔ میں گو اسوقت تک مخالفانہ ارادے سے واقف اور مقابلے کیلئے تیار نہ تھا مگر جیوں تیوں مورچا روکا۔ اور سب کو مار گرایا۔ راجہ سودھنا جیت ہوا۔ اور مجھے آپ کے اقبال سے فتح نصیب ہوئی۔ اس فتح سے سانکاس نگری کا والی وارث نہ رہا لہٰذا میں نے وہ سلطنت اپنے عزیز بھائی کشدھج کے حوالے کر دی۔ ایک صاحبزادی اور ملا ہے۔ میں مناسب سمجھتا ہوں۔ کہ جہاں سیتا کے ساتھ رام چندر جی کی شادی ہوئی ہے وہاں میری دوسری راجکماری اُرملا کے ساتھ لچھمن جی کی اور بھرت شترگھن کے ساتھ کشدھج کی لڑکیوں کی شادی کیوں نہ ہو جائے۔

سب لوگ راجہ جنک کی تقریر شکر اعزاز تفاؤل خاندانی کے قائل ہوئے سب نے ان کے انتہا کو تسلیم کیا۔ بہرحال شادی کی منظوری ہوئی۔ اور آخر میں راجہ جنک نے اس تقریب پر اپنی تقریر ختم اور محفل عشرت برخاست کی۔ کہ

آج کے تیسرے روز مگھا نکشتر ہے ۔ اس کے بعد پھاگنی ۔ پس اسی میں تمام مراسم شادی ادا ہونا چاہیے ۔

سرگ ۔ ۷۲

سری رام چندر جی سری لکشمن جی سری بھرت جی ۔ سری سترہن جی کی شادی کی بات چیت انتظام وغیرہ

اب بسوامتر جی نے زبان معجز بیان کھولی اور درج لب سے یوں گوہر فشاں ہوئے کہ اے راجگان والا شان مہاراجہ دسرتھ اور مہاراجہ جنک دیو آپ دونو کا خاندان بہت ہی افضل ہے خاندان اجودھیا اکشواک بنس کہلاتا ہے ۔ اور خاندان جنک پور دیو کل دونو خاندانوں کے بزرگوں کی عظمت دنیا بھر میں ہے اور اس وقت ان دونو خاندانوں سے زیادہ کسی اور کو ناموری شہرت اور عزت حاصل نہیں ۔ کیا دولت و ثروت کیا دھرم کرم اور کیا خصائل حمیدہ و فضائل پسندیدہ سب میں یہ دونو خاندان عین و عین یعنی نقطۂ مقابل اور حیلہ ہیں ۔ پس میری رائے ہے کہ راجہ جنک کنیا دان دیں ۔ اور مہاراجہ دسرتھ قبول فرمائیں ۔ اگر دونوں صاحبوں کو اس کا خیال ہو کہ بششٹ جی اور میں باہم مخالف ہیں ۔ اور اس سے خلل واقع ہوگا ۔ یہ فقط خیال ہی خیال ہے ۔ راجہ جنک بششٹ جی سے خود دریافت کر سکتے ہیں ۔ اور جب آپ کو کامل طور پر اطمینان ہو جائے ۔ تو اپنی راجکماریوں کی شادی سری رامچندر اور لکشمن جی کے ساتھ کر دیجئے ۔ اور کشدھج کی دونوں صاحبزادیوں کو بھرت اور سترہن جی کے ساتھ منسوب فرمائیے ۔ اگر آپ کو کچھ پس و پیش ہو تو میں آپ کو دھرم شاستر کے حوالے سے ثبوت بہم پہنچاتا ہوں ۔ کہ شادیاں جائز اور با اصول ہوں گی ۔ دھرم شاستر کا حکم ہے ۔ کہ اگر ایک شخص کے چار بیٹے ہوں ۔ اور دوسرے شخص کی چار لڑکیاں تو ان کے باہم نسبت ممنوع اور ناروا ہے ۔ اگر کسی شخص کے چار بیٹے ہوں ۔ اور دو دو لڑکیاں دو شخصوں کی تو قرابت شادی بہت ہی مبارک چنانچہ وہی معاملہ در پیش ہے ۔ شوق سے شادیاں رچائیے خوشیاں منائیے ۔

بسوامتر جی کی تقریر دلپذیر سنکر راجہ جنک نے بششٹ جی کی طرف دیکھا ۔ بششٹ جی خاموش رہے اور اس خاموشی نے راجہ جنک کے دل پر الخاموشی نیم رضا کا یقین جما دیا ۔ وہ سمجھ گئے کہ دونو کی رائے باہم موافق ہے ۔ اختلاف نہیں ۔ چنانچہ وہ خود بششٹ جی سے مخاطب ہوئے ۔

کہ مہاراج آپ کی بھی مرضی ہے اور سری لسوامتر جی کی بھی۔ لبس مجھے عذر نہیں۔ مگر کہاں اکشواک بنس کی فضیلت اور کہاں میں ناچیز۔ مگر آپ برابر کے پلے میں تولتے ہیں۔ تو آپ کی یہ بندہ نوازی و عزت افزائی ہے چنانچہ میں بھی خوشی کے ساتھ منظور کرتا ہوں کہ لگے ہاتھوں بھائی کوشدھج کی راجکماریوں سے بھی چھٹی کر لوں۔ البیشور کی کرپا اور آپ کی دیا سے کچا لگنی کھپنہ بھی آ گیا۔ یہ کھپنہ ایسا مبارک ہے کہ اس میں قرابت شادی ہو تو دونوں کے دلدر دور ہو جائیں۔ غریب سے غریب امیروں کو مول لینے کا دعوے کرے۔ بس اب دیر واجب نہیں۔ رشتہ مضبوطی کے ساتھ قائم کر لیا جائے۔ لشسٹ جی کی طرف روئے سخن پھیر کر راجہ جنک کھڑے ہو گئے اور ہاتھ جوڑے ہوئے لسوامتر جی سے بولے کہ آپ کا نہایت ممنون ہوں۔ آپ نے مجھے فرائض ضروری سے سبکدوشی حاصل کرنے کی ہدایت فرمائی۔ کنیادان مہادان کہلاتا ہے۔ اس کے لئے آپ کی اور لشسٹ جی کی سبھا لازمی ہے لشسٹ جی اور آپ دونو ہمارے گورو ہیں۔ جب نے یہاں قدم رنجا فرما کر متھلا پور کو بھی وہی رونق عطا فرمائی جو اجودھیا پوری کو نصیب تھی۔ چنانچہ کیا اجودھیا اور کیا جنک پور دونو آپ کی خاک پا سے مستفید ہیں۔ اور راجہ دسرتھ کا نزول اجلال میرے لئے سونے پر سہاگہ ہے

راجہ دسرتھ میں آپ کی مہمان نوازی کا از حد ممنون ہوں۔ آپ نے ذرے کی آفتاب سے زیادہ عزت کی۔ میرے تمام ہمراہی آپ کی مہمان نوازیوں کی شکر گذاریوں میں سچے دل سے تر زبان اور آپ کی میزبانی کے ثنا خواں ہیں۔ اب مجھ کو اجازت ہو تو فرودگاہ میں جا کر اور فرائض مذہبی سے فراغت حاصل کر لوں۔

راجہ جنک نے راجہ دسرتھ کو ہنسی خوشی رخصت کیا راجہ دسرتھ اپنی فرودگاہ میں آ گئے وہاں رات کو شندی ملکھ شرادھا سے تیاری کر کے علی الصباح گئودان کرنے پر تل گئے۔ اول ہزار برہمنوں کو ایک ایک سو گائیں دان کیں بعد چاروں فرزندان عالیشان کو زانو پر محبت سے بٹھا کر بہت سی گائیں برہمنوں کی نذر کر دیں۔ یہ گائیں نہایت قیمتی اور دودھاری تھیں۔ سینگ سونے سے منڈھے ہوئے تھے۔ جس برہمن نے گئو پائی امیر بن بیٹھا۔ دھرم شاستر میں مرقوم ہے کہ چھتری لوگ سولہ برس تک کے بیٹے کو زانو پر بٹھا سکتے ہیں۔ اور اس سن تک لڑکے کی داڑھی مونچھ پر استرا پھروانا قطعی ممنوع ہے جس وقت باپ بیٹے کو گود میں لے کر دان کرنا شروع کرے تو بولنا نارد ہاں بولے۔ تو کب جب آفتاب غروب ہو جاتے اور جب ایسا دان کرنے کا وقت ہو تو سب سے پہلے اس گو دکو ایک گئو اور ایک بیل نذر کرنا چاہئے۔ جس نے علوم دینی کی تعلیم دی ہو۔ چنانچہ راجہ دسرتھ نے راجکماروں کے ہاتھ سے [illegible]

چاروں بھائیوں سے دھرم شاستر کے حکم کی تعمیل کرائی۔ دکشنائیں دلوائیں اور بعد فراغت ہنسی خوشی چاروں بیٹوں کے جلوہ دیدار سے کلیجہ ٹھنڈا کرنے لگے۔

سرگ ۷۳

شری رامچندر جی شری لکشمن جی شری بھرت جی اور شری سترگھن جی کی شادیاں

راجہ دسرتھ جب دل کھول کر گؤدان کر چکے تو معلوم ہوا کہ بھرت جی کی ماتا یعنی کیکئی کے بھائی تشریف لائے ہیں۔

راجہ دسرتھ نے حسب مراتب استقبال کیا اپنے ساتھ ٹھہرایا۔ مزاج پرسی کے بعد رونق افروزی کا شکریہ ادا کیا۔ اور پوچھا کہ آپ جنک پور میں کہاں؟

راجہ جدھاجت (رانی کیکئی کے بھائی) سب طرح سے خیریت ہے پہلے میں اجودھیا گیا وہاں سے خبر ملی کہ آپ یہاں رونق افروز ہیں۔ اس لئے آپ کی بدولت متھلا نگری کے بھی درشن ہو گئے میرے پتا راجہ کیکئے نے عرصے سے بھرت کو نہیں دیکھا۔ وہ بہت دیدار کے پیاسے ہیں آپ اجازت دیں تو میں بھرت جی کو ہمراہ لے جاؤں۔

راجہ دسرتھ۔ افسوس کہ میں سفر میں ہوں آپ کی خاطر داشت آپ کی عزت شان و شوکت کے موافق کروں۔ اس غریب الوطنی میں امکان سے باہر ہے مگر مجھے بڑی خوشی ہوئی کہ آپ ایسے وقت میں تشریف لائے ہیں کہ سب سامان خوشی کے مہیا ہیں کیا خوب ہو کہ آپ بھرت جی کی شادی دیکھ لیجئے اور پھر گھر تشریف لے جائیے۔ ایک ہفتہ رہ کر جائیے۔

راجہ جودھاجت کو بہت سے ضروری کام تھے۔ لہذا وہ زیادہ ٹھہر نہ سکے اور انہوں نے وعدہ آئندہ لے کر وطن کی راہ لی۔ یہاں راجہ دسرتھ جی نے راجہ جنک کے دارالدولت کا عزم کیا آگے آگے وششٹ جی کی سواری تھی بعدہ بسوامتر جی کی بسوامتر جی کے پیچھے چاروں راجکمار یعنی سری رامچندر لکشمن۔ بھرت سترگھن تھے ان کے عقب میں راجہ دسرتھ موقع موقع پر شاہی جلوس ہر ایک کے ہمراہ تھا اور سب کے پیچھے خاص و عام میں سے وہ جماعت تھی جس کو براتیوں میں شمار کیا جاتا تھا۔

جب برات دروازے پر پہنچی راجہ جنک نے بڑی شان و شوکت سے استقبال کا انتظام کیا۔

مگر جونہی برات دروازے سے گذرنے لگی۔ مصاحب (یعنی دربان) سدراہ ہوئے اس وقت راجہ جنک کو نہایت طیش آیا۔ سب کو کافی وداتی سرزنش کی اور بنفس نفیس حاضر ہوکر سب کو ہمراہ لے چلے جنک پور میں تمام شادی کا سامان مہیا تھا۔ جگہ جگہ شادی کے سامان کی کاروائیاں ہو رہی تھیں۔ جدھر سے راجہ دسرتھ گذرے ادھر سے راجہ جنک جی سا ندسامان دکھلاتے ہوئے گذر گئے کہیں کھانے پینے کے سامان تھے۔ کہیں جگیہ ہون اور بیدی کے ٹھاٹھ خلاصہ یہ کہ وہ راجہ دسرتھ کو مکان پر لے گئے۔ بیدی کے پاس بٹھایا۔ چاروں لڑکیاں بلائیں اور کنیا دان کی۔ کاروائی شروع ہوئی سب سے پہلے سری رامچندر اور سری جانکی جی کی بھانوریں ہوئیں پھر لکشمن جی کا گٹھ بندھن ہوا اس کے بعد بھرت جی اور سترہن جی کا۔ اس وقت اس طرف سے بششٹ جی اور ادھر سے ستنیانند ادائے مراسم میں مشغول تھے۔ بیدی رچی ہوئی تھی۔ کلس استھاپت کیا گیا تھا۔ سیز جو اگے ہوئے تھے۔ دھوپ سلگ رہی تھی اور سنکھ گھڑیال بج رہے تھے۔ اگن کنڈ میں آہوتیوں پر آہوتیاں ہو رہی تھیں بششٹ جی ہون کنڈ پہ بیٹھے ہوئے ہون کرا رہے تھے۔ جب یہ کاروائی پورے طور پہ ہو چکی ادھر سے رامچندر جی لکشمن جی بھرت جی سترہن جی چاروں بھائی رونق افروز ہوئے۔ ادھر سے سری جانکی جی سولہ سنگار کئے بارہواں ابھوکھنوں سے آراستہ سکھیوں سہیلیوں کے بیچ میں چھم چھم کرتی آئیں اور ستنیانند پروہت کے اشارے سے چوک پر بیٹھ گئیں رام چندر جی چوک پر بیٹھے ہوئے تھے۔ پس بششٹ جی نے اپنا تھوڑا ہاتھ بڑھایا اور اس ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھ کر فرمایا کہ راجکمار رام چندر سیتا جی کا ہاتھ پکڑو۔ یہ تمہاری بام انگ ہو گئیں۔ سیتا جی پتی برت دھرم میں اپنا نام روشن کریں گی۔ اور تمہارے ان کے یک جان دو قالب کا رشتہ رہیگا چنانچہ اس وقت اگنی دیوتا کے سامنے یہ رشتہ منظور ہو رہا ہے۔ یہ فرما کر بششٹ جی نے سیتا جی کے چلو میں تھوڑا سا پانی دیکر رامچندر جی کے داہنے ہاتھ پہ ان کا ہاتھ رکھدیا اور اسطرح ان کی باہم شادی کے مراتب طے ہو گئے۔

اس کے بعد یہی کاروائی ارملا (دختر راجہ جنک) اور لچھمن جی کے ساتھ ہو گئی۔ مانڈوی اور شروتکرت کی شادی بھرت جی اور سترہن جی کے ساتھ ہو گئی۔ اس وقت چاروں بھائیوں کا سروپ عجیب ہی موہنی تھا۔ اور جس وقت اپنی اپنی استریوں کے ہاتھ ان کے ہاتھوں میں نظر آئے وہ عالم خوشی تھا کہ بس آنند ہی چھائی ہوئی تھی۔ سب کی باچھیں کھلی ہوئی تھیں دانت چھپائے چھپتے تھے۔ سب نے تین مرتبہ ہون کنڈ کے اردگرد بھانوریں پھیریں چاروں طرف سے پھولوں کی بوچھاڑ ہو رہی تھی۔ اور برہمن اور رشی وید کے منتروں سے کنیا دان عمل کر رہے تھے۔ راجہ جنک کے یہاں باجے گاجوں کی آواز زمین سے آسمان تک گونج رہی تھی۔ اس پر راجہ دسرتھ باجے گاجے علاوہ تھے۔ ناچ رنگ کے سوا کچھ نظر ہی نہ آتا تھا۔ ساز عشرت و نغمہ مسرت ہی کا دور

میں بھر رہے تھے کیا معمولی مغنی و مطرب کیا اپسرائیں اور کیا گندھرب سب نغمہ سرائی میں مست ہا تھی نغمہ کوتاہ بڑی ہنسی خوشی سے سری رامچندر جی سری لکشمن جی بھرت جی سترگھن جی چاروں کی شادیاں ہو گئیں اور بعد فراغت رسمیات راجہ دسرتھ لشسٹ جی لسوامتر جی اور ہمراہیوں کے ساتھ خوشی خوشی اپنی فرودگاہ میں واپس آ گئے ۔

سرگ ۔ ۴۷

جشن شادی کے بعد راجہ دسرتھ کی جنک پور سے واپسی۔ راستے میں پرسرام جی کی تشریف آوری۔ قہر و غضب سے خوف و ہراس

دوسرے روز آفتاب نکلتے ہی راجہ دسرتھ جلوس اور رانیوں کے ساتھ عازم اجودھیا ہوئے راجہ جنک نے رخصت کے وقت دل کھول کر دریا دلی دکھائی دہیز میں جہیز ایک لاکھ گائیں ایک لاکھ اونی چادریں ایک لاکھ پیتامبر بہت سے کوہ پیکر ہاتھی۔ صبا رفتار گھوڑے خوشنما رتھ تھے ہدیہ اشرفی بے شمار موتی ہیرے جواہرات اٹھائے نہ اٹھتے تھے سونے چاندی کے برتنوں جڑاؤ زیوروں اور زرکار و قیمتی لباسوں کا انبار لگ گیا۔ ایک ایک راجکماری کی خدمتگذاری کے لئے سو سو لونڈیاں ہمراہ کیں۔ برات باجوں گاجوں کے ساتھ رنگ رلیاں مناتی گلچھرے اڑاتی اجودھیا کی طرف چلی اور راجہ جنک تھوڑی دور رخصت کر کے مضلا پوری میں واپس آ گئے راجہ دسرتھ نے تھوڑا ہی فاصلہ طے کیا تھا۔ کہ اوج ہوا سے پرندوں کی منحوس آوازیں کانوں میں آنے لگیں اور ایک ہرن سامنے گذرتا ہوا دائیں ہاتھ کی طرف نکل گیا۔ گویا یہ شگون نیک تھا تاہم پرندوں کی بدشگونی سے راجہ دسرتھ کو وحشت ہوئی کیونکہ حالت سفر میں ایسی علامت موجب خطر ہوتی ہیں انہوں نے لشسٹ جی سے عرض کی کہ مہاراج کچھ آپ نے غور کیا ہے تو پرندوں کی کرخت آواز کچھ کہتی معلوم ہوتی ہے۔

لشسٹ جی:۔ مجھ کو خود اسی بات کا اندیشہ ہے میں جانتا ہوں کہ کوئی نہ کوئی بلائے عظیم نازل ہونے والی ہے۔

سب دل ہی دل میں فکر مند تھے۔ دفعتہً آندھی اٹھی چاروں طرف غبار چھا گیا۔ بونڈلے پر بونڈلے اٹھنے لگے۔ زمین تھر تھر کانپنے لگی۔ بڑے بڑے درخت اکھڑ اکھڑ کر زمین پر بچھ گئے۔ ایسا اندھیرا چھا گیا کہ ساون بھادوں کی اندھیری راتیں مات ہو گئیں ہاتھ

کو ہاتھ نہ سوجھتا تھا۔ جتنے براتی اور ہمراہی تھے سب تو اس باختہ ہو گئے معلوم ہوتا تھا کہ بدن میں جان نہیں۔ جو جو کسی میں تھے تو کون صرف بششٹ جی بسوامتر جی۔ سری رام۔ لکشمن۔ بھرت۔ سترگھن اور رشی لوگ دیکھتے کیا ہیں کہ اس اندھیرے میں ایک خوبصورت جوان شیر کی طرح گرجتا چلا آتا ہے چہرہ چودھویں رات کا چاند سر پر لمبی لمبی جٹائیں قد بلند۔ آنکھیں سرخ سرخ۔ کاندھے پر پرسا ہاتھ میں ایک وزنی دھنک۔ جلال وہ کہ نظر جمنا محال یہ پرسرام جی تھے۔ جو بل مارتے سر پر آموجود ہوئے اور ایسی آنکھیں لال پیلی کیں کہ راجہ دسرتھ کی بوٹی بوٹی کانپ گئی۔ معلوم ہوتا تھا کہ تر پر اسرار چھپ کے مارنے کو مہا دیو جی آگ بگولا ہو رہے ہیں پرسرام جی کو دیکھ کر بششٹ جی بسوامتر جی اور دوسرے رشی دل میں کانپتے ہوئے کہنے لگے کہ اب خیر نہیں یہ وہی پرسرام جی ہیں جنہوں نے چھتری قوم کو چن چن کر نابود کر لیا۔ جن کو ماں کے مارنے میں بھی پس و پیش نہ ہوا۔ وہ آج ضرور ہاتھ صاف کریں گے۔ یہاں بھی چھتری ہی چھتری تو ہیں۔ اتنا بیٹھے بیٹھے سب کے سب جگہ سے ہلے اور پرسرام جی کی خدمت میں بڑے ادب سے کھڑے ہو گئے بڑی تعظیم و تکریم سے پیش آئے اور ارجن جی کا اقرار کر کے پوجا کی ؎

سرگ ۷۵

راجہ دسرتھ کی عاجزی۔ پرسرام جی کا رامچندر جی پر عتاب شیو دھنش اور بشن دھنش کی سرگذشت

پرسرام جی کا چہرہ غیظ و غضب سے لال لال انگارہ ہو رہا تھا۔ آنکھوں سے چنگاریاں اٹھتی معلوم ہوتی تھیں۔ منہ غصے سے تڑکتا تھا۔ شیر کی طرح بپھرے ہوئے تھے جونہی پاس پہنچے ادھر ادھر قہر بھری نظر سے دیکھ کر رامچندر جی کی طرف دیکھا اور بگڑ کر بولے کہ

یہ سمجھ کے بیٹھے ہاتھ پاؤں۔ معمولی کمر کا ڈھیل اٹھی پر ایسا گروہ تاڑکا ایک عورت کو مار لیا سمجھ لیا کہ ہم سا دیگرے نیست۔ بڑے مہا بلیاں بن گئے۔ جان لیا کہ بس ساری دنیا ہیچ۔ آخ آہ۔ تمہارا منہ کہ شیو جی کا دھنش توڑو۔ اچھا دیکھو میرا دھنش آج تک میرے سوا کوئی تان سکا۔ بڑے بڑے سیکڑوں بلکہ ہزاروں ایسے ڈھیل والے سورما صورت دیکھ کر کانپ گئے تم شیو جی دھنش توڑ کر چاہتے ہو کہ میری طاقت کا ڈنکا بجے۔ سب سورما دب جائیں۔ یہ ہونا نہیں۔ جب تک تم میرا دھنش نہ چڑھا لو گے میں پنڈ نہ چھوڑوں گا۔ تمہیں زعم طاقت کا مزہ

چلھاؤنگا اور دھنش چڑھا بھی لو گے تو بچ کے نہیں جا سکتے۔ میرا پرسا خون کا پیاسا ہے۔ اس کی پیاس ضرور بجھانا پڑے گی۔

پرسرام جی کے یہ فقرے عام لوگوں کے لئے پیغام موت سے کم نہ تھے راجہ دسرتھ کی روح فنا ہو گئی۔ چہرہ مرجھا گیا۔ تھر تھراتے کانپتے ہاتھ جوڑتے ہوئے پرسرام جی سے عرض کی کہ مہاراج آپ نے تو کرپا کر کے چھتریوں کی جان بخشی فرما دی تھی۔ پھر آج یہ قہر و عتاب کیوں ہے۔ بچہ زادے کل کے بچے ہیں۔ چھٹی چھٹہ آٹھ دن کا سن ہے میرے بڑھاپے کی کمائی اور آپ کے قدموں کی خاک کے برابر ہیں۔ پس آپ کو ان پر رحم فرمانا چاہیئے۔ آپ کو ہم ایسے ناچیزوں پر غصے کی ضرورت آپ برہمن کل کے آفتاب اس پر تپشیا کا بل آپ کی ذرا بھی ترچھی نگاہ ہمارے لئے تو موت کا کام کرتی ہے۔ ادھر پیشانی پر بل پڑا۔ ادھر جان نکل گئی آپ نے اندر جی سے وعدہ فرمایا تھا۔ کہ استر شستر کو ہاتھ نہ لگائیں گے۔ کیا وہ پرتگیا فراموش ہو گئی۔ آپ کے دست مبارک میں دھنش اور کاندھے پر پرسا دیکھ کر روح قبض ہوئی جا رہی ہے اور چہرے کی تمتماہٹ سے خون خشک ہوا جاتا ہے۔ آپ ذرا غصہ روکیں ورنہ ہم لوگوں کا مرغ روح یونہی اینٹھ کے رہ جائیگا۔ نہ پرسے کی ضرورت ہوگی نہ دھنش بان کی۔ ہم لوگوں کے جیتے جی بہت سے رشی منی بھی موجود ہیں۔ اگر ہمارے خاندان پر بھی آنچ آ گئی تو خود خیال فرمایئے کہ برہمن ہستیا کا عذاب غصے کے مالکے ہوگا کہ نہیں اس لیے آپ کی نظر سے جان بخشی کی درخواست کرتا ہوں۔ آپ بڑے ہیں امید کہ ضرور مہربانی فرمائیں گے۔

راجہ دسرتھ کی عاجزانہ عرضداشت پر پرسرام جی نے ذرا بھی التفات نہ کیا اور سری رامچندر جی سے طیش میں آ کر بولے۔

دنیا میں صرف دو ہی دھنش تھے ایک یہ جو مجھے پتا جی نے دیا۔ دوسرا وہ جس کے توڑنے پر تم ناز کر رہے ہو یہ دھنش وہ تھے جن کی عظمت ہی نہ تھی۔ بلکہ اہل زمانہ ان کی پرستش کرتے تھے ایک زمانے میں تری پورا سر نے وہ ظلم و ستم کئے کہ زمین و آسمان سر پر اٹھا لئے نہ کاٹے کٹتا تھا نہ مارے مرتا تھا۔ بس بھگوان نے لیاقت صرف کی اور دونوں دھنش تیار کر دیئے۔ تمہارا توڑا ہوا دھنش شنبھو جی کے دست مبارک میں رہتا تھا اور میرا دھنش بشن جی کی گرفت میں۔ ان دونوں دھنشوں کی وہ طاقت ہے۔ کہ دشمن بچ کر جا ہی نہیں سکتا۔ مگر تری پورا سر کی لڑائی کے وقت اس کے لائق بان کہاں۔ اسلئے بشن جی نے قدرت کاملہ سے اپنی صورت بنا عطا فرمایا تب کہیں تری پورا سر کا فیصلہ ہوا۔ جس وقت تری پورا سر زمین پر چت ہوئے اس وقت دیوتاؤں کی عقل چکر میں ہوتی۔ کہ تری پورا سر کس کے دست قدرت سے قتل ہوا۔ اس میں شیو جی کے بازو نے

قوی کا اعجاز تھا۔ یا لبشن جی کی قوت کاملہ کا سبب منفق ہو کر برہما جی کی خدمت میں تشریف لے گئے اور حرف سوال لب پہ آیا۔

برہما جی نے جواب میں فرمایا کہ اس میں رمز ہے ایک موقع پر شیو جی اور بشن جی میں کچھ ان بن ہو گئی۔ ہوتے ہوتے جنگ و جدال کی نوبت آ گئی۔ مورچے بندھ گئے۔ لڑائی چھڑی ہاتھ دکھلائے جانے لگے۔ کہ دفعتہً بشن جی نے یوں کہہ دیا زبان سے یہ آواز نکلی ہی تھی کہ شیو جی کے دھنش نے منہ دبایا کچھ پیش نہ گئی۔ یہ دیکھ کر شیو جی کو نہایت ہی غصہ آیا تاؤ کھا کر بولے کہ اے بشن ہوشیار اب تمہیں مغز نہیں مار کے نہ گرایا تو شیو نام نہیں۔

ادھر بشن جی بھی میان سے باہر تھے۔ سمجھتے ہی نہ تھے کہ شیو کیا مال ہے دونو طرف تیر و ترکش بندھے دیکھ کر دیوتا لوگ گھبرائے کہ آثار بیڈھب ہیں اس عداوت قلبی کا نتیجہ اچھا نہیں ہر بد خون خرابہ ہوگا اور ایک نہ ایک کی جان جائیگی اسلئے انہوں نے طرفین کی خوشامد درآمد کی۔ اور صلح کرا کے معاملہ رفع دفع کرا دیا۔ شیو جی نے فرمایا کہ صلح تو ہوئی۔ مگر جب تک یہ دھنش میرے اور بشن جی کے پاس رہیں گے ہر وقت لڑائی سے سامنا رہیگا۔ اسلئے ان کا پاس نہ رکھنا ہی ٹھیک ہے سوچکر انہوں نے اپنا دھنش برہمن جی کو دیدیا برہمن جی نے دیوتاؤں کے اور دیوتاؤں نے راجہ دیورات کے حوالے کر دیا۔

میرا دھنش لشنو جی نے میرے دادا ریحک کی نذر کیا نعیں تک میرے پتا جہدگن جی کے استعمال میں رہا اب میرے قبضہ قدرت میں ہے میرے پتا جی نہایت ہی طاقتور اور ریاضت و عبادت میں کامل زمانہ تھے موقع جنگ میں وہ جوہر دکھاتے تھے کہ بڑے بڑے جیالوں کے چھکے چھوٹ جاتے تھے تپشیا کا وہ جلال و کمال تھا کہ جو زبان سے کہہ دیا کبھی پھٹ نہ پڑے ایک چھتری راجہ ارجن نامی نے پتا جی کو موقع پا کر قتل کر ڈالا مجھے خبر لگی تو بس جیسے ہا کیا لیچھنا تھا۔ دھنش لے کر اٹھ کھڑا ہوا اور سارے چھتری خاک پر سُلا دیئے دنیا سب کانپ اٹھی آکاش میں بھی غلغلہ مچ گیا کہ آخر اندر نے آ کر درخواست کی کہ اب رحم کیجئے۔ چھتری نہ ہوں گے۔ تو پھر زمین کی حفاظت کون کریگا جگیہ کس کے دم سے ہونگے اسلئے شمشیر غضب میان میں کیجئے بہت ہو چکی جب سے چھتری مر مٹ گئے جگیہ کی رسم ہی اٹھ گئی۔ دیوتاؤں کے حقوق زائل ہو گئے بھاگ نہیں ملتا بھوکے رہتے ہیں۔

راجہ اندر کی اس عرض داشت پر میں نے خونریزی سے ہاتھ کھینچ لیا۔ اور ایک عظیم الشان جگیہ کر کے دیوتاؤں کی ایسی حق رسائی کی کہ نیت بھر گئی۔ آخر میں نے اپنا راج پاٹ سب کشیپ برہمن کو دان کر کے انہیں کی درخواست پر دنیا پہ لات ماری اور آکاش کی سیر و سیاحت

سے دلچسپی کی صورت نکالی۔ اتفاق سے میں مہندراچل پہاڑ پر سیر کر رہا تھا کہ دھنش ٹوٹنے کی سخت آواز کانوں میں آئی۔ فوراً بدن میں آگ لگ گئی دل جل اٹھا تاب ضبط نہ رہی اور آندھی کیطرح یہاں آگیا اب بہتر ہے کہ میرے دھنش پہ زور آزمائی کرو ورنہ خیریت نہ سمجھو۔ لڑے جب جھے بغیر بچاؤ نہیں ؛

سرگ ۷۶

پرسرام جی کے دھنش پر سری رامچندر جی کی طاقت آزمائی۔ کامیابی پرسرام جی کی مہندراچل پہاڑ پر واپسی امن و امان

سری رامچندر جی خاموشی سے پرسرام جی کی غضب آلودہ تقریر سنتے رہے جب سلسلہ سخن منقطع ہوا تو جواب میں گوہر افشانی فرمائی۔

مہاراج آپ نے اپنی قول وقسم نباہنے کیلئے اپنے پتا کے قتل کا جسطرح چاہا عوض لیا بہت مناسب میں اس پر اعتراض کرنے والا کون مگر گستاخی معاف اس وقت جامے سے باہر ہو کر آپ جو زہر اگل رہے ہیں یہ آپ کی شان کے شایاں نہیں رہا۔ دھنش چڑھانا اور آپ کے سامنے خم ٹھونک کر ہتھیار اٹھانا اس کے لئے میں تعمیل ارشاد کو حاضر ہوں۔ لائیے دھنش ابھی چڑھا کر دکھا دوں اور آپ کی ایسی ہی مرضی ہو تو آئیے۔

ہمیں میدان ہمیں چوگان ہمیں گو ہے

یہ فرما کر سری رامچندر جی نے دھنش ہاتھ میں لیلیا۔ اس وقت ان کا چہرہ تمتما اٹھا آنکھ سے قہر کے آثار نمایاں ہو گئے۔ اور جوش غضب میں زبان سے یہ الفاظ سنائی دیئے

پرسرام جی: کیا کہوں آپ برہمن ہیں یہ برہمن ہی نہیں بلکہ میرے گورو جی مہاراج بسوامتر جی کے بھانجے (بہن کے بیٹے) بھی ہیں۔ اسلئے جھجکتا ہوں۔ نہیں تو آپ کا سارا گھمنڈ خاک میں ملا کر رکھ دیتا اور دکھا دیتا کہ گرجنے والے بادل کون ہوتے ہیں اور برسنے والے کون۔ مگر مشکل یہ آپڑی ہے۔ کہ آپ پر ہاتھ اٹھانا دھرم کے خلاف ہے لیکن دھنش پہ بان چڑھا چکا چھڑیوں کا بان خالی جانے ممکن نہیں۔ اسلئے کہیئے کہ ابھی سرگ کو روانہ کردوں یا کوئی عضو زخمی کر کے چھوڑ دوں۔

سری رامچندر جی کے کلمات غضب نہایت پرجوش تھے۔ دیوتا لوگ تھر تھرا گئے پرسرام جی کی ذات مقدس سے بشن جی کے نور حقیقی کا جلال غائب ہو گیا۔ ایک پتھر کی مورت کی طرح خاموش

کھڑے رہ گئے ساری ستی پٹی بھول گئے چہرے کا جلال دیکھنے لگے نظر جہاں پہ پڑی تھی وہاں جم گئی پرسرام جی کے ہوش و حواس جاتے رہے انہوں نے دل میں خیال کیا کہ یہ رامچندر نہیں بلکہ جلوہ نور حقیقی ہے چنانچہ وہ گڑگڑا کر عرض کرنے لگے۔

اے رامچندر جی معاف کیجئے گا۔ پہلے میری آنکھوں پہ پردے پڑے ہوئے تھے اب آپ کے جلال نے آنکھیں کھول دیں۔ جس وقت میں نے کرۂ خالی سر کر کے برہمنوں کو دان کر دیا تھا۔ اس وقت کشیپ برہمن کا حکم تھا۔ کہ اب تم کو روئے زمین پر قدم رکھنے سے واسطہ نہیں۔ جاؤ کسی پہاڑ کی گفا میں دن کے بارہ گھنٹے بسا کرو اور رات کو آکاش میں بسر کرو۔ چنانچہ آپ گستاخیاں معاف کر کے مجھے مندراچل پہاڑ پہ جانے کی اجازت دیں۔ آپ کی مرضی ہو تو سارا جسم نشانے کیلئے حاضر ہے مگر کوئی بھی عضو چھیدا ہو جائیگا تو میں پہاڑ پر نہ جا سکوں گا۔ نہ گرو کے حکم کی تعمیل ہی ہوگی۔ اب رہا چھتریوں کے قتل سے برہم ہتیا کا عذاب وہ میرا ذاتی فعل نہ تھا بلکہ اس وقت آپ ہی کے دست قدرت نے یہ غیبی طاقت دکھائی تھی۔ چنانچہ اب وہ غیبی طاقت آپ نے کھینچ کر دانستہ اپنے میں جذب کر لی۔ نہ مجھ کو اس عذاب سے سروکار ہے نہ ثواب سے واسطہ آپ نے چھتری نسل میں پیکر خاکی سے نور اصلی کا جلوہ دکھایا۔

زہے نصیب جس وقت آپ نے میرے دھنش کو ہاتھ ہی لگایا تھا۔ اسی وقت میں نے جلوہ حقیقت کی شناخت کر لی تھی۔ بیشک آپ پرمیشر ہیں میرا اور آپ کا مقابلہ کیا۔ میں نے ہار مانی اور آپ کی اجازت کا خواستگار ہوں۔

رامچندر جی پہ اظہار عاجزی نے پوری تاثیر کی انہوں نے فرمایا

اچھا پرسرام جی جائیے خوش رہیئے۔ آپ واجب التعظیم ہیں۔

سری رام جی نے بڑے اعزاز سے انہیں رخصت کیا اور وہ مندراچل پہاڑ کیطرف روانہ ہوئے۔ ادھر انہوں نے رخ پھیرا ادھر ساری آندھی گندھی اڑ گئی۔ مطلع بالکل صاف ہو گیا۔ دیوتاؤں نے مارے خوشی کے بغلیں بجائیں اور آکاش چنت سے صدائیں آنے لگیں کہ رامچندر جی آپ کو یہ شیو جی کا دھنش مبارک راون کا قتل اسی دھنش سے ہوگا آشیرباد تیر بہدف ہوگا۔

سرگ ۔ ۲۲

اجودھیا میں راجہ دسرتھ کی واپسی محلوں میں خوشی کی چہل پہل

پرسرام جی معافی مانگ کر مندراچل پر چلے گئے۔ یہاں سری رامچندر جی کو یہ کھٹکا ہوا کہ

کہاں ہم چھتری اور کہاں پرسرام جی برہمن ان کا ہاتھ بنچا ہمارا اونچا اس پہ بھی ہم نے ان سے دشمن ہتیا لیا بڑی غلطی کی یہ کام چھتری دھرم کے خلاف ہوا۔ اسی فکر میں سوچتے سوچتے شاستر کی طرف خیال دوڑا۔ تو معاً ان کی تسکین قلب ہو گئی۔ اور ایک نیا ہی خیال پیدا ہوا۔ یعنی جس کا کوئی وارث نہ رہے تو اسی کا جو مال ہو وہ اس کے بعد گورو کا مال ہے چنانچہ پرسرام جی کے گورو بدران ہیں۔ بروھنش اپنی کے سر منڈھونگا وہ اندر کو سونپ دینگے۔ اور اندر اگست رشی کے حوالے کر دیگا۔ اور یوں دست بدست پہنچتے پہنچتے آخر راون کے مارنے کے وقت اپنے ہی ہاتھ آجاویگا چنانچہ انہوں نے دھنش کو برن جی کے سپرد کر دیا۔ اپنے پتا مہاراجہ دسرتھ سے فرمانے لگے۔ کہ آپ فکر مند کیوں ہیں۔ جس پرسرام جی کا آپ کو خوف تھا۔ وہ تشریف لے گئے۔ آپ سب کو لیکر اجودھیا کا عزم کریں۔ اب ہر طرح امن و امان ہے۔ راجہ دسرتھ نے جونہی یہ آواز سنی۔ اس کے مردہ جسم میں جان آ گئی۔ انہوں نے رامچندر جی کو چھاتی سے لگا لیا اور سمجھے کہ آج اور ان کے راجکماروں کی دوبارہ زندگی ہوئی۔ ایشور کا شکریہ ادا کرکے انہوں نے وہاں سے کوچ بول دیا۔ چلتے چلتے اجودھیا میں داخل ہوئے۔ وہاں سامان ہی اور تھے۔ جابجا نوبت نقاروں کی دلکش آواز سر دروازے پہ بند نوا ری گھروں میں بدھائیاں ہر جگہ ناچ رنگ شادیانوں کی آواز زمین سے آسمان تک گونج رہی تھی۔ اللہ مبارک سلامت کے شور و غل سے کان دبے آواز سنائی دیتی تھی۔ راج محلوں میں رنگ رنگ کی جھنڈیاں لہرا رہی تھیں خوشی کے مارے اڑا رہے تھے نئے ٹھاٹ باٹ نئی آرائش و زیبائش نے سونا اور سوگنا ہی کی کیا وقت صادق کی راجہ دسرتھ محل میں داخل ہوئے چاروں بیٹوں اور بہوؤں کو ساتھ لئے ہوئے رانیوں کے پاس پہنچے سب رانیاں دوڑ پڑیں۔ بہوؤں کو ہاتھوں ہاتھ لیا بیٹوں کو کلیجے سے لگایا لونڈیاں باندیاں خوشی کے گانے گانے لگیں۔ بھنگیوں کو زیور لباس تقسیم ہونے لگے کچھ اور تقسیم ہوئی۔ راجہ جنک اور کوشدھج کی راجکماریوں نے سب کے پاؤں چھوئے سب سے اشیرباد لیا۔ راج محلوں میں دن رات ناچ رنگ رہنے لگا۔ اور سری رامچندر جی اور جانکی جی کے سبب سے اجودھیا کے رنگ اس میں کچھ اور ہی رونق رہی۔

جب جشن شادی ختم ہو گئے۔ تو راجہ دسرتھ جی نے بھرت جی سے فرمایا کہ تمہارے ماما جودھا جتی بہت دنوں تک ٹھہرے رہے تمہارے نانا کو تمہیں دیکھنے کا انتہا سے زیادہ اشتیاق ہے۔ اسلئے جاؤ اُن کی آنکھوں کو ٹھنڈک دے آؤ۔

جب سامان سفر تیار ہو گیا تو بھرت جی اور ستروہن جی کیکئے کے دیش وہرات کیطرف روانہ ہوئے جب وہاں پہنچے تو راجہ کیکئے نے بہت محبت کا اظہار کیا۔ بڑی خاطر تواضع سے رکھا۔ حالانکہ بھرت و ستروہن وہاں تھے۔ مگر دل راجہ دسرتھ ہی میں اٹکا تھا۔ یہاں صرف رامچندر

جی اور لکشمن جی رہ گئے۔ ان کو ہر وقت راجہ دسرتھ جی کی رضا جوئی سے کام تھا۔ تین مرتبہ گوروجی کی خدمت میں حاضری دیتے۔ اور تمام رعایا کا دل ہاتھ میں لئے رہتے تھے ان سے وہ وہ کار لائقہ سرزد ہوتے۔ کہ سب کا دل خوش ہو جاتا۔ سب جان و دل نچھاور کرتے۔ اور قربان ہوئے جاتے تھے۔ شادی کے بعد بارہ برس تک سری رامچندر جی سری جانکی جی کے ساتھ دوئی میں وحدت کا نظارہ دکھا کر سب کے لئے تہذیب اخلاق کا ایک قابل تقلید نمونہ پیش کرتے تھے۔ جان کی ویسی فکر نہ تھی۔ جیسی جانکی جی کی۔ جانکی جی بھی سری رامچندر جی کی نہ دل سے داسی تھیں۔ چنانچہ وہ محبتانہ برتاؤ تھے۔ کہ زبان قلم میں اظہار مطلب کی طاقت نہیں اور ایسی معذوری کے ساتھ رامائن کا پہلا حصہ یعنی بال کانڈ سمپورن شبھم لکھواتے پر قلم کو مجبور کرتا ہوں۔

بال کانڈ (پہلا حصّہ) سماپت ہے

اجودھیا کانڈ

اوم اوم رما من زبان سے نکلے — جے سیتا جے لکھن زبان سے نکلے
لب پہ ہے آنقی بھرت جی کا نام — جے جے سری سترگھن زبان سے نکلے

سرگ - ۱

رامچندر جی کے راج تلک کی تجویز

سری والمیک جی زبان معجز بیان سے گل فشاں ہیں۔ کہ راجہ کیکے (والدہ رانی کیکئی) کو بھرت اور سترگھن جان سے عزیز تھے۔ ہر وقت آئینہ کی طرح سامنے رکھتے۔ پلکوں کی طرح آنکھوں سے اوٹ نہ ہونے دیتے تھے۔ دونو برادران عالیشان کے واسطے کیکے پور میں تمام دلچسپی کے سامان مہیا تھے۔ مگر اُن کا دل اجودھیا ہی میں رکھا رہتا تھا۔ وہ خیال کرتے تھے۔ کہ راجہ دسرتھ کا بڑھاپا آگیا اُن کی خدمتگذاری کا یہی وقت ہے۔ اولاد اسی روز کیلئے ہوتی ہے۔ بیٹے کو بڑھاپے کا سہارا اور اعصائے پیری اسی واسطے کہتے ہیں کہ پیرانہ سالی میں اُس سے آسائش ملتی ہے۔ وہاں دونوں بھائیوں کو ننہال میں وطن کی یاد بیچین کئے تھے۔ یہاں اجودھیا میں راجہ دسرتھ کو اُن کے شربت دیدار کی پیاس کا چسکا تھا۔ راجہ دسرتھ چاروں فرزندوں کو عناصر زندگی سمجھتے اور رگ و جان سے قریب رکھتے تھے۔ لیکن سری رامچندر جی سے خاص الفت تھی۔ رامچندر جی کا جیوں جیوں سن بڑھتا گیا۔ شکل و صورت دوج کے چاند سے پورنماشی کا چندرماں ہوتی گئی۔ اس وقت ان کا حسن صورت کچھ اور ہی تھا۔ چہرے پہ نیلم کے رنگ میں کندن کی دمک تھی۔ رخ پر کالی گھٹا میں بجلی کی چمک اوصاف حمیدہ خصائل پسندیدہ۔ پاکباز۔ مہماں نواز شیریں زبان معجز بیان بردبار۔ نیک کردار ہر دل عزیز صاحب تمیز۔ دریا دل نیک اعمال حمیدہ افعال۔ زندہ دل۔ عالم و فاضل چاق و چست تندرست ثابت قدم عالی ہمت۔ جوہر شناس۔ لیاقت اساس۔ راستی پسند۔ دانشمند پابند اصول عالم علوم معقول و منقول۔ دور اندیش وفا کیش۔ ہمدرد یگانہ و بیگانہ فرد زمانہ۔ متنفر خود ستائی شائق سخن سرائی۔ کاشف اسرار نہانی۔ واقف رموز جہانبانی۔ دوست پرور۔ عدالت گستر۔ عدو شکار۔ راست گفتار۔ مربی انام۔ کفیل خاص و عام۔ دردرس دستگیر کس و ناکس رحیم و کریم۔ بیدرد تحفیف متحمل۔ محنت کش۔ دشمن اہل دغل۔ عالم باعمل دریائے نہنگ توانائی۔ شیر بیشہ معرکہ آرائی۔

مصیبت سے نہ گھبراتے تھے جادہ استقبال سے قدم نہ ہٹاتے تھے۔ خود رائی کی بو نہ تھی۔ خود
سرائی کی خو نہ تھی۔ زبان کبھی سے نہ پلٹتے تھے۔ قول سے نہ ہٹتے تھے۔ جھوٹ سے کلی نفرت تھی۔
راستی سے دلی رغبت تھی۔ پرایا دکھ درد بٹاتے تھے۔ مظلوم کے پسینے کے بدلے اپنا خون گراتے
تھے۔ ظاہری اوصاف کے سوا لبشن کے اوقاسوں میں نامی انتزبا کی کوئی خرچ شاستر کے خلاف نہ
تھا وزیروں کی رائوں سے انحراف نہ تھا۔ دولت علوم فنون سے غنی تھے۔ تیر و تلوار کے دھنی تھے۔
شستر و دیا کو کمالات پر ناز تھا۔ نحو میں خاص اعجاز تھا۔ ناٹک دویا میں صاحب کمال تھے۔
فن مصوری میں آپ اپنی مثال تھے۔ اول درجہ کے شہسوار۔ ہاتھی کی سواری میں یکتا تھے روزگار
رتھ اسطرح چلاتے کہ آندھی کے جھونکے پیچھے رہ جاتے ہر ایک کا دل رکھتے کسی کی بات نہ ٹالتے
تھے۔ قناعت پرائی دولت پر کبھی نہ تھی۔ شجاعت ظالموں کی سرکوبی سے چوکتی نہ تھی رعایا کو
اولاد کی طرح عزیز رکھتے تھے۔ دوست دیکھ کر کھڑا کھوڑا پہ کھلتے تھے۔

رامچندرجی کے فضائل پر کون شیفتہ اور خصائل پہ کون فریفتہ نہ تھا۔ چہرے پر سورج کا
سا جلال تھا اندر کو نجلی رنج سے انفعال تھا۔ زمین دعا کرتی تھی۔ کہ یہی اورنگ آرائے جہانبانی ہو
اقبال منانا تھا کہ یہی رونق افزائے تاج حکمرانی ہوں۔ دسرتھ جی جب شکل دیکھتے کلیجہ پھڑک اٹھتا
جب اوصاف سنتے شعلہ الفت بھڑک اٹھتا ہزار برس گزر چکے تھے۔ جی بھر کے حکومت کر چکے تھے سوچے
کر جیتے جی رامچندرجی کو راج دیدوں۔ تخت و تاج دیکر زندگی کا آنند لوٹوں۔ دنیا کے بکھیڑوں سے چھوٹوں
طبیعت کا سچا مذاق تھا۔ دل کا اصلی اشتیاق تھا۔ دربار عام کیا وزیروں سے کلام کیا رامچندر سب
طرح لائق ہو گئے۔ تمام اوصاف میں فائق ہو گئے۔ عقل میں برہسپت طاقت میں جمراج نیک طبیعت ملیک
مزاج رعایا ان کی جان نثار ہے سایہ دامن دولت کی خواستگار ہے اس لئے اپنی عزلت گزینی اور

سلہ شاستر میں مصارف کی ۵ مدیں مقرر ہیں:۔
(۱) دھرم کارج
(۲) جشن کارج جس سے ناموری اور ثواب ہو۔
(۳) دھن بردھی (ترقی آمدنی) جس سے موجودہ آمدنی بڑھے۔
(۴) شریر رکھشا م قیام زندگی و آسائش جسمانی۔
(۵) اتتھی ستسکاری یعنی مہمان غریب و غربا اور اہل خاندان کی پرورش۔
جو انسان ان مدات میں اپنی آمدنی عمدگی سے صرف کرتا ہے۔ وہ اس کا دنیا میں بھی فائدہ
ہوتے۔ اور عقبیٰ میں بھی منافع (قول شاستر)

رامچندر جی کی تخت نشینی قبول کرتا ہوں ۔

وزرائے دولت و مشیران سلطنت نے ایک زبان ہو کر تجویز کی تائید کیا بلکہ مؤثرانہ الفاظ اور پہلو دار تقریروں میں تکمیل اغراض کی گویا تاکید اً تاکید کی۔

یہاں راج تلک کی بابت مشورہ ہو رہا تھا۔ وہاں دفعتہً آسمان کے ستارے آپس میں ٹکرانے لگے اندھیرے نے زمین و آسمان پر ایک کالا کمبل تان دیا ۔ زمین اس طرح کانپنے لگی کہ گویا چوٹی چڑھی ہوئی ہے راج دسرتھ کو ان علامات ارضی و سماوی سے سخت گھبراہٹ ہوئی ۔ ان کے دل پر وہم گزرا کہ کچھ نہ کچھ شدنی ضرور ہے ۔ اس لئے ان کا دل چھٹپٹایا کہ جتنی جلدی ہو سکے رامچندر جی کو راج دے کر آزاد ہو جائیں پھر راج جاتے اور رامچندر ... اسی وقت فرشتے دولت و ارکان سلطنت بھیجکر روئے زمین کے فرمانروا طلب کئے۔ سب کی تشریف آوری پر راجہ دسرتھ نے شاہانہ اولوالعزمی سے خاطر و مدارات کے عالیشان ایوانات میں عیش و آرام کے سب سامان مہیا کر دیئے اور ایک دربار گوہر بار منعقد فرمایا۔ اس موقعہ پر پچھ دنیا کے فرمانروا رونق افروز تھے۔ فقط راجہ جنک اور راجہ کیکے تشریف نہ رکھتے تھے۔ ان کے نہ آنے کی وجہ دیوتاؤں کی مصلحت وقت تھی یعنی دیوتا لوگوں نے راجہ دسرتھ کی عقل پر پردہ ڈال کر کچھ اب کوتاہ اندیش کر دیا تھا۔ کہ انہوں نے سمرھانہ راجاؤں کو خط تو بھی نہ بھیجے اور وافعی اگر یہ دونو مہاراجے تشریف لاتے تو دیوتاؤں کی ساری مصلحتیں ایک سرے سے ندارد ہو جاتیں۔ اور سارا منصوبہ بگڑ جاتا۔ خیر راجہ دسرتھ راج سنگھاسن پر رونق افروز ہوئے۔ اور راجوں مہاراجوں نے اپنی اپنی نشستوں پر زانوئے ادب تہ کیا۔ ہر ایک کی آنکھیں نیچے کو جھکی ہوئی تھیں۔ سب ہاتھ جوڑے ہوئے گوش بر آواز تھے۔ دربار کی عجیب رونق تھی۔ بس یہی معلوم ہوتا تھا۔ کہ راجہ دسرتھ نہیں بلکہ راجہ اندر اپنے اندر آسن پر دیوتاؤں میں جلوہ آرا ہیں ؎

سرگ - ۲

تاجداران عالم کی آمد انعقاد دربار رامچندر جی کی تخت نشینی کیلئے مشورت۔ سب کا اتفاق رائے

راجہ دسرتھ کا دربار لگا ہوا ہے۔ راجوں مہاراجوں کی صدہا جھنڈیاں میں رنگ رنگ قسم قسم کے اور وضع وضع کے نگینوں کا جڑاؤ آنکھوں میں چکا چوند پیدا کرتا تھا۔ آداب محفل کی

یکسوئی ہونے پر راجہ دسرتھ نے بلند آواز سے یوں گوہرافشانی فرمائی۔

اے تاجداران ہفت اقلیم و رونق آرایان تخت دو یہم آپ سب صاحب بخوبی واقف ہیں کہ میرا احاطہ سلطنت کس قدر وسیع اور میری شان فرمانروائی کی عظمت کیا ہے میرے بزرگوں میں جو اورنگ آرائے حکومت گذرے ان سے تاریخ دنیا کو خاص رونق حاصل رہی ہے یہ رگھو بنس کے سرمایۂ فخر بڑے رعیت نواز اور خلق پرور تھے۔ جہاں تلوار چمکائی فتح و نصرت نے دوڑ کر استقبال کیا چنانچہ انہیں کے فیض اقبال سے میرے عہد حکومت میں رعیت خوشحال ملک دولت سے مالا مال ہو رہا ہے میں نے بہت دنوں راج کیا۔ ۶۰ ہزار برس اوج اقبال کی برکتوں سے عیش و عشرت کے مزے لوٹے اب ہوس ہے کہ سری رامچندر جی کی تخت نشینی سے آنکھوں کا سکھ دیکھوں آپ لوگ یہ خیال نہ کریں کہ پیرانہ سالی سے میرے ہاتھ پاؤں نے ست چھوڑ دیا۔ میرے دل و دماغ کی طاقتیں جواب دے گئیں۔ نہیں نہیں مجھے وہی دم داعیہ وہی جوش و خروش ہے جو عالم جوانی میں کشورستانی ملک گیری رعیت پروری جہانبانی کے ڈنکے بجاتا تھا۔ سری رام چندر کی اورنگ آرائی کا خیال صرف میرے ہی دل میں جاگزیں نہیں۔ میرے مشیران باتدبیر و وزیران روشنضمیر کو بھی میری رائے سے اتفاق ہے۔ رامچندر جی چشم بد دور صاحب قدرت و طاقت ہیں۔ علوم زمانہ میں کامل فنون جنگ سے کماحقہ ماہر ہیں۔ پس میرا فرض ہے کہ ان کو راج گدی پر بٹھا کر انکی لیاقتوں کا صلہ دوں۔ آپ لوگ یہ نہ سمجھیں کہ میں راج سے بالکل دست کش و دست بردار ہو رہا ہوں نہیں نہیں۔ میں بھی فرائض فرمانروائی میں رامچندر کا ہاتھ بٹاتا رہوں گا۔ اور یہ میری سرپرستی عام خلائق کے لئے قند مکرر سے کم نہ ہوگی۔ میری خواہش ہے کہ اس معاملہ میں آپ سب صاحبوں کی آزادانہ رائے سے استفادہ حاصل کروں۔ امید ہے کہ آپ بے تکلف منشائے خاطر ظاہر فرما دیں گے۔ بالفرض آپ کو رامچندر جی کی لیاقت میں شک ہو تو آپ کا اول تو یہ خیال ہی خیال ہے دوسرے جب میں بذات خود موجود ہوں تو کسی بات کا اندیشہ فضول۔ میں یہ نہیں چاہتا کہ آپ منہ دیکھی اور لگی لپٹی کہیں خالی ہاں میں ہاں ملا دیں۔ نہیں اگر آپ کسی دوسرے راجکمار کو لائق جہانبانی و مستحق حکمرانی تصور فرماتے ہوں۔ تو صاف صاف کہنے میں کچھ مضائقہ نہیں۔ میں اس معاملہ کا تصفیہ آپ لوگوں کی رائے پر چھوڑتا ہوں۔ وجہ یہ کہ اپنے منصوبے پر اپنی عقل کو مقدم سمجھنا دانشمندوں کا کام نہیں۔ ایسے معاملوں میں اہل الرائے کی مشورت پر بھروسہ کرنا چاہیئے۔ آپ سب صاحبوں کو رامچندر جی کی نسبت چاہیئے جیسا خیال ہو مگر جہاں تک میرا تجربہ اور مشاہدہ یقین دلاتا ہے میں کہہ سکتا ہوں۔ کہ رامچندر ہمہ صفت موصوف اور رگھوبنس کے سرمایہ ناز ہیں۔

فرمانروایان روئے زمین و سلاطین اورنگ نشین ہمہ تن گوش ہو کر راجہ دسرتھ کی تقریر

دلپذیر سنتے رہے اور جب رامچندرجی کی تاجپوشی کا ذکر آیا مارے خوشی کے جامے میں پھولے نہ سماتے تھے۔ سب نے متفق اللفظ ہو کر کہا۔

مہاراج! ضرور رامچندرجی کو راج دیجئے اس سے بڑھ کر خوشی کی بات کیا ہے اس کے لئے کسی کے صلاح مشورے کی کیا ضرورت۔ رامچندرجی کا جلوس نکلے وہ ہاتھی پر سوار ہوں۔ چتر مکلل سر پر سایہ فگن ہو وزرائے اعظم چنور جھلتے ہوں۔ جلوہ میں خدام بارگاہ و امرائے خیر خواہ کا مجمع ہو ہم لوگ بھی دیکھ لیں کہ شوکت شاہنشاہی و عظمت عالم پناہی میں کیونکر چار چاند لگتے ہیں۔

راجہ دسرتھ کے دل پر جو چوٹ ہوئی تھی۔ اس کو کون مٹا سکتا تھا۔ وہ جو بات سوچتے تھے اٹل ہوتی تھی جو کہتے تھے کر کے دکھاتے تھے۔ مگر نہیں انہوں نے شہر کے دربار سے پھر فرمایا۔

آپ میری رائے سے ضرور اتفاق کرتے ہیں مگر میں اس اتفاق رائے کو بھی سرسری سمجھتا ہوں آپ لوگ ذرا اور غور فرمائیں اگر رامچندرجی کی تخت نشینی پر کسی کو اعتراض ہو یا ان کی فرمانروائی کی لیاقت نہ تسلیم کی جائے تو میں خوشی سے اپنا خیال پلٹ دوں گا۔ رامچندر کو راج دینے کی ضرورت نہیں۔ کاروبار جس طرح چل رہے ہیں چلتے رہیں گے۔

وزرائے سلطنت نے اس تقریر کے جواب میں دست بستہ گذارش کی۔

جہاں پناہ سری رامچندرجی کے خصائل حمیدہ و فضائل پسندیدہ پر کون حرف رکھ سکتا ہے کہیں آفتاب پر بھی خاک پڑی ہے۔ شرد پونو کے چاند کو کون کہہ سکتا ہے کہ چوتھ کا چاند ہے رامچندرجی کے کمالات لیاقت کا کیا کہنا پیکر عنصری میں (دیبیہ گن) دیوتاؤں کے اوصاف موجود قالب انسانی میں (دیہوں گن) فضائل جسمانی و روحانی پیوست۔ حالانکہ رگھوبنس میں ایک سے ایک واجب التعظیم صاحب دیہیم گزرے مگر رامچندرجی کا قیافہ بتا رہا ہے کہ یہ سب سے بڑھ کر ہوں گے عقل دیکھئے علم و اخلاق پر نظر دوڑائیے۔ رحم و کرم کا خیال کیجئے۔ سعادت و لیاقت ملاحظہ فرمائیے کس بات میں رامچندر یکتائے روزگار نہیں۔ بزرگوں کی فرمانروائی۔ گورو کی اطاعت گذاری۔ عامہ خلائق کی رضا جوئی۔ ہر حالت میں راستگوئی۔ وہ وہ صفتیں ہیں کہ ان کو انسانوں سے افضل کیا بلکہ دیوتا ماننا پڑتا ہے۔ غصے کی کھڑکی ہوئی آگ پر پانی ڈالنا۔ کسی کی شان میں حرف غلط نہ نکالنا خاصہ خاص ہے میدان جنگ میں قدم ہمت گاڑنے نخل فساد کو جڑ سے اکھاڑنے میں ید طولیٰ رکھتے ہیں۔ انکسار کا یہ حال کہ رعایا کی تقریبات میں شریک ہو کر ہر دل عزیزی کا ثبوت دیتے ہیں۔ اخلاق کی یہ کیفیت کہ ہم جنس و ناجنس یگانہ و بیگانہ گرویدہ محبت رہتے ہیں۔ غرور چھو نہیں گیا۔ نخوت جانتے ہی نہیں کہ کیا چیز ہے ہر ایک سے جھک کر ملنا خاص و عام سے ہنس کر بولنا۔ دلوں کے تسخیر کرنے کیلئے بسی کرن سے کم نہیں۔ رامچندرجی بہادر ان

زمانہ فلاوران یگانہ کے سرتاج مانے جاتے ہیں۔ آنکھیں لعینہ یاقوت رمانی۔ طاقت کروش جوانی اور راجے اپنے زعم میں مست ہو ہو کر بے گناہوں پر بھی غصہ اتارتے ہیں مگر رامچندر جی کبھی جادۂ انصاف سے نہیں گذرتے ہمیشہ دودھ کا دودھ پانی کا پانی کرتے ہیں جس سے خورسند ہو گئے۔ وہ مالا مال ہو گیا کسی بات کی ہوس باقی نہ رہی اسی طرح جس پر جرم ثابت ہو گیا۔ اس کے بمصداق

نکوئی با بداں کردن چنانست — کہ بد کردن بجائے نیک مرداں

مروت نہیں کرتے اور شاستر کی ہدایتوں کے موافق مناسب و جائز سزا دیتے ہیں۔ یہ شاستر کا قول ہے کہ جو راجہ واجب التعزیر مجرم کو سزائے اعمال نہیں دیتا وہ گرفتار عذاب ہوتا ہے۔ اس کو نرک کی تکالیف سے مفر نہیں۔ رامچندر جی میں ایک خاص خوبی یہ ہے۔ کہ وہ اپنے دل پر حکومت رکھتے ہیں مجال کیا کہ خواہشات نفس چادر سے باہر پاؤں پھیلا سکیں۔ دوسرے اورنگ نشین تخت حکومت پر بیٹھتے ہی ہیچو ما دیگرے نیست بن جاتے ہیں مارے غرور کے زمین پر پاؤں نہیں پڑتا۔ مزاج آسمان سے باتیں کرتا ہے۔ کسی سے سیدھے منہ بات نہیں کرتے دولت و حکومت کے نشے میں ایسے ہو جاتے ہیں کہ دوسرے کی حقیقت ہی نہیں سمجھتے اعزہ و اقربا گورو بھائی بند دوست آشنا بھی ان کی نظر میں ہیچ در ہیچ معلوم ہوتے ہیں خلاصہ یہ کہ دماغ میں وہ بڑے خودی سما جاتی ہے کہ جس کی نہ حد ہے نہ حساب مگر رامچندر جی میں یہ بات نہیں۔ یہ ہمیشہ اور ہر حال میں ایک ہی روش پہ چلتے ہیں۔ ان کے مزاج میں نہ تلون ہے نہ خیالات میں تغیر یہی وجہ ہے کہ اہل زمانہ سچے دل سے ان کے سایۂ عاطفت کو قبول کرنے کے خواہشمند ہیں یہی نہیں بلکہ تخت نشینی کے اشتیاق و انتظار میں ان کی بے چینی ظاہر ہوتی ہے۔ اے مہاراجہ دسرتھ آپ کا سا خوش نصیب نہ دنیا میں ہوا ہے نہ ہوگا۔

رامچندر جی ایسا جگر بند جس کو ملے اس کے عروج قسمت کا کون مقابلہ کر سکتا ہے۔ برہما اپنے کارخانہ کائنات میں چراغ لے کر ڈھونڈیں تب بھی رامچندر کا سا صاحب طاقت و لیاقت کبھی نہ ملے پس اب ہم لوگوں کی درخواست ہے کہ آپ رامچندر جی کو راج دے کر عام خلائق کی دعائیں لیں ہم لوگوں کو ممنون توجہات خسروانہ فرمائیں اور جس طرح برہما جی اور مہیش اہل عالم کو کامیاب مقاصد کرتے ہیں اسی طرح آپ ابنائے زمانہ کو نقد آرزوئے مالامال فرما دیں۔

سرگ ۳۰

سری رامچندر جی کی تخت نشینی کا تصفیہ مہاراج ممدوح کو راجہ دسرتھ کی نصیحتیں

سلاطین زمانہ زیب دہندگان مسند شاہانہ کا کلام فرحت فرجام سن کر راجہ دسرتھ کا غنچہ دل کھلکھلا اٹھا انہیں نہایت خوشی ہوئی۔ کہ سب کو رامچندر جی کی اورنگ آرائی سے اتفاق ہے انہوں نے پھر اہل دربار سے خطاب کیا کہ

میں آپ کے اتفاق رائے اور اظہار خوشنودی کا شکر گذار ہوں میری نہایت خوش قسمتی ہے کہ میں رامچندر کو تخت حکومت پر جلوہ افروز دیکھوں گا آپ لوگوں نے جو کچھ رامچندر کی تعریف کی بجا ہے یہ صرف رامچندر ہی کی تعریف نہیں بلکہ اس سے میری بھی عزت افزائی ہے۔

اتنا فرما کر راجہ دسرتھ بشسٹ جی سے مخاطب ہوئے اور ساتھ ہی واجب التعظیم برہمنوں اور اپنے ہوا خواہوں کی طرف رو کرکے سخن کیا کہ

رامچندر جی کی مسند نشینی قرار پائی۔ اب انتظام واجب ہے اچھے کام میں دیر کی ضرورت نہیں جہاں تک جلد ہو جشن تاجپوشی منعقد کر دینا چاہیئے۔ چنانچہ میں اسی چیت کو اس تقریب مبارک کے لئے پسند کرتا ہوں۔ وجہ یہ کہ یہ مہینہ سب مہینوں کا راجہ کہلاتا ہے اس مہینے میں تمام ذیروح جاندار بے جان خوشی میں محو اور درخت پھلوں پھولوں سے لدے رہتے ہیں پس اس مہینے میں رام چندر کے قدموں سے سریر سلطنت کی زینت ہونا نہایت ہی مناسب ہے۔

راجہ دسرتھ نے سلسلہ تقریر ختم ہی کیا تھا کہ ہر صف ہر طرف سے نعرہ ہائے خوشی ہوئے اور کانوں میں یہی آواز گونج رہی تھی کہ

رامچندر جی کا ضرور راج تلک کیا جائے چیت کا مہینہ بہت مناسب ہے اس عام اظہار مسرت پر راجہ دسرتھ نے بشسٹ جی اور بامدیو جی سے فرمایا کہ

آپ راج تلک کا انتظام شروع کرائیے۔ سب سامان مہیا ہونا چاہیئے۔ بشسٹ جی کو اس گفتگو سے منہ مانگی مراد ملی چنانچہ انہوں نے کار پردازان سلطنت کو یہ ہدائیتیں کیں۔

گرہ پوجا کا سامان منگایا جائے۔ ایوانات شاہی میں اس غرض سے پوجا پاٹ کیا جائے کہ اس مبارک کام میں کسی قسم کا خلل نہ واقع ہو۔ سفید پھولوں کا ہار رتن مالا جواہرات کا ہار تال مکھانے کا لاوہ۔ شہد۔ گھی اور عمدہ عمدہ قسم کے قیمتی کپڑے مہیا کئے جائیں۔ رتھ ہاتھی گھوڑے ہتھیار آراستہ ہوں۔ چترنگی سینا کے دل بادل رکھے دل گج دل اسوا

پیادے رتھ سوار۔ فیل) اپنی تیاری کریں۔ ہتھیار چمکائے جائیں اور ایک خوبصورت کوہ پیکر ہاتھی زرکار جھول اور زیورات مرصع سے اندر کے ایراوت کا لفظ مقابل بنایا جائے۔ عماری میں ایک سفید رنگ کی پتا کا اور ایک مرصع طلائی چتر آویزاں کیا جائے دو قیمتی طلا کار چنور ان کے علاوہ ہوں۔ خالص سونے کے سو کلس تیار ہوں۔ ہرن کا سینگ سونے سے منڈھا لیا جائے شیر کی کھال پہ تمام ممالک محروسہ کا نقشہ بنا رہے جس پہ سری رامچندر جی کو بٹھلا کر مراسم ضروریہ ادا کئے جائیں تمام سامان اس مقام پر ذخیرہ ہوں۔ جہاں راجہ دسرتھ ہون کیا کرتے تھے تمام شہر بندنواروں سے آراستہ کیا جائے تمام مقامات پہ عطر کیوڑہ گلاب دودھ اور دہی سے چھڑکاؤ ہو۔ برہمنوں کو آج ہی نیوتا دے دیا جائے یہ لوگ صبح ہی وید پاٹھ شروع کر دیں۔ سب کو حسب خواہش دکھشنا دی جائے اور ان کے لئے عمدہ عمدہ آسن بہم پہنچائے جائیں ساری اجودھیا میں آئینہ بندی اور زیب و آرائش ہو گھر گھر جھنڈیاں گاڑی جائیں گلی گلی میں صفائی کا بندوبست کیا جائے نقاشان طناز و مغنیان سراپا ناز (گندھرب و گنکا) سولہوں سنگار کئے بارھوں ابھوکن وزیبہ پہلے حاضر ہوں۔ دوسری ڈیوڑھی سے ناچ رنگ کا رنگ جمائیں۔ خوشی کے گانے گائیں دیوتاؤں کے مندروں کا بہت عمدگی سے سنگار ہو۔ بینیتی کی پرستش کی جائے اہل شہر کو پھولوں کے ہار پہنائے جائیں نامی و گرامی سورما فوجی لباس پہنے ہتھیار سجے تمغہ ہائے بہادری زیب تن کئے جا بجا نگرانی کریں اعلیٰ ہدایتیں پا کر کار پردازان سلطنت و اہلکاران حکومت نے عرقریزی و جانفشانی سے سب انتظام کر کے ہتھیلی پر سرسوں جما دی راجہ دسرتھ نے اپنے تمام فرائض لازمی انجام دیئے اور ان سے فراغت پا کر سومنت وزیر کو حکم دیا کہ جس قدر جلد ممکن ہو رام چندر کو بلا لائے۔

سومنت رتھ پہ سوار ہو گھوڑے اڑائے تو ہوا سے باتیں کرتے ہوئے سری رامچندر جی کے در دولت پر جا پہنچے۔ مہاراجہ دسرتھ کا حکم سنکر رامچندر سومنت کے ہمراہ ہوئے۔ اور سواری باد بہاری کی طرح چلی اسوقت گذرگاہوں میں ایک اژدہام تھا تمام ملک کے راجے مہاراجے ہمہ تن چشم ہو کر جمال عالم افروز پر دل قربان کرنے لگے۔ بڑے بڑے بازو جسمانی طاقتوں کا موازنہ از پیش نظر کرتے تھے۔ کروڑ ہا تنی آنکھیں دلوں پر موہنی ڈالتی تھیں سانولی صورت میں تجلی انوار اندھیری رات میں چاند چھٹکانے والے چاند کو مات کرتی تھی۔ چہرہ پہ نور و ضیا سے رخسار پر آنکھیں نہ ٹھہرتی تھیں۔ پھر بھی نظر جمی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔ گھنگھور گھٹا اٹھنے سے اہل زمانہ کو بارش کی امید ہوتی ہے۔ رامچندر جی کے جلوۂ نور سے آنکھیں سیراب کر کے کون تھا جس کو ان کے راج تلک کی سچے دل سے خواہش و تمنا اور ہوس و آرزو نہ ہو جن لوگوں نے پہلے نہ دیکھا وہ

خود تصویر حیرت ہو رہی رہے تھے۔ راجہ دسرتھ بھی جو سری رامچندر جی کو آنکھوں سے اوٹ نہ ہونے دیتے تھے۔ اس روز کا حسن عالم فریب دیکھ کر محو تھے۔ کہ اُن کی محبت بھری نگاہیں بھی آئینہ دیوار بن رہی تھیں جونہی رامچندر جی قدموں پہ سر جھکا کر ہاتھ جوڑے ہوئے سامنے کھڑے ہوگئے۔ اور زبان سے فرمایا کہ رام حاضر ہے دسرتھ جی نے دونو بازو پکڑ کر اپنے برابر بیٹھا لیا۔ چہرے پر غیر معمولی خوشی چھا گئی۔ تبسم آشنا ہونٹوں نے جوشِ مسرت کا اظہار کیا آنکھوں کی پتلیاں فرطِ طرب سے پھڑک رہی تھیں اس وقت راجہ دسرتھ کے چہرہ روشن پر رامچندر جی کے پرتوئے رُخ نے نور برسا کر کچھ ایسی رونق پیدا کر دی کہ بس یہی معلوم ہوتا تھا کہ سمیر پربت سورج کی روشنی سے جگمگ کر رہا تھا۔ راجہ دسرتھ کی رامچندر جی کے جمال جہاں آرا کو دیکھ کر آنکھیں کھل گئیں وہ اپنے نورِ نظر کی سانولی صورت کو کچھ اسطرح دلفریبی کی نظر سے دیکھ رہے تھے۔ جسطرح کوئی شخص آئینہ میں شکل دیکھتا ہے۔ ان کو اُس آئینہ رُخ میں اپنی صورت کے سوا دوسری صورت ہی نہ دکھائی دیتی تھی۔ راجہ دسرتھ نے جوشِ مسرت میں رامچندر کے ہاتھ کا بوسہ لیا اور فرمایا۔

راحت جان و جگر سرمہ نور و نظر۔ تمہاری ماتا کوشلیا میری سب سے بڑی مہارانی ہیں۔ اُن کا اور میرا مرتبہ بالکل برابر ہے تم اُن کے پیوند جگر اور نور بصر کی حیثیت میں میری ہی ذات اور میرے ہی سروپ کا مرقع ہو اپنے بھائیوں پر تمہیں کو بزرگی سے سبقت حاصل ہے بس یہی وجوہات ہیں جن سے میں تمہیں دل و جان سے زیادہ عزیز رکھتا اور تم کو اپنی ہی ذات جانتا ہوں تمہاری لیاقتوں نے مجھے گرویدہ کر لیا ہے۔ سعادتوں نے طبیعت خوش کر رکھی ہے۔ اسلئے میں راج پاٹ سے دست بردار ہوتا ہوں کل ہی تمہارے سر پر تاج شاہنشاہی زیب دے گا اسے رامچندر تم نے وہ لیاقت پیدا کی ہے کہ دنیا کے پردے پر کوئی جواب نہیں وید شاستر سب نوکِ زبان ہیں باریک سے باریک اصول اور دقیق سے دقیق رموز تمہارے ناخنوں پر ہیں۔ کون عقدہ ہے جس کو تمہاری عقل دقیقہ رس حل نہیں کر سکتی باایں ہمہ باپ کا فرض ہے کہ بیٹا لاکھ لکھ پڑھ جائے کیسا ہی ہمہ دان کیوں نہ ہو جائے اپنے وعظ و نصائح سے غافل نہ رہے چنانچہ میں بھی بخیال "شنیدہ اثرے دارد" کچھ کلمات پند آمیز سنا کر اپنے فرض منصبی سے سبکدوش ہوتا ہوں۔

نصیحت گوش کن جاناں کہ از جاں دوست تر دارند
جوانانِ سعادتمند پندِ پیرِ دانا را

لہ شاستر کی ہدایت ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کے مکان پر جائے تو اس کا فرض ہے کہ اپنا [illegible] بتلائے ورنہ نام کا پھل حاصل نہیں ہوتا۔

(رامچندرجی سے راجہ دسرتھ کے کلمات نصیحت آمیز)

راج پاکر ہمیشہ عجز وانکسار سے غرض رکھنا چاہئیے قدیم دستور اور حدود کی رسوم کی پابندی وپیروی لازمی ہے۔ اس کشی ودگردانی نامناسب اپنی حالت[1] کو بھولنا بہت ہی بُرا ہمیشہ ایک ہی رنگ پر رہنا واجب خودداری باعث نقصان نیک وبد کی تمیز لازمی دوسرے راجاؤں کی

[1] پدم پوران میں ایک نظیر درج ہے جس سے اس نصیحت کے نفس مضمون سے بخوبی آگاہی ہوگی۔ زمانہ ماضیہ میں ایک برہمن تھا جس کو معنومان کے نام سے شہرت تھی۔ اُس کی زندگی میں اتفاق سے قحط پڑا۔ مفلسی میں آٹا گیلا۔ برہمن کی جان پر بن گئی۔ غریب فاقوں مرنے لگا۔ تھا پڑھا لکھا اک دن سوچا کہ آؤ چلیں کسی راجہ کو علمی مسائل اور دھرم کے اپدیش سنا کر کچھ کما لائیں۔ "شرط عقل است جستن از درہا"

تلسی یا سنسار میں بیٹھے داتا کون دھرم کے لیں لچھن بیٹھا کے لیں کون" سفر کی ٹھن گئی مگر کپڑے ندارد۔ پوشاک لباس کے نام سے صفایا اول تو مانگے سے دیتا کون دوسرے یہ خیال

کہن جامہ خویش آراستن

بہ از جامہ عاریت خواستن

پس اُس نے پھٹے پرانے ہی کپڑے پہن کر راجہ پر یہ برت کو قسمت سونپ دی۔ اور مکان سے چل کھڑا ہوا۔ تقدیر نے راجہ کی دارالسلطنت میں پہنچایا اور برہمن نے شہر کے قریب ایک مقام پر قیام کی ٹھہرائی۔ اتفاق سے اسی وقت راجہ پر یہ برت بڑے تزک واحتشام سے اپنے باغ کی طرف جا رہے تھے۔ جونہی برہمن نے سواری دیکھی سامنے جا کھڑا ہوا۔ راجہ عقلمند تھا قیافے سے پہچان گیا۔ کہ برہمن دیوتا کی غرض کیا ہے۔ اس نے ہمراہی کو حکم دیا کہ برہمن کو میرے دربار میں لے چلو حکم کی تعمیل ہوئی۔ برہمن دربار میں باریاب ہوا۔ راجہ نے نظر عاطفت مبذول کی۔ اور چار روپیہ ماہوار حبیب خرچ کر کے کھانے پینے کی بھی سبیل کر دی۔ ایک روز راجہ تنہا بیٹھے ہوئے تھے۔ برہمن پہنچا تو راجہ نے فرمایا ذرا قلم دوات تو اٹھا لانا برہمن نے تعمیل کی ذرا دیر میں راجہ نے پھر کہا کہ دوات وہیں رکھ دو۔ برہمن بولا اب کیسے رکھ دوں۔ یہ تو میرے ہاتھ آ چکی ہے راجہ خوش ہو گئے اور اپنا وزیر بنا لیا۔ برہمن راجہ کے دربار میں جاتا تو لباس فاخرہ پہنکر مگر جب گھر میں آتا وہی پرانے کپڑے پہن لیتا جو پہنے ہوئے راجہ سے ملا تھا۔ ان کپڑوں کو دربار جاتے وقت بڑی حفاظت سے باندھ چھوڑتا تھا۔ اور عمدہ عمدہ پوشاکیں پہنکر زار زار رویا کرتا تھا۔ اتفاق سے راجہ کو اس معاملہ کی خبر مل گئی۔ وہ بنفس نفیس برہمن کے مکان پر جا پہنچا اور فرمایا کہ اپنے کپڑوں کی گٹھڑی دکھاؤ برہمن نے بہت ٹالا مگر راجہ کی ہٹ سے کب پیش جا سکتی تھی آخر گٹھڑی کھولی تو وہی پھٹے پرانے کپڑے برآمد ہوئے راجہ نے پوچھا کہ یہ چیتھڑے کیوں باندھ رکھے ہیں۔ جواب ملا کہ یہ وہی قدیم رفیق ہیں جنہوں نے آپ کے دربار میں حاضر کر کے اس مرتبے کو پہنچایا۔ یہ میری غریبی کی نشانی ہے اس لئے رکھ چھوڑے ہیں کہ یہ اصلی اور اگلی حیثیت بھولنے نہ دیں گے اب رہا عمدہ پوشاک پہن کے رونا وہ اس خیال

زندگی سے سبق لینا ضروری رعیت پروری فرض منصبی وزرا کی خاطرداشت مقدم ۔ جو وزیر نیک مشورہ نہ دے اس کا تعلق موجب ضرر وہ قابل برطرفی ۔ وزیروں سے صلاح و مشورت مفید حال و ترقی بخش دولت و مال ورنہ صورت زوال ۔ راجہ کا یہ بھی فرض ہے کہ اجناس ضروری ہر وقت ذخیرہ رکھے ۔ نئے نئے مصالح جنگ تیار کرائے بزرگوں کا سرمایہ محفوظ رکھے ۔ ذاتی آمدنی کو جائز وسائل سے ترقی پر پہنچا کر اس کو ضروری مصارف کا سرچشمہ بنائے اور توفیر داخل تحویل خزانہ کرے اگر ایشور نہ کرے کوئی ایسا ہی معاملہ پیش آجائے جس سے تباہی سلطنت کے آثار ہوں ۔ تو جمع شدہ سرمایہ صرف کرانے کا اختیار ہے اس وقت تنگدلی کی ضرورت نہیں ۔ اے رامچندر یہ نصیحتیں گرہ باندھنے کے قابل ہیں میری ہدایت ہے کہ تم ان پر پوری پابندی کے ساتھ عمل کرتے رہنا جو راجہ ایسے ایسے اصول مدنظر رکھتا ہے اس کی دولت و حشمت کی ترقی میں کوئی امر خارج یا مانع نہیں ہوتا ۔ تاجدار وقت اور رعایا سلطنت دونوں موجب کرتے ہیں عیش و عشرت کے سوا جانتے ہی نہیں کہ رنج و کلفت کس جانور کا نام ہے ۔

راجہ دسرتھ جی یہاں الفاظ نصیحت سُنا کر تاجپوشی کی خوشی میں صبح فردا کا انتظام شروع کیا وہاں وندرائے نامی دگراہی نے کوشلیا کی خدمت میں حاضر ہو کر نوید عشرت خیز بشارت طرب انگیز سنائی مہارانی خوشخبری سُنکر خوش ہو گئیں اور انعام و اکرام سے مالا مال کر کے رخصت کیا ۔ رامچندر بھی پند سودمند گرہ میں باندھے ہوئے اپنے ایوان عظیم الشان میں واپس تشریف لائے تمام شہر میں شور عشرت بلند ہو گیا گھر گھر شادیانے بجنے لگے ہر ایک دست بدعا تھا ۔ کہ جلد رات کٹے جلد صبح ہو ۔ جلد پکھیہ نکھیتر آئے جلد کوس شاہنشاہی رامچندر جی کے نام کا ڈنکا بجائے ۔

سرگ ۔ ۴

تخلیہ میں رامچندر جی سے راجہ دسرتھ کی خفیہ باتیں ۔ ۔ ۔ ۔

دربار برخواست ہو گیا ۔ پکھیہ نکھیتر میں دوسرے روز تاجپوشی کی ساعت طے پا چکی ۔ راجہ دسرتھ بھی خوش خوش محل میں تشریف لے گئے لیکن وہاں خیالات گوناگوں سے طبیعت کچھ الجھی فوراً سمنت کو یاد فرمایا ۔ اور حکم دیا کہ بہت جلد رامچندر جی کو بُلا لائے وہ گیا اور طلبی کا حکم سُنایا ۔

(بقیہ صفحہ ۲۰۲) سے ہے کہ یہ لباس انسان کو مغرور کر کے پچھلی حالت کو فراموش کرانے والا ہے ۔ ہر وقت ڈرتا رہتا ہوں کہ کہیں میں گذشتہ حیثیت کو ان کی وجہ سے بھول نہ جاؤں ۔

رامچندرجی کو حیرت ہوئی کہ معاملہ کیا ہے ابھی چلا آتا ہوں راہ بھی میلی نہ ہوئی ہوگی۔ پھر یادفرمانے کی وجہ کہیں کوئی اندیشے کی بات تو پیش نہیں آئی۔ کوئی خرخشہ تو نہیں ظہور پذیر ہوا وہ خیال دوڑاتے تھے مگر عقل کسی بات پر نہ جمتی تھی آخر اٹھ کھڑے ہوئے اور حاضر ہو کر راجہ دسرتھ کے قدم چومے راجہ دسرتھ نے بڑے پیار سے پاس بٹھا لیا اور فرمایا۔

پیارے رامچندرجی میں بہت زمانہ دیکھ چکا بال تک سفید ہو گئے زندگی کا کوئی سکھ نہیں جس سے میری سیری حاصل نہ ہو سینکڑوں جگیہ کر ڈالے۔ ہر قسم کے جگیوں سے نیت بھر لی۔ پن دان کی زیادہ ہوس باقی نہیں۔ اگر کوئی آرزو ہے تو صرف تم کو راج دینے کی تمام رعایا تمہاری تاجپوشی کے لئے دعائیں مانگ رہی ہے کون ہے جسے تمہیں راج سنگھاسن پر جلوہ افروز دیکھنے کی خواہش نہ ہو۔ اللہ کا ہزار ہزار شکر ہے میری وہ مراد بھی کل پوری ہونیوالی ہے۔ رات کٹی اور کامیابی مقصد نے خوشی کے ڈنکے بجائے۔ گو راج گدی میں اب کچھ کسر نہیں۔ میرا ارادہ پختہ ہے مگر ایک تخلیہ کی بات کہتا ہوں اپنے ہی پاس رکھنا کسی دوسرے کے کانوں کان خبر نہ ہونے پائے پیارے رامچندر کیا کہوں ادھر تو میں تمہاری تخت نشینی کا ڈھنگ ڈال رہا ہوں ادھر آثار کچھ بیڈھب نظر آتے ہیں راتوں کو بھی یہی خواب دکھائی دیتے ہیں کہ سلطنت میں کچھ رخنہ پڑ گیا راجہ راہی ملک عدم ہوا کچھ خواب ہی میں نہیں بیداری میں بھی دیکھتا ہوں تو بدشگونیاں ہی بدشگونیاں نظر آتی ہیں۔ معلوم نہیں کیا شدنی ہے کہیں۔

ما درچہ خیالم و فلک درچہ خیال

میرے من کچھ اور ہے کرتا کے من اور

کا معاملہ تو نہیں۔ اس کو بھی جانے دو۔ ایک دوسری بات سنو آج تک جتنے جوتشیوں نے میرا جنم پتر دیکھا سب نے یہی بتایا کہ جب سورج منگل راہو تمہاری راس پر ہوں گے تب تمہاری زندگی کا آفتاب غروب ہوگا۔ چنانچہ آجکل وہی ستارے میری راس پر آگئے ہیں مجھے موت کی پرواہ نہیں زندگی سے طبیعت سیر ہو چکی ہے۔ خیال ہے تو یہ کہ ایسے وقت کی موت مرنے والے کی موت کے بعد روح کو چین لینے نہیں دیتی یہ باتیں کچھ ایسی ویسی نہیں جو نظر انداز کر دی جائیں مجھے اندیشہ ہوتا ہے کہ کہیں کچھ رنگ میں بھنگ نہ ہو میرا دل تو مصداق

جو کرنا ہو آج ہی کر لے کال کال کیا کرنی

شبھ کاج میں اے من مورکھ کاہ لجھدا کرنی

دل یہی چاہتا ہے کہ اسی وقت راج تلک کر کے چھٹی کر لوں مگر مجبور ہوں کہ سب پکھیہ کچھنز کا فیصلہ کر چکے ہیں۔ میں اب خودداری کو دخل نہیں دے سکتا۔ گو مگو کا معاملہ ہے۔

خیر تم جاؤ رات زیادہ آگئی مگر خیال رہے کہ اگر کسی وقت مجھ پر غش طاری ہو تو فوری علاج معالجہ کرانا غافل نہ ہونا۔ بنیت شب بخیر کل راج تلک کر دونگا۔ ہاں خوب یاد آیا راج گدی کے ایک روز قبل رات کو جاگنے اور برت رکھنے کا دستور ہے اسلئے تم کشی کے آسن پر اپنی اردھنگی سری جانکی کے پاس بیٹھ کر رات بھر ایشور کا دھیان کرو اور برت رکھو۔ تمہارے وزیر جان نثار و غمگسار پہرے پر رہیں گے۔ ہر طرح نگہبانی کریں گے ایشور کرے خیریت سے سویرا ہو اور میں تمہارے سر پر تاج سلطانی کی چمک دمک دیکھوں پیارے رامچندر ایک خفیہ بات کہنے کے لائق تو نہیں مگر تعلق تم سے ہے۔ اسلئے زبان پر آہی جاتی ہے۔ دیکھو دل ہی میں رکھنا کوئی کیسا ہی راز دار کیوں نہ ہو اس کو بھی علم نہ ہونے پائے۔ ہاں سنو میں نے بڑی دور کی بات سوچی ہے۔ تم جانتے ہو کہ زر زمین۔ زن۔ تینوں کے لئے بڑے محتاط سے محتاط قانع سے قانع۔ ضابط سے ضابط دیندار سے دیندار عقلمند سے عقلمند آدمی کی بھی نیت کا اعتبار نہیں۔ نہ جانے کس وقت دل میں کیا ہی سما جائے چنانچہ ودوانوں نے کہا ہے کہ زہر زہر نہیں ہے بلکہ لچھمیں زہر ہے اسکا ثبوت درکار ہو تو سنو مہادیو جی زہر کھائے بیٹھے ہیں۔ سونا کیا کسی وقت آنکھ بھی نہیں جھپکتے۔ بلکہ مہادیو جی کے خلاف بشن جی لکشمی پر فریفتہ ہو کر ہمیشہ خواب آرام ہی میں مست رہتے ہیں۔ جب دیکھئے آنکھیں بند اس سے کیا نتیجہ نکلا یہی کہ لکشمی زہر ہے نہ کہ زہر ہلاہل یعنی دولت وہ سم قاتل ہے جو کہ انسان کی آنکھیں بند کر دیتا ہے اسی کی فکر میں آدمی اندھا ہو جاتا ہے نیک و بد سجھائی نہیں دیتا جب دولت فساد کی جڑ ہے۔ تو میں کیونکر یقین کروں کہ میری سلطنت کے لئے بھی کوئی خرخشہ نہ اٹھیگا۔ میرا دل بھرت کی طرف کھٹکتا ہے۔ اسلئے میں چاہتا ہوں کہ وہ ننہال سے نہ آنے پائیں اور میں تم کو تخت سلطنت پر بٹھا چھوڑوں۔

راجہ دسرتھ کی اس تقریر پر رامچندر جی کو حیرت ہوئی۔ انہوں نے بڑے تعجب کے ساتھ پوچھا کہ بھرت جی ایسے لائق و فائق مجھے جان و دل سے عزیز میرے وفادار و اطاعت گذار ان کی طرف سے بدظنی کیوں ہے مجھے اُن سے مخالفت کا یقین نہیں۔

راجہ دسرتھ۔ تم لاکھ سمجھدار ہو عقلمند ہو مگر پھر بھی بچے ہی ہو یہ دولت و حکومت کا معاملہ کچھ اور ہی ہے۔ اس کے لئے باپ بیٹے کا بیٹا باپ کا بھائی بھائی کا دوست دوست کا دشمن اور خون کا پیاسا ہو جاتا ہے۔ بیشک بھرت عقلمند ہیں۔ دھرماتما ہیں۔ نفس کش ہیں مگر انسان کی طبیعت ہر وقت ایک سی نہیں رہتی۔ دل پر قابو رکھنا کارے دارد ممکن ہے کہ بھرت کی طبیعت بدل جائے اور وہ اپنا دعویٰ پیش کر بیٹھیں۔ اس سے احتیاط شرط ہے۔

مرد آخر بیں مبارک بندہ ایست

اچھا لے اب تم جاؤ۔ ایشور کے پوجن وغیرہ کا انتظام کرو۔

رامچندر جی رخصت ہو کر سیدھے اپنے رنواس میں آئے۔ دیکھا تو سیتا جی موجود نہیں معلوم ہوا کہ کوشلیا جی کے پاس ہیں۔ رامچندر جی کوشلیا کے محل میں تشریف لے گئے۔ وہاں ماتا کوشلیا پیتامبر پہنے مون سادھے دھیان میں محو نظر آئیں اور پاس ہی جانکی جی کو بیٹھے ہوئے پایا۔ رامچندر جی ماتا کوشلیا کے سامنے ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہوئے تھے۔ کہ سومنت کے ساتھ لچھمن جی بھی وہاں پہنچ گئے۔ رامچندر جی کو انتظار میں کھڑے کھڑے تھوڑی دیر ہو گئی۔ اور کوشلیا جی نے نظر دوڑائی تو آپ بڑی شیریں زبانی سے یوں حرف مطلب زبان پر لائے۔

ماتا جی! پتا جی نے رعیت پروری کے لئے مجھے نامزد کیا ہے۔ تیاریاں ہو رہی ہیں کل راج تلک ہے۔ مجھ کو جو راج ملیگا۔ وہ راج وہ ہو گا۔ جو رگھو بنس میں صرف آپ کے رام ہی کی سر نوشت میں ہے (یعنی جنگلوں کا راج) بششٹ جی کا ارشاد ہے کہ آج رات بھر کشتی آسن پر ایشور کا دھیان اور برت کرو جنک نندنی بھی ساتھ ہوں۔ آپ کیا فرماتی ہیں۔

رامچندر جی کی یہ تقریر دلپذیر سنکر کوشلیا نے آنکھیں کھول دیں اپنی راحت جان کو دیکھکر اُن کا ہدیاں رویاں کھڑا ہوا اُٹھا دعا دی کہ ہمیشہ سلامت رہو پھلو پھولو۔ راج تم کو مبارک مگر پیارے جب عنان حکومت ہاتھ آئے۔ تو میرے خاندان کی حفاظت کا خیال دل سے دور نہ ہونے پائے آج میں کیسی خوشی نصیب ہوں۔ میری سی تقدیر دنیا میں کسی کی کہاں کہ تم الیسا آفتاب خاندان میری آنکھوں کا نور بنا۔ میں نے اولاد کی ہوس میں مدت تک لشن جی کی تپسیا کی شکر ہے کہ میری محنت سپھل ہوئی اور تم نے میرے کلیجے کو سکھ دیا اچھا جاؤ برت کرو۔

یہ کہکر کوشلیا جی خاموش ہو گئیں اور لچھمن جی رامچندر جی کے سامنے ہاتھ جوڑے ہوئے منتظر تھے کہ سری رامچندر جی کچھ ان سے بھی ارشاد فرماویں۔ رامچندر جی نے قیافے سے منشائے خاطر سمجھ کر تبسم آشنا ہونٹوں کو یوں جنبش دی۔

تم نہ گھبراؤ راج میں ہمارا تمہارا ساتھ رہیگا۔ ہم اکیلے راج نہ کریں گے۔ تم شاید سمجھتے ہو کہ میں تم سے جدا ہوں نہیں نہیں میرا اور تمہارا سروپ ایک ہی ہے اگر تمہیں اس راج کی خواہش ہو تو مبارک بس دست بردار۔ در دگمنز پر۔

اتنا فرما کر رامچندر جی وہاں سے رخصت ہوئے اور سیتا جی کے ساتھ برت رکھ کر ایشور کے دھیان میں مشغول ہو گئے۔

سرگ ۵

سری رامچندر جی کا راج تلک کیلئے برت اور پوجا پاٹ۔

ادھر رامچندر جی اپنی ماتا کوشلیا سے رخصت ہو کر آئے ادھر بششٹ جی راجہ دسرتھ کی تحریک تخت نشینی کو لئے ہوئے رامچندر جی کے درِ دولت پر رونق افروز ہوئے اور لوگوں کے رتھ پہلی ڈیوڑھی سے آگے بڑھ سکتے تھے۔ مگر بششٹ جی اپنی رتھ کو تیسری ڈیوڑھی تک بڑھا لے گئے جہاں رامچندر جی کی نظر پڑی اور وہ بڑھے ادب سے آکر قدم بوسی ہوئے۔ دونوں ہاتھوں کو ہاتھ میں سہارا دیکر بششٹ جی کو رتھ سے اوتارا۔ اور ایوانِ فلک نشان میں لے گئے۔ بششٹ جی معزز جگہ پر رونق افروز ہو کر یوں حرف زن ہوئے۔

رگھوکل چند۔ راجہ دسرتھ ہمارے۔ جہان مارے خوشی کے آج پھولے نہیں سماتے کل تمہارا راج تلک ہو گا۔ یہ خوشی وہ نہیں جس کا لفظوں میں اظہار ہو سکے۔ آج تم اور سیتا برت رکھو۔ جاگرن کرو جس طرح راجہ راجہ رگھو نے اپنے جگر بند جانی کو تخت سلطنت عطا کیا تھا اسی طرح راجہ دسرتھ تم کو سریر حکومت پر بٹھائیں گے۔

اتنا فرما کر بششٹ جی نے گرہوں اور دیوتاؤں کی پوجا کرائی۔ اور رخصت ہو کر راجہ دسرتھ کے پاس چلے گئے یہاں رامچندر اور جانکی جی کشن آسن پر رونق افروز ہو کر ایشور کے دھیان میں محو ہوئے حفاظت کیلئے چاروں طرف صف در صف شمشیر بکف دلاوران خنجر گذار گھومتے پھرتے تھے۔ مجال کیا کہ پرندہ بھی پر مار سکے۔ یا ہوا کا بھی گذر ہو جائے۔

اجودھیا میں ہر طرف خوشی کے چرچے تھے۔ کانوں میں شادیانوں کی ہی آواز گونجتی تھی۔ اہل اجودھیا کی نیند اڑ گئی۔ آنکھیں صبح کے انتظار میں ستارے گنتی تھیں۔ رامچندر جی کا بارگاہ فلک اشتباہ سے راجہ دسرتھ کے سپہر رفعت دارِ دولت پر ایک میلہ سا لگا ہوا تھا کہیں تل رکھنے کی جگہ نہ تھی۔ جس وقت بششٹ جی رامچندر جی کے قصر آسمان عنصر سے برآمد ہوئے۔ کہیں راستہ نہ ملتا تھا ہر جگہ شانے سے شانہ چھلتا تھا، ہجوم عام سے سمندر کی لہریں اٹھتی معلوم ہوتی تھیں۔ اور نعرہ ہائے خوشی سے کان دیتے آواز نہ سنائی دیتی تھی۔ جدھر نگاہ جاتی تھی مکانوں کی صفائی و آراستگی ہی نظر آتی تھی۔ رنگ رنگ کی جھنڈیاں خوشی کے پھریرے اڑاتی دکھائی دیتی تھیں۔ بندنواروں نے در و دیوار پہ رنگ رنگ کے پھولوں کی بہار پیش نظر کر رکھی تھی۔ جب بششٹ جی انبوہ کو چیرتے ہوئے راجہ دسرتھ کے پاس پہنچے راجہ دسرتھ نے بڑی تعظیم و تکریم سے بٹھایا سب کیفیت دریافت کی اور پوچھا کہ اب کوئی رسم و رواج باقی تو نہیں۔ بششٹ جی نے اس بات کا نفی میں جواب دیکر رامچندر کی پوجا پاٹ کا ذکر کیا۔ اور رخصت ہوئے۔ راجہ دسرتھ کے محل میں تمام رانیاں مہاراج کے نزول اجلال کی منتظر اور راج تلک کا احوال دریافت کرنے کی خواہشمند تھیں۔ کان پاؤں کی آہٹ پر لگے ہوئے تھے۔ آنکھیں دروازے کی طرف ٹکٹکی لگائے ہوئے تھیں۔ کہ مہاراج تشریف لائے اور اپنی رانیوں

کے بیچ میں اس طرح رونق افروز ہوئے جس طرح ستاروں میں چاند۔

سرگ ۶

اجودھیا میں خوشی کی چہل پہل سیتنی جی کی آمد

بششٹھ جی نے سری رامچندر جی کو سیم اور نیم کی جو جو ہدایتیں فرمائیں انہیں کے موافق انہوں نے عمل درآمد کر کے پرمیشور کی پوجن میں دل لگا دیا بھگونت بہ دھیان میں محو ہوئے۔ تو خیال آیا کہ مجھے راج پاٹ سے کیا سروکار۔ میرے اوتار لینے کی غرض اورنگ آرائی نہیں بلکہ گاؤ زمین کو بار گناہ سے سبکدوش کرنا اور راون کو سزائے اعمال دینا مقصود ہے اسی خیال سے انہوں نے ہون کے برتن کو ماتھے سے لگا کر ہون شروع کیا انہوں نے پہلے ساکلیہ کی کل سامگری ہون کی جو تھوڑی بچ رہی وہ اگنی دیو سے مراد مانگ کر سواہا کر دی رامچندر جی نے جو مراد مانگی وہ تاجپوشی کے واسطے نہ تھی۔ بلکہ ان کی التجا یہ تھی کہ ہے اگنی دیو راون کے قتل کی آرزو پوری ہو۔ یہاں سے فارغ ہو کر رامچندر جی جانکی جی کو لئے ہوئے وشنو جی کے مندر میں تشریف لے گئے۔ وہاں تین پہر رات تک مون برت رکھا۔ بعدہ دولت خانہ عالیہ کی زینت و زیبائش کی طرف توجہ مبذول فرمائی۔ عالم لوگوں کو خوشی تھی کہ صبح جشن تاجپوشی ہوگا۔ رام مالک اورنگ جہانبانی ہونگے مگر رامچندر جی کچھ اور ہی خیال میں تھے انہوں نے سوچا کہ چودہ برس لیں نے دیکھے ہیں چلو آج تو اپنے ہاتھ سے وشنو مندر کی صفائی و آراستگی کر لوں۔ اہل اجودھیا کے جوش مسرت کا کچھ ٹھکانہ نہ تھا۔ شور و غل کے مارے کانوں کے پردے پھٹے جاتے تھے۔ ہر طرف گلوکاروں کی نغمہ سرائیاں ہر جگہ گویوں کی خوش نوائیاں۔ گلی گلی میں ناچ رنگ گھر گھر میں ساز نغمہ و آہنگ باجوں کی دلکش آوازیں دلوں کو موہتی تھیں ہر خوشی کے نعروں سے زمین و آسمان گونج رہے تھے۔ ہر گھر سے خوشبویات کی لپٹیں آ رہی تھیں۔ در و دیوار عطریات سے بس رہے تھے۔ خاص و عام کو اشتیاق جشن میں ایسی بے تابی تھی کہ اندیشے میں اپنی ناخوشی کر دی کہ راجہ دسرتھ ہیچ کا دھوکہ کھا کر جلدی سے راج تلک کر دیں۔ ہر طرف راجہ دسرتھ کی تعریف کے گیت گائے جاتے تھے۔ کہ واہ خوش نصیب ہو تو ہو ایسے مہاراج کا سا بلند قسمت ہو تو راجہ دسرتھ کی طرح اکشواک بنس میں کوئی ایسا صاحب نصیب مہاراجہ نہیں گذرا۔ جیسے کوشلیا دھنتی ہیں سری رامچندر ایسا فرزند جگر بند ہر ایک کے نصیب میں نہیں ہوتا۔ ایشور مہاراج دسرتھ کو حیات جاودانی عطا کرے جنہوں نے خود بڑی شان و شوکت کے ساتھ حکومت کی اور اب ہمیں سری رامچندر ایسے رعیت پرور مردم شناس۔ رحمدل۔ عادل فرزند جگر بند کو سونپتے ہیں۔ اس وقت اجودھیا کی رونق کچھ اللہ ہی جس

کا خاکہ کھینچنا زبان قلم کا کام نہیں بس حد ہے کہ دھوم دیکھ کر سرسوتی جی سے نہ رہا گیا۔ مخفی طور پر دوڑی ہوئی آئیں دیکھا کہ عجیب چہل پہل ہے۔ برہمن بید خوانی میں مشغول ہیں عامۂ خلائق کا جذبۂ خوشی روکے سے نہیں رُکتا۔ ساری اجودھیا پوری عشرت خانہ ہو رہی ہے ؎

سرگ ۲
رامچندر جی کے خلاف منتھرا کا کیکئی کو اغوا

سرستی جی جب اجودھیا میں رونق افروز ہوئیں انہیں رام کی راجگدی سے دیوتاؤں کے خون آرزو کا خیال پیدا ہوا۔ وہ کیکئی کی لونڈی منتھرا کی زبان پر جا بیٹھیں۔ اور اُس کو جشن تاجپوشی میں خلل انداز ہونے کیلئے اُکسایا منتھرا نے اجودھیا میں جو یہ دھوم دھام دیکھی تو بہت حیران ہوئی۔ فوراً کوٹھے پر چڑھ گئی وہاں سے چاروں طرف آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتی ہے۔ تو عجب ہی دلکش نظارہ نظر کے سامنے تھا۔ برہمن پھولوں کے ہار لئے ہوئے بید خوانی میں محو زیب و آرائش سے ہر مکان جو بنتی کی دلہن انسان ہی شراب سرور سے اہمیت نہیں چرند پرند تک کے دانت نکلے پڑتے تھے۔ باچھیں کھلی جاتی تھیں۔ یہ عالم نشاط و نظارہ انبساط منتھرا کے دل میں کانٹے کی طرح کھٹکا وہ سوچنے لگی۔ کہ یہ تو بڑی الٹی پڑ رہی ہے۔ میرا امرت لوک میں آنا ہی بے نتیجہ ہوا جاتا ہے۔ میں دیوتاؤں کو کیا منہ دکھاؤں گی وہ کہیں گے کہ واہ خوب گھوڑے بیچ کر سوئی۔ دنیا کی نعمتوں نے فرض منصبی بھی بھلا دیا۔ رامچندر تخت پر بیٹھے اور میری مٹی خراب ہوئی۔ دیوتا لوگ بغیر مزہ چکھائے نہ رہیں گے اُف! اوہ! بڑی بھول ہوئی۔ ذرا سی چوک نے جان کے لالے ڈال دیئے اب خیر و عافیت نہیں۔

منتھرا ایسے ہی خیالات سے خلجان میں تھی۔ کہ مہارانی کوشلیا کی کنیز دھاتری اُسی طرف سے گذری۔ اس کے چہرے پہ خوشی چھائی ہوئی تھی۔ دانت چھپائے سے نہ چھپتے تھے۔ منتھرا نے آسے ٹوکا اور پوچھا۔

بہن! آج کوشلیا جی نے کیا جانی دنیا دیکھی کہ خزانہ لٹا رہی ہیں۔ لنگر جاری کر رکھا ہے نلج کی لوٹ ہو رہی ہے۔ کپڑے بٹ رہے ہیں۔ آخر اس اولوالعزمی کی وجہ پہلے تو کبھی مہارانی اسطرح دولت کے سر نہ ہوتی تھیں۔ ان کے علاوہ میں دیکھتی ہوں کہ اہل اجودھیا بھی خوشی سے پاگل ہو رہے ہیں۔ ہمارے مہاراج کا ہی آج پتہ نہیں خوشی میں ڈوبے ہوئے دیا پھوا پھوا کر برہمنوں کا منہ ٹھکانے ڈالتے ہیں کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ معاملہ کیا ہے میں ہی سرگرداں ہوں یا سب دیوانے۔

دھاتری۔ بہن منتھرا! تم نے سُنا نہیں کل سری رامچندر جی کا راج تلک ہے ہمارے راجکمار

جی بڑے راستباز نفس کش اور کریم النفس ہیں۔ لہذا ہر فرد بشر کی یہی آرزو تھی۔ کہ ان کے قدموں سے اورنگِ حکومت کی زینت و زیبائش نہ ہو چنانچہ سویرے ہی ہم لوگوں کو منہ مانگی مراد دے گا۔

دھاتری کی اِس تقریر نے منھترا کے بدن میں زہر سا چھڑکا دیا وہ فوراً ہی انگاروں پر لوٹ گئی اس کو سخت طیش آیا کہ واہ میرے کام میں دخل میری امیدوں کا خون اس وقت اس کا بدن جوشِ غضب میں بید کی طرح کانپ رہا تھا۔ آنکھوں سے خون ٹپکتا معلوم ہوتا تھا۔ وہ تاؤ کھاتی ہوئی کوٹھے پر سے اتری اور کیکئی کے پاس آگ بگولا پہنچ کر یوں ڈھیلا مارنے لگی۔ او کیکئے لعنتی تجھ سے بڑھ کر دنیا میں کون بیوقوف ہو گا۔ تیری عقل پر پتھر پڑ گئے ہیں۔ فرشِ راحت پر سونے کے سوا اور کسی بات سے مطلب ہی نہیں دنیا چاہے سفید ہو یا سیاہ او عقل کی دشمن ہوش میں آ۔ تجھ پر مصیبت کا پہاڑ ٹوٹنے والا ہے۔ سویرا ہوا اور بس تیری مٹی پلید ہو گی۔ کمبخت دل کو کیا کہوں یہ نہیں مانتا۔ تیرے دکھ کے دیکھنے کی برداشت نہیں۔ مان نہ مان میں تیرا مہمان کی مصداق بن رہا ہے۔ کس بشنود یا نشنود من گفتگوئے می کنم" پر عمل کر کے زبان بند بھی کرنے نہیں دیتا۔ مدعی سست گواہ چست کی مثل ہے۔ پوچھو جب تمہیں اپنا نیک و بد سمجھائی نہیں دیتا۔ تو ایسی کمبخت کو کیا پڑی ہے۔ کہ گرداب غم میں ڈوبا جاتا ہے۔ کیکئی رانی تو صاحب جمال ہے۔ چاند سورج تیری ایڑی چوٹی پر قربان ہوتے ہیں۔ مگر بے فائدہ جب عقل ہی نہیں تو کیا کوئی صورت کو لے کے چاٹے۔ آہا کیسا سج دھج کے سنگار کیا ہے۔ زیور و لباس نے جوگنی کی دلہن کو شرما دیا۔ دل خوش ہوتا ہے کہ ہمچو ما دیگرے نیست یہ دنیا میں اگر کوئی خوش نصیب ہے تو کیکئی۔ اندر رانی کو بھی وہ سکھ میسر نہیں جو کیکئی مہارانی کو نصیب ہیں مگر میں ایسی زندگی پر تف کرتی ہوں۔ ایسے نصیب پر تین حرف یہ خوش نصیبی ہے یا اعلیٰ درجے کی بدنصیبی او رانی تیری قسمت پھوٹ گئی۔ تیرے برے دن آ گئے۔ جس طرح آفتاب کی حرارت سے دریاؤں کا پانی خشک ہو جاتا ہے اسی طرح رامچندر جی کے اقبال سے تیری قسمت کا ستیاناس ہو گیا۔

کیکئی حیران تھی کہ منھترا کو کیا ہو گیا۔ کہیں دماغ تو نہیں بگڑ گیا۔ سڑن تو نہیں ہو گئی یہ بکتی ہی کیا ہے۔ وہ پہلے تو اس کا منہ دیکھتی رہ گئی آخر بولی کہ

او منھترا اس وقت تو کہاں ہے۔ کچھ پی کے تو نہیں آئی۔ کہیں زیادہ تو چڑھ نہیں گئی۔ چہرہ مرجھا رہا ہے۔ آنکھیں لال لال انگارہ ہو رہی ہیں خیریت تو ہے۔

منھترا کیا بھولی بھالی باتیں بناتی ہو۔ مجھے یہ میٹھے بول زہر معلوم ہوتے ہیں۔ سچ کہتی ہوں کہ تمہارے دن پورے ہو گئے بھولے سے بد تر نہ سمجھی جاؤ۔ تب کہنا ہائے قسمت نے کس سے سابقہ

ڈالا۔ جو نہ اپنا بھلا سمجھے نہ برا یاد رکھنا کہ ایسے دن آ رہے ہیں کہ کہیں کی نہ رہو گی۔ میں کیا کروں کچھ بس نہیں مجھے تو بڑے ہی برے آثار دکھائی دے رہے ہیں۔ بہتری کی کوئی صورت نہیں نظر آتی تدبیر سوچتی ہوں تو عقل کام نہیں کرتی۔ ہائے مہاراج کو کیا سوجھی کہ رامچندر کو راج پاٹ دے رہے ہیں لوگوں کی حماقت دیکھو کہ پھولے نہیں سماتے۔ مارے خوشی کے اچھل پڑتے ہیں۔ مگر میں ہوں کہ دل ہی دل میں کڑھتی رہتی ہوں۔ دل پہ وہ صدمہ ہے کہ بیان نہیں ہو سکتا ہے ایک آگ سی بھڑک بھڑک کر کلیجے کو پھونکے دیتی ہے۔ پوچھو میرا کیا میں کون۔ مجھے راج پاٹ سے کیا واسطہ تم جانو مہاراج جانیں رامچندر جانیں مگر نہیں نہیں گودیوں کھلایا ہے رات دن آنکھوں سے تلوے سہلاتے گذری ہے کبھی نعیاں میلا ہونا گوارا نہ ہوا۔ مجھ سے زیادہ تمہارے سد دکھ کی ساتھی کون ہے۔ اس وقت تمہاری عمر بھر کے راحت و رنج کا معاملہ پیش ہے سویرے ہی قسمت کا فیصلہ ہو جائیگا۔ کوئی بھلائی کی بات نہ رہیگی۔ رانی بننے کو داغ لگ جائے گا۔ اس رنج میں میری جان اڑی جا رہی ہے۔ بغیر بولے نہیں رہا جاتا۔ اسی سے دوڑی آئی کہ جب مالک کا سکھ اٹھ گیا تو ہم لونڈیوں کا ٹھکانہ کہاں ہمارا سکھ تمہارے سکھ کے ساتھ ہے اور دنیا میں کوئی لونڈی سے رانی ہو جائے تو ہمارا کیا۔ پیاری! عقل کہاں ہے حواس کدھر ہیں۔ ذرا سوچو بچارو کہ تم کون ہو۔ تمہارا رتبہ کیا ہے۔ کیکئے نندنی خیال کرو۔ تم میں کیا گن لگے ہیں اور کوشلیا میں کیا سرخاب کے پر۔ کوشلیا سے تمہارا خاندان اونچا سب رانیوں سے زیادہ مہاراج کی پیاری۔ اس پر صورت شکل میں اپنی آپ نظیر۔ نور کی تصویر۔ پھر مہاراج کی ہٹ دھرمی اور دغابازی کیسی۔ میں ان پڑھ جاہل کندہ ناتراش کچھ بھی نہیں جانتی۔ تم ایشور کی کرپا سے پڑھی لکھی ہوشیار سمجھدار ہو پھر کیا نہیں سنا کہ شاستر کار کیا کہتے ہیں۔ دھرم شاستر میں لکھا ہے کہ اگر تاج و تخت کے لئے باپ بیٹے کا گلا کاٹ ڈالے۔ اور بیٹا باپ کا سر اڑا دے تو گناہ نہیں پھر بھائی کی کیا گنتی تم راجہ دسرتھ کی ظاہری صورت و سیرت پہ نہ جاؤ۔ ایمانداری و راست گفتاری سب دکھاوے بھر کی ہے۔ جھوٹے فریبیے جعلساز اگر بھولی بھالی صورت نہ بنائے ہیں۔ میٹھی میٹھی باتیں نہ بنائیں تو لوگ چکمے میں کیونکر پھنسیں میری بات جھوٹ جانتی ہو تو دیکھ لو شاستر اس میں صاف صاف لکھا ہے کہ جو شخص میٹھی میٹھی باتیں کرتا اور اچھی صورت بنائے رہتا ہے۔ وہ ضرور کپٹی اور چھلی ہوگا۔ چنانچہ یہی حالت ہمارے مہاراج کی ہے۔ تم کو باتوں میں الجھا کر اپنا مطلب گانٹھ لیا۔ اب دودھ کی مکھی کی طرح نکال کر پھینک رہے ہیں۔ میں کسی اور کی مثال کیوں دوں۔ اپنے ہی کو دیکھ لو راجہ دسرتھ کسطرح عزیز رکھتے تھے۔ معلوم ہوتا تھا کہ جان ہو تم۔ مال

ہو تو تم۔ دین ہو تو تم۔ دنیا ہو تو تم جب بولنا بات کرنا دل کو خوش کر دینا کبھی خواب میں بھی نہ ٹیڑھی نگاہ کی۔ نہ ٹیڑھی بات کہی۔ ایک طرف یہ حال دوسری طرف کوشلیا کو دیکھو میں نے تو کبھی نہ دیکھا کہ مہاراج سیدھے منہ بولے ہوں۔ یا دنیا دکھاوا بھی کیا ہو۔ مگر نہیں یہ سب مہاراج کا مکر و فریب تھا۔ وہ تمہیں دکھلانے کو کوشلیا سے ٹیڑھے اور کھنچے رہتے تھے۔ دراصل ان کا پانی اسی کی طرف ہوتا اور اُلفت پسند دل اُسی کا دم بھرتا تھا۔ تمہاری الفت و محبت جو کچھ تھی۔ وہ بناوٹی تھی۔ اگر یہ نہ ہو تو تمہارے ہوتے کوشلیا کو سرتاج بنا کر رام کو راج دینا کیا معنی۔ میں تو مہاراج کی چالاکیاں دیکھ کر حیران ہو رہی ہوں۔ اُف! اوہ! بلا کے فقرہ باز ہیں۔ دیکھو کس حیلے سے بھرت کو ملک ہی سے ٹال دیا جس میں کچھ جھگڑا نہ اٹھے۔ اور لطف اتنا بڑا جشن اور بھرت کو کچھ خبر بھی نہیں۔ وہ نانہال میں پڑے چارپائی توڑیں۔ یہاں رام کو سونے کا سنگھاسن مل جائے۔ دیوی! تمہارے بھولے پن پر مجھے حیرت ہوتی ہے۔ ایسا سیدھا پن بھی کس کام کا۔ یہ سیدھا پن نہیں اس کو بیوقوفی کہتے ہیں۔ تمہاری عقل اس وقت بچوں سے بھی گئی گذری ہو رہی ہے۔ بچے کے سامنے زہریلا کالا سانپ چھوڑ دو وہ کبھی نہ سمجھیگا کہ ملک الموت ہے بلکہ کھلونا سمجھ کر دوڑ کر پکڑ لے گا۔ اس کا سبب کیا ہے نافہمی۔ اسی نافہمی کی بدولت تم بھی راجہ دسرتھ کو نہ پہچان سکیں۔ کہ تمہارے دوست ہیں یا دشمن اور اپنا دل دے بیٹھیں کیا جانتی ہو کہ اپنے ہتھیار پر بھروسہ کرنے والے کا بھروسہ ٹھیک ہے۔ کبھی نہیں وہی ہتھیار ایک وقت اسی کلیجے کو چیر پھاڑ کر پھینک دیتا ہے۔ مدتوں کا بھروسہ ایکدم میں خاک ایسے ہی بھروسے پر تم نے راجہ دسرتھ کی محبتوں سے ذلت و ندامت کا منہ دیکھا۔ ساری اُمیدیں اور ساری بہبودیاں ایکدم میں سواہا ہو گئیں۔ مہارانی میرا بکتے بکتے منہ تھک گیا تمہارے مغز کا کیڑا جھڑ گیا ہو تو تعجب نہیں معاف کرنا جو کچھ کہا ہے تمہارے بھلے کو اور پھر بھی کان میں کہے دیتی ہوں کہ ہوشیار ہو تم کیا تمہارے خاندان تک کی بربادی کے دن آ گئے۔ رام گدی پر بیٹھے اور بس صفایا۔ اب بھی کچھ نہیں گیا ابھی رات ہے سویرے تک کوئی تدبیر سوچ لو نہیں تو پھر سر پر ہاتھ رکھ کر رونے کے سوا اور کچھ پلے نہ پڑیگا۔

منتھرا کی تقریر ایسی برجستہ اور پُراثر تھی۔ کہ جو سنتا جادو میں جکڑا جاتا۔ مگر نہیں کیکئی کے کان پر جوں نہ رینگی۔ شری رامچندر جی کے راج تلک کی خوشی میں اسکی باچھیں کھلی ہوئی تھیں اور منتھرا کی باتوں پر اور بھی ہنسی چلی آتی تھی۔ جب منتھرا چپ ہوئی تو وہ ہنستی مسکراتی مسہری سے اٹھی۔ سر سے ایک زیور اتارا اور منتھرا کو دے کر بولی کہ

لے۔ خوشخبری کا صلہ۔ رامچندرجی کے راج تلک کا انعام اور جس چیز کی خواہش ہو بے تکلف مانگ لے آج سے بڑھکر تیرے مانگنے اور میرے انعام بانٹنے کا اور کون دن ہوگا میرے نزدیک جیسے بھرت ویسے رام۔ جیسے رام ویسے بھرت۔ رام کو راج ملا تو کیا بھرت کو راج ملا تو کیا۔ بات ایک ہی ہے بلکہ میں رام ہی کے راج تلک سے خوش ہوں۔ ہاں کچھ اور مانگ ابھی دیتی ہوں یہی نہیں بلکہ تو جتنی مرتبہ مجھ سے ایسی باتیں کریگی اتنی ہی مرتبہ میں تجھے انعام دیتی چلی جاؤنگی ؎

سرگ ۸

منتھرا کی دوبارہ افتراپردازی کیکئی کا استقلال طبیعت

شاستر قائل ہیں کہ انسان کا دل ایک طرح کا نہیں ہوتا۔ کبھی کچھ ہے کبھی کچھ یہ کیا کہنے سننے دیواریں تک ٹل جاتی ہیں۔ آدمی موم کی ناک نہ ہو۔ کیسا ہی پتھر ہو پھر بھی زبان میں وہ تاثیر ہے کہ جسطرف چاہے چلا دے۔ قلب پھیر دینا تقریر کے نزدیک کچھ بات نہیں۔ منتھرا کی گفتگو واقعی تیر بہدف تھی ایک ایک لفظ میں کوٹ کوٹ کر جادو سا اثر بھرا ہوا تھا۔ پتھر ہوتا۔ تو بھی پگھل جاتا۔ پہاڑ بھی ہوتا تو جگہ سے ٹل جاتا۔ مگر یہیں کیکئی خوشی میں اچھلتی رہی اور اس کا دل انعام دینے پر آمادہ ہو گیا یہ رنگت دیکھی تو دیوتاؤں کے اوسان نہ رہے جی چھوٹ گئے مکر کی حد نہ تھی پیچ کا حساب نہ تھا۔ ہر طرف کہرام سا مچ گیا کہ غضب ہو گیا۔ ساری کی کرائی محنت برباد ہوئی بندھی ہوئی آس ہزار جگہ سے ٹوٹ گئی۔ کیکئی کا دل نہیں پھرتا۔ پتھر میں جونک نہیں لگتی اب کیا کریں سب دعائیں مانگنے لگے کہ پرماتما رحم کر کسی طرح کیکئی کا قلب پھیر۔ مصیبت کاٹ۔ تھوڑی سی رات اور بڑھا اے سورج بھگوان ذرا جلدی نہ کرنا جب ہماری مراد پوری ہولے تب سر اٹھانا نہیں تو اندھیرا ہو جائیگا۔

منتھرا دل میں کہتی تھی کہ واہ دیوتا لوگ بھی عجب ہیں بیچ بیچ میں پھنسا کے آپ الگ ہو گئے۔ اور پھر لطف یہ کہ پرائی بدشگونی کے لئے میری ناک کٹواتے ہیں مطلب اپنا بدنامی کا ٹھیکرا میرے سر سارے شہر میں جشن کی دھوم دھام گھر گھر رام کے راج تلک کی خوشی ایسے موقع پر مجھے مفت کی کلمونہی بنائے رکھتے ہیں۔ اور آپ خود منہ کھینچے ہوئے ہیں۔ کیکئی کا دل موم نہیں کیا جاتا غرض تو اتنی سی اٹھا رکھی ہے سلسلوں کی آسمان میں تھگلی لگانے والا دم داعیہ ابھی باقی ہے۔ رسی کی رگڑ سے پتھر گھس جاتا ہے۔ تو کیا میں کیکئی کے دل پر بھی اپنا خیال نقش نہ کر سکونگی

بر خیال پختہ کرکے اس نے کیکئی کا دیا ہوا زیور اس کے سامنے پھینک دیا اور ناک بھوں چڑھا کر بولی:-

زیور تم کو مبارک! میں زیور کی لالچی نہیں۔ ان آنکھوں سے ایسے بہت زیور والے ہیں مجھے بار بار زیور کیوں دکھاتی ہو۔ ہائے مجھے ان زیورں کا رونا ہے۔ آج تو خوشی خوشی میں پھول پھول کر انعام دے رہی ہے کل انہیں کیلئے ترسوگی۔ یہی رامچندر کے راج میں بدن سے آنا سے لئے جاویں گے۔

سرسوتی جی کی الگ سٹی پٹی بھولی ہوئی تھی کر داہ میں زبان پہ بیٹھ کر کچھ نہ کر سکوں زوف ہے دیوتا لوگ کیا کہیں گے جو سُنیگا وہی کہیگا کہ

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا
جو چیرا تو اک قطرۂ خون نہ نکلا!

رام کا راج تلک رُکتے نہیں دکھائی دیتا۔ کیکئی بالکل نہیں پسیجتی۔ پتھر کو جونک لگائی جاتی تو شاید لگ جاتی مگر اس کے دل پر ذرا بھی میل نہیں۔ منتھرا کی ایک ایک بات گرم توے کی بوند ہو جاتی ہے۔ آثار بد ظاہر ہیں علامت اچھی نہیں پائی جاتی۔ جب رام کو راج ملا تو لوگوں کی سرکوبی معلوم۔

ادھر سرسوتی کو الگ خلجان۔ ادھر منتھرا کو الگ خلفشار آخر ادھر انہوں نے پھر زبان کو جادو کا سا اثر بخشا اور ادھر یہ سرسوتی کو یاد کرکے پھر کیکئی سے مخاطب ہوئی۔

اے دیوی! تیری عقل کہاں چرنے گئی ہے۔ ارے ذرا بھی اونچ نیچ دکھائی نہیں دیتی میں روتی ہوں۔ قسمت کو جھینکتی ہوں اور تو ہے کہ ہنسے دیتی ہے۔ کھسیں نکلی آتی ہیں۔ کہاں ڈھاریں مار مار کر رونے کا وقت اور کہاں یہ خوشی کے قہقہے تیری عقل کی آنکھوں میں کسی نے پٹی باندھ دی۔ سمجھ کر کس نے سپاٹو پہاڑ پر بھیج دیا۔ ایسا بھی کوئی بیوقوف سُنا ہے۔ جو سر پر آئی ہوئی مصیبت سے خوش ہو۔ عارضے کا علاج نہ کرے ہائے میں اپنی کمبخت عادت کو کیا کروں تمہارے دکھ کی جب بھیانک صورت چشم خیال میں پھرتی ہے تو جان تن سے اڑ جاتی ہے۔ کلیجہ تھر تھر کانپنے لگتا ہے کہ ایشور تیرا ہی بھروسہ۔ تیرا ہی آسرا ہے تو کسی طرح سمجھائے نہیں سمجھتی۔ بالکل مت ماری گئی ہے۔ اس کو بدقسمتی نہ کہوں تو اور کیا کہوں۔ عقل کی دشمن مجھے جتنا رام کے راج تلک کا صدمہ نہیں اس سے زیادہ تیری اوندھی کھوپڑی الٹی سمجھ پہ رونے کو جی چاہتا ہے۔ میں تو سمجھتی تھی کہ عقل تمہارے سیوا کیسے کے باندھنے ہی نہیں پڑھی۔ تمہاری سی سمجھ والی دنیا کے پردے پر نہیں۔ آج نہ جانے کیا سمجھ الٹی ہو گئی ہے۔ کہ بھلائی برائی پر دھیان ہی نہیں ہوتا۔ کچھ عجیب ہی کایا پلٹ ہو گئی ہے۔

اتنا سننے پہ کیکئی پھر اصلی حالت پر قائم رہی۔ کالی کملی پہ دوسرا رنگ نہ چڑھا اس نے

کہا کہ میں ہی مہاراج کی رانی نہیں آخر سمترا بھی تو ہے۔ اسکو ایشور کو دو بیٹے دیئے وہ کیوں اُن کے راج کی فکر نہیں کرتی۔ اور مانا کہ وہ کچھ کرے مجھے دنیا جہان سے مطلب کوئی ننگی ہو کے ناچے تو اس کا دل۔ میں منہ پر سیاہی لگانے والی نہیں۔ جو چاہے سو ہو۔

منتھرا:۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ کچھ کچھ سمجھ چلیں۔ سمترا جی کی طرف نظر گئی مگر پیاری خیال کرو کہ تمہاری اور سمترا کی حالت میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ رامچندر کو راج ملنے سے اُس کا کچھ نہ بگڑیگا۔ ماتھے صرف تمہارے ہی جائینگی۔ اور غریب بھرت کا کہیں ٹھکانہ نہ ہوگا۔ اگر یہ کہو کہ جیسے بھرت ویسے سمترا ہیں۔ پھر بھرت پر نزلہ گرنے کی کون خصوصیت۔ سنو تو کون نہیں جانتا کہ رام لچھمن میں دانت کاٹی روٹی ہے رام جو راہ چلائینگے۔ وہ ہی لچھمن چلیں۔ دونوں میں اچھی طرح ملی بھگت ہے۔ اس پر لچھمن خدمتگاری کو موجود سگ حضور بہ از برادر دور کی مثل پورا پورا صادق نزدیک والی کہاوت "ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شدہ" والا معاملہ پھر لچھمن کی تو پانچوں انگلیاں گھی میں ہی رہینگی۔ ان کو کس بات کا کھٹکا۔ رہے سمترا ہیں۔ وہ لچھمن کے سگے بھائی۔ لچھمن کی وجہ سے ان کا کھیت کون کھا سکتا ہے۔ والا چیاتو ہمارے بھرت جی ہیں۔ جن سے مہاراج کی محبت کا یہ حال ہے۔ کہ ننھیال میں لڑکا کے بلا ہی نقد کردی آنکھ اوٹ پہاڑ ہر از دیدہ دور از دل دور والی کہاوت کیا نیم لوگوں نے جھوٹ کہی ہے۔ مہاراج کو اُن سے کیوں الفت ہونے لگی۔ اب رہے رامچندر اُن کو میں ہی خوب جانتی ہوں۔ شاستر نے انہیں پٹی پڑھا ہی دی ہے کہ راج کے معاملہ میں کہاں کا باپ۔ کیسا گورو اور کون بھائی۔ چالاکی اُن کی نس نس میں کوٹ کوٹ کر بھری ہے۔ ناخن سے گوشت جدا کرا دینا ادنےٰ سا کرتب۔ ذرا راج ملنے دو پھر چالیں دیکھنا۔ خود تو الگ تھلگ رہیں۔ اور کیسی وہ میرے سے بچارے بھرت کی درد شا کرا ڈالیں۔ خود شہر بدر نہ کریں تو کیا چیلے چانٹے جب نکلوائے بغیر چھوڑیں گے۔ سچ کہتی ہوں۔ کہ تم رامچندر کی طبیعت سے واقف نہیں۔ میں رگ رگ پہچانتی ہوں پورے بس کی گانٹھ ہیں۔ ظاہر میں سیدھے سادے باطن میں دیکھو تو دل ایسا سیاہ جیسے کالا ناگ۔ تم ہنستی ہو میرے بدن میں آگ لگتی ہے۔ بھرت کے لئے دم دم کی خیر مناتی ہوں۔ اور اسی سے تمہیں سمجھاتی ہوں کہ اب بھی عقل و حواس سے کام لو میرے کلیجے پر ہاتھ رکھ کر دیکھو کیسا دھڑک رہا ہے۔ دل کو دیکھو اچھل اچھل کر منہ میں آیا جاتا ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ تم کو کیا ہو گیا۔ عقل کھو بیٹھیں کوشلیا رانی تجھ سا خوش نصیب آج کون ہوگا۔ میں مہارانی کیکئی کے دکھ کا خیال کر کے سر پیٹ رہی ہوں۔ تو راج تلک کی خوشی میں نوبت نقارے بجوا رہی ہو۔ ادھر کچھ کچھ آیا۔ سب رانیاں مہارانیاں تیری لونڈیوں سے بھی بدتر ہو گئیں۔ تیری لونڈیوں کے رہے نصیب بڑی بڑی رانیاں تاکا دیکھتی رہیں گی کہ کہیں کچھ بخشش نہ دیں۔ ارے

رانی عقل کی دشمن نہ بن۔ سمجھ بوجھ کر کچھ بیوقوفی کی حد بھی ہوتی ہے۔ کچھ شک نہیں تیرا دماغ بگڑ گیا
جلد علاج کر نہیں تو خیر نہیں۔ رام کے راج تلک کی خوشی میں اندھی ہو رہی ہے۔ آنکھ کے آگے ناک
تک نہیں سجھائی دیتی۔ عقل کی آنکھوں پر خود دیوار اٹھا رہی ہے۔ ارے غور تو کر جہاں رام کو راج
ملا وہاں پھر رہ ہی کیا گیا۔ ساری کی ساری رانیاں بھیک مانگیں گی۔ ٹکڑے ٹکڑے کو محتاج ہوں
گی۔ بھرت کا تخت سے محروم رہنا کیا ذرا سی بات ہے۔ جنم جنمانتر تک پھر سنگھاسن اور مکٹ
کا نام سننا نصیب نہ ہوگا۔ کچھ معلوم ہے کہ جس بیٹے کو راج ملتا ہے۔ اُسی کی اولاد آگے چلکر
بھی مالک تاج و نگین ہوتی ہے۔ دوسرے بھائیوں کو تنکا بھی نہیں ملتا۔ جس کا تاج اُس کا راج
جس کی تیغ اُس کی دیگ۔ پس رام جب راج کے لئے جگا ہو گئے۔ تو کچھ دنیا بھر میں ہے سب انہیں
کا۔ جس کو چاہیں جو دیں جس سے جو چاہیں چھین لیں اختیار ہے۔ بھائی نام کے بھائی ہوں گے ابھی
تک برابری کا دعویٰ ہے کل سے خدمتگاری کا نغمہ مل جائیگا۔ جھک جھک کے آداب بجا لایا کریں
بس میں تمہاری منطق کو نہیں مانتی کہ بڑا بیٹا ہی مالک جہانبانی ہونا چاہیئے۔ جہاں یہ بات ہے کیا
وہاں شاستر کی یہ ہدایت نہیں کہ اگر چھوٹا بیٹا لائق و دانا عقلمند و فراست پسند ہو تو اُسے ہی
راج دیا جائے۔ جہاں تک میرا خیال ہے ہمارے بھرت جی ہر طرح سے ہوشیار فراست شعار اور چشم
بد دور رامچندر جی سے بھی ہزار درجہ صاحب عقل و تمیز ہیں۔ علم و لیاقت میں مقابلہ کرا لو انصاف
تول کر دیکھ لو ہمارے بھرت جی بڑھے چڑھے نکلیں گے۔ ایسے لائق بیٹے کو تاج و تخت سے محروم رکھ
کر غلام بناتی ہو۔ نہ معلوم تمہاری عقل کو کیا ہو گیا ہے۔ کیا ماں کی ممتا اسی کا نام ہے۔ مہر مادری
اسی کو کہتے ہیں۔ میں سمجھاتے سمجھاتے ہار گئی مگر تمہارے نزدیک ہوا میں بہہ گئی۔ او رانی کیکئی
راجہ دسرتھ کی محبتوں پر نہ بھول۔ وہ دن اب گئے۔ اب کوشلیا کا سب راج پاٹ ہوگا۔ وہ ساری اگلی
پچھلی کسر نکال کے تمہیں ناکوں چنے چبوائے بغیر نہ رہے تب کہنا۔ کوا کنی بنی پڑی ہو گی۔ کوئی کوڑی
کو نہ پوچھیگا۔ بڑی چلی ہیں نذلیند بانٹنے والی بھاڑ میں جائے ایسی خوشی ان کو خوشی کی پڑی ہے۔
یہاں آسمان زمین سجھائی نہیں دیتے۔ کل رامچندر کو راج ملا اور پرسوں ہی بھرت کی کمر میں ہاتھ دینے
کی فکر ہوگی۔ گردنیاں ملنا تو خیر کوئی بات نہیں۔ مجھے تو غریب کی جان کے لالے پڑتے دکھائی دیتے
ہیں۔ کیا تمہیں اطمینان ہے کہ رامچندر بھرت کو جیتا جی چھوڑیں گے۔ بھائیوں بھائیوں کا حسد
سوتوں سوتوں کی ڈاہ سے زیادہ ہوتا ہے۔ راج پا کر بھائی کی جو جان بخشے سمجھ لو کہ آفتاب مغرب
میں طلوع ہوا۔ اس نے زمانے سے الوجھی کی۔

میں نے جان لیا کہ تم بھرت جی کی زندگی کے پیچھے پڑی ہو۔ تمہاری ممتا ممتا نہیں بلکہ [illegible]
ہے۔ تم خود چاہتی ہو کہ بھرت کا ہر طرح گلا حلال ہو۔ اس کی بھی پرواہ نہیں کہ ہتیا تمہارے

سر ہوگی۔ میں تو پہلے ہی سے سمجھ بیٹھی ہوں کہ بھرت تمہارے پیٹ سے کیا پیدا ہوئے۔ گویا کوئی اینٹ پتھر پیدا ہوا۔ اُف! اوہ! ارے بھنور کے دل بھرت کو زمین پر گرنے دیر نہیں۔ بیچارہ اچھی طرح دودھ کی چھاچھوں کا بھی گناہگار نہ ہوا کہ گھر سے نکال باہر کیا تا ننہال بھیج کر ماتا کے فرض سے ادا ہو گئیں چاہے بیٹا ہو جاہے کوئی اور جو ہر وقت آنکھوں کے سامنے رہتا ہے اس کی بات ہی اور ہوتی ہے۔ جہاں اس میں فرق آیا جان لو کر خون سفید ہو گیا۔ منہ دیکھے کی محبت بھی جاتی رہی۔ یہ کچھ آدمی پر ہی فرض نہیں پیاری کیکئے کماری کیا سمجھتی ہو۔ کہ راج تلک کے بعد رانی کوشلیا ہی کوشلیا رہیں گی جو آجتک تھیں۔ اکھڑ اکھڑ کے تنظیم دیتی رہیں۔ دیکھ لینا جو کبھی سیدھے منہ بھی بولیں۔ تمہارے ہر وقت ہاتھ جوڑے جوڑے نہ گذرے تو تب کی سند۔ تمہاری ہی یہ درگت نہ ہوگی۔ بھرت جی بھی تمہارے ساتھ سڑیں گے۔ اور اُن کو بھی خدمتگاروں میں چہرہ لکھوانا پڑے گا۔ اچھا ذرا خود ہی سوچو رامچندر جی کو راج ملا تو کوشلیا کی ادہر خوشی کا کیا ٹھکانا ہے۔ پھر جانکی جب مہارانی بن جائیں گی تو اُن کی نظر میں اور کون جچیگا۔ ادھر یہ حالت اور ادھر یہ رنگ کہ بھرت بیٹھے سے منہ قسمت کو رویا کریں گے اور ان کا مردنی چھایا ہوا چہرہ دیکھ کر تمہارا کلیجہ دُکھتا رہیگا۔ مگر تم اپنے کئے کا پھل پاؤگی۔ نہ سرے کی کیا خطا۔ مرن اُن بچاری کی ہوگی۔ جو بھرت کے پاؤں سے بندھی ہے۔ اس کی اِس طرح زندگی ہوئی بھی تو کیا نکلتا جیتے برے احوال وہ قسمت کو ٹھونکیگی۔ کہ ہائے کہاں پہاڑ میں لا جھونکا۔ تم کو وہ گھسیٹیگی کہ جاؤ بیٹھو بڑی رانی مہارانی بنتی تھیں۔ میں نے تو کچھ راج پاٹ نہ دیکھا دیکھا تو یہی لونڈی پنا۔

کیکئی نے اس تقریر پر منتھرا کو جھڑکا کہ بس چپ فضول بک بک نہ کر۔ قینچی سی زبان چلنے چلتے تھکتی بھی نہیں۔ اپنی ہی گائے چلی جاتی ہے۔ رامچندر جیسے دانشمند سے یہ بدگمانی بتا تو اُن کی طرح کسی کو دھرم کی پابندی کا خیال ہے۔ بششٹ ایسے مرشد کامل کی تعلیم اُس پر روزانہ دھرم اُپدیش پھر رامچندر سے بڑھ کر دنیا میں کون ہے۔ جو دھرماتماؤں کا سرتاج سمجھا جائے۔ بھرت جی ہر وقت اُن کے اطاعت گزار و فرمانبردار اور کوئی کیا کہیگا۔ کہ خود رامچندر ہی اپنے منہ سے بھرت کو سراہتے رہتے ہیں۔ ان کا قول ہے کہ میں جسم ہوں۔ اور بھرت جان۔ بھرت مکین ہیں میں مکان۔ رامچندر کے اوصاف کوئی کیا گنائے۔ تجھ کم بخت کی زبان بھی یاوری نہیں دیتی۔ کہ ایک ایک بات کی تعریف کروں۔ سُن رامچندر کون ہیں۔ کیوں راج کے مستحق ہیں اور کیوں اُن کی تاجپوشی سے بھرت کا فائدے کے سوا کچھ بھی نقصان نہیں۔ رامچندر ہیں مہاراج کے فرزند اکبر۔ وارث تخت و افسر۔ مستحق جہانبانی سزاوار حکمرانی

سعادتمند راستی پسند۔ وفا شعار نیک کردار۔ بھائیوں کے سائے سر۔ رضا جوئے مادر و پدر۔ صاحب انصاف۔ سینہ صاف نہ چھل سے مطلب نہ کپٹ سے سروکار۔ فریب سے نفرت دغا سے عار بھائیوں کو فوت بازو جاننے والے یہ کیا کلیجے کا ٹکڑا اور اپنی ہی ذات جاننے والے اگر بھرت کے دل پر میل دیکھیں تو راج پاٹ کیا جان تک سے دریغ نہ کریں۔ دنیا چاہے ادھر کی اُدھر ہو مگر بھرت کا ہی دم بھریں۔ مجھ کو نہ کو شلیا ماتا سے زیادہ جانتے ہیں۔ سگی ماں مانتے ہیں۔ مجھ کو خود ان کے برابر بھرت کی محبت نہیں۔ سچ کہتی ہوں جھوٹ بولنے کی عادت نہیں۔ پھر ایسے لائق فائق کلیجے کے ٹکڑے کی بُرائی کرکے تو میرا دل جلاتی کلیجہ کڑھاتی ہے سمجھ میں نہیں آتا کہ تیری کیسی مت کی چھاتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ سچ مچ تو سٹھیا گئی۔ عقل گدی میں سما گئی۔ نہیں تو یہ واہیات بکواس کیسی۔

کیکئی کی ان کھری کھری باتوں نے سرسوتی کی جان اڑادی وہ سوچنے لگی کہ غضب ہوا جاتا ہے۔ آفت آنے میں کچھ دیر نہیں۔ کیکئی کے دل کو لوہا لگ رہا ہے۔ کیسی طرح اَنی پر نہیں چڑھتا۔ اپنی ہی تانے جاتا ہے۔ اب دلی باتوں کا کام ملتوی۔ دنیا کا ادھار موقوف۔ اس رنج میں گہری سانسیں لیتے لیتے پھر قسمت آزمائی کے لئے منتھرا کی زبان پر جم بیٹھیں اور اس کی زبان پر پیپل کے پتے کی طرح لپ لپ چلنے لگی۔

چرب زبان چنگن۔ بیجان جاندار سب پاس رہنے سے پیارے ہوتے ہیں دور رہیں تو کس کو کس کی محبت دیکھ لو درخت تو ذی روح نہیں۔ بے جان ہیں مگر درخت قریب قریب ہوتے ہیں۔ وہاں بیلیں ایک دوسرے سے ایسی لپٹ جاتی ہیں کہ چھڑانا مشکل۔ رامچندر ہر وقت مہاراج کی آنکھوں کے سامنے رہے لیں محبت کے پھندے میں پھانس لیا۔ بھرت نظروں سے دور رہے تو یہ نتیجہ ہوا کہ محبت بیری کا کہیں کوسوں پتہ نہیں۔ اگر یہ کہو کہ بھرت کے ساتھ ستروہن بھی تو ہیں۔ ان کو بھی تو بھرت کی سی مصیبت بھگتنا پڑیگی۔ تو یہ تمہارا خیال خام ہے۔ لچھمن رام کی ناک کے بال ہو رہے ہیں۔ اُن کے سبب سے بھلا کون ہے جو ستروہن کی طرف آنکھ اُٹھا کر بھی دیکھ سکے۔ اس کے علاوہ سمترا کے دو بیٹے ہیں ایک نہ رہیگا تو دوسرا تو رہیگا۔ تم اپنی کہو۔ سڑ سڑ ٹوں ٹوں ایک بھرت وہ بھی اُس کے بیٹے جس نے بچپنے ہی سے دودھ کی مکھی بنا رکھا ہے اور جس کو کوشلیا دیکھ لے تو بوٹی بوٹی نوچ کھائے۔ اس لئے پیاری اور نہ کچھ کرو تو بیکس بھرت کی ننھی سی جان پر تو رحم کرو۔ اس کے حال زار پر تو ترس کھاؤ۔ اور چاہے کوئی مار ڈالے اپنے ہاتھوں جان لینے کی تدبیر نہ کرو۔ راج گیا چولہے بھاڑ میں اچو دھیا کو لگے آگ اری نیک بخت اپنے ہی کلیجے کے ٹکڑے کیلئے ڈائن تو نہ بن۔ بھلی مانس تو ماں ہے اور کچھ تو

تو کسی جنگل دنگل پہاڑ دہاڑ ہی میں چھپا دے کہ جان کی تو امان رہے۔ جان بچی تو لاکھوں پائے جی ہے تو جہان ہے زندگی میں پھر تو آس رہیگی کہ آج نہ سہی دس بیس تیس چالیس پچاس ساٹھ برس بعد کبھی شاید قسمت کروٹ لے کیسی تقدیر کا پانسہ چت ہو۔

تم بھرت کو رام کا غلام بنانا چاہتی ہو۔ یہ کبھی مجھے منظور نہیں۔ مجھ سے نہ دیکھا جائیگا کہ رام رتن جڑت سنگھاسن پر تن اکڑ کے بیٹھیں اور بھرت اپنے مکٹ سے گرد صاف کریں۔ چنور ہلائیں۔ آنکھیں بچھائیں بہ کریں وہ کریں۔ بھرت بیچارہ ہاتھی کا بچہ ہو رہا ہے اندر اچھند شیر اور وہ بھی کون شیر جو اس غریب نرم چارے ملائم غذا کو دبائے ہوئے بیٹھا ہو۔ اے کیکئی سنگدل زبون۔ اپنے بچے کو شیر کے منہ سے بچالے۔ کیوں نرم نرم ہڈیوں کا کچومر نکلوائیگی اور کیکئی تجھ کو اپنی شکل و صورت پر بڑا غرور تھا۔ زمین پر پاؤں ہی نہ رکھتی تھی۔ دماغ آسمان پر منڈلاتا تھا۔ آج سارے نخرے تلے کیا ہو گئے۔ اسی برتے پہ تتا پانی تھا۔ اسی صورت پر کہا کرتی تھی کہ راجہ دسرتھ مرتے ہیں تف ہے اس صورت پر اور افسوس ہے راجہ دسرتھ کی محبت پر۔ میں تو دیکھتی ہوں کہ دنیا ہی الٹ پلٹ ہو گئی۔ رام کی راج گدی نے ساری کایا پلٹ دی۔ دن کو رات کر دیا رات کو دن۔ پورب پچھم نہ پچھم پورب ہو گیا۔ اور تمہیں خبر نہیں مہاراج بڑی محبت کرتے ہیں واہ یہ کہہ کر تم کو بیوقوف بناتے تھے۔ مفت دل میں اتراتے تھے۔ سبز باغ دکھاتے تھے وہ دن کیا ہو گئے جب تمہارے سامنے کوشلیا کی ایک نہ چلتی تھی۔ کسی وقت دال نہ گلتی تھی۔ آج کیا بڑھتی ہوئی جو اسی طرح اسی پر لٹو ہو گئے بڑھیا پر جیسر غٹو ہو گئے تمہارا اگلا دلار کیا ہوا پیار کیا ہوا۔ بس سمجھ لیجئے کہ ظاہری محبت تھی۔ دکھاوے کی الفت تھی۔ پیاری جانی ہو کر سوتیا ڈاہ کیسی بری چیز ہے۔ سوت لیتی ہے۔ موقعہ ہاتھ لگے تو سنکھیا دے دے ہیرا کھلا دے بوٹیاں نوچ کھائے ہڈیاں چبا جائے۔ اس پر جب اختیار ملے اس کا بیٹا راج پاٹ کا مالک ہو۔ تو پھر کیا۔ مست کے ہاتھ میں تلوار اچھی۔ سانپ کے دانت کا زہر اچھا اور سوت کے دل کا بخار ٹھیک نہیں کیا رچایا کیا برایا۔ کیا خاص کیا عام۔ سب کوشلیا کا دم بھریں گے۔ تم اونتاری سی پڑی رہو گی۔ اور بھرت کا تو خاتمہ رکھا ہی ہوا ہے۔ اس میں ذرا بھی فرق نہیں۔ اسی سے کہتی ہوں کہ ابھی مہلت ہے۔ کچھ پیش بندی کر لو کہ اسد میں چڑیاں چگ گئیں کھیت والی مثل نہ ہو۔

سرگ ۹

انشا بکر رتی کے شاپ کی تاثیر منتھرا کی تقریر کا اثر کیکئی کا مخالفانہ جوش

گریہ وزاری

منتھرا نے تین مرتبہ اپنا منتر چلایا مگر کیکئی کی طبیعت نہ پھری۔ وہ جیسی کی تیسی ہی بنی رہی۔ کسی کو اُمید نہ تھی۔ کہ اس کا خیال کبھی پلٹیگا۔ مگر ادھر سرسوتی کا جوشش وخروشش۔ دیوتاؤں کی کوشش اُدھر شدنی اس کے ساتھ اشٹاوکر رشی کا شاپ۔ آخر کیکئی کی مت پلٹی ہی پلٹی اور منتھرا کی چڑھ بنی مشہور ہے کہ اشٹاوکر رشی ایک تالاب میں غسل کر رہے تھے۔ کیکئی اپنے باپ کے گھر سے نہانے کے لئے اسی تالاب پر پہنچی سہیلیاں ہمجولیاں ساتھ تھیں۔ کیکئی ایک تو نو عمر دوسرے راجکماری ہونے کا غرور دیکھتی ہے کہ اشٹاوکر نہا رہے ہیں صورت کالی کلوٹی چہرہ بھونڈا۔ برزخ عجیب اُس نے سہیلیوں سے کہا دیکھنا۔ ایسی بھی عجیب الخلقت صورت کبھی نہ دیکھی ہوگی۔ نہ معلوم اگلے جنم میں کیسے پاپ کئے ہیں کہ اب کی یہ کلجھی صورت نصیب ہوئی۔

اشٹاوکر رشی تقریر سن رہے تھے۔ اُن کو سخت غصہ آیا بولے کہ او بیوقوف کیا واہیات بکتی ہے۔ میں نے کسی جنم میں کوئی پاپ نہیں کیا۔ تو مفت میں کلنک لگاتی ہے اچھا رہ تو بھی کیا یاد کریگی تجھے بھی وہ کلنک لگے۔ کہ مٹانے سے نہ مٹ سکے۔ اس وقت کی بات سنی ان سنی ہوگئی۔ مگر اہل کمال کی دعا کبھی ہٹ نہیں پڑتی۔ منتھرا کے متواتر کان کُترنے اور مغز چاٹنے سے کیکئی کی طبیعت میں انقلاب پیدا ہو ہی گیا۔ اس نے سوچا کہ منتھرا نے بھی زمانہ دیکھا ہے۔ دھوپ میں بال سفید نہیں کئے جو کچھ کہتی ہے میرے اور بھرت کے بھلے ہی کے لئے ہے اس کی ذاتی غرض کیا۔ دفعتہً اس خیال نے اس کے دل میں جڑ پکڑ لی اور وہ منتھرا سے بولی :-

منتھرا تو سچ کہتی ہے۔ اب میری سمجھ میں آیا کہ رام کے راج تلک سے یہ نقصان ہیں۔ تو اطمینان رکھ میں تب کیکئی ہوں جب بھرت ہی کو راج سنگھاسن پر بٹھا لوں۔ اگر مہاراج میں سکچھ کریں گے بغلیں جھانکیں گے تو زمین آسمان اُٹھا کر ناک میں دم کر دوں گی۔ کے لبی کھانے پینے کی ابھی قسم ہے جب رام کو جنگل میں نکال دوں گی جب بھرت سنگھاسن پر بیٹھ لیں گے تب پانی پیوں گی۔ نہیں تو دانہ نہ کھاؤں گی۔ مگر منتھرا یہ تو بتا کہ اس کے لئے تدبیر کون ہو کیا بات کروں جس سے دونوں مطلب سدھ ہو جائیں۔

منتھرا اچھل پڑی کہ وہ مار لیا۔ کیکئی دفتروں میں آگئی۔ اب راج کہاں جاتا ہے اس نے کیکئی سے کہا :-

اُف ! اوہ ! اب جی ٹھکانے ہوا کچھ جان میں جان آئی ہے۔ شکر ہے کہ ٹھیک دیلہ سوجھیں۔ دماغ کام کرنے لگا۔ بیوی میں حیران تھی کہ تمہاری عقل کو آج کیا ہو گیا۔ ایسی عالی خاندان راجکماری

اور اس کی سمجھ کا کیا حال۔ خیر تمہارے تو اس ٹھکانے ہوئے ہیں۔ تو میری یہی کارستانیاں دیکھنا
کیونکر ہوا میں گرہ لگائی ہوں۔ تم آج کھٹ پاٹی لے کر پڑ رہو۔ خوب مچلی رہو۔ مہاراج کیا اُن کے
فرشتے بھی منتیں کریں مناتیں ایک نہ سننا اپنی ہی ہٹ پر جمی رہنا۔ میں نے تمہارے ہی منہ سے
سُنا تھا کہ مہاراج تم سے قول ہارے ہیں۔ بس وہی پورے کرا لو۔

کیکئی اب تک مسہری پر لیٹی ہوئی تھی۔ منتھرا کی اس تقریر نے اُسے اُٹھا کر بٹھلا دیا۔
اور بڑی توجہ سے سُننے لگی۔ منتھرا نے کہا:-

مہارانی جی! ایک راچھس بڑا ہی قوی ہیکل تھا۔ پہاڑ سا ڈیل موٹے موٹے ہاتھ پاؤں۔
سمرنا نام دیوتاؤں کا دشمن جانی۔ دھرماتماؤں کی جان کا گاہک سب پریشان ہر وقت جان کا خوف۔
نہ دن کو چین نہ رات کو آرام دکن میں ایک شہر آباد کر کے "ہمچو ما دیگرے نیست" بن بیٹھا۔
سر پر خودی کا بھوت سوار تھا۔ اندر سے جٹ پڑا۔ سارے دیوتا ایک طرف سمرنا اکیلا۔ خوب مار
دھاڑ ہوئی۔ مقابلے پر مقابلے ہوئے لیکن دیوتاؤں کی ایک پیش نہ گئی۔ سمرنا نے سب کو نیچا دکھایا۔
اندر وغیرہ جان لے کر بھاگے تو راجہ دسرتھ کے یہاں دم لیا۔ فریاد کی۔ مدد مانگی۔ اعانت چاہی۔
راجہ دسرتھ اسی وقت اُٹھ کھڑے ہوئے۔ تم کو بھی ساتھ لے لیا اور میدان رزم میں پہنچ کر
دادِ شجاعت دی۔ وہ راچھس بڑا زبردست تھا۔ بہت سے دیوتاؤں کو مار گرایا۔ بہتوں کے ہاتھ
پاؤں ڈھیلے کر دیئے۔ دیوتاؤں نے سوچا کہ دن بھر تھک چکے ہیں۔ اب مقابلے کی تاب نہیں رات
بھر سستائیں سویرے پھر دیکھا جائیگا۔ اِدھر اُنہوں نے کمر سیدھی کرنا چاہی اِدھر راچھسوں نے
موقع غنیمت سمجھا۔ وہ وہ ہاتھ دکھائے کہ سب دیوتا بھاگ کھڑے ہوئے۔ راجہ دسرتھ کو چھتری
خون کے جوش نے قدم اُٹھانے نہ دیا۔ وہ ٹکر لیتے رہے۔ راچھسوں نے خوب تیروں کی بوچھاڑ کی۔
بان پہ بان چلا آ رہا تھا۔ یہاں تک کہ راجہ زخمی ہوئے۔ غش کھا کر گرے تو زمین پر چت۔ رتھ
بان بھی کام آیا۔ کوئی پُرسان حال نہیں۔ اُدھر راچھس مہاراج کا سر کاٹنے کو تیار تم عورت
ذات مگر ہزاروں سے اچھی اور کچھ نہ بنا تو رتھ ہنکاتے ہوئے پہاڑ کی گفا میں جا چھپیں۔ راجہ
دسرتھ کی جان بچا لی۔ رتھ جب میدان سے اُڑا۔ اور راچھس بھی پیچھے ہو لیے اور تم کو ڈھونڈھ
نکالا۔ مہاراجہ بے ہوش پڑے تھے تم اکیلی تھیں۔ راچھسوں کا دل دیکھ کر تم بھی جان پر کھیل
گئیں۔ خوب جان توڑ کر مقابلہ کیا۔ وہ بودی مار ماری کہ راچھسوں کے دانت کھٹے ہو گئے۔
کوئی نہ ٹھہر سکا۔ سب بھاگ کھڑے ہوئے۔ اس عرصہ میں راجہ دسرتھ نے آنکھیں کھولیں۔ سب
واقعات جنگ سُن کر بہت خوش ہوئے۔ جوشِ شجاعت کی داد دی۔ جان بچانے کا شکریہ ادا
کر کے کہا کہ تمہارے دو احسان ہیں۔ گفا میں رتھ پہنچانا اور دشمنوں کو شکست دے کر جان

بچانا اس کے صلے میں جو چاہو دو بر دان مانگ لو۔ تم نے دو بر دان مانگنا منظور کئے مگر شرط یہ کی۔ کہ اس وقت نہیں جب ضرورت ہو گی۔ تکلیف دوں گی۔ چنانچہ ایشور کی کرپا سے بر دان مانگنے کا وقت آگیا۔ مہاراج کے گلے پڑو کہ وعدہ پورا کریں۔ رامچندر کو بن کی ہوا کھلائیں اور تخت حکومت بھرت کو دیں۔ چودہ برس کے بعد پھر اختیار ہے۔ جو مرضی ہو کریں۔ بس اب دیر نہ کرو کوپ بھون میں توبہ تلا مچاؤ۔ جہاں مہاراج نے سُنا۔ وہ اُسی وقت پہنچے اور بس یا لا اپنے ہاتھ مہاراج تم پر جان دیتے ہیں۔ کسی بات سے دریغ نہیں۔ کہدو تو ابھی سر کاٹ کے قدموں میں ڈال دیں۔ جلتی آگ میں کود پڑنے سے عار نہ ہو۔ جب یہ کیفیت ہے تو پھر تمہیں کسی بات کی فکر جو کہو گی وہی ہو گا۔ ہاں خوب یاد رہے کہ بھٹ پن کھلنے نہ پائے۔ مہاراج لاکھ لالچ دیں تم ایک نہ سُننا۔ ہزار دفعہ منت سماجت کریں۔ قسم پر قسم کھائیں۔ تو بڑے حیلے وحجت سے بردان مانگنا۔ ڈھیلا سا مارنے کی ضرورت نہیں۔ نہ چکنی چپڑی باتوں میں آنے کا کام ہے۔

منتھرا نے کیکئی کے دل پر پورے قابو کے ساتھ اپنے دل کی باتیں جما دیں اور ایسا منتر میں جکڑ لیا کہ اُسی کی سی بولنے لگے۔ یا تو پہلے بیوقوف بناتی تھی یا اب تعریفوں کے پل باندھ دیئے اوصاف کا دفتر اُلٹ دیا۔ تو دنیا بھر سے عقلمند۔ سرسوتی سے زیادہ فہیم۔ میری رفیق صادق بھرت کی سچی خیر خواہ اڑتی چڑیا پکڑ لانا سہل معاملہ کا دور کی کوڑی لانا دونے کر تب راجہ دسرتھ کے چکمے پہچاننے میں فرد۔ چھل کپٹ تاڑنے میں لاجواب۔ دل کنول کا پھول ہے صورت سویرے دیکھ کر اُٹھے تو سارا دن چین ہی چین رہے۔ تجھ کو بُری کہنے والا بیوقوف بدشکل بنانے والے عقل کے اندھے تیرے چہرے پر نور برستا ہے۔ سر سے پاؤں تک عضو عضو نور کی تصویر ہو رہا ہے۔ بھرت کو راج مل جائے تو سونے جواہرات میں تولوں گی۔ دنیا کی عورتیں کیا مال ہیں۔ دیو استریاں تیرے پاؤں کے دھوون کا مقابلہ نہ کر سکیں۔ تب میرا نام کیکئی۔

منتھرا لفظ لفظ پر پھڑکتی جاتی تھی۔ حرف حرف کانوں کو امرت پلاتا معلوم ہوتا تھا۔ اُس نے کہا کوپ بھون میں جا کر رونا دھونا شروع کرو۔ دیر ہونے سے فائدہ نہیں۔

کیکئی منتھرا کے ہاتھ کی کٹھ پتلی ہو رہی تھی۔ وہ منہ بناتے ہوئے اُٹھی اور دونو ہاتھوں سے چھاتی پیٹ کر چلانے لگی۔ کہ

ہائے مار ڈالا کہیں کا نہ رکھا۔ بھرت کے ہوتے رام کو راج۔ میرے ہوتے کوشلیا کی یہ عزت اری منتھرا میں لٹ گئی۔

رنواس اجاڑ معلوم ہوتا ہے بھاڑ میں پڑیں زیور۔ چولھے میں جائے پوشاک گہنا پاتا کپڑے لتے فضول یہاں زندگی سے بھی سروکار نہیں۔ ابھی ہیرا چباتی ہوں۔ سنکھیا کھاتی ہوں

دیکھوں رام کا راج تلک ہوتا ہے یا ماتم۔ اس طرح رو پیٹ کر اُس نے زیورات اُتار اُتار کر زمین پر بکھیر دیئے۔ اور پچھاڑ کھا کر گر پڑی۔ تو سارے بدن میں بھبھوت سی مل گئی۔ وہ بد بد کر کروٹیں بدلتی اور سر پیٹ پیٹ کر اس طرح روتی تھی۔ کہ دیکھنے والے کا دل ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے۔

سرگ ۱۰

کیکئی کے پاس راجہ دسرتھ کی تشریف آوری جوشِ محبت منت و سماجت

کیکئی ماہی بے آب کی طرح زمین پر لیٹ رہی تھی۔ زیوروں سے زمین پر تارے چھٹکے ہوئے دکھائی دینے تھے۔ لمبی لمبی سانسوں سے معلوم ہوتا تھا۔ کہ ناگ غصے میں بھری ہوئی تاکے ہوئے شکار پر پھنکار مار رہی ہے۔ تھوڑی دیر تک چپ کے وہ دل میں کہنے لگی۔ کہ کچھ کیوں نہ ہو جائے رام کو راج نہ ملنے دوں گی۔ بلا سے جان بہن جائے۔ مگر راجہ دسرتھ کی ناکوں چنے چبوائے بغیر نہ رہوں گی۔ مجال کیا جو کچھ اپی کر سکیں۔ منتھرا دل میں خوش تھی کہ اب کام بن پڑا۔ دیوتاؤں کے سامنے منہ رہ گیا۔ اپسرا کا چولا ٹھکانے لگا۔ جس بات کا بیڑا اُٹھا کر دنیا میں آئی وہ پوری ہوا چاہتی ہے۔ اب کچھ دیر نہیں۔ راجہ محل میں آئے اور سب معاملہ ٹھیک اور سارا کام چوکس یہاں یہ رنگت تھی وہاں راجہ دسرتھ کی عقل نے جواب دیا خواہشات نفسانی کے بھوت نے ایسا بے قابو کیا کہ سب کام کاج چھوڑ کے سیدھے کیکئی کے رنواس میں آ پہنچے۔

رنواس کیا تھا ایک طلسمی عجائب خانہ تھا۔ رنگ نیلگوں اور گرد باغ و بہار کی دلآویز کیفیت۔ ہنسوں کی چہل۔ مور مورنیوں کی دلفریب کلیلیں۔ کردیچ نامی پرندوں کی خوش کن ادائیں مرغان خوش الحان کی نغمہ سرائیاں۔ نوبت نوازوں کی خوش نوائیاں۔ لونڈیوں باندیوں کا اژدہام خاصوں پیش خدمتوں کا ہجوم۔ ہرے بھرے درختوں کی گلریزی رنگ رنگ کے پھولوں کی عطر بیزی در و دیوار پر ہاتھی دانت کی صناعیاں سقف و بام پر سونے چاندی کے کام کی خوشنمائیاں۔ اشجار ہمیشہ بہار۔ ہر رت اور فصل میں پھولنے پھلنے والے ثمر خوشگوار جن کے ذائقوں پر فرشتوں کے دل مچلنے والے۔ پائیں باغ میں باؤلی۔ جس کا پانی آبِ زندگانی۔ گنبد طلا کار بلندی میں برج آسمانی تصویروں سے گوشے گوشے کی آرائش۔ آئینوں سے کونے کونے کی زیبائش جس وقت کیکئی نے سمرنا دیت کو بھیج کر بلا یا تھا۔ دیوتاؤں کو بچایا تھا اس وقت اندر

نے ہر سب سامان راحت مہیا کئے تھے۔ سارے درخت اپنے باغ کے لگا دیئے تھے۔ ادھر یہ قدرتی فضا ادھر بہار دلفزا۔ سونا اور سوگندھ کی کہاوت ٹھیک تھی۔ دستکاری کی ندرت میں صناعی قدرت شریک تھی۔ دولت کا یہ حال کہ نہ حساب نہ شمار ہر جگہ زر و جواہر کے انبار لیسے عالیشان رنواس میں کیکئی کی خوابگاہ۔ رات دن عشرت و مسرت ہی پیش نگاہ تھی۔ اس وقت راجہ دسرتھ گئے تو محل سنسان۔ ہر طرف سناٹا۔ نوبت خاموش۔ روشنی روپوش جان اڑ گئی کہ معاملہ کیا ہے۔ مہارانی کہاں چلدی۔ ادھر ادھر دیکھ کے پہرے والی عورت سے پوچھا۔

پلنگ کیوں خالی پڑا ہے سیج کس لئے سونی ہے۔ مہارانی کا کہیں پتہ نہیں۔ پہرے والی عورت ہاتھ جوڑ کر کھڑی ہو گئی۔ کانپتی تھرتھراتی بولی :-

کسی بات پر خفا ہو کے کوپ بھون میں چلی گئی ہیں۔ تب سے لوٹ کے نہیں آئیں۔

راجہ دسرتھ انہیں پیروں گھبرائے ہوئے ٹھکانے پر پہنچے۔ دل حیران کہ بات کیا ہوئی۔ خفگی کا سبب کسی کی خطا کوئی قصور ادھر اس بات کا خلجان ادھر ہوا ہے۔ نفسانی کے بھوت کا غلبہ تمام جسم رعشے سے کانپنے لگا۔ عضو عضو میں تھرتھری مچ گئی۔ راجہ کا بڑھاپا۔ کیکئی کی جوانی بڑھاپے میں جوان جورو کی محبت کا کیا ٹھکانہ انسان آنکھ کی پتلی بنائے رہتا ہے راجہ دسرتھ کا بھی یہی حال تھا۔ رانی کی جوانی پر لوٹ تھے۔ دل ایک ایک ادا پر قربان ہوا جاتا تھا۔ اس وقت ایسی موہنی مورت نظر آئی تو عجیب حال ہے۔ بال پریشان چہرہ اداس۔ لبوں پر آہ سرد۔ زبان وقف فغاں۔ بدن گرد آلودہ۔ زیور خاک افتادہ۔ راجہ دسرتھ کی جان صورت دیکھتے ہی خشک ہو گئی۔ ہوش و حواس ساتھ چھوڑ گئے۔

کیکئی اپنی دھن کی پکی تھی۔ راجہ کو آتے دیکھ کے اور منہ پھیلا لیا۔ بگڑے ہوئے تیوروں نے راجہ کے دل پر دہ چوٹ دی۔ جو آنکس کی ضرب سے ہاتھی کو بے چین کر دیتی ہے راجہ دوڑ کر پاس آ بیٹھے۔ دست مبارک سے بدن کی خاک پونچھی۔ اور بڑے پیار سے منہ دیکھنے لگے۔ سر زانو پر رکھ کر سینے سے لگا لیا۔ اور پوچھا۔

میرے دل کی مالک کہیوں کون بات طبع نازک کو ناگوار گذری۔ کس نے کیا کہہ سن دیا ذرا مجھے تو بتاؤ مجھے سخت صدمہ ہو رہا ہے۔ دنیا میں میں تو کسی کو نہیں سمجھتا۔ جو ذرا بھی ٹیڑھی نگاہ کر کے دیکھے اگر کسی نے گستاخی کی ہو تو صاف صاف بتاؤ۔ میں ابھی تہ بدم کرا دوں۔ نصیب دشمناں اگر کوئی آزار ہو تو بیدوں کو بلاؤں۔ نبض پر ہاتھ پڑتے اٹھ نہ کھڑے ہو تو میرا ذمہ سب دید تمہارے نمک خوار اور وفادار ملازم ہیں۔ کسی طرح کا اندیشہ بھی نہیں۔ ذرا سا نسخہ اکسیر کا کام کر جائیگا۔ اگر کسی کی سرکوبی مد نظر ہو تو جس کا کہو سر اتروا ڈالوں۔ جس کی مرضی ہو جان بخشی کر دوں

کسی کی جائداد تعلیق کرنیکی خواہش ہو۔ تو حرف زبان ہلانے کی دیر ہے۔ کسی پہ مہربانی کی نظر ہو۔ تو جاگیر خلعت انعام سلطنت جو کچھ کہو بخش دوں۔ مجھے جب جان سے دریغ نہیں۔ سر تک نثار ہے تو پھر تمہیں طبیعت ہلاک کرنے کی کیا ضرورت میرے۔ بیٹھے تمہارا یہ حال۔ بس جلد کہو کیا خواہش۔ کیا آرزو کیا تمنا کیا مدعا ہے۔ اسی وقت ہتھیلی پر سرسوں جما دوں۔ پل مارنے کی بھی دیر نہ ہو۔ میں اپنے سنیہ دھرم کی قسم کھاتا ہوں کہ جو کہو گی فوراً کروں گا۔ اگر فرق پڑے تو زبان کٹوا ڈالوں۔ اپنے کو بے دھرموں کا سرتاج سمجھوں۔ پران پیاری میری مشرق سے مغرب تک سلطنت بڑے بڑے راجے مہاراجے تمہاری خاک قدم کے برابر ایسی خوشی نصیب اور یوں زمین پر پچھاڑیں کھائے۔ خاک پر لوٹے۔ اٹھو جو بات ہو سچ سچ کہدو۔ میں تمہاری بات نہ مانوں گا تو اور کس کی۔ میں تمہارے دل کی موجودہ فکر اسطرح دور کرونگا جسطرح شنز دیوتہ کا چاند رات کے اندھیرے کو۔ راجہ دسرتھ کی گفتگو سُن کر کیکئی کا دل برابر ہو گیا وہ ایک غلط انداز نظر سے اُن کی طرف دیکھ کر عتاب آمیز ادا کے ساتھ اُٹھ بیٹھی راجہ دسرتھ کے دل کی بے چینیوں پہ ذرا نظر نہ کی۔ اور زخم رسیدہ کلیجے پر قینچی کی طرح ایسی چلنے والی زبان سے چرکے پہ چرکا دینے لگی۔

سرگ ۱۱

کیکئی کی ہٹ۔ راجہ دسرتھ کی خوشامد و آمد

راجہ دسرتھ ہوائے نفسانی سے مغلوب تھے۔ جوش محبت نے طبیعت ہاتھ سے بے ہاتھ کر رکھی تھی۔ کیکئی نے جب دیکھ لیا کہ چڑھی بنی راجہ اپنے قابو سے باہر میرے پنجے میں پھنس گئے تو لگی سخت سست باتیں سنانے اِس کے الفاظ کا نفس مطلب یہ تھا۔ کہ مہاراج کسی کو جھوٹ کیوں لگادوں۔ مجھے نہ کسی نے کچھ کہا سنا نہ منہ چڑھایا صرف میری ہی آرزو ہے اِس کو بس پورا کر دیجئے اور کچھ نہیں چاہتی مگر مردوں کے قول کا اعتبار نہیں۔ ان کی مت ذرا میں پلٹ جاتی ہے۔ منہ سے کہتے کچھ اور ہیں۔ کرتے کچھ ہیں۔ اِس سے پہلے آپ قسم کھالیں۔ اچھی طرح اطمینان کر دیں۔ تب جو کہنا ہو گا کہوں گی۔ یوں زبان کے لچھن جھاڑ کر بیوقوف کون بنے اگر خاطر منظور ہے تو کھائیے قسم۔

راجہ دسرتھ۔ میں تمہاری ایسی باتیں۔ مجھ پر زبان پلٹنے کا الزام۔ بھلا بتا دو کہ عمر بھر میں کب اپنے قول سے پھرا۔ جو منہ سے کہا اُسے پتھر کی لیک کر دکھایا "قول مرداں جان دارد" پر عمل کرنیوالا میرے برابر کون ہے۔ یہ کہہ کر انہوں نے کیکئی کو سینے سے لگا لیا۔ اور چمکار کر بولے۔ تم سے بڑھ کر دنیا میں مجھے کوئی پیارا نہیں۔ اگر کوئی ہے تو رامچندر۔ رامچند میری جان و جگر

ہیں۔ ہر طرح لائق و فائق میرے فخر خاندان دنیا میں ان کے برابر نہ دوسرا سعادتمند ہے نہ رضا جو آگے والدین اگر وہ لمحہ بھر بھی نظروں سے دور ہو تو سمجھ لو کہ موت کا پیغام آ گیا۔ گو ایشور نے چاروں آنکھوں کے تارے دیئے ہیں۔ مگر سچ کہوں۔ رامچندر کے برابر کسی کی محبت نہیں۔ ایسے جان سے عزیز راحت ممدوح کی قسم ہے۔ ساتھ ہی اپنی آتما اور ضمیر خالص کی سوگند کہ جو کچھ کہو گی ابھی کرونگا۔ کیا مجال فرق ہو۔ اے پیاری سچ سچ کہو۔ کیا غرض ہے کیا مراد تم کہنے میں تتامیت و لعل کرتی ہو ایسی بات پر مجھے زیادہ صدمہ ہوتا ہے۔ جب میں ہر بات ماننے کے لئے تیار ہوں تو پھر تمہیں تامل کس بات کا۔ جانتی ہو کہ بزرگان خاندان راست گفتاری پر ہی جان دیتے آ رہے ہیں جان جائے بات نہ جائے پر عمل رہا۔ زبان دیکر پھر جیتے جی قول سے ہٹتے ہی نہ تھے۔ میں تمہاری مدعا برآری کے لئے جو قسمیں کھا چکا ان پر اعتبار نہ ہو تو ایشور کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ میں رامچندر جی اور اپنے تمام جنموں کے ثواب تمہاری نذر کرتا ہوں اور کیا چاہتی ہو۔ کیکئی کی خوشی کا اندازہ اس وقت ناممکن تھا۔ اس کی باچھیں کھل گئیں اور انداز معشوقانہ سے بولی۔

اچھا قول و قسم یاد رکھیگا۔ ۳۳ کوٹ دیوتا چاند سورج۔ آگ ہوا دن۔ رات۔ پرتھی۔ آکاش چودھوں لوک کے دیوتا۔ ستارے اور تمام مخلوقات شاہد ہیں کہ آپ نے قول ہارا ہے۔ قسم کھائی ہے پس سمر تاراجھیں کی جنگ۔ اپنی شکست میری نفاقت و جان فشانی یاد کیجئے اور ایمان سے یاد فرمائیے کہ آپ نے دو بردان دینے کا وعدہ کیا تھا یا نہیں۔ اس وقت بھی ایفائے وعدہ کے لئے آپ قسم کھا چکے ہیں۔ پس اب عہد پیمانی کا وقت ہے۔ وعدہ وفائی کیجئے۔ رامچندر چودہ برس بن کی سیر کریں اور بھرت کے جلوس میمنت مانوس سے اورنگ جہانبانی کی رونق ہو۔ جس شان و شوکت سے آپ رامچندر کو راج دے رہے ہیں اسی دھوم دھام سے رام کو وطن سے دور کیجئے۔ فوراً حکم ہو کہ لباس شاہانہ اتار کر پھینکیں۔ فقیرانہ بھیس کریں۔ مرگ شالا اوڑھیں۔ ابھی ابھی بن کی ہوا کھائیں۔ دیر نہ ہو۔ میں جب تک آنکھوں سے جاتے نہ دیکھ لوں گی۔ دانہ پانی نہ کرونگی۔ جان دے دونگی۔ خون ناحق آپ کے سر ہوگا۔ مہاراج آپ ملک داران زمانہ کے سرتاج ہیں بات کے دھنی ہیں۔ قول جان کے ساتھ رہتا ہے۔ جھوٹ سے نفرت راستی سے مطلب ہے۔ صادق القول بزرگوں کی اولاد کہلاتے ہیں پس جو قول ہارا ہے پورا کیجئے یہ خیال دور کھٹکا کہ عمر بھر ثواب لوٹتے ہیں ایک دفعہ ذرا گناہ بھی سہی۔ پھر کفارہ کر لیا جاویگا۔ یہ خیال بالکل واہیات ہے۔ بڑھاپے میں ذرا سا گناہ بھی ساری عمر کے ثوابوں کو لے ڈوبتا ہے۔ زندگی میں روسیاہی مرنے پر ترک سے سابقہ غرضیکہ ایک جنم کیا کئی جنموں تک عذاب سے چھٹکارا نہیں ملتا۔ ستیہ سکار بھگ کرنے اور دھرماتما کہلانے کی شرم ہے تو جھٹ پٹ کہہ دیجئے کہ بات منظور۔

سرگ ۱۲

راجہ دسرتھ اور کیکئی کی گفتگو۔ راجہ کی رامچندر کو بن باس سے بچانے کیلئے تقریر۔ رانی کی ہٹ اور اثنائے گفتگو میں قسم قسم کی باتیں

کیکئی نے وہ وہ کھری کھوٹی ایسی ایسی جلی کٹی باتیں سنائیں کہ راجہ دسرتھ ہکا بکا رہ گئے وہ سوچنے لگے اس وقت کیکئی کو ہو کیا گیا ہے۔ ایسی شیریں زبان کی زبان میں بچھو کی ڈنگ کی سی تاثیر کہاں سے آ گئی۔ ان کو چپ لگ گئی حواس جاتے رہے خیال کرتے تھے کہ میں خواب دیکھ رہا ہوں یا کیا میری سماعت ہی میں تو فرق نہیں آ گیا۔ میری ہی عقل تو جاتی ہی نہیں رہی۔ کہ میٹھی میٹھی بھولی بھالی باتوں میں زہر میں بجھے ہوئے نشتر سا کاٹ کلیجے کو زٹ بار رہا ہے۔ ان کے دل کی پریشانی حد سے گذر گئی۔ دماغ میں ایسا چکر آیا کہ پٹ سے زمین پر گر پڑے۔ اور عالم غش نے ہاتھ پاؤں کو بے حرکت کر دیا۔ جب ذرا حواس ٹھکانے ہوئے بدن میں جان آئی۔ تو سنسناتے ہوئے ہاتھوں کے سہارے اٹھے اور کیکئی کے چہرے کی طرف چشم ترحم کے ملتجی و منتظر نگاہوں سے دیکھنے لگے۔ اس وقت ان کے بدن پر جوڑی سی چڑھی تھی۔ سارا جسم تھر تھر کانپ رہا تھا۔ صورت پر وہ ہیبت طاری تھا گویا بکری کو شیر کا سامنا تھا۔ یا مرغ گرفتار صیاد کے پنجے میں گرفتار۔ منتر میں جکڑے ہوئے سانپ کی جو کیفیت ہوتی ہے وہی حالت اس وقت راجہ دسرتھ کی تھی۔ ان میں دم نہ تھا۔ پھولی ہوئی سانس سینے میں نہ سماتی تھی۔ کلیجہ بجلی کی طرح تڑپ رہا تھا۔ انہوں نے شدت رنج اور جوش غضب میں اپنی زندگی کو دھر کا لنا اور کو سنا شروع کیا۔ کیکئی کی صورت زہر معلوم ہونے لگی۔ دل میں کہتے تھے کہ ارے جس کیکئی کو میں اپنا سرمایہ زندگی اور سرچشمہ آب حیات جانتا تھا۔ وہ تو میری جان ہی کی پیاسی ہو گئی ہے۔ ہائے اس نے رگھو منشیوں کو جڑ پیڑ سے اکھاڑنے کا بیڑا تو نہیں اٹھا لیا۔ لاکھ ضبط کرتے تھے مگر دل نہ سنبھلتا تھا۔ آخر دھاڑ مار مار کر رونے لگے کہ او دشمن جانی عدو سے زندگانی۔ جامع ظلم و جفا جانثر پر دغا۔ اسے پیارے رامچندر نے تیرا کیا بگاڑا۔ میں نے تیرے ساتھ کیا برائی کی۔ کہ کلیجے میں زبان کے تیز نشتر چبھو رہی ہے۔ نہ خدا کا پاس نہ مروت نہ کچھ لحاظ الفت۔ جو رامچندر اپنی سگی ماں مہارانی کوشلیا سے زیادہ تیرا ادب کریں۔ تیرے اشارے پر چلیں۔ تیری بات بٹا نہ ہونے دیں۔ ہائے انہیں کے ساتھ ایسی دشمنی انہیں سے بیر عداوت۔ تجھے ان کے خلاف منہ سے حرف نکالتے بھی شرم نہ آئی۔ ہائے تیری زبان سے وہ الفاظ کیونکر نکلے۔ جن میں چھریاں بھری ہیں۔ ہائے بڑا مغالطہ ہوا۔ از ماست کہ بر ماست میں نے اپنے ہاتھوں اپنے پاؤں میں کلہاڑی ماری۔ مجھے تیرے

حسنِ دلفریب نے اندھا کیا۔ خاندانی عزت نے دھوکے میں پھنسایا۔ اگر یہ معلوم ہوتا کہ تو فساد کی جڑ بنے گی۔ میرے لئے موت کا سامنا کریگی۔ کوشلیا کے کلیجے کے ٹکڑے کے لئے ڈائن بنے گی۔ خاندان کو ناگن بن کے ڈسے گی۔ تو نظر نہ اٹھاتا سائے سے دور بھاگتا۔ منہ نہ لگاتا سر پہ نہ چڑھاتا۔ اُف! بڑی دغا ہوئی۔ بڑا حکیمہ کھایا۔ افسوس کی گانٹھ زہر کی پڑیا جان کے لئے کال زندگی کے لئے وبال رامچندر ایسے ہر دلعزیز ایسے نیک خیال کہ تعریف کر رہی ہے۔ اہل زمانہ خوبیوں کو سراہتے ہیں۔ اور تو ہے کہ بے سبب بلا وجہ دیکھے چلی جاتی ہے۔ آخر رامچندر کی کوئی خطا کوئی قصور رام چندر میری جان ہیں میں جسم۔ جسم سے جان نکالنے کی کوشش کرنا سوچ تو تجھے کس عذاب میں گرفتار کرائے گا۔ او بے درد بے رحم جفا شعار ستمگار رحم کر رحم۔ اِدھر رامچندر نے تیری بدولت بن کی راہ لی تو سمجھ لے کہ سب راج غارت ہو گیا۔ نہ وہ اجر دھیا رہے گی۔ نہ اس کی رونق۔ پر لے کے آثار نظر آجائیں گے مہارانی کوشلیا آنکھ کے تارے کی جدائی میں جان دے دیگی۔ رانی سمتراں سے صدمہ فرقت برداشت نہ ہوگا۔ وہ بھی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھیگی۔ اب رہا میں تو سمجھ لے کہ مرغ روح ابھی سے پھڑک رہا ہے۔ اِدھر رامچندر نگاہوں سے اوٹ ہوئے اُدھر قفس عنصری خالی ہو گیا۔ بس سمجھ لے کہ تیری ضد کیسی تباہ کن ہے۔ رام بن کو جائیں گے میں مرجاؤنگا۔ کوشلیا سمتراں صدمہ بیوگی سے دم بھر نہ جی سکیں گی۔ سب کا خون تیرے سر پر ہوگا۔ اور یہ بھی تو سمجھ کہ جب میں ہی نہ رہا۔ تو تیرا راج پاٹ پھر کہاں۔ جس عورت کا سوہاگ نہیں وہ مردے سے بدتر ہے۔ رانی کیکئی! سری رامچندر کو ایک نظر دیکھے بغیر مجھے چین نہیں پڑتا۔ اِدھر وہ نگاہ سے اوجھل ہوئے اُدھر آدھی جان رہ گئی۔ سورج غیبت دنا لود ہو جانے سے روئے زمین کی مخلوقات کا وہ حال نہیں ہو سکتا۔ جو رامچندر جی کے آنکھوں سے اوٹ ہونے پر میری جان و جسم کا ہوتا ہے۔ مردہ سا پڑا رہتا ہوں۔ سانس اُکھڑ اُکھڑ کر قالب سے نکلنا چاہتی ہے۔ بس اے سراپا گناہ۔ روسیاہ۔ ایشور کے لئے اپنی طرف دیکھ۔ دل پہ ایسی چوٹ پہنچانے والی باتوں سے معاف رکھ میرے لئے ایک ایک لفظ پیغام موت اور ایک ایک بات تیر اجل کا کام کرتی ہے۔

راجہ دسرتھ جوشِ غضب سے جو منہ میں آیا کہنے کو تو کہہ گئے مگر پھر سوچے کہ میں یہ زبان عداوت کیا۔ معنی لام و کاف منہ سے نکالنے دانشمندوں کا کام نہیں۔ برا ہو غصے کا یہ کمبخت حرام ہوتا ہے۔ مجھے فضول اس نے جامے سے باہر کر دیا۔ بے ہڈی کی زبان کو نرمی چاہیئے نہ کہ سختی انہوں نے اپنے مزاج کی گرمی دفع کی اور کیکئی کے قدموں پر سر رکھ دیا۔ سر رکھتے معاً چونک پڑے۔ دھیان آیا کہ کہیں مرد عورتوں کے قدم چھوتے ہیں۔ شاستر میں اس عجز و انکسار کی ممانعت ہے۔ ہاں کام شاستر میں یہ بھی مباح ہے اب انہوں نے کیکئی سے گڑگڑا کر کہا۔

رانی! پہلا بر دان سر آنکھوں سے منظور۔ بھرت شوق سے راج لیں۔ مجھے قبول مگر پیاری

دوسرے بردان سے معاف رکھو۔ رامچندر کو کسطرح اوارہ دشت دبار کروں۔ ذرا اپنے کلیجے پر بھی ہاتھ ہاتھ رکھ کر دیکھو۔ رامچندر میرے فرزند اکبر۔ خصائل و فضائل میں یکتائے آفاق ولیعہد سلطنت وارث تاج و تخت ان کو بن کی ہوا کھلانے سے فائدہ اس خواہش بے سود سے۔ غرض بھرت اور نگ آرائے جہاں بانی ہوں اور رامچندر جی تمہاری خدمتگذاری کریں۔ تو تمہارا کیا نقصان کیا ہرج ہے بقول آتش حسد سے نہ اپنا کلیجہ جلاؤ نہ مجھے بے موت مارنے کی فکر کرو۔ پیاری کہیں بھوت پریت کا سایہ تو نہیں ہو گیا کہ ایسی باتیں بک گئیں۔ ذرا بھی اکشواک بنس کی عظمت و شوکت کا خیال دپاس نہیں۔ وید و شاستر سے واقف ہو کر تمہارے ضرور کچھ نہ کچھ خلل دماغ کے آثار ہیں۔ آج یہ الٹی سوجھی کیسی۔ کبھی تمہارا خیال ادھر کی طرف نہ گیا تم جتنا پانی پلاتی تھیں میں اتنا ہی پیتا رہا۔ جو تم نے کہا وہی کیا ہر امر میں تمہاری مرضی مقدم سمجھی لیں اس وقت کس شیطان نے بہکا دیا۔ تم جب بات چلتی رامچندر جی کی تعریف میں گلفشانی کیا کرتی تھیں تمہارا قول تھا کہ وہ کوشلیا کے دودھ پینے بھر کے گنہگار ہیں باقی مجھ کو ماں سمجھتے ہیں۔ جن رامچندر کو تم خود ہی عزیز رکھتی تھیں۔ آج کیا ہو گیا کہ ان کے لئے بن باس کا حکم ہے۔ رام چندر کی بھولی بھالی صورت دیکھو۔ نازک نازک ہاتھ پاؤں پر نظر ڈالو۔ ان کی رضا جوئیوں اور فرمانبرداریوں پہ دھیان دو۔ پھر دیکھوں کیسے تمہارا دل پتھر ہوتا ہے۔ تم ذرا دانتوں کے تلے زبان داب لو گی۔ کہ میں جنوں میں کیا منہ سے نکل گیا۔ بھرت تمہاری آنکھوں کے تارے وہ بھی رامچندر کو اس نظر سے دیکھتے ہیں جسطرح سعادتمند بیٹے والد حقیقی کو۔ رنواس میں ایک ہزار رانیاں موجود ہیں رامچندر سب کو ماں کے برابر سمجھتے رہے کوئی بتا تو دے کہ بھولے سے بھی کبھی کوئی بے ادبی ظہور میں آئی۔ جس سے بولے آنکھ نیچی کر کے جس سے بات کی فرق ادب جھکا کر۔ رامچندر جب بات کہتے ہیں سب کے بھلے کی۔ کون ہے جو ان کا گرویدہ احسان نہیں۔ براہمن بن دان سے خوش۔ سادھو سنت گیان سے خوش۔ بزرگ اطاعتگذاری سے۔ ہم تم سب فرمانبرداری سے۔ اگر بھرت کو تمہارے کہنے سے راج دوں اور وہ قبول نہ کریں۔ تو بتاؤ کلنک کس کو لگیگا تم اپنے منہ کی سیاہی کیسے چھپاؤ گی۔ اور میرے سر پہ ٹھیکرا پھوٹنے کو کون روک سکیگا۔ ہائے بیاری کیکئی ایسے دھرماتما بیٹے کے لئے تم بن باس کی تجویز کرتی ہو۔ تمہیں ذرا بھی ترس نہیں میرا اب چل چلاؤ ہے موت کے دن قریب آرہے ہیں جس وقت سانس نکل جائے جان لو کہ پھر کچھ بھی نہیں۔ افسوس کہ میرے بڑھاپے پر بھی تم کو ترس نہیں آتا۔ کچھ دنوں کی باقیماندہ زندگی کے مفت پیچھے پڑی ہو۔ شاستر کہتا ہے۔ کہ بچے اور بوڑھے دونوں برابر ہوتے ہیں۔ ان کا دل دکھانا انسانیت کے خلاف ہے۔ تمہیں شاستر کے قول کا ہی پاس نہیں۔ میں قابل رحم ہوں مجھ پر لطف عنایت کرو۔ دنیا کی تمام نعمتیں لے لو۔ سمندر کے کل جواہرات تمہاری نذر ہیں۔ مجھ سے نفضول۔ ضد بیکار۔ میری جان بخشی کرو۔ جان کے پیچھے نہ پڑو جیو دان یعنی

جان بخشی سے بڑھ کر کوئی ثواب نہیں۔ اسی پر میں قدم چھوتا ہوں۔ ایشور کے لئے میرے بڑھاپے میں داغ نہ لگاؤ۔

راجہ دسرتھ نے اسی طرح بہت کچھ منت سماجت خوشامد و زاری کی۔ خوب روئے لاکھ سر دھنا مگر کیکئی کا دل کالی کملی ہو رہا تھا۔ اس پر دوسرا رنگ نہ چڑھنا تھا نہ چڑھا اس نے زبان کھولی تو بچھو کے ڈنگ کا سا زہر بدن میں چبھو دیا۔ اس نے جھڑک کر کہا کہ عورتوں کے سے ہٹ پن کرنے سے کچھ نہ ہوگا۔ ایسے فیلیئے میں نے بہت سے دیکھے ہیں جس کو زبان کا پاس نہیں وہ بھی کوئی آدمی ہے۔ جس وقت دنیا جہان میں شہرت ہوگی۔ کہ راجہ دسرتھ قول سے پھر گئے اس وقت کیونکر منہ دکھایا جائیگا۔ کیا اس وقت کلنک سے بچ رہو گے۔ ابھی ابھی حلف کے رو سے سوگند کھا کر کہہ چکے ہو کہ جو کہوگی وہی کروں گا۔ اور ابھی ابھی قول سے پھر گئے۔ واہ خوب دھرم ہے اور خوب صادق القولی راست بیانی وعدہ وفائی۔ عہد پیمائی بھلا جاؤ کہ تمہارے بزرگوں نے بھی کبھی اس طرح عہد شکنی وعدہ خلافی اور دروغ بیانی کی ہے۔ راجہ شوی آپ ہی کے بنسوں میں تھے کچھ معلوم ہے کہ انہوں نے اپنے قول کو کیونکر نباہا۔ کان کھول کر سنیئے وہ کیسے بات کے دھنی تھے۔

راجہ شوی نے وہ جگیہ کیا کہ اندر کے چھکے چھوٹ گئے۔ روح کانپ گئی کہ اب اندر آسن چھنا۔ وہ بڈھا اندر جگیا کی آزمائش کو اندر نے باز اگنی نے کبوتر کا بہروپ بھرا۔ راجہ شوی کو کسوٹی پر کسنا منظور تھا۔ کبوتر آگے آگے اڑا باز پیچھے جھپٹا۔ کبوتر کانپتا تھرتھراتا راجہ شوی کے پاس جا بیٹھا۔ تو کبوتر غائب۔ پوچھا کہ شکار کیا ہوا۔ کبوتر نے دہائی دی کہ مہاراج جان بچانے کی پناہ میں آیا ہوں۔ راجہ شوی نے باز کو ڈپٹا کہ بھاگ جا شکار وکار یہاں کوئی نہیں باز بولا واہ مہاراج واہ! آپ ایسے وحدت پر درہو کر لیں دوسروں کی خوراک چھینیں۔ تو بس ہو چکا۔ دھرم کی خیر و عافیت معلوم شاستر کا تو یہ قول کہ جو پرائی خوراک چھینے وہ بے رحم ہتیا کا گنہگار اور آپ ہیں کہ جگیہ کرتے وقت بھی ذرا دھرم کا خیال نہیں کرتے۔

راجہ شوی :۔ تمہارا کہنا درست مگر پناہ گیر کو پناہ دینا سب سے زیادہ ثواب کا کام ہے۔ اس لئے تم شکار سے ہاتھ دھوؤ۔

باز :۔ اور میں پیٹ میں تو ادعل اس کا عذاب کس کے سر؟

راجہ شوی :۔ اگر پیٹ کے دوزخ کے لئے فکر ہے تو میں حاضر ہوں۔ کبوتر کے برابر میرا گوشت تول لو۔

باز :۔ آپ کی یہی مرضی ہے۔ تو خیر پیٹ کی آگ آپ ہی بجھا دیجئے۔

راجہ شوی نے ترازو منگایا اور ایک پلہ میں کبوتر کو بٹھا کر دوسرے پلے میں اپنا گوشت

کاٹ کاٹ کر چڑھا دیا مگر وزن کم نکلا۔ اور کبوتر کا پلہ بھاری۔ راجہ نے کئی بار گوشت کاٹ کاٹ کر پلے میں رکھا مگر کبوتر کے ہم وزن نہ ہوا۔ جب گوشت باقی نہ رہا اور صرف ہڈیاں ہی رہ گئیں۔ تو راجہ اندر کے ہوش اڑ گئے۔ راجہ شوی کی پابندی قول نے چھکے چھڑا دیئے قدم نہ ٹھہر سکا۔ بھاگ کھڑے ہوئے اور راجہ شوی کا جس سارے زمانہ میں پھیل گیا۔ اے مہاراج دسرتھ جس کے بزرگ ایسے ایسے قول کے پابند اس کی یہ کیفیت کہ قول کچھ عمل کچھ۔ راجہ شوی پر ہی موقوف نہیں راجہ الرک بھی تمہارے ہی بزرگ تھے۔ ان کا نام دنیا کے معرکوں میں مشہور زمانہ ہے۔

ان کا پرن تھا کہ جو کوئی جس چیز کا طالب ہو بے تکلف دے دیں۔ عذر نہ کریں۔ راجہ اندر نے ان کی بھی آزمائش کی۔ برہمن کے بھیس میں حاضر ہوئے اور ایک آنکھ کی درخواست کی۔ راجہ نے یہ سوال سنتے ہی نہ حیلہ کیا نہ عذر فوراً ہی آنکھ نکال کر سامنے ڈال دی۔

اے راجہ دسرتھ کیا تم ایسے ہی بزرگوں کی اولاد ہو۔ مجھے تو اس وقت شرم آتی ہے کہ کیسے کیسے ست بادی بزرگوں کا ذکر تمہارے سامنے کر رہی ہوں۔ ہائے کہاں راجہ سگر جن کے ۶۰ ہزار بیٹوں نے زمین کھود کر سمندر بہا دیئے۔ راجہ بھاگیرتھ گنگا جی کو آکاش سے اتار لائے کہاں تم ہو کہ ذرا سی بات نہیں کی جاتی۔ کیا دھرم اسی کا نام ہے۔ کیا بات کھونے سے دھرم رہتا ہے۔ خود ہی کہنے جاتے ہو کہ چار دن کی چاندنی ہو گئی۔ اب چل چلاؤ کے دن ہیں۔ پھر بھی دھرم سے ایسی پہلو تہی۔

شاستر کہتا ہے کہ بچپن اور جوانی کے ادھرم بڑھاپے کے دھرم سے دور ہو جاتے ہیں تم الٹے بڑھاپے ہی میں پاپ لادتے ہو۔ اپنے اقرار پورا کرائے بغیر نہ رہوں۔ "این خیال است و محال است جنوں" اگر تم نے اس وقت قول نہ نباہا تو پھر کیکئی کو نہ دیکھو گے میں نے جان دی اور خون ناحق تمہارے سر ہوا۔ میں کوشلیا سے دب کر رہوں جیتے جی ممکن نہیں۔ اگر رام کو بن باس نہ ہوا بھرت کو گدی نہ ملی تو جس طرح بنیگا جان دے دوں گی۔ اس میں چاہے بگڑے یا بنے یہ باتیں دو ٹوک ہیں۔ مجھے لگی لپٹی نہیں آتی للو پتو سے کلی نفرت ہے۔ کیکئی کی جگر خراش باتیں راجہ دسرتھ کے دل میں نشتر چبھوتی تھیں۔ وہ کہتے تھے کہ نہ جانے آج کیکئی کو کیا ہو گیا۔ انہوں نے لاکھ سمجھایا مگر کیکئی کے کان پر جوں تک نہ رینگی۔ ان کو رامچندر جی کے جوش محبت نے ایسا خود رفتہ کیا کہ آخر بیہوش ہو کر زمین پہ گر پڑے۔ معلوم ہوتا تھا کہ کالا ناگ منتر کی تاثیر سے بے حس و حرکت ہو گیا ہے۔ جب پھر ذرا حواس ٹھکانے ہوئے سانس درست ہوئی بولے کہ

او شوہر کو ڈسنے والی ناگن۔ بچوں کا کلیجہ کھانے والی ڈائن کمبخت کو کیا سوجھی کس نے تجھے انسان سے حیوان بنا دیا۔ عورت کا فرض ہے کہ شوہر کی اطاعت گذار رہے خاوند کی رضا

کو مقدم سمجھے۔ کبھی کسی بات سے انحراف نہ کرے۔ بیٹے کو کلیجے کا ٹکڑا سمجھے اُس کے دُکھ کو اپنی آتما کا دُکھ سمجھے۔ تجھے نہ جانے کیا ہو گیا کہ میری زندگی کی گاہک ہو رہی ہو۔ اور رام چندر کا کیا ذکر بھرت کے ساتھ دشمنی پر آمادہ ہو۔

تجھ کو خیال ہو گا۔ کہ بھرت تخت و تاج سے خوش ہوں گے مگر یہ غلطی ہے۔ وہ بڑے عقلمند اور دھرم کے اصولوں سے واقف ہیں۔ بڑے بھائی کے ہوتے راج کی طرف نظر بھی اُٹھائیں تو میں گنہگار۔ بیباری سمجھ کیسی تے ہاتھی مار کر شیر کے سامنے ڈال دیا۔ شیر کو اُس کے کھا لینے کی رغبت نہیں۔ پھر نتیجہ بھنبھاڑ کے سوا اور کیا ہے۔ اسی طرح ہم کہے دیتا ہوں کہ رامچندر کو بن باس اور بھرت کو راج دینا آٹھ آٹھ آنسو رُلائیگا۔ میں نے رام کا راج اپنی رائے سے تجویز نہیں کیا بششٹ گورو اور تمام وزیروں کی رائے یہی ہوئی۔ اب میں عام رائے کے خلاف تنکا بھی ہلاؤں تو پھر بڑی بجنے میں شک نہیں۔ سب لوگ تالیاں بجائیں گے کہ واہ دسرتھ واہ عورت کے کہنے پر آ گئے۔ جو اُس نے پٹی پڑھائی وہی کیا۔ تمام خلقت رامچندر کے راج تلک کے لئے دعائیں مانگ رہی ہے میں رنگ میں بھنگ کر دوں تو اس کا نتیجہ کیا ہو گا۔ جب فوج بیدل ہوئی۔ تو میدان جنگ میں راجہ کیا لبس تمہاری بدولت میں دیکھتا ہوں۔ میری وہی حالت ہو جائیگی۔ جو دل شکستہ فوج کے سپہدار کی ہو جاتی ہے۔ دور دور کے راجہ رامچندر کی تاجپوشی کے جشن کی ہوس میں آئے ہوئے ہیں اُن کو میں کیونکر منہ دکھاؤں گا۔ کسطرح آنکھیں سامنے ہوں گی۔ سب کہتے گے کہ دسرتھ نے مہاراجہ اکشواک کے خاندان میں جنم لے کر سورج بنس کو داغ لگایا۔ ہر ایک یہی کہیگا کہ واہ رے زن مرید۔ ذرا سی خواہش نفسانی اور راتی کی ہٹ سے رامچندر ایسے سرمایۂ فخر کو گھر سے نکال دیا۔ ہائے تو کوشلیا سے بیر رکھتی ہے۔ یہ وہی پتی برتا ہے جس نے تیرے عروج کا کبھی حسد نہیں کیا۔ اس کے دھرم بھاؤ کی تعریف کئے بغیر زبان نہیں مانتی۔ اُس نے میری بے اعتنائیوں اور تیری نازبرداریوں کی بے تکلف اور بے محبتانہ حالت میں کبھی اُف نہ کی۔ اور اس طرح رفیق خاص بنی رہی جسطرح خاوند کے ساتھ پت برتا عورت۔ مالک کے ساتھ خادم بھائی کے ساتھ بہن بیٹے کے ساتھ ماں شاستر کار استری کا دھرم یہی لکھتے ہیں۔ کہ خاوند کی خدمتگذاری لونڈی کی طرح اپنا فرض منصبی سمجھتی رہے۔ جس وقت صحبت راز و ناز ہو اس وقت بازاری کسبیوں کو طاق پر بٹھلا دے۔ صلاح مشورے کے وقت بہن کی طرح رائے زنی کرے اور کھلانے پلانے کا موقعہ ہو تو اس طرح کھلائے پلائے جس طرح ماں اپنے بیٹے کو جس میں مگتا کے برتنے اور ماتا کے برتنے کا قول درست ہو۔ کوشلیا جی میں پتنت برتا کے یہی اوصاف موجود ہیں۔ انہیں اوصاف کی برکت تھی۔ جس کی بدولت سری رامچندر جی سے

اِس کی آغوشِ مادری کو زینت حاصل ہوئی۔ ہائے میں نے تجھ کو دل دے کر وہی نکہ اٹھائی۔ جیسے مدتوں کا بیمار بدپرہیزی سے۔ بیمار کو لاکھ اچھی دوا دی جائے مگر پرہیز نہ کرے تو موت میں شک نہیں۔ حالانکہ قول ہے کہ ہزار دوائیں ایک طرف اور پرہیز ایک طرف۔ میری حالت بھی آج بدپرہیز بیمار کی سی ہو رہی ہے۔ نہ اتنی محبت کر کے سر چڑھاتا نہ یہ دن دیکھتا۔ میں نے سمجھ لیا۔ کہ میری موت آ گئی۔ اور جان لئے بغیر نہ رہیگی۔

اے بے رحم کیکئی ذرا عقل کی آنکھیں کھول۔ رامچندر کے بن باس سے کوشلیا اور جانکی دونوں جان دے دینگی۔ لچھمن اپنا چولا کبھی رکھ نہیں سکتے۔ اِس سے سمترا اور ستروہن کا خاتمہ سمجھ۔ میری موت اول تو رامچندر ہی کی مفارقت کی بدولت لکھی بدی ہے۔ اگر زندگی زیادہ لے جیا ہوگی۔ تو بھی ان سب کی جدائی کا غم نہ اٹھانے دیگی۔ اب رہ گئے بھرت وہ میں جانتا ہوں۔ کہ کبھی ایسی زندگی گوارا نہ کریں گے۔ پھر بتا کہ تجھے راج سے کیا فائدہ ہوگا۔ آہ! آج تک میں تیری بھولی بھولی میٹھی میٹھی باتوں کے جادو میں جکڑا رہا۔ شرابی کو جیسے شراب کی دھن سوار رہتی ہے۔ اِسی طرح نشہ الفت نے مجھے مخمور رکھا آج بھید کھلا۔ کہ تو آرام جان نہیں سوہان روح ہے دل میں تو یہی آتا ہے کہ ابھی تلوار ہاتھ میں لے کر تیرا فیصلہ کر دوں۔ کہ نہ ناک رہے نہ مکھی بیٹھے۔ خس کم جہان پاک لیکن دھرم کا پاس ہے۔ دھرم چھوڑنا جیتے جی منظور نہیں۔ اِس لئے تلوار میان سے نہیں نکلتی مجھے بھی صرف اپنی جان پر کھیلنا منظور ہے اِسی لئے تیری کڑوی باتوں کو شربت کے گھونٹ کی طرح پی رہی ہوں۔ ہائے میں نے پچھلے جنموں میں نہ معلوم کیا پاپ کئے تھے۔ جن کا عوض لینے کو تو میرے گلے پڑی۔ میں تیری شکل و صورت پہ ایسا فریفتہ ہو گیا کہ میں نے تیرے ساتھ یہ سلوک کیا گویا جس سانپ کو زہر پلایا جو موقع پا کر چپ سے کاٹ کھاتے۔ اور دودھ پلانے والا جان سے جائے۔

میری کمبختی تھی کہ میں نے تجھ کو دل دیا۔ تیرے دام میں اسیر ہوا۔ اب میری موت میں شک نہیں۔ وید شاستر کا لب لباب یہ ہے کہ حیلہ روزی بہانہ موت آدمی جس وقت پیدا ہوتا ہے۔ موت بھی اس کے ساتھ پیدا ہوتی ہے۔ مگر اس کے لئے کوئی حیلہ چاہیئے۔ بغیر کسی بہانے کے موت نہیں آتی۔ میں سمجھتا تھا کہ تو میرے لئے سرمایۂ زندگی ہے۔ تیرا شربت دیدار آبحیات سے کم نہیں۔ مگر ہائے تو زہر نکلی۔ معلوم ہوا کہ میری موت تیرے ہاتھ ہے۔

ہائے تو وہی کیکئی تھی۔ جس کو دیکھ کر میں جیا کرتا تھا۔ آہ! کیا تو وہی بانی ہے جس کی زندگی کو میں اپنی زندگی سمجھتا تھا۔ افسوس تو نے بڑی دغا دی اور ناگن کی طرح دودھ پلانے پر بھی کاٹ کھایا۔ میں بھرت کو راج دینے سے انکار کر دوں تو گنہگار۔ چاہے وہ قبول کریں یا نہ کریں۔ اِسی کی تم

ذمہ وار مگر پیاری سوچ تو کہ رام کو بن باس دینے سے کیا حاصل مجھے کسی بات سے انکار نہیں۔ جب قول ہار چکا تو اس کا نباہ جان کے ساتھ مگر پران پیاری تمہاری ضد سے سوچ تو کیا کیا رسوا سیاہیاں نہیں تم الگ بدنام ہوگی کہ رامچندر ایسے لائق بیٹے کو سوتیا ڈاہ کے مارے گھر سے نکال باہر کیا میں کسی کو منہ دکھانے کے لائق نہ رہوں گا۔ سب کہیں گے کہ واہ رے العنت بڈھے جورو کے کہنے سے نگین تاج سلطنت کو خارج الوطن کیا تم تو جانتی ہو کہ شاستر میں اس شخص کے لئے نرک لکھا ہوا ہے۔ جس کو دنیا میں نیک نامی نہیں۔ ہر شخص ہجو کرتا ہے تم کیسی سنگدل ہوگئیں نہ میری جان کی پرواہ نہ کوشلیا کی زندگی کا خیال لچھمن وغیرہ کا کیا ذکر جب تم بھرت جی کی بھی جان کی گاہک ہوگئیں۔ تو بس حد ہو چکی میرے حقوق بہت ہیں۔ عورت کا فرض ہے کہ خاوند کی نظر میں رہے اشارے میں چلے مگر تم ہٹ کر رہی ہو۔ ضد پر اڑی ہو۔ میرا کبھی طرح منہ نہیں پڑتا کہ رامچندر سے بن باس کے لئے کہوں۔ جہاں میری زبان سے یہ بات نکلی سمجھ لو کہ دم نشٹ ہوگیا۔ جس بیکنٹھ کی فکر میں میں نے جوانی گنوا دی۔ بڑھاپا بلایا وہ تمہاری بدولت ہاتھ سے گیا تمہیں فخر کرنا چاہیئے۔ کہ میں کس خاندان کی بیٹی اور کیسے معزز اکشواک بنس میں بیاہی گئی۔ اس شکر گذاری کے عوض الٹا زخم۔ الٹا حکم وہ بھی میرے ہی ساتھ جس نے کبھی کوئی بات نہ دیکھی۔ سب رانیوں کا سرتاج بنایا۔ ہر دم مرضی پر چلتا رہا۔

راجہ دسرتھ اسی طرح بہت بک گئے۔ مگر ہر ایک بات کیکئی کے واسطے گرم توے کی بوند ہوگئی۔ اس نے اپنے دل کو چکنا گھڑا بنا لیا۔ پھر اثر ہو کیا خاک وہ اسی طرح کلیجہ پکڑے ہوئے کیکئی کو سمجھاتے رہے لیکن نتیجہ کے نام وہی صفر۔ جب ان کو اس کی ہٹ سے اپنی مایوسی اور محرومیوں کا یقین ہوگیا۔ تو زمین پر سر دے مارا اور زار و زار رو کر کہنے لگے کہ

کیکئی! آج تیرا دل کیسا پتھر کا ہوگیا۔ تیری مروت و حمیت کیا ہوگئی۔ جن رامچندر کیلئے سب آنکھیں بچھاتے ہیں۔ پلکیں فرش رہتی ہیں۔ جن کے لئے ہر وقت ایک نہ ایک سواری مہیا رہتی ہے جن کو تو بھی کبھی گود سے زمین پر نہ اتارتی تھی۔ اُن کے واسطے بن باس کی تجویز کرتے ذرا شرم نہیں آتی۔ کہاں وہ نازک نازک پاؤں فرش گل کے لائق کہاں جنگل پر خار۔ ایکدن تھا کہ تو بھی خود اُن کو چھپن بھوگ کھلائے بغیر لقمہ نہ توڑتی تھی۔ آج تو ہی کہتی ہے کہ وہ جنگلوں کے کڑوے کسیلے سڑے پھل کھا کر زندگی بسر کریں۔ جن رامچندر کی دن بھر میں گھنٹہ گھنٹہ بھر پوشاک بدلی ہوئی دیکھ کر تیرا کلیجہ ہاتھ بھر کا ہوتا تھا ہائے اب انہیں کے واسطے تیری مرضی ہے کہ جوگیا لباس پہنیں۔ اُف! اوہ! عورتوں کو مطلق رحم نہیں آتی ان کے دل پتھر سے بھی زیادہ سخت ہوتے ہیں نہیں نہیں میں بھولا سب عورتیں ایک طرح کی نہیں۔

نہ ہر زن زن است و نہ ہر مرد مرد
خدا پنج انگشت یکساں نہ کرد!

اے کیکئی اتنے سن بیتا میں نے آج سمجھا کہ عورت کتنی بے مروت ہوتی ہے۔ آج سے عورتوں کی نمائشی الفت کا مجھے اعتبار نہیں میں سمجھ گیا کہ خود غرضی میں تجھ ایسی عورتیں فرد ہیں کسی کی جان بھی چلی جائے تو ان کو اپنے مطلب سے مطلب ہے۔ واقعی تجربہ کاروں نے سچ کہا ہے :-

تریا چرتر نہ جانے کوئی   خصم مار کے ستی ہوئی

راجہ دسرتھ نے کیکئی کو ہٹ پر دیکھ کر پھر منہ پیٹ لیا اور ایسے بدحواس ہوئے کہ عالم غشی طاری ہو گیا۔ ذرا دیر کی غفلت کے بعد اس کے ہوش و حواس ٹھیک ہوئے اور وہی راگ مالا چھیڑ دی۔ بہت کچھ کہہ کر سمجھایا کہ میں تیری بات ماننے سے گریز نہیں کرتا مگر پیاری خیال تو کر۔ ذرا سوچ تو کہ اس کا اہل دنیا پر کیا اثر پڑے گا۔ اچھی نظیر قائم ہوگی یا بری۔ تمام دنیا کے باپ بیٹوں میں تفرقہ پڑ جائیگا۔ عورتیں خاوندوں سے سرکش ہو جائیں گی۔ جب کوئی ٹوکیگا تو تیری مثال رفع حجت کے لئے منطق کا کام دے گی۔ میں نہیں سمجھتا کہ بھرت کو راج دلانے سے کیا فائدہ ہے۔ میں تو جانتا ہوں کہ عام خلائق کیا خود بھرت تیرے مرہون ہوں گے۔ میں بوڑھا ہو گیا ہوں لیکن جب رامچندر سامنے آئے جوانی دوڑ کر گلے سے لپٹ گئی۔ ان سے راحت جان کو تو کلیجے سے جدا کرتی ہے۔ تو پھر میری زندگی کہاں سورج کے بغیر مخلوقات عالم زندہ رہ سکیں ممکن ہے۔ مگر میں رامچندر کو آنکھوں سے جدا کر کے جان رکھ سکوں محال۔ بالکل محال ناممکن بالکل قطعی ناممکن۔ مجھے حیرت ہے کہ جس منہ سے ایسی ناشائستہ باتیں نکلیں اس کی زبان اب تک کیوں نہ جل گئی۔ اس کے دانت کیوں نہ گر پڑے میں جانتا ہوں کہ تو دل سے یہ باتیں نہیں کہتی فقط میرے جلانے کو سارا کھٹ پٹ کیا ہے۔ کیونکہ مجھے یقین ہی نہیں آتا کہ تو رامچندر ایسے بیٹے کے خلاف ہے۔

یہ کہہ کر راجہ دسرتھ کیکئی کے قدموں پر گرنے لگے رانی کیکئی پلنگ پر کان میں تیل ڈالے پڑی تھی۔ اس نے پاؤں دوسری طرف ہٹا لئے جس سے ظاہر تھا کہ پتھر میں جونک نہیں لگی۔

سرگ ۱۳

راجہ دسرتھ کی کیکئی کو منانے کی کوششیں۔ کیکئی کی ضد اول الذکر کی مایوسیاں

راجہ دسرتھ کے ہوش خطا ہو رہے تھے۔ زبان بکتے بکتے تھک گئی۔ منہ میں پھین آنے لگا۔

مگر کیکئی اپنی ہی ہٹ پر اڑی رہی۔ یا تو کھٹ پٹ کئے ہوئے لیٹی تھی یا تمک کر اُٹھ بیٹھی۔ اور یوں زخم پر نمک مرچ چھڑکنے لگی۔

بس بیٹھے چوچلے نہ بگھاڑیئے۔ بڑے دھرماتما اور ست بادی بن کے چلے ہیں میں رنگ سیاروں کو خوب پہچانتی ہوں میں بھرے میں آنے والی نہیں۔ باتوں کے سبز باغ اور کسی کو دکھائیے میں جھوٹوں کو گھر تک پہنچانے والی ہوں۔ جب تک آپ سے خود قبول کروا نہ لوں گی کہ ست بادی نہیں جھوٹا ہوں تب تک پینڈا نہ چھوڑوں گی۔ نخرے تلے بگھارنے سے کچھ مطلب نہ نکلیگا۔ کہہ کیوں نہیں دیتے کہ قول نہیں ہارا تھا۔ زبان نہیں دی تھی۔ وعدہ نہیں کیا تھا۔ جو کچھ کہا تھا سب جھوٹ تھا۔ تمام باتیں بے سر پیر کی تھیں بس فیصلہ ہے نہ پیا یا سر کھاتے مفت چاٹتے دماغ کا کیڑا بننے کی ضرورت۔ نہ زبان کو پیپل کے پتے کی طرح لپ لپ کرنے کی حاجت میں مرنے اور جان دینے کی دھمکی سے ڈرنے والی نہیں۔ جس کی موت جسطرح بدی ہوگی۔ آئیگی۔ دوسروں پر کیا الزام۔ مگر میں نے جان لیا کہ آپ کو بیکنٹھ سے برہے۔ تب ہی تو نرک کی تیاریاں کرنے لگے۔ جو خود جان بوجھ کر کنوئیں میں گرنا چاہے دیدہ و دانستہ آگ میں پھاندے اس کو کون روک سکتا ہے۔ خودکشی کرنے والا اپنے فعل کا خود مختار ہے دوسرے لوگ کہاں تک دیکھ بھال کر سکتے ہیں۔

راجہ دسرتھ۔ ہائے کیوں مرے کو مارتی ہے۔ زخم پر زخم لگانے سے تجھ کو کیا ملتا ہے۔ جب میں مر جاؤں گا۔ رام بن کو چلے جائیں گے۔ تو تیرے کلیجے میں ٹھنڈک پڑیگی۔ میں تو ابھی وقت پنجرے کا پنچھی اُڑا دوں مگر پھر بھی بڑا ہی خیال ہے۔ کہ لوک پرلوک میں تیری ٹھکائی اور روسیاہی نہ ہو بالفرض میں نے جان دیدی تو دلوتاؤں کو کیا منہ دکھاؤں گا۔ وہ پوچھیں گے کہ کیونکر آئے۔ جب کہوں گا کہ رامچندر کی جدائی کے غم سے جان کھو کر سوال ہوگا کہ رامچندر کی جدائی کیسی میں جواب دوں گا کہ بن کو چلے گئے۔ وہ دریافت کریں گے کہ جس کے لئے بڑھاپے میں جگیہ کیا جس کے لئے عمر بھر ترستے رہے اس کو کیوں آنکھوں سے جُدا ہوتے دیا۔ تب بتاؤ کہ میں کیا کہوں گا۔ بس یہی کہنا پڑیگا کہ رانی کیکئی نے ہٹ کی اور میں بے بس ہو گیا۔ اس وقت کیا وہ یہ نہ کہیں گے کہ واہ رے زن مرید۔ واہ رے جورو کے غلام ہوائے نفسانی سے اتنا اندھا بن کہ آنکھ کی پتلی بھی آنکھ سے نکال باہر کر دی اُس کو بھی جانے دے۔ دنیا کا کیسا خون سفید ہو جائیگا۔ ماں باپ بیٹوں کو گھر سے نکالنے لگیں گے لڑکے سمجھیں گے کہ مائیں کیکئی سی ہوتی ہیں باپ دسرتھ کی طرح لائق سے لائق اولاد کی بھی محبت ان کو نہیں۔ جیسے کہاوت ہے جیسا راجہ تیسا پرجا۔ خربوزے کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے بس تیری کارروائیاں سب کے لئے زیرِ مشق کا کام دینگی اور دنیا سے محبت پدری اور جوشِ مادری کا نام مٹ جائیگا۔ راجہ دسرتھ کبھی منت سماجت کرتے تھے کبھی اظہار غم کبھی غصہ مگر کیکئی کا قلب نہ

پھرنا تھا۔ آخرکار پوچھنے لگے۔

پیاری تمہیں میری جان کی قسم سچ سچ کہہ دو کہ آخر رامچندر کے بن باس سے تمہارے کیا منشا ہے اگر دل کی صاف صاف بات معلوم ہو جائے تو پھر کسی بات سے باہر نہیں کیکئی اِس وقت چپ لگا گئی۔ ایک حرف زبان سے نہ نکلا۔ باتوں ہی باتوں میں ساری رات گذر گئی۔ چراغ جھلملانے لگے۔ صبح کاذب کی سفیدی نمودار ہو چلی۔ دیوتا گھبرا اُٹھے کہ رانی کیکئی کی ہٹ رہی جاتی ہے راجہ دسرتھ ایفائے وعدہ کے لئے بلبلا رہے ہیں۔ ہم لوگوں کی بندھی ہوئی اُمیدیں ٹوٹی جاتی ہیں۔ سب کے سب دعائیں مانگنے لگے کہ بھگوان کرپا کرو ابھی سویرا نہ ہو۔ سورج کی منتیں ہوتی تھیں کہ ذرا دم لیں۔ ابھی اپنے نور سے رات کی باقیماندہ تاریکی دور نہ کریں۔ کوپ بھون کیکئی بھری بیٹھی ہوئی تھی۔ آنکھیں بیر بہوٹی کی طرح لال چہرہ انگارے کی طرح سرخ بھوئیں چڑھی ہوئی کمان۔ نظر زمین میں گڑی ہوئی زہرا چیونٹی بچھو کا سا ڈنک راجہ دسرتھ کی صورت اُتر گئی تھی۔ منہ پر ہوائیاں چھوٹ رہی تھیں۔ خون بالکل خشک ہو رہا تھا۔ بدن میں جیسے جان نہ تھی۔ اپنے دیوی دیوتا مناتے تھے کہ سویرا نہ ہو۔ رات ہزار برس کی ہو جائے تو اچھا کیکئی سامنے ہے صبح کو اِس کا منہ دیکھوں گا۔ تو خیریت نہیں۔ دل ہی دل میں بڑا بھلا کہتے جاتے تھے۔ مگر سوچتے تھے کہ نرمی سے ہی کام نکل جائے۔ اِس لئے قدموں پر سر جھکا کر ہاتھ جوڑے ہوئے بولے کہ

مہارانی کیکئی میں تمہیں دیوی سمجھتا ہوں میرے حال زار پر رحم کرو۔ میں اور دُکھ سہنے کے لائق نہیں ہوں تم اب جان بخشو۔ میں تمہاری پناہ میں آیا ہوں دھرم شاستر میں تم نے دیکھا ہو گا کہ راجہ پر دیوتا برہما۔ بشن مہیش۔ سورج چندرماں سب مہربانی فرماتے ہیں۔ جب یہ ہے تب تمہیں بھی نظر عنایت کرنا لازم ہے۔ میں اب زیادہ جینے والا نہیں۔ زندگی کے دن ختم ہو رہے ہیں جس طرح دشمن سے دشمن بھی بچے کو پیار کرتا اور ترس کھاتا ہے اِسی طرح بوڑھے پر بھی سب رحم کرتے ہیں۔ تم کو بھی مناسب ہے کہ میرے بڑھاپے پر رحم کھاؤ میں بڈھا ہوں بڑھاپے میں عقل نہیں رہتی۔ آدمی سٹھیا جاتا ہے اِس لئے میں نے جو کچھ الفاظ ناشائستہ کہے ہیں۔ اُن کو نظرانداز کرو جب کسی پہ مصیبت پڑتی ہے تو حواس رخصت ہو جاتے ہیں۔ اوسان ٹھکانے نہیں رہتے۔ دیوانوں کی طرح واہیات خرافات بکنے لگتا ہے زبان قابو میں نہیں رہتی۔ اِس وقت میرا بھی حال ہو رہا ہے میں بھی سٹری سا ہو رہا ہوں اِس لئے کہتا معاف تم ہمیشہ مجھ پہ جان دیتی ہو۔ خاطرداشت میں کبھی ذرا بھی فرق نہ کیا۔ آج ناحق دل لگی سے چڑھا رہی ہو۔ میرا چہرہ مرجھایا ہوتا ہے۔ دیکھ کر بھی تم ترس نہیں کھاتیں سنو میں نے کیسی معقول تجویز سوچی ہے کہ جس سے سانپ مرے اور لاٹھی نہ ٹوٹے کی کہاوت درست ہو جائے گی۔ اور پھر لطف یہ کہ ضد تو میٹھے تمہاری بات بھی رہ جائیگی اور کہنا بھی ہو جائیگا۔ اور جان بھی بچ جائیگی۔

سب ابھی بھرت جی کو راج پاٹ دیئے دیتا ہوں بھرت منظور کریں تو خیر ورنہ پھر رامچندر ہی مالک تخت و تاج ہوں۔ اس میں تو کوئی ہرج کی بات نہیں۔

کیکئی:۔ اور رامچندر بن کو نہ گئے تو پھر میری بات ہی کیا رہی آپ تو اندھے بیل کو خوب گھما کر جوتتے ہیں۔ واہ!

یہ فقرہ سنتے ہی راجہ دسرتھ نے سر پیٹ لیا کہ کیکئی جان لئے بغیر پیچھا چھوڑنے والی نہیں۔ بس معلوم ہو گیا کہ موت اس کے ہاتھ ہے۔ یہ کہہ کر ان پر بدحواسی چھا گئی۔ سویرا بھی ہو گیا۔ اور حسب معمول درِ دولت پر روشن چوکی بجنے لگی۔

سرگ ۱۴

رانی کیکئی کی بیوفائیاں راجہ دسرتھ کا انکسار کبھی منت و سماجت کبھی اظہار غضب کبھی بے قراری کبھی اشکباری آخر سومنت کی آمد اور سری رامچندر کی طلبی

نور کا تڑکا ہو گیا۔ مندروں میں سنکھ۔ گھڑیال اور راج دوار پر شاہی باجے بجنے لگے راجہ دسرتھ اداس تھے انہوں نے منادی کرا دی کہ خبردار باجہ نہ بجے۔ کیکئی اپنے فکر میں تھی اس کو سویرا قیامت کے برابر معلوم ہوتا تھا۔ صبح کی سفیدی نمودار ہوتے ہی اس کا جی اڑ گیا کہ بس اب بات بگڑ گئی رات بھر کا کیا دھرا اکارتھ ہو گیا۔ تھوڑی دیر میں رام کو راج تلک ہو جائیگا۔ اور میں اپنا سا منہ لے کر رہ جاؤں گی۔ اس لئے اس نے تیغ زبان پر اور باڑھ رکھی۔ وہ جلی کٹی باتیں کہیں کہ پتھر سے پتھر دل سے نہیں نکل سکتیں پر سنگدلی سے بولی کہ

واہیات پاکھنڈ رچ رہے ہو۔ زمین پر لوٹنے اور کراہ کراہ کر کروٹ بدلنے سے کچھ مطلب حاصل نہ ہوگا۔ میں لاکھ بھولی ہوں مگر خوب سیکھ گئی ہوں۔ کہ مردوں کی گردن پر سوار ہوئے بغیر عورت اپنا کام نہیں نکال سکتی میں پتی برتا ہوں۔ پتی برت دھرم جانتی ہوں۔ پتی برتا استری کا دھرم ہے کہ شوہر کنوئیں میں گرتا ہو تو ٹانگ ہو یا چوٹی جو چاہے پکڑ کر کھینچ لے۔ ادب و لحاظ و بزرگی و خوردی کا خیال نہ کرے یوں میں آپ کے پاؤں کی جوتی ہوں۔ آپ میرے جسم کے لئے سر ہیں نہ مجھے آپ کی رضا جوئی مقدم ہے۔ مگر یہی استری کا یہ بھی دھرم ہے کہ خاوند کو نیک مشورہ دے۔ نیک و بد سمجھائے ہر معاملہ کا نشیب و فراز دکھائے۔ اسی لئے میں اپنی ہٹ پر اڑی ہوں۔ کہ آپ کے داغ نہ لگے۔ راجہ شوی۔ الوک وہ پیع راجہ سگر نے جس دھرم کو نباہا۔ اس کو چھوڑ دینے سے آپ کی روسیاہی نہ ہو میں آپ کے ساتھ بھلائی کرتی ہوں۔ آپ اس کو برائی سمجھتے ہیں یہ میری قسمت

آپ دھرم چھوڑ دیں مالک ہیں۔ مگر اپنا دھرم کبھی نہ چھوڑونگی۔ میرے جیتے جی آپ دھرم نہ چھوڑنے پائیں گے جو قول آپ کر چکے ہیں اُن کو پورا کرنا ہی میرے واسطے دھرم ہے آپ جانتے ہیں۔ کہ دھرم کا ڈنکا تو خوب بجے لیکن ڈھول کے اندر پول رہے یہ اس کو کبھی منظور نہیں کرتی۔ اچھا نفل ہو یا بُرا ایشور سے چھپ نہیں سکتا۔ وید میں لکھا ہے کہ جھوٹ سے تمام نیک کاموں کے پھل ملیا میٹ ہو جاتے ہیں۔ اور نرگ ملنا تو گویا کوئی بات ہی نہیں۔ کیا آپ نے وید شاستر میں ایشور کے بچن نہیں دیکھے۔ دیکھے تو ضرور ہیں مگر افسوس کہ عمل نہیں۔ میں سچ کہتی ہوں کہ وید شاستر کے احکام کی خلاف ورزی آپ کا خاندانی اعزاز مٹی میں ملا دیگی۔ عمر بھر کا کرم دھرم خاک میں مل جائیگا۔ آپ میرے پتی پرمیشور ہوتے تو اتنا دماغ خرچ نہ کرتی۔ سوچ لیتی کہ آگ جانے لوہار جانے۔ دھونکنے والے کی بلا جانے۔ جو جیسا بوئیگا ویسا کاٹیگا۔ جو جیسا کریگا ویسا پھل بھوگیگا مگر نہیں ہیں آپ کا بایاں انگ ہوں یہاں کا تو چند روزہ تعلق ہے۔ پرلوک میں بھی نہ آپ میرا نہ میں آپ کا ساتھ چھوڑ سکتی ہوں اس لئے مجھ سے زیادہ آپ اپنا ہی خواہ کسی کو سمجھیں تو افسوس کی بات ہے میں جو کچھ کہتی ہوں۔ وید شاستر کی ہدایت کے موافق یعنی جھوٹ بولنا گناہ جو قول کی پابندی نہ کرے وہ روسیاہ جس کو زبان کا پاس نہیں اس کو سُرگ ملنے کی آس نہیں۔ بہت کچھ محبت ہو چکی۔ ہزاروں حیلے حوالے آپ نے کئے۔ معلوم ہو گیا کہ آپ یوں ماننے والے نہیں میں تین دفعہ لحاظ کر چکی۔ اب قسم کھاتی ہوں کہ قول پورا کرنے میں ذرا بھی میں میکھ کی تو بس ابھی ہیرا کھاؤں گی۔ تلوار کلیجے میں بھونک لونگی۔ پھر روتے نہ بن پڑے گی۔ پچھتاوا الگ ہوگا۔ اور خون ناحق کا عذاب الگ ہاں لے بس کہئے قول پورا کیجئے گا یا نہیں۔ ایک ہاں نہیں میں فیصلہ ہے۔

ایک مرتبہ بشن جی اندر کی مروت میں پڑ کر ایسے چکر میں پھنسے کہ آخر باراہ بنا پڑا۔ مگر سنی اور منتھرا کی بدولت کیکئی کے جذبۂ محبت سے راجہ دسرتھ بھی دھرم کی زنجیر میں ایسے جکڑے کہ نکلنا محال ہو گیا۔ سر مارتے ہارتے تھک گئے سمجھاتے سمجھاتے گلا بیٹھ گیا۔ لیکن کیکئی ہٹ سے باز نہ آئی۔ خودکشی کو تیار ہو گئی۔ کوسنا تو کوئی بات ہی نہ تھی راجہ دسرتھ نے پھر ایک مرتبہ جرأت کی وہ بولے کہ اچھا آج سے وہ سب تعلقات قطع شادی کے موقعہ پر اگنی کے سامنے ہاتھ میں ہاتھ دے کر لوک پرلوک تک کے لئے مضبوط کئے تھے۔ بھرت کو تو چھوڑتا ہی ہے تو اس سے بھی مجھے کچھ واسطہ نہیں۔ رات تڑپتے جھنجھوٹوں میں گذری۔ دن چڑھنے لگا۔ ارکان دولت راج تلک کے منتظر ہوں گے۔ میری طلبی کو عمائد و امرا آتے ہوں گے۔ مجھ سے اُن کو منہ دکھایا جائیگا۔ ابھی جان دے دونگا۔ میں نے تجھ سے رشتہ توڑا۔ بھرت سے بھی کچھ سروکار نہیں میرے مرنے کے بعد اگر تو میرے لئے آنسو بہائے تو تجھ کو قسم ہے۔ بھرت شرادھ کریں پنڈ دیں۔ تو اُن کو بھی سوگند

بس محبت کا مزہ خوب چکھ لیا۔ اب زیادہ ہوس نہیں۔

راجہ دسرتھ کی اس وقت حالت دیکھی نہ جاتی تھی۔ اُن کی آنکھیں روتے روتے سرخ ہو گئیں۔ پھر لیٹے سوچ گئے خیال تھا کہ جب وقت رامچندر جی کو خبر ہو گی۔ تو اُن کی آنکھیں کسی کے سامنے نہ ہو سکیں گی۔ میں اُن کی شرمندگی کو بھی گوارا نہ کر سکوں گا۔ فوراً جان دے دونگا۔ بولے کیکئی بس اب میری زندگی کے دن پورے ہو گئے۔ وقت برابر آ چکا۔ میں چولا چھوڑتا ہوں

کیکئی:۔ آپ دم توڑنے کو تیار ہیں۔ تو پہلے میری ایک بات سن لیجئے۔ اپنے سامنے بھرت جی کو فوراً گدی پر بٹھا کر رام کو بن بھیجنے کے بعد دنیا سے منہ موڑیئے گا۔ یوں میں مرنے بھی نہ دونگی۔
کیکئی کی اس بات سے مراد یہ تھی۔ کہ رامچندر بن کو گئے تو کوشلیا سمترا اور لچھمن ضرور جان دے دیں گے۔ چلو سارا سیاپا دور ہو جائیگا۔ نہ سوتیا ڈاہ سے کھٹکا رہیگا۔ نہ رامچندر کو عزیز رکھنے والوں کا خوف راجہ دسرتھ کے مرنے میں کسر ہی کیا ہے۔ یہ تو ادھر مرے رکھے ہوئے ہی ہیں بس اسی وقت میدان صاف ہو جائے تو مناسب اس نے بڑے پیار کی علامات ظاہر کرتے ہوئے راجہ دسرتھ سے کہا۔

مہاراج! آپ دنیا سے منہ توڑتے ہیں میرے پاس اس کا علاج نہیں۔ مگر ایک نظر رامچندر جی کو تو دیکھ لیجئے۔ دل میں ہوس نہ رہ جائے۔ کہ جس کیلئے جان دی اسے آنکھ بھر کر نہ دیکھا۔

اس تقریر کی نوبت آئی ہی تھی کہ کچھ گجر شروع ہو گیا۔ بششٹ جی اپنے چیلوں کو لئے ہوئے آ پہنچے۔ خوشی کے جھنڈے لہرانے لگے۔ محتاج و مساکین دان پن کی ہوس میں جمع ہو کر دعائیں مانگنے لگے۔ کہ جلد رامچندر جی راج سنگھاسن پر قدم رکھیں۔ اور جلد ہم کو منہ مانگی مراد ملے سری رامچندر جی اپنی دولت سرا میں تھے۔ انہوں نے اہل شہر کے نعرہ ہائے خوشی سنکر ایوان فلک آستان سے برآمد ہو کر دیکھا کہ خوب دھوم دھام ہو رہی ہے۔ کوچہ و بازار اہل شہر سے کھچا کھچ بھرے ہوئے ہیں۔ براہمنوں کا میلہ لگا ہے۔ خدام بارگاہ معروف کار و بار ہیں۔ بششٹ جی کا چہرہ ہنسے دیتا ہے۔ اتنے ہی میں سومنت راجہ دسرتھ کی خدمت میں پہنچا۔ عرض کی۔

ان داتا۔ بدھتی ناتھ۔ گورو بششٹ در دولت پر رونق افروز ہیں۔ سونے کے کلس گنگا جل سے بھر گئے۔ گولک کی چوکی اشنان کے واسطے بچھا دی گئی۔ آٹھ کنواریاں کلس لئے کھڑی ہیں۔ ہاتھی۔ اونٹ۔ چار چار گھوڑوں کے رتھ۔ تیغ و خنجر۔ دھنش بان۔ نالکی پالکی تیز رفتار جوان گھوڑے مرصع زرنگار سفید چتر۔ رتن جڑت سنگھاسن سب لیس ہو گئے۔ گویئے موجود۔ طائفے حاضر نماز منتظر نغمہ سرائی۔ راجگان شش جہت و رسائے سلطنت پا بوسی کے

مشتاق۔ کچھ تو پھر شباب پہ۔ ساعت تھا جیوتشی محتاج توجہ مہاراج جیسی طرح اندر کے وزیر اندر کو دید شاعز پر مہا کو سورج اور چاند پر کھوی کو جگاتے ہیں اسی طرح میں آپ کو بیدار کرنے آیا ہوں۔ سومیر سونے چاندی اور جواہرات سے خود ہی جگمگ جگمگ کرتا ہے۔ مگر سورج کے نور سے اس کی رونق اور ہی ہو جاتی ہے۔ اسی طرح تمام شہر میں رونق ہو رہی ہے۔ مگر آپ کے بغیر بے حالت ہے۔ جیسے خاوند کے بغیر عورت کی۔

راجہ دسرتھ نے سومنت کی باتیں سنیں تو اور بھی تڑپ گئے۔ لے چینیوں نے آنکھ بند نہ ہونے دیا۔ سومنت کے چہرے کی طرف ٹکٹکی بندھ گئی۔ دل ہاتھ سے تھام کر بولے۔

اَرے سومنت کیوں زخم پر زخم لگاتے ہو۔ تم بھی آئے تو جان ہی کے گاہک۔ سومنت کو کچھ خبر نہ تھی کہ معاملہ کیا ہے۔ وہ سہم گیا کہ راجہ دسرتھ فرماتے کیا ہیں۔ کہیں کی بات طبع نازک کے خلاف۔ تو نہیں کوئی ناگوار کلمہ زبان سے نہیں نکل گیا۔ اس نے بڑے ادب سے معافی مانگی اور عرض کی کہ

مہاراج عمر بھر میں آج آپ کی زبان سے نئے الفاظ سنے۔ آج کیا قصور ہوا کہ مزاج مقدس برہم ہو گیا۔

راجہ دسرتھ پہلے ہی سے بدحواس ہو رہے تھے سومنت کی آمد سے ایسے پریشان ہوئے دل میں ایسی الجھن پیدا ہوئی کہ آنکھوں کی پتلیاں پھر گئیں۔ راجہ کو بے ہوش دیکھ کر کیکئی کو سومنت سے بات چیت کرنے کا موقع مل گیا۔ اس نے وزیر باتدبیر سے کہا کہ رامچندر کی راج گدی کی خوشی اور انتظامات کی نگرانی میں مہاراج کو کوری آنکھوں سویرا ہو گیا۔ پلک سے پلک نہیں ملی۔ رتجگے سے اس وقت آنکھیں جھپک آئی ہیں۔ ذرا دیر آرام کر لیں۔ تو اچھا ہے۔ نہ وہ کسی سے خفا ہیں نہ ناراض۔ فقط جگاہٹ کا کسل ہے۔ جب تک مہاراج کی آنکھ لگ رہی ہے تب تک تم جاؤ اور رامچندر جی کو لے آؤ۔

سومنت۔ مجھے تعمیل ارشاد میں کچھ لیت و لعل نہیں۔ ابھی جاتا ہوں اور رامچندر جی کو ساتھ لے آتا ہوں مگر مہارانی جی میں مہاراج کی اجازت کے بغیر بھی کوئی کام کیونکر کر سکتا ہوں۔ شاستر کا حکم ہے کہ راجہ کی موجودگی میں اگر اس کی رانی یا راجکمار بھی کوئی حکم دیں۔ تو ناجائز ناقابل عمل۔

یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ راجہ دسرتھ نے کروٹ بدلی۔ کچھ ہوش ٹھکانے ہوئے کراہ کر کہا کہ سومنت جاؤ جلدی سے رامچندر کو لاؤ۔ دیر نہ ہو۔

سومنت دل ہی دل میں خوش ہوا کہ کوئی قصور و خطا کی بات نہیں۔ رات بھر جاگنے سے

کچھ مزاج میں الکساہٹ رہ گئی ۔ ابھی اُٹھتے ہی کچھ ضعف معلوم ہوتی ہے ۔ ابھی سے رامچندر جی کی یاد ہوئی ۔ مہارانی کیکئی کا کہنا ٹھیک تھا اس کی ضبط ہی میں پھنسی ہوئی جان کا اندیشہ دور ہوا ۔ بڑی خوشی سے بہت اچھا جو حکم کہہ کر جلدی ڈگ رکھتا ہوا وہاں سے چلا ۔ ایوان کی چوکھٹ لانگھی تو مہاراج نشست سامنے تھے ۔ ان کے ادب سے وہیں ٹھٹھک جانا پڑا ۔ دیکھا کہ ایک خلقت جمع ہے ۔ سب کی آنکھیں در دولت پر لگی ہیں ۔ کہ کب مہاراج برآمد ہوں اور کب راج گدی کی نذریں پیش کی جائیں ۔

سرگ ۱۵

راجہ دسرتھ کے حکم سے سومنت کی سری رامچندر جی کی طلبی کیواسطے روانگی ۔ وہاں کا نظارہ

سومنت سب شاہی تیاریاں چھپتی نظر سے دیکھ رہا تھا ۔ روا ہوا امیر سے نفر تک یہ صدا تھی کہ سومنت جی کچھ خبر آگیا مہاراج کو اطلاع دیجئے ۔ یا تو وہ رامچندر کو بلانے جاتا تھا ۔ یا سب کے کہنے سننے سے پھر راجہ دسرتھ کی خدمت میں پہنچا اور عرض کی کہ

مہاراج ساری خلقت کان لگائے جاتی ہے ۔ تمام امراء و عمائد درشن کے مشتاق ہیں ۔ اقبال و دولت زیادہ ۔ اب بیداری کا وقت ہے ۔ آستان بوسان بارگاہ منتظر قدمبوسی ہیں ۔

راجہ دسرتھ جی آنکھیں بند کئے ہوئے فکر میں جان گھلا رہے تھے ۔ سومنت کی آواز کانوں میں پڑنے سے انہوں نے آنکھیں کھولیں تو بالکل سرخ زبان سے فرمایا ۔ سومنت جی میں نے رامچندر کو بلایا تھا ۔ انہیں تم کیوں نہ لائے ۔ کیا ابھی سے میری بات ٹالنا شروع کر دی ۔ میں سوتا نہیں جاگ رہا ہوں ۔ تمہیں رامچندر کو بلانا ہو تو جلدی لاؤ ۔

سومنت کو نہایت خفت ہوئی محل سے نکلا ۔ تو تمام سامان جشن دیکھا ۔ وہ مجمع عام سے یہ کہتا ہوا آگے چلا ۔ کہ مہاراج تشریف لاتے ہیں کچھ دیر نہیں ۔ سری رامچندر جی کی یاد ہوئی ہے میں بلانے جاتا ہوں ۔ خلقت بہت تھی ۔ پھر جہاں تک سری رامچندر جی کے دائرہ دولت پر پہنچا دیکھا تو عجیب ہی کیفیت عجیب ہی بہار تھی ۔ دولت خانہ کی سجاوٹ سے چوکی کی دلہن کا سنگار مات تھا ۔ اندر پوری کی رونق نثار ہو رہی تھی ۔ در و دیوار پر نور برستا تھا ۔ راجہ دسرتھ کی ڈیوڑھی پر جو ہجوم تھا ۔ اس کا کیا ٹھکانا شانہ سے شانہ چھلتا تھا ۔ سوئی اُچھالنے سے زمین پر نہ گرتی تھی ۔ جو لوگ وہاں سے گذرے انہوں نے سری رامچندر جی کے ایوان فلک نشان کی طرف رُخ کیا ۔

دیکھتے دیکھتے سری سرنظر آنے لگے۔ تل رکھنے کی جگہ نہ رہی۔ سومنت بھیڑ کو چیرتے مجمع کو ہٹاتے بڑی مشکل سے رامچندرجی کی خدمت میں چلے۔ تین ڈیوڑھیاں گذرتے گذرتے رتھ کے گھوڑوں کو دانتوں پسینہ آگیا۔ جدھر سے آواز آتی تھی۔ تو یہی کہ رامچندرجی کے راج تلک ہیں اب کیا دیر ہے۔ زبانیں مچل رہی تھیں کہ جے کار سنائیں۔ جس وقت چوتھی ڈیوڑھی تک رسائی ہوئی۔ دیکھا کہ رامچندرجی سورج کی طرح رونق افروز ہیں۔ اور عالم و فاضل برہمن حاشیہ نشین اچھے سے اچھے سرتاج حکمران مؤدب کھڑے ہیں۔ نذریں پیش کرنے کی خواہش ہے۔ کوئی جواہرات پیش کرنے کا آرزومند ہے کوئی سوغات دینے کا خواہاں۔ سومنت نے اس وقت سری رامچندرجی کے ایوان معلیٰ کی نفاست پر نظر کی تو اچنبے میں ہو گئے۔ عمارت آسمان سے باتیں کرتی تھی۔ کو شاحل بلندی سے شرمارہا تھا۔ آسمان کے بالا ہو بی برج زمین میں گڑے جاتے تھے کہ ہائے ہم کو یہ زیب و زینت میسر نہ ہوئی۔

سرگ ۱۶

سومنت کی سری رامچندرجی کی خدمتمیں روانگی عوام کا جوش مسرت

سری رامچندرجی کے درِ دولت کی آج رونق اور تھی۔ دربان ہر قدم لالہ حیال پہنے شہاب میں ڈوبے ہوئے نظر آتے تھے۔ بدن پر ہتھیار تھے اور ہاتھوں میں بید کی چھڑی سومنت قدیم بے کھٹکے چلے جایا کرتے تھے۔ نہ کسی سے پوچھنا نہ کسی سے خبر کرانا۔ آج سری رامچندرجی کو راج تلک ہونے والا تھا۔ اس لحاظ سے انہوں نے ادب ملحوظ رکھا آگے قدم نہ بڑھایا۔ کہ مبادا خلاف مزاج ہو یا کسی کام میں مصروف ہوں۔ آداب شہنشاہی نے ایک معتمد کی زبانی عرض کرا بھیجی کہ خانہ زاد سومنت حاضر ہے۔ مہاراج کے حکم سے تکلیف دینے کی جرأت ہوئی۔

رامچندرجی نے فوراً ہی سومنت کو طلب کیا۔ وہ آیا دیکھا کہ سری رامچندرجی جانکی جی کے ساتھ تشریف فرما ہیں۔ جانکی جی کے ماتھے پر بندی ہے۔ اور رامچندرجی کے ماتھے پہ سُرخ چندن کا تلک یہ پیاری لیکل جوڑی اس طرح نگاہوں کو موہ رہی تھی۔ جیسے چندرمان اور چتیرد (ماہ و سہا) جونہی سومنت آیا رامچندرجی نے سرسری تعظیم دے کر کہا ادھر بیٹھئے کرسی دی گئی۔ سومنت بیٹھا اور یہ الفاظ ادب زبان پر آئے۔

مہاراج! آج مہارانی کوشلیا سے بڑھ کر تینوں لوک میں کوئی عورت خوش نصیب نہیں۔ نہ آپ ایسا بیدار بخت کوئی ہے۔ انہوں نے آپ ایسا فرزند ارجمند پایا۔ آپ کو ایسی ماں کا سایۂ عاطفت حاصل آیا۔ پھر بھلا خوش نصیبی کی اور کیا حد ہو سکتی ہے۔ ہمارے بڑے مہاراج مہارانی

کیکئی کے محل سرا میں بدلق افروز ہیں۔ اور تو نے بہت جلد یاد کیا ہے۔

گو سری رامچندر جی عالم الغیب اور واقف اسرار تھے مگر نہیں تجاہل عارفانہ سے بولا کہ سری جانکی جی دیکھو کیسا خوشی کا وقت ہے۔ مہاراج کا اس وقت ماتا کیکئی کے پاس جانا خاص مسرت کی خبر دیتا ہے۔ وہاں راج تلک کی باتیں چھڑی ہوں گی۔ اور مہارانی کیکئی چاہتی ہوں گی اسوقت مجھے دیکھ کے آنکھیں ہری کریں۔ ماتا کیکئی راجہ کیکے کی بیٹی ہیں۔ ایسی ویسی نہیں۔ بڑا اعلیٰ خاندان ہے۔ راجپوت مہاراجوں میں جو ان کے میکے والوں کی عزت ہے۔ وہ دوسرے کی نہیں۔ یہی سبب ہے کہ وہ مجھے یاد فرماتی ہیں۔ پتا جی بھی وہیں تشریف رکھتے ہیں اس لئے مجھے امید ہے کہ ضرور میرے لئے کچھ بہتری کا مشورہ ٹھہرا ہے۔ اگر یہ نہ ہوتا تو سومنت جی کو تکلیف نہ دی جاتی۔ تم یہیں ٹھہرو میں ابھی پتا جی کے قدم چوم کر آیا۔ سیتا جی کا دل خوش ہو گیا سوچیں کہ اب راج تلک میں تھوڑی ہی کسر ہے۔ رامچندر جی کو دروازے تک پہنچا کر یوں گوہر افشاں ہوئیں کہ مرگ بستر جو زیب تن ہے ہرن کا سینگ جو ہاتھ میں ہے۔ وہ آپ کو راج دلوائے جب تک آپ اپنے سروپ کو کبھی نہ دکھائیں گے طبیعت کو چین نہ پڑے گا۔ سیتا جی یہ کہہ کر دیوی دیوتا منانے لگیں اور سری رامچندر جی سب براہمنوں کا آشیرباد لیتے ہر طرف سے "اقبال ودولت زیادہ" کا نعرہ سماعت فرماتے دولت سرا سے چلے دیکھا کہ منتری ڈیوڑھی پر لکشمن جی آمد آمد کے منتظر ہیں۔ فوراً شفقت برادرانہ سے پیٹھ پر ہاتھ پھیرا۔ اور رتھ پر بیٹھا کر راجہ دسرتھ کی پابوسی کو چلے۔ سری رامچندر جی کالی گھٹا معلوم ہوتے تھے۔ اور رتھ کے پہیوں کی آواز بادل کی گرج۔ ہر طرف سے جے بولو "رامچندر جی کی جے" کا شور بلند ہو رہا تھا۔ دعائیں آکاش میں گونج رہی تھیں۔ رامچندر جی کا رتھ سب سے آگے تھا۔ پیچھے پیچھے ہاتھیوں، گھوڑوں، پیدلوں، سواروں کا جلوس۔ ننگی تلواریں بجلی کی طرح چمک رہی تھیں۔ دھنش کی ٹنکاروں سے قوس فلک کا کلیجہ دہلتا تھا۔ بھاٹ تعریف اور خوشی کی نظمیں پڑھ پڑھ کر مست ہو رہے تھے۔ طرح طرح کے باجوں کی موہنی آواز سامعین کو بے خود کرتی تھی۔ جدھر سے سواری بادِ بہاری کی طرح گذری پھولوں کا مینہ برس گیا۔ عورتیں خوشی کے گانے الگ گاتی جاتی تھیں۔ چھوٹے بڑے کی زبان پر یہی کلمات تھے کہ راجہ دسرتھ دھنیہ ہیں۔ مہارانی کوشلیا دھنیہ ہو۔ سمترا کیکئی تم بھی دھنیہ ہو۔ جن کو ایشور نے ایسے بیٹے کا سکھ دیا۔ اس موقع کی ایک ایک بات کا نظارہ پیش نظر کرنا قلم کا کام نہیں۔ یہ ان آنکھوں اور کانوں کا کام ہے جنہوں نے وہ نظارا دیکھا۔ وہ آنند کا سماچار سنا تھا۔ ہم قصہ مختصر کرنے کے لئے بخل سخن سے کام لیکر صرف اتنا کہنا مناسب سمجھتے ہیں۔ کہ ادھر تو رامچندر جی خوش تھے کہ راج تلک ہو گا۔ ادھر اہل زمانہ کو انتظار تھا کہ رامچندر راج سنگھاسن پر بیٹھیں۔ اور ہم جیتی مثالیں موجیں کریں بغلیں بجائیں۔

دان دیں خیرات کریں۔

سرگ ۱۷

سری رامچندر جی کی راجہ دسرتھ کی خدمت میں تشریف بری!

سری رامچندر جی کا رتھ آہستہ آہستہ جا رہا تھا۔ سوار اور پیادے پیچھے پیچھے چلے جاتے ہیں۔ مگر راستہ میں ملتا جشن عام کی تیاریاں دیکھ دیکھ کر سری رامچندر جی کا کلیجہ بانسوں اچھل رہا ہے۔ سب حسب مراتب تعظیم و تکریم کا برتاؤ کرتے تشریف لئے جا رہے ہیں۔ رعایا کی کلی کلی کھلی جاتی ہے۔ صورت دیکھ دیکھ کر باچھیں نکل آتی ہیں۔ والمیک جی موقع کا آنند بیان کرتے ہوئے اہل دنیا سے خطاب کرتے ہیں کہ جو سری رامچندر جی اپنے دھرم کے سروپ سب کائنات الشیو چاروں برنوں کے پرورش کنندہ کل کائنات کے خالق و رازق اُن کی جس نے یاد نہ کی اس کو جس نے اپنا پروردگار نہ سمجھا۔ اُس کی زندگی بے لطف ہے۔ اس کی زیست زیست نہیں۔ موت سے بھی بدتر ہے۔ واہ! واہ! کیا آنند آ رہا ہے۔ بڑے بڑے راجے مہاراجے جا بجا کھڑے ہیں۔ سب کا سر نیاز خم ہے۔ جگہ جگہ فوجی سلامی ہوتی جاتی ہے۔ اہل اجودھیا رتھ کے پہیوں کی خاک ماتھے پر مل رہے ہیں۔ شاہی آداب کا جواب ملنے سے دل میں کچھ اور ہی جوش عقیدت پیدا ہوتا ہے۔

کہاں تک ایک ایک بات لفظوں میں بیان کی جائے۔ حرفوں میں اظہار دماغی کی قدرت ہی نہیں۔ خلاصہ یہ کہ سری رامچندر جی کا رتھ تین ڈیوڑھیوں سے گزر گیا اب خود بدولت و اقبال رتھ سے اترے ہمراہیوں کو وہاں ٹھہرنے کا حکم ہوا۔ اور ذات مقدس نے تن تنہا راجہ دسرتھ کی قدم بوسی کا شرف حاصل کیا۔

سرگ ۱۸

کیکئی کا سری رامچندر جی سے اظہار مدعا اُن کا جوش سعادتمندی

سری رامچندر جی راجہ دسرتھ کی خدمت میں پہنچے۔ دیکھا کہ چہرے پہ ہوائیاں چھوٹ رہی ہیں منہ بالکل فق ہو رہا ہے۔ انہوں نے جا کر قدموں پہ سر رکھ دیا۔ اور کیکئی کو ڈنڈوت کر کے راجہ سے عرض کی۔

"رام حاضر ہے"۔

راجہ دسرتھ نے لاکھ چاہا کہ آنکھیں پھاڑ کر پیارے رامچندر کو دیکھیں مگر آنسوؤں کا تانتا

جوش ہوا کہ ضبط گریہ کے لئے آنکھیں بند کرلیں اور بدحواس ہو گئے۔ سری رامچندر جی یا تو خوش خوش آتے تھے یا دفعتہ یہ صورت حال دیکھ کر اُن کی جان اُڑ گئی۔ کہ یہ رنگت کیا ہے۔ پاؤں پہ سانپ کے چڑھ جانے سے انسان پہ جو حالت طاری ہو جاتی ہے۔ اُسی حالت کا نمونہ پیش نظر ہو گیا۔ راجہ دسرتھ کے مزاج کی بدمزگی سے اُن کا دل کھٹا ہو گیا۔ سمجھ گئے۔ کہ کوئی بات آپڑی ہے جس کے نباہ کی فکر نے طبع نازک کو صدمہ پہنچایا ہے۔ یا مجھ سے کوئی خطا سرزد ہوئی ہے ورنہ یہ خاموشی کیسی قبل میں جب کسی پر عتاب ہوتا تھا یا کچھ کبیدگی خاطر تو میرے دیکھتے ہی طبیعت بحال ہو جاتی تھی۔ نہ غصے کا نام ونشان رہتا تھا۔ نہ بدمزگی کے آثار۔ آج کیا ہے کہ آنکھ کھول کے بھی نہیں دیکھتے ڈنڈوت بھی قبول نہیں ہوتی۔ اس فکر میں ان کا دل نہایت ہی پریشان ہوا۔ طبیعت میں ازحد الجھن ہوئی۔ کیکئی جی سے بولے۔

ماتا جی۔ آج پتا جی خاموش کیوں ہیں جس جوش محبت سے یاد ہوئی۔ اس کا نام ونشان نہیں اتنی عمر میں آج پہلا وقت ہے۔ جب میں نے مہاراج کی یہ کیفیت دیکھی۔ ورنہ کیسے ہی غصے میں ہوں رنج میں ہوں فکر میں ہوں کبھی میری حاضری پر اظہار خوشنودی کے سوا اور کچھ نہ کرتے تھے۔ اُدھر صورت دیکھی ادھر آنکھیں پھڑک اُٹھیں۔ سچ فرمائیے گا۔ کیا مجھ ہی سے کوئی خطا سرزد ہوئی۔ بھرت اور سترگھن کی مفارقت کا رنج نہیں۔ ورنہ ازحال دشمنوں کی طبیعت میں کچھ نقص تو نہیں واقع ہو گیا۔ اگر میری کچھ خطا ہو تو ابھی جان دے دوں۔ عذر نہ کروں۔ انسان کا چولا بڑی خوش قسمتی سے ملتا ہے اس پیکر عنصری کو تمام طاقتیں حاصل ہیں۔ مٹی کا پتلا دل پر رکھے تو چاروں پدارتھ بلا منت غیرے حاصل کر لے صرف اطاعت والدین کو وہ قدر حاصل ہے کہ دوسرے کسی اور دھرم کو نصیب نہیں وہ بیٹا ناخلف ہے ننگ قوم ہے بے دھرم ہے۔ جو اپنے پتا کو دیوتا نہیں سمجھتا۔ جو والد کی نگاہ میں نہیں چلتا۔ جس کو اپنے ایسے سرچشمہ زندگی کی رضاجوئی منظور نہیں۔ جو اپنے باپ کا تابع فرمان نہیں۔ اس کو نرک سے نجات ناممکن۔ ماتا جی اس وقت تک پتا جی کی نظر عاطفت نہ ہوئی۔ قصور معاف کیجئے گا کہیں آپ نے تو کوئی بات مزاج اقدس کے خلاف نہیں کہہ دی جو بات ہو فرمائیے میرا دل گھبرا رہا ہے۔ مجھ سے دیکھا نہیں جاتا کہ میری آنکھوں کے سامنے طبع نازک ملول رہے۔

کیکئی:۔ بیٹا تم فکرمند نہ ہو۔ دل چھوٹا نہ کرو۔ نہ کوئی روگ ہے نہ بیماری نہ فکر ہے نہ ملال۔ نہ میں نے کچھ کہا نہ کسی نے دل دکھایا۔ ایک وقت کچھ قول ہارا تھا۔ اس کے نباہنے کو بغلیں جھانکنا پڑی ہیں۔ بس اور کچھ بات ہی نہیں۔ پر جب قول ہارنے بیٹھے تھے تب ہی کیوں انجام نہ سمجھ لیا۔ اب پچھتانے سے حاصل۔ خشکی میں ناؤ چلانے سے نتیجہ۔ یا قول پورا کریں۔ یا

زبان پلٹ دیں۔ کوئی کر ہی کیا لے گا۔ پیارے رام تم خود ہی انصاف کرو۔ سب بادی کی پہچان تو یہی ہے۔ کہ جو کہے وہی کر کے دکھاوے۔ قول و فعل میں فرق نہ ہو۔ مہاراج بڑے یک سخن اور راست گو کہلاتے ہیں مگر بات کو نباہنے سے جی چرانے کو ادھرم نہیں سمجھتے۔ میں خیر خواہ ہوں۔ لوک پرلوک دونو جگہ میرا ساتھ رہیگا۔ اسلئے نہیں چاہتی کہ مہاراج کے دھرم میں فرق آئے۔ میں دانستہ کنوئیں میں گرنے نہ دونگی۔ اول تو مہاراج خود ہی دھرم سے نہ ہٹیں گے دوسرے جب تک میرے جسم میں جان ہے ادھرم نہ کرنے دونگی۔ ابھی تک میں اکیلی تھی۔ ایشور کا ہزار ہزار شکر کہ اب تم بھی آگئے۔ اب میری جان میں جان آئی۔ کہ مہاراج دھرم سے نہ ہٹ سکیں گے۔ تمہارے سامنے حرفِ انکار نہ نکل سکیگا۔

رامچندر جی :۔ ماتا جی آپ دھنیہ ہیں بے شک پتا جی جو زبان دے چکے وہ پتھر کی لکیر ہے میں خوش ہوں کہ آپ کو دھرم کا اتنا لحاظ ہے مگر یہ تو فرمایئے کہ بات کیا ہے۔ ذرا میں بھی تو دل سے سنو میرے لائق جو کام ہوگا۔ میں اس سے کبھی نہ دریغ کروں گا۔

کیکئی :۔ شاباش بیٹا شاباش۔ عمرت دراز۔ اولاد ہو تو ایسی۔ لختِ جگر ہو تو تم ایسا سعادتمند مگر پیارے میں تم سے کیا کہوں۔ مجھے خیال رہتا ہے کہ بات نہ جانے پائے۔ جو کہدوں وہ ہو ضرور۔

رامچندر جی :۔ آپ میری طرف سے اطمینان رکھیں۔ جس بات سے پتا جی کو انکار ہوگا۔ وہ حتی الامکان میں پوری کر دوں گا۔ کبھی فرق نہ ہوگا۔

کیکئی :۔ پیارے تم ابھی بچے ہو۔ دیکھو مہاراج عمر بھر دھرم کرتے رہے کوئی بات آج تک دھرم کے خلاف نہ کی۔ آج بڑھاپے میں نہ جانے کیا ہوگیا۔ کہ قول سے پھر جاتے ہیں۔ جب بڑے بوڑھوں کا یہ حال ہو تو تم ایسے دودھ پیتے بچوں کا کیا ٹھکانہ اسی سے کچھ کہنا نہیں چاہتی۔

رامچندر جی :۔ نہیں نہیں۔ آپ کو اپنے رام کی قسم فرما دیجئے۔ کیا بات ہے۔

کیکئی :۔ اچھا کہتی ہوں پہلے یہ قسم کھاؤ۔ کہ جو بات تمہارے اختیار میں ہوگی۔ اس سے گریز تو نہ کروگے۔

رامچندر جی :۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ آپ کو میری زبان کا اعتبار نہیں قسم کھلاتی ہو۔ ابھی پتا جی فرمادیں تو پانی میں جان دے دوں۔ جلتی آگ میں پھاند جاؤں۔ میرے پتا جی اگر کچھ وعدہ کر چکے ہیں۔ تو ضرور نباہینگے ساتھ ہی میں قسم کھاتا ہوں کہ جو آپ کی خواہش ہوگی۔ بلا تامل پوری کر دوں گا۔ فرق ہو تو گنہگار۔

کیکئی :۔ شاباش آفرین۔ لائق بیٹوں کو ایسی ہی سعادت چاہیئے۔ اچھے پیارے سنو۔ ایک

مرتبہ دیوتاؤں اور راچھسوں کی لڑائی میں مہاراج سمنت زخمی ہوگئے۔ قریب تھا کہ راکشش ہلاک پر سُلادیں۔ میں نے اُس وقت جان پر کھیل کر جان بچائی۔ جس پر مہاراج نے دو بر دان دیئے چنانچہ میں وہی پورے کرانا چاہتی ہوں۔

رامچندرجی :۔ کیا آپ خواہش رکھتی ہیں۔ یہ بھی تو فرمایئے۔

کیکئی :۔ بس یہی کہ راج سنگھاسن بھرت کو ملے اور تم چودہ برس بن باس کرو۔ بھرت لائق ہیں۔ اِن کے عہدِ حکومت میں راج کی رونق اچھی رہے گی۔ اطمینان رکھنا فقط اتنی سی بات ہے جس کے لئے مہاراج دھرم کو طاق پر رکھے دیتے ہیں۔ تمہارا فرض ہے کہ ان کو دھرم کے راستے پر لگاؤ۔

کیکئی کے الفاظ وہ تھے جن میں چھریاں ہی چھریاں بھری تھیں۔ دوسرا ہوتا تو نہ جانے کتنا بُرا مانتا مگر یہیں رامچندرجی مسکرا مسکرا سنتے رہے۔ چہرے پر ذرا میل نہ تھا۔ راجہ دسرتھ سب سُن رہے تھے ان کے دل پر گہن کی چوٹیں پڑ رہی تھیں۔ بولنا چاہتے تھے مگر مُنہ سے آواز نہ نکلتی تھی۔ ضعف گلا پکڑے ہوئے تھا۔

سرگ ۱۹

شری رامچندرجی کا کیکئی کی رضا جوئی کے خیال سے صحرا نوردی کا تہیہ۔ جشن تاجپوشی کی برہمی۔ کوشلیا جی کی خدمت میں روانگی۔

شری رامچندرجی نے کیکئی کی باتوں کو اس انداز سے سُنا کہ گویا کچھ بات نہ تھی۔ جس کے جانے نکل آئے بتیسی کھل گئی اور زبان سے فرمایا :۔

بس ماتا جی اتنے کے لئے یہ بکھیڑا۔ اب آپ کے فرمانے کی ضرورت نہیں۔ آپ اطمینان رکھیں سمجھ لیں کہ بن کی تیاری ہو گئی۔ مگر مجھے آج عجیب حیرت ہے۔ یا تو ہر فکر ہر اندیشہ ہر کاہش نزدد کے موقع پر پتاجی مجھے دیکھ کر خوش ہو جاتے تھے۔ آج کیا ہو گیا۔ کہ آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتے سر بسر دلگو ہیں۔ زبان خاموش ہے۔ پھر سکوت کی وجہ معلوم نہیں ہوتی۔ ماتا جی آپ کا جو حکم ہو چکا وہ اب اٹل ہے رامچندر کی زندگی پر تین حرف۔ اگر فوراً تعمیل ارشاد نہ کرے۔ خواہ پتاجی مانع ہوں یا درج ہوں۔ سدراہ ہوں۔ لیکن آپ ایسی ماتا کے حکم کو بھی ان کے ارشاد سے زیادہ واجب التعظیم سمجھوں گا۔ میری اطاعتگذاری میں مجھے بھی دھرم کی برکتیں حاصل ہوں گی۔ آپ اد

پتاجی بھی اپنے اپنے دھرم سے مطمئن اور سبکدوش ہوں گے۔ اِس وقت مجھے کچھ خیال ہے۔
تو اس بات کا کہ پتاجی کی آنکھوں سے آنسو کیوں بہہ رہے ہیں۔ آپ سمجھائیں کہ رامچندر قول پورا
کرنے کو حاضر ہے۔ افسوس کہ بھرت جی یہاں نہیں۔ ورنہ میں اپنے ہاتھ سے اُن کے سر پر تاج رکھ
دیتا خواہ پتاجی ناراض بھی ہوتے۔ آپ جلد اُن کو بلائیں۔ سب راج پاٹ اُن کا ہے۔ مجھے کچھ واسطہ
نہیں۔ مجھے اب اپنے قدموں سے رخصت سمجھئے۔ اگر میں نے آپ ایسی ماتا کی رضاجوئی نہ کی۔ تو
جنم اکارتھ۔

کیکئی یا تو روٹھی بیٹھی تھی رہ رہ کر راجہ دسرتھ پر غصہ آتا تھا۔ ہٹ پر ہٹ کرتی تھی۔
یا اب نہال ہو گئی۔ رامچندر کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرا۔ شاباش دی۔ کہا بیٹا تو پھر دیر نہ کرو۔ مہاراج
کے چرن چھوؤ اور بن کی سیر کر آؤ۔ تمہاری لیاقت سے میں بہت خوش ہوئی۔ ساعت اچھی
مہورت اچھی ہے۔ پردیس جانے کے لئے اس سے اچھا موقع مشکل سے ملیگا۔ اور بادھا ہو جائے
گی۔ اگر تم چاہو کہ مہاراج اپنے منہ سے بن جانے کو کہہ دیں۔ یہ کبھی ممکن نہیں۔ اِسی سے منہ میں
گھنگھنیاں بھرے پڑے ہیں۔ اور جس وقت تک تم یہاں ہو۔ تب تک ہٹ پن کرتے رہیں گے۔
ایسی ہی نخرہ ہے کہ نہ کچھ کھائیں گے نہ پئیں گے۔ یہ کیوں اس لئے کہ تم موجود ہو۔ تم سعادتمند ہو اسی
سے یہی بہتر ہے کہ آنکھوں سے اوٹ ہو جاؤ۔ اسپ صبا رفتار پر آسن جماؤ۔ اور گھوڑا اڑاتے
اہل دنیا پر ثابت کر دو کہ سعادتمند ایسے ہوتے ہیں۔

سری رامچندر جی:- ماتا جی آپ کو جس قدر عجلت منظور ہے۔ میں اس سے پیشتر روانگی
کے لئے کمربستہ ہوں۔ دنیا ادھر کی اُدھر ہو جائے۔ سورج پورب سے پچھم میں طلوع ہو مگر آپ
کا رام پتاجی کا پرن پورا کریگا۔ آپ کی مرضی کو پتاجی کی خواہش پر بھی ترجیح دے گا۔ پتا کے
حکم کی مجھے کوئی ضرورت نہیں۔ صرف آپ کا فرمانا ہی میرے لئے بہت ہے۔ صرف چاہتا ہوں کہ پتاجی
ایک نظر دیکھ لیں۔ آپ مطلق خیال نہ کریں۔ کہ رام بات کا دھنی نہیں۔ میں جس حیثیت سے
آیا ہوں۔ وہ منہ سے بول رہی ہے۔ کہ رام آپ کے قدم دیکھنے نہیں آیا بلکہ بن کے لئے رخصت
حاصل کرنے کو میرے قدم تو اسی جگہ سے بن کا راستہ لیتے۔ مگر میرا فرض ہے کہ ماتا کو منا سکے بھی تو
چھوڑوں کیونکہ آپ کی طرح اُن کو بھی مجھ پر حق حاصل ہے۔ البتہ مجھ کو علم نہیں کھڑا ہوں اور
وہ شاکی ہوں۔ کہ ماتا کیکئی کو تو ماتا سمجھا اور میری ماتا کا کچھ خیال نہ کیا۔ ذرا آپ کی طرح
کو بھی ڈھارس دینا ہے کہ گھبرائیے نہیں۔ چودہ برس پل مارتے کٹ جائیں گے۔ آپ سب کی
اطاعتگذاری اور فرمانبرداری سے جی بہلانے میں اتنے دن گذار دینا کوئی بات نہیں۔ اچھا تو میں
قدم چھوتا ہوں۔ اشیرباد دیجئے۔

رامچندر جی نے یہ کہہ کر جونہی مہاراج کے قدموں پہ سر رکھ کر یہ الفاظ کہے کہ پتا جی! آپ کا برن پورا ہو گیا۔ میں چودہ برس کے بعد پھر انہیں قدموں کے درشن کرونگا۔ آپ سا خوش نصیب دنیا میں کون ہوگا۔ جس کی پرتگیا میں کبھی فرق نہ آیا۔ میرے اہو بھاگ نہ ہے نصیب کہ کاشانہ دولت کی خاک پہ لوٹ لوٹ کر آج اس لائق ہؤا کہ ماتا کیکئی مجھے یہ شرف عطا فرماتی ہیں۔

راجہ دسرتھ پھوٹ پھوٹ کر رو دیئے۔ آنسوؤں کا ایک سیلاب تھا۔ جو رو کے نہ رکتا تھا۔ سری رامچندر جی ماتھے سے تلک لگا کر ماتا کیکئی کے چرنوں پہ سر جھکا کر وہاں سے رخصت ہوئے راجہ دسرتھ کی دردناک چیخیں دور دور تک آتی رہیں۔ محل میں سرگوشیاں ہونے لگیں کہ صورت معاملہ یہ ہے۔ لکشمن جی منتظر تھے۔ ان کو بھی پل پل کی خبر لگ رہی تھی۔ جونہی رامچندر جی کی صورت دیکھی رو دیئے۔ قدموں سے لپٹ گئے۔ رامچندر جی نے چھاتی سے لگایا۔ آنسو پونچھے اور ہاتھ میں ہاتھ لے کر کوشلیا جی کے رنواس کی طرف رُخ کیا۔

اس وقت سری رامچندر جی کے تیور حالانکہ وہی تھے مگر نہیں پھر بھی فرق تھا۔ فرق بھی وہ جو چاند کے گہنانے سے نہیں بلکہ بدلی میں چھپ جانے سے پیش نظر ہوتا ہے۔ عام نگاہوں میں یہ فرق محسوس ضرور ہوتا تھا۔ لیکن ضمیر صادق سمجھ رہے تھے۔ کہ کیا بات ہے۔ سری رامچندر جی کے برآمد ہوتے ہی چتر بردار چتر لئے کر دوڑا۔ آپ نے فوراً روکا اور کہا بن باسیوں کو شاہی ٹھاٹھ باٹ سے کیا کام۔ اسی کے ساتھ اشارا ہؤا۔ سب سامان راج تلک ملتوی کئے جائیں ہر ایک کے لئے حکم ہؤا۔ کہ گھروں میں چین کریں۔ جشن موقوف ہے۔ یہ کہتے ہوئے کوشلیا کے رنواس میں تشریف لے گئے۔ لکشمن کو فرمائش ہوئی۔ کہ آنسو نہ ڈالو۔ حرارت کا موقعہ نہیں۔ فضولیات کی ضرورت کیا۔ لکشمن جی اطاعت گذار تھے۔ جوش غضب روکا۔ رومال سے آنسو پونچھے۔ اور سری رامچندر جی ہنستے مسکراتے کوشلیا کے قدمبوس ہوئے۔

سرگ ۲۰

شری رامچندر جی کی کوشلیا کے پاس آمد کوشلیا جی کی گریہ وزاری

جس وقت سری رامچندر جی کیکئی کے کرپ بھون سے برآمد ہوئے۔ تمام رنواس میں کہرام مچ گیا۔ ہر آنکھ سے آنسو امنڈ رہے تھے۔ ہر ایک کا کلیجہ تڑپ رہا تھا۔ ہر زبان پر یہی الفاظ تھے۔ کہ

ہائے راجہ دسرتھ ایسے دھرماتما ایسے پابند وضع شرم نہ آئی۔ کہ اتنا ڈھنڈورا پٹواکر بھی رنگ میں بھنگ کر دیا۔ رامچندر ایسا لائق ہونہار شائستہ فرمانبردار بہمہ صفت موصوف اور ہر دلعزیز بیٹا ایشور سب کو دے ایسے بیٹے کے ساتھ یہ بد سلوکی اور وہ کیکئی کے پاس خاطر سے افسوس مہاراج کا خون کیسا سفید ہوگیا۔ آنکھوں کا پانی کسطرح مر گیا۔ نہ محبت نہ مروت نہ چار آنکھوں کی شرم راجہ دسرتھ کی حالت یوں ہی غیر تھی۔ ہر طرف سے شور وبکا کی آواز سنکر ان کو زندگی اور بھی حرام ہوگئی۔ وہ مناتے تھے کہ گھڑی بھر کی اور زندگی ہو تو اسی وقت دم نکل جائے چیخ چیخ کر رونا چاہتے تھے۔ اٹھ اٹھ کر سر دھننے کی جرأت ہوتی تھی۔ مگر نہ اٹھا جاتا تھا۔ نہ منہ سے آواز نکلتی تھی۔ نہ کسی سے دل کی کہہ سکتے تھے نہ سننے کی طاقت تھی۔

ادھر رامچندر جی نے جشنِ تاجپوشی کا انتظام موقوف کرکے ماتا کوشلیا کے محل میں قدم رکھا تو مہارانی کو بڑے آنند میں پایا۔ برہمن وید پاٹھ کر رہے تھے۔ ہون ہو رہا تھا خود مصلے فرائض پرستش میں مصروف تھی۔ زبان پر دعائیں تھیں کہ رامچندر کی عمر دراز ہو۔ اکھنڈ راج ہو۔ آفتاب سے زمین پر نور برسائے۔ برق شمشیر کے سامنے کسی کی آنکھ نہ ٹھہرے رامچندر جی کے پہنچتے ہی جے جے کار کا شور بلند ہوگیا۔ ہر طرف سے مبارک سلامت کی آواز آنے لگی۔ کوشلیا نے صورت دیکھی تو منہ میں ستارے سے چھٹک گئے۔ انار کے دانوں نے جوش خوشی کا اظہار کیا۔ پوجا سے فراغت پاکر رامچندر جی کو کلیجے سے لگانے کے لئے اس طرح لپکیں جسطرح گائے بچھڑے کے جوش محبت سے بے قرار ہوکر دوڑتی ہے۔ وہ آئیں سر پہ ہاتھ پھیرا اور بولیں جگر پیوند! تمہارے بزرگ بڑے نامور پرتاپی گذرے ہیں۔ میری دعا ہے کہ تم سب کے فخر اور قوم کے سرتاج کہلاؤ۔ میں بھی کل سے برت رکھے ہوں اور تم بھی نراہار ہو۔ آؤ کچھ پرشاد چکھ لیں۔ یہ آسن بچھا ہے بیٹھو میں کچھ پانی ملانے کے لئے ابھی لائی۔

سری رامچندر جی جس غرض سے تشریف لائے تھے۔ ان کا دہرانا فضول ہے اب انکو یہ خلجان ہوا۔ کہ کسطرح ماتا کوشلیا سے بن باس کا ذکر کریں۔ انہوں نے آسن کو ہاتھ لگا کر کہا کہ

ماتا جی اس آسن پہ بیٹھنے کے لائق نہیں۔ میرا آسن آج سے اور ہے۔ مہاراج نے مجھ پہ بڑی مہربانی کی۔ ماتا کیکئی کا شکریہ کس طرح سے ادا کروں انہوں نے وہ شرف عطا کیا ہے کہ آپ سنکر زیادہ خوش ہوں گی۔ شہروں میں آبادی کم ہوتی ہے۔ اس لئے یہاں کا راج تو بھرت کے نامزد ہوا۔ جنگلوں کی وسعت بہت ہوتی ہے۔ اس لئے میری بزرگی کے لحاظ سے مجھے وہاں کی بادشاہت عطا ہوئی۔ چونکہ ساعت سعید ہے مہورت عمدہ اس لئے میں آپ سے

رخصت مانگنے حاضر ہوا ہوں۔ اجازت دیجئے کہ میں نیا دانہ پانی کروں۔ آج سے جنگل کے کند مول پھل ہوں گے۔ اور پہاڑوں کے جھرنوں کا پانی ہوگا۔ اور میری پیاس صرف چودہ برس کا معاملہ ہے۔ آپ اتنے دن صبر کریں۔ پھر یہی قدم ہوں گے اور میں۔ بیشک آپ کو آپ کی بہو کو اور لکشمن جی کو جدائی بہت شاق ہوگی۔ مگر چند روز کے واسطے طبیعت پریشان کرنا محض بے فائدہ ہے۔ ذرا سا صبر غم غلط کرتا رہے گا۔

کوشلیا جی نے جونہی یہ زلزلہ پا دینے والے الفاظ سُنے اس طرح زمین پر گر پڑیں جس طرح کوئی کیلے کو کاٹ کر زمین پر پھینک دے۔ اُس کو غش آگیا۔ پتلیاں نیچے اوپر ہونے لگیں۔ رامچندر جی نے جھپٹ کر اُٹھا لیا۔ بدن کی گرد ہاتھ سے پونچھی۔ لخلخہ سنگھایا۔ کیوڑہ گلاب چھڑکا۔ تھوڑی دیر میں اُن کو ہوش آیا تو زبان سے یہ الفاظ نکلتے سُنائی دیئے۔

پیارے رامچندر بیٹے کی پیدائش کے وقت ماں کو جو تکلیف ہوتی ہے۔ وہ اُسی کا دل جانتا ہے۔ مجھے تمہاری ولادت کے وقت دردِ زہ کی جو تکلیف محسوس نہ ہوئی تھی اُس سے ستگنی تکلیف زیادہ مجھے تمہارے اِن لفظوں نے دی۔ ہائے یہ دنیا اور اسکی مکاریاں۔ بانجھ عورتوں کی زندگی لاولدی کے غم میں حرام رہتی ہے۔ جس کو ایشور اولاد دیتا ہے۔ اُسکو اِس طرح کی مصیبتیں جس کے دو چار بیٹے ہوں۔ اُس کو خیر چھاتی پر پتھر رکھ لینے سے صبر ہوتا ہے کہ چلو دوسرا بیٹا تو دل بہلانے کو ہے۔ میں بدنصیب کیا کروں۔ کیونکر زندگی قائم رکھ سکوں گی جس کو صرف تمہارے ہی دم سے زندگی کی آس ہے۔ تمام عمر اولاد کے غم میں بسر ہوئی۔ زندگی طرح طرح کے رنج و الم میں کٹی۔ اب دیوی دیوتاؤں کو مناتے مناتے تمہاری بدولت کچھ سُکھ ملا تھا۔ وہ بھی اِس وقت خواب و خیال ہو گیا۔ لختِ جگر جب سے میری شادی ہوئی۔ مجھ پر جو گزری کیا کہوں۔ مہاراج کبھی سیدھے منہ نہ بولے ہر وقت ٹیڑھے ہی رہتے۔ پہلے بے اولادی کا کلنک لگا۔ مہاراج نے اور شادیاں کیں۔ جو رانی اُس میں آئی اُس نے یہی رونا رویا کہ کوشلیا کا سایہ پڑنے سے اولاد نہ ہوئی۔ ہر معاملے میں یہی مضمون صادق تھا۔

عدو مدام عداوت سے کام لیتے ہیں
قصور کوئی کرے میرا نام لیتے ہیں!

پہلے میرے خطابات نہ جانے کیا کیا تھے۔ جو جس کی زبان میں آتا تھا کہدیا کرتا تھا۔ جب سے تمہارا منہ دیکھنا نصیب ہوا تب سے سب باتیں گئیں۔ لوگ بانجھ سے ستی کہنے لگے۔ میں جان گئی کہ میری سرنوشت میں راحت و عشرت نہیں۔ زندگی کا مآل یہ ہے۔ کہ کبھی رنج و غم سے نجات نہ ہو۔ تم خود جانتے ہو کہ اب بھی میں مہاراج کی نظر سے گری ہی ہوں۔ جو کچھ خاطر ہے وہ کیکئی کی مگر

مجھے اب پرواہ نہ تھی۔ تمہارا ایسا لائق اور فرمانبردار بیٹا ایشور نے دیا تھا۔

اب تم مجھے چھوڑ جاؤ گے تو میری زندگی کی کیا صورت ہے۔ مجبوراً جسم سے جان نکالنا پڑیگی کیکئی جس طرح چاہے گی مٹی خراب کرے گی۔ لونڈیوں سے بدتر سمجھیگی۔ راجہ بھی اسی کے اشارے میں چلیں گے۔ میرا کوئی بھی پرسان حال نہ ہوگا۔ پیارے رامچندر جو دنیا میں صاحب اولاد ہو۔ صاحب مال و دولت ہو۔ اسی کی سب قدر و منزلت کرتے ہیں۔ بے اولاد اور نادار کو کوئی نہیں پوچھتا۔ کہ کس کمبخت کی مولی ہے۔ پس جب تم بن میں جاؤ گے۔ سب راج پاٹ پرائے قبضہ میں چلا جائیگا۔ تو میری کیا کچھ دردشا نہ ہوگی۔ کیکئی تو اٹھتے بیٹھتے کلیجے میں نشتر چبھویا کرے گی۔ ایک دو دن ہوتے تو خیر پتھر کا کلیجہ کر لیتی یہ چودہ برس کیسے بسر ہوں گے۔

ہائے ری قسمت۔ ایسی پھوٹی تقدیر میرے سوا اور کس کی ہوگی۔ کہ کہاں تو راج تلک کی خوشی کہاں یہ جلاوطنی کا صدمہ۔ اُف! مقدر تجھ سے ایشور سمجھے بڑا دھوکا دیا۔ ہائے یہ بڑھاپا۔ کلیجے کے ٹکڑے کی یہ جدائی کیکئی کا یہ ستیاناس۔ چودہ برس کا یہ فاصلہ۔ او بے حیا زندگی جان چھوڑ دے بس معاف کر۔ یتی تیری رفاقت سے باز آئی۔ او روح جسم سے جان نکل جا۔ اے جان اب پنڈ چھوڑ دے۔ تیری بے غیرتی کا خوب پھل پایا۔

افسوس ساری عمر بھر کی پوجا پاٹ اکارتھ ہو گئی۔ دان پن مٹی میں مل گئے۔ او! کلیجے ٹکڑے ٹکڑے اڑ جا۔ او قلب پسلیاں توڑ کر باہر نکل۔ دریا کے سیلاب سے زمین شق ہو جاتی ہے۔ بجلی سے طبقۂ خاک کے پرخچے اڑ جاتے ہیں۔ اے قلب! اے جگر! اُف ری تمہاری مضبوطی۔ آنکھوں کے طوفان اور طبیعت کی بیقراری کا کچھ بھی اثر نہیں ہوتا۔ اے رامچندر میں وہ بدنصیب ہوں کہ زمین بھی جگہ نہیں دیتی۔ نرک کی آگ کیوں قبول کرنے لگی۔ آہ کیا کروں ادسر بنجر میں تخم ریزی میں شاید کچھ نتیجہ مل سکتا۔ مگر بدقسمتی نے زندگی بھر کا کیا دھرا خاک میں ملا دیا۔ بس معلوم ہو گیا کہ زندگی کے دن پورے ہو گئے۔ بغیر جان دیئے مفر نہیں۔ زندگی چاہتے ہو تو ساتھ لے چلو یہاں میں کس کو دیکھ کر جیوں گی۔ میرے تو تھپڑ سیدھے ہو جائیں گے۔ جان نکلیگی تو پھڑک پھڑک کر یہ کہہ کر کوشلیا نے دونوں ہاتھ سے منہ پیٹ لیا اور چلا چلا کر رونے لگیں۔

سرگ ۲۱

لکشمن جی کا جوش غضب کوشلیا جی کی بیقراری شری رامچندر جی کا عزم مستقل

مہارانی کوشلیا کے غمناک بَین سُن کر لکشمن جی کا دل بھر آیا۔ رامچندر جی تو ضبط سے کام لے رہے تھے۔ معلوم ہی نہ ہوتا تھا۔ کہ ان کو صحرا نوردی سے نام کو بھی ملال ہے۔ مگر لکشمن جی کے دل پر سخت چوٹ تھی۔ وہ آکر کوشلیا جی کے قدموں پر گر پڑے اور بولے

ماتا جی! صرف آپ کے اشارے کا انتظار ہے۔ آپ کی مرضی ہو تو کس کی مجال ہے۔ کہ بھائی صاحب کو کوئی بن میں بھیج سکے۔ میں کچھ پرواہ نہیں کرتا عاقبت خراب ہو گی یا لوگ بے سعادتی کا الزام لگائیں گے۔ اگر پتا جی کا بھی یہی منشا ہو تو میں نظر انداز کرنے کو خلاف ادب نہ خیال کروں گا۔ میں شاستر جانتا ہوں۔ شاستر کاروں نے یہاں تک لکھ دیا ہے۔ کہ اگر کسی کا باپ خواہشات نفسانی سے اندھا ہو کر عورت کا رضا جو ہو۔ تو اس کی بات کا کچھ اعتبار نہیں۔ ہمارے پتا جی بھی اُسی زن مریدی سے تریا چرتر کے سبز باغ میں پھنس گئے ہیں۔ پس ان کی بات کا سر پیر ہی کیا اُس کو بھی جانے دیجیے۔ اب اُن کا سن بھی وہ ہے جس میں عقل و حواس ٹھکانے نہیں رہتے۔ بڑھاپے اور بچپن میں کچھ فرق نہیں رہتا۔ اس عمر میں بچے اور بوڑھے کی باتیں ایک سی ہو جاتی ہیں۔ اس لئے میں خیال کرتا ہوں۔ کہ پتا جی کی عقل سٹھیا گئی۔ اُن کے قول و فعل کا کچھ اعتبار نہیں۔

جس شخص کو دھرم سے لگاؤ نہیں۔ جو والدین کا فرمانبردار و اطاعت گذار نہیں جس میں راستی و صداقت کا نام نہیں۔ جو ہوائے نفسانی سے مغلوب ہے۔ اس کو راج دینا مزید ادھرم ہے۔ ہمارے برادر معظم تمام نقصوں سے پاک ہیں۔ کوئی کسی بات پر حرف نہیں رکھ سکتا عام نگاہوں میں جو دیوتا سمجھا جائے۔ جس کو خاص و عام دنیا کا سرتاج سمجھیں۔ اُس کو ہمارے پتا جی تخت حکومت سے محروم اور روانۂ صحرا کر کے دھرم کو کلنک اور رگھوبنس کی نیک نامی کو داغ لگائیں۔ یہ مجھے کبھی گوارا نہیں۔ پتا جی راج پاٹ سے لے کر پیدا نہیں ہوئے۔ یہ ہمارے بزرگوں کی کمائی ہے۔ اس کے حقدار اس وقت سری رامچندر جی ہیں۔ اور کوئی نہیں۔ اگر پتا جی حق رسانی سے معذور ہیں تو باشد۔ شاستر کے رو سے میں سری رامچندر جی سے درخواست کرتا ہوں۔ کہ وہ بے تکلف پتا جی کو قتل کر دیں۔ اگر کوئی الزام رکھے تو میں ذمہ دار ہی نہیں بلکہ ہر وقت میرے تیر و کمان ان لوگوں کا سر کچلتے رہیں گے۔ جن کو ذرا بھی سرتابی کی جرات نہ ہو گی۔ مجال کیا جو منہ سے کوئی خلاف حرف نکال سکے۔ یا کچھ چون و چرا کرے۔

میرے سامنے آپ کے اقبال سے کوئی آنکھ اُٹھا نہیں سکتا۔ سامنا کرے تو اسی وقت منہ کی کھائے جس کی زبان سے نکلے کہ رامچندر راج جہانبانی کے لائق نہیں۔ اُس کا گلا گھونٹ دوں۔ کلیجہ چیر ڈالوں۔ یہ کیا تمام دنیا بھی ایک طرف ہو جائے۔ تو بے مارے نہ چھوڑوں۔ اکیلا

صاحب رامچندر جی آپ کی سدھائی سے ساری خرابیاں ہیں۔ آپ ذرا اکڑ کے پڑ جائیں۔ تو دیکھوں بن میں بھیجنے کے لئے کس کے منہ میں دانت ہیں۔ میں ابھی زبان تیر سے چھید دوں۔ تیر کی گانسی حلق ہی میں ہو۔ پتا جی صرف کیکئی کے پاس خاطر سے خون سفید کرتے ہیں تو بس ادب و لحاظ کو ڈالئے چولھے بھاڑ میں۔ چاہے قید میں جھونکئے چاہے شربت مرگ پلا دیجئے۔ آپ پر کوئی انگلی نہیں اٹھا سکتا۔ لکشمن جی کا یہ جوش غضب کسی بے ادبی کے خیال سے نہ تھا۔ بلکہ اہل دنیا کو راہ راست دکھانے کے لئے وہ ادھرم کو دھرم بنانا چاہتے تھے۔ بات میں بات پیدا کر کے سب کو سبق دیتے تھے۔ کہ حالانکہ شاستر کی ہدایت یہ ہے۔ ان کو ہر بات کا اختیار حاصل تھا۔ مگر پھر ایک سعادت کا اصول ایسا تھا جس کے آگے سر جھکانا ہر انسان پر فرض ہے۔ لکشمن جی کی آتش غضب بدستور شعلہ زن تھی۔ وہ کہتے تھے۔ کہ پتا جی کی بساط اور کائنات ہی کیا ہے میرے اور سری رامچندر کے ہوتے ان پر یہی مثل صادق آتی ہے کہ

دریا میں رہیں کریں مگر مچھ سے بیر

بھرت میں دم ہی کیا ہے جو راج سنگھاسن پر قدم رکھ سکیں۔ میں کسی کا مخالف نہیں۔ پتا جی میرے پرمیشور۔ بھرت جی میرے بھائی۔ کیکئی جی میری ماتا۔ مجھے ان کے خلاف کہنے کی جرأت نہیں۔ لیکن جب دھرم کے خلاف معاملات پیش آئیں۔ تو میں بھی اپنے دھرم سے دست بردار نہیں ہو سکتا۔ خواہ اس میں کچھ ہو۔ ماتا کوشلیا جی بڑتا ہیں۔ ان کو ناگوار ہوگا کہ لکشمن کل کا چھوکرا چھوٹے منہ سے بڑی بات کرتا ہے۔ مہاراج کی شان میں ایسی گستاخیاں۔ منہ میں لگام ہی نہیں۔ مگر ماتا جی یقین رکھیں کہ میں دھرم کی راہ سے قدم نہیں ہٹاتا۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں۔ کہ اگر بھائی صاحب ذرا بھی تیوریاں ہلا دیں۔ تو سمندر میں پھاند پڑوں۔ آگ کے الاؤ میں جل جاؤں۔ میرا نفس مطلب صرف یہ ہے کہ اگر بھائی صاحب بن باس اختیار کریں گے۔ تو مجھے بھی اجودھیا سے کچھ واسطہ نہ رہیگا۔ میں اسی وقت اپنی زندگی کو زندگی سمجھوں گا۔ جب قدموں کی رفاقت نصیب رہے گی۔ مجھے ایکدم کی جدائی گوارا نہیں۔ ماتا جی آپ کی ذرا بھی جنبش نظر ہو جائے تو میں سارا جھنجھٹ ابھی دور کر دوں۔ فساد کی جڑ اکھاڑ کر دکھا دوں۔ کہ آپ کے ذرا سے اشارے میں کیا قدرت ہے۔ جسطرح سورج کی روشنی سے تمام جہان کی تاریکی کافور ہو جاتی ہے۔ اسی طرح سارا غم ابھی کالعدم ہو جائے۔ نہ راجہ دسرتھ ہوں نہ کیکئی اور نہ بھرت۔ کیسا سرداں۔ کیسی پابندی قول۔ کیسا بن باس۔ کیسی جلاوطنی۔

کوشلیا جی روتی ہوئی بولیں لکشمن تمہارا غصہ ٹھیک ہے۔ مگر طبیعت کو روکو۔ رامچندر تمہارے بڑے بھائی ہیں۔ ان کی رضا کے بغیر تمہیں کوئی بات کرنا مناسب نہیں۔ تم مہاراج کو حکم

نہ کرو۔ جہاں تک میں سمجھتی ہوں۔ انہوں نے کبھی رام کا بن باس منظور نہ کیا ہوگا۔ سارا دوش کیکئی کا بویا ہوا ہے۔ پیارے رامچندر اگر مہاراج نے خلاف دلی تجویز کی ہے۔ تو میرا منہ نہیں۔ کہ کوئی حرف نکالوں۔ وہ خواہ خوش ہوں یا ناخوش۔ بہرحال میرے پرمیشور ہیں۔ اب یہی کیکئی اگر اس نے بن باس کی تجویز پسند کی ہے۔ تو بس ماں وہ گولی۔ تم میرے بیٹے ہو۔ کیکئی نے پیٹ سے پیدا نہیں کیا۔ بس تمہارا فرض ہے کہ میرا کہنا مانو۔ میرے ارشاد پر چلو۔ شوق سے یہیں رہو۔ میرا کلیجہ ٹھنڈا کرو۔ تمہارا کوئی کچھ نہیں کرسکتا۔ تمہیں کچھ تکلیف ہو تو لو میں ایک نظیر سناتی ہوں۔

برہما کے بیٹوں نے پتا کے حکم سے تپسیا اور تیرتھ کا عزم کیا۔ اور سب تو چلے گئے صرف کیشب رہ گیا۔ اس نے برہما جی کے حکم کی تعمیل نہ کی۔ وجہ یہ کہ اُس نے اپنی ماتا کی خدمت گذاری کو اپنے لئے سرمایہ سعادت سمجھا تھا۔ کشیب نے ماتا کی خوب خدمت کی۔ اس کا پھل یہ ملا کہ برہم لوک میں زندگی جاوید پائی۔ وہ اعزاز ملا جو اور بھائیوں کو نصیب نہ ہوا۔ یہ نظیر اس بات کے لئے کافی ہے کہ باپ کے مقابلے میں ماں کے حقوق زیادہ ہیں۔ باپ کی خدمت سے ماں کی خدمت زیادہ عظمت کا باعث ہے۔ دھرم شاستر بھی پتا سے ماتا کے حقوق دس گنا زیادہ حوالہ قلم کرتا ہے۔ پس اے رامچندر! اب سوچ کہ میرا حق زیادہ ہے یا مہاراج کا۔ اگر دھرم کا منشاء مدنظر ہے تو بس میرے حکم پر چلو۔ بن کا خیال چھوڑ دو۔ بالفرض صحرا نوردی ہی منظور رہو۔ تو خیر کچھ مضائقہ نہیں۔ شوق سے جاؤ مگر میں ساتھ چلوں گی۔ اکیلے نہ جانے دونگی۔ تمہارے بغیر میری زندگی محال ہے۔ اگر تم چھوڑ گئے اور میری جان پہ گذری تو تم کو مفت کی ہتیا ہوگی۔ مجھے بن میں لے چلنے سے ہچکچانا محض فضول ہے۔ میں دنیا کی نعمتوں سے خوب سیر ہو چکی۔ کسی چیز کی ہوس نہیں۔ تم بن میں پھل کھاؤ گے میں گھاس پھوس کو چھپن بھوگ سمجھونگی۔ میں نے سمجھا کہ دانہ پانی چھوڑ دیا۔ اب زندگی کی کوئی سبیل نہیں۔ میری جان جانے سے پرتم سچ کہتی ہوں۔ کہ تمہیں نرک بھوگنا پڑے گا۔ میری روح وہاں بھی چین سے نہ رہ سکیگی۔

کوشلیا جی کی گریہ زاری دیکھی نہ جاتی تھی۔ رامچندر جی عجب مخمصے میں تھے کہ کیونکر سمجھائیں کس طرح اپنا دل اُن کے دل میں ڈال دیں۔ سوچتے سوچتے بولے کہ

ماتا جی مجھے آپ کی رضا ہر طرح سے منظور ہے مگر سوچئے تو پتا کے حکم سے روگردانی کرنا بھی گناہ عظیم میں داخل ہے۔ آپ نے کنڈو رشی کا ذکر سنا ہوگا۔ انہوں نے پتا کے اشارے سے گئو حلال کر ڈالی مگر ہتیا نہ لگی۔ راجہ سگر میرے بزرگوں میں سے تھے۔ اُن کے ساٹھ ہزار پتر کپل منی کی بددعا سے خاک سیاہ ہوگئے۔ مگر پتا کے حکم سے روگردانی نہ کی

پرسرام جی کو پتا نے اشارہ کیا تو اپنی ماتا کے قتل سے دریغ نہ کر سکے۔ ماں کا سر اُڑا دیا اور پھر بھی موردِ الزام نہ ہوئے۔ ماتا جی اُٹھ بیٹھیں اور پرسرام جی کی نیکنامی بھی پہلے سے دوگنی چوگنی ہو گئی۔ سناتن دھرم یہی ہے۔ کہ بیٹا باپ کا تابع فرمان اور مطیع الارشاد رہے۔ والد کی خدمت گذاری سے بیٹوں نے دیوتاؤں کے برابر فضیلت حاصل کی ہے۔ پس میں بھی جو کچھ کرنا چاہتا ہوں وہ شاستر کے مطابق۔ بزرگانِ سلطنت کے نقشِ قدم پر قدم رکھنا ہی انسان کا دھرم ہے اس لئے میں قدموں پر سر رکھ کر آپ کی اجازت چاہتا ہوں۔ آپ بھی خوشی رخصت فرمائیں۔ اس میں آپ کے بھی دھرم کے ڈنکے بجیں گے اور میری سرخروئی ہو گی۔ (لکشمن جی سے مخاطب ہو کر) قوتِ بازو۔ طاقت و توانائی۔ بھائی لکشمن میں تمہاری دلی محبت کی تہِ دل سے قدر کرتا اور داد دیتا ہوں۔ بیشک تم کو جو دستِ قدرت حاصل ہے وہ دنیا کے پردے پر دوسرے کو میسر نہیں تمہاری ٹیڑھی نگاہ بھی جیالے سے جیالے اور بہادر سے بہادر شیر دلوں کی روح قبض کر سکتی ہے لیکن بھائی پر ناراضگی کا موقع نہیں۔ تحمل کا وقت ہے۔ ماتا جی کو اس وقت جو صدمہ ہے اس کو الفاظ ظاہر نہیں کر سکتے۔ ماتا جی اپنے عالمِ رنج و غم میں جو کچھ فرما گئیں وہ سب ٹھیک سر موفرق نہیں۔ ماتا جی نے ہمیشہ دھرم کا خیال رکھا۔ اس دھرم کی بدولت ہی مجھے ان کی گود میں پرورش پانے کی عزت ملی۔ پس جس کی ماتا ایسی دھرموان ہو۔ اُس کا بیٹا ہو کر جب پتا کا قول پورا نہ کروں۔ یہ مجھ سے نہ ہو گا۔

شاستر پکار پکار کر کہتا ہے۔ کہ گورو ماتا اور پتا کا حکم ہر حال میں سر آنکھوں پر۔ اس لئے مجھے تامل کی کوئی وجہ نہیں۔ بیشک پتا جی نے مجھے کچھ نہیں کہا صرف جو کچھ سنا وہ ماتا کیکئی ہی کی زبان سے ہے۔ لیکن نہیں پتا جی خود نہ کہیں تو کیا اُن کی خاموشی گویائی ہی کا حکم رکھتی ہے۔ اُن کے سکوت کو سکوت نہیں سمجھتا۔ بلکہ حکمِ ناطق۔ وہ قول کے پابند ہیں۔ مگر پابندی قول سے مجبور جہاں انہوں نے اجازت نہیں دی۔ وہاں اُنہوں نے ممانعت بھی نہیں کی۔ پس "الخاموشی نیم رضا"۔ کا مطلب حاصل غور و فکر فضول۔ پیارے لکشمن ذرا دل کو سمجھاؤ۔ غصہ تھوک ڈالو۔ دھرم شاستر دیکھو اُن میں لکھا ہے۔ کہ چھوٹے بھائی کو بڑے بھائی کی پیروی کرنا لازم ہے۔ اس لئے جوشِ غضب بے نتیجہ۔ حرارت بیکار۔ یہ فرما کر سری رامچندر جی نے کوشلیا کے قدموں پر سر رکھ دیا اور دست بستہ درخواست کی کہ

ماتا جی! میں بن باس کی ٹھان چکا۔ میری روانگی میں دیر ہوتی ہے۔ آپ کو میری قسم۔ مجھے روکنے کا خیال چھوڑ بیٹھئے اور کہہ دیجئے کہ جاؤ مجھے پتا جی۔ کے منشائے خاطر کی تعمیل کرنا لازمی ہے۔ چودہ برس کی بات ہی کیا ہے۔ میں قول نباہ کر انہیں قدموں پر پھر سر جھکا دونگا

آپ میری صحرا نشینی سے مایوس نہ ہوں۔ دیکھئے راجہ ججاتی آپ ہی کے خاندان کے آفتاب تھے۔ جنہوں نے جپ تپ اور یگیہ وغیرہ سے وہ مرتبہ اعلےٰ حاصل کیا کہ راجہ اندر کے لطیف راج پر قابض ہو گئے۔ راجہ اندر کو حکومت کے لالے پڑے۔ انہوں نے سوچا کہ کچھ حکمت چلنا چاہیئے۔ چنانچہ انہوں نے شاستر کے قول کی آڑ لی۔ کہ جو اپنے منہ سے اپنے اوصاف بیان کرتا ہے۔ اور نیک کاموں کا فخر کے ساتھ ذکر کرتا ہے۔ اس کے تمام ثواب زائل ہو جاتے ہیں۔ وہ راجہ ججاتی سے بولے۔ پوچھا کہ مہاراج میں آپ کے کارہائے خیر سننا چاہتا ہوں۔ راجہ ججاتی کو کچھ دھیان نہ رہا۔ سارے امور ثواب گنا گئے۔ ہر رفاہ عام کا ذکر دیا لیس پھر کیا تھا۔ جتنے ثواب تھے ایک دم سے غائب غلہ ہو گئے۔ اور راجہ اندر نے گردن میں ہاتھ دے کر نکال باہر کیا۔ راجہ ججاتی دھرم کے پابند تھے۔ انہوں نے کارہائے خیر سے مراتب اعلےٰ حاصل کئے۔ دان پن اور جپ تپ نے وہ برکتیں حاصل کیں کہ آخر سرگ لوک میں مستقل جگہ مل گئی۔

میں بھی اسی طرح نظیر پر بن باس اختیار کرتا اور راج پاٹ پر لات مارتا ہوں۔ اگر دھرم کی راہ میں قدم مستقل رہیگا۔ تو دیکھ لیجئے گا کہ رام ہی کے سر پر تاج اور رام ہی کے زیر قدم سنگھاسن ہوگا۔ آپ بالکل فکر نہ کریں۔ بلکہ میرے استقلال کو اور قوت پہنچائیں۔ میں بڑی خوشی سے آپ کو ساتھ لے چلتا مگر ماتا جی عورت کا اصلی دھرم یہی ہے کہ اپنے خاوند کی خدمتگذاری کرے شوہر اندھا ہو۔ کوڑھی ہو۔ بیمار ہو۔ کچھ ہو عورت کا فرض ہے کہ کبھی اس کی خدمت سے باہر نہ ہو۔ ہمیشہ کہنے میں رہے۔ نگاہ میں چلے میرا فخر ہے اگر آپ میرے ساتھ رہیں۔ لیکن خاوند کی زندگی میں عورت کو گھر سے باہر قدم نکالنا درست نہیں اے لکشمن تمہیں چاہیئے۔ کہ ماتا جی کو سمجھاؤ نہ کہ الٹے مجھے دھرم سے روکو۔ دھرم کی آزمائش مصیبت ہی کے وقت ہوتی ہے۔ جس نے مشکلات کا مقابلہ کر کے صبر و استقلال سے کام لے کر دھرم کو نباہ دیا۔ آدمی کی زندگی سپھل ہے ورنہ سب ہیچ۔ عورت سے محبت کرنے کا نتیجہ ہے اولاد دھرم سے پریم رکھنے کا پھل ہے۔ دائمی نجات یعنی موکش جہاں خود غرضی سمائی وہاں دھرم کہاں میں دنیا چند روزہ حکومت اور زوال پذیر دولت کے واسطے پتا جی کا قول نہ نباہوں زوف ہے زندگی پر۔ گو وہ اور پتا جسے خوشی یا ناراضگی سے کچھ بد دعا یا دعا دیں تو ممکن نہیں کہ مٹ جائے۔ بیٹے کا یہی فرض ہے کہ باپ کی بات رکھے۔ پس میں تو کبھی غرض اصلی کو نظر انداز نہیں کر سکتا خواہ وہ زبان سے کہیں یا خاموشی میں ٹالیں۔ اب ماتا جی زیادہ دیر کی فرصت نہیں۔ بے تکلف فرما دیجئے کہ جاؤں۔ ورنہ میں بلا اجازت ہی قدم چھو کر رخصت حاصل کر دوں گا۔ کیونکہ وہ جسم مردہ سے بدتر ہے جس کو دھرم کا پاس نہیں۔ کوشلیا نے

سوچا کر رامچندر بات کے دھنی ہیں۔ جو کہا ہے۔ کر کے رہیں گے۔ مہاراج پہ کچھ الزام نہیں۔ سارے کانٹے کیکئی نے بوئے ہیں۔ بیٹے اور عورت کے فرائض کا مختصر ذکر کر کے سری رامچندر جی نے کوشلیا کی طبیعت میں دھرم کا ایک جوش پیدا کر دیا۔ اب اُن کے ضمیر کی کیفیت کچھ بدلی۔ رامچندر جی نے ہاتھ جوڑے اور عرض کی۔

ماتا جی! موقعہ محل سوچئے۔ دھرم کا خیال کیجئے۔ محبت تو جب تک چولا قائم ہے۔ جانے والی نہیں۔ مگر دھرم ایک آن واحد میں مٹ سکتا ہے۔ آپس آپ کو میری زندگی کی قسم۔ دھرم کے خیال سے فرما دیجئے۔

بسفر رفتنت مبارکباد ❖ بسلامت روی وباز آئی

سرگ ۲۲

لکشمن جی کا جوش وخروش۔ سری رامچندر جی کی بزرگانہ فہمائش

کوشلیا جی تو سری رامچندر جی کی تقریر سُنکر جواب نہ دے سکیں۔ مگر لکشمن جی سے نہ رہا گیا۔ وہ تیور بدل کر بولے کہ

میں سمجھتا ہی نہیں کہ معاملہ کیا ہے جب مہاراج کو راج دینے کا اختیار نہیں۔ تو بن میں کس منہ سے بھیجتے ہیں۔ بھائی صاحب بے ادبی معاف! گئو بننے سے کام نہیں چلتا۔ شیر بنئے اور پتا جی سے کہیئے بڑھاپا ہے کسی گوشے میں بیٹھ کر بھگوان کی یاد کریں۔ تاج وتخت سے انہیں سروکار ہی کیا۔ کچھ دام داعیہ ہو تو میں موجود ہوں۔ آپ الگ رہیں صرف سیر دیکھیں۔

سری رامچندر :۔ تم ایسے عقلمند اور پھر بھی طبیعت ایسی بے قابو۔ ذرا دھرم اور ادھرم میں تمیز کرو۔ نفع وضرر سمجھو۔ تمہیں صرف یہی صدمہ ہے کہ اتنی دھوم دھام ہوئی۔ دنیا بھر میں ڈھنڈورے پٹے اور عین وقت پر رنگ میں بھنگ ہو گیا۔ یہ سبکی تمہاری سامنے سے اُٹھ گئی۔ یہ خیال بالکل فضول ہے۔ جو کچھ ساز وسامان وہ راج تلک کے لئے نہ تھے۔ بلکہ بن باس کے واسطے مجھے راج ملے اور ماتا کیکئی کو دُکھ ہو۔ کیا یہ مجھے گوارا ہو سکتا ہے۔ ذرا سے سُکھ کے لئے ماتا کو رنجیدہ رکھوں۔ یہ مہا پاپ ہے۔ ماتا کوشلیا کو جو رنج ہے وہ بھی واہیات۔ چودہ برس صبر واستقلال کے سامنے چودہ دن سے بھی کم ہیں۔ میں نے ہمیشہ ماتاؤں کی رضا جوئی مقدم سمجھی۔ اس وقت اتنی سی بات کے لئے ماتا کیکئی کا دل دکھا کر میں اپنی سعادتمندی میں بٹہ لگاؤں۔ یہ کبھی مجھ سے نہ ہو گا۔ تمہارا یہ خیال بھی صحیح نہیں کہ پتا جی ہوائے نفسانی کے مطیع ہو کر ماتا کیکئی کی خاطر داشت کرتے

اور نہ مجھے بن کی ہوا کھلاتے ہیں۔ نہیں نہیں۔ یہ تمہارا بچپن ہے۔ پتاجی نے کبھی دھرم کی راہ سے قدم نہ ہٹایا۔ جو کہدیا وہی کیا۔ کبھی بات میں فرق نہ آنے دیا۔ اُن کو حرف لحاظ ہے تو دھرم کا وہ دل میں کانپ رہے ہیں کہ دھرم میں بادھا نہ ہو جائے۔ مانا کہ اس وقت اُن کو خواہشات نفسانی نے زنجیر میں جکڑ دیا۔ مگر سوچو بردان دیتے وقت تو شکنجۂ نفس سے آزاد تھے۔ اگر یہ اعتراض ہو کہ ماتا کیکئی کو اُسی وقت وعدہ وفائی پہ زور دینا لازم تھا۔ اور اُسی وقت عہد پیمائی کرالیتیں۔ تو یہ بھی کچھ موقع گرفت نہیں۔ بے وقت کوئی بات نہیں ہوتی۔ ہر بات اپنے وقت پہ ہوتی ہے۔ اُن کے بردان ملنے کا وقت یہی سمجھ لو۔ میں تو کچھ ہو جائے ماتا کیکئی کی بات رکھوں گا۔ بھرت کو راج ملا تو کیا مجھے ملتا تو کیا تھا۔ بات ایک ہی ہے۔ گھی کہاں گرا کھچڑی میں۔ پیارے لکشمن جب تک میں یہاں ہوں۔ ماتا کیکئی کو چین نہیں۔ جب مرگ چھالا اوڑھ کر چلا جاؤں گا۔ تو اُن کے کلیجے کی آگ بجھ جائیگی۔ پس مجھے جانے دو۔ ماتا کیکئی بڑے دُکھ میں ہیں۔ اُن کی تکلیف مٹانے ہی میں میری سعادتمندی ہے۔ ورنہ بے سعادتی۔ بھائی لکشمن کسی کے لئے کچھ نہیں ہوتا۔ جو کچھ ہوتا ہے۔ سرنوشت کے مطابق۔ خطِ تقدیر میں ردو بدل کی گنجائش نہیں۔ پتاجی راج دیتے تھے۔ قسمت نے ریڑھ ماری۔ کیکئی ایسی ماتا کی طبیعت بدل دی۔ کہاں تو برت اُپاسنا پوجا پاٹھ۔ کہاں کامدیو کی شرارت۔ خواہشات نفسانی کا غلبہ۔ اس کو کس کا قصور سمجھیں۔ صرف مقدر نے یہ دکھایا کہ انسان کا کسی بات میں کچھ اختیار نہیں۔

بے نعامے تو یکے برگ نجنبد ز درخت

مادر چہ خیالیم و فلک در چہ خیال؟

تیرے من کچھ اور ہے کرتا کے من اور

ماتا کیکئی عالی خاندان اجودھیا کے عالیشان محل کی رونق دھرم شاستر سے واقف اور پھر مجھے بھرت سے زیادہ عزیز سمجھنے والی وہی آنکھوں سے جدا اور بن کو روانہ کریں۔ تو اچنبھے کی بات ہے کہ نہیں۔ میں تو اسے ایشور کی مرضی سمجھتا ہوں۔ ورنہ کیا ماتا کیکئی نہیں جانتیں کہ میرے بن باس سے کیا خرابیاں نہ ہوں گی۔ وہ بیٹھی ہوئی پتاجی کی حالت دیکھ رہی ہیں۔ اُن کا ایک رنگ آتا ہے اور ایک رنگ جاتا ہے۔ جان دینے پر آمادہ ہیں۔ انہیں معلوم ہے کہ ماتا کوشلیا فرزند جان دے دینگی۔ ماتا سمترا سے بھی انہیں یہی امید ہے۔ یہ لکشمن کو بھی جانتی ہیں۔ کہ کیا صدمہ ہوگا۔ اور پھر لطف یہ کہ سوت نہ کپاس کوری سے لٹھم لٹھا۔ میں تو بن کو جاتا ہوں اور اُن کو اس امر کا یقین نہیں کہ بھرت جی تخت پہ قدم رکھیں گے یا کیا اُن کی خود جان خطرے میں ہے۔ مگر اب ہٹ کر بیٹھیں۔ تو نہ ہنا ہنا منظور ہے۔ تریا ہٹ۔ راج ہٹ

بال ہٹ کو کون نہیں جانتا۔
لکشمن جی:۔ آپ تقدیر۔ قسمت۔ مقدر کا الہ گا کر مجھے لڑکوں کی طرح بہلاتے ہیں۔ میں خوب تقدیر و مقدر، قسمت و سمت کے مسئلے کو جانتا ہوں۔ قسمت آپ سے ہے یا آپ قسمت سے۔ تقدیر کو جھونکئے بھاڑ میں۔ مقدر کو لگا دیجئے آگ۔ اگر آپ قاصر ہیں تو ابھی خطِ تقدیر و سرنوشت کا ایک ایک حرف مبدل و مل۔ کاتب قدرت کے قلم کی کیا مجال ہے کہ حرف نفی زبان سے نکالے۔

رامچندر جی:۔ انہیں بھولی بھالی باتوں پر مجھے ہنسی آتی ہے۔ ابھی تک بچپن کے خیالات موجود ہیں۔ پیارے سوچو۔ کاتب قدرت کون ہے۔ اور نوشتہ قسمت کیا۔ ان پر تمہاری خفگی کیسی۔ میں کہتا ہوں کہ لکھی بدی یونہی تھی۔ تم میرا کہنا مانو۔ چلو فیصلہ ہے۔ جتنا غصہ کرتے ہو اتنا اپنی اور میری سرنوشت پر اعتبار کر لو۔ لو میں بتائے دیتا ہوں کہ زیور و لباس چودہ برس تک قسمت میں نہیں۔ سونے کے کلسوں کا پانی راج تلک کے واسطے نہ تھا۔ بلکہ بن باسیوں کے اشنان کے لئے۔ پیارے لکشمن تم شدنی کو اٹل جانو۔ ہونہار میرے روکے سے رک سکتی ہے۔ نہ تمہارے غصے سے۔ تم ضد نہ کرو۔ میرا اب چلنا ہی مناسب ہے۔ تمہیں راج جانے کا رنج تعجب ہے۔ جانتے ہو کہ راجہ کی جان پر کیا کیا مصیبتیں رہتی ہیں۔ ہر وقت کوفت ہر لحظ فکر کسی پر قہر ہے کسی پر عتاب۔ کبھی کوئی گناہ ہے کبھی عذاب۔

تپ سے راج اور راج سے نرک

کی کہاوت غلط نہیں۔ جہاں ذرا راج نیت میں بھول چوک ہوئی بس قلیہ تمام چوپٹ۔ نرک آنکھوں کے سامنے ایسے راج کا لالچ تمہیں تعجب۔ حیرت۔ مجھے وہ آنند ہوگا جو دیوتاؤں کو نصیب نہیں۔ دنیا سے بے فکری خیالات میں یکسوئی گوشہ عاقبت میں جپ تپ۔ تنہائی بن گیان دھیان ان اشغال سے بڑھ کر دنیا میں راج کے کون کاروبار ہیں۔ جن سے لوک پرلوک دونو میں انسان کو بادشاہت کا مزا آتا ہے۔ مجھے بن میں دل کی بادشاہت کر لینے دو۔ چودہ برس کے بعد راج سنگھاسن پر راج پاٹ کے سکھ میں اٹھاؤں گا بالفعل شدنی یہی ہے یقین جانو:۔

سرگ ۲۳

لکشمن جی کی پُرجوش اور غضب آلودہ تقریر سری رامچندر جی کے نصائح

سری رامچندر جی کی فہمائش نے لکشمن جی کے خیالات میں نمایاں تبدیلی واقع کر دی۔ جتنا ان کو رنج تھا۔ اتنی ہی خوشی بھی کانٹے میں تل گئی۔ رنج اس بات کا تھا۔ کہ سری رام چندر جی

صحرا نوردی کے لائق نہیں۔ خوشی کا یہ موقع تھا کہ واہ رے استقلال و بردباری۔ ہمت وہ کہ دل پہ ذرا میل نہیں۔ سری لکشمن جی نے بھی دل کو روکا کہ بڑے بھائی کی رضا جوئی فرض ہے۔ مگر پُرجوش طبیعت کی قدرتی حرارت کی آگ کہاں دب سکتی تھی۔ ایک مرتبہ پھر بھویں ٹیڑھی ہو گئیں۔ چہرہ تمتما اُٹھا۔ سانس میں گرماہٹ پیدا ہو گئی۔ آنکھوں میں سرخی دوڑ گئی۔ ادھر جوشِ خون اُدھر لحاظِ خوردی۔ تاؤ کھا کر چپ رہنا چاہتے تھے۔ مگر دل کی آگ بھڑک اُٹھتی تھی۔ انہوں نے زمین پر ہاتھ دے مارے سر پیٹ کر بولے کہ:-

بھائی صاحب! آپ بزرگ ہیں تو کیا ہوا۔ میں ابھی عدول حکمی والدین کو جائز اور مسئلہ تقدیر کو رو کے دیتا ہوں۔ اہلِ دنیا کا قاعدہ ہے۔ کہ مانگنے والا کیسا ہی مستحق ہو اُس کو دھتا بتا دیتے ہیں۔ اور جن کو لینے کا استحقاق نہیں ان کو لوگ خود دینے کو موجود ہو جاتے ہیں آپ نے بھی انہیں ہی کی پیروی اختیار کی ہے۔ جو بات کرنے کی ہے۔ اُس سے تو گریز اور نہ کرنے والی بات پر رضامندی۔ واہ ری اُلٹی راج نیتی میں دیکھئے چھتری کے واسطے کیا ہدایت ہے آپ چھتری ہو کر چھتری دھرم کو نظر انداز کئے دیتے ہیں۔ آپ کو مسئلہ تقدیر سے کیا غرض۔ اُن لوگوں پر تقدیر کا اثر ہے جن کا دھرم ٹھیک نہیں۔ جو بد اعمال و بد افعال ہیں۔ تقدیر دھرموان لوگوں کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی اُن کی نظر میں چلتی ہے۔ بیشک اطاعت و رضا جوئی والدین کو میں بھی نتیجہ زندگی و سرمایہ مباہات سمجھتا ہوں۔ مگر دیکھئے تو کن والدین کی اطاعت و فرمانبرداری لازمی ہے۔ کیا راجہ دسرتھ اور کیکئی کی جن کے دل میں پاپ ہی پاپ بھرا ہوا ہے۔ چھل اور کپٹ کا زندہ ثبوت اس سے بڑھ کر اور کیا ہو گا۔ کہ جب پتا جی کیکئی کو زبان دے چکے تھے۔ تو پھر آپ کے راج تلک کی دھوم دھام سے کیا مطلب تھا۔ صرف اسی لئے تا کہ زمانہ سازی بھی ہو جائے۔ اور سب کو بیوقوف بھی بنا دیں۔ کیا اُن کو معلوم نہیں کہ تختِ سلطنت کا مالک فرزندِ اکبر ہوتا ہے۔ جہاں وید کے احکام کی پابندی سناتن دھرم ہے۔ وہاں لوک بیوہار پر عملدر آمد کرنا بھی سناتن دھرم مانا جاتا ہے۔ چاروں وید اور چھیوں شاستروں کے عالم کو بکرا دینے والے کے واسطے وید میں بڑا ثواب لکھا گیا ہے۔ مگر اہلِ زمانہ اس پر عمل نہیں کرتے وجہ یہ کہ رواج نہیں۔ اس طرح بکرا دان کرنا قطعی ممنوع ہو رہا ہے۔ پس سمجھ لیجئے کہ یہی نظیر آپ کے لئے کافی ہے۔ پتا جی اور کیکئی ادھرم کرنے پر تُلے ہیں۔ اُن کی رضا جوئی کیسی اُن کی ناجائز فرمانبرداری سے مجھے اندیشہ ہے کہ آپ کو نرک سے سابقہ نہ ہو جائے۔ مجھے آپ کی عقل پر بھی اس وقت بھروسہ نہیں۔ رات بھر راج تلک کی خوشی میں بسر ہوئی۔ سویرا ہوتے ہی کلیجہ دھک سے ہو گیا۔ کہ ہیں یہ کیا ہو گیا۔ پس آپ کا دل کیونکر کٹھا نہ سمجھا جائے۔ اگر یہ

نہ ہوتا تو آپ میری باتوں پر غور کرتے۔ اُن طاقتوں سے کام لیتے جو آپ میں قدرتاً موجود ہیں۔ شاستر میں اُس شخص کی بات پر اعتبار کرنے کی سخت ممانعت ہے جو بندہ نفس مغلوب خواہشات نفسانی ہو۔ پتا جی کا بجنسہ یہی حال ہے۔ اُن کی تو عقل چرنے گئی ہے۔ آپ کو کیا ہو گیا ادھرم کو دھرم خیال کرتے ہیں۔ سچ جانیئے کہ دنیا آپ کے عقل پر ہنسے گی۔ نام رکھیگی۔ جس شخص کی دنیا میں بدنامی ہوئی اس کو یہاں بھی نرک اور پرلوک میں بھی نرک آپ پتا جی کی وعدہ وفائی نہیں کرتے بلکہ اپنے ساتھ اُن کے لئے بھی نرک کا دروازہ کھلواتے ہیں۔ مجھے حیرت ہوتی ہے کہ آخر پتا جی سے اتنی دبک کیوں اس قدر لحاظ کس لئے انہوں نے آپ کے ساتھ آج تک کون سا سلوک کر دیا جنم ہوا شرنگی رشی کی کشف و کرامات سے شادی ہوئی وشوامتر جی کی بدولت راج تلک تھا جس کی کیفیت آنکھوں کے سامنے ہے۔ پھر زیادہ پاس بزرگی و لحاظ خوردی چہ معنے دارد۔ معیب جانے دیجئے آپ پتا جی اور کیکئی کی خاطر مد نظر رکھ کر گھر بار چھوڑنے کو تیار ہیں کیجئے ہاں۔ تو بس میری ایک بات کا جواب دیجئے۔ آپ مجھے عزیز رکھتے ہیں یا نہیں۔ اگر مجھ سے الفت ہو تو میری بھی ایک درخواست پوری کیجئے۔ میں بھی سمجھوں کہ آپ قول کے دھنی ہیں۔ میری التجا ہے۔ کہ آپ زبردستی راج چھین لیں۔ بہادروں اور ہمت وروں کو معاملات قسمت سے کیا ڈر۔ اُن کی ہمت خود سوئی ہوئی تقدیر کو جگا دیتی ہے۔ ہاتھی ایک انکس کے اشارے سے نگاہوں میں چلتا اور مختلف جانوروں کا شکار کر لیتا ہے۔ جہاں شیر سے مقابلہ ہوا تو بس روح قبض ہو جاتی ہے۔ یہی حال شیر دلوں اور نیک ضمیروں کے مقابلہ میں مسئلہ تقدیر کا ہے۔ میں قسمت سے نہیں ڈرتا آپ کے قدموں کی برکت سے چاہوں تو تینوں لوک الٹ پلٹ کر دوں۔ پھر پتا جی میں کیا دم ہے کہ آپ کو بن باس دے سکیں۔ آپ کو چودہ برس کی صحرا نوردی سے کیا سروکار۔ پتا جی ہی کو کیوں زمانے عرصے کے لئے جنگل کی ہوا کھلا دوں۔ شاستر میں یہی حکم ہے کہ راجہ کے ہاں اولاد ہو جائے۔ تو بیٹے کو راج پاٹ دے کر خود بن کی راہ لے۔ ہمارے بزرگ اسی اصول پر چلتے آئے ہیں راجہ دسرتھ کوئی بات کرنیکا کیا مجاز۔ یگیہ کے کلسوں کا پانی موجود ہے شوق سے اشنان کیجئے۔ راج سنگھاسن پر قدم رکھیئے۔ جو چوں و چرا کریگا اس سے میں سمجھ لوں گا۔ مجھے مہان راجوں اور اُن کی جرار فوجوں کی بھی کچھ پرواہ نہیں۔ اگر یہ راجہ دسرتھ کی طرف سے ہتھیار اٹھائیں گے۔ تو مزہ چکھیں گے۔ ایک بھی بچ جائے تو میرا ذمہ۔ یہی حیدان سے رنگین اور زیوروں سے آراستہ بازو ہر مخالف کی ہڈیاں کچلیں گے۔ ایسی ترکش کے تیر کلیجوں کو چھید چھید کر کشتوں کے پشتے نہ باندھ دیں۔ تب بات۔

لکشمن جی شیر کی طرح بپھرے ہوئے تھے۔ غصے سے بھری ہوئی لال لال آنکھیں آنسو

بھی بہاتی جاتی تھیں۔ سری رامچندر جی کا ایک ہاتھ اُن کی پیٹھ پر تھا۔ ایک ہاتھ سے آنسو پونچھتے تھے۔ فہمائش تھی کہ غصے کی ضرورت نہیں۔ نرمی سے جو بات بنے سو سختی سے کیا واسطہ۔ تم کو سمجھانے کی ضرورت نہیں۔ خود عقلمند ہو۔ بیٹے تین قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک والدین کے فرمانبردار دوسرے مردہ ماں باپ کا شرادھ کرنے والے تیسرے وہ جو گیان کریں۔ جو بیٹے ایسے نہیں۔ وہ پیشاب ہیں جگر بند نہیں۔

سرگ ٢٤

شری کوشلیا جی اور شری رامچندر جی کی گفتگو اِدھر مہر مادری کا جوش اُدھر دھرم کی پابندی کیلئے استقلال آخر کوشلیا جی کی زبان بندی

رامچندر جی نے لکشمن جی کے آتش غضب پر پانی کے خوب چھینٹے دیئے۔ مگر شعلہ غیظ بھڑکتا ہی رہا۔ اِدھر غصہ اُدھر سری رامچندر جی کا پاس ادب کریں۔ تو کیا کریں کہیں تو کیا کہیں۔ آخر چپ ہو گئے۔ اور کوئی دوسرا ہی منطق سوچنے کے لئے عقل دوڑا رہے تھے کہ سری کوشلیا جی گفتگو کا موقعہ دیکھ کر پھر بولیں۔

پیارے رامچندر! تم کوئی ایسے ویسے نہیں راجہ دسرتھ ایسے چکرورتی مہاراجہ کے ولیعہد ہو۔ میں گئی گذری نہیں تمہاری ماں ہوں۔ اور مہاراج کی پٹ رانیوں میں سے سب سے افضل پھر مجھے یہ دُکھ کیسا تمہارے ہوتے میری جان کو یہ کوفت ملتے تم نے تو کبھی مدبال بھی نہ دکھایا تھا۔ آج کیسے کلیجہ تڑپانے پر آمادہ ہو رہے ہو۔ راجہ دسرتھ نے کبھی جو دُکھ دیا۔ وہ میں آج تمہاری ذات سے اُٹھا رہی ہوں۔ تم ذرا اکڑ کے پڑ جاؤ۔ تو کچھ بھی نہ ہو۔ مگر نہ جانے تم کو کیا خیال ہے۔ خود ہی بن باس قبول کئے لیتے ہو اس کا کیا علاج ہائے چودہ برس کا زمانہ جنگل کی تکلیفیں جب ذرا بھی خیال آتا ہے۔ روح اُڑ جاتی ہے۔ جس کو ہمیشہ عیش و عشرت سے سامنا رہا۔ جس کی خدمت کے لئے ہزارہا نوکر چاکر خدمتی دن رات حاضر رہتے تھے جس کو عمدہ عمدہ کھانے غذائے روح تھے۔ وہ ہی جنگلوں میں اکیلا ٹھوکریں کھاتے اور جنگلی پھلوں سے پیٹ کی آگ بجھانے کو تیار ہے پیارے رامچندر ذرا سمجھو یہ زمانہ تم سے کیسے بسر ہو سکیگا۔ جنگل کے پھلوں سے زندگی کی صورت کوئی نہیں ہے۔ میں نے سمجھ لیا کہ تقدیر کا لکھا ہی ہے۔ برہما کے انگشت مٹانے سے نہیں ٹلتے پارس بھی جو چاہے سمجھ کرے اس سے کسی کا کچھ بس نہیں چل سکتا۔ اگر پار بدھ ہی ایسی نہیں ہوتی۔ تو بھلا کب ممکن تھا کہ مہاراجہ دسرتھ ایسے دھرم وان ہو کر تم ایسے فرزند خاندان بیٹے کے لئے ٹھرا تو دی

روا رکھتے۔ میں لاکھ دل کو سمجھاتی ہوں۔ مگر بدبخت نہیں سمجھتا۔ مایا آ کر پھر کلیجے کے زخم کو ناخن سے چھیڑ دیتی ہے۔ درد کو بھی چین نہیں لینے دیتی۔ ذرا سوچو دل کو کیوں ڈھارس ہو چودہ برس کس نے دیکھے ہیں۔ کسی کو ایک دم کا بھروسہ نہیں۔ زندگی پانی کا بلبلہ ہے اس کا بھروسہ کیا میں تو جانتی ہوں کہ تمہارا بن باس میری جان لے کر رہے گا۔ رنج و غم کی آگ گوشت و پوست کو سوا کر کے رہیگی۔ پیارے رامچندر تمہارے لئے میں نے چولے کو چولا نہ سمجھا۔ جو تکلیف کسی سے نہ اٹھ سکے وہ میں نے تمہاری امید پہ برداشت کی۔ بہت آپاس سے جسم میں ہڈیاں ہی ہڈیاں رہ گئیں بدن سوکھ کے کانٹا ہو گیا۔ اب ایشور نے مصیبت کے دن کاٹ دیئے تھے۔ خوشی کے دن ہوا سے ہوتے چلے آ رہے تھے۔ کہ رنگ میں بھنگ ہو گیا۔ اس سے بہتر تو وہی دن تھے جب تمہیں گود سے اترنے کی عادت و مہارت نہ تھی۔ تم نے لاکھوں دفعہ گائے کو جاتے دیکھا ہوگا۔ گائے آگے آگے ہوتی ہے۔ پیچھے پیچھے بچھڑا۔ جہاں بچھڑا ذرا بھی بچھڑ گیا۔ گائے مڑ کر دیکھنے لگی۔ وہیں ٹھٹھک کر اپنی آواز سے دل کی بے چینی ظاہر کرنے لگی۔ بس میرا حال بھی اسی طرح کا سمجھ لو میں تمہیں کلیجے سے جدا کر کے زندہ نہیں رہ سکتی۔ خیریت چاہتے ہو۔ تو ساتھ لیتے چلو آئندہ اختیار۔

سری رامچندر جی :۔ ماتا جی غصے اور رنج کا موقع اب نہیں ذرا غور کیجئے کہ صورت معاملہ کیا ہے۔ کیکئی ماتا آج سے وہی کیکئی ماتا نہیں رہیں جنہوں نے پتا جی کو خوش کر کے ان کے دل پر اختیار حاصل کر لیا تھا۔ اب ان کے دل میں پتا جی کی طرف سے صفائی نہیں رہی نہ پتا جی کو ان کی محبتوں کا اعتبار رہا۔ دل میں گرہیں پڑ گئیں۔ بگاڑ کی صورت ہر وقت سامنے رہیگی۔ مجھے تو یقین نہیں کہ ماتا کیکئی اب پتا جی کی ویسی خدمت کریں۔ جیسی اب تک مرغوب دل رہا کرتی تھیں۔ ماتا گو آپ میرے ساتھ کہتیں مگر سوچئے تو بڑھاپے میں پتا جی کی خدمتگذاری اور خاطر داشت کون کرے گا۔ دھرم شاستر کا قول ہے کہ خاوند کی زندگی میں عورت کو خاوند سے جدا رہنا نا مناسب ہے۔ پھر آپ کہیں کیونکر ساتھ لئے چلوں۔ ایک تو آپ خود فخر کرتی ہیں کہ میں رام کی ماتا ہوں۔ ایسی حالت میں اگر میں نے دھرم شاستر کے خلاف آپ کی ہمراہی منظور کی تو تمام دنیا حرف رکھیگی۔ نہ آپ کسی کے سامنے منہ کر سکیں گی نہ میری آنکھیں کسی کے سامنے اٹھ سکیں گی۔ اگر اپنے جنم بھر کا کیا دھرا اکارت کرنا اور میرے منہ پر عمر بھر کے لئے سیاہی لگانا منظور ہے۔ تو خیر کیا مضائقہ آپ کی ہی خاطر سہی۔ لیکن ادھرم کی راہ میں قدم نہیں پڑتا۔ نیک و بد نشیب و فراز آپ سمجھ لیں۔ تب آپ جو مجھ کو حکم دیں۔ منظور نہ کروں تو گنہگار۔

کوشلیا کے دل میں بات جم گئی۔ وہ سوچیں کہ رام کے ساتھ چلی تو جاؤں۔ مگر
نیکی بدی میرے سر ہو گی۔ اس لئے ان کا قیافہ کچھ اور ہی کہنے لگا۔ اُن کی طبیعت ادھیڑ بن میں
لگی۔ دھرم شاستر کی ہدایت نے اُن کے قلب پر غیر معمولی اثر کیا۔ اُن کے بشرے سے ظاہر ہو
لگا کہ ان کا پریشان دل کچھ مطمئن ہو گیا ہے۔ اُن کے لب خاموش تھے الخاموشی نیم رضا
عقدہ حل کیا۔ یہ صورت دیکھ کر سری رامچندر جی نے تقریر کے رنگ پر اور رنگ چڑھایا
بولے :۔

ماتا جی ذرا غور کیجئے پتا جی آپ کے پتی پرمیشور ہیں میرے بھی جنم داتا ہیں۔ جنم دا
کو بھی پرمیشور ہی کا مرتبہ حاصل ہے پس وہ آپ کے بھی پرمیشور ہوئے اور میرے بھی پرمیش
کا حکم ٹالنا آپ خود سمجھ لیجئے کہ جائز ہے یا ناجائز جس کی خدمتگزاری کے لئے آپ کا دنیا
میں جنم ہوا جس کی فرمانبرداری کے واسطے ایشور نے مجھے آپ کی آغوش مادری میں پالا
اُس کے قول کا نباہ آپ اور مجھ پر ہر حالت میں فرض ہے۔ آپ یہاں اس کی خدمت اور دلجو
کریں میں بن باس اختیار کر دوں ہاں وہاں سے واپسی پر جو مرضی ہو گی وہی کر دکھا دوں
دنیا میں لا دسیا۔

سری رامچندر جی بن باس کے نتائج سب جانتے تھے۔ اُن کو معلوم تھا۔ کہ ادھر
نے گھر سے قدم نکالا ادھر راجہ دسرتھ کی جان گئی۔ پس ایسی صورت میں کوشلیا جی کی مو
لازمی ہو گی۔ چنانچہ انہوں نے کوشلیا جی کے دل میں اپنا دل ڈال کر راضی برضا کر لیا یہاں
تک کہ وہ خود زبان سے بول اٹھیں کہ

خیر رامچندر جی جاؤ۔ تمہیں تمہاری سعادتمندی مبارک۔ ایشور تم کو اس کا نیک
دے۔ میں اب چلتے وقت ٹوک ٹاک مناسب نہیں سمجھتی۔ مگر اتنا خیال رکھو کہ سب تکلیف
برداشت ہو جائیں گی مگر کیکئی کا سوتیا ڈاہ کیونکر گوارا ہو۔ صرف یہی خیال ہے جس
تمہارے ساتھ چلنے کو اصرار کر رہی۔ ورنہ مجھے مہاراج کے قدم چھوڑنا کب گوارا ہو سکتے
خواہ مجھے پھولوں پر جگہ دیں خواہ کانٹوں پر سلائیں۔ اُن کے ہاتھوں کا زہر بھی میرے لئے ا
ہے۔ یہ کہتے ہی کوشلیا جی کی آنکھوں سے ایک چشمہ ابلنے لگا اور ہچکی بندھ گئی۔ سری ر
چندر جی لاکھ طبیعت روکے ہوئے تھے۔ مگر اس وقت عنان ضبط ہاتھ سے چھوٹ گئی۔ ا
بے ساختہ رو پڑے۔ آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ اور زبان سے یوں گوہر افشانی ہو ر
تھی کہ

ماتا جی! آپ مہربانی کیجئے مجھے دھرم نے ہزار زنجیروں میں جکڑ رکھا ہے او

آپ کے آنسو نہیں پونچھ سکتا۔ آپ کبھی میری آنکھوں میں آنسو نہ دیکھ سکتی تھیں ادھر آنکھ سے ایک آنسو چھلکا اُدھر ہاتھ آنچل لیئے ہوئے آنکھوں کی طرف بڑھا۔ آپ کے دل کا کنول ذراسی چہرے کی اُداسی سے کمہلا جاتا تھا۔ اِس وقت وہ دل و طبیعت کہاں ہے ذرا صبر کیجئے میری خاطر دل پر جبر کیجئے۔ آنچل سے آنسو پونچھ ڈالیئے۔ چار دن کی زندگی کی محبت کے خیالات چھوڑ دیجئے اِس کے عوض پتا جی کی خدمتگذاری کیجئے۔ فرمانبرداری کیجئے۔ اِس شغل میں آپ کا دل بہلیگا میرا غم ذرا بھی نہ کھلیگا۔ ماتا جی آپ کو کمی کس بات کی ہے۔ چکرورتی خاوند کا سایہ سر پر مجھ ایسا بیٹا موجود جس کا خاوند صحیح سلامت ہے۔ جس کو ایشور نے بیٹا دیا ہے۔ اس کو کس بات کا رنج۔ کس چیز کی کمی آپ کچھ فکر نہ کریں۔ نہیں ماتا کیکئی کی دلآزاریاں یہ بھی کچھ نہیں۔ بھرت کے ہوتے آپ کو ذرا سا بھی دکھ ہو تو میں ذمہ دار وہ میرا لائق بھائی ہے۔ بھرت جی آپ کے مقابلے میں ماتا کیکئی کو اپنا ماتا نہیں سمجھتے۔ جب میں نہ ہوں گا۔ تو اُن کو آپ کی زیادہ خاطر داشت ملحوظ خاطر رہیگی۔ وہ ہر وقت دلجوئی کرتے رہیں گے۔ مجال کیا کہ ذرا خدمتگذاری میں فرق ہو۔ لیکن آپ میرے ساتھ چلی گئیں تو فرمایئے دنیا کیا طعنہ زن نہ ہوگی۔ کہ واہ رے پرت دھرم بڑھاپے میں خاوند کی رفاقت سے جان چھپا لی۔ اِس کے علاوہ مہاراج کیا دل میں کہیں گے اور اُن کی نگہداشت کیسے ہوگی۔ پتا جی جوان بھی ہوتے تو خیر اور بات تھی اب بڑھاپا ہے۔ بڑھاپے پر دشمن سے دشمن بھی رحم کرتا ہے۔ دھرم شاستر سے ثابت ہے۔ کہ عورت برت پوجا پاٹھ جو چاہے کرے مگر ایک خاوند کی اطاعتگذاری بغیر سب مٹی۔ عورت صرف رضا جوئی شوہر مقدم سمجھے اور پوجا پاٹھ وغیرہ کچھ نہ کرے۔ تو اُس کی مکتی میں کچھ شک نہیں سمجھ لیجئے کہ اُسے یہاں بھی بیکنٹھ وہاں بھی بیکنٹھ۔

کوشلیا جی اب سوچنے لگیں کہ رامچندر جی کا بار بار مہاراج کی خدمتگذاری پر زور دینا کس مصلحت سے ہے مجھے یہ ہدایت کرتے ہیں اور آپ قدموں کی خدمت سے دست کش ہوتے ہیں۔ یہ بھید کیا ہے۔

ادھر سری رامچندر جی نے خیال کیا۔ کہ میں پتا جی کی خدمتگذاری پر زور دے کر ماتا جی کو اپنے ہمراہی سے روکتا ہوں۔ اس میں بھی ایک شک ہے۔ یعنی جب پتا جی کا پیغام موت آچکا۔ تو وہ خدمتگذاری کس کی کریں گی۔ اِس خیال کو ذہن نشین کر کے انہوں نے فرمایا کہ :-

ماتا جی ابھی خالی مہاراج کی سیوا کے لئے تکلیف نہیں دیتا ابھی زمرے میں آپ برہمنوں کی خدمتگذاری بھی سمجھ لیجئے اور ساتھ ہی میرے لئے بھی دیوتاؤں سے منتیں مانگتے رہیئے کہ فورًا عافیت سے چودہ برس کٹ جائیں۔ اس حالت میں آپ کو ترک عذاب بھی لازم نہیں

کیونکہ آپ خواب و خور سے پرہیز کریں گی۔ تو معتقد بیماری میں شک ہے۔ اسی لئے جو کام کیجئے۔ ہنسی خوشی سے۔ جو کام رنج و غم کی حالت میں نہیں کیا جاتا اس میں کامیابی ہوتی ہے۔ پتا جی کا سایہ لاکھوں برس تک ہمارے آپ کے سر پر قائم رہے وہ ہم سب کی سپر ہیں۔ بس اُن کی زندگی میں یہ کہنے کو رہے کہ آپ کبھی روز بھی خدمتگذاری سے معذور یا قاصر رہیں۔

سری رامچندر جی کی ان باتوں سے کوشلیا جی کو ڈھارس تو بہت کچھ ہوئی۔ مگر ماممتا کہاں جاتی۔ پھر بھی اُن کے آنسو بھر آئے اور سری رامچندر جی کو ایک چبھتی نظر سے دیکھ کر بولی کہ

اچھا! تمہاری یہی مرضی ہے تو جاؤ کام سدھ کرو جب تک تمہیں پھر نہ دیکھوں گی تب تک سونا جاگنا حرام رہیگا۔ یاد رکھو کہ میری جان تمہیں میں رکھی رہے گی واہ ایشور کی ماتا تو بڑی بلوان ہے۔ جس بات کو کسی طرح گوارا نہیں کر سکتی تھی۔ وہ مجھ سے کہلا کے چھوڑی اچھا جو اس کی مرضی مگر رام چندر! سمجھ لو کہ تم کو اجازت نہیں دیتی اپنی جان پر کھیلتی ہوں یہ بھی سمجھنا کہ جو کچھ اجازت ہے وہ مہر مادری سے ہے۔ مجھے خیال ہوتا ہے کہ تمہارا کنول نہ کھلائے آجتک میں نے تمہاری کوئی بات نہیں ٹالی اس وقت بھی اسی کی پابندی ہے نہیں تو تم کو ابھی روک کر دکھا دوں۔

سری رامچندر جی نے اب قصہ چکانا چاہا۔ باتوں میں دیر بہت ہو گئی تھی۔ اس لئے زبانِ مبارک سے فرمایا کہ آپ خوابِ غفلت سے بیدار ہو جایئے۔ میری پیدائش کا اصل اصول سمجھئے۔ میں خالی اجودھیا کی حکومت کے واسطے دنیا میں نہیں آیا! اس کی غنایت اور ہی کچھ ہے۔ بن باس اختیار نہ کروں۔ تو اس قالب کا نتیجہ ہی کیا۔ بس اب سارے فضول خیالات دل سے دھو دیجئے اور فرما دیجئے کہ اچھا رخصت اتنا فرما کر سری رام چندر جی نے رازِ حقیقی سے ظاہر کیا تو سری کوشلیا جی کی آنکھیں کھل گئیں کچھ بھی دم مارنے کا سنہ نہ رہا۔ اُن کی کلی کلی کھل گئی کہ میرے زہے نصیب کہ میں ذات وحدہٗ لا شریک کی ماں ہوں۔ نورِ حقیقی نے سانولے سروپ میں میری آنکھوں کو جلوۂ قدرت دکھایا۔

سرگ ۲۵

سری کوشلیا جی کی اجازت سری رامچندر جی کی اُن سے رخصت۔ سری سیتا جی سے ملنے کے لئے روانگی

یا تو کوشلیا جی کا دل ٹکڑے ٹکڑے ہو رہا تھا۔ یا وہ سری رامچندر جی کے جلوۂ عالم افروز کو پہچان کر پھولی نہ سمائیں۔ انہوں نے سمجھ لیا کہ جو کچھ قدرت ہے سدا رامچندر ہی کی ہے۔ اس میں دخل دینا دست اندازی فضول۔ پس انہوں نے بڑے شوق سے اجازت دے دی کہ اچھا اب دیر نہ کرو۔ جاؤ کل اشٹ دیو تمہارے محافظ رہیں گے۔ بسوامتر جی کے استر شستر تمہارے نگہبان ہیں۔ تمہارا دھرم تم پر سایہ رکھیگا۔ کیکئی رانی کی آرزوئے دلی تمہیں پھل دے گی۔ میں تمہیں تمام دیوتاؤں کو سونپتی ہوں۔ کل ذی روح اور غیر ذی روح تمہارے آڑے آئیں گے۔ جنگلوں کے پھول پھل۔ رشی۔ بن۔ دیویاں۔ پہاڑ۔ ندیاں۔ تالاب۔ چرند۔ پرند۔ شیر۔ چیتے سادھو۔ مہاتما۔ پون۔ اگنی۔ دھاتا۔ ودھاتا۔ سورج۔ چاند۔ دیوتا اندر ۱۲ کلائیں۔ ۶ رتیں ۱۲ مہینے۔ رات دن۔ لحظہ لحظہ۔ پل پل وید شاستر۔ سب تمہارے ہوا خواہ رہیں۔ کشیپ۔ دس دشائیں۔ سمندر بیلہ۔ کبیر۔ کنجر۔ گرہ۔ جچھ۔ کنر۔ گندھرب۔ راچھس۔ پشاچ۔ بھوت۔ دانو بندر۔ مکھی۔ مچھر۔ ہاتھی۔ ریچھ۔ بھینسے۔ تمام سینگ اور ناخن والے چوپائے اور کل جانوران صحرائی تمہارے خیر خواہ جان و مال ہوں۔ ودھیا ل۔ سدھیاں۔ آکاش۔ پرتھوی۔ نرگن۔ سرگن وغیرہ سب تیری بہبودی کریں۔

یہ سب دعائیں دے کر کوشلیا جی نے دیوتاؤں کی پرستش شروع کر دی۔ برہمن ہون کرنے لگے۔ استتوں سے محل گونجنے لگا۔ سفید پھولوں کی مالاؤں اور سفید ہی سرسوں سے پوجا ہونے لگی۔ برہمن دکشنا سے اور کنگال دان پن سے مالا مال ہو گئے۔ اب کوشلیا جی اٹھیں اور سری رام چندر جی کے ماتھے پر چندن کا تلک لگا کر بیشالیہ کرنی اور شدھی دیبی تعویذ حفاظت بازو پر باندھ دیا اور زبان پر وید منتر جاری ہو گئے۔ کوشلیا یوں ہی نازک اندام تھیں۔ ندھی کھٹکنا تھا۔ اس پر گذشتہ رنج و غم سے ان کا جسم آدھا رہا تھا۔ اب کمر بھی جھک چلی تھی۔ لہٰذا رام چندر جی قدم بوسی کے بہانہ سے ذرا جھک گئے۔ کہ کوشلیا جی کو تلک لگانے میں تکلیف نہ ہو جب تلک لگا چکیں تو کوشلیا جی نے پھر فرمایا۔

پیارے رامچندر! میں آشیرباد دے کر تم کو رخصت کر چکی۔ دل تو نہیں چاہتا کہ آنکھوں سے جدا کروں۔ مگر دھرم کی راہ میں جانے والے کو فضول ٹھہرانے سے کچھ حاصل نہیں۔ مہورت ٹھیک ہے اب ہاں پرتگیا پوری کرنے کو مستعد ہو جاؤ۔ ایشور سے پھر دعا کرتی ہوں کہ کوئی آسیب پاس نہ پھٹکے کبھی کسی اندیشہ و فکر سے سابقہ نہ ہو۔ چودہ برس جلدی سے کٹ جائیں۔ میں تمہاری صورت پھر دیکھ کر کلیجہ ٹھنڈا کروں۔

سری رامچندر جی نے قدموں پر سر جھکایا اور کہا ماتا میں چرن چھوتا ہوں۔ جنک نندنی

کی دلجوئی کرتے رہیئے گا۔ آپ ہی کے سپرد ہیں۔

یہ تقریر سنکر کوشلیا جی کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے۔ اور سری رامچندر جی کو گلے سے لگا کر رونے لگیں۔ رامچندر جی بھی بار بار قدموں پر گرتے تھے۔ مگر طبیعت نہ رُکتی تھی۔ کوشلیا جی نے فرمایا کہ بیٹا سیتا سے ملے بغیر نہ جانا۔ اس کا کنول سا دل کملائے گا۔ تو مجھے اور بھی دکھ ہوگا۔

یہ کہہ کر کوشلیا جی نے رامچندر جی کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرا۔ رامچندر جی نے قدم چھوئے اور کوشلیا جی کے اشارے سے سیتا جی کے رنواس میں تشریف لے گئے۔

سرگ ۲۶

سری رامچندر جی کی سیتا کے رنواس میں تشریف آوری عزم صحرا نوردی۔ ضروری ہدایات

سری جانکی جی اپنے رنواس میں راج تلک کی خوشی منا رہی تھیں۔ اُن کو اس وقت کیا شغل تھا۔ وہی پوجا پاٹ دان پن۔ جانکی کا عنصر لطیف ظاہرا خاکی تھا مگر وہ بالذات نور مجسم تھیں اُن کی نظر سے کون رمز قدرت پوشیدہ تھا۔ وہ اچھی طرح واقف تھیں کہ کیا شادی ہے۔ جو شدنی تھی وہ گویا اُن کی اور سری رامچندر جی کا ایک کرشمہ قدرت تھی۔ مگر نہیں قالب عنصری میں اُن کو بھی اہل زمانہ کی طرح کارروائیاں کرنا پڑیں۔ وہ بھی دیوی دیوتا منا رہی تھیں۔ کہ خیر صلاح سے راج تلک ہو جائے۔ سیتا جی کے رنواس میں پوجا پاٹ کی خوب دھوم دھام تھی۔ دبد منتروں کے سوا کانوں کو کوئی آواز نہ سنائی دیتی تھی۔ اتنے ہی میں سری رامچندر جی رونق افروز ہوئے۔ جونہی سری جانکی جی نے پاؤں کی آہٹ سنی ہاتھ جوڑے ہوئے کھڑی ہو گئیں چند قدم آگے بڑھ کر قدموں کی طرف سر جھکایا پاس ادب و لحاظ خوردی سے کپکپاتی ہوئی چہرے کی طرف دیکھتی ہیں تو صورت ہی اور نظر آئی۔ سری رامچندر جی کے چہرہ انور پہ وہ خوشی کے آثار نہ تھے جو راج تلک کی خوشی میں اُن کا کنول کھلائے۔ اس وقت رامچندر جی کا قدرتی بشاش چہرہ معمول کے خلاف پژمردہ تھا۔ شگفتگی سے پژمردگی جھلکتی تھی۔ سیتا جی کو دیکھ کر اس حالت میں کچھ اور بھی انقلاب پیدا ہو گیا۔ سری جانکی جی چہرے کی اداسی کو نظر حیرت سے دیکھنے لگیں۔ اور ادب و لحاظ کے قرینے سے دریافت کیا کہ

پران ناتھ! راج تلک میں کیا دیر ہے۔ کچھ پہر گذر رہا ہے۔ ابھی تک چتر شاہی سر

پر نہیں۔ بھاٹوں کے کرکھے بھی اب تک سنائی نہ دیئے۔ سُرخ چندن کا تلک نظر نہیں آتا۔ وہی معمولی مدھو کا ٹیکا رونق بخش جبیں ہے نہ بدن پر پوشاک شاہی ہے نہ سر پر تاج جہانبانی۔ رتھ کی گڑگڑاہٹ سنائی نہ دی۔ گھوڑے بھی نہ ہنہنائے۔ بات کیا ہے۔ چہرہ بھی اُداس مزاج بھی خلاف معمول کچھ سست۔ خیر تو ہے۔ نصیب دشمناں کوئی بات تو نہیں۔ میرا تو جی اُٹھ گیا کہ آپ اِسطرح کیونکر تشریف لائے۔

رامچندر جی:۔ راج تلک ہو گیا اب بدھائی بجاؤ۔ مجھے جنگلوں کی حکومت ملی۔ بھرت جی کو اجودھیا کی۔ تم بڑی خوش نصیب ہو۔ تمہارے خاندان کی عظمت کا کیا کہنا۔ دیکھو مجھے کیا شرف حاصل ہوا ہے میں بھی کچھ کم خوش قسمت نہیں۔ تمہیں فکر ہوتی ہوگی کہ جنگل کا راج کیسا مگر جب تک پہنچو گی تو پھولی نہ سماؤ گی۔ پتا جی کو جانتی ہی ہو کہ کیسے ستیہ وادی ہیں۔ آج اُن کا ست نباہنے کا افتخار مجھے حاصل ہوا۔

جانکی جی:۔ میری سمجھ میں نہ آیا۔ آپ نے کیا فرمایا۔

رامچندر جی:۔ ماتا کیکئی سے ایک وقت پتا جی قول ہار چکے تھے۔ اُن کا قول جان کے ساتھ ہے۔ اس وقت ماتا کیکئی نے وعدہ وفائی پر ہٹ کی۔ چنانچہ میں بھرت کو راج دے کر بن کو روانہ ہوتا ہوں۔ بھرت تمہاری رضا جوئی کریں گے۔ تمہیں بھی لازم ہے کہ انہیں کی نظر میں بیٹھی رہنا۔ اُن کی مرضی کے خلاف کوئی کام نہ کرنا۔ خیال رکھو کہ صاحب دولت و اہل اختیار عاجزی و رضا جوئی ہی سے خوش رہتا ہے۔ تم بھرت جی کو سرتاج سمجھنا۔ اور کبھی بھولے سے بھی میری تعریف کے الفاظ زبان سے نہ نکالنا۔ اگر کوئی ادھر میرا ذکر رہے تو تم بھرت ہی کو سراہنا یہ نہ خیال کرنا کہ وہ مجھ سے یا تم سے چھوٹے ہیں۔ ایسے موقع پر خوردی کا مرتبہ بھی بزرگی سے زیادہ سمجھا جاتا ہے۔ اچھا اب میں تو پا بہ رکاب ہوں۔ بہتر ہے کہ تم بھی زیور وغیرہ اُتار کے رکھ چھوڑو۔ جیسی بھرت جی سمجھے رہیں کہ تم کو اُن کی قدر و منزلت کا کیسا ادب ہے آج سے تمہارا کیا فرض ہونا چاہیئے۔ کوشش سے سُن رکھو تا کسی کو کوئی حرف زبان سے نکالنے کا موقع ہی نہ ملے ہر ایک سے پہلے جاگنا اُٹھنا ہاتھ منہ دھونا۔ نہانا۔ پوجا پاٹ کرنا۔ جس وقت پتا جی بیدار ہوں اُن کے قدم چھونا۔ ماتا کوشلیا کے دل سے میری جدائی کا خیال بھلائے رکھنا۔ بڑھاپے میں اُن کی اچھی طرح سے خدمتگذاری کرنا۔ ماتا کیکئی اور سمترا جی کو بھی اسی طرح سمجھنا جسطرح ماتا کوشلیا کو جسطرح میں اپنے بھائی کو جان سے زیادہ عزیز سمجھتا ہوں اُسی طرح تم بھی بھرت۔ لچھمن۔ ستروگھن کو سمجھتی رہنا۔ بھرت جی اب صاحب تخت و تاج ہیں۔ اُن کا لحاظ و ادب واجب ہے۔ جو کہیں اُس کو ماتھے لگانا۔ اگر ان کی مرضی کے خلاف کوئی بات ہوگی

تو وہ جو چاہیں سزا دے سکتے ہیں۔ اُن کو کوئی روک ٹوک نہیں۔ راجوں کو بعض موقعوں پر خاص بیٹے کی خونریزی سے بھی عار نہیں ہوتا۔ دیکھا ہے بادشاہ تخت دہند کا ہے بسا ایسے بر محنت ایک وقت جس کو آسمان پر چڑھا دیا جائے دوسرے وقت اسی کو پاتال میں گرا دیتے ہیں۔ اور بعض وقت پاؤں کی جوتی کو بھی وہ مرتبہ دے دیتے ہیں۔ کہ سر پر چڑھنوں کی بھی کچھ حقیقت نہیں رہتی۔ اچھا پیاری اب میں چلتا ہوں۔ ان سب باتوں کو گرہ باندھنا جس میں چودہ برس کا زمانہ بڑے اطمینان اور بڑی بے فکری سے کٹ جائے۔

سرگ ۲۷

سری جانکی جی کی عزم ہمراہی سری رامچندرجی کی ممانعت سیتاجی کی کدوکاوش

سری رامچندرجی کی اس تقریر پر سری جانکی جی کو کچھ ہنسی آئی کچھ تعجب ہوا کچھ رنج انہیں تینوں حالتوں کی تصویر کا جو چاہ پیش نظر کرکے انہوں نے سری رامچندرجی سے عرض کیا کہ واقف اسرار تمام راکھوں سے خبردار وہ ایسی باتیں کرے سخت استعجاب ہے سمجھ لیجئے ماتا ہو یا پتا بھائی ہو یا بیٹا رشتہ دار ہو یا عزیز جو کچھ ہے اُسے اکیلے ہی کرم کا پھل ملتا ہے مگر میں ہی ایک بدنصیب ہوں جس کی زندگی آپ ہی کی نظر عنایت پر منحصر ہے۔ آپ کے بغیر میں نیم جان رہونگی کچھ مضائقہ نہیں آپ شوق سے بن کو جائیں۔ مگر آپ اپنے آدھے انگ کو یہاں چھوڑینگے۔ تو فرمایئے آپ کو یا مجھے فائدہ کیا مگر اردھنگی کو یوں چھوڑنا سمجھ لیجئے کس قانون محبت کے رو سے جائز ہے۔ آپ کو شاید خیال ہوگا کہ عورتیں قدرتاً کمزور اور نازک ہوتی ہیں۔ مگر خوب خیال کیجئے کہ خاوند کے لئے سختیاں اٹھانے کے وقت اُن کا دل ایسا سخت ہو جاتا ہے۔ پتھر تو پتھر پہاڑ کی بھی کچھ حقیقت نہیں اگر پہاڑ کو خاوند کی آتش فراق کی ذرا بھی آنچ پہنچ جائے۔ تو موم کی طرح پگھلے عورتوں کا دل سرمہ بن کر آنکھوں کی راہ سے بہتا تو ہے مگر خاوند کی رفاقت میں آتش موت کا طمانچہ بھی نسیم کا خوشگوار جھونکا معلوم ہوتا ہے۔ سمجھ لیجئے کہ اگر آپ یہاں نہیں تو جانکی جان کی خیر کیونکر سمجھئے۔

سری رامچندرجی :- تم اپنے رنواس میں سب آنند لوٹ چکیں۔ پھر اب بن میں تکلیف کرنے کی کون ضرورت ہے۔ مزے سے یہیں رہو۔ چودہ برس گذرتے کیا دیر لگتی ہے۔ جب ہم آئیں گے پھر وہی آنند ہوگا۔ کیا تم سے اتنے دنوں پر صبر نہیں ہو سکتا۔

جانکی جی :- آپ بات کو کہاں سے کہاں لے گئے۔ اچھا سنئے میں بھی جواب دیتی ہوں

اگر آپ کا یہیں قیام رہتا جنگل میں جانے کی نہ ٹھہرتی۔ اور میں بھی دنیا میں نہ ہوتی تو سچ کہیئے گا آپ کیا کرتے۔ ممکن نہ تھا کہ آپ کی شادی نہ ہوتی ضرور ہوتی مگر جب میں صحیح سلامت موجود ہوں تو بن میں آپ کی شادی بھی محال اسی لئے عرض کرتی ہوں کہ ہمراہ رکھیئے آخر کوئی تو خدمت کے لئے ساتھ ہونا چاہیئے۔ آپ میری ہمراہی سے کیوں بھاگتے ہیں۔ آپ کو اندیشہ کس بات کا ہے۔ کیا آپ عورتوں کی خصلت نہیں جانتے۔ جو نیک عورت ہے۔ وہ بادشاہت کے لالچ میں بھی نہیں آتی۔ اپنے خاوند ہی کو سب کچھ سمجھتی ہے۔

پران ناتھ! آپ لاکھ ٹلے بالے بنائیں فقرے بنائیں مگر سمجھ لیجئے کہ یہاں تو ٹھن چکی کہ آپ کے قدم ہوں گے اور میرا سر آپ زیادہ فہمائش و نصیحت نہ کیجئے۔ ایسی ایسی نصیحتیں میرے ناخنوں پر لکھی ہیں جب کھیل کود کے دن تھے۔ تب ہی سے سنتی چلی آئی ہوں کہ عورت کا دھرم کیا ہے۔ عورت کے لئے خاوند کی خدمت کس قدر لازمی ہے۔ مجھے ماتا پتا نے ہمیشہ یہی نصیحت کی کہ لوک پرلوک جو کچھ بنتا ہے وہ خاوند کی خدمت سے۔ کچھ ہو جائے۔ شوہر کی غلامی سے کبھی پہلو تہی نہ کرنا مجھے بھی اسی طرح اپنے ماتا پتا کے حکم کا لحاظ و پاس ہے۔ جس طرح آپ کو پھر یہ کیا کہ آپ والدین کے حکم کی تعمیل کریں اور مجھے اُن کے قول کی پابندی سے باز رکھیں یہ تو محض ہٹ دھرمی ہے۔ آپ کو "آنچہ بر خود نہ پسندی بدیگراں مپسند" کا ضرور خیال ہونا چاہیئے آپ سے والدین کے قول کی خلاف ورزی نہیں ہو سکتی تو مجھے بھی اپنے والدین کی ہدایتوں کا پاس جان کے ساتھ ہے ممکن نہیں کہ میں آپ کے ساتھ نہ جاؤں۔ ہزار میں جاؤنگی۔ لاکھ میں جاؤنگی۔ مجھے کوئی منطق روک نہیں سکتی۔ بن میں کونسی خوشی کی سیر نہیں۔ ہرن چوکڑیاں بھرتے ہوں گے شیر ادھر ادھر چلتے پھرتے ہوں گے۔ طرح طرح کے جانوران صحرائی کی چہل پہل رہتی ہوگی۔ یہ نظارہ دیکھنے کے لئے یہاں خود ہی آنکھیں ترس رہی ہیں۔ جنک پور میں بیکنٹھ کی بہار دیکھی۔ اجودھیا میں سُرگ لوک کے سکھ اٹھائے۔ اب ذرا جنگل کی ہوا کھانا بھی ضروری ہے۔ رہا دکھ سکھ وہ آپ سب کی چشم توجہ پر منحصر ہے۔ یہاں تنہا رہی تو زندگی اکارتھ۔ ساتھ رہی تو جنگل بھی منگل کا مزہ ان سب باتوں کو بھی جانے دیجئے۔ خاوند عورت کو چھوڑ جائے تو اُس کی غلطی۔ آپ کے بغیر میں پتی برت دھرم کا نباہ کیسے کر سکوں گی۔ شمع نہ ہو تو پروانے کو کیا لطف۔ گل نہ ہو تو بلبل کے جوشِ عشق کا مزہ کیا ہے۔ مجھے دنیا کی کسی چیز سے غرض نہیں۔ سب خواہشوں سے دل سیر ہے جنگل میں بھوک پیاس ماری رہوں گی۔ کوئی ہوس پاس پھٹکنے کیا مجال۔ صرف رفاقت سے کام ہوگا۔ اور خدمتگزاری سے مطلب آپ اگر یہ کہیں کہ شیر نگل جائیں گے۔ بھیڑیئے کھا لیں گے۔ کہیں کوئی اژدہا نہ پھنکار مارے۔ ہاتھی نہ مسل ڈالے۔ ان باتوں کا خوف مجھے نہیں۔ نہ آپ کی ایسی

فضول دھمکی سے میرے ارادے پست ہو سکتے ہیں۔ آپ تمام ذی روحوں کے خالق ہیں مجال کیا۔ کہ کوئی ایک پتہ بھی بے حکم ہلا سکے۔ آپ کی ذرا بھی نظر ترچھی ہو جائے تو زمین آسمان کا پتہ نہ لگے۔ اس حالت میں مجھے کسی سے کیا اندیشہ۔ آپ میری نسبت الفت وغیرہ پہ نہ جائیں۔ مجھے پیدل چلنے کی فرش گل پر قدم رکھنے سے زیادہ طہارت ہے۔ پھولوں کی پنکھڑی چاہے تلووں سے چبھے مگر آپ کے ساتھ جنگل کے کانٹے ذرا بھی کھٹکیں کیا مجال۔ پہاڑ میرے لئے گھر کی چوکھٹ سے زیادہ نہیں۔ ندیاں چیز ہی کیا ہیں۔ سمندر بھی ہو تو آپ سے آگے میرا ہی قدم ہو گا۔ ان سب باتوں کو بھی جانے دیجئے۔ آپ مجھ کو ساتھ نہ لے جائیں گے تو بہادری ہی کیا ہو گی۔ کوئی آپ کو مرد کیونکر کہے گا۔ بہادری تو تب ہی ہے کہ آپ مجھ کو ساتھ لے کر بن باس کریں ایک دنیا جانے کہ سری رامچندر کے برابر کون سورما ہو گا۔ جو اکیلے ہی نہیں بلکہ اپنے جان کو لئے ہوئے بھی جنگلوں کے دکھ کو سکھ سمجھ رہے ہیں۔ بالفرض آپ مجھے یہاں چھوڑ گئے۔ تو سمجھ لیجئے کہ جنم تو گیا گزرا ہوا الٹے لینے کے دینے پڑیں گے۔ میں جان دے دوں گی اور عمر بھر افسوس کے سوا آپ کے پلے کچھ نہ پڑے گا۔ اگر آپ کو جان لینا منظور ہے۔ تو کیجئے قدم چوم لوں۔ مگر یاد رکھئے کہ یہ چولا اسی وقت تک قائم رہیگا۔ جب تک آپ نظر نہیں پھرتے۔

رامچندر جی :۔ تمہارا جوش محبت صحیح۔ جو تم نے کہا سب درست۔ مگر ذرا سوچو تو عقلمندوں کو اونچ نیچ بھی سمجھنا چاہیئے۔ اہل زمانہ ہم تم الیسوں کی کارروائیاں بمنزلہ سبق ہوتی ہیں۔ پس ذرا خوب سمجھ لو۔ جنگل میں تکلیف کے سوا اور کچھ نہیں۔

سرگ ۲۸

سری جانکی جی کی پر اصرار تقریر شاپ وغیرہ کا حال ہمراہی کا جوش

سری جانکی جی فرماتی ہیں کہ سوامی جی! آپ مصائب کا کچھ فکر نہ کریں جن کو آپ تکلیف سمجھتے ہیں۔ وہ میرے لئے راحتوں سے زیادہ ہوں گی۔ جس کو آپ کا سایہ نصیب ہے اسے دکھ درد سے کیا کام۔ شیر ہاتھی وغیرہ جنگلی جانوروں کے خوف سے آپ ڈراتے ہیں مگر یہاں خود دل شیر ہے چیتے ہوں ہرن ہوں کوئی ہوں سب دست قدرت کی کھینچی ہوئی چلتی پھرتی تصویریں ہیں۔ ہمارے بھرے جہان میں آپ کے سوا دوسرا نہیں۔ آپ کے قدموں سے جدا ہو کر میں لحظہ بھر بھی زندہ نہیں رہ سکتی۔ شاستر پکار پکار کر کہتا ہے کہ خاوند کے بغیر عورت بے روح کا جسم اور بے سر کا دھڑ کہلاتی ہے۔ پھر میرا جینا معلوم جب میں نے ہوش بھی نہ سنبھالا تھا۔ تب سے میں اپنے بن باس

کی پیشین گوئی سنتی چلی آئی ہوں۔ بوجب جیا کے اکثر مٹ نہیں سکتے۔ بن باس تو بن باس میرے لئے اور آپ کے لئے تو بڑی بڑی تکلیفوں کی خبر دی جا چکی ہے۔ نارد جی کے سَراپ پر نظر کیجئے۔ راون کے بردان کو یاد کیجئے۔ اُس نے لچھمن کے ہاتھ سے موت مانگی ہے۔ یہ سب باتیں کبھی جھوٹ ہونے والی نہیں۔ جو کچھ رشی برہمن ماتا پتا کہتے آئے ہیں۔ اُن میں ایک حرف کا تغیر تبدل نہیں ہو سکتا۔ جب لکھی ہی ہے تو پھر آپ کو میں کیا کہنا ہے۔ میں ضرور ساتھ چلوں گی۔ آپ کو ضرور ہمراہ لے جانا پڑے گا۔

میری الفت ظاہر ہے اپنے منہ سے کہنا فضول ہے آپ کے قدموں میں کسی حالت میں رہوں مجھے لطفِ زندگی ہے۔ خواہ دکھ ہو یا سکھ میرے لئے دکھ سکھ دونو برابر ہیں۔ شاستر بتاتا ہے۔ کہ عورت اور خاوند کا تعلق ایک ہی جنم تک رہتا بہت جنموں تک یہ گہرے تعلق قائم رہتے ہیں جب یہ ہے تو پھر آپ کو قدموں سے جدا رکھنا کیونکر گوارا ہوتا ہے۔ پتی برتا عورت کو تکلیف پہنچنے سے خاوند کو بھی آرام نہیں ملتا۔ اس کو بھی بے چینی ستاتی رہتی ہے۔ پس آپ کو مجھے یہاں چھوڑنا۔ میری جان پر پہاڑ گرانا اور اپنے دل کو بھی دُکھانا ہے۔ آپ کے قدموں نے فدا بھی بے وفائی کی کرچی اور بھری۔ آگ میں کو دیڑی۔ جب آپ ساتھ نہیں۔ تو قالب خاکی کا ساتھ کیسا۔

سری جانکی جی کی ان پُر اثر باتوں کو بھی سری رام چندر جی مسکرا کر ٹالتے رہے۔ ان کا قیافہ بھی بتاتا تھا کہ وہ تنہا صحرا نشینی پسند کرتے ہیں۔ جنگل بیابان میں کہاں سیتا جی کو لئے لئے پھریں۔ اس انداز خاموشی سے جانکی جی کے دل پر کچھ اور ہی اثر ہوا۔ اُن کی آنکھوں میں مایوسی کی تصویر پھرنے لگی۔ آخر آنسو امنڈ پڑے۔ آنچل تر ہونے لگا۔

سرگ ٢٩

سیتا جی کی گفتگو عالم بیقراری۔ سری رامچندر جی کے دل پر اثر ہمراہی کی منظوری۔ تیاری سفر کی اجازت

سری جانکی جی کو جس قدر رامچندر جی کا ادب ملحوظ تھا۔ اس کی نظیر ملنا ناممکن ہے ان کا جوشِ محبت بھی وہ تھا۔ جو دنیا کی عورات کے لئے ایک سبق ہے۔ مگر ہنوز جب وقت سری رامچندر جی ان کی باتوں کو خاموشی سے ٹالتے گئے۔ تو انہیں ایک غیر معمولی جوش پیدا ہوا۔ اور چہرہ پر جلال طاری کر دلیری سے آپ کی محبت دیکھ لی۔ آج معلوم ہوا کہ ظاہری جوشِ الفت خالی لفافہ ہی ہوتا ہے میں تو نوک لگا میں مری جاتی ہوں۔ جس وقت جنک پور میں خبر پہنچی میرے پتا جی کیا کہیں گے۔ ساری دنیا

میں بدنامی پھیل جائیگی کہ واہ سری رامچندر اپنی استری کا بھی نباہ نہ کر سکے کل جہان میں مشہور ہوگا کہ واہ ڈھول کے اندر پول بہادری دکھانے ہی کی تھی۔ تیج پرتاپ نمائشی ہی تھا۔ اونچی دکان پھیکا پکوان ایسی کو کہتے ہیں۔ بھلا فرمائیے تو مجھے ساتھ لے چلنے میں آپ کو کون ہوّا کاٹے کھائے گا۔ آخر آپ کے ڈرانے کی وجہ۔

راجہ ستیہ وان کا حال آپ کو معلوم ہے۔ انھوں نے اپنی رانی کا ساتھ نہ چھوڑا تھا۔ راجہ حالانکہ وہ چھوڑ گئے مگر رانی کے تپ برت دھرم سے راج کاج کچھ ادو کا ادو ہو گیا۔ ترقی ہی ہو گئی۔ میں بھی پتی برتاؤں کے قدموں کی خاک ہوں۔ مجھے بھی اپنے اس دھرم سے کچھ استحقاق حاصل ہے۔ بس سمجھ لیجئے کہ یہ دھرم ہر وقت آپ کی رفاقت ہی نہیں بلکہ ناموری کے کارنمایاں کریگا آپ مجھ کو بھی معمولی عورتوں میں سمجھتے ہیں۔ افسوس آپ میرے قول پر نہ جایئے آپ کو میرے طریق زندگی سے تجربہ ہو چکا ہوگا کہ میں کون ہوں۔ آپ مجھے ایک غیر معمولی عورت ہی سمجھتے ہیں یہ تو آپ کی ہی خوبی ہے۔ اور ادب مانع ہے کہ آپ کو اسی دھرم کا ایک ذرا سا کرشمہ دکھا دوں آپ میرے سرتاج ہیں۔ سرمایۂ زندگی ہیں۔ جو کچھ ہیں وہ آپ ہی ہیں۔ جو کچھ کرتے ہیں وہ آپ ہی کرتے ہیں۔ اسی لئے آپ کو پتی برت دھرم کے اعجاز بھی دکھانا فضول ہیں۔ تو آپ کے سوا کسی کو جانتی ہی نہیں۔ آپ کے بغیر مجھے زندگی سے کیا واسطہ۔ شاستر والے لوگوں نے پتی برتا عورت اور کنواری لڑکی کو برابر کہا ہے۔ بس اگر میں پتی برتا ہوں۔ تو کنواری ٹھہری۔ کنواری کے واسطے کوئی خاوند چاہیئے۔ بس اب بتایئے کہ آپ مجھے چھوڑتے ہیں۔ تو کیا کوئی اور بندوبست کیا ہے۔ سچ سچ کہیئے گا کیا نیت ہے۔ اب رہی دوسری بات یعنی بھرت جی کی اطاعتگذاری یہ تو جان کے ساتھ ہے۔ مگر خیال تو کیجئے کہ جب تک اولاد نہ ہو تب تک خاوند کو کب لازم ہے۔ کہ عورت سے کنارہ کشی کرے آپ تپسیا کے لئے مستعد ہیں۔ مبارک مگر مجھے کوئی شاستر تو دکھایئے کہ عورت کے بغیر تپسیا کرنے کی ہدایت ہو۔ جس غرض سے آپ جنگل کی ہوا کھانا منظور کرتے ہیں وہ میرے بغیر پوری ہی نہیں ہو سکتی۔ (یعنی جب میں نہ ہونگی۔ تو نہ سیتا ہرن ہوگا نہ راون مارا جائیگا) بن باس کا اصل اصول یہ ہے کہ میں بھی جاؤں ورنہ آپ کا جانا بیکار۔ جس وقت آپ مجھ کو جوشش محبت سے ساتھ نہ لے جائیں گے تو میری زندگی اکارتھ جائیگی۔ ہاں آپ کی ہمراہی میں جنہیں آپ کانٹا سمجھتے ہیں وہ میرے لئے پھول کا کام دیں گے گھاس پھوس نرم نرم دوب کا مزہ آئیگا۔ پیارے قدموں کے لئے روئی کے گالے بن جائیں گے۔ آندھی کے جھونکے نسیم سحری کو مات کریں گے۔ جو پھل پھول ہاتھ پر رکھ دیں گے اس سے بڑھ کر میرے لئے نہ دنیا کی کوئی نعمت ہے نہ امرت میں اپنے ماں باپ عزیز اقارب کو بھولے سے بھی یاد کر کے طبیعت پریشان نہ کرونگی۔ مجھے سُرگ ہوگا

ہے جہاں آپ ہیں۔ اور آپ کے بغیر سرگ بھی نرک سے بدتر ہے۔ مجھے بھرت سے غرض کیکئی سے واسطہ اُن کے پاس رہنے سے زندگی کا کچھ نتیجہ میری زندگی تو اُسی وقت تک ہے جب تک آپ کے قدم آنکھوں کے سامنے ہیں۔ ذرا آنکھ سے اوٹ ہو کر آزمائش کر لیجئے کہ روح قالب سے نکل جاتی ہے کہ نہیں جب ایک لمحہ آپ کے بغیر کٹ نہیں سکتی۔ تو پھر چودہ برس کا تو ایشور ہی مالک ہے آپ میری زندگی چاہتے ہیں تو بس کہہ دیں کہ تیار ہو ؛

یہ کہہ کر جانکی جی رامچندر جی کے قدموں سے چمٹ گئیں اور زار و قطار رونے لگیں۔ رامچندر جی کچھ سمجھاتے تھے تو اُن کے کلیجے پر ایک نشتر لگتا تھا وہ اس طرح تڑپ جاتی تھیں جس طرح ہنس کے چوٹ سے ہالنی اُن کی آنکھیں لال لال ہو گئیں۔ گرم گرم آنسو عارض گلرنگ پر بہنے لگے۔ آنکھوں میں آنسوؤں کی گھٹا چھا رہی تھی دل میں درد کی بجلیاں چمکتی تھیں۔ لب پر نالہ و زاری سے بادل گرجتے معلوم ہوتے تھے۔ سیتا جی روتے روتے اس قدر بیچین ہوئیں کہ آخر غش آگیا جھٹ کر زمین پر گر پڑیں چہرے پر زردی چھا گئی۔ بدن سرد پڑ گیا۔ رامچندر جی نے اُٹھا کر کلیجے سے لگا لیا۔ [illegible] اپنے آنسوؤں کا چھینٹا دے کر کچھ کچھ ہوش میں لائے اور بولے

پیاری! ہیں اتنا رنج۔ تمہاری بے چینی سے مجھے سرگ میں بھی ایک دم آرام نہ ملیگا۔ مجھے دنیا میں کسی کا خوف نہیں۔ خوف صرف تمہاری کلفت کا ہے۔ خواب میں بھی خیال نہ تھا کہ تم کو بھی بن باس سے رغبت ہوگی۔ اب میری مجال نہیں کہ ساتھ لے چلنے سے انکار کر سکوں۔ اچھے لوگ اول تو الفت کے نام سے بھاگتے ہیں مگر کسی سے الفت ہو گئی تو جیتے جی چھوٹنا نا معلوم اچھی طرح اطمینان رکھو۔ میں تمہیں ساتھ لئے بغیر بن کی طرف رُخ نہ کروں گا۔ مجھے بھی اسی دھرم کی پابندی لازم ہے۔ جو اچھے لوگ ہمیشہ سے کرتے آئے ہیں۔ تم کو میں اسی طرح ساتھ رکھوں گا جس طرح سورج کے ساتھ اس کی استری رہا کرتی ہے۔ میں صرف پتا کے حکم سے اجودھیا چھوڑتا ہوں۔ ماں باپ اور گورو کے حکم کی تعمیل کرنا ہر شخص کا فرض ہے یہ وہ دیوتا ہیں۔ جو مجسم نظر آتے ہیں۔ اور دیوتا تو دکھائی بھی نہیں دیتے بس ان میں اور اُن میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ ان انسانی دیوتاؤں کی خدمتگذاری سے جو غافل ہے اُسے دیوتاؤں کی پوجا پاٹ کا پھل ملے ممکن نہیں۔ ماں باپ کی اطاعت گذاری اور فرمانبرداری کا ادنے پھل یہی ہے کہ بے پڑھے علم حاصل ہوتا ہے۔ اولاد آنکھوں کو سکھ دیتی ہے۔ دیولوک برہم لوک۔ شیو لوک۔ گندھرب لوک وغیرہ کے واسطے رشی منی ہزارہا سال تک تپ کرتے ہیں تب بھی کام سدھ نہیں ہوتا۔ مگر ماں باپ کی خدمت سے کسی لوک کا ملنا مشکل نہیں۔ بیشک تمہارے بغیر بن باس کا پھل ملنا محال ہے۔ میں سمجھ گیا کہ تمہاری ہمراہی کن کن مرحلوں کے لئے ضروری ہے۔ اچھا اُٹھو چلنے کا سامان کرو۔ زر و جواہر سے اب ہمیں تمہیں کیا کام۔ مال و متاع سے

کچھ غرض سب برہمنوں کو لٹا دو گھوڑے رتھ کچھ نہ رکھو۔ لونڈیاں باندیاں بھی کیا کریں گی زیور انہیں بانٹ دو۔ اچھا اب جا کس ٹھیک کرو۔ دیر ہوتی ہے۔

یا تو جانکی جی غشی کی کمزوری سے اچھی طرح آنکھیں نہ کھول سکتی تھیں یا رامچندر جی کی تقریر سے گویا طاقت آگئی۔ وہ خوش خوش اٹھ بیٹھیں اور اطمینان ہوا کہ اب نہ گرنے کی۔

سرگ ۳۰

لچھمن جی کا جوش خون سری رامچندر جی سے ہمراہی کی درخواست اصرار و انکار کی باہمی گفتگو

جس وقت جانکی جی اور رامچندر جی یہ باتیں کر رہے تھے لچھمن جی ایک گوشے میں مؤدب کھڑے ہوئے سنتے جاتے تھے۔ جونہی رامچندر جی نے سیتا جی سے کہدیا کہ اچھا چلو اس وقت لچھمن جی کا جوش رفاقت دل کو بے چین کرنے لگا۔ وہ جھپٹ کر رامچندر جی کے قدموں پہ گر پڑے اور سیتا جی کی دہائی دے کر بولے کہ

آپ مجھے کہاں اکیلے چھوڑے جاتے ہیں۔ لچھمن جیتے جی قدم نہ چھوڑیگا۔ آپ کی خدمت جان کرے گی اور حفاظت تیر و کمان۔ میرا جنم فقط آپ دونوں کی خدمتگزاری کے لئے ہوا ہے۔ آپ کی رفاقت کے سوا مجھے سرگ کی بھی خواہش نہیں۔

رامچندر جی:۔ اچھا قدم تو چھوڑو۔ اٹھو سنو تو سہی تم کو جنگلوں کی ٹھوکریں کھانے سے کیا فائدہ

لچھمن جی:۔ جو آپ کو۔

رامچندر جی:۔ میری اور بات ہے۔

لچھمن جی:۔ میری بھی اور بات ہے۔

رامچندر جی:۔ مجھے پتا جی کا حکم ہے۔

لچھمن جی:۔ مجھے آپ کا حکم ہے۔

رامچندر جی:۔ نہیں کبھی نہیں

لچھمن جی:۔ ماتا کو شلیا گمراہ ہیں۔ جن کے سامنے آپ نے فرمایا کہ تو بھی زیور موتا کر پھینک دے یہ بن باس کے لئے اشارہ نہ تھا اور کیا؟

رامچندر جی:۔ میں نے بہلا دیا ہوگا۔

لچھمن جی:۔ یہی سہی ایسی خاطر داشت منظور ہے۔ تو اب بھی بہلاتے ہیں میں مچل رہا ہوں

ہاتھ جوڑے ہوں بس اب دلشکنی کا خیال کیوں ہے کہہ دیجئے کہ آؤ۔

رامچندر جی :- تمہاری سعادتمندی کے قربان صدق عقیدت کو مرحبا مگر پہلے یہ تو سوچو تم جب بن میں بھی نہ رہا۔ جانکی جی بھی نہ رہیں تم بھی ساتھ چلے تو پتا جی اور کوشلیا اور سمترا ماتا کی خدمت اور دلجوئی کون کریگا۔ پتا جی بڈھے ہو گئے ان کو اب اپنا ہی جامہ بھار ہو رہا ہے۔ وہ ماتاؤں کی خاطرداشت کیا کر سکینگے وہ تو سب سے وہ خود دوسروں کی خدمت کے محتاج ہیں۔ سب پر طرہ یہ کہ دھرم کی پھانسی نے اُن کا اور گلا گھونٹ رکھا ہے۔ رہیں ماتا کیکئی اُن سے تو خود جانتے ہو کہ اُمید ہی اُمید ہے جب ہمارے نہ ہوتے یہ باتیں ظہور میں آئیں تو بھرت کو راج ملنے پر نہ جانے کیسا مزاج کیا دماغ ہو جائیگا۔ بیشک وہ عالی خاندانی کا ایک نمونہ تو دیکھ رہے ہو۔ پھر راج پاٹ کے اختیارات سے جو کچھ خرابیاں ہوں تھوڑی ہیں۔

اُمید فیض از نو دولتاں ہرگز مجو صاحب
پیادہ چوں شود فرزیں براہ کجروی گردد!

شطرنج کا پیادہ پہلے سیدھا چلتا ہے مگر جب فرزیں (وزیر) بن گیا تو ٹیڑھا ترچھا چلنے لگتا۔ یہی حال کیکئی ماتا کا بھی سمجھ لو۔ بھرت جی سے ہرچند ایسی اُمید نہیں ہے مگر جب ماتا کیکئی کی بدولت اُن کو راج سنگھاسن ملیگا تو وہ انہیں کی نظروں میں چلیں گے۔ اُن کے مقابلے میں دوسروں کا لحاظ و پاس کجا بھرت کو راج ملنے پر الٹیو جانے اُن کا مزاج یہی رہے یا اور کا اور ہو جائے اُن سے اب پتا جی کی خدمتگذاری کی بھی اُمید جاتی رہی۔ وہ بھی پتا جی سے منحرف ہو رہی ہیں گے بس مجھے سب کی طرف سے مایوسی ہے تمہارے بغیر سفر میں ماتا کوشلیا ماتا سمترا اور پتا جی کو طرح طرح کی تکلیفیں ہونگی تم یہیں رہ کر ماتا پتا کی خدمتگذاری کرو۔ میں سچ کہتا ہوں کہ اس سعادتمندی کا تمہیں بہت اچھا پھل ملیگا۔ لوک پرلوک میں نیکی اور صدق عقیدت کی دھوم ہوگی۔ بالفرض تمہیں یہاں رہنا منظور نہ بھی ہو تو تمہاری سعادت اسی میں ہے کہ میرا کہنا مانو جو میں کہوں اُس سے انحراف نہ کرو۔ میری بات ٹالنا بھی تمہاری سعادتمندیوں کے خلاف ہے لچھمن پیارے لچھمن اب ہٹ نہ کرو میں یہاں سے زیادہ جنگل میں تمہاری یاد کرتا رہونگا۔ تم سمجھنا کہ میں تم کو اپنی جان سے قریب جگہ دونگا۔

رامچندر جی کی یہ فہمائش کچھ اثر پذیر نہ ہوئی۔ لچھمن جی کی آنکھوں میں آنسو جھلک رہے تھے۔ انہوں نے رومال سے منہ پونچھ کر کہا آپ یہ باتیں کسی اور سے بنائیں۔ میں ان فقروں جو آنے والا نہیں ماتا کوشلیا اور ماتا سمترا کے قلب کو آپ خود پھیر سکتے ہیں۔ اُن کو آپ کی جدائی کا صدمہ محسوس نہیں ہو سکتا۔ ان نرم دل دیویوں کو آپ جس طرح چاہیں مطمئن رکھ سکتے ہیں مگر آپ کے

دست گرفتہ لچھمن کا دل وہ نہیں جو سر کے سامنے کو آنکھوں سے دوڑ دیکھ سکے۔ آپ نے جب سباہو تاڑکا کو مارا میں قدموں کے ساتھ تھا جب جنکپور میں شیو کے دھنش کو ٹکڑے ٹکڑے کیا میں بھی ہمراہ ہی تھا۔ اس وقت کی باتیں آپ کو یاد نہ ہوں۔ میرے دل کو تو فراموش نہیں۔ ڈنڈک بن کو آپ اجودھیا سے بڑھ کر سمجھتے ہیں۔ تعجب ہے آپ نہ کہیے گا۔ میں پتا جی اور ماتاؤں کو جب کہیے گا دیکھ جایا کروں گا۔ پھر آپ کو فکر کیا بھرت جی اگر خدمتگزاری نہ بھی کریں تو کیا مجھ میں وہ دم داعیہ ہے کہ آپ کی بھی خدمت کروں۔ اور ماتا پتا کی بھی۔ جس وقت دیکھوں گا کہ بھرت جی خدمتگزاری سے پہلو تہی کرتے ہیں تو آپ کے لچھمن کا تیر ترکش ہی میں نہ رہیگا۔ بھرت راجہ ہوں یا کچھ اور اُن کے پاس فوج ہو یا لشکر میں کچھ پرواہ نہیں کرتا میرے بازوؤں میں وہ طاقت ہے کہ

سمانے برہمانڈ کو ایک ہاتھ سے چکر دوں میں

ہم لوگ دھرم پر فدا ہیں۔ کبھی دنیاوی دولت پر پھر ہمارا اور بھرت کا منہ لیا ہی گیا۔ کسی ادھرمی کے پاس کتنا ہی لاؤ لشکر رہے کتنی دولت ہو ہمارا کیا بگاڑ سکتا ہے ادھرم کے پہاڑ بھی ہماری ایک پھونک میں اڑتے پھرتے نظر آئیں گے۔ ماتا کوشلیا اور سمترا کو کسی بات کی فکر نہیں۔ اُن کو ہزار ہزار گاؤں کی آمدنی بہت کافی ہے۔ بھرت جی کی مجال نہیں کہ اُن پر ذرا بھی دست تصرف دراز کر سکیں۔ پس اُن کی طرف سے کامل طور پر اطمینان ہے اُن کی فکر فضول ہے۔ تو فقط آپ کی خدمتگزاری کی۔ وہ بغیر ہمراہی کے دور نہیں ہو سکتی۔ میں بڑے شوق سے کندمول پر گزارہ کروں گا۔ ہاتھ میں دھنش بان ہوں گے۔ اور دل آپ کی جانثاری پر ہو۔ کنتر استر بھی میں ساتھ لے چلوں گا۔ کہ بوقت ضرورت زمین کے کھودنے میں کام دے۔ بہنگا بھی میرے کاندھے پہ ہوگی۔ تاکہ مجھے اور آپ کو کندمول سے جھولی بھرنے میں دقت نہ ہو۔ کنتر استر سے کندمول کھودوں گا۔ اور بہنگا میں بھر لایا کرونگا۔ آپ کے پاس رشی منی آیا کریں گے اُن کی خاطر تواضع بھی اسی طرح ہو سکیگی بغیر کندمول کے کیونکر نباہ ہوگا۔ آپ کو معقانہ پہاڑوں کندراؤں میں رہنے کی ضرورت ہوگی۔ آپ آرام فرمائیں گے۔ تو آخر پاسبانی کو بھی کوئی چاہیئے اس لئے میں آپ کے قدم چھوڑنا ہرگز منظور نہیں کر سکتا۔ ہاں اگر آپ کو میری جان کی کچھ پرواہ نہیں تو خیر کہیئے تو آپ ہی کے سامنے چولا چھوڑ کر دکھا دوں فقط خیال یہ ہے کہ آپ کے تہتوں نہیں۔

رامچندر جی لچھمن جی کی تقریر سے بہت موثر ہوئے۔ انہوں نے فرمایا کہ میں تو تمہیں ماتا پتا کی آنکھوں سے جدا ہونا گوارا نہیں کرتا مگر تم ہٹ کرتے ہو تو خیر چلو۔ اب رہی یہ بات کہ کون چیز ساتھ لے چلیں اس کے لئے اجودھیا سے کچھ لے جانا مناسب نہیں۔ وہ چیز ساتھ رکھنا لازم ہے جو اجودھیا سے تعلق نہ رکھتی ہو۔ چنانچہ دو دھنش برن جی کے ہیں جو رام جگ نے پہلے

عطا کئے تھے ایک کوچ اور برق دم تلوار دہینیر میں دستیاب ہوئی تھی۔ یہ چیزیں بششٹ جی کے فرزند سوجگیہ کے پاس ہیں۔ اُن پر نہ بھرت جی کا حق ہے نہ پتا جی کا قبضہ۔ یہ میری اور تمہاری ملکیت ہیں پس تم جاؤ اور ابھی ابھی لے آؤ۔ باقی اور روپیہ پیسہ سے ہمیں تمہیں کچھ مطلب اور سروکار نہیں بن باسیوں کو کندمول بہت ہے۔

جس وقت لچھمن جی نے یہ تقریر سُنی۔ وہ پھولے نہ سمائے اسی وقت چلنے کو تیار ہو گئے مگر اتنے میں سری رامچندر جی کا ارشاد ہوا کہ جب تک تم سب چیزیں سوجگیہ سے لاؤ تب تک میرا ارادہ ہے کہ برہمنوں کی کچھ خدمتگذاری کر لوں چنانچہ تم حکم دیتے جاؤ کہ اچھے اچھے عالم و فاضل براہمن فوراً طلب کئے جائیں۔"

سرگ ۳۲

سری رامچندر جی کا جوش فیاضی تریجٹا رشی کی آمد اُن کی کامیابی مقصد

رامچندر جی نے ہدایت کی کہ دیکھو لچھمن جی سوجگیہ کے یہاں جانا تو بڑے ادب سے پیش آنا بڑے صدق عقیدت سے پوجا کرنا۔ وجہ یہ کہ وہ بششٹ جی کے فرزند رشید ہیں۔ اس بات میں ان کو بھی بزرگی حاصل ہے۔ میرے دلنواز دوست ہیں۔ اس سے بھی ان کا ادب لازم ہے۔ علم و فضل کے لحاظ سے بھی وہ واجب التعظیم ہیں اور زیادہ تر قدر و منزلت کی بات یہ ہے کہ بڑے بھگت بھی ہیں

لکشمن جی سرتسلیم جھکا کر روانہ ہوئے۔ سوجگیہ کی خدمت میں گئے۔ دیکھا کہ ہون میں مصروف ہیں۔ بڑے ادب سے ڈنڈوت کر کے دست بستہ عرض کی

سری رامچندر جی راج پاٹ سے دست بردار ہو گئے۔ بن جانے کے لئے تیار کھڑے ہیں۔ تکلیف نہ ہو تو چل دیجئے۔

سوجگیہ کو رام چندر جی سے پریم تھا۔ انہوں نے جھٹ پٹ سندھیا سے فراغت کی اور دوڑے ہوئے سری رام چندر جی کے دولت پر تشریف لائے۔ سری رامچندر جی اور جانکی جی کو ان کے کمال و فضل کا اعتقاد تھا۔ جونہی خبر پہنچی۔ شاشٹانگ ڈنڈوت کرتے ہوئے استقبال کو چلے اور ہاتھوں ہاتھ محل میں لا بٹھایا۔ پھر جانکی کانوں کے جڑاؤ کنڈل مرصع کنگن وغیرہ قیمتی سے قیمتی تمام زیورات اور عمدہ سے عمدہ نفیس سے نفیس ملبوس پیش کئے۔ سری رامچندر جی کا یہ جوش سخاوت دیکھ کر جانکی جی کے دل میں خیال ہوا کہ اگر سوجگیہ کی استری ہوتی تو میں بھی کچھ دان کرتی۔ رامچندر جی دل کی بات سمجھ گئے اور سوجگیہ سے گذارش کی کہ

مہاراج! جانکی جی بھی کچھ آپ کی استری کے واسطے جتنی نذرانہ دیتی ہیں لیجئے چاہئیے احسان ہوگا۔ ادھر سے درخواست منظور ہوئی ادھر سے جانکی جی نے زیورات اکٹھا کر کے سامنے ڈھیر کر دیئے۔ ملازمان ہمراہی نے گٹھڑی باندھ دی۔ اور سوجگیہ نے اشیر باد دے کر رخصت مانگی۔ چلتے وقت سری رامچندر جی کو اس ہاتھی کا خیال آیا جو انہیں ان کے ماما نے عطا فرمایا تھا۔ اس لئے وہ ہاتھی ان کی نذر کر کے کہا کہ

یہ بھی آپ کے کام کا ہے۔ بن باسیوں کو اس سے کیا واسطہ۔ اس پہ کیکئی ماتا کا اجارہ نہ ہوت کا اختیار۔ سوجگیہ سوغاتیں لے کر اشیر باد دیتے ہوئے اپنے گھر کو چل دیئے۔

رامچندر جی کے قدم اٹھے جاتے تھے۔ جتنی دیر ہوتی تھی سمجھتے تھے کہ اتنی ہی منزل کھوٹی ہوتی ہے۔ انہوں نے لکشمن جی کو اجازت دی۔ کہ اگست جی اور کوشک منی کی پرستش کر کے تمام برہمنوں کو اسی طرح دان پن سے مالامال کر دو۔ جس طرح برسات کے موسم میں برساتی پانی سے زمین شاداب و سیراب ہوتی ہے۔ اب ان سب کے چودہ برس کے بعد درشن ہوں گے۔ پس سونا چاندی روپیہ جواہر نفیسہ ملبوس خوب لٹا دو اور ایک ایک ہزار گائیں سب کے پیش کش کر دو۔ ہماری تمہاری سلطنت یہی ہے۔

کوشلیا جی کے دروازے پر برہمنوں کا ایک میلہ لگ گیا تھا۔ ہر طرف ایک بھیڑ نظر آتی تھی۔ دان پن ہونے لگا۔ خیرات بٹنے لگی۔ اتنے میں ہی ایک برہمن آیا جو روز کوشلیا جی کو اشیر باد دے کر چلا جایا کرتا تھا۔ لکشمن جی کو جس وقت اس کا علم ہوا جواہرات سے جڑا ہوا رتھ حوالے کر دیا جڑاؤ زیور ریشمی کپڑے دیئے۔ کہ کسی بات کی کمی نہ رہے۔ صرف خدمت کے لئے کوئی نہ تھا اس لئے خادم بھی مقرر کر دیئے۔ سری رامچندر جی کی دنیاوی الفت صرف اس قدر تھی کہ جسے ہو ان کی ذات سے کچھ فائدہ ہو رہے۔ ہر شخص پر ان کی نظر عنایت مبذول تھی۔ جس کا خیال آتا اس کا گھر دولت سے پاٹ دیتے تھے۔ آپ کو اپنے سومنت اور چترر تھ سارتھیوں کا بھی بہت خیال تھا۔ ان کو اتنا کچھ دیا کہ ان سے اٹھاتے نہ رکھتے نہ بنتا تھا۔ سری رامچندر جی کا حکم تھا۔ کہ جو عالم فاضل ہوں ان کو ہاتھی گھوڑے بیل گئو دیئے جائیں۔ ذرا بھی میں میکھ نہ ہو۔ جو ان پڑھ ہوں۔ فقط بیٹھنے کے لئے بانا بنائے ہوں۔ ان کا بھی سوال خالی نہ رہتا۔ سری رامچندر جی کے عالم ترشح سخاوت سے شاید ہی کوئی محروم رہا ہو۔ کسی نے زیورات مرصع و ساز و یراق سے آراستہ گھوڑے اونٹ ہاتھی چوپائے کسی نے جواہرات و الماس۔ لاکھوں گائیں بٹ گئیں۔ ہزار ہا لعل موتی جواہرات لٹ گئے۔ جس کو گائیوں کا دان ملا اس کے گھر میں گئو شالہ قائم ہو گیا۔ جب زر و زیورات نقد و جواہر سے جیبیں بھر گئیں تب بھنڈاری کو حکم ہوا کہ لاؤ کون کون جنس ڈھیر ہے۔ بھنڈاری نے تمام ذخیرہ جمع کر

دیا اور چاروں طرف سے لوٹ ہونے لگی۔ تمام شہر نے آوازہ سُنا کہ سری رامچندر جی کا لنگر لٹ رہا ہے۔ جو جس نے مانگا وہ پایا۔ مانگے بغیر بھی وہ کچھ ملا کہ شمار و حساب نہیں۔

اجودھیا میں ایک ترجٹا نامی رشی تپسیا میں چولا گھلاتے گھلاتے سینک ہو گئے تھے۔ بالوں کا سر پر نام و نشان نہ رہا تھا۔ کھانے کی یہ کیفیت کہ کدال سے جو کھودنا وہی کھانا جو زمین کھودتے کچھ نہ ملے تو پیٹ میں زانو دیئے رہتا۔ رشی جی تو مرنے کے کنارے تھے مگر ان کی استری جوان تھی۔ اور لڑکے بالے بھی کم عمر۔ رشی کو نفس کشی سے بھوک پیاس کہاں۔ خرابی لڑکے بالوں کی تھی۔ ان کو ہر روز پیٹ کی آگ سے جلنا پڑتا تھا اس لئے اس موقعہ پر رشی کی استری بولی کہ

مہاراج معاف کیجئے گا۔ اس وقت گستاخی کو جی چاہتا ہے۔ آپ خوب واقف ہیں کہ عورت کا اَنت دھی خاوند ہوتا ہے۔ چنانچہ آپ بھی میرے پرمیشور ہیں۔ میری درخواست ہے کہ آپ کدال ودال چھوڑ کے چولھے بھاڑ میں۔ اس سے لڑکے بالوں کا پیٹ نہیں بھرتا۔ کدال کوٹتے کمر کیا ٹوٹی جاتی۔ اگر بال بچوں کی زندگی منظور ہے تو اُٹھئے۔ ذرا تکلیف کیجئے۔ چار قدم چلنے سے آپ کو وہ کچھ مل جائیگا کہ عمر بھر کسی چیز کی فکر نہ ہوگی۔ سری رامچندر جی خزانہ لٹا رہے ہیں۔ اگر یہ موقع چوکا تو بس لڑکے بالوں کا کہیں ٹھکانہ نہیں۔

ترجٹا رشی کے کانوں میں بڑی مشکل سے جوں رینگی۔ مدتوں کے بعد پتھر میں جونک لگی۔ انہوں نے کہا خیر جو ایشور کی اچھیا۔ کبھی کسی کے سامنے ہاتھ نہ پھیلایا تھا۔ آج قسمت کا لکھا بدھا یہ بھی سہی۔ انہوں نے اپنی استری کی پھٹی پرانی ساڑھی لپیٹ لی۔ اور ایک سونٹے کے سہارے سے چل کھڑے ہوئے۔ جسم سوکھی ہڈیوں کا ڈھانچہ تھا۔ بدن انگلی پر ڈالنے کے قابل۔ مگر چہرے کے تیج سے سورج کی بھی آنکھیں جھپکتی تھیں۔ مری چال بھی چلتے تھے۔ تو لوگ بل بھیڑ چھانٹ دیتا۔ جہاں ہوا کا گذر نہ تھا۔ یکبا خیال کو راستہ نہ ملتا تھا۔ وہاں سے یہ بے تکلف گذر گئے۔ لوگوں نے چہرے کے جلال سے کانپ کر جگہ دے دی۔ رشی جی دردولت پر پہنچے۔ تب بھی قدم آگے ہی پڑتا تھا۔ سینکڑوں دربان ڈیوڑھیوں پر مقرر تھے۔ ہر جگہ روک ٹوک تھی۔ لیکن ان کے رعب و دعب نے سب پہرے گویا اٹھا ہی دیئے۔ چوبداروں نے سر عقیدت جھکایا اور دست بستہ درخواست کی کہ شوق سے سری رامچندر جی کو درشن دیجئے۔ رشی جی کو پانچ ڈیوڑھیاں لانگھنا پڑیں۔ وہ سونٹا ٹیکتے ہوئے سری رامچندر جی کے سامنے پہنچے۔ اور جاتے ہی کہا:

رگھوبنس بھوشن مجھے تو کچھ ضرورت نہیں۔ مگر کمبختی کی مار لڑکے بالوں کی فکر نے آپ کے سامنے ہاتھ پھیلانے کی ذلت دی۔ بال بچے قانون نہ مرتے ہوتے تو یہ پھونک مارنے سے اُڑ جانے والا جسم آپ کے سامنے نہ ہوتا۔

رامچندر جی حد درجہ کی لاغری دیکھ کر سخت متحیر ہوئے۔ انہیں حیرت ہوئی کہ ایسا دُبلا پتلا برہمن اتنی بھیڑ چھانٹ کر کیونکر یہاں آپہنچا۔ انہیں اس وقت ذرا چہل سوجھی اور بولے برہم اوتار! مال و دولت سے تو میں ہاتھ جھاڑ بیٹھا۔ اب کچھ بھی پاس نہیں۔ ذرا پیشتر آپ آتے تو میں زر و جواہر سے گھر بھر دیتا۔ یہ اب صرف گائیں رہ گئی ہیں۔ ان میں سے جو آپ کی تقدیر میں ہو شوق سے لے جائیے مگر شرط یہ ہے کہ آپ سونٹا گھما کر پھینکیں۔ جتنی دور تک سونٹا گرے۔ اتنی دور تک گائیں آپ کی ٭

ترجٹ رشی:۔ آپ کا فرمانا درست مگر ان سینگ ایسے ہاتھوں میں جان کہاں کہ سونٹا پھینک سکیں لیکن آپ کی جو مرضی۔ یہ کہہ کر ذرا دیر تک رشی جی خاموش رہے۔ پھر بڑی مشکل سے کمر کسنا شروع کی۔ اس میں بھی ذرا دیر ہوئی۔ اور رشی کی یہ قطع وضع دیکھ کر رامچندر جی کو بے ساختہ ہنسی آگئی۔ دل میں کہنے لگے کہ واہ بال، ایسے ہاتھ پاؤں اور پھر یہ دم داعیہ۔

سری رامچندر جی کو خیال تھا کہ غریب رشی کو سونٹا اٹھانا ہی دوبھر ہے۔ پھینکے گا کیا خاک اتنے ہی میں ترجٹ رشی نے کمر کس کر سونٹا گھما کر پھینکا تو سب کی عقل دنگ ہوش غائب۔ سونٹا اڑا تو سرجو کے اس پار جا گرا۔ تمام گائے بیل ادھر کے ادھر ہی رہے۔

یہ رنگت دیکھ کر سری رامچندر جی رشی کے فیض و کمال سے متعجب ہوئے اور ممنت شرمندگی کے ساتھ قدموں پر گر کر معافی مانگی۔ بولے مہاراج گستاخی درگذر کیجئے گا آپ بزرگ ہیں مہاتما ہیں۔ چھوٹوں سے غلطی ہو ہی جاتی ہے۔ اگر نادان نہ ہوں تو چھوٹے کیوں کہلائیں آپ کو دیکھ کر میرا ہنسنا واقعی خلاف مزاج ہوا ہوگا۔ مگر آپ نے میری آنکھیں کھول دیں۔ اس کا شکریہ کہاں تک ادا کروں۔ میرے خیال میں تھا کہ جب آپ کو ہاتھ پاؤں ہلانا دوبھر ہیں۔ تو سونٹا پھینکنا نامعلوم۔ اسی سے میں نے بے ادبی کی۔ اب میری دست بستہ درخواست ہے کہ آپ میرے بچپن پر نظر کریں۔ بچوں کی غلطیوں کو بزرگ دل میں نہیں رکھتے۔ میں اس وقت بن باس کے لئے تیار ہوں۔ ذرا ہوش و حواس میں بھی پراگندگی ہے پس مجھے آپ سے معافی مانگے بغیر چارہ نہیں۔ میں نے یہ بھی مذاقاً کہا تھا۔ کہ گائیوں کے سوا اور کچھ باقی نہ رہا۔ اس کو بھی آپ نظر انداز فرمائیں۔ اور جو کچھ خدمت میرے لائق ہو اس سے آگاہ نہ فرمائیں گے۔ تو میں سمجھونگا کہ آپ کے دل میں میری طرف سے غبار ہے۔ اور قبول گذارش سے انکار کیا میری مجال کیا میرا مال۔ جو کچھ ہے برہمنوں ہی کے واسطے ہے۔ پس آپ کچھ اور ارشاد فرمادیں کہ میں تعمیل کر کے افتخار ابدی حاصل کر لوں۔

ترجٹ رشی:- آپ کا کچھ قصور نہیں۔ کوئی خطا ہو تو اس کی معافی یا تلافی ہو سکے۔ جی نے ہاتھ پھیلایا آپ نے دان دیا۔ ہوس کی بھی کچھ انتہا ہوتی ہے۔ اب لہٰذا اس سے زیادہ مانگ کر کیا کروں جو کچھ ملا وہ اتنا زیادہ ہے کہ میں شکریہ ادا نہیں کر سکتا۔ اب میں چلتا ہوں۔ اور دعا کرتا ہوں کہ

آپ کے اقبال کی ترقی ہو۔ ناموری برابر گنی بڑھے۔ برہمنوں کی خدمتگذاری سے آپ کو ثواب دارین حاصل ہو بن باس کٹنے پر آفت کٹے۔ بزرگوں کی اطاعتگذاری پھلے۔

یہ آشیرباد دے کر ترجٹ نے گھر کی راہ لی۔ سری رامچندر جی نے ملازموں کو ہدایت کی کہ تمام گائیں آشرم میں پہنچا دیں۔ مگر ترجٹ رشی چلے تو گائیں بانٹتے ہوئے۔ جو برہمن سامنے آیا اسے ایک گائے دیدی۔ گھر پہنچتے پہنچتے اُن کی گائیں رہ گئیں۔

سرگ ۳۳

سری رامچندر جی کی راجہ دسرتھ کی قدمبوسی کو روانگی اہل اجودھیا کے خیالات

سری رامچندر جی نے ساری دولت لٹا دی۔ برہمن زر و جواہر نقد و جنس سے مالا مال ہو گئے مال و دولت سے ہاتھ جھاڑ کر آپ نے راجہ دسرتھ کی قدمبوسی کا عزم کیا۔ اور سری جانکی جی نے پھولوں سے شستروں کی پرستش کی۔ جوں ہی سری رامچندر ایوان دولت نشان سے تشریف لے چلے۔ اہل شہر کا میلہ لگ گیا۔ جس نے سنا دوڑا ہوا پہنچا۔ گذرگاہ میں کوٹھوں پہ صورتیں ہی صورتیں نظر آتی تھیں۔ اس وقت ذات مقدس پا پیادہ تھی۔ نہ کوئی سواری ساتھ نہ ملازمان بارگاہ۔ ہر طرف متعجب نگاہیں چہرہ انور کی بلائیں لیتی تھیں۔ ہر زبان پہ یہی الفاظ تھے کہ

آہ جن رامچندر جی کے زیر قدم چاند سورج آنکھیں بچھاتے۔ اندر کا ایراوت خاک عقیدت کو ماتھے سے لگاتے۔ سورج بھگوان کا درخت نگاہ میں چلے۔ دیوتا گندھرب پلکوں سے گرد راہ صاف کریں۔ جن کی چترنگی سینا کے سامنے ستارے کچھ شمار میں نہیں۔ افسوس وہ آج فرش خاک پر پیدل جا رہے ہیں۔ جن رامچندر جی کے غلاموں کے لئے دنیا جہان کی ساری نعمتیں ڈھیر رہتی ہیں۔ آہ! وہی رضائے والدین کو مقدم سمجھ کر جنگل کے کندمول پھل پر گزارہ کرنے کے لئے کمربستہ ہو گئے ہیں۔ خیر سری رامچندر جی تو مرد ہیں۔ سمتی شکتی کا انہیں کیا خیال مگر ہائے نازک اندام جانکی جی سے جنگلوں پہاڑوں کے دشوار گذار راستوں میں کیسے قدم رکھا جائیگا۔ یا تو سیتا جی آتش رخسار کی گرمی سے پریشان ہو جاتی تھیں۔ یا اب وہی جلتی دھوپ

ہیں جنگلوں جنگلوں میں ٹھوکریں کھائیں گی۔ جن کو کسی کی آہ سرد سننے کی برداشت نہ تھی۔ اُف اب وہی کڑاکے کے جاڑوں میں پالے برف کی سختیاں سہنے کو جا رہی ہیں معلوم ہوتا ہے کہ راجہ دسرتھ اپنے حواس میں نہیں۔ کسی بھوت پشاچ نے عقل ماردی۔ ورنہ ایسے لائق وفائق بیٹے کو کلیجے سے جدا کرنا عقل سلیم کبھی گوارہ نہ کرتی۔ اچھے لوگ نالائق بیٹے کو کبھی گھر سے نہیں نکال دیتے۔ رامچندر ایسے سعادت مند۔ دھرماتما۔ بااخلاق۔ بامروت۔ ہردلعزیز۔ نفس کش غرضیکہ بہمہ صفت موصوف اور انہیں کے ساتھ یہ بدسلوکی۔ ہم لوگوں سے یہ ادھرم نہیں دیکھا جاتا۔ رامچندر جی کو ہماری آنکھوں کے سامنے یہ تکلیف کیونکر دل گوارا کرے۔ شری رامچندر جی انسان نہیں دسرتھ کے فرزند نہیں۔ ساکشات ایشور اور جگت کے پتا ہیں۔ جب جگت کے پتا کو تکلیف ہوئی تو پھر ہم لوگوں کو آرام کہاں۔ راجہ دسرتھ اس وقت گویا درخت کی جڑ کاٹ رہے ہیں۔ جڑ کٹی اور پھول پتی سب خشک۔ پھر ہم سب کو زندگی کی آس کیا۔ بس مناسب یہی ہے کہ ہم سب بھی وہیں جائیں۔ جہاں بھگوان رام چندر تشریف لئے جاتے ہیں۔ اب گھر بار کی الفت فضول۔ سب باغ و مکان بے ثبات۔ دولت و جنس بیکار۔ جہاں رامچندر نہیں وہاں آبادی کا کیا کام۔ ایک سرے سے اجاڑ دینا چاہیئے اجودھیا کا نام ہی باقی رکھنا کیا ضرور۔ گایوں کو کہاں چھوڑیں۔ ان کی پرورش لازمی ہے پس ان کے لئے جنگل میں دانے چارے کا گھاٹا نہیں۔ یہ وہاں مزے سے رہیں گی۔ روپیہ پیسہ بھی ساتھ لیتے جائیں یہاں کیوں چھوڑیں۔ تب کی سند جب اکیلی کیکئی رہ جائے۔ پھر معلوم ہو کہ بن باس دینے کا نتیجہ ہوتا ہے۔ بات تب ہے کہ ہم سب جنگل کو اجودھیا بنائیں اور اجودھیا جنگل بن جائے۔ ادھر ہم سب جنگل میں بن گئے۔ ادھر سے جانوران صحرائی کی بھگدڑ ہوئی۔ درندوں چرندوں کے لئے جنگل کے سوا اور ٹھکانہ ہی کہاں پس سونی اور سنسان اجودھیا ان کے لئے خالی پڑی ہوگی۔ وہ یہیں رہیں گے اور تب راجہ دسرتھ کو ہوش ہوگا۔ کہ بھیجا تھا رامچندر جی کو جنگل میں اور یہاں ان کے لئے بن باسی ہو گیا۔ کیکئی کو لینے کے دینے پڑیں تب بات۔ گوشت خور جانوروں کی جب یہاں بستی ہوئی تب ایک مزہ اور ہوگا۔ ان کی بھوک گوشت کو نشت لگا دیگی۔ یہاں گوشت کا نام کہاں پس نتیجہ یہ ہوگا کہ کیکئی کی بوٹیاں پیٹ کی آگ میں بھنیں گی۔ ہڈیاں شیر بگھیلے چبائیں گے۔

جتنے منہ اتنی ہی باتیں۔ ہر زبان سے ایک نہ ایک نئی بات سنائی دیتی تھی۔ شری رامچندر جی چہل قدمی کرتے اور یہ سب باتیں سنتے ہوئے راجہ دسرتھ کی آرامگاہ پر پہنچے دیکھا کہ سومنت وزیر بہت اداس کھڑا ہے۔ جونہی شری رامچندر جی کی صورت دیکھی اس کی آنکھوں سے بے ساختہ آنسو نکل پڑے۔ قدموں پر سر جھکا کر عرض کی کہ کیا بن کی تیاریاں ہو گئیں۔ آہ! یہ مصیبت کا سامنا۔ آپ تو جبر تشریف لے جاتے ہیں۔ میرے واسطے کیا ارشاد ہوتا ہے۔

ہم لوگوں کی زندگی کسطرح ہوگی۔ کچھ سبیل ٭

سرگ ۳۴

شری رامچندر جی کی راجہ دسرتھ کی خدمت میں رونق افروزی درخواست رخصت راجہ دسرتھ کی ممانعت۔ رنج وغم۔ رانیوں کی بیقراری و گریہ زاری۔ رامچندر جی کا استقلال عزم مصمم

سومنت سری رامچندر جی کو لیتے ہوئے راجہ دسرتھ کی خدمت میں باریاب ہوا۔ اس وقت راجہ دسرتھ کی حالت کچھ عجیب تھی۔ لمبی لمبی سانسیں لیتے تھے۔ سینہ ہاتھوں سے دبا رکھا تھا۔ اور بند آنکھوں سے آنسوؤں کے قطرے نکل رہے تھے گہن میں جو سورج کی حالت ہوتی ہے راکھ میں جو انگارے ہیں اور خشکی سے جو تالاب پر اداسی چھائی رہتی ہے۔ اسی کا نظارہ سامنے تھا۔ سومنت نے پہنچکر عرض کی۔ مہاراج کی جے۔ دشمنوں کی چھے ٭

یہ آواز کان میں پڑتے ہی راجہ دسرتھ نے آنکھیں کھول دیں۔ ہاتھ سے آنسو پونچھ کر دیکھنا چاہتے تھے کہ کون کون ہے۔ اتنے ہی میں سومنت بولا۔

ان داتا۔ سری رامچندر جی سب دھن دولت دان کر کے گھر بار چھوڑ بیٹھے۔ اب ہاتھ جوڑ کر آپ سے رخصت ہونے کے لئے تشریف لائے ہیں۔

بالمیک جی اس موقعہ پر فرماتے ہیں کہ لوگوں نے راجہ دسرتھ کو بہت بُرا بھلا کہا ہر شخص یہی کہتا تھا کہ بڑے ادھرمی ہیں مگر میرے خیال میں راجہ دسرتھ کا سا دھرماتما ہونا مشکل ہے۔ ان میں بات چیت کرنے کا دم نہ تھا۔ زبان ہلائے نہ ہلتی تھی۔ بڑی جرأت کر کے بولے کہ

سومنت! اچھا سری رامچندر جی کو بٹھلاؤ۔ میں ابھی ان کو نہ دیکھوں گا۔ پہلے میری سب رانیوں کو یہاں لے آؤ۔

سومنت اسی وقت دوڑا گیا۔ مہاراج کا حکم سنایا۔ تین سو پچاس رانیوں میں [illegible] کیکئی کے ترکیب بھی ان سے نہ رہی۔ باقی اور سب اٹھ دوڑیں۔ کوشلیا جی کو ضعف سے اٹھنے کی طاقت نہ تھی۔ اور رانیوں نے ان کو سنبھال اور ہاتھ تھامے ہوئے راجہ دسرتھ کے پاس لائیں۔

جس وقت راجہ دسرتھ کو رانیوں کی آمد معلوم ہوگئی۔ سومنت سے ارشاد ہوا۔ کہ سری رامچندر جی کو آنکھوں کے سامنے لاؤ۔ کہاں ہیں ٭

سومنت :۔ مہاراج کے سامنے ہی ہیں۔ جانکی جی اور لچھمن جی کو بھی قدم چھونیکی ہوس کھینچ لائی ہے۔ راجہ دسرتھ نے فوراً ہی آنکھیں کھول دیں دیکھا سری رامچندر جی ہاتھ جوڑے ہوئے سامنے موجود ہیں۔ فوراً اُٹھ کھڑے ہوئے اور دوڑ کر گلے لگانا چاہتے تھے کہ جھٹ سے زمین پر گر پڑے چہرے پر مردنی سی چھا گئی۔

رامچندر جی نے جھپٹ کر اُٹھا لیا۔ سب رانیاں بھی دوڑ پڑیں۔ اور ایک کہرام مچ گیا ہائے رام ہائے کہہ کر سر پیٹنا شروع کر دیا۔ آواز ماتم نے درو دیوار پر سکوت چھا دیا۔ تھوڑی دیر میں راجہ دسرتھ کی بیہوشی دور ہوئی پھر اُٹھ بیٹھے اور اپنے کلیجے کے ٹکڑے کو چھاتی سے لگا لیا۔ رامچندر جی قدموں پر گر پڑے اور درخواست کی کہ

اب اجازت ہو صحرا نوردی کا اشتیاق قدم اُٹھا رہا ہے۔ لچھمن جی کو بھی شوق رفاقت ٹھہرنے نہیں دیتا۔ وہ بھی ہمراہی کے لئے تیار ہیں۔

لکشمن جی :۔ سری جانکی جی بھی قدموں کے درشنوں کو تشریف فرما ہیں۔ آپ کو بھی اشیرباد دیجئے کہ بن میں سکھ سے رہیں۔

سری رامچندر جی :۔ قالب عنصری کے بانی میں اپنی ذات کا معتقد تھا۔ میں نے صحرا نوردی کا بیڑا اُٹھایا۔ لچھمن جی وغیرہ زبردستی ساتھ چلنے کو تیار ہیں۔ میں نے لاکھ سمجھایا مگر یہ ایک نہیں مانتے غیر اِن کی مرضی۔ اب میں رخصت مانگتا ہوں۔ ہنسی خوشی اجازت دے دیجئے۔

راجہ دسرتھ :۔ ہائے تم بن جانے کے لئے تیار ہو گئے۔ آہ! بےرحم کیکئی نے مجھے جیتے جی مار ڈالا میرے ذرا ذرا سے بچوں کے ساتھ بیدردی۔ پیارے رامچندر میں کیسے اجازت دوں تعجب ہے کہ تم بھی کیکئی کے کہنے میں آ گئے۔ تم اسے بکنے دو۔ وہ تمہارا کرہی کیا سکتی ہے۔ بچن اور پران ڈالو چولہے بھاڑ میں مجھے قید میں جھونکو اور تم مزے سے راج کرو کوئی تمہاری طرف آنکھ اُٹھائے تو میرا ذمہ۔

سری رامچندر جی :۔ ایسے ایسے ہزار راج آپ کے قدموں سے بڑھ کے ہیں۔ مجھے تاج و تخت سے کیا کام۔ چودہ برس کچھ پہاڑ نہیں جو کاٹے نہ کٹیں گے اُدھر یہ دن گذرے اِدھر راج موجود۔ ذرا سی بات کے لئے میں کیوں آپ کے پران اور کیکئی ماتا کے بچن کو نباہ نہ دوں۔ دھرم کے مقابلے میں راج پاٹ چیز ہی کیا ہے؟

راجہ دسرتھ اور سری رامچندر جی کی تقریر کیکئی کے ہوش اُڑا رہی تھی۔ وہ سوچتی تھیں کہ راجہ دسرتھ مر نہ بیٹھیں اور سری رامچندر جی بھی بن جانے سے رہ نہ جائیں۔ اس لئے بیتاب ہو کر بولی۔

یہ محبت نہیں دشمنی ہے۔ کہاں تو رامچندر ٹھیک ساعت پر رخصت مانگنے آئے ہیں

کہاں آپ بدشگونیاں کر رہی ہیں۔ عازم سفر کو روکنا اُس کی منزل کھوٹی کرنا ہے۔ اسی لئے بس اب باتیں جانے دیجئے رامچندر جی سے کہئے اچھا رخصت جاؤ رہو خوش رہو۔

راجہ دسرتھ :- پیارے بیٹے میں کیا کروں۔ مجھ پر زور کچھ قابو نہیں۔ تم دھرم سے پھرنا نہیں چاہتے کیکئی ادھرم پر تلی ہوئی ہے۔ بس بتاؤ کہ میرا اختیار کیا ہے۔ جو مناسب سمجھو کرو۔ میرا من تو دھرم اور ادھرم دونوں نے کھیل دیا۔ مگر تم سعادتمند ہو اس سے بھلا اتنا تو کہنا مانو آج رات بھر اور ٹھہر جاؤ۔ ذرا سوچ لو کہ کل سے گزر بسر کیوں کر ہوگی۔ نہ کچھ بات چیت۔ نہ کچھ گفت شنید۔ رات بھر میں کچھ نہ ہو جائیگا سویرے چلے جانا۔ میرے لخت جگر تمہاری بہت بڑی آزمائش۔ سعادتمندی کی شاباش۔ راج پاٹ اور ماں کو چھوڑ کر بن کے لئے تیار ہو جانا کسی اور کا کام نہیں۔ میں اپنے دھرم ایمان کی قسم کھا کر یقین دلاتا ہوں کہ مجھے تمہاری تاجپوشی کے سوا اور کچھ غرض نہ تھی۔ مگر افسوس کیکئی نے چھل فریب میں پھانس لیا۔ جہاں رنج سے میرا کلیجہ ٹکڑے ٹکڑے ہو رہا ہے وہاں تقدیر پر بھی اتراتا ہوں کہ ایشور نے مجھے ایسا سعادتمند بیٹا دیا۔ جس کو دھرم کے سوا اور کسی بات سے کام ہی نہیں۔ اب میری یہی خواہش ہے کہ ایک رات اور ٹھہر جاؤ میں ذرا جی بھر کے دیکھ تو لوں۔

سری رامچندر جی :- آپ کا فرمانا سر آنکھوں پر مگر اب زیادہ پرسش تھیک فضول ہے جب تک میں یہاں رہوں گا آپ کو اور بھی غم ہوگا اس لئے زیادہ اصرار نہ فرمائیے۔

لچھمن جی :- بھائی صاحب۔ اگر مناسب سمجھئے تو پتا جی کا کہنا مان لیجئے جب آپ کو پتا جی کے قول کا نباہ منظور ہے تو اس بات کو بھی قبول کیجئے ایک بات ماننا ایک بات نہ ماننا کس اصول میں داخل ہے۔

رامچندر جی :- تمہارا کہنا درست۔ مگر دیکھو تو میں رات بھر تک رہ گیا۔ تو ماتا کیکئی کی بات کہاں رہی۔ ان کا حکم ہو چکا ہے کہ ابھی وقت بن کی راہ لو۔ توقف فضول۔

یہ فرما کر انہوں نے راجہ دسرتھ سے دست بستہ گزارش کی کہ توقف میں کچھ فائدہ نہیں مجھے آپ کے ہی وچن کا خیال ہے۔ اگر مجھ سے بھی پس و پیش وتعطل میں دیر ہو گئی۔ تو آپ کا قول فضول جائے گا اور میری بات کا بھی اعتبار نہ رہیگا۔ اس لئے میری خواہش یہی ہے کہ آپ فکر چھوڑ دیں۔ وسواس سے کچھ حاصل نہیں۔ آپ کو سمندر سے تشبیہ دی جاتی ہے سمندر نہ کبھی گھٹتا ہے۔ نہ کبھی بڑھتا ہے۔ اسی طرح آپ کو بھی نہ فکر کا رنج نہ سکھ کی خوشی۔ میں سچے ضمیر صادق سے کہتا ہوں کہ آپ کی فرمانبرداری و اطاعت گذاری کے مقابلہ میں راج کیا سورگ کی بھی کچھ حقیقت نہیں۔ جھوٹ بولنا بڑا گناہ ہے۔ جھوٹے کو نرک کے سوا کہیں جگہ نہیں۔ بس میں چاہتا ہوں کہ

کوئی بات جو منہ سے نکل جائے پٹ نہ پڑے۔ میں تہیہ کر چکا کہ بس اب رخصت۔ اگر آپ کو زبردستی روک میں دھکیلنا ہے تو ذرا ٹھہر دیکھ کر میری عاقبت خراب کر لیجئے۔ آپ کی مرضی آپ کی خاطر سے روک بھی قبول۔ لیکن ماتا کیکئی کے حکم کی تعمیل میں دیر ہونا کسی طرح گوارا نہیں کر سکتا۔ میں دھرم کی راہ میں قدم رکھتا ہوں۔ تو آپ کسی طرح کا اندیشہ نہ کریں۔ مجھے جنگل میں ذرا بھی تکلیف نہ ہوگی۔ میری سب ماتائیں بدرد کر آنکھیں سُجا رہی ہیں۔ مجھ سے دیکھا نہیں جاتا۔ جب تک میں آنکھوں سے اوٹ نہ ہونگا تب تک یہ بلک بلک کر جان کھوتی رہیں گی۔ آپ ذرا طبیعت سنبھالیں سب ماتاؤں کو سمجھائیں تسلی دیں اور بھرت جی کو راج سنگھاسن پہ بٹھا کر مجھے آزادی عطا فرمائیں۔ کہ میں اعزاز فرمانبرداری و شرف اطاعت گذاری حاصل کروں اگر مجھے مہاپرلے تک کیلئے بھی راج ملتا ہو تو میں اس وقت دم بھر نہیں ٹھہر سکتا۔ کسی کا دم بھی نکل جائے تو میں اب یہاں نہ ٹھہروں۔ بس آپ جوش محبت سے دل اٹھا کر کہہ دیجئے کہ اچھا جاؤ اگر آپ اجازت نہ دیں گے تو مجھے افسوس ہوگا کہ آپ اپنے کو ترک کا مستحق کرتے ہیں۔ میرا قصور نہیں۔

سری رامچندر جی کا لفظ لفظ پرجوش تھا۔ ان کو جس قدر دیر ہوتی تھی اسی قدر طبع نازک کو دکھ ہوتا ہے۔ راجہ دسرتھ سمجھ گئے کہ بیل منڈھے چڑھنے والی نہیں۔ رامچندر اب اپنی بات سے نہ ہٹیں گے جو کہدیا وہ کریں گے خواہ دنیا ادھر کی ادھر کیوں نہ ہو جائے۔ انہوں نے جھپٹ کر ان کو سینے سے لگا لیا۔ اور پھر بیہوش ہو گئے۔ کیکئی کا دل تو پتھر ہو رہا تھا اس پر ان غمناک حالتوں کا اثر کہاں۔ ہاں تمام رانیاں ہائے ہائے کر کے سر دھنتی اور منہ پیٹتی تھیں۔ سومنت کی آنکھوں سے آنسوؤں کا دریا بہہ رہا تھا۔ سارے رنواس کی آواز ماتم نے ہائے رام ہائے مہاراجہ دسرتھ کا وہ شور بلند کیا کہ سننے والوں کی چھاتی پھٹتی تھی۔ کلیجے کے ٹکڑے ٹکڑے اڑتے جاتے تھے۔ سومنت کو اس قدر بے تابی ہوئی کہ آخر غش کھا کر زمین پر گر پڑا۔

سرگ ۳۵

سومنت وزیر کی رانی کیکئی سے عالم غضب میں تقریر

تھوڑی دیر تک کہرام سے طبیعتیں پریشان رہیں۔ کسی کو کسی کی خبر نہ تھی۔ اب سومنت کو بھی ہوش آیا۔ تو غصے سے آنکھیں لال ہو گئیں۔ جوش غضب میں ہونٹ چبانے لگا اور صورت نہ جانے کیا سے کیا ہو گئی وہ تڑپ کر بولا۔

او کیکئی! تو رانی ہے یا کوئی ڈائن ہے۔ ہائے تجھے نہ خاوند کا ترس نہ بچوں پہ رحم۔ تو نے

خاندان بھر کے لئے موت کا جامہ پہن لیا۔ ارے رانی دنیا بھر کے ادھرم کیا تیرے ہی حصے میں آئے ہیں۔ باپ کی تقصیر تجھ سے بڑھ کر اور کیا ہو گی۔ ہائے ادھرم کا زہر جھٹ کا کم ہمارے مہاراج کی جان لے لیتی ہے۔ ایسے دھرماتما خاوند کے ساتھ یہ دشمنی۔ جس سے سارا سہاگ راج پاٹ۔ جب تو ان کی جان لینے پر ادھار کھائے بیٹھی ہے۔ نہ ہم غریبوں کی کیا گنتی۔ ہم لوگ تو تیری نظر میں مکھی اور مچھر کے برابر بھی نہ ہوئے۔ ہائے ایک سرے سے دنیا الٹ پلٹ کر دینا کیسے تو نے سیکھا دیا۔ ذرا بھی دل میں ترس نہیں۔ دھرم شاستر بھی تو نے طاق پر رکھ دیا۔ بڑے بیٹے کو راج دیئے جانے کا ہر جگہ حکم ہے تو شاستر پر بھی سیاہی ڈالے دیتی ہے مہاراج کو ہوس تھی کہ آنکھوں سے رامچندر کا راج بلاس دیکھ کے زندگی سپھل کر لیں۔ تو نے ایک سرے سے طبق ہی الٹ دیا۔ کیا تو یقین کرتی ہے کہ راج بلاس کا آنند لوٹ سکے گی۔ کبھی نہیں جتلائے دیتا ہوں کہ بھرت جی کبھی راج سنگھاسن کی طرف آنکھ بھی نہ اٹھائیں گے۔ اگر ان کی آنکھوں کا پانی بھی مر گیا ہو گا۔ تو یہ بتاؤ۔ کہ وہ راج کہاں کریں گے۔ اجودھیا تو آج اجاڑ ہوتی جاتی ہے ہم سب لوگ بھی کبھی نہ کبھی شہر چھوڑ کر چھوڑے دیتے ہیں۔ یہاں ایک کالی چڑیا تک نہ دکھائی دے گی۔ اگر تو ہی اکیلی پڑی رہے تب بات۔ ہائے جس وقت رامچندر جی کے لئے بن باس کی ٹھانی تھی۔ تو اسی وقت زمین میں کیوں نہ سما گئی۔ بڑے بڑے دھرماتماؤں کو بددعا کا اثر خاک سیاہ کر دیتا ہے۔ تجھے ساری خلقت پانی پی پی کر کوس رہی ہے اور تجھ پر ذرا سا بھی اثر نہیں ہوتا نہ جانے کتنی رسی دراز ہے۔ بے عزتی کا بھلا۔ رانی کیکئی! آنولے کا درخت کاٹ کر تو نے نیم کا درخت لگایا۔ کسی عقلمند نے کہا ہے۔ نیم کا درخت لگانے کو تو لگا لے مگر امرت اور شہد سے بھی سینچے گی تو کڑواہٹ بدستور رہے گی۔ مٹھاس کا ذرا بھی نام و نشان نہ ہو گا۔ یاد رکھ۔ ہائے جو راجہ دسرتھ تجھے ہمیشہ جان سے عزیز رکھتے تھے۔ انہیں کے ساتھ یہ سلوک۔ نیکی کا بدلہ بدی۔ میں شروع ہی سے جانتا تھا۔ کہ تو ادھرمی ہے۔ تجھ ایسی دشٹ عورت دنیا کے پردہ پر نہیں۔ تجھی پر کیا منحصر ہے۔ تیری ماں بھی تجھ سے دو ہاتھ بڑھی ہوئی ہے تجھے نہ معلوم ہو تو سن یہاں کس کا حال معلوم نہیں۔

اُف! اوہ! تیری ماتا کیا کچھ کم تھی۔ راجہ کیکئے نے کسی رشی کی خدمتگذاری سے جانوروں کی آواز پہچاننا سیکھی۔ تیری ماتا نے اسی کے لئے ایک روز غریب کی جان لے ڈالی۔ راجہ کیکئے محل میں تھا۔ کوئی جانور بولنے لگا تو راجہ کو ہنسی آ گئی۔ رشی کا حکم تھا کہ جو سننا خبردار کسی سے نہ کہنا۔ تیری ماتا گلے پڑ گئی۔ کہ بتاؤ کیوں ہنسے۔ راجہ نے بہت ٹالا مگر وہ کب ماننے والی تھی۔ ایک نہ سنی۔ ہٹھ پر جمی رہی۔ مرنے کی دھمکی دی طرح طرح کے ہٹھ ٹھن گئے۔ راجہ رانی کی بہت خاطر کرتا تھا ہوس کو دلشکنی منظور نہ تھی۔ اور رانی کو بات پوچھنے کی ہٹ تھی۔ مجبوراً راجہ نے کہا۔

مجھے بتانے میں عذر نہیں۔ مگر رشی کا فرمان ہے کہ اگر جانی بعل کی تیلی شنکر کسی پر راز فاش کیا تو زندگی کی خیر نہیں۔ اسی وقت طائر روح پرواز کر جائیگا۔ اسی لئے مجھے لیت ولعل ہے۔ اگر تمہیں میری زندگی عزیز نہیں تو خیر تمہاری خاطر سہی مگر جان بخش دیتیں تو سب سے اچھا تھا۔ بات بھی وہ نہیں جس کے سننے بغیر تمہارا کچھ نقصان ہو۔ جانے دو اس سے تمہیں کیا واسطہ۔

رانی:- ایسے فقرے اور کسی کے سامنے گھڑئیے۔ یہاں بھی باتیں بنانے والے بہت دیکھے بھالے ہیں۔ مرنا نہ ٹھہرا کھیل تماشہ ٹھہرا۔ بات بات پر موت آنے لگی۔ تو بس ہو چکا۔ بات بتائیے تو بتائیے نہیں تو ابھی جان دے دوں۔

اُف او بے تیری مایا کا دل کو وہ مہاراجہ کی زندگی کا مطلق خیال نہ کیا اور سر ہو گئی کہ بتاؤ راجہ کیکئے کے بنائے کچھ نہ بنتی تھی۔ حیران تھے کیا کروں۔ آخر کہا۔ اچھا پہلے رشی جی سے اجازت لے آنے دو۔ شاید وہ کہہ دیں کہ خیر۔ رانی کے کہنے میں کچھ مضائقہ نہیں۔

رانی بڑی مشکلوں سے راضی ہوئی۔ راجہ بیچارے حیران پریشان رشی کی خدمت میں حاضر ہوئے سارا ماجرا کہہ سنایا۔ بعدہ گزارش کی۔ مہاراج آپ اگر کوئی اور بروان نہیں دیتے تو یا میری جان جاتی ہے یا رانی کی۔

رشی جی کی بات اٹل تھی۔ بالکل کا کہنا اٹل ہوتا ہے۔ انہوں نے کہا چاہے تم مر جاؤ یا تمہاری رانی۔ یہاں جو ایک دفعہ منہ سے نکل گیا بس وہی پتھر کی لکیر ہے۔

راجہ کیکئے اپنا سا منہ لئے وہاں سے واپس آئے تو رانی پھر پیچھے پڑ گئی کہ بتاؤ۔ راجہ کیکئے کا ناک میں دم ہو گیا۔ بالکل زچ ہو گئے مگر رانی کچھ نہ سنتی تھی۔ اپنی ہی ضد پر اڑی تھی۔ اب راجہ کو خیال ہوا کہ جب رانی کو میری زندگی کی کچھ پرواہ نہیں تو پھر اس کی الفت و محبت ہی کیا۔ جب میں مر جاؤں گا تو رانی مری تو کیا زندہ رہی تو کیا۔ اس سے بس دھتا بتاؤ۔ ایسے کا ساتھ ہی کیا۔ جس کو اپنے مطلب سے مطلب۔ اپنی غرض سے غرض۔ دوسروں کی جان کا بھی خیال نہیں۔ بس اسی وقت وہ جوش غضب سے اٹھے اور کمر میں ہاتھ دیکر گھر سے نکال دیا۔ اب تو رانی جی کی آنکھیں کھلیں۔ سامنے جیتے دوسرے راج پاٹ سب غائب۔ غلہ گھر گھر کے ٹکڑے تھے اور فاقہ کشی۔

او کیکئی! ذرا منہ سے بول کیا تیری ماں کی یہ گت نہیں ہوئی۔ کیا کوئی مجھے جھوٹا ثابت کر سکتا ہے۔ تو بھی ماں کی بیٹی ہے۔ اسی کے قدم بقدم رکھے تو اور کیا کرے مگر ہمارے مہاراج کیکئے کی طرح نہیں ورنہ ابھی تو بھی گلی گلی بھیک مانگتی پھرتی لعصان بچی کی قسم قیف کی بدولت اچھی طرح بن جاتی۔ سومنت کی یہ تقریر کچھ ڈنک سے زیادہ زہریلی تھی۔ کالے ناگ کا زہر ہر لفظ لفظ میں بھرا تھا۔ مگر کیکئی نے چپ لگائی۔ تو کچھ اثر بھی نہ ہوا۔ وہ ساری باتیں بیٹھی پی گئی۔ سومنت

نے سوچا کہ واہ اتنی کھوٹی سنائیں اور کچھ بھی تاثیر نہ ہوا۔ اس لئے اس نے رنگ سخن بدلا اور قدموں کی طرف سر جھکا کر بولا۔

آقا! دل سے بالک لڑتے بھی ہیں جھگڑتے بھی ہیں۔ خیر خواہوں کی خاطر داشت راجوں رانیوں کے سوا اور کون کر سکتا ہے۔ آپ دیوی صفت ہیں۔ راج پاٹ آپ ہی کا ہے۔ اب اپنی ہٹ چھوڑ دیجئے آپ ابھی چاہیں تو مہاراج کا مرجھایا ہوا کنول ہرا ہو جائے۔ دھرم بھی یہ ہے ست بھی۔ آپ نے سب لکھ پڑھی ہیں۔ دیکھ لیجئے کہ سناتن دھرم کیا ہے۔ شاستر بڑے بیٹے کے لئے راج تلک کی اجازت دیتا ہے۔ آپ خلاف ورزی کریں گی تو سخت بدنامی ہوگی۔ دنیا ہمیشہ آپ پر حرف رکھے گی۔ اسلئے میں تو یہ کہتا ہوں کہ دو لفظوں میں کلنک دھو لیجئے۔ زبان سے کہہ دیجئے کہ رامچندر کا راج تلک منظور مہارانی جی خلاف خوئی ضد نہیں دشمنی بھی ہوں۔ رشیوں کی بات ٹالنا دھرم کے خلاف ہے۔ میں رشی ہو کر اتنا دان مانگتا ہوں۔ تمہیں اب ضد نہ ہونا چاہئے۔ راجہ دسرتھ کا اب بڑھاپا ہے۔ بڑھاپے کو چل چلاؤ کا زمانہ کہتے ہیں۔ پس میری تو رائے یہ ہے کہ مہاراج تپسیا کر کے زندگی سوارتھ کریں اور رامچندر کو آپ بیٹے سے لگا کر راج سنگھاسن پر بٹھا دیں۔ ذرا سی بات ہے۔ اس کا ٹال دینا بیکار۔ بات کی بات بھی رہے سلطنت کا تاج قائم رہے۔ نہ مہاراج کو دکھ ہو نہ رام لکشمن جانکی کو بن باس اور سب سے زیادہ یہ کہ آپ بھی بدنامی سے بچ جائیں اور ایک عالم میں دھوم مچ جائے۔ کہ مہارانی کیکئی نے بھرت کے لئے راج مانگ کر تخت سلطنت سری رامچندر جی کے حوالے کیا انصاف اسے کہتے ہیں۔ اور سدا دکھنی کی قدردانی اسے۔

سومنت نے لاکھ باتیں بتائیں۔ نرا منقلب پھیرنے والے فقرے سنائے مگر کیکئی موم کی ناک تو تھی ہی نہیں کہ ادھر سے ادھر مڑ جاتی۔ اس نے بات بات پر سر تو ہلایا مگر دل ذرا بھی پسیجا ہو کیا ممکن وہ مسکرائی ہی چہرے پر نہ کچھ شرمندگی کے آثار تھے نہ رنج و ندامت کے۔

سرگ ۲۶

راجہ دسرتھ کی کیکئی سے ناراضگی کیکئی کی طعن و تشنیع سامعین کی کبیدگی خاطر کیکئی پر لعن طعن کی بوچھاڑ سری رامچندر جی کا استقلال طبیعت

راجہ دسرتھ خاموش پڑے ہوئے ہائے کہہ کر کروٹیں بدل رہے تھے۔ آنکھیں گھٹا کی طرح آنسو برسا رہی تھیں کیکئی کی سنگدلی دیکھ کر وہ سومنت سے بولے کہ ناحق منہ تھکاتے ہو۔ بیفائدہ سر مغز کرنے سے کیا حاصل۔ یہ بیمروت یہ بیوفا یہ شقی القلب

ناگن ہے ناگن۔ ڈائن ہے ڈائن۔ مفت میں سر کھپا کے اندھے کے آگے رو کر اپنی آنکھیں کھونے اور بھینس کے آگے بین بجاتے ہو۔ اس کا دل کبھی نہ پسیجے گا۔ جگر فولاد ہے اب زیادہ میرا دل نہ دکھاؤ اب تاب ضبط نہیں۔ رامچندر جی ٹھگتے معلوم نہیں ہوتے۔ جلد فوج کو ہمراہی کے لئے تیار کرو۔ ناچنے گانے والی بیسوائیں ناز و انداز سے گاتی ناچتی ساتھ چلیں۔ بیسواؤں کو حکم دو کہ تمام ضروریات ساتھ لئے ہوئے قدموں میں رہیں۔ حفاظت کے لئے اچھے اچھے پہلوان بڑے بڑے سور ما رفاقت میں رہیں۔ گھوڑے گاڑی رتھ چھکڑے سب تیار ہو جائیں۔ راہبر ساتھ کئے جائیں جنہیں بن کے ٹیڑھے ترچھے اینڈے بینڈے راستوں میں چلنے سے تکلیف نہ ہو۔ خزانے میں جتنی دولت ہے سب رامچندر جی کے ہمراہیوں کو سونپ دی جائے۔ جنہیں کسی بات کی تکلیف نہ ہو۔ اہل اجودھیا کو بھی ہمراہی کا حکم سنا دو۔ لطف تب ہے کہ جہاں رامچندر جی قیام کریں وہیں نئی اجودھیا موجود ہو جائے۔ یہ سب سامان پر سب ٹھاٹھ باٹ مہیا ہونے سے رامچندر جی کو جپ تپ میں بھی آسانی رہے گی۔ ان کو صحرا نوردی کا رنج بھی محسوس نہ ہوگا۔ برہمنوں کو دان دیتے میں دل بہلا رہے گا۔

اس گفتگو کے بعد ان کے چہرے پر پھر علامت غیظ و غضب نمودار ہوئی۔ پیشانی پہ بل پڑ گئے تیوریاں بدل گئیں۔ اسی اضطرار طبیعت کی حالت میں فرمانے لگے۔ کہ

رامچندر کو بن باس کیسا۔ بھرت جی راج ہی کے قابل نہیں تو راج گدی کیسی۔

اس فقرے سے کیکئی کے حواس جاتے رہے۔ اس کی جان نکل گئی کہ یہ الٹا ہو گیا۔ وہ گھبرائی کہ راجہ دسرتھ بھرت کو راج دینے کی قسم کھا بیٹھے ہیں کہ سارا کیا دھرا مٹی میں مل جائے۔ اس وقت اس کا چہرہ بالکل اتر گیا۔ کاٹو تو لہو نہیں بدن میں۔ آخر بڑے ضبط سے کڑا کر کے بولی کہ آپ کل مال و دولت رامچندر کو دیئے دیتے ہیں۔ بھرت کے واسطے کیا رہ جائے گا۔ بھرت کو راج دے دیا تو پھر کوڑی پیسے سے کسی کو کیا سروکار۔ بن باسیوں کو ساری دولت۔ بھرت کو خالی خولی سلطنت۔ میں کبھی گوارا نہ کروں گی۔ کچھ ہی کیوں نہ ہو جائے اب جو کچھ ہے بھرت کا ہے۔ اس کو کسی نے چھوا تو وہ دیندار ہے۔ میں کوڑی کوڑی کا حساب لئے بغیر نہ رہوں گی۔ راجہ دسرتھ سخت مضطرب تھے۔ بیقراری سے ماہی بے آب کو مات کر دیا تھا۔ کیکئی کی اس بات سے تڑپ گئے۔ بولے۔

ارے کیوں ستم پر ستم۔ جبر پہ جبر۔ ظلم پر ظلم۔ بدعت پہ بدعت کرتی ہے۔ کچھ تو الٹشور سے ڈر۔ کچھ تو رحم کر۔ تو نے میری زبان پر مہر لگا رکھی ہے۔ جہاں ذرا بھی بولا۔ حلق کی زبان ہو گئی۔ آنکھیں لال لال کر کے خون خشک کر دیا۔ ارے تیرا دل ایسا پتھر کا ہو گیا۔ آہ۔ ذرا بھی ترس

نہیں۔ اُف! الیسا مخزن سفید۔ افسوس مجھ کو تو نے انسے بیل کیطرح گھما کر جوت لیا۔ بوجھ برداشت کے قابل نہیں۔ ہانپنے والی ہے کہ کہیں لسباط سے باہر ہے۔ کھینچتے کھینچتے کلیجہ نکلا پڑتا ہے۔ اور تو نہ بیدرد نہیں ہے۔ مرتا ہے کر ڈرسے پر کوڑے رسید کئے جاتی ہے۔ ذرا بھی خبر نہیں کہ کسی کی جان پر کیا گذرہ رہی ہے۔ اے ظالم کیکئی بیٹا جیتا مرے گا یا جئے گا۔

ہوئے نشتر دل کے کاری زخم۔ کیکئی سرت کو ناحق مارتی ہے۔ میں خود ہی ادھ مرا ہو رہا ہوں اس پر یہ زہر میں بجھے جان کی گاہک کیوں ہو رہی ہے۔ میں نہیں جانتا کہ میری جان لینے کے آثار کیا ہیں۔ تو اب میری کہہ تو دیا کر بھرت راج لیں۔ رامچندر کو تخت و تاج سے کچھ کام نہیں اُن کا دھرم جنگلوں میں کانٹوں کے فرش پر بستر گل کا مزہ دے گا۔

راجہ دسرتھ کے ہر لفظ میں دل پگھلانے والی تاثیر تھی۔ مگر پتھر پگھلانے سے نہیں پگھلتا یہ سنگدلی دیکھ کر راجہ دسرتھ سے ضبط نہ ہوا۔ اُن کی آنکھیں خون میں ڈوب گئیں۔ اُن کا چہرہ لال انگارہ ہو گیا۔ مگر کیکئی دسمت کی پوری تھی۔ اس کے دل پر اُلٹا اثر ہوا۔ اس کی بھویں بھی چڑھی ہوئی کمان بن گئیں۔ نازدل سے تیر و کشش باندھ لئے۔ جھنجھلا کر بولی۔

کر بیٹھے گھبرا رہے ہیں۔ ایسے فقرے کسی اور سے کہئے۔ یہاں ایسے کھٹ پٹ پر نظر زخم ہونے لگے تو کبھی ہو چکا۔ سارے مردوے نخرے تلوں ہی سے چکمے چلایا کرتے ہیں۔ بس آپ اپنی باتوں سے معاف رکھئے۔ میں نخرے تلوں سے بہکنے والی نہیں۔ کیوں صاحب کیا آپ راجہ سگر کی اولاد نہیں نہیں اگر اُن کے خون کا اثر ہے تو ذرا یاد رکھئے کہ اسمنجس اُن کا بڑا ہی بیٹا تھا کہ نہیں اگر یہ بات ٹھیک ہے تو یہ بھی سوچئے کہ انہوں نے گھر سے نکال کر کیوں باہر کیا تھا۔ کیا آپ بھول گئے کہ اسمنجس کے ساتھ اُن کا کیا سلوک ہوا تھا۔ انہوں نے بڑے بیٹے کے لئے ہائے دیا ذرا بھی نہ کی تھی۔ اور آپ ہیں کہ صرف چودہ برس کی جدائی کے لئے زمین و آسمان سر پر اٹھائے لیتے ہیں۔ تو بر تلا دہائی بتائی کون بات باقی رہ گئی۔ بس آپ یہ پاکھنڈ چھوڑئیے۔ اور جسطرح راجہ سگر نے اپنے فرزند اکبر اسمنجس کو عمر کے لئے جلا وطن کر دیا تھا اسی طرح آپ صرف چودہ برس کے لئے رامچندر کو بن میں روانہ کریں میں آہ! اوہ! ہائے! واویلا ایک ملنے والی نہیں۔

کیکئی کے منہ سے جس وقت یہ الفاظ نکلے تمام موجودہ لوگ دھڑکانے لگے کہ تف ہے کیکئی! نعوذ ہے کیکئی! کہاں اسمنجس چھٹا شہدہ زمانے بھر کا بدمعاش۔ کہاں رامچند دھرم کی مورت۔ ہمہ صفت موصوف۔ سچ پوچھ دیوتا اور تو دونوں کو ایک ترازو میں تولتی ہے ایسی اندھی عقل بھی کبھی دیکھنے میں نہ آئی۔

کیکئی کے لئے کہنے والوں نے کوئی بات نہ چھوڑی۔ سدھیارتھ برہمن بہت سن رسیدہ و زمانہ دیدہ تھا۔ اُس کے بال چاندی کی تار تھے۔ وہ اُٹھ کھڑا ہوا اور بولا

اری بیوقوف لڑکی تو رامچندر جی کے مقابلے میں اسمنجس کا نام لیتی ہے۔ تیری عقل کو کیا ہو گیا۔ اسمنجس کو جانتی بھی ہے کہ کون تھا۔ اس کے برابر بدکردار کون ہو گا۔ جو دو میں کے پردے میں دوستوں کے ساتھ دشمنی کرے جو دغا کی آڑ میں تیغ جفا گردن پر پھیرے وہ شریر النفس کسی کی جان کو جان نہ سمجھتا تھا۔ لوگ اس کے سامنے نہ ٹھہرتے تو اس کی نفرت حد سے زیادہ خوش عزیزوں دوستوں کے بیٹے تو بڑھ چڑھ کے سرجو کی سیر کو لے جاتا۔ ندی میں منجدھار میں پہنچے۔ تو بیچاروں کو وہیں گرداب اجل میں پھنساتا۔ جب اس بدعت کی حد ہو گئی۔ راجہ سگر کا شیوہ بھی سن تھک گئے تو آخر دل پھٹ گیا۔ محبت کو استعفےٰ دے دیا اور اسمنجس سے کہہ دیا کہ بیٹا اب اپنا سیدھا کرو۔ اجودھیا کے راج میں تمہارے لئے جگہ نہیں۔ اسمنجس نے حکم مانا اور راجہ سگر نے بے انتہا دولت دے کر اسے آنکھوں سے الگ کر دیا۔ آنکھ پھوٹی پیڑ گئی۔ اسمنجس کو غضب دولت ملی وہ بھی چلا تو تمام اطراف عالم کا چکر لگا ڈالا۔ مگر لڑکے کی صورت ہی نہ ہوئی۔ تو ایسے بداعمال شخص سے ان رامچندر کو نظر دی ہے جن میں کوئی شخص اتنا بھی عیب نہیں دکھا سکتا جتنا پورنماشی کے چاند میں ہوتا ہے۔ وہ دوپہر کے آفتاب ہیں۔ ان پر کوئی خاک ڈالے کیا مجال۔ حرف رکھنے کیا معنی تو بڑی ایماندار ہے تو کوئی بات بتا دے۔ اگر ایک نقص بھی بتا دے گی تو رامچندر کو جو بھیجے بغیر ان جل نہ کروں گا۔ مجھے جنیو کی سوگند ہے۔ مگر جو کہنا ہے سچ کہنا جھوٹ بکے گی تو کیفر بھگتے گی۔ او کمبخت اس شخص سے بڑھ کر کوئی پاپی کوئی گنہگار نہیں جو لائق آدمی کو مفت کوئی الزام لگا کر بدنام کرتا اور اس کی جلاوطنی کا محرک ہوتا ہے۔ اب بس زبان کھول منہ سے بول خاموش نہ رہ جو کہنا ہو صاف صاف کہہ سدھیارتھ برہمن لاکھ گڑگڑایا مگر کیکئی منہ باندھے بیٹھی رہی کچھ نہ بولی جیسے کچھ سنتا ہی نہیں۔ اس پر رام دیرتھ کو نہایت طیش آیا اور وہ کڑک کر بولے کہ

او پاپ کی مجسم تصویر اب منہ میں ٹانکے لگائے کیوں بیٹھی ہے۔ زبان کیوں نہیں چلتی لب کیوں نہیں کھلتے۔ ہائے دنیا تھوک رہی ہے۔ سب بُرا بھلا کہتے ہیں۔ اور پھر بھی تیرے کان نہیں ہلتے۔ جتنا گھڑا بی بیٹھی ہے مجھے دیتا ہوں کہتا ہوں۔ سر پر ہاتھ رکھ کر رونے منہ پر بیٹھی۔ تو سب ٹھاٹ باٹ پیٹ میں رکھ لے۔ کیسی کو تاج و تخت سے کچھ مطلب نہیں رامچندر تو تیار کھڑے ہی ہیں اب لے بن کو چلتا دیکھا کرتا ہوں۔ جنم میں نہ ہونگا۔ اجودھیا تجھ کو مبارک تو بھرت کے لئے راج تجویز کرتی ہے میں کہے دیتا ہوں کہ وہ کبھی تیری صورت دیکھنے کے روادار نہ ہوں گے خود کبھی بن بی کا دم نہ کریں تب کہنا کہ کوئی کہتا تھا۔ ان حالتوں میں تو اکیلی بیوہ بڑی قسمت

کو روئیگی اور سر دھنے گی۔ کہ ہائے بد نصیبی سے لاکر گھر خاک کر دیا۔

شری رامچندر جی ہر شخص کی تقریر سن رہے تھے۔ انہوں نے خیال کیا۔ کہ سب اپنے اپنے مطلب کی باتیں کر رہے ہیں۔ میرے مفید مطلب کوئی گفتگو نہیں۔ فضول آپس کی تو تو میں میں سے کیا حاصل ہے جب بھرت کا مقدم کر چکا وہ تبدیل ہونا مشکل۔ لہذا ایسی دو ٹوک بات میں فیصلہ کر لینا مناسب ہے۔ آپ راجہ دسرتھ سے ہاتھ جوڑ کر مخاطب ہوئے۔

پتا جی میرا بن باس طے ہو چکا۔ آپ کی بھی اجازت مل گئی۔ پھر اب بے فائدہ تنازع لفظی سے حاصل۔ آپ شوق سے اجودھیا میں قیام رکھئے۔ لیکن آپ رام سے جدا ہی ہوں گے پھر اس مفارقت کا رونا کیا۔ آپ سمجھ لیجئے۔ کہ آج ہی وہ جدائی کی گھڑی آگئی۔ جس کے لئے آپ نے رام کو لباس قلندری پہنا کر سرائے فانی کا مہمان بنایا ہے۔ آپ کو صحرا نشینی کا خیال ناحق ہے اجودھیا میں بیٹھے ہوئے ایشور کا نام جپئے۔ بن میں اس سے زیادہ اور کیا فائدے کی امید ہے بھی میری ہمراہی اس کی مجھ سے امید نہ رکھئے۔ میں چودہ برس کے لئے دنیا اور اہل دنیا سے تعلق توڑ چکا۔ کامل آزادی حاصل کر لی۔ پھر اب میں دیکھتا ہوں خوف نہیں کہ ہاتھی کو دان کر دیا مگر نکیل کی کی ہے ویسی رسی کی جس میں ہاتھی بندھا ہوا تھا۔ عقلمندوں کو ہاتھی دان کر کے ذرا سی رسی کا لالچ نہیں ہوتا۔ چنانچہ میں بھی جب راج پاٹ۔ وطن۔ عزیز سب چھوڑ چکا تو اب کسی کی ہمراہی سے کیا کام۔ یہاں تو اب سب کچھ ہر نہج معطل اور رہے ۔

سرگ ۳۷

سری رامچندر جی کی فقیرانہ لباس سے تن پوشی لچھمن جی کی کیکئی کو ملامت

شری رامچندر جی نے فرمایا کہ پتا جی اب اجازت دیر نہ کیجئے۔ ماتاؤں کو حکم دیجئے۔ کہ کفن سا لکوٹ کیلئے کھرپی اور دست مبارک سے عطا فرمائیں اور کوئی ایسی عزت مرحمت فرمائیں جس سے پھل پھول لے جا سکیں۔ اور مجھے کچھ نہیں چاہئیے۔ آپ کا اقبال بہت ہے۔

رام کی درخواست پر اور سامعین کا دل تو ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا مگر کیکئی کے چہرے پہ بدی اور بے حیائی تھی۔ وہ جلدی سے اٹھ کھڑی ہوئی اور فقیرانہ لباس لیکر سری رام چندر جی سے بولی۔

فرزند دلبند۔ لو یہ کپڑے تمہارے لئے موجود ہیں۔

شری رامچندر جی اسی وقت تک زیور و ملبوس سے آراستہ تھے انہوں نے کیکئی کے

قدموں پہ سر جھکا کر بڑی خوشی سے فقیرانہ لباس لے لی اور سب زیور و لباس اتار کے قدموں پہ ڈال دیئے۔ دیکھنے والوں کا کلیجہ پھٹتا تھا۔ اور رامچندر بن باسیوں کا لباس پہن رہے تھے۔ ادھر دو سرا دردناک نظارہ یہ تھا کہ کیکئی جانکی کے پاس دوسرا لباس لئے پہنچی اور جانکی جی اس کو دیکھ کر اس طرح کانپتی تھیں جسطرح قصائی کو دیکھ کر گائے۔ معلوم ہوتا تھا کہ شیر اور بکری کا سامنا ہے۔ کیکئی بڑے پیار سے بولی

جانکی آؤ میں کپڑے پہنا دوں۔ کہ تمہیں تکلیف نہ ہو۔

جانکی جی کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے۔ انہوں نے کپڑے لے لئے۔ ایسی پوشاک پہننے کا کبھی موقع نہ ہوا تھا۔ لہٰذا انہوں نے سر سے قدم تک کپڑوں سے جسم ڈھانپ تو لیا اور سری رام چندر جی سے خطاب کر کے بولیں۔

مجھے ایسی پوشاک پہننے کا وقوف نہیں۔ ماتا کیکئی فرماتی ہیں کہ "میں پہنا دوں"۔

رامچندر جی:- نہیں چلتے چلاتے ماتا کیکئی کو تکلیف دینا کچھ ضرور نہیں۔ اب ہم سب ناف پاؤں والے ہوئے بزرگوں کو کب تک تکلیف دیتے رہیں گے۔ اب تک انہوں نے کھایا کم پہنایا۔ اوڑھایا۔ ٹھہرو میں جسطرح پہناؤں اس طرح پہنو۔ یہ فرما کر سری رامچندر جی جانکی جی کے قریب گئے۔ اور یہ پوشاک انہیں کپڑوں پر لپیٹ دی جو ان کے زیب تن تھی۔ جسوقت رامچندر جی زرکار لباس پر فقیرانہ لباس پہنا رہے تھے۔ حاضرین کا کلیجہ تڑپ رہا تھا۔ ہر ایک کی زبان سے چیخیں نکلتی تھیں۔ سب اپنا اپنا سر پیٹتے تھے آنسوؤں کا ایک طوفان تھا جو کسی طرح روکنے سے نہ رکتا تھا۔ سب ایک زبان ہو کر روتے ہوئے منتیں کرنے لگے کہ

سری رامچندر اگر تم مہاراج کا چن نباہنا چاہتے ہو۔ تمہاری لیاقت و سعادت پہ آفریں۔ مگر بیچاری جانکی بن میں جانے کے لائق نہیں ان کو ساتھ نہ لے جاؤ۔ فقیرانہ لباس اتار کر پھینک دو۔ یہ دردناک نظارہ بسشٹ جی بھی دیکھ رہے تھے ان کا دل بھر آیا آنسو امنڈ پڑے۔ دل میں آگ سُلگ اٹھی تاؤ کھا کر بولے۔

او سنگدل کیکئی! ہائے تیرے دل میں خدا بھی رحم نہیں۔ تو ذرا سی ضد سے اجودھیا کا ہرا بھرا باغ اجاڑے دیتی ہے۔ راجہ دسرتھ کو ستا پاکر ایسا قابو میں کر لیا کہ بس سب کی جان کی گاہک ہو گئی۔ اور یہ دردا! جانکی نے تیرا کیا بگاڑا ہے کہ تو اس کو بھی آنکھوں سے دیکھنا گوارا نہیں کرتی۔ اور چاہتی ہے کہ یہ بھی جنگل میں ماری ماری پھرے یاد رکھ کہ اگر جانکی یہاں سے گئیں تو ہم سب اجودھیا کو آگ لگا کر جنگل میں جا بسیں گے۔ تو سیتا جی اور سری رامچندر جی کی سمجھائی پہ جاتی ہے۔ اور عقل سے خالی۔ یہ چاہیں تو پل بھر میں پہلے

ہو جائے جبوقت رامچند گھر سے قدم نکالیں گے۔ اس وقت اجودھیا میں ایک آدمی نظر نہ آئیگا۔ تو ابھی ان کو فقیرانہ لباس پہناتی ہے۔ ذرا دیر میں سارے اہل شہر کے بین پر بھی پوشاک دیکھنا ویدکی شرتی پکار پکار کر کہہ رہی ہے۔ کہ جہاں رامچند نہیں وہاں جنگل ہے۔ جس جنگل میں ان کے قدم ہوں وہی بیکنٹھ ہے۔ یہ نہ سمجھ کہ بھرت تیرے اس اقدام سے خوش ہوں گے کبھی نہیں۔ ان کو تخت وتاج کے نام سے نفرت ہوگی۔ تو چاہے مر بھی جائے وہ رامچند کے بغیر راج کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھیں گے۔ تو نے وہ حرکت کی ہے کہ جانور مان صحرا تک تجھے کوس رہے ہیں۔ بھرت جی کو تو دھرم کا خیال ہے۔ وہ نہ جانیں کیا کہیں گے۔ دیکھ وہ سامنے درخت کیا کہہ رہے ہیں ان کی شاخوں کی جنبش کا مطلب کچھ سمجھتی ہے۔ پتہ پتہ کہہ رہا ہے کہ ہم بھی رامچندر جی کے ساتھ جائیں گے۔ تھوڑی دیر میں معلوم ہو جائیگا۔ کہ ان سب کا حال کیا ہونا ہے۔ یہ فرما کر انہوں نے جانکی جی سے کہا۔

پھینک دو کپڑے۔ تمہیں ان سے کیا کام۔ خوشی سے زیور ملبوس پہنے رہو۔

جانکی جی نے ابھی تعمیل ارشاد نہ کی تھی کہ کیکئی کے چہرے سے کچھ آزردگی کے آثار نمایاں ہوئے بششٹ جی کی نظر اسی طرف تھی بولے:۔

ناک بھوں کیا چڑھاتی ہے ذرا بتا تو کہ جانکی اور لچھمن کو بن میں جانے سے کیا مطلب۔ کیا بر دان میں یہ دو نو بھی شامل ہیں۔ اگر جانکی جنگل میں جائیں گی۔ تو اپنے ہی زیور و لباس پہنے رہیں گی؟

سرگ ۳۸

جانکی جی کو فقیرانہ لباس پہنانے پر کیکئی سے بششٹ جی اور راجہ دسرتھ کی خفگی

بششٹ جی نے کیکئی کو بہت ملامت کی۔ جانکی جی سے بھی چاہا کہ فقیرانہ لباس پھینک دیں۔ مگر جانکی جی کو منظور نہ ہوا کہ وہ رامچندر جی کے پہنائے ہوئے کپڑے اتار کر کیکئی کے دل کو دکھ دیں وہ دل میں دعائیں مانگتی تھیں کہ کہیں رامچندر جی بششٹ جی کے کہنے میں نہ آجائیں۔ مت بدل جائے تو میں کہیں کی نہ رہوں۔ وہ دیوی دیوتا مناتی رہیں۔ اور بڑی محبت کی نظر سے سری رامچندر جی کو سب کی نظر بچا کر دیکھتی جاتی تھیں۔ کہ چہرے کی رنگت کیا ہے۔ قیافہ سے تاڑتی تھیں کہ کہیں خیال تو اور کا اور نہیں ہو گیا۔

جتنے حاضر الوقت تھے سیا تو پہلے کیکئی کو برا بھلا کہتے تھے۔ یا اب راجہ دسرتھ پر آمادہ ہو گئے ہر زبان سے یہی آواز آتی تھی راجہ دسرتھ۔ دھرکال ہائے اپنی آنکھوں کے سامنے

جانکی کو فقیرانہ لباس پہنتے دیکھ کر بھی تیرا دل پتھر ہی کا بنا ہوا ہے ذرا بھی رحم نہیں ہوتا ہے۔ اُف! اوہ! کیکئی کی ایسی خاطر داشت! ایسا لحاظ! کیکئی بلا ہی کیا ہے جو اس طرح بوٹی بوٹی لرزی جاتی ہے۔ بس اسی دھرم کے گھمنڈ پر ناز تھا۔ اسی سے ڈھنڈورے پیٹ رہے تھے۔ ڈھول کے اندر پول اسی کو کہتے ہیں۔

راجہ دسرتھ تو یہ ہی آدھی جان کے ہو رہے تھے۔ کیکئی کی بیوفائیاں چرکے پر چرکے دے رہی تھیں۔ جس وقت لوگوں نے لعنت ملامت کی۔ اُن کے زخم پہ گویا کسی نے نمک مرچ چھڑک دیا وہ تڑپ گئے۔ ہاتھوں سے منہ پیٹتے ہوئے کیکئی سے بولے:۔

منہ میں آگ! سیاہی لگا چکے، اب تک دل نہیں بھرا۔ جانکی مہاراجہ جنک کی راجکماری، اس پہ بھی یہ ظلم۔ اس نے تیرا کیا بگاڑا کہ اسی کے پیچھے پڑ گئی۔ وششٹ جی ایسے واجب التعظیم گورو دیوتاؤں سے زبان ہلا دیں تو انہیں وہی کرنا پڑے جو وششٹ جی کو منظور ہے تو ایسی پتھر کہ ان کی بات بھی تیرے دل پہ اثر نہیں کرتی۔ جانکی کے لئے تو کیوں فقیرانہ لباس لیکر کھڑی ہو گئی۔ بر دان میں یہ کب شرط تھی تو اپنے منہ پہ پتھر لگا کر کہدے کہ ہاں غلطی ہوئی۔ اب رہی جانکی خود غرضی اُن کو محبت کا جوش ہے۔ تو تیرا کچھ اجارہ نہیں۔ وہ پوشاک عروسانہ ہی پہنے رہیں گی۔ میری تو عقل ماری گئی ہے۔ اگر یہ نہ ہوتا تو رامچندر جی ہی کیوں صحرا نوردی کا ارادہ کر سکتے تھے۔ خیر تیری ہٹ تھی۔ رامچندر کو بے سعادتی منظور نہ ہوئی۔ وہ تیری مرضی پہ چلنے کو تیار ہو گئے۔ مگر جانکی جی کو کیوں مجبور کر رہی ہے کہ صحرائیوں کے کپڑے پہنیں۔ ہائے تو نے خاندان تباہ کر دیا۔ کہے دیتا ہوں کہ نرک تیرے لئے تیار ہے۔

سری رامچندر جی نے فرمایا:۔

پتا جی! آپ فضول طبیعت مضمحل کرتے ہیں۔ ملال دکھانے سے کچھ حاصل نہیں آپکو فقیرانہ لباس سے نفرت ہے تو لیجئے میں ابھی پھینکوائے دیتا ہوں آپ کا ارشاد ہو چکا کہ اصلی لباس قائم رہے بس بزرگانہ توجہ کا شکریہ ادا کر کے جنک نندنی کو بھی ساتھ لئے جاتا ہوں۔ اب مجھے فکر فقط ماتا کوشلیا کی باقی رہ گئی۔ اس لئے دست بستہ درخواست کرتا ہوں کہ اُن کا دل کسی طرح دکھنے نہ پائے۔ اگر اُن کی طبیعت کو ذرا بھی صدمہ ہو گا تو مجھے تکلیف ہو گی۔ اس لئے ذرا اُن کا خیال رکھئے گا ایسا نہ ہو کہ وہ کسی بات سے دکھی ہو کر جان دے دیں۔

سرگ ۳۹

راجہ دسرتھ کا اظہارِ افسوس کوشلیا و جانکی جی کی گفتگو رامچندر جی کی

۲۵۰ رانیوں سے درخواست رخصت رنواس میں گریہ وزاری

سری رامچندر جی کی زبان سے جونہی یہ الفاظ نکلے راجہ دسرتھ کو سخت رنج و الم ہوا وہ گویا غم میں غوطہ کھانے لگے ان کی زبان سے بے ساختہ چیخیں نکلنے لگیں آنکھوں سے ایک دریا بہہ گیا وہ دل ہی دل میں افسوس کرتے کہتے کہ ہائے بڑا پاپ ہوا میرے سبب سے کوشلیا رانی کے دل پر جو گذرتی ہے اس کو سب لوگ جانتے ہیں ہائے میں نے رامچندر کو بن باس کی اجازت دے کر وہی ستم کیا جو ایک بے درد قصائی بچھڑے کو گائے سے چھڑا کر قیامت توڑتا ہے۔ ہائے کوشلیا کی جان پہ جانے کیا گذر رہی ہے۔ رامچندر کی ماتا سے جو ان کو تکلیف ہو رہی ہوگی وہ محبت پدری کیا جانے۔ مہر مادری کچھ اور چیز ہے جسے محبت پدری کبھی نہیں پہنچ سکتی۔ یہ سوچکر وہ دونو ہاتھوں سے منہ پیٹنے لگے۔ اور چلا چلا کر کہنے لگے۔

آہ! جن رامچندر جی کو تاج عالم پناہی پہنے دیکھنے کی ہوس تھی۔ اُف! وہی فقیرانہ لباس پہنے ہوئے آنکھوں کے سامنے ہیں۔ او انقلاب رحم کر او گردش فلک بس اب طاقت ضبط نہیں۔ بیتاب دل پسلیاں توڑ کر پہلو سے نکلا جاتا ہے۔ بےچین کلیجے نے سینہ کی رفاقت چھوڑ دی۔ تڑپتا ہوا منہ کو آ گیا ہائے میں رامچندر کو صحرا نوردی کے لئے رخصت دوں۔ او زبان تو ہی جل بھن کر جا۔ او آنکھ تو پہلے ہی سے کیوں بند نہیں ہو جاتی۔ او دنیا ناپائدار آج تیری بے ثباتی کہاں ہے۔ او عمر دو روزہ اس وقت تو کیوں پنڈ نہیں چھوڑتی او سخت دل آپے میں نہیں طبیعت الجھ رہی ہے۔ جب تک جان نہ نکلیگی تب تک صبر نہ آئیگا۔ بہتر یہی ہے کہ جسم سے جان نکالنے کی تدبیر کر۔ رگ رگ میں بچھو کا سا زہر چمک رہا ہے۔ نس نس سے جان نکلتی معلوم ہوتی ہے۔ زیادہ تکلیف سے کیا فائدہ ایک دم سے جان نکل جائے تو میں سمجھوں کہ دوبارہ زندگی ہوئی۔ رامچندر رکنے والے نہیں۔ کیکئی ہٹ پر جمی ہوئی ہے۔ اس سے بہتری یہی ہے کہ موت لے آ۔ دفعۃً میں چادر تیز دو گھونٹ سے ہوں جب تک سامنے رہیں گے۔ مجھے زندگی کی سی تکلیف رہیگی۔ وہ ذرا آنکھوں سے اوٹ ہوئے اور بس میں جانوں جی گیا جسم کے ڈوتوں کی سی مصیبت سے نجات پا گئی۔ کیکئی نے تو گردن پر چھری پھیری۔ مگر وہ کند تھی اس سے جان نہیں نکلتی صرف کلیجہ پھڑکتا ہے۔ اب تم وہ کام کرو کہ آسانی سے جان نکل جائے۔ آہ! لائق بیٹے سے شکوہ اٹھانا کسی کو نصیب نہیں ہوتا۔ وہ کچھ خطا ہے وہ میری ہی ہے۔ میں اپنی تقدیر پر بھی الزام نہیں رکھ سکتا۔ راج تلک کی تجویز بھلا کیوں کی گئی تھی۔ میں کیا جانتا تھا کہ ہوم کرتے ہاتھ جلیں گے۔ نیک نامی کلنک کا ٹیکا ہو جائیگی لے کہاں راج تلک کہاں بن باس افسوس رنگ میں بھنگ ہو گیا۔ بنی بات بگڑ گئی۔

راجہ دسرتھ ایسی ہی باتیں کہہ کر سر پیٹ رہے تھے کہ سومنت رتھ تیار کر کے لے آیا اور

اور خدام بارگاہ سے عرض کی کہ

مہاراج رتھ حاضر ہے اب اور جو ارشاد ہو۔

اتنا سنکر راجہ دسرتھ کی آنکھوں سے اور بھی آنسوؤں کا چشمہ اُبل پڑا وہ ڈھاڑیں مار مار کر رونے لگے فرمایا کہ

کمبخت قسمت کو کیا کروں۔ جو لکھا ہُوا ہوتا ہے وہی ہوتا ہے۔ برہما کے اکشروں میں ایک نقطہ ادھر کا ادھر نہیں ہو سکتا۔ رامچندر جی کی تقدیر میں بن باس تھا۔ میری قسمت میں موت۔ کیکئی کے مقدر میں کلنک کا ٹیکہ۔ کوشلیا کے نصیب میں رنج۔ اِس حالت میں میں اٹل کے نوشتے کو کیونکر مٹا سکتا ہوں ہے اچھیا بلوان۔ مشیت ایزدی میں کسی کی مجال ہے کہ دم مار سکے۔ اچھا تو اب اہلِ زنانہ کو حکم دے دو کہ تمام زر و جواہرات نقد و جنس رتھ پر لاد دیں۔ اور جانکی جی کو اور زیورات بھی دے دو جو چودہ برس کے لئے کافی ہوں۔ اتنی مدت تک کسی بات کی کمی نہ ہوگی۔ تو میں کارپردازوں سے مواخذہ کرونگا۔

فقط زبان ہلانے کی دیر تھی۔ تمام ملبوس فنکار و زیورات جواہر نگار ڈھیر ہو گئے جانکی جی نے زرد جواہرات پہنے تو صورت ہی کچھ اور ہو گئی۔ آفتاب میں ستارے جڑے ہوئے معلوم ہوتے تھے۔ چودھویں کا چاند لعل و جواہرات سے مرصع نظر آتا تھا۔ ایک تو چہرہ انور کی چمک دمک کیا کم تھی۔ اِس پر زیور و لباس کی زینت۔ پرتو حسن سے در و دیوار پر تارے جھلکتے ہوئے معلوم ہوتے تھے۔ سقف و بام پر دھوپ اور چاندنی پھیلی ہوئی پیش نظر ہوتی تھی۔ یہ جمال عالم افروز دیکھ کر کوشلیا جی کا دل بھر آیا وہ دوڑ پڑیں اور دونو بانہہ پکڑ کر چمٹ گئیں۔ آنکھوں سے آنسو بہتے تھے اور دل سے آہ پر آہ نکلتی تھی۔ انہوں نے پیاری بہو کو کلیجے سے لگا کر کہا۔

پیاری جنک نندنی۔ رام لچھمن کو تمہیں سونپتی ہوں دیکھو اُن کو کبھی تکلیف نہ ہونے پائے اس وقت وہ دھرم کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں۔ اُن کا کسی طرح دل دُکھیگا تو مجھے رنج ہوگا بہت عورتوں کا یہ خاصہ ہوتا ہے کہ جب تک خاوند کے پاس روپیہ پیسہ رہا۔ تب تک تو خاطر تواضع ہے۔ جہاں ہاتھ خالی ہوا بس استری دھرم کو طاق پر رکھ دیا۔ وہ پتی پرتا نہیں کہلاتیں بلکہ پیسے کی دوست اور گولوں کی باندی ہوتی ہیں۔ ان کو بھی نارائن بھتی ہوتی۔ جو پتی پرتا ہوتی ہیں انہیں دنیا کے دھن دولت سے کچھ واسطہ نہیں ہوتا۔ وہ جو کچھ سمجھتی ہیں اپنے ہی خاوند کو۔ اُن کا شُکھ یہی ہے کہ خاوند کی خدمتگذاری کریں۔ اُن کا دُکھ یہی ہے کہ شوہر کا قدم دیکھنے سے محروم رہیں بعض خود غرض عورتیں سکھ کے وقت تو خاوند کو دیوتا سمجھتی ہیں مگر جب کوئی کڑا وقت آیا تو بس کنا ٹی کاٹ گئیں۔ دشمن اچھا اور وہ نہیں اچھی۔ مار آستین سے بڑھکر کوئی ہوگا۔ تو وہ ہر وقت منہ پھولا رہتا ہے۔ تیوروں کے بل کبھی نہیں مٹتے۔ جب دیکھو بھویں ٹیڑھیں

جب سنو الٹی پلٹی باتیں ایسی ہی عورتوں نے تریا چرتر سے نہ معلوم کیا کیا کلنک لگائے ہیں۔ کیسے
کیسے گھروں کا ستیاناس کیا ہے۔ خاوند کو ٹھوکر سستی ہونے والی عورتیں اسی زمرے میں ہیں ایک کو
چھوڑ کر دوسرے کا دامن پکڑنے والی عورتیں وہی ہوتی ہیں جو فقط سکھ کی ساتھی ہیں۔ اور ذرا دیر
کے سکھ کے واسطے لوک پرلوک بگاڑ کے سمجھتی ہیں کہ ہم نے جگ جیت لیا۔ مرد کیسی ہی خاطر
داشت کرے کیسا ہی ہاتھوں میں ہاتھ لئے رہے یہ برنا گنیں کبھی کاٹنے سے نہ چوکیں جب کریں
تب اپنی ہی خواہ خاوند جان نکال کے ٹکڑے ہوں۔ شاستر کا قول ہے عورتوں کی طبیعت ڈانواں ڈول
رہتی ہے ان کے دل کو کسی وقت قرار نہیں ابھی کچھ نیت ہے ابھی کچھ۔ مگر پتی برتاؤں کی خاصیت
سب سے نرالی ہے ان کو کچھ زندگی کا سکھ ہے تو خاوند کی خدمت سے اطاعت سے رضا جوئی سے
اور سارے دھن یہی ہیں۔ اپنے خاوند کے سوا دوسرے مرد کا نام سننے تک ان کو گوارا نہیں ہوتا
اور کبھی خیال کا ذکر دیکھو پیاری جانکی تم پتی برتا ہو دھرم مورت مہاراجہ جنک کی کنیا ہو سورج
بنس کے باغ کی بہار اب تمہیں سے ہے پس سب کی ناک رکھنا پتی برت دھرم اسی طرح نباہنا
کہ کلنک کی ہوا بھی ڈنک نہ جائیں۔ سباتی جی کا نیم ٹوٹ جائے۔ رامچندر کے پاس اس وقت
راج پاٹ کچھ نہیں ایک غریب سنیاسی کی حالت میں بن کو جا رہے ہیں نہ بچھونا اوڑھنا نہ
کھانے کا سامان پینے کا بندوبست درختوں کے سوکھے پتے یہی بچھاویں تو تم سمجھنا کہ
پھولوں کی سیج ہے جو کچھ جنگل کے پھل پھول سامنے رکھ دیں انہیں کو نعمت سمجھنا۔ پتی برتا عورت
اور عالی اندیش انسان سرد و گرم زمانہ کو ہنسی خوشی سے جھیل لیتے ہیں۔ آدمی کمال کی کاٹتا ہے
کمال سے نہیں گھبراتا تم بھی پتی برتاؤں کی طرح فقط شوہر کی خدمتگذاری کو مقدم سمجھو گی تو کوئی تکلیف
ہی معلوم نہ ہو گی۔ کانٹوں میں بھی پھولوں کا لطف آئیگا۔ وید شاستر میں خاوند کو ایشور کی پدوی
دی گئی ہے جس عورت نے خاوند کو ایشور سمجھا۔ اسے دنیا ہی میں بیکنٹھ ہے۔ جسے بیکنٹھ کہتے ہیں
وہ اس کے ایک ایک نقش قدم پر تصدق رہتا ہے۔ اس کے سائے سے ایک ایک وقت میں
لاکھ لاکھ بیکنٹھ تیار ہوتے ہیں۔

سری جانکی جو لچھن توجہ سے کوشلیا جی کی تقریر سنتی رہیں۔ آخر میں انہوں نے قدم چھو کر
دست بستہ عرض کی۔

ماتا جی! میں بچپن سے اسی گھر میں پلی ہوں جہاں پتی برت دھرم کی پرورش ہوئی ہے۔
جب کانوں کو سننے کی طاقت حاصل ہوئی اسی وقت سے سنتی آئی ہوں کہ یہ دھرم کیا ہے آپ کے
پتی برت دھرم سے بھی بہت کچھ سبق حاصل ہوا۔ آپ دھنیہ ہیں جنہوں نے اپنے بیٹے کو جنگل بھیجنا
منظور کیا اور پتی پرمیشور کے سامنے اُف تک نہ کی۔ آپ اطمینان رکھیں آپ کے چرنوں کے پرتاپ

سے پتی برتاؤں کی منڈلی کہلانے کا فخر حاصل کرنے کی سچے دل سے کوشش کروں گی۔ میں اردھنگی ہوں
آپ سمجھ لیجیے کہ اگر دائیں ہاتھ میں درد ہوگا۔ تو بائیں ہاتھ کو کب تکلیف گوارا ہو سکتی ہے عورت
رتھ ہوتی ہے۔ اور خاوند پہیہ۔ جب پہیہ نہیں تو رتھ بیکار۔ دن استری ہے اور آفتاب پتی پرمیشور
دن لاکھ دن ہی ہو مگر آفتاب کے بغیر اس کی رونق کہاں۔ میں مانتی ہوں کہ ماتا پتا۔ ساس سسر
بھائی بند محبت میں کمی نہیں کرتے۔ لاکھ لوگ ہمدردی کو موجود ہوں۔ تب بھی ایک خاوند کے بغیر عورت
بے تیل بتی کا چراغ ہے۔ انسان چاہے دنیا میں ظاہری شکوہ پا جائے مگر خاوند کی سی محبت
کرنے والا دنیا میں اور کون ہے جو چاہو من مانی بات کر لو۔ کوئی روکنے ٹوکنے والا نہیں۔ نہ اور
لگاؤ نہ کسی کا احسان نہ کسی کا ڈر۔ خاوند کی یہی کوشش رہتی ہے کہ استری کا کسی طرح دل میلا
نہ رہے۔ اس کے علاوہ پھر لطف یہ کہ ایک جسم نہیں کوئی جز تک بھی محبتانہ تعلق ہی سالم۔ آپ
بے فکر رہیں مجھ سے پتی برت دھرم نباہنے میں رتی بھر کسر نہ چھوٹے گی۔ میں ثابت کر کے دکھا دوں
گی کہ آپ ایسی پتی برتا مہارانی کی بہو اور جنک ایسے دھرماتما کی بیٹی ہوں۔ اس میں فرق ہو
تو میں گنہگار۔

کوشلیا جی جانکی جی کی باتوں سے حد درجہ خوش ہوئیں۔ انہوں نے چھاتی سے لگا لیا اور
فرط محبت سے رونے لگیں۔ اور حاضرین مجلس بھی گریہ و زاری کرنے لگے۔ ۳۵۰ ماتاؤں کو
ایک حالت روتے دیکھ کر رامچندر جی کا دل بھر آیا۔ وہ اپنے آنسو پونچھتے ہوئے ہاتھ جوڑ کر کہنے لگے کہ
ماتا! اب معاف کرو۔ مجھ سے آپ کی گریہ زاری دیکھی نہیں جاتی آپ کو میری محبت ہے
تو اب میری ننھی جان پر ترس کھا کر خوشی خوشی رخصت کر دیجیے۔ آپ خود بھی پریشان ہوتی ہیں۔
اور میرے دل کو بھی پریشان کرتی ہیں۔ اس سے فائدہ ہی کیا۔ اب میں آپ سے ہاتھ جوڑ کر التجا
کرتا ہوں کہ جو دانستہ یا نادانستہ خطا ہوئی ہو وہ آپ معاف کریں۔ بچوں کی بھول چوک پر بڑے
نظر نہیں رکھتے میں آپ کا وہی بیٹا ہوں جسے آپ گود لیے ہی کھلایا کرتی تھیں۔ ایشور کا شکر کیجیے۔
کہ آپ نے مجھے پرورش کر کے ایسا لائق کر دیا کہ ماتا کیکئی کے حکم کی تعمیل کرنے کو چودہ برس
کے لیے آپ سب کے قدموں سے جدا ہوتا ہوں۔

یہ الفاظ ایسے تھے جنہوں نے تمام رنواس میں ایک کہرام مچا دیا۔ تمام رانیاں زار و
قطار رونے لگیں۔ اگلے وقت باعث گاؤں سے نکال دیئے گئے ایسا سنائی دیتی تھی۔ اس وقت رانیوں
کے آہ و بکا سے وہ شور و غل بلند ہوا کہ تمام شہر میں کہرام مچ گیا۔ شور و شغب کے سوا
گنبد گردوں سے کوئی اور آواز دشرتھ کے کانوں میں نہ آتی تھی

سرگ ۴۰

لچھمن جی کے عزم ہمراہی سے سمترا جی کی خوشنودی۔ لچھمن جی سے عذر دلخراش رامچندر وغیرہ جی کی روانگی اہل اجودھیا کا کہرام اور جوش رفاقت

شری رامچندر جی کی آنکھیں پُر آب تھیں لچھمن جی کی آنکھوں میں بھی آنسو ڈبڈبائے ہوئے تھے۔ دونوں راجہ دسرتھ کے پلنگ کے گرد گھومے۔ جانکی جی بھی آنکھوں کو آنچل سے پونچھتی ہوئی پیچھے کو ہولیں۔ راجہ دسرتھ کے قدم سب نے چھوئے۔ اور پھر ہر ایک نے سلسلہ وار ماتا کوشلیا اور ماتا سمترا کے چرنوں پر سر رکھا۔ جس وقت لچھمن جی نے سمترا جی کے قدم چومے۔ انہوں نے دست شفقت پیٹھ پر پھیر کر چھاتی سے لگایا اور بولیں۔

بیٹا! آج میرا جنم سپھل ہوا۔ آج میں اس فرض سے سبکدوش ہوئی جو ماتا پتا نے کنیا دان کرتے وقت میری قسمت میں لکھ دیا تھا۔ آج مجھ جیسی خوش نصیب عورت دنیا کے پردے پر نہیں جس کا سعادتمند بیٹا ماتا کوشلیا کی آنکھوں کے تارے میرے کلیجے کے ٹکڑے کے ساتھ بن کو ہنسی خوشی جا رہا ہے۔ آہا! آج میری ماتا پتا کی وہ آرزو پوری ہوئی جس کے لئے انسان اولاد کی خواہش کرتا ہے آج میں تقدیر پر اترا رہی ہوں کہ میرا لاڈلا بیٹا میری کوکھ کی حرمت بڑھا رہا ہے پاربتی جی کو گنیش جی کے دیکھنے سے جو خوشی حاصل نہ ہوئی ہوگی وہ آج مجھے نصیب ہے پیارے لچھمن تو نے اپنے ننھیال ددھیال کی ناک اونچی کر دی اور میرے کلیجے کو وہ سکھ دیا ہے کہ جو بیان نہیں کر سکتی۔ شاباش سعادتمند ایسے ہی ہوتے ہیں۔ جس کے پیٹ سے تمہاری سی اولاد پیدا ہوتی اس کے نصیب تمہاری ماتا کوشلیا کا تو یہ کہنا ہی جواب نہ تھا تم نے اپنی سعادتمندی سے مجھے آج وہ عزت بخشی کہ دنیا میں ہمیشہ نام زندہ رہیگا۔ ایشور جی کو بیٹا دے تو تمہیں ایسا لائق دے تو وہ ماں باپ کبھی جس کے پوت کپوت ہوں۔ اچھا بیٹا جاؤ۔ تمہیں ایشور اور رامچندر جانکی کو سونپتی ہوں۔ دیکھنا رامچندر اور جانکی کو کسی طرح تکلیف نہ ہونے پائے۔ قدموں میں دنیا کی سختیاں سہنا مگر کبھی اُف نہ کرنا۔ میرے رام کو اور جانکی کو تمہارے ہوتے دکھ ہوا تو تم سے برا نہ ہوگی تمہیں فقط رفاقت و اطاعت گذاری سے سروکار رہے۔ تمہارا فرض ہے کہ نگاہ دیکھو اشارے پر چلو بس اور تمام دنیا کے کام ہیچ۔ دیکھو رامچندر تمہارے بڑے بھائی ہیں ان کا درجہ باپ کے برابر ہے جانکی کو ماتا سمترا سمجھنا۔ رامچندر کے نقش قدم کے ادھر اُدھر قدم نہ پڑنے پائے۔ جب رامچندر اور جانکی کہیں ایسے سر آنکھوں پر رکھنا۔ کبھی نہ ڈگمگانا۔ ایشور رحم ...

کہ رامچندر اور جانکی ہم سب کو چھوڑے جاتے ہیں۔ جب سے تم نے جانے کا ارادہ کیا میں گویا جی اٹھی۔ اب مجھ کو نہ کچھ تشویش ہے نہ فکر۔ تم شوق سے اپنا جنم سوارتھ کرو۔ میں اسی بھروسے پہ جیتی رہونگی کہ لچھمن ساتھ ہیں۔ تو گویا میں بھی رامچندر کے ہمراہ ہی ہوں۔ اچھا بیٹا تمہیں سفر مبارک۔ ایشور تمہاری حفاظت کریگا۔ اشٹ دیو ہر وقت محافظ رہیں گے۔ دیکھوں تو کیسی خدمت کرتے ہو جب رامچندر کو آنے پر تم سے خوش پاؤں گی تب سمجھوں گی کہ میں اور بھی زیادہ خوش قسمت ہوں۔

یہ فرما کر سمترا نے رامچندر جی کو گلے سے لگا لیا اور بولیں :-

میری آنکھوں کے تارے میری زندگی کے سہارے میری جان و دل کے آرام۔ رگھو کل ابھرام آفرین مرحبا

ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

تمہاری ماتا کوشلیا مہا گنونت دیوی ہیں۔ ان کے قدم جو پوجے اس عورت کے نصیب واہ واہ کیسا پتی برت دھرم نباہ کس طرح کی راہ میں ثابت قدم ہو رہی ہیں۔ بیٹا تم اداس نہ ہونا میں تم کو کوشلیا کی چرن دھور بھی نہیں۔ مگر کہو تو بیٹے کا طبقہ الٹ دوں۔ تمہارا بھائی لچھمن لاکھ بچہ ہے تمہارے سامنے اس کی کچھ بساط نہیں۔ مگر کہو تو ترلوکی ہلا دے۔ یہ نہ سمجھنا کہ میں اپنے لاڈلوں کو بے بسی سے جانے دیتی ہوں۔ بھلا کسی کی مجال ہے کہ میرے بغیر کوئی تنکا بھی ہل سکے۔ مگر خیال یہ ہے کہ چار دن کی زندگی کیلئے ہمیشہ کون نیکنامی سے بدنامی سر پر لے ابھی کہہ دو تو تمہیں کیا تمہارے سفر شتوں کو روک لوں۔ مہاراج کے پرن ہی کیا چیز ہیں۔ کیکئی جی کی ہٹ ہی کیا شے ہے۔ مگر نہیں ہوگا۔ یہی جب ہم کو دھرم سے کام ہے تو سب جھنجھٹ واہیات۔ لوک پرلوک میں ساتھ دینے والا ایک دھرم ہے نہ اجودھیا ساتھ جائیگی نہ راج پاٹ نہ کیکئی۔ شاباش تم نے اف نہ کی۔ اور اپنی ماتا کیکئی کی نظر میں چلے۔ یاد رکھنا کہ جب تک دنیا قائم رہے گی۔ تب تک تمہارا نام لے لے کر لوگ صبح کو آنکھ کھولیں گے۔ اچھا بیٹا! لچھمن تمہاری خدمت میں حاضر ہے۔ اس کی جو کچھ بھول چوک ہو معاف کرنا۔ کہنے میں نہ چلے تو تنبیہ کا اعتقاد ہے جانکی پیاری جنک نندنی! دیکھو تم سمجھدار ہو۔ میرے بچوں کا کسی طرح اداس نہ ہونے پائے یہ بھی تمہارا اچھی طرح خیال نہ رکھیں گے تو اپنی ماتا سمترا پر ظلم کریں گے۔

اسی عرصے میں سومنتر آ حاضر ہوا۔ اور رامچندر سے بولا :-

کیا عرض کروں کس غرض سے حاضر ہوا ہوں۔ زبان سے بات نہیں نکلتی۔ لفظ لفظ پر میری خاموشی کا کام کرتا ہے۔

رامچندر جی :- اچھا میں سمجھ گیا۔ (سمترا جی سے) لیجئے ماتا جی رخصت آ گیا اب اجازت دیجئے۔

یہ کہہ کر رامچندر جی۔ جانکی جی۔ لچھمن جی نے سمترا کوشلیا اور سب ماتاؤں کے قدم چھوئے اور جلدی جلدی رتھ پر سوار ہو گئے۔ سارے رنواس میں ہنگامہ ماتم برپا ہو گیا۔ جو تھا دیوار سے سر دے مارتا تھا۔ چیخیں کلیجوں کو تڑپا رہی تھیں۔ رامچندر جی نے رتھ پر بیٹھتے ہی سومنتر کو حکم دیا کہ
اُڑاؤ گھوڑوں کو۔

سومنتر نے رتھ ہانکا مگر وہاں راستہ کہاں۔ ہزاروں لاکھوں باشندگانِ شہر گذرگاہ پر لوٹتے ہوئے ملے جو رتھ سے چمٹا جاتا تھا۔ ایک بھیڑ رتھ کو چاروں طرف سے گھیرے دوڑے چلی جاتی تھی۔ ہر طرف سے یہی صدا آتی تھی۔ سومنتر اب رتھ تیز نہ ہانکنا ہم بھی ساتھ چلتے ہیں۔ ہمیں چھوڑ گئے تو ایشور تم سے سمجھیگا۔ ذرا گھوڑوں کی باگ روکے ہوئے۔ ارے او بے درد بے رحم۔ ہم کو چھوڑے جاتا ہے اور آپ مزے سے ساتھ چلا جاتا ہے۔ تجھے قسم ہے جو رتھ ہانکا۔ ادھر تمام رانیوں کا شور و غل تھا۔ ادھر اہل شہر کی آہ و اویلا۔ کانوں کے پردے پھٹے جاتے تھے۔

راجہ دسرتھ کے بدن میں جان نہ تھی۔ وہ بھی اُٹھتے بیٹھتے دروازے پر آ بیٹھے اور ہائے رام ہائے رام کہہ کہہ کر رونے لگے یہ آواز رامچندر جی کو بہت بے چین کرنے لگی۔ انہوں نے پھر کر دیکھا تو راجہ دسرتھ ہاتھوں سے سر پیٹتے ہوئے نظر آئے انہوں نے سومنتر کو ہدایت کی کہ [illegible] سب بے چین ہو رہے ہیں رتھ کا بڑھانا ہی اچھا ہے۔ جب ہم لوگ سامنے نہ ہوں گے۔ تو کسی نہ کسی طرح صبر آ ہی جائے گا۔

سومنتر نے بھگانا چاہا۔ مگر بھیڑ چھانٹے نہ چھٹتی تھی۔ لوگ پہیے پکڑ لیتے تھے۔ رتھ قدم آگے بڑھاتا تھا اسی قدر رانیاں اور بلک بلک کر روتی تھیں۔

راجہ دسرتھ اہل شہر کی بے تابی پر نظر کر کے اپنی زندگی پر لعنت بھیجتے تھے۔ کہ ہائے غیر جس کے لئے یوں بیقرار ہوں جان و مال کی پرواہ نہ کریں۔ اُس بیٹے کو میں نے آنکھوں سے جدا کر دیا اس وقت راجہ دسرتھ کی حالت عجیب دردناک تھی۔ چوکھٹ پر اس زور سے سر دے مارا کہ دماغ ہل گیا۔ بے ہوش ہو کر وہیں گر پڑے۔ رانیاں ہائے رام ہائے رام کہہ کر چلانے لگیں۔ کسی کو اتنے حواس نہ تھے کہ راجہ کو اچھی طرح سنبھالتا۔ نظر رامچندر جی کے رتھ کی طرف تھی۔ اور ہاتھ راجہ دسرتھ کے پائنتی پہ۔ ہائے رام ہائے رام کی آواز نے ذرا راجہ دسرتھ کے حواس ٹھکانے کئے۔ جب ہوش آیا تو زبان سے پھر وہی ہائے رام ہائے رام کی آواز نکلنے لگی۔ کوشلیا سمترا بھی آہ آہ کر کے سرد آہیں بھریں۔ جس وقت رامچندر جی نے سب کا یہ حال دیکھا تو سومنتر کو حکم دیا کہ
کچھ ہو رتھ جلدی بڑھائے چلو۔

رتھ کے گھوڑے اشارے ہی سے بڑھے۔ رتھ کی تیزی دیکھ کر کیا رانیاں کیا راجہ دسرتھ

کہتا اہلِ شہر سب دوڑے۔ سب کی یہی صدا تھی کہ
ارے سومنتر ذرا رتھ ٹھہرا۔ بھلا ایک نظر تو ادھر دیکھ لینے دے۔

سری رامچندر نے سومنتر سے کہا کہ بس محبت الفقط۔ اب ہم تم سب کان میں تیل ڈال لیں۔ رتھ ہانکے جاؤ۔ گھوڑوں کو اور تیز کرو۔

رتھ ہوا ہوا۔ رانیاں سر پیٹ کر روتی رہ گئیں۔ راجہ دسرتھ وہیں غش کھا کر گر پڑے۔ جو جو اہلِ شہر نہایت مغموم تھے۔ جن کو سینے کو ملتے کوٹتے دم دم پر چکر آتا تھا۔ وہ تو وہیں رہ گئے۔ جن میں دوڑنے کا دم تھا۔ وہ رتھ کے پیچھے ہو لئے۔ ہانپتے کانپتے ساتھ ہی چلے گئے۔

خدام بارگاہ نے راجہ دسرتھ کو محل میں پہنچایا۔ سب رانیاں بھی روتی دھوتی اپنے اپنے مکانوں میں گئیں۔ تمام اجودھیا سونی معلوم ہونے لگی۔ ہر طرف سناٹا چھا گیا۔ صرف ہائے رام ہائے رام کی آواز سے معلوم ہوتا تھا کہ ابھی شہر پوری طرح نہیں اجڑا۔ مغموموں کی آبادی باقی ہے۔

سرگ ۴۱

سری رامچندر جی کے صدمہ فراق میں باشندگان اجودھیا کی بے قراری

رامچندر جی تو آگے بڑھ گئے۔ لوگوں نے رونا دھونا شروع کیا جو شخص تھا وہ یہی کہتا تھا کہ دھنیہ ہیں رامچندر۔ جو اپنی ماتا کوشلیا کی طرح ہم سے محبت کرتے رہے ہائے راجہ دسرتھ کو الزام دیں یا کیکئی پر بھید دکھیں ایسے بیٹے کو نکال باہر کیا۔ تاج و تخت سے محروم رکھا افسوس نہایت بے دردی کا کام ہے ایسے باپ کو باپ کہہ سکتے ہیں نہ ایسی ماں کو ماں۔ وہ تو کالے ناگ ہیں جو اپنے بچوں کو بھی ڈس لیتے ہیں۔ ذرا رحم نہیں کرتے۔ اہلِ شہر وہ تو کو بُرا بھلا کہتے تھے۔ رامچندر جی کے بعد لچھمن کی تعریفیں ہوتی تھیں۔ کوشلیا سمترا کی ثنا و صفت میں ہر ایک زبان گھستی تھی راجہ دسرتھ کی جان پر جو گذری۔ وہ وہی جانتے تھے دوسروں کو کیا خبر۔ سورج کو بھی رامچندر جی کے بن باس کا افسوس ہوا۔ سورج بنس میں ماتم عام دیکھ کر انہوں نے بھی اپنی آنکھ بند کر لی۔ چار پہر کا دن سہ چار سے پہلے ختم ہو گیا۔ گائیوں کو وہ صدمہ و ملال ہوا کہ بچھڑوں کی محبت جاتی رہی۔ دودھ کی ایک چھٹانک نہ نکلی۔ گھنگھور گھٹائیں چھا گئیں۔ آندھی چلنے لگی۔ موسلا دھار بارش شروع ہو گئی۔ زمین پر بھونچال کی سی کیفیت ہونے لگی۔ ہر شخص پر خوف طاری تھا کہ اب پرلے ہوئی۔ اب خاتمہ ہوا اللہ اندیش لوگوں نے سمجھ لیا کہ یہ علامتیں فضول نہیں۔ راجہ دسرتھ کے لئے پیغام اجل آنے والا ہے۔ راجہ کی موت کے لئے پیشنگوئیاں اللہ اس سے زیادہ کیا ہو سکیں گی۔ آندھی پانی کے زور کا کیا ٹھکانہ۔ پانی

کہتا تھا کہ آج ہی برس کر رہو نگا۔ آندھی بڑے بڑے محلوں کو بنیاد سے ہلائے ڈالتی تھی۔ تاریکی وہ کہ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہ دیتا تھا۔ تمام اہل اجودھیا گھبرا اٹھے۔ کیکئی کو خوب جی بھر کر کوسا راجہ دسرتھ کی اچھی طرح بدی کی۔ اہل دنیا سے ایسی نفرت ہوئی۔ کہ بیٹا باپ کو بھائی بھائی کو یار دوست اپنے یار دوستوں کو بھول کر رامچندرجی ہی کے ذکر و فکر میں مشغول تھا۔ رات بھر پلک سے پلک نہ ملی کوئی آنکھوں سویرا ہو گیا ساری اجودھیا اس طرح سنسان معلوم ہوتی تھی۔ جسطرح روح کے بغیر جسم۔ بینائی کے بغیر آنکھ ۔

سرگ ۴۲

سری رامچندر کی روانگی کے غم میں راجہ دسرتھ کی بیقراری و نالہ زاری

جسوقت سری رامچندرجی کا رتھ ہوا ہوا۔ ارکان دولت نے راجہ دسرتھ کو سنبھالا اور عرض کی کہ مہاراج آپ کیا دیکھتے ہیں کس کو دیکھتے ہیں۔ رامچندرجی تو گئے۔

راجہ دسرتھ:۔ ارے رتھ کی خاک ہی دیکھ لینے دو۔

یہ کہہ کر انہوں نے سر پیٹا اور پھر زمین پہ گرنے لگے۔ کوشلیا جی پاس ہی کھڑی رو رہی تھیں انہوں نے دایاں بازو پکڑ لیا۔ کیکئی بھی پاس ہی تھی۔ اس نے بائیں بازو پہ ہاتھ لگایا۔ یا تو راجہ دسرتھ پر عالم بیہوشی طاری تھا کیکئی کو بازو پکڑتے دیکھ کر بڑے زور سے ڈانٹا کر

خبردار میرے بدن پہ ہاتھ نہ لگانا۔ بس سامنے سے دور ہو جا۔ تو میرے واسطے کال ہے استری نہیں آج سے میں اس رشتے کو توڑتا ہوں جو اگنی کے سامنے مضبوط باندھا گیا تھا اگر بھرت خوش ہو کر مجھے راج ملا تو ان کو قسم ہے جو شرادھ پنڈ تربن وغیرہ کریں۔ ہائے کیکئی نے میری عقل کی آنکھوں پہ پردہ ڈال کر کبھی پیاری کوشلیا کو نظر محبت سے دیکھنے نہ دیا۔ یہی پاپ تھا جس کی بدولت آج مجھے موت کا سامنا ہے۔

کوشلیا جی یونہی نازک اندام تھیں اس پر بڑھاپا اور صدمے کے برت اپاس سے کمزوری سب پر وہ یہ کہ رامچندرجی کی مفارقت کا جانکاہ رنج۔ ان کی رگ رگ سے جان نکلی ہوئی تھی۔ مگر پھر بھی انہوں نے جیوں تیوں راجہ دسرتھ کو سنبھالا۔ راجہ دسرتھ کوشلیا کی صورت دیکھ کر اور بھی زار و نار رونے لگے رنج و غم نے کلیجے کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔ برہمن کو غلطی سے قتل کر کے جیسے کوئی سر دھنتا ہے بھولے سے آگ پر ہاتھ پڑ جانے سے جسطرح کسی کو تکلیف ہوتی ہے۔ وہ تکلیف کیکئی کو بر دان دینے سے راجہ دسرتھ کی تھی۔ وہ منہ پر طمانچے مارتے تھے کہ ہائے اس وقت عقل کہاں تھی جسوقت کیکئی سے قول ہارا تھا

آہ میرا لخت جگر تخت سنگھاسن پر بیٹھنے والا رامچندر بن کی خاک چھانیگا۔ نرم نرم تکیوں کے عوض کسی کاٹھ پتھر پر سر کا سہارا ہوگا۔ اب وہ چندن کا اُبٹن کہاں۔ گرمی کی دھوپ ہوگی اور جنگل کا گرد و غبار جن رامچندر جی کی آنکھ اس وقت کھلتی تھی جب سویرے اچھے اچھے رشی منی ساتوں سروں کو ملا کر سے وید منتر سنانے تھے اب وہی جنگل کے جانوروں کی بے ہنگام اور کرخت آوازوں سے آنکھ کھولیں گے۔ ہائے میری جانکی بھی اب جنگل کی سختیاں جھیلیگی جس جنک نندنی کے تلووں کو زمین دیکھنے کے لئے ترستی تھی۔ جس کے قدموں کے نیچے پھول ہی پھول بچھے رہتے تھے آہ! اُسی کو جنگلوں کے کانٹے نصیب ہوئے میں نے تو سمجھ لیا کہ میں اب دو چار گھڑی کا مہمان۔ کیکئی نے میری جان لینے کے لئے یہ سارا گھر وندا رچا ہے۔ مگر اس کو خبر نہیں کہ اُس نے اپنے لئے نرک کی تیاری کرلی۔ خادمانِ بارگاہ راجہ دسرتھ کو اسی خلوت سرا میں لے آئے جہاں کیکئی اُن کے جی کا جنجال ہوئی تھی۔ انہوں نے تو بہ تلا مچائی کہ میں یہاں ایکدم نہ ٹھیرونگا۔ یہ مکان میرے لئے جان کا کال ہو رہا ہے۔ در و دیوار کاٹے کھاتے ہیں۔ خدمتگاروں کو حکم ہوا کہ اُٹھاؤ یہاں سے۔ لے چلو رانی کوشلیا کے یہاں۔ ملازمانِ خدمت نے مہاراج کو ہاتھوں پر اُٹھایا پھول کی طرح کوشلیا جی کے راؤ اس میں لے گئے۔ سب رانیاں بھی آنسو بہاتی ہوئی ساتھ گئیں صرف رانی کیکئی نے اپنی جگہ جانا مناسب نہ سمجھا۔ وہ وہیں پتھر کی صورت بنی بیٹھی رہی۔

راجہ دسرتھ کوشلیا کے راؤ اس میں پہنچ کر اور بھی بیتاب ہوئے اُن کے دونوں ہاتھ سینہ کوبی میں مصروف تھے۔ آنکھیں دریا بار۔ زبان وقف آہ۔ رہ رہ کر کہتے تھے کہ آہ بڑھاپا دھوکہ دے کر جگر کھایا۔ ہائے رامچندر دیکھتے دیکھتے جدا ہوگئے۔ اب پھر دیدار ہونے کی کون صورت ہے۔ سب لوگ تو آنکھیں سپھل کریں گے میں ایک قسمت ہیٹا ہوں جسے اچھی طرح آخری دیدار بھی حاصل نہ ہو سکا۔ راجہ دسرتھ کو روتے بیٹھے آدھی رات گذر گئی۔ اِن کی آنکھوں میں دنیا اندھیری تھی۔ کچھ نہ سجھائی دیتا تھا۔ جب روتے روتے تھک گئے۔ تو کوشلیا سے بولے۔

مہارانی! آنکھیں پھوٹ گئیں۔ تم کہاں ہو کدھر ہو کچھ بھی اب نہیں سوجھتا ہائے قسمت آنکھوں نے بھی جواب دیدیا۔ پیاری میرے ہاتھ میں ہاتھ دو تو سمجھ پڑے کہ تم میرے پاس ہو۔ میری جان گلے میں اٹکی ہی ہے۔ اس وقت جو کچھ ہو تمہیں ہو۔ تمہیں میں پران اٹکا ہوا ہے یہ نہ ہوتا تو نہ معلوم کب کی روح فنا ہو چکی ہوتی۔ رامچندر تو جان لے گئے اب یہ جسم تمہارے سپرد ہے اب تم اس ہستی کی مالک ہو۔ آج تک کا کہا سنا معاف۔

کوشلیا جی بڑے ادب سے بائیں طرف پائنتے دبی ہوئی بیٹھ گئیں اور دونو ہاتھ مہاراج کے بدن پر رکھ لئے۔ اس موقع پر کون دل ہے جو رنج و غم ضبط کر سکے۔ نظارہ ہی دردناک تھا۔

اس پر دونوں طرف دل میں آگ سلگ رہی تھی۔ دونوں کے کلیجے پھڑک پھڑک کر پسلیاں توڑنے لگے۔ ایک ساتھ آنسوؤں کا دریا بہنے لگا۔ اور آہ کے ساتھ آہ کی دردناک آواز سننے والوں کے دل پر نشتر پر نشتر چبھونے لگی۔

سرگ ۴۳

سری کوشلیا جی کا راجہ دسرتھ سے اظہارِ غم

راجہ دسرتھ کو غم واحساس میں دیکھ کر کوشلیا رو کر بولیں:۔

پران ناتھ! کیکئی کے کلیجے میں ٹھنڈک پڑ گئی گویا ناگن کی کینچلی چھوٹ گئی۔ اب مجھے ہر وقت یہی خوف مضطر رکھیگا جو گھر میں سانپ کے رہنے سے ہوتا رہتا ہے۔ یہ کالی ناگن مجھے ڈسے بغیر نہیں رہیگی۔ شاستر کاروں نے بھی لکھا ہے کہ جس گھر میں سانپ ہو یا تو اب آدمی اس گھر میں رہنے والوں کے لئے ایک نہ ایک مصیبت آئیگی۔ آپ نے بھرت کو راج دیا کچھ مضائقہ نہیں مگر رامچندر کو بن میں بھیجنا کسی طرح مناسب نہ تھا۔ وہ یہاں رہتے اور کچھ نہ ہوتا۔ ذرا غم تو ضرور ہوتا رہتا ایک نظر صورت دیکھ لینا کافی تھی۔ مگر آپ کو کیکئی نے جو پٹی پڑھائی اسی پر عمل کر رہے تھے۔ کیا کسی دوسرے راج میں رامچندر جلا وطن نہ ہو سکتے تھے۔ جنگلوں کی خصوصیت کیا تھی۔ اگر رعایا میں سے کوئی بے قصور فرزند کے ساتھ یہ سلوک کرتا تو ممکن نہ تھا کہ سزا سے سخت سے بچ جاتا۔ اب بیٹے بیٹوں کو خبر نہیں کہ انہیں جیتا نگل جائیں گے۔ کہاں تو عیش عشرت کے دن آرام و راحت کا زمانہ کہاں برعکس ہو گئے آپ نے اتنا خیال بھی نہ کیا۔ نہ جانے آپ کی محبت پدری پر کیکئی نے کیا سحر کر دیا تھا۔ البتہ کی مرضی ہے یہ معقول میرے ذرا غور سے بچوں کا تو ہی نگہبان ہے۔ جلد چودہ برس گذار سکے نظر بھر کر پھر وہ صورتیں دیکھوں جن کی تصویر دل کے چوکھٹے میں جڑی ہوئی ہے۔ الٰہی وہ دن کب آئیگا جب نامچند کلیجے کو سکھ دیں گے۔ اجودھیا کی قسمت کب جاگے گی۔ اہل شہر کو کب دولت دیدار حاصل ہوگی۔ ہائے مجھ سے بڑھ کر کوئی پاپن نہ ہوگی۔ معلوم ہوتا ہے کہ پچھلے جنم میں کسی گئو نے بچھڑا چھوڑانے کے جرم میں سراپ دیا تھا۔ مہاراج میں تو جانتی ہوں کہ بن باسی نہیں میری موت کا پیغام ہے۔ نہ رام ہی طبیعت بہلانے کو ہیں۔ نہ لچھمن اور نہ جانکی دل سمجھانے کو۔ میں نہیں سمجھتی کہ زندگی کیونکر ہوگی۔

سرگ ۴۴

کوشلیا جی کے اظہارِ غم پر سومنت وزیر کی فہمائش تسلی بخش خیالات

کوشلیا کی قدرے تسکین

کوشلیا جی کے سخت رنج کو دیکھ کر سومنت وزیر نے کہا :-

مہارانی دل کو سمجھاؤ۔ طبیعت سنبھالو۔ اب رونے دھونے سے کیا نتیجہ رامچندر جی کو تم کلیجے کا ٹکڑا سمجھتی ہو۔ فقط مہر مادری ہے۔ ورنہ وہ تو ساکشات الشور ہیں وہ پرماتما ہیں۔ وہ اگر مجبور نہ ہوتے تو بھلا انسان کی بھی طاقت ہے۔ کہ اسطرح راج پاٹ چھوڑ کر بن کا راستہ لے ان کو راکھشسوں کا کیا خوف ان کا ایک ایک بان ہزار ہزار راکھشسوں کو خاک پر سلا دیگا۔ انہوں نے دنیا کو کامل قدرت کرنے کیلئے یہ کھیل کھیلا ہے۔ لچھمن جی بھی کوئی ایسے ویسے نہیں۔ سیس جی کا اوتار ہیں۔ جانکی ساکشات لکشمی ہیں۔ پھر ان کو کسی کا دکھ کہاں لکشمی ہمیشہ رہتی ہے جہاں دھرم ہو پھر جانکی جی رامچندر کے ساتھ نہ جاتیں تو کہاں رہتیں۔

ماں باپ کا دھرم یہ ہے کہ بیٹے کو نیک کام کے لئے سفر میں جاتے دیکھ کر اظہار غم سے بدشگونی نہ کریں۔ بلکہ ہنسی خوشی رخصت کر کے اشیرباد دیں جس سے کام سدھ ہو۔ تم گھبراتی ہو کہ سورج کی گرمی کیسے برداشت ہوگی۔ بھلا سورج کی بھی یہ مجال ہے کہ ذرا تکلیف دے سکے سورج کو کیا آپ کوئی اور جانتی ہیں۔ اس میں روشنی کہاں کی ہے۔ آپ کے رامچندر کی ہی وہ اُن کی نظر میں جلتی ہے۔ خاک نقش قدم کو آنکھوں سے لگاتی ہے پھر فکر فضول دن رات سورج ہمارا خدمت گذاری کرتے رہیں گے۔ کیا آپ کو سدار راکھشس کی لڑائی کا واقعہ یاد نہیں۔ راجہ دسرتھ تو جی چھوڑ کر جان کی فکر میں پڑ گئے تھے۔ مگر رامچندر جی نے تن تنہا تیروں کی بارش کی تمام راکھشس زمین دوز ہو گئے۔ رامچندر کی صورت دیکھ کر راکھشس کا دم فنا ہوتا ہے۔ جیسے دیکھ بند سائے سے بھاگتے ہیں ان کا کوئی کیا بگاڑ سکتا ہے۔ رامچندر جی کو کوئی اور نہ سمجھو وہ سورج کے سورج۔ اگنی کے اگنی۔ راجوں کے راجہ۔ لکشمی کے لکشمی۔ برہما کے برہما۔ کیرتی کے کیرتی۔ چھما کے چھما۔ پرکھتی کے پرکھتی دیوتاؤں کے دیوتا خلاصہ یہ کہ ہمہ اوست۔ ہمہ اوست۔ ہمہ اوست ہیں۔ ان کو گھر میں تکلیف اور نہ سفر میں تکلیف وطن میں بھی آرام ہے اور بن میں بھی راحت۔ آپ ذرا صبر کریں وہ دن بہت جلد آئیگا۔ جب آپ اپنے بہو بیٹوں کو دیکھ کر سارا رنج و غم بھول جائیں گی۔ اس لئے سوچ فضول ہے۔ اگلے جنم میں بھگوان بشن نے تمہیں بردان دیا تھا کہ عنقریب تمہارا فرزند بنے گا۔ چنانچہ رام چندر ہی بشن بھگوان ہیں قسمت کو سراہو کہ تمہیں جگت کا ادھار کرنے والا بیٹا نصیب ہوا۔ تم سے بڑھکر کون عورت دنیا میں خوش نصیب ہوگی جسے ساکشات بھگوان وشنو کی ماتا کہلانے کا فخر حاصل ہو۔

سومنت کی تقریر نے کوشلیا کے آتش رنج پر برف بچھا دی۔ ان کے غم کا پہاڑ ٹل گیا مگر راجہ دسرتھ کے غم کی آگ اور بھڑک اٹھی اس پر جیسے کسی نے اور تیل ڈال دیا۔

سرگ ۴۵

شری رامچندر جی کی اہل شہر کو واپسی اجودھیا ترک رفاقت و اطاعت بھرت کی فہمائش اہل شہر کا ہمراہی کے لئے اصرار برہمنوں کی کوشش تمسا ندی پر قیام

رامچندر جی کے ساتھ ایک بھیڑ کی بھیڑ چلی جا رہی تھی۔ رتھ لاکھ ہانکا جاتا تھا مگر اژدہام عام سے تیز نہ چل سکتا تھا۔ رامچندر جی اہل اجودھیا کا جوش محبت دیکھ کر بولے۔

آپ سب لوگ کیوں تکلیف کرتے ہیں۔ میرے چلے جانے سے آپ کو اجودھیا میں کچھ بے لطفی نظر نہ آئیگی۔ میرے عوض بھرت جی آپ کی دلجوئی کریں گے۔ ان کی کمسنی پر آپ نا عقلمندی نہیں وہ بڑے لائق ہیں یہ کہنا ٹھیک نہیں کہ کیکئی ماتا کی ہٹ سے وہ مالک اورنگ جہانبانی ہوتے ہیں۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اگر یہ بات بھی نہ ہوتی تو بھرت جی کو ملک داری کی خاص لیاقت ہے۔ آپ لوگ بھرت جی کے راج کی خوشی منائیں گے۔ تو بھرت آپ لوگوں سے اور بھی خوش رہیں گے ماتا کیکئی کی بھی خاص نظر عنایت رہے گی۔ اب میری رفاقت کی ضرورت نہیں۔ آپ کی خوش قسمتی ہے آپ کو بھرت جی ایسے ناخدا کے سائے میں جگہ دی۔ شوق سے لوٹ جائیے اور ان کی اطاعت اور فرمانبرداری سے سرمایہ افتخار حاصل کیجئے۔ میں ذمہ دار ہوں آپ کو بھرت جی کے راج میں ذرا بھی تکلیف نہ ہونے پائیگی۔ بھرت جی آپ کا دل ہاتھوں میں نہ لئے رہیں۔ تو میں گنہگار۔ اگر بھرت کی لیاقت جہانداری میں کچھ بھی کمی ہوتی تو میں خود ہی پاس احتیاط کرتا۔ ہمارے پتا جی کے حقوق بھلا دینے آپ کا فرض ہے۔ کہ ان کا غم غلط کیجئے ان کو ڈھارس دیجئے۔ وہ آپ کے پرمیشر ہیں۔ پہلے ان کا درجہ ہے پھر ان کے جانشین بھرت جی کا بعد میں میرا۔

رامچندر جی لاکھ فہمائش کرتے تھے۔ مگر کوئی ایک نہ سنتا تھا۔ ہر نفس سے بے قلبی کے جوش محبت کو اور بھی ترقی ہوتی جاتی تھی۔ جو جوان تھے۔ جن کے پاؤں میں طاقت تھی۔ وہ تو دوڑے ہی لپٹے جاتے تھے اُدھر ایک ذرا تھکا۔ اُدھر دوسرا گھوڑوں کے آگے دوڑنے لگا۔ بڈھے اور کمزور پیچھے رہ گئے وہ گھوڑوں تک منتیں کر کے چلاتے تھے۔ کہ ایشور کے لئے آہستہ آہستہ چلو۔ رتھ

کی خوشامد کرتے تھے۔ کہ بہت تیزی نہ کرے۔ سومتر سے خطاب تھا۔ اسے کیوں بیدردی کر رہا ہے۔ آہ ذرا بھی غریبوں پہ ترس نہیں۔ یہاں پاؤں ٹوٹے جاتے ہیں۔ اور تو رتھ بڑھائے ہی چلا جاتا ہے۔ اچھا رامچندر جی خوب بے مروتی کر لو۔ جتنا جی چاہے اور دُکھ دے لو۔ ہم کو کیا معلوم تھا کہ تمہارا دل بھی کیکئی سے زیادہ پتھر ہے۔ ہائے ذرا بھی رحم نہیں۔ فولاد کو بھی تم نے مات کر دیا۔ خیر جاؤ ایشور تمہارا نگہبان۔ مگر دیکھ لینا کہ کتنے بیکسوں کا خون تمہاری گردن پر ہوتا ہے۔ جس برہمن کی جان گئی اس کی ہتیا تمہارے ہی سر ہوگی۔

سری رامچندر لاکھ دل مضبوط کرنے چاہتے تھے۔ کہ کسی ایک کی بھی نہ سنیں۔ منہ پھیر کر بھی نہ دیکھیں۔ کانوں پر ہاتھ رکھ لیں۔ آنکھوں پر پٹی باندھ لیں۔ مگر دل نرم تھا۔ طبیعت کسی کے دکھ درد کی متحمل نہ تھی۔ انہوں نے سمجھ لیا کہ اہل شہر کسی طرح نہ مانیں گے۔ ان سے پنڈ چھوٹنا محال۔ کہیں کسی کے چوٹ آ جائے۔ کسی کی جان پہ گذر جائے۔ تو چلتے چلتے مفت بدنامی ہو۔ اسلئے انہوں نے رتھ کو روکا۔ سری جانکی و لچھمن سے بولے:۔

کہ اب رتھ پر چلنا مناسب نہیں۔ کچھ دور ٹہلتے ہوئے چلیں۔ اہل شہر کی تکلیف دیکھی نہیں جاتی۔ ان سے کسی طرح پیچھا چھڑانے کے لئے یہی تدبیر ہے کہ پیدل راہ نا پیں۔

جونہی عالی رتن سری رامچندر رتھ سے اُترے۔ ہانپتے ہوئے برہمنوں نے سمجھا کہ بس مراد پوری ہوئی ایک شور مسرت بلند ہو گیا کہ

مبارک! مبارک! اجودھیا کی سوئی ہوئی تقدیر جاگی۔ ہم لوگوں کی قسمت کا آفتاب گہن سے چھوٹا۔ مگر کیسی واپسی۔ کیا وطن کا خیال۔ رامچندر جی نے پھر مڑ کر دیکھا کہ اجودھیا کتنی دور ہے۔ وہ آگے ہی قدم بڑھائے چلے جب یہ رنگت دیکھی تو برہمنوں نے دہائی کھینچ کر کیوں رامچندر آج وہ آپ کا دھرم کہاں گیا۔ برہمنوں کی طرف پیٹھ۔ رشیوں سے قدم آگے۔ آپ کو اتنا لحاظ و پاس نہیں۔

ادھر کچھ لوگ لیل چلاتے تھے ادھر کچھ کہتے تھے کہ کیا غضب کرتے ہو۔ چپ چاپ چلے چلو۔ ایسا نہ ہو کہ رامچندر جی کہدیں۔ کہ خبردار ساتھ نہ چلنا۔ لوٹ جاؤ گھر کو۔

جب برہمنوں میں چلنے کی سکت نہ تھی۔ وہ چھپٹتے ہوئے آگے بڑھے اور سری رامچندر جی سے کہا رگھوکل بھوشن ہم لوگ خالی ہاتھ نہیں آئے ہیں۔ یہ دیکھئے ہون کی لکڑیاں لدی پھندی ہیں۔ آپ کے لئے ایک چھتر بھی ساتھ ہے۔ کہ حسب ضرورت جگیہ کے وقت آپ کے سر پر سایہ فگن رہے ہم لوگوں کو اب شہر سے کام نہیں۔ وید شاستر باندھ کر رکھ دیئے۔ اب جو کچھ دھرم ہے وہ آپ ہی کے ساتھ ہے۔

برہمنوں کا منشا تھا کہ کسی طرح رامچندر جی پھر کر اجودھیا کی طرف دیکھ دیں۔ پھر وہ اُن کو لوٹا لے چلیں۔ اس لئے بہت سی باتیں سُنائیں۔ مگر سری رامچندر جی نے کسی کو کچھ جواب نہ دیا۔ خاموشی سے آگے بڑھتے ہی گئے۔

اب برہمنوں نے دوسرا فقرہ چلایا۔ وہ بولے کہ

مہاراج دسرتھ کا دیا ہوا سب کچھ موجود ہے آپ کے اقبال سے اچھے اچھے مکان کھڑے ہیں مگر جب آپ سونے کی اجودھیا کو چھوڑتے ہیں۔ تو اب ہمیں گھروں سے کیا کام۔ ہم تو خوش نصیب ہیں کہ آپ کے قدموں کے ساتھ ہیں۔ مگر کمبختی استریوں کی ہے۔ ابھی تو وہ گھروں میں بدپیٹ رہی ہیں جب اُن کو سب طرح سے مایوسی ہو جائیگی تو سب گھر گرہستی چھوڑ کر چل کھڑی ہوں گی۔ ہم لوگ نہ جانے کہاں ہوں گے۔ وہ سب نہ جانے کہاں۔ اے سری رامچندر ذرا دیکھ تو لو۔ کہ ہماری عقلیں کیا ہو گئی ہیں۔ ہمارے بدن پر گرد ہی گرد ہے۔ بالوں کی سیاہی نظر نہیں آتی۔ پاؤں بھر گئے ہیں کانٹوں نے چہرے پر مٹی لپیٹ دی ہے۔ مگر افسوس کہ آپ کو ذرا بھی رحم نہیں آتا۔ نظر اُٹھا کر نہیں دیکھتے یہ کہہ کر سب کے سب ایک ساتھ آگے بڑھ کر سامنے آئے اور زمین بوس ہو کر ساشٹانگ ڈنڈوت کرنے لگے اور پھر درخواست کی۔

کہ ہم یگیہ کرنے والے ہیں۔ آپ کا شریک ہونا مقدم ہے۔ اب تو آپ کو اجودھیا چلنے میں کچھ عذر نہ کرنا چاہیئے۔

رامچندر جی درخواست سُن کر سخت گھبرائے۔ اُنہوں نے سوچا کہ ابھی تو پتا جی کے بچن کی پھانسی سے ذرا بھی گلوخلاصی نہیں۔ اب یہ برہمن دھرم کی زنجیریں جکڑتے ہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ بات چیت میں کوئی لفظ ایسا زبان سے نکل جائے جس کی پابندی مجھ پر لازم ہو۔ انہوں نے اس موقع پر بھی زبان نہ ہلائی یہاں تک کہ برہمن پیچھے پیچھے دوڑتے تمسا ندی کے کنارے پہنچ گئے۔ جہاں سومنتر نے رتھ روکا۔ گھوڑے کھولے اور سری رامچندر جی لچھمن جی و جانکی جی نے پہلی منزل پر قیام فرمایا۔ اہلِ شہر بھی وہاں ہی ڈیرا بستر لگا کر جم بیٹھے۔

سرگ ۴۶

رات بھر تمسا ندی پر قیام۔ صبح کو اہل اجودھیا کے عالمِ غفلت میں دریا کا عبور باشندگانِ شہر کی مغالطہ دہی کے لئے رتھ کی اجودھیا کے رُخ روانگی

آفتاب غروب ہو گیا۔ گوشۂ مشرق میں شفق کی سُرخی بعد فنا ہو گئی بلکہ سیاہی یاں خندہ ہو گئی

پر مستی کی اور راحت کا لطف دکھانے لگی۔ سب لوگ تمسا ندی کے کنارے لہراتی ہوئی موجوں کی بہار دیکھنے لگے۔ رامچندر جی نے لچھمن جی سے فرمایا کہ

آج کی رات سے ہماری جلاوطنی شمار ہوگی۔ اب ہمیں تمہیں مناسب ہے کہ اجودھیا کا خیال مطلقاً دل سے بھلا دیں۔ اب تک ہمیں تمہیں وطن کی محبت ہے اس کا اثر دیکھ لو کہ پرند خاموش چرند گوشہ گیر۔ درخت بے حس و حرکت۔ گل چاک دامن۔ غنچے لب بستہ۔ حیوانات و نباتات کی جب یہ کیفیت ہے تو اہل اجودھیا نہ جانے کس حال میں ہوں گے۔ والدین کی جان پر نہ جانے کیا گذر رہی ہوگی۔ ماتاؤں کو رات کا کٹنا دشوار ہوگا۔ دل کو دل سے راہ ہوتی ہے۔ خون کا جوش کسی طرح تاثیر کئے بغیر نہیں رہتا۔ اگر ہم پریشان رہیں گے۔ تو ماں باپ کے دلوں کو اور بھی صدمہ ہوگا۔ مجھے جلاوطنی کا کچھ رنج نہیں۔ اجودھیا چھوٹ گئی بلا سے۔ غم ہے تو یہ کہ بڈھے ماں باپ روتے روتے آنکھیں نہ پھوڑ ڈالیں۔ تم نے رفاقت کی۔ تمہارے خون جوش کی کہاں تک تعریف کروں۔ اب مجھے جانکی جی کی طرف سے بھی اطمینان ہوگیا۔ تم ان کی خاطر داشت اور نگرانی کرتے۔ واجب تو یہی تھا کہ آج ہی سے کندمول پھل پر کفایت کی جاتی۔ مگر نہیں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت کچھ کھانا کھا کر دو گھونٹ پانی پی لیں پھر کل سے دیکھا جائیگا۔

بھوک پیاس کس کو تھی مگر نہیں۔ کچھ منت پٹے کی پی کر سب نے منہ جوٹھا لیا۔ بالعموم ونڈا او دشی نہ رہی۔ اب لچھمن جی اٹھے۔ ادھر ادھر سے پتے بٹور لائے۔ اور اسی کا فرش بچھایا۔ شری رامچندر جی اور شری جانکی جی نے اسی بستر پر استراحت پائی اور لچھمن جی دھنش بان لئے ہوئے ادھر ادھر پھر کر چوکسی کرنے لگے۔ رامچندر جی اور جانکی جی کو نیند آئی۔ مگر لچھمن جی سومتر کی پلک نہ جھپکی۔ کوئی آنکھوں سویرا ہوگیا۔ ابھی صبح کی سفیدی نمودار ہوئی تھی۔ کہ رامچندر جی کی آنکھ کھلی۔ انہوں نے اہل شہر کی طرف نظر ڈال کر ایسا سحر کر دیا کہ کسی کی نیند نہ اچٹے۔ سب دیر تک خراٹے ہی لیتے رہے۔ سب کو بستر غفلت پر محو خواب راحت دیکھ کر شری رامچندر جی نے لچھمن جی سے فرمایا کہ

اہل اجودھیا ساتھ چھوڑنے والے نہیں۔ یہ جان دے دیں گے۔ مگر رفاقت سے منہ نہ موڑیں گے۔ ہم جب صحرا نوردی کو تیار ہیں تو پھر انہیں بھٹکانے کا کیا کام۔ یہاں سب کے بال بچے مفت تباہ ہوں گے۔ شہر برباد ہو جائیگا۔ اس سے بہتر ہے کہ جب تک ان کی آنکھ کھلے ہم لوگ کہیں سے کہیں پہنچ جائیں۔ جب یہ جاگیں گے تو ہمیں کون پائیگا۔ آخر ادھر ادھر سر مار کر آپ ہی واپس چلے جائیں گے۔ ان سے پیچھا چھڑانے کی تدبیر ہے تو بس یہی۔

لچھمن جی نے تائید کی۔ اور سومتر کو حکم دیا کہ رتھ تیار کرے رتھ جت گیا۔ رامچندر

جی جوگ شکتی اور طاقت غیبی سے دریا کے اس پار ہو گئے۔ دریا کا چڑھاؤ کچھ معلوم ہی نہ ہوا۔ اب رامچندر جی کو فکر ہوئی کہ کہیں اہل اجودھیا رتھ کے پہیوں کا نشان دیکھ کر ندی میں نہ کود پڑیں۔ کر مفت جان جائے اس لئے خود تو وہاں مخفی ہو گئے اور سومنتر سے کہا۔ کہ ”اتر کی طرف رتھ ہنکالے جائے“

سومنتر نے حسب ہدایت رتھ اتر کی طرف ہانکا۔ اتر سے پھر دکھن کی طرف باگ موڑی غرض یہ تھی کہ اہل اجودھیا سمجھیں کہ رتھ اجودھیا کو لوٹ گیا اور رامچندر گھر پلٹ گئے۔

سرگ ۴۷

سری رامچندر جی کے ہمراہی اہل اجودھیا کی خواب غفلت سے بیداری۔ سری رامچندر جی کیلئے بیقراری غم انگیز خیالات فکر و تلاش میں واپسی اجودھیا۔ افسوس و ملال

اہل شہر ہوائے سرد کے جھونکوں سے جب جاگے تو رامچندر وغیرہ بالکل ندارد۔ روتے چلاتے اٹھے۔ ادھر دیکھا ادھر ڈھونڈا مگر کہیں نشان نہیں سوچے کہ بس اب زندگی فضول ہے۔ موت بھی کچھ مشکل نہیں۔ مصیبت کاٹنے کو تمسا ندی موجود ہے بہتوں نے ڈوب مرنے کا ارادہ کیا۔ بہتوں نے زہر کھانے کی ٹھانی بہت وہیں لیٹ گئے کہ اب مر ہی کے اٹھیں گے بہت پتھروں سے سر ٹکرانے لگے۔ کہ اسی طرح جان نکال کر رہیں گے۔ کوئی اپنی نیند کو کوستا تھا۔ کوئی خواب غفلت پر آنسو بہاتا تھا۔ کچھ سوچتے تھے کہ رامچندر دھوکے باز نہیں وہ جانتے تھے کہ ہم لوگوں کی زندگی انہیں کی ہمراہی پر منحصر ہے مگر ہم لوگوں سے کوئی قصور خطا ہوئی۔ جس پر وہ بے ملے بے کہے چل کھڑے ہوئے۔ کیکئی کے پاپ سے انہوں نے اجودھیا کو چھوڑ دیا ہم لوگوں کے کسی اصول سے وہ ہم سب کو مفتا بنا گئے۔ کوئی سوچتا تھا کہ ندی میں ڈوب کر مریں مگر مٹی سوا ملتہ نہ ہوگی۔ مرنے کے بعد نہ جانے بھوت کی جون ملے نہ جانے پریت کی۔ کسی کو سوجھی تھی کہ اب گھر لوٹنا فضول ہے دھونی رماؤ اسی جگہ بھجن بھگتی سے دل بہلاؤ کچھ لوگ کہتے تھے کہ کچھ نہیں۔ لکڑیاں پڑی ہیں انہیں کا چتا بنا کر سب کے سب جل جائیں۔ خس کم جہاں پاک۔ آپ مرے جگ پرلے۔ کسی کی رائے تھی کہ خود کشی فضول۔ اسی طرح اپنی ہی ہانکتے تھے۔ اور ہر ایک شخص ایک نئی تجویز سوچتا تھا۔ کسی وقت یہ خیال ہوتا تھا کہ ہمیں عیال و اطفال انتظار کے صدمے اٹھا کر جان نہ دیدیں۔ کسی وقت یہ وہم تھا کہ ہم یہاں چلے چھوڑیں اور ادھر کہیں رامچندر جی اجودھیا ہی کو نہ واپس لوٹ گئے ہوں۔ سری رامچندر جی تو وہاں نہ تھے۔ مگر انہیں اہل اجودھیا کی بے قراریاں چشم دل سے نظر آرہی تھیں۔ انہوں نے سوچا

کہ لوگ اِس وقت آپے میں نہیں۔ کہیں کثرتِ غم سے جان دینا نہ شروع کر دیں۔ اِس لئے انہوں نے قدرتِ کاملہ سے مت پلٹ دی۔ وہاں تڑبونگ تو تھا ہی۔ جو کہتا تھا اپنی ہی کہتا تھا۔ اتنے ہی میں دو شخصوں کی کچھ آنکھیں کھلیں انہوں نے کہا کہ

بھائی ابھی جان دینے سے کیا حاصل ہے۔ یہ بھی تو دیکھو کہ رامچندر گئے کدھر کوئی اور پتہ نہ بتائیگا۔ تو رتھ کے پہیوں کا نشان کہاں اُڑ گیا ہے۔ لے آؤ چلو۔ سب رتھ کے نشان ڈھونڈیں۔ جدھر رتھ کی لکیر ملے۔ اُسی طرف آنکھیں بند کئے چلو۔ کہیں نہ کہیں تو رام چندر ملیں گے۔ آج نہ سہی کل کل نہ سہی پرسوں۔

لوگوں نے یہ رائے پسند کی۔ اور اِدھر اُدھر دیکھنے بھالنے لگے۔ پہلے تو تمسا ندی کے کنارے دیکھا۔ پہیوں کا نشان نظر آیا۔ مگر ساتھ ہی اِس کے قریب دوسری لکیر دکھائی دی جو سیدھی اتر کی طرف چلی گئی تھی۔ یہ لوگ خوش ہو گئے کہ بس مار لیا۔ ہو نہ ہو رامچندر ادھر لوٹ گئے۔ رامچندر منہ اندھیرے سبھی تو لو پھٹتے ہی وہاں سے روانہ ہوئے تھے۔ اسی وقت وہ شاید تین کوس نکل گئے ہوں گے اِس لئے پہیوں کا نشان جا بجا مٹ گیا۔ اہلِ شہر اسی طرح لکیر دیکھتے ہوئے بڑھتے چلے گئے تو ایک جگہ معلوم ہوا کہ رتھ دکھن کی طرف مڑا ہے۔ یہ راستہ سیدھا اجودھیا کا تھا۔ ہر ایک نے سمجھ لیا کہ بس اب فکر و تشویش فضول۔ رامچندر جی گھر پہنچ گئے۔ یہی وجہ تھی۔ کہ ہم لوگوں کو سوتے نہ جگایا۔ سمجھے ہوں گے کبھی نیند جگانا اچھا نہیں۔ کل دن بھر کے پریشان ہیں۔ نیند بھر سو لیتے ہوں۔ بس بس اب جان میں جان آئی۔ محنت ٹھکانے لگے۔ چودہ برس کی بلا ٹلی۔

اہلِ اجودھیا اسی طرح من کے لڈو کا مزہ لیتے ہوئے اجودھیا میں پہنچ گئے۔ وہاں دیکھا تو وہی کہرام وہی دُکھڑا۔ جسے دیکھو سر دھن رہا ہے۔ جدھر نظر اٹھاؤ آنسوؤں کی ندیاں بہتی ملتی ہیں۔ اب تو ان سب کے اوسان جاتے رہے۔ سر پیٹنے لگے۔ کہ ہائے بڑا دھوکا ہوا۔ سری رامچندر جی نے تو سراب کر مات کر دیا۔ مگر ہم اور ہم وطنوں کو کیونکر منہ دکھائیں۔ کسطرح سب سے آنکھیں چار ہوں گی۔ ہر ایک تھو تھو کرے گا۔ کہ بس چھوڑ آئے رامچندر کو۔ اِس خیال نے اُن کے زخم رسیدہ دل کو اور تڑپا دیا۔ رونے پیٹنے لگے کہ ہائے رامچندر جی کی جدائی کا غم تو تھا ہی ہماری ناکامی واپسی نے جلے پہ اور نمک چھڑک ڈالا۔ اب اہلِ شہر کے سامنے کیونکر جائیں۔ بے عزتی سے جائیں بھی تو نہ جانے وہ اپنا کیا حال کریں۔ اگر ان کی جان گئی تو پاپ اپنے سر ہوگا۔ ان مایوس اہلِ اجودھیا کو ساری اجودھیا سونی نظر آتی تھی۔ اجودھیا تو وہی تھی۔ مگر رونق کا اِس طرح نام نہ تھا۔ جسطرح گہنائے سورج میں روشنی کا۔ بجھے چراغ میں لو کا۔ انہوں نے سوچا کہ کسی طرح تو رات کو منہ چھپا کر بال بچوں سے مل لیں۔ سویرا ہوگا تو پھر جو مصلحت ہوگی کی جا

کی۔ مگر اجودھیا باسیوں کی نظر بچا کر گھر جانا ضروری ہے۔ اس انتظام کے لئے سب نے دوپٹوں چادروں سے منہ لپیٹے اور چوری چھپے ایسی گھبراہٹ سے چلے کہ اپنے اپنے گھروں کی پہچان نہ رہی۔ کوئی کسی کے گھر میں گھس گیا کوئی کسی کے مکان میں۔

سرگ ۸ہم

اہلِ اجودھیا کی عورات کا رنج۔ اپنے شوہروں پر طعنہ زنی وغیرہ

سری رامچندر جی کے ہمراہی اہل شہر لاکھ چھپے۔ چوری گھروں میں گئے مگر کلھیا میں گڑ نہ پھوٹ سکا۔ چار طرف شور مچ گیا۔ کہ رامچندر نہیں آئے۔ باشندگانِ اجودھیا اپنا سا منہ لئے ہوئے واپس آئے ہیں۔ جو لوگ اپنے گھر پہنچ گئے۔ اُن کا ذکر نہیں مگر جو اِدھر اُدھر بھول بھٹک گئے اُن کی استریاں جہاں تہاں سے ڈھونڈ لائیں۔ عورتوں کو توقع تھی کہ یہ لوگ اکیلے نہ آئیں گے سری رامچندر کو ضرور واپس لائیں گے مگر جب شوہروں کا چہرہ اُداس پایا۔ آنکھوں سے آنسو بہتے دیکھے۔ تو مایوس ہو گئیں تو بولیں کہ

ہائے تم نے کُٹیا ڈبو دی۔ کیا اور کرنا جان گئے اور سری رامچندر کو نہ لائے۔ تو پھر منہ دکھانے کی کیا ضرورت تھی۔ دیکھو لچھمن مرد تھے جو ساتھ گئے۔ سیتا جی عورت تھیں جو قدم سے جدا نہ ہوئیں تم لوگوں کی زندگی پر تف ہے۔ جو قدموں کے ساتھ جا کر پھر جدا ہو گئے۔ شرم شرم جب رام کے قدم چھوڑ دیئے تو تمہاری زندگی کا لطف ہی کیا۔ تم سے وہ گھاس پھول کانٹے پتے درخت جانور اچھے جو بیابانوں جنگلوں میں سری رامچندر جی کو دیکھ دیکھ کر جنم سپھل کریں گے۔ تمہاری سونے چاندی کی مسہری پر لعنت۔ فرش کمخواب تو درکار۔ تمہیں تو جینے کا مزہ تب ہی تھا۔ جب سری رامچندر جی کے ساتھ جنگل میں پتوں پر اسی طرح سوتے جس طرح کل کہ آفتاب سر پر آ گیا اور آنکھ نہ کھلی۔ بس معلوم ہو گیا کہ تم لوگوں کی محبت میں پھنس کر لوٹ آئے۔ ہائے بڑا غضب کیا۔ اب ہمارا ارادہ ہے کہ اس وقت تک دانہ پانی نہ کریں جب تک سری رامچندر جی کے قدم نہ دیکھ لیں۔ اٹھو چلو ہم بھی چلیں گی۔ تم رامچندر جی کی خدمت کرنا ہم جانکی جی کی۔ ابھی سری رامچندر جی یہیں کہیں قریب ہوں گے۔ زیادہ دور نہیں گئے۔ بس ہم سب بچوں سمیت جنگل ہی میں۔ اجودھیا بدمعاش کیکئی کے راج میں ہمیں گھڑی بھر رہنا منظور نہیں۔ اُسے جب ایسے لائق و فائق بہو بیٹوں کا دُکھ درد نہ ہوا تو ہم اُس کے کون ہیں۔ جب دل پر سکے جو چاہے گت گلت کرائے۔ اس کو کون روکنے والا ہے۔ اگر تم کو اس اندھیر نگری میں رہنا منظور ہو تو خوشی سے رہو۔ ہم اکیلی بن کا راستہ لیں گی جہاں

رامچندر ہیں۔ وہاں ہم کو کسی بات کا خوف نہیں۔ تم باپ ہی تھے۔ اس لئے رامچندر جی نے تمہارا راج چھوڑ دیا۔ چلنا ہو تو چلو ہم دکھا دیں۔ کہ کیونکر رامچندر ہمارا ساتھ چھوڑتے ہیں۔ من میں رام بغل میں اینٹی نہ ہونا چاہیئے تم سب تو دو دھڑ میں پھنسے تھے۔ ادھر سری رامچندر جی کی بھگتی کا بھی جوش ادھر گھر والوں کا بھی خیال۔ بھلا دو مونہے سانپ نے بھی کبھی کوئی تاکا ہوا شکار مارا ہے۔ ادھر ایک منہ لپکا ادھر دوسرا منہ حسد سے بڑھا کہ نہیں میں شکار مارونگا۔ دونو منہ اس دو دھڑے سے اپنا سا منہ لے کر رہ جاتے ہیں۔ اور شکار نکل بھاگتا ہے۔ تم کو یہ اطمینان ہوگا کہ بھرت اچھی طرح راج کرینگے۔ مگر یہ بھی تو سمجھو کہ جس کیکئی نے راجہ دسرتھ ایسے سن رسیدہ زمانہ دیدہ مہاتما نیک نفس راجہ کی عقل پر پردے ڈال دیئے۔ بھرت ایسے ناتجربہ کار اور پھر اپنے بیٹے کو سکھا پڑھا کر کیا کیا آفتیں برپا نہ کریگی۔

سمنتر کو ان باتوں کا کچھ جواب نہ آتا تھا۔ وہ سر جھکائے ہوئے روتے تھے اور ہائے رام ہائے رام کی رٹ لگی ہوئی تھی۔ تمام شہر میں ہڑتال ہو گئی۔ شادی جنیو لینی کی خوشیوں کے جلسے چودہ برس کے لئے بند ہوئے ہون کنڈوں میں پانی بھر دیا گیا۔ جگیہ ادھورے چھوڑ دیئے گئے۔ اور اب سب کو یقین ہو گیا کہ اجودھیا چودہ برس کے لئے سونی ہو گئی۔ رامچندر جی جب آج نہ لوٹینگے تو پھر کب لوٹینگے ؞

سرگ ۴۹

سری رامچندر جی کی تمسا ندی سے روانگی۔ دریائے گومتی پر رونق افروزی۔ گومتی کا مہاتم۔ نصیحت خیز خیالات

سری رامچندر جی جب تمسا ندی کے پار پہنچے۔ تو سنگم میں نت نیم کیا۔ تھوڑی دیر میں سومنتر پھر رتھ لیکر آیا۔ سری رامچندر جی روانہ ہوئے۔ گھوڑوں کی باگ جنوب کی طرف موڑی گئی۔ جدھر جدھر سے رتھ گذرا۔ لوگ دوڑ کر جمع ہو گئے۔ سب کے چہروں پر اداسی چھائی ہوئی تھی۔ سب راجہ دسرتھ اور کیکئی کو برا بھلا کہتے تھے۔ کوئی کیکئی پہ الزام رکھتا تھا۔ کسی کا خیال تھا کہ کیکئی ناقص العقل ہے اس کا کچھ قصور نہیں۔ راجہ دسرتھ کی عقل سٹھیا گئی وہ کوئی کیسی کے کہنے سے اپنے کلیجے کے ٹکڑے کو آنکھوں سے جدا کرتا ہے۔ اور وہ بھی ایسی بیدردی سے کہ چودہ برس تک بنباس کی ٹھوکریں کھائیں نہ کوئی نوکر چاکر نہ کچھ خورد و نوش کا سامان نہ کوئی پوشاک لباس بر پر بنا بنا نہیں تنہا بن ہے ہائے کیسے بھولے بھالے رام لچھمن۔ آہ ایسی نازک جانکی۔ ان کو یہ تکلیفیں کون پتھر دل تھے جنہوں نے ان کے واسطے بن باس تجویز کیا۔

یہ سب باتیں سری رامچندر جی کے گوش گذار ہوئی تھیں۔ مگر وہ کان نہ ہلاتے تھے۔ دل میں کہتے تھے کہ زبان خلق روکے سے رک نہیں سکتی۔ اس لئے ایک چپ ہی کافی ہے۔ ہم جس غرض سے جاتے ہیں وہ کسی کو کیا معلوم۔ نہ کیکئی ماتا کی خطا ہے نہ پتا جی کا قصور۔

رتھ چلتے چلتے گومتی ندی پر پہنچا۔ رامچندر جی لچھمن جی سے بولے۔

دیکھو یہی سری گومتی جی ہیں۔ انہیں کی تعریف وید میں تم نے دیکھی ہوگی۔ جو گومتی جی میں نہایا۔ اُس کے کئی جنموں کے پاپ ایک مرتبے سے دھو گئے۔ اب دیکھیں ان کے پھر کب درشن ہوں گے۔ اللہ پھر یہاں شکار کھیلنا کب نصیب ہوگا۔

آخری فقرہ کہہ کر سری رامچندر جی کو خیال ہوا۔ کہ سومنتر یہ نہ کہے کہ چلے تو ہیں بن باس کو تپسوی کے بھیس میں اور اب تک شکار اور خونریزی کا دل سے خیال دور نہ ہوا۔ اس خیال کی تردید میں انہوں نے لچھمن جی سے کہا کہ

بھائی! چھتری جب تک شستر ودیا سے واقف نہ ہو تب تک دشمن پر کیونکر غالب آسکتا ہے۔ شستر ودیا کی مشق تو انسان پر ہو ہی نہیں سکتی۔ نشانہ اس چیز پر لگانے سے مہارت ہوتی ہے جس پر ایک کی نظر نہ جمے۔ اسی لئے عقلمندوں نے ہرن کو تجویز کیا ہے اس کی چالاکی اور پھرتی۔ چوکڑی اور چھلانگ کو کوئی اور دوڑ روح نہیں پہنچتا۔ اس پر نشانہ لگانا ہر ایک کا کام نہیں۔ چنانچہ میں اگر شکار کھیلتا ہوں تو فقط انہیں اصولوں پر چھتریوں کے لئے نشانہ بازی کے لئے مقرر کئے گئے ہیں۔ البتہ شکار شکار نہیں بلکہ چاند ماری کا [illegible] سے۔ جس کے لئے چھتری راجوں کو اجازت ملی ہے۔ مگر اب مجھے شکار سے کیا کام۔ اب تو میں اس لائق ہی نہیں۔ ہاں جب پھر یہاں ایشور پہنچائے گا۔ تو دیکھوں گا۔ کہ نظر کی وہ سست ہے کہ نہیں۔ لچھمن جی یاد رکھو کہ راجوں کے لئے ست باتوں کی مطلق اجازت نہیں۔ غیر عورت سے صحبت۔ قماربازی۔ روزانہ شکار۔ شراب خوری۔ سخت زبانی۔ ناکردہ گناہ کی دلآزاری۔ فضول خرچی۔ جو ان قطعی ممنوع عادتوں کا خوگر ہوا۔ سمجھ لو کہ بس اس کے راج پاٹ کی خیر نہیں۔

سرگ ۵۰

سری رامچندر جی کی سری گنگا جی کے کنارے رسائی۔ راجہ گوہ نکھاد کی حاضری۔ باہم ملاقات

سری رامچندر جی۔ لکشمن جی اور سیتا جی تینوں سومنتر سے بولے کہ اب ہم کو اجودھیا سے کچھ واسطہ نہیں۔ ہمارا فرض ہے کہ یہاں سے پرنام کر لیں۔

یہ کہہ کر سب نے اُتر کی طرف رُخ کیا۔ اور ہاتھ جوڑ کر کہنے لگے کہ

اے اجودھیا پوری۔ اے جنم بھومی۔ اب تجھ سے رخصت ہوتے ہیں۔ تیری مہماں کا کیا کہنا۔ تیری عظمت کو کوئی اور پوری نہیں پہنچ سکتی۔ تیرے درشن کی خواہش دیوتاؤں کو بھی گھسیٹ لاتی ہے۔ چودہ برس تک ہم معذور ہیں۔ جب جیتے جاگتے آئیں گے تو تیری خدمت کریں گے۔ تیرا احسان کبھی بھولنے والا نہیں۔ ہم اس وقت تو ادا نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ دھرم نے اپنے شکنجے میں کس لیا ہے۔

اجودھیا کو پرنام کر کے اُنہوں نے پریاگ و کاشی کو بھی ٹھکانہ کیا۔ چشم خیال میں جو شخص نظر آیا وہ دھرماتما اور صادق القول دیا معذوروں کی مدد سے دل خوش ہو گیا۔ جگہ کے سازو سامان سے طبیعت پھڑک اُٹھی۔ امیروں کی دولت نظر میں پھرتے ہی جوش مسرت سے بول اُٹھے۔ کہ اہل زمانہ کی پرورش کے لئے تو سب سامان کافی ہیں۔ راجوں کو اہل حاجت کی ضرورت کیا۔ وید و شاستر کا چرچا دیکھ کر اُن کو خیال ہوا کہ دھنیہ ہیں وید پڑھنے والے اور سُننے والے لوگ انہیں نظاروں سے دل بہلاتے ہوئے وہ گنگا جی پر پہنچے۔ جس وقت گنگا جی کی لہریں دیکھیں۔ کلیجہ تر ہو گیا۔ لچھمن جی سے بولے۔

دیکھو یہ وہی گنگا جی جن کی عظمت ترلوک میں ہے۔ دیوتا۔ اسپرا۔ گندھرب کون ہے جس کو ان سے نجات کی آرزو نہیں۔ گنگا جی ساکشات لکشمی ہیں۔ سکھ اُن سے ملتا ہے مکت اِن سے حاصل ہوتی ہے۔ ان کی پرستش کے لئے کوئی وقت مقرر نہیں۔ دن رات میں جب چاہو پوجا کر لو۔ ہر وقت ثواب حاصل کرنے کا اختیار ہے۔ یہ گنگا جی ہمارے خاندان کے تارنے والی ہیں۔ ان کا ظہور وشن جی کے چرنوں سے اور نزول شیو جی کی جٹا سے ہوا ہے۔ ہمارے بزرگ خاندان مہاراج بھگیرتھ کی بدولت یہ دارفانی میں آئیں۔ مہاراجہ سگر کے ساٹھ ہزار بیٹوں کو انہیں نے تارا بھاگیرتھی مہارانی سمندر کی استری ہیں۔ اور ہر کسی دنیا کس کو مکتی دینی ہیں۔

یہ فرما کر سومنتر سے ارشاد فرمایا کہ ایسی متبرک جگہ چھوڑ کر اور کسی جگہ رات بسر کرنا فضول ہے۔ پھر سری گنگا جی کا درشن مشکل سے نصیب ہو گا۔ دیکھو گنگا جل پینے والے چرند و پرند کیسے خوش و خورم نظر آتے ہیں۔ درختوں کو دیکھو۔ کسطرح آنکھیں ہری کرتے ہیں۔ نہیں سرنگ بیر پور سے بڑھ کر اچھا قدم لعدنہ ملیگا۔ بس یہیں گھوڑے کھول دو۔

سومنتر نے تعمیل ارشاد کی۔ رتھ رُک گیا۔ گھوڑے کھل گئے۔ دفعتاً مسعود کی خبر چاروں طرف پھیل گئی۔ نکھاد قوم کا راجہ گوہ نوید مقام سنگر دوس ہوا۔ تحفہ تحائف پیش ہوئے۔

سری رامچندر جی نے بھی بڑے تپاک سے ملاقات کی۔ مزاج پُرسی دخاطر داشت کا کوئی

دقیقہ فرو گذاشت نہ کیا۔

نکھا دوم حالانکہ ملاح کتی۔ مگر ایشور بھگتی اور جپ جوگ سے وہ فضیلت حاصل کر لی تھی کہ اچھے اچھے رشی اور عالم سے عالم برہمن اس کے یہاں کھانے پینے سے پرہیز تو کیا اُلٹے فخر کرتے تھے۔ راجہ گوہ نے مہادیو جی کی خوب تپسیا کی تھی۔ اور بس حد ہے کہ وید بھی اس کی ثنا و صفت میں تر زبان ہوا۔ راجہ گوہ نے قدموں پر سر جھکا کر عرض کی کہ

مہاراج! میں یوں تو آپ کے چرنوں کا داس اور خادم بارگاہ ہوں مگر جسطرح اجودھیا میں آپ کا سکہ جاری ہے۔ ویسا ہی سرنگ بیر پور میں میرا۔ آپ نے یہاں قیام فرمایا یہ ہم لوگوں کی خوش نصیبی ہے۔ یوں تو آپ ہمارے سرتاج ہیں آپ کے سامنے ہماری حقیقت کیا۔

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

مگر آج تو آپ ہمارے مہمان ہیں۔ پس آپ دعوت قبول فرمادیں۔ ہم لوگوں کو کچھ توفیق نہیں ذرہ میں آفتاب کی میزبانی کا دم کہاں۔ مگر

برگ سبز است تحفۂ درویش

چار ذائقے کے ماحضر پیش نظر ہیں ایک وہ جس کے ذائقے کو زبان سے تعلق ہے۔ دوسرا وہ جس کا مزہ دانت جانتا ہے تیسرا وہ جس کی چاشنی چاٹنے سے خوشگوار معلوم ہوتی ہے۔ چوتھا وہ جس کی لذت گھونٹ ہی جانتا ہے۔

رامچندر جی نے راجہ گوہ کا شکریہ ادا کیا۔ بڑی مہربانی سے پیش آئے فرمایا کہ گو میں چھتری ہوں برہمن کی طرح گھر گھر کا کھانا نہیں کھا سکتا مگر مجھے آپ کی دعوت قبول کرنے سے مطلق پرہیز نہیں میں رد دعوت کو خلاف سمجھتا ہوں۔ لیکن ذرا غور کیجئے میں راجہ نہیں نہ راجگی کے ٹھاٹ باٹ سے کام ہے۔ اب ایک بن باسی اور تپسوی ہوں۔ ثبوت درکار ہو تو لباس دیکھ لیجئے۔ کہ کیا ہے میں صرف دھرم کی راہ چلنے کیلئے گھر سے نکلا ہوں۔ کند مول پھل کے سوا اور کوئی چیز کھانے کی قسم کھائی ہے اگر میں

ملے پدم پوران میں ذکر ہے کہ پچھلے جنم میں نکھاد نہایت رذیل اور ہندو انتھا۔ ایک روز بھوک سے پریشان ہو کر شہر کی طرف دوڑ نکل گیا۔ رات ہو گئی مگر کہیں سے ہنگفا نہ ملا۔ رہنے کا بھی کہیں ٹھکانا نہ تھا۔ اس لئے بیل کے درخت پر چڑھ گیا۔ کہ کسی طرح رات بسر ہو جائے۔ اور جانوران صحرائی سے جان بچے۔ درخت پہ خالی بیٹھا نہ گیا۔ بیل کی پتیاں توڑ توڑ کے نیچے پھینکنا شروع کیں۔ درخت کے نیچے مہادیو جی تشریف فرما تھے وہ بڑے خوش ہوئے اور یہ دان دیا۔ او بیل پتر چڑھانے والے تو راجہ ہو۔ تو بھی سوامی کارتک کی طرح ہمارا بیٹا ہے تو نے مجھے خوش کیا تو تجھے سری رامچندر جی کے درشنوں سے بھی خوشی حاصل ہو گی۔

آپ کی دعوت قبول کروں تو فرمایئے مجھ سے اپنے دھرم کا کیسے نباہ ہوسکیگا۔ اسی لئے میں آپ سے معافی مانگتا ہوں۔ اور آپ سے التماس کرتا ہوں کہ آپ کچھ اور خیال نہ کریں۔ سامانِ دعوت میرے گھوڑوں کو کھلادیں۔ میں آپ کا از حد ممنون ہوں گا۔

راجہ گوہ رام بھگت تھا۔ اس نے خوشی سے کل کھانے گھوڑوں کو کھلا کر سری رامچندر جی سے خلعت خوشنودی حاصل کیا۔ شام ہوگئی تھی۔ سومنتر نے کشا آسن بچھا دیئے۔ جس پر سری رامچندر جی و سری جانکی جی نے آرام کیا چونکہ گنگا جی ایسے مقدس تیرتھ پر پہلے پہل گذر ہوا تھا اِس لئے سب برت رہ گئے۔ ان جل کچھ نہ کیا جب تک سری رامچندر جی بیدار رہے۔ تب تک سری لچھمن جی اور راجہ گوہ نکھاد نے خدمتگذاری کی۔ جب پلک جھپکی۔ تو دھنش بان لے کر محافظت میں مصروف ہو گئے۔ رات بھر آنکھ نہ جھپکائی۔

سری رامچندر جی کو عالم صحرا نوردی اور اِس بے سرو سامانی کی حالت میں دیکھ کر کون تھا جس کا دل ٹکڑے ٹکڑے نہ ہوتا ہو۔ رات بھر اسی کیفیت سے غمناک ہو کر چاند ستاروں نے بھی ایسی ٹکٹکی باندھی کہ سورج کی بھی آنکھ معمول کے خلاف دیر میں کھلی۔

سرگ ۵۱

راجہ گوہ نکھاد اور سری لچھمن جی کی گفتگو نگہبانی کے وقت نو

جس وقت سری رامچندر جی سو گئے۔ نکھاد نے لچھمن جی سے عرض کی کہ آپ کیوں تکلیف کرتے ہیں۔ غلامی کو حاضر ہوں۔ آپ بھی ذرا کمر سیدھی کرلیں۔ ساری نکھاد کی فوج طلایہ پھر رہی ہے پھر کسی بات کا خوف کیا۔

لچھمن جی :- آپ میرے سونے کی فکر نہ کریں۔ یہاں نیند کو چودہ برس کے لئے رخصت دیدی۔ ہاں آپ کا جی چاہے تو ذرا لیٹ رہیئے۔

نکھاد :- واہ! یہ ایک ہی کہی۔ میں اور سوؤں جب تک آنکھیں کھلی ہیں تب تک چرن کمل کے درشن مل رہے ہیں۔ میں ایسے موقع کو خواب راحت یا خواب غفلت میں گنواؤں ایسا بیوقوف نہیں۔ جن رامچندر جی مہاراج کے قدموں کی برکت سے مجھے تخت و تاج حاصل ہوا۔ جن کی بھگتی کے پرتاپ نے آج تم سکھی کیا۔ ان کے سامنے میں آرام کروں۔ یہ کبھی ممکن نہیں۔ ہاں آپ کی تکلیف کا خیال ہے آپ بھی ذرا آرام فرمالیتے۔ تو میں اپنے کو خوش نصیب سمجھتا۔

لچھمن جی :- راجہ گوہ آپ ایسے ایشور بھگت ایسے عقلمند اور مجھے سونے کیلئے کہتے ہیں۔

ذرا سوچئے تو کہ میں کبھی سو سکتا ہوں۔ سبیں جی کو کبھی سوتے سُنا ہے۔ ہر گھڑی انند لینے کی بات اُسکو یہاں خواب میں بھی خیال نہیں۔ سری رامچندر جی کے سامنے دیوتاؤں سے لے کر راکھشسوں تک کوئی ایسا نہیں جو بہادری کا دم مار سکے۔ اُن کے نام سے ظالموں کی روح نکلتی ہے افسوس اگر کچھ ہے تو یہ کہ چودہ برس تک اجودھیا بیوہ کی سی حالت میں رہیگی۔ پتا جی کی زندگی کہ کچھ آس نہیں۔ سری رامچندر جی جب لوٹ کر آئیں گے تب کہیں اِس اُجڑے ہوئے باغ میں بہار آئیگی۔ ماتا کوشلیا پر تو سچ مچ ہی پہاڑ ٹوٹے گا۔ ادھر سری رامچندر جی کی جدائی کا غم۔ ادھر پتا جی کی مفارقت کا خیال یوں بیٹے والی ماں بیوہ نہیں سمجھی جاتی۔ تاہم سمجھ لیجئے کہ کیسا مصیبت کا سامنا ہوگا۔ ماتا سمترا کو ایشور نے دو بیٹے دیئے ہیں۔ اگر میں بھی نہ رہوں۔ تو سترگھن جی سے اُن کا غم غلط ہو سکتا ہے۔ کیکئی جی کی تو کچھ بات ہی نہیں۔ راج پاٹ اب سب اُن کا۔ ان کو اِس خوشی کے سامنے اب کیسی کے مرنے کا کیا رنج۔ ہاں ماتا کوشلیا کے کلیجے کو سُکھ دینے والے حرف سری رامچندر ہیں۔ جو اُن سے اتنی دُور ہوئے جاتے ہیں کہ خیال بھی پہنچ نہیں سکتا۔ اسی حالت میں مجھے اندیشہ ہے کہ وہ ضرور جان دے دینگی۔ بھرت اور سترگھن کی خوش قسمتی پر بھی دیکھیئے کہ پتا اور ماتا کی ہر حالت میں خدمتگذاری کریں گے۔ ہماری قسمت اِس معاملے میں بھی دھوکا دے گئی۔ راجہ گوہ! آپ یقین مانئے کہ ہر وقت دل سے دُعا نکلتی رہتی ہے۔ کہ ایشر پتا جی صحیح سلامت رہیں۔ ان کا سایہ لاکھوں برس تک ہمارے سر پر رہے۔ ہم پھر چودہ برس کے بعد قدم چومیں۔ ہم لوگوں کو نہ ملکداری کے معاملات میں کچھ تکلیف نہ لڑائی میں کچھ زحمت کا خیال۔ وطن ہو یا بن گھر میں ہوں یا سفر میں۔ نہ راحت کی خوشی نہ مصیبت کا رنج آپ جو کچھ خانہ ویرانی و بے سروسامانی دیکھ رہے ہیں یہ سب پراربدھ کا ایک کھیل ہے ایشور چاہے گا تو ہم لوگ بڑے آنند سے واپس آجائیں گے۔ آپ لوگوں کو معلوم ہی نہ ہوگا۔ کہ چودہ برس کیونکر کٹ گئے۔

سرگ ۵۲

سری رامچندر جی کی سومنتر سے رخصت گنگا کے پار روانگی بچھ دیش میں رونق افروزی

صبح ہو گئی۔ مُرغان خوشنوا کی دلکش آوازیں سُنکر سری رامچندر جی بیدار ہوئے۔ لچھمن سے ارشاد ہوا کہ گنگا کے پار جانے کی تیاری کرو۔ نکھاد دست بستہ حاضر تھا۔ اس نے اپنے مذہب اور ہمراہیوں کو حکم دیا کہ

ابھی ابھی عمدہ کشتی پھولوں بندنواروں سے سجا کر لائیں۔ دیر نہ ہو۔ یہ بھی خیال رہے کہ

ناؤ ایسی ہو جس پر رتھ بھی جا سکے۔
حکم کی دیر تھی۔ ناؤ کنارے پر لگ گئی۔ سری رامچندرجی وغیرہ سوار ہونے کو چلے تو سومنتر کو خیال ہوا کہ مہاراجہ دسرتھ نے زیادہ دور جانے کا حکم نہ دیا تھا۔ اور یہاں رتھ لے جانے کیلئے ناؤ تیار ہے اس لئے دست بستہ عرض کی کہ مجھے کیا اجازت ہے۔

سری رامچندرجی :- اب تکلیف کی ضرورت نہیں۔ رتھ واپس لے جاؤ سب کو میری طرف سے پوچھ دینا۔

سومنتر :- کلیجے پر پتھر رکھا نہیں جاتا۔ قدم کسطرح چھوڑوں۔ میں خالی پھرا تو اہل شہر کی آس ٹوٹ جائیگی۔ تمام رعایا کو حد سے زیادہ رنج ہو جائیگا۔ مجھے ڈر ہے کہ بہت لوگ جان نہ دیدیں۔ شاستر کی ہدایت ہے کہ راجہ رعایا کو کوئی دُکھ نہ دے۔ آپ اتنے بڑے عقلمند دھرم شاستر سے واقف اور پھر بھی آپ ہی اہل اجودھیا کی مصیبتوں کا باعث ہوتے ہیں۔ حیرت کی بات ہے کہ آپ سے کسی کو یہ اُمید نہ تھی۔ اہل شہر کو یوں آپ نے چکمہ دیا۔ اب مجھے بھی قدموں سے جدا کرتے ہیں۔ یہ کون انصاف ہے کیکئی کی حکومت میں لوگ جیتے جی مر جائیں گے۔ اس کا پاپ آپ کو ہوگا۔ کیکئی کی شکایت تو رہی درکنار۔ جب آپ ہی ہم لوگوں کی جان کے گاہک ہو رہے ہیں تو اس سے بڑھ کر بدقسمتی اور کیا ہوگی۔

سری رامچندرجی نے ان باتوں کا جواب کچھ نہ دیا۔ وہ آگے بڑھتے چلے گئے۔ سومنتر سر پیٹ پیٹ کر رونے لگا۔ چیخ مار کر ہائے رام ہائے رام کہتا ہوا چاہتا تھا۔ کہ زمین پر گر پڑے۔ رامچندرجی کو رحم آیا۔ پلٹ پڑے اور فرمایا کہ

سومنترجی! تم ایسے دانشمند اور پھر یہ عورتوں کی سی گریہ زاری۔ تم اکشواک بنس کے قدیم وزیر ہو بہت کچھ زمانہ دیکھا ہے۔ ہزاروں نشیب و فراز نظر سے گذرے ہیں۔ آج یہ کیا رونا پیٹنا لگایا ہے تمہارا فرض ہے کہ پتاجی کے زخم پر مرہم رکھو۔ اور انہیں سمجھا کر ان کی ہر طرح تشفی کرو۔ مجھے اُمید نہیں کہ بھرت تخت سلطنت قبول کریں۔ مجھے پتاجی کی طرف سے بھی مایوسی ہے اس حالت میں اگر تم ایسے وزیر باتدبیر اجودھیا میں موجود نہ ہوں گے تو سلطنت برباد ہو جائیگی۔ ذرا سوچو جن پتاجی نے عمر بھر تمہیں اُٹھایا۔ آج ان پر یہ جانکاہ مصیبت پڑی ہے مصیبت کے وقت ان کی رفاقت سے منہ موڑنا حق نمک کے خلاف ہے۔ اس لئے تم جاؤ اور پتاجی کو کاروبار سلطنت میں بہلاؤ۔ ماتاجی سے بھی کہہ دینا کہ ہم لوگ بڑے عیش و آرام سے ہیں۔ کسی بات کی تکلیف نہیں۔ کیکئی جی سے بھی بہت اچھی طرح ڈنڈوت عرض کرنا۔ تم پتاجی کو سمجھا کر بھرت جی کو ننہال سے بلوا بھیجیں تخت حکومت سونا نہ رہے اور پتاجی کے کچھ تو آنسو پونچھے جائیں۔

سومنتر :- آپ کا فرمانا سب درست۔ مگر ذرا سوچئے تو میں کس منہ سے اجودھیا جاؤں

لوگ کیا نہ کہیں گے۔

رامچندرجی :- کوئی فقرہ بنا دینا کہہ دینا کہ ننہال میں چھوڑ آیا ہوں۔ فکر کی بات نہیں۔

سومنتر :- عمر بھر کبھی جھوٹ نہ بولا۔ اب مرتے وقت آپ جھوٹ بلوا کر گنہگار کرنا چاہتے ہیں۔

رامچندرجی :- تو پھر جو سچ ہو وہی کہہ دینا۔

سومنتر :- ایسا سچ بھی جھوٹ سے بدتر ہے۔

رامچندرجی :- اسی سے تو کہتا ہوں کہ راستی فتنہ انگیز کے عوض دروغ مصلحت آمیز سے کام نکالو۔

سومنتر :- خیر یہ تو جب وہاں پہنچونگا۔ جیسی مصلحت سمجھوں گا کرونگا۔ اب یہ فرمائیے کہ گھوڑے کیونکر چلیں گے۔ آپ کے بغیر ان سے ایک قدم تو اٹھایا نہ جائیگا۔

رامچندرجی :- جسطرح میں نے سب کو چھوڑا۔ اسی طرح یہ بھی کسی نہ کسی طرح چلے ہی جائیں گے۔ ان کو رتھ پر سوار کر دینا اور دوسرے جوت لینا۔ اچھا لو اب آنسو پونچھو۔ طبیعت ہلکان کرنے سے کچھ فائدہ نہیں جو ارادہ کر چکا اس میں ذرا بھی فرق نہیں پڑ سکتا۔

سومنتر کچھ اور کہنا چاہتا تھا کہ رامچندرجی نے ختم بحث کیلئے نکھاد سے خطاب کیا کہ اب ہم رخصت۔ بالوں کی جٹا باندھ لیں۔ تو بس یہاں سے چلتے ہوں۔ مجھ سے اپنے بھگتوں کی زیادہ تکلیف نہیں دیکھی جاتی۔

نکھاد اسی وقت برگد کا دودھ لایا۔ رامچندرجی نے جٹا بنائی۔ اور نکھاد سے بولے:۔ دیکھو ہمیشہ رعیت پروری کا خیال رکھنا۔ راجوں کا دھرم یہی ہے اور رعایا کو خوش رکھیں۔ سب کو تشفی دیتے رہنا۔ ہم چودہ برس کے بعد پھر ملیں گے۔

یہ فرما کر سری رامچندرجی گنگاجی کے ساحل پر پہنچے۔ چلو دو چلو گنگا جل پی کر لچھمن جی سے فرمایا کہ

ناؤ پر چڑھتے وقت مطلق عجلت نہ کرنا چاہیئے۔ بہت آہستہ سے جانکی جی کو پہلے چڑھا دو جانکی جی پہلے ان کے بعد لچھمن پھر خود بدولت رحمہ منتر پڑھ کر ناؤ پر سوار ہوئے سب کے آخر میں نکھاد نے قدم رکھا جب ناؤ چلنے کو ہوئی رامچندرجی نے سومنتر سے فرمایا کہ

اب ہم بن کو چلے۔ تم ہنسی خوشی گھر کو جاؤ۔ میری باتیں یاد رکھنا ہر ایک سے خیر و عافیت کہہ دینا۔ یہ کہہ کر انہوں نے ناؤ بڑھوائی اور سومنتر اسی طرف دیکھ دیکھ کر رونے لگا۔

ناؤ چلتے چلتے منجدھار میں پہنچی سیتا جی نے ہاتھ جوڑے اور پرارتھنا کی کہ ہے ماتا بھاگیرتھی۔ ہمارے سوامی پتا کا بچن نباہنے کے لئے بن میں جاتے ہیں انہیں اشیرباد

سے جب خیر صلاح سے لوٹ آونگی۔ اور رگھو کل بھوشن پران ناتھ تخت سلطنت پر جلوس فرمائینگے تو جی لگا کر پوجا پاٹ کرونگی۔ تھوڑے عرصے میں ناؤ اس پار پہنچی۔ سب ساحل پر اترے اور آگے بڑھنے کا ارادہ نہیں کیا۔ سری رامچندرجی نے لچھمن جی سے فرمایا کہ

عورتوں کے ساتھ ہمیشہ چوکسی رکھنا ضروری ہے۔ اس لئے تم سب سے آگے چلو۔ جانکی درمیان میں رہیں۔ میں سب سے پیچھے چلوں گا۔

سری رامچندرجی نے آگے قدم بڑھایا۔ سومنتر کی نظر انہیں کی طرف تھی۔ جب اس نے دیکھ لیا کہ ناؤ پار ہو گئی۔ تو حد درجہ مایوس ہوئے۔ دل ٹوٹ گیا۔ اسی عرصے میں رامچندرجی نظروں سے غائب ہو گئے۔ وہ قدم قدم پر ہر ایک چیز جانکی جی کو دکھاتے جاتے تھے۔ مدھ دیش کی بہت تعریف کی بچھر شہر کی وجہ تسمیہ یوں بیان کی: بچھر رشی یہیں تپسیا کرتے تھے۔ اسی موقع پر انہوں نے ایک سور اور تین رنگ کے ہرن شکار کئے۔ اور ایک درخت کے سائے میں تھکاوٹ مٹانے کو بیٹھ گئے۔

سرگ ۵۳

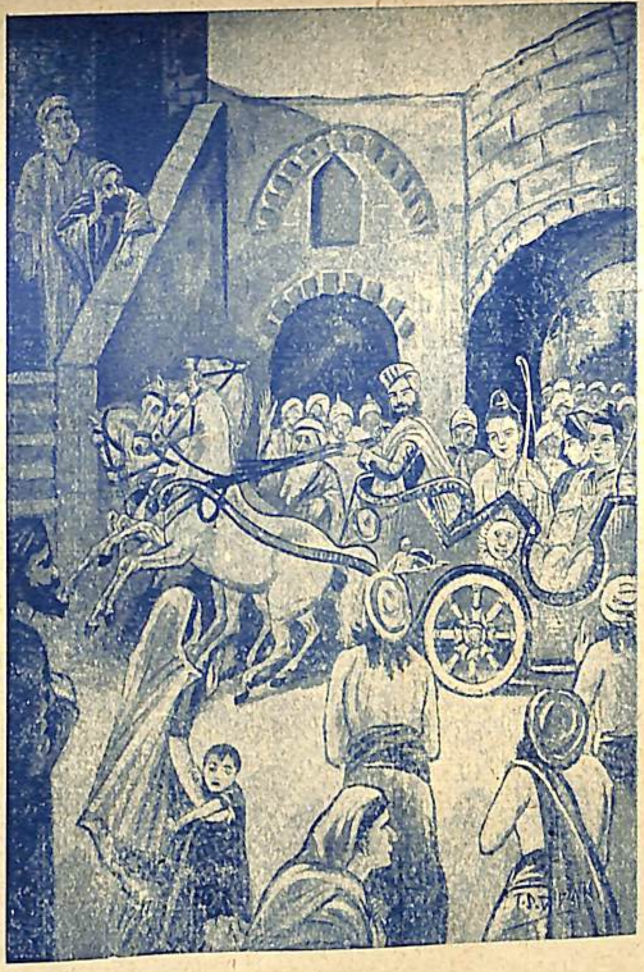
سری رامچندرجی کی لچھمن جی کو ماتاؤں کو دیکھ آنے کی فہمائش اور آتش مزاجی کی آزمائش لچھمن جی کا جواب

سری رامچندرجی نے رات بچھر دیش میں گذاری۔ جب صبح ہوئی تو آپ نے لچھمن جی سے فرمایا کہ

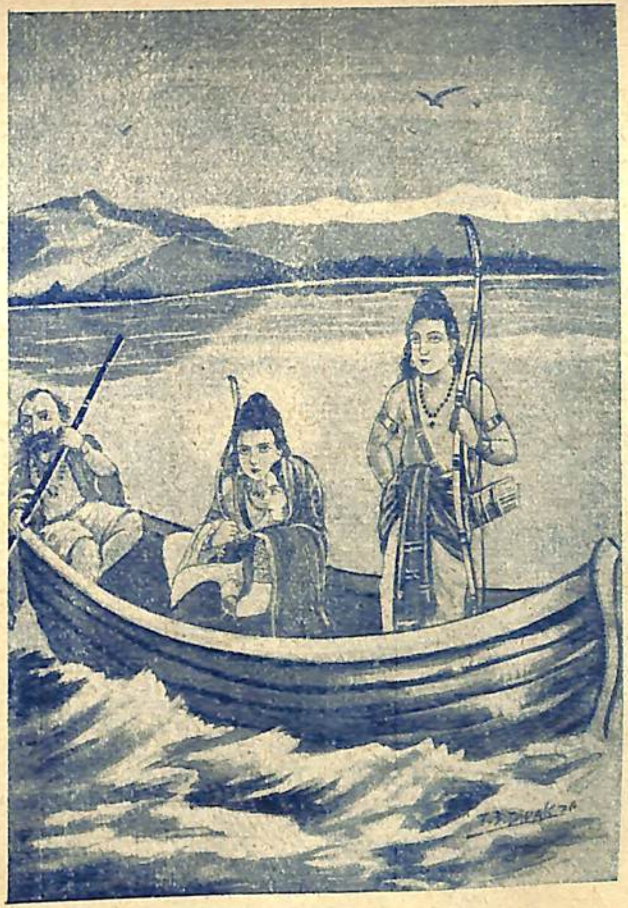
سری سومنتر بھی چلے گئے۔ کسی اہل شہر کا ٹھکانا نہ رہا۔ اب ہمیں کسی جگہ کٹی بنا لینا چاہیئے بغیر اس کے سب کو تکلیف ہوگی۔ اب کی منزل بچھر دیش میں ہوگی۔ وہاں کوئی موقعہ دیکھ کر چھپریاں چھا لیں گے۔ جنگل کا واسطہ ہے رات دن شیر۔ چیتوں اور دوسرے جانوران صحرائی گھومتے رہتے ہیں گو کچھ ڈر نہیں مگر احتیاط شرط ہے۔ اے لچھمن ایشر کی مایا دیکھو۔ ہمارے پتا جی نامعلوم کس مصیبت میں ہوں گے ہم کو یہاں کٹی بنانے کی فکر ہے۔ کیکئی ماتا آنند ہوں گی کہ جو چاہا تھا وہی کر کے چھوڑا۔ خیر راج پاٹ لینے کا کچھ غم نہیں اگر خیال ہے تو یہ کہ کہیں پتا جی کی جان نہ لے لیں۔

لچھمن جی تندو تیز تھے۔ غصہ ہر وقت ناک ہی پر رہتا تھا۔ ذرا سی بات میں بگڑ جاتے تھے سری رامچندرجی نے سوچا کہ اس وقت ذرا ان کی مزاج کی آزمائش کی جائے۔ دیکھیں بن باس کی حالت میں ان کا غصہ وہی ہے جیسا پہلے تھا یا کچھ کم۔ آپ نے فرمایا کہ

تم نے پتا جی کی نادانی دیکھیں۔ پہلے ہمیں لگن کے لئے تپ اور جگیہ کرنا اور پھر ہمیں کو گھر



बन यात्रा



गंगा पार जा रहें हैं

سے نکال باہر کرنا کیسی سخت بے رحمی ہے۔ ایسا تو کوئی بیوقوف سے بیوقوف بے درد سا بے درد بھی اپنی اولاد کے ساتھ سلوک نہیں کرتا۔ پتا جی ایسے عقلمند ایسے عالم وفاضل وہ ذرا سے کام کے بس میں ہو کر عقل گنوا بیٹھے تو اور کسی کا کیا ذکر۔ کہاں راج کہاں وطن سے اخراج۔ ایسی کایا پلٹ کسی نے نہ سنی ہوگی۔ معلوم نہیں کہ ماتا کوشلیا و سمترا کا کیا حال ہے ایشور جانے کیکئی ماتا نے اُن کے ساتھ کیا برتاؤ کیا ہو۔ اس سے بہتر ہے کہ تم چلے جاؤ۔ اور ماتاؤں کو دیکھ آؤ۔ ماتاؤں کے حقوق بہت ہیں یہ ماں ہی کا کلیجہ ہے کہ نو دس مہینے پیٹ میں رکھتی ہے۔ حمل اور وضع حمل کے قبل اور بعد کی تکلیفیں اُٹھانا باپ کیا جانے۔ ماں نہ ہو تو کبھی کسی شخص کی پرورش نہ ہو سکے۔ لاڈ پلایا گود موت کرنا کسی اور سے کب ممکن ہے۔ ہر وقت کون ماں کی طرح تندرستی بیماری کا کام میں کلیجے سے لگائے رکھتا ہے۔ بیٹا کیسا ہی ہو ماں کبھی آنسو دیکھنے کی روادار نہیں ہوتی ذرا پسینہ آیا اور آنچل سے پونچھنے لگی۔ خواہ کیسی ہی غفلت کی نیند ہو مجال کیا جو کلیجے کے ٹکڑے کی طرف سے خیال اِدھر کا اُدھر ہو جائے۔ راحت و آرام عیش و آسائش سب آنکھوں کے تارے پر قربان۔ خاوند سے بڑھ کر کون عزیز ہوتا ہے۔ مگر نہیں جہاں بیٹا پیدا ہوا ماں نے ساری محبت کلیجے کے ٹکڑے ہی پر قربان کر دی۔ ایسی ماتاؤں کو تکلیف ہو تو ہم لوگوں کی زندگی پر تف ہے۔ جس اولاد کی وجہ سے ماتا کو دکھ پہنچے اس سے ہزار ہزار درجہ جانور اچھے۔ اگر لائق بیٹا نہ ہو تو عورت کا بانجھ رہنا اچھا میں چاہوں تو اسی وقت ترلوک ہلا دوں مگر یہی دھرم روکتا ہے۔ کہ خبردار خیال اِدھر سے اور طرف نہ ہونے پلٹے اس وقت مجھے ماتاؤں کے خیال کی تاب ضبط نہیں۔ خود دیکھ لو کہ آنسو کسی طرح تھمنے نہیں تھمتے اُمنڈے چلے آتے ہیں۔

سری رامچندر جی کی آنکھیں اشکبار تھیں۔ چہرے پر آثار غم نے ہوائیاں چھڑا دیں۔ مگر لچھمن جی کی طبیعت میں کچھ فرق نہ ہوا۔ اُنہوں نے کہا۔

آپ مجھے بیوقوف بناتے ہیں۔ واہ آپ نے بھی کیا مجھے کوئی ایسا ویسا سمجھ لیا ہے۔ جو آپ کے نقرہ دل میں آجائے یہاں تو اب اس قول پر عمل ہے۔

رام نے چھوڑی اجودھیا جو کہاوے سو لے

اب چھوڑے گاؤں سے ناطہ ہی کیا۔ اجودھیا کیکئی کو مبارک۔ یہاں ہر ایک قدم پر ایسی ایسی ہزار اجودھیا میں تصدق ہیں۔ آپ ماتاؤں کی محبت میں آنسو ڈال کر مجھے بہلا دیتے ہیں۔ کیا خوب! کیا مجھے بھی اہل اجودھیا سمجھ لیا۔ کہ بھرے میں آگئے اور اب سر پیٹ رہے ہو مجھے تو آپ کے قدموں کے سوا کسی کی محبت نہیں۔ آپ کو زیادہ جوش الفت ہو تو خوشی سے ہو آئیں۔ ہم ٹھیرے ہیں یہ اطمینان رکھئے کہ اگر کوئی اور مرگ سے بھی لینے آئیگا تو اس کے ساتھ

نہ جائیں گے۔ مجھے اب نہ ماتا سمترا کے درشنوں کی ہوس ہے نہ ستروگھن کو دیکھنے کی خواہش میرا اس بات سے جی بھر گیا ہے۔ آپ راہ بتلاتے ہیں تو آگے چلیں میں یہاں درختوں کے سائے میں سستاتا ہوں آپ اجودھیا ہو آئیں لچھمن جی کا منشا سمجھانے خاطر سری رامچندر جی سمجھ گئے۔ اُنہوں نے جان لیا کہ اب اُن کا مزاج وہ نہیں۔ یہ جنگل کی مصیبتیں اچھی طرح جھیل سکیں گے۔

سرگ ۵۴

رامچندر جی کی رشی بھاردواج سے ملاقات

سری رامچندر جی اب گنگا و جمنا جی کے سنگم کے قریب پہنچے۔ راستے میں سنکڑوں رکھشیر دل منیشروں نے اِن کے اور اُنہوں نے اِن کے درشن کئے۔ شام ہو گئی تھی۔ آفتاب گوشہ مغرب میں چھپ چکا تھا۔ سری رامچندر جی نے لچھمن جی سے فرمایا۔

وہ دیکھو پریاگ راج سامنے ہے۔ یہ وہی متبرک مقام ہے جہاں برہما جی نے دس جگیہ کئے اس وقت بھی رشی لوگ ہون کر رہے تھے۔ یہ سب مشغلے ہون ہی کے ہیں جو آسمان کی طرف لپکتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ گھڑ گھڑاہٹ کی سی آواز جو کانوں میں آ رہی ہے۔ وہ بھاگیرتھی جمنا کے سنگم کی ہے۔ سنگم وہ مقام ہے جہاں دو نو مقدس دریاؤں کا پانی ملتا ہے۔ یہ ذکر کرتے اور اس مقام کی پرفضا کیفیت دکھاتے ہوئے سری رامچندر جی بھاردواج کے آشرم میں وارد ہوئے۔ بھاردواج جی اس وقت ہون کر رہے تھے۔ اگنی کنڈ سے لپٹیں نکل رہی تھیں۔ رشی کے چیلوں نے استقبال کیا۔ رامچندر جی نے ڈنڈوت کر کے عرض کی کہ

مہاراج! رام۔ راجہ دسرتھ کا بیٹا آپ کے درشنوں کیلئے حاضر ہوا ہے۔ لچھمن جی بھی ساتھ ہیں اور جنک نندنی کو بھی خوش قسمتی آپ کے آشرم میں لے آئی ہے۔ میں پتا جی کے بچن نباہنے اور ماتا کیکئی کا پرن پورا کرنے کے لئے اجودھیا سے چلا ہوں۔ اب صرف کند مول پھل سے چودہ برس تک کام رہیگا۔ ایشور کا شکر ہے کہ اس حیلے سے آپ کے درشن بھی نصیب ہو گئے۔

بھاردواج فوراً ہی ہون چھوڑ کر اُٹھ کھڑے ہوئے۔ بڑی خوشی سے استقبال کیا۔ خود اپنے ہاتھ سے آسن بچھا کر کہا۔ کہ

تشریف رکھئے۔ بن باسیوں کے زہے نصیب کہ آپ نے افتخار بخشا۔ آپ کو میں اچھی طرح پہچانتا ہوں۔ حاضر ہوں یا ناظر۔ عیاں ہو یا نہاں۔ ہر وقت یہاں آپ ہی کا جلوہ جہاں آرا آنکھوں کے سامنے رہتا ہے آپ نے فقط راکھشسوں کے مارنے کی غرض سے ہی قالب عنصری قبول

نہیں کیا بلکہ رشیوں منیوں سے جپ اور تپ سپھل کرنے کے لئے آپ باغ بستی میں رونق افروز ہوئے ہیں۔ آپ بیچ ڈنڈوت کر کے نادم کرتے ہیں یہ شرف ہم لوگوں کو حاصل کرنا چاہیئے۔

رامچندر جی:- یہ تو آپ نے الٹی بات کہی۔ میرے دل میں آپ سب رشیوں مہرشیوں کے قدموں کی قدر و منزلت ہونا چاہیئے۔ نہ آپ کو میری۔ مجھے جو آپ ایسے مہاتماؤں کے چرنوں کی بھگتی نے وہ کرگ لنا سے دکھا سکتا ہوں۔

بھاردواج:- شرمندہ نہ کیجئے رشیوں کو منطق نہیں آتی۔ جو موہنی مورت حاضر و غائب نظر میں بستی رہتی تھی۔ وہ ایشر نے آنکھوں کے سامنے کھڑی کر دی۔ اب آپ یہاں ٹھہریں۔ چیلے موجود ہیں۔ آپ کو کسی بات کی تکلیف نہ ہونے پائیگی۔ جس چیز کے لئے حکم ہو حاضر کی جائے۔

رامچندر جی:- زیادہ تکلیف نہ فرمائیے مجھے آپ کے درشنوں سے جو فتح حاصل ہوا وہ دنیا کی تمام نعمتوں اور دولت سے زیادہ قیمتی ہے۔ آپ سے کوئی بات پوشیدہ نہیں۔ بڑی مشکلوں سے اہل اجودھیا کو ٹال کر میں یہاں تک پہنچا ہوں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ پھر سب کے سب آتے ہوں اس سے کوئی ایسی جگہ بتائیے جہاں ٹکنے کا کچھ سبھیتا ہو۔

مہرشی بھاردواج جی صاحب کشف و کرامات تھے۔ اُن کی نظروں میں حال و ماضی۔ مستقبل سب یکساں تھے ہنس کر بولے کہ

رموز عاشقاں عیاں مثل سیج کو ٹیکا کیسا بھانا ہے۔ آپ یہاں کہیں گوشہ نشین ہوں۔ تو خلقت کا ادھار کیسے ہو سکیگا۔ راکشوں کی کچھ ٹکٹکی ہوگی۔ میں آپ کا منشا تو خاطر سمجھ گیا بہت بہتر جو مرضی۔ آپ سے جدا ہونے کو تو جی نہیں چاہتا مگر آپ یا تھے۔ جو زبردستی کہلا رہے ہیں وہی کہہ رہا ہوں۔

اچھا اگر آپ کو یہیں کہیں قیام کرنا ہے تو دس کوس کی ایک منزل اور ہے ادھر چتر کوٹ پر قیام فرمائیے اس پہاڑ پر بندروں اور ریچھوں کی بستی ہے۔ ہزاروں رشی مہرشی اسی پہاڑ پر سالہا سال سے تپسیا کرتے ہیں۔ آپ کو بن جانے کی تو اجازت دیتا ہوں۔ جہاں چاہیئے بسیئے مگر بس شرط یہ ہے کہ میرے دل سے نہ جائیے۔ آنکھوں سے اوجھل ہونے کا مضائقہ نہیں۔

رات بھر بھاردواج جی کے یہاں قیام ہوا۔ صبح ہوتے ہی سری رامچندر جی نے رخصت حاصل کی اور التماس کیا کہ

مہاراج! میری آمد کی خبر کسی سے نہ کہئیگا۔

بھاردواج نے بڑی آؤ بھگت کر کے سری رامچندر جی کو رخصت کیا۔ انہوں نے فرمایا میں تو یہاں سے کہیں جانے نہ دیتا مگر کیا کروں۔ چتر کوٹ میں ہزاروں جانیں آپ کے

درشنوں کو ترس رہی ہیں۔ ہاتھی سے لیکر چیونٹی تک سب کو انتظار ہے کہ سری رامچندرجی تشریف لائیں۔ تمام ذی روح و غیر ذی روح درشنوں کو ترس رہے ہیں ہر ایک کی آنکھیں سفید ہو رہی ہیں۔ چترکوٹ پہاڑ کا نظارہ بھی قابل دید ہے جو قدرت کا قائل بھی نہ ہو تو یہاں کی سیر سے از خود معتقد ہو جائے۔ آپ کا اوتار سنکر تمام دیوتاؤں نے مختلف ذی روحوں کے قالب میں ظہور فرمایا ہے اور جہاں جہاں آپ تشریف لے جائیں گے وہاں وہاں یہ سب جیوں کے درشنوں کو مختلف رنگ روپ میں ملیں گے ؛

سرگ ۵۵

سری رامچندرجی کی بھاردواج رشی سے رخصت جمنا کے پار ایک جنگل میں قیام

سری رامچندرجی چترکوٹ کی طرف چلے۔ بھاردواج اور ان کے چیلے استتیں پڑھتے ہوئے ہمراہ ہوئے۔ تھوڑی دور تک رشی جی ساتھ رہے۔ ان کو سری رامچندرجی سے بہت محبت ہو گئی گلے سے لگایا اور فرمایا کہ

گنگا جل اور جمنا جل پی کر پچھم کی طرف جائیگا۔ جمنا جی بہت مقدس و متبرک ہیں ان کے درشنوں سے تمام مقاصد بر آتے ہیں۔ جمنا جی میں ناؤ نہ چلیگی اس لئے گھرنی سے کام نکالئے گا۔

سری رامچندرجی ڈنڈوت کر کے رخصت ہوئے۔ کوس بھر پر سنگم ملا۔ اس مقام پر بر کے درخت تھے اور سایہ یہاں رہتی تھی۔ رامچندرجی نے وہیں لکڑی سے گھرنی بنائی۔ اور خس بچھا کر سوار ہو لئے گھرنی نے ناؤ کا کام دیا۔ جب دریا کے بیچوں بیچ پہنچے سری جانکی جی نے سری جمنا جی سے پرارتھنا کی کہ

کالندی مائی۔ نظر عنایت رہے جب جنگل سے لوٹوں گی۔ ایک ہزار گائیں دان کرونگی۔ جب گھرنی پار پہنچی۔ سری رامچندرجی برگد کے نیچے بیٹھ گئے۔ جانکی جی نے برگد کو ڈنڈوت کی۔ تھوڑی دیر سستا کر وہاں سے آگے روانہ ہوئے۔ جانکی جی کی خواہش دیکھ کر عمدہ پھل پھول توڑتے ہوئے آگے چلے۔ تھوڑا فاصلہ طے کر کے رامچندرجی نے پچھم کی طرف رخ کیا۔ اور اس جنگل میں پہنچے جہاں سوپاریوں کے درخت کی انتہا نہ تھی۔ رامچندرجی نے یہاں ہرنوں کا شکار کیا اور رات درخت کے سائے میں گذاری ؛

سرگ ۵۶

سری رامچندرجی کی چترکوٹ پر رونق افروزی

سویرا ہوا سورج نکلا ادھر اُدھر سیر کرتے چترکوٹ کی طرف چلے۔ گلگشت سے دل باغ باغ ہوتا تھا۔ سبزہ زار کی بہار آنکھوں کو تراوت دیتی تھی۔ برگ و ثمر سے طبیعت ہری ہوتی جاتی تھی۔ غنچہ و گل کا کنول کھلا جاتا تھا۔ کہیں مور ناچ رہے تھے۔ کہیں ہنس چہلیں کر رہے تھے۔ مرغان خوشنوا کی میٹھی میٹھی بولیاں دل لبھاتی تھیں۔ جو نظارہ تھا دلفریب تھا۔ یہی کیفیت سبزہ زار اور لطف بہار دیکھتے ہوئے رامچندر جی چترکوٹ پر پہنچے۔ عجب پُرفضا مقام نظر آیا۔ جھرنوں سے صاف شفاف پانی کی روانی اور سبزہ زار کی دلآویزی نے اس مقام پر ان کے قدم پکڑ لئے وہ وہاں ٹھہر گئے اور ادھر اُدھر نظر دوڑائی تو دل بے اختیار ہو گیا۔ باغبان قدرت کی گلکاریاں دیکھ کر طبیعت بول اُٹھی کہ اس جگہ سے بڑھ کر اور کون مقام ہوگا جہاں اہل دنیا آرام سے رہ سکتے ہوں۔ لچھمن جی سے بولے :-

سبزہ زار دیکھو کیفیت بہار دیکھو۔ واہ کیا پُرفضا مقام ہے۔ چترکوٹ نام ہے مگر سچ پوچھو تو بیکنٹھ دھام ہے میں تو یہیں کچھ دنوں طبیعت بہلاؤنگا اور کہیں کی ٹھوکر نہ کھاؤنگا۔ کوئی اچھی جگہ تلاش کر کے کٹی بنا لو کہ تُند سے بچاؤ رہے۔ رہی کھانے پینے کی سبیل وہ ایشور نے اچھی طرح خود ہی کر دی ہے۔ آؤ چلیں اب کوئی مقام دیکھ لیں جہاں ہر قسم کا سبیتا ہو۔

یہ فرما کر وہاں سے چلے اور والمیک جی[1] کے آشرم میں پہنچے۔ دونو طرف سے اخلاق کا برتاؤ ہوا۔ ادھر سے ڈنڈوت ہوئی اُدھر سے آنکھیں بچھیں۔ آسن پر سری رامچندر جی رونق افروز ہوئے۔ مزاج پرسی وغیرہ کے بعد رشی جی نے اسی مقام پر رونق افروزی کے لئے ارشاد کیا۔ سری رامچندر جی کی مرضی پہلے ہی سے یہی تھی۔ لچھمن جی گئے۔ لکڑی وغیرہ جمع کی۔ پھوس بٹور لائے۔ اور بڑی نفاست سے ایک کٹی تیار کر لی۔ دھرم شاستر کی پابندی کا خیال تھا۔ نئی کٹی میں یوں کس طرح جاتے۔ لہذا لچھمن جی گئے کالا ہرن مار لائے۔ پھل پھول اکٹھے کئے اور دیوتاؤں کی پوجا پاٹ کر کے کٹی میں بود و باش اختیار کی۔ رامچندر جی کی آمد اور قیام کا آوازہ بلند ہوا۔ رشیوں منیوں کا میلہ لگا رہنے لگا۔ رات دن دھرم کی باتیں تھیں۔ اور ایشور بھجن کا لطف۔

سرگ ۵۷

سومنتر کی اجودھیا میں واپسی اہل اجودھیا راجہ دسرتھ اور کوشلیا کی بیقراری

[1] یہ والمیک جی مصنف رامائن نہیں۔ اسی نام کے دوسرے رشی تھے۔ والمیک مصنف رامائن پرچیتا کے فرزند تھے۔ ان کی تپسیا کا مقام تمسا ندی کے ساحل پر تھا۔

سری رامچندر جی نے تو چترکوٹ کی راہ لی۔ یہاں سومنتر اور راجہ گوہ نقش قدم ہی کو دیکھ کر کلیجہ ٹھنڈا کرتے رہے۔ راجہ گوہ تو مایوس ہو کر اپنے گھر واپس گیا۔ مگر سومنتر کے قدم نہ ہلے۔ جب اور نگھا دولوں نے خبر دی۔ کہ سری رامچندر جی چترکوٹ کو تشریف لے گئے اب یہاں ٹھیرنے سے کیا فائدہ گھر جاؤ سب کو خبر دو۔ خاص و عام تمہارا انتظار کرتے ہوں گے۔ سری رامچندر جی نے کہہ دیا ہے۔ کہ سمجھا بجھا کر لوٹا دینا۔

سومنتر کی ٹوٹی ہوئی امیدوں نے اب بالکل ہی جواب دیدیا۔ وہ سری رامچندر جی کی یاد دل میں لئے اور تصویر تصور کو کلیجے سے لگائے ہوئے پھرا تو اجودھیا میں ہر طرف سناٹا پایا جس اجودھیا میں آدھی رات کو بھی چہل پہل رہتی تھی۔ اس میں دن کو بھی ایسی ہی اداسی نظر آتی تھی۔ معلوم ہوتا تھا ایک بھاڑ پڑ رہا ہے۔ اس میں بستی کا نام و نشان نہیں۔

اجودھیا وہی تھی آبادی وہی تھی۔ مگر بغیر رامچندر کے بس یہی معلوم ہوتا تھا۔ کہ شہر خموشاں نظر کے سامنے ہے۔ سومنتر کا جی نہ چاہتا تھا کہ اجودھیا کو ایسی حالت میں دیکھوں۔ مگر کچھ رامچندر جی کی ہدایت کا پاس کچھ راجہ دسرتھ کی رفاقت کا خیال وہ جبراً قہراً آ گیا۔ تو ہر طرف سے نرغہ ہوا۔ جو آیا یہی پوچھتا اور یہی کہتا ہوا کہ

سری رامچندر جی کو کہاں چھوڑ آئے۔ ہائے تم نے بھی دغا دی۔ اکیلے کیسے منہ دکھایا گیا۔ سومنتر کے منہ سے بات نہ نکلتی تھی۔ ندامت سے سر جھکا جاتا تھا۔ حیران کہ کیا کہوں۔ کیونکر کسی کے سامنے آنکھ اٹھاؤں۔

ادھر ایک ہجوم غفیر پیچھے پیچھے چلا آتا تھا۔ سب سر پر سوار تھے کہ بتائے جاؤ پھر آگے بڑھو۔ سومنتر کی جان تنگی میں ہو گئی۔ مجبوراً کہنا پڑا کہ

سری رامچندر جی تو گنگا اتر کر دکن کی طرف چل دیئے۔ میں نے لاکھ سر ٹپکا مگر بیکار۔ میں ساتھ جاتا تھا مگر انہوں نے رفاقت بھی گوارا نہ کی۔ شو کھا ٹرکا دیا۔

جس وقت اہل شہر نے کیفیت سنی۔ زار زار رونے لگے ہر طرف سے صدائے نالہ و آہ بلند ہوئی۔ گھر گھر کہرام پڑ گیا۔ عورتیں کوٹھوں پر سر پیٹنے لگیں۔ جو تھا ڈھاریں مار رہا تھا۔

سومنتر سے نہ صورت دکھائی جاتی تھی۔ نہ اجودھیا والوں کا ماتم دیکھا جاتا تھا۔ اس نے اپنا منہ ڈھانپا اور آنسو بہاتا ہوا راجہ دسرتھ کی قیام گاہ میں چل دیا۔

سومنتر جس وقت آیا تمام رنواس میں رونا پیٹنا پڑ گیا۔ راجہ دسرتھ بھی چلا چلا کر رونے لگے۔ پوچھا سومنتر کہاں ہے۔ رامچندر کو کہاں چھوڑ آیا۔

اتنے میں سومنتر پہنچا۔ راجہ روتے ہوئے اٹھ دوڑے بازو پکڑ کر پوچھا۔

اے میرے سرمایۂ زندگی کو کیا کیا۔ رامچندر کہاں ہیں؟

سومنتر:۔ مہاراج! ہائے کیا کروں۔ وہ تو چلے گئے۔

راجہ دسرتھ کے لئے یہ فقرہ پیغام قضا سے کم نہ تھا۔ وہ سنتے ہی زمین پر گر پڑے رانیاں روتی ہوئی دوڑ پڑیں اور اٹھا کر اپنے اپنے سہارے بٹھایا۔ آنچل جھلے عطر سنگھایا منہ پر گلاب کے چھینٹے دے کر کچھ کچھ ہوش میں لائیں۔ عرض کی۔

ذرا دل سنبھالئے۔ سومنتر کی زبان سے پوری بات تو سن لیجئے۔

راجہ دسرتھ:۔ بس اب سن چکا۔ زیادہ سننے کی ضرورت نہیں۔ میں تو بے موت مر گیا۔ اے موت جلد آ۔ اب تکلیف کی برداشت نہیں۔

سری کوشلیا جی کو جو غم تھا۔ اس کا ذکر کرنا فضول ہے۔ وہ زار و قطار رو رہی تھیں۔ راجہ دسرتھ کی حالت دیکھ کر انہوں نے سر زانوں پہ رکھ لیا اور بولیں۔

مہاراج طبیعت سنبھالئے۔ جان کھونے سے حاصل۔ ذرا سن تو لیجئے۔ سومنتر جی کیا پیغام کیا سندیسہ لائے ہیں۔

راجہ دسرتھ:۔ ہائے کوشلیا تمہارا لیا حاب دل کہاں سے لاؤں۔ میرا تو مرغ روح پرواز کئے جاتا ہے۔ اُف کیکئی تو نے مار ڈالا۔ کہیں کا نہ رکھا۔

کوشلیاجی:۔ کیکئی جی اس وقت یہاں نہیں۔ آپ آنکھیں کھولئے۔ سومنتر جی کی باتیں سن لیجئے آپ میرے دل کو بے قرار خیال کرتے ہیں۔ کیا کہوں دم نہیں نکلتا۔ اگر قابو میں ہوتا تو رامچندر کے ہاتھ سے اپنی مٹی سوار تھ کرا لیتی یہ کہتے ہی اُن کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی۔ اور وہ بیہوش ہو کر زمین پر گر پڑیں۔ رانیوں کی چیخ سے تو اس گونج اٹھا کیا محل کیا شہر ہر جگہ ایک قیامت سی برپا تھی جو تھا رو رو کر جان دے دیتا تھا۔

سرگ ۵۸

راجہ دسرتھ کا رامچندر جی کے فراق میں اظہار افسوس۔ سومنتر سے پرسش حال۔ سومنتر کی پیغام رسانی

جس وقت راجہ دسرتھ کے ہوش ذرا ٹھکانے ہوئے بولے۔

اے سومنتر کہاں ہو۔ بڑھاپے کی لاٹھی کو کیا کیا۔ زندگی بھر کی کمائی کو کیا کر آئے سومنتر سامنے ہی ہاتھ جوڑے کھڑا تھا اس نے کہا۔

مہاراج! خانہ زاد خدمت ہی میں حاضر ہے۔ بندگانِ عالی ذرا آنکھیں تو کھولیں۔

مہاراجہ دسرتھ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر سومتر کی طرف دیکھنے لگے۔ روتے روتے پپوٹے سوج گئے تھے۔ اور پھر بھی آنسوؤں کا تار بندھا تھا۔ ہاتھوں سے منہ پونچھتے ہوئے بولے۔

پیارے سومتر۔ رامچندر کو کیوں نہ ساتھ لائے۔ وہ درخت کے تلے گھاس پھوس پر کیسے سوتے ہوں گے۔ پتھر کا تکیہ کیا کچھ تکلیف نہ دیتا ہوگا۔ ملائم فرش زرنگار پر سونے والے زمین پر لیٹیں آہ دل پر سانپ لوٹ رہا ہے روح لرزتی ہے کہ کہیں کوئی سانپ نہ سونگھ جائے۔ اُف آج وہی آنکھ کے تارے جنگل میں اکیلے پھر رہے ہیں۔ جن کی معمولی سواری کے وقت بھی لشکر جرار جلو میں رہتا تھا۔ جن کے غلاموں کے ساتھ سواروں کے دستے رہا کرتے تھے۔ سومتر بتاؤ تو رتھ سے اُترنے پر میرے رام جانکی کیونکر چل پائے۔ جب تمہارا ساتھ چھوٹا تو ہم لوگوں کے لئے بھی کچھ کہا۔

سومتر:- کیا عرض کروں۔ گھگھی بندھی ہوئی ہے۔ کچھ کہا نہیں جاتا۔ لاکھ ہاتھ جوڑے خوشامد کی۔ مگر اُن کی جو دُھن بندھی تھی۔ وہی بندھی رہی۔ استقلال میں ذرا بھی فرق نہ آیا۔ میری باتوں پر کان ہی نہ دیئے۔ نہ انہیں کچھ تکلیف کی پرواہ ہے۔ نہ آرام کی خواہش۔ جھاڑیوں میں ننگے پاؤں چلے جا رہے ہیں۔ کانٹے چبھیں تو کیا۔ جنگلی جانور سامنے سے گذریں تو بلا سے۔ چلتے وقت بہت ہاتھ جوڑ کر مجھ سے فرمایا کہ

خیریت کہہ دینا۔ پتا جی کی تشفی کر دینا کہ کسی قسم کی تکلیف نہیں۔ پتا جی خود فہمیدہ ہیں اُن کو سمجھانے کی کیا ضرورت وہ دھرم کے معاملات سے خوب واقف ہیں۔ تمام رمز ذہن نشین کر لیں گے اور ان کو میری جدائی کا مطلق غم نہ ہوگا۔

یہ فرما کر ماتاؤں کو پیغام دیا کہ میری طرف سے قدمبوس ہونا۔ اور کہنا کہ دھرم کا نباہ آپ سب کے ساتھ ہے۔ ہون سے کبھی غفلت نہ ہو۔ جہاں ہون نہیں ہوتا وہ گھر مرگھٹ سے بدتر ہے۔ پتی برتا استریوں کے لئے سیوا ہی جپ تپ ہے۔ جو عورت خاوند کی خدمت سے اکتاتی ہے اُس کو پرمیشور بھی نرک سے نہیں بچا سکتا۔ آپ بڑی ہیں آپ کو فہمائش کرنا سورج کو چراغ دکھانا ہے تاہم میں یہ خیال مضبوط کرنا چاہتا ہوں کہ آپ کسی وقت پتا جی کی خدمت سے غافل نہ ہوں۔ آپ اسی شغل میں دل بہلائیں گی۔ تو آپ کو میرا غم بھی نہ کھلیگا اور پتا جی کی طبیعت بھی بہلی رہیگی۔ اور آپ کے اس پتی برت دھرم کی بدولت آپ کے قدموں سے وُہ بن باسی ہر طرح بے فکر رہیں گے ماتا کیکئی کے حقوق سے میں کبھی سبکدوش نہیں ہو سکتا۔ وہ میری دھرم کی ماتا ہیں انہوں نے مجھے دھرم کا راستہ بتایا اُن کی طرف سے جو دل میں میل رکھیگا وہ گویا میرا دل دکھائے گا۔ بھرت کو

میری جگہ سمجھئے۔ اُن پہ وہی دستِ شفقت رہے۔ جو مجھ پہ تھا۔ اگر کوئی بات خلافِ مزاج ہو تو بچے سمجھ کر ٹال جائیے گا۔ ہم لوگ کچھ بھی کیوں نہ ہوں۔ جائیں پھر بھی آپ ہی کی گودیوں کے کھلائے ہیں۔ بیٹا بڈھا بھی ہو جائے تو ماں باپ کی نظر میں بچہ ہی معلوم ہوتا ہے۔ بھرت کو سمجھا دیجئے گا کہ خبردار ماتا کیکئی کی مرضی کے خلاف تنکا نہ ہلائیں۔ کچھ بُرا بھلا مانیں گے۔ تو مجھے صدمہ ہوگا۔ ماتا کیکئی کی بدنیتی سے صحرا نوردہ نہیں ہوا میری سرنوشت ہی یوں تھی۔ قسمت کے لکھے کو کون مٹا سکتا تھا۔

سری رامچندر جی نے بھرت جی سے بھی بہت اظہارِ محبت کے بعد کہلا بھیجا کہ بڑے شوق سے تختِ حکومت کی رونق بڑھائیں۔ رعیت پروری کو تمام فرائض سے زیادہ ضروری سمجھیں۔ ماتا کیکئی کی رضا جوئی میں ذرا بھی فرق نہ ہونے پائے۔ میری ماتا کوشلیا اور سمترا کو جو کچھ رنج و ملال ہے۔ اُس کے دور کرنے کی کوشش کرنے میں جتنی وہ لیاقت ظاہر کریں گے۔ اسی قدر میں ممنون ہونگا یہ بھی اُن کی ماتائیں ہیں اِس لئے اُن کی عزت میں میری اور بھرت کی عزت ہے۔ سبکی میں سبکی۔

سری رامچندر جی نے تو آنسو بہا بہا کر یوں سب کو فرداً فرداً پیغام بھیجا۔ معلوم ہی نہ ہوتا تھا۔ کہ دل پر ذرا بھی شکن ہے۔ ہاں لچھمن جی کو بڑا غصہ تھا۔ وہ کہتے تھے کہ چھوڑئے گاؤں سے ناطہ کیا۔ یہ راجہ دسرتھ ہمارے کون ہیں۔ اگر کوئی ہوتے تو یوں کیکئی کے قبل لانے سے ہم لوگوں کو کیوں نکال باہر کرتے یا تو ذرا ذرا سی بات میں بششٹ جی سے مشورہ۔ وزیروں سے صلاح۔ یا وہ خود رائی کہ جو کیکئی نے پٹی پڑھا دی۔ وہی برہما کا اکھشر سمجھ بیٹھے۔ پتا جی نے سری رامچندر جی جیسے صفت موصوف بیٹے کو جلاوطن کر کے شاستر کی خلاف ورزی کی۔ جو شاستر کے خلاف برتے ادھرمی کرے۔ وہ باپ ہی کیوں نہ ہو اس سے ترکِ تعلق کرنا ہی دھرم ہے۔ ادھرمی باپ کا بیٹا کہلانے سے میں نے بھی یہی مناسب سمجھا کہ بس جنگل میں بڑے بھائی کی خدمتگذاری سے زندگی بسر کروں۔ بڑے بھائی کو باپ کا مرتبہ حاصل ہے۔ بس مجھے اب راجہ دسرتھ سے کچھ سروکار نہیں۔ سری رامچندر جی ہی کی خدمت کے لئے زندگی وقف کرونگا۔ راجہ دسرتھ رامچندر جی کو جلاوطن کر کے سمجھے ہی کیا ہیں تو سہی اجودھیا اجڑ جائے سری رامچندر جی کے سوا اور کسی کو راج کرنے کی نوبت آئے تو نام نہ رکھوں۔

مہاراج! لچھمن جی کی یہ باتیں ظاہراً بے تکی تھیں۔ مگر نہیں سچ پوچھئے تو جو کچھ انہوں نے کہا بہت ٹھیک کہا۔ آپ بُرا نہ مانیں۔ آپ نے پہلے کچھ بھی نہ سوچا اور کیکئی جی کے نشۂ محبت میں ایسے مدہوش ہوئے کہ عمر بھر کی نیکنامی میں بٹہ لگا لیا۔ سری جانکی جی کچھ کہنا چاہتی تھیں مگر ان کے منہ سے بات نہ نکلی۔ صرف عارض گلگوں پہ بہتے ہوئے آنسو خبر دے رہے تھے کہ ان کو آپ کی اور ماتا کی یاد ترٹپا رہی ہے۔

میں نے چاہا کہ گنگا کے پار بھی ساتھ جاؤں مگر سری رامچندر جی نے واپسی پہ مجبور کیا خود آگے چل دیئے مجھے اکیلا چھوڑ دیا۔ ہائے کیا کہوں دل پر کیا قلق ہے لچھمن جی آگے آگے تھے۔ درمیان میں جانکی۔ پیچھے پیچھے سری رامچندر جانکی جی پھر پھر میری طرف دیکھتی جاتی تھیں اور چہرے پر آنسوؤں کے قطرے جھلک رہے تھے۔

سرگ ۵۹

راجہ دسرتھ کا عالم غشی

سومنتر پھر بولا کہ مہاراج سری رامچندر جی کی جدائی کا غم ہم لوگوں کو کیا محسوس ہوگا میں جدھر سے گذرا ادھر کے درخت خشک ہوگئے۔ ندیوں کا پانی پایاب ہوگیا تمام ذیروحوں کے چہرے اُترے گئے تھے۔ لوگ بھیکسی جانی نری تھی۔ شیر شکار چھوڑ بیٹھے۔ پرندوں کو نفرت ہوگئی ہر جگہ آپ ہی کی بدی سُنائی دیتی تھی۔ کسی کے منہ پہ ہاتھ نہ دیا جاتا تھا۔ واپسی کے وقت اہل اجودھیا نے مجھ تک کو صلواتیں سُنائیں۔ عورتیں کوسنے لگیں کہ کمبخت تو سری رامچندر کو کہاں چھوڑ کر اکیلا آ گیا۔ عورتیں مہارانی کوشلیا اور آپ کو ہے۔ اہل شہر کو رتی بھر اس سے کم نہیں۔ سب کا کلیجہ تڑپ رہا ہے۔ آنسوؤں کی جھڑی بندہی نہیں ہوتی۔

راجہ دسرتھ۔ ہائے سومنترا کیکئی نے بڑی دغا دی۔ افسوس میری ایسی عقل ماری گئی کہ اس معاملے کی کسی کو خبر نہ کی۔ نہ کسی سے کچھ مشورہ کیا۔ اور آخر ماتھے پر کلنک لگا ہی لیا۔ اب تو میں رنج وغم کے اتھاہ سمندر میں ڈوب رہا ہوں۔ کوئی بچاؤ کی صورت نظر نہیں آتی۔ دیکھ لینا دم نکلنے میں کچھ کسر نہیں۔ کچھ لمحہ تک دنیا کی ہوا کھاتا اور بدھی ہے سب لوگ دعا مانگو کہ جلدی سے روح نکل جائے۔

یہ کہہ کر انہوں نے سینہ کوٹ کوٹ کر ہائے گریہ زاری شروع کی۔ تو ایسے بیہوش ہوئے کہ نبضیں چھوٹ گئیں۔ چہرے پر مُردنی چھاگئی۔ یہی معلوم ہونے لگا۔ کہ بس آخری ہچکی کی کسر ہے کوشلیا جی یہ حالت دیکھ کر سر پیٹنے لگیں ان کو یہی گمان تھا کہ بس سہاگ قسمت سے اُتر گیا۔

سرگ ۶۰

سری کوشلیا جی کی بیقراری سومنتر کے کلمات تشفی

کوشلیا جی سے راجہ دسرتھ کی حالت دیکھی نہ گئی۔ رو رو کر سومتر سے بولیں۔
ارے رامچندر جی کہاں ہیں۔ مجھے بھی لے چلو۔ مجھ سے یہ غم کے پہاڑ نہیں اٹھ سکتے۔ میرا کلیجہ پھٹا جاتا ہے رامچندر ساتھ لے جانے کو نہ راضی ہوں۔ تب بھی اچھا۔ میں ایک نظر دیکھ کر وہیں کسی نہ کسی طرح جان نکال ڈالوں گی۔

سومتر:۔ مہارانی جی۔ آپ سری رامچندر جی کی طرف سے بے فکر رہیں ان پر تکلیف کا اثر کیا۔ سری لچھمن اور جانکی کا خیال بھی فضول ہے ان کو سری رامچندر کے ساتھ دکھ کہاں۔ رام اور جانکی دو نہیں ایک جان دو قالب ہیں جو جانکی ہیں وہی رام جو رام ہیں وہی جانکی جس وقت پیدل چلے ہیں تو طبیعت بڑی خوش تھی۔ درختوں کی بہار سبزہ زار کی کیفیت دیکھتے ندیوں اور تیرتھوں کا ذکر کرتے ہوئے بڑے آنند میں جاتے تھے۔ آپ اس وقت مہاراج کی خدمت کو فرض سمجھیں دشمنوں کی حالت درست نہیں۔ جس طرح سری رامچندر جی دھرم کی راہ میں ثابت قدم ہو گئے۔ اسی طرح آپ بھی پتی برت دھرم کا نباہ فرماویں۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ سری رامچندر جی کو نہ تکلیف پہنچا پاتی نہ دقت صحرا نوردی ان کا دھرم نگہبان ہے اور آپ کا اقبال محافظ۔
سومتر نے اسی طرح بہت ڈھارس دینی چاہی مگر ماں کی ممتا کچھ ایسی چیز ہے وہ لاکھ چاہتی تھیں کہ دل سنبھالے مگر طبیعت نہ سنبھالنا تھی نہ سنبھلی۔ ان کے آنسو آنچل تر کرتے ہی رہے۔

سرگ ۶۱

سری کوشلیا جی کی راجہ دسرتھ سے شکایت

کوشلیا جی رو رو کر راجہ دسرتھ سے بولیں کہ دنیا کا بھی عجیب ہی کارخانہ ہے اسکی الٹ پھیر کا کچھ ٹھکانہ نہیں جس وقت رامچندر جی میری گود میں ہوئے کون تھا جو میری قسمت کو نہ سراہتا تھا مگر آج ہوا ہی پلٹ گئی سب میری قسمت پر حرف رکھنے لگے افسوس میری تقدیر پھوٹ گئی جس سیتا کی آنکھ خوش آواز باجوں کی نغمہ سرائی سے کھلتی تھی۔ وہ جنگل کی تکلیفیں کیسے برداشت کر سکیگی۔ بھیڑیے کی ڈراؤنی آواز سے ڈر کر اسکا نازک کلیجہ شیروں کی گرج ہاتھیوں کی چنگھاڑ اور سیاروں کی کرخت آواز سے کہیں پھٹ نہ جاوے۔ نرم نرم گدے گدیے چھٹے جنگل میں کہاں سرہانے ہاتھ کے سوا اور کس کا سہارا ہوگا بابب دکھوں کی نہ کیسے نیند آئیگی۔ مجھے معلوم نہ تھا کہ میرا کلیجہ ایسا سخت ہے جو بیٹے کی جدائی سے بھی چاک چاک نہیں ہوتا رامچندر دھرم کے پابند ہیں مجھ سے محبت بھرت ... بیٹھتے تھے اس پر کبھی دو قدم ... ہی بات ... کیا ...

کے جو بیٹے شنکا کی طرف تف بھی نہیں کرتا۔ آپ نے دھرم کو طاق پہ رکھ کر بھرت کو راجگدی دی۔ مگر یہ خیال نہ کیا کہ کھیت کا پھل ہاتھی کو کھلانے سے پھل تو جیسا کا تیسا بنا رہتا ہے مگر کھیت کا نام ونشان نہیں رہتا۔ جو راج ادھرم سے ملے وہ بے مغز کا پھل ہے شراب میں جب نمک پڑ گیا تو وہ سرور کہاں۔ مٹر کے کی کھٹائی دانت کھٹے کرتی ہے۔ آپ نے اپنے راج کا یہی حال کر دیا مجھے تو یقین نہیں کہ جنگل سے لوٹ کر رامچندر تخت حکومت قبول کریں گے ایک طرف تو آپ نے راج تلک کی تیاریاں کیں خوشی کے شادیانے بجائے دوسری طرف ان کو جلا وطن کر دیا یہ بات خود ہی سوچ لیجئے کہ کیسی نامناسب ہوئی۔ رامچندر چاہتے تو دنیا الٹ پلٹ کر دیتے۔ تینوں لوک ان کے ایک اشارے سے زیر و زبر ہو سکتے تھے۔ پھر کیکئی میں کیا دم تھا کہ بھرت کیلئے تجویز سلطنت کرتی مگر نہیں رام چندر کو دھرم کے خلاف چلنا منظور نہیں۔ انہوں نے آپ کی رضا جوئی مقدم سمجھی اور چپ چاپ چلے گئے یہ نہ خیال کیجئے گا کہ وہ کیکئی کے خوف سے چل کھڑے ہوئے۔ ان کی قدرت و طاقت سے کوئی بات باہر نہیں۔ نگاہ قہر سے دیکھ دیں۔ تو سمندر خشک ہو جائے جسطرح مچھلی اپنے بچے کو خود نگل جاتی ہے اسی طرح آپ نے اپنے کلیجے کے ٹکڑے رامچندر جی کو کھا لیا۔ مچھلی میں تو عقل نہیں ہوتی اس پہ الزام کیا۔ مگر آپ نے عقلمند اور دھرماتما ہو کر یہ بدسلوکی کی۔ اس سے بڑھ کر ظلم اور کیا ہوگا عورت کے سرمایہ زندگی تین شخص ہیں۔ جب تک شادی نہیں ہوتی تب تک والدین شادی کے بعد خاوند اور فرزند ماں باپ کی طرف سے تو مجھے جواب ہی ہے رہے آپ مگر اب بڑھاپا ہو گیا اس عمر میں آپ سے کیا امید کی جائے۔ صرف رامچندر سے آس لگی تھی۔ انہیں آپ نے گھر سے نکال دیا۔ اب فرمایئے میں کس آس پہ جیوں۔ اگر یہ کہیئے کہ تم بھی رامچندر کے ساتھ چلی جاؤ تو ایسا خیال شاستر کے خلاف ہے۔ پتی برت دھرم کا نباہ مجھ پہ فرض ہے۔ آپ کے قدم چھوڑ کر یہاں سے ہل نہیں سکتی۔ عورت کی خاطر تواضع بچپن میں ماں باپ کرتے ہیں۔ جوانی میں خاوند بڑھاپے میں فرزند۔ آپ نے رامچندر کو بن باس کر دیا۔ مجھ کو حلال کر ڈالا۔ مجھی کو نہیں بلکہ رانیوں کی گردن پہ بھی چھری پھیری۔ اور اہل اجودھیا کا بھی گلہ کاٹا۔ تین سو پچاس رانیوں کی ٹھنڈک ایک رامچندر ہی سے تھی یہ سب کی سب جیتے جی مر گئیں۔ فقط ایک کیکئی رانی ہے۔ جس کی زندگی ہوئی۔ اب چین کرے گی۔ راج پاٹ کے مزے اسی کی قسمت میں ہو گئے۔

اگر رامچندر میں کچھ بھی نقص ہوتا۔ تو آپ یہ ظلم کر سکتے تھے مگر نہ کسی خطا نہ کوئی قصور اور یہ چودہ برس کی جلاوطنی وہ تو مصیبت کے دن کاٹ لیجائیں گے مرن ہم سب کی ہے یا اہل شہر کی آپ کو صرف بھرت کا راج مبارک کیکئی کو رام کا اخراج۔

راجہ دسرتھ خاموشی سے کوشلیا کی تقریر سنتے ہے اُن کے دل کی چوٹ پر اور بھی گہری

چوٹ پڑ رہی تھی۔ وہ سوچتے تھے کہ ہائے میری عقل کو کیا ہو گیا۔ سمجھ پر کیونکر پتھر پڑ گئے نہ جانے کوئی پاپ کیا تھا جس کا یہ پھل ملا۔ جو کہ کوشلیا رانی کبھی منہ سے حرف نہ نکالتی تھی وہ ادھری کہے۔ اس سے بڑھ کر پاپ کا پھل اور کیا ہو گا۔

سرگ ۶۲

راجہ دسرتھ اور مہارانی کوشلیا کی پرُدرد گفتگو

کوشلیا جی کی تقریر نے راجہ دسرتھ کو بہت بے چین کیا سوچنے لگے کہ میں نے کونسا پاپ کیا ہے جس سے یہ مصیبت نازل ہوئی وہ دل میں کہنے لگے کہ بھاری مصیبت کو استقلال سے جھیلنا چاہیئے جب دولت ملے تو سب سے جھک کر ملنا لازمی ہے۔ دل میں بہادری ہو تو میدانِ جنگ سے منہ چرانا فضول۔ جب میں نے ادھرم کیا ہے تو کوشلیا جی کے کہنے کا برا ماننا کیا جو وہ کہتی ہیں سچ کہتی ہیں۔ ان خیال سے دل کو کچھ قدر سمجھایا ہی تھا کہ پھر رامچندر جی کی یاد آئی آنسو ابل پڑے۔ سرد آہوں کی دھونکنی چلنے لگی اس وقت راجہ دسرتھ کی جان تین مصیبتوں میں گرفتار تھی۔ پاپ کا خیال الگ۔ کوشلیا کے رنج کا افسوس جدا۔ رامچندر کی جدائی کا غم۔ سب پر طرہ انہوں نے کوشلیا کے سامنے ہاتھ جوڑ دیئے۔ زمین کی طرف سر جھکا دیئے اور بولے۔ کہ

مہارانی! تم تو ہمیشہ دشمنوں پر بھی ترس کھاتی تھیں مگر آج کیا ہے۔ جو مجھ جان بلب پر بھی رحم کی نظر نہیں۔ خاوند اندھا ہو۔ کوڑھی ہو۔ لنگڑا ہو۔ بیوقوف ہو۔ جاہل مطلق ہو مگر اسے پتی برتا استری پرمیشور ہی سمجھتی ہے تم ایسی عقلمند اور پتی برتا ہو کر مجھے سخت سست کہو تو تعجب ہے۔ جس مصیبت میں جس نے تمہیں پھنسایا اس مصیبت میں گرفتار نہ ہونا۔ تب غیر موقع شکایت تھا۔ میری تو عقل جاتی رہی ہوش جواب دے گئے پھر تمہاری اس وقت کی باتیں خود ہی سمجھ لو کہ کہاں تک اثر پذیر ہیں۔ اس سے اگر معاف رکھو تو بڑا احسان ہو۔ جو تم سے جدا ہونے کو بیٹھا ہے اس سے محبت نہ کرو تو مضائقہ نہیں۔ ہمدردی کے خلاف باتیں تو نہ کہو۔

کوشلیا جی کو راجہ دسرتھ کی حالت پر سخت افسوس آیا۔ ان کے آنسو نکلنے لگے اور راجہ دسرتھ کے ہاتھ اپنے ہاتھ سے پکڑ کر ماتھے سے لگائے اور بیقرار ہو کر قدموں پر گر پڑیں۔ زبان سے یہ الفاظ نکلے۔

پران ناتھ! معاف کیجئے گا مہاپاپی میں کمبخت زبان نہ جانے کیا کیا بک گئی۔ ہوسکتی نہیں ہوتی۔ تو کبھی گستاخی نہ ہو پاتی۔ آپ میرے سامنے ہاتھ جوڑ کر کانٹوں میں گھسیٹتے یا نرک میں دھکیلتے ہیں اب

کے قدموں کی خاک میری آنکھوں کا سُرمہ اور دانتوں کی مِسّی ہے۔ مجھ سے بڑا قصور ہوا۔ میں آپ کی لونڈی ہوں۔ مقتضائے انصاف یہ ہے کہ آپ مجھے ایک لونڈی سمجھ کر گستاخی کی سزا دیں۔ شاستر کا قول ہے کہ عورت کے سامنے ہاتھ جوڑنے سے شوہر اور عورت دونو نرک میں پڑتے ہیں۔ بیٹے کا غم وہ نہیں جس سے مرد ہو یا عورت حواس ٹھیک رکھ سکے۔ ایسی حالت میں جو کچھ گستاخی کی گئی قابلِ معافی ہے۔ آپ اپنے ہی کو دیکھئے۔ کیسے کیسے خونریز معرکوں میں جان تک کے لالے پڑے مگر آپ کے حواس پریشان ہوتے کبھی نہ ہوئے۔ مگر رامچندر کی جدائی میں دیکھ لیجئے۔ کیا حال ہے جب آپ ہی دل کو سنبھال نہیں سکتے تو میں عورت ذات کیونکر غم کا پہاڑ اُٹھاتے وقت نہ کراہوں۔ میں نے جو کچھ کہا وہ دل کی کراہٹ تھی۔ آپ ایسے بے ادبی کو معاف فرمادیں۔

راجہ دسرتھ اور مہارانی کوشلیا کو پانچ راتیں اور چھ دن تڑپتے ہوئے گذر گئے تھے۔ ایک لمحہ بھر بھی آنکھ جھپکی ہو تو قسم لے رہا ہے۔ اب رات آئی۔ کوشلیا جی کی عاجزی و معذرت خواہی سے راجہ دسرتھ کی کچھ کچھ تشفی ہوئی۔ اور رامچندر جی کے تصور میں سو گئے۔ کوشلیا جی گٹھڑی ہوئی بیٹھی رہیں۔ نیند کا کوسوں پتہ نہ تھا۔ یہ رات وہی رات تھی جس کی بہار پہلی ہی مرتبہ سُہری رامچندر جی نے چتر کوٹ پر دیکھی تھی۔ رات کیا تھی پہاڑ تھی۔ جو کوشلیا جی اور دسرتھ کے کاٹے نہ کٹی۔ بڑی مشکلوں سے سویرے کا منہ دیکھنا نصیب ہوا۔

سرگ ۶۳

راجہ دسرتھ کے پُردرد خیالات۔ ایامِ جوانی کی سرگذشت۔ تیرانداز کا سَرون کی افسوسناک موت

راجہ دسرتھ کی آنکھ تو لگی مگر آنکھوں میں نیند کا قیام کہاں۔ رامچندر جی کے تصور نے چونکا دیا۔ چونک اُٹھے بادیہ غربت کی یاد میں دل تڑپ گیا۔ بلک بلک کر رونے لگے۔ اسی حالت میں تڑپ تڑپ کر آدھی رات کردی۔ جب روتے روتے جی بھر گیا۔ تو کوشلیا جی سے بولے۔

مہارانی! نادانی کچھ چیز اور وہ بچپن ہی پہ منحصر نہیں۔ بڈھا بھی بے سوچے سمجھے کام کرے تو نا سمجھ بچے سے بدتر ہے۔ آم سے بڑھ کر کون درخت مفید ہوتا ہے۔ اس کے پھول تو خوبصورت نہیں ہوتے مگر پھل ایسے لذیذ ہوتے ہیں کہ دنیا کے سب ذائقے ہیچ۔ اسی کے خلاف پلاس کا پھول دیکھنے میں تو سُرخ سُرخ خوشنما معلوم ہوتا ہے۔ مگر نہ پھول میں خوشبو نہ پھل میں مزہ۔ میں نے تمہاری خاطرداشت میں بے پروائی سے کام لیا گویا آم کا درخت تو کاٹ کے پھینک دیا رامچندر ایسے

خوشی ڈالا تھا پھل کی قدر نہ کی۔ اور کیکئی کو دل دیکر پلاس کے بدبودار پھول کو سونگھنا منظور کیا۔ اِس بیوقوفی پر خود میں آٹھ آٹھ آنسو روتا ہوں۔ افسوس میں نے شبد بھیدی منتر ناحق سیکھا۔ اِسی منتر نے مجھ کو کہیں کا نہ رکھا۔ اِسی کی بدولت آج یہ دن دیکھنا نصیب ہوا۔ چھوٹے بچے کو جس طرح امرت اور زہر کی تمیز نہیں ہوتی سانپ کو بھی وہ کھلونا سمجھ کر پکڑ لیتے ہیں۔ اور سانپ اُنہیں ڈس لیتا ہے کیکئی کی الفت میں اِسی طرح بیوقوفی سے میں نے کام لیا۔ جس کا نتیجہ اِس وقت بھگت رہا ہوں کیکئی نے ناگن بن کر مجھے ڈس لیا۔ بدن میں زہر چھلک رہا ہے۔ میری زندگی کی اب آس فضول ہے۔ ہائے پاپ کس وقت جان کا گاہک ہوگیا۔

کوشلیا جی:- کیسا پاپ اور شبد بھیدی منتر کی تاثیر کو رامچندر کے بن باس سے تعلق؟

راجہ دسرتھ:- ہائے کیا کہوں ایک روز شام کے وقت شکار کو نکلا۔ سوچا کہ یہ جانوران صحرائی کے پانی پینے کا وقت ہے۔ اِس سے بڑھ کر شکار کا دوسرا موقع نہیں چنانچہ گھوڑا دوڑاتا ہوا سرجو کے کنارے جا پہنچا۔ یہ زمانہ کچھ اور ہی تھا۔ خواہشات نفسانی غالب تھیں۔ غرض زوروں پر تھا جس وقت میں پہنچا دور سے کوئی ایسی آواز سنائی دی جس سے میں سمجھا کہ ہاتھی پانی پی رہا ہے فوراً ہی ترکش سے تیر نکالا اور نشانے پر جم بیٹھا۔ پلک مارنے کی دیر ہوئی تھی کہ آواز کانوں میں آئی۔

ہائے کس بیرحم نے رات کے وقت بے گناہ اور ناکردہ خطا پر تیر چلایا میں نے کسی کا کچھ بگاڑا بھی نہ تھا۔ افسوس باپ اور ماں کی خدمت گذاری کا الٹا پھل او بے درد میں نے تو کبھی گرے پڑے پھلوں کے سوا کسی درخت کا کوئی پھل بھی کبھی نہیں چھوا۔ او بے رحم کس کی ہتیا بھی بار سر اس پر تیر جانستان کا وار اگر کسی چور اچکے ڈاکو نے تیر مارا ہے تو کس واسطے۔ یہاں گوشت پوست کے سوا اور دھرا ہی کیا تھا۔ ہائے مفت جان گئی۔ زندگی کا کچھ غم نہیں۔ افسوس ہے تو یہ کہ کس نے ایک بیگناہ کی جان لے لی۔ جس کے اندھے ماں باپ ایک ایک بوند پانی کو ترس رہے ہوں گے ان بیکسوں کا دنیا میں کون ہے۔

آہ! میری وجہ سے اُن غریب اپاہجوں کی جان مفت جائیگی۔

یہ آواز سنتے ہی میں دھک سے رہ گیا۔ ہاتھ پاؤں تھر تھرا اُٹھے۔ تیر و کمان چھوٹ کر گر پڑے بدن پر کپکپی چڑھ گئی فوراً دوڑتا ہوا گیا۔ دیکھا کہ ایک تپسوی مرغ بسمل کی طرح تڑپ رہا ہے۔ اور خون کا فوارہ جاری ہے میرے پہنچتے ہی اُس نے مجھے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھا اُس کی نظر سے مجھے چنگاریاں نکلتی معلوم ہوتی تھیں اور خوف ہوتا تھا کہ کہیں بدن نہ جل جائے اس جان بلب اور زخم رسیدہ تپسوی کی زبان بند ہو چلی تھی۔ منہ سے نہ آواز نکلتی تھی بہرحال اس نے آہستہ آہستہ کہنا شروع کیا کہ

آپ راجہ ہیں ملک آپ کا۔ راج آپ کا۔ مگر یہ تو فرمایئے کہ بے خطا ایک غریب کی جان کیوں لے لی ... میں تو آپ کی عملداری کے ایک پھل چھونے کا بھی روادار نہیں۔ صرف اندھے ماں باپ کی زبان میں کانٹے پڑ جانے سے پانی لینے کے لئے یہاں چلا آیا اسی خطا پر آپ نے مجھے نشانہ تیر بنایا۔ اور دو اندھوں کی زندگی حرام کی میں تو بالکل بے خطا تھا گنہگار پر بھی راجوں کو ایسی بدعت لازم نہیں۔ میں اپنے بڈھے اور اندھے ماں باپ کو کاندھے پہ لادکر پا پیادہ تیرتھ یاترا کراتا تھا۔ افسوس میری ساری محنت اکارتھ ہوئی اور ماں باپ سرون نام رٹ رٹ کر جان دے دیں گے۔ ابھی تو اُن کو آس ہوگی۔ کہ سرون پانی لئے آتا ہے مگر کچھ انتظاری کی بھی حد مایوسی کی حالت میں نہ جانے کیا حال ہوگا۔ اس سے بہتر ہے کہ آپ اس پگڈنڈی پر سیدھے چلے جائیں اور اُن سے سارا حال کہہ کر اُن کی تشفی کریں۔ مجھے ڈر ہے کہ دیر ہونے پہ کوئی بددعا نہ دے بیٹھیں جس کا خمیازہ آپ کو کھینچنا پڑے۔ مہاراج مجھ کو سخت تکلیف ہے میں سچ کہتا ہوں کہ جان سے کام پڑا ہے اس لئے ذرا تکلیف کر کے سر سے بان کھینچ لیجئے کہ دل کی تڑپ مٹ جائے اور جان نکلتے وقت تکلیف نہ ہو۔

میرے کلیجے میں اس تقریر نے ہزاروں چھریاں بھونک دیں لاکھوں نشتر دل میں کاٹ کر گئے تھے۔ میں تڑپ گیا کہ ایک تو ناکردہ گناہ پر تیراندازی دوسرے اس کے ماں باپ کی بیکسی۔ تیسرے اس کی تکلیف۔ چوتھے برہم ہتیہ کا اندیشہ۔ ان سب باتوں نے میرے حواس منتشر کر دیئے۔ میں کچھ بول نہ سکا۔ بت بنا کھڑا رہا۔ میری صورت اور قیافے سے سرون تاڑ گیا۔ کہ کیا نہ دہے چنانچہ وہ خود بولا کہ

مہاراج! آپ کی خطا نہیں تقدیر کی خطا ہے۔ آپ برہم ہتیا کا خوف دل سے نکال ڈالئے۔ میں برہمن ہوں نہ چھتری نہ ویش۔ میری ماں شودر ہے اور باپ ویش۔ پس اندیشہ فضول۔ اب میرے ہونٹوں پہ دم آرہا ہے۔ تیر زخم سے نکال لیئے اور ماں باپ کو ڈھارس دیجئے۔

میں نے معافی مانگی اور قدم چھوئے۔ تیر نکالا۔ ادھر تیر کی نوک باہر نکلی۔ اُدھر اس نے میری طرف ایک حسرت بھری نظر سے دیکھا اور دم توڑ دیا۔

سرگ ۶۴

راجہ دسرتھ کی سرون کے ماں باپ سے گذارش اُن کا رنج وغم راجہ دسرتھ کو بددعا پھر راجہ دسرتھ کا کوشلیا سے اظہار غم دنیا سے رخصت

راجہ دسرتھ نے فرمایا کہ میں سوچنے تو چلا چھوڑ کر اپنی مصیبتوں کا خاتمہ کر دیا۔ اب مجھ کو بڑی فکر ہوئی کہ کیا کروں۔ سوچتے سوچتے یہ دھیان میں آیا کہ غریب اور بیکس اندھوں کو پانی تو پلا دو چنانچہ

میں نے پانی کا گھڑا اٹھایا اور سیدھا وہیں پہنچا جہاں وہ بے دست و پا اپنے نورِ نظر کے انتظار میں بیقرار ہو رہے تھے ایک تو پیرانہ سالی دوسرے حد درجہ کا ضعف۔ تیسرے پیاس کا چسکا۔ چوتھے لختِ جگر کا انتظار ان کی حالت دیکھی تو بے اختیار آنسو نکل پڑے میں جب قریب پہنچا۔ وہ غریب سمجھے کہ ان کے کلیجے کا ٹکڑا آ گیا۔ دعائیں دے کر بولے کہ

عمر دراز۔ یاد بخیر۔ آج تو تم نے خوب انتظار دکھایا۔ یہاں حلق میں کانٹے پڑ گئے۔ راہ دیکھتے دیکھتے اندھی آنکھیں تھک گئیں۔ لاؤ جلدی پانی۔ حلق سوکھا جاتا ہے ارے سرون آج منہ سے بولتا بھی نہیں تجھے کیا ہو گیا ہے۔ وہاں سرون کہاں تھا آخر دل کڑا کر کے میں نے کہا کہ مہاراج میں سرون نہیں ہوں دسرتھ ہوں۔ چھتری خاندان میں جنم ہوا ہے اس وقت میں جس مصیبت میں پھنسا ہوں ایشور دشمن کو بھی اس مصیبت سے سابقہ نہ ڈالے۔ آپ کو بھی کچھ جو مصیبت کا سامنا ہے وہ آپ کو خواب و خیال میں بھی نہ ہو گا۔ یہ کہہ کر میں نے اپنی تیر اندازی اس کی موت کی کیفیت گوش گذار کی اور یہ بھی کہہ دیا کہ سرون ہی کی ہدایت سے حاضر ہوا ہوں۔ مجھ سے نادانستہ یہ خطا ہوئی ہے آپ معاف کریں میں سرون کی خدمت اپنے ذمہ لوں گا۔ آپ کو اپنے کاندھے پر سوار کر کے تیرتھ جاترا کراؤں گا اور ہر وقت خدمتگذاری کو سعادت سمجھوں گا۔

بیٹے کی موت سنکر ماں باپ کی جو کیفیت ہوئی ہے اسے کون نہیں جان سکتا معذوروں کی حالت دگرگوں ہو گئی۔ جب رونے سے فرصت ملی تو بولے کہ

تم نے نادانستہ ہمارے بیٹے کو قتل کیا۔ اگر دانستہ ہوتا تو ماتھے پر ہزاروں سوراخ ہو جاتے۔ غنیمت یہ ہے کہ تم نے کوئی جھوٹ بات نہ بنائی۔ سب کچھ معاملہ سچ سچ کہدیا۔ جو چھتری ہو اسے جھوٹ نہ بولنا چاہیئے۔ جہاں چھتری جھوٹ بولا نرک میں گیا۔ اب بس تم یہ کام کرو کہ سرون کے پاس لے چلو۔ آنکھیں اندھی ہیں تو کیا ہوا۔ یہ تو دیکھ لیں گے کہ غریب کہاں ماں باپ کے کلیجے سے جدا پڑا ہے میں نے معذوروں کو کاندھے پر اٹھا لیا۔ اور وہاں لے گیا جہاں ان کے لختِ جگر کی لاش زمین پر پڑی ہوئی تھی۔ وہ اندھے ماں باپ اس قدر چیخ چیخ کر روئے کہ کلیجہ پھٹا جاتا تھا۔ وہ کہتے تھے کہ بیٹا اٹھو کلیجے کو ٹھنڈک دو تم اکیلے کہاں چلے باپ ماں اندھے ہیں ان بدقسمتوں کو کس کے آسرے چھوڑے جاتے ہو اب ہمیں کون ٹکائیگا۔ کس کے بھروسے یہ ہماری زندگی ہوگی۔ تیرتھ یاترا کون کرائیگا ہم تو اب ایک ایک بوند پانی کو ترس ترس کر مر جائیں گے۔ جمراج ہمارے کہنے کو کبھی نہیں ٹال سکتے تمہاری تپسیا کے علاوہ ماں باپ کی خدمت سے وہ سرمایہ سعادت حاصل کیا ہے کہ جس کی برکت ہمیں بھی تمہارے پاس پہنچا دیگی۔ جمراج کو عذر ہو گا تو ہم انہیں بھی قائل و معقول کر دیں گے۔ اتنا کہہ انہوں نے بیٹے کی لاش کو تلانجلی دینے کا انتظام کیا۔ اتنے ہی میں بمان آ گیا۔ اور سرون کو وہاں سے لے چلا سورگ

مردہ تھا۔ لاش بے جان تھی۔ مگر بول اُٹھی کہ

ماں باپ کے بغیر نہ جاؤنگا۔ یہ نہ ہوں گے تو کسی کی صحبت سے دلچسپی ہوگی۔

سرون نے یہ کہا ہی تھا کہ بان کہیں کا کہیں پہنچ گیا۔ اس وقت اس کے ماں باپ کو سخت رنج ہوا۔ اسی عالم مایوسی میں انہوں نے مجھکو بد دعا دی کہ

راجہ دسرتھ جسطرح تم نے ہمیں بیٹے کا رنج دیا ہے اسی طرح تم کو بھی بیٹے کا رنج ہو۔

اتنا کہتے ہی دونو کا مُرغِ روح پرواز کر گیا اور میں اپنی غلطی پہ نادم ہوتا ہوا گھر آیا اے مہارانی کوشلیا رامچندر جی کی جدائی بے بنیاد نہ تھی۔ سرون کے اندھے ماں باپ کا سراپ اسوقت اثر پذیر ہوا۔ یقین جانو کہ میں بھی سرون کے ماں باپ کی طرح گھڑی دو گھڑی میں زمین پر سویا ہوا ہوں گا۔ مجھے اسوقت کچھ نہیں سوجھتا۔ آنکھیں پتھرا رہی ہیں۔ تم رامچندر کی ماں ہو ذرا ہاتھ پر ہاتھ رکھ دو۔ کہ باپ کٹ جائیں میں بڑا بدنصیب ہوں۔ افسوس کہ رامچندر کی صورت دیکھنا قسمت سے اُٹھ گئی۔ رامچندر ایسے دھرماتما بیٹے کے بے قصور جلا وطن کرنے والا باپ ہے جو میری جان سلئے بغیر نہ رہیگا پیاری مہارانی جنت سر پر سوار ہیں۔ حکم ہے کہ اُٹھو چلو۔ ہائے رامچندرجی اس وقت آنکھوں کے سامنے نہیں بھلا ایک نظر صورت تو دیکھ لینے کے لئے مل جاتی۔ اچھا مہارانی تم سے سمترا سے اور رانیوں سے رخصت۔ سب کا کہا سنا معاف۔

یہ کہہ کر راجہ دسرتھ نے ایک چیخ ماری اور بے طاقتی کی حالت میں اسی طرح سر دے مارا کہ جسم سے روح نکل گئی۔ ہاتھ پاؤں مٹی کا ایک ڈھیر ہو گئے۔

سرگ ۶۵

راجہ دسرتھ کی وفات۔ رانیوں کی گریہ وزاری

راجہ دسرتھ کا پیمانہ عمر چھلک چکا۔ وہ اب دنیا سے اُٹھ گئے مگر کوشلیا جی کو یہی مغالطہ ہے کہ وہ حالت غشی میں ہیں پھر حسب معمول ہوش میں آجائیں گے اسی عرصہ میں آفتاب نمودار ہونے کا وقت آیا۔ گوشہ مشرق میں سفیدہ صبح کے ساتھ ہی سُرخی شفق نے خون آلودہ آنسوؤں کا رنگ دکھایا بھاٹ نقیب خواں حسب معمول خوشی کے راگ اور دھرم کے منتر سُریلی آواز سے گانے لگے غسل کیلئے سونے کے کلسوں میں پانی مہیا ہو گیا اور جو چیزیں ضروریات روزمرہ کی تھیں سب موجود ہو گئیں عہدہ داران سلطنت و اہل شہر درشنوں کے لئے جمع ہو گئے۔ رانیاں سمجھی تھیں کہ راجہ دسرتھ کی آنکھ لگ گئی ہے انہوں نے جگانے کی فکر کی مگر دیکھا تو چہرے پر مردنی چھائی ہوئی ہے۔ سانس کا کہیں پتہ نہیں ہر زبان

سے چیخ نکل گئی سب اپنا اپنا سر دھننے لگیں۔ کوشلیا و سمترا کا بہت برا حال تھا۔ منہ پر تھپڑیں کھاتی چھٹ پٹ کر رہی تھیں۔ کیکئی بھی اس سوگ میں شامل ہوئی۔ دوسری رانیاں مچھلی کی طرح تڑپتی تھیں تمام رنواس میں کہرام مچا ہوا تھا۔

سرگ ۶۶

راجہ دسرتھ کے ماتم میں مہارانی کوشلیا اور سمترا وغیرہ کی نوحہ زنی

راجہ دسرتھ کا سر مہارانی کوشلیا کے زانو پر ہے۔ وہ چہرہ دیکھتی اور سر پیٹ پیٹ کر روتی جاتی ہیں دل میں آگ سلگ رہی ہے زبان پر ہائے واویلا کے ساتھ آواز آ رہی ہے کہ آہ! کیکئی نے فرزند کے راج کے لالچ میں اپنا دھرم خاک میں ملا دیا۔ مہاراج کی جان مفت میں لی۔ ہم سب کی زندگی برباد کی۔ اچھا مزے سے راج کریں خوب چین سے رہیں۔ اب تو کوئی آنکس بھی نہیں رام لچھمن پہلے ہی اجودھیا چھوڑ گئے یہاں تک کہ راجہ دسرتھ کا بھی جیا دم اٹھ گیا جو چاہے سیاہ سفید کریں۔ افسوس ہے ہائے آج رگھو بنس پر پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ اجودھیا میں جھاڑو پھر گئی۔ سارے گھر کا صفایا ہو گیا میں تو اسی وقت یہاں نکال کے رہوں گی میری زندگی کا اب لطف ہی کیا۔ نہ رامچندر نہ مہاراج۔ بس اب سب مجھے ہنسی خوشی رخصت کر دیں مجھے دنیا سے کچھ واسطہ نہیں آہ! جس وقت رامچندر کو خبر ہوئی ان کے دل پر نہ جانے کیا گذرے جان دے دیں تو عجب نہیں۔ جانکی جی سے یہ دکھ کیسے برداشت ہوگا جس وقت میری مصیبتوں کا خیال کریں گی۔ دم توڑنے میں شک نہیں۔ لچھمن جی کو جب اپنے پتا جی کی جدائی اور سمترا ماتا کے رنج و غم کا خیال ہوگا تو ہائے نہ جانے وہ کیا کر گزریں۔ جانکی جی نے جان دے دی تو سمجھو کہ جنک پور اجودھیا سے بدتر ہو گیا۔ راجہ جنک بڑھاپے میں اس صدمے کو برداشت نہ کر سکیں گے۔ ان کی جان چلے ہیرے کی تند ہو جا ہے تلوار کی ہر حال میں دیکھتی ہوں کہ دنیا الٹ پلٹ ہوئے بغیر نہیں رہتی رگھو بنس کا خاتمہ نزدیک ہے۔ میں تو زندگی کو تلانجلی دے چکی۔ اب تو زندگی کی ضرورت ہی کیا جس کا جنم بھر ساتھ رہا اسی کے ساتھ کیوں نہ جل جاؤں۔

اسی طرح روتی پیٹتی ہوئی مہارانی کوشلیا جب راجہ دسرتھ کی نعش سے چمٹنے لگیں۔ اور راج دلاریوں نے پکڑ لیا۔ اور سب روتی ہوئی لپٹ گئیں۔ وزیروں نے سوچا کہ ادھر تو کوشلیا ستی ہونے کو تیار ہیں۔ ادھر کوئی کریا کرم کرنے والا نہیں۔ اس لئے سب نے تجویز کی کہ لاش کو تیل میں رکھا جائے جب تک راجکمار باہر سے کوئی آ نہ جائے۔

سب رانیاں روتی پیٹتی رہ گئیں کوشلیا جی سے بھی جان نکالی نہ گئی۔ وزیروں نے وشسٹھ جی کے

حکم سے لاش کو حفاظت سے رکھا۔ سب رانیوں سے زیادہ کوشلیا و سمترا ہی زیادہ بیتاب تھیں اِن دونو کے بین سنتے۔ آہ! مہاراج! رام لکشمن تو پہلے ہی سے جدا ہو گئے۔ ہائے آپ نے بھی ساتھ چھوڑ کر ہماری قسمتیں کیکئی کے ہاتھ میں سونپیں۔ جس نے آپ کی جان لینے میں اُف نہ کی۔ جسنے چھوٹے چھوٹے بچوں کو بن باس دیتے ہوئے ذرا ترس نہ آیا۔ وہ ہم رنڈوں کے ساتھ جو کچھ بدسلوکی نہ کرے کم ہے۔ افسوس ہم لوگوں کی مٹی خراب ہو گئی۔ زندگی کا سب لطف مٹی ہو گیا۔ اجودھیا میں خاک اُڑنے لگی۔ ہر جگہ اُلّو بولنے لگا۔ جہاں دیکھئے لٹ رہے ہیں۔ اجودھیا ویران ہو گئی۔ لکھو بنس اُجڑ گیا۔

سرگ ۶۷

مارکنڈے وغیرہ رشیوں کی آمد بشسٹ جی سے انتظام سلطنت کی تحریک

رانیاں سارا دن اور ساری رات روتی پیٹتی رہیں دوسرے روز مارکنڈے مبادیو۔ کاتیاین جابالی اور ممنیسے رشی وغیرہ رونق افروز ہوئے۔ اور بشسٹ جی سے کہا جو ہونی تھا۔ وہ تو ہو چکا ایشور کی مرضی میں کسی کا دخل کیا۔ ہری اچھیا بلوان راجہ دسرتھ تو چل بسے اب اس وقت اجودھیا سونی ہے رامچندر اور لکشمن بن میں ہیں اُن کا لوٹنا نہ معلوم۔ بھرت سترگھن نانہال میں ہیں کوئی گھر پہ نہیں پھر راج کا انتظام کیونکر ہو سلطنت فرمانروا کی سلطنت بے خاوند کی عورت ہے۔ تخت خالی رہنا بالکل ٹھیک نہیں جس وقت تک کوئی راج سنگھاسن کی رونق نہ بڑھائیگا اودھرم کی زیادتی ہوگی۔ بیٹے باپ سے منحرف رہیں گے عورتیں خاوندوں سے سرکش ہوں گی۔ بدمعاش پرائی عورتوں سے دست اندازی کریں گے۔ جھوٹ کی گرم بازاری ہو گی۔ وید لیسے میں بند سے پڑے رہیں گے شاستروں کو کیڑوں سے سابقہ ہوگا۔ نہ باغوں کی رونق رہے گی۔ نہ مندروں میں چہل پہل۔ شہدوں لچوں کا عروج ہوگا۔ شریف پگڑی بچاتے پھریں گے۔ نہ علم کا چرچا ہوگا نہ ہنر کی قدر۔ تجارت مٹ جائیگی۔ بیوپار سب خاک میں مل جائیں گے مندروں کی پوجا پاٹ کون پوچھے بچانا مشکل ہوگی۔ جب دولت نہ رہیگی تو دان پن کہاں۔ مفلس بیٹھ کر گنتے الشور کی یاد کون کریگا۔ جسطرح ہاتھی کیلئے آنکس۔ اونٹ کے لئے نکیل گھوڑے کے لئے کوڑا لڑکوں کیلئے فہمی استاد ضروری ہے اُسی طرح ملک کے لئے راجہ کا ہونا لازمی ہے۔ عورت بغیر سنگار اور نیلا دلباس کے جسطرح کچھ نہیں اسطرح بغیر تاجدار کے سلطنت کی رونق نہیں ہوتی۔ راجہ ہو تو دھن دولت ہو فوج ہو سلطان شان وشوکت ہو۔ رعیت پروری ہو جس رعایا کا راجہ نہیں وہ اُن گائیوں کیطرح تکلیف اُٹھاتا ہے جس کا چرواہا نہ ہو۔ راجہ رعیت کی آنکھ ہوتا ہے۔ بے راجہ کا راج اندھے آدمی کے برابر ہے۔ اندھ کی بہیر۔ جبر راج۔ بدن ایک پل سے زیادہ نہیں رہ سکتے۔ گر راجہ سے سینکڑوں طرح کے

فائدے ہوتے ہیں۔ یہی راجہ دسرتھ کا غم و آلم چھوڑ کر اجودھیا کی رونق و آبادی کا سامان کیجئے یا تو بھرت و شترگھن کو بُلا کر تختِ حکومت پر بٹھایئے یا کسی برہمن و چھتری کو۔

سرگ ۶۸

بھرت جی کی ننہال سے طلبی کا انتظام۔ پیغام بروں کی روانگی

رشیوں کی تقریر سنکر بششٹ جی سمجھے کہ واقعی ملک کا خالی پڑا رہنا درست نہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ

مہاراجہ دسرتھ بھرت جی کو راج دے چکے۔ اُن کے ہوتے دوسرے کا استحقاق کیا ہے۔ اُن کو بلوانا ہوں وہ دو ایک روز میں یہاں پہنچ جائیں گے۔ سب نے تجویز پسند کی پیغامبر روانہ ہوئے اُن کو فہمائش کی گئی کہ فقط جلد لانے کی کوشش کریں۔ راجہ دسرتھ کی وفات اور رامچندر جی کی صحرا نوردی کا ذکر کسی طرح زبان پر نہ آنے پائے۔ بھرت جی پردیس میں ہیں جو وقت وہ ان حادثات و واقعات جانسوز کو سنتے اُسی وقت سر پٹک پٹک کر مر جاتے اس جوشِ غم کو روکنے کے لئے بششٹ جی نے پیغامبروں کو دروغ مصلحت آمیز کی ہدایت کی شاستر کی بھی ہدایت یہی ہے کہ اگر جھوٹ بولنے سے کسی کی جان بچ جاتے تو جھوٹ بولنے والے کو پاپ کے عوض ثواب ہوتا ہے۔

ایک گائے جنگل میں چر رہی تھی۔ قصائی اس کے پیچھے پیچھے پڑا۔ گائے بھاگی اور ایک رشی کے آشرم کی طرف گذری۔ قصائی نے رشی سے پوچھا کہ گائے کدھر گئی۔ سچ سچ بتاؤ رشی نے جواب دیا کہ ہاں بھاگتے تو ضرور دیکھا مگر یہ نہیں جانتا کہ کدھر گئی دیکھو شاید پچھم کی طرف نکل گئی ہو۔ رشی بالکل جھوٹ بول گئے گائے اُتر کی طرف بھاگی تھی۔ مگر گائے کی جان بچانے کے ثواب کا پلہ جھوٹ سے ہزار درجہ بھاری تھا اس لئے اُن پر کوئی دھبہ نہ لگا۔ اسی طرح بششٹ جی نے بھی بھرت کی حفاظتِ زندگی کے خیال سے پیغامبروں کو نصیحت کی کہ رنج و ماتم کا کچھ اظہار نہ ہو صرف طلبی کے پیغام سے مطلب آدمی کی جلدی۔ بششٹ جی نے بہت کچھ تحفہ تحائف دیکر پیغامبروں کو روانہ کیا۔ وہ روانہ ہوئے اور اپتال دیش واقع مغرب یا طلتی ندی۔ کورو جانگل دیش اور کانڈی۔ سرکنڈو۔ کار کنڈ اسیوجاپ۔ کلنگ دیش۔ اکشومتی۔ بالہیک دیش۔ سداماں پربت عرف گرتار پربت سے گذر کر ستدرُخ ندی (ستلج) کے پار ہوتے ہوئے ساتویں دن شام کو راجہ کیکے کی دارالسلطنت یعنی گرِو برج پور میں پہنچے تھکے ماندے تھے۔ رات ایک مسافر خانے میں بسر کی۔ علی الصباح بھرت جی کے قدمبوس ہوئے۔

سرگ ۶۹

بھرت جی کے خواب پریشان۔ تعبیر خواب سے اضطرابی

جس شب کو پیغامبر کیکے پور میں پہنچے۔ بھرت جی نے ایسے ایسے خواب پریشان دیکھے کہ طبیعت سخت متفکرو متردد ہوئی۔ جس وقت صبح کو اُٹھے۔ منہ بالکل اُترا ہوا تھا۔ چہرے پر ہوائیاں چھوٹ رہی تھیں سبھا میں آئے تو لوگوں نے پریشانی کا سبب پوچھا اور اسی کی وجہ دریافت کی بھرت جی بولے۔

کیا کہوں کل رات کو عجیب خواب دیکھے۔ خواب کیا تھے۔ دل کے لئے نشتر تھے۔ دیکھتا کیا ہوں کہ پتاجی کے جسم پر گوبر ملا ہوا ہے پوشاک بالکل غلیظ ایسی حالت میں وہ ایک پہاڑ سے گر پڑے اور گوبر اور پانی میں غوطے کھانے لگے۔ ذرا دیر میں معلوم ہوا کہ وہ وہاں سے نکل تو گئے مگر دوسری مصیبت سے سامنا ہوا آگے چلے تو تیل کے گڑھے میں غوطہ کھایا۔ ذرا سی دیر میں دوسری کیفیت نظر آئی معلوم ہوا کہ پتاجی کی سواری کے ہاتھی کا دانت اکھڑ گیا زمین پر اور آسمان پر اندھیرا چھایا ہوا ہے سات بعد سے ہون کی آگ گل پڑی ہے۔ زمین بھی شق دکھائی دی درخت بھی خشک نظر آئے ایک خواب یہ بھی دیکھا کہ عورتیں پتاجی کے بال پکڑ پکڑ کر گھسیٹ رہی ہیں اور پتاجی گدھے پر سوار ہیں گدھے کا رخ جنوب کی طرف ہے کچھ استریوں کا لباس تو سرخ ہے اور سب کا نیلگوں یہ خواب نہایت ہی خراب ہے اس کی تعبیر یا تو پتاجی یا سری رامچندر جی کے حق میں اچھی نہیں یا میرے حق میں ضرور ان میں سے ایک نہ ایک کی جان پر گزرے گی۔ خواب جھوٹے ضرور ہوتے ہیں۔ مگر ان کی اصلیت میں شک نہیں کچھ نہ کچھ ضرور اصلیت ہوتی ہے۔ ہاں اپنی سمجھ خطا کرے تو اور بات ہے میرے خواب جھوٹے نہیں معلوم ہوتے دل گواہی دے رہا ہے کہ خیریت نہیں ؛

سرگ ۷۰

قاصدوں کی پیغام رسانی بھرت و شترگھن کی روانگی وطن

دوسرے روز نو سکے نزلکے پیغامبر راجہ کیکے کے گڑھ میں پہنچے۔ راجہ کیکے جودھا جیت و پیغمبر کیکے اور بھرت جی کی قدمبوسی حاصل کی۔ بششٹ جی کا پیغام سنایا۔ تحائف پیش کئے۔ بھرت جی تحائف دو اس میں بھجوا دیئے اور راجہ دسرتھ رامچندر جانکی۔ لکشمن۔ ماتا کوشلیا۔ سمترا۔ کیکئی خیر و عافیت دریافت کی اور پوچھا کس نے کیا پیغام بھیجا ہے۔ پیغامبروں نے دروغ مصلحت آمیز

بردی کی اور ادب سے جواب دیا کہ جی ہاں سب خیریت ہے۔ آپ کے قبضے میں کشتی اور حکومت آگئی۔ چاہیئے بہت جلد بششٹ جی نے فرمایا ہے بھرت جی اس گفتگو کے بعد راجہ کیکیے کی خدمت میں گئے۔ پیغام بردں کا پیغام سُنا کر اجودھیا جانے کی اجازت مانگی۔ راجہ کیکیے نے اجازت دیکر ہاتھی گھوڑے رتھ۔ کمبل۔ مرگ چھالے۔ خچر۔ دو ہزار اشرفیوں کے علاوہ تحفے دیئے اور کہا کہ راجہ دسرتھ و رامچندر لکشمن اور گرو بششٹ سے میرا پرنام کہنا۔ جدھا جیت نے بھی کچھ اور سوغات دیکر رخصت کیا۔ بھرت جی وہاں سے فوج کی حفاظت میں چلے اور اجودھیا میں پہنچے۔ اُن کو اب تک معلوم نہ تھا۔ کہ اجودھیا میں کیا قیامت برپا ہو چکی ہے۔

سرگ ۷۱

بھرت جی کی ننہال سے واپسی اور اجودھیا میں آمد

بھرت جی ننہال سے رخصت ہو کر پورب رُخ چلے۔ پہلے راستے میں سلطان ندی پڑی وہاں سے حسب ذیل ندیاں عبور کر کے مقامات ذیل طے کرتے ہوئے اجودھیا میں پہنچے۔

شتردر ندی۔ اپیل دھانی ندی۔ سلاندی۔ ہیہ کرشن نگر۔ سلا کھاندی۔ چترر تھ بیر مکش دلش۔ بیگنی ندی۔ جمنا۔ بھاگیرتھی (گنگا) کٹ کا شٹکا ندی۔ توڑن ندی۔ جمبو گرام۔ بیروتھ نگر۔ اجھانا نگر۔ سبا ہتی ندی۔ ہست پرسنگ ندی۔ کسی متی ندی۔ سالگرام ندی۔ بہنت نگر۔ کلنک نگر۔

کلنک نگر سے آگے ایک جنگل تھا۔ وہاں سے بھرت جی تو دلتہ گھوڑے دوڑاتے ہوئے چلے اور ساتھیوں سے کہا کہ آہستہ آہستہ آرام سے آئیں۔ بھرت جی کا رتھ ہوا ہوا دیکھا کہ اجودھیا میں سناٹا ہے اُن کی عقل دنگ ہوگئی۔ کہ معاملہ کیا ہے۔ نہ جگیہ نہ وید پاٹھ نہ باز اروں کی رونق نہ سڑکوں پہ کسی کی آمد و رفت خیال کیا کہ ہم چاندنی بھائی ہوا خوری کو نکلتے تھے۔ ہر سڑک پہ مجمع عام ہو جاتا تھا۔ اب کسی آدمی کی صورت دکھائی نہیں دیگی۔ اگر شاذ و نادر کوئی سامنے سے گذرتا ہے تو بالکل مردہ شام کا وقت اور شام اور دھ کی بہار ندارد یہ معاملہ کیا ہے۔ نہ مرغان نغمہ سنج چہچہاتے ہیں نہ پھولوں کی مہک دماغ معطر کرتی ہے۔ یہ وہ طاقت تھا۔ جب ہمیشہ نوبت نقارے بجتے تھے۔ آج الّو بولتے سُنائی دیتے ہیں۔ سیاروں کی کرخت آواز کانوں کے پردے پھاڑ رہی ہے۔ جس طرف سے گذرتا ہوں بدشگونی کے سوا کوئی تسلی بخش بات ہی نہیں ہوتی۔

بھرت جی کو اجودھیا پہنچنے کی دھن تھی۔ وہ اسی دھن میں داخل اجودھیا ہوئے۔ وہاں سے لپکے ہوئے چلے۔ تو اُس مقام پر آئے۔ جہاں راجہ دسرتھ کی قیامگاہ تھی دیکھا کہ دربان

اور اُس بیٹھے ہیں چہرہ اُترا گیا ہے۔ پوچھا کہ

مہاراج کہاں ہیں؟

جواب :- اندر تشریف لائیے۔

سوال :- کیوں سست کیوں ہو؟

جواب :- بدقسمتی ہے کہ آپ کے بغیر اجودھیا سونی تھی۔

سوال :- پتا جی کہاں ہیں؟

جواب :- مہارانی کیکئی کے رنواس میں خبر مل جائیگی۔

سوال :- یہ سناٹا کیسا ہے؟ مندروں میں سنکھ گھڑیال کی آواز نہ شہر میں وہ چہل پہل

جواب :- پہلے رنواس میں ہو آیئے۔ پھر تفتیش حال کیا جائیگا۔ آپ کے بغیر اجودھیا کی یہ سب دردشا ہو رہی ہے۔ آپ ننہال میں نہ جاتے یہیں رہتے تو اجودھیا ہم لوگوں کے لئے بیکنٹھ ہی ہوتی مگر اب نرک ہو رہی ہے۔ محل میں تشریف لے جایئے ماتا میں انتظار کر رہی ہونگی اور بات چیت پھر ہوگی۔

سرگ ۷۲

بھرت جی کی کیکئی کے رنواس میں تشریف آوری پرسش حال۔ کیکئی کی پہلو دار تقریر میں تشریح واقعات۔ بھرت کو راجہ دسرتھ کی وفات اور سری رامچندر وغیرہ کی صحرا نشینی کا علم۔ رنج و افسوس

بھرت جی سیدھے کیکئی کے رنواس میں داخل ہوئے۔ کیکئی نے دیکھا تو طلائی سنگھاسن سے اُٹھ دوڑی۔ بھرت جی دیکھتے ہیں تو رنواس بالکل سنسان ہر طرف سناٹا کیکئی کو آتے دیکھ کر وہ بڑھے اور قدموں پہ گر پڑے۔ کیکئی نے بڑی محبت سے چپٹا لیا اور سنگھاسن پہ بیٹھ کر پوچھنے لگی۔

کہو نانا ماما تو اچھے۔ راستے میں کتنے دن صرف ہوئے۔ رتھ پر آئے یا کسی اور سواری پہ۔ اور سب خیریت ہے۔

بھرت جی :- سب خیریت سے ہیں ساتویں دن یہاں پہنچا ہوں۔ نانا اور ماما نے بہت کچھ سوغات دی ہیں وہ پیچھے آتی ہوں گی۔ پیغامبروں نے کہا تھا کہ کہ جلد آئیں اس لئے میں آگے چل پڑا۔ مگر آج یہ پتا جی کی خوابگاہ کیوں سونی ہے وہ کہاں تشریف رکھتے ہیں۔ کیا ماتا کوشلیا کے رنواس میں ہیں یا ماتا سمترا کے محل میں۔ میں ان کے درشن کہاں کروں۔

کیکئی نے سوچا کہ تنکا سا توڑ دینا درست نہیں۔ تقریر کا پہلو وہ رہے کہ بھرت جی کو رنج کم محسوس ہو اور خوشی زیادہ۔ چنانچہ وہ بولی۔

راحت جاں۔ دنیا کی ناپائداری تم اچھی طرح جانتے ہو جو آیا ہے ایکدن ضرور جائیگا۔ زندگی موت کا پیش خیمہ ہے۔ جب تک دم ہے تب تک غنیمت ہے۔ مہاراج کا باغِ جہاں کی سیر سے جی بھر گیا دنیا میں آدمی کی زندگی و موت کی دو حالتیں ہوتی ہیں۔ زندگی میں نیکنامی یا بدنامی دھرم یا ادھرم کی عزت و ذلت ملتی ہے۔ مرنے پر بیکنٹھ یا نرک میں جگہ۔ ہمارے مہاراج بڑے دھرموان اور ست بادی و صادق القول تھے۔ چنانچہ انہوں نے اپنی زندگی میں ہر ایک بات نباہ کے دکھادی۔ اب تم اُن کے جانشین ہو۔ پچھلی باتوں کا یاد کرنا ہی کیا۔ اب فکر چھوڑو اور راج سنبھالو۔

کیکئی کی اس تقریر نے بھرت جی کا کلیجہ ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ وہ منہ پیٹ پیٹ کر سینہ کوٹ کوٹ کر رونے لگے۔ اور پچھاڑ کھا کر زمین پر گر پڑے۔ وہ دھاڑیں مار مار کر کہتے تھے کہ ہمارے لئے اجودھیا اندھیر ہو گئی۔ الفت کا سمندر سوکھ گیا۔ پتا جی کا سایہ نہیں۔ تو اب زندگی سے کیا حاصل۔ ان کی خدمت ہم لوگوں سے ابھی تک کچھ نہ ہوئی۔ اب وہیں چلکر آنکھوں سے تلوے ملیں گے بس۔

کیکئی نے بھرت جی کو حالتِ اضطراب میں دیکھ کر اُٹھا لیا۔ اور آغوشِ محبت میں بٹھلا کر بولی۔ راجہ بھرت تم دھرم سے واقف۔ زمانے کے عقلمندوں میں فرد اور تم کو یہ فکر جو صاحب دانش صحبت یافتہ ہوتے ہیں۔ وہ فضول فکر کو سر پر نہیں لیتے۔ شاستر دیکھو کیا کہتا ہے اپنی نیکی اور فیضِ عام پر ہر حالت میں نظر رکھنا انسان کا فرض ہے۔ تم کو مندراچل پہاڑ کی طرح مستقل مزاج رہنا چاہیئے۔ راجاؤں کا دل کبھی پتھر اور کبھی موم ہو۔ تو پھر عقلمندی پر حرف آتا ہے۔ عقلمند وہی ہے جو مصیبت کے وقت استقلال رکھے۔ تکلیف کے بعد راحت کا کچھ مزہ ہی اور ہوتا ہے۔ اندھیری راتیں نہ ہوتیں تو دن کی روشنی کی قدر کچھ بھی نہ کی جاتی۔

بھرت جی بھی عالمِ تفکر میں ناخن سے زمین کھودنے لگے۔ اُن کے آنسو بہہ رہے تھے چہرے کی تمتماہٹ حسنِ آفتاب کو مات کرتی تھی انہوں نے پوچھا کہ

خیر سب کی قسمتیں پھوٹ گئیں مگر یہ تو کہیئے کہ مرض کون تھا۔ تکلیف کیا۔ آہ! ہم اور شترگھن دونوں ایسے بدنصیب ہیں کہ پتا کے مرتے وقت دو آنسو بھی نہ ڈال سکے ہائے نہ معلوم ہم کس ساعت ننہال کی طرف چلا تھا۔ خوش قسمت ہیں رامچند اور لچھمن جو اپنے فرض سے ادا ہو گئے۔ کریا کرم کا سرمایۂ سعادت حاصل کیا۔ ہائے جب میں سامنے آتا تھا۔ پتا جی دوڑ کر کلیجے سے لگا لیتے تھے۔ آہ! سبھی دغا ہوئی۔ ننہال جانا دشمن ہو گیا۔ اچھا ماتا! پتا تو گئے آپ کی نصیحت سر آنکھوں پہ۔ رنج و غم فضول۔ اب بتایئے کہ ہمارے سایۂ سر میری رامچندر جی کہاں ہیں۔ ان کا مرتبہ بھی پتا جی کے برابر

ہے جب تک میں اُن کے قدم نہ دیکھوں گا۔ میرا غم غلط نہ ہوگا۔ پتا جی آپ سا صاحب قسمت کون ہوگا۔ دنیا کے سب سکھ اُٹھا گئے۔ ہم لوگوں کو سری رامچندر لیسے ہر دلی بھائی کے سلیہ جی چھوڑا۔ آپ تو خیر اچھے گئے۔ مگر ہم لوگوں کو آخری دیدار سے بھی محروم رکھا۔ یہ بات آپ کی شفقت پدری سے بعید ہوئی۔ ماتا کیکئی افسوس یہ ہے کہ آپ نے بھی بیماری کی حالت میں خبر نہ کی۔ بھلا ایک خبر دیکھ لینے دیا ہوتا۔ ذرا یہ تو بتایئے کہ انہوں نے میری یاد کی تھی کہ نہیں۔

کیکئی:۔ پیارے کیا کہوں۔ مہاراج کا دم ہائے رام ہائے سیتا۔ ہائے لکشمن کہتے کہتے ٹوٹ گیا۔ تمہاری نسبت تو وہ کچھ نہ کہتے تھے۔ اپنی قسمت کو روتے تھے۔ معصوم پھانسی کو جھینکتے تھے۔ انہیں اور لوگوں کا رشک تھا۔ کہ رامچندر کو دیکھ کر کلیجہ ٹھنڈا کریں گے صرف میں ہی ایک بدنصیب ہوں۔

بھرت:۔ آپ کی بات میری سمجھ میں نہیں آتی۔ جو فقرہ ہے اُلجھا ہوا۔ جس وقت پتا جی نے چولا چھوڑا۔ رامچندر جی کہاں رہے۔ گھر میں یا کہیں باہر۔

کیکئی:۔ بیٹا! ہائے وہ ڈنڈک بن کو چلے گئے۔ لچھمن جی بھی ان کے ساتھ ہیں۔ سیتا جی بھی پیچھے ہی بندھی ہیں۔

بھرت جی نے جونہی یہ فقرہ سنا۔ اُن کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے پوچھا آخر وجہ کوئی خطا۔ کوئی قصور۔ کیا اُن کے ہاتھ سے کوئی برہمن قتل ہو گیا۔ کیا کسی کی انہوں نے دولت ماری۔ کوئی بے گناہ تو ان کا تیر ستم ہوا۔ کسی غیر عورت پر بدنیتی کا اظہار کیا کچھ کہیئے تو معاملہ کیا ہے۔

کیکئی:۔ قصور و خطا کی کوئی بات نہیں۔ رامچندر ایسے لائق اور دھرماتما سے کوئی جرم ہو کب ممکن ہے۔ لو سنو جو صاف صاف بات ہے۔ میں تمہیں سناتی ہوں۔ تم سارا سچ نہ کھول جاؤ تب کہنا۔ میں نے تمہاری بھلائی کے لئے زندگی کے سکھوں کی پرواہ نہ کی۔ دنیا والوں کے کہنے سننے کا خیال نہ کیا اور ایشور کا ہزار ہزار شکر کہ اس نے بات رکھ لی۔

بھرت:۔ واہ کیا باتوں کو طول نہ دیجیئے۔ مختصر کہیئے۔

کیکئی:۔ بس بات اتنی ہے کہ مہاراج رامچندر کا راج تلک کرتے تھے۔ میں نے تمہارے راج تلک اور رامچندر کے بن باس پر زور دیا۔ راجہ دسرتھ نے تمہیں راج دینا منظور کیا اور کہہ دیا کہ رام چندر بن باس کی راہ لیں۔ لچھمن اور جانکی کو ساتھ جانے دیا۔ پہلے تو سب کو یوں آنکھوں سے دور کیا۔ پھر آپ بھی اُن کے ہجر میں تڑپ تڑپ کر دنیا سے چل بسے۔ واہ رے مہاراج کی پک سنتی جو زبان سے کہہ دیا۔ اس میں کبھی فرق نہ ہونے پایا۔ جان دیدی اور قول سے نہ پھرے۔ دھن ہو بھرت جن کے باپ ایسے دھرماتما ہوئے۔ جن کا یش کبھی نہیں مٹ سکتا۔ تمہارے بھائی رامچندر کی تعریف نہ کرنا بھی بڑی بے انصافی ہے۔ واہ کیسا لائق بیٹا ہے۔ اس نے پتا کا بچن

نبھانے کے لئے راج پاٹ گھر بار کی کچھ پرواہ نہ کی۔ اور خود آپ ہی کمر کس کے گھر سے چل کھڑا ہوا۔
شاباش! پیارے بھرت یہ سب پاپڑ تمہاری ہی بھلائی کے لئے بیلے گئے ہیں۔ تم ناحق نہ روؤ۔ فکر
دور کرو۔ اب تمہارا فرض ہے کہ چین سے ملک داری کے مزے لوٹو۔ اور راجہ دسرتھ کی میت کا انتم کریا کرا
کے ان کی روح کو شکھ دو۔

سرگ ۷۳

بھرت جی کا کیکئی کے خلاف جوش عتاب کلمات غضب آمیز

بھرت جی کو کیکئی کا ایک ایک لفظ تیر و نشتر معلوم ہوا۔ وہ بولے:-
ہائے تم ایسی پاپن کے بطن سے پیدا ہو کر میری مٹی خراب ہوئی۔ تم نے میرے پتا کی جان لیکر
اپنے سر پہ پتی ہتیا کا پاپ لادا۔ میرے رامچندر لچھمن اور جانکی جی بن بھیج کر تیز ہتیا سر پہ لی۔ اب میری
ہتیا باقی ہے۔ وہ جسوقت جان دے دینگی تب تمہیں معلوم ہو گی۔ آہ تم سے ماتا کوشلیا اور سمترا کی
بیقراری کسطرح دیکھی گئی۔ وہ جان دے دینگی تو خون تمہارے ہی سر ہو گا۔ افسوس نا معلوم پتا جی کو
کیا خبط ہو گیا تھا کہ تمہارے ساتھ شادی کی۔ اگر وہ جانتے کہ تم اکشواک بنس کا ناس کرو گی۔ تو کبھی
تمہاری طرف نظر بھی نہ اٹھاتے۔ میرے سارے کنبے کو تباہ و برباد کر کے مجھ سے میٹھی میٹھی باتیں کرتے
شرم نہیں آتی۔ تم سے منہ کیونکر دکھایا جاتا ہے۔ پتا جی مر جائیں اور تم زندہ بیٹھی رہو تعجب ہے۔
ایسے صدموں سے بھی تمہارے چہرے پر ذرا ملال نہ ہو۔ تو سمجھ لینا چاہئے کہ تمہارا سا پتھر کا کلیجہ ہو
ہی نہیں سکتا۔ ہائے ماتا تمہارا خون بالکل سفید ہو گیا۔ ذرا بھی محبت چھو نہیں گئی۔ پتا کو مار ڈالا بھائی کو
کو گھر سے نکالا۔ بھاوج کی یہ درگت کی۔ دوسری ماتاؤں کی زندگی کو موت سے بدتر کر دیا۔ اس سے
بڑھ کر اور کوئی پاپ کیا ہو سکتا ہے۔ تم یہ سمجھتی ہو گی کہ بھرت راج کریگا۔ منہ دھو رکھو بھرت تو
رامچندر کا خدمتگذار ہے۔ وہ یا تو تمہارے سامنے ہی جان نکال کے تمہیں معصوموں کے دل دکھانیکا
مزہ چکھادیگا یا میری رامچندر جی کے قدموں میں رہیگا۔ کیا کہوں تم میرے رامچندر جی کو پیار کرتی
تھیں۔ ڈر ہے کہ کہیں رامچندر جی ناراض نہ ہوں۔ ورنہ پتا جی کے پاس تمہیں بھی بھیج کر دم لیتا۔ تا
جی ہائے تم عقل کہاں کھو بیٹھیں تمہاری سمجھ پہ کیا پتھر پڑ گئے۔ راج کا مستحق بڑا بیٹا ہوتا ہے یا
اور کوئی۔ تمہارے میکہ میں کیا یہ رواج نہیں؟ پھر تو کیا وجہ ہے کہ تم نے ناحق رنگ میں بھنگ کر کے
ناحق یہ پاپ مول لیا۔ اور ہمیشہ کے لئے دوسروں کی منظور کی۔ جب تک دنیا رہیگی ہر ایک یہی کہیگا کہ کیکئی
نے بد ذاتی سے اکشواک بنس کو تباہ کر ڈالا۔ میں ایسے ادھرم کی سلطنت پہ تھوکتا بھی نہیں گر ملیگا۔
تمہاری پکائی کھچڑی تم کو مبارک یہاں راج پاٹ کے بھوکے نہیں۔ تو سمجھی کہ تم سر پہ ہاتھ رکھ کر رو۔

اور میں راج پاٹ پالٹ ماؤ گر رامچندر کی خدمتگذاری صحرانوردی کی مصیبتوں کو آسائش پر ترجیح دوں گا۔ واہ ماتاجی! خوب میرے ساتھ سلوک کیا۔ اس سلوک کا معاوضہ اسی وقت ملیگا جب میں بھی اجودھیا سے چل نکلا ہوں گا۔ پھر آپ کو اختیار ہے کہ خوب چین سے خود ہی راج کریں۔ تم نے تو امرت کے دھوکے میں مجھے زہر دیدیا۔ اب میری زندگی کی خیر نہیں۔ یہ کہہ کر بھرت جی پھر سر پیٹ کر زمین پر گر پڑے اور زور زور سے ہائے پتا۔ ہائے رام۔ ہائے بھائی ہائے لچھمن کہہ کہہ کر رونے لگے سننے والوں کا کلیجہ پھٹتا تھا۔ مگر کیکئی کہتی تھی کہ

بیٹا آنسو پونچھو۔ اٹھو دنیا گھربار سنبھالو۔ ہم تمہارے عوض بہت رو دھو چکی ہیں۔ تم اپنا کنول سا کلیجہ کیوں کملائے ڈالتے ہو۔

سرگ ۴۷

بھرت جی کی کیکئی رانی کو لعنت ملامت سری رامچندر جی کو منانیکا ارادہ

بھرت جی کا جوش غضب رو کے نہ رکتا تھا۔ وہ کہنے لگے۔

بس بھلا چاہتی ہو تو تم بھی بن کا راستہ لو۔ تم کو میری قسم ہے۔ کہ میرے مرنے پر ایک آنسو نہ بہانا اگر یہ کہو کہ کیونکر بن میں جاؤں۔ کوئی خطا تو بتاؤ۔ رامچندر جی ہی نے تمہارا کب کھیت اجاڑا تھا۔ تم نے جو ہتیائیں کی ہیں ان کا پاپ مجھے بھوگنا پڑیگا۔ اس سے بہتر ہے کہ اپنی جان دیکر تم سے پیچھا چھڑالوں۔ جب تک میں جیتا رہوں گا۔ لوگ انگلیاں اٹھائینگے کہ اسی دشٹ کیکئی کا بیٹا ہے جس نے ایسے ایسے ادھرم کئے ہیں۔ مجھے تو تم نے کہیں منہ دکھانیکا قابل نہ رکھا۔ سری رامچندر جی کے پاس جاؤں تو ان کا دل فوراً ابل اٹھیگا۔ کہ لو رو سیاہ کیکئی کا بیٹا آگیا۔ مرجاؤں تو بھی سب کے سامنے سر نیچا رہے گا۔ سرگ میں پتاجی کے دل کو تمہارا خیال میری طرف سے پھیریگا نرک میں لوگ تالیاں بجائینگے لو کیکئی کے صاحبزادے تشریف لاتے ہیں۔ یہی دھرماتما مہاراجہ دسرتھ کے بیٹے اسا کشواک بنس کے کلنک ہیں شاستروں میں پانچ قسم کے سخت گناہوں کی تشریح ہے۔

برہم ہتیا۔ سونے کی چوری۔ شراب نوشی۔ گرو کی عورت سے ناجائز تعلق۔ ان افعال قبیحہ کے عادی لوگوں کی صحبت۔

آج تک میں نے تمہارے ساتھ نہیں کھایا پیا۔ ایشور کا ہزار ہزار شکر مگر دنیا کے منہ پر کون ہاتھ رکھ سکتا ہے۔ یہ لوگ تو یہی سمجھیں گے کہ کیکئی کے دودھ کی تاثیر تو کہیں نہیں جا سکتی۔ اور اسی کا الزام مجھ پر آئیگا۔ بن میں منہ کالا کرکے جاتا ہوں تو تمام دنیا میں دھکے کھائیں گے۔ کہ کس ماتا

کے پیٹ سے جنم لیا۔ ماتا جی بس آج سے نہ تم ہماری ماتا نہ میں تمہارا بیٹا۔ نہ مجھے راج سے واسطہ نہ اجودھیا سے غرض۔ تم نے کوشلیا اور سمترا ایسی ماتاؤں کی زندگی حرام کی۔ یہ دشمنی تو کوئی ناگن ناگن بھی نہیں کرتی۔ ہمارے نانا کیسے دھرماتما ان کا نام بدنام کیا۔ ہمارے خاندان کی ناک کٹوا ڈالی۔ اگر تمہارے جسم میں ان کا خون ہوتا تو کبھی ادھرم نہ کرتیں۔ اگر پتا جی بیٹے ہوتے سری رامچندر جی تشریف رکھتے تو میں بے تکلف اسی وقت سر اڑا دیتا۔ کچھ پرواہ نہ کرتا کہ بے سعادتی کا عیب لگیگا لوگ ایک پاپ سے کانپتے ہیں۔ مگر اتنے پاپ کرنے پر تمہارے دل پر ذرا بھی میل نہیں۔ ایسی سختی تو پتھر میں بھی آہنگ نہ دیکھی نہ سنی۔

بیٹے کے قالب کو باپ کا اصلی مادہ خون صرف پیشاب ہی سے حاصل ہوتا ہے۔ مگر ماں کی رگ رگ کا خون اس کے جسم میں پیوست ہوتا ہے۔ اس لئے ماں کو باپ سے زیادہ بیٹا عزیز ہوتا ہے۔

چنانچہ مہاتما ڈل نے اس معاملہ میں ایک نظیر دی ہے جو حسب ذیل ہے:۔

دو بیل ہل میں جوتے ہوئے تھے ایک بڑا دوسرا چھوٹا۔ جوڑی برابر نہ تھی۔ اس لئے دونو کو تکلیف کا سامنا تھا۔ مگر جوتنے والے کو اپنے مطلب سے مطلب وہ دونوں کو دوپہر تک جوتے رہا۔ اور وہ غریب مارے خوف کے ہل چلایا کئے۔ سُرَبھی گائے نے یہ کیفیت دیکھی تو بیساختہ آنسو نکل آئے جس وقت وہ رو رہی تھی۔ اندر کا اسی وقت اُدھر سے گذر ہوا۔ اتفاق کی بات کہ ایک دو آنسو کے قطرے ٹپک کر اندر پر گر پڑے اندر نے نظر اٹھائی تو سُرَبھی کو روتے پایا۔ افسوس کہ جدے ہوئے سامنے آئے اور پوچھا کہ

کیوں خیر تو ہے رونیکا باعث۔ تم ایسی متبرک و مقدس کہ دنیا عزت کرتی ہے۔ تمہارا اگر نہ ہو تو یگیہ وغیرہ کوئی اچھے کام نہ ہو سکیں۔ تمہیں دیکھ کر دیوتاؤں کا دل خوش ہوتا ہے پھر تکلیف کی وجہ؟

سُرَبھی:۔ دو بیٹوں کے غم سے دکھی ہوں۔ ایک چھوٹا ہے ایک بڑا۔ دونو ہل میں دوپہر تک سختی سے جوتے جاتے ہیں۔ بے چاروں کو جو تکلیف ہوتی ہے دیکھی نہیں جاتی۔ سب پاپوں کو سورج کی کرن سواہ کرتی ہے مگر یہ پاپ سورج کی کرن کو بھی پھونک ڈالتا ہے۔ جوتنے والے کو غریبوں کی جان پر مطلق رحم نہیں آتا۔ میرے دونوں بیٹے قصائی کے کھونٹے میں بندھے ہیں۔

راجہ اندر کو اس بات سے سخت غصہ آیا۔ انہوں نے بد دعا دی کہ جو شخص گؤ اور بیل کو اس بیدردی سے تکلیف دیگا اس کو کبھی آسائش نہ ملیگی ہمیشہ ہر وقت تنگ رہیگا۔

اے ماتا کیکئی! سُرَبھی کے لئے تو دو بیٹے تھے۔ ایک دو کو تکلیف بھی ہوتی تو کیا تھا مگر تمہیں دیکھنے راجہ اندر نے کیسا غصہ ظاہر کیا۔ ہماری ماتا کوشلیا کے صرف ایک سری رامچندر کلیجہ کے ٹکڑے تھے۔ ان کو کلیجہ سے جدا نظروں سے دور کر دیا۔ اس سے بڑھ کر اور پاپ کیا ہوگا۔ اور اس پاپ

سے تمہاری گلو خلاصی کیونکر ہوگی۔ تم میری ماتا ہو۔ اس لئے میں تمہارے پاپ دور کرنے کیلئے یہ تدبیر سمجھتا ہوں کہ رامچندر جی کو خود جاکر منالاؤں۔ وہ راج کریں اور میں ان کے عوض بن باس۔ اس سے تمہاری بات بھی رہتی ہے اور جاتی بھی۔ مگر میں خود راج کبھی نہ کرونگا۔ تم چاہو کہ راج پاٹ کے سکھ لوٹوں یہ میرے جیتے جی ممکن نہیں۔ ماتا جی میری رائے تو یہ ہے کہ کچھ کھا کے سو رہیں اسی میں تمہارا فائدہ ہے۔ دیکھو شاستر کہتا ہے کہ بڑے بھاری پاپ کرنیوالے کی نجات اسی حالت میں ممکن ہے۔ جب وہ آگ میں جل مرے یا گلے میں پھانسی لگالے۔ تم تو اسطرح عذاب سے چھوٹ سکتی ہو مگر میں کیونکر جان بچاؤں۔ میری نجات تو تب ہی ممکن ہے۔ جب میں سری رامچندر کو یہاں لاکر ان کی خدمتگذاری کا اعزاز حاصل کروں۔

بھرت جی اس وقت اس ہاتھی کی طرح بے قرار اور بدحواس تھے جس پر ہزاروں انکس پڑ رہے ہوں۔ ان کا غصہ چوٹ کھائے ناگ سے کہیں زیادہ تھا۔ ان کی گرم آہوں سے چنگاریاں سی نکلتی معلوم ہوتی تھیں۔ کلیجہ سلگ رہا تھا۔ آنکھیں بیر بہوٹی کی طرح لال۔ ہاتھ پاؤں میں جان نہ تھی۔ گر پڑے۔ اٹھے۔ بیٹھے اور پھر گر پڑے۔ لاغری کی یہ حالت تھی کہ جسم کے زیور سنبھالے نہ سنبھلتے تھے۔ اگر ہار ادھر گرا تو ادھر جوشن۔

سرگ ۵۲

بھرت کی بیقراری، کوشلیا اور بھرت کی دردانگیز گفتگو۔ رامچندر کو منانے کا مصمم ارادہ

بھرت جی دیر تک زمین پر پڑے رہے گو غشی کی حالت نہ تھی۔ مگر در و دیوار کاٹے کھاتے معلوم ہوتے تھے کیکئی ناگن محسوس ہوتی تھی۔ کسی طرح دیکھا نہ جاتا تھا۔ ایکدفعہ آنکھ کھولی تو سامنے کیکئی کو پایا اس کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ بھرت کو آنکھیں کھولے دیکھ کر بولی۔

پیارے میں نے تمہارے لئے راج پاٹ کا سپنا کیا اور تم مجھ سے ناراض معلوم ہوتے ہو نیکی برباد گناہ لازم جو ہوگیا۔ گئی گذری باتوں کا خیال ہی کیا۔ بھلا لیا کیا سکھ پائے اب کا نصیب دیکھو آسنے۔ اٹھو ہاتھ منہ دھلا دوں۔ تمہیں دیکھنے سے ذرا پچھلے دکھ بھول گئے۔ کلیجے میں ٹھنڈک پڑ گئی تھی۔ مجھے کیا خیال تھا کہ نیکی کا بدلہ بدی ہوگا۔ میں کیا جانتی تھی کہ ننہال میں رہنے سے تم میری محبت چھوڑ دوگے میں تو ماتا سمجھے بیٹھی اور آپ کو کچھ بھی پرواہ ہی نہیں کہ ماں کے دل پر کیا صدمہ ہے۔

کیکئی ابھی اور کچھ کہنے کو تھی کہ بھرت جی کی آمد آمد سُنکر وزرائے دولت وخیر خواہ سلطنت قدمبوسی کو حاضر ہوئے کیکئی نے سب کو محل سرا میں بُلا لیا اور کہا

ذرا۔ آپ لوگ سمجھائیے۔ بھرت جی میرے سمجھانے سے کچھ نہیں سمجھتے۔

بھرت جی کی آگ بھڑک اُٹھی۔ بولے۔

او دشمن خاندان تو ماں ہے۔ تو کیا ہوا۔ تجھ کو بُرا بھلا کہنا سننا گو بے سعادتی اور گستاخی میں داخل ہو مگر میں تجھے ماں نہیں سمجھتا۔ تو اپنے کو میری ماں نہ سمجھ۔ میری ماں اگر ڈائن بھی ہوتی تو تجھ سے اچھی تھی۔ راج تجھ کو مبارک پہلے تو ٹھنی ہوئی ہے۔ کہ سری رامچندر کے قدموں کو دیکھ کر جیتے گئے۔ آہ! جس نے سری رامچندر۔ ماتا جانکی۔ بھائی لکشمن کو چودہ برس کا بن باس دے کر حد درجہ کی بیدردی وبے رحمی کا ثبوت دیا جس نے اپنے خاوند کی زندگی و موت کی پرواہ نہ کی۔ ایسی ماتا کو ماتا کہنا بھرت کو قبول نہیں۔ ہماری ماتا کوشلیا جی و سمترا جی ہیں تو رامچندر کو غیر سمجھی تو بس مجھے بھی تجھ سے کچھ تعلق نہیں۔

یہ کہہ کر بھرت جی۔ ہائے بھائی رامچندر۔ ہائے ماتا جانکی۔ ہائے پیارے لکشمن۔ ہائے پتا جی کہہ کہہ کر اس زور سے رونے لگے کہ محل دور تک گریہ زاری کی آواز پہنچی۔ کوشلیا جی اس دردناک آواز سے چونک پڑیں۔ سمترا جی سے بولیں۔

ہو نہ ہو بھرت آ گئے مجھے تو انہیں کی سی آواز معلوم ہوتی ہے۔ چلو ذرا صورت تو دیکھ لوں۔

کوشلیا جی بالکل کمزور ہو گئی تھیں۔ ہاتھ پاؤں کام نہ دیتے تھے مگر جوش محبت میں اُٹھیں لونڈیوں نے ہاتھ پکڑ لیا۔ وہ اسی طرف روانہ ہوئیں جدھر سے رونے کی آواز آتی تھی۔ ادھر بھرت جی کو تو کیکئی سے ایسی نفرت ہوئی کہ اب اُن کا دل نہ چاہا کہ ٹھہریں۔ ماتا کوشلیا و سمترا کے درشنوں کا خیال انہیں وہاں سے لے چلا۔ سترگھن بھی آنسو بہاتے ہوئے ساتھ ہوئے۔ دیکھا کہ کوشلیا آ رہی ہیں۔ آنکھیں اشکبار دل بے قرار۔ چشم نزار۔ نہ آرائش نہ سنگار۔ غموں کے دونوں ہی سے صورت دیکھ کر پچھاڑ کھاتے ہوئے زمین پر گر پڑے۔ کوشلیا جی سے بھی نہ دیکھا گیا۔ ان کو فوراً غش آ گیا۔ تھوڑی دیر میں ہوش آیا۔ کوشلیا نے بھرت و سترگھن کو گود میں سنبھالیا۔ آنچل سے آنسو پونچھے اور بھرت سے کہا کہ بیٹا تمہاری ماتا کیکئی کا کچھ قصور نہیں۔ انہوں نے تمہیں راج دلایا میری نظر میں تم اور رامچندر ایک ہو۔ ایشور گواہ ہے۔ کہ مجھے تمہارے راج سے ویسی ہی خوشی ہے۔ جیسی رامچندر کے راج سے ہوتی۔ مگر ہاں کچھ خیال ہے تو یہ کہ کیکئی جی نے رامچندر کے ساتھ بڑی بدسلوکی کی۔ اُن کو بڑی بے عزتی سے جلاوطن کیا۔ وہ مجھ سے اب بھی ناراض ہیں۔ صرف سمترا جی کے سبب سے میرا دل بہلتا ہے۔ وہ میری بڑی خدمت کرتی ہیں۔ میں ہدایت کرتی ہوں کہ کبھی کوئی بات اپنی ماتا کیکئی کے خلاف نہ کرنا۔ جو وہ کہیں وہی کرنا تمہارا فرض ہے مگر میرا کہا ماننا ہوگا۔ کہ رامچندر کو یہاں واپس لاؤ۔ تمہارے پتا کی

بدولت تمہارے راج میں مجھے کس بات کی کمی ہے۔ دولت۔ ثروت۔ ہاتھی۔ گھوڑے۔ ہر طرح کے عیش و آرام سب موجود ہیں۔ مگر رامچندر کے بغیر کچھ بھی اچھا نہیں معلوم دیتا۔ میرے ہاتھ پاؤں جواب دینے لگے۔ بدن میں سکت نہیں۔ صدموں نے مار ڈالا۔ کسی کام کا نہ رکھا۔ اس سے ہی تکلیف دیتی ہوں۔ اگر ہلا دلا جاتا تو گرتی پڑتی اٹھتی بیٹھتی جس طرح ممکن ہوتا رامچندر کے پاس پہنچتی۔ یوں نہ دکھ سہتی۔

بھرت جی بیقرار ہو کر کوشلیا جی کے قدموں سے لپٹ گئے۔ اور روتے ہوئے بولے ماتا جی میں بے قصور ہوں۔ آپ کی باتوں سے دل ٹکڑے ٹکڑے اڑا جاتا ہے۔ رحم کیجئے۔ اگر میری موجودگی میں سری رامچندر جی جنگل کا رُخ کرنے پاتے تو مجھ پر رگھو ہتیا سے زیادہ پاپ ہوتا۔ اگر مجھے خبر بھی ہوتی کہ کیکئی ماتا یہ ادھرم کرنے والی ہیں۔ تو میں اسی وقت جان دے دیتا۔ اگر اس میں فرق ہوتا تو جو پاپ وید و شاستر کی خلاف ورزی مالک کی نافرمانی کرنے۔ کوئی سنکلپ کر کے پھر دان نہ دینے۔ رن میں پیٹھ دکھانے۔ میدانِ جنگ میں مرے ہوئے کو مارنے۔ پنڈتوں اور سادھوؤں کے دھرم اپدیش نہ ماننے۔ دیوتا اور رشی کو نہ پوجنے۔ گورو کی تعمیل ارشاد سے جی چرانے۔ دوستی کی آڑ میں دشمنی کرنے۔ عیال و اطفال کی پرورش سے متنفر ہونے اظہارِ خواہش کے وقت عورت سے کنارہ کشی کرنے۔ اپاہجوں اور بیواؤں کی دل آزاری کرنے۔ مردے کی کھوپری لے کر بھیک مانگنے۔ شراب پینے۔ صبح کے وقت عیاشی میں مشغول رہنے۔ فضول روپیہ برباد کرنے کسی کے مکان میں آگ لگانے گرو کی استری سے صحبت کرنے۔ شام سے سونے۔ دھرم کو چھوڑنے۔ جھوٹا وعدہ کرنے۔ جھوٹ بولنے۔ ادھرم پھیلانے۔ نیک کام میں خلل انداز ہونے۔ بچھڑے کو گائے کے دودھ سے محروم رکھنے۔ پرائی عورت سے ہم بستر ہونے۔ رنگا سیار بن کر بھیک بدیا کرنے۔ پیاسے کو پانی نہ پینے دینے۔ بشنو اور اچاری سے ادھر ہو جانے والے کو ہوتا ہے۔ اس سے ستو گنے پاپ کا ہزار گنا پھل مجھے ملے۔ اگر میں چاہتا بھی ہوں۔ کہ سری رامچندر کو تخت حکومت نہ ملے یا وہ بن میں قیام کریں۔ ماتا جی آپ مجھے معاف کریں۔ سارا قصور ماتا کیکئی کا ہے۔ نہ ایسی ڈائن گھر میں ہوتی نہ یہ پھولی پھلی پھلواڑی اجڑتی۔

کوشلیا جی یہ تقریر سنکر بھبک بھبک کر رونے لگیں۔ انہوں نے بھرت جی چھاتی سے لگا لیا اور بولیں۔

ہائے میں نے اپنے پیارے بھرت کے نازک دل کو دکھایا میں کیکئی سے زیادہ ظالم قرار پائی۔ میرا جی چاہتا ہے کہ اسی وقت پران کو نکال دوں۔ پیارے بھرت جو کچھ میں نے کہا ہے وہ معاف کرو اور کسی طرح رامچندر جی کو ٹال لاؤ۔ نہیں تمہاری ماں سے لونڈی ہو جاؤں گی۔

بھرت جی نے قدم پکڑ لئے اور کہا۔

ماتاجی کیوں کانٹوں میں گھسیٹتی ہیں۔ بھرت سے یہ الفاظ سہے نہیں جاتے۔ ماتا اپنے بیٹے سے یوں باتیں کرے تو بیٹے کو اسی وقت مرجانا چاہیئے۔ آپ بار بار اب کچھ نہ کہیں۔ میں بن میں جاؤں گا اور بھائی صاحب کو جسطرح بن سکیگا۔ لاؤں گا۔ اگر بھرت کی زندگی میں آپ کو تکلیف ہوئی تو بھرت کی زندگی پر تُف۔

یہ کہتے ہی پھر بھرت جی بیہوش ہو کر زمین پر گر پڑے۔ کوشلیا نے اٹھایا اور کلیجے سے لگائے ہوئے بیٹھ گئیں۔ آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ آنچل جھلتی جاتی تھیں اور کہتی جاتی تھیں کہ اے بھرت آنکھ کھول۔ تیری ماتا کوشلیا سے اب نہیں دیکھا جاتا۔ میں ایسے رنج و غم سے باز آئی۔ ہائے میرے ذرا ذرا سے بچوں کو یہ دکھ۔ اوئے حیا زندگی کب تک پیچھا چھوڑے گی۔

سرگ ۷۶

بھرت جی کی بیقراری۔ بشسٹ جی کی ہدایت سے کریا کرم

کوشلیا جی اور بھرت جی کو یہ رات پہاڑ ہو گئی۔ سویرا بڑی مشکل سے ہوا۔ روتے روتے آنکھیں سوج گئیں۔ چیخنے چلاتے گلا بیٹھ گیا۔ صبح ہوتے ہی بشسٹ جی تشریف لائے انہوں نے ہاتھ منہ دھلایا اور کہا

بھرت تم کیوں گھبراتے ہو۔ تمہاری نیکنامی کے ڈنکے بج رہے ہیں۔ جو ہے تمہارا یش گا رہا ہے۔ تم پر کوئی حرف رکھ سکے کیا مجال۔ قصور کیکئی کا ہے تم تو یہاں تھے بھی نہیں۔ دوسرے سب جانتے ہیں کہ تم جتنی کوشلیا و سمترا کی عزت کرتے ہو اتنا کیکئی کو نہیں مانتے۔ پھر اتنی پریشانی کیوں اب طبیعت سنبھالو۔ مہاراج کی لاش کے درشن کرو۔ وہ تمہارے دیکھنے کے لئے رکھی ہے۔ بہت دن ہو گئے اب جلد سنسکار کرو۔

بھرت جی فوراً اٹھے۔ لاش کو دیکھا تو زردی چھا گئی تھی۔ بشسٹ جی سے پوچھا کہ سارے جسم پر زردی کیسی جواب دیا کہ سُرگ لوک میں جانے کی علامت ہے۔

اب بھرت جی نے بمان تیار کرنے کا حکم دیا اور خود رونے لگے۔ زبان پر بین تھے کہ ہائے پتا جی اب لوگوں کو اکیلا چھوڑ جانا کیسا نہ رامچندر نہ لچھمن نہ جانکی۔ اس حالت میں آپ کو کچھ نہ کچھ تو شفقت پدری کا خیال لازم تھا۔ آخر آپ مجھ کو کسے سونپ گئے۔ میں تو جانتا تھا کہ آپ کے نامۂ اعمال پر سیاہی کا دھبہ لگ گیا مگر نعش منہ سے بول رہی ہے کہ آپ سُرگ کو تشریف لے گئے۔ بدن کا زرد ہونا میرے لئے اس امر کی عینی شہادت ہوئی۔ آپ دھنیہ ہیں کہ اس حالت میں بھی آپ کو سُرگ

حاصل ہو اگر ہم لوگ بدنصیب ہیں کہ آپ کے سایۂ الطاف سے محروم ہو گئے۔ کاش آپ ہم لوگوں کو بھی ساتھ لے چلتے۔ لیکن آپ نے جب جیتے جی ہم لوگوں کو دیکھنے کی خواہش نہ کی۔ اب زیادہ کہنا فضول۔ مرتے وقت آپ نے ہم کو بھلا دیا۔ ہمیں کیا خبر تھی کہ دنیا الٹ پلٹ ہو گی۔ ورنہ ہم ناننہال کی طرف رخ بھی نہ کرتے۔

یہ کہہ کر بھرت جی نے زور زور سے رونا شروع کیا۔ اُن کا ایک ایک آنسو اُن کے دلِ اضطراب کا مخبر تھا۔ بششٹ جی موجود تھے اُنہوں نے بھرت جی کو گلے سے لگایا اور کہا کہ

اب مٹی سکار کرنے کا وقت ہے۔ رونے دھونے کے لئے ساری عمر باقی ہے۔ اس کے کریا کرم سے پہلے چھٹی کر لو۔ پھر رو پیٹ لینا۔

بمان تیار تھا۔ راجہ دسرتھ کی لاش اس میں رکھی گئی۔ بھرت جی نے ہون کنڈ سے آگ لی۔ ملازم چندن اور دیودار کی لکڑی۔ گوگل۔ دھوپ بتی۔ وید وغیرہ لے کر ساتھ ہوئے۔ چتے پر لاش جلائی گئی۔ گؤدان اور سونے چاندی کے دان سے غریب غربا کو روپیہ پیسہ کی طرف سے بے فکری ہو گئی۔ لاش سرجو کے کنارے پر جل گئی۔ خیربٹ چکی تب بششٹ جی کی ہدایت کے موافق سب لوگ گھر لیا کر واپس ہوئے دس دن تک ہر فرد بشر زمین پر سویا۔ ان دنوں اکادشی کرم ختم ہو گئے۔

سرگ ۷۷

گورو بششٹ کی بھرت جی کو غم غلط کرنے کی فہمائش

ایکادشی کرم ہو جانے پر بارھویں دن بھرت جی نے خوب دان پن کیا۔ زر و زیور جواہر و نقد جنس۔ پوشاک۔ لباس۔ گؤ بیل۔ لونڈی۔ غلام۔ برہمنوں کو نذر دیئے۔ تیرھویں روز راجہ دسرتھ کے صدمہ فرقت میں رونا پیٹنا شروع کیا۔ وہ کہنے لگے۔

ہائے پتا جی۔ آپ بھی گئے۔ سری رامچندر کو بھی جدا کر دیا۔ کوشلیا ماتا کی زندگی سری رامچندر جی ہی کے سبب سے تھی۔ افسوس اب وہ کیسے جئیں گی۔ آپ نے یہ بھی خیال نہ کیا۔ کہ اب اُن کی زندگی کیونکر ہو گی۔ جس لاش کے جلانے پر زمین سرخ ہو جائیگی۔ تو سمجھ لینا چاہیئے کہ مرنے والے کو سُرگ نصیب ہوا۔ زرد ہو تو مکتی ہوئی اور سیاہ رنگ ہو تو جاننا چاہیئے کہ نرک میں جگہ ملی۔ راجہ دسرتھ جہاں جلے تھے۔ وہاں کی لال زمین دیکھ کر بھرت کو حیرت ہوئی۔ کہ مکتی کے لئے سرگ کیسا اس فکر میں اُن کو سمت پیچ ہوا۔ انہوں نے رو رو کر راجہ دسرتھ کی نیکیاں گننا شروع کیں وہ دعا مانگنے لگے کہ زمین پھٹ جائے۔ تو میں بھی سما جاؤں۔ مگر یہ کمبخت بھی دشمن ہے۔ اس وقت

رفاقت نہ کریگی۔ خیر اسے بھی جانے دو۔ مرنا اختیاری ہے۔ آگ تو جسم کو قبول کریگی۔

بششٹھ جی پاس آئے گلے سے لگایا اور کہا۔

ہیں بھرت! تم سمجھدار ہو کر ایسے خیالات دل میں لاتے ہو۔ آج تیرھواں روز ہے۔ ماتم سے فراغت ہو گئی۔ کپڑے بدلو۔ یکہ دان کرو۔ رنج۔ محنت۔ تکلیف۔ نقصان۔ فائدہ موت زندگی تو ہمیشہ انسان کے ساتھ ہیں۔ ان کی فکر ہی کیا۔ راجہ دسرتھ تو چل بسے۔ اب ان کا آنا معلوم شنو۔ میں ایک روایت بیان کرتا ہوں۔

بیاس جی کے ایک شاگرد کی عمر بارہ برس کی تھی۔ اس سن میں وہ تمام علوم فنون میں استاد ہو گیا۔ وید و شاستر سب ازبر ہو گئے۔ کسی روز شاگرد نے دریافت کیا کہ مہاراج اور کوئی علم باقی رہ گیا ہو تو وہ بھی سکھا دیجئے۔ بیاس جی نے اس معاملے میں غور کیا۔ تو معلوم ہوا کہ آج سے تیسرے دن اس کی خیریت نہیں۔ ضرور مر جائیگا۔ ان کو سخت فکر پیدا ہوئی۔ اور شاگرد کے لئے جمراج کے پاس پہنچے۔ جمراج نے بڑے صدق عقیدت سے استقبال کیا اور پوچھا کہ "تکلیف کا باعث"

بیاس جی:۔ یہ میرا شاگرد ہے۔ اس کی زندگی قائم رہے۔ آپ مہربانی فرما دیں۔

جمراج:۔ میں آپ کی تعمیل ارشاد کو حاضر ہوں مگر کیا عرض کروں کہ میرا کچھ قابو نہیں۔ یہ معاملہ موت کے اختیار میں ہے۔

بیاس جی یہاں سے اٹھے۔ جمراج کو بھی ساتھ لئے ہوئے موت کے پاس پہنچے اور حرف مطلب زبان پر لائے۔ موت بولی کہ لوگ مجھے مفت بدنام کرتے ہیں۔ میں کسی کی جان نہیں لیتی یہ کام پرابدھ کا ہے۔ آیئے میں آپ کو اس کے پاس لے چلوں۔

سب کے سب پرابدھ کے پاس گئے۔ اور وہی بات چھیڑی۔ یہ لوگ تو بہت آگے بڑھ گئے یہاں چوکھٹ کی ٹھوکر سے شاگرد کا خاتمہ ہو گیا۔ پرابدھ نے بیاس جی سے کہا۔ آپ نے کس کی سفارش کرنے کی تکلیف گوارا کی۔

بیاس جی:۔ اپنے شاگرد رشید کی زندگی چاہتا ہوں۔

پرابدھ:۔ افسوس کہ آپ نے آنے ہی میں دیر کر دی۔ پہلے معلوم ہوتا تو کچھ انتظام کر دیا جاتا اب افسوس آپ اس وقت تشریف لائے۔ جب آپ کے شاگرد کا کام تمام ہو چکا۔

یہ سنتے ہی بیاس جی کے ہوش اڑ گئے۔ جوں ہی پیچھے مڑ کر دیکھتے ہیں۔ رو پڑے ہائے شاگرد رشید۔ ساتھ ہی سخت غصہ آیا۔ آنکھیں لال ہو گئیں۔ اور بولے او پرابدھ! خبردار! سنبھل۔ اگر پرابدھ نہیں ٹل سکتی تو میری بد دعا کا ٹالنے والا بھی

تینوں لوک میں کوئی نہیں۔

پرار بدھ:۔ آپ کی تابع احکام ہوں۔ آپ جو کچھ فرمائیں۔ بہت صحیح۔ مگر ذرا غور فرمائیے۔ کہ آپ کے شاگرد کی موت تیسرے ہی دن تھی یا نہیں۔ کہیئے ہاں۔ پھر آپ پہلے سے کیوں تشریف نہ لائے۔ اِس کے علاوہ دیکھیئے یہ کتاب۔ پھر بھلا ہے بد دعا دیجئے یا مجھے معافی۔

پرار بدھ نے کتاب سامنے رکھدی۔ اِس میں درج تھا کہ

شاگرد کی موت اِسی مقام پر ہے۔ جہاں اِس کا چولا چھوٹا۔

اب تو بیاس جی قائل ہوئے پرار بدھ نے کہا

مہاراج! اِس کی موت خود یہاں اِس بہانے سے لائی۔ اِس میں کسی کا کیا قصور۔

بیاس جی بہت پچھتائے اور کہنے لگے۔ کہ

غلطی میری ہی تھی۔ اگر میں یہاں نہ لاتا تو میرے عزیز شاگرد کی جان نہ جاتی۔ یہ روایت بیان فرما کر بششٹ جی نے فرمایا کہ

بھرت جی پرار بدھ سے کسی کا بس نہیں۔ شدنی سے کس کا چارہ۔ بس اب صبر کرو۔ رنج وغم بھلاؤ اور باتوں میں دل بہلاؤ۔ بہت ماتم ہو چکا۔ آپکو ہلکان کرنے سے کچھ حاصل نہیں۔

سرگ ۷۸

سری سترگھن جی کا منتھرا پر عتاب

بششٹ جی کی فہمائش بھرت جی کے دل پر اثر پذیر ہوئی۔ وہ گھر میں چلے آئے اور اِسی فکر میں ہوئے کہ کیونکر جلدی سے پہنچوں۔ اور سری رامچندر جی کو واپس لاؤں۔ اتنے میں ہی سترگھن جی نے کہا کہ

بھائی صاحب! سری رامچندر کے نام سے ہر خاص و عام کی مقصد برآری ہوتی ہے۔ پھر ہم تو اُنکے چھوٹے بھائی ہی ہیں۔ ہماری کامیابی میں کیا شک ممکن نہیں۔ کہ وہ ہماری گذارش قبول فرمائیں۔ مجھے بڑی حیرت ہے کہ سری رامچندر جی نے بن باس کیونکر منظور کیا۔ شاستروں کی ہدایت ہے کہ انسان کبھی عورت کی زبان پر عمل نہ کرے۔ راجہ دسرتھ ماتا کیکئی کے کہنے میں آگئے۔ انہوں نے سخت غلطی کی۔ سری رامچندر نے بھی شاستر کا قول پیش نظر نہ رکھا۔ اور تو اور لچھمن جی کو کیا ہو گیا۔ وہ بھی چپ لگائے رہے اور کچھ منہ سے نہ بولے۔ لازم تو یہ تھا کہ راجہ دسرتھ کو سزا دیجاتی کہ بڑھاپن کا مزہ معلوم ہوتا

سترگھن جی کی تیوریاں چڑھی ہوئی تھیں۔ بھوؤں پر بل پڑے ہوئے تھے ابھی تقریر ختم نہ ہوئی تھی کہ منتھرا سامنے سے گذری۔ منتھرا اس وقت معمولی عنقرا نہ تھی۔ سر سے پاؤں تک جواہرات میں غرق۔ پوشاک و لباس نہایت نفیس۔ سولہوں سنگار زیور اعلیٰ نور۔ وہ بے تکلف بڑھنے لگی۔ تو پاسبانوں نے دوڑ کر پکڑ لیا۔ اور کہا کہ

کہاں بے پوچھے گھسی جاتی ہے۔ جب تک حکم نہ ہوگا۔ نہ جانے پاسکے گی۔

منتھرا کے دماغ عرش پر تھے۔ وہ کیکئی کو نظر میں کب لانے والی تھی۔ اس نے دو چار اکھیاں سنا کر آنچل چھڑانا چاہا۔ مگر وہاں کون سنتا تھا۔ وہ کہتی تھی کہ میں انہیں گود لیں کے کھلائے مہاراج پر پچھاوا ہو لے جاتی ہوں۔ دربان ہنستے تھے کہ جا بیٹھ تیرا منہ بھرت جی کو نہ دیکھنے دیں گے۔ تو وہ بدذات ہے جس نے سری رامچندر سیتا جی اور سری لکشمن کو گھر سے نکلوایا۔ ہمارے مہاراج تیرے ہی لگائی بجھائی کی بدولت ہمارے سر سے اٹھ گئے۔ منتھرا اس وقت اکیلی نہ تھی۔ اور خواصیں بھی بنی ٹھنی ہمراہ تھیں۔ جونہی پاسبانوں نے اسے پکڑا اور سب تو رفوچکر ہو گئیں۔ یہ اکیلی چلاتی رہ گئی۔ پاسبانوں نے نہ چلانے کی پرواہ کی نہ ہائے واویلا کی۔ اس نے سخت زبانی کی تو سر ہو گئے۔ اچھی طرح ایک چپتی پڑ گئی۔ سترگھن جی کو جو وقت معلوم ہوا کہ سارا لبس اسی کا بویا ہوا ہے۔ غصے سے اٹھے اور چونڈا پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے بھرت جی کے پاس لائے۔ سارا سنگار بگڑ گیا۔ زر و زیور کی مٹی پلید ہو گئی۔ کیکئی سے نہ رہا گیا۔ چھڑانے کے لئے دوڑی۔ مگر سترگھن نے ایسی ڈانٹ بتائی کہ دم خطا ہو گیا۔ ڈر گئی کہ کہیں منتھرا کی سی درگت میری بھی نہ ہو جائے۔ وہ ڈر کے مارے بھرت جی کی دہائی دینے لگی۔ بھرت جی نے سترگھن سے کہا۔

بھائی مرد عورت پر ہاتھ نہیں چلاتے۔ چھوڑ دو کمبخت کو کیا کہوں۔ شاستر میں ممانعت ہے۔ ورنہ منتھرا کیا میں ماتا کیکئی کا بھی سر اڑائے بغیر رہتا۔ سری رامچندر جی کے خلاف مزاج ہم لوگ کوئی بات کریں تو کب مناسب ہے۔ منتھرا کو سزا مت دو۔ یہ کمبخت اسی قابل ہے مگر مرے کو مارنا ہی کیا۔ یہ اسی وقت ہی مردہ سے بدتر ہو گئی ہے دوسرے جب سری رامچندر جی جو کہہ گئے ہیں ہمیں انہیں کی پیروی کرنا لازم ہے۔ بھرت جی کی تقریر نے سترگھن جی کا غصہ فرو کیا۔ انہوں نے منتھرا کو چھوڑ دیا اس کی جان بچی۔ تو اٹھ کر بھاگی۔ کیکئی کے منہ میں دانت کہاں تھے۔ کہ کچھ بول سکتی۔ ہاں چپکے چپکے کچھ کان میں کہہ دیا۔ جس کا مطلب اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔ کہ

لڑکے ہیں کم سن ہیں۔ ان کے کہنے سننے کا برا ماننا ہی کیا۔

سرگ ۷۹

بھرت جی کا سری رامچندر جی کی خدمت میں جانے کا عزم

راجہ دسرتھ کی کریا کرم کو چودہ روز گذر گئے۔ وزرائے سلطنت و ارکانِ سلطنت نے بھرت جی کی قدمبوسی کا شرف حاصل کر کے گذارش کی۔ کہ

راجہ دسرتھ اب نہیں۔ تختِ سلطنت خالی ہے۔ اُنہوں نے سری رامچندر جی کو بن باس دیا۔ اور آپ کو راج۔ اب آپ اہل اجودھیا کو سایۂ عاطفت میں لیجئے۔ بے فرمانروا ملک بے باغبان کا باغ ہوتا ہے۔ جو خاوند کے بغیر عورت کی حالت ہوتی ہے۔ اس سے بدتر اس راج کی جسکا کوئی راجہ نہ ہو۔

بھرت جی نے جواب دیا کہ

میں پہلے ہی تخت و تاج کو تلانجلی دے چکا ہوں۔ مجھے راج پاٹ سے کیا کام۔ میں بڑے بھائی کا حق چھین کر دین و دنیا میں روسیاہ ہونا نہیں چاہتا۔ اس راج کے مالک سری رامچندر ہیں اُن کو میں جسطرح بنے گا لاؤں گا۔ وہ سب کے راجہ ہوں گے۔ میں یا تو اُن کی غلامی میں رہونگا یا اُن کے عوض چودہ برس بن باس میں رہ کر ماتا کیکئی کے تمام منصوبے توڑ دوں گا۔ آپ لوگ میرے راج کی فکر نہ کریں۔ بلکہ تمام راجگدی کے سامان بن میں پہنچائیں۔ فوج کو بھی حکم دیں کہ ہمراہی کو تیار ہو۔ معمار اور بیلدار راستے کی صفائی کے لئے مقرر کئے جائیں۔ آج ہی سب انتظام ہو جائے ہتھیلی پر سرسوں نہ جمی تو سخت عتاب ہوگا۔ منادی کر دی جائے۔ کہ جنگل ہی میں سری رامچندر جی کی راج گدی کا جشن ہوگا۔

سرگ ۸۰

تیاریٔ سفر

بھرت جی کے حکم کی دیر تھی۔ ہزاروں بڑھئی۔ معمار۔ بیلدار جُٹ گئے۔ راستے صاف ہو گئے۔ چڑھاؤ اُتار برابر کیا گیا۔ کہیں درخت چھانٹے گئے۔ کہیں جھاڑیاں صاف کی گئیں۔ ندیوں پر پل بندھ گئے۔ گہرائیاں مٹی سے پُر کی گئیں۔ انداے اور تالاب تیار کر دیئے گئے۔ جابجا منزلیں اور نشست گاہیں بنائی گئیں۔ چبوترے تیار ہوئے۔ درختوں اور دیواروں پر جھنڈیاں نصب کی گئیں۔ سڑک صاف ستھری ہو گئی۔ اور بھرت جی اس ساعت نیک کے منتظر ہوئے۔ جو روانگی کے لئے مقرر ہوئی تھی۔

سرگ ۸۱

بھرت جی کی راجہ دسرتھ کے دربار میں رونق افروزی

نور کا تڑکا ہے۔ بھرت جی آرامگاہ میں محو استراحت ہیں۔ بیداری کا وقت ہے دروں دیوار پر یکایک نوبت وروشن چوکی بجنے لگی۔ برہمن اور بھاٹ بڑی سُریلی آواز سے وید منتر پڑھنے اور یش گانے لگے۔ بھرت جی کی آنکھ کھُلی بولے کہ

کون خوشی کا موقعہ ہے۔ فوراً باجے بند ہوں۔ برہمنوں اور بھاٹوں کو حکم ہوا کہ خاموش رہیں۔ فضول دماغ نہ اُڑائیں۔

یہ فرما کر ستر ہن جی سے فرمایا کہ دیکھو اِن سب کی عقل کو کیا ہو گیا ہے۔ کہاں تو پتا جی کا ماتم۔ کہاں سری رامچندر جی کی مفارقت کا صدمہ کہاں یہ سازِ عشرت۔ بیوقوف اتنا نہیں سمجھتے کہ ہم لوگوں کا دل اور دُکھنا ہے۔ یہ کہتے ہوئے آرامگاہ سے نکلے۔ سب کو چشم غضب سے تنبیہ کی اور سیدھے وہاں آئے جہاں راجہ دسرتھ کا سنگھاسن اُن کی جدائی میں اظہارِ ماتم کر رہا تھا۔ اس وقت تمام ارکان دولت ڈنڈوت کو حاضر تھے۔ سب رانیاں بھی ہوئی بھرت جی کے استقبال کو اُٹھ کھڑی ہوئیں۔ بششٹ جی نے اشارہ کیا کہ سنگھاسن کے قریب طلائی کرسی پر تشریف رکھیں۔ بھرت جی نے اُن کے اشارے پر کچھ التفات نہ کیا اور کش آسن پر بیٹھ گئے۔ ہر طرف سے جے بھرت جے راجہ بھرت کی آواز آنے لگی۔

سرگ ۸۲

سری رامچندر جی کے لانے کی غرض سے بھرت جی کی روانگی

جب دربار لگ گیا تو بششٹ جی نے فرمایا

سری بھرت جی! راجہ دسرتھ آپ کے پتا دنیوی عیش و عشرت سے سیر ہو کر آپ کو راج پاٹ سونپ گئے آپ کا راج لکشمی کا گھر ہے۔ اس کو سرگ سے مثال دینا مبالغہ نہیں۔ ایسا راج آپ ہی ایسے دھرماتماؤں کے لائق ہے آفرین ہے۔ سری رامچندر جی کو جنہوں نے اپنی سعادتمندی سے اپنے پتا کے ارشاد کی تعمیل کی۔ اور راہ وفاداری میں بے تکلف قدم زن ہوئے۔ آپ بھی سری رامچندر جی کے لائق بھائی ہیں اور راجہ دسرتھ کے اطاعت گذار فرزند۔ پس جسطرح سری رامچندر جی نے مہاراج کا حکم مانا اسی طرح آپ پر بھی تعمیل ارشاد فرض ہے۔ آپ کو مہاراج ہی کا حکم نہیں بلکہ سری رامچندر جی کا بھی ارشاد ہے کہ تخت سلطنت کو جلوس غنیمت مانوس سے رونق دیں۔ رانی کیکئی کی مرضی سب پر طرہ۔ گویا آپ کے لئے تین بزرگوں کی تجویز سے مسند حکومت تجویز ہوئی ہے اگر کسی کا منشا بھی نہ ہوتا تو آپ مصیبت کے وقت ملک اور رعایا کی حفاظت و پرورش کے بوجھ ذمہ وار ہیں

دور دور کے تاجدار تحفہ تحائف لئے ہوئے رونق دربار ہیں۔ ان کی سوغات قبول کیجئے اور اجڑی ہوئی اجودھیا پر رحم فرمائیے۔

بھرت جی کو تخت و تاج کی ہوس ہی نہ تھی۔ انہوں نے فرمایا کہ

آپ کا ارشاد سر آنکھوں پر مگر مہاراج خطا معاف میں تعمیل ارشاد نہیں کر سکتا بیشک آپ کا حکم نہ ماننا بے سعادتی ہے مگر اس وقت مجھے اس کا کچھ خیال نہیں۔ یہاں تو دل میں ٹھنی ہے کہ سری رامچندر جی کے پاس جائیں گے ان کو لائیں گے اور سنگھاسن پر بٹھائیں گے تب کچھ کریں گے۔ گورو جی مہاراج ہمارے مقدس و معزز خاندان میں کیسے کیسے واجب التعظیم فرمانروا گذرے ہیں۔ راجہ دلیپ۔ راجہ نہلکہ وغیرہ کے برابر دنیا کا کون تاجدار ہوا ہے ان کے سنگھاسن پر سری رامچندر جی کے ہوتے میں قدم رکھوں ممکن نہیں۔ مجھے سلطنت سے دست کشی منظور سلوک سیاہی گوارا نہیں۔ بیشک ماتا کیکئی نے مہر مادری کے خلاف برتاؤ کیا۔ مگر میں تینی لوک کے مالک سری رام چندر جی کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مجھے ان کی کاروائی سے نہ اتفاق ہے اور نہ خیالات سے ہمدردی۔ رام چندر جی کے چرنوں کی سوگند نہ مجھے کچھ خبر تھی۔ کہ اجودھیا میں کیا ہو رہا ہے۔ میں سری رام چندر جی کا خدمتگذار ہوں۔ خدمتگذار کو تخت و تاج سے کیا کام۔ تمام جلوس تاجداری ان کی امانت ہے اس میں خیانت نہیں کر سکتا۔ میری زندگی کا لطف اور خوردی کا شرف یہی ہے کہ میں ان کو بلا لاؤں۔ اگر وہ نہ آئیں تو قدموں میں رہ کر خدمتگذاری سے سعادت ابدی حاصل کروں۔ آپ لوگ یہ خیال نہ فرمائیں کہ اس معاملہ میں بھرت کی زبان لحاظ و ادب سے بند ہو جائیگی نہیں نہیں میں خوب مباحثہ کر کے انہیں معقول کرونگا۔ اور بہرحال واپس لا کر دم لونگا۔ میں پیش خیمہ روانہ کر چکا اب نہیں ٹھہر سکتا۔ جس کو ساتھ چلنا ہو چلے۔ گورو جی مہاراج اب صرف آپ کے ارشاد کا انتظار ہے۔

سامعین پر بھرت جی کے جوش خون کا بہت کچھ اثر ہوا۔ ہر ایک کی آنکھوں سے آنسو نکلنے لگے۔ ہر طرف سے صدا آنے لگی۔

آفریں بھرت جی۔ شاباش بھرت جی۔

ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

دھنیہ ہو۔ دھنیہ ہو۔

بششٹ جی بھرت جی کی سعادتمندیوں سے حد درجہ خوش ہوئے انہوں نے فرمایا۔ عمر دراز زندہ باش۔ میں سعادتمندوں کی بات کو کبھی دبا نہیں سکتا۔ رامچندر جی کی رہنمائی والدین کے خلاف جب میں کچھ بول نہ سکا۔ تو تم سے کیا کہوں۔ ایشور تمہاری نیت

صاف رکھے۔ شوق سے جاؤ اور کام بناؤ۔

بششٹ جی کی منشائے خاطر معلوم ہوتے ہی بھرت جی نے سومنتر سے ارشاد کیا۔

تم میرے پتا جی کے سارتھی ہو۔ جلد چلنے کا سامان کرو۔ جس کو ساتھ چلنا ہو وہ بھی انتظام کرے۔ سومنتر نے منادی کرا دی اور سارے اہل شہر کیا زن و مرد کیا خورد و کلاں۔ کیا پیر و جواں۔ سب گھروں سے چل پڑے۔ ہاتھیوں۔ گھوڑوں۔ رتھوں۔ پالکیوں۔ نالکیوں سے راستے اٹ گئے۔ پیدل چلنے والوں کی بھیڑ سے ایک نظر کو قدم بھر چلنا دوبھر تھا۔

بھرت جی کو عجلت منظور تھی۔ اس لئے انہوں نے رتھ کسوایا۔ وہ خوش تھے کہ اب سری رام چندر جی اجودھیا میں آئے۔ اس لئے انہوں نے خوش قسمتی کے باجے بھی بجوا دیئے اور اہل شہر کو اجازت دیدی کہ شوق سے گاتے بجاتے چلیں۔ اب رنج کا موقعہ نہیں خوشی کا موقعہ ہے۔

سرگ ۸۳

بھرت جی کا معہ اہل شہر سرنگ بیر پور دار السلطنت نکھاد میں قیام

پہلی منزل

بھرت جی کے ساتھ بہت بھیڑ تھی۔ ۹ ہزار ہاتھی۔ ساٹھ ہزار رتھ۔ ایک لاکھ گھوڑے تو گنے ہوئے تھے۔ لشکر بیشمار مزید براں۔ اہل شہر المضاعف۔ کوشلیا۔ سمترا اور کیکئی ایک رتھ پر سوار تھیں۔ کیکئی دل میں پچھتا رہی تھی کہ مفت منہ پر سیاہی لگائی۔ نتیجہ کچھ نہ ہوا اب رامچندر کو کیونکر منہ دکھاؤں گی۔ اور سب کو خوشی تھی کہ سری رامچندر جی کے درشن ہوں گے جانکی جی ملیں گی۔ لچھمن جی کا دیدار حاصل ہوگا۔ بھرت جی سب کو لوٹا لائیں گے۔ اجودھیا کی قسمت جاگے گی۔

تمام کاروباری آدمی کاروبار بند کر کے ساتھ چلے جاتے تھے۔ سنار۔ لوہار۔ عطار۔ چرمکار نان بائی۔ دھوبی بید۔ سبزی فروش۔ درزی۔ نٹ۔ کہار غرضیکہ ہر پیشہ ور ہمراہ تھا۔ استاد شاگرد۔ برہمن۔ چھتری۔ ویش۔ شودر سب کے سب ٹولیاں باندھے جا رہے تھے۔ ہر ایک کی پوشاک بدلی ہوئی تھی۔ ہاتھوں پر چندن کا تلک زینت دے رہا تھا۔ وضع سادہ اور بے تکلف تھی۔ نمائشی سامان بالکل ندارد۔ بھرت جی کا ارادہ تھا کہ سری رامچندر جی کے پاس پہنچ کر دم لیں گے مگر نہیں کچھ اہل شہر کی پیادہ روی کی تکلیف کے خیال کچھ گنگا جی کی دلفریب کیفیت کی دلچسپی نے انہیں سرنگ بیر پور میں روک لیا۔ سب لوگ وہاں قیام پذیر ہوئے اور بھرت جی نے مقدس تیرتھ پر مہاراج دسرتھ کے بردان سے فراغت حاصل کر کے رات سری رام

چندرجی کی قدمبوسی کے اشتیاق میں بسر کی۔ سرنگ بیر پور وہی مقام ہے۔ جہاں راجہ گوہ نکھاد مسند آرا تھا۔

سرگ ۸۴

بھرت جی کی آمد سے راجہ گوہ نکھاد کو آگاہی۔ توہمات قدمبوسی

نکھاد کو جب بھرت کی آمد معلوم ہوئی۔ وہ گھر سے نکلا۔ دیکھا تو ایک خلقت شور و غل مچاتی چلی آرہی ہے۔ فوج کا بھی کچھ شمار نہیں۔ اس کو وہم ہوا کہ یہ فوج کثیر کی ہمراہی کیا معنے۔ ضرور دال میں کالا ہے۔ لوگوں کا یہ خیال غلط کہ بھرت سری رامچندرجی کے منانے کو جاتے ہیں۔ منانے کے لئے جانے کے وقت لاؤ لشکر کی کیا ضرورت۔ معلوم ہوتا ہے کہ من میں رام بغل میں اینٹوں کا معاملہ ہے۔ بھرت ضرور میرے محسن و کرم فرما سری رامچندر کے ساتھ دشمنی سے پیش آئیں گے۔ اس لئے بس بہتر یہی ہے کہ ہم لوگوں کی زندگی میں وہ یہاں سے آگے نہ بڑھ سکیں اس سے اپنے اہل قوم سے کہا کہ ذرا ہوشیار ہو جاؤ۔ بھرت کی نیت درست نہیں معلوم ہوتی۔ دیکھو فوج کے دل امنڈے چلے آتے ہیں۔ مجھے ان کی طرف سے دلجمعی نہیں۔ یہ کیکئی کے بیٹے ہیں جنہوں نے سری رامچندر کا سب راج پاٹ لے کر بن کو روانہ کیا۔ اڑتی بڑتی سنی ہے کہ منانے جاتے ہیں۔ مگر راجوں کی نیت کا کچھ اعتبار نہیں۔ سب راج کے اہلکار ان ہی کے ہیں۔ پھر اب کیا کمی ہے مگر جو کیکئی کا بیٹا ہو اس سے اُمید وفا نہیں۔ بھرت جی نے سوچا ہوگا۔ کہ چودہ برس کا راج ہوا تو کیا نہ ہوا تو کیا۔ راج وہی ہے جو مدعیوں کی عدم موجودگی میں بے غل وغش کیا جائے۔ جبتک سری رامچندرجی موجود ہیں۔ بھرت جی برائے نام راجہ رہیں گے۔ ان کی ڈھونڈی اسطرح کہاں پٹ سکتی ہے۔ جو پورے طور سے اپنا اثر کرے اگر بھرت فوج نہ لاتے تو اندیشے کی کوئی بات نہ تھی۔ یہ فوجی نمائش آخر کس لئے ہے۔ ضرور کیکئی نے بھرت جی کو بھی کچھ پٹی پڑھا دی ہے۔ اور اسی کے کہنے پر بھرت جی لاؤ لشکر کے ساتھ چترکوٹ کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ میں سری رامچندرجی کا ہوا خواہ ہوں۔ پہلے یہاں دو دو ہاتھ ہو جائیں گے۔ تب بھرت جی کو آگے بڑھنا نصیب ہوگا۔ بھلا یہی ہے کہ یہیں خاک پر سُلا دیں۔ یا ہم سری رامچندرجی کی خیر اندیشی میں کام آئیں۔ اے اہل قوم! اے سرنگ بیر پور کے باسیو! ہتھیاروں سے لیس ہو جاؤ۔ وقت نازک ہے معاملہ ٹیڑھا ہے مگر باعث لطف تب ہے کہ ہم لوگوں کے ہوتے سری رامچندر کو کمان میں تیر جوڑنے کی تکلیف نہ ہو۔ یہ بھی خوب خیال رہے کہ گھبراہٹ ہر حال میں بُری ہوتی ہے۔ بے سوچے سمجھے جس نے کام کیا اس کو پچھتاوے کے سوا کچھ ہاتھ نہ آیا۔ اس لئے میری رائے یہ ہے کہ تم سب لوگ یہاں ٹھہرے رہو۔ میں ذرا دیکھ لوں گا کہ رنگ کیا اور صورت معاملہ کیا ہے۔ دشمنی کا خیال ہے۔ یا

وفاداری کا جوش۔

یہ کہہ کر نکھاد خاص ارکانِ دولت کے ہمراہ سامانِ دعوت لیکر بھرت جی کی خدمت میں حاضر ہُوا۔ سومنتر کو شناخت تھی۔ اُس نے دُور ہی سے دیکھ کر کہا۔ کہ

بھرت جی! یہ راجہ گوہ نکھاد ون کا سرتاج آپ کے سری رامچندر کا بڑا بھگت ہے۔ گو بڑھاپا ہے مگر بدجانی طاقت میں دوسرا نظیر نہ نکلیگا۔ سری رامچندر جی کی بہت کچھ خدمت کی۔ اب آپ کی قدمبوسی کو آرہا ہے۔

بھرت جی نے فوراً کارکنانِ سلطنت کو پیشوائی کے لئے بھیجا۔ وہ ہاتھوں ہاتھ لائے بھرت جی نے استقبال کیا تعظیم دی اور راجوں کی طرح عزت سے بٹھا کر کہا کہ

آپ کو تکلیف کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ آپ نے اِس وقت ملاقات کر کے شرمندہ کیا۔ میرے پتاجی دنیا سے چل بسے۔ سری رامچندر جی کا سایہ ہمارے سر پر تھا۔ مگر وہ بھی بن کو روانہ ہو گئے۔ میں تحفہ تحائف کے لائق نہیں۔ میرا اعزاز وہ ہے جس کے لحاظ سے آپ نے زحمت گوارا کی۔ میں سری رامچندر جی کا ایک ادنےٰ خادم ہوں۔ اُن کو لینے کے لئے جاتا ہوں۔ جو تحفہ تحائف ہوں گے وہ اُن کے پیش کش کیجئے۔ اُن کے خدمتگذاروں کو اُن سے کیا واسطہ۔

نکھاد:۔ آپ کے خیالات کا شکریہ۔ آپ کی لیاقت کو آفریں۔ مگر یہاں تو ساگر رام سے مطلب ہے بڑا بیٹا ہو تو کیا چھوٹا ہو تو کیا۔ میں کچھ سوغات نہیں لایا۔ صرف شکایت کرنے آیا ہوں کہ خیر خواہانِ دولت کو نزول مرکب اقبال کی کیوں خبر نہ دی گئی۔ کہ کچھ خدمتگذاری کر سکتے۔ جب آپ کی طرف سے بے التفاتی دیکھی تو ہاتھوں پہ سرسوں جما کر کچھ پانی پینے کے واسطے لے آیا ہوں۔ گر قبول اُفتد زہے عزّ و شرف۔ برگ سبز است تحفۂ درویش۔ آپ تو دھرم اور شاستر اور راج نیتی کے واقفکار ہیں آپ کو میں کوئی رمز بتاؤں۔ بھلا آپ ہی فرمایئے کہ گورو۔ بید اور راجہ کے پاس جانے کی کس شاستر میں ہدایت ہے۔ اب میں قدمبوسی ہوا ہوں۔ آپ کو مناسب ہے کہ ماحضر قبول فرمایئے اور کم از کم آج کی رات خدمتگذاری کا موقعہ دیجئے۔

سرگ ۸۵

بھرت جی کی تقریر پُرتاثیر سے راجہ گوہ نکھاد کا رفع شک

بھرت جی نکھاد کا منشاء اصلی سمجھ گئے۔ کہ دل ٹٹولنے آیا ہے انہوں نے اس سے فرمایا۔ آپ بڑے خوش نصیب ہیں جس سے سایہ سر سری رامچندر جی کی رفاقت اور بھگتی کے فیض نے آپ کو

سرتاج زمانہ بنا دیا۔ کہاں آپ ہمارے سرمایۂ ناز۔ کیا میں سری رامچندر جی کی خاکِ پا۔ چہ نسبت خاک را باعالمِ پاک۔ آپ کی مسافر نوازی اتنی ہی کیا کم ہے کہ درشن دے۔ زیادہ احسانات کی کیا ضرورت۔ ہاں بھاردواج رشی کے آشرم کا پتہ دیجئے تو مزید احسان۔

نکھاد:۔ (ہاتھ جوڑ کے) مہاراج جی آپ کیوں کانوں میں گھسیٹتے ہیں۔ میں آپ کے پاؤں کی جوتی کے برابر نہیں۔ آپ آپ ہی ہیں۔ غلام غلام ہی۔ میرے ملازم سری رامچندر جی کی جستجو میں جاتے ہیں میں بھی خود فرودگاہ کا پتہ لگاتا ہوں۔ مگر اتنی فوج کثیر کے لئے راستہ ٹھیک نہیں۔ علاوہ بریں شک ہوتا ہے کہ شاید اس بے شمار لشکر کے ہمراہی صاف دلی سے نہ ہوں۔ بے شک مٹ جائے تو میں بے تکلیف آپ کو منزلِ مقصود تک پہنچا دوں۔

بھرت جی:۔ آپ کا گمان ہے کہ بیجا نہ ہو۔ کیونکہ آپ کی بات میں دخل دینے کی لیاقت نہیں رکھتا۔ اگر کہوں کہ خیال ہی خیال اور وہم ہی وہم ہے۔ تو اتنی گستاخی نہیں کر سکتا۔ کیونکہ آپ کو سری رامچندر جی کا رتبہ دے چکا ہوں۔ سری رامچندر جی میرے برادرِ معظم و مربی خاندان ہیں تختِ سلطنت خالی پڑا ہے۔ میں سر کے بل راہِ وفاداری میں چلا ہوں۔ ارادہ یہ ہے کہ قدموں پہ سر رکھ کر واپس لے آؤں۔ ایشور گواہ ہے کہ کچھ بدنیتی نہیں۔ صفائی قلب سے منانے کا عزم ہے

نکھاد:۔ آفریں بھرت جی آپ کی سعادتمندی کی کس زبان سے تعریف کروں۔ لائق بھائیوں کا کام یہی ہے۔ آپ کا سا دھرماتما دوسرا کون ہو سکتا ہے۔

ان باتوں میں رات ہو گئی۔ نکھاد کے توہمات دور ہوئے۔ بھرت جی نے آرام تو کیا مگر سری رامچندر جی کے تصور نے پلک نہ جھپکنے دی۔ راجہ نکھاد دھنش بان لیکر چاروں طرف پھرنے لگا مگر جب بھرت جی کے رونے کی آواز آئی۔ نکھاد دوڑا ہوا پاس آیا۔ اور بڑی محبت سے فہمائش کرنے لگا کہ اب رونے دھونے کا کام کیا ہے چلئے آپ کو لئے جاتا ہوں۔ سری رامچندر جی کے درشن کیجئے۔

سرگ ۸۶

بھرت جی کو سری رامچندر جی کے قیام و سفر کی کیفیت اور لچھمن جی کے خیالات سے نکھاد کی زبانی آگاہی

نکھاد کی فہمائش اثر پذیر ہوئی۔ بھرت جی کے آنسو پچھ گئے۔ پوچھا کہ سری رامچندر جی نے یہاں کہاں قیام فرمایا تھا۔

نکھاد:۔ اسی مقام پر۔ آپ کو نیند نہیں آتی۔ لیجئے میں کچھونا لاتا ہوں اس پر آرام

کیجئے۔ سری رامچندر جی سے بڑھ کر مجھے کسی کی الفت نہیں۔ آپ اُن کے بھائی ہیں پس سمجھ لیجئے۔ کہ سارا راج پاٹ دھن دولت سری رامچندر جی ہی کا عطیہ ہے۔ اگر کوئی شخص سری رامچندر جی سے عداوت کرے تو مجھ سے بڑھ کر اس کا کوئی دشمن نہیں۔ کیسا ہی عظیم لشکر چڑھائی کرے میں بغیر خاک پر سلائے نہ رہوں۔ اس مقام پر سری لچھمن جی نے بھی زمین سے پیٹھ نہیں لگائی۔ میں نے بہت سمجھایا مگر انہوں نے اس جواب سے معقول کیا۔ کہ

میں سری رامچندر و جانکی کے برابر نہیں ہو سکتا جب وہ زمین پر محو استراحت ہیں تو میں کہاں لیٹوں۔ لچھمن جی کو راجہ دسرتھ کی بے مہری کا نہایت افسوس تھا۔ وہ فرماتے تھے کہ

کہاں تو جب تب سے سری رامچندر کی پیدائش کے لئے آرزو کہاں۔ انہیں کے ساتھ یہ بدسلوکی۔ ممکن نہیں کہ اس ادھرم سے ان کی جان بچے۔ وہ کبھی زندہ نہیں رہ سکتے۔ کیکئی تو البتہ نہ مریگی۔ مگر کوشلیا جی ماتا سمترا سے بھی مایوس ہوں گی۔ وہ کچھ ہی دنوں کی مہمان ہیں۔ لچھمن جی کو بے حد رنج تھا کہ راجہ دسرتھ کے دم توڑتے وقت سری رامچندر جی اور سری جانکی جی اور خود بھی پاس نہ ہوں گے۔ باقی لوگ آخری دیدار حاصل کر سکیں گے رات انہیں باتوں میں کٹ گئی صبح ہوتے ہی سری رامچندر جی نے جٹا بنائی۔ پوشاک اُتاری۔ گنگا کے پار اُترے۔ حالانکہ بانا رشیوں کا تھا۔ مگر ہاتھ میں تیر و کمان کی زینت بہت ہی نظر فریب تھی۔ چہرے کا جلال کہہ رہا تھا کہ اب دشمنوں کی خیر نہیں۔ جو زد پر آیا نشانہ تیر اجل ہوگا ؛

سرگ ۸۷

بھرت جی کا عالم بیہوشی۔ کوشلیا جی وغیرہ کی گریہ زاری۔ بعدہ درستی حواس۔ نکھاد کی گفتگو

جس وقت بھرت جی نے نکھاد کی گفتگو سنی۔ انہوں نے سری رامچندر جی کا دھیان کیا۔ تصور نے وہ سانولی صورت اور موہنی مورت پیش نظر کر دی۔ پھر صحرا نوردی کی تکلیفات کا خیال آیا۔ تو آنکھوں سے آنسو نکل پڑے۔ سری لچھمن جی کی گفتگو نے دل پر ایک گہری چوٹ پہنچائی۔ وہ عالم بیقراری میں بے ہوش ہو گئے۔ نکھاد نے یہ کیفیت دیکھی تو بدن پر جھرجھری سی چڑھ گئی۔ ہاتھ پاؤں تھرتھرانے لگے۔ کچھ کرتے دھرتے نہ بنا۔ سترگھن جی نے جھپٹ کر بھرت جی کا سر زانو سے ادب پہ رکھ لیا۔ اور چیخ چیخ کر رونے لگے۔ سترگھن جی کی گریہ زاری سے تمام اہل شہر سر دھننے لگے درد ناک چیخوں نے راتوں کی نیند اچٹا دی۔ طرح طرح کے صدمات سے ان کے بدن میں دم کہاں تھا

مگر سب سنتی ہوئی دھڑ پڑیں۔ کوشلیا جی نے بھرت اور ستر ہن کو کلیجے سے لگا لیا اور روتی ہوئی بولیں۔

پران پیارے بھرت آنکھ کھولو۔ تو مزاج کی کیا کیفیت ہے دیکھو تو تمہاری ماتا کوشلیا کس حال میں ہیں اس سے تمہارا دکھ دیکھا نہیں جاتا۔ سری رامچندر جی جب سے گئے۔ تمہاری کوشلیا ماتا موت کی مہمان تھی۔ مگر جب سے تمہیں دیکھا اس کی زندگی ہو گئی۔ میرے لاڈلے بیٹوں پر ہائے یہ مصیبتیں اور زندگی کچھ پر نفرت ہے ہیا سے بھرت ابھی تو اچھے تھے پل بھر میں کیا ہو گیا۔ کیا کوئی رامچندر جی کی بات سنی۔ کچھمن نے تو تمہیں برا بھلا نہیں کہا کیا تمہاری طبیعت بگڑ گئی۔ بیٹا ہوش سنبھالو سچ سچ بتا دو کہ تمہیں کس بات کا دکھ ہوا۔ چپ رہو گے تو ابھی کلیجے میں خنجر بھونک لوں گی۔

کوشلیا کی بے قراری حد سے زیادہ بڑھی ہوئی تھی۔ بھرت جی نے آواز سنی تو آنکھیں کھول دیں اور بولے۔

ماتا جی! میں اچھا ہوں۔ کوئی فکر کی بات نہیں۔ آپ ذرا ذرا سی باتوں پر اتنا رنج وغم نہ کیا کیجئے۔ ہم لوگوں کو دکھ ہوتا ہے۔ مجھے نہ سری رامچندر جی نے کچھ کہا نہ لچھمن جی نے۔ صرف تکالیف سفر کا خیال آ گیا۔ اور کچھ نہیں۔ ماتا کوشلیا کو ڈھارس دیکر بھرت جی نے نکھاد سے فرمایا۔

ہاں۔ وہ بات تو ادھوری رہ گئی۔ سری رامچندر جی وغیرہ یہاں آئے۔ تو کیا کھایا کیا پیا کہاں اٹھے بیٹھے۔ کس جگہ سوئے۔

نکھاد:۔ جب ذات مقدس یہاں رونق افروز ہوئی۔ میں نے کند مول پھل پیش کئے۔ خود بدولت نے صرف ہاتھ لگایا اور فرمایا کہ

جب گھر کی سب دولت چھوڑ دی۔ تو کسی کو تکلیف دینے کی کیا ضرورت۔ دوسرے چھڑی کا یہ دھرم نہیں کہ یوں پرایا کھانا کھائے۔ خلاصہ یہ کہ کسی نے کوئی چیز منہ سے نہ لگائی۔ سری رامچندر جانکی جی نے صرف گنگا جل پر رات بسر کی۔ لچھمن جی نے گنگا جل بھی نہ چھوا۔ یہ دیکھئے ایسی جگہ انہوں نے آرام فرمایا تھا۔ لچھمن جی نے اپنی بھاوج کے قدم دھو کر ماتھے سے لگائے اور چھڑے کی کوہج پہن کر حفاظت کے لئے گشت کرتے رہے میں اور میرے لشکر نے ساری رات پہرہ دیا۔

سرگ ۸۸

بھرت جی اور ماتاؤں کا سری رامچندر جی کا مقام استراحت دیکھ کر اظہار غم بھرت جی کا جوش وفاداری

بھرت جی اٹھے۔ ماتاؤں کو ساتھ لیکر وہیں زمین کا سجدہ کیا۔ جہاں سری رامچندر جی محو استراحت ہوئے تھے۔ ماتاؤں سے بولے :-

جن سری رامچندر جی کے لئے راجہ دسرتھ نے نہ معلوم کتنی تپسیا کی۔ جن کے قدموں کو شیش جی سر پر رکھنا فخر سمجھتے تھے۔ جن کے زیر قدم فرش زرکار بچھا رہتا تھا۔ اُنہوں کے سونے کی جگہ یہ ہے افسوس جس کا ایوان کان زر و جواہر اسی کے لئے صحرا نشینی۔ جن کی بیداری کے وقت بید خوانی اور نغمہ سنجی ہوا کرتی تھی۔ ان کو جانورانِ صحرائی کی صدائے بے ہنگام سے سابقہ۔ واہ ری پراربدھ تجھ سے کسی کا بس نہیں۔ جو ایک عالم کو راحت دے اُسی کو زحمت۔ آہ پتا جی خود فکروں سے دامن چھڑا گئے۔ ہم لوگوں کے لئے مصیبتوں کا سامنا کر دیا۔ اجودھیا لاوارث ہو گئی۔ صدرات نے بہادرانِ فوج کا کچومر نکال دیا۔ تلواریں بیدم ہو گئیں۔ کمانیں کمر شکستہ۔ اب جس دشمن کا جی چاہے چڑھ دوڑے مگر دشمن بھی ڈرتے ہیں کہ کیکئی کے ادھرم حاصل کئے ہوئے راج پر نیت ڈالنے سے کہیں ادھرم کا سارا بوجھ انہیں کے سر نہ پڑ جائے۔

یہ سب باتیں کہہ کر انہوں نے قسم کھائی۔ کہ آج سے میں بھی زمین ہی پر سوؤں گا۔ کند مول پھل کے سوا اور کچھ کھاؤں تو دھرم کی سوگند۔ پوشاک بھی اسی وقت اُتارے رکھے دیتا ہوں۔ تم ہی سری رام چندر جی سے دونے برت رکھوں۔ وہاں سری رامچندر جی کی خدمت سے لچھمن جی کو عظمت ہے یہاں میری خدمت سترگھن جی کریں گے۔ سری رامچندر جی واپس آئے تب تو خیر ورنہ میرا یا نا بھی وہی ہوگا۔

سرگ ۸۹

بھرت جی کا مع لشکر دریائے گنگا سے عبور

صبح کو بھرت جی نے نکھاد سے فرمایا کہ

اب رخصت کیجیے۔ گنگا پار جانا ہے۔ آپ بھی کچھ مدد کریں۔

نکھاد کو جب بھرت جی کی طرف سے توہمات تھے تو سب سامانِ جنگ لیس کر چکا تھا۔ حکم پاتے ہی پانچسو ناویں کھڑی کرا دیں ایک ناؤ ہار پھولوں سے آراستہ تھی۔ اس پر رانیوں کے ساتھ بھرت سترگھن سوار ہوئے۔ نکھاد بھی اس میں جا بیٹھا۔ باقی لوگ اور ناؤں پہ چلے۔ کچھ لوگوں نے گھوڑوں سے کام نکالا۔ تھوڑی ہی دیر میں سارا لشکر گنگا جی کے اس پار پہنچ گیا۔ وہاں بھرت جی کو بھاردواج کی قدمبوسی کا اشتیاق ہوا۔ انہوں نے فوج وہیں چھوڑی۔ اور خاص خاص لوگوں کو ساتھ لئے ہوئے اس مقام پہ پہنچے جہاں سے بھاردواج جی کا آشرم اچھی طرح نظر آتا تھا۔

سرگ ۹۰

بھاردواج جی کے درشن ۔ رشی جی کا بھرت جی پر عتاب ۔ پھر نظر عنایت

بھرت جی نے یہاں شاہی پوشاک اُتاری ۔ عطا بھائی اور وزرا سلطنت کو ایک کوس کے فاصلے پر چھوڑ کر صرف بششٹ جی اور سترگہن جی کی ہمراہی میں بھاردواج جی کے آشرم کی طرف رُخ کیا ۔ بھاردواج جی نے جو ہی بششٹ جی کو دیکھا ۔ اُٹھ کر تعظیم کی ۔ بھرت اور سترگہن قدموں پہ گر پڑے بھاردواج رشی نے آسن بچھا دیا ۔ کند مول پھل سے تواضع کی ۔

بھاردواج جی غیب دان تھے ۔ ان کو کس بات کا علم نہ تھا ۔ مگر دنیا دکھاوے کو انہوں نے اجودھیا کی خیر و عافیت پوچھ کر بھرت جی سے کہا ۔

تمہیں تو راج ملا ہے ۔ یہاں آنے کی کیا وجہ ہے ؟

بھرت جی کچھ جواب نہ دے سکے ۔ تو بھاردواج کی آنکھیں غصے سے سُرخ ہو گئیں اور فرمایا کہ تمہاری ماں کیکئی نے بڑا ادھرم کیا ہے ۔ ایسی دشمنی کبھی کوئی سوتیلی ماں نہیں کر سکتی ۔ تم اُس کیکئی کے بیٹے ہو ۔ تمہاری نیت کا بھی کچھ ٹھیک نہیں ۔ مجھے خوف ہے کہ فوج و لشکر سے سری رام چندر کو کہیں دُکھ نہ دو ۔

بھرت جی رو پڑے ۔ منہ سے بات نہ نکلتی تھی ۔ مگر بڑی جُرأت کر کے بولے ۔

مہاراج آپ کا ایسا خیال میری بد قسمتی کا ٹھکانہ ہے ۔ میں بچپن سے ننہال میں ۔ کیکئی سے نہ ملاقات ۔ نہ نامہ و پیغام ۔ مگر کیکئی کے ارادوں کی کچھ خبر نہ تھی ۔ یہاں آ کر دیکھا تو الٹ پلٹ ہو گئی ۔ پتا جی مجھے راج دے گئے ۔ تو کیا ہوا میں بھی تو قبول کروں ۔ میں تو اب سری رامچندر جی کے واپس لانے کو جاتا ہوں ۔ یا تو ان کی غلامی بن میں کروں گا یا اجودھیا میں ۔

بھاردواج جی :- میرے کہنے کا بُرا نہ ماننا ۔ میں دیکھتا تھا کہ تمہارے خیالات کس قسم کے ہیں ۔ تم کو شاباش ۔ کہ اپنے دھرماتما بزرگوں ہی کی طرح دہرم کو عزیز رکھتے اور بزرگی کا لحاظ رکھتے ہو ۔

سرگ ۹۱

بھاردواج رشی کے آشرم میں بھرت اور اہل لشکر کی دعوت

بھاردواج نے بھرت جی کے سامنے کند مول پھل ڈھیر کر دیئے اور فرمایا کہ

برگ سبز است تحفۂ درویش ۔ جل پان کر

بھرت جی :۔ مہاراج کا دیا ہوا سب کچھ موجود ہے۔ کسی بات کی کمی نہیں۔ میں الٹی دعوت کیونکر قبول کروں۔ دوسرے اور لوگوں نے معلوم نہیں کہ کچھ کھایا پیا ہے۔

بھاردواج رشی :۔ تو پھر فوج وغیرہ کو کیوں پیچھے چھوڑ دیا۔ ساتھ کیوں نہ لئے آئے۔

بھرت جی :۔ صرف ادب کے خیال سے۔ رشیوں منیوں کے درشن کو جانا اور لاؤ لشکر ساتھ رکھنا کب روا ہے۔ کہاں آپ گوشہ نشین عافیت گزیں۔ کہاں آدمیوں کا ریلا۔ اہل فوج کا میلا۔ کوئی ہاتھی بگڑ جائے۔ گھوڑا رسی تڑا کر بھاگے۔ تو تکلیف کے سوا اور کیا تھا۔ آپ کو کوئی بات ناگوار ہو جاتی تو ذرا سے سراپ میں ہم لوگوں کا کوئی ٹھکانا نہ تھا۔

بھاردواج جی :۔ یہ تو کوئی ایسا دلیل نہیں۔ بہت بڑا ہے۔ کسی سے کہو کہ سارے لشکر کو بلا لائے۔

یہ فرما کر رشی جی اگنی کنڈ کے مقام پر تشریف لے گئے۔ اور اپنی یوگ شکتی سے بسوکرماں سے گذارش کی کہ

جلدی ہتھیلی پر سرسوں جمائیں۔ جنگل میں مکانات۔ باغ۔ باولی۔ تالاب فوراً تیار کر دیں۔ پانی کی ندیوں میں دودھ دہی شربت۔ گنے کا رس بہنے لگے۔ گندھرب اپسراؤں کو ناچ گانے کی اجازت ہو۔ جنگل درختوں سے صاف ہو جائے۔ پھول پھل آپ اور چندرماں جی لئے ہوئے موجود رہیں۔ دیوتا لوگ چھپن بھوگ تیار کریں۔ اہل اور دیوتا سب اہل لشکر اور راہی اجودھیا کو اپنے ہاتھوں سے کھلا پلائیں۔

اظہار خواہش کی دیر تھی۔ بسوکرماں نے سب کام ٹھیک ٹھیک کر دیئے۔ تمام جنگل صاف ہو گیا۔ چاروں طرف خوشبو پھیل گئی۔ نرم و سرد ہوائیں۔ پھولوں کی مہک سے دماغ معطر کرنے لگیں۔ سارا لشکر جنگل میں آ گیا۔ بے شمار آدمیوں کو رہنے بیٹھنے کے لئے مکان بند اور سامان آرائش نہیں سے لے۔ باجوں کی خوش کن آواز آنے لگی۔ گندھربوں اور اپسراؤں نے رقص و سرود شروع کر دیا۔ اندر نفیس نفیس بھرت جی کے سامنے دست بستہ کھڑے ہو کر حکم کے منتظر ہوئے۔ تمام اہل لشکر کو حیرت ہوتی کہ پل مارتے یہ کیا سے کیا ہو گیا۔ سب لوگ بھاردواج کے کشف و کمالات کی تعریف میں تر زبان تھے۔ پانچ کوس تک عمارتیں ہی عمارتیں تھیں۔ آم۔ انار۔ آلو وغیرہ کے درخت گوندنی کی طرح لدے ہوئے نظر آتے تھے۔ دودھ دہی وغیرہ کی نہریں جاری ہو گئیں۔ فیلخانے۔ اصطبل۔ رتھ خانے سب تیار۔ مکان ہیں تو عالیشان آراستہ قابل دید۔ ہر در و دیوار کی رونق۔ صفائی نظر فریب۔ گدا بیال عمدہ عمدہ۔ ہر جگہ فرش مکلف خوابگاہیں عمدہ طور سے آراستہ۔ رسوئیوں میں ایک سے ایک لذیذ کھانے تیار۔ ہر ذائقہ کی غذائیں موجود۔

بھاردواج جی اندر کے ساتھ بھرت جی کے پاس آئے اور بولے کہ

سب سامان دیکھ لیجئے۔ اور جس چیز کی ضرورت ہو۔ کہہ دیجئے۔ بھرت ہاتھ جوڑ کر معائنہ
دیکھا تو آنکھیں کھل گئیں عقل حیران۔ کہ معاملہ کیا ہے۔ یہ عالم خواب ہے یا عالم بیداری جنگل ایکدم
میں کیسے پر فضا شہر بن گیا۔ بھاردواج جی اب انہیں ایک ایسے مکان میں لے گئے جہاں ایک جڑاؤ
سنگھاسن بچھا ہوا تھا۔ سنگھاسن کے چاروں طرف دیوتاؤں کی نشست تھی۔ اوپر چتر۔

جاتے ہی راجہ اندر نے عرض کی
"تشریف رکھئے"

بھاردواج:۔ بے تکلف بیٹھئے۔ یہ آپ ہی کے لئے تیار ہے۔

بھرت جی نے سر ادب سے جھکا کر چنور ہاتھ میں لے لیا۔ اور سری رامچندر جی کا دھیان کر
کے سنگھاسن پہ جھلنے لگے۔ تمام وزیر و ارکان سلطنت باقاعدہ کھڑے ہو گئے۔ برہما جی کے بیس
بیس ہزار عورتیں بھرت کی خدمت کے واسطے برہم لوک کبیر پوری اور امراوتی سے حاضر ہو گئیں۔
مردنگ بین سرنگی کی دلنواز آوازوں سے جنگل گونج اٹھا۔ برہم لوک وغیرہ کی عورتیں کسی کو عطر
کسی کے پاؤں دبانے لگیں۔ کوئی پنکھا جھلتی کوئی پسینہ پونچھتی یا پانی پلاتی تھیں ہاتھی گھوڑے۔ بیل۔
اونٹوں کی خدمت کیلئے ہزارہا آدمی متعین ہو گئے ہر جانور کے سامنے تا لکھاتوں کا ڈھیر ہو گیا۔
خدمتی عورتوں کو بڑا انند آیا۔ وہ کہنے لگیں۔ کہ اس سے بڑھ کر کیسی لوک میں اور کیا سامان
آرائش ہو گا۔ جب کھانے کا وقت آیا۔ بھاردواج کے اشارے پر سب لوگ شریک دعوت ہو گئے۔
اہل اجودھیا کی ضیافت ایک مقام پر تھی۔ نکھاد کی فوج کے لئے دوسری جگہ نشست کا انتظام
تھا۔ اس کے لئے سامان دعوت بھی جدا تھا۔ یعنی قلیہ۔ قورمہ۔ لوبیا اور مونگ کی دال وغیرہ
شربت سے تالاب بھرے ہوئے تھے۔ دودھ دہی کی نہریں جاری تھیں کسی چیز کی کمی نہ تھی سب نے
خوب ڈٹ کر کھایا۔ کوئی چیز دوبارہ مانگنے کی ضرورت نہ پڑی۔ ایک دفعہ کے پارس ہی میں بہت کچھ بچ
رہا۔ کھانے پینے سے فراغت ہوتے ہی پان گلوریاں آئینہ۔ سرمہ۔ کنگھی وغیرہ تمام ضروری چیزیں
ہر ایک کے پاس پہنچ گئیں۔ کسی کو یہ موقع نہ ملا۔ کہ کسی چیز کے واسطے حرف مطلب زبان پہ لائے دعوت
ایسی بے تکلف تھی کہ کھاتے پیتے سویرا ہو گیا۔ تمام لشکر میں بھاردواج رشی کے اعجاز کی دھوم مچ
گئی۔ جو تھا واہ واہ کرتا تھا۔

سرگ ۹۲

بھاردواج رشی کے آشرم سے بھرت جی وغیرہ کی رخصت

جب صبح ہو گئی۔ آفتاب کی شعاعیں گوشہ مشرق سے پھیل پھیل کر دنیا کو عالم نور بنانے لگیں

تو بھرت جی نے حاضر ہو کر بھاردواج جی کے قدموں پر سر رکھا اور عرض کی۔

مہاراج! آپ کی بزرگانہ توجہ کا کہاں تک شکریہ ادا کیا جائے۔ آپ نے سارے لشکر اور کل اجودھیا کو اپنے کشف و کرامات سے حیران کر دیا۔ اس خوبی سے دعوت کی کہ انسان تو انسان ان گھوڑوں تک آسودہ ہو گئے۔ جو چیز ہمیں کبھی بھی میسر نہیں ہوئی تھی آپ نے کھلائی۔ اب اجازت دیجئے کہ ہم سری رامچندر جی کی خدمت میں حاضر ہو کر وہ غرض پوری کریں جس کی بدولت آپ کے درشن نصیب ہوئے۔

بھاردواج:۔ جدا کرنے کو تو جی نہیں چاہتا مگر روکنے کا بھی موقع نہیں۔ اچھا جاؤ کام سیدھ کرو۔

بھرت جی:۔ سری رامچندر جی کے درشن کہاں ہوں گے۔

بھاردواج:۔ رامچندر جی یہاں سے دس کوس پر جو بن بن میں منداکنی ندی کے کنارے چترکوٹ پر مقیم ہیں۔ وہ ایک کٹی میں ملیں گے۔ وہاں محل اور ایوان کا خواب نہ دیکھنا۔ جب جمنا جی پر پہنچنا تو جنوب کی طرف مڑ کر پھر دائیں ہاتھ کو چلے جانا۔ وہاں سری رامچندر جی کے درشن مل جائینگے۔

جب رانیوں نے رخصت کی کیفیت سنی تو بھاردواج جی کے درشنوں کا اشتیاق بڑھا۔ کوشلیا کے بدن میں طاقت نہ تھی رانی سمتراں کا ہاتھ تھام کر رشی جی کی خدمت میں حاضر ہوئیں سب نے ڈنڈوت کی۔ پاؤں چھوئے اور وہیں سر جھکا کر بیٹھ گئیں۔

بھاردواج جی نے بھرت سے دریافت کیا کہ

یہ رانیاں کون ہیں۔ پہچنوا دو۔

بھرت جی:۔ یہ کوشلیا جی میری سب سے بزرگ ماتا ہیں۔ سری رامچندر جی نے انہیں کے دودھ سے پرورش پائی ہے۔ ان کے پاس مہارانی سمترا تشریف رکھتی ہیں۔ جن کی آنکھوں کو لکشمن اور ستروگھن ایسے نور نظر ملے ہیں۔ تیسری ماتا کی ذکر کرتے ہوئے میں اپنی بدقسمتی کو جھینکتا ہوں۔ یہی ذات شریف مجھ بدقسمت کی ماں ہیں جنہوں نے سری رامچندر جی کو بن باس دیا اور پتا جی کی جان لی اجودھیا اجاڑ دی۔ ہم لوگوں کے منہ پر کالک لگائی۔

یہ کہتے کہتے بھرت جی کو حرارت آ گئی۔ ان کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔ جوش غضب میں کچھ اور کہنا چاہتے تھے کہ بھاردواج جی قطع کلام کرنے کی غرض سے بول اٹھے۔

بھرت جی! آج سے کیکئی کو کبھی سخت سست نہ کہنا۔ تمہاری ماتا کا کچھ قصور نہیں جو کچھ کیا ہے وہ سب سرسوتی نے دیدہ نہ اس کی کیا مجال تھی کہ کچھ منہ سے بھی بول لیتی۔ سری رام چندر جی کا بن میں جانا لازمی تھا۔ وہ بن باس اختیار نہ کرتے تو راکھشسوں کی سرکوبی کا اور کیا انتظام ہو سکتا۔ جو کچھ ہوا ہے وہ خود رامچندر جی ہی کی مرضی کے مطابق ہوا ہے اس میں

نرمیم نہیں ہو سکتی۔ اچھا اب رخصت سری رامچندر جی سے اشیر باد کہہ دیا سب لوگ کمر بستہ کھڑے تھے۔ سواریاں تیار تھیں۔ بھرت جی قدم چھو کر چلے۔ ایک رتھ پر رانیاں سوار ہوئیں۔ انبوہِ عظیم بن سے روانہ ہوا۔ سب لوگ منتظر تھے کہ جلد پہنچیں۔ اور رامچندر جانکی اور لچھمن کے قدم دیکھیں۔

سرگ ۹۳

بھرت جی کی چترکوٹ کے قریب رسائی سری رامچندر جی کی فرودگاہ کی تلاش

بھرت جی چترکوٹ کی طرف روانہ ہوئے۔ ان کے ساتھ بھیڑ بھاڑ دیکھ کر تمام جانوران صحرائی ادھر اُدھر دبک رہے یا جان لیکر بھیں اور بھاگ کھڑے ہوئے کوہ پیکر ہاتھیوں کی صورت دیکھ کر جنگلی ہاتھیوں کا کلیجہ دہلتا تھا۔ ہرن گھوڑوں کی چاپ نہ سہہ سکتے تھے۔ اب یہ راہ روان منزل وفاداری چلتے چلتے اس ٹھکانے پر پہنچے۔ جہاں کا کبھا بدواج رشی اور تھا دلنے پتہ دیا تھا۔ چترکوٹ نظر آنے لگا۔ منداگنی کی لہریں دکھائی دینے لگیں۔ ہوا کے ہلکے ہلکے جھونکوں سے پھول زمین پہ بچھ گئے دیکھا کہ مور مست ہو کر ناچ رہے ہیں۔ مرغانِ خوش نوا کو نغمہ زنی کے سوا کچھ خبر نہیں۔ ہرنوں اور ہرنیوں کی چھلوں کا مزہ عجیب دلکش تھا۔ بھرت جی کو اس مقام کی فضا بہت دلچسپ معلوم ہوئی۔ چنانچہ وہ توہیں ٹھہر گئے اور خدام اردگاہ کو حکم ہوا کہ سری رامچندر جی کی قیامگاہ تلاش کریں۔ حکم کی تعمیل ہوئی ہزارہا خادم بارگاہ اِدھر اُدھر روانہ ہوئے۔ ایک جماعت کو ایک طرف دھواں اُٹھتے ہوئے نظر آیا۔ وہ لوٹے اور بھرت جی سے عرض کی کہ

مہاراج ایک طرف دھواں اُٹھ رہا ہے۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ سری رامچندر جی وہیں رونق افروز ہیں۔ سامنے جانا خلاف ادب سمجھا۔ اس لئے واپس آئے مگر بجز ان معبودِ سری رامچندر جی کے سوا اور کوئی نہیں۔ بھرت جی خوش ہو گئے سب سے کہا۔ کہ اچھا ٹھہرو میں خود پتہ لگاتا ہوں۔ یہ فرما کر وہ اُٹھے۔ سومنتر اور دھرت بریھن کو ساتھ لے کر چپ کھڑے ہوئے۔ یہاں اہل فوج گھبرائے کہ ایسا نہ ہو کہ بھرت جی اکیلے مل جائیں۔ اور ہم سب درشنوں سے محروم رہیں۔

سرگ ۹۴

سری رامچندر جی اور سری جانکی کی سیر چترکوٹ

چترکوٹ کے تمام رشی سری رامچندر جی کی خاطر داشت کو مقدم سمجھتے تھے۔ رام چندر جی کو جو

جی کا دل بہلانے کے لئے سیر و تفریح سے کام تھا۔ اس کیفیت کو دیکھ کر اندر اور اندرانی سری رامچندر جی اور سری جانکی جی کو قسمت کو سراہتے اور محبت کو ترستے تھے۔ چترکوٹ حالانکہ ایک پہاڑ تھا مگر سری رامچندر جی کے فیض قدوم سے اس کی رونق اجودھیا سے بدرجہا بڑھ گئی تھی۔ اجودھیا میں اونچے اونچے محل تھے۔ تو چترکوٹ پہ سر بفلک چوٹیاں۔ وہاں گلی کوچے میں آئینہ کی طرح صفائی تھی تو یہاں ندیوں کے صاف شفاف پانی کی لہروں میں بجلی کی سی چمک دمک۔ اجودھیا میں ہر مکان کان جواہر تھا تو چترکوٹ کی ایک ایک چوٹی میں جواہرات کے ڈھیر لگے ہوئے تھے۔ سری رامچندر جی چترکوٹ کے سر دل عورتوں کی کلیلیں دیکھ دیکھ کر عش عش کرتے تھے۔ ان کا کلیجہ ہاتھ بھر کا ہو جاتا تھا کہ واہ کیا لطف محبت ہے۔ جیسے زندگی کا مزہ درکار ہو تو ان لوگوں کی تقلید کرے۔

سری رامچندر جی ایسے ایسے نظارہ دلفریب سے خوش ہو کر جانکی جی سے بولے کہ ہمارا بن باس بھی لطف سے خالی نہیں۔ ایک پنتھ دو کاج کی مثل ایسے ہی موقع پر بولتے ہیں۔ بڑی خوشی کی بات ہے کہ بھرت کو تخت سلطنت نصیب ہوا۔ اور مجھے رضا جوئی والدین کا اعزاز۔ بن باس کے لئے بڑی تقدیر چاہیئے۔ ہر شخص کو یہ سعادت نہیں ملتی۔ صرف ہمارے بزرگوں نے ہی گوشہ نشینی سے افتخار ابدی حاصل کیا ہے۔ اجودھیا میں صرف چار برن کے لوگوں سے ربط و ضبط تھا۔ چترکوٹ پر سفید۔ زرد۔ نیلگوں اور سرخ چار رنگ کے ذی روح وغیرہ سے رشتۂ الفت مضبوط ہو گیا۔ چترکوٹ معمولی پہاڑ نہیں۔ جس طرح دودھ سے گھی نکلتا ہے۔ اسی طرح برہمانے زمین سے اس پہاڑ کو نمودار کیا ہے۔

سرگ ۹۵

چترکوٹ پر سری رامچندر اور سری جانکی جی کی سیر۔ لچھمن جی کے ہاتھوں سے ہرنوں کا شکار۔ گوشت کی کوڑوں کو تقسیم۔ جینت کی شرارت سزا

سری رامچندر جی کا سلسلہ سخن جاری ہے۔ کہ اے جانکی جی! یہ مندا کنی ندی بڑی مقدس ہے۔ ان کے درشنوں سے بڑے بڑے پاپ دھو جاتے ہیں۔ اشنان کا پھل اور بھی زیادہ ہے۔ مجھے اب اجودھیا کا خیال بھی نہیں آتا۔ نہ راج کا کچھ دھیان ہے میں تو یہی چاہتا ہوں کہ یہاں موجیں کروں اس سے اچھا مقام اور کون ہوگا۔ ذرا سامنے دیکھو۔ ندی میں کیا لطف نظر آ رہا ہے۔ شیر چیتے بندر چہلیں کرتے اور ڈوبتے ابھرتے ہیں۔ کوئی پانی پیتا ہے۔ کوئی اور ہی موجیں اڑاتا ہے۔ یہ باتیں کرتے اور طرح طرح کی کیفیتیں دکھاتے ہوئے سری رامچندر جی پھنگ سلا پہ جا بیٹھے۔ اور جانکی جی سے بولے کہ

لچھمن جی کی لیاقت دیکھو۔ کسطرح ہماری تمہاری خدمت کرتے ہیں۔ ہمارا تمہارا ابھی یہی فرض ہے کہ ان کو جی جان سے زیادہ چاہتے رہیں۔ ابھی تقریر ختم نہ ہوئی تھی کہ ایک بندر سامنے آکر ناچنے لگا۔ رامچندر وہاں سے ٹل گئے اور اشوک باٹکا میں آبیٹھے۔ اور یونہی روزمرہ سیر و تفریح کی دلچسپیاں منظور خاطر رہتی تھیں۔ ایک روز سری رامچندر جی مندا کنی ندی کے کنارے ایک سلار پر رونق افروز تھے۔ سری جانکی جی بھی بائیں طرف تشریف رکھتی تھیں کہ لچھمن جی وارد ہوئے۔ انہوں نے دس ہرن سری رامچندر جی کے سامنے ڈالدیئے اور عرض کی کہ آج اتفاق سے یہ شکار ہاتھ آگئے۔ سری رامچندر جی نے شاباش دی اور جوش مسرت سے کہا کہ آج تو بہت گوشت ٹھہرا ہے۔ دیوتوں کی ضیافت ہونا چاہیئے۔ یہ کہہ کر آپ نے نام بنام حصہ تقسیم کرنا شروع کیا۔ اور جانکی جی سے فرمایا کہ تھوڑا گوشت تم اپنے ہاتھ جیل کوؤں کو دے دو۔

جانکی جی نے گوشت کاٹ کاٹ کر لٹانا شروع کیا۔ ہزارہا کوے جمع ہو گئے۔ انہیں کوؤں کی پنگت میں جنیت بھی شامل ہو گیا۔ اور گوشت کھاتے کھاتے نظر بچا کر جانکی جی کے سینے پر ایسی زور سے چونچ ماری کہ خون بہنے لگا۔ اس وقت جانکی جی کے غصہ کی حد نہ تھی۔ آنکھوں سے شعلے نکلنے لگے۔ آگ بگولا ہو گئیں۔

سری رامچندر جی نے دیکھا۔ تو جنیت کی حرکت سے سخت ناراض ہوئے۔ انہوں نے کوؤں کو ڈرانا شروع کیا۔ اور کوے تو اڑ گئے مگر جنیت وہیں ڈٹا رہا۔ یہی نہیں بلکہ جس وقت ذرا نظر چوکتی جانکی جی پر حملہ کر بیٹھتا۔ رامچندر جی اس کی شرارتوں کو برداشت نہ کر سکے۔ اسی وقت سینک کی کمان بنا کر سینک کا ایک تیر سر کیا۔ تیر نے پیچھا کیا۔ تو آگ برسنے لگی۔ جنیت بھاگا تینوں لوکوں میں پناہ مانگی۔ مگر تیر نے پنڈ نہ چھوڑا۔ جنیت کے چھکے چھوٹ گئے۔ زندگی کی خیر نہ رہی سری رامچندر جی کی دہائی دیتا ہوا قدموں پر آگرا۔ عذر خواہی کی معافی مانگی۔ جان کی امان مانگی۔ پناہ چاہی۔

سری رامچندر جی کو رحم آگیا۔ انہوں نے طرح دیا مگر کہا کہ میں جان بخشی کر سکتا ہوں۔ لیکن وار خالی نہیں جا سکتا۔ تیر جب کمان سے نکل گیا۔ تو اسے نشانہ پر پہنچے بغیر لوٹنے کی قسم ہے۔ اگر جان کی امانت چاہتے ہو تو ایک عضو سے ہاتھ دھو لو۔ اس کے بغیر کسی طرح مفر نہیں ایک عضو اس کی نذر کرو گے تب نجات ہو گی۔

جنیت نے جب خوب سمجھ لیا کہ بغیر ایک عضو کے ہاتھ دھوئے بچاؤ نہیں تو اس نے سوچا کہ آنکھیں دو ہیں اگر ایک نہ ہو تو دوسری سے کام چل جائیگا۔ اس نے درخواست کی کہ بائیں آنکھ حاضر ہے۔ قبول کیجئے۔ یہ کہتے ہی تیر آنکھ پر جم بیٹھا۔ اور دیدہ نکال کر زمین پر ڈال دیا۔ جنیت روتا پیٹتا اڑ بھاگا۔ اور دیوتاؤں سے کہا کہ آپ سب نے خوب درگت بنوائی۔

کسی کی جان گئی آپ کی ادا ٹھیری

سرگ ۹۶

بھرت جی کے لشکر کی آمد آمد سے لچھمن جی کو اطلاع لچھمن جی کا جوش غضب

جنیت سزایاب ہو چکا۔ سری رامچندر جی اور سری جانکی جی چتر کوٹ کی سیر دیکھنے لگے ایک مرتبہ اُتر کی طرف رُخ ہوا تو گرد و غبار چھایا ہوا پایا۔ اور بھیڑ بھاڑ کی سی آواز کانوں میں آنے لگی۔ کبھی ہاتھیوں کی چنگھاڑ سنائی دیتی تھی۔ کبھی گھوڑوں کی ہنہناہٹ۔ سری رامچندر جی نے لچھمن جی سے فرمایا کہ

یہ غل و شور کیسا سنائی دیتا ہے۔ وہ دیکھو جنگلی ہاتھی۔ ہرن۔ بندر۔ ریچھ۔ ارنا بھینسے۔ حتیٰ کہ شیر بھی دم دبائے بھاگے چلے آتے ہیں۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا معاملہ ہے۔ کہیں کوئی عظیم الشان راجہ تو شکار کھیلتا ہوا ادھر نہیں آ پہنچا۔ دیکھنا بات کیا ہے۔

سری لچھمن جی ایک سال کے درخت پر چڑھ گئے۔ نظر دوڑا کر دیکھا تو ایک لشکر کا لشکر آتا ہوا دکھائی دیا۔ گھوڑے ہاتھیوں کی قطاروں کا شمار نہ تھا۔ پیدلوں کے پرے گنے نہ جاتے تھے۔ رکھ ہزار در ہزار معلوم ہوتے تھے۔ ہاتھیوں اور رتھوں پر جھنڈے لہرا رہے تھے۔ معلوم ہوتا تھا کہ جنگی ٹھاٹ باٹ ہے۔

لکشمن جی درخت پر سے پکارے۔

بھائی صاحب ہوشیار ہو جایئے۔ بھرت بے شمار لشکر لئے ہوئے چلے آ رہے ہیں خونریزی میں کچھ شک نہیں۔ یہ کہہ کر وہ فوراً اُترے اور بولے کہ

راج مل گیا۔ حکومت مل گئی۔ اب بھی بھرت کو چین نہیں۔ ہم لوگوں کی جان لینے یہاں بھی آ پہنچا آہا۔ اب میں سمجھا۔ بھرت کو خیال ہوگا۔ کہ چودہ برس کا راج کیا تو کیا نہ کیا تو کیا۔ پھر تو اترا شحنہ مردک نام کی کہاوت سچ ہو گئی۔ اِس لئے فوجی طاقت سے کام لیکر رامچندر جی کا کیوں نہ خاتمہ کر کے دلجمعی سے من مانی حکومت کروں۔ تف ہے لالچ کو اِس کمبخت کو کبھی سیری نہیں ہوتی دس کے عوض بیس ملیں تب بھی یہی ہوس ہوتی ہے کہ ہائے دگنے چوگنے نہ ہوئے۔ اِس فوجی طاقت کی نمائش سے یہاں کوئی رعب میں آنیوالا نہیں۔ سورج کی شعاعوں سے چمکنے والے ہتھیاروں کی حقیقت جگنو کی روشنی اور چنگاری کی چمک سے زیادہ نہیں سمجھتے۔ جو کچھ ہم پر گذری وہ صرف بھرت کے سبب سے گذری۔ اب یہاں بھی چین سے بیٹھے نہیں دیکھ سکتا۔ تو بہت اچھا ابھی سارا گھمنڈ

دوڑ کے دیتا ہوں۔ کیکئی کو بھی تب ہی مزہ معلوم ہوگا۔ جب بھرت کے سرہانے سر پیٹنے کی نوبت آئیگی۔ آپ دھنش پر بان چڑھائے تامل ہو تو مجھ کو حکم دیجئے کہ سارے لشکر کا سر اڑا دوں آپ فقط سیر دیکھئے کہ کیونکر میرے تیر خون کی ندیاں بہاتے ہیں اگر دامن کوہ پر سیلاب نہ کہ ڈوب جائے تب کہیئےگا۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ جانوران صحرائی کی تقدیر جاگی ہے۔ المیشور نے ان کیلئے نرم چارہ بھیجا دو چار روز تو ان کو پیٹ کی فکر نہ ہوگی۔ اتنی لاشیں لاکھوں جانوروں کی ضیافت طبع کے لئے کافی ہیں۔

سرگ ۹۷

بھرت جی کی رامچندر جی کے اشتیاق ملاقات میں بے چینی

جسوقت بھرت جی فوج سے آگے بڑھے ان کو وہم ہوا کہ میں نے گورو وششٹ اور ماتاؤں کو تو پیچھے چھوڑ دیا۔ کہیں اس کا نتیجہ یہ نہ ہو۔ کہ شری رامچندر جی کا درشن ہی نصیب نہ ہو سکے یہ سوچکر ستروہن سے فرمایا

میں تو آگے چلتا ہوں۔ تم سب کو لے کر آؤ۔ دیر نہ کرو۔

گنھا جی سے فرمایا۔ کہ

تم اپنی فوج سمیت آگے جاؤ۔ دیکھو شری رامچندر جی کہاں تشریف رکھتے ہیں جب تک میں درشن نہ کرلونگا مجھے چین نہ ہوگا۔ ہم لوگوں کی زندگی پر تف ہے کہ شری رامچندر جی کے قدموں سے جدا ہو گئے۔ خوش نصیب ہیں لچھمن جی جن کو مبارک قدموں میں رہنے کا شرف حاصل ہوا۔ اے ستروہن جسوقت تک میں قدموں پر سر نہ رکھ لوں اس وقت تک میری زندگی کو دھکار ہے۔ لچھمن جی اور سیتا جی کی خوش نصیبی کا ذکر تو درکنار مجھے چترکوٹ کی خوش قسمتی پر رشک آتا ہے۔ جہاں بھگوان رامچندر جی نے بود و باش اختیار کی ہے ان درختوں کی خوش قسمتی کو سراہتا ہوں جو دیوتاؤں سے بھی زیادہ خوش نصیب ہیں ان کو اچھے اچھے رشیوں منیوں سے افضل جگہ سرگ میں ملیگی۔

یہ فرماکر وہ رتھ سے اتر پڑے پیدل اس جنگل میں چلے جہاں درختوں نے تل رکھنے کی جگہ باقی نہ چھوڑی تھی۔ وہاں پہنچکر انہوں نے دیکھنا شروع کیا۔ کہ دھواں کسی مقام پر اٹھ رہا ہے۔ مگر درختوں کی آڑ سے کچھ نہ دکھائی دیا۔ آخر وہ ایک اونچے درخت پر چڑھ گئے۔ وہاں سے وہ دھواں نظر آیا جو شری رامچندر جی کے جائے قیام کی خبر دے رہی تھی۔ اس دھواں نے بھرت جی کا دل خوش کر دیا۔ وہ سمجھ گئے کہ مقصد مراد اسی مقام پر ہے۔

سرگ ۹۸

بھرت جی کی چتر کوٹ کے قریب جنگل میں رسائی

بھرت جی لشکر کو پیچھے چھوڑ کر آگے بڑھے۔ ستر گھن جی سے فرمایا کہ ہم گورو وششٹ اور ماتاؤں کے ساتھ بہت جلد آؤ۔ نکھاد سے ارشاد ہوا کہ تم آگے آگے چلو۔ میں پا پیادہ آتا ہوں یہ کہکر بھرت جی رتھ پر سے اُتر پڑے اور جانکی جی اور لچھمن جی کی خوشی قسمتی ہوں کے ذیر دحل اور غیر ذیر دحل کی قسمت کو سراہتے اپنی تقدیر کو دھکارتے زندگی کو بُرا بھلا کہتے گھنے گھنے جنگل میں جا پہنچے وہاں سے دھواں اُٹھتا ہوا نظر آیا۔ خوش ہو گئے کہ بس منزل مقصود پر رسائی ہو گئی۔ ضرور سری رامچندر جی اس مقام پر رونق افروز ہیں۔ بھرت جی اور لوگوں کے خیال سے اس وقت تک آہستہ آہستہ چل رہے تھے چنانچہ نکھاد اور ستر گھن جی بھی ان کے پاس جا پہنچے۔ اور سب کو خوشی ہوئی کہ اب سری رامچندر جی کے قدموں پر سر رکھنے کا فخر حاصل ہوگا۔

سرگ ۹۹

بھرت جی کی سری رامچندر جی کے آشرم میں تشریف بری

بھرت جی نے ستر گھن جی سے فرمایا کہ تم سب ماتاؤں کو لے کر آہستہ آہستہ آؤ۔ اور میں اب قدم بڑھاتا ہوں۔ یہ کہتے ہی انہوں نے چال تیز کر دی۔ نکھاد و گورو ستر گھن جی بھی لپکے جدھر سے گند ہوا۔ رشیوں کے مقدس آشرم نظر آئے۔ الغرض میں لیکن مہرشیوں کے درشنوں سے جنم سپھل کرتے ہوئے سیدھے چلے تو سری رامچندر کی کٹی نظر آئی۔ دیکھا تو ہون کی لکڑیوں کا انبار لگا ہوا ہے۔ معبد گی سے کٹی تک ایک بہت صاف ستھری سڑک بنی ہوئی ہے۔ سڑک کے دونوں رُخ زرد کپڑے جھنڈیاں نصب ہیں یہ رونق سری رامچندر جی کی وجہ سے تھی۔ انہوں نے جھنڈیوں کے نشانات سے ان لوگوں کو راستے کی مشکلات سے محفوظ کیا تھا۔ جو ندی کے جل لاتے کے وقت تکلیف اُٹھایا کرتے تھے۔ بھرت جی نے منداگنی ندی میں ہاتھ منہ دھویا۔ اور سومتر سے بولے کہ ایشور مجھے کامیاب کرے۔ سری رامچندر جی میری درخواست قبول فرماویں۔ بھرت جی دریا کے پار اُترے دیکھا کہ کشن کا آسن بچھا ہوا ہے۔ استر و شستر درختوں پر لٹکے ہوئے ہیں۔ آگ لو دے رہی ہے۔ سری رامچندر جی تپسویوں کے بھیس میں بھوج پتر کشن آسن پر بیٹھے ہیں جانکی جی کو بائیں طرف بیٹھے دیکھ کر آنکھوں میں آنسو بھر آئے سری رامچندر جی بھوج پتر پہنے ہوئے تھے مگر چہرے پر آفتاب جہانتاب کا سا جلال تھا۔ کنول ایسی آنکھیں چاند ستاروں کی طرح چمک رہی تھیں۔ یہ نظارہ بھرت جی کے دل پر اس قدر موثر ہوا کہ بے اختیار

سو پڑے۔ دل میں تھا کہ وہ تقریر کروں گا کہ سری رامچندر جی کو جواب دیتے نہ بن پڑے۔ وہ خلق لڑکھڑا کر کچھ بول نہ سکیں۔ مگر جب ہی ان کے جسم مقدس کو خاک آلودہ دیکھا سارے منصوبے دل کے دل ہی میں رہ گئے۔ لاکھ جرأت کر کے زبان کو جنبش دینا چاہتے تھے مگر یہ خیال منہ پر خود ہی مہر لگا دیتا تھا۔ بولنے کی طاقت نہ تھی۔ سر کی جٹا بلن کی بھبھوت کھونج پتر کے لباس نے دل ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ وہ بدحواسی طاری ہوئی کہ سری رامچندر جی کو آنکھوں کے سامنے ہی سمجھ کر اپنی دانست میں قدموں پر گر پڑے۔ مگر وہاں رامچندر کہاں۔ وہ ابھی صدہا قدم کے فاصلے پر تھے۔ سری رامچندر جی کے قدم تک نہ آنے سے جو کچھ بھرت جی کو صدمہ ہوا۔ خارج از بیان ہے۔ وہ پھر بیتاب ہو کر لپکے اور دوڑ کر سری رامچندر جی کے قدموں پر لوٹنے لگے۔ بھرت جی کی بیقراری حد سے بڑھی ہوئی تھی۔ سری رام چندر جی نے لاکھ دل کو سنبھالا مگر نہ سنبھلا۔ وہ بھرت جی کو گلے سے لگا کر زار زار رونے لگے۔ اتنے ہی میں شترگھن اور لکھمن نے قدمبوسی حاصل کی۔ اور چاروں بھائی ایک دوسرے سے جوشِ محبت میں بغلگیر ہو کر اس طرح روئے کہ چرند پرند تک کی آنکھوں سے بھی ساون بھادوں کی سی جھڑی لگ گئی۔

سرگ ۱۰۰

سری رامچندر جی اور بھرت جی کی ملاقات۔ سری رامچندر جی کی نصیحت خیز تقریر اہلِ دنیا کیلئے ایک عمدہ نصیحت نامہ

بھرت صدمات گذشتہ سے سخت کمزور ہو گئے تھے۔ کسل منہ الگ۔ رامچندر جی نے دوڑ کر انہیں گود میں اٹھا لیا سینے سے لگایا۔ بھرت کی ہچکی لگی ہوئی تھی۔ وہ بول نہ سکتے تھے۔ سری رامچندر جی نے جو تقریر کی اس کا نفس مضمون یہ تھا۔

پیارے بھرت۔ اچھے تو ہو۔ پتا جی نے راج سنگھاسن دیدیا۔ ان کا مزاج تو تندرست ہے تم ان کو چھوڑ کر یہاں کیسے آئے۔ ان کی خدمت لازم تھی۔ اتنے دنوں کے بعد نانہال سے گھر آئے۔ کچھ دن تو ماں باپ کی آنکھوں کو سکھ دیتے۔ یہاں جنگل میں آنے کی کیا ضرورت تھی۔ راج سنگھاسن تمہارے بغیر سونا سونا ہوتا۔

سری رامچندر جی کو ساری حقیقت معلوم تھی۔ ان سے کوئی حال پوشیدہ نہ تھا۔ مگر ظاہری طور پر ایسی باتیں کیں کہ جیسے کچھ جانتے ہی نہیں۔ بھرت کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ وہ لاکھ چاہتے تھے کہ کچھ بولیں مگر زبان نہ چلتی تھی۔ سری رامچندر جی نے اب تقریر کا رُخ بدلا۔ اور راج نیتی کے رموز بیان کرنا شروع کئے۔ ان کی غرض یہ تھی کہ چاہے بھرت راج نہ کریں۔ مگر جو نصیحتیں گوش زد ہوں گی وہ ایک

زمانہ کو ایک سبق سے کم نہیں۔ شبہ اثر سے دارد کے قدردان اونشاء اشخاص کچھ سیکھ ہی رہیں گے۔
چنانچہ انہوں نے لبرت جی کو خاموش دیکھ کر یوں سلسلہ نصیحت جاری کیا۔ طرز بیان مسولی کے طور پر تھا
اور لب لباب نصیحت نامہ سری رامچندر جی گوہر افشاں ہوئے کہ

لبرت جی کہو تم کاروبار سلطنت میں لڑکپن کر تو دخل نہیں دیتے۔ لیفٹننٹ جی کی خدمتگذاری
میں تو فرق نہیں ہوتا۔ ماناؤں کی مزاجپرسی سے تو گریز نہیں کرتے۔ گورو لیفٹننٹ اور ان کے فرزند
ارجمند دیشی براہمن ہوں وغیرہ تو اچھی طرح کرتے ہو۔ منڈلوں کی پرستش جب تو کوئی نقص واقع نہیں
گورو، دوست۔ احباب۔ برہمنوں وغیرہ کی خاطر تو جمع ہے دستور جاری ہے۔ عیتی بھنیا لال کی
درستی اور نگرانی میں کمی تو نہیں کی۔ وزیر کیسی لیاقت کے مقرر کئے ہیں۔ اگر کم لیاقت ہیں تو راج
خیر و عافیت نہ ہوگی۔ تم کو خود معلوم ہے جو دن چڑھے تک سوتا ہے وہ حد درجہ کا منحوس آدمی
ہے۔ خواہ راجہ ہو یا وزیر امیر ہو یا فقیر۔ تمہیں مناسب ہے کہ تین پہر رات گئے اٹھا کرو۔ یہی وقت
اشلوک کے دھیان کا ہے۔ جس نے اپنی ہی رائے کو مقدم سمجھا وہ ضرور غلطی کھاتا ہے۔ کم از کم
ایک لائق صلاح کار سے مشورہ ضرور لینا چاہئے۔ معاملات ملکی میں پانچ یا سات شخصوں سے مشورہ
لینا ضروری مناسب ہے۔ ہر ایک سے صلاح و مشورت کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ بات پھوٹ جاتی ہے۔
اور دل کا راز سلطنت از بام ہو جاتا ہے۔ جس کا نتیجہ اچھا نہیں ہوتا۔ احتیاط یہ ہے کہ کبھی اپنے کسی کام
کے واسطے خودستائی کے الفاظ زبان پر نہ آئیں۔ جہاں انسان نے اپنے منہ سے اپنی تعریف کی اس
کی ناموری میں بٹہ لگ گیا۔ ہمیشہ عالی خاندانوں اور عالموں کی عزت افزائی سے راجہ کی عزت
ہوتی ہے جہاں رذیلوں کو منہ لگایا سلطنت کی لٹیا ڈوب گئی۔ خوب خیال رکھو کہ عالم فاضل ہمیشہ
جو بات کہیگا وہ بھلے کے لئے۔ جاہلوں سے کبھی فائدہ کی امید نہیں۔ ہزار جاہلوں پر ایک عقلمند
کو ترجیح ہے۔ ایک دانشمند جو کچھ کرسکتا ہے۔ اس کے مقابلے میں لاکھوں بیوقوفوں کی طاقت
برائے نام بلکہ الٹی مضرت رساں ہے۔ وزیر ملک اگر ایک ہی لائق ہو تو ہزار وزیروں سے اچھا ہے۔
ایک لائق وزیر سے ملک آباد ہوتا ہے۔ ہزار بیوقوف وزیروں سے سلطنت کبھی قائم نہیں رہ سکتی
وزارت کبھی نو سیکھئے کو دینا بھی خرابی ہے۔ یہ منصب جلیلہ اس کو سزاوار ہے۔ جس کے خاندان
میں یہ عہدہ چلا آیا ہو۔ رعایا سے خطا ہوئی۔ تو مدگند بھی خلاف سزا دینا لازمی ہے کہ ادب لوگ کو
عزت اور ملک کو امن حاصل ہو۔ مگر لکڑی کے چور کو کلہاڑی سے مارنا بھی سلطنت کے زوال کا
باعث ہے۔ اگر کوئی شخص ایک مرتبہ کسی جرم میں سزایاب ہو جائے اور پھر اسی جرم کا مرتکب ہو
تو اسے عزت جو بڑے کی بخشے دوگنی سزا دینا راجہ کا پرم دھرم ہے۔ اس میں ناانصافی نہیں
جو شخص کشتنی ہے۔ چونکہ واجب ہے۔ مگر دا لئے مقبا آقا کو قتل کرکے اپنے اختیارات قائم کرنے کے

درپے ہو۔ اس کو بے تکلیف تہ شمشیر کر دینا چاہیئے ۔ خواہ کوئی کیوں نہ ہو ۔ فوج کا سپہ سالار معمولی نہ ہو بلکہ بہادر اور طاقتور عالی خاندان ہو ۔ فنون جنگ سے واقف ہو ۔ میدان جنگ سے بچ نہ جاتا ہو ۔ مرد میدان ہو ۔ فوج کی دلجوئی جس راجہ نے نہ کی اس کی سلطنت کبھی پائدار نہیں ہو سکتی جس فوج کے ساتھ فرمانروا کے سلوک اچھے رہتے ہیں وہ کبھی جان و مال سے دریغ نہیں کرتی ۔ تاجدار وقت کو چاہیئے کہ فوج کی تنخواہ تقسیم کرنے والا دیانت دار اور عالیخاندان مقرر کرے جس سے وہ اپنے گاڑھے پسینے کی کمائی سے ناجائز فائدہ اٹھا کر اپنے فرمانروائے عہد کے پسینے کے عوض خون گرائے ۔ جو مسند آرا ہو اس کا فرض ہے کہ خاندانی معاملوں کی پرورش کو بھی فرض منصبی سمجھے ۔ ان کی دل شکنی کبھی مناسب نہیں ۔ تکلیف اور مصیبت کے وقت اگر کوئی کام آتا ہے تو اہل خاندان ۔ دوسروں سے امید وفا ایسے وقتوں میں نہیں ہوتی ۔ امور سلطنت میں سفیروں کی ضرورت بھی ہوتی ہے ۔ ان کا انتخاب بڑی عقلمندی سے کرنا چاہیئے ۔ جب تک سفیر کی اعلیٰ لیاقت ، بیدار مغزی ، اعتدال طبیعت وغیرہ کی آزمائش نہ ہو جائے ۔ تب تک بے سوچے سمجھے ہر ایک کو سفیر بنانا موجب نقصان ہے ۔ سفیر وہی ہے جو پیٹ کا ہلکا نہ ہو ۔ کبھی ادھر ادھر کی بات منہ سے نہ نکالے ۔ راجوں کے لیئے ۱۸ فرائض مقرر ہیں جن کو سوامی جی نے تیرتھ کے نام سے منسوب کیا ہے ۔ ان تیرتھوں کی تشریح حسب ذیل ہے :-

(۱) خاندانی اور عالم و فاضل شخص کی عہدہ وزارت پر تقرری ۔

(۲) خاندانی پروہت کی خاطر مدارات ۔

(۳) ولیعہد و وارث تاج تخت کی پرورش و پرداخت ۔

(۴) سپہ سالار لشکر کی دلجوئی ۔

(۵) مخالفین بارگاہ سلطانی کی عزت افزائی ۔

(۶) دارالسلطنت کی حفاظت کے ذمہ دار لوگوں پر نظر عنایت ۔

(۷) لعبد اری کی خاطر داشت ۔

(۸) احکام سلطنت کو اعلان و مشتہر کرنے کے لئے لائق شخص کی تقرری ۔

(۹) احکام شاہی تحریر کرنے کے لئے لائق منشی کی بہم رسانی ۔

(۱۰) شاہی دربار میں جلیسہ اور عرض کرانے والے لائق اشخاص کی موجودگی ۔

(۱۱) عہدہائے عدالت پر منصف مزاج حکام کی سرفرازی ۔

(۱۲) فوجی تنخواہ کو باضابطہ اور وقت مقررہ پر تقسیم کرانے والے ایماندار شخص کی تقرری ۔

(۱۳) کشتیر دغیرہ کی قدردانی ۔

(۱۴) کوتوال کی خاطر داشت ۔

(۱۵) سردارِ لشکر کی دلجمعی۔

(۱۶) رعایا سے محاصل وصول کرنے کیلئے فہمیدہ و سنجیدہ حاکم کی تقرری۔

(۱۷) مجرموں کی سرکوبی کے لئے ایماندار فرمانبردار اہلکاروں سے احکام شاہی کی پابندی۔

(۱۸) تعمیرات و صنعت و حرفت کے کاموں کی نگرانی و سرانجام دہی کیلئے لائق و فائق آدمیوں کی ہم رسانی۔

یہ اٹھارہ قسم کی خدمات امور سلطنت کیلئے ضروری ہیں۔ اِن کی انجام دہی کے واسطے ہر محکمہ اور ہر کام کیلئے جدا جدا تین تین لائق و آزمودہ کار اشخاص مقرر کرنا چاہیئے۔ اگر ایک مرتبہ راجہ نے کسی شخص کو کسی جرم میں ملک بدر کیا ہے پھر اس کو یاد کرنا کبھی مناسب نہیں۔ اگر وہ خود بھی معافی مانگ کر وفاداری کرنا چاہے تو بھی اس کی استدعا قبول نہ ہو۔ اگر ایسا نہ ہو تو ایکدن دھوکا کھانا ہوتا ہے۔ ایسے دشمن کو پناہ میں رکھنا سانپ کو دودھ پلانا ہے۔ اس سلوک سے ہر وقت خطرہ لگا ہوتا ہے۔ دشمن کے معاملہ میں یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ وہ کمزور ہے۔ اس کی کمزوری پر جو ترس کھائیگا۔ ایک روز ضرور مصیبت میں گرفتار ہو کر پچھتائیگا۔ برہمن کی عزت ہر حال میں واجب ہے۔ یہ ہمارا سناتن دھرم ہے مگر جس برہمن کو اپنی علمیت کا غرور ہو جس کے افعال اچھے نہ ہوں جسے وید شاستر سے آگاہی نہ ہو۔ ایسے برہمن کو دور سے ڈنڈوت کرنی چاہیئے۔ راجہ کا دھرم یہ ہے کہ ایسے منہ نہ لگائے نہ اس کو صحبت میں شریک کرے۔ ناستکوں کی صحبت سے راجہ کو ہمیشہ پرہیز کرنا چاہیئے۔ ناستکوں کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وید شاستر سے ناواقف مگر مخالف۔ دوسرے واقف مگر احکام سے منحرف وید میں کچھ لکھا ہے۔ یہ اس کے معنی کچھ اور سمجھ رہے ہیں۔ خواہ سمجھ ہو یا نہ ہو۔ اپنی ہانک لگانے سے کام ہے۔ ایسے برہمن کی بات قبول کرنا کیا سننا بھی ادھرم ہے۔ راجدھانی کی حفاظت سب سے زیادہ مقدم ہے۔ یہاں ان بہادروں کی فوج معین رہنا چاہیئے جن کی وفاداری میں ذرا بھی شک نہ ہو۔ اجودھیا پوری کا نام مہمل یا فرضی نہیں اس کے نام کا مطلب یہ ہے کہ وہ دارالسلطنت جہاں کسی نے آج تک فتح کرنا کیا معنی یدھ کرنے کی بھی ہمت نہ کر پائی۔ وہی اجودھیا آج بھی ہے۔ جس کی طرف کبھی کوئی لشکر بھی نہ اٹھ سکا۔ بس اب تم اس کو فوجی طاقت سے ایسا زبردست بناؤ کہ اس کے نام کی عزت باقی رہے۔ گھوڑے ہاتھی ہتھیار لشکر بڑھتے ہی رہیں۔ کم نہ ہونے پائیں۔ چاروں برنوں کی خاطر داشت ملحوظ خاطر رہے۔ سب کو اپنے اپنے دھرم پر چلنے کی آزادی حاصل رہنا چاہیئے ہاں یہ تو کہو اس وقت تم نے کوئی [illegible] کہ [illegible]۔ اگر نہیں تو تمہیں ضرورت ہے کہ فن [illegible] کے اچھے واقف کاروں کی رائے سے اس [illegible] دوسری [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

کا فرض ہے۔ خوب خیال رہے کہ ذرا برابر زمین کوئی دبا نہ سکے۔ ایک ذرہ بھر زمین کے لئے لاکھوں من خون بہہ جائے تو کچھ پرواہ نہیں۔ خونریزی اور ادھرم کے انسداد کے لئے خاص توجہ مبذول ہونا چاہئے جس شہر یا مقام میں آبپاشی سے پیدائش غلہ کم اور رعایا کو تکلیف ہو۔ وہاں سو کام چھوڑ کر کنواں تالاب باولی بنا دینا چاہیئے۔ تاجروں۔ بیوپاریوں کی حفاظت بہت ضروری ہے اگر انہیں کو نقصان ہوا تو پھر اہل زمانہ کے تباہ کی صورت ہی کیا ہے۔ بیواؤں۔ یتیموں۔ لنگڑے۔ لولے۔ لنجے۔ اندھے۔ گونگے۔ اپاہجوں کی پرورش خصوصیت کے ساتھ والئے سلطنت پر فرض ہے۔ گو ظاہر میں یہ غیر ہیں مگر فرمانروائے عہد کو ان کی پرورش اپنے ولیعہد سے مقدم سمجھنا چاہیئے۔ عورتوں کی عزت کرنا ہر مرد کا فرض ہے مگر اس کے لئے بھی جائز موقع اور جائز اصول مقرر کئے گئے ہیں۔ ان کی باتوں کا اعتبار کرتے وقت اپنی عقل سے بھی کام لینا چاہیئے۔ رنڈیوں۔ کسبیوں کی صحبت میں بیٹھ کر اگر کوئی راجگی کا دعوےٰ کر سکے تو محض باطل ہے اس صحبت بد سے اگر راج تباہ نہ ہوا۔ تو انتہا سے زیادہ بے عزتی ہے۔ راجہ کو بہت ہوشیار اور مستعد ہونا چاہیئے۔ خود ادھر ادھر گھومے۔ شہر کے حالات دیکھے۔ لوگوں کے خیالات سنے اور اس سے اندازہ لگائے کہ رعایا کی رائے موافق ہے یا خلاف۔ راجہ اگر کہیں جائے تو پیشتر سے معاملات رسد وغیرہ کا انتظام یا خود کرے یا وہاں کی رعایا کو حکم دے جہاں جانا مقصود ہے۔ دفعتاً خود تنہا آکے دیکھے۔ محافظت کے سامان ملاحظہ کرے۔ جس بات میں کمی بیشی کی ضرورت پائے اس کے انتظام میں کبھی غافل نہ ہو۔ دولت بغیر کوئی کام نہیں بنتا۔ پس اس کی حفاظت ہر طرح مقدم ہے۔ جو اس کے صرف میں احتیاط مدنظر نہیں رکھتا وہ ایک دن ٹکڑے ٹکڑے کو محتاج ہو جاتا ہے۔ اس لئے فضول خرچی نامناسب اور احتیاط واجب۔ حاجتمندوں اور مفلسوں کا رد سوال بھی خلاف۔ رنڈیوں کسبیوں کو اظہار فیاضی سے مالا مال کرنا داخل عذاب ہے۔ عالمانِ زمانہ سے روزانہ کچھ سننا فائدہ بخش۔ سلطنت کے زوال کی صورتیں ان باتوں سے ہوتی ہیں۔ اچھی طرح باندھ لو۔

گروہ سے مخالفت۔ غصہ۔ امور مملکت سے دل برداشتگی۔ عیش کے کاموں میں تساہل و سہل انگاری۔ کاہلی و سستی۔ خواہشات نفسانی کی اطاعت خودغرضی نا عاقبت اندیشی۔ خوف عقبیٰ سے بے پرواہی۔ بےوقوف خوشامدیوں کی وزارت راز داری۔ کے قواعد سے لاعلمی۔ بداعمالی۔ بدفعلی بدکرداری۔ بداطواری۔ آزادہ گردی۔

ان سب باتوں کے علاوہ والئے ملک کو حسب ذیل گروہ کی صحبت سے قطعی پرہیز کرنا چاہیئے ہجو۔ خوشامد۔ مرتشی۔ رذیل۔ بیہودہ۔ نامرد۔ نامرد کے رفیق۔ لالچی۔ لالچ کے دوست۔ اور اسی غرض عیاشی وغیرہ۔ دیوتاؤں اور برہمنوں کی ہتک (مذمت کرنے والا) دہریہ کا اہل الوجود۔ ناشکر حرام خور۔ بدہیئت۔ بے تمیز۔ خود پسند۔ بد دلی با شکستگان مقام ناپاک۔ کم عمر۔ عیال و اطفال سے متنفر۔

ایسے ایسے لوگوں کی صحبت جہاں ہوئی۔ وہاں راج پاٹ کی خیر نہیں۔ ذرا اور سنو۔ دس چیزیں وہ ہیں۔ جن کی طرف والئے ملک کو ہر وقت رغبت نہ کرنا چاہئیے۔ موقع موقع پر مضائقہ نہیں۔ چنانچہ سنو۔ میں مجملاً بیان کرتا ہوں۔

(۱) زینت و آرائش ہر وقت درست نہیں۔ خاص موقع پر آراستگی لازم ہے۔

(۲) جوا خراب کام ہے۔ مگر تفریحاً کبھی کھیل لیا جائے تو ہرج نہیں۔

(۳) دن کا سونا ہمیشہ مضر سونے کا ٹھیک وقت آدھی رات ہے۔

(۴) دوست کی کوئی بات دریافت کرنے کے لئے کوئی الزام لگانا درست ورنہ ممنوع۔

(۵) عورت کی محبت ہمیشہ ناجائز خواہش اولاد کے لئے ہو۔ تو مضائقہ نہیں۔

(۶) ناچ گانا روزانہ خلاف۔ کبھی کبھی تفریحاً ضروری ہے۔ خصوصاً کسی خوشی کے موقعہ پر۔

(۷) کسی جگہ بے مطلب جانا فضول۔ کام سے جانا مناسب۔

(۸) غصہ ہمیشہ خراب۔ صرف موقع جنگ پر جائز۔

(۹) جھوٹ گناہ۔ مگر لڑائی کے وقت حصول فتح کیلئے درست۔ کسی کی جان بچانے کیلئے داخل ثواب۔

(۱۰) عورت سے لگاؤ ممنوع۔ ہاں چشم نمائی کے وقت لازمی۔

ان باتوں کا تم کو خیال رکھنا چاہئیے۔ تاکہ سلطنت کے کاروبار میں خلل واقع نہ ہو۔ اب تم کو یہ سمجھاتا ہوں کہ قلعوں کی تعمیر کن کن مقامات پر ہونی چاہیئے۔ سنو۔

(۱) دریا کے کنارے۔

(۲) پہاڑ یا کہیں قریب۔

(۳) ویرانے میں جہاں آبادی آس پاس نہ ہو۔

(۴) اس مقام پر جہاں زراعت نہ ہوتی ہو۔

(۵) گھنے جنگل میں یا وہاں جہاں گھاس پھوس جھاڑ جھنکاڑ بکثرت ہو۔

اصول ملک گیری ظالمانہ درست نہیں۔ اگر کسی ملک میں ابتری ہو تو رعایا کی پرورش و دستگیری کے خیال سے پہلے تاجدار ملک کو فہمائش کرنا چاہئیے۔ اس کے پاس دولت نہ ہو تو اس کو زر و جواہر دے کر اسے اور رعایا کو گرویدۂ احسان بنانا لازم ہے۔ اگر کچھ بھی وہ حواس میں نہ آئے۔ تو ارکان سلطنت سے سازش کر کے اس سلطنت پر قبضہ کر لینے سے کوئی ہرج نہیں اگر غلام مالک کا اطاعتگذار نہ ہو۔ اور مالک غلام کے ساتھ جفاکار ہو۔ تو دونوں مستحق سزا ہیں۔ راجہ کو ہر وقت رعایا کی دلجوئی لازم ہے۔ اس میں کبھی وقت غفلت نہ چاہیئے۔ مقامات جنگ کا ملاحظہ اور وہاں کا ضروری انتظام جس نے کیا اس کے وقت پر دھوکا کھانے میں بھی شک نہیں۔ سامان رسد و فوج کا انتظام ہر وقت ملحوظ نظر

رکھنا ضروری ہے اور سو بات کی بات یہ ہے کہ جس سے ملنا اس سے جھک کر۔ خاکساری عجیب چیز ہے۔ یہ دشمن کو دوست و غلام بنا دیتی ہے۔ بزرگوں کی نصیحت ہے کہ جو ان خرابیوں سے پاک رہا۔ اس کی سلطنت کو کبھی زوال نہیں۔

غصہ۔ عداوت۔ غیبت و بدگوئی۔ سخت زبانی۔ طفل آزاری۔ لالچ۔ الفت بیجا۔ سترے البجاقی

لڑائی میں کبھی دل ہارنا۔ نہ فتح سے دل جمعی کرنا چاہیئے۔ جب تک لڑائی ہے ہمت ہارنا کبھی جائز نہیں۔ فتح کے بعد یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ بس میدان مار لیا۔ اگر میدان جنگ میں کچھ نہ بن سکے تو مجبوری کے وقت پیٹھ دکھانے اور جان بچانے میں کچھ مضائقہ نہیں۔ راجہ کی زندگی کا ماحصل یہ ہے۔ کہ جب تنبیہ کرے دان بھی کرے۔ ہر خاص و عام کے ساتھ سلوک کرے کہ اس کی عظمت ہر صفحہ دل پر نقش ہو۔ تمہیں ایشور نے راج دیا ہے۔ بتاؤ کہ تم کرم کانڈ دھرم نیت موکش بدیا میں کس کس کے اصول ذہن نشین کئے۔ راج نیت کے اصولوں میں میل ملاپ لڑائی جھگڑا۔ مستعدی و حملہ آوری۔ طرح دہی۔ استقلال رازداری۔ قابوئے نفس یہ سب باتیں مقدس ہیں۔ دشمن خواہ عاجزی کرے خواہ پناہ میں آئے۔ خواہ تکلیف میں ہو اعتبار نہ کرنا چاہیئے کیونکہ پانی خواہ گرم ہو یا سرد۔ دونوں حالتوں میں آگ بجھانے کیلئے کافی ہے۔ فرمانروا کا فرض ہے کہ دشمنوں کی ہر ایک چال پر نظر رکھے کہ آیا وہ فوجی انتظام کرتا ہے یا جنتر منتر سے مخالفت کی کوشش۔ مخبروں کو خاص لیاقت سے بھانپنا چاہیئے کہ کون ہوا خواہ سلطنت ہے۔ کون بدخواہ۔ چوروں اور ڈاکوؤں کی حرکت سے خبردار رہنا ان کا اعلیٰ فرض جب لڑائی کا موقع ہو تو خاندانی لوگوں کو سب سے آگے رکھنا لازم ہے دوسروں کو ان کے پیچھے فوج میں اپنے ہم وطن جان نثار کرتے ہیں۔ پردیسی لوگوں سے یہ امید نہیں وہ میدان جنگ میں پیٹھ دکھاتے ہیں۔ راجہ کا دھرم ہے کہ مجرم کو سزا دے اور لائق لوگوں کی قدردانی و عزت افزائی فرمائے۔ اگر کسی مشورے کی ضرورت ہو تو کم از کم تین وزیروں سے مشورہ لے۔ مگر الگ الگ جب تینوں کا اتفاق رائے ہو جائے تو جو کام ہو وہ کر اٹھانا چاہیئے۔ ورنہ نہیں۔ وید شاستر کے پڑھنے والے اور پرمیشور کا دھیان کرنے والے دھرم کے قدردان۔ راجہ کی عمر بڑھتی ہے۔ اس کا کوئی کام اٹک نہیں سکتا۔ مجال کیا کہ کامیابی مقصد میں ذرا بھی فرق ہو۔ جو شاستر سے واقف کار نہیں۔ ان کو لوک بیوہار مدنظر رکھنا چاہیئے۔ انہیں وہی کام کرنا لازم ہے۔ جو ان کے بزرگان سلف کرتے آئے ہیں۔

پیارے بھرت! کہو جو دھرم میں نے بتائے ہیں۔ ان کو تم عمل میں لاتے ہو یا نہیں۔ کچھ راجہ پر فرض نہیں۔ جو ان اصولوں کی پابندی کرتا ہے۔ وہ اگر غریب بھی ہو۔ تو راجہ سے ہزار درجہ اچھا ہے۔ اور اس میں شک نہیں کہ اس کو سورگ ضرور ملیگا۔

سرگ ١٠١

بھرت جی کی تخت آرائی کیلئے درخواست ۔ سری رامچندر جی کا انکار

سری رامچندر جی عالم الغیب تھے۔ ان سے کوئی بات چھپی نہ تھی۔ مگر نہیں۔ دنیاوی ظاہرداری کے خیال سے انہوں نے بھرت جی کو اپنی تقریر سے ایسا بھلا دیا کہ گویا راجہ دسرتھ کے مرنے کی کیفیت معلوم ہی نہیں۔ نصیحتوں کی باتیں کرکے انہوں نے پھر پوچھا کہ راج سنگھاسن چھوڑنے اور فقیرانہ لباس پہنکر یہاں آنے کی وجہ؟ نہ سر پر تاج نہ چھتر۔ کیا راج پتاجی کے بھروسے پر چھوڑ آئے۔

بھرت کی زبان نہ کھلتی تھی۔ منہ پہ قفل لگا ہوا تھا۔ مگر دل کو مضبوط کرکے روتے ہوئے بولے کہ ہائے کھائی میں تو بٹ گیا۔ آپ ادھر چلے آئے۔ پتاجی نے وہاں آپ کے فراق میں جان دے دی اجودھیا ماتم سرا ہو گئی۔ رعایا غمزدہ ہے۔ افسوس ماتا کیکئی نے بنا بنایا کھیل بگاڑ دیا۔ آہ! اجودھیا کی صورت دیکھی نہیں جاتی۔ میں زندگی کی بےحیائی سے اب تک زندہ رہا ہوں۔ ماتا کیکئی نے جیسا کیا اس کا پھل پایا ان کو کافی سزا مل گئی۔ بیوہ عورت کے لئے زندگی موت سے بدتر ہے۔ مگر غریب ناحق گیہوں کے ساتھ گھن کی طرح پس گیا۔ نہ کسی کے لینے میں نہ کسی کے دینے میں۔ مفت بدنامی کا ٹھیکرا میرے سر پھوٹا۔ ماتا کیکئی کی وجہ سے داغ یتیمی الگ حاصل ہوا اور آپ الگ ہم لوگوں کی سرپرستی سے دستکش ہو گئے۔ اب میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ درخواست یہ ہے کہ تخت سلطنت پہ جلوس فرمایئے ماتائیں بھی یہی آرزو لیکر آئی ہیں۔ اس وقت سلطنت بیوہ ہو رہی ہے۔ آپ سر پر تاج رکھیں گے۔ تو پھر اس کو سہاگ نصیب ہو جائیگا۔ آپ کا خود قول ہے کہ جو بات قدیم سے ہوتی چلی آتی ہے اسی کی پابندی دھرم ہے۔ بہت صحیح اور بہت درست۔ پھر بس تشریف لے چلئے۔ ہمارے خاندان میں راج کا استحقاق بڑے بیٹے کو ہی ہوتا ہے۔ دوسروں کو نہیں۔ آپ کچھ حیلہ و حجت نہ فرمائیں بس اب چلیں بھرت آپ کی مہربانیوں کے بھروسے پر حاضر ہوا ہے اگر آپ درخواست قبول نہ فرمائیں گے تو سمجھ لونگا کہ پتا کے بعد آپ نے بھی دست شفقت سر سے اٹھا لیا۔ یہ کہہ کر بھرت جی زار زار رونے لگے قدموں پہ گر پڑے اور یہی چاہتے تھے کہ ان کے قدموں کو سر پر رکھے ہوئے اجودھیا میں پہنچا دوں۔ رامچندر جی نے اٹھا کر گلے سے لگایا اور بولے کہ

میں عقلمند ہوکر اتنی بیوقوفی۔ آفتاب پہ کہیں خاک پڑتی ہے۔ تم تو ان معاملات سے قطعی بری تھے۔ رہیں ماتا کیکئی ان کی شان میں خبردار کبھی کوئی گستاخی کا کلمہ نہ نکالنا۔ ورنہ میں سخت ناراض ہونگا۔ تم عقلمند ہوکر مجھ ... تو تمہیں دیکھو ... آپ کا درجہ پرمیشور کے

برابر مانا گیا ہے۔ بیٹے کا فرض ہے کہ باپ کے حکم کی تعمیل کرے۔ مجھے فخر ہے کہ صرف پتاجی ہی کا ارشاد نہیں ہوا بلکہ ماتا کیکئی نے بھی ہدایت کی۔ بڑی خوشی کی بات ہے کہ میں بن باس کیلئے تیار ہو کر سعادت ابدی حاصل کر رہا ہوں۔ تم کو بھی ماتا اور پتا نے اجودھیا کا راج دیا ہے۔ تمہیں میرے لائق بھائی کی حیثیت میں لازم ہے کہ راج کر کے ماتا اور پتا کے حکم کی تعمیل کرو۔ پتا کا حکم اس سبب سے بھی واجب التعمیل ہے کہ وہ راجہ ہیں۔ راجہ پرمیشور ہوتا ہے۔ اس کے حکم کی خلاف ورزی کرنا کبھی اور کسی طرح مناسب نہیں۔ ان باتوں کے علاوہ میرا بھی حکم کچھ وزن رکھتا ہے پس اب ہم بن باسیوں کی طرف سے دل ہٹاؤ۔ ہم لوگوں کو پرمیشور کے حوالے کرو۔ اور تم راج سنگھاسن پر جلوس کر کے غمزدہ رعایا کے زخم پر پھاہا رکھو۔

سرگ ۱۰۲

بھرت جی کا اظہار عاجزی راجہ دسرتھ کی وفات حسرت آیات کی اطلاع دہی

بھرت جی قدم پکڑ کر بولے کہ

آپ مجھے اجودھیا کا راجہ کیوں سمجھتے ہیں۔ میں تو آپ کے غلاموں کا غلام اور حد درجہ کا پاپی ہوں۔ پاپی کی قسمت میں راج کہاں۔ راج تو دھرماتماؤں کو ملا کرتا ہے۔ علاوہ بریں ہر تو غور فرمایئے کہ آپ کے ہوتے میرا استحقاق ہی کیا ہے۔ شروع سے آجتک کبھی بڑے بیٹے کی موجودگی میں چھوٹے بیٹے کو راج نہیں ملا۔ پھر آپ یہ انوکھی اور دنیا الوکھی بات کیوں جائز فرماتے ہیں بیشک آپ کو تپسیا سے بہت عمدہ پھل ملیگا۔ مگر یہ بھی سمجھ لیجئے کہ راجہ پرمیشور کہلاتا ہے۔ پس آپ پرمیشور کی پدوی حاصل کریں۔ آپ کا اگلا تپ کیا کم ہے۔ جو اور تپسیا کی خواہش ہے۔ بھائی صاحب پتاجی کا سایہ سر سے اٹھ گیا وہ آپ اور سیتا ماتا کے غم میں سرگ کو تشریف لے گئے اب ہم لوگوں کی زندگی تو آپ ہی کے سپرد ہے۔ اس حالت میں بھی آپ قدموں سے جدا کریں تو زندگی کے خلاف ہے آپ کو شاید خیال ہے کہ پتاجی کا انتقال صحیح نہیں۔ میں فقرہ بناتا ہوں۔ نہیں بھائی صاحب سب ماتائیں ایک ماتا کیکئی کی بدولت بیوہ ہو گئیں۔ میں اور ستروہن جی کریا کرم اور شرادھ بھی کر چکے۔ آپ کا بھی فرض ہے کہ ترپن اور پنڈ دان کر کے فرض ضروری سے سبکدوش ہوں۔ ترینتا جگ میں تمام بیٹوں کو پتر کرم کرنا ضروری ہے۔ ہاں کلجگ میں صرف ایک ہی بیٹے پر فرض محدود ہے۔

- - - - - - - - - -

سرگ ۱۰۳

سری رامچندر جی کا راجہ دسرتھ کی وفات پر ماتم - پنڈدان

بھرت جی کی تقریر سے سری رامچندر جی کو جونہی راجہ دسرتھ کی وفات کا علم و یقین ہو گیا۔ جھٹ سے زمین پر گر پڑے بھرت جی اور ستروگھن جی روتے ہوئے دوڑ کر پانی لائے منہ پر چھینٹا ملا دامن جھلا تھوڑی دیر کے بعد ہوش آیا آنسو بہاتے ہوئے اُٹھ بیٹھے اور کہنے لگے کہ

او موت۔ مجھے چودہ برس بھی صبر نہ ہوا۔ میری رضا جوئی ولدین پر دھیر رکھنے کیلئے تو اتنی جلدی آمری۔ آہ! پتا جی آپ مرگ بالشں نہیں ہوتے۔ ہم لوگوں کو جیتے جی مار گئے۔ افسوس مجھ سے کچھ خدمت نہ ہو سکی۔ اور زندگی مجھ پر توف ہے۔ بھرت اور ستروگھن کی خوش نصیبی پدر تک آدھا ہے انہوں نے سنراندھ نرپن کر کے قرض سے تو سبکدوشی حاصل کی مجھ پر پتا جی کا قرض باقی رہ گیا۔

اتنا فرما کر سری جانکی جی سے فرمایا

تارے آنکھوں میں اندھیرا چھا گیا۔ دنیا تاریک نظر آتی ہے۔ پتا جی اُٹھ گئے ہمیں تمہیں آخری دیدار سے بھی محروم رکھا۔

ستیا جی بھی بے ساختہ جگر خراش شنکر رو پڑیں۔ سری رامچندر بھی سر پکڑ کر آنسو بہانے لگے۔ سارے جنگل میں سناٹا چھا گیا چرند پرند سب کے کلیجے پر گھن کی چوٹ لگی۔ تھوڑی دیر پچھاڑیں کھا کر سری رامچندر جی نے پنڈدان کیلئے ارادہ ظاہر فرمایا۔ خود بدولت مندا کنی ندی پر پہنچے۔ جنگل میں اور سامان ہی کیا تھا۔ لچھمن جی صرف انگودی اور بیر لائے سری رامچندر جی نے ترپن اور پنڈدان کیا۔ بعدہ بھرت اور ستروگھن کے ہاتھ پکڑ کر راجہ دسرتھ کی دائمی مفارقت کے غم میں ایسی گریہ زاری کی کہ سننے والوں کا دل ٹکڑے ٹکڑے ہوا جاتا تھا۔ اتنے ہی میں بھرت جی کی فوج آ پہنچی۔ چرند و پرند ہجوم عام دیکھ کر ادھر اُدھر بھاگنے لگے۔ بھرت جی کے ہمراہیوں نے سری رامچندر جی کو دور سے دیکھ کر پرنام اور ڈنڈوت کی۔ انبوہ کثیر کی آمد نے تھوڑی دیر کے لئے خیالات ماتم برہم کر دیئے۔

سرگ ۱۰۴

سری رامچندر جی کی ماتاؤں اور بششٹ جی سے ملاقات

بششٹ جی سب رانیوں کے ساتھ مندا کنی کے پار آ رہے یہاں کوشلیا جی نے کچھ پنڈ

دان کا سامان ہوا ہوا پایا۔ پوچھا کہ یہ کون مقام ہے۔ یہاں یہ سامان کیسا۔
بششٹ جی:۔ معلوم ہوتا ہے کہ سری رامچندر جی نے اس مقام پر مہاراجہ دسرتھ کو پنڈ دیئے ہیں۔

کوشلیا پھوٹ پھوٹ کر رو پڑیں اور بولیں۔ کہ

ہائے جو مہاراجہ دسرتھ تمام دنیا کی نعمتوں سے سیر تھے ان کیلئے پنڈ کا یہ سامان۔ او کلیجے! کیوں پھٹ نہیں جاتا۔ او جان جسم سے کیوں نکل نہیں جاتی۔ سمترا جی کو بھی سخت قلق ہوا۔ مگر وہ کوشلیا جی کو سنبھالے ہوئے تھیں اس لئے انہوں نے دل پہ جبر کر کے رلائی دبا کی اور ڈھارس دی کہ مہارانی جی اب طبیعت نہ بگاڑیئے چلکر رامچندر جی کو دیکھئے ان نے کو زندگی پڑی ہے کوشلیا جی روتی اور سمترا جی سمجھاتی جاتی تھیں۔ اتنے میں سری رامچندر جی نے ماتاؤں کا رتھ دیکھا وہ بڑی تیزی سے لپکے اور جاتے ہی قدموں پر گر پڑے سب رانیاں فوراً ہی رتھ سے اتر پڑیں۔ اور سری رامچندر جی کے جسم پر پڑی ہوئی دھول صاف کرنے لگیں۔ کوشلیا جی چیخ چیخ کر رو رہی تھیں اور کہتی جا رہی تھیں۔ کہ

آہ! اجودھیا کے وارث تخت و تاج کا یہ حال۔ مہاراجہ دسرتھ کی بہو۔ مہاراجہ جنک کی بیٹی۔ اور رامچندر کی استری کی یہ کیفیت۔ مہاراج بڑے خوش نصیب تھے جنکو یہ حالت زار دیکھنا نصیب نہ ہوئی میری قسمت پھوٹی ہے ایسے پھول لاڈلوں کو مصیبت جھیلتے دیکھ کر بھی چھاتی نہیں پھٹتی۔ زمین بھی جگہ نہیں دیتی۔ کہ سما جاؤں۔

ادھر یہ گریہ وزاری تھی ادھر بششٹ جی تشریف لے آئے۔ سری رامچندر جی نے دوڑ کر قدم پکڑ لیئے۔ تلووں سے آنکھیں ملیں سب کو بٹھایا بھرت جی سری رامچندر جی کے سامنے ہاتھ جوڑے زمین پر بیٹھ گئے۔ ہر شخص کو انتظار ہوا کہ دیکھیں ملاقات کا نتیجہ کیا نکلتا ہے کیونکہ ادھر بھرت جی کی پرتگیا ہے کہ سری رامچندر جی کو واپس لے جاؤنگا ادھر سری رامچندر جی چودہ برس کے بن باس کا بیڑا اٹھائے ہوئے ہیں۔

سرگ ۱۰۵

بھرت جی اور سری رامچندر جی کی تقریر

شام کا وقت قریب تھا اسلئے تھوڑی دیر کی خاموشی کے بعد سب لوگ سندھیا وغیرہ میں مشغول ہوئے بعدہٗ پھر سری رامچندر جی کی خدمت میں جمع ہو کر بھرت جی سے ملتجی ہوئے کہ اب تذکرہ چھیڑیں بھرت جی خود ہی بیتاب ہو رہے تھے۔ مگر رعب اور ندامت کی وجہ سے منہ نہ کھلتا تھا۔ آخر بڑے ضبط سے بولے:۔

ماتا کیکئی کا شکریہ۔ آپ کو بن میں نکالا۔ پتا جی کو دنیا سے رخصت کیا اجودھیا سونی کر دی

ماتاؤں کو بیوگی کا داغ دیا۔ ہم لوگوں کو گود بیتیمی میں لٹا دیا۔ اور خود بھی صدمۂ بیوگی سے دنیا بھر کی دولت پا گئیں آپ پتاجی کے حکم کی تعمیل فرما چکے۔ ماتا کیکئی کی بات بھی پوری ہو گئی۔ اب ہم لوگوں پر ہاتھ رکھئے اور تخت سلطنت کو جلوس میمنت مانوس سے رونق بخشئے۔ مجھ میں ایسے بارِ عظیم اٹھانے کی قدرت نہیں نہ میں حق تلفی کر سکتا ہوں۔ تخت و تاج کو مجھ سے کیا نسبت۔ سلطنت کو مجھ سے کیا علاقہ۔ اگر آپ تپسیا کو فضیلت دنیا منظور مد نظر رکھتے ہیں تو ذرا دھرم شاستر پر نظر ڈالئے دیکھئے وہ کیا کہتا ہے۔ دھرم شاستر کا قول ہے کہ انسانی قالب کا فرض یہی ہے کہ دوسروں کی پرورش پر حفاظت کرے اگر یہ نہیں تو زندگی فضول ہم لوگ بے مربی و سرپرست ہیں اسلئے آپ کا فرض ہے کہ پرورش فرمائیے سایۂ عاطفت میں جگہ دیجئے اگر آپ چھوٹوں کی سرپرستی نہ فرمائیں گے تو تپسیا بالکل فضول ہو گی۔ اور سرزمین کو کھود کر دوسرے زرخیز ملک کی مٹی سے قابل زراعت کرنا۔ اندر کے باغ کے بار آور پودے لگانا مناسب تو ہے مگر جس وقت کوئی اس باغیچہ کو اجاڑ دے تو کیسے رنج کی بات ہے۔ مہاراج دسرتھ نے اسی طرح پال کے لئے بڑی تپسیا کر کے آپ کا دیدار حاصل کیا۔ جب حکمرانی کا موقع آیا تو ماتا کیکئی نے ہر ایک کی امید یں خاک میں ملا دیں اگر پتاجی دنیا میں ہوتے تب تو آپ نہ لوٹتے مگر اب تو آپ کا بن باس اختیار کرنا گو ہم لوگوں کو سرپرستی سے محروم رکھتا ہے تمام دنیا کی آنکھیں لگی ہوئی ہیں کہ بھرت کے جانے سے سری رام چندر جی کا سایۂ عاطفت نصیب ہو گا۔ کون ہے جسے آپ کی فرمانروائی کی خواہش نہیں۔

سری رامچندرجی:۔ مجھے بڑا افسوس ہے کہ میرے بن باس اور پتاجی کی وفات سے تم کو سخت تکلیف ہوئی۔ اہل اجودھیا کو صدمۂ جانکاہ ہوا۔ گو تم سب کی محبت قابل قدر ہے مگر میرے خیال میں کچھ غلطی بھی ہے۔ عقلمندوں کو فضول تردّدات سے دور رہنا چاہیئے صبر و استقلال ہو تو سخت سے سخت مصیبت کچھ بھی معلوم نہیں ہوتی۔ دیکھو دنیا میں جو کچھ ہے وہ یا تو ایشور ہے یا جیو مگر ایشور زبردست اور جیو کمزور۔ ایشور کو ہمیشہ آنند رہتا ہے اور جیو کبھی سکھ کبھی دُکھ بھوگتا ہے۔ ایشور کا ہر جسم میں جلوہ رہتا ہے اور یہی جیو کو نیک اور بد افعال کی جزا و سزا دیتا ہے۔ جس طرح انسان جانور کے گلے میں پھندا ڈالی کر ادھر اُدھر لئے پھرتا ہے اسی طرح اعمال انسانی قالب کو اپنی مرضی پر چلاتے ہیں۔ چنانچہ میرا بن باس بھی بے اصول نہیں۔ پراربدھ بڑی زبردست ہے یہ جس کو چاہے جس طرح نچائے۔ اسی پراربدھ نے تم کو بھی صدمۂ جگر خراش دے رکھا ہے تم بار بار کیکئی ماتا پر الزام رکھتے ہو۔ کیکئی ماتا کچھ ایشور نہیں۔ وہ پراربدھ سے بے بس تھیں۔ اسلئے جو کچھ ہوا وہ سمجھ لو کہ شدنی تھا۔ کسی کا کچھ قصور نہیں۔ ایشور کی مرضی ہی یوں تھی۔ شاستر کا اصول ہے کہ بلندی چلنے والا کبھی نہ کبھی ضرور نیچے گرتا ہے۔ تم راج کے بدلے۔ تم راج کے بدلے بن باس ہی سے اداس ہو۔ ایک روز تم دیکھو گے کہ جس چولے کو ماں باپ نے بڑی محنت سے پالا۔ آج جس کی طاقتوں پر تم ناز کرتے ہو۔ وہ آناً فاناً میں مٹی ہو جائیگا۔ تم نے پکے پکائے پھل درخت سے گر کر چور

چور ہوتے دیکھے ہوں گے۔ یہی حالت کسی نہ کسی روز اس جسم کی بھی ہو جاتی ہے۔ جیسے کالوہا فولاد بھی مانتا ہے اور جسے اپنے زعم میں موت کی ذرا بھی پرواہ نہیں ہوتی۔ دیکھو تمام ذیروحوں کی ترکیب جسمانی بالکل یکساں ہوتی ہے۔ وہی گوشت و پوست وہی خون و استخوان۔ حالانکہ ذرا بھی فرق نہیں۔ مگر سب پہ فوق انسان ہی کو حاصل ہوتا ہے۔ انسانی قالب تمام ذیروحوں کے قالب جسمانی پہ فائق ہے۔ اس کے حاصل کرنے کیلئے بڑی قسمت چاہیئے۔ حالانکہ اس قالب کی حفاظت کے لئے انسان سب کچھ کوشش کرتا ہے۔ مگر ٹوٹا پھوٹا مکان تو مرمت سے ہی دیرپا ہو جاتا ہے۔ لیکن اسے قیام نہیں۔ دنیا میں جتنے عزیز و اقارب ہیں سب اسی وقت تک ساتھ دیتے ہیں جب تک سانس آتی جاتی ہے۔ ادھر دم نکلا ادھر سب یگانے بیگانے ہو گئے۔ کوئی دم پھر مکان میں رکھنے کا روادار نہیں ہوتا۔ سب سمجھتے ہیں کہ دن رات گذرنا دشمن کی زندگی ہے۔ جو وقت گیا پھر پلٹ کر نہیں آتا۔ گنگا کے بہتے پانی کی طرح ادھر آیا ادھر بہہ گیا۔ اسی طرح جو پیدا ہوا ہے وہ ضرور مریگا جب تک سورج ہے تب تک دن رہتا ہے۔ جہاں سورج غروب ہوا رات ہو گئی۔ اسی طرح جب تک اعمال کے موافق آواگون کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ تب تک کبھی خوشی کا دن رہیگا اور کبھی غم کی مصیبت یا کبھی کوئی پیکر خاکی اور کبھی کوئی قالب عنصری۔ گرمی کے موسم میں پانی سوکھنا شروع ہوتا ہے اور پھر خشک ہو جاتا ہے۔ اسی طرح جوانی کے ایام گزرتے گزرتے آخر وہ وقت آجاتا ہے جس کا آج ہی ہم ماتم کر رہے ہیں۔ سو تم اس وقت پتاجی کو رو رہے ہو۔ آج تک میرے بزرگ نہ جانے کن کن کو رو چکے اور اب ہم سب کی باری ہے۔ ایک روز ہم تم بھی خاک پر سو رہے ہوں گے۔ اور لوگوں کو وہی صدمہ ہوگا جو اس وقت ہمیں اور تمہیں ہے۔ باپ ماں بھائی بہن عورت سب زندگی بھر کے ساتھی ہیں۔ مرنے کے بعد کوئی کسی کا شریک حال نہیں۔ نہ وطن ہی رفاقت کرتا ہے نہ پردیس۔ موت کہیں پیچھا نہیں چھوڑتی۔ ہر وقت ساتھ رہتی ہے جس وقت موقع ملا۔ پنجرے کا پنچھی اڑا لے گئی۔ اگر موت سے نجات درکار ہو تو انسان کا فرض ہے کہ ایشور کی یاد میں محو ہو کر جیو کو آتما اور پرماتما سے وصل کرے۔ جب تک موکش حاصل نہ ہوگی۔ تب تک نہ زندگی سے مفر ہوگا نہ موت سے اہل دنیا پہ وہ بھی سوار ہے کہ بس کچھ کہا نہیں جاتا۔ سلطنت میری گھربار میرا بچے میرے۔ جورو میری۔ میری میری تو سب کہتے ہیں۔ مگر یہاں کوئی چیز کسی کی نہیں۔ ایشور کا مال ہے جس کو چاہے دے جس سے چاہے چھینے۔ اہل زمانہ کی بیوقوفی کا کہاں تک ذکر کیا جائے۔ رات کے بعد سورج طلوع ہوا تو خوش ہو گئے۔ کہ دن آیا۔ آنکھوں کو روشنی حاصل ہوئی۔ مگر کسی کو یہ خیال نہیں کہ اتنی عمر گھٹ گئی؟ اسی کیفیت ہی پر منحصر نہیں۔ دن کے وقت رات کا خیال ہے۔ گرمی میں سردی کی آرزو۔ برسات میں بسنت کی خواہش۔ اسی طرح عمر گذر جاتی ہے۔ اور لوگوں کی سمجھ میں کچھ نہیں آتا۔ دن کے بعد رات کی آرزو رات کے بعد دن کی آرزو میں زندگی گنوا بیٹھتے ہیں۔ بھرت جی تم ہوشمند ہو۔ دانشمند ہو۔ دنیا کی فضولیات میں نہ پڑو۔ پتاجی نے تمہیں راج دیا۔ ہاتھ آئی ہوئی دولت کو گنوانا بھی حماقت ہے۔ میں ہرگز ہرگز دیس...

رہ جاؤنگا۔ لوگ مرنے والے کو نہیں روتے بلکہ ان کو اِس دن کا خیال آتا ہے جب انہیں بھی دنیا چھوڑنی پڑیگی۔ جو آنسو نکلتا ہے وہ مرنے والے سے کہتا ہے کہ تم چلو ہم بھی پیچھے سے آتے ہیں۔ بھلا آج ہمارے تمہارے دادے پردادے کہاں ہیں۔ بزرگوں کے بزرگوں کا پتہ نشان کہیں کچھ بھی نہیں۔ جب یہ ہے۔ تو پھر کسی کا سوچ کیا۔ میں تو ایشور کی کرپا سے زندہ بیٹھا ہوں۔ پھر زندہ کے لئے افسوس کرنا کیا معنی۔ سوچ کی چیز اگر کوئی ہے تو ثواب۔ نیکی۔ ناموری۔ اِن کیلئے آنسو بہائے تب تو انسان عقلمند ہے ورنہ بیوقوف۔ ہمارے پتا جی مرگئے ضرور غم ہے۔ مگر وہ نام کو زندہ کر گئے۔ دیش چھوڑ گئے پھر زیادہ رنج و فکر کی کیا بات۔ انسان کا فرض ہے کہ رنج و راحت کو ہمیشہ یکساں سمجھے۔ پس اب تم دنیاوی خیالات کو ترک کے راج پاٹ سے غم غلط کرو۔ رعایا پریشان ہے۔ اس کی اشک شوئی تمہارے بغیر کوئی نہیں کر سکتا۔ میں اب واپس نہیں جا سکتا۔ ماتا اور پتا نے مجھے یہ چولا عطا کیا۔ ان کے احسانات سے میں کبھی سبکدوش نہیں ہو سکتا۔ ایسے والدین کے حکم کی تعمیل میں نقص واقع ہوا تو میری زندگی پر لعنت ہے۔ پتا جی کے دھرم کو دیکھو کہ مجھ ایسے اور تم ایسے بیٹوں کو چھوڑ دیا۔ اپنی جان دے دی اور دھرم سے روگردان نہ ہوئے۔ ایسے دھرماتما باپ کی اولاد ہو کر اگر میں بات پہ قائم نہ رہوں تو ننگ خاندان کہلانے کے سوا اور کیا قائم میسر ہو سکتا ہے۔ تم بھی دھرماتما باپ کی اولاد ہو۔ اِس لئے میری نصیحت یہ ہے کہ میری طرح پتا کے حکم کو ہزار جان سے مانو۔ گلزار سلطنت کو آبیاری فیض سے سرسبز و شاداب کرو ؎

سرگ ۱۰۶

سری رامچندر جی کی خدمت میں بھرت جی کی گذارش حال

بھرت جی مودبانہ لہجے میں سخن پرواز ہوئے۔ کہ

آپ کا فرمانا بہت درست مگر سوچئے تو کہ آپ کے سوا کسے کام۔ کرودھ۔ لوبھ۔ مدا خواہشات نفسانی غصہ لالچ غرور) کو مغلوب رکھنے کی طاقت ہے۔ تمام رشی متفق ہیں کہ صرف آپ کی تقلید اور پیروی کرنے سے آدمی دیوتا ہو سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ دکھ سکھ زندگی موت کا رنج بیکار ہے۔ مگر یہ تو فرمایئے کہ کوئی آپ کی سی عقل صائب کہاں سے لائے۔ اگر آپ کی سی عقل سب میں بھی ہوتی تو دنیا کا انتظام نہ چلتا۔ سب لوگ مہاتما ہی مہاتما ہوتے۔ نرک۔ بیکنٹھ۔ جزا و سزا۔ رنج و راحت کا جھنجھٹ ہی نہ رہتا۔ آپ اپنے کو کچھ نہ سمجھیں۔ دور اندیش لوگ تو جانتے ہیں کہ آپ کون ہیں۔ وید شاستر نے کس کے دھرم وغیرہ کی تعریف میں رطب اللسانی کی ہے۔ نراکار۔ نربکار۔ آنند سروپ کس کا خطاب ہے۔ آپ کا تو یہ کہ دنیا گذشتنی و گذاشتنی ہے۔ زندگی موت کوئی چیز نہیں۔ جب یہ ہے تو آپ پتا جی کا واقع

دلخراش شنکر کیوں نہ پڑے۔ جب آپ ہی کو دنیاوی الفت سے لگاؤ ہے تو دوسرے کیوں کر صدمات کو ضبط کر سکتے ہیں۔ میں مکان پر نہ تھا۔ اگر ننہال سے وقت پر آ گیا ہوتا۔ تو ماتا کیکئی کبھی ادھرم کرنے کا موقع اور پتاجی کو دھرم کی زنجیر میں جکڑنے نہ پاتیں۔ اس وقت میرے دل کی کیفیت دگرگوں ہے۔ دل یہی چاہتا ہے کہ گلے پر تلوار پھیر دوں۔ بلا سے دھرم ہو یا ادھرم۔ مگر پھر یہی دھرم بالکل روکتا ہے۔ آپ کی ناراضگی کا بھی خوف ہے۔ مجبور ہوں۔ پتاجی کا بڑھاپا تھا۔ بڑھاپے میں عقل زائل ہو جاتی ہے۔ اس عمر میں بات کا اعتبار نہ کیا۔ خصوصاً جب ایسی مت ماری گئی ہو۔ کہ انسان دھرم کے وقت کام کے قابو میں ہو جائے۔ نیک و بد نہ سمجھے۔ ماں باپ کے حکم کی تعمیل ہر فرد بشر پر ضرور فرض ہے۔ مگر جس کی عقل خبط ہو ایسے والدین کی بات پر عمل کرنا کبھی جائز نہیں۔ حکم وہی ماننا چاہیئے جو خوشی کی حالت میں ہو۔ پس کیکئی جی کے دباؤ سے جو حکم مجبوراً دیا گیا۔ اس کی پابندی کبھی کسی پر لازم نہیں۔ پتاجی کی کبھی خواہش نہ تھی کہ آپ صحرا نورد ہوں۔ یہ نہ ہوتا تو وہ راج تلک کی تیاریاں کیوں کرتے۔ پس آپ شاستر کی ہدایت مانیں اور اس بات پر عمل فرما دیں۔ جو نہ دل سے مد نظر تھی۔ اگر آپ اس کے خلاف عمل درآمد کریں گے تو آپ کو پاپ ہوگا۔ اور پتاجی کی روح عذاب میں گرفتار ہوگی۔ آپ کو جب ماں باپ کی رضا جوئی اور نیک نامی کا اس قدر خیال ہے تو ماتا کیکئی کی بدنامی کی طرف کیوں نظر نہیں۔ ہر شخص ماتا کیکئی کو برا کہہ رہا ہے۔ ہر زبان سے مذمت سن لیجئے۔ کیا آپ پسند کرتے ہیں کہ آپ کی ماتا کی روسیاہی روز بروز بڑھتی ہی جائے آپ کا فرض ہے کہ والدین کو نرک سے بچایئے۔ ان کی پیشانی سے کلنک مٹایئے۔ بیشک چھتری کا دھرم ہے کہ کام کرودھ وغیرہ دشمنوں کو جیت کر ناموری کے جھنڈے گاڑے۔ مگر یہ تو کہئے کہ آپ چھتری ہو کر فقیری کو کس اصول سے جائز خیال فرماتے ہیں۔ اور اہل زمانہ کی پرورش و حفاظت سے ہاتھ کھینچ کر بنوں میں مارے مارے پھرتے ہیں۔ تپسیا کی غرض تو یہی ہے کہ سرگ ملے اور عمدہ سے عمدہ نعمتیں دستیاب ہوں۔ دیوتاؤں اور رشیوں کا درشن نصیب ہو۔ کیا یہ سب باتیں اجودھیا میں موجود نہیں۔ سرگ میں یہاں سے زیادہ اور کیا رکھا ہوا ہے۔ سرگ کا حال کیسے معلوم نہ جانے ہے بھی۔ مگر اجودھیا آنکھوں کے سامنے موجود ہے۔ یہاں کی نعمتیں ہر جگہ ڈھیر ملتی ہیں۔ شاستر بتاتا ہے کہ پہلے گرہست دھرم کی پابندی لازم ہے پھر برہمچرج۔ سنیاس وغیرہ کی۔ آپ کیوں زینے پر باقاعدہ نہیں چڑھتے۔ اور سیڑھیاں چھوڑ کر اوپر کی سیڑھی پر چڑھنا کون عقلمند جائز سمجھے گا۔ ہمارے بزرگ سب کے سب بڑھاپے میں تارک الدنیا ہوئے۔ نہیں کوئی عنفوان جوانی سے گھر بار چھوڑ نہیں بیٹھا۔ پس آپ کا بن باس وید شاستر کے بھی برخلاف ہے۔ اور خاندانی رواج سے بھی ناروا۔ جتنے آشرم ہیں سب پر شاستر والوں نے گرہست آشرم کو ترجیح دی ہے۔ دان پُن خیرات زکوٰۃ۔ مسافر پروری۔ مہمان نوازی۔ درشٹی پوجن اور جگیہ وغیرہ ہزاروں قسم کے نیک کام اسی آشرم کی بدولت ہوتے ہیں [illegible] اگر اہل زمانہ کی امید

پر خاک ڈالنا دھرم سمجھتے ہیں۔ اگر آپ کو کندمول پھل سے شوق ہے۔ تو تختِ سلطنت پر کیا جنگلی چیزیں دستیاب نہیں ہو سکتیں۔ یہاں رہنے سے اس حکم کی بھی تعمیل ممکن ہے۔ کہ پتا کے بعد بڑا بھائی چھوٹے بھائیوں کی پرورش و پرداخت کرے۔ اب زیادہ سمع خراشی کرنا داخل گستاخی سمجھتا ہوں۔ اس لئے درخواست ہے کہ اس مقدس چترکوٹ پر آپ تاج سلطنت قبول فرما دیں۔ گورو بششٹھ۔ سومنت وزیر۔ اور تمام ارکانِ دولت و باشندگانِ اجودھیا موجود ہیں۔ آپ کو دشمنوں کی سرکوبی منظور ہو تو فوج کو ہمراہی کا اشارہ ہو۔ جاں نثار حاضر ہیں۔ آپ نے تپسیا کو مقدس سمجھ رکھا ہے۔ مگر ذرا دھیان کیجئے جب تک انسان ترپن۔ دیوتاؤں اور رشیوں سے سبکدوش نہ ہو جائے۔ تب تک تپسیا کا حکم ہی کہاں ہے۔ پترون اولاد سے رشیوں یگیہ سے اور دیوتاؤں پرمھ کھیوج سے بے باق ہوتا ہے۔ آپ خود بتایئے آپ کو کس قرض سے نجات مل چکی۔ یہ بھی غور کیجئے کہ آپ کی تخت نشینی کی آرزو میں کون کون خیر خواہ دست بدعا ہے۔ ان کے دل میں کیا کیا امیدیں تھیں۔ اس وقت آپ کی صحرا نشینی سے سب کی حسرتوں کا خون ہو رہا ہے۔ آپ کو ذرا بھی حق دوستی کا خیال نہیں۔ صاف صاف لکھا ہے کہ بھگتوں پر مصیبتیں نازل ہونے سے آپ کو آرام نہیں ملتا۔ کبھی مچھ کچھ اوتار میں دافع مصائب ہوئے۔ کہیں باوَن اوتار کا جلوہ دکھا کر بھگتوں کی جان بچائی۔ اس وقت کیا ہے کہ وہ نظرِ عنایت ہی نہیں۔ محبت کے عوض دشمنی کا خیال جاگزین ہے۔

اس طرح کی بہت سی باتیں کہہ کر بھرت جی نے قدموں پر سر رکھ دیا۔ اور پریم کے آنسوؤں سے قدموں کی خاک دھونے لگے۔ مگر سری رامچندر جی نے کسی بات کا جواب نہ دیا۔ انہوں نے سمجھ لیا کہ ایک چپ میں ہزار بلائیں ٹلتی ہیں۔ ایسی باتوں کا جواب دینا ہی کیا۔

حاضرین اس خاموشی سے مایوس ہوئے۔ ان کی آنکھیں آنسوؤں کا دریا بہانے لگیں۔ بعض استقلال اور دھرم کے قائل ہوئے۔ بعضوں کا خیال تھا۔ کہ ابھی چلتے وقت دیکھیں کیا ہو۔

سرگ ۱۰۷

سری رامچندر جی کی بھرت جی کو فہمائش

بھرت جی کی تقریر سے ان کی دلی محبت ٹپکتی تھی۔ ایک ایک آنسو بیقراری کی خبر دیتا تھا۔ وہ تھوڑی دیر خاموش رہ کر بولے کہ اگر اب کچھ جواب نہیں دیتا تو لوگوں کو یقین ہو جائیگا۔ کہ بھرت جی کی تقریر لاجواب تھی اب میرا زبان ہلانا ضروری ہے۔ چنانچہ گوہر افشانی فرمانے لگے کہ

بھرت جی! تمہارے پتا راجہ دسرتھ ایسے دھرماتما تھے۔ اور ماتا کیکئی بھی عالی خاندان مہارانی

کے بطن سے عالم وجود میں آئے۔ تمہارے عقل و فراست کا کیا کہنا۔ تم نے جو کچھ کہا بہت درست اور
واجبی ہے۔ مگر تم سے ایک ذکر کرتا ہوں جس کی تم کو اور گورو وششٹ کو ضرور خبر ہوگی۔ سنو
جس وقت پتا جی اور ماتا کیکئی کی شادی کا معاملہ درپیش تھا۔ راجہ کیکے نے اس شرط پر
شادی منظور کی تھی کہ ماتا کیکئی کی اولاد وارث تخت و تاج ہو۔ پتا جی سن رسیدہ تھے اولاد کی
خواہش میں انہوں نے شرط منظور کی۔ اور تین مرتبہ اقرار کرکے ماتا کیکئی کو منواس کی زینت بنایا۔ اس
وقت ان پر کوئی خواہشات نفسانی غالب نہ تھی۔ نہ کسی بات کا لالچ تھا۔ نہ یہ بات کوئی سسرال کے مذاق
کی تھی۔ اس لئے سمجھنے کی بات ہے کہ راج کا استحقاق مجھے نہیں۔ بلکہ تمہیں ہے کیونکہ جب میں بھی دنیا
میں نہ تھا۔ تب پتا جی زبان ہار چکے۔ اور تمہیں راج دے چکے ہیں۔ اس کو بھی جانے دو۔ دیوتاؤں اور راکشسوں
کی لڑائی کا حال کسے معلوم نہیں۔ اس موقع پر ماتا کیکئی ہی کا کام تھا۔ کہ انہوں نے پتا جی کی جان بچائی
جس کے صلے میں پتا جی نے ماتا کیکئی کو دو قول ہارے۔ جب یہ صورت ہے۔ تو تمہارے سوا دوسرے کو
تخت سلطنت پر قدم رکھنے کا حق یا منصب نہیں۔ اگر یہ کہو کہ کیکئی ماتا کی ضد سے مجبور ہو کر پتا جی
نے ادھرم ہی کیا۔ تب بھی شاستر مجھے ہدایت کرتا ہے۔ کہ بیٹا وہی ہے جو باپ کو ادھرم کی دلدل سے نکالے
اور اس کا بیڑا پار کر دے۔ میں ایک تو پتا جی سے کہہ چکا ہوں کہ آپ کے قول پر عمل کرونگا۔ دوسرے
ماتا کیکئی کے سامنے بھی رضا جوئی اور فرمانبرداری کا تہیہ کیا ہے۔ پھر کس زبان پلٹوں۔ قول سے پھر کر
دنیا میں روسیاہی گوارا کروں۔ میرا قدم دھرم کی راہ سے کسی طرح ڈگمگا نہیں سکتا۔ میری ہدایت ہے کہ
تم بھی اسی راہ میں ثابت قدم رہو۔ تمہیں جتنی یہاں دیر ہوتی ہے۔ اسی قدر زیادہ ادھرم پھیلنے کا اندیشہ
ہے۔ پتا جی یہاں موجود نہیں۔ مگر تمہارے واپس نہ جانے سے ادھرم کی جو ترقی ہو رہی ہے۔ اس سے ان کی
روح کو سورگ میں بھی سخت صدمہ ہوگا۔ وہی بیٹا سعادتمند ہے۔ جو باپ کو نرک سے نکال کر سورگ میں
پہنچائے۔ پنڈدان اور زمین سے اس کی روح کو عذاب سے چھڑائے۔ لائق بیٹے پتا کے نام پر باولی
باغ۔ کنوئیں وغیرہ بنا کر روح کو ثواب پہنچاتے اور دنیا میں اپنا اور بزرگوں کا نام روشن کرتے ہیں
بیٹے کے لئے اس دھرم سے بڑھ کر اور کوئی دھرم نہیں چنانچہ مجھے اور تمہیں دونوں کو ان کی بات رکھنا
ہزار کاموں سے زیادہ مقدم سمجھنا چاہیئے۔ تم اجودھیا میں بار سلطنت سر پر لو تمہاری خدمت کیلئے
شتروگھن جی موجود ہیں۔ میں جنگلوں کا راج کرتا ہوں۔ میری خدمت کے لئے تمہاری بھابھی جانکی جی اور تمہارے
بھائی لچھمن جی ہمراہ رہیں گے۔ تم کسی طرح کی فکر نہ کرو۔ مجھے یہاں تم سے زیادہ آرام رہیگا۔ میری
سلطنت تمہاری حکومت سے بہت زیادہ وسیع ہے۔ جنگل کے درخت چھتر کا کام دیں گے۔ پہاڑ
چٹانیں اور آسن کو مات کریں گی۔ تم خود اجودھیا اور سورگ کا مقابلہ کرتے ہو۔ پھر میرے عظیم الشان
راج میں خلل ڈالنا تمہاری برادرانہ محبت کے خلاف ہے۔ اجودھیا میں تم رشیوں کی خدمت کرو۔

میں بن میں۔ تم اہلِ زمانہ کی پرورش و نگہداشت کا بیڑا اٹھاؤ۔ میں صحرائیوں کی۔ دونوں کا پلہ برابر ہے۔ نہ ادھر زیادہ نہ ادھر کم*

سرگ ۱۰۸

سری رامچندر جی کے رد جواب کیواسطے جابالی پروہت کی منطق

راجہ دسرتھ کے پروہت جابالی جی بھی اس وقت موجود تھے۔ اُنہوں نے جب دیکھا کہ سری رامچندر کسی طرح راضی نہیں ہوتے۔ بھرت جی کو معقول کئے دیتے ہیں۔ تو بناوٹ سے تیوریاں چڑھا لیں۔ ناک بھوں ٹیڑھی کر کے اپنا سوگھڑت شاستر پڑھنے لگے بولے کہ

واہ رامچندر جی آپ تو بڑے ہی عقلمند نکلے۔ مگر بھرت جی کو بہلا لیجئے۔ ہم لوگوں کے سامنے آپ کا شاستر طاق پر ہی رکھا رہیگا۔ آپ رشی کا بانا اختیار کئے ہوں۔ اس بانے کی لاج رکھئے۔ تو ہماری آپ کی منطق گاڈ خورد ہو جائیگی۔ بھلا کہیں رشی بھی جھوٹ بولتے ہیں۔ بھلا بتائیے تو دنیا میں کس کا کون ہے۔ باپ۔ بیٹا۔ بھائی۔ بہن۔ جورو۔ لڑکا کسے کہتے ہیں۔ ماں کے پیٹ سے آدمی فرد پیدا ہوتا ہے مگر وہ اکیلا دنیا میں آیا۔ اکیلا چل بسا۔ آپ کوئی بتا دیجئے کہ دو کیبلا آیا اور دو کیبلا چلا گیا۔ نہ زندگی کوئی چیز ہے۔ نہ موت۔ مسافر خانے میں مسافر آتے ہیں۔ کچھ ٹھیرتے ہیں۔ کچھ چلے جاتے ہیں۔ مانا کی کوکھ بھی ایک مسافر خانہ ہے۔ جس کو آنا ہو آیا۔ جس کو جانا ہوا چل دیا۔ سرائے سے کسی مسافر نے الفت کی ہے۔ نہ مسافر سے کوئی الفت کرتا ہے۔ کہاوت ہے کہ "جگ کس کے میت" راہ گیر وہ کس کو محبت۔ بھرت جی نے جو کچھ کہا بالکل ٹھیک کہا۔ اس کا جواب کسی کے پاس نہیں۔ آپ فضول ادھر ادھر کی ہانکتے ہیں بات کو الجھاتے ہیں۔ اصل مطلب پر نہیں جمتے۔ لوک بیوہار اور خاندانی رواج کو بھرت جی نے جس لیاقت سے ثابت کیا۔ آفرین۔ ان کا قول بہت درست کہ جبر یا مجبوری سے جو کچھ بات کہی جائے اس پر اعتبار کرنا عقلمندوں کا کام نہیں۔ اہلِ فراست کا فرض ہے کہ دل کی بات ملحوظ رکھیں اور ضمیر خالص کا منشائے اصلی سمجھیں۔ بعض وقت انسان حالت غیظ و غضب۔ عالم فکر و تردد میں حواس باختہ ہو کر کچھ کا کچھ کہہ دیتا ہے۔ ایسے دانشمند لوگ نظر انداز کر دیتے ہیں۔ خیال میں بھی نہیں لاتے۔ تمہاری اجودھیا کی آجکل وہی حالت ہے۔ جس کا دنا ہو اپنی ندفی ہیں۔ راجہ دسرتھ کس اصل سے تمہارے پتا تھے۔ دنیا میں نہ کوئی کسی کا باپ ہوتا ہے۔ نہ بیٹا۔ ہزار دفعہ بیٹا باپ ہوتا ہے اور باپ بیٹا۔ اسی طرح ہر عزیز اور رشتہ دار کا حال سمجھ لو۔ پھر تمہیں راجہ دسرتھ کی ذرا سی بات پر راج چھوڑنا اور لاکھوں باشندگان اجودھیا۔ عزیز و اقارب فوج و لشکر کا دل دکھانا کبھی لازم نہیں

اگر یہ خیال ہو کہ باپ کے نطفے اور ماں کے خون سے پیکر عنصری بنتا ہے پرورش پاتا ہے۔ تو یہ بھی کوئی بات نہیں۔ سلسلۂ کائنات یونہی چلا آتا ہے۔ پھل پھولوں کے والدین درخت ہوتے ہیں بھلا کوئی پھل پھول بھی درخت کو ماں باپ کی عزت دیتا ہے۔ جانوروں کی بھی بجنسہٖ یہی حالت ہے کوئی پہنچانتا بھی نہیں کہ یہ میرا بیٹا ہے۔ یہ میرا باپ۔ یہ ماں۔ یہ بہن۔ آپ کی منطق بھی نرالی ہے راجہ دسرتھ کو بتا پتا کہہ مفت راج کا سنیاس گرتے اور ایک عالم کو دکھ دے رہے ہیں جس نے دولت پاکر جسم کو تکلیف دی۔ ان کو زندگی بھر چین نہیں۔ وہ پرستی ہوئی کتابی پرلات مار کر الشیو کی ناشکری اور محسن کشی کرتے ہیں۔ شرادھ۔ پنڈ دان۔ پتر کرم کا بھی قائل نہیں۔ ایسی باتیں بھرت جی کو بہلانے کے لئے کافی ہیں۔ لیکن ہم الیبول کر آپ بیوقوف نہیں بنا سکتے۔ بھلا نیلے پتروں کو بھی آپ نے کچھ کھاتے پیتے دیکھا ہے۔ دیکھا ہو تو کبھی مجھے بھی دکھا دیجئے۔ میں تو یہی جانتا ہوں۔ کہ جو کچھ پتروں کے نام سے کھانا پرسا گیا۔ المفتے ڈکار گئے۔ پتروں کو جو کچھ پہنچا ہے۔ تو آپ جانیں۔ پتر تو مر گئے۔ دنیا میں نہیں۔ آپ یہاں کسی زندہ کے نام پر کسی شخص کو کھانا کھلا کر آزمائش کر لیجئے۔ دیکھیں کس کا پیٹ بھرتا ہے جب زندگی میں کسی دوسرے آدمی کو دوسرے کے کھانے سے زبان تک کا ذائقہ نہیں ملتا۔ تو مردہ کو کھلانے سے کب سیری ممکن ہے۔ میں تو جگیہ کو بھی اسی مد فضول میں شامل کرتا ہوں۔ اس تقریب میں بھی کبھی دیکھنے میں نہ آیا۔ کہ اناج۔ گھی۔ دودھ۔ دہی وغیرہ دیوتاؤں کے پیٹ میں پہنچا ہو۔ مجھ کو معلوم ہے تو صرف یہ کہ برہمن سب چٹ کر گئے اور جگیہ کرنے والا کا روپیہ مفت مٹی میں مل گیا۔ میں تو ظاہری باتوں کا قائل ہوں۔ جو نظر نہیں آتا۔ اس کو مطلق نہیں مانتا اسی لئے آپ سے کہتا ہوں۔ کہ اپنی منطق نہ رکھئے۔ زیادہ باتیں نہ بنایئے۔ آنکھوں دیکھی باتوں پر عمل کیجئے۔ بھرت کو بھلاوا نہ دیجئے چپ چپاتے گھر چلئے اور راج کیجئے بس اور کوئی غرض نہیں۔

سرگ ۱۰۹

جابالی کی گفتگو پر سری رامچندر جی کی برہمی و چشم نمائی

جابالی کی بے تکی ہانک پر سری رامچندر جی کو سخت طیش آیا۔ عالم غضب میں بولے۔ آپ اپدیشک ہیں تو کیا ہوا۔ مگر معلوم ہوا کہ آپ کو عقل چھو نہیں گئی۔ شاستر سے آپ بالکل کورے ہیں۔ مجھے تعجب ہے کہ آپ کو پتا جی نے کیا سمجھ کر بیاس کی پدوی دے دی۔ آپ پرتیکش یعنی ظاہری باتوں کے قائل ہیں۔ بہت مناسب۔ آپ کا مذہب ناستک ہے مجھے خوشی ہے۔ کہ آپ ذیرہ روحوں کی دلآزاری سے متنفر ہیں۔ مگر ذرا یہ تو بتایئے کہ پانی کے ساتھ کتنے کیڑے آپ

ہر روز ہضم کر کے خون بنایا کرتے ہیں۔ دیوتاؤں اور پتروں کو آپ نے کھاتے نہیں دیکھا ٹھیک
اور بہت ہی ٹھیک مگر مہربانی کر کے یہ بتائیے۔ کہ آپ نے کبھی اس کو بھی دیکھا جس نے آپ کو آنکھ۔
کان۔ ناک وغیرہ دیئے۔ گلشن کائنات میں مختلف رنگ آمیزیاں کیں۔ آپ کو نور دیا۔ ماہتاب کو
روشنی بخشی وغیرہ وغیرہ۔ عاقلاں را اشارہ کافی است۔ جب آپ نے ایشور کو نہیں دیکھا تو یقین
ہے کہ آپ اس ذاتِ مقدس کے وجود کے بھی قائل نہ ہوں گے۔ پنڈوں کا پتروں کا نہ پہنچنا بھی عجیب
ہی خیال ہے سنیئے ایک واقعہ سناتا ہوں۔

سورداس برہمن کا فرزند ایک جگہ تپسیا پر جٹ گیا۔ ہمت بندھی ہوئی تھی۔ تب مقبول ہوئے
برہما خود تشریف لائے۔ اور پوچھا کیا خواہش کیا آرزو ہے۔

برہمن:۔ جو مانگوں دیجئے تو عرض کروں۔ یوں بات کھونا منظور نہیں۔

برہما:۔ جو تقدیر میں ہوگا ضرور دوں گا۔

برہمن:۔ جب یہ ہے تو آپ کا احسان۔ آپ سے درخواست کرنے کی ضرورت۔ جو قسمت
میں ہوگا تو ہر طرح مل رہیگا۔

برہما:۔ میں قسمت سے زیادہ نہیں دے سکتا۔ ہاں اتنا کر سکتا ہوں۔ جو زندگی بھر کیلئے
وقف ہے وہ ایک مرتبہ دے دوں۔

برہمن:۔ مجھے یک لخت مانگنے کی ضرورت نہیں۔ آپ حسب ضرورت دیا کریں۔

برہماجی:۔ اچھا جو مرضی کہہ کر غائب ہو گئے۔ اور برہماجی کے یہاں سے حصہ رسد
روز آنے لگی۔ جب سرمایۂ قسمت میں سے صرف پانچ روپے باقی بچ رہے۔ تو برہماجی نے وہ بھی ہاتھ
پر رکھ دیئے اور کہا لو حساب بے باق۔

برہمن نے روپے لے لئے اور اسی وقت دان کر کے ہاتھ جھاڑ دیا۔ اس دان کی برکت اتنا
اثر دکھا گئی۔ کہ فوراً برہمن کو آدھا اندر آسن مل گیا۔ اور اس رنگ سے تمام دیوتا اور اندر گھبرا اٹھے۔
اندر کو غصہ آیا اسی وقت اندر آسن سے دھکیل دیا۔ برہمن گرا تو زمین پر چت۔ اتنے ہی میں
برہم لوک والوں نے شور و غل مچایا۔ کہ یہ ادھرم کیا۔ دان کی فضیلت اندر نے مٹا دی۔ برہماجی کو
برہمن کے دان کا خیال آیا۔ اور انہوں نے اسے برہم لوک میں جگہ عطا فرمائی۔

یہ ذکر سنا کر سری رامچندر جی نے فرمایا۔ کہ جابالی جی سمجھے۔ دان کی برکت ہے۔ برہمن نے
دان تو نہ جانے کس کو دیا تھا۔ مگر اس کے ثواب کو دیکھئے۔ کہ برہم لوک میں جگہ مل گئی۔ یہ تو شاستروں
کی بات ہے اب ذرا دنیاوی بات پر نظر ڈالئے۔ علاوہ ادر پاپی لوگوں کی عزت اہل دنیا کبھی نہیں کرتے
وجہ یہ کہ ان کے قول و فعل وید شاستر کے خلاف ہوتے ہیں۔ انہیں کے مقابلے میں ان اشخاص

کی خاص عزت کی جاتی ہے جن جن کے طریقے عمدہ اور صاف نیک ہوتے ہیں۔ بد اعمالیوں کی بد افعالیوں کی یادداشت میں بدنامی کا دھبہ نصیب ہوتا ہے۔ نیک افعالوں کو نیک اعمالیوں کے صلے میں عزت و معززہ حاصل ہوتی ہے۔ کسی چیز کو گرم پانی میں چھوڑ دو تو پکنے ہی پکتے پکتا ہے فوراً نہیں پک جاتا۔ درخت کو لاکھ رات دن سینچو۔ مگر وقت مقررہ پر ہی پھلتا ہے۔ یہی حالت نیک کرموں کی ہے۔ ان کا پھل دوسرے جنموں میں ملتا ہے۔ آپ اپنے ہی کو دیکھ لیجئے۔ پتا جی کے یہاں اس مرتبہ اعلیٰ کو پہنچے ہوئے ہیں۔ تمام نعمتیں ہر وقت موجود۔ محل دو محلے کی کمی نہیں۔ عمدہ عمدہ لباس ڈھیر۔ اس کا سبب جانتے ہو کہ کیا ہے۔ فقط وہی اگلے جنم کا پن بہ ناپ۔ ورنہ آپ نے پتا جی کو اپنے کھیت نہ سونپ دیئے تھے کہ اسمیں سے نکال کر آپ کو زر جواہر سے لادتے ہیں۔

مجھے حیرت ہے کہ جب آپ کی عقل و فراست کا یہ حال ہے۔ تو آپ کے مشورے سے اتنے دنوں کیونکر راج کا کاروبار چلا۔ ایسے مشیروں کی رائے سے تو سلطنت کی مٹی برباد ہو جانا چاہیئے تھی۔ ایسے بیہودہ اور مہمل اندیشہ سے اگر انسان کا ستیاناس نہ ہو تو سمجھ لیجئے کہ دن رات ہو گیا۔ اور رات دن۔ جابالی جی سوچئے باپ ایک ہوتا ہے۔ اور بیٹے کئی۔ آپ بتا سکتے ہیں کہ سب بیٹوں کو کبھی برابر کا راج حاصل ہوا ہے۔ سب کی زندگی کے سکھ دکھ اور زندگی و موت کے حالات یکساں ہی ہوتے ہیں۔ امیری و غریبی میں کوئی کم اور زیادہ نہیں ہوتا۔ میں تو جانتا ہوں کہ اگر ایک بیٹا امیر ہے۔ تو ایک مفلس۔ ایک عالم ہے تو ایک جاہل۔ ایک دھرماتما ہے تو دوسرا ادھرمی یہ فرق صرف اگلے جنموں کے پھل سے ہوتا ہے۔ اس میں ماں باپ کے دھرم کرم اور ایک ہی خون کی تاثیر سے کچھ رد و بدل نہیں ہو سکتا۔ جابالی جی آپ شاستر گھرانے میں رکھئے۔ یہاں نہ جھوٹ بولنے کی عادت ہے۔ نہ جھوٹ بات سننے سے رغبت۔ میں جو کچھ کہہ چکا کہہ چکا جو کر چکا کر چکا۔ نہ زبان پلٹنے والی ہے۔ نہ قدم راہ راست سے ڈگمگانے والے۔ مجھے راج پاٹ کی تمنا نہیں۔ یہ لالچ کسی اور کو دیجئے۔ میں بہت سے لالچیوں۔ خود غرضوں اور ادھرمیوں کے حالات سے واقف ہوں۔ جو آپ سے زیادہ راجاؤں کو اپنی ظاہری محبت کے جال میں پھنسائے اور خوشامدانہ باتوں کے پھندے میں گرفتار رکھتے ہیں۔ مگر یہاں ایسے لوگوں کو دور ہی سے پرنام ہے۔ بھرت جی نے بھی ایک یہ دلیل پیش کی تھی۔ کہ راج کے پہلے کسی بزرگ نے تپسیا نہیں کی مگر یہ راجہ ماندھاتا کا نام نظیراً پیش کرتا ہوں۔ انہوں نے تپ کے بعد راج کیا ہے۔

راج کے دنوں میں مردم آزاری و خونریزی سے سامنا رہتا ہے۔ جھوٹ کے بغیر بھی کام نہیں چلتا۔ اس لئے میں تپسیا کو راج سے مقدم سمجھتا ہوں۔ اگر تپسیا پوری ہو گئی۔ تو راج ملنا کیا محال ہے۔ تخت سلطنت خود دوڑ کر قدم چوم لیگا۔ جابالی جی آپ کا یہ خیال بھی کہ یگیہ

کا حصہ دیوتاؤں تک نہیں پہنچتا۔ غلط در غلط ہے۔ کیوں صاحب ہوا اور آگ۔ سورج اور چاند
کچھ حصہ دیوتاؤں کو پہنچاتے ہیں یا نہیں۔ کسی ملک کو فرض کر لیجئے۔ زمین ایک خاک ایک آب
و ہوا کی تاثیر ایک مگر کھیتوں کی پیداوار یکساں نہیں ہوتی۔ کوئی کھیت غلہ سے پٹ جاتا ہے۔ کسی
میں اناج پیدا ہوتا ہے تو بہت کم۔ اس کا سبب یہ ہے کہ یگیہ نہ ہونے سے دیوتا لوگ اپنا اپنا حصہ
انہیں کھیتوں سے لے لیتے ہیں۔ ورنہ ایک ہی جگہ زرخیزی میں کمی و بیشی کیا معنی۔ یگیہ کی فضیلت کا
کیا بیان ہو۔ ایک سو یگیہ کر لینے سے اندر جی کی پدوی حاصل کر لینا ہر انسان کے اختیار میں ہے۔
بشرطیکہ ہمت باندھ لے۔ جن کو ہم لوگ سیارے سمجھتے ہیں۔ وہ دیوتا ہیں مگر کس کی نظر میں جس کی
عقل کی آنکھوں پر پٹی نہیں بندھی ہے اسے جابالی جی مجھے تمہاری گفتگو سخت ناگوار معلوم ہوئی تمہیں
ایسے برہمن آستک اور ناستک دونوں دھرموں کی مٹی پلید کرتے ہیں۔ مجھے پہلے پتا جی کی ذات
سے حیرت تھی کہ وہ عقلمند ہو کر کیا کر بیٹھے۔ آج یقین ہوا کہ یہ سب کارستانی آپ ہی کی ذات
شریف سے تھی۔ جو لوگ ٹھیک اپدیش نہیں کرتے۔ واجبی ہدایتیں نہیں دیتے۔ ان کو سرگ میں جگہ
نہیں ملتی۔ آپ بھی اپنے خیالات سے یقین رکھیں کہ سرگ میں آپ کے لئے ذرا بھی گنجائش نہیں۔ پتا
جی آپ ہی کی زبان سے کتھائیں سنا کرتے تھے۔ ضرور آپ نے کوئی ایسا منتر کان میں پھونک دیا۔
کہ ان کی عقل جاتی رہی۔ کچھ آپ ہی پر فرض۔ آپ ایسا ناستک برہمن جس راج یا جس گھرانے میں
ہوگا۔ میں اس کی تباہی و بربادی کے واسطے بلند آواز سے پیشین گوئی کرتا ہوں۔ ذرا بھی فرق ہو۔
تو میں رو سیاہ۔ آپ ایسا ناستک گردن زدنی ہے۔ معلوم نہیں کہ آپ پتا جی کی تیغ غضب سے
کیونکر بچ رہے۔ خیر گئی گزری باتوں کا ذکر کیا۔ اب میں آپ کو بتاتا ہوں۔ کہ آپ کے اگلے دن لد گئے
اگر بششٹ جی آپ کی عزت و منزلت کریں گے شریک صحبت رکھیں گے۔ تو راج ضرور نشٹ ہو جائیگا۔
آج سے آپ کی چوڑھی بارگاہ ندارد۔ اثر اشحنہ مرکب نام۔ سری رام چندر جی کی غضب آلودہ تقریر
سنکر جابالی کی سٹی فنا ہو گئی۔ سارا جسم تھر تھر کانپنے لگا۔ ہاتھ جوڑ کر بولے۔

ان داتا میں ناستک نہیں۔ ایشور گواہ ہے کہ یہ گفتگو نیت سے نہ تھی۔ آپ بھرت
جی کی درخواست سنی ان سنی کئے دیتے تھے۔ اسلئے میں نے آپ کو واپس لے چلنے کے واسطے تقریر کا
یہ پہلو اختیار کیا۔ آپ ادھرم تعمیل فرماتے ہیں تو میں معافی مانگتا ہوں۔ میری غرض اصلی یہ تھی کہ کسی
طرح آپ کا قلب پھیر دوں۔ اگر ادھرم کا ذرا بھی خیال ہو۔ تو رو سیاہ۔

سرگ ۱۱۰

بششٹ جی کی جابالی پروہت سے تقریر

بششٹ جی سری رامچندر جی کی طرز گفتگو سے جوش غضب تاڑ گئے۔ لہذا انہوں نے بڑی عاجزی سے کہا کہ

سری رامچندر جی! آپ ناراض نہ ہوں۔ جابالی ناستک نہیں۔ انہوں نے صرف بناوٹ سے یہ باتیں گھڑی ہیں۔ ان کا خیال تھا۔ کہ شاید آپ اسی رنگ سخن سے اپنے خیالات پلٹ سکیں گے۔ جو کسی مصیبت یا رنج و تکلیف میں ہو۔ اول جھول بک جائے اس بات کا عقلمند برا نہیں مانتے۔ آپ اب تکلیف نہ کریں۔ میں جابالی جی کو سمجھائے دیتا ہوں۔ وہ رفع کیا ہے۔

یہ فرما کر بششٹ جی جابالی جی سے مخاطب ہوئے کہ سنو۔ دنیا کیا ہے۔ اس کی اصلیت کیا اور رگھوبنس میں کون کون دھرماتما گذرے۔

دنیا میں پہلے جلامٹی کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ ایشور نے اپنی ناف سے برن اور برہما کو پیدا کیا تو برہما سے دیوتا وغیرہ ظہور میں آئے۔ پہلے زمین کا نام نشان نہ تھا جب ایشور کی قدرت کاملہ سے زمین منجمد ہوئی تو پرماتما نے کچھپ روپ کا جلوہ دکھا کر وہ زمین کا بار عظیم پشت اقدس پر اٹھا لیا۔ بعد اب سلسلہ آفرینش شروع ہوا جس کی تفصیل یہ ہے۔

برہما سے	مریچ	مریچ سے کشیپ
کشیپ سے	سورج	سورج سے منو
منو سے	بیوست	بیوست سے اکشواکو بانی اجودھیا
اکشواکو سے	کوکشی	کوکشی سے بانڈا
بانڈا سے	انرینہ	(ان کے عہد سلطنت میں کبھی گرانی نہ ہوئی)
انرینہ سے	پرتھو	(چھتر انہیں نے ایجاد کیا۔ اور نسل و قوم اسی وجہ سے چھتری کہلائی)
پرتھو سے	ترشنکو	(یہ وہی راجہ تھے جو بششٹ جی کے فرزند کی بددعا سے چنڈال ہو گئے تھے۔ اور زندگی کی حالت میں سرگ پہنچ کر وہاں سے دھکیل دیئے گئے تھے)
ترشنکو سے	دھندمان	

دھندمان سے ماندھاتا (جو بچپن ہی میں تپسیا کے لئے صحرانشین ہو گئے تھے)

چونکہ اس خاندان میں فرزند اکبری کو تاج و تخت کا استحقاق حاصل ہے۔ اس لئے انہوں نے بڑے بیٹے بھرت کو جانشین کیا۔ ماندھاتا کا ایک فرزند سومندھ بھی تھا۔ جو راج کے سکھ چھوڑ کر جنگل میں گوشہ گزین ہوا۔ اس کے دو بیٹے تھے۔ (۱) دھرو سندھ (۲) پرسین جیت۔ پرسین جیت کے ... کا نام بھی بھرت ہوا۔ یہ بڑا بہادر اور شیر دل راجکمار تھا۔ لڑائی میں اس کی کوئی ٹکر نہ لے سکتا ...

اس کی ہمتیں شیروں کا پتہ لپاڑتی تھیں۔ اس کے بیٹے کا نام اسِت تھا۔ اس کے دھرم کی ایک زمانہ میں دھوم ہے۔ مگر کسی وجہ سے اس کے حاسدوں نے اس پر چڑھائی کر دی۔ یہ اس وقت کمزور تھا لہٰذا راج پاٹ چھوڑ کر بن کی طرف چلدیا۔ اور وہاں تپسیا شروع کر دی۔ تھوڑے دنوں کے بعد تپسیا سپھل ہوئی۔ تپوبل سے سارے دشمن نکال باہر کئے۔ راجہ اسِت کی دو رانیوں میں سے ایک کو جیون رشی نے بیٹے کا پروان کر دیا۔ جب وہ حاملہ ہوئی۔ تو دوسری رانی نے سوتیا ڈاہ سے زہر دیدیا۔ زہر نے کلیجے میں کاٹ کرنا شروع کیا۔ تو وہ رانی جیون رشی کے پاس دوڑی گئی۔ رشی نے کہا کچھ پرواہ نہیں۔ ایشور کی یاد رکھو۔ تب سَنجیت بیٹا ایسا طاقتور پیدا ہوا۔ جس کا کوئی مقابلہ نہ کر سکے۔ میعاد مقررہ کے بعد راجہ سگر کی ولادت ہوئی۔ جنہوں نے اپنے فرزند کلاں اسمنجس کو بد اعمالیوں کی پاداش میں ملک بدر کیا اسی اسمنجس کے فرزند انشومان ہوئے۔ جنہوں نے تخت سلطنت پایا اور پھر سلسلہ حسب و نسب یوں جاری ہوا :-

دلیپ	فرزند انشومان	اگن برن	فرزند سیودرشن
بھاگیرتھ	فرزند دلیپ جی	سیگھر	،، اگن برن
	اکاش سے گنگا جی	پرسوسک	،، سیگھر
کو لائے۔	انہیں کے نام سے گنگا جی	امبریک	،، پرسوسک
کو بھاگیرتھی	کا خطاب حاصل ہوا۔	نہکھ	،، امبریک راجہ نہکھ قالب
ککوستھ	فرزند بھاگیرتھ		خاکی سے اندر ہو گئے تھے
ککاکھ	،، ککوستھ		اور پھر واپس آئے۔
سنکھن	فرزند ککاکھ دیتیہ	نابھاگ	،، نہکھ
کی لڑائی میں	دیتیوں پر فتحیاب ہوئے	ججاتی	،، نابھاگ
سدرشن	فرزند سنکھن	آج	،، ججاتی
		دھرتھ	،، اج

جتنے نام میں نے گنائے سب دھرم رنگ تھے۔ جنہوں نے دھرم کی ہمیشہ پابندی کی۔ خوشی کی بات ہے کہ ہمارے سری رامچندر جی اور بھرت جی کو بھی انہیں کی طرح بلکہ ان سے زیادہ دھرم کا خیال ہے۔ اس وقت راج کا معاملہ درپیش اس لئے میں جہاں تک سورج بنس کے رواج پر غور کرتا ہوں۔ تو یہی سمجھ میں آتا ہے کہ حکومت کا استحقاق بڑے بھائی کے ہوتے چھوٹے کو حاصل نہیں۔ میری عقل تو یہی کہتی ہے کہ اب اختیار سری رامچندر جی کو ہے۔ تشبیب عفراز سوچکر جو مصلحت سمجھیں۔ وہ کریں ان سے زیادہ میری عقل میں رسائی کہاں۔ میرا خیال تو یہی ہے۔ کہ راج پاٹ سے منہ

نہ ہونا چاہیئے۔

بششٹ جی کے الفاظ کچھ یہ تھے۔ جن کا لب لباب یہی سمجھنا چاہیئے کہ ان کو سری رامچندر جی کی مرضی سے سروکار تھا۔ وہ جانتے تھے کہ کیا ہونہار ہے۔ ان کو اطلاع تھی کہ بن باس کا دھا کیا ہے۔ وہ واقف تھے کہ جب تک سری رامچندر جی بن میں نہ جائیں گے راکھشسوں کی جڑ نہ کٹیگی ۔

سرگ ۱۱۱

بششٹ جی کا اپدیش۔ بھرت کا ہٹھ۔ سری رامچندر جی کی فہمائش

سری بششٹ جی نے اب پہلو کا دوسرا رخ بدلا۔ بولے

سری رامچندر جی! گورو تین قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک ودیا پڑھانے والا۔ دوسرا پتا۔ تیسرا ماں۔ ان میں ودیا گورو سے ماتا کا درجہ سب سے افضل ہے۔ اس کا سبب مخفی نہیں۔ باپ صرف ایک مرتبہ قالب عنصری عطا کر دیتا ہے۔ مگر ماں نو دس مہینے حمل کی تکلیف۔ زچگی کی مصیبت۔ پرورش کی زحمتیں اٹھا کر بیٹے کو قابل اطلاق بناتی ہے۔ ودیا گورو کو اس لئے فضیلت ہے کہ اس کی تعلیم و تربیت حیوان کو انسان اور انسان کو دیوتا تک بنا دیتی ہے۔ جیسا لائق گورو ہوگا۔ ویسی ہی اعلےٰ لیاقتیں شاگرد میں موجود ہو جائیں گی۔

میری تقریر کا نفس مطلب یہ ہے کہ آپ کے پتا بیشک واجب التعظیم تھے اور ہمیشہ رہیں گے۔ مگر مجھے اور کوشلیا جی کو قدرتی اعزاز حاصل ہے۔ اس کو مد نظر رکھ کر آپ میری اور اپنی ماتا کوشلیا کی منشائے خاطر کو مقدم سمجھیں۔

سری رامچندر جی:۔ آپ کا فرمانا بہت صحیح۔ میرا منہ نہیں کہ آپ کی بات انکار سکوں۔ مگر اس قدر زبان کھولنے کی جرأت کرنے میں مضائقہ نہیں سمجھتا کہ بیٹا کبھی ماں باپ کے حقوق سے سبکدوش نہیں ہو سکتا نہ اس کی مجال ہے۔ کہ سرتابی یا عدول حکمی کر سکے۔ ماتا اور پتا بیٹے کی پرورش میں نو دن کو دن نہ رات کو رات سمجھتے ہیں۔ کھانا پینا۔ سونا۔ جاگنا حرام ہو جاتا ہے۔ بیٹا جوان کیا بڈھا بھی ہو جائے تب بھی ماں باپ کو اس کے آرام و آسائش کے مقابلے میں رنج و راحت کی فکر اور پرواہ نہیں ہوتی۔ ایسے والدین کی فرمانبرداری میں ذرا بھی دریغ کرے تو بیٹے کی زندگی پر تف ہے اس کا جسم فضول۔ اگر وہ پیٹ ہی میں مر جاتا۔ تو بہتر تھا۔ ماں کے حمل کو بدنام کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ بھرت جی اس تقریر سے سمجھ گئے کہ نقش مراد کرسی پر نہ بیٹھیگا۔
سری رامچندر جی نے جب بششٹ جی کی زبان بند کر دی۔ تو اب کون امید ہے

پس انہوں نے سومنتر سے کہا
آٹھو کشتی لا کر بچھا دو۔ جب تک سری رامچندرجی راضی نہ ہونگے۔ اسی کشتی آسن پہ زندگی کے دن گذار دونگا۔ دھرم شاستر تو کاشٹ کو کشتی کی جگہ بتاتا ہے۔ گھر میں چند کوٹھے میں زندگی کے عذابوں سے چھوٹنے کا تہیہ کرتا ہوں۔

بھرت جی کے چہرے پر اس وقت جوش غضب کے ساتھ مایوسانہ حالت کی ترقی سے آثار رنج پیدا تھے۔ سومنتر دل میں ڈرا کہ کہیں کشتی آسن بچھانے سے کوئی اور گل نہ کھل جائے اور کچھ خلل واقع ہو جائے۔

آدھی چھوڑ ساری کو دھائے   ایسا ڈوبے تھاہ نہ پائے

بھرت جی بات کے دھنی ہیں۔ جو کوٹھی پر ٹک جائیں تو راجدھانی اور بھی سنسان ہو جائے اس لئے تعمیل ارشاد سے جھجکا مگر بھرت جی کب رکنے والے تھے وہ خود اٹھے کشتی لائے آسن بچھائے اور جم بیٹھے۔ سب بولے کہ بس اب بھرت جی سے بھی ہاتھ دھولو۔ بھرت جی نے یہیں دھونی رمانے کی ٹھان لی۔

سری رامچندرجی:۔ یہ بچوں کی سی ضد کیسی۔ آخر میرا کچھ قصور۔ عقلمند ہو کر ایسی بے جا ہٹ۔ تم چھتری ہو راجہ ہو۔ تمہیں برہمنوں کے سے انشٹھان سے مطلب۔ ہم کو کہنا مانو اجودھیا میں جاؤ اور شوق سے راج کرو۔ تمہارا دھرم یہی ہے۔

بھرت:۔ ہائے میں کس کے آگے سر دے ماروں۔ اتنی مورتیں بیٹھی ہیں۔ مہاتماؤں کا میلہ لگا ہوا ہے مگر کوئی منہ سے نہیں پھوٹتا کسی نے میری بات کی تائید میں زبان نہ کھولی۔ سری رامچندر جی کی گفتگو سب سنتے ہیں کسی میں دم نہیں کہ تردید کر سکے کیا سب ایمان کھو بیٹھے۔ کسی کو حق دھرم کا پاس نہیں۔ اگر ایمان کوئی چیز ہے تو سب بتا دیں کہ راستی پر کون ہے۔ منطق کس کی درست ہے۔ میں غلطی پر ہوں یا سری رامچندر جی۔

حاضرین نے یک زبان ہو کر کہا:۔
بھرت جی! آپ کا فرمانا بھی درست اور سری رامچندر جی کی بھی تمام بات قدری جائز۔ نہ ہم لوگ آپ کی گفتگو میں دخل در معقولات دے سکتے ہیں نہ ہم سری رامچندر جی کو دھرم کی راہ سے بھٹکنے کی کوئی وجہ دیکھتے ہیں۔ ہاں اگر خلاف مزاج نہ ہو تو آپ کشتی آسن سے الگ ہٹ بیٹھئے کیونکہ چھتری کا یہ دھرم نہیں۔

سری رامچندر جی:۔ بھرت! اب تو تمہاری سمجھ میں آیا کہ میں غلطی پر نہیں۔ سن لیا۔ مہاتماؤں نے کیا فرمایا۔
پیارے بھرت مجھ پر پتاجی کی تعمیل ارشاد فرض ہے اور تم کو بھی رضا جوئی لازم۔ چھتری

کوئی ایسی بات نہ کرنی چاہیئے جو دھرم کے اصولوں سے جائز نہ ہو گستی آسن چھوڑ دو اور ادھر
بھرت جی کی آنکھوں میں آنسو بھر کر الگ کھسک بیٹھے اور بولے کہ
آپ کی تعمیل ارشاد میں تو کچھ عذر نہیں۔ لیکن یاد رکھیئے کہ جیتے جی میں شاہی تخت پر قدم نہ رکھونگا۔ کیکئی ماتا لاکھ کہیں ان کی بات مانونگا نہ کہنگا۔ آپ شوق سے بن باس کریں آپ کا یہ غلام بھی چودہ برس آپ ہی کی سی زندگی بسر کریگا۔ عیش و آسائش پاس پھٹکنے کیا مجال۔

سری رامچندر جی: عزیز از جان بھرت تم نے میرا کہنا مانا۔ عمرت دراز۔ زندہ باش۔ سعادتمند ایسے ہی ہوتے ہیں۔ اب اپنا اور میرا فرض بھی سمجھ لو۔ کیا یہ دنیا اسی بات پر اتفاق کریگی کہ والدین کی تعمیل ارشاد مقدم ہے۔ بس مجھے جنگل کی پر چھوڑ دو۔ اور خود حکومت کرو۔ تم تو فہیم اور عقلمند ہو۔ دھرم کی کوئی رمز تم سے پوشیدہ نہیں مزاج میں تحمل اور رحم بھی ہے۔ اس لئے وہ کام کرو جس سے پتا جی کی روح کو بھی خوشی حاصل ہو۔ میں بھی بن باس کی حالت میں فکروں سے چھٹی پاؤں۔ چودہ برس کس گنتی میں ہیں۔ زندگی کے نزدیک برسوں کا زمانہ بھی گذرتے معلوم نہیں ہوتا اسلئے اب تم میرا کہنا سنا معاف کرکے گھر پلٹ جاؤ۔ اجودھیا کو شان فرمانروائی سے رونق دو۔ رعایا تمہارے بغیر پریشان ہے۔ اب تمہیں سب کام چھوڑ کر رعیت پروری کا خیال چاہیئے۔ اور بس۔

سرگ ۱۱۲

مختلف لوگوں کی تقریریں۔ دیوتاؤں کی رونق افروزی۔ سری رامچندر جی کے بن باس اور بھرت جی کی واپسی اجودھیا کا تصفیہ

سری رامچندر جی اور بھرت جی کی تقریر پر دیوتا لوگ بھی کان لگائے ہوئے تھے دونوں کی طرز بیان اور اصول بخشہ سے ان کے دل کا کنول کھلا جاتا تھا۔ آخر ایک دفعہ آفریں و مرحبا کا شور بلند ہوا۔ حاضرین نے اوپر نگاہ اٹھائی۔ تو اندر وغیرہ ۳۳ کا نش سے اترتے نظر آئے۔ اور دیکھتے دیکھتے چشم زدن میں وہیں موجود ہو گئے۔ سب نے سری رامچندر جی اور بھرت جی کی تعریف کی اور بھرت جی سے بولے۔
چھوٹے بڑوں کا کہنا مانتے ہیں ادھر راجہ دسرتھ کا ارشاد ہے ادھر سری رامچندر جی کی ہدایت بس اب تمہارا فرض ہے کہ اپنے پتا کی بات رکھو اور ان کا ہر طرح سے ادھار کرو۔ سری رامچندر جی اپنے پتا کے قرضہ سے سبکدوش ہو گئے۔ راجہ دسرتھ سرگ میں رونق افروز اور ہم لوگوں کے مہمان ہیں۔ اس وقت تو ہم ان کی خاطر داری کرتے ہیں مگر جونہی معلوم ہوا کہ تم نے سری رامچندر جی کی بات نہ مانی سمجھو کہ وہ پھر سرگ میں نہیں۔ دنیا میں کہیں پڑے ہوں گے۔

دیوتاؤں کی گفتگو سے سری رامچندر جی کی طبیعت پھڑک گئی جابالی سے مخاطب ہو کر بولے کہ :-
برہمن دیوتا کچھ آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ آپ تو دیوتاؤں کے قائل نہ تھے۔ خیال تھا کہ لوگوں نے غرضی نام گھڑ لئے ہیں۔ اب کہئے آنکھیں کھلیں یا نہیں۔

بھرت جی کو دیوتاؤں کے سروپ دیکھنے کی تاب کہاں تھی۔ ان کا جسم تھر تھر کانپنے لگا۔ زبان کُھل گئی۔ بات منہ سے نہ نکلتی تھی۔ آخر دل کڑا کر کے بولے :-

سایۂ سر سری رامچندر جی! میں صاحب کی بات سچ سمجھتا ہوں مگر اپنا اپنا اعتقاد ہے۔ اب آپ مہربانی فرما کر وششٹ جی اور ماتا کوشلیا سے جو کچھ کہلا دیجئے اسی پر عمل کرونگا۔ اگر وہ کہیں کہ اکثر ملک جنس میں بڑا بیٹا راج سے محروم رہتا ہے۔ تو میں ہار کر زبان کھولوں تو گنہگار۔ ایسے کے علاوہ رعایا اور اہل فوج کی رائے بھی لینا چاہئے۔ کہ ان کے نزدیک تاج و تخت کس کو ملنا چاہیئے۔ جہاں تک میرا خیال ہے سب آپ کی فرمانروائی کے خواہاں ہیں میرے لئے کسی کی رائے نہیں۔ چنانچہ میں خود اپنا مخالف ہوں۔ وجہ یہ ہے کہ اجودھیا کا راج وہ سنبھالے جس کا فیض لوک میں کوئی مد مقابل نہ ہو۔ اور اہل زمانہ کی عمدہ طور سے پرورش و حفاظت کر سکے۔ اتنی لیاقت مجھ میں کہاں ہے میں تو خود آپ کی دستگیری اور پرورش کا محتاج ہوں چنانچہ لیجئے یہ سر آپ کے قدموں پر ہے اگر گردن پر تلوار بھی پھیر دیجئے تو بھرت سمجھیگا کہ آپ نے ابدی زندگی عطا فرمائی۔

سری رامچندر جی کے جوش محبت نے اس وقت ان کو بے قابو کر دیا۔ انہوں نے بھرت جی کو گلے سے لگا لیا اور زانو پر بٹھا کر بولے۔

بازوئے قوی! میری خوشی کرو۔ عنانِ سلطنت ہاتھ میں لے لو۔ جس وقت تم نے راج سنگھاسن پہ قدم رکھا تینوں لوک تمہارے قدموں کے تلے آ گئے۔ تمام دیوتا تمہارے محافظ رہیں گے بزرگان خاندان تمہاری دولت و اقبال کے لئے دعائیں دیں گے۔ دیکھو سوت کی کچھ بساط نہیں۔ ایک ذرا سا بچہ جب چاہے بے تکلف توڑ سکتا ہے مگر یہی جہاں اور ڈورے بٹ لئے گئے پھر ان کی مضبوطی کا کیا کہنا ہاتھی کی بھی طاقت نہیں کہ سینکڑوں جھٹکوں سے بھی توڑ سکے۔ اسی طرح جب تم لائق وزیروں کے اتفاق رائے سے سلطنت کرو گے تو تمام دنیا تابع رہیگی۔ کسی کی مجال نہ ہوگی کہ سر اٹھا سکے پس تمہیں مناسب ہے کہ پتا جی کی وصیت اور ماتا کیکئی کے ارشاد پر عمل کرو۔ میرے واپس لے جانے کا خیال چھوڑ دو۔ کیونکہ پہاڑ ٹل جائیں سمندر خشک ہو جائے۔ چاند سے چنگاریاں نکلیں۔ آفتاب پورب میں غروب اور پچھم میں طلوع ہو۔ سب ممکن۔ مگر میرا قول ہے۔ پھرنا محض خلاف قیاس ہے۔ تم کو خیال ہے کہ ماتا کیکئی نے تمہاری خاطر کا ایک کرشمہ دکھایا۔ تمہیں نہیں دیوتا لوگ موجود ہیں۔ پوچھ دیکھو۔ کیا ساری بابا انہیں کی رچی ہوئی ہے یا کسی اور کی۔

دیوتاؤں نے شری رامچندر جی کے بیان کی تائید و تصدیق کی اور بھرت جی سے فرمایا کہ
شری رامچندر جی بزرگ ہیں۔ تمہارا یہی دھرم ہے کہ جو کہیں تسلیم و منظور کرو۔

بھرت جی۔ مجھے عدول حکمی کسی طرح گوارا نہیں مگر اپنے قابو بھر ان خیالات کو دل سے دور نہ ہونے دونگا۔ جو یہاں کھینچ لائے۔ آپ لوگ لاکھ شری رامچندر جی کی سی کہیں ان کی ہاں ملائیں۔ مگر میری دلجمعی اس وقت تک ہوگی جب تک شری رامچندر ماتا کوشلیا کے روبرو باتیں نہ کرلیں۔

کوشلیا جی پاس ہی بیٹھی ہوئی تھیں۔ فوراً بول اُٹھیں کہ

میں تو تب ہی خوش ہونگی۔ جب میرے بیٹے دھرم کا نباہ کریں۔

یہ فقرہ کہنا تھا۔ بھرت جی بغلیں بجانے لگے۔ کہ بس ماتا کوشلیا نے لاکھ روپیہ کی ایک ہی بات کہہ دی۔ بیشک دھرم یہی ہے کہ لڑکا بڑا ہی مالک تاج و تخت ہو۔ ادھر شری رامچندر جی کے دانت نکل آئے کہ ماتا جی نے دو ٹوک فیصلہ کر دیا۔ بیشک میرا دھرم یہی ہے کہ پتا جی کے دھرم کی پابندی کروں۔

دونوں طرف جوش خوشی کے اثر سے کچھ دیر تو خاموشی رہی۔ ہر ایک کو انتظار تھا کہ دیکھیں کس طرف سے اظہار خیالات میں پیشقدمی ہوتی ہے مگر بھرت جی کو خاموش دیکھ کر شری رامچندر جی ہاتھ جوڑ کر ماتا کوشلیا سے بولے کہ آپ کا فرمانا بہت درست تھا۔ مگر بھرت جی کے ذہن میں ابھی کا مطلب کچھ اور ہے اس لئے صاف صاف بولتے ہوئے ہدایت فرمادیں کہ

مجھے کیا کرنا لازم ہے۔ اور بھرت کو کیا۔ آپ اس وقت جو کہیں دھرم ایمان سے نہ میری مروت کریں نہ بھرت کا لحاظ۔ آپ واقف ہیں کہ پتا کے دھرم سے بیٹے کا کلیان ہوتا ہے۔ اور استری کے پتی برت سے خاوند کی نجات۔ پس آپ میرے اور بھرت جی کے متعلق حکم ناطق فرمادیں یہی فیصلہ ہے اور یہی اتنی بحث مباحثہ کا لب لباب۔

کوشلیا جی دل میں سوچتی تھیں کہ کیا کہوں۔ ادھر بھی دھرم ہے ادھر بھی دھرم میں کہوں تو کیا آخر سوچتے سوچتے بولیں کہ بیٹا میں اور تو کچھ نہیں جانتی۔ تمہاری کھڑاؤں لینے آئی ہوں۔ اسے پاؤں سے چھو دو تو حجت ختم ہوجائے۔

شری رامچندر جی نے بڑی خوشی سے کھڑاؤں لیکر پاؤں سے چھو دیں اور بھرت جی سامنے رکھ کر بولے۔ کہ

بس ماتا جی نے فیصلہ کر دیا۔ اب طول کلام کی گنجائش باقی نہیں۔

آج سے کند مول پھل کے میوا اور کچھ کھاؤں۔ تو زبان کٹ کر گر پڑے۔ فرش راحت پر سوؤں تو آنکھیں پھوٹ جائیں۔ میں نے آپ کا حکم مانا ہے۔ تو یہ بھی خود یاد رکھئے گا۔ کہ واپسی میں چودہ برس سے ایک پل دیر نہ ہو ورنہ بھرت کا دیدار نصیب نہ ہوگا۔

سری رامچندر جی نے بھرت جی اور ستروگھن جی کو سینے سے لگا لیا۔ اور فرمایا کہ خبردار میری ماتا کیکئی کے خلاف کوئی لفظ زبان سے نہ نکلے۔ ورنہ بھرت جی کی قسم مجھے سخت رنج ہوگا۔ اچھا سب ماتائیں۔ سب اہل اجودھیا تمہارے سپرد ہیں۔ سب کو اچھی طرح رکھنا۔

یہ فرما کر سری رامچندر سری جانکی جی اور سری لچھمن جی ماتاؤں کے قدم بوس ہوئے انہوں نے بھی گلے سے لگایا۔ بھرت جی بار بار قدم چھو چھو کر رونے لگے۔ رانیوں نے بھی چلا چلا کر سر پیٹنا شروع کیا۔ سری رامچندر جی یہ حالت دیکھ کر کچھ بھی چل دیئے اور دور ہی سے پکار کر کہا کہ بھرت جی! اجا بالی کی باتوں کا برا نہ ماننا۔ ان کی خاطر و مدارات ویسی ہی رہے جیسی پتا جی کی زندگی میں تھی۔ میں نے ان کو جو کچھ کہا تھا۔ اس کو صفحۂ دل سے دھو ڈالو۔

سرگ ۱۱۳

بھرت جی کی اجودھیا کو روانگی

سری رامچندر جی نے سب کو رخصت کر دیا۔ تمام اہل اجودھیا بھرت جی سے لیکر اہل فوج تک منداگنی ندی میں اشنان کر کے بھاردواج رشی کے آشرم میں وارد ہوئے۔ ساری کیفیت سنائی۔ بھاردواج جی نے بھرت جی کی لیاقت و سعادت کی بہت کچھ تعریف کی۔ اس کے بعد بھرت جی راہی اجودھیا ہوئے۔

سرگ ۱۱۴

بھرت جی کی اجودھیا میں تشریف آوری

بھرت جی اجودھیا میں رونق افروز ہوئے۔ دیکھا کہ ہر طرف سناٹا چھایا ہوا ہے۔ اجودھیا کی حالت اس وقت مجسم ویسی جیسی چاند کے بغیر رات کی اندھیری کی۔ تپسیا بگڑنے سے گیانی آدمی کے تیج کی۔ دان نہ دینے سے گرہست کی پاپ سے پانی کی دو سر زمین میں بیج کی بے سورج کے دن کی بے چراغ کے گھر کی۔ لڑائی سے بھاگنے والے چھتری کی۔ نشے کے اتار پر شرابی کی یہ سناٹے کی حالت دیکھتے ہوئے وہ مہاراجہ دسرتھ کی آرام گاہ میں تشریف لے گئے۔ در و دیوار پر تاریکی غم چھائی ہوئی پائی۔ معلوم ہوتا تھا کہ باغ میں پت جھاڑ کا موسم چھایا ہوا ہے۔ کچھ بیس پہ فرض نہیں۔ جس طرف نظر گئی ایک دردناک نظارہ پیش نظر ہوا۔ آنسو نکل پڑے۔ دل پر سناٹا چھا گیا۔ آنسو بہا بہا کر ماتاؤں کو رواس میں پہنچایا۔ اور خود سوچنے لگے کہ اپنے رہنے کا سبھیتا کیا جائے۔ سماج

محل موجودہ باشش کے لائق نہیں ۔ کوئی اور ٹھکانا کرنا چاہیئے ۔

سرگ ۱۱۵

بھرت جی کی نندی گرام میں تپسیا کیلئے گوشہ گزینی

بھرت جی کی خدمت میں تمام ارکان سلطنت حاضر ہوئے تو انہوں نے فرمایا کہ آپ انتظام حکومت میں دل لگائیں ۔ میں نندی گرام میں زندگی کے دن کاٹوں گا راجہ دسرتھ کا سایہ باقی نہیں ۔ سری رامچندر جی نے بھی دامن دولت سے جدا کیا ۔ پس اب گوشہ نشینی کے سوا اور کسی بات سے مفر نہیں ۔

تمام حاضرین محل کی زبان سے آفرین و مرحبا کی صدا بلند ہو گئی ۔ سب نے بھرت جی کے حسن لیاقت و جوشِ عقیدت کو سراہا ۔ ہر ایک بولا کہ

آپ دھنیہ ہیں سری رامچندر جی کا نام نامی وہ ہے ۔ جس کو یاد کرنے سے نجات کچھ بھی مشکل نہیں ۔ کیسا ہی پاپی ہو ۔ بے توقف تر جائیگا ۔ دل کی مرادیں بر آنا کچھ مشکل نہیں ۔

بھرت جی سب کے اتفاق رائے کا شکریہ ادا کرکے اُٹھ کھڑے ہوئے ۔ سیدھے شاہی نشستگاہ میں آئے راج سنگھاسن کو کھڑاؤں سے زینت بخشی ۔ خود چنور جھلنا شروع کیا ۔ ستروہن جی چھتر لے کر کھڑے ہو گئے ۔ بھرت جی نے بششٹ جی سے گذارش کی ۔ کہ جو راج کا کام ہو انہیں مقدس کھڑاؤں کے سامنے ۔ مجھ سے کچھ تعلق نہیں ۔

بششٹ جی نے احکام نافذ کر دیئے ۔ حکم کی پابندی ہونے لگی ۔ بھرت جی روز نہانے کے بعد کھڑاؤں کی پوجا کرتے ۔ اور پھر نندی گرام میں سری رامچندر جی سے لو لگائے رہتے تھے ۔ اور جو کوئی تحائف بھیجتا کھڑاؤں کی نذر ہوتا ۔

سرگ ۱۱۶

سری رامچندر جی کی چترکوٹ سے رخصت

سری رامچندر جی چیت سندی دسمی کو چترکوٹ پر رونق افروز ہوئے تھے ۔ اس کے دو روز بعد یعنی پورنماشی کو راجہ دسرتھ نے دنیا سے منہ موڑا ۔ بھرت جی کے چلے جانے پر رشیوں کو بڑی مایوسی ہوئی ۔ وہ جانتے تھے کہ سری رامچندر جی اب یہاں نہ ٹھیریں گے ۔ ساری رونق جاتی رہیگی ۔ جیسا کہ اور جیٹھ گذرنے پر برسات آ گئی ۔ سری رامچندر جی نے اس موسم خوشگوار کی بہار وہیں دیکھی ۔ بعد

آگے کا قصد کیا۔ رشیوں کو ان سے اور ان کو رشیوں سے محبت ہو گئی تھی۔ ساتھ چھوڑنے کو جی نہ چاہتا تھا۔ مگر دھن کچھ اور تھی۔ لہٰذا ایک روز سب رشیوں کو موجود فرمایا۔ اتنے دنوں تک آپ سب مہاتماؤں کو تکلیف دی۔ اب جی چاہتا ہے کہ ادھر اُدھر کی سیر سے جی بہلے۔ آپ اجازت دیں کہ ڈنڈک بن کی سیر کر آئیں۔

اور رشیوں سے تو آنکھوں میں آنسو بھر لانے کے سوا کچھ کہتے سنتے نہ بنا۔ ایک سن رسیدہ اور باکمال رشی نے یوں زبان کھولی۔

آپ کیوں ہم لوگوں سے پوچھتے ہیں۔ ہم لوگوں کی اجازت ہی کیا۔ آپ اپنی مرضی کے مالک ہیں۔ جو دل میں سمائے گی وہی کریں گے۔ بیچارے بھرت نے سر ٹپک مارا مگر آپ کے دل میں رحم نہ آیا۔ آپ کی طوطا چشمی نہیں۔ نہیں چشم مروت نہ ہونے سے ڈر ہے۔ کہ کبھی روز آپ جانکی جی کے ساتھ بھی یہی سلوک نہ کر بیٹھیں۔ آپ کبھی کے روکنے سے رُکنے والے نہیں۔ مگر اتنا سمجھائے دیتا ہوں کہ یہاں سے بڑھ کر ان راچھسوں کا عمل دخل ہے جو آدمی کو کچا نگل جائیں اور ڈکار نہ لیں۔ ان کی صورتیں دیکھئے تو آدمی کی روح قبض ہو جائے۔ پھر ایسے جنگلوں میں جانکی جی کا لے جانا کب مناسب ہے۔ آپ نے کھر کا نام سنا ہو گا۔ بڑا زبردست راچھس اور رشیوں کے لئے تو سچ مچ کال ہی ہے۔ ادھر کسی تپسوی کو دیکھا ادھر چٹ ہڈیاں چبالیں۔ یہ سحر و نیرنگ میں بھی اپنے وقت کا استاد کامل اور بیرحمی و خونریزی میں بھی ضرب المثل ہے۔ آپ تو ایشور کے اوتار ہیں۔ اگر ایشور خود بھی مقابل ہو جائے تو کھر ہٹنے والا نہیں پہلے تو جو بدعت تھی۔ وہ تو خیر تھی۔ جب سے آپ نے جنگل میں قدم رکھا۔ اس نے زمین سر پہ اٹھالی ہے۔ ہون کنڈ مٹی سے پاٹ دیئے۔ دھونیوں پر پانی ڈال دیا۔ آشرموں میں آگ لگادی۔ تپوبن سنسان کر دیئے۔ رشیوں میں مقابلے کا دم کہاں۔ سراپ دیتے ہیں۔ تو تپسیا کا بل گھٹتا ہے اس لئے وہ اپنے اپنے آشرم چھوڑ بھاگے۔ اور اس جگہ آ ٹھہرے۔ بھروسہ یہ تھا کہ آپ کی وجہ سے آرام رہیگا۔ مگر آپ ہم سب کو دھتا بتاتے ہیں۔ یہ بات ٹھیک نہیں۔ یا تو جانے کا نام نہ لیجئے۔ یا ہم سب کو بھی ساتھ لے چلئے۔

سری رامچندر جی نے تفشش لیا۔ مگر جواب کچھ نہ دیا۔ ایک ایک رشی کے قدم چھو کر دکن کی طرف چل پڑے۔ رشی مصلحت جانتے تھے۔ انہوں نے پھر روکنا ٹوکنا مناسب نہ سمجھا۔ اور اپنے اپنے آشرموں کو چلے گئے۔

سرگ ۱۱۷

سری رامچندر جی کی اترے منی کے آشرم میں جلوہ افروزی۔ انسویا جی

پتی برت دھرم کے ذکر میں جانکی جی سے گفتگو

سری رامچندر جی چترکوٹ سے چلکر ہزارہا رشیوں منیوں کے درشن کرتے ہوئے اترے منی کے آشرم میں وارد ہوئے۔ منی بڑے کامل اور صاحب کشف و کرامات تھے۔ انہوں نے سری رامچندر جی کی بہت خاطر و تواضع کی۔ ہر ایک برتاؤ سے محبتِ پدری کا اظہار تھا۔ نظرِ الفت سے الفت خون کی بو آتی تھی۔ اترے رشی نے انسویا جی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔

یہ میری استری ہیں۔ انسویا نام ہے۔ پتی برت دھرم میں ان کا نظیر نہیں۔ دھرم قدموں پہ نثار رہتا ہے۔ ایک زمانے میں دس برس تک بارش نہ ہوئی۔ زمین گرم توے کی طرح جلنے لگی۔ اس وقت انہیں نے پاتال گنگا کھود کر اہل زمانہ کو تکلیفات سے محفوظ کیا انہوں نے دس ہزار برس تک تپسیا کی مگر واہ رے مزاج کی نیکی آج تک کسی رشی کی تپسیا میں فرق پڑنے نہ دیا۔ کچھ عرصہ ہوا کر ایک رشی کسی عورت سے بگڑ بیٹھے اور بد دعا دے دی کہ رات بھر میں مرجائے۔ عورت زندگی سے مایوس ان کے پاس آئی۔ انہوں نے ڈھارس دی اور کہہ دیا کہ

جب دن ہوگا ہی نہیں۔ تو تمہیں ماریگا کون۔

ان کی تپسیا کا وہ اثر ہوا۔ کہ دس دن گذر گئے۔ اور رات نہ کٹی۔ تب تو آدمی اور رشی کیا۔ دیوتا تک گھبرا اٹھے۔ دہائی دی کہ انسویا جی یہ غضب ہے۔ رحم کرو۔ ترس کھاؤ

انسویا جی نے جواب دیا کہ میرے کہنے سے عورت مرکر جی اٹھے تب تو سورج نکل سکتا ہے ورنہ رات ہی رہیگی۔

دیوتاؤں نے شرط منظور کی۔ عورت مرکر اسی وقت زندہ ہو گئی۔ آفتاب نکلا اور وہ تاریکی مٹ گئی۔ جس نے آنکھوں کے سامنے کالا کمبل تان رکھا تھا۔

سری رامچندر جی نے دور ہی سے انسویا جی کو ڈنڈوت کی۔ اور جانکی جی سے کہا کہ درشن کر آؤ۔ جانکی جی ہاتھ جوڑے ہوئے پہنچیں۔ قدم چھوئے اور نظرِ عنایت چاہی۔

انسویا جی کی عمر نہ جانے کتنی تھی۔ بال چاندی کا تار تو تھے ہی۔ بدن میں صرف پوست ہی پوست باقی تھا۔ ہاتھ پاؤں بید کی طرح کانپتے تھے۔ انہوں نے بڑی محبت سے جانکی جی کو پاس بٹھالیا۔ اور یوں گوہر فشانی فرمائی:۔

جنک نندنی! شاباش۔ سہاگ اچل۔ پدوی اٹل۔ میں تمہارے پتی برت دھرم سے بے حد خوش ہوئی۔ سچ پوچھو تو میں تمہارے پاؤں کا دھوون بھی نہیں۔ تم نے اپنے پتی (خاوند) کی خدمتگذاری کے شوق میں ماں باپ۔ تمھارا [illegible] سب چھوڑ دیئے بہت اچھا کیا۔ پتی [illegible] کا یہی دھرم ہے۔ کہ گھر

باہر دیس پردیس ہر جگہ شوہر کے قدموں میں رہتے۔ خاوند بڈھا۔ لولا۔ لنگڑا۔ اپاہج۔ رنڈی۔ کوڑھی جاہل مفلس خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو عورت اسی کو پرمیشور جانے۔ کبھی نظر حقارت سے نہ دیکھے۔ نہ عدول حکمی کرے۔ جو عورت خاوند سے بیزار اور خواہش نفسانی سے مغلوب ہوکر آوارہ مزاج ہو جاتی ہے اس کی دنیا میں الگ روسیاہی ہوتی ہے اور عاقبت میں الگ خرابی۔ میں تمہیں دیکھ کر بہت خوش ہوئی۔ تمہارے دھرم کی کیا بات ہے۔ لکشمی کا اوتار لے کر تم دنیا میں پتی برت دھرم کا جھنڈا گاڑ رہی ہو۔ تمہارا نام سننے سے اور تو اور آوارہ عورتیں بھی جامۂ عصمت ہو جائیں گی۔

سرگ ۱۱۸

پتی برت دھرم کی عظمت سری سیتاجی کی زبانی۔ انسویاجی کی دعا دیگر حالات

جانکی جی نے انسویاجی کی محبت آمیز و نصیحت خیز گفتگو کا شکریہ ادا کر کے گذارش کی کہ ماتا آپ ایسی واجب التعظیم دیویوں کے قدموں کی برکت سے مجھے بھی پتی برت دھرم کے اصول معلوم ہو گئے ہیں بیشک استری کے لئے کوئی دھرم ہے تو یہی۔ میری رائے میں تو پرمیشور اور پتی میں کچھ فرق نہیں دونو ایک ہی ہیں۔ میرے پران ناتھ بھی دوسری استری کو ماتا سمجھتے ہیں۔ جب میرا بیاہ ہوا تھا۔ تب میری ماتا نے اس دھرم کا ایک اصول میرے دل پر نقش کر دیا تھا۔ ان کی نصیحت تھی کہ عورت اس طرح مرد کی حفاظت کرے جس طرح سایہ جسم کے ساتھ رہتا ہے۔ یا روہنی چندرماں کے ساتھ۔

جانکی جی کی تقریر سے انسویاجی خوش ہو گئیں۔ چھاتی سے لگالیا۔ اور بولیں۔ جنک کماری جی کچھ بردان مانگو۔ تمہارے پتی برت دھرم سے میں بہت خوش ہوئی۔

جانکی جی:۔ ایشور نے مجھے ایسا پتی دیا ہے۔ پھر مجھے دنیا کی اور کسی چیز سے کیا واسطہ۔

انسویا اس معقول جواب سے پھڑک اٹھیں۔ انہوں نے دل ہی دل میں دعا دی۔ کہ پتی برت دھرم میں اپنی آپ نظیر ہو۔

اس کے بعد انہوں نے کچھ پھولوں کے زیور اور ہار سامنے رکھ دیئے اور کہا۔

لو یہ پہنو۔ دعا دیتی ہوں کہ رامچندر جی کی محبت تمہارے دل میں قائم رہے۔

جانکی جی:۔ مجھے لینے میں کچھ عذر نہیں۔ مگر یہ الٹی بات ہوتی ہے۔ کیونکہ کچھ بھی پھول پیش کرنے کا حق مجھ کو حاصل تھا نہ کہ آپ کو۔

انسویاجی:۔ کچھ نذرانہ یا پیشکش نہیں۔ بلکہ محبتانہ رسم کا برتاؤ ہے۔ اس کے

قبول کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں۔
جانکی جی نے ہار اور زیور لیکر ماتھے سے لگائے اور شکریہ ادا کیا۔ اس کے بعد انسویا جی بولیں۔
میں تمہارے جنم اور دھنش یگیہ کی کیفیت سُننا چاہتی ہوں۔ تکلیف نہ ہو۔ تو مختصر کیفیت بیان کرو۔
جانکی جی :- ایک سال جنک پور میں قحط پڑا تھا۔ پتا جی نے یگیہ کیا جب وقت ہل چلانے کی نوبت آئی۔ میں زمین سے نکلی۔ وہ خوشی خوشی مجھے گھر لائے۔ یہاں آکاش بانی ہوئی کہ مہالکشمی تمہارے گھر میں ہے اِس کو اچھی طرح پرورش کرنا۔ تمہارا نام اِس کی بدولت ہمیشہ زندہ رہیگا۔ میں نے بڑی ناز و نعمت سے پرورش پائی۔ جب شادی کے قابل ہوئی۔ تو پتا جی نے آکاش بانی کے موافق سوئمبر رچا۔ شادی شیو کے دھنش توڑنے پر منحصر کی گئی سوئمبر میں تمام دنیا کے تاجدار آئے۔ مگر کسی سے دھنش نے جنبش تک نہ کی۔ جب پتا جی مایوس ہو گئے۔ تب بسوامتر جی پہنچے۔ سری رامچندر جی نے دھنش چھوتے ہی توڑ دیا۔ اس کے بعد میری شادی ہوئی۔ اور میری بہن اُرملا لچھمن جی کے ساتھ بیاہی گئی۔

سرگ ۱۱۹

اترے رشی کے آشرم سے سری رامچندر جی کی رخصت

انسویا جی کی باتوں میں شام ہو گئی۔ اُنہوں نے جانکی جی سے فرمایا۔
لے اب جاؤ۔ زیادہ رات جانے میں سری رامچند جی کو انتظار ہوگا۔
جانکی جی نے قدم چھوئے اور سری رامچندر جی کی خدمت میں پہنچیں۔ ضروریات سے فراغت کر کے سری رامچند اور جانکی جی نے آرام فرمایا۔ صبح کو اترے منی سے رخصت حاصل کی۔ اترے منی نے راچھسوں کی سرکوبی کی تحریک کر کے رخصت دی۔ سری رامچندر جی نے قدم بڑھایا۔ جہاں کی کیفیت عنقریب ناظرین نذر ناظرین ہوگی۔

اجودھیا کانڈ ختم

حصہ سوم

آرنیہ کانڈ

سرگ ۱

سری رامچندر جی کی ڈنڈک بن میں بسنے والے رشیوں منیوں کی تعظیم و تکریم

سری رامچندر جی ڈنڈک بن عرف مادا صنلے دلپش میں تشریف لے گئے۔ اس دشت پر بہار و صحرائے غیرت گلزار کی فضائے جانفزا سے سری رامچندر جی کی طبیعت گلزار ہو گئی۔ دل شگفتہ ہو گیا۔ جگہ جگہ ایسے کامل رشی تھے جن کے چہرے تیج سے سورج کا جلال گرد تھا اور جن کی ایک جنبش نظر اور ایک چٹکی بھبوت مردوں کو زندہ کر دینے کی قدرت رکھتی تھی۔ مجال کیا کہ کوئی آرزو مند فیض سے محروم پھرے۔ وحشی سے وحشی جانور جنگلی سے جنگلی چرند و پرند سب آس پاس گھومتے تھے۔ نہ دہشت نہ خوف۔ ان کا رعب داب ان کی تپسیا کا پرتاپ وہ تھا کہ اندر کانپتے تھے۔ اپسراؤں کو بھیجتے تھے کہ تیغ ادا و ناز اور ناوک غمزہ و انداز سے زخمی کر کے ریاضت میں خلل انداز ہوں۔ مگر واہ ری نفس کشی اور ضبط خواہشات دنیوی۔ اندر کے اکھاڑے کی پریاں بھی ان پر جادو نگاہی کا مکر نہ کر سکتی تھیں۔ ممکن کیا جو نظر بھی اپسراؤں کی طرف اٹھ جائے۔ ہر آشرم میں ہون کے سامان ڈھیر تھے۔ قدم قدم پر پھلے پھولے درخت جگہ جگہ باغیچے اور پھولوں کے چمن زار رشیوں کا شمار نہیں۔ کوئی دھیان میں لگن (مستغرق) کسی کو ہون سے سروکار کوئی وید پڑھتا ہے۔ تو کوئی اگنی تاپتا یا سمادھی لگائے بیٹھا ہے۔ کوئی مرگ چھالا اوڑھے ہے۔ تو کوئی ننگ دھڑنگ دانہ پانی نہ ان نہ جل۔ پیاس بھوک سب قبضے میں۔ کام ہے تو فقط ایشور کے دھیان سے مطلب ہے تو جپ تپ اور گیان سے جس وقت رامچندر جی پہنچے۔ برہم لوک ان کی نظروں سے گر گیا ان کے تیر چلے پر چڑھے ہوئے تھے رشیوں کے آشرم میں پہنچتے ہی خیال ہوا کہ جنگل کے ہرن خوف زدہ نہ ہوں۔ اس خیال سے انہوں نے چٹکی سے چلہ چھوڑ دیا اور کمان کاندھے پر ڈال لی۔ رشی بھی اپنے کشف و کرامات سے سری رامچندر جی کی ذات مقدس میں جلوۂ حقیقت دیکھ کر سمجھ گئے کہ واقعی [illegible] کے مالک کو ہی عنصر لطیف اپنی قدرت کاملہ سے قالب انسانی میں جلوہ افروز ہوا ہے۔ اس میں شک نہیں ہر ایک اپنی خوش قسمتی پر ناز کرتا تھا۔ جو تھا جپ تپ سے ہاتھ اٹھا کر دوڑا چلا آتا تھا۔ ہر ایک کو اسی بیکھ

عنصری میں نورِ حقیقی نظر آتا تھا۔ اور ایسے سچے اعتقاد سے دونو بھائیوں اور مہارانی سیتا کی اُستت کرتا تھا جسطرح برہمن وید کا پاٹھ کرتے ہیں۔ سری رامچندرجی صعوبتِ سفر سے مطلق نہ پریشان معلوم ہوتے تھے۔ چہرے پر وہی نور برستا تھا۔ جس سے اجودھیا میں در و دیوار پر سیاہی چھلکتے رہتے تھے۔ رشی منی بڑے تپاک سے ان کو اپنی کٹیوں میں لے گئے۔ کند مول پھل سے تواضع کی۔ ہر ایک یہی استت کرتا تھا کہ آپ دھنیہ ہیں۔ آپ کے درشنوں سے ایشور بھگتی کا پھل حاصل ہو گیا۔ سرگ اور موکش کی ہوس جاتی رہی۔ ایک تو آپ ساکشات ایشور پھر لطف یہ کہ ملک کے راجہ بھی پرمیشور ہی کے برابر مانا جاتا ہے۔ چنانچہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ آپ کی ذاتِ مقدس میں ظاہری اور باطنی آنکھوں سے دو صورتوں میں پرمیشور کا جلوہ دیکھ رہے ہیں۔ کھشیر ساگر میں شیش سیجا پر سوئے۔ اجودھیا کو نورِ قدم سے منور فرمائے۔ بن میں گھومئے خواہ دل میں جگہ کیجئے۔ بات ایک ہی ہے ہماری نگاہیں آپکو ایک ہی رنگ میں ڈوبا ہوا دیکھتی ہیں:-

بہر رنگے کہ خواہی جامہ مے پوش

من از انداز قدت را مے شناسم

ہم لوگ نفس کش ہیں۔ نہ رنج نہ تکلیف کی پرواہ نہ عیش و راحت کی خواہش۔ آندھی آئے پانی برسے۔ سردی ہو یا جاڑا۔ کسی سے غرض نہیں۔ نہ غصہ سے کام نہ حرارت سے سروکار فقط ایشور کی یاد سے غرض ہے۔ مگر کیا کہیں۔ راکھشسوں نے ایسا تنگ کیا ہے کہ عاجز آ گئے ہیں۔ ہماری خاموشی ہمارے لئے زہر ہو گئی ہے۔ جیوں جیوں ہم ٹالتے ہیں تیوں تیوں ان کا دماغ اور بھی بگڑتا جاتا ہے۔ سمجھتے ہیں کہ بس سب کو دبا لیا۔ ہم غصہ کریں تو جپ تپ کے پھل ہاتھ سے جاتے ہیں۔ عمر بھر کی کمائی مٹی میں ملتی ہے اس لئے درخواست ہے کہ آپ کچھ تدارک کر کے ہم لوگوں کو بے فکری سے جپ تپ کرنیکا موقع دیں۔ آپ ہم لوگوں کی اس طرح حفاظت کیجئے۔ جسطرح ماں حمل میں بچے کی حفاظت کرتی ہے۔ آپ جگت پتا ہیں امید ہے کہ ضرور اپنے بھگتوں کو آسائش دیں گے۔

سرگ ۲

سری رامچندرجی کی دوسرے جنگل میں تشریف بری۔ برادھ دیت کی شیطنت۔ سری رامچندرجی کی فکر مندی۔ لچھمن جی کا جوشِ غضب

سری رامچندرجی نے رات رشیوں کے آشرم میں بسر کی۔ صبح کو اشنان دھیان پوجا پاٹ سے فارغ ہو کر انھوں نے نقل مقام کیا۔ اس جگہ کا نظارہ کچھ اور ہی تھا۔ ہرنوں کے جھنڈ کے جھنڈ ادھر ادھر نظر آتے تھے۔ بندروں ریچھوں کا شمار نہ تھا۔ ہاتھیوں سے جنگل کجلی بن ہو رہا تھا۔ طائرانِ خوش الحان

کی خوشنوائی نہایت ہی دلاویز تھی جھینگروں کی جھنکار سے جنگل گونج رہا تھا۔ سبزہ زار کی کیفیت دیکھتے دیکھتے جس وقت سری رامچندر جی ناتھ دشت میں پہنچے۔ ایک دیت گرجتا۔ کودتا۔ اچھلتا سامنے آتے نظر آیا۔ پہاڑ سا ڈیل آنکھیں اندھے اندائے کی ہمشکل۔ منہ جیسے بھاڑ۔ بدن پر چیتے کی کھال جسم خون سے شرابور سر سے پاؤں تک چربی ہی چربی۔ ہاتھ میں ترسول۔ ترسول کی نوکوں پر ہاتھی اور بھینسے کا ایک ایک سر شیروں کے تین چیتوں کے چار بھیڑیوں کے دو۔ ہرنوں کے دس سر لٹکتے تھے۔ سری رام چندر جی وغیرہ کو دیکھ کر منہ پھیلاتے ہوئے باز کی طرح جھپٹا۔ سیتا جی کو اپنی کمر میں باندھ کر بولا کہ تم لوگ کون بہروپئے ہو۔ کہاں سے آئے۔ سر پر جٹا۔ بدن پر فقیرانہ لباس اور ہاتھ میں دھنش بان۔ دو مرد ہو کے ایک استری ساتھ رکھنا کس نے کہا ہے۔ ضرور تم لوگ پاپی ہو۔ رشی نہیں تم تو خیر کپٹی چھلی ہو۔ میں بڑے بڑے رشیوں منیوں سے پیٹ بھرتا ہوں۔ تم نے شاید برادھ کا نام سنا ہو گا۔ اب برادھ تم دونو کا کچا گوشت کھا کر بھوک مٹائیگا اور سر تاج حسیناں کے نذکار سے دل بہلائیگا۔ آج میں کسی اچھے کا منہ دیکھ کر اٹھا تھا۔ کہ ایسی غذا اور حسن کی دولت ہاتھ آئی۔

سیتا جی تو اس تقریر سے تھرا اٹھیں۔ سری رامچندر اور لچھمن جی کا منہ پھیکا ہو گیا۔ اوسان خطا ہو گئے سیتا جی کو کانپتا دیکھ کر سری رامچندر جی نے لچھمن جی سے فرمایا۔

آہ راجہ جنک کی راج کماری۔ راجہ دسرتھ کی راج دلاری اور میری پران پیاری کو برادھ اپنی کمر میں لپٹائے کیونکر گوارا ہو۔ ایشور نے کیکئی ماتا کی مراد پوری کی۔ بھرت کی پیدائش کے وقت جو خوشی نہ ہوئی تھی وہ میرے بن باس سے اسے حاصل ہوئی۔ اور اسوقت تو اس کا کلیجہ اور بھی ہاتھ بھر کا ہو گیا ہو گا۔ وجہ یہ کہ اس کی خوشی اسی میں ہے۔ کہ ہم پر تکلیف کے پہاڑ ٹوٹتے رہیں۔ چنانچہ اس سے بڑھ کر مصیبت کا سامنا اور کیا ہو گا۔ ایشور گواہ ہے کہ راج ہاتھ سے جاتا رہا۔ پتا جی کا سایہ اٹھ گیا مگر مجھے اتنا غم نہ ہوا جو اس وقت کلیجے کے ٹکڑے اڑا رہا ہے۔

لچھمن جی اس گفتگو کو سنتے ہی میان سے باہر ہو گئے۔ بشیش جی کا اوتار تھے۔ اس لئے جوش غضب میں منہ سے کالے ناگ کی سی پھنکار نکلنے لگی۔ بولے کہ

جب تک میں زندہ ہوں آپکو کسی بات کا اندیشہ کیا۔ ابھی وقت برادھ کو قیمہ کر کے رکھے دیتا ہوں جو غصہ بھرت پر تھا۔ وہ آج اس پر اتریگا۔ ایک بان میں خاتمہ کئے دیتا ہوں۔

سرگ ۳

برادھ راچھس سے جنگ۔ راچھس کا اظہار طاقت

سری لچھمن جی کا جوش غضب دیکھ کر برادھ کو حیرت ہوئی۔ دل میں سمجھا کہ یہ کبھی موم کے معلوم نہیں ہوتے۔ ان کی ہڈیوں میں بھی مغز ہے۔ مگر اپنے کو بہت کچھ سمجھتا تھا۔ نہ معلوم کتنے سو بیر پیٹ میں ہضم ہو چکے ہیں اس لئے للکارا کہ

تم لوگ آخر کون ہو۔ کدھر جانے کا قصد ہے۔

سری رامچندر جی:۔ ہم اکشواک بنس میں پیدا ہوئے ہیں۔ سیر و شکار کی ہوس یہاں لے آئی

برادھ:۔ آہا یہ کہیئے تم اپنے آپ کو چھتری سمجھ کر رعب جمانا چاہتے ہو۔ کچھ معلوم ہے کہ میں کون ہوں۔ جو راچھس کا بیٹا سب راچھسوں سے افضل۔ برہما جی کا بردانی۔ فاتح دشمن۔ کوئی لاکھ ہتھیار لگائے ممکن نہیں کہ میدان بھی جیتا ہو۔ میری طاقت تمہارے لئے موت کا شکنجہ ہے۔ میں نصیحت کرتا ہوں کہ مہ جمال مشتری خصال سے ہاتھ دھو کر چپ چپاتے گھر لوٹ جاؤ۔ ورنہ جان کی خیر نہیں۔ ایک ادھیر تم دونو کے لئے کافی ہوگی۔

سری رامچندر جی کو غصہ آیا۔ آنکھیں خون میں ڈوب گئیں۔ منہ تمتما اٹھا۔ دانت پیس کر بولے۔

کیا واہیات بک بک لگائی ہے معلوم ہو گیا۔ کہ موتیں پھڑ پھڑا رہی ہیں۔ بدتمیز موت کے منہ میں گھسا ہی چلا آتا ہے۔ اچھا لے مزہ چکھ۔

یہ فرما کر سری رامچندر جی نے سات تیر مارے۔ جو بدن کو چھیدتے ہوئے ادھر سے ادھر نکل گئے برادھ نے گھبرا کر سیتا جی کو تو وہیں چھوڑا اور بڑے زور و شور سے گرج کر ترسول سے وار کرنا شروع کیا۔ سری رامچندر اور لچھمن جی نے صدہا تیر مارے مگر اس بے حیا کی رسی دراز تھی۔ بردان کی وجہ سے مطلق اثر نہ ہوا۔ سری رامچندر جی نے بہت سے جانکاہ تیروں سے اس کا جسم چھلنی کر دیا۔ لیکن اس کا بدن فولاد ہو رہا تھا۔ کسی طرح جان نہ نکلتی تھی۔ راچھس زخمی ہو کر اور خونخوار بن گیا منتر پڑھتا ہوا ترسول لے کر دوڑا۔ سری رامچندر اور لچھمن جی نے دو دو تیروں سے ترسول کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔ اور تلوار نکال کر سینکڑوں چرکے دیئے مگر وہ نہ مارے مرتا تھا۔ نہ کاٹے کٹتا تھا۔ آخر برادھ نے رامچندر جی اور لچھمن جی کو پکڑ کر کاندھے پر سوار کر لیا۔ اور شور و غل مچاتا ہوا جنگل کی طرف لے بھاگا۔

سری رامچندر جی نے لچھمن جی سے اشارہ کیا کہ

خاموش مفت کی سواری ہے۔ کچھ دیر پاؤں کی تھکائی سے نجات رہیگی۔

سرگ ۴

برادھ کی موت

جس وقت برادھ سری رامچندر اور لچھمن جی کو بازو پکڑ کر لے چلا۔ سیتا جی کی جان [illegible] آگئی۔

وہ چلاتی ہوئی پیچھے دوڑیں۔ زبان پر یہ الفاظ تھے کہ

براد ھ تیرے ہاتھ جوڑتی ہوں۔ مجھ کو کھالے۔ اور دونوں بھائیوں کو چھوڑدے۔

سری رامچندر جی اور لچھمن جی سے سری جانکی جی کی بے قراری نہ دیکھی گئی۔ انہوں نے دائیں اور بائیں بازوؤں پر تلوار مارنا شروع کردی۔ مگر وہاں براجا جی کا بردان تھا تیر ہو یا تفنگ کسی کا اثر نہ ہو پاتا تھا۔ گھونسے لات کی بھی کیا حقیقت تھی۔ دونوں بھائی مارتے مارتے تھک گئے۔ مگر براد ھ پر کچھ اثر نہ ہوا۔ آخر سری رامچندر جی نے لچھمن جی سے فرمایا کہ

براد ھ بردانی ہے۔ یوں مارنے نہ مریگا۔ بہتر یہی ہے۔ کہ اسے گڑھے میں دھکیل کر توپ دو۔

یہ فرما کر سری رامچندر جی تو اس کی چھاتی پر چڑھ بیٹھے۔ ہاتھ سے ٹیٹوا دبایا۔ اور لچھمن جی نے گڑھا کھودنا شروع کردیا۔ سری رامچندر جی کے چھاتی پر چڑھتے ہی براد ھ کی پسلیاں ٹوٹنے لگیں۔ وہ چیخ اٹھا ناٹے دم نکلا۔ ہائے جان گئی کے سوا کوئی لفظ منہ سے نہ نکلتا تھا۔ اسوقت براد ھ کی آنکھیں کھلیں۔ اس نے جان لیا کہ ساکشات ایشور آنکھوں کے سامنے ہیں۔ اس نے سری رامچندر اور جانکی جی کی استتی کی اور کہا کہ

شکر ہے آج جنم سپھل ہوا۔ میں پہلے گندھرب تھا۔ ایک روز اندر کے دربار میں ناچ رنگ ہو رہا تھا ایک اپسرا ناچ گا رہی تھی۔ میں باجا بجاتے بجاتے اس پر عاشق ہوا۔ کہ تال سر کی خبر نہ رہی۔ کبیر جی نے نظر پہچانی اور سراپ دے بیٹھے۔ آجتک اس مصیبت میں مبتلا رہا۔ اب تقدیر سے آپ کے درشن ہوئے۔ مجھے سرگ لوک جانے میں اب دیر نہیں۔ یہ کہتے ہی کہتے اس کی پتلیاں پھرنے لگیں اور سری رامچندر و لچھمن جی نے گھسیٹ کر اسے گڑھے میں توپ دیا۔ ادھر دونوں بھائی اس بات سے خوش ہوئے کہ بڑی بھاری آفت سے نجات ہوئی۔ ادھر براد ھ بڑی خوشی کیساتھ سرگ لوک کو روانہ ہو گیا۔

سرگ ۵

سری رامچندر جی کی سربھنگ رشی کے آشرم میں رونق افروزی اور رشی کا سرگباس

براد ھ کی مٹی ٹھکانے ہو گئی۔ اس نے سرگ کی راہ لی۔ سری رامچندر جی سیتا جی لکشمن جی سے فرمانے لگے کہ

یہ صحرائے دشوار گذار و دہشت پذیر خار ڈنڈکارنیہ کے نام سے مشہور ہے۔ چلو یہاں سے سربھنگ رشی کے استھان پر چلیں۔ ایک بلا تو ٹل گئی۔ ایسی ایسی بلاؤں کا یہاں شمار ہی کیا نہ جانے کون کون راچھس کس کس تاب میں ہو۔

یہ فرما کر سری رامچندر جی اس مقدس مقام پر پہنچے۔ تو عجیب کیفیت نظر آئی۔ ایک سورج کی طرح چمکتا دمکتا عقیق الماس کی روشنی سے جگمگاتا ہوا رتھ آکاش سے اترا۔ اندر جی بڑے ٹھاٹھ سے رونق افروز تھے۔ ارد گرد دیوتاؤں کا جلوہ گلے میں موتیوں کا مالا جواہرات کا کنٹھا۔ سر پر چتر۔ حوریں اپسراؤں کے ہاتھ میں چنور۔ مغنیاں خوش نوا مصروف نغمہ سرائی رقاصان نازک ادا مائل خوش ادائی رتھ میں آکاش داخل ہوا۔ پرپرواز کرنے والے سبز رنگ کے گھوڑے۔ دیوتاؤں کا سن پچیس پچیس برس کا سب کے سینے کا طلائی رنگ۔ بدن پہ پیتامبر کی زینت۔ سری رامچندر جی دیکھتے ہی پہچان گئے۔ کہ راجہ اندر کی سواری ہے۔ سری لچھمن جی سے فرمایا کہ

پہچان لو۔ یہی راجہ اندر ہیں۔ دنیا میں جو سچے دانا اور دھیانی گیانی ہوتے ہیں۔ انہیں کو دیوتاؤں کا مرتبہ ملتا ہے۔ اور یہ کیسے ہی عمر رسیدہ ہو جائیں۔ لیکن ۲۵ برس کا ہی سن معلوم ہوتا رہیگا۔ تم سیتا جی کے ساتھ ذرا یہیں ٹھہرو۔ میں ابھی آتا ہوں۔

یہ فرما کر سری رامچندر جی ادھر بڑھے۔ ادھر راجہ اندر دیوتاؤں سے مخاطب ہوئے۔ نگاہ روبرو۔ با ادب۔ سا کشات النیور پار برہم بھگوان تشریف لا رہے ہیں۔ درشن کیجئے جس نے ایک مرتبہ بھی قدم دیکھ لئے۔ اس کا چولا سپھل ہو گیا۔ یہی سری رامچندر جی ہیں۔ جنہوں نے راکشسوں کے مارنے کو اس طرف عزم کیا ہے۔

یہ کہہ کر سر بھنگ رشی سے فرمایا کہ

اچھا اب برہم لوک تشریف لے چلئے۔ میرا رتھ حاضر ہے۔

سر بھنگ رشی:- مہاراج اس وقت برہم لوک سے بھی اور اونچا لوک ہو۔ تو ترجیح نہ کروں۔ سری رامچندر جی رونق افروز ہیں ان کے درشن کے لئے اتنی عمر گنوا دی۔ پھر ایسا موقع کہاں ہاتھ آئیگا۔ اس لئے معاف کیجئے۔

راجہ اندر رشی مہاراج کی رام بھگتی سے بہت خوش ہوئے اور انہوں نے ادھر رخصت حاصل کی ادھر رامچندر جی نے دوڑ کر قدموں پر سر رکھ دیا۔ کند مول پھل پیش کئے اور پوچھا کہ

راجہ اندر کے آنے کی غرض کیا تھی۔

سر بھنگ رشی:- مجھے برہم لوک لے جانے کیلئے تکلیف کی تھی۔ مگر میں راضی نہ ہوا۔ میری اتنی زندگی آپ ہی کے درشنوں کی ہوس میں کٹی۔ جس وقت آپ کے سامنے موجود ہوں اس وقت برہم لوک کی ہوس کیسے ہو سکتی ہے۔ مکتی آپ ہی کی بھگتی پر منحصر ہے۔ اب آپ جہاں بھیجیں شوق سے جاؤنگا۔ آپ خود غور فرمالیجئے کہ کرم کی تین قسمیں ہیں۔ بالعمی سنکلپ۔ پھل پر نہیوں کرم ذاتی اغراض کے لئے کرنا لازم نہیں۔ بلکہ اس سے مقصود یہ ہے کہ ہر کرم دستور ازل ہے چنانچہ میں تمام

کرم اور ان کے پھل آپ ہی کی نظر کرتا ہوں۔ یہ کرم وہ ہیں۔ جن سے انسان نہ لوک کو جیت لیتا ہے چنانچہ میرے پاس جو کچھ تھا۔ وہ آپ کے پیشکش ہے۔ انسان اسی وقت تک دنیا میں آباد رہتا ہے جب تک پن یعنی ثواب رہتے ہیں اب میں نے اپنے ثواب آپکو دے دیئے ہیں میرے پاس کچھ باقی نہیں۔

سری رامچندر جی:۔ آپ نے اپنے ثواب عطا فرما کر تینوں لوکوں پر اپنا قبضہ کر لیا۔ اب فرمایئے۔ میرے لئے رہنے کی جگہ کون ہے۔

سر بھنگ رشی:۔ آپ ترلوکی کے مالک۔ آپ کو کہاں جگہ نہیں۔ مگر آپ پوچھتے ہیں تو لیجئے۔ بتاتا ہوں۔ یہاں سے تھوڑی دور جانا پڑیگا۔ وہاں آپ کو منداگنی ندی موجیں مارتی ملیگی۔ سوتیکشن رشی بڑے باکمال ہیں ان کے ضمیر صافی میں جلوہ افروز ہو جایئے۔ اس سے بہتر اور مقام میں نہیں بتا سکتا۔ اچھا اب میں چولا چھوڑتا ہوں۔ تکلیف تو ہوگی مگر جب تک مرغ روح پرواز کرے آنکھوں سے اوجھل نہ ہو جیئگا۔

یہ کہتے ہی سر بھنگ رشی اگنی کنڈ میں کود کر یوگ کی بھڑکتی ہوئی آگ میں جل گئے۔ روح مقدس رشی دیولوک اور برہم لوک کی سیر کرتی ہوئی بیکنٹھ میں پہنچ گئی۔ جہاں پرماتما کے جلوۂ نور نے ان کو اپنا پرتو انوار بنا لیا۔

سرگ ۶

سری رامچندر جی کی سوتیکشن کے آشرم میں جلوہ آرائی رکھشروں کی پیشوائی

سری رامچندر جی سوتیکشن تپوبن میں تشریف لے گئے۔ تو رشیوں کا میلہ لگا ہوا تھا۔ سالھ ہزار رشیوں میں ایسے ایسے صاحب ریاضت و اہل کشف و کرامات تھے۔ جن کا فیض نظر ان کے لئے باعث نجات تھا۔ کوئی برت دھاری کوئی یون دھاری کسی کو جل سیں سے مطلب کسی کو ایک گھونٹ پانی سے غرض۔ صدہا ایک پاؤں پر کھڑے تھے۔ سینکڑوں ننگے مادر زاد۔ کسی کی کبھی پلک نہ جھپکتی تھی۔ کوئی گھاس پر قناعت کرتا ہے۔ کوئی چاند کی طرف ٹکٹکی باندھے تھا۔ تو کسی کی سورج سے آنکھیں لڑی تھیں۔ بہت سے پنچ اگنی تاپتے تھے۔ کوئی سطح ہموار پر قائم تھا۔ خلاصہ یہ کہ تپسیا کے کمال اس مقام پر ایسے نظر آتے تھے۔ کہ انسان کی عقل دنگ ہو جاتی تھی۔ بدن لاغر جسم ہڈیوں کا مالا مگر چہرے کا جلال وہ کہ سورج کا ہیچ مات۔

رشیوں نے سری رامچندر کو آتے دیکھا۔ تو نظر کشف سے پہچان کر دوڑ پڑے۔ برہم گیانیوں نے بڑی تعظیم و تکریم سے استقبال کیا۔ بولے کہ

اکشواک بنس کی خوش قسمتی کا کیا کہنا۔ جس خاندان میں آپ اوتار لیں۔ اس کی عظمت

کون بیان کر سکتا ہے۔ آپ تین لوک کے مالک ۔ فیض نگاہ قدرت کاملہ اور جلال لازوال کا کوئی بھی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ کوئی نام ہی لے لے تو سات جنموں کے پاپ کٹ جائیں۔ یگیہ میں یاد ہو بھی پڑھ تو آپ کا اسم مقدس دونی برکت عطا کرے۔ ویدوں کا مقولہ ہے ۔ کہ مہاتماؤں کے دل کی بات کہنا فضول۔ وجہ یہ عالم الغیب ہوتے ہیں ۔ آپ جب انتر یامی ہیں تو اظہار خواہشات فضول لیکن ہم لوگ آپ سے عرض حال کی معافی چاہتے ہیں ۔ ہم تو حرف مدعا زبان پر نہ لاتے مگر غرض مندجب تک اظہار مطلب نہ کرلے اسی کو ایک قسم کا خلجان ہی رہتا ہے۔ جو حاجت برا ہیں ان کو سوال کی ضرورت نہیں پھر بھی اپنے راجہ سے عرض حال کرنا گناہ نہیں۔ راجاؤں کا دھرم ہے کہ رعایا کو اولاد کے برابر سمجھے جو واسطے ملک رعیت پرور ہے اس کی سلطنت کو کبھی زوال نہیں۔ رعیت نواز تاجدار کیلئے بیکنٹھ کے سوا کہیں اور جگہ نہیں۔ ہم لوگوں نے جتنی تپسیا کی۔ اس کا چوتھائی حصہ قدرت آپ کو نذر کر دیتی ہے۔ اس لئے ہماری دولت سیاحت میں آپ کا بھی چوتھائی استحقاق ہے۔ مگر افسوس کہ پمپا ندی ۔ منداکنی ندی۔ اور چترکوٹ پر راچھس آپ کے حق میں دست اندازی بھی نہیں کرتے۔ بلکہ یہ چاہتے ہیں کہ آپ کا یہ حق بالکل زائل ہو جائے۔ اور ہماری کھیتی اجڑ جائے۔ ہم لوگ اگر نظر ٹیڑھی کر دیں تو دنیا الٹ پلٹ ہونے میں شک نہیں۔ مگر خیال ہے کہ تپسیا کی طاقت مٹ جائیگی۔ ورنہ راچھسوں کیلئے ذرا سی جنبش نظر کافی ہے شکر ہے۔ کہ آپ تشریف لے آئے اب ہمیں کھٹکا باقی نہ رہا۔ ظالموں کو سزا ملنے میں کچھ ہی دن باقی ہیں۔

سری رامچندر جی:- دل سے دل کو راہ ہے۔ آپ نے دل میں یاد کیا تو میں بھی آ پہنچا خوشی کا مقام ہے کہ پتا جی کے ارشاد کی بھی تعمیل ہو گئی اور دل آزاروں کو بھی معقول سزا ملیگی زہے نصیب کہ مجھ سے آپ ایسے رشیوں کی کچھ خدمت بن سکے۔ ادھر آپ کا سوال ہے۔ ادھر آپ کی برکت سے تائید اقبال۔ پھر کیا ہے۔ راچھسوں کو فنا سمجھ لیجئے۔

سرگ ۷

سری رامچندر اور سوتیکشن کی باہمی گفتگو

سری رامچندر جی مہرشیوں کو تسلی دیتے ہوئے سوتیکشن کے آشرم میں پہنچے ۔ دیکھا۔ کہ پہاڑ آسمان سے باتیں کر رہا ہے انہوں نے جھک کر ڈنڈوت کی اور کہا

مہرشیوں کے سرتاج ! رامچندر رشیوں کو حاضر ہے۔

سوتیکشن نے دوڑ کر گلے سے لگا لیا اور ہاتھ پکڑ کر اپنے قریب بٹھا لیا اور بولے

کہ رگھو کل بھوشن دھرم آپ کے نام سے زندہ ہے۔ آپ کے قدموں سے یہ مقام مقدس و متبرک ہو گیا۔ اب تک میں نے پرانوں کی حفاظت کی۔ درشنوں کی ہوس نے زندگی کو ختم نہ ہونے دیا۔ مجھے اندر نے خبر دی تھی کہ سری رامچندر جی چترکوٹ پر پہنچ گئے اور ان کی خواہش تھی۔ کہ میں برہملوک چلا جاؤں۔ لیکن میں نے منظور نہ کیا۔ اب آپ یہیں قیام کیجئے۔ جانکی جی کو بھی اس مقام پہ آسائش و فرحت رہیگی۔

سری رامچندر جی :- بہت خوب جو مرضی۔ مجھ سے سربھنگ رشی نے آپ کی جیسی تعریف کی میں نے آپ کے اوصاف زیادہ پائے اس لئے حکم ماننا میرا فرض ہے۔

رشی :- سری رامچندر جی! یہ آپ کی خوبیاں ہیں کہ بات نہ دیکھی۔ مگر میں نے آپ کے لئے وہ جگہ تجویز کی ہے۔ جہاں نہ کوئی کھانے پینے کی تکلیف نہ پانی کی دقت نہ کسی کا کھٹکا نہ کسی کا غم۔ اگر کچھ خوف ہے تو ہرنوں کا وہ پاریچ کی طرف اشارہ ہے۔

سری رامچندر جی :- ہرنوں کا خوف کیا۔ شیر بھی ہوں تو کچھ پرواہ نہیں۔ ہاں لچھمن جی ہوشیار تیر کمان لیں۔ میں یہاں رہنا نامناسب سمجھتا ہوں۔ فائدہ کیا کہ میرے سبب سے مہرشی جی کو کوئی ناگہانی تکلیف پہنچے۔

سری رامچندر جی نے رات سوتیچھن کے آشرم میں بسر کی۔ صبح تک مہرشیوں کا میلہ لگا رہا۔

سرگ ۸

سری رامچندر جی کی سوتیکشن سے رخصت

نور کے تڑکے سری رامچندر جی بیدار ہوئے۔ تمام فرائض مذہبی ادا کر کے سوتیکشن سے یوں رخصت طلب کی۔

رشی مہرشی رات دن تپسیا میں معروف رہتے تھے۔ کیونکہ ہیکس تواب دیداری سب پر قائم ہے ان کے تیج کو انسان برداشت نہیں کر سکتا۔ اسی لئے آفتاب نکلنے تک میں ان کے درشن کر کے کہیں تک جاؤنگا۔ آفتاب کی حرارت اسی طرح تکلیف دہ ہوتی ہے۔ جسطرح انسان کی بے ندی یسی آپ اجازت دیں کہ میں قدموں سے جدا ہوں۔

سوتیکشن اٹھ کھڑے ہوئے گلے سے لگا کر کہا۔ کہ

صاف ستھرے راستے سے جائیگا۔ مخدوش راہوں سے جانے کی ضرورت نہیں۔ آپ رشیوں کو درشن دیکر سرفراز کرتے ہوئے مجھے درشن [illegible] ہوگا

سری رامچندر جی اِس طرح وہاں سے رخصت ہوئے۔ چلتے وقت جانکی جی نے تلوار اور تیر کمان ہاتھ میں دے کر رفاقت حاصل کی

سرگ ۹

سری جانکی جی کی سری رامچندر جی سے گذارش

راستے میں سری جانکی جی نے سری رامچندر جی سے فرمایا کہ

آپ سے بڑھ کر دنیا میں کون عقلمند ہے۔ فہم و فراست کو آپ کے نام سے فخر۔ ذہن رسا آپ کا مطیع پھر مجھ عورت ذات کی آپ کے سامنے کیا حقیقت آپ سے کچھ کہنا سورج کو چراغ دکھانا ہے۔ تاہم اِس وقت جرأت ہوتی ہے کہ اپنے خیالات ظاہر کر دوں۔

سوامی جی! عقلمندوں نے کہا ہے کہ کام بغیر سوچے سمجھے کبھی نہ کرے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ پتا کے بچن کی تعمیل کیونکر کریں گے وجہ یہ کہ آپ نے راچھسوں کے قتل کا بیڑا اٹھا لیا ہے جنگ کا جانا اور شمشیر زنی کا بچانا ممکن نہیں۔ ابھی ابھی رشی منڈلی سے سن چکی ہوں کہ غصے سے تپسیا کا پھل جاتا رہتا ہے پھر یہ بات کیونکر ممکن ہے کہ آپ تپسیا بھی کریں اور راچھسوں کو بھی ماریں۔ آپ کے تین اوصاف زبان زد خلق ہیں ہمیشہ سچ بولنا۔ غیر عورت سے پرہیز کرنا۔ بے جرم کسی کو ایذا نہ پہنچانا خیال کیجئے کہ آپ تپسیا کے لئے بن میں تشریف لاتے ہیں۔ راچھسوں کو ماریئے گا۔ تو تپسیا کا پھل کہاں رہا۔ اور پرتگیا جھوٹی نہ ہوئی تو اور کیا۔ آپ ابھی چلے آتے ہیں راہ تک بھلی نہیں ہوئی راچھس جانتے بھی نہیں کہ آپ کہاں ہیں نہ کچھ دشمنی نہ عداوت۔ پس ان کے قتل کا تہیہ کیسا۔ غور کیجئے کہ راچھس مارے گئے تو ان کی عورتوں کی کیا حالت ہوگی اول تو ان کی زندگی کا لطف جاتا رہیگا۔ دوسرے ان میں سے بہت فاحشہ اور بدچلن ہو جائینگی۔ جب آپ ہی کی وجہ سے عورتیں بدکار ہونگی تو اس کا عذاب کس کے سر ہوگا۔ آپ ہی اِس ادھرم کے بانی سمجھے جائیں گے الغرض جو کسی کو قتل کرے تو وہ ضرور ملزم ہے۔ پھر جب آپ سے کوئی بگاڑ ہی نہ کریگا تو آپ اس کے مارنے والے کون اگر یہ کہیئے کہ رشیوں سے زبان ہار چکے ہیں تو یہ بھی ٹھیک نہیں رشی لوگ سراپ دے بیٹھیں تو کیا ہو۔ میں تو جہاں تک خیال کرتی ہوں یہی سمجھ میں آتا ہے کہ آپ کی اور لچھمن جی کی ساتھ گانٹھ ہے غرض تو راچھسوں کے مارنے سے ہی۔ ڈھیہ پتا کا بچن اور کیکئی کی ہٹ پر رکھ دیا۔ میری غرض یہ ہے کہ کہنا کچھ کرنا کچھ درست نہیں۔ اہل زمانہ طعن کریں گے کہ واہ جو سب کو راستہ بتلاتے وہی گمراہ۔ آپ کو تیغ و تیر لئے ہوئے پھرتے دیکھنے سے دل کھٹکتا ہے جب تیر چلہ میں رہا تو ممکن نہیں کہ کسی نہ کسی پر کبھی سرزد ہو۔ ہاتھ کی تلوار بے خون چاٹے رہ نہیں سکتی۔ ہاتھ میں تلوار چلہ میں تیر ہو یا پھوس کے پاس آگ تو ممکن نہیں کہ کچھ نہ کچھ شدنی و ناشدنی نہ ہو۔ اِس لئے شاستر میں

ہدایت ہے کہ انسان ہر وقت ہتھیار پاس نہ رکھے چنانچہ اس کیلئے یہ نظیر بھی دی ہے یعنی

ایک رشی بڑے ست بادی اندری جیت اور تپسوی تھے۔ جب تپسیا کی حد ہو گئی تو اندر اپنے اندر آسن سے مایوس ہو بیٹھے۔ سوچتے سوچتے تپ چھنک کرنے کی تدبیر نکالی۔ کہ درشن کو حاضر ہوئے قدم چھوے اور دست بستہ عرض کی۔ کہ

مہاراج ایک ضرورت سے جاتا ہوں۔ تلوار رکھ لیجئے۔ واپس آکر لونگا۔

رشی نے تلوار رکھ لی اور پرائی چیز کی احتیاط اسطرح منظور کی کہ ہر وقت تلوار جان کے ساتھ رہنے لگی۔ ادھر تو ہر وقت پرائی امانت کی حفاظت کا خیال۔ ادھر تلوار کا خیال ادھر تلوار کا قبضہ ہر دم ہاتھ میں۔ ہوتے ہوتے تپسیا سے طبیعت اچاٹ ہو گئی اور خونریزی کی نفرت دل سے جاتی رہی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ رشی جی کو بیکنٹھ کے عوض نرک ہی میں جانا پڑا۔ راجہ اندر کا دسواس دور ہو گیا۔ چنانچہ سمجھ لیجئے کہ جس نے تلوار پاس رکھی گویا اس نے لکڑی کے پاس آگ روشن کر دی۔ کہنے کو بہت عذر آتا ہے جب ہتھیار پاس ہو تو کمزور بھی وار کرنے سے نہیں چوکتا۔ آپ میرے سرتاج ہیں۔ میں آپ کے قدموں کی خاک کے برابر ہوں گستاخی نہیں کر سکتی صرف سچ خوشی کرتی ہوں کہ جب تک کوئی دشمنی نہ کرے اس کو مارنا ٹھیک نہیں۔ آپ کی رحم دلی پر حرف رکھیں گے مانا کہ راچھس رشیوں سے بیر رکھتے ہیں ان کی حفاظت لازم ہے مگر تپسیا کی پرتگیا پوری کرنے کے لئے خونریزی کب درست ہے۔ مثل مشہور ہے جیسا دیس ویسا بھیس جنگل میں جہاں دیکھئے رشی منی جدھر نظر اٹھائیے تپسوی ایسی جگہ خونریزی کا کام۔ یہاں تو جپ تپ ہی مناسب ہے چودہ برس کچھ دور نہیں۔ ہتھیار باندھنے کے لئے عمر پڑی ہے اجودھیا میں جتنے ہتھیار چاہیئے گا استعمال فرمائیے گا۔ کون روکنے والا ہے مگر میں یہاں اس وضع کو درست نہیں سمجھتی۔ انسان کی عزت دھرم سے ہے دھرم سے دولت اور لوک پرلوک کے عیش و آرام سب ملتے ہیں۔ دھرم سب سے مقدم ہے۔ اس لئے میری رائے ہے کہ چودہ برس تپسیا کر کے چلا بھی گھلا دیجیگا۔ تو دھرم کی برکت سے عمر بھر وہ آسائش ملیگی جس کی شان و گمان بھی نہیں۔ راچھسوں کے مارنے سے عقل کو زوال ہو گا۔ تپسیا کی برکتیں نداد ہو جائیں گی۔ دھرم کے کاموں میں دھرم کی تکیہ برکت دیتی ہے۔ ادھرم کے کاموں کے لئے دھرم کی جگہ نامناسب ہیں۔ اس لئے ڈنڈک آرنیہ بن تپسیا کے لائق ہے یہاں تیغ آزمائی کا کیا کام۔

اتنا کہہ کر سری جانکی جی گڑگڑانے لگیں۔ اور ہاتھ جوڑے ہوئے عرض ادب کی معافی مانگی۔ درخواست کی کہ عورتوں کی بیوقوفی کو نظر انداز کر کے نفس مطلب پہ غور کیجئے۔ اور جب تک سوچ نہ لیجئے تب تک کسی کام میں پیشقدمی نہ فرمایئے۔

سرگ ۱۰

سری رامچندرجی کا جواب شری جانکی جی کی تشفی

سری رامچند رسری جانکی جی کی تقریر سنکر گوہر افشاں ہوئے۔ کہ
تم نے جو کچھ کہا وہ میری بہتری کے واسطے ہے۔ تم میری رفیق صادق ہو سچی محبت رکھنے والے کا یہی دھرم ہے کہ دھرم کی ضروری باتیں موقع پر جتائے۔ تم راجہ جنک کی راجکماری۔ تمہارے خاندان میں دھرم کا تعدد شعور اس پر عقل و ہنر جی آپ اپنی نظیر پھر دھرم کے مسئلے تمہیں معلوم ہوں گے۔ تو کیسے مگر دیکھو چھتری کے دھرم کی تم نے بات ٹھیک نہیں کی۔ جس جگہ دھرم اور ادھرم دونوں موجود ہوں وہاں ہتھیار رکھنا نہایت ضروری ہے۔ رشی لوگ راچھسوں کے مظالم سے ہائے واویلا مچا رہے ہیں۔ ہزاروں رشیوں کو نشاچروں نے کھا ڈالا۔ اسلئے مجھے پرتگیا بھی کرنی پڑی اور ہتھیار بھی ساتھ رکھنے پڑے کیونکہ ضرورت کے وقت اگر میں تنہا ہوا تو ظالموں کی سرکوبی کیونکر ممکن ہے۔ راچھس تپسیا اور ہون کا سامان پھینکنے اور غلیظ و پیشاب سے نجس کرتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر جرم اور کیا ہوگا۔ جو دھرم کے کاموں میں خلل انداز ہو۔ اس کے مارنے میں یہ ثواب ہے کہ رشی منی بڑی بےفکری سے دھرم میں مصروف رہیں گے رشیوں کی طرح وہی ضروری ہے جو ایشور میں لین ہو رہے ہیں۔ ان کو غصہ زیبا نہیں مگر چھتری دھرم یہی ہے کہ ظالموں کو سزا دی جائے میں اسی واسطے دنیا میں آیا ہوں کہ اہل ضرورت کی حاجت روائی کروں۔ اگر اس معاملے میں تم چھوٹ جاؤ لچھمن جی چھوٹ جائیں تو میں پرواہ نہ کروں حالانکہ تم دونوں جان سے عزیز ہو۔ میں چاہے اپنے معاملے میں کسی کو طرح دے جاؤں مگر تمہیں یا لچھمن جی کو کوئی ستائے یا دکھ دے تو بے مارے نہ چھوڑوں۔ تم براڈھ کا حال دیکھ چکی ہو۔ اس نے چھیڑا تو نتیجہ کو پہنچ گیا۔ ایسی طرح جو شرارت کریگا وہ مزہ چکھیگا مگر یاد رکھو جب تم بیس دفعہ خود ہی کہو گی تب میں کسی کی جان لوں گا۔ تو بھی تم خود ہی مجھے مجبور کرو۔ میری طرف سے پیشقدمی نہ ہوگی۔
اتنا فرماکر سری رامچندرجی نے سیتا جی کی تشفی کردی اور رشیوں کے درشنوں کو آگے بڑھے۔

سرگ ۱۱

سری رامچندرجی کی اگست پربت پر رونق افروزی

سری رامچندرجی نے آگے قدم بڑھایا۔ تو چلتے چلتے ایک عظیم الشان تالاب پر پہنچے۔ چار کوس تک پانی ہی پانی نظر آیا۔ جانوران آبی کی کلیلیں عجب دلفریب تھیں۔ ہاتھیوں کے جھنڈ کے جھنڈ موجیں اڑا رہے تھے۔ دفعتہً کانوں میں بڑی سریلی آواز آئی۔ اور طرح طرح کے دلکش باجوں نے دل پر موہنی ڈالدی۔ دھرم بھرت منی سری رامچندرجی کے ہمراہ تھے انہوں نے فرمایا کہ

پمپا سر یہی ہے۔ اس تالاب کے بانی مانڈ کرنی رشی ہیں۔ جنہوں نے دس ہزار برس تک یہاں تپسیا کی۔ ان کی تپسیا جب حد سے گذری تو اندر کانپ اٹھے۔ اور دیوتاؤں کے مشورے سے چاہا۔ کہ تپسیا کی جڑیں ہلا دیں چنانچہ ساری دیوتاؤں کی منڈلی آموجود ہوئی۔ کام دیو ساتھ اپسرائیں ہمراہ لیں کام دیو نے اپنی عشق انگیز وجنون خیز طاقتوں سے کام لیا۔ اپسراؤں نے اپنی اداؤں اور نغمہ پردازیوں سے سحر سازی کی۔ مگر رشی باکمال تھے۔ نفس پر حکومت تھی۔ خواہشات پر قابو تھا۔ سوچے۔ کہ ذرا مزہ چکھانا اور نفس کشی کا کمال دکھانا چاہیئے۔ چنانچہ انہوں نے اپسراؤں میں سے پانچ خوبصورت سے خوبصورت حسین سے حسین طرحدار۔ نازک اندام اپسراؤں کو چن کر وہ اعجاز کیا کہ یہاں سے ہل نہ سکیں اور اپسرائیں جو رہ گئیں وہ دیوتاؤں کو برا بھلا کہتی نام سناتی۔ بیوقوف بناتی اور نظر حقارت دیکھتی ہوئی بھاگ گئیں۔ دیوتاؤں نے بھی دم دبائی ڈرے کہ کہیں ہم بھی نہ جکڑے جائیں۔

جب رشی جی نے دیوتاؤں کو اپنی تپسیا کی طاقتوں سے زیر کیا۔ کامدیو کی بھی ایک نہ چلی اپسراؤں کے بھی ناز نخرے کام نہ آئے پانچ اچھے درجے کی اپسرائیں دیوتاؤں کے قبضہ سے جاتی رہیں۔ تب مانڈ کرنی رشی کو کچھ بیر نہ تھا۔ وہ اپنے فضل وکمال سے دیوتاؤں کی بھی ایسی چولیں ڈھیلی کر چکے تھے۔ تب آشرم میں اندر تک کا قدم نہ ٹھہر سکا۔ پس انہوں نے پانچوں اپسراؤں کو تپسیا کی زنجیر میں جکڑ کر یہ تالاب اپنے نام پر بنا لیا اور ان کی بود وباش کے لئے عالیشان مکان تعمیر کر دیئے اور وہ سامان کیا کہ کسی کو تکلیف نہ ہو۔

اب وہی اپسرائیں رشی جی مہاراج کی ہستی یعنی تنا و صفت کو زندگی کا جزو اعظم سمجھتی ہیں اور اندر کی یہ طاقت نہیں کہ ان کو رہائی دلوا سکیں۔ اگر کوشش کریں تو پھر چمگادڑ کی سی مہمانی ہو جائے۔ یعنی راجہ اندر کو بھی لوٹ کر امر نگر جانا نصیب نہ ہو۔

سری رامچندر جی ایسے مہا رشی کے درشن کے ایسے خواہشمند ہوئے کہ انہوں نے قدم بڑھایا ادھر رشی جی ان کی آمد آمد کو نظر کشف سے بھانپ گئے۔ اور انہوں نے ایک اشارہ کیا۔ تو آشرم ہی وہاں پہنچ گیا۔ جہاں رامچندر جی تیز قدمی سے چلے تھے۔ باہم ملاقات ہوئی۔ ایک دوسرے نے ایک دوسرے کی عظمت پہچانی۔ اور رامچندر جی کو رشی کے اصرار سے وہاں ایکدن رہنا پڑا۔ ان سے رخصت ہوئے تو رامچندر جی نے مرکب عزم کو ایڑی لگائی۔ جہاں جہاں پہنچے وہاں وہاں رشیوں منیوں نے آنکھیں بچھا دیں۔ خاطر و مدارات میں کوئی دقیقہ باقی نہ رکھا۔ ان کی خاطر فراخ مروت و محبت کے لحاظ کہیں ایک دن کہیں ایک ہفتہ کہیں پندرہ روز کہیں ایک مہینہ اور بس حد ہے کہ کہیں ایک سال تک قیام کرنا پڑا۔ یونہی دس سال گذر گئے۔ اور پھر واپس آکر کئی مہینے تک سوتیکشن کے آشرم میں بود وباش اختیار کی۔ کئی مہینے قیام کو گذر گئے۔ دلچسپیوں نے آگے قدم بڑھانے نہ دیا۔ ایک روز باتوں

باتوں میں زبان مبارک پر یہ الفاظ آئے۔

سب رکھشیروں منشیروں کے درشن ہو گئے۔ صرف اگست رشی کے درشنوں کی ہوس رہ گئی۔ سنا ہے وہ کہیں قریب ہی ہیں۔ اسی لئے اجازت درکار ہے۔

سوتیکشن ۔ضرور درشن کیجئے بڑے مہاتما ہیں۔ ان کا سا فضل و کمال اور کسی رشی منی میں نہیں۔ آپ جائیں تو پہلے ۱۶ کوس کی منزل طے کریں۔ وہاں ان کے بھائی ایدم باہ آپ کو ملیں گے ان کی وجہ سے آپ کو کوئی تکلیف نہ ہوگی۔ اور آسانی سے درشن مل جائیں گے آپ دکھن کی طرف چلے جائیں۔ جہاں پیپل کا درخت ہے وہاں رات بھر آرام کریں۔ اور پھر ایدم باہ سے ملیں۔ وہ آپ کو اپنے ساتھ لے جائیں گے۔ وہاں سے صرف چار کوس کی مسافت طے کرنا ہوگی۔

سری رامچندر جی ڈنڈوت کر کے رخصت ہوئے جدھر سے گذرتے ہرن کی ٹکڑیوں کا انبار نظر سے گذرتا ہوا گنڈ روشن دیکھے اور آخر کار ایدم باہ کے استھان کی سی رونق پیش نظر ہو گئی۔ اس آشرم کی دلآویز فضا دیکھ کر سری رامچندر جی نے لکشمن جی سے فرمایا کہ

یہ وہی متبرک مقام ہے جس کی تعریف سوتیکشن جی نے کی تھی۔ یہاں راچھسوں کو آنے کی جرأت نہیں پڑتی اپنی جان سے ہاتھ دھوئیں۔ اس مقام پر دو راچھس بھائی بھائی تھے۔ ایک باتابی دوسرا الیول دونو بھائی خوب ہی سنسکرت بولتے تھے۔ برہمنوں کا گوشت پوست ان کی غذا تھی۔ یہ بدمعاش پتر شرادھ کے حیلے سے برہمنوں کو بلاتے تو باتابی اپنے چھوٹے بھائی کو بھیڑ بنا کے اس کا گوشت برہمنوں کو کھلایا کرتا تھا۔ اور جب کھانا پیٹ میں جاتا تو الیو چلاتا کہ بھیا صدرے میں ہوں۔ باتابی صدا سنکر آواز دیتا۔ تو الیو بھیڑ بن کر نکل آتا۔ اور سارے برہمن دونوں کے پیٹ میں صفایا ہو جاتے۔ مدتیں یونہی گذر گئیں۔ نہ معلوم کتنے برہمنوں کی جان گذری۔ آخر ادھر برہمنوں نے اگست رشی سے فریاد کی اور ادھر باتابی نے پتر شرادھ کے لئے برہمنوں کو نیوتا دیا۔ شاستر میں برہمنوں کو خاص حکم ہے۔ کہ پتر شرادھ میں بلانے سے ضرور جائیں۔ ورنہ عذاب ہے برہمنوں کو دعوت قبول کرنا پڑی۔ اگست رشی ان کے ساتھ وہاں تشریف لے گئے۔

اگست جی صاحب کرامات تھے۔ سمندر کو سرک گئے۔ تو اور اس سے بڑھ کر کمال کیا ہو سکتا ہے انھوں نے ذرا دم لیکر پوچھا۔ کہ اب بھوجن میں کیا دیر ہے۔ جواب ملا فقط آپ کے حکم کی۔ خلاصہ یہ کہ اگست جی نے ڈٹ کر کھانا کھایا اور جس وقت بڑے بھائی نے چھوٹے بھائی کو آواز دی اگست جی بولے بھیا کس کو پکارتے ہو۔ وہ تو میرے پیٹ میں ہضم ہو گیا۔ اب اس سے ہاتھ دھو۔ جب تم لوگ میں جانا دیکھ لینا۔

یہ سنتے ہی راچھس آگ بگولا ہو گیا۔ ایسا جوش غضب میں دوڑا کہ معلوم ہوتا تھا اب جیتا نہ چھوڑیگا۔

اگست جی کا ایک اشارہ کافی تھا۔ انہوں نے نظر بھر کر دیکھ لیا۔ تو اِلوَل راکھ ہو گیا۔ دونو بھائی اپنے نتیجے کو پہنچے۔ دنیا اگست رشی کے کمال کی قائل ہو گئی۔ اور اب ہم انہیں کے درشنوں کو جاتے ہیں۔ انہیں باتوں میں راستہ کٹ گیا۔ اور سری رامچندر جی غروب آفتاب کے وقت ایدم باہ رشی کے آشرم میں پہنچ گئے۔ رشی نے بہت خاطر مدارات کی۔ اور صبح کو اپنے ساتھ اس آشرم میں لے گئے جہاں اگست رشی تپسیا میں مشغول تھے۔ یہ مقام اگست رشی کے نام سے موسوم تھا۔ اور اسے لوگ اگست پربت کہتے تھے اور پہلے اس کا نام بندھ پربت تھا۔

روایت ہے کہ ایک مرتبہ نارد جی اس پربت پر رونق افروز ہوئے۔ پربت نے کند مول سے بڑی خاطر تواضع کی۔ چلتے وقت نارد جی نے کہا کہ اب تم سے رخصت ہماچل اور سمیرو پربت پر جاؤں گا کیونکہ یہ دونو پہاڑ پہاڑوں کے راجہ ہیں۔ بندھ پربت کو یہ بات ناگوار گذری۔ اس نے کہا ہماچل اور سمیرو پربت میں کیا سرخاب کا پر لگا ہوا ہے کہ نارد جی نے راجہ کا خطاب دیدیا۔ اسی غصے میں اس نے بڑھنا شروع کیا تو بلندی کی حد نہ رہی۔ جہاں دن تھا۔ وہاں رات ہو گئی۔ جہاں رات تھی۔ وہاں آفتاب چمکنے لگا۔ [illegible] سب برباد ہو گئے۔ قانون قدرت الٹ پلٹ ہو گیا۔ دیوتا گھبرا اٹھے۔ ان کے بنائے کچھ نہ بنی۔ اگست رشی ان دنوں کاشی میں تھے۔ دیوتاؤں نے خوشامد درآمد منت سماجت کی کہ اس اندھیر کو مٹائیے۔

اگست رشی نے اہل فریاد کی فریاد سنی۔ بندھ کے پاس گئے اور کہا یہ کیا بات ہے۔ بندھ پربت نے دیکھتے ہی پرنام کیا مگر جھک کر ڈنڈوت کی۔ اگست رشی نے ٹوکا کہ ایسا ہی [illegible] میں رکھو۔ بندھ پربت نے فوراً ہی جسم سکوڑ لیا۔ اور سر جھکا کر عرض کی کہ مہاراج آپ کے حکم کی تعمیل ہو گئی۔

اگست رشی نے بندھ پربت سے کہدیا۔ کہ تم پربتوں کے راجہ ہو گئے۔ میرا آشیرباد ہے مگر یاد رکھو جب تک میں واپس نہ آؤں تب تک اسی حالت میں رہنا۔ سر نہ اٹھانا۔ چنانچہ اب تک اگست رشی نہ وہاں سے گئے اور نہ بندھ پربت کا سر اونچا ہوا۔

سری رامچندر جی لچھمن جی سے فرماتے تھے کہ ایسے بزرگ مہاتما سے ملنے میں ضرور کچھ نہ کچھ فائدہ ہو رہیگا۔ اور بشنو استر مل جائے۔ تو کیا عجب چودہ برس کے بن باس کا زمانہ قریب الختم ہے۔ اب سے برسوں کے عوض مہینے باقی رہ گئے ہیں۔ اسی لئے میرا ارادہ ہے کہ باقی ایام اگست رشی کے آشرم میں بسر کروں اس استھان کی عظمت اسی بات سے سمجھ لو کہ یہاں جھوٹ بولنے والے نالائق۔ عفریت۔ بیرحم اور پاپی خود بخود خاک سیاہ ہو جاتے ہیں اور اگست جی کا رعب ہے۔ کہ روزانہ دیوتا تک درشن کرنے کو باعث فخر سمجھتے ہیں۔ ہم لوگوں کو راج چھوٹنے کا غم ہے۔ مگر اگست جی کی عنایت سے مایوسی نہیں۔ ان کا فط

اشارہ ہو جائے تو ناممکن بات بھی ہو سکتی ہے۔

یہ کہتے کہتے سری رامچندر اگست رشی کے آشرم کے دروازے پر پہنچ گئے۔ لکشمن جی سے کہا کہ خبر کر آؤ۔ رامچندر سیتا جی کے ساتھ درشنوں کو حاضر ہے۔

سرگ ۱۲

اگست رشی جی کے آشرم میں سری رامچندر جی کی جلوہ آرائی خاطر تواضع شستر وغیرہ کی پیشکش

لچھمن جی نے اگست رشی جی کے ایک چیلے کو سری رامچندر جی کی تشریف آوری کی خبر کی۔ اگست جی اس وقت ریاضت میں مشغول تھے۔ چیلے کے منہ سے پوری بات بھی نہ نکلی تھی کہ رشی جی نے خود ہی فرمایا کہ جلدی سری رامچندر سری لچھمن اور سری جانکی جی کو لے آؤ۔

چیلا فوراً دوڑا آیا۔ ساتھ لے چلا۔ سری رامچندر جی کو خراماں دیکھ کر اور تو اور ہرنوں کی چوکڑی بھی بھول گئی۔ جانوران صحرائی کی آنکھوں سے بھی پریم کے آنسوؤں کی دھار بہ نکلی۔ کوئی ٹکٹکی باندھے تھا کسی کو حس و حرکت نہ تھی۔ سری رامچندر جی اگست رشی کے استھان پر پہنچے تو برہما۔ بشن۔ شیو۔ سورج۔ چندرماں۔ کبیر۔ وایو۔ وشوکرما۔ جمراج۔ بن گاتی۔ سیس وغیرہ سب کے لئے عمدہ سے عمدہ اچھی سے اچھی نشستگاہیں پائیں۔ جس وقت اگست جی نے آتے دیکھا تو چیلوں سمیت دوڑ کر پیشوائی کی۔ سری رامچندر جی قدموں پر گر پڑے۔ لچھمن جی اور جانکی جی نے بھی پاؤں پر سر رکھ دیا۔ اگست رشی سری رامچندر جی سے بغلگیر ہوئے۔ ہاتھ منہ دھویا۔ کند مول پھل پیش کر کے التجا کی۔ کہ

برگ سبز است تحفۂ درویش
گر قبول افتد زہے عز و شرف

سری رامچندر جی نے تکلف کیا۔ تو اگست جی بولے کہ

آپ اپنے کو ناخواندہ مہمان نہ سمجھئے۔ مدتوں سے ہم لوگ شربت دیدار کے پیاسے تھے آپ نے احسان کیا۔ کہ ہماری امیدیں پوری کیں۔ آپ کو برگ سبز قبول کرنے میں تکلف کس بات کا ہے آپ کو خیال ہے کہ چھتری کو یہ سوغات قبول کرنا لازم نہیں۔ تو یہ خیال فضول ہے جس شخص کے گھر کوئی مہمان آئے اور مالک مکان اس کی خاطر تواضع نہ کرے تو اسے اپنی ہی بوٹیوں سے پیٹ بھرنے کو ملتا ہے۔ دشمنے کے گوشت میں تو شک ہی نہیں جھوٹی گواہی دینے والوں کیلئے بھی قانون قدرت سے یہی سزا مقرر ہے جو کبھی نہیں ٹل سکتی۔ مگر مجھے اس سے مطلب نہیں۔ اپنے مطلب سے مطلب ہے۔ بیشک آپ چھتری ہیں۔ تمام دنیا کے لئے آپ کے قدموں پہ سر جھکانے کو فخر سمجھتے ہیں۔ اکشواکو کے تمام کو آپ نے زندہ کر دیا۔ راجہ دسرتھ کی مدد سے حیات ابدی پائی۔ اگر آپ کند مول پھل قبول نہ فرمائیے

تو گویا میرے واسطے آئندہ جنم کے لئے غذا کا منہ باز دیا۔

سری رامچندر جی اگست جی کی تقریر سے متاثر ہوتے انہوں نے سر تسلیم خم کر کے پیشکش قبول کی اور رشی جی کا شکریہ ادا کیا۔ رشی جی خاموش ہو گئے۔ آخر باد ہسہ کر کہا کہ

لیجئے یہ اندر کا دھنش قبول کیجئے۔ آپ نے یہی دھنش پرسرام جی سے لیکر برن کو دیا تھا۔ برن نے مجھے سپرد کیا اور اب میں آپ کے پیشکش کرتا ہوں۔ یہی نہیں ترکش بھی لیجئے۔ تم بھر تیر چلاتے رہیئے مگر کبھی خالی نہ ہو۔ تلوار بھی نذر ہے جس نے دیوتوں کی مالوسی کے وقت جو ہر خونریزی دکھا کر راچھسوں پر فتح پائی تھی۔ میں یہ سب شستر آپ کی نذر کر کے التجا کرتا ہوں کہ اس وقت سے آپ کبھی انہیں ہاتھ سے نہ رکھیں۔ نہ ان کے استعمال سے غافل ہوں۔ یہ استر و شستر بڑا کام دیں گے۔

سرگ ۱۳

اگست رشی اور سری رامچندر جی کی بات چیت اور پنچ وٹی میں قیام کی تجویز

اگست رشی ماہر اسرار غیب تھے۔ انہوں نے اس قسم کے الفاظ میں شدنی کی گویا پیشگوئی کر دی۔

آپ نے مجھے سرفراز کیا۔ میں اس قابل نہ تھا۔ مجھ کو ممنون کرنے کیلئے اس قدر تکلیف مجھے آپ کی زحمت کا چنداں خیال نہیں۔ کچھ خیال ہے تو سری جانکی جی کی تکلیف کا۔ سیتا جی نازک اندام ہیں۔ ان کی صحرا نوردی کے مصائب کا خیال کر کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ جانکی جی کو اور عورتوں کی طرح عورت سمجھنا اپنی بھول ہے۔ یہ عام عورتوں کی طرح نہیں جو خاوند کی عیش کی ساتھی ہیں جہاں کچھ لینڈا بینڈا وقت آگیا تو کترانے لگیں۔ کاندھی دیکھی میٹھا میٹھا ہڑپ کر لوا کڑوا تھو۔ مرد کمائیں کاڑھ کر نہیں اور آپ شہد کھانے کو تیار۔ شہد نہ ملے تو آنکھیں دکھائے منہ پھیلائے رکھیں۔ جب تک شرم و حیا ہے تب تک تو خیر ورنہ جہاں آنکھ کا پانی مرا بھر لنک گیا دم سے بند نہیں۔ شوہر کی چھاتی پر کودوں دلوائیں۔ خاوند کی ناک کٹوائیں۔ مگر جو جی میں آئے کر چھوڑیں۔ عورتوں میں بجلی کا سا خاصہ ہوتا ہے۔ نیت کا کچھ بھی ٹھکانا نہیں۔

اسپ وزن و شمشیر وفادار یہ کہ دید

یعنی گھوڑے عورت اور تلوار کی وفاداری پر بھروسہ کرنا حماقت ہے۔ ان کو دوست دشمن سے غرض نہیں۔ جس سے تعلق ہو گیا اسی سے سروکار ہے ملکیت وغیرہ کے حقوق سب ناقص۔ جس عورت نے شرم دلحاظ کا پردہ اٹھا دیا ہے ایسے غیر تو غیر بھائی بھتیجے بیٹے سے بھی پرہیز نہیں ہوتا۔ لہذا قرابت داروں کی

کون کہے مگر سب عورتوں کے مزاج و خواص بھی یکساں نہیں ہوتے جہاں بوہمت کی مستحق ہوتی ہیں وہاں بہت ایسی بھی ہیں۔ جن کی وجہ سے دنیا ٹکتی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ اور جن کو سویرے سویرے منہ دیکھ کر اُٹھنے والے دن بھر عیش آرام سے زندگی بسر کرتے ہیں۔ میرا مطلب سری جانکی جی سے تھا۔ ان کو جو عورتوں میں شمار کرے وہ عقل سے خالی۔ یہ ساکشات لکشمی کا سروپ ہیں۔ چاند میں داغ ہے ان میں وہ بھی نہیں سورج کی روشنی دن بھر رہتی ہے مگر ان کے دھرم کا تیج سورج چاند دونوں کو غروب کر دیتا ہے اسی سے میں مناسب نہیں سمجھتا کہ ان کو جنگل کی ٹھوکریں کھلائیں۔ بہتر یہی ہے کہ آپ ایسی جگہ قیام فرمادیں۔ جہاں پانی بھی عمدہ ہو آسائش کے لئے بھی کسی چیز کی کمی نہ ہو۔ اس لئے میں خیال کرتا ہوں کہ پنچ وٹی سے بہتر دوسرا کوئی مقام ایسا نہیں۔ جہاں کہ ہر طرح کا سبھیتا ہو اگر کچھ کھٹکا ہے تو میں لوں گا۔

سری رامچندر جی یہ سنکر مسکرائے اور کہا کہ

مہاراج میں آپ کے لفظ لفظ کا مطلب سمجھ گیا واقعی آپ کا فرمانا بہت درست ہے آپ نے پنچ وٹی کا مقام بہت ہی مناسب تجویز کیا۔ حالانکہ آپ کے آشرم میں راون سے راکھشسوں کا گذر نہیں تاہم پھندیوں کے لئے پنچ وٹی ہی آسائش کا مقام ہے۔

اگست جی بولے یہ بھی آپ کا گھر ہے۔ پنچ وٹی بھی گھر۔ یہ کیا دل میں رہیئے آنکھوں کے تل میں رہیئے تو بھی کسی کو عذر نہ ہو۔ مگر جو مقام میں نے تجویز کیا ہے۔ اس سے بڑھ کر اپنے بن باس کے آخری زمانہ میں کوئی مفید مطلب مقام نہ ملیگا۔ جو جن کا فاصلہ کچھ فاصلہ نہیں۔ پہلے دکن کی طرف جایئے پھر پچھم کی طرف جھکے دکن کی طرف مڑیئے۔ پہلے پہاڑ ملیگا پھر گوداوری ندی۔ اس کے آگے پنچ وٹی۔ آپ وہاں رہیں اور اطمینان رکھیں کہ میں ہر روز خبر لیتا رہوں گا یہ نہ سمجھیگا کہ اگست رشی زبانی جمع خرچ کرتا ہے اس کی ہر ایک بات میں ایک رمز ہے۔

سری رامچندر جی اگست رشی کی پہلو دار تقریر کا نفس مطلب سمجھ کر اٹھ کھڑے ہوئے پرنام کیا اور دکن کی طرف سمندھرم کو اپنے ڈی دی۔

سرگ ۱۴

سری رامچندر جی کی گردھ راج سے ملاقات گردھ راج کا شجرہ خاندانی

سری رامچندر جی آگے بڑھے۔ تو گردھ راج کو دیکھ کر سمجھے کہ ہو نہ ہو کوئی راکھشس پرندے کے بھیس میں ہے۔ انہوں نے تیر کمان سنبھالا اور دھیا کر پوچھا

تم کون ہو؟

جواب ملا۔ مہاراج میں راجہ دسرتھ کا دوست گر جٹائی ہوں۔ راکھشس نہیں۔ راجہ کے رشتہ

سے مجھے بھی اپنا بزرگ سمجھو۔ تب جیلاؤ گے۔ تمہاری سعادتمندی میں فرق ہوگا۔

رامچندر جی :۔ اگر یہ بات ہے تو بیشک آپ میرے بزرگ ہیں۔ واجب التعظیم ہیں لیکن آپ سے اور راجہ دسرتھ سے دوستی کیسی۔ انسان اور پرند سے رشتہ مندی کیا؟

گردھ راج :۔ تمہارا کہنا بہت درست۔ لیکن جب تک میں اپنا شجرہ نہ بیان کروں گا۔ تب تک تمہاری دلجمعی نہ ہوگی۔

لہٰذا ستو دوالمیک جی فرماتے ہیں۔ کہ یہ شجرہ جو پڑھے سنے اس کی برکت سے بے اولاد کے گھر اولاد ہو سکتی ہے) پرجاپتی سترہ ہیں

کردم۔ بکرت۔ ششی۔ سنجری۔ بھو بیتر۔ استھانوں۔ مریچی۔ انتری۔ کرتو۔ پلست انگرا۔ پرچیتا۔ پلہہ۔ وکش۔ بوسان۔ ارشٹنیم۔ کشیپ۔

پرجاپتی کی ساٹھ لڑکیاں تھیں۔ جن میں سے تیرہ انہوں نے کشیپ کے ساتھ منسوب کر دیں۔ ان تیرہ میں سے آٹھ لڑکیاں بڑی معزز تھیں یعنی

ادتی۔ دتی۔ کالکا۔ تامرا۔ کرودھ لبھا۔ منو۔ انلا

کشیپ جی تپسیا میں مشغول رہتے تھے۔ اور یہ شب و روز خدمت میں مشغول رہتی تھیں ایک روز کشیپ جی کمال خدمتگذاری سے خوش ہو کر بولے کہ اولاد کی خواہش ہو تو کہو۔ جو بیٹا ہوگا طاقتور جو لمحت جگر وجود میں آئیگا صاحب اقبال۔

ادتی۔ دتی اور کالکا بولیں کہ

دنیا میں اولاد کی خواہش کسے نہیں انسان تو انسان جانور بھی آرزو رکھتے ہیں۔ کہ اولاد ہو۔

کشیپ جی نے خواہش پوری کر دی۔ اور پہلے ادتی سے تینتیس ۳۳ قسم کی اولاد عالم ہستی میں موجود ہوئی بارہ سورج۔ آٹھ بسو۔ گیارہ رودر اور اشونی کمار۔

دتی سے دیتوں کی پیدائش ہوئی۔ جنہوں نے وہ طاقت پکڑی کہ سارے زمین پر اپنے نام کا ڈنکا بجا دیا۔

دنو سے ہیگریو یعنی کنیر کا ظہور ہوا جن کا منہ تو گھوڑے کا ہوتا ہے اور جسم انسان کا۔

کالکا دو بیٹے جنی۔ نرک اور کال۔ پاپیوں کو یہی نرک میں پہنچاتے ہیں۔

تامرا کی پانچ بیٹیاں۔ کرونچی۔ لبھاسی۔ سینی۔ دھرتراشٹری اور شوکی کہلائیں جن میں سے کرونچی سے الوک یعنی الو۔ لبھاسی سے بن جنت یعنی جانوران صحرائی۔ سینی سے باز اور گدھ پیدا ہوئے جن کی طاقتیں چھپی نہیں۔ دھرتراشٹری کی اولاد ہنس اور چکوا چکوی ہوئے۔ شوکی بیٹی بنتا تھی۔

کشیپ جی کی چھوٹی استری کا نام کرودھ لبھا تھا۔ ان کے بطن سے یہ دس لڑکیاں پیدا ہوئیں۔

مرگی ۔ مرگ سندا ۔ ہری ۔ بھدر سندا ۔ ماتنگی ۔ شاردولی ۔ سیتا ۔ سربھی ۔ کدرکا ۔ سُرسا ۔
کرودھ بسا کی نسل میں ریچھ ۔ مرگ ہوئے ۔ بھدر سندا کی لڑکی ایراوتی تھی جس سے ہاتھی کی پیدائش
ہوئی ۔ ہری سے شیر بندر ۔ شاردولی سے بگھیر ۔ ماتنگی سے دوسری قسم کے ہاتھیوں نے پیکر ہستی پہنا ۔
سیتا کے دو بیٹے دیکھ ہیں ۔ جن پر زمین تھمی ہوئی ہے ۔ سوربھی کے دو بیٹیاں ہوئیں ۔ روہنی اور
گندھروی ۔ جن میں روہنی کی اولاد میں گئو ہے اور گندھروی کی نسل میں گھوڑے ۔ سُرسا اور کدرو سے دو قسم کے
ناگ پیدا ہوئے ۔

کشیپ جی کی جس استری کا نام منو تھا ۔ اس سے جب انسان کی پیدائش ہوئی تھی ۔ تو ان کا دل
خوش ہو گیا ۔ انسان چار قسموں میں منقسم ہوا ۔ برہمن ۔ چھتری ۔ ویش ۔ شودر ۔
برہمن پرمیشور کے منہ سے ۔ چھتری بازو سے ۔ ویش ران سے اور شودر پاؤں سے ظہور ہوئے
انلا کشیپ کی آٹھویں استری تھیں ۔ ان سے عمدہ عمدہ درخت باغ ہستی کی زینت ہوئے ۔ بنتا رشی کی
کے دو فرزند تھے ۔ گرڑ اور ارُن ۔ ارُن کے دو فرزندوں میں ایک سمپاتی ہیں ۔ دوسرا میں ۔
ایک دفعہ دیوتاؤں اور دیتوں کی لڑائی میں راجہ دسرتھ غش کھا کر گر پڑے ۔ میں نے ادھر ان کو سنبھالا ۔
ادھر دشمنوں کو شکست فاش دی ۔ راجہ دسرتھ نے میری وفاداری کی قدر کی اور مجھ سے رشتہ دوستی قائم کر
لیا ۔ چنانچہ تم دیکھ لینا کہ میں پنچ بٹی میں تمہاری حفاظت و نگہبانی کرتا رہونگا ۔
سری رامچندر جی ساری کیفیت سنکر جٹایو سے چمٹ گئے ۔ جٹایو کی آنکھوں سے آنسو بھی نکلتے ۔
سری رامچندر جی نے فرمایا کہ
گو پتا جی کا سایہ سر سے اٹھ گیا لیکن جب آپ ایسے ان کے دوست موجود ہیں تو غم غلط ہو سکتا
نہیں ۔ سیتا جی کی حفاظت آپ کے ذمہ ہے آپ کے حکم کے موافق پنچ بٹی کی طرف چلتا ہوں ۔ نظر عنایت رہے ۔

سرگ ۱۵

سری رامچندر جی کا پنچ بٹی میں قیام

سری رامچندر جی پنچ وٹی میں پہنچے ۔ دیکھتے کیا ہیں کہ ہرنوں اور سانپوں کا کچھ شمار نہیں لکشمن جی سے فرمایا کہ
شاستر میں اس جگہ رہنے بسنے کی ہدایت ہے ۔ جہاں پانی لکڑی پھلوں پھولوں کا آرام ہو ۔
تم بتاؤ کہ یہاں کون جگہ پسند ہے ۔
لکشمن جی :- میں کیا اور میری سمجھ کیا ۔ آپ جہاں فرمائیں رہنے کا انتظام کروں ۔ اس تقریر
میں رمز یہ تھا کہ شدنی کچھ اور ہے ۔ سیتا ہرن کا الزام ان پر عائد نہ ہو ۔
سری رامچندر جی نے ایک بہت محفوظ جگہ پسند کی ۔ اور لکشمن جی سے فرمایا کہ

دیکھا کیسی حفاظت کی جگہ ہے۔ ہر طرف سبزہ زار۔ پھلوں پھولوں کی کثرت۔ گوداوری ندی قریب۔ جنگلی بھی حفاظت کے لئے موجود۔ آدمی کا گذر دشوار۔ بس یہیں قیام کرنا مناسب ہے۔

لکشمن جی فوراً آگے بانس کاٹ لائے۔ ٹٹیاں کھڑی کرکے مٹی لیپ دی۔ پلاس کے پتوں سے چھپت پاٹ دی۔ سری رامچندرجی کیلئے لکڑی کی بہت خوشنما آرام گاہ بنادی۔ پھر گوداوری میں اشنان کرکے پانی پھل پھول اور کندمول لئے بڑے بھائی بھاوج کی خدمت میں حاضر ہوئے پاؤں دھوئے اور کٹی میں رونق افروز کردیا۔ جس وقت لچھمن جی کی کاریگری دیکھی۔ سری رامچندرجی خوش ہوگئے۔ گلے سے لگا کر بولے کیا انعام دوں۔

کوئی چیز دنیا میں ایسی نظر نہیں آتی۔ جو سینے سے لگانا ہی کافی ہے ۔

سرگ ۱۶

موسم سرما کی آمد۔ گوداوری کا اشنان

برسات گذر گئی۔ سردی پڑنے لگی۔ پھاگن کا مہینہ آ گیا۔ سری رامچندر۔ سیتاجی اور لکشمن جی کے ساتھ گوداوری کے اشنان کو گئے راہ میں فرمایا۔

لکشمن جی! یہ موسم بھی کیسا دلآویز ہے۔

لکشمن جی:۔ بہت بجا یہ فصل سال بھر کا زلیور ہے۔ سب ذیروح اس سے فرحت پاتے ہیں۔ مگر پانی پینے اور نہانے دھونے کا لطف نہیں۔ برف گرتی ہے۔ پالے سے سورج نظر نہیں آتا۔ چشموں میں پرندوں کی چہلیں نہیں ہوتیں۔ رشیوں کو یہ موسم بہت کھلتا ہے۔ بھرت جی کیونکر تپسیا کرتے زمین پر لیٹتے اور سردی میں اشنان کرتے ہونگے۔ اس میں شک نہیں کہ آپ سے بھرت کو کہیں زیادہ تکلیف ہوتی ہوگی۔ افسوس بھرت ایسے لائق فائق راجہ دسرتھ ایسے دھرماتما اور کیکئی ایسی سنگدل بیرحم۔

سری رامچندرجی نے جو یہی رانی کیکئی کی مذمت کا لفظ سنا بول اٹھے۔

بس خاموش! اب کبھی میرے سامنے ماتا کیکئی کی برائی نہ کرنا۔ تم اس وقت پاپی ہوگئے اس کا علاج یہی ہے کہ بھرت جی کا تصور کرو۔ ان کا نام رٹو۔ کیکئی ماتا کا کچھ قصور نہیں۔ وہ ہمیشہ پیار کرتی رہیں۔ سارا کیا دھرا دیوتاؤں کا ہے۔ جنہوں نے ان کی عقل میں فتور ڈال دیا۔

اتنا فرما کر پہلے انہوں نے پھر لکشمن اور جانکی جی نے اشنان کرکے دیوتاؤں اور بزرگوں کی پوجا کرکے سورج کو ڈنڈوت کی ۔

سرگ ۱۷

سرپ نکھا کی آمد۔ سری رامچندر جی سے گفتگو

سری رامچندر جی گوداوری اشنان سے فارغ ہو کر کٹی میں رونق افروز ہو گئے۔ جانکی جی بھی پاس بیٹھ گئیں اور لکشمن جی نے دروازے پر قیام کیا۔ دھرم کی باتیں ہو رہی تھیں کہ راون کی بہن سرپ نکھا پہنچی۔ سری رامچندر جی کے جمال جہاں افروز پر نظر پڑی۔ تو ہاتھوں سے کلیجہ تھام لیا۔ تن من سے قربان ہو گئی۔ سامنے کس سے واقف تھی۔ صورت سے پہچان گئی کہ کوئی تپسوی نہیں کہیں کے راجہ ہیں۔

کہاں سری رامچندر جی اور کہاں سرپ نکھا۔ یہ سورج تھے وہ سنیچر۔ آسمان زمین دن اور رات کا فرق ان کے بال کالے کالے اس کی زلفیں سرخی مائل۔ یہ شیریں زبان وہ ترش گفتار۔ یہ دھرم کی مجسم تصویر۔ وہ ادھرم کا جامہ۔ یہ شاستر کے پابند وہ شاستر کے مخالف۔ ان کا سروپ موہنی وہ کالی کلوٹی۔ سرپ نکھا فریفتہ تو ہو گئی مگر یہ نہ سوچی کہ خدا کو آفتاب سے کیا نسبت۔ مگر ہوائے نفسانی نے عقل کی آنکھوں پر پردے ڈال دیئے۔ اٹکھلاتی مٹکلاتی سامنے آئی اور بڑے ناز نخرے سے پوچھا۔

کون ہو۔ کہاں سے آنا ہوا۔ تپسویوں کا بھیس بدلنے کی غرض۔

سری رامچندر جی:۔ رام چندر نام ہے۔ دسرتھ کے بیٹے ہیں۔ اجودھیا سے یہاں آ گئے۔ والدین کے حکم کی تعمیل منظور تھی۔ یہ لچھمن ہمارے چھوٹے بھائی ہیں۔ اور یہ سیتا جی ہماری استری۔ تم کون ہو۔ یہاں کہاں آئیں چہرے سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی راچھس کی اولاد ہو رنگ ڈھنگ سے شرارت برستی ہے۔

سرپ نکھا:۔ راون ایسے پرتاپی راجہ کی بہن ہوں۔ کمبھ کرن میرا بھائی گو سوتا رہتا ہے مگر طاقت وہ ہے کہ ادھر اٹھا اور زمین پر بھونچال آ گیا۔ ایک بھائی بھبھیکن جی ہیں۔ جو راچھس کی اولاد ہو کر ایسے دھرماتما ہیں کہ کبھی ایشور کی یاد نہیں بھولتے۔ کھر دوکھن اس جنگل کے راجہ بھی میرے بھائی ہیں اور میرا نام سرپ نکھا ہے عورت ذات نہ سمجھو۔ طاقت میں اپنا نظیر نہیں رکھتی۔ ارادہ تو یہ تھا کہ تمہیں کھا جاؤں لیکن حسن و جمال پر ترس آ گیا۔ آج تک میری نظر سے ایسی موہنی صورت نہ گذری۔ دیوتا اور گندھرب تم پر عاشق ہیں تم میری صورت شکل پر نہ جاؤ۔ مجھ میں وہ قدرت ہے کہ جیسی صورت چاہوں وہی شکل سامنے کر دوں۔ کیا سیتا کو ساتھ لئے پھرتے ہو یہ پتی ورتا ہوتی تو جنگلوں کی سیر منظور نہ کرتی اگر دنیا میں تمہارے لائق کوئی ہے تو صرف میں صورت دیکھ لو۔ زیادہ سمع خراشی بیکار۔ میں ابھی لچھمن اور جانکی کی ہڈیاں چبائے جاتی ہوں۔ ان کو دور کر دیجئے پس ہم تم دونوں مزے سے پہاڑوں پر زندگی کا لطف اٹھائیں۔

جانکی جی یہ باتیں سن رہی تھیں۔ ان کا کلیجہ کانپ اٹھا۔ بدن میں تھرتھری پڑ گئی۔ سری رامچندر جی بولے آپ کیوں کانپ رہی ہیں۔ اجودھیا میں کتنا منع کیا۔ مگر تم نے نہ مانا۔ جیسا کیا ویسا بھگتو

یہ فرما کر وہ ہنسے اور انہوں نے سپ نکھا کو ہنسی میں اڑانا شروع کیا۔

سرگ ۱۸

سپ نکھا کی ناک پر تلوار کا وار

سری رامچندر جی اس کی عقل پہ ہنستے تھے کہ کتنی مغرور ہے۔ خواہشات نفسانی کے غلبہ نے عنان ضبط ہاتھ سے چھین لی اسی سے ایسی سمجھ پر پتھر پڑ گئے کہ اظہار خواہش کرنے میں ذرا جھجک نہیں انہوں نے ہنس کر فرمایا کہ

سرپ نکھا کیا کہوں۔ میری تو شادی ہو چکی ہے۔ جانکی جی موجود ہیں۔ میں تمہاری بات مان لوں تو سوتیا ڈاہ سے تمہارے اور سیتا جی کے ناک میں دم رہے۔ اگر تمہیں شادی کی خواہش ہے تو لچھمن سے کہو وہ اس وقت تہنگ ہیں آج تک عورت کا منہ بھی نہیں دیکھا۔ ان کو تمہارا حسن و جمال پسند آ جائے تو کیا عجب کہ شادی سے انکار نہ کریں۔

سرپ نکھا خوشی خوشی لچھمن جی کے سامنے آئی اور بولی۔

دیکھو کیا موہنی صورت پیاری پیاری صورت ہے۔ آؤ گلے سے لگا لوں۔ کیا یاد کرو گے کہ کسی ماہوش کا تم پر دل آیا تھا۔

لکشمن جی۔ آہا کیا چہرہ مہرہ ہے چاند سورج ایڑی چوٹی پہ قربان ہوئے جاتے ہیں دیوتاؤں کی رال ٹپکی پڑتی ہے مگر افسوس کہ میں نہ خوبصورت ہوں نہ کوئی راجہ مہاراجہ سری رامچندر جی کے ہوتے ان کے ایک غلام پر تمہاری یہ مہربانی۔ جانکی جی کو تم چاہے خوش رو سمجھو مگر وہ تمہارے پاؤں کی دھول بھی نہیں سری رامچندر جی کو اچھی طرح ناز و کرشمہ دکھاؤ تو وہ سیتا جی کی طرف نظر بھی نہ اٹھائیں۔ بس تم ہی تم ہو جاؤ۔ سری رامچندر جی مختار ہیں ہم مجبور۔ ان کے ہونے میں تمہارے ساتھ شادی نہیں کر سکتا۔ تم انہی کے پاس جاؤ۔ وہ تمہاری صورت پہ ریجھ جائیں گے۔

سرپ نکھا کو ہوس بے قابو کئے ہوئے تھی وہ نخرے تلے اٹھلاتی ہوئی پھر سری رامچندر جی کے پاس گئی اور کہا

تمہیں سیتا کا خاوند کہلاتے شرم نہیں آتی۔ نہ جانے تم سے ایسی بھونڈی صورت کیسے دیکھی جاتی ہے مجھ کو تم پر رحم آتا ہے۔ کہ ایسی عورت کے ساتھ زندگی خراب کر رہے ہو۔ اچھا لو میں ابھی سیتا کو ہڑپ کئے جاتی ہوں جب یہ نہ رہے گی تو سوت کا جھگڑا بکھیڑا کہاں۔

یہ کہتے ہی وہ منہ پھیلا کر کوندے کی طرف لپکی۔ سیتا جی سہم گئیں۔ خوف کے مارے منہ سے چیخ نکل گئی۔

سری رامچندرجی نے ڈانٹ کر کہا۔ خبردار بس الگ لکشمن جی سے بولے
دیکھ لیا نیچ ذات سے ہنسی مذاق کا نتیجہ۔ اٹھو اس کے ناک اور کان اڑا دو۔ خود بینی کی سزا لازمی ہے
لچھمن تلوار لیکر دوڑے اور پہنچتے ہی ناک کان پر ہاتھ صاف کیا۔
سروپ نکھا خون سے نہا گئی۔ معلوم ہوتا تھا کہ پہاڑ سے گیرو کی دھار بہہ رہی ہے۔ روتی
پیٹتی چیختی چلاتی وہاں سے بھاگی اور کھر دوشن کے آگے سر دے مارا۔

سرگ ۱۹

سروپ نکھا کی اپنے بھائی کھر سے فریاد۔ اس کی چڑھائی

کھر نے جونہی اپنی بہن کو لہو لہان دیکھا۔ دوڑ کر زمین سے سر اٹھایا اور بولا کہ
ارے یہ خون ہی خون کیسا۔ سارے کپڑے لہو میں لت پت ہیں کس کمبخت کے ہاتھ ٹوٹے کس ظالم
نے کینسے بھر کی ناک کاٹ ڈالی۔ ارے بہن بتاؤ تو کیا ہوا۔ کس کی موت پھڑپھڑائی جس نے سانپ کے منہ
میں انگلی دی ہے۔ کیا اس نے راون کا نام نہیں سنا۔ کیا کمبھ کرن کی طاقتوں سے اسے خبر نہیں کھر دوشن
کی چھاتی پر کودنے والے کس کا بیٹا ہے نر سر لگے جیتے جی کس میں دم داعیہ۔ معلوم ہوتا ہے کہ جمراج سے
سامنا ہو گیا یا کال سے ورنہ کس کی مجال تھی کہ سروپ نکھا کی طرف ٹیڑھی نگاہ سے بھی دیکھ سکتا۔ بہن گو
عورت ہے مگر اس کے سامنے بڑے بڑے بہادروں کی حقیقت نہیں۔ دیوتا گندھرب پناہ مانگتے ہیں۔
آدمی تو نرم کھاجا ہے یہ نہیں سمجھتا کہ آخر ستم ایجاد کون ہے۔ اندر ایسے زبردست ہزار آنکھوں سے
دیکھنے والے ان کی تو ہم لوگوں کے نام سے جان نکلتی ہے اندر دیپاک دیت سے ہار کر کان پکڑ لئے کہ
اب لڑیں تو گنہگار۔ ان کی طرف سے اطمینان ہے ہے برہما ان کو تپسیا سے فرصت کہاں ہے۔ بشن جی
سیس سجیا پر پڑے خراٹے لیا کرتے ہیں ان کی بھی آنکھ کب کھلتی ہے اور انہیں غرض ہی کیا تھی۔ چھیر
ساگر سے یہاں دشمنی مول لینے آتے رہے مہادیو جی وہ ہم سب کے اشٹ دیو ہیں انہیں نے راون کو
بردان دیا ہے پھر کچھ میں نہیں آتا کہ اور کون سا دیوان دنیا میں پیدا ہو گیا کہ اسے ہمارے زور
کی طاقتیں معلوم نہیں۔ جس طرح ہنس پانی میں سے دودھ پی لیتا ہے اسی طرح ہمارے بان دشمنوں کا خون
چوس لیتے ہیں۔ کھر نے اپنی بہن کو گلے سے لگا کر کہا۔
پیاری آنسو پونچھو۔ کچھ دل کی تو کہو کیا گذری۔
سروپ نکھا سسکتی ہوئی بولی۔ ہے بھائی رام لچھمن نے مار ڈالا۔ یہ دونوں دسرتھ کے نوجوان بیٹے
ہیں۔ صورت شکل بہت اچھی۔ ڈیل ڈول بھی درست۔ وہ اپنی ذات سے کچھ بڑے نہیں مگر ان کے

سامنے جو عورت ہے اُسے آفت کا پرکالا ہی سمجھو۔ نام جانکی ہے مگر اُس سے کسی کی جان کی خیر نہیں صورت شکل کا کیا کہنا چندے آفتاب چندے مہتاب۔ نور کے سانچے میں ڈھلی۔ نازو نعم میں پلی۔ اپسرائیں دیکھیں تو شرمائیں۔ کنیریوں کی نظر پڑے تو گردن نہ اُٹھائیں۔ خاوند تپسوی پر سولہوں سنگار سے آراستہ سارا لبس اُسی نے بو یا ہائے بھائی اِسی نے سارے کنبے کی ناک کٹوائی۔ اب تم کان میں تیل ڈال لوگے تو یہ لوگ ناکوں چنے چبوائیں گے اگر ناک رکھنا منظور ہے تو اُٹھو رام لچھمن کو مارو اور سیتا جی کے جھونٹے پکڑ کر یہاں گھسیٹ لاؤ۔ بس یہی پر فیصلہ ہے نہیں تو میرے کلیجے کی تپن جیتے جی نہ بجھیگی۔

کھر یہ سُنکر آگ بگولا ہو گیا۔ اس نے فوراً ہی چودہ ہزار راچھس بُلائے۔ حکم دیا کہ جائیں رام لچھمن کو خاک پر سُلائیں اور سیتا کو پکڑ لائیں۔

حکم کی دیر تھی۔ فوج لیس ہو گئی۔ تلواریں چمکنے لگیں۔ تیر ترکش بندھ گئے۔ سرپ نکھا آگے آگے چلی پیچھے پیچھے لشکر۔

سرگ ۲۰

سری رامچندر جی کے ہاتھ سے کھر کی چودہ ہزار فوج کا قتل

کھر کی فوج لینا لینا پکڑنا پکڑنا کہتی ہوئی آگے بڑھی۔ تو سرپ نکھا نے انگلی سے بتایا کہ وہ دیکھو رامچندر ہیں وہ لچھمن اور وہ سیتا۔ رامچندر جی نے سرپ نکھا کو پہچانا تو لچھمن جی سے بولے۔

لو وہ دشمن سر پر آ گئے ذرا دیر کے لئے جانکی جی کو کسی گوشہ میں چھپا لو پھر میں نمٹ لونگا۔

لچھمن جی پہلے تو اس حکم پر متعجب ہوئے مگر پھر سوچتے سوچتے سمجھے کہ اس میں بھی رمز ہے جانکی جی مہالکشمی ہیں۔ انہیں نے برہمان دیگر راچھسوں کو طاقتیں عطا کی ہیں۔ ممکن ہے کہ اُن سے بردایو کو آنکھوں کے سامنے مرنا نہ دیکھا جائے۔ اِس لئے وہ خاموشی سے سیتا جی کو لئے ہوئے ایک طرف چل دیئے اور یہاں سری رامچندر جی اور لشکر مخالف سے سامنا ہو گیا۔ سری رامچندر جی تیر چلے پر چڑھا کر بولے دشمنو! اکیلے نہ سمجھنا ایک ایک تیر ہزار ہزار پر بھاری ہوگا۔ مجھے شاستر کا خیال ہے اِس لئے سمجھائے دیتا ہوں کہ چپ چپاتے گھر چلے جاؤ۔ جان جان کا معاملہ ہے۔ پھر روتے نہ بن پڑیگی۔ میں نے اپنی طرف سے سمجھا دیا۔ اب تم جانو اور تمہارا کام۔

مخالف اہل لشکر:۔ آپ خیالات گھر ہی میں رکھئے۔ ہم لوگ ایسے جھانسوں میں آنے والے نہیں۔ تم اکیلے ہو جان کی امان چاہتے ہو تو سیتا کو سرپ نکھا کے قدموں پر گرا دو۔ وہ بخش دے تو ہم لڑائی سے دست بردار ورنہ یہی ڈنڈے تیر سوا ہوں گے اور یہی تیغ و تیر اور تمہاری بوٹی بوٹی۔

سری رامچندر جی کو اس گستاخانہ تقریر پر سخت غصہ آیا۔ انہوں نے فرمایا کہ بس! چپ!

نہیں تو ایک تیر میں فیصلہ کر دوں گا۔

راچھس منزلت کہتے ہی اُن پر غصہ کی اشتعالک ۱۴ ہزار فوج کا زعم سب کے سب یکبارگی سری رامچندرجی پر ٹوٹ پڑے۔ دشمنوں کا نرغہ دیکھ کر رام چندرجی نے تیروں کی بارش شروع کی۔ تو ہزاروں رامچندر دشمنوں کو نظر آنے لگے۔ اور تیروں سے ایک ایک کو چھیدنا شروع کر دیا۔ دیکھتے دیکھتے چودہ ہزار کے چودہ ہزار زمین پر بچھ گئے اور سروپ نکھا سر پیٹتی بال نوچتی ہوئی کھر کے پاس دوڑی گئی۔

سرگ ۱۴

سروپ نکھا کی کھر سے دوبارہ گریہ زاری اور طعنہ زنی

سروپ نکھا جس وقت چت قدموں پر گر پڑی۔ کھر پوچھنے لگا۔

کیوں کیوں خیر تو ہے۔ چودہ ہزار فوج سر کٹوانے کے لئے ساتھ کر دی۔ اب اور کیا چاہتی ہو میرے بہادر راچھس میرے وفادار منتخب روزگار ہیں۔ وہ چاہیں تو دنیا کو ہلا دیں۔ لاکھ دو لاکھ فوج بھی ان کے سامنے کچھ چیز نہیں۔ پھر رامچندر کی کیا تاب اور کیا حقیقت ذرا دم لو ابھی فتح کی خبر سن لینا سیتا کے جھونٹے بھی کسی نہ کسی کے ہاتھ میں ہوں گے۔

سروپ نکھا منہ پیٹ پیٹ کر رونے لگی۔ ہائے بھائی کیا خواب دیکھتے ہو چودہ ہزار جوان اب کہاں۔ تیر۔ سول۔ مگدر۔ گدا۔ تیر ترکش سب ٹوٹے پھوٹے پڑے ہیں۔ رامچندر کے بانوں نے ایک کو بھی جیتا نہ چھوڑا۔ میں سمجھ گئی کہ طاقت اور شجاعت رام چندر کی ذات پر ختم ہے ان کو کوئی زیر کرنے والا نہیں اگر ہو تو تم ہو میں نے چودہ ہزار کا خون اپنے سر لے کر بھر پایا۔ خوف پایا کہ اندھیرے اجالے تمہاری باقیماندہ فوج چھٹی نہ ہو جائے تم میرے حق سے ادا فرض سے سبکدوش میں اب کچھ نہ کہوں گی۔ مگر جن چودہ ہزار راچھسوں نے تمہاری وفاداری کے نشہ میں چور ہو کر تم پر جانیں تصدق کر دیں۔ ان کو تم نے کیا انعام دیا۔ بس یہی کہ گوشت سیار گیدڑ کھائیں۔ نمک حلال جانثار اور وفادار کی سرفروشیوں کا یہ صلہ نہیں بس چپ ہو کے بیٹھ رہے تمہارا فرض ہے کہ ان کی داد دو۔ اب ان کی جانفشانیوں کا انعام یہی ہے کہ رامچندر کو مار کے میرا کلیجہ ٹھنڈا کرو۔ اگر اس کو نہ مارا تو مجھے جیتا نہ پاؤ گے۔ یہیں سر پھوڑ پھوڑ کر جان دے دوں گی۔ معلوم ہوتا ہے کہ تم رامچندر سے ڈر گئے تمہارے سامنے جلتے لو بی ٹوبی ہوتی ہے۔ اب تک تم نے مکھی مچھر مار کر سمجھ لیا کہ ہم ایسے ہیں ہم ویسے مگر اب کڑے سے سامنا ہے اسی سے جی چرائے بیٹھے ہو۔ ہمت نہیں پڑتی کہ تلوار اٹھاؤ۔ اگر یہی بات ہے تو تم تینوں بھائی یہاں سے کہیں کھسک جاؤ۔ میں تم سے بے آس ہو کر راون کے پاس جاتی ہوں۔ تم لوگ ڈر گئے میرا دل ٹوٹ گیا اب لنکا

میں جلائے بغیر دل میں چبھی ہوئی پھانس نہ نکلیگی۔ یہ کہہ کر روتی پیٹ سے زمین پر گر پڑی اور رونے لگی کہ ہائے خاندان کی ناک رکھنے والا کوئی نہ رہا۔

سرگ ۱۵

کھر دوکھن کی سری رامچندر کے مقابلے میں جنگ آزمائی کے لئے تیاری

سرپ نکھا کی تقریر نشتر کا کام کر گئی۔ کھر کو نہایت ہی طیش آیا۔ بولا کہ

تمہاری ناک کاٹ لی تم سمجھ گئیں کہ رامچندر جی بڑے شہ زور ہیں۔ افسوس کہ تمہاری ایسی عقل ماری گئی۔ کہ ہم لوگوں کو نظر ہی میں نہیں لاتی۔ مجھے ایک تو تمہاری طرف سے کوفت تھی اس پر چودہ ہزار جان نثاروں کی مفارقت کا غم۔ اس پر طرہ یہ کہ تم ہی زخم پر نمک مرچ چھڑکتی ہو بھلا بناؤ تو آدمی کی کیا مجال ہے کہ ہمارے سامنے موچھوں کو ہاتھ لگا سکے۔ رام لکشمن ایک پھونک میں اڑ جائینگے پھر ہی کے سایہ پڑجائے تو پس کے رہ جائیں۔ تم اطمینان رکھو میں دونو بھائیوں کو ابھی خاک و خون میں لٹاتا ہوں۔ بہنے! سوقت خوشی ہوگی جب تم ان کا خون پی پی کر چٹخارے بھرو۔

کھر کی تقریر نے سرپ نکھا کی مردہ امیدوں میں جان ڈال دی۔ اس نے دل میں کہا ہمت بڑی چیز ہے جہاں دل شیر ہوا پھر کیا ہے۔ بولی کہ

بھائی تم راکھشوں کے سرتاج۔ شہزوروں کے سرعنہ چاہو تو ہمالیہ کو ہلا دو۔ سمیر کو دھکیل دو تمہارے سامنے رامچندر چیز ہی کیا ہے۔ تم چاہو تو مچھر کی طرح مسل کے رکھ دو۔ ہاں صرف ہمت درکار ہے۔

کچھ کچھ تو ندامت کچھ جوش غضب کچھ بڑھاوے سے موچھوں پر تاؤ دینے کے لئے مجبور ہوا۔ اس کی آنکھیں سرخ سرخ ہو گئیں۔ چہرہ تمتما اٹھا۔ دوکھن سے بولا۔

تم سپہ سالار لشکر ہو۔ تم کو سب دوکھن کہتے ہیں مگر میں بہادری کا بھوکھن زیور بنانا چاہتا ہوں۔ میری طاقتیں تم سے چھپی نہیں۔ آج تک ہزاروں معرکے ہوئے مگر سب مخالف چیں بول ہو گئے کون ہے جس کی گردن میرے آگے نہ دبی۔ میری چودہ ہزار فوج منتخب زمانہ تھی۔ دیوتا تک اس کے رعب سے تھراتے تھے نہ جانے کیا پھیر پڑ گیا۔ کہ سب کے سب میدان جنگ میں کام آئے۔ جو بہادر لاکھوں کے دل میں نام کرآئے تھے ان کو رامچندر کے تیروں نے خاک پر سلا دیا۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ کیا معاملہ ہے۔ خیر اب میں چلتا ہوں تم جلدی سے آؤ۔

کھر کی زبان سے یہ الفاظ نکلتے ہی رتھ بھی تیار ہو گیا۔ ہتھیار بھی ڈھیر کر دیئے گئے لشکر جرار بھی صف بستہ ہو گیا۔ گوشت۔ شراب۔ میوہ وگزک چھکڑوں پر لد گئے۔ اور سواری بڑھی۔ کھر اپنا رتھ دیکھ دیکھ کر نہال ہوا جاتا تھا۔ دل میں کہتا تھا کہ آہا کس شان کا رتھ ہے اندر بھی اسوقت

اُس کے جلوس شاہی اور شوکت عالم پناہی کو دیکھ دیکھ کر دل میں کٹے جاتے ہونگے۔ آگے آگے کھر چلا پیچھے پیچھے دوکھن۔ دونوں نشہ زعم میں چور اور شراب غرور سے مخمور تھے جونہی علم لشکر آگے بڑھا۔ فوجی باجوں کی آواز نفیریوں کے کڑکے اور اہل فوج کے شور و غل سے زمین اور آسمان گونج اُٹھے۔ کھر چلنے کو تو بڑے جوش سے چلا رتھ بڑھا۔ تو بڑی تیزی سے مگر جیوں جیوں آگے بڑھتا تھا۔ تیوں تیوں خون خشک ہو رہا تھا۔ اِس لیئے اُس نے آہستہ روی اختیار کی۔ رتھ کے گھوڑے پھونک پھونک کر قدم رکھنے لگے گھر بڑھا چلا جاتا تو کچھ بدشگنی نہ ہوتی مگر اس کا دل اوچھا ہو رہا تھا۔ اس نے خود ہی بدشگونیوں سے اپنے لئے موت کا سامان کر لیا۔

شاستر کا قول ہے کہ

جہاں لڑائی کے موقع پر دل میں ہراس ہوا وہاں فتح بھی شکست سے مبدل ہو جاتی ہے اس کے علاوہ ایسے موقع پر دوڑتے گھوڑے کی لگام کھینچنا گھوڑوں کا خاموش رہنا رتھ کے پہیوں سے کھڑکھڑاہٹ کی آواز پیدا ہونا وہ بدشگونیاں تھیں۔ جن سے خود کھر کو ذہن نشین ہو گیا کہ آثار اچھے نہیں کھر کی آواز اس قدر بلند تھی کہ گدھے کا رینگنا مات تھا۔ مگر اسوقت وہ بات نہ رہی تھی۔ اس کی آواز بیٹھ گئی۔ اور معلوم ہوتا تھا کہ کوئی خرگوش بول رہا ہے۔ کھر کی جان سرتر کو کٹھوں میں چھپتی تھی۔ مگر موت کی تحریک سے دل کہتا تھا۔ کہ ہاں ہاں بڑھے چلو۔

سرگ ۲۳

کھر دوکھن کی سری رامچندر جی کے مقابلے میں روانگی

جسوقت کھر دوکھن کی فوج نے کوچ کیا بدشگونیوں سے راچھسوں کی عقل دنگ رہ گئی۔ گدھے رینگنے لگے۔ آکاش سے خون کی بارش ہوئی۔ رتھوں کے گھوڑے ناخن لینے لگے آسمان سے جو خون زمین پر گرا سیاہ ہو گیا۔ معلوم ہوتا تھا کہ سورج قریب آ گیا۔ گدھ سروں پر منڈلا رہے تھے رتھ کی دھجائیں جھکی جاتی تھیں۔ ہرن الگ چیخنے تھے۔ پرندوں کی آواز بدلی ہوتی تھی۔ سیاروں کی بولی ڈراتی تھی۔ گوشت خوار جانوروں نے شور مچانا شروع کیا۔ معلوم ہوتا تھا کہ خوش خوش کسی دعوت میں جا رہے ہیں۔ پردار جانوروں سے آکاش چھپ گیا۔ سورج کی روشنی ماند پڑ گئی یہی نہیں بلکہ ہزاروں قسم کی بدشگونیوں نے ظاہر کر دیا کہ آج راچھسوں کی خیر و عافیت نہیں۔ دن کو تارے نظر آئیں۔ بے ابر آفتاب کی روشنی مفقود ہو جائے یہ عجیب بات نہ تھی تو کیا جس طرف سے فوج گذری۔ درختوں کے پتے بے آندھی بے پانی اُڑنے گرنے لگے۔ پھل پھول سب ٹوٹ گئے۔ درختوں کی صورت سے معلوم ہوتا تھا کہ

بالکل ننگے مادر زاد ہیں۔ ہوا کے جھکڑ چل رہے تھے۔ بجلی آنکھوں میں چکا چوند پیدا کرتی تھی۔ زمین پر بھونچال کی سی کیفیت۔ کھر دوکھن کے بائیں بازو پھڑک رہے تھے۔ بائیں آنکھ سے پانی گر رہا تھا۔ یہ بھی نہ معلوم کتنی بدشگونیاں ہو رہی تھیں۔ مگر پھر بھی کھر کو اپنے زعم میں کچھ نہ سجھائی دیتا تھا اس پر غرور کا بھوت سوار تھا۔ آنکھوں پر خود سری نے پٹی باندھ دی تھی۔ تنتنا اکڑتا مونچھوں پر تاؤ دیتا ہوا بولا۔

بہادرو چلو ہمت نہ ہارو۔ میدان مارو۔ رام کی حقیقت ہی کیا ہے تم اندر کے جیتنے والے ہو۔ بدشگونیاں لاکھ ہوں کچھ پرواہ نہ کرنا۔ رام کو میں اکیلا مار سکتا ہوں تم میں سے ایک شخص اس کی گردن توڑ سکتا ہے۔ اور پھر جب میں بھی موجود ہوں۔ بھائی دوکھن بھی فوج لئے ہوئے تمہارے ساتھ ہیں تو ڈر ہی کیا ایک تیر کافی ہوگا۔ میں دولہا ہوں تم براتی۔ دیکھنا کس طرح سیتا کو اڑا لے لاتا ہوں۔ آکاش بدشگونیاں کر رہا ہے۔ میں اس وقت اس لئے طرح دیتا ہوں کہ رام کو زیر کرنا ہے۔ ورنہ مارے تیروں کے سیاروں کو زمین پر گرا دیتا۔

کھر کے اس کڑکے پر فوج جیسے ڈگ رکھتی ہوئی آگے بڑھی۔ سروپ نکھا کا دل ہاتھوں بڑھ گیا۔ جنگل کے تپسوی راچھسوں کے جوش و خروش کو دیکھ کر اٹھ کھڑے ہوئے ان پر بھی سیر جنگ کی دھن سوار ہوئی۔ دیوتا اور گندھرب بھی دوڑ پڑے کہ دیکھیں اونٹ کس کل بیٹھتا ہے۔ اکیلے رام چندر جی کیونکر اس فوج عظیم سے مقابلہ کرتے ہیں۔ ہر ایک کی زبان پر دعا تھی۔ کہ سری رامچندر جی کی فتح ہو جو تھا وہ یہی چاہتا تھا کہ راچھسوں کا قلع قمع ہو۔ رشی مہرشی دور سے دیکھ رہے تھے دیوتاؤں کا بانوں پر جلوہ تھا۔ کھر کی فوج نشۂ غرور میں مست شراب نخوت میں چور رام چندر جی کی طرف بڑھی جن میں بارہ سپہ سالار وہ تھے جن کے نام سے دنیا کانپتی تھی۔ ان کے نام یہ ہیں۔ سیین گامی۔ پرتھو گریوا۔ جگیہ شتر۔ وہنگم۔ درجے۔ کربیراکش۔ پرش۔ کال کارمک۔ میگھ مالی۔ مہا مالی۔ سرپاس۔ رودھراشن۔

کھر کے سپہ سالاروں کے علاوہ دوکھن کی فوج میں بھی مہاکپال۔ استھولاکش۔ پرماتھ۔ تری سرا ایسے ایسے بہادر تھے کہ اندر کی بھی ان کے ڈر سے روح لرزتی تھی۔ کھر کے جلوہ میں مذکورۂ بالا بارہ سوبیر تھے اور یہ چاروں دوکھن کے داہنے بائیں۔

سرگ ۲۴

کھر دوکھن کی سری رامچندر جی کے مقابلے میں آمد

جونہی کھر دوکھن کی فوج دور سے نظر آئی۔ سری رامچندر جی کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔ لچھمن جی آگئے تھے ان سے بولے کہ دیکھنا یہی راچھس رشیوں کو تنگ کرتے منیشوروں کو ستاتے ہیں۔ دیکھو نا یہ کیسے

موٹے موٹے ہاتھ پاؤں ہیں۔ مگر موت سب کے سر پر سوار ہے۔ تم جانکی جی کو گفا میں چھپا دو۔ میں ایک ایک سے نپٹ لونگا۔ تم بھی اکیلے سب کو خون میں نہلا سکتے ہو۔ مگر میرا دل چاہتا ہے کہ اپنے ہی بانوں کی پیاس بجھاؤں۔ فتح کی سب علامتیں پیش نظر ہیں۔ دشمنوں کی طرف بدشگونیاں ہی بدشگونیاں ہو رہی ہیں۔ لچھمن جی اُدھر سیتا کو لے گئے۔ ادھر سری رامچندر جی نے زرہ بکتر تن کیا۔ اور تیر و کمان لئے ہوئے ٹہلنے لگے۔ تھوڑی دیر میں راچھس سامنے آگئے۔ ان کے شور و غل سے زمین آسمان گونج گئے لیکن شری رامچندر جی کے تمتماتے ہوئے چہرے پر کسی کی نظر نہ ٹھیرتی تھی۔

سرگ ۲۵
کھر دوکھن کا سری رامچندر جی سے مقابلہ

راچھس آتے ہی شیر ہو گئے۔ سب نے سری رامچندر جی کو گھیر لیا۔ جو تھا خون کا پیاسا۔ جان کا گاہک۔ تیر۔ تفنگ۔ تلوار۔ مگدر۔ موسل وغیرہ ہر قسم کے ہتھیار چلنے لگے۔ بارہ سپہ سالاروں نے اپنی اپنی فوج سے رام چندر کو گھیر لیا تھا۔ مگر رامچندر جی کے بان ایسے خونریز تھے۔ کہ راچھس بے بول گئے۔ سری رامچندر جی نے اس لڑائی میں تین قسم کے بان استعمال کئے۔ تالک بان یعنی وہ تیر جن کی گانسی لوہے کی تھی۔ دوسرے ناراکش بان جو بالکل آہنی تھے۔ تیسرے بکرلی جن سے دو زخم لگتے تھے اور جسم سے نکالو تو تیرا زخم اور بھی گہرا ہوتا تھا۔ ان بانوں سے راچھس گھبرا اٹھے۔ ان کا جو تیر آتا تھا۔ وہ پھول کی پنکھڑی ہو جاتا تھا۔ مگر سری رامچندر جی کے بان اگر جان بھی چھوڑتے تھے تو راچھسوں کو بلبلا کر جان دینے پر مجبور کرتے تھے۔ دیوتا لوگ آکاش پر جمع تھے۔ ان کو ڈر تھا کہ کہیں سری رامچندر جی پر آنچ نہ آئے۔ لیکن سری رامچندر جی کے بانوں نے صفایا بولدیا۔ بڑے بڑے شوربیر خاک پر لوٹ گئے۔ فیل نشینوں شہسواروں اور رتھ ہاتھی گھوڑوں سے زمین پر مردوں کا ڈھیر لگ گیا۔ جس ہاتھی کو تیر چھو گیا اس نے پھر سانس نہ لی۔ راچھسوں نے درختوں پتھروں اور ہتھیاروں سے لاکھوں وار کئے مگر ایک پیش نہ گئی۔ ہزاروں مرے پڑے تھے۔ زخمیوں کو تڑپ تڑپ کر دم توڑنے کے سوا اور کچھ کام نہ تھا۔ جب خون کی ندی بہہ گئی۔ لاشوں کے بوجھ سے زمین دبنے لگی۔ تب راچھسوں کی آنکھیں کھلیں سمجھ گئے خیریت نہیں۔ کچھ بھاگ گئے کچھ جان چرانے لگے۔ جن کے دماغ میں خود سری کی بو تھی۔ وہ ڈٹے رہے مگر دل ہی دل میں جانتے تھے کہ موت سے مفر نہیں۔ علم لشکر لوٹ گئے۔ چتر اور چنور ہاتھوں میں نہ دکھائی دیئے۔

سرگ ۲۶
دوکھن کا قتل۔ کھر کی یورش

دوکھن نے پانچ ہزار بہادروں کو لے کر سری رامچندر جی پر دھاوا کیا۔ تیر برسنے لگے۔ درختوں اور

بھتوں کی مار شروع ہوئی۔ مگر سری رامچندر جی نے تیر مار کر سب کو لوکھلا دیا۔ تب چار تیر ایسے مارے کہ دوکھن کا سر دھڑ جا پڑا۔ لیکن مہادیو کا بردان تھا۔ سر پھر گردن پہ جم گیا۔ اور خونخوار لڑائی شروع ہوئی۔ دوکھن ادھر ادھر گرجتا پھرتا تھا۔ شیر دل بہادر مختلف قسم کے ہتھیاروں سے وار کر رہے تھے۔ مگر رامچندر جی کا نشانہ خطا نہ ہوتا تھا۔ دوکھن کے رتھ کے گھوڑے مر گئے۔ دھنش ٹوٹ گیا۔ خود بھی پھر زمین پہ گر پڑا۔ لیکن ہوش میں آتے ہی جوش غضب میں ایک بڑا بھاری درخت لیکر جھپٹا۔ سری رامچندر جی نے دو ہی سے نشانہ لگایا تو درخت کیا بازو بھی ندارد۔ اس وار سے دوکھن کے حواس جاتے رہے۔ غشی طاری ہو گیا۔ اور دیوتا خوش ہو گئے۔ کہ بڑے کافر کو مار لیا۔ دوکھن کے گرتے ہی مہا کپال استولاکش اور پرمارکھ ترسلی پٹیہ وغیرہ سینکڑوں قسم کے ہتھیار لیکر گرد ہو گئے۔ مگر سری رامچندر جی نے سب کے سر اڑا دیئے۔ پانچ ہزار میں سے کوئی نہ بچا جس کے جیتے تیر ہوتے۔

کھر کی اب آنکھیں کھلیں۔ دل میں سوچا۔ کہ یہ انسان کا کام نہیں۔ ضرور رامچندر جی میں کوئی غیبی طاقت ہے پانچ ہزار فوج کا دم بھر میں مرنا کچھ معمولی نہ تھا۔ سارے لشکر میں معنا بیٹھا رہ گیا۔ دوکھن نے آہ واویلا سنی۔ تو فوراً دم نکل گیا۔ پھر سانس لی اور کھر جوش غضب میں اپنے لشکر جرار کو لئے ہوئے آگے بڑھا۔ دیوتا لوگ تماشائی تھے۔ سری رامچندر جی کو منظور تھا کہ قدرت دکھائیں۔ بس جیسے ہی کھر نے حملہ کیا ہزاروں رامچندر۔ فوج مخالف کے مقابل ہو گئے۔ غنیموں کے ہاتھ کچھ نہ بچی۔ سری رامچندر جی نے خون سے زمین سرخ کر دی۔ مقتولوں کی تعداد کا شمار نہ تھا۔ پشتوں کے پشتے بندھ گئے۔ بچے صرف کھر۔ ترسرا۔ اور مہا کپال جن میں سے کھر جوش و غضب میں آنکھیں لال پیلی کئے ہوئے ہتھیلی پہ جان لے کر دل کڑا کر کے سری رامچندر جی کے سامنے جا پہنچا۔

سرگ ۲۷

ترسرا کا قتل

دوکھن کی موت سے ترسرا کا خون اوڑ گیا۔ کھر سے بولا کہ اب تاب نہیں۔ یا مروں گا یا رامچندر کو مار لونگا۔ اگر میں مارا گیا تو سمجھ لینا کہ تمہاری بھی وہی گت ہوگی۔ اگر میں نے رامچندر کو مار لیا تو تم سب کو مفت ہے۔ اچھا میں اب جاتا ہوں۔ تم بھی ہوشیار رہنا۔ ترسرا کے تین سر تھے۔ اس کی طاقت پر اسے بڑا ناز تھا۔ چودہ ہزار راچھسوں کی طاقت کے زعم میں ترسرا سری رامچندر جی کے مقابل ہو کر لڑائی چھیڑی۔ سری رامچندر جی پہ ہر طرف سے وار ہوئے لیکن بے سود۔ رامچندر جی کی پیشانی تین بانوں سے زخمی ہوئی۔ تو وہ قابو میں نہ رہے۔ غصے سے آنکھوں میں خون اتر آیا۔ چودہ تیر بدن میں پیوست کر دیئے۔ رتھ توڑ ڈالا۔ دھجا گرا دی۔ تین بان اس خوبی سے مارے کہ ترسرا کے تینوں سر زمین پر گر پڑے۔ سنبھلا تو ہتھیاروں سے

دبا سکے۔ فوج بھی چاروں طرف سے حملے کر رہی تھی۔ مگر سری رامچندر جی کے بانوں سے ترسرا چودہ ہزار فوج کے ساتھ زمین پر سو رہا۔ کچھ بنائے نہ بنی۔

سرگ ۲۸

میدان جنگ میں کھر سے سری رامچندر جی کا مقابلہ

کھر دوکھن اور ترسرا ایسے بہادروں کی موت سے سمجھ گیا کہ ہو نہ ہو رامچندر جی کوئی اوتار ہیں۔ ورنہ اکیلے بہادران جنگی کو ملنا کسی آدمی کا کام نہیں۔ مگر دل میں زعم تھا۔ دماغ غرور طاقت سے عرش پر تھے۔ چنانچہ اس نے تیروں کی بوچھاڑ شروع کی۔ سری رامچندر جی تیر مارتے تھے تو وہ چوٹ بچا کر اونچا ہوا پر اُڑ جاتا تھا۔ ہوائی بان چلاتے تھے تو فوراً ہی زد سے بچ کر زمین پر اتر آتا تھا۔ جس وقت سری رامچندر جی کے بدن پر تیر ہی تیر چبھ گئے۔ دیوتاؤں کی جان اُڑ گئی۔ گندھرب سارا جسم لہو لہان دیکھ کر گھبرا اُٹھے۔ ابھی عرصہ میں سری رامچندر جی سنبھل کر راچھسوں کو للکارتے ہوئے آگے بڑھے۔ اور اپنے تیروں کے خون کی ندی بہادی۔ سری رامچندر جی کے جسم میں جو تیر چھد سکے تھے۔ وہ پھول کی پنکھڑی کی طرح بھی تکلیف نہ دے سکے لیکن ان کا تیر جس کے سینہ میں بیٹھا۔ جان لے کر رہا۔ کھر پر سری رامچندر جی کے تیر کا اثر ہوتے تھے مگر وہ ایسا سخت تن تھا کہ سینکڑوں بانوں کے زخم اس کے لئے گویا معمولی چوٹیں تھیں۔ تیر کھاتا جاتا تھا اور ہمت پست نہ ہوتی تھی۔

سرگ ۲۹

کھر اور سری رامچندر جی سے چوٹیں

سری رامچندر جی نے للکار کر کہا:۔

او پلید کے ننگ خاندان! ترسرا اور دوکھن کا حال دیکھ چکا۔ پھر بھی آنکھیں نہ ہوئیں جان لے کر پاپ و ادھرم تیری جان لیکر رہیں گے۔ درخت سینچنے سے پھولتا پھلتا ہے مگر جہاں جڑ کی ٹوٹی اور پھل پھول سوکھ کے رہ جاتے ہیں۔ یہی حالت اس خاندان کی ہوتی ہے جس میں کچھ ایسے کپوت ادھرمی اور پاپی پیدا ہو جاتے ہیں۔ جن راچھسوں نے رشیوں کو ہلاک کیا وہ دیکھنے آکاش پر چھائے ہوئے ہیں راچھسوں کی لاشوں کو دیکھ دیکھ کر بغلیں بجا رہے ہیں۔ اب تیری کسر رہ گئی۔ موت دوڑی ہوئی چلی آتی ہے۔ ذرا دیر میں فیصلہ کئے دیتا ہوں۔ ہائے ان راچھسوں کی آنکھوں پر کیسے پردے پڑے ہیں۔ آنکھوں کے سامنے تین لوک کے مالک کی بھی شناخت نہیں۔

کھر نے یہ سنکر قہقہہ لگایا اور منہ چڑھا کر بولا۔

اخاہ! آپ تین لوک کے ایشور ہیں کس نے آپ سے کہدیا۔ ایشور کی صورت ایسی ہی ہوتی ہے۔

پہلے تو میں سمجھتا تھا کہ سونا ہوں گے مگر کسوٹی پر کسا تو پیتل نکلے۔ آگ پر تاپا تو زردی غائب سیاہی نمودار۔ بہادر لوگ اپنے منہ میاں مٹھو نہیں بنتے۔ برسنے والے بادل گرجتے نہیں۔ اسی سے میں نے سمجھ لیا۔ کہ بس آپ یونہی سے ہیں۔ آپ نے تیر مار کے سارا بدن چھلنی ہو رہا ہے۔ اتنے اہل لشکر مر گئے مگر یہاں اسی طرح ذرا بھی پرواہ نہیں۔ جسطرح آفتاب کو کرنوں سے یا پہاڑ کو ادھر ادھر سنگریزے گر جانے سے۔ آپ چاہتے ہیں کہ فضول باتوں میں رات ہو جائے تو لڑائی بند ہو اور جان بچے۔ مگر اب میں طرح دینے والا نہیں رہ گئے وار۔

یہ کہتے ہی اس نے دانت کٹکٹا کر حملہ کر دیا۔ گدا اندر کے بجر کی طرح دوسرے کی ہڈی پسلی چور کر دیتا مگر سری رامچندر جی کے تیر بل کے سامنے اس کی حقیقت ہی کیا تھی۔ گدا کا منہ پھر گیا۔ راکھس درخت لے کر دوڑے سب گر پڑے معلوم ہوتا تھا کہ ناگن کو سپیرے نے منتر اور جڑی بوٹی سے بے حس و حرکت کر دیا ہے۔

سرگ ۲۰
کھر کا خاتمہ۔ سری رامچندر جی کی جے جے کار

سری رامچندر جی میدان جنگ میں گرجنے لگے۔ کہ:۔

بس ٹیں ٹیں فش۔ انہیں تین کانوں پر ناز تھا۔ وہ چیتے کہاں گئے۔ ڈینگ کیا ہوتی۔ کہاں بجر کا سا گرا کہاں میرے بان مگر دیکھ لیا کہ ایک وار میں تیرا سر نیچا ہو گیا۔ اب تھوڑی دیر میں دھڑ پر سر نہ ہو گا۔ بازو کٹے ہوئے پڑے ہوں گے تیرے خون سے ڈنڈک بن کو سرخ کر کے دکھائے دیتا ہوں۔

کھر:۔ او مغرور! خود سر۔ تیرے سر پر موت کھیل رہی ہے۔ یہ نہ ہوتا تو میرے سامنے قینچی کی طرح زبان نہ چلتی۔ لے بس کھڑا رہ۔

یہ کہہ کر کھر نے ایک بڑا بھاری درخت اکھاڑا۔ تیر کی طرح سامنے چلا۔ اور چاہتا ہی تھا کہ سری رامچندر جی کو کچل ڈالے سری رامچندر جی کے تیر ترکش میں تڑپ رہے تھے جیکی سے نکلنا شروع ہوئے۔ تو خون کی ندی بہہ گئی۔ کھر اب اور آگ بگولا ہو گیا۔ خون میں نہایا ہوا لپکا چاہتا تھا کہ بغل میں دبا کر کچل ڈالوں سری رامچندر جی پینترا بدل گئے۔ اور اس پھرتی سے شوبان مارا کہ کھر تھم نہ سکا۔ زمین پر گرا تو جان نکل گئی۔

والمیک جی قائل ہیں۔ کہ کھر کا مارنا آسان نہ تھا۔ الیشور بھی مجبور تھے مگر سری رامچندر جی نے اس وقت بھی قدرت کاملہ دکھائی جو ایک وقت رودر بھگوان نے۔ روایت ہے کہ

ستانیہ بن میں مارکنڈے جب تپ میں معروف تھے۔ مارکنڈے کو بردان تھا کہ موت تم سے خود پناہ مانگے گی۔ کال کو غصہ آیا۔ وہ مارکنڈے کی جان کا گاہک ہو گیا۔ رشی موت سے بے خوف تھے چاہتے تو چشم

غضب سے کال کو پھونک دیتے۔ مگر نہیں اس وقت ٹھہر گئے۔ اور بعد بھگوان کی دُہائی دی۔ انہوں نے فرمایا رشی تو آتے ہی کال کو زمین پر سُلا دیا۔ دوسری روایت اور بھی ہے۔ یعنی شیو جی کے بھگت سبت نامی ہمیشہ ریاضت میں مشغول تھے۔ کال بھیس بدلے ہوئے آیا۔ اور چاہتا تھا کہ رشی کی جان لے لے مگر رُدر بھگوان فوراً پہنچے اور کال کا خاتمہ کر دیا۔ یہی کیفیت اسوقت نظر آئی۔ سری رامچندر جی کے ایسے زبردست اور ظالم راچھس پر فتحیاب ہوئے۔ کوئی راچھس زندہ نہ بچا۔ آکاش سے پھول برسے دیوتاؤں نے دُندبھی بجائی۔ رشی منی دوڑ پڑے۔ سری رامچندر جی کی قدرت کا اعتراف کیا۔ اگست رشی اور نارد منی نے تعریف کے گیت گائے اگست رشی بولے سری رامچندر کا بن باس مبارک ہوا۔ سر بھنگ رشی کا احسان ہے جنہوں نے دیوتاؤں سے کہہ کر کیکئی کو اس پر بضد کر دیا۔ اگر کیکئی ہٹ نہ کرتی۔ تو آج اپنے شہر در گشت نصیب و نابود ہوتے ادھر جے جے کار کے نعرے بلند ہوئے ادھر لچھمن جی جانکی جی کو ساتھ لئے ہوئے خوشی خوشی کُٹی میں آئے۔ رامچندر جی کے پاؤں چھوئے۔ جانکی جی بھی گلے سے چمٹ گئیں۔ سری رامچندر جی کی پوشاک خون میں ڈوبی تھی۔ مگر زخم کا کہیں نشان نہ تھا۔ سب لوگ حیران تھے اور جانکی جی کو خواہش ہوئی۔ کہ ان کے واجب التعظیم شوہر کی پرستش ان کی آنکھوں کے سامنے ہو۔ رشی رازِ دل سمجھ گئے اور انہوں نے بڑے ادب سے پوجا کی۔

سرگ ۳۱

اکمپن راچھس کی راون کو خبر رسانی

میدان جنگ میں لاشوں کا ڈھیر لگ گیا۔ اگر بچا تو صرف ایک راچھس اکمپن۔ یہ دوڑا ہوا راون کے پاس پہنچا اور سارے واقعہ کی خبر دی۔ راون حیران ہوا کہ جنستھان میں اندر کو قدم رکھنے کا مجال نہیں۔ پھر اور کسی کو موت وہاں لے گئی۔ شاید کوئی اجنبی تھے جسے میرے زور کی خبر نہیں۔ اے اکمپن اس کا نام بتا جس نے کھر دوشن ترسرا اور تمام بہادر راچھسوں کو باتوں سے مار گرایا۔ مجھے معلوم ہو جائے تو میں ابھی برہمانڈ ہلا دوں۔ ہیچ سے سورج چاند کو جلا دوں۔ موت کو قید کروں۔ کال کو پابزنجیر کروں۔

اکمپن: دسرتھ کے بیٹے رام چندر کا نام لیتے روح لرزتی ہے بڑی بڑی آنکھیں لمبے لمبے بازو دیکھ کر دل دہلتا ہے انہی نے آپ کے بھائیوں کو اور راچھسوں سمیت خاک پر سُلا دیا۔ اس میں شک نہیں کہ رام اسوقت بہادری میں فرد اور یگانہ ہے اور پھر لطف یہ کہ میدانِ جنگ میں دھرم اور سچائی کا لحاظ لچھمن چھوٹا بھائی بھی کسی سے طاقت میں کم نہیں۔ مگر رام کی کچھ اور ہی بات ہے بس سمجھ لیجئے کہ اکیلی ذات نے جنستھان صاف کر دیا۔ میں جان چرا کر نہ بھاگتا تو آپ کو کسی کی بھی خبر نہ ملتی۔

راون: تم اطمینان رکھو۔ میں رام و لچھمن دونوں کی جان لے کر رہوں گا۔

اکمپن :- اس کی تو مجھے امید نہیں۔ رام تو رام لچھمن بھی آپ کے لئے بہت ہے۔ ہاں اگر آپ ان کی
زوجہ جانکی کو اٹھا لائیں۔ تب تو بارہ ہیں۔ رامچندر جانکی کے غم میں جان دیدیگا۔ لچھمن رام جانکی دونوں
کے رنج میں مر جائیگا پھر کیا پالا تمہارے ہاتھ ہے۔ یوں آپ نہ رامچندر کو مار سکتے ہیں نہ لچھمن کو۔ پہاڑ کو پھونک سے
اڑانے کی نیت فضول ہے۔ ہوا کو مٹھی میں تھامنا ناممکن ہے۔

سرگ ۳۲

سپ نکھا کی راون سے فریاد

اکمپن اور راون سے باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ سپ نکھا روتی پیٹتی چیختی چلاتی بال نوچتی آنسو
بہاتی وہیں آپہنچی جہاں راون کچھ افسوس اور کچھ غصے میں بیٹھا ہوا ہونٹ چبا رہا تھا اسوقت دربار کی شان
نرالی تھی۔ راون سنگھاسن پر جلوہ افروز تھا عزیز و اقارب اور ارکانِ سلطنت سامنے دست بستہ تھے سنگھاسن
کی چمک دمک سے آفتاب کی روشنی ماند تھی۔ راون سر سے پاؤں تک دریائے جواہرات میں غرق تھا۔ دس سر
بیس بازو کے علاوہ تنے ہوئے چھاتی کو دیکھ کر سورما دہلتے تھے۔ رنگ سانولا ڈھول منہ سنانی کی طرح
چمکتے ہوئے دانتوں سے روشن بیچ کا سر بڑا۔ قد بلند اندر کے بجر اور بشنو کے چکر کی چوٹوں کے نشان موجود
راون کی طاقتوں سے ایک زمانہ واقف تھا۔ ساتوں سمندر ڈر سے کانپتے تھے۔ عورتوں کو اس نے اپنی
مردمی سے جیونٹی بنا لیا تھا۔ یگیہ کرتے ہوئے لوگوں کی روح فنا ہوتی تھی۔ باسکی ناگ کی عورتوں کو چھین
لیا تھا۔ کیلاش پر کبیر کی کو دبا کر پشپک یہاں لے آیا۔ کیلاش پربت کی چولیں ہلا دیں۔ چاند سورج نگاہ
میں چلتے تھے۔ مجال کیا کہ بے اشارے طلوع یا غروب ہوں۔ جس بن میں اندر اسن کی باولی خاک سے پاٹ
دی۔ درخت اکھاڑ لینا بچوں کا سا کھیل تھا۔ دس ہزار سال تک ہمالیہ پہاڑ پر تپ کیا۔ بار ہا اگن کنڈ
میں سر کاٹ کاٹ کر پھونک دیئے برہما سے بردان پایا کہ دیوتا گندھرب کنر چرند پرند سے زندگی کا خوف
نہیں۔ یہ بھی خوف کے مارے ہاتھ جوڑے کھڑے رہتے تھے۔ جگیہ اسی وقت ہوتا تھا جب راون کے نام کا
بھی بھاگ نکلتا تھا۔ نہ دل میں رحم تھا نہ انصاف برہمنوں کی خونریزی معمولی بات تھی۔ رعیت کی دلآزاری
سے ہر وقت کام تھا۔ جو نام سنتا تھا اس کی روح قبض ہو جاتی تھی۔

سپ نکھا نے جس وقت ان کی شان شوکت دیکھی دل پر رعب چھا گیا۔ ڈر کر کہیں جوش
غضب میں میرے ہی نہ بیت جائے۔ کہیں راجہ راون بگڑ نہ بیٹھے کہ بھرے دربار میں کیوں آگئی۔
دل کانپ رہا تھا۔ بدن میں تھرتھری تھی۔ اسی حالت میں اس نے دل کڑا کر کے ناک کان دکھائے
اور رو رو کر کہا کہ

ہائے تمہارے ہوتے تمہاری بہن کا یہ حال۔ سوچئے کس کی ناک کٹی۔

سرگ ۲۳

سپ نکھا کو راون کی طعنہ زنی

راون نشہ خوری میں مست اور شراب غرور میں مخمور تھا۔ اس نے توجہ بھی نہ کی کہ کون مل کا دکھ درد کہہ رہا ہے۔ یا تو سپ نکھا رعب و حکومت میں تھرا رہی تھی یا اس وقت پیچ و تاب کھا گئی۔ تیوریاں چڑھا کر بولی۔

خواہشات نفسانی نے تمہارے بال سفید کر دیئے۔ نہ غم و طاقت نے معذور کر دیا۔ آپ سمجھ بیٹھے ہیچوما دیگرے نیست میں کھری کھری کہتی ہوں۔ برا ماننے کی کوئی بات نہیں جو برا مانے وہ دو روٹیاں اور زیادہ کھالے جس والئے ملک نے نفس پرستی اور لالچ سے کام لیا۔ اس سے رعایا ہر وقت بیزار رہتی ہے۔ جو کانوں کا کچا اور آنکھیں ہوتے ہوئے بھی اندھوں کے سے کام کرتا ہے۔ اس کی سلطنت کو کبھی قیام نہیں۔ ایک نہ ایک دن تختہ الٹ جائیگا۔ فرق نہیں جس راجہ کے یہاں گوئندوں اور مخبروں کا انتظام نہیں اسی کی دولت اور سلطنت کا ایشور ہی نگہبان ہے۔ جس نے سوچا کہ سلطنت گئی تو کیا جان تو سلامت ہے وہ نکٹا ہو کر جیا بھی تو کیا۔ جب عزت و حرمت نہ رہی تو زندگی عبث ہے۔ بے حرمتی کی زندگی سے موت ہزار درجہ بہتر ایسے فرمانروا کا عدم وجود برابر تم سے دیوتا ناخوش دانو نا راض گندھرب کبیدہ خاطر۔ کنہر برہم۔ رشی منی دل شکستہ۔ ایسی حالت میں عروج اقبال ہے بھی تو کیا میں تو اسے چار دن کی چاندنی سمجھتی ہوں۔ نہ آپ عقل پر زور دیتے ہیں نہ سفیروں کے مشورے اور قاصدوں کے عرض حال پر کان پھر یہ اونٹ کس کل بیٹھے۔ شاستروں میں درج ہے کہ جس تاجدار عہد کے پاس نہ دولت رہی نہ بھنڈاری اور نہ دولت وہ غلام سے بھی بدتر ہے راجہ کا فرض ہے کہ ہزار آنکھوں سے اپنے ملک اور رعایا کے حالات دیکھتا رہے۔ اخبار نویسوں اور مخبروں سے دم دم کی خبر پوچھے۔ راجہ بیوقوف ہو تو وزیروں کا فرض ہے۔ کہ اچھی طرح انتظام سلطنت کریں۔ اور پورے طور پر ایک ایک معاملے کی خبر رکھیں۔ مگر افسوس کہ تمہارے وزیر بھی کاٹھ کے الو اور عقل کے دشمن ہیں۔ انہیں کی بدولت پولست کا خاندان تباہ ہو گیا۔ مگر پھر بھی تم کو کچھ ہوش نہیں جس سے اپنے گھر کا انتظام نہ ہو سکا۔ اس سے سلطنت کا بوجھ کب سنبھل سکتا ہے رامچندر اکیلے دم سے چودہ ہزار راکھشسوں کو مار کر خاندان کی عزت خاک میں ملا دے بھائیوں کے ٹکڑے اڑائے اور تم شراب کے نشے میں چور پڑے رہو۔ پھر گھر برباد نہ ہو تو کیا ہو۔ میں سچ کہتی ہوں۔ کہ راجہ نے جہاں اپنے زعم و غرور میں رعایا اور نوکروں چاکروں سے بے اتفاقی کی۔ بس اس کا دنیا میں کوئی نہ رہا۔ جس وقت کوئی اونچ نیچ پڑی۔ سب ٹھسک کے الگ کھڑے ہو جاتے ہیں کوئی ساتھ دینا کیا بات تک نہیں پوچھتا۔ اور سائے سے بھاگتا ہے۔ جو راجہ خبردار و ہوشیار رہے اس کا یہاں بھی میلا

نہیں ہو سکتا۔ جیسے نشۂ نخوت میں دین دنیا فراموش نہ ہوتے وہ آپ ہی مارا پڑا۔ دشمن گلا کاٹ لے تو بھی اُس پر الزام نہیں۔ راج پاٹ و حرمت کھو کر جینا بے حیائی ہے۔ کوڑا کرکٹ گھاس پھوس سے بھی اُس کی عزت گئی گذری ہوتی ہے۔ مر جانا یا پھٹا پُرانا سڑا کپڑا اچھا۔ مگر بے وقت راج کی زندگی بُری۔ راجاؤں کو تاریخوں میں تاجداروں کے حالات سے سبق عبرت لینا چاہیئے جس نے راجگان سلف کی زندگی سے نتائج اخذ کئے اور ان سے سبق حاصل کیا اُسے کبھی زوال نہیں۔ ملک آزماؤں کو جہاں غیظ و غضب کی ضرورت ہے وہاں رحم و کرم بھی لازم دشمن کو غصہ سے زیر کرے اور رحم و کرم سے غریب غربا کو مالا مال۔ اگر یہ نہیں تو راج سنگھاسن سے قطع تعلق کرنا ہی درست ہے جسکو ایشور نے اہل زمانہ کا سرتاج بنایا ہو اُس کا فرض ہے کہ ایک آنکھ سے سوئے۔ تو ایک آنکھ سے جاگے مگر تمہاری دونوں آنکھیں بند ہیں۔ گھر میں بیٹھے رہتے ہو۔ چوکھٹ کے باہر قدم نکالنے کی قسم ہے۔ جس راجہ کے سر پر کاہلی اور غفلت کا بھوت سوار ہو اُس کی سلطنت کو کبھی قیام نہیں۔ اسلئے بڑی جرأت کے ساتھ کہتی ہوں کہ اب بھی خواب غفلت سے بیدار ہو۔ اگر یہی نیند غالب رہی۔ تو ایکدن نصیب بھی سو جائیگا۔

سرپ نکھا کی تقریر یہ زہر میں بجھی ہوئی شمشیر تھی۔ مگر راون مغرور تھا۔ اس کو کچھ پرواہ نہ ہوئی۔ سنتا بھی اور مسکراتا بھی گویا ہوا سی بہہ رہی ہے۔

سرگ ۳۴

راون کی روانگی ماریچ سے ملاقات

راون سرپ نکھا کی باتوں سے ناراض نہ ہوا بلکہ خوش۔ اُس کی وجہ یہ تھی کہ اول تو اُسے بہادری کے زعم میں ایک حریف سے جنگ آزمائی کا موقع ملا۔ دوسرے سنت کمار کے بردان نے یاد دلائی کہ ہو نہ ہو یہ وہی رامچندر جی ہیں جن کے دست مبارک سے مکت ہے تیسرے ایسے وقت میں رشیوں منیوں کے درشنوں سے جنم سپھل ہونے کا خیال تھا۔ اس نے وزیران سلطنت والیان ملک سے رائے کی۔ سب نے اپنی اپنی کہی کسی نے مخالف رائے دی کسی نے موافق مگر راون سری رامچندر جی کی تصویر دل کے چوکھٹے میں چڑھا چکا تھا۔ اپنے عجیب و غریب رتھ پر سوار ہوا۔ چھتر اور پنکھے چمکیلے دمکنے لگے۔ رتھ کے الماس و جواہر سے شب چراغ کی روشنی ماند ہو گئی۔ رتھ اُڑا تو ہوا سے باتیں کرنے لگا۔ دیکھتا کیا ہے رشی منی جپ تپ کر رہے ہیں جنگل میں سبزہ زار سے آنکھیں ہری اور طبیعت گلزار ہو گئی۔ دیوتاؤں کی استریاں مائل تفریح تھیں۔ میتھن کے جانور میٹھی میٹھی بولیوں سے دلوں پر موہنی ڈال رہے تھے۔ طرح طرح کے درختوں سے جنگل باغ و بہار ہو رہا تھا۔ کہنے کو جنگل تھا مگر موتیوں چاندی اور سونے کی افراط تھی۔ گومتی گاؤں کے لوگ بھی سونے کی ڈلیاں اٹھائے ہوئے تھے۔ سمندر کے پار دوسری ہی کیفیت نظر آئی دیوتاؤں کا میلہ برگد کے ایک درخت کا کوسوں تک سایہ ٹہنیوں کی کثرت سے معلوم ہوا۔ کہ یہ وہی برگد ہے جس پر گرڑ جی امرت لانے کے لئے جاتے ہوئے کچھوے اور ہاتھی کو لے کر بیٹھ گئے تھے اور اُن کے

بوجہ سے اس کی ایک شاخ ٹوٹ گئی تھی۔ اس کی روایت یوں ہے کہ جب گرڑجی نے کچھوے اور ہاتھی کو آپس میں لڑتے دیکھا تو بھوک سے بیتاب ہو کر جھپٹ پڑے۔ اور دونوں کو پنجوں میں داب کر لے اُڑے اس برگد پر آبیٹھے۔ اس سے بوجہ نہ سنبھلا گیا تو گرڑجی رشیوں منیوں کے دب جانے کے خوف سے دبی ٹوٹی ہوئی شاخ بھی لئے ہوئے کشیپ کے پاس پہنچے۔ اور وہاں پیٹ کی آگ بجھا کر وہ شاخ پھینک دی۔ شاخ ایسی جگہ گری جہاں راچھس لوگ رہتے تھے۔ شاخ کے گرتے ہی اُن سب کا خاتمہ ہو گیا۔ گرڑجی نے کچھوے اور ہاتھی کا گوشت کھا لیا۔ ہڈیاں سمندر میں پھینک دیں۔ انہیں ہڈیوں پر لنکا آباد ہوئی۔ راون کو بڑی معلومات تھی۔ اس خیال سے اس برگد کو دیکھنے بھالنے لگا۔ اور وہاں سے آگے بڑھا تو ایک جنگل میں ماریچ جپ تپ کرتے ہوئے نظر آیا۔ راون کی صورت دیکھتے ہی ماریچ نے بڑی تعظیم و تکریم کی۔ اور پوچھا کہ آج ماریچ کی قسمت کیونکر جاگی۔ اخر تقدیر کیسطرح چمک اُٹھا۔

سرگ ۳۵

راون کی ماریچ راچھس کے یہاں رونق افروزی

راون نے رونی صورت بنا کر ماریچ سے کہا کہ

بھائی کیا کہوں مصیبت سر پر آپڑی ہے۔ جنستھان میں کھر۔ دوشن اور ترسرا مارے گئے ہاتھ پاؤں ٹوٹ گئے سب نکھا کی ناک کے ساتھ ہم سب کی ناک کٹی۔ چودہ ہزار پولست بنسیوں کو بھی رامچندر نے مار ڈالا۔ رامچندر کی حقیقت ہی کیا ہے۔ بن میں ٹھوکریں کھاتے کھاتے تیرہ برس ہو چکے باپ نے گھر سے نکال دیا مگر یہاں بھی شرارت سے باز نہیں آتے۔ بیگناہ قتل کر ڈالے اس کی سزا یہی ہے کہ میں اس کی استری سیتا کو اُڑا لاؤں۔ جانتے ہو کمبھ کرن بھبھیکن۔ اور میگھناد کے نام سے دنیا کانپتی ہے۔ تمہیں کی طرف نظر بھر کر دیکھیں دم فنا ہو جائے۔ اُن کے علاوہ تمہارا بھروسہ کیا کم ہے۔ اور لوگ تو موجود ہیں تم میں سحر و نیرنگ کی خاص لیاقت ہے۔ پھر مجھے کس بات کا ڈر۔ چلو چلیں تم ہرن ہو چھلاوے دکھاؤ۔ رامچندر اور لچھمن شکار کی ہوس میں اُٹھ دوڑیں گے مجھے سیتا کے اُڑا لے جانیکا موقعہ ہاتھ لگ جائیگا۔ جہاں سیتا ہرن ہوا بس سمجھ لو کہ رامچندر کی جان گئی۔ لچھمن دونوں کے غم میں جان دیدیگا۔ ہمارا اُلو سیدھا ہو جائیگا۔ سب نکھا اپنا عوض پا جائیگی۔

سری رامچندر جی کا نام اور راون کی درخواست سنتے ہی ماریچ کی جان اُڑ گئی۔ ہاتھ پاؤں سے ہو کر جانے لگا۔ سمجھ گیا آثار بد نصیب ہیں۔ زندگی کی خبر نہیں مگر تھا گرگ صد باراں دیدہ دل کڑا کر کے منہ ایسا بنایا کہ گویا کچھ خوف نہیں۔

سرگ ۳۶

ماریچ کی راون کو فہمائش

ماریچ راون سے بولا کہ دو چار باتیں کان میں ڈالے دیتا ہوں۔ اس سے اچھا بُرا نتیجہ نکالئے اور سوچئے کہ میں غلطی پر ہوں یا آپ راستی پہ ہیں۔ سُنیئے:۔

راجہ کے ہاں میں ہاں ملانے سے راجہ کا نقصان ہوتا ہو تو ایسی خوشامد زہر قاتل ہے۔ اور جو مشورہ راجہ کی مرضی کے خلاف مگر دراصل مفید ہو وہ زہر نہیں بلکہ امرت کے برابر ہے۔ اسی سے میں اس وقت آزادی کے ساتھ گفتگو کرنے کی معافی مانگتا ہوں۔ گو میری گذارش خلاف مزاج ہوگی۔ مگر اس میں وفاداری کوٹ کوٹ کر بھری ہے آپ دھرماتما ہونگے تو میری باتوں پر ناک بھوں نہ چڑھائینگے۔ بلکہ مجھے شاباش دینگے سب نکھا کا یہ کہنا درست ہے کہ آپ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔ نہ لائق اخبار نویس نہ اچھے مخبر۔ اسی لئے آپ سری رامچندر جی کے حالات سے آگاہ نہیں۔ وہ تم سے ہزار درجہ شہزور ہیں اندر کو زیر کر لینا آسان ہے رامچندر جی کو پست کرنا کار دارد۔ زمیں شود کو کون جیت سکتا ہے۔ ایسا نہ ہو کر تمہاری بدولت سارے راکشش قتل ہو جائیں سری رامچندر گھر سے نکالے نہیں گئے بلکہ راچھسوں کی گوشمالی اور خونریزی کے لئے بن میں آئے مقاجو تی والدین کا ایک بہانہ تھا۔ تم رامچندر جی کو بُرا بھلا کہتے ہو۔ یہ تمہیں زیبا نہیں۔ ان سے بڑھ کر نہ کوئی راستی پسند ہے نہ حاکم نفس وہ تین لوک کے مالک ہیں۔ سیتا جی ساکشات لکشمی ہیں۔ ان کو اڑا لے جانا آسان نہیں۔ سورج کی روشنی کو کوئی چھین نہیں سکتا۔ تم کیا سیتا جی کو ہرو گے کہے دیتا ہوں کہ رامچندر جی کی ایک نظر قہر لنکا کو خاک کر دیگی۔ ہرن کشیپ کا حال معلوم ہے نرسنگھ روپ میں کسطرح اس کی جان لے لی۔ اسی لئے سیتا ہرن کا خیال چھوڑ دو۔ سری رامچندر جی سے بیر نہ لیجئے۔ مجھے ڈر ہے کہ سامنے ہوتے ہی تمہارا دم فنا ہو جائے بہتر ہے کہ بھبیکن ایسے ایسے دور اندیش مشیروں سے مشورہ کرو دیکھو وہ کیا کہتے ہیں میری رائے تو یہ ہے کہ تمہاری ہیکڑی فضول ہے۔ رامچندر کے مقابلے میں تم کچھ بھی مال نہیں:۔

سرگ ۳۷

ماریچ کی فہمائش کا سلسلہ

ماریچ نے اب اپنی بپتی کہنا شروع کی۔ وہ بولا کہ

آپ جانتے ہیں مجھے ہزار ہاتھی کا زور تھا۔ روپ بدلا ہوا تھا رشیوں کا کلیجہ چیرتے تھے وہ تیغ تھا کہ بڑے بڑے شیر دلوں کا پتہ پانی پانی ہوتا تھا۔ پر یگیہ شستر کو دیکھ کر دل تا دہلتے تھے اب میں سادھو بن گیا ہوں کبھی وقت رشی منی ہی میری غذا لطیف تھے۔ بسوامتر نے ایسوں کی ناک میں دم کر رکھا تھا۔ جب بسوامتر حد سے زیادہ تنگ ہوئے تو راجہ دسرتھ سے رامچندر جی کو مانگ لائے حالانکہ اس وقت سری رامچندر جی صرف پندرہ برس کے تھے مگر تاڑکا کو مارا باہو کو قتل کیا اور جونہی میں نے یگیہ کی بیدی

سنتیاناس کی۔ ایک تیر ایسا مارا کہ میں سمندر میں جا پڑا۔ زخم سے ادھر بے چینی تھی ادھر اتھاہ سمندر کے تھپیڑے مشکلوں سے جان بچی۔ جب پندرہ برس کے سن میں رامچندر جی کا یہ حال تھا تو اب تو اُن کی طاقتوں کا کیا پوچھنا۔ دیکھ نہ لیجئے۔ کھر۔ ترسرا۔ دوکھن کے ساتھ چودہ ہزار پولست بنسی مار ڈالے کسی کے بنائے کچھ نہ بنی۔ تم رامچندر جی سے بیر مول نہیں لیتے بلکہ راکھشسوں کی تباہی کا بیج بوتے ہو۔ لنکا میں سوگان مغموم و پریشان معصوم کے سوا اور کوئی نظر نہ آئیگا۔ جس لنکا میں بیکنٹھ کی سی بہار ہے وہ اُجڑ جائیگی اور جو چاہو ادھم کرو مگر پرائی عورت کی طرف بدنیتی کا خیال نہ دوڑاؤ۔ سینکڑوں ہزاروں حسینان مہ جبین تمہارے رنواس میں ہیں اب زیادہ ہوس کیوں ہے۔ مزے سے گھر میں عیش کرو چین اُڑاؤ۔ اگر کہنا نہ مانوگے تو جان لو کہ بربادی میں فرق نہیں ؛؛

سرگ ۳۸

ماریچ کی فہمائش کا بقیہ

ماریچ نے دوسری سرگذشت یوں بیان کرنا شروع کی کہ

جب پنج وٹی میں پولست بنس والے ہلاک ہوئے۔ دو راکھشسوں نے مجھ سے استدعا کی کہ چلئے اچھے رشیوں سے پیٹ بھریں۔ آپ تپسیا کرتے کرتے بالکل ہڈیوں کا ڈھانچہ رہ گئے۔ کایا راکھشس دھرم ہے۔ اسلئے کچھ کھائیے پیجئے۔ تو بدن درست ہو۔ میں راضی ہوگیا اور تینوں کے تینوں ہرن بن کر رشیوں کی جان کے گاہک اور خون کے پیاسے ہوگئے۔ جب برہمنوں کو چٹ کیا اور موٹا تازہ ہوا۔ ہوئی تو سری رامچندر جی کی کٹی سے کچھ دور چہلیں کرنے لگے۔ دیکھا رام لچھمن کندمول پہ بسر کر رہے ہیں سیتا جی خدمت میں مشغول ہیں۔ گو میں ایکدفعہ دیکھ چکا تھا۔ مگر اسی وقت عقل رخصت ہوگئی۔ تیم نے جواب دیدیا فوراً ہی زعم طاقت میں سری رامچندر جی کی طرف لپکا۔ ارادہ تھا کہ سینگ سے چھید دوں۔ مگر سری رامچندر جی کے تین بانوں نے ایسا پیچھا کیا کہ کسی طرح پنڈ نہ چھوڑا اور سمندر میں پھینک کے پھر اپنے ترکش میں واپس آگئے اس واقعہ نے میرے چھکے چھڑا دیئے۔ اب جسوقت خیال کرتا ہوں تو ایک نہیں ہزاروں رامچندر جی نظر کے سامنے پھر جاتے ہیں۔ سوتے جاگتے اُس نام سے مجھ پر جھرجھری سی چڑھ جاتی ہے جیسی وکالہ ہوتا ہے۔ رامچندر جی نے راجہ بلی۔ نموچی۔ ہرن کشیپ۔ وہ کیٹ الیسوں کی گرد و بادی کیا تم اُن سے زبردست ہو۔ کبھی نہیں تمہیں ان سے بگاڑنے کا اختیار ہے میں کانوں پہ ہاتھ رکھتا ہوں۔ میری جان فالتو نہیں۔ سپ نکھا کو چاہتے تو رامچندر جی مار کے ہی ڈالدیتے۔ مگر نہیں انہوں نے صرف ناک کان ہی پہ کفالت کی۔ ورنہ دوسرا ہوتا تو جان لیکر رہتا۔ کھر دوکھن کانوں کے کچے تھے۔ اُن میں تشیب و فراز سوچنے کا مادہ نہ تھا۔ آخر نتیجہ دیکھ لیا۔ سزا کو پہنچ گئے۔ اسی طرح اگر فہمائش پہ کان نہ دیئے تو تم کھسیدہ کرو اور تمام اہل لنکا کو بھی اپنے ساتھ لے ڈوبوگے۔ مگر نہیں جانا ہے تو جاؤ۔ مجھے معاف ہی رکھو۔ میں ایسی وفاداری سے باز آیا۔

سرگ ۳۹

ماریچ پر راون کا عتاب

ماریچ نے سمجھانے میں کوئی بات اُٹھا نہ رکھی۔ مگر راون کے سر پر موت سوار تھی۔ اُس کے نزدیک
ہوا سکی بہہ گئی۔ اُلٹے مارے غضب کے آگ ہو گیا۔ بولا کہ
او ننگ خاندان اپنے خاندانی دھرم سے ایسا گر ہے ارے بیوقوف ہم لوگوں کا فرض ہے کہ دھرم کا کوئی
کام نہ ہونے دیں۔ جگیہ میں خلل انداز ہوں نہ کہ تو ہمیں الٹی پٹی پڑھا کر ادھرم میں کھینچ لینا ہے۔ یہاں کالی
کملی ہی اچھی پر دوسرا رنگ نہیں چڑھ سکتا۔ جو ٹھان میں لیا ٹھان لی۔ ہریش بادا یاد تجھ کو رام نے سمندر میں پھینک
دیا۔ کھر دوکھن وغیرہ کو مارا تو اس سے تجھ میرے سامنے اپنی اکڑ دکھاتی۔ تو جانوں۔ میں ہزار لاکھوں سیتا
کو ہر ونگا رام چندرجی جیتیں یا ہاریں مگر میں ضرور لڑوں گا۔ بیچ کھیت لڑونگا۔ اگر سیتا کو نہ لے اُڑا۔
رامچندر کو نہ مارا تو پھر کیا ہی کیا۔ عمر بھر کا سب کیا دھرا اکارت تم تو تم یہ بچا اندر کو بھی مجھے ارادے سے
باز رکھ سکیں کیا مجال۔ مجھے تیری نصیحتوں کی ضرورت نہیں۔ میں تم سے صلاح مشورہ پوچھنے نہ آیا تھا۔ کہ
فضول دماغ کا کیڑا بن گیا۔ مغز چاٹ گیا۔ وزیر کا کام ہے کہ راجہ مشورہ لے تو عاجزی سے دست بستہ عرض
معروض کرے جو راجہ کے مزاج کے خلاف نہ ہو۔ وہی کہے۔ جو مشورہ دے ایسا ہو کہ راجہ مان جائے۔ اگر خوف
ہے تو اس کے لئے سزا رکھی ہوئی ہے جاننا بھی ہے کہ راجوں کو کس سبب سے سبقت ہے راجاؤں میں اگنی
کا تیج۔ اندر کا رعب۔ چندرماں کی سرد مزاجی۔ جمراج کا جوش غضب اور برن کا کرم ہوتا ہے۔ ایسے راجے جس
کے گھر جائیں اس کا فرض ہے کہ تعظیم و تکریم کرے مگر تیری عقل ماری گئی ہے۔ تو نے خاطر و مدارت کے عوض
عدول حکمی اور ہتک عزت کی۔ اسلئے تو سزائے سخت کا سزاوار ہو گیا۔ یہ بے ادبی اور گستاخی کی جرأت قابل
معافی نہیں۔ خیریت اسی میں ہے کہ تو ایک خوبصورت ہرن بن کر سیتا جی پر چھلاوے کا جادو ڈال چاہے جان
جائے یا رہے مگر حکم کی پابندی کر ورنہ سمجھ لے کہ موت سر پر کھیل رہی ہے۔ خواہ میں ماروں یا رامچندر
تیری جان بری اب دشوار ہے ؛

سرگ ۴۰

راون کی ہٹ۔ ماریچ کی نصیحت آمیز تقریر

ماریچ زندگی سے بے آس ہو گیا اُس نے سوچ لیا کہ راون کا ادھرم اُس کی جان لیکر رہیگا جی کڑا کر کے بولا کہ
افسوس نہ معلوم آپ کو کس بیوقوف نے ایسی صلاح دی وہ آپ کا دوست نہیں۔ دشمن جانی ہے انسان
کو چاہیئے کہ کسی سے بگاڑ نہ کرے۔ بیٹھے بٹھائے درد سر مول لینا کس نے کہا ہے۔ معلوم ہو گیا کہ بس آپ کے مشیر
علم سے بے بہرہ دھرم سے کورے ہیں دوستی کے پردے میں دشمنی کرنا ان کا شیوہ ہے۔ کاش آپ اس وقت

جائیں اور سب کے سر اڑا دیں۔ ایسے مشیروں کا سلطنت میں رکھنا آستین میں سانپ پالنا ہے۔ اہل مشورت کا فرض ہے کہ بھلائی کی صلاح دیں اور کنوئیں میں گرنے والے کے بال پکڑ کر کھینچ لیں۔ نہ کرامت کے نام سے زیر بلا دیں۔ ایسے عقل کے مشیروں کا کچھ بھلا نہیں ہوتا۔ راجہ کو آگ برباد کرتے اور خود بھی تباہ ہوتے ہیں۔ جس نے گاڑی خلاف راہ بہنے پر ہانکی۔ اُس کے اور سوار کے لئے زحمت رکھی ہوتی ہے۔ جو آنکھ بند کر کے الٹا منہ کے بل گرا نہ جانے کس پاپ سے میرا تمہارا میل ہوا۔ ہائے مفت دونوں کی جان پہ گذریگی۔

راون :- تم میری جان کی فکر نہ کرو۔ میں مرونگا یا جیونگا۔ تم سے مطلب تمہیں ہرن بننا ہو تو ہاں کرو۔ میری فکر چھوڑ دو۔

ماریچ :- میں اندیش ہوں۔ بھلائی چاہتا ہوں۔ مجھ کو اپنے مرنے کا غم نہیں۔ رامچندر جی مارینگے تو سیدھا بیکنٹھ جاؤنگا۔ اپنے لئے فکر میری بلا کرے۔ مجھے غم ہے تو اِس بات کا کہ تم چوری کرو گے اور مارے جانے پہ تمہاری ذہی گت ہوگی۔ جو چور کی ہوتی ہے۔ مشکیں کسی جائینگی۔ جراح ہتھکڑی پہنائینگے اور پھونک کا قید خانہ نصیب ہوگا۔ اسی سے کہتا ہوں۔ کہ چوری بڑی بلا ہے۔ جیم جنماتر تک داغی رہو گے۔ مگر میں جانتا ہوں کہ تم میری ایک بات بھی نہ سُنو گے۔ تمہارے سر پہ بھرا بھوت سوار ہے۔ یہی تمہارے لئے پیغام اجل لے آیا۔ زندگی کے دن اِس نے پورے کر دیئے۔

سرگ ۱۸

ماریچ کی راون کے ہمراہ روانگی

کہنے کو تو ماریچ سخت سست کہہ گیا۔ لیکن بیکار۔ راون کے کانوں پر جوں بھی نہ رینگی۔ جب سمجھ لیا۔ کہ کسی طرح بچاؤ نہیں تو کڑک کر بولا۔

اچھا صاحب چلئے۔ میں تیار ہوں۔ میں نے سمجھ لیا کہ آج سری رامچندر جی کے درشنوں سے میرے سینکڑوں جسم کے پاپ دور ہو جائیں گے۔ مجھ سے بڑھ کر دنیا میں اور کون خوش نصیب ہے۔ جو ایسی مبارک موت پائیگا۔ میں نے تو بیکنٹھ کی تیاریاں کر دیں۔ آپ جم لوک جانے کے لئے توشہ تیار رکھئے۔

یہ کہہ کر ماریچ مسکراتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ راون کی بھی باچھیں کھل گئیں اور سمجھا کہ بس مار لیا۔ اقبال زوروں پہ ہے۔ اور نصیب یاور۔ اسی خوشی میں بولے۔

شاباش! شاباش!! ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند۔

تو میں سمجھا تھا۔ کہ تم حد درجے کے بزدل ہو۔ مگر اب سمجھ میں آیا کہ شیروں کی بھی تمہارے سامنے کچھ حقیقت نہیں۔ آؤ آؤ چلو رتھ پر چلیں۔

یہ کہہ کر راون نے ہاتھ پکڑ کر ماریچ کو رتھ پر بٹھا لیا۔ ڈنڈک بن جی پہنچنے میں ماریچ ایک

خوبصورت ہرن بن گیا۔ سونے کی سنگوٹیاں ہیرے سے بہوتی زیادہ سرخ سُم۔ جسم کا رنگ طلائی اُس پر نقرئی چیتیاں۔ ہرن کیا تھا۔ ایک تصویر نور تھا۔

یہ کودتا پھاندتا چوکڑیاں بھرتا ہوا وہیں پہنچا۔ جہاں سری جانکی جی تھیں۔ دلوں سے پھول توڑ رہی تھیں۔ ہرن سے چار آنکھیں ہوئیں۔ تو کلیجہ پھڑک اُٹھا۔

سرگ ۴۲

ماریچ کی ہرن کے بھیس میں سیتا جی کے سامنے نمودار ہونا۔ سری رامچندر جی کا عزم شکار

سری جانکی جی کے خل پر کپٹ مرگ (ماریچ) نے اپنے چھلاووں سے ایسی موہنی ڈالدی کہ سری رامچندر جی کو لپکا رہیٹھیں۔ دونو بھائی تیر و کمان لئے کر دوڑ پڑے۔ لچھمن جی نے صورت دیکھتے ہی کہدیا۔ یہ ہرن نہیں وہی ماریچ راچھس ہے دیکھ نہ لیجئے کہ اس کی صورت سے اور ہرن دور بھاگتے ہیں۔

سری جانکی جی کو یہ بات ناگوار معلوم ہوئی۔ انہوں نے لچھمن جی کو جھڑک دیا۔ اور سری رامچندر جی سے بولیں کہ اُسے حتے الامکان زندہ پکڑ دو۔ میں اُسے پالونگی۔ اگر زندہ ہاتھ نہ آئے تو مرگ چھالا ہی سہی۔ ایسا ہرن آج تک نظر سے نہ گذرا تھا۔ اگر یہ ہاتھ نہ آیا تو میں اپنے کو نہایت بد نصیب سمجھونگی۔ یہ مایا کا ہرن نہیں لچھمن کا خیال غلط ہے۔ ایشور تو نہ معلوم دنیا میں کیسے کیسے خوبصورت ذیروح پیدا کئے ہیں یہ ہرن بھی اُسی کی قدرت کا نمونہ سمجھنا چاہیئے۔

سری رامچندر جی رمز قدرت کو سمجھتے تھے۔ انہوں نے سمجھ لیا کہ جسطرح نفس پرست آدمی کو کچھ سمجھائی نہیں دیتا اُسی طرح عورتیں بھی اپنی ضد سے نہیں ہٹتیں۔ اس لئے وہ لچھمن جی سے بولے کہ سری جانکی جی کی خواہش بے جا نہیں۔ میں نے اس خوبی کا ہرن نندن بن میں بھی نہیں دیکھا یہ ہرن سب ہرنوں کا سرتاج ہے۔ اسی لئے میرا بھی دل چاہتا ہے کہ یا تو زندہ پکڑ لاؤں یا نشانہ تیر بناؤں۔ مان لیا کہ یہ ہرن جادو ہی کا ہے تو پھر خطرے کی کون بات ہے۔ باتاپی راچھس مایا سے بکرا بن جاتا تھا۔ جب لوگ اُسے کھاتے تو پیٹ پھاڑ کر نکل آتا تھا۔ مگر اگست جی سے ایک نہ چلی۔ انہوں نے ایک ڈکار میں ہضم کر لیا۔ اسوقت باتاپی کو ہرن سمجھ لو جیسے میرا بان اگست رشی کی طرح ڈکار جائیگا۔ لو اب میں چلا تم سیتا جی کی حفاظت کرو میں ابھی ابھی آتا ہوں

سرگ ۴۳

کپٹ مرگ یعنی ماریچ پر سری رامچندر جی کی تیر اندازی

سری رامچندر تلوار کمر میں لٹکا کر سارنگ دھنش لئے ہوئے لپکے۔ مگر ہرن زد بچاتا ہوا ادھر اُدھر گھومتا ہوا پھرا۔ ہرن کے بدن میں خوف سے کنپکپی تھی۔ لیکن وہ چھلاووں سے غافل نہ تھا رامچندر

جی پیچھا کرتے کرتے ایک درخت کے سایہ میں تھک کر بیٹھ گئے۔ ماریچ نے سوچا کہ برا ہوا۔ رامچندر کے ہاتھ سے مکت نہ ہوئی۔ تو ساری محنت بیکار۔ راون کا مطلب نہ نکلا تو تعاقب بے سود۔ پہلے رامچندر جی کو یہی خواہش تھی۔ کہ جسطرح ہو سکے گرفتار کر لوں۔ ہرن بھی چوکڑیاں بھرتا ہوا پاس آجاتا تھا۔ مگر جب رامچندر جی ہاتھ لپکاتے تو بھر ہوا ہو جاتا۔ اسلئے سری رامچندر جی نے تہیہ کر لیا۔ کہ مار ہی کے باقی پیونگا۔ چنانچہ وہ اٹھے۔ اور دور تک تعاقب کیا اور آخر ایک ایسا تیر مار کر سینے پر جم بیٹھا ماریچ کی جان پہ بننے لگی۔ اس نے فوراً ہی ہرن کا چولا چھوڑا۔ اور اصلی صورت میں چلایا کہ

لچھمن لچھمن!! جانکی جانکی!! دوڑو دوڑو حال بے حال ہے زندگی کی خیر نہیں جلدی پہنچو۔

سری رامچندر جی کو اب معلوم ہوا کہ واقعی چھل تھا۔ اس آواز سے ان کو خوف ہوا۔ کہ لکشمن اور جانکی ضرور دوڑے آتے ہوں گے۔ اس لئے انہوں نے عجلت کی اور اپنے مُگت ماریچ کو مار کر اس کے عوض دوسرا ہرن شکار کر کے جنگل سے کٹی کی طرف پھرے۔

سرگ ۴۴

ماریچ کے نالہ جگر سوز سے جانکی جی کی پریشانی۔ لچھمن جی سے بحث۔ آخر لچھمن جی کی روانگی۔ راون کی سیتا جی کی خدمت میں حاضری

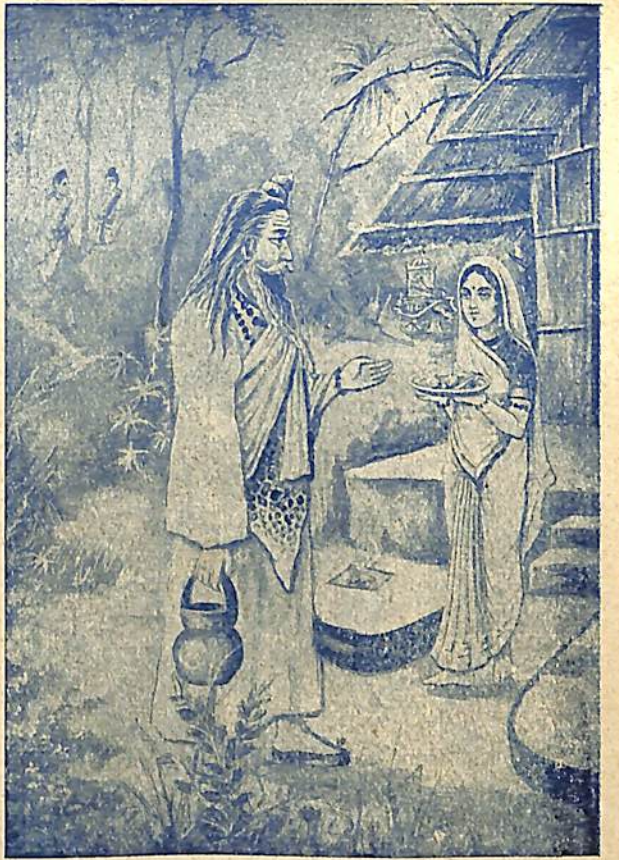
ماریچ نے مرتے وقت ایسی آواز سے فریاد کی کہ جانکی جی بس یہی سمجھ گئیں کہ بس سری رامچندر جی کی آواز یہی ہے وہ گھبرا کر لچھمن سے بولیں۔

جلدی جاؤ دیکھو پران پتی پر کیا گذری۔

لچھمن جی کو وہاں سے ہلنے میں عذر ہوا۔ انہوں نے کچھ سماعت نہ کی۔ مگر جانکی جی ضد پر اڑ گئیں۔ جو منہ میں آیا بکا۔ طعنے دیئے۔ بس حد ہے کہ یہاں تک کہہ دیا۔

مجھ سے ہاتھ دھو رکھو۔ سری رامچندر جی دنیا سے اٹھ بھی جائیں۔ تو تم ہاتھ نہیں لگا سکتے۔ یہاں میرے پاس کیا رکھا ہے۔ جاؤ بھائی کو دیکھو۔

لکشمن جی:۔ آپ کیسی باتیں کرتی ہیں۔ میری طرف سے آپکو ایسی بدگمانی۔ ماریچ راکھشس مر گیا۔ اب دم نکلنے پر دہائی دے رہا ہے سری رامچندر جی ابھی ابھی آتے ہونگے۔ میں آپ کو اکیلے چھوڑ کر کیسے جاؤں ہاں کوئی بات ہوتی تو مضائقہ بھی نہ تھا۔ آپ جانتی ہیں کہ سب تنہا کے مقابلے سے تمام راکھشس گرشتے بیٹھے ہیں۔ جس وقت موقع ہاتھ لگے ضرور آفت ڈھائیں۔ ایسی حالت میں میں یہاں سے چلا جاؤں اور کچھ اور کا اور معاملہ پیش آجائے تو زحمت کیسے ہو اور بدنامی کا ٹیکا کیس کے سر پڑے



सीता हरण



शूर्प नखा के नाक कान काटना

لکشمن جی نے اسطرح بہت کچھ سمجھایا۔ مگر سیتا جی ہٹ پر ہی اڑی رہیں۔ یہاں تک فرمایا کہ میں سمجھتی تھی۔ کہ تم میری رامچندر جی سے محبت کرتے ہو مگر آج معلوم ہوا کہ تم دشمنی کیلئے سب بناوٹ تھی۔ پر کیوں نہیں کہتے کہ رام کے مرنے پر راج کی خواہش ہے۔ اور میری تمنا۔ مگر یاد رکھو کہ بھرت جی کے جیتے جی تمہاری راج کی ہوس نہ پوری ہو سکیگی۔ رہی میں سو اُسی وقت چولا چھوڑ دونگی۔ اور تم ہاتھ ملتے رہ جاؤ گے۔

لکشمن جی:۔ آپ نے جیسا فرمایا وہ کچھ نئی بات نہیں۔ عورتوں کی خو بو ہی ایسی ہوتی ہے میں جیسے ماں سے زیادہ سمجھوں آپ سے ایسا خیال۔ میں آپ کے قدموں میں دنیا کے تمام سادھوؤں سے زیادہ نفس کشی کرتا ہوں۔ مجھ ہی پر ایسے واہیات الزام۔ آپ کی بزرگی کے سوا اور کیا کہوں معلوم ہوتا ہے کہ کچھ شدنی ہے ورنہ آپکی زبان سے ایسے الفاظ نہ نکلتے۔ نہ آپ تنہا رہنا قبول کرتیں۔

میری جانکی جی اس تقریر پہ چیخ چیخ کر رونے لگیں۔ زبان پر یہ الفاظ جاری تھے۔ کہ ہائے دنیا میں کوئی بُرے وقت کا ساتھی نہیں۔ مشکل میں بھائی بھی بھائی کا شریک حال نہیں ہوتا۔ آہ! بڑی دغا ہوئی۔ کس کو معلوم تھا کہ لچھمن جی مصیبت کے وقت کنّی کاٹیں گے۔

لکشمن جی:۔ آپ مجھ پر ناحق تہمت تراشی کرتی ہیں۔ میں جان دینے کو حاضر ہوں مگر آپ کو اکیلا کیونکر چھوڑ دوں۔

جانکی جی:۔ مجھ کو کوئی کھا نہ جائیگا۔ فضول حیلے حوالے نہ کرو۔ میں ایسے فقرے بہت جانتی ہوں کیا مجھے بھی کوئی ایسا ویسا سمجھے ہو۔ اگر ایشور نہ کرے۔ کوئی اونچ نیچ پڑے گی۔ تو میں گوداوری میں پھاند پڑوں گی۔ ہے کسی کی مجال نہیں کہ سایہ کو بھی چھو سکے۔

یہ کہتے ہی جانکی جی آگ میں کود پڑیں۔ نور اصلی آگ میں مل گیا۔ پیکر ظاہری پھر آنسو بہاتا ہوا نمودار ہو گیا۔ اور پھر وہی ضد ہوئی کہ

لچھمن جی کھلا چاہو تو جاؤ۔

لچھمن جی مجبور ہو گئے اور ڈنڈوت کر کے عرض کی۔ کہ

بھائی صاحب تو یہاں سے ہلنے کی ممانعت کر گئے تھے۔ آپ ضد کرتی ہیں تو لیجئے۔ تعمیل ارشاد کرتا ہوں۔ ذرا ہوشیاری رکھئیگا۔

لچھمن جی ادھر گئے ادھر راون سنیاسی کا بھیس کئے گیروے کپڑے پہنے جٹا بنائے کمنڈل لئے کھڑاؤں کھٹ کھٹ کرتا سامنے آیا۔ جسوقت نگاہیں چار ہوئیں۔ راون کے بدن میں تھرتھری پڑ گئی۔ چہرے کے جلال سے آنکھیں بہنچی ہو گئیں۔ راون کا خوف ایسا غالب ہوا کہ ہوا تھم گئی۔ گوداوری کا پانی رک گیا۔ راون سنیاسی بنا ہوا تھا۔ اس پر ہوائے نفسانی کا غلبہ ہوا۔ اسی حالت میں ہری نارائن ہری

نارائن کہتا ہوا جانکی جی کے قریب پہنچا اور پوچھا لکشمی ہو یا اپسرا۔ کنہری ہو یا اور کوئی میری دانست میں تو خوبصورتی تمہارے حصہ میں پڑی ہے ایسی حسین مہ جبین رنواس کے لائق ہے۔ دیویاں یہ صورت دیکھ کر گردن نیچی کر لیتی ہیں۔ تمہیں لازم نہیں کہ جنگل میں پڑی پڑی عمر گنواؤ۔ جوانی کی اُمنگوں کو خاک میں ملاؤ۔ اچھا یہ بتاؤ۔ کہ تم کون ہو یہاں کیسے آ گئیں۔

جانکی جی جنگل میں سادھو مہاتماؤں کی خدمتگذاری سے جی بہلایا کرتی تھیں آنکو بھیس کی عزت کرنے سے کام تھا۔ افعال پر نظر نہ تھی۔ لہٰذا وہ حسب دستور ادب سے پیش آئیں اور کند مول پھل سامنے رکھ دیئے۔ راون خوش تھا کہ خوب تنہائی کا موقعہ ہاتھ آیا لیکن ڈرتا تھا۔ کہیں رام اور لچھمن میں سے کوئی آ نہ جائے اور جان کے لالے پڑ جائیں

سرگ ۴۵

راون کی جانکی جی سے فقرہ بازیاں

سری جانکی جی نے میکے سسرے بن باس کا مفصل حال سُنا کر پوچھا کہ تم بتاؤ کون ہو یہاں کیسے آ گئے ہو؟

راون:۔ راچھسوں کا راجہ لنکیش راون ہوں۔ میرے نام سے دیوتاؤں کا دم فناہ ہوتا ہے ادھر سے گذرا تو تمہارے حسن دلفریب نے دل پر موہنی ڈالدی چلو رنواس کی رونق بڑھاؤ۔ پانچ ہزار لونڈیاں تمہاری خدمت کریں گی۔ سونے کا محل بسنے کو ملیگا۔

جانکی جی کو یہ تقریر زہر میں بجھی ہوئی شمشیر معلوم ہوئی اُن کی آنکھوں میں خون اُتر آیا اور بولیں کیا موت تو نہیں پھڑپھڑائی۔ مجھے تو معلوم ہوتا ہے کہ قضا گھیر کر یہاں لائی ہے۔ بھوکے شیر اور بھوکے سانپ کا دانت نکلنا آسان ہے۔ مگر سری رامچندر جی کی استری کی کوئی نیت ڈلانے ناممکن۔ پہاڑ چڑھ سکتا ہے مہا دیو جی کی طرح زہر کھانا آسان ہے پاؤں میں پتھر باندھ کر سمندر کے پار ہو جانا۔ چاند سورج کو مٹھی میں دبا لینا سہل آگ کو کپڑے میں باندھ کر رکھنا۔ کھوٹے لوہے کے ترسول کی دھار پر چلنا دشوار نہیں لیکن مجھ پر بدنیتی کرنا محال سے محال ہے۔ رامچندر جی سمندر ہیں تم تالاب۔ وہ سونا ہیں تم رانگا۔ تمہارا اُن کا کچھ مقابلہ نہیں مکھی گھی ہضم کر سکتی ہے مگر تم مجھ پر قابو نہیں پا سکتے۔

راون:۔ میں ایسی باتوں سے ڈرنے والا نہیں۔ وہ مکھا مر ہی تھا جس کی دیوی جی نے جان لے لی۔ میں برہمن ہوں اور ایسا پرتاپی ہوں کہ آج دنیا میں کوئی بھی نہیں۔

سرگ ۴۶

راون کی تقریر پر سری جانکی جی کی برہمی اور بددعا

راون سری جانکی سے مخاطب ہے کہ میں نے اپنے بھائی کو مار کر کیلاش پر بھگا دیا۔ اس کا پشپ
بوان اب میرے قبضہ میں ہے سورج کی طرف آنکھ بھر کر دیکھ دوں تو تھر تھر کانپنے لگے۔ میری لنکا
سونے کی ہے۔ ایسا شہر دنیا کے پردے پر نہیں۔ جگہ جگہ قلعہ۔ ہر طرف چاردیواری خندق قلعہ باغ باغیچوں
سے وہ رونق ہے کہ انسان کیا دیوتاؤں کی عقل بھی دنگ ہوتی ہے۔ ہر طرف پہرے جگہ جگہ چوکی کروڑوں
سور بر جانثاری کو حاضر لاکھوں امیر پابوسی کو موجود میرے مقابلے میں رامچندر کی حقیقت ہی کیا ہے۔
ماں نے گھر دنیاں دیں باپ نے گھر سے نکال دیا۔ نہ راج نہ پاٹ نہ دولت نہ ثروت۔ ایسے بن باسی کیساتھ
عمر گنوانا کون عقلمندی ہے۔ چلو میں تمہیں اپنے یہاں لے چلوں۔ لنکا میں رامچندر کیا جن کا خیال بھی نہیں
پہنچ سکتا۔ وہ میری تمام حجاؤں تک تو پا نہیں سکتے یہی نہیں چاروں وید چھیوں شاستر چودہ ودیا
میری نوکِ زبان ہیں۔ عالموں میں ایک بھی میرے سامنے زبان نہیں کھول سکتا۔ پھر ناحق رامچندر
ایسے کندہ ناتراش کے ساتھ زندگی خراب کر رہی ہو۔

سری جانکی جی اس تقریر سے نہایت برہم ہو گئیں۔ انکی زبان سے بے ساختہ یہ بددعا نکل گئی۔ کہ
میں نے سمجھ لیا راچھسوں کے دن پورے ہو گئے۔ مجھ کو چرانے والا رامچندر کے بانوں سے ضرور ہلاک ہوگا۔

سرگ ۴۷

سیتا ہرن

راون کو یہی دھن سمائی تھی کہ کسی طرح سیتا جی کو اڑا لے جاؤں۔ مگر خیال تھا کہ سادھوؤں کے بھیس
کو بدنام کرنا اچھا نہیں۔ اس لئے اس نے اپنی اصلی صورت بنائی۔ اور آنکھیں لال پیلی کر کے کہا۔
یہ دیکھو بیس بازو دس سر۔ کہو تو زمین کا تختہ الٹ دوں۔ سمندر کو سرک جاؤں۔ موت کو چٹکی سے
مسل دوں تم رامچندر پر ناز کرتی ہو۔ وہ اگر نہ بھی مارے جائیں تو دس ہزار برس سے زیادہ نہیں جی سکتے۔
یہاں موت قبضے میں ہے تم سے میں سب طرح کہہ کر ہار گیا۔ مگر ایک نہیں سُنتیں۔ اچھا ہوشیار دیکھوں تمہارے
رامچندر کیا کر لیتے ہیں۔

یہ کہتے ہی کوندے کی طرح لپکا اور ایک ہاتھ سے سیتا جی کے بال پکڑ کر دوسرے ہاتھ سے پاؤں
تھاما اور اٹھا کر رتھ پر ڈال دیا۔ سیتا جی ہائے لچھمن ہائے لچھمن کہہ کر چلائیں سری رامچندر جی کا نام لیکر
کہا آپ کے نام سے تو بڑی مصیبتیں کافور ہو جاتی ہیں اس وقت وہ برکت کہاں ہے۔ یہ کہہ کر انہوں
نے راون سے کہا

موئے موٹے ہاتھ پاؤں پر پھولتا ہے یاد رکھ کہ سری رامچندر جی انہیں کو قیمہ کریں گے رتھ ہوا ہو
رہا تھا گدھے تیز رو گھوڑوں کے کان کاٹ رہے تھے۔ زمین پر قدم نہ پڑتا تھا۔ جانکی جی رو رو کر

بناسپتی کو دامدی اور دیوتاؤں سے منت سماجت کرتی جاتی تھیں کہ

سری رامچندر جی سے ضرور کہہ دینا کہ کمبخت مجھے زبردستی پکڑے لئے جاتا ہے۔

جس وقت جٹایو نظر پڑا۔ جانکی جی بلک بلک کر رونے لگیں اور بولیں کہ

تم میرے سسر راجہ دسرتھ کے دوست ہو ہائے تمہاری آنکھوں کے سامنے مجھے یہ بدمعاش زبردستی لے جاتا ہے۔

جٹایو :- ابے مردود راون ٹھیر کہاں جاتا ہے۔ میں سر پر آ پہنچا۔

جانکی جی :- جٹایو جی! آپ بڈھے سادھو ہیں۔ یہ بڑا کٹا مسٹنڈا ہے۔ اس پر آپ نہتے۔ یہ سلاح بند۔ اس سے لڑنے جھگڑنے کی ضرورت نہیں کوئی سری رامچندر جی کو یہ خبر کہنے کو تو رہے کہ "ہرن مجھے ہر لے گیا"۔

سرگ ۴۸

راون اور جٹایو کی مڈبھیڑ

جٹایو روک کر کھڑا ہو گیا اور بولا :-

اے راون تو راجہ بھی ہے اور بید شاستر سے بھی واقف۔ پھر ایسے ادھرم کے کیا معنی۔ اگر تیری عورت کو کوئی شخص چرا لے جائے تو تجھ پہ کیا گذرے۔ تو آپ سے کیا سزا دے۔ اپنا سا حال سب کا سمجھنا چاہیئے۔ سری رامچندر جی ظاہر میں راجہ دسرتھ کے فرزند ہیں مگر باطن میں تینوں لوک کے مالک۔ ان کی استری پر یہ ظلم کرنا کبھی روا نہیں۔ اس کا نتیجہ خراب سے خراب ہے۔ پلست خاندان کے آفتاب ہو کر ایسا ادھرم۔ تعجب ہے کہ تم راچھسوں کے راجہ اقبال مندوں کے سرتاج تمہارا فرض ہے کہ دھرم کے کام کرو۔ رامچندر جی نے قصور نہیں کیا۔ نہ سروپ نکھا شرارت کرتی نہ اس نوبت کو پہنچتی نہ کھر دوکھن سر چڑھتے نہ مارے جاتے جو جس نے کیا اس کا پھل پایا۔ سری رامچندر جی نے کسی سے پہل نہیں کی اور اسی سے ظاہر ہے کہ وہ کیسے شائستہ اور رحمدل ہیں۔ ایسی مقدس ذات سے مخالفت جگت جننی سیتا جی کی چوری۔ یہاں تو رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ تمہارا دل نامعلوم کیسا ہے کہ جونک ہی نہیں لگتی۔ بہتر یہی ہے کہ نصیحت مانو سیتا جی کو یہیں چھوڑ جاؤ اور ٹھنڈے ٹھنڈے گھر کا راستہ لو۔ کھانا وہ کھانا چاہیئے جس کو معدہ ہضم کر سکے۔ اس کھانے سے فائدہ کیا جس سے پیٹ پھٹے اور جان پر بنے تم اپنے کو لاکھ سن رسیدہ سمجھتے ہو مگر میری نظر میں ابھی بچے ہو۔ ساٹھ ہزار برس کی عمر ہو گئی مگر دل ویسا ہی جوان ہے تمہارے پاس ہتھیار ہیں میں نہتا ہوں مگر جب تک دم میں دم ہے جانکی جی کو لے جانے نہ دونگا۔ خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو۔

- - - - -

سرگ ۴۹

راون اور جٹایو کی جنگ

راون نے گدھ راج کی باتوں کا ہتھیاروں سے جواب دیا۔ کوئی وار کارگر نہ ہوا۔ جب راون ہتھیار چلاتا ہوا جٹایو کے سر ہی پر پہنچ گیا تو چونچ سے دھنش بان توڑ پھوڑ ڈالے تین مرتبہ راون نے نئے دھنش بان ہاتھ میں لئے۔ اور تینوں مرتبہ جٹایو نے چونچیں بچا بچا کر راون کو پنجوں سے زخمی اور سارے بدن کو لہو لہان کر دیا۔ راون کی کچھ نہ پیش گئی بے ہوش ہو کر رتھ پر سے گر پڑا۔ جب سنبھلا تو سیتا جی کو لئے ہوئے اوج ہوا پہ اڑ گیا۔ مگر جٹایو کب پیچھا چھوڑنے والا تھا۔ اس نے وہاں بھی جان نہ چھوڑی اور کہا کہ

اوچور! اٹھائی گیرے۔ کیوں اپنی جان کے پیچھے پڑا ہے۔ نہیں سنتا تو لے سنبھل۔

یہ کہہ کر چونچ سے بال نوچنا اور بدن پر پنجے مارنا شروع کئے۔ تو راون کی سٹی پٹی بھول گئی۔ راون نے لاکھ طمانچے مارے۔ مگر جٹایو نے راون کے بازو زخمی ہی کر ڈالے۔ راون اس حملے سے ایسا گھبرایا۔ کہ جانکی جی کو چھوڑ دینے پہ مجبور ہو گیا اور تلوار لیکر جھپٹا۔ جٹایو کے پر کٹ گئے اور زمین پر گر پڑا۔ راون خوش خوش جانکی جی کے پاس پہنچا۔ جن کے آنسو جٹایو کے غم میں جاری تھے۔

سرگ ۵۰

گردھ راج جٹایو کی شکست راون کی فتح اور سیتا جی کی بیقراری

جانکی جی گردھ راج کے گرتے ہی رو پڑیں۔ راون پر سخت غصہ آیا۔ چلاتی تھیں کہ ہائے گردھ راج کی بھی امید جاتی رہی۔ اب کون سری رامچندر جی کو خبر دیگا۔ رامچندر جی آپ کو سب پولس بر مدھ کہتے ہیں آئے راون سے چھڑائیے۔ جس وقت کسی درخت کے پاس سے گزرتیں شاخ پکڑ لیتی تھیں مگر بیدرد راون جھوٹے پکڑ کر کھینچ لیتا تھا دھرم شاستر کا قول ہے کہ عورت کیسی ہی ناکارہ ہو اس کے بال پکڑ کر کھینچنا مہاپاپ ہے۔ ایسے فعل کے مرتکب کے سر پہ موت ہی سوار سمجھنا چاہیئے جس وقت راون سیتا جی کے بال پکڑ کر کھینچتا تھا اسوقت ہوا الٹی جاتی تھی۔ سورج کی روشنی میں فرق آجاتا تھا برہما جی سوچنے لگے کہ اب راون کی خیریت نہیں بردان کی عمر ختم ہو گئی۔ دیوتا خوش تھے کہ بس مار لیا۔ پالا اپنے ہاتھ راون کی موت کے سامان ہو گئے۔ ادھر پھولوں کی بارش ہوتی تھی۔ ادھر سری جانکی جی کے زیور زمین پر گرتے جاتے تھے۔ پرندوں کی آوازیں جانکی جی کو دکھ درس دیتی ہوئی معلوم ہوتی تھیں۔ ندیاں خشک ہو گئیں۔ جھرنوں کا پانی چلاتا ہوا آنسوؤں کا ہدیہ بہاتا تھا۔ کیا ذیروح کیا غیر ذیروح سب افسوس میں تھے۔

کر ہائے جگت کی ماتا جانکی کے دل پر یہ صدمہ۔ جانکی جی بار بار راون سے کہتی تھیں کہ دیکھ لینا پچھتاؤ گے ابھی خیریت ہے۔ صبح بھولا شام کو آئے۔ تو اُسے بھولا نہیں کہتے۔

مگر راون اپنی دھن میں مست تھا۔ اُس کے غرور نے آنکھوں پر پٹی باندھ رکھی تھی۔ کان میں تیل ڈالے سیدھیاں بھر رہا تھا۔

سرگ ۵۱

سیتا جی کا راون پر عتاب

سری جانکی سخت پیچ و تاب میں تھیں۔ راون کوئی بات نہ سنتا تھا۔ اور نازاں تھا کہ جٹایو کو مار لیا۔ سیتا جی سے صبر ضبط نہ ہوتا تھا۔ وہ جان ہتھیلی پہ لیئے ہوئے تھیں۔ راون سے بولیں۔ بڑا بہادر بنتا ہے تو ذرا دیر تھم جا۔ بڈھے جٹایو کے مارنے میں بہادری نہیں۔ بات تب ہے کہ سری رامچندر جی کے سامنے سے مجھے لے جائے۔ یوں چوٹے اُٹھائی گیرے اپنی طاقت پہ اترایا ہی کرتے ہیں مگر جب کوئی کنکھار بھی دیتا ہے تو نانی مر جاتی ہے اس سے کہتی ہوں کہ بہادری کا دعویٰ ہے۔ تو ذرا دیر سستا لے یا مجھ کو چھوڑ کر اپنا چلتا دھندا کر۔ تو مجھے لنکا میں لیئے جاتا ہے مگر یاد رکھ۔ کہ سری رامچندر جی کے بغیر میں جیتی نہیں رہ سکتی۔ ہاں جیتی رہوں تو شاید یہ دیکھنے کو کہ یوں تیرا کیا حال ہونا ہے۔ اس طرح تیرے سر کٹتے ہیں جب چودہ ہزار راچھسوں کو رام نے اکیلے مار ڈالا پھر تجھ اکیلے کی کیا حقیقت ہے۔ صرف ایک دو بان کافی ہونگے۔ اور جسوقت آنکھیں مانگنے کی نوبت آ گئی اس وقت آنکھیں کھلیں گی۔ سری جانکی جی جوش غضب میں کھری کھوٹی سنا رہی تھیں مگر راون پر وہ رعب غالب تھا کہ منہ سے بات نہ نکلتی تھی۔

سرگ ۵۲

لنکا میں راون کی رسائی

جسوقت راون سیتا جی کو لیئے جاتا تھا۔ نہ آگے کوئی ٹھکانہ پیچھے ہر طرف سناٹا تھا مگر صرف رکھ موک پہاڑ پہ پانچ بانر نظر آئے۔ سیتا جی نے اس مقام پہ اپنا دوپٹہ پھاڑا اور کچھ زیور پھینک دیئے۔ کہ سری رامچندر جی کے لئے نشانی کا کام دیں۔ جسوقت زیوروں کی پوٹلی گری۔ بانروں کی نظر اٹھ گئی۔ راون جانکی جی کو اُڑائے تو لیئے جاتا تھا مگر جانتا تھا کہ میں اپنی موت کیلئے ناگن کو چھاتی سے لپٹائے ہوئے ہوں جاتے جاتے راون لنکا میں پہنچا۔ پہلے جانکی جی کے پاس آمد و رفت کی بندش کی۔ پھر لونڈیاں باندیاں مقرر کیں اور آٹھ مشہور دانوؤں کو جنستھان میں مقرر کیا کہ رامچندر جی کی نقل و حرکت سے خبر دیتے رہیں۔

سرگ ۵۳

سیتا جی سے راون کا اظہارِ خواہشات

راون کی عقل جس وقت گدی میں ہو جاتی تھی۔ وہ خیال کرتا تھا کہ ادھر رامچندر جی کو مار لیا ادھر جانکی جی قابو میں ہو گئیں مگر جب عقل ٹھکانے ہوتی تھی تو سوچتا تھا کہ مہا لکشمی کب قابو میں آ سکتی ہیں۔ یہی خوش قسمتی کیا کم ہے کہ اِن کے یہاں قدم آ گئے۔ جانکی جی سری رامچندر جی کے فراق اور قید غم سے زار زار روتی تھیں کسی وقت آنسو نہ تھمتے تھے یہ حالت دیکھ کر راون کو ترس آ جاتا تھا چنانچہ اُس نے اُن کی خاطر داشت کے لئے انہیں اس دیو گڑھ میں جگہ دی۔ جہاں ہاتھی دانت کی تعمیر اور جواہرات کی پچکاری تھی۔ سبز ستونوں میں بیدریغ ہیرے جڑے ہوئے تھے اور مکان کیا تھا کان جواہرات تھا۔ راون سری جانکی جی کو ساتھ لئے ہوئے اُس مکان میں پہنچا ساری نفائسات عجائبات دکھائیں لیکن سیتا جی کے آنسو تھمنے تھے نہ تھمے۔ راون سوچا کہ جب ایسی چیزوں سے جانکی جی کی طبیعت نہیں بہلتی تو رعب جمانے کیلئے بولا کہ

تمہارے اقبال سے بتیس کروڑ سورما جوان لنکا میں موجود ہیں بدصورت لڑکوں کی گنتی نہیں اور پھر لطف یہ کہ ایک ایک سورما کے پلس دس دس اور بہادر جنگجو ہیں میرا راج اور میری جان حاضر ہے۔ مجھ کو خدمت میں قبول کرو نظر حقارت سے نہ دیکھو اندر اور تمام دیوتا میرے نام سے کانپتے ہیں سو جن کا سمندر کوئی دیوتا بھی عبور نہیں کر سکتا۔ پھر رامچندر کیا کر سکتے ہیں۔ یہ لوچلتے چلتے اُن کے پاؤں میں ڈھیلے پڑ گئے کیکئی نے دھکا دیا تو جنگل کی ہوا کھانا گوارا کی۔ ایسے آدمی کے ساتھ رہنا ہی کیا۔ رامچندر لنکا میں آ سکیں مجال نہیں یہاں تک بھی تو ہوا کو مٹھی میں اور آگ کو کپڑے میں کیسے بند کر سکتے ہیں۔ راج پاٹ تمہارا ہے سارے راجہ تمہارے غلام ہونگے۔ اٹھو ہاتھ منہ دھو لو اشنان کر لو۔ چلو پشپ بان پر سیر کریں چین اڑائیں یہ کہتے ہی راون نے اپنے دسوں سر جانکی جی کے قدموں پر رکھ دیئے اور بولا کہ

راون کا سر دیوتاؤں کے آگے نہ جھکا۔ آج فقط تمہارے قدموں پر سر رکھا ہے! اس سے بڑھ کر اور کیا عزت چاہتی ہو۔

سرگ ۵۴

سیتا جی کا جوشِ غضب میں راون کو جواب۔ اشوک باٹکا میں قید!

سیتا جی جانتی تھیں کہ راون زبردستی کریگا تو اس کا سراپ دسوں سر توڑ دیگا اسلئے وہ بیخوف تھیں مطلق ڈر نہ تھا علاوہ بریں ان کو قدرت حاصل تھی کہ جب چاہیں نظر سے غائب ہو جائیں۔ راون کر ہی کیا سکتا تھا اِن خیالات سے اُنہوں نے ایک تنکا اٹھا لیا اور نیچی گردن کئے ہوئے بولیں۔

رامچندر سے تمہیں ڈر نہ ہوتا تو چوری کیوں کرتا۔ ۳۲ کروڑ سورما رامچندر جی کے ایک وار میں نابود ہو جائیں گے۔ یہ نہ سمجھنا کہ دیوتا دانو کے ہاتھ سے موت نہیں۔ رامچندر اسطرح ماریں گے جسطرح جانور حلال کئے جاتے ہیں۔ جتنے سمندر پر ناز ہے کہے دیتی ہوں۔ کہ سمندر بھی سری رامچندر جی کی ایک

نگاہِ قہر سے خشک ہو جائیگا۔ اور آنچ تجھ پر آئیگی۔ میں نے سمجھ لیا کہ لنکا کی قسمت میں بیوگی کا داغ لکھا بدا ہے تو اپنے کو زبردست کہتا ہے مگر تجھ میں کچھ قوت نہیں۔ جس کام دیو کو مہادیو جی نے جلا کر راکھ کر دیا۔ اُس نے تجھے زیر کر رکھا ہے۔ جن رامچندر جی کو تو حقیر سمجھتا ہے۔ وہ تیرے واسطے کال ہیں۔ وہ جنستھان میں تیرے مارنے ہی کے واسطے آئے ہیں اور کوئی کام نہ تھا۔ ہاتھی تالاب کے عوض کنوئیں میں آئے غیر ممکن ہے۔ اِسی طرح تو مجھے لنکا میں رکھ سکے محال سے محال ہے۔ کہہ دیا۔ ایکدن نہ یہ سر ہوں گے نہ لنکا کی حکومت۔

راون کے اِس تقریر سے ہوش اڑ گئے۔ وہ سمجھتا تھا کہ جانکی جی رعب میں آجائیں گی یا اُن کو راج پاٹ کا لالچ ہو گا۔ لیکن اُن کی گفتگو ترد لشتہ تھی۔ اِس لئے منہ جھلا اُٹھا اور غیظ و غضب سے بولا۔ بارہ مہینے کے عرصے میں اگر تم نے رضامندی ظاہر نہ کی۔ تو بوٹیاں راچھسوں کو کھلا دونگا۔ اچھا رہو۔ راچھسنیوں سے کہے دیتا ہوں کہ بوٹی بوٹی بانٹ لیں یہ کہہ کر اُس نے راچھسنیوں کو مقرر کر دیا کہ خوب ایذا دیں۔ اور جہاں تک بنے راضی کریں مگر سیتا جی نہ موت سے ڈریں نہ اُنھوں نے اُن کی ایذا رسانی کی پرواہ کی۔ آخر راون نے سوچا کہ کہیں راچھسنیاں سیتا جی کی ہڈیاں نہ چبا جائیں اِس لئے پھر پلٹ آیا اور فہمائش کی کہ اچھی طرح خاطر داشت کرو۔ جنگلی ہاتھی تو بس میں ہو جاتا ہے۔ جانکی جی کا دل قابو میں کرنا کیا مشکل ہے۔

یہ سنتے ہی راچھسنیں سیتا جی کو اشوک باٹکا میں لے گئیں یہ باغ بہت پر فضا تھا عالی شان باولیاں بڑے بڑے اندارلے۔ سبزہ زار دلفریب۔ یہاں سیتا جی ایک اشوک کے درخت کے سایہ میں بیٹھ گئیں۔ راچھسنیاں فہمائش کرتی تھیں۔ مگر اُن کی زبان سے حرف نہ نکلتا تھا۔ آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔ آنسو جاری تھے۔ اور بار بار دل سے یہی آواز نکلتی کہ اے رامچندر جی آؤ۔ اے لچھمن جی جلدی پہنچو۔

سرگ ۵۵

دیوتاؤں کیطرف سے سیتا جی کی خورد و نوش کا انتظام

دیوتا خوش تھے کہ بات بن گئی۔ رامچندر جی کو راون کے مارنے کا بہانہ ہاتھ آیا۔ جانکی تو ایک نگاہِ قہر سے پھونک دیں مگر جو کام رامچندر جی کے ہاتھ سے ہونا ہے وہ خود کیوں کریں۔ برہما جی نے دیوتاؤں سے کہا کہ دیکھو جانکی جی کی حفاظت کرو۔ اور رامچندر جی کو ڈھارس دو۔ جانکی جی دن سے بھوکی ہیں۔ ان کو کچھ کھلاؤ پلاؤ تو بدن میں سکت آئے۔ اندر جی فوراً لنکا میں پہنچے وہ قدرت دکھائی کہ سب سو گئے۔ جانکی جی کے پاس آئے اور عرض کی کہ

پریشانی کی کوئی وجہ نہیں۔ سری رامچندر جی فوج لئے ہوئے سمندر کو عبور کر کے لنکا میں آتے ہیں۔ آپ اطمینان رکھئے نہ آپ کو آج سے پیاس معلوم ہوگی نہ بھوک۔

پہلے تو جانکی جی کو راچھس کا گمان ہوا مگر جب انہوں نے اپنا اصلی سروپ دکھایا تو جانکی جی پہچان گئیں اور جان لیا کہ فقط میری خاطر سے انہوں نے زمین پر قدم رکھا ہے۔ انہوں نے طعام قبول کیا اور دعا مانگی سری رامچندر جی اور لچھمن جی زندہ ہوں۔ تو اُن کو بھی اس کا حصہ رسد ملے۔ نیت سچی تھی۔ محنت کا بے لوث لگاؤ تھا۔ دو حصے سری رامچندر اور لچھمن جی کو پہنچ گئے۔ ایک حصہ جانکی جی نے نوش فرمایا اس کے بعد پھر سیتا جی کو نہ بھوک لگی نہ پیاس۔ راجہ اندر تواضع کر کے اندر لوک چل دیئے۔

سرگ ۵۶

سری رامچندر جی کی شکار سے واپسی لچھمن جی سے راستے میں مڈبھیڑ

جانکی جی اشوک باٹکا میں نظر بند ہوئیں۔ یہاں سری رامچندر جی ہرن کا شکار کر کے لوٹے تو سیار بولنے لگے۔ اور بھی بدشگونیاں ہوئیں۔ ماتا کشلیا کہ ہو نہ ہو۔ آثار بے ڈھب ہیں۔ ضرور جانکی جی پر کچھ نہ کچھ آفت آئی یا تو اُن کو کوئی کھا گیا۔ یا اُن کے دشمنوں کی جان پر بنی۔ رامچندر جی انہیں توہمات میں لوٹے آ رہے تھے کہ سری لچھمن جی آتے ہوئے نظر آئے انہوں نے ڈانٹ کر پوچھا کہ سیتا جی کو کہاں اکیلے چھوڑ آئے مجھے خیر و عافیت معلوم نہیں ہوتی۔ بدشگونیاں ہو رہی ہیں۔ میں نے راچھس کو مار لیا اور پھر بھی دل خوش نہیں۔ ضرور کچھ اور کا اور معاملہ ہو گیا۔

سرگ ۵۷

کٹی میں سری رامچندر جی کی واپسی اور سیتا جی کے نہ ملنے سے مایوسی

رامچندر جی لچھمن جی سے شکایت کرتے چلے آتے تھے کہ تم نے بڑی غفلت کی۔ اگر جانکی کے دشمنوں کو کیسی آفت کا سامنا ہو گیا تو میری زندگی ختم ہو جائیگی۔ معلوم ہوتا ہے کہ کیکئی جی کی مراد بر آئی اس کے راج پاٹ کا زمانہ آ گیا۔ ماتا کوشلیا کی قسمت سو گئی۔ اب وہ غلامی کریں گے اگر جانکی جی جیتی نہ ملیں تو سمجھ لینا کہ میں بھی اجودھیا میں جیتے جی منہ نہ دکھاؤں گا۔ ضرور راچھس سیتا کو نوچ نوچ کر کھا گئے ہیں باتوں ہی باتوں میں راستہ طے ہوا کٹی میں پہنچے تو سیتا جی کا کہیں نام و نشان نہ تھا۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور ہائے سیتا ہائے جانکی کہہ کر بچھاڑیں کھانے لگے۔

سرگ ۵۸

سری رامچندر جی کی لچھمن سے شکایت

راون نے آٹھ عورت مقرر کر دیئے تھے۔ کہ پل پل کی خبر پہنچائیں۔ رامچندرجی کو ایک تو ان کا اندیشہ تھا دوسرے ناردجی کے قول کی تائید کا خیال تیسرے ان کو یہ فکر تھی۔ کہ کہیں راون انیشرہ سمجھ لے تو سب کیا دھرا الکارت ہو جائے۔ اس لحاظ سے وہ جانکی جی کے غم میں نہایت ہی بیقرار تھے اور لچھمن جی سے کہتے تھے کہ تم نے سخت غلطی کی۔

لچھمن جی نے جانکی جی کی گھبراہٹ کا حال کہہ کر ان کے طعنوں کا بھی ذکر کیا اور اپنی مجبوری ظاہر کر کے عرض کی کہ

میرے ہوم کرتے ہاتھ جلے ہیں میں معافی کے قابل ہوں۔ لیکن سری رامچندرجی نے کہا کچھ ہو غلطی تمہاری ہی ہے۔ تم جانکی جی کی باتوں سے غضبناک ہو کر چلے آئے تو محض بیوقوفی کی۔ عورتوں کی باتوں کا برا ماننا ہی کیا۔ کیا میں نے فوراً ہی راکھشس کو مار ڈالا۔ اس کی مایا ایک بھی نہ چلی۔

سرگ ۵۹

سری رامچندرجی کی بیقراری اور جانکی جی کی تلاش

سری رامچندرجی نے کٹیا میں چاروں طرف دیکھا۔ ادھر ادھر تلاش کی۔ مگر کہیں جانکی جی نظر نہ آئیں۔ حواس پراگندہ ہو گئے۔ ہوش جاتے رہے۔ اس درخت سے پوچھا۔ اس پتے سے پتا پوچھا گو جو نظارہ سوچتے تھے کہ کہیں ایسا تو نہیں۔ کہ کوئی راکھشس کھا گیا۔ انہیں خیالات میں محو ہو کر جب درختوں سے کچھ جواب نہ پایا۔ تو سب کو برا بھلا کہتے ہوئے چلے جاتے تھے۔ کہیں مفقود کی حالت میں بول اٹھتے تھے جانکی کہاں بھاگی جاتی ہو۔ ذرا پتا ہم کو بھی تو دکھاتے جاؤ۔

سرگ ۶۰

سری رامچندرجی کو جانکی جی کی تلاش میں مایوسی

سری رامچندرجی کو مفرط فراق میں چین نہ تھا۔ ہوش و حواس کھو بیٹھے۔ لچھمن کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہنے لگے کہ بھائی سیتاجی کو کہیں لا کر دکھاؤ اب دل کو قرار اور طبیعت کو چین نہیں۔ میری زندگی جانکی جی کے بغیر نہیں رہ سکتی۔ مرنا تو آسان ہے مگر مر گیا تو پتاجی کو کیا منہ دکھاؤں گا۔ ہائے جانکی جی تم نے بڑی دغا دی۔ مجھے جیتے جی مار ڈالا۔ میں ایسے جیتے جی بھولا بھولا پھرتا ہوں مگر خیال رہے۔ تم بیوفائی کا الزام کسی پر رکھو گی۔ اور جب میں دنیا سے رخصت ہو جاؤں گا۔ تو تم مایوس ہو جاؤ گی کہ ہائے رامچندر جی تلاش کی جھنجھٹ سے ہی چراتے۔ یہ جنوں انگیز خیالات ظاہر کر کے سری رامچندرجی پھر لچھمن سے مخاطب ہو کے بولے۔ کہ

بھائی! میں تو ہاتھی کی طرح شکاریوں کی مار میں پھنس گیا ہوں۔ میری عقل ٹھکانے نہیں۔ اس مار سے کیونکر نکلوں۔ تدبیر بتاؤ دستگیری کرو۔

لچھمن جی رامچندر جی کی پریشانی سے نہایت بے چین ہوئے اور سمجھ لیا کہ صدمۂ جدائی سے ہوش و حواس بجا نہیں۔ انہوں نے ڈھارس دی اور فرمایا کہ

آپ اطمینان رکھئے میں سیتا جی کا ابھی پتہ لگاتا ہوں۔ یہ کہہ کر لچھمن جی تلاش کے لئے چل کھڑے ہوئے سری رامچندر جی بھی ساتھ ہو لئے۔ ادھر دیکھا ادھر ڈھونڈا مگر کہیں پتہ نہ لگا۔ رامچندر جی لوٹ پڑے اور لچھمن جی سے بولے کہ تم اجودھیا ہی چلے جاؤ۔ مجھ کو میری قسمت پر چھوڑ دو۔ بھرت جی سے میری مصیبت بیان کر دینا۔ ماتاؤں سے کہنا کہ جانکی جی تو گئیں اب رام بھی ان کو نہ ملیگا۔ تم میرے ساتھ تکلیف نہ اٹھاؤ۔ گھر میں جا کر خبر کر دو۔ بس اب اور کوئی ہوس نہیں۔

یہ کہتے کہتے سری رامچندر جی کی آنکھوں سے آنسوؤں کا دریا بہہ نکلا۔ پہلے سوجے ہوئے تھے۔ اس وقت اور بھی لال ہو گئے۔ رامچندر جی سیتا جی کو ڈھونڈتے ڈھونڈتے بالکل بے دم ہو گئے اور بے بسی کی حد نہ تھی بس انتہا ہے کہ بیچارے غش کھا کر گر پڑے۔ اور لچھمن جی کو تازہ مصیبت کا سامنا ہوا۔ سری رامچندر جی کو سنبھالا مگر وہ نہ سنبھل سکے

سرگ ۶۱

سری رامچندر جی کی بیقراری لچھمن جی کی تسلی بخش گذارش

سری رامچندر جی کو ہوش آیا تو پھر سری جانکی جی کے خیال نے انہیں رُلا دیا۔ لچھمن جی سے بولے کہ لٹے راج پاٹ تو چھوٹا گھر بار سے جدائی نصیب ہوئی۔ ماتاؤں کے درشن قسمت سے اُٹھ گئے پتا جی سے دائمی مفارقت ہوئی۔ اجودھیا باسیوں کی جدائی داغ کا تھا ہی مگر سب پر جانکی جی کا غم طرہ ہوا۔ جن جانکی جی کے جسم پر اُس بن میں بھی چندن کا اوبٹن ملا جاتا تھا اب معلوم نہیں کہ ان پر کیا گذری۔ زندہ بھی ہوں تو شاید سارا بدن لہولہان ہوگا۔ عجب نہیں کہ راچھس ان کو کھا چکے ہوں۔ اگر زندہ بھی ہوں تو افسوس ان کو قید مصیبت سے سامنا ہوگا۔ نہ وہ کبھی پھول توڑنے کو جاتی تھیں نہ ادھر کبھی ٹہلتی تھیں نہیں معلوم کہ میری مت پر کیا پتھر پڑ گئے۔ کہ میں شکار کو چل کھڑا ہوا۔ ابھی تک کچھ نہ دیکھا۔ سری رامچندر جی نے اسی عالم افسوس میں اگن پون سورج سب سے جانکی جی کا پتہ پوچھا لیکن کسی نے کچھ نہ بتایا۔ اور سب کی خاموشی سے سری رامچندر جی کو جانکی جی کی مفارقت کا کچھ ایسا جانکاہ صدمہ ہوا کہ پھر زمین پر گرنے لگے۔

لچھمن جی پاس ہی تھے انہوں نے ہاتھ تھام لیا۔ وہ سمجھ گئے کہ سری رامچندر جی اپنے المعلوم غم سے بے عقلی جذبات کا اندازہ کرنا چاہتے ہیں۔ ان کو ہر وقت قدرت حاصل ہے کہ جانکی جی کو سامنے بُلا

لیں۔ دشمنوں کا قلع قمع کریں۔ مگر دنیا دکھاوے کو یہ سارا رونا دھونا ہے۔ واقعی اگر گریہ زاری نہ کریں تو بندوں اور راکشس جب سمجھ جائیں کہ ذات اقدس ساکشات ایشور کی ذات ہے تو پھر دھیا کا ادھار کیسے ہو۔ سری رامچندر جی اگر اپنے آپ کو ایشور ثابت کریں تو راکشس نہ مخالفت کریں اور نہ اوتار لینے کا کچھ نتیجہ ہو۔ یہ سوچ سمجھ کر سری لچھمن جی نے سری رامچندر جی سے فرمایا کہ

عقلمند زیادہ فکر نہیں کرتے بلکہ فکر کے بدلے تدبیر رفاہ کرتے ہیں۔ آپ کو لازم ہے کہ صبر و استقلال سے کام لیجئے جو کہ آپ کا مستقل مزاج ہے۔ اس پر کوئی مصیبت ستم نہیں ڈھا سکتی۔

سرگ ۶۲

سری رامچندر جی کا دیوتاؤں وغیرہ پر عتاب

رامچندر جی ڈھونڈھتے ڈھونڈھتے تھک گئے نہ گوداوری پر لچھمن جی کو کچھ پتہ لگا نہ ادھر طرف اُن کو خواب و خور حرام ہو گیا۔ دل پر مایوسی چھا گئی۔ اُمیدوں نے خشک جواب دے دیا۔ پربت سے دریافت کیا تو وہ بھی ہونٹوں پر مہر لگائے رہا۔ کچھ نہ نکلا۔ ہرن پاس آ کر دکھن کی طرف دوڑ جاتے تھے۔ سر آسمان کی طرف اٹھا رہتا تھا۔ بیتابی کی حالت میں گویا اُن کا یہ اشارہ تھا کہ جانکی جی ادھر ہوا پر سے ادھر ہی گئیں۔ سری رامچندر اور لچھمن جی نے سارا جنگل چھان مارا۔ گوشہ گوشہ ڈھونڈا پتے پتے سے پتہ پوچھا۔ مگر جانکی جی کہیں نہ ملیں۔ نہ کسی نے اُن کا پتہ دیا۔ جب وقت رامچندر جی تلاش میں مصروف تھے ہرن دوڑ دوڑ کر آتے اور پھر جنوب ہی کی طرف دوڑ نے۔ آخر دونو بھائیوں نے سمجھ لیا کہ اس میں کوئی رمز ہے ضرور یہ جانکی جی کی خبر بتاتے ہیں۔ چنانچہ سب طرف سے خیال اٹھا کر ہرنوں کے پیچھے ہو لئے جاتے جاتے ایک جگہ پھولوں کے زیور پڑے ہوئے پائے۔ رامچندر جی نے دوڑ کر انہیں اٹھایا تو لچھمن جی سے بولے کہ دیکھو یہ میرے ہی گندھے ہوئے زیور ہیں۔ تم بھی پہچانو معلوم ہوتا ہے کہ راکشس اسی طرف سے گذرا ہے رنج اور غصے میں بھرے ہوئے آگے بڑھے تو ایک مقام پر سونے کا زیور بھی پڑا ہوا پایا سوچے کہ بس اسی جگہ راکشس جانکی کو کھا گئے۔ لیکن چند ہی قدم پر تیر کے دستے اور تلوار کے پھل پڑے ہوئے دیکھ کر خیال ہوا کہ ہو نہ ہو یا تو راکشس آپس میں کٹ مرے ہیں یا دیوتاؤں سے لڑائی ہوئی ہے ایک سارتھی کو مردہ دیکھ کر یقین ہوا کہ انہیں میں سے سیتا کو کوئی اٹھا لے گیا۔ انہیں توہمات میں سری رامچندر جی کچھ ایسے محو ہوئے کہ زبان قابو میں نہ رہی بول اٹھے کہ

کیا مہا دیو جی بھی اس وقت بے ہوش ہو گئے۔ جو دشمنوں کی اچھی طرح خبر لیتے ہیں۔ افسوس میری سدھائی نے مجھے خراب کیا۔ چندرماں جب تک ٹیڑھا رہتا ہے۔ راہو کچھ تکلیف نہیں دے سکتا۔ بس آج سے میں بھی ٹیڑھا بن جاؤں گا۔ دیوتاؤں تک کو زندہ نہ چھوڑوں گا۔ پشاچوں اور ناچروں کی کیا گنتی

ہے یہ بھی سیتا ہرن کی کچھ خبر نہیں سُناتے۔ یہ کہہ کر انہوں نے چلے پر تیر چڑھا لیا اور لچھمن جی سے بولے کہ بس روکنا ٹوکنا نہیں میرا بان چلّے سے نکلکر سب کو خاموشی کا مزہ چکھائے دیتا ہے۔

سرگ ۶۳

سری لچھمن جی کی عاجزانہ التجا

سری رامچندر جی کو خشمناک دیکھ کر سری لچھمن جی قدموں پر گر پڑے اور عرض کی کہ مہاراج غصہ تھوک ڈالیئے۔ آپ کے چشم قہر سے دنیا خاک سیاہ ہو جائیگی۔ آپ کا اوتار رحم و کرم کے لئے ہوا ہے راجہ دسرتھ کے دھرم کا خیال کیجئے۔ اکشواک بنس کی خلق پروری کو دیکھئے۔ بیشک آپ دنیا الٹ پلٹ کر سکتے ہیں اشارہ کر دیجئے تو تر لوک ہل جائے مگر یہ بات آپ کی شان قدرت کے خلاف ہے آپ دنیوی خیال سے ہی نہیں وید کے اصول سے بھی غور کر لیجئے۔ کہ غصہ بُرا ہے یا اچھا۔ میں کیا سمجھ سکتا ہوں۔ پرسمجھانے کی بھی یہ مجال نہیں۔ پھر بھی خادموں کا فرض ہے کہ دل کی بات گوش گزار دیں اسی لئے میری درخواست ہے کہ آپ غصہ کو ٹھنڈک کر چلیں۔ اور اس نالائق کا پتہ لگائیں جو سیتا جی کو لے گیا ہے یوں آپ کے عتاب سے دنیا کا دم بھر میں خاتمہ ہو جائیگا۔

سرگ ۶۴

سری رامچندر جی کی جٹایو کی بالیں پر رسائی

جبھوقت لچھمن جی کی عاجزانہ گذارش سنی۔ سری رامچندر جی نے چلے سے تیر اتار لیا۔ اور تیوری کے بل دور کر دیئے اور کنوئیں باولی وغیرہ میں سیتا جی کو تلاش کرتے ہوئے چلے۔ تو دور سے ایک گدھ زمین پر پڑا ہوا دکھائی دیا۔ سری رامچندر جی لچھمن جی سے بولے کہ

بس معلوم ہو گیا کہ یہی راکھشس گدھ کے بھیس میں سیتا جی کو کھا گیا۔ ابھی ایک راکھشس نے ہرن بن کر دغا کی۔ اب یہ دوسرے ذات شریف مل گئے۔ خیر دیکھو میں ابھی اس کمبخت کا خاتمہ کئے دیتا ہوں۔

یہ کہہ کر سری رامچندر جی نے جوش غضب میں دھنش بان چڑھا کر مارنا چاہا ہی تھا کہ گدھ چلایا سری رامچندر جی میں آپکا خیر خواہ ہوں۔ راون مجھے اس حالت میں پہنچا کر جانکی جی کو لے بھاگا سر سے پاؤں تک زخمی ہوں۔ بازو کٹ گئے ہلنے کی طاقت نہیں ہونٹوں پر دم ہے۔ جان فقط آپ کے انتظار میں اب تک نہ نکلی۔

سری رامچندر جی جٹایو کی آواز سنکر دوڑ پڑے اٹھا کر سینے سے لگا لیا۔ رونے لگے۔ کہ ہائے جنگل میں ایک گردھ راج ہی رفیق ملے تھے۔ ان کو بھی کمبخت دشمن کی نظر کھا گئی۔ مجھ سا بد قسمت

زمانے میں اور کون ہوگا۔ باپ نے میرے ہی غم میں جان دی۔ اُن کے دوست کا بھی میری ہی بدولت خاتمہ ہوا۔ کہاں تک بدنصیبی پر آنسو بہاؤں۔ یہ فرما کر انہوں نے جٹایو کے جسم کا خون پونچھنا شروع کیا اور روتے روتے زمین پر گر پڑے۔

سرگ ۶۵

جٹایو گدھ کا کریا کرم

تھوڑی دیر کے بعد سری رامچندر جی کے ہوش ٹھکانے ہوئے۔ جٹایو کی پھر خدمت شروع کی۔ لچھمن جی بھی خون پونچھ رہے تھے اتنے میں جٹایو کا ایک رنگ آنے اور ایک رنگ جانے لگا۔ سری رامچندر جی نے کہا۔ جٹایو جی! اگر تکلیف نہ ہو تو سیتا جی کی سرگذشت کہہ جائیے۔ راون کون ہے کہاں رہتا ہے کیسا ہے؟

جٹایو:۔ لبوں پر جان ہے۔ آنکھوں میں دم ہے کیا کہوں افسوس کہ راون میرے چنگل سے بچ کر نکل گیا۔ اس کے پاس تلوار نہ ہوتی تو میں نے مار ہی لیا تھا۔ مگر قسمت۔ راون نہایت ہی نالائق ہے۔ اور کہ جس وقت جانکی جی کو اٹھائے لئے جاتا تھا میری نظر پڑ گئی جانکی کو پہچانا۔ تو ضبط نہ ہوا۔ خوب مار دھاڑ ہوئی لیکن جب ہونا تھا اس سے پیش نہ گئی۔ خیر جو ہونا تھا سو ہوا۔ آپ گھبرائیے نہیں۔ جو شخص شرارت کے ذریعے وقت چوری کرنے والے کی غرض نہیں سیتا جی آپ کو عنقریب ملیں گی اور راون کا سارا خاندان تباہ ہوگا۔

جٹایو اتنا ہی کہہ پایا تھا کہ آنکھیں الٹ پلٹ گئیں۔ اور سری رامچندر کے زانو پر دم نکل گیا۔ سری رامچندر اور لچھمن جی کو ایسے رفیق کی موت کا نہایت صدمہ ہوا۔ لچھمن جی دوڑ کر لکڑیاں لائے۔ اور سری رامچندر جی نے کریا کرم کر کے شرادھ کیا۔ اور آنسو بہاتے ہوئے آگے بڑھے۔

سرگ ۶۶

سری رامچندر اور لچھمن جی سے کوندھ راچھس کا مقابلہ

سری رامچندر جی اور لچھمن جی چلے۔ تو کچھ لمبا ایک جنگلوں سے گذر ہوا۔ کہیں تمام ہی بیاباں تھا۔ کہیں بسا کہیں ساکھو۔ جس بن میں گذرے وہاں سری جانکی جی کی تلاش میں پاؤں توڑے۔ لیکن بے سود چلتے چلتے تھک گئے پاؤں میں خون اتر آیا۔ اس طرف کے جنگل نہایت خوفناک ہیں۔ ہرن اور پرندوں سے بوجھل ہو رہی تھی آگے بڑھے تو ایک پہاڑ کی گپھا نظر آئی۔ سوچے کہ جانکی جی شاید یہاں ہوں گی۔ اس ہوس میں بڑھے تو ایک راچھسی دوڑ پڑی۔ کالا کالا منہ لمبے لمبے دانت پہاڑ سی چھاتی صورت دیکھ کر رامچندر جی ہنس دیئے۔ لچھمن جی سے کہا کہ ایشور کی قدرت دیکھو کیا صورتیں بنائی ہیں۔ اتنے ہی میں وہ راچھسی لپک کر آئی اور لچھمن جی کو چمٹ کر بولی کہ

دل آگیا ہے طبیعت پہ اختیار نہیں
شکیب و صبر و تحمل یہ قرار نہیں

سبھو ماننے کا یہاں شوق ہمکنار نہیں   کرو تم ایک نہیں کیا اگر ہزار نہیں

چلو چلیں۔ پہاڑ پر چڑھ کے ڈائیں۔ دنیا کی سیر کریں۔

لچھمن جی کو غصہ آیا۔ فوراً ہی تلوار نکال کر ناک اڑا لی کان کاٹ ڈالے اور چھاتیاں بھی تراش لیں۔ راچھسنی چیختی چلاتی بھاگی اور لچھمن جی سری رامچندر جی سے یہ کہتے ہوئے آگے بڑھے کہ فسادی شدنی ہے۔ ہم اور آپ لیس ہو رہیں۔ ہر دم کبھی ناشدنی سے معاملہ پیش آئیگا۔

اتنے ہی میں آندھی آئی اور آندھی کے ساتھ ہی ایک عجیب الخلقت راچھس جھپٹ پڑا۔ اس کے تن و توش کا کیا کہنا بازو چار کوس لمبے تھے اور چہرہ کہیں دکھائی نہ دیتا تھا۔ اس نے آتے ہی دونوں بھائیوں کو بغل میں دبوچ لیا۔ سری رامچندر جی یہ سوچتے ہی رہ گئے۔ کہ چہرہ دکھائی دے تو تیر ماریں۔ اسوقت یہ راچھس کتنے ہی ہاتھی شیر اور ریچھ ہضم کر چکا تھا۔ مگر پھر بھی نیت سیر نہ ہوئی تھی۔ اس نے دونوں بھائیوں کو ایسا دبوچا کہ دونوں کے دونوں چیخ اٹھے۔ ایک دوسرے سے فریاد کرتا تھا۔ راچھس بولا کہ پہلی تمہارا کیا کام تھا۔ جو آگئے اس بن میں فقط وہی آ سکتے ہیں جن کا پیٹ نہیں بھرتا۔ میں بھوکا ہوں جلدی سے پیٹ میں چلے جاؤ نہیں تو منہ میں جھونک لونگا۔

سری رامچندر جی اور لچھمن جی سخت پریشان ہو گئے۔ سمجھ لیا کہ جان کی خیر نہیں۔ دونو بھائی ایک دوسرے کی طرف نظر حسرت سے دیکھ رہے تھے۔ آنکھوں ہی آنکھوں میں کچھ باتیں ہو گئیں اور ادھر سری رامچندر جی نے اور ادھر لچھمن جی نے ایک ایک بازو کاٹ کر راچھس کو بے قابو کر دیا۔

سرگ ۶۷

کوندہ راچھس کو نجات کی خوشی

کوندہ راچھس کے دونو بازو کٹ گئے۔ تو آنکھیں کھل گئیں ساری ہیکڑی بھول گیا۔ پوچھا کہ آپ کون ہیں۔ لچھمن جی نے سب نام و نشان بتایا تو راچھس ساری تکلیف بھول گیا خوش قسمتی کو سراہنے لگا اور بولا زہے نصیب دونوں کی آرزو پوری ہوئی۔ زندگی کا لطف آج حاصل ہوا۔ شکر ہے کرتار اٹھ ہوتی اب خدا میری بھی سرگذشت سنیئے۔

سرگ ۶۸

کوندہ راچھس کا قتل

کوندہ راچھس یوں گفتہ رہے۔

میں اوائل عمر میں نہایت ہی خوبصورت تھا سورج چاند شکل سے شرماتے تھے۔ حسن کے غرور نے آپے میں نہ رکھا۔ معمول تھا رشیوں کے ڈرانے کو بھیانک شکل میں جا پہنچا۔ رشی دیکھتے ہی ناراض ہو گئے۔

اور بد صورتی کہ ہمیشہ ہی ایسی شکل رہتی۔ میرے حواس جاتے رہے بڑی منت و سماجت کی۔ عذر خواہی پر رشی جی کو ترس آیا اور فرمایا کہ اچھا صبر کرو۔ رامچندر کے اوتار میں تمہاری صورت تبدیل ہو جائیگی۔

چنانچہ وہ جنم تو اسی طرح گذر گیا۔ دوسرے جنم میں میرا نام دنو ہوا۔ اور لوگ کوندھ اس واسطے کہنے لگے کہ سورج چندرماں اور اندر نے بیحد حرکتیں کرائیں۔ جس پر مجھے ایسا غصہ آیا کہ اُن کو صفحہ ہستی سے مٹا دوں۔ چنانچہ برمہا جی کی تپسیا کی۔ اور برمہا جی نے درازی عمر کا بردان دیا۔ بردان پاکر میں نے اندر کو نیچا دکھایا اندر نے بجر مارا تو دو ٹکڑے ہو گئے۔ ایک سر پر پڑا دوسرا ناف پر۔ چوٹ سخت لگی میں چیخ اُٹھا۔ کہ یا تو جان سے مار ڈالو یا کھانے پینے کا بندوبست کرو۔ ٹانگ ٹوٹ چکی تھی۔ چلنے پھرنے کے قابل نہ رہا تھا۔ اندر نے رحم کھایا اور ہاتھ جو جن بھر کے کر دیئے۔ اور منہ کو پیٹ میں کر دیا۔ چنانچہ میں انہیں لمبے لمبے ہاتھ پاؤں سے اپنا شکار مارتا اور پیٹ بھرتا تھا شکر ہے کہ آپ نے اندر جی کے فرمانے کے مطابق میرے بازو کاٹ لئے اور میرا جنم سپھل کیا۔ میری درخواست ہے کہ آپ اب میری مٹی سوارتھ فرماویں اور گستاخی معاف۔

سری رامچندر جی نے فرمایا۔ کہ

اچھا یہ تو بتاؤ! سیتا جی کو کون کہاں لے گیا ہے۔

کوندھ:۔ پہلے آپ کریا واہ کر لیجئے۔ پھر آپ کو سب معلوم ہو جائیگا۔ ابھی میں کچھ نہیں بتا سکتا۔ نہ علم میں ہے۔ مگر یہ سمجھ لیجئے۔ کہ جو سیتا لے گیا ہے وہ کوئی معمولی آدمی نہیں۔ دنیا کے شہزوروں کے سرتاج۔ اچھا اب انتظام کیجئے۔ شام قریب ہے رات کو کریا واہ ٹھیک نہیں۔ غار موجود ہے اس میں مجھے دھکیلئے اور آگ لگا دیجئے۔

سرگ ۶۹

کوندھ کی سری رامچندر جی سے ناصحانہ تقریر

کوندھ راچھس کی درخواست قبول ہوئی۔ پہاڑ کی کوہ میں اس کا اگن واہ کیا گیا۔ جونہی جسم میں آگ لگی۔ کوندھ راچھس کی قدرت کچھ عجیب ہی ہو گئی۔ چہرے پر رونق گلے میں مالا۔ بدن پر زیور ایک ایک عضو نور کے سانچے میں ڈھل گیا۔ اور دیکھتے دیکھتے بِمان پہ سوار ہو کر برمہ لوک کی طرف روانہ ہوا۔ دونو بھائیوں کی نظر آکاش کی طرف تھی کہ آواز آئی۔

راجوں کو چھ کام کرنا لازم ہیں۔ میل۔ بگاڑ۔ لڑائی۔ راج کے معاملات میں تامل۔ لڑائی کے وقت نہ خاندان کا خیال نہ گورو یا بھائی یا باپ کا۔ مظلوم کی دادرسی اور حق رسانی۔ آپ کو یہ چھوں باتیں نظر انداز ہو گئی تھیں۔ اسی لئے اب تک اس مصیبت کا سامنا رہا۔ مگر اب وہ دن ختم ہو گئے۔

سگریو باز سے ملاقات ہوئی۔ تو لبس مشکلات کا خاتمہ ہو گیا۔ سگریو باندر بڑا ادھر مانا ہے۔ اس کے چار رفیق ہیں۔ اس سے آپ کو بڑی مدد ملیگی۔

رامچندر جی :۔ باندر سے مدد کی کیا امید!

کوندھ :۔ آپ باندر نہ سمجھئے۔ سگریو بڑا ہی عقلمند اور نہایت ہی طاقتور ہے۔ اگر اس کا بھائی سے بگاڑ نہ ہو جاتا تو آج تینوں لوک میں اس کی منادی پٹتی۔ میری رائے ہے کہ آپ اس کے ساتھ دوستی پیدا کیجئے۔ آپ اندونوں دو ہم سن ہیں۔ خوب بن جائے گی۔ مگر جو کام کیجئے گا قول و قسم سے آگ درمیان میں ہو۔ ہتھیا رول کی قسم ہو۔ پھر مجال نہیں کہ سگریو آپ سے اتفاق نہ کرے ادھر اتفاق ہوا اور پھر مطلب سدھ۔ سیتا جی پاتال میں یا ہمالیہ اور سومیر کی اونچی سے اونچی چوٹی پر بھی ہونگی تو سگریو کے باندر پتہ لگا لیں گے۔

سرگ ۷۰

کوندھ راچھس کی رامچندر جی کے لئے پنپا سر جانے کی ہدایت

کوندھ راچھس گویا ہے۔ کہ آپ شوق سے آگے جائیے۔ آپ کا عزم آپ کو مبارک ہوگا۔ پہلے پچھم کے رخ چلئے وہاں ایک دشوار گذار جنگل ملیگا۔ اور درختوں پر چڑھ چڑھ کر جانے کی ضرورت ہوگی۔ پھل پھول سب ملیں گے مگر دقت صرف راہ داری کی ہے آگے چلکر پنپا سر (تالاب) ملیگا۔ عجب فرحت کی جگہ ہے۔ پرند خوش الحان ہر طرف سبزہ زار یہ مقام بہت عمدہ تفریح گاہ ہے۔ مچھلیوں کا شکار کیجئے۔ عمدہ عمدہ پھل کھائیے ٹھنڈا ٹھنڈا پانی پیجئے۔ باندروں کی چہل دیکھئے۔ پھولوں کی مالائیں پہنئے۔ تلنگ رشی کی برکت سے یہ مالائیں آپ ہی کے لئے محفوظ ہیں۔ کبھی خشک نہیں ہوتیں۔ تلنگ رشی بہت باکمال تھے۔ ان کے چیلوں کو بھی صاحب کشف و کرامات کہنا بیجا نہیں۔ جب وہ بن سے لکڑیاں کاٹ کے لاتے اور بدن سے پسینے کے قطرے گرتے۔ تو ایک ایک بوند کنول کا پھول ہو جاتی تھی۔ چنانچہ رشی جی انہیں پھولوں سے دیوتاؤں کی پوجن کرتے تھے۔ اسی مقام پر آپ کو سیوری بھیلنی ملیگی۔ وہ آپ کی بڑی بھگت ہے۔ آپ اس کو تاریئے اور پھر پچھم سے پورب کی طرف چلئے۔ وہاں آپ کو ایک کجلی بن ملیگا۔ بڑے بڑے مست ہاتھی نظر آئیں گے مگر ان ہاتھیوں سے خوف کی کوئی بات نہیں۔ رشیوں کے تپوبل سے یہ کسی جاندار کو ضرر نہیں پہنچاتے۔ اس جنگل کے آگے رکھیہ موک پہاڑ ملیگا۔ یہ پہاڑ بہت بلند ہے اس پہاڑ پر چڑھنا ہر کس و ناکس کا کام نہیں۔ یہاں شیروں کی کثرت ہے ناگوں کا شمار نہیں۔ ہر طرف ناگ ہی ناگ ہیں یہ پہاڑ خاص اپنے لئے برہما جی نے بنایا تھا۔ اور اس کی پورب ہی پنپا سر نامی تالاب ہے۔ پھلوں کی کمی نہیں۔ سبزہ زار کا لطف فرحت انگیز ہے۔ سگریو آپ کو اسی مقام پر اسی جگہ ملیگا۔ جہاں سفید چٹان نظر آئیگی۔ کوندھ کی تقریر ختم ہو گئی۔ اور اسی وقت بول بند ہو گیا اور اس نے سُرگ کی راہ لی۔

سرگ ۷۱

سیوری کے یہاں سری رامچندر جی کی رونق افروزی اور اُس کی نجات

کوندر راچھس کی ہدایت کے موافق سری رامچندر جی پچھم کو چلے۔ تو سیوری کا مکان جل گیا۔ سیوری خود انتظار میں تھی۔ قدموں پر گر پڑی اور کشن آسن بچھا دیئے۔ دونو بھائی بڑے پریم سے بیٹھے اور پوچھا۔ کہ

کہو! اس جنگل میں تمہاری تپسیا ٹھیک ہو سکی۔ کسی نے رخنہ اندازی کی یا نہیں۔ تم کو آج تک کبھی غصہ آیا یا تم غصے کو ضبط کئے رہیں۔ کیا کھایا کیا پیا۔ گورو کی کبھی خدمت کی یہاں رہنے کا کیونکر ڈھنگ ہوا۔

سیوری:۔ مہاراج میں مہاپاپن ہوں۔ مجھ سے کیا بن پڑتا۔ آج آپ کے درشنوں سے البتہ سمجھی کہ زندگی سپھل ہو گئی۔ برہم لوک اور سرگ لوک سب قدموں کے تلے ہیں۔ گورو کی کرپا سے نہ کوئی پاپ رہا نہ کوئی دوش۔ آپ اُدھر اجودھیا سے روانہ ہوئے اِدھر میرے گورو رشیوں نے سرگ کی راہ لی۔ مجھے تنہائی کا غم ہوا تو انہوں نے کہا کہ

گھبراتی کیوں ہو سری رامچندر جی آتے ہیں وہ نارائن کر دیں گے۔

گورو تو سرگ میں چلے گئے میں اکیلی رہ گئی۔ اور آپ کے انتظار میں ایسی مضطرب ہوئی کہ روز روز تازے پھل لاتی تھی اور یہی آرزو رہتی تھی کہ آپ آکر انہیں قبول کریں۔

سری رامچندر جی نے سیوری بھگت کی تعریف کی پھل قبول کئے اور کہا کہ

تم سے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ تم خود وید سے بھی واقف ہو اور برہم ودیا بھی جانتی ہو۔ کوندر راچھس نے تمہاری جتنی تعریف کی تھی۔ اُس سے زیادہ میں نے تم کو پایا۔ اب میں یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ یہاں کیا کیا چیزیں دیکھنے کے قابل ہیں۔

سیوری نے دونو بھائیوں کو جنگل کی سیر کرائی۔ جو متنگ رشی کی قدرت کاملہ سے کالی گھٹا کا ہم رنگ ہو گیا تھا۔ وہ بولی کہ میرے گورو رشی یہاں تپسیا کرتے تھے اور یہیں جپ کرتے کرتے سیدھے سرگ کو چلے گئے۔ میں اِسی مقام پر رشیوں کی خدمت کرتی تھی۔ ان رشیوں نے نہ کوئی تیرتھ کیا۔ نہ یاترا کی۔ صرف ایک درڑھ آسن پہ بیٹھے رہے مگر کمال وہ تھا کہ سب سمندر اُن کی خدمت میں حاضر ہو جاتے تھے۔ کوئی تیرتھ نہ تھا جو اُن کے درشنوں کو نہ آجاتا ہو۔ لیکن میری پھر بھی خواہش ہے کہ آپ اپنے چرن اِس مقام پر چھلا دیں کہ نارائن میں شک نہ رہے۔ اِس مقام کی عظمت دیکھ لیجئے۔ کہ رشی منی جو

پھول لاتے یا مالا گوندھتے تھے وہ اب تک تر و تازہ ہیں۔ ایک پنکھڑی بھی خراب نہیں ہوئی۔ لیجئے اُن میں سے کچھ پھول قبول کیجئے اور مجھے اجازت دیجئے کہ میں بھی آپ کی آنکھوں کے سامنے اپنے گورو رشیوں کی خدمت میں چلی جاؤں۔

سری رامچندر جی سیوری کی بھگتی اور خوش اعتقادی سے خوش ہو گئے اس کے تپوبل کی تعریف کی اور سیوری اسی وقت اگنی کنڈ میں کود کر سیدھی سرگ لوک کو چلی گئی۔ سری رامچندر جی نے اس مقام کا نام اس کی تپوبل کی یادگار میں تپوبن رکھ دیا۔

سرگ ۱۷

سری رامچندر جی کی رکھیہ موک کیطرف روانگی

سری رامچندر جی کو اس مقام کی عظمت کا اعتراف ہوا اُنہوں نے لچھمن جی سے فرمایا کہ دیکھو ارشیوں کی مایا بھی عجیب ہے۔ خود تو سرگ لوک کو چلے گئے اور اہل دنیا کے لئے ایسا مقام چھوڑ گئے۔ شیر اور بکری ایک جگہ پانی پیتے ہیں۔ باز اور کبوتر ایک آشیانہ میں رہتے ہیں۔ یہ تپسیا کا پرتاپ نہیں تو اور کیا ہے۔ آج ہم بھی خوش نصیب ہیں۔ کہ عمر بھر کے پاپ یہاں دور ہو گئے۔ اُمید ہے کہ کوئی شریک حال اور ہمدرد بھی مل جائیگا۔ یہ باتیں کرتے ہوئے دونو بھائی پمپا ندی کے متصل پہنچے۔ اس ندی کا پمپا سر سے اتصال یعنی سنگم تھا۔ اس مقام پر کچنار کے درخت نہایت ہی پر فضا تھے۔ اور سنگم کا نظارہ بھی دلفریب تھا۔ سری رامچندر جی سنگم میں اشنان کر کے چلے تو گوندنی کا ایک گھنا جنگل نظر آیا۔ چشموں کا پانی صاف و شفاف مچھلی اور کچھووں کی کثرت درخت سر سبز پھلوں کی ہر درخت پر طرفہ بہار سری رامچندر جی اس مقام کی فضا دیکھ کر سیتا جی کی یاد میں بے قرار ہو گئے۔ اور سگریو کے پاس پہنچنے کا اشتیاق بے چین کرنے لگا۔

آرنیہ کانڈ ختم

حصۂ چہارم

کسکندھا کانڈ

سرگ ۱

پوکرنی ندی اور پمپاسر پر سری رامچندر جی کی بیقراری

پوکرنی ندی موجیں مار رہی ہے۔ صاف شفاف پانی آئینہ کی جلاکوبات کر رہا ہے۔ درخت ہرے بھرے لدے ہیں۔ پھولوں کا زمین پر فرش بچھا ہوا ہے۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کا کیا کہنا درخت تک جھومتے رہتے ہیں ہرن ہری ہری دوب چرتے ہوئے بہت ہی بھلے معلوم ہوتے ہیں۔ ہر رنگ ہر قسم کے طائروں کی میٹھی میٹھی بولیاں اپنی اپنی جوڑوں سے چہلیں ایسی دلفریب ہیں کہ انسان کی طبیعت بے قابو ہو جاتی ہے پمپاسر میں کنول کی بہار اور ساتھ ہی بھونروں کی مستی بھری گونج میں کچھ عجب دلآویزی اور دلبستگی ہے۔ قدرت نے اس مقام کو ایسا آراستہ کیا ہے۔ کہ زندگی کا لطف یہاں سے بڑھکر اور کہیں نہیں۔ سری رامچندر جی کے لئے سیتاجی کی مفارقت موت سے بدتر تھی۔ اُن کو اس دشت پر بہار کا لطف آنکھوں کا کھٹک گیا دل کا تیر و نشتر چبھ گئے۔ دریا کی لہریں دیکھ کر آنسو تھم نہ سکے۔ ہوا کے سرد جھونکوں نے ٹھنڈی سانسیں بھرنے پر مجبور کیا۔ سنبل پر نظر پڑتے ہی زلف مشکیں کی یاد آگئی۔ ہرنیوں کی چوکڑی دیکھتے ہی آہوئے چشم کے جھلاوے نظر میں پھر گئے۔ زبان واقف آہ تھی۔ اور دل مائل درد۔ لچھمن جی سے کہتے تھے کہ ہائے ہم یہاں سبزہ زار کی بہار دیکھیں اور وہاں سیتاجی اپنے ہرے ہرے زخم۔ اُف اللہ! کیسا انقلاب ہے۔ جانکی جی اسوقت ہوتیں تو پوکرنی ندی پر چھیر ساگر کو قربان کر دیتا۔ اس وقت کی فضا بسنت رت سے کہیں زیادہ جنون انگیز ہے۔ ہجر نصیبوں کے بدن میں یہاں کی بہار سے بچھو کا سا زہر چھپکتا ہے چنانچہ جب سری رامچندر پر یہاں کی طلسم خیز نزہت نے جادو کا اثر کیا۔ تو بے قابو طبیعت کا کیا پوچھنا۔ سری رامچندر جی کی بےتابی حد سے گذر گئی۔ وہ آپے سے باہر ہو گئے۔ دل پر مطلق خیال نہ رہا۔ اس وحشت انگیز حالت کو دیکھ کر سری لچھمن جی بولے کہ

طبیعت قابو میں رکھیئے۔ عنان ضبط ہاتھ میں لیجئے۔ دل آپ کے قبضے میں ہے۔ آپ دل کے بس میں نہیں پھر یہ اضطرابی کیسی۔ سیتاجی کے فراق کے زمانے کو جگ یا مفوضہ نہیں۔ جسوقت ہم لوگ لنکا میں پہنچ گئے۔ راون کا خاتمہ ہے۔ چند دنوں کے لئے دل کو بے چین کرنا فضول۔ نارد جی کیا کہیں گے۔ اہل

زمانہ کو کیا خیال ہوگا۔ آپ کے نام سے لوگوں کی مصیبتیں کٹتی ہیں آپ یہ ظاہرداری کیوں فرماتے ہیں۔

یا تو سری رامچندر دریائے رنج میں غوطے لگا رہے تھے۔ یا دفعتاً ابھرے اور فرمایا کہ ذرا رمز کو سمجھو۔ راون کے مخبر ادھر ادھر لگے ہوئے ہیں۔ لحظہ لحظہ بھر کی خبر راون کو پہنچتی ہے اگر میں رنج و غم ظاہر نہ کروں تو راون سمجھ لیگا کہ یہ اوتار ہیں۔ اور جب اس پر رعب غالب آوے گا۔ تو سیتا جی کو ہاتھ جوڑے ہوئے حاضر کریگا۔ اور اتنی دردسری فضول ہوگی۔

سرگ ۲

سگریو کی رام لچھمن کی صورت سے تشویش ہنومان جی کی ملاقات کیلئے روانگی

سری رامچندر جی اور لچھمن جی سیتا کی تلاش کرتے ہوئے رکھیہ موک پربت کے قریب پہنچے سگریو اور اس کے ساتھیوں نے دور سے دیکھا تو سب کے ہوش جاتے رہے۔ آپس میں باتیں ہونے لگیں۔ یہ دونو شخص کمان چڑھائے تیر چٹکی میں لئے ہوئے ادھر ادھر کسی کی تاک جھانک کر رہے ہیں ہر ایک کی روح فنا ہوگئی کہ ہو نہ ہو بالی کے جاسوس ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ ہم لوگوں کا رخ کر دیں۔ رفیق بندر لکڑ بڑے درختوں کو اکھاڑ اکھاڑ کر آمد و رفت کا راستہ بند کر دیا۔ سب کو اپنی اپنی جان کی فکر پڑی۔ سری ہنومان جی وہیں تشریف فرما تھے۔ انہوں نے سگریو کو فرمایا کہ

کیا واہیات وہم ہے۔ ذرا دل کو بیخبر رکھیئے۔ ایسی بزدلی راجاؤں کے لئے زیبا نہیں۔

سگریو:۔ تمہاری عقل میں فتور ہے۔ ذرا دست و بازو تو دیکھو۔ آج تک ایسے جوان کبھی بھی نظر سے گذرے ہیں۔ ایک تیر چٹکی سے نکل جائے تو رکھیہ موک کے پرخچے اڑ جائیں معلوم ہوتا ہے کہ یہ وہی لوگ ہیں جن سے گردھ راج نے دوستی کی تھی۔ کیا عجب کہ اب بالی نے ان سے رشتہ اتحاد قائم کیا ہو دشمن ان پرلے سرے کے فریبی ہوتے ہیں۔ اور بالی تو چھٹا دغاباز ہے۔ اس سے بہتر ہے کہ تم بھی کوئی بہروپ بھر کر ان دونو نواردوں کا پتہ لگاؤ کہ کون ہیں کہاں آئے ہیں جو بات کرنا ادھر منہ کرکے۔ جس وقت بالی کے جاسوس معلوم ہوں تو اشارہ کر دینا کہ میں یہاں سے کہاں اور طلبا پڑوں۔

سرگ ۳

سری رامچندر جی سے ہنومان جی کی گفتگو

ہنومان جی نے رکھیہ موک سے جست کی اور برہمن کا بھیس بدل کر سری رامچندر اور لچھمن جی کے سامنے آکر کھڑے ہوگئے نمسکار کی اور پوچھا کہ

مہاراج! آپ اپنا نام و نشان بتلایئے۔ صورت سے آپ راجہ معلوم ہوتے ہیں بانکپن کا اندازہ

ظاہر کر رہا ہے کہ بڑے شور بیر ہیں۔ مگر دل کہتا ہے۔ کہ ہو نہ ہو۔ آپ نر ناراتن ہیں۔ چہرے پر جہاں تیج وہاں رنج کے آثار بھی نمایاں ہیں۔ اِس سے عقل چکر میں ہے۔ کہ آپ کو البشر سمجھوں یا راجہ ایک ایک تیز دشمن کش ہے۔ تلوار خون کی پیاسی اس سے تو یہی قیاس غالب ہے کہ آپ نے مظلوموں کی حفاظت کے لئے اتنی تکلیف گوارا کی ہے۔ اگر ایسا ہے تو آپ کو میں خوشخبری سناتا ہوں کہ یہاں آکے وفاداروں کی کمی نہیں۔ اِس پہاڑ کا راجہ سگریو بازہے میں بھی اِس کا ایک ہوا خواہ ہوں آپ میری وضع قطع پر نہ جائیے۔ میں بھی ایک بانر ہی ہوں۔ اِس وقت کا بھیس جو پیش نظر ہے وہ فقط سگریو کے مشورے سے قبول کیا گیا یہ نہ سمجھئے کہ میں کوئی بھکاری ہوں۔

سری رامچندر جی خاموشی سے ہنومان جی کی تقریر سُن گئے۔ خود تو کچھ جواب نہ دیا لیکن لچھمن جی سے فرمایا کہ

ہنومان جی سگریو کے وزیر معلوم ہوتے ہیں۔ جس گفتگو سے ظاہر ہے۔ کہ چاروں ویدوں سے ماہر ہیں بیاکرن (قواعد) پر بھی کامل عبور ہے ان کی تقریر سے علمیت اور لیاقت ٹپکتی ہے اب تک دوران گفتگو میں کوئی خلاف تہذیب اشارہ تک نہ ہو پایا۔ تقریر میں تیزی۔ فضول گوئی۔ سختی تو اور چیز ہے۔ اکثر لوگ بات چیت کرتے ہوئے سر ہلاتے ناک بھوں سکوڑتے آنکھیں مٹکاتے ہاتھ ہلاتے دانت نکالتے منہ بناتے اور نہ جانے کتنی بیہودہ حرکتیں کرتے ہیں۔ مگر ہنومان جی کی تہذیب پر ذرا بھی حرف رکھنے کا موقع حاصل نہ ہوا۔ ان کے انداز تقریر اور طرز ملاقات کو میں نیک فال سمجھتا ہوں اور اُمید ہے کہ اُن کی مسافر نوازی میں خاص مہربانی کا لطف ہوگا۔

لچھمن جی نے سری رامچندر جی کے قدموں پر سر جھکا دیا اور ہنومان جی سے بولے کہ جن سگریو کا آپ نے نام لیا۔ اُن کا نام ہم لوگ پہلے ہی سُن چکے ہیں۔ اور اِس طرف انہیں کا خیال گھسیٹ لایا اگر اُن سے ملاقات ہو تو زہے نصیب۔ ورنہ ہم جس راستے جا رہے ہیں۔ چلے جائیں گے ہمیں صرف اپنے دشمنوں سے واسطہ ہے اور کسی سے کیا کام۔

سرگ ۴

ہنومان جی کے کاندھے پر رام لچھمن کی روانگی

ہنومان جی دل ہی دل میں خوش ہو گئے۔ کہ بات بن گئی۔ اب سگریو کے دن پھرے سارا مطلب سدھ ہو جائیگا۔ چنانچہ انہوں نے سری رامچندر جی کی تشریف آوری کا شکریہ ادا کیا۔ اور طرز کلام سے گویا پتہ نشان پوچھنے لگے۔

لکشمن جی نے حسب و نسب بتا کر بن باس کی داستان کے بعد سیتا ہرن کی کیفیت

اور رکھیہ موک پہ آنے کی ضرورت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ

سگریو کا پتہ ہمیں کوندھ راچھس نے بتایا تھا۔ جسے ہمارے سرتاج سری رامچندر جی نے اپنے تیروں سے سرگ میں پہنچا دیا۔ دنیا سری رامچندر جی کو پشت پناہ مانتی ہے۔ کون ہے جو انہیں اپنا سایۂ سر نہیں مانتا۔ اتفاق کی بات ہے کہ انہیں کو سگریو کا بھروسہ کرنا پڑا۔ راجہ دسرتھ کے قدموں پر دنیا کے تاجداروں کے سر جھکتے تھے۔ سری رامچندر جی کے قدم دیوتا تک چھونے کی ہوس میں رہتے ہیں۔ دھن ہیں سگریو جی کے پاس خود سری رامچندر جی چلنے کی تکلیف گوارہ کر رہے ہیں۔ ہم کو سیتا جی کی تلاش یہاں لے آئی۔ سُنا ہے کہ سگریو کو ان کا پتہ ہے۔

ہنومان جی:۔ آپ سیتا کے غم میں بے چین ہیں تو سگریو بھی اپنی محبوبۂ خاص کے فراق میں ماہی بے آب ہو رہا ہے جہاں تک میں جانتا ہوں۔ آپ اور سگریو کی خوب بنھ جائیگی۔ آئیے پہلے مل لیجئے یہ کہہ کر ہنومان جی نے دونو بھائیوں کو اپنے کاندھے پر چڑھا لیا اور ہوا کی طرح سگریو کی قیامگاہ کی طرف روانہ ہوئے۔

سرگ ۵

سگریو اور سری رامچندر جی کی ملاقات

ہنومان جی پہنچے تو سگریو رکھیہ موک پہ نہ پایا۔ وہاں سے ملی پربت پر گئے۔ سگریو کو وہاں ملے۔ سری رامچندر اور لچھمن جی کا پتہ و نشان بتا کر سیتا جی کی سرگذشت سنائی۔ اور کہا ان پر بھی ویسا ہی وقت پڑا ہے جیسا آپ پہ کیا خوب ہو کہ آپ دونو صاحب اتفاق کر لیں تو بندھی مٹھی کا زور پہاڑ کو توڑ دے۔ بالی اور راون کی حقیقت ہی کیا ہے۔

سگریو پوشیدہ تھے جو وقت سری رامچندر جی کے سامنے آئے تو وضع قطع شاہانہ تھی۔ آتے ہی سر ادب خم کیا تعظیم و تکریم کے فرائض ادا کئے۔ اور عرض کی کہ اگر یک جہتی منظور ہو تو ہاتھ پہ ہاتھ مارئیے۔ سری رامچندر جی نے ہاتھ پکڑ لیا اور سری ہنومان جی دونو کے بیچ میں آگ روشن کر کے بولے کہ اب عہد و پیمان اٹل ہو گا۔

سگریو جلدی سے آگ کی پرکرماں کر کے سال کے پتے توڑ لائے سری رامچندر جی اور سگریو بیٹھ گئے ہنومان جی نے چندن کا پڑا لچھمن کے واسطے بچھا دیا۔

سگریو نے فریاد کی کہ ہائے عورت کا غم مارے ڈالتا ہے اور پھر ستم پر کہ بالی سے جان بچانا مشکل۔

سری رامچندر جی:۔ اب تو جٹائی اور کوندھ راچھس کی رہنمائی سے یہاں رسائی ہو گئی۔ اب کوئی فکر کی بات نہیں۔ چلے پہ چڑھا ہوا بان بالی کی جان لے کر رہیگا۔ برہما اور رودر بھی حفاظت کریں تو ممکن نہیں۔ میں بالی کو ضرور ماروں گا۔

یہ الفاظ سنتے ہی ادھر سگریو کا داہنا بازو پھڑکنے لگا اور وہاں لنکا میں سیتا جی کی بائیں آنکھ پھڑک اٹھی۔ اور سب بازخوش ہو گئے۔

سرگ ۶

سگریو کیطرف سے سری رامچندر جی کی خدمت میں سیتا جی کے زیوروں کی نمائش

سگریو نے سری رامچندر جی کو ڈھارس دی۔ اور عرض کی۔ کہ راون کہاں جاتا ہے۔ آپ اطمینان رکھئے اگر اندر کے یہاں خواہ آکاش پاتال میں کہیں ہو تو بھی۔ میں سیتا جی کو لا ہی کے دم لونگا۔ جسوقت جانکی جی ادھر سے گزری تھیں۔ ہائے رام ہائے لچھمن کی دردناک آواز کلیجے کے ٹکڑے اڑائے دیتی تھی۔ مجھے کیا خبر تھی کہ جگت مات جانکی جی ہیں۔ ورنہ ابھی وقت راون کی سٹی پٹی بھلا دیتا خیر یہ دیکھئے مہارانی نے کچھ زیور پھینکے تھے پہچانیئے تم انہیں کے ہیں یا کسی اور کے۔

جونہی زیور نظر سے گزرے سری رامچندر جی کے دل پر ایسی چوٹ لگی۔ کہ بیٹھے سے زمین پر گر پڑے۔ لچھمن جی سگریو اور ہنومان جی نے سنبھالا ہوش میں لائے۔ آنسو پونچھے اور سمجھایا کہ رونے دھونے سے کیا حاصل ہے۔ طبیعت روکئے گا تو سب کام بن جاویگا۔ استقلال بڑی چیز ہے۔ صبر میں بڑی طاقت ہے جہاں دل ٹوٹا۔ بس بیڑا غرق اس لئے ضبط سے کام رکھئے۔ عنان شکیب کو ہاتھ سے نہ دیجئے۔ ہم لوگ تو بیڑا اٹھائے ہوئے ہیں۔ کہ عنقریب فکر دور کر دیں گے۔ ہاں لے بس حواس ٹھکانے کیجئے اور زیور شناخت کیجئے۔

سری رامچندر جی :- میں اپنی نظر سے زیور دیکھنا نہیں چاہتا۔ کان کی بجلی خرمن صبر پر بجلی گرائے گی تحفہ کا موتی دل میں سوراخ ڈالیگا۔ ناک کے کیل زبان کیل دیں گے۔ انگوٹھی کا نگینہ ہیرا کھلائیگا۔ بچھوے بدن میں بچھو کا سا زہر چھٹکائیں گے۔ چھپکا طائر دل کو گرفتار مصیبت کرلیگا۔ بدھی سے گلے کے زخموں کی بدھی تکلیف دہ ہوگی۔ لچھمن جی سیتا جی کے تم دیور ہو پہچانو کہ کون زیور ہیں اور کس کے ہیں۔

لچھمن جی :- بھائی صاحب! میں سب زیور دیکھ چکا۔ کیا عرض کروں مجھے صرف بچھوؤں کی شناخت ہے

سری رامچندر جی :- اور اتنے زیور کیوں نہیں پہچانتے۔

لچھمن جی :- ایشور کی قسم آج تک قدموں کے سوا اوپر کبھی نظر ہی نہیں اٹھائی۔ اور زیور کیا پہچانوں۔ سری رامچندر جی لچھمن جی کے لحاظ بزرگی کے قائل ہو گئے۔ اور سگریو سے پوچھنے لگے کہ سیتا جی کو تم نے کس حالت میں جاتے ہوئے دیکھا۔

سرگ ۷

سگریو کی سری رامچندر جی کو صبر و تحمل کی فہمائش

سگریو نے سب کیفیت بیان کر کے عرض کی کہ مجھے راون کا پتہ نشان معلوم ہے۔ اور یقیناً اُس نے سیتا جی کو کسی خفیہ مکان میں چھپا رکھا ہو گا۔ آپ عقلمند ہیں۔ آپ کو سمجھانا فضول ہے مگر خیال رکھئیے جو فکر میں مبتلا رہا جس نے سوچ میں جان رکھی وہ سمجھ لیجئے کہ اُس شخص کی طرح ہے۔ جو دریا میں ڈوب کر پھر نہیں اُبھرتا۔ اُس کی زندگی برباد ہو جاتی ہے۔ ہاتھ پاؤں کام نہیں دیتے۔ کوئی کام کرنا چاہے تو امکان سے باہر ہو جاتا ہے۔ اِس لئے آپ فکر کو دور کیجئے۔ اور اپنے ساتھ دوسروں کی بھی طبیعت پریشان نہ کیجئے۔ آپ کے اضطراب سے ہم لوگوں کے بھی حوصلے پست ہوئے جاتے ہیں۔

سری رامچندر جی نے آنسو پونچھے اور کہا واقعی آپ سچے دوست ہیں۔ دوست کا فرض ہی یہ ہے کہ دوست کو نیک مشورہ دے۔ اچھی راہ پر لگائے۔ میں آپ کی ملاقات سے بڑا خوش ہوا۔ آپ کی دوستی مبارک ہو۔ میں آج سے آپ ہی کے مشورے پر عمل کروں گا۔ مجھے نہ جھوٹ کی عادت ہے۔ نہ دروغ بیانی کو پسند کرتا ہوں۔ میں نے جو کچھ تپ کیا ہے۔ اُس کی قسم کھاتا ہوں۔ کہ جو قول کیا ہے اُسے سچ کر دکھاؤں گا۔ آپ اپنی زبان پہ قائم رہیں۔

سگریو سری رامچندر جی کی تقریر سے خوش ہو گیا اور اُس کو تقویت ہوئی۔ کہ بس اب اپنا مطلب سدھ ہے۔

بالی کے قتل کے واسطے سری رامچندر جی کی پرتگیا

سگریو نشہ خوشی میں مست تھے انہوں نے یقین کر لیا کہ سری رامچندر جی ضرور بالی کو مار کر مجھے راج پاٹ دلائیں گے۔ بولے کہ مہاراج رامچندر جان مال تک حاضر ہے آپ کے لئے عزیز و اقارب بھی کام آئیں تو میں اپنا فخر سمجھونگا۔ دوستی اصلی وہی ہے۔ کہ اپنے سکھ کو سکھ اور دکھ کو دکھ نہ سمجھے۔ اور دوست پر جان و مال قربان کر دے چنانچہ آپ اطمینان رکھئے۔ کہ میرا قول پتھر کی لکیر ہے۔ برہما کا لکھا مِٹ جائے۔ لیکن میں قول سے نہ پھرونگا۔

اِس قسم کی باتوں میں شام ہو گئی سگریو نے جنگل کے عمدہ عمدہ پھل پیش کئے۔ سری رامچندر جی نے زمین پر بیٹھ کر سگریو کی خاطر سے۔ اور اُنگل اُنگل کر دو ایک پھل کھا لئے۔ سگریو کے دل پہ چوٹ لگی وہ دوڑ کر کچھ پتے لے آئے اور ایک بچھونا سا بچھا دیا۔ سری رامچندر جی اور سگریو اُسی فرش پہ بیٹھ گئے۔ لچھمن جی اور ہنومان جی نے چندن کے پیڑ پر نشست اختیار کی۔ اور باتیں چھڑیں راجہ سگریو بولے کہ میرا بھائی بالی دنیا کے شہزوروں کا سرتاج اور میرا جانی دشمن ہے۔ اُس نے مجھے شہر

بدر کیا میری بیوی چھین لی اور یہاں بھی جان کا گاہک ہے۔

سری رامچندر جی ہنسے اور بولے ؎

خوب گزرے گی جو مل بیٹھیں گے دیوانے دو

چلئے برابر کا معاملہ ہو گیا۔ مگر یہ تو کہیئے کہ شاستر میں بڑے بھائی کو جب باپ کے برابر بتایا ہے تو اُس کے مرنے کی خوشی کیسی۔ لیکن آپ بھائی بھائی ہیں۔ بھائیوں کے معاملات بھائی جانیں۔ مجھے تو صرف دوستی کا پاس اور قول کی پابندی کا خیال ہے۔ میں آپ کے دُکھ کو اپنا دُکھ اور آپ کے دل کی چوٹ کو اپنے کلیجے کا زخم سمجھتا ہوں۔ کچھ ہو میں بالی کو مار کر اپنے دوست کی ضرور دستگیری کروں گا۔

سگریو اِس ہمدردی کے شکر گذار ہوتے ہی چیخ چیخ کر رو پڑے اور کہا کہ بس آپ ہی کی ذات پر بھروسہ ہے مجھے راج پاٹ کا رنج نہیں۔ استری کی مفارقت نے جیتے جی مار ڈالا۔ اس لئے آپ جو کچھ چاہیں کریں گے۔ اُس سے گردن کبھی نہ اُٹھ سکیگی۔ بیشک بڑا بھائی باپ کے برابر ہوتا ہے۔ مگر خیال فرمایئے کہ جس بھائی نے چھوٹی بھاوج کے ساتھ بد فعلی کی۔ میرے خیر خواہوں کا مار مار کر اجاڑ نکالا۔ اُس کو میں کیسے اُس عظمت کی نظر سے دیکھوں جو بڑے بھائی کے لئے شایاں ہے۔ اِس لئے میں چاہتا ہوں کہ جو ادھرم کرے اُس کی ضرور آپ کے ہاتھ سے گوشمالی ہو۔ میں اِس پہاڑ پر ہوں۔ مگر جب میں جاگتا ہوں تب میرے رفیق سوتے ہیں۔ جب میں آرام کرتا ہوں تو اور سب کو جاگنا پڑتا ہے۔ ایسی زندگی بھی کوئی چیز ہے اِسی لئے میں اپنے بھائی کی موت کا رنج نہیں کرتا۔ بالی مرے تو سوتا جاگنا تو حرام نہ ہو۔ بھائی کی زندگی میں میری ہی زندگی نہیں بلکہ اتنے میرے رفیقوں کی بھی زندگی حرام رہے گی۔

سری رامچندر جی نے فرمایا گھبراؤ نہیں۔ بہت جلد فیصلہ ہوا چاہتا ہے۔ میں جب تک چلے پر تیر چڑھاؤں تب تک اپنی سرگذشت کہہ جاؤ۔ سمجھ لینا کہ جس وقت چلّے سے تیر نکلا۔ بالی کا نام و نشان نہ ہو گا۔

سرگ ۹

دوندبھی راچھس اور راجہ بالی کے مقابلہ کی سرگذشت سگریو کی زبانی

سگریو سری رامچندر جی سے بولا کہ راجہ بالی میرے بڑے بھائی ہیں۔ والد کے بعد انہیں کو راج گدی ملی۔ اور میں بھی اُن کی عزت اُسی طرح کرتا تھا۔ کہ گویا والد بزرگوار ہیں۔ اور راجہ بالی بھی مجھ کو بیٹے سے زیادہ عزیز رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ مائی دیٹی کے باپ دوندبھی راچھس کو اپنی لڑکی کی شادی کی ضرورت پیش آئی۔ تو راجہ بالی وہاں گیا اور زنارا کو اڑا لیا۔ دوندبھی آفت کا پتلا تھا۔ اس کو چین کیونکر آتا۔ آدھی رات کے وقت راجہ بالی کو ایسی آواز سے پکارا کہ وہ بھی چونک پڑا۔ اور میری بھی آنکھ کھل گئی۔ بالی دروازہ کھول کر سامنے پہنچا۔ میں بھی پیچھے ہو لیا۔ اگر بالی اکیلا ہوتا تو ضرور کشتی

ہو جاتی۔ مگر مجھے ساتھ دیکھ کر وہ نو دو گیارہ ہو گیا۔ اور ایک کندرا میں چھپ گیا۔ راجہ بالی سے میں نے بہت کچھ منت سماجت کی۔ کہ بس لوٹ چلئے دشمن دم دبا گیا۔ مگر وہ کب ماننے والے تھے۔ مجھ سے یہ کہہ کر کندرا میں گھس پڑے۔ کہ میری واپسی کا انتظار کرنا۔ پورا ایک سال گذر گیا۔ مگر راجہ بالی نہ آج ہیں نہ کل۔ انتظار میں آنکھیں سفید ہو رہی تھیں۔ کہ پہاڑ کے شگاف سے خون کی ایک ندی بہہ نکلی۔ میں سمجھا کہ بالی مارا گیا۔ اور کہیں ایسا نہ ہو کہ دوندبھی میری ہڈیاں پسلیاں سرمہ کرے چنانچہ میں نے ایک بڑی سل کندرا کے منہ پر رکھ دی۔ اور وہاں سے بھائی کے غم میں بے چین گھر کو لوٹ پڑا۔ یہاں ایک سال سے تخت سلطنت خالی پڑا تھا۔ ارکان دولت نے میری تاجپوشی کر دی۔ اور کاروبار حکومت سے کسی قدر غم غلط ہونے لگا۔ چند ہی دن گذرے تھے کہ بالی مع الخیر گھر میں آیا۔ مجھ کو تخت سلطنت پر دیکھ کر ایسی آنکھیں لال پیلی کیں کہ میرا زہرہ آب آب ہو گیا۔ میں دوڑ کر قدموں پر گر پڑا۔ پھر بھی راجہ بالی کی نگاہ نہ سیدھی ہوئی

سرگ ۱۰

بالی کی واپسی اور سگریو کے ساتھ بدسلوکی

راجہ سگریو کہہ رہے ہیں کہ راجہ بالی کے قدموں پر میں نے سر رکھ کر بہت منت سماجت کی۔ ایشور کا شکر ادا کیا۔ دشمن پر فتحیابی کی مبارکباد دی۔ ایک سال تک انتظار کرنے کے بعد کندرا سے خون بہنے پر جان کے خوف سے بھاگنے اور پھر منتریوں کی زبردستی سے تخت نشینی کی معافی مانگی۔ مگر راجہ بالی کا غصہ کسی طرح فرو نہ ہوا۔ انہوں نے مجھے مار کر وہاں سے نکال دیا۔ اور میری عورت قبضہ میں کر لی۔ چھوٹے بھاوج کے ساتھ بدنگاہی ناروا ہے مگر دھرم ادھرم کے جاننے پر بھی حرف آشنی غصہ میں انہوں نے میری استری کی بھی عصمت برباد کی اور مجھے لنگوٹی بندھوا کر شہر سے نکلوا دیا۔ مجھے جان بچانا دوبھر تھی۔ سر پر پاؤں رکھ کر بھاگا۔ تو راجہ بالی کے ڈر سے کسی نے کہیں ٹکنے نہ دیا۔ جہاں گیا وہیں گردنیاں کر میں ہاتھ دیا گیا۔ آخر اس پہاڑ پر پہنچا۔ شکر ہے کہ یہاں متنگ رشی کے سراپ سے بالی نہیں آسکتا اسلئے میں نے یہاں قیام کیا۔ گو اس مقام پر امن و امان ہے۔ مگر بالی کے ڈر سے رات بھر نیند نہیں آتی۔ جاگنے میں بھی ہر وقت یہی معلوم ہوتا ہے کہ راجہ بالی وہ سامنے کھڑا ہے۔ سری رامچندر جی نے اس کو ڈھارس دی۔ اور کہا کہ جس بات کا رنج تمہیں ہے۔ وہی میری کوفت کا باعث ہے گھبرانے کی کوئی بات نہیں جب تک دم میں دم ہے بالی کی خیر نہیں۔ آج سے سمجھ لو کہ تمہاری استری مل گئی۔

سرگ ۱۱

سگریو اور سری رامچندر جی کی عہد پیمائی دوندبھی راچھس اور بالی کی معرکہ آرائی سگریو کی آزمائش طاقت کیلئے سری رامچندر جی سے درخواست

سگریو خوش ہو گیا کہ وار لیا۔ پالا اپنے ہاتھ ہے۔ سری رامچندر جی کے جان بر ہمانڈ اور نہ لوک کو زیر و زبر رکھنے کی طاقت رکھتے ہیں۔ وہ سری رامچندر جی سے بولا کہ آپ کی قدرتوں کا قائل ہوں لیکن ذرا بالی کی طاقت کا حال سُن لیجئے۔ اس کا وردھ ہے کہ روز پچھم کے سمندر میں نلانجلی دے اور پورب کے سمندر میں اشنان کرے۔ اسی دوڑ میں جب دل چاہتا ہے تو پہاڑوں کی چوٹیاں گرا دیتا ہے۔ بڑے بڑے درختوں کو تو گویا گھاس پھوس ہی ہیں۔ ایک مرتبہ ایک راچھس بھینسے کے بھیس میں آیا۔ یہ بھا کا برداتی فنون جنگ میں انہیں کا شاگرد رشید اس پر دس ہزار ہاتھیوں کا زور زعم کی حد نہ تھی سمندر کے کنارے خم ٹھونکا تو سمندر کی جان نکل گئی۔ دوندبھی کے چھینٹے تیز ہوئے تو رتن مانگ لئے سمندر نے رتن پیش کر کے جان چھڑائی۔ اور کہا کہ طاقت آزمائی کی خواہش ہے تو سیل راج یعنی مہادیو کے خسر سے مقابلہ کیجئے۔ میں تو آپ کا خادم ہوں۔ پتہ پانی پانی ہے مجھ میں سرہنگی کی جرات کہاں۔

تو اُسکے آگے جو سر جھکائے اس پر وار کرنا شاستر میں ممنوع ہے۔ دوندبھی نے سمندر کو اس بتا پر طرح دی اور رانوں پر ہاتھ مارتا ہوا ہموان پربت پر چڑھ گیا مگر وہاں بھی کوئی سامنے نہ آیا طبیعت کو جنگ کی امنگ تھی۔ حوصلے بڑھے چڑھے تھے چھیڑ چھاڑ شروع کی۔ اور کئی چوٹیاں ناخنوں سے چھید کر گرا دیں۔ سیل راج کو موت کا سامنا تھا۔ سمجھ گئے کہ اب خیریت نہیں۔ ابھی تو ناخنوں ہی سے جان آدھی کر دی۔ اگر کچھ اور دیر ہوئی تو اپنا پتہ بھی نہ لگیگا۔ اس خوف سے وہ ایک بڈھا بن کر سامنے آئے اور بڑی عاجزی سے کہا کہ جس کے منہ میں نہ دانت ہوں۔ نہ پیٹ میں آنت اس کو مارا تو کیا فائدہ۔ مقابلہ تو اس سے چاہیئے جو برابر کا ہو۔ اور نامردی اس پر فتح پانے سے ہوتی ہے۔ جو اپنے سے دوگنا چوگنا ہے۔ آپ مجھ بڈھے کو مار ڈالیں تو کیا یہ بھی تو خیال کر لیجئے کہ نیک نامی ہوگی یا بدنامی۔ بھلا ماریے بھی بڈھا ہوں۔

دوندبھی کی آنکھوں میں خون اُتر آیا۔ سمندر پر دانت کٹکٹاتے بولا کہ او سمندر تو نے چھل کپٹ کیا اب تیری بائی کلپائی نکلی جاتی ہے۔ سمندر کو بُرا بھلا کہہ کر اس نے سیل راج کو ڈانٹ کر اپنی طرف مخاطب کیا کہ سچ بتا کہ ہاری مانی یا طاقت کا زعم باقی ہے۔

سیل راج نے ہاتھ جوڑ دیئے اور کہا نہ مجھ میں لڑائی کی طاقت ہے نہ ہاتھ پاؤں میں جان سمندر بھی آپ سے پناہ مانگتا ہے اگر آپ میں جنگ آزمائی کی ہوس ہے۔ تو کشکندھا میں راجہ بالی کے سامنے خم ٹھونکیئے۔ وہاں سے آپ کی طاقت کا فیصلہ ہو جائیگا۔ دوندبھی کا دل یہی کہتا تھا

کہ اب مقابلہ والا کوئی نہیں۔ جب سمندر اور پہاڑ بھی چھوڑ چکے تو کون اور رہ گیا اس نے کہا کہ دیکھو
ایسا نہ ہو کہ کسکندھا پر بھی جاؤں اور بالی تمہاری اور سمندر کی طرح دم دے جائے۔ اگر ایسا ہوا
تو تم سے سمجھونگا۔ یہ کہہ کر وہ وہاں سے دوڑا اب غصے کی آگ دل میں بھڑک رہی تھی۔ آنکھوں سے شعلے
نکل رہے تھے۔ بھینسا بن کر بالی کے دروازے پر پہنچا۔ شیر کی طرح گرجا درخت اکھاڑنا شروع کئے۔
دروازے پہ ٹکر ماری تو پٹ ٹوٹ پھوٹ گئے بالی نے آواز سنی تو اسی وقت چل کھڑا ہوا۔ ایک ڈانٹ
سنائی کہ بھینسا بن کر آیا ہے۔ میں بانروں کا راجہ ہوں۔ شیروں کا خوف سے پیشاب خطا ہوتا
ہے خونخوار سے خونخوار جانور نام سے تھر تھر کانپتے ہیں۔ تیری بساط ہی کیا ہے۔ جان کی اماں منظور
ہے تو ٹھنڈے ٹھنڈے گھر کا راستہ لے۔ بالی کی رانیاں پیچھے پیچھے تھیں۔ دوندبھی نے جھڑک دیا۔
کہ کیا ہیجڑا کہ کیا عورتوں کے بیچ میں کھڑے کھڑے چینے گا رہا ہے۔ معلوم ہو گیا کہ بس تو ہیجڑا
ہی ہے بہادروں کو ایسے شخص سے لڑنے کی ممانعت ہے جو عورتوں کے پھیر میں پڑے رہتے ہیں۔ مجھے
عورتیں عزیز ہیں اس لئے رات بھر کی مہلت دیتا ہوں۔ کہ دل کی ہوس ہو نکال لے تو نے آج تک دان
پن بھی نہیں کیا اتنا وقت بہتی ہوئی گنگا میں ہاتھ دھو لے۔ پھر صبح کو تو دوندبھی کے ہاتھ ہڈیاں
پسلیاں چور رہی ہوں گی۔ شاستر کا قول ہے کہ مدہوش بدحواس لولے۔ لنگڑے۔ اپاہج اور لڑکے
کا قتل داخل گناہ ہے چنانچہ تو بھی شراب کے نشے میں چور ہے ہو لئے نفسانی میرے خوف سے مغلوب
ہو گئی بس رات بھر معاف کرتا ہوں سویرے پنجرے کا پنچھی اڑا دونگا۔

بالی اس تقریر پر ہنس پڑا۔ ہمراہی عورتوں کو جھڑک دیا کہ الگ کھڑی ہوں۔ تارا کے گلے سے
اندر کا بخشا مالا (سونے کا ہار) اتار کر اپنے گلے کی زینت بڑھالی۔ اور جھپٹ کر دوندبھی کے دونو سینگ
پکڑ کر اس زور سے گرجا کہ مخالف کا پتہ پانی پانی ہو گیا۔ ناک اور منہ سے خون کا فوارہ جاری ہو گیا۔
دوندبھی نے لاکھ زور مارا مگر سنبھل نہ سکا۔ بالی نے زمین پر ٹپک کر لات گھونسے سے خوب ہی خبر لی۔ یہاں
تک کہ جان لیکر پیچھا چھوڑا۔ جب مرغ روح پرواز کر گیا۔ تو بالی نے اس کی لاش گھما کر چار کوس پر
پھینکی۔ راچھس کے زخم سے خون ٹپک رہا تھا۔ کچھ قطرے متنگ رشی کے آشرم پر گرے خون دیکھ کر
آنکھوں میں خون اتر آیا۔ لیکن روشن ضمیر تھے۔ سمجھ گئے کہ بالی نے راچھس کو مارا ہے۔ مگر غصہ اس
پر بھی فرو نہ ہوا اور سراپ دیدیا کہ اگر بالی یہاں آئے تو اپنی جان کھوئے۔ متنگ رشی نے بالی
کے رفیق کا ربردا بندروں پر غصہ اتارا اور پکار کر کہدیا۔ کہ خیریت کا وقت ہے میں تکلیف دینا نہیں چاہتا
ہاں سویرے اگر صورت دکھا دی۔ تو خیر نہ ہوگی۔ یہ لوگ جان لے کر وہاں سے بھاگے۔ بالی کو سراپ
کی خبر ہی۔ بالی لاکھ شہزور تھا مگر سراپ سے ڈر گیا۔ اور پھر کبھی ادھر کا رخ نہ کیا۔

سگریو نے یہ کہہ کر سری رامچندر جی کو دوندبھی کی ہڈیاں دکھا کر عرض کی کہ یہی نہیں۔ بالی

بڑے بڑے ساکھوں جڑیں ہلا دیتا ہے آپ کی قوت میں شک نہیں لیکن ذرا آزمائش تو کیجئے کہ آپ کے بان درختوں کی جڑیں ہلا سکتے ہیں یا نہیں اور دوندبھی کی ہڈیاں وزنی ہیں یا ہلکی۔

سری رامچندر جی نے فرمایا کہ لچھمن مجھے بالی کے زور کا حال کیا معلوم۔ اس کی طاقت تمہاری چشم دیدہ۔ مگر تم کو لازم تھا کہ میری بات کا اعتبار کرتے۔ خیر اگر اعتبار نہیں تو لو۔ یہ فرما کر سری رامچندر جی نے دوندبھی کی ہڈیاں پاؤں کے انگوٹھے سے ٹھکرائیں تو چالیس کوس پر جا کر گریں لیکن پھر بھی سگریو کو طاقت کا اعتراف نہ ہوا اور بولا کہ مُردوں کی سوکھی ساکھی ہڈیوں کا پھینکنا کوئی بات نہیں میں تب قائل ہوں جب سامنے والے ساتوں تاڑ کے درخت ایک بان سے چھید دیجئے۔ اگر یہ تاڑ چھد گئے تو میں سمجھ لوں گا کہ جس طرح چوپاؤں میں شیر پہاڑوں میں ہمالیہ پرندوں میں گرڑ کیڑوں میں سانپ ستاروں میں آفتاب قوت ور ہے اسی طرح انسانوں میں آپ سے بڑھ کر کوئی صاحب طاقت نہیں۔

سرگ ۱۲

راجہ سگریو کی راجہ بالی سے شکست رامچندر جی سے شکایت

سری رامچندر جی نے راجہ سگریو کی درخواست پر بان چلایا تو دھنش ٹنکار سے دسوں دشائیں گونج گئیں۔ ایک ہی نشانے سے ساتوں تاڑ نہیں بلکہ پہاڑ بھی چھد گئے۔ اور بان زمین کو چھیدتا مُردوں کے کلیجے سے وار پار ہوتا پھر ترکش میں واپس آگیا۔ اس وقت سگریو اس بات سے خوش ہوا کہ یہی بان بالی کو مار کر مشکل کشائی کریگا۔ لیکن ساتھ ہی ڈرا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ سری رامچندر جی کی مجھ سے بھی ٹیڑھی نظر نہ ہو جائے اس نے قدموں پر سر جھکا دیا اور گذارش کی کہ میرے لئے اب کیا حکم ہوتا ہے

سری رامچندر جی :۔ اگر دلجمعی ہو چکی ہو تو جاؤ بالی کو للکارو۔ سگریو لپکا۔ انگد۔ ہنومان نل۔ نیل۔ تارا پیچھے ہو لئے۔ جس وقت سگریو دروازے پر گرجا۔ یہ چھیوں بانر تو درخت کی آڑ میں ہو گئے اور بالی نے آتے ہی سگریو کو دبوچ لیا۔ دیر تک خوب لڑائی ہوئی۔ آخر سگریو زیر ہو گیا بالی نے ایسی بودی مار دی کہ چیخ کر بھاگ کھڑا ہوا۔ اور وہاں سے اٹھا تو رکھیہ موک پہاڑ پر دم لیا۔ سری رامچندر جی اور لچھمن جی لڑائی دیکھ رہے تھے۔ مگر سگریو کی کمزوری کو دبانے کو اس وقت انہوں نے تیر اندازی مناسب نہ سمجھی یہ بھی رکھیہ موک پر چلے آئے اور پوچھا کہ بھاگ کیوں آئے۔

سگریو :۔ بس جانیئے بھی۔ آپ نے ہڈیاں پسلیاں سرمہ کرا دیں۔ دھرماتماؤں کو زبان دے کر قول سے پھرنا درست نہیں میرا جسم اتنی دیر تک گھٹتا رہا۔ اور آپ کی چٹکی سے تیر نہ نکلا۔ یہ بھی کوئی رسم مروت ہے۔

سری رامچندر جی :۔ کیا کریں۔ تم دونو ہمشکل ہو۔ قد و قامت بھی یکساں ہیں بغیر پہچانے

تیر مار دیتا۔ تم ہی شکار ہو جاتے تو سمجھ لو کیا نتیجہ تھا۔ اس لئے کوئی شناخت کی چیز پاس رکھو۔ تو دم بھر میں بالی کو خاک پر سُلا دوں۔ یہ فرما کر سری رامچندر جی نے لچھمن جی سے اشارہ کیا۔ انہوں نے فوراً ہی ایک پھولوں کا ہار گلے میں ڈال دیا۔ اور کہا لو بس اب جائیے۔ راجہ بالی کی موت آ گئی۔

سرگ ۱۳

سگریو کی مکرر روانگی

سگریو اور رامچندر جی سگریو کے ہوا خواہوں کے ساتھ چلے۔ تو راستے میں وہ مقام ملا جہاں سپت رشی نے تپسیا کی تھی۔ اور اور تپسوی بھی جپ تپ میں مصروف رہے تھے۔ یہ تپسوی مشکل تپسیائیں کرتے تھے کسی کا سر نیچے تھا پاؤں اوپر۔ کوئی پون اہاری تھا۔ کوئی جل سینی یعنی پانی میں بسر کرنے والا تپ آشرم کی وہ عظمت تھی کہ اپسرائیں جا بجا نغمہ سرائی کرتی رہتی تھیں۔ اور جنگل کی فضا کچھ ایسی دلاویز تھی کہ دم قدم قدم پر فریفتہ ہو جاتا تھا۔ سری رامچندر جی وغیرہ سب دیوتاؤں کے مندروں کا درشن کرتے ہوئے کسکندھا کے قریب پہنچے۔ اور ہر ایک نے اپنے اپنے ہتھیار سنبھال لئے۔

سرگ ۱۴

سگریو کی راجہ بالی کے دروازے پر دستک

سگریو نے سری رامچندر جی سے عرض کی کہ اب کے پھر دغا نہ ہو اور میں مارا جاؤں۔ پہلے جو ہُوا وہ ہوا اب کے بالی آئیگا تو جیتا ہی جنگل جائیگا۔ اگر آپ عاجز ہوں تو ابھی خیریت ہے کہہ دیجئے کہ گھر جاؤں
سری رامچندر جی :۔ آزمائش کر چکے امتحان لے چکے۔ پھر بھی اعتبار نہیں تو وہم کا علاج کیا بالی پھر رانیوں کے ساتھ عیش و عشرت میں مشغول ہے۔ عورتوں کی صحبت میں رخنہ اندازی ہو تو انسان کو سخت غصہ آتا ہے بالی بھی اس وقت آگ ہو جائیگا۔ لیکن اب تمہارے گلے میں پھولوں کا ہار ہے بالی کی ایک پیش نہ جائیگی ادھر تم نے ہاتھ ملایا۔ اور ادھر میرا تیر سینے پر بیٹھا۔
سگریو کا دل ہاتھوں بڑھ گیا۔ اور اس زور سے دستک دی کہ زمین ہل گئی۔ پرند ادھر ادھر اڑنے لگے۔ جانوران صحرائی ادھر ادھر چھپ گئے۔

سرگ ۱۵

بالی کو تارا کی فہمائش

راجہ بالی نے جس وقت سگریو کی آواز سنی۔ آگ ہو کر اٹھ کھڑا ہوا۔ اور لال بھبھوکا ہو

کر دروازے کی طرف دوڑا۔ تارا اس کی رانی نے دوڑ کر ہاتھ پکڑ لیا۔ اور کہا ذرا غصے کو ضبط کیجیے۔ میری دو باتیں سنتے جایئے آپ دیکھتے ہیں دشمنوں کا نرغہ غنیموں کا ہجوم ہے ایسے وقت میں انسان کو چاہیئے کہ ہر طرح کی احتیاط کرے۔ غصے کو یونہی سب بُرا کہتے ہیں نہ کہ اس وقت جب چاروں طرف دشمن ہی دشمن ہوں۔ آپ ابھی سگریو کی بائی کجائی نکال چکے ہیں دوسرا ہوتا تو پھر ادھر رُخ بھی نہ کرتا مگر نہیں وہی سگریو پھر دروازے پر للکار رہا ہے ایسی جرات بلا وجہ نہیں ضرور کوئی نہ کوئی حمایتی ہے جس کے بل سگریو کو اتنا کودنا نصیب ہوا۔

راجہ بالی:۔ پیاری تمہاری عقل اس وقت کہاں ہے سگریو کو جانتی ہو کہ کیسا عقل سے خالی ہے۔ اس کا حمایتی بھی کوئی ہوگا۔ تو اُس کی بھی عقل ویسی ہی ہوگی پھر خوف کی بات کیا۔

رانی تارا:۔ سگریو کو بیوقوف نہ کہیئے۔ وہ طاقتور تو نہیں مگر عقلمند ضرور ہے اس لیئے میں جانتی ہوں کہ اس کا حمایتی ضرور زبردست ہوگا۔ انگد مجھے کہتا تھا کہ اجودھیا کے راجکمار رام لچھمن بڑے ہی شہزور ہیں۔ اُن سے سگریو نے ربط و ضبط قائم کیا ہے۔ اُن کو برہمانڈ ہلانے کی طاقت ہے وہی اس وقت سگریو کی پشت و پناہ ہوئے ہیں۔ اس لیئے میری درخواست ہے کہ آپ غصے کو تھوک کر گذشتہ مخالفتوں کو بھول جایئں آپ نے سگریو کو مارا پیٹا۔ اس نے اُف تک کی ایسا بے زبان بھائی قسمت سے ملتا ہے۔ آپ میل کر لیجئے۔ اور نفاق کو بھاڑ میں جھونکیئے۔ مجھ سے بڑھ کر آپ کا خیرخواہ دنیا میں کوئی نہیں ہو سکتا۔ آپ کے فائدے کے ساتھ میرا فائدہ ہے۔ آپ کا نقصان بھی دیکھی ہوں تو میری زندگی فضول۔ اس لئے میں جو کچھ کہوں گی۔ اپنے آرام کی خاطر میں آپ کی بہتری کی بات ہی کہوں گی۔ سمجھ لیجئے کہ سگریو سے مقابلہ نہیں۔ بلکہ سری رامچندر جی سے سامنا ہے۔ جن کا ایک تیر پیغام اجل سے کم نہیں۔

تارا نے اسی طرح بہت کچھ سمجھایا مگر راجہ بالی کے سر پر موت سوار تھی۔ وہ کب کسی کی سُنتا تھا۔ اس نے تارا کی بات اس کان سُنی اور اس کان اڑا دی۔

سرگ ۱۶

بالی پر سری رامچندر جی کی تیر اندازی

بالی تارا سے بولا کہ سگریو دروازے پر گرجے اور میں چپ رہوں یہ ممکن ہے۔ جو ایسا بھائی ہو اس سے دشمن ہزار درجہ اچھا۔ رامچندر کو دھرماتما بتلاتی ہو تو وہ بے قصور پر بان نہیں چلا سکتے۔ بیشک تم سچی محبت سے مجھے سمجھاتی ہو لیکن یاد رکھو کہ مجھے بھی جوش خون ہے۔ سگریو کیسی ہی دشمنی کیوں نہ کرے۔ میں اُسے جان سے نہ ماروں گا۔ صرف یہ دکھا دوں گا کہ اس کے ہاتھ پاؤں کا غرور

بیچا ہے۔ پیاری مجھے اب جانے دو۔ تمہیں انگد اور میری قسم کہ اب چلتے وقت نہ روکو۔ یہ کہہ کر بالی ہاتھ چھڑانے لگا۔ مگر تارا چپٹ گئی اور رو رو کر کہنے لگی کہ آپ میری عرض معروض نہیں سنتے۔ جب تک آپ واپس نہ آئینگے میرا دل آپ کے پاس رہیگا۔ راجہ بالی نے سب کی طرف سے دل ہٹا لیا۔ اور چالیس مارتا تال دیتا اور خم ٹھونکتا ہوا گھر سے نکل آیا۔ اور آتے ہی للکارا کہ او بیوقوف! کیا زعم ہے سو دفعہ طرح دی مگر پھر بھی غیرت نہیں آتی۔ کسی وقت دل میں آئیگا تو کھوپری پلپلی کردونگا۔

سگریو نے اس کا جواب گھونسے سے دیا۔ جس پر بالی بگڑ گیا۔ اور اس زور سے گھونسے رسید کئے کہ ہڈی ہڈی چور چور ہو گئی۔ اب تو سگریو کے حواس بھی جاتے رہے۔ رامچندر جی کی طرف اشارہ کیا کہ تیر مارو۔ مگر انہوں نے آنکھوں ہی آنکھوں میں جواب دیا۔ کہ ذرا دیر صبر کرو۔

تھوڑی دیر تک اور گدم گدا ہوتا رہا۔ بالی نے سگریو کا کچومر نکال دیا۔ قریب تھا کہ سگریو بھاگ کھڑا ہو۔ کہ دھنش کی ٹنکار سے چرند و پرند نک دم بھاگ کھڑے ہوئے۔ اور راجہ بالی ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ اتنے میں ہی ایک تیر بالی کے سینے پر بیٹھا۔ وہ تو چت زمین پہ پڑا مگر اس وقت رامچندر جی کے چہرے کے جلال پہ آفتاب کو بھی نظر جانے کی طاقت نہ تھی۔

سرگ ۱۷

بالی کی سری رامچندر جی سے شکایت و فریاد سنئے

بالی تیر کھا کر زمین پر گر پڑا۔ اندر کے دیئے ہوئے کنچن مالا سے اس کے جلال اور تیوروں میں کچھ بھی فرق نہ ہوا۔ بالی دل میں جانتا تھا۔ کہ آج تاراش ہو گئی۔ سری رامچندر بھی اس کے دل کی کیفیت سے واقف تھے فوراً ہی سرہانے آکر کھڑے ہو گئے۔ بالی نے دونوں بھائیوں کی صورت دیکھی۔ تو آنکھیں لال پیلی کر لیں اور بولا کہ حضرت سلامت۔ آپ اچھے دھرماتما ہیں۔ جس کا منہ سامنے نہ ہو۔ جو دوسرے سے جنگ آزما ہو اس کو دھوکے سے مارنے کی اجازت کس شاستر میں ہے۔ افسوس آپ نے اکشواک بنس کی ناموری میں دھبہ لگا دیا۔ آپ کو دھرماتما سمجھنا محض بیوقوفی ہے۔ میری رانی تارا نے مجھے بہت سمجھایا لیکن میں نہ جانتا تھا کہ آپ ایسا ادھرم کرینگے۔ بہادری کے معنے یہ تھے۔ کہ سامنے آکر دکھاتے۔ میرے دل کی بھی ہوس نکل جاتی کہ رامچندر جی سے مقابلہ ہوا تھا۔ آمنے سامنے کی لڑائی میں ذرا آپ کو بھی دانتوں پسینہ آتا۔ آپ سمجھ سکتے ہیں کہ بالی کون چیز ہے۔ میں بن میں پھل کھاتا ہوں۔ مجھے جنگلی کہہ سکتے ہو۔ مگر آپ تو شہر کا اناج کھائے ہوئے ہیں آپ کی عقل ماری گئی۔ تو فرمایئے میں غلطی پر ہوں یا آپ سگریو میرا چھوٹا بھائی ہے۔ میں نے اس کو سزا دی تو آپ کا کیا بگاڑا۔ اور آپ نے اس کا کیا فائدہ کیا۔ موت ایک دن مجھے رخصت کر دیتی۔ اس وقت سگریو کے سوا اور کون تاج و تخت کا مالک ہوتا۔ شاستر میں لکھا ہے۔ کہ جو شخص

راج کی خواہش میں کسی راجہ کو ہلاک کرے تو اُس کو برہم ہتیا کے پاپ سے نجات نہیں۔ گورو کی استری سے بد عنوانی کرنے والے اور بے قصور مارنے والے کو نرک کے سوا اور کہیں جگہ نہیں مل سکتی۔ ہم بھائی بھائی لڑتے تھے آپ نے کیوں بان مار دیا۔ مجھے اپنی جان کا تو غم نہیں سچ ہے تو یہ ہائے دسرتھ کا راج غارت ہو گیا جس وقت آپ راج کریں گے دنیا پر انتہا سے زیادہ ظلم ہوں گے۔ افسوس سروپ تو سنیاسیوں کا اور کام کے ایسے مہمل دنیا میں تین قسم کے آدمی ہوتے ہیں ایک دوست ایک دشمن ایک مصلح میری طبیعت اصلاح پسند تھی۔ آہ! آپ نے بے سبب مجھے مار کر میرا خون ناحق اپنے سر پر لیا۔ مجھے اگر علم ہوتا کہ آپ تیر و کمان لئے ہوئے میری گھات میں ہیں تو وہ چوٹیں خلیق کہ آپ بھی یاد کرتے۔ لیکن افسوس کہ میں غفلت میں اُسی طرح مارا گیا جس طرح کسی سوتے ہوئے کو سانپ کاٹ کھاتا ہے۔

آپ کو ناز ہے کہ میں اِس کے عوض میں سگریو سے جانکی جی کی تلاش میں مدد حاصل کروں گا۔ مگر یاد رکھئے کہ راون کے سامنے سگریو کی حقیقت ہی کیا ہے۔ آپ مجھ سے درخواست کرتے تو راون کی گردن میں پھانسی ڈال کر مشکیں کسے ہوئے آپ کے سامنے حاضر کر دیتا اور سیتا جی لنکا سمیت نہیں آپ کی آنکھوں کے سامنے ہوتیں۔

مرنا تو ایکدن سب کو ہے۔ میں آج جاتا ہوں۔ ایک دن سگریو مریگا۔ اور کسی دن آپ بھی چلا چھوڑیں گے۔ اِس کا غم فضول۔ لیکن یاد رہے کہ آپ کو زندگی بھر اِس سوال کا جواب دینا ہوگا۔ کہ کس خطا پر بالی کی جان لی۔

سرگ ۱۸

سری رامچندر جی اور راجہ بالی کی گفتگو۔ راجہ بالی کو غلطیوں کا اعتراف

بالی کی تقریر میں زہر بھرا ہوا تھا۔ لیکن جو لفظ اُس کی زبان سے نکلا وہ شاستر کے خلاف نہ تھا۔ اور حالانکہ تیر کا زخم کاری تھا پھر بھی اُس کے چہرے کی رونق تو وہی تھی۔ سری رامچندر جی نے فرمایا کہ تم اگر ادھرم کا منا کھوگ کے اصول سے واقف ہوتے تو اِس طرح زبان درازی نہ کرتے۔ شاستر پڑھ جاؤ جس نے گورو کو دغا دیا اُس کی نجات نہیں۔ گورو وہی ہے۔ جو ٹھیک راہ دکھائے اور اچھی نصیحت کرے۔ تم تخت اجودھیا کے ماتحت ہو یہ کہنا فضول کہ یہ حصہ سلطنت تمہارا ہے۔ میں اکشواک بنسی میں پیدا ہوا ہوں۔ شاستر کی ہدایت سے ہر فرد ان کو سزا دونگا جو خطاوار ہیں۔ مانا کہ بھرت اورنگ نشین ہیں۔ اُن کا کوئی حکم میرے پاس نہیں۔ لیکن مجھ کو جنگل میں بدکرداروں کی سرکوبی کا اختیار حاصل ہے۔ اور ہم لوگ بن میں اسی غرض سے آئے ہیں۔ کہ گمراہوں کو راہ راست پر لگائیں ایسے میں نے چشم فانی کی اب دینفس تو خواہش شاستر کے لحاظ سے سوچو (ماں باپ) تین قسم کے ہوتے ہیں ایک

حقیقی بڑا بھائی اور ایک استاد علم یعنی ودیا گورو۔ اسی طرح چھوٹے بھائی اور چیلے کا رتبہ بھی بیٹے کے برابر ہوتا ہے۔ دنیا میں جو پیدا ہوا ہے اس کو بزرگوں کا ادب اور چھوٹوں کی خاطر داشت کا لحاظ چاہیئے دھرم ادھرم کی رمز بتلانے کے لئے ہی انسانی چولا قبول کرنا پڑتا ہے۔ یعنی دھرم کی تعلیم اور درستی اخلاق وغیرہ کے لئے دنیا میں آیا ہوں۔ تم باتر ہو۔ تمہاری طبیعت میں تیزی رہتی ہے۔ اور خواہشات نفسانی کا بھوت بھی سوار رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تم نے اپنی چھوٹی بھاوج کے ساتھ ادھرم کیا۔ چھوٹا بھائی جب بیٹے کے برابر ہوا۔ تو چھوٹی بھاوج بھی بیٹی کے برابر ہوئی۔ اس کا جواب تمہارے پاس یہی ہے کہ سگریو نے بھی تخت نشینی کے زمانے میں بیوی کو گھر میں ڈال لیا تھا۔ تو ذرا سمجھو سگریو کو تمہاری زندگی سے مایوسی ہو گئی تھی۔ تم بانر قوم میں پیدا ہوئے تھے۔ اس لئے تمہاری قوم میں بڑے بھائی کے مرنے کے بعد بڑی بھاوج کے بطن سے اولاد پیدا کرنے کی خواہش میں سگریو نے جو کچھ کارروائی کی وہ اصولاً خلاف نہ تھی۔ کیونکہ سگریو نے پاپ نہیں کیا اور تم گناہگار کے گناہگار رہے۔ جو شخص اس قسم کا گناہ کرے وہ اصولاً گردن زدنی ہے۔ سگریو نے تمہاری زندگی کی مایوسی کی حالت میں تمہاری استری کی رضامندی سے ہم آغوشی اختیار کی تھی تم نے دیدہ دانستہ اور زبردستی سگریو کی عورت کے دامن عصمت پر دھبہ لگایا۔ نادانستگی کا فعل اور ہوتا ہے اور دیدہ دانستہ دخل اور علاوہ بریں تم سن چکے ہو۔ کہ ہم سے اور سگریو سے رابطۂ اتحاد ہو گیا ہے تو پھر اس قدر بے پرواہ کیوں رہے۔ تمہاری خود ہی خطا ہے کہ موت کے منہ میں گھس آئے۔ یجر وید کا حکم ہے کہ جب کسی دوست کی بہتری کا کام بن سکے تو بیں ہیچ فضول جس طرح ہو سکے دوست کے ساتھ رفاقت کرے۔ جہاں بغلیں جھانکیں۔ برمھ ہتیا کا پاپ سر پہ سوار ہو گیا تمہاری خطائیں قابل معافی نہ تھیں۔ اس لئے میں نے سزا دی اور یہ سزا تمہارے لئے باعث نجات ہوئی چنانچہ منوجی کا مفہوم سمجھ لو۔ وہ فرماتے ہیں کہ پاپی اس وقت سیدھا سرگ کو جاتا ہے جب راجہ کے ہاتھ سے اس کو سزا مل جاتی ہے۔

ہمارے بزرگوں میں راجہ مان دھاتا گزرے ہیں ان کے عہد میں سمرون نامی ادھرمی سے دھرم کی جان پر بنی تھی۔ راجہ نے فوراً اسے تہ تیغ کر کے ہم لوگوں کے لئے دھرم پھیلانے ادھرم مٹانے کے لئے شاہراہ کھول دی اور پاپیوں کو سرگ کا راستہ دکھایا۔ جس کو تم دھرم خیال کرتے ہو وہ ادھرم ہے۔ تمہارا خیال ہے کہ ہم نے دغا کی لیکن ذرا عقل سے کام تو دیکھو۔ کہ ہرن کو راجہ لوگ کیونکر شکار کرتے ہیں جس وقت ہرن غافل پھرے اور خوابیدہ ہوتا ہے۔ اسی وقت شکاری آڑ سے نشانہ بازی کرتے ہیں سامنے جا کر با خبر دار کر کے تیر اندازی کریں۔ تو شکار ہاتھ ہی کاہے کو لگے۔ حیوان تو حیوان انسان کے معاملے میں بھی ایسی حکمت عملی پر کاربند ہونا دھرم کے خلاف نہیں۔ اس لئے تم اپنی غفلت۔ غرور اور افعال پر نادم ہو اور خوشی مناؤ کہ سرگ ملنے کی تیاریاں ہو گئیں۔

بالی کے دل پر ان باتوں کا بڑا بھاری اثر ہوا۔ وہ بولا کہ یہ مشیور گواہ ہے۔ مجھے اپنے مرنے یا خاندان اور راج پاٹ چھوٹنے کا مطلق رنج نہیں خیال ہے تو صرف انگد کا اور اس کے ساتھ ہی سگریو کا بیٹا تو بیٹا میں سگریو کو بھی بیٹے کی طرح پالا ہے۔ اس لئے میں دونو کو آپ کے سپرد کرتا ہوں۔ سگریو بیوقوف ہے اس میں عقل ہوتی تو میری جان کا گاہک نہ ہوتا۔ مگر خیر چھوٹا بھائی ہے اس لئے کچھ غم نہیں لیکن اتنی احتیاط رکھیئےگا کہ میری عداوت سے سگریو رانی تارا سے دل کا بخار نہ نکالنے پائے۔ تارا آپ کو پہچان گئی تھی۔ اس نے مجھے بہت منع کیا کہ لڑنے کو نہ جاؤ۔ سری رامچندرجی سگریو کی مدد پر ہیں لیکن میں نے ایک نہ مانی۔ ایکدن مرنا تھا ہی آپ کا تیر کھا کر بہادری کا نام زندہ چھوڑ رہا ہوں کیونکہ سگریو سے آپ سے دو دو ہاتھ نہ ہوئے اور میں اس وقت مارا گیا۔ جب ایک حریف سے کشتی کے داؤ پیچ ہو رہے تھے اس میں میری کچھ بھی ہیٹی نہیں ہوئی۔ دنیا میں ضرور بالی کا نام زندہ رہیگا۔

سری رامچندرجی نے ہمت کی تعریف کی۔ استقلال کو سراہا۔ اور کہا کہ اب تم پر کوئی پاپ باقی نہیں رہا۔ اطمینان رکھو۔ انگد سگریو تارا کو برائے نام تکلیف نہ ہو پائیگی۔ میں ذمہ دار ہوں فرق ہو تو کیا مجال۔ بالی کی اسی وقت آنکھیں کھل گئیں۔ ہاتھ جوڑ کر بولا کہ مہاراج واقعی سگریو کی استری کے ساتھ ادھرم کرنے کا پھل مل گیا۔ آپ خطا معاف کیجئے۔ جب دولت یا طاقت کا نشہ ہوتا ہے اس وقت انسان کو کچھ نہیں سوجھتا۔ بھنگ ہے کچھ معلوم نہیں ہوتا۔ لیکن جب موجیں خبر لیتی ہیں۔ تب قدر عافیت معلوم ہو جاتی ہے۔ چنانچہ میں نے بھی اپنے زعم میں جو کچھ کیا آج اس کا خمیازہ کھینچا۔

سرگ ۱۹

تارا زوجہ بالی کی گریہ زاری

بالی یہ کہتا ہی تھا۔ کہ دفعتہً آنکھوں کی پتلیاں پھر گئیں۔ اور آن واحد میں دم نکل گیا۔ بانر سری رامچندر کو بان چڑھاتے ہوئے دیکھ کر جان لئے ہوئے بھاگے۔ اور تارا سے ساری کیفیت بیان کی۔ تارا بولی افسوس ہے کہ تم ایسے بہادر اور پھر ایسے ڈرپوک بانروں نے عرض کی کہ جی ہے تو جہان ہے۔ جب راجہ بالی نہیں رہے تو ہماری تمہاری زندگی کا سہارا اب کیا ہے۔ ہم لوگ اس غرض سے حاضر ہوئے ہیں کہ جبراج (ولیعہد) انگد کی حفاظت کریں اس لئے درخواست ہے کہ یہاں سے جلدی بھاگ چلئے ایسا نہ ہو کہ آپ کیا ان پر بھی کوئی آفت نہ آجائے۔ آپ جانتے ہیں کہ سگریو کے یہاں کتنے مرد بہادر ہیں ممکن ہے کہ وہ لوگ راجہ بالی کی رانیوں پر دست درازی کریں۔ اس سے بہتر ہے کہ یہ راج انگد کو دیکر کہیں کھسک چلو۔ کہ دشمن کی کچھ پیش نہ جائے۔

تارا:۔ جب خاوند ہی نہ رہا۔ تو راج پاٹ سے کیا کام۔ میرا راج پاٹ تو اجڑ گیا ایسی حالت میں زندگی

فضول۔ میں تو اپنے شوہر کے قدم پکڑ کر اس کے ساتھ پرلوک کو جاؤنگی۔ جو رہیگا وہ قسمت کے حوالے ہیں۔ ہائے میرا خاوند کیسا زبردست تھا۔ راون ایسے نام سے دہلتے تھے۔ اس کو بے ایمانی سے رامچندر نے مارا ایسا ادھرم اور کس نے کیا ہے۔ مانا کہ رامچندر ایشور ہیں لیکن ایشور بھی ناروا بات کرے تو وہ کہنے والوں کی زبان نہیں پکڑ سکتا۔ یہ کہہ کر وہ روتی پیٹتی بالی کے قدموں پر گر پڑی۔ اور ایسا سر دھنا کہ غش آگیا۔ اس وقت تارا کی حالت ایسی دردناک تھی۔ کہ سگریو کی آنکھوں سے بھی آنسو نکل پڑے اور افسوس ہوا کہ ناحق کو ایسے بہادر بھائی کا خون سر پر لیا۔

سرگ ۲۰

تارا کا اظہار غم

تارا پچھاڑیں کھا کھا کر بالی سے چمٹ گئی۔ اور رو رو کر بولی۔ کہ ہائے اتنے زبردست شہزور بہادر کو زمین پر پڑے ہوئے دیکھا نہیں جاتا۔ پران ناتھ آپ تو سرگ کو جاتے ہیں میرے واسطے کیا انتظام کیا اس عورت کا مرنا بہتر جس پر آج میری طرح مصیبت کا پہاڑ ٹوٹا ہو۔ میرے منع کرتے کرتے آپ نے چھوٹے بھائی کے ساتھ عیش کیئے۔ میں نے لاکھ روکا لیکن آپ سگریو کے ساتھ بھڑ ہی پڑے۔ اس کا نتیجہ نظر کے سامنے ہے۔ آپ تو خوش ہیں کہ سرگ میں جگہ ملی۔ میرا تو زمین آسمان میں کہیں ٹھکانا نہیں رہا۔ رامچندر جی دھرماتما بنتے ہیں مگر گستاخی معاف۔ ان کو شرم نہیں آتی۔ سگریو کی عقل تو ظاہر ہی ہے کہ دو روزہ زندگی اور چار دن کی چاندنی کے لئے ایسے بھائی کی جان کا گاہک بن بیٹھا۔ جس کے نام سے زمین بھی تھر تھر کانپتی تھی۔ مجھے نہ اپنی زندگی کی خوشی ہے نہ موت کا غم اسی وقت ساتھ ہی جل جاؤنگی۔ لیکن خیال ہے تو فقط انگد کا۔ اس پر نہ جانے کیا گزرے۔ سگریو میرے دیور ضرور ہیں لیکن اب ان سے مجھے امید کیا۔ شوق سے راج کریں۔ ان کا دشمن اب کوئی نہیں۔ رامچندر ایسے دوست کی موجودگی میں ان کو کسی کا کیا خوف جی چاہے تو انگد کو کلیجے سے لگائیں۔ اب بھی دشمنی ہو تو جو جی چاہے کریں۔ مجھے اب دنیا کے جھنجھوٹوں سے کیا مطلب۔ میں اپنے اسی شوہر کے چتے پر راکھ ہوئی جاتی ہوں۔ خس کم جہاں پاک ؂

سری رامچندر جی کے دل پر اس گریہ زاری نے بہت کچھ اثر کیا۔ انگد کے چہرے پر بھی مردنی چھائی تھی۔ سگریو بھی افسوس ہو رہا تھا اس لئے انہوں نے سوچا کہ سب کی آتش بیقراری پر پانی ڈالنا لازم ہے۔ چنانچہ ہنومان جی نے فرمایا کہ فہمائش کریں۔ یادداشت پدم پران کے حوالے سے بالی کی پیدائش اندر کے انگ الش اور سوتھچن کے پندرہ الش سے تھی۔ اندر کا باپ گوتم کی استری سے تھا۔ اور سوتھچن بھگوان کے پارک تھے۔ جس وقت سوتھچن سری رامچندر جی کے درشنوں کو گئے۔ نارد جی نے سراپ دیدیا

جس کے اثر سے اِس کو بندر کے زمین پر آنا پڑا۔ اور یہاں بالی اِسی وجہ سے سگریو کی اِستری سے مرتکب گناہ ہوئے۔ اندر کا ایک انس تو سری رامچندر جی کے تیر سے زائل ہو گیا تھا۔ اِس لئے بالی کے جسم میں جان نہ معلوم ہوتی تھی۔ لیکن سورج کے بندرہ انس کی طاقت کے سبب سے اُس کی زندگی کا خاتمہ نہ ہوا تھا۔

سرگ ۲۱

ہنومان جی کی تارا کو فہمائش اور اُس کا جواب

ہنومان جی تارا کے پاس گئے اور بولے کہ تم پڑھی لکھی ہو۔ عقلمند ہو تمہیں معلوم ہے کہ نیکی بدی اور پاپ پُن سب اِس جسم سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور اِنہیں کا پھل انسان کو مِلا کرتا ہے۔ جس معاملے میں انسان کا کچھ اختیار نہ ہو اُس کی فکر بھی فضول۔ زندگی حباب کی مانند ہے۔ اُس کو قیام نہیں جس وقت جسم سے ہوا نکل گئی۔ کچھ بھی نہ تھا۔ تم کو بیوگی کا رنج ہے۔ مگر جس کے سامنے بیٹا کھیلتا ہو۔ وہ عورت بیوہ نہیں کہلاتی۔ تمہارا ماتم اب فضول ہے تمہارے خون کے آنسوؤں سے راجہ بالی زندہ نہیں ہوئے جاتے۔ اب تمہارا فرض ہے۔ کہ انگد کو شرادھ کرم کی ہدایت کر کے راجہ بالی کی مٹی سوارتھ کرو۔ اور پھر راج تلک کرو۔

تارا کا جواب یہ تھا کہ میرا راج پاٹ تو شوہر کے ساتھ گیا۔ انگد ایسے ہزار بیٹے ہوں تو کیا ہوتا ہے۔ مجھے شوہر کا معاوضہ کیسے مِل سکتا ہے۔ اب رہا راج کا معاملہ اِس کا انگد مستحق نہیں۔ تخت حکومت کا استحقاق سگریو کو ہے۔ چچا کے ہوتے بھتیجے کو صرف ولیعہدی کا حق حاصل ہے۔ یہی میں تو میری فکر فضول ہے۔ شوہر کے قدم ہوں گے اور چتے کی آگ ؂

سرگ ۲۲

بالی کی درستی حواس مختلف تقریریں

اِدھر باتیں ہو رہی تھیں۔ کہ یکایک بالی کی نبض چلنے لگی۔ سانس ٹھیک ہوئی۔ آنکھیں کھلیں تو سگریو سامنے نظر آئے زبان سے فوراً نکلا۔ کہ معاف کرنا جو کچھ ہُوا تقدیر سے ہُوا ہے۔ پہلے میں نے عیش کیا اب تم جشن کرو میں تو تم سب سے رخصت ہوتا ہوں۔ میری بہادری میں اِس وقت تک فرق نہ آیا۔ اگر غفلت میں تیر کا نشانہ نہ ہو جاتا تو اندر بھی ہوتے تو مزہ چکھا دیتا۔ خیر جو ہُوا۔ اُس کا رنج اب فضول ہے۔ انگد کو سنبھالو۔ کلیجے کا ٹکڑا پچھاڑیں کھاتے ہوئے دیکھا نہیں جاتا۔ اِس کی عمر کچھ نہیں۔ اِس کو اپنا ولیعہد اور اپنا ہی لختِ جگر سمجھنا۔ انگد ابھی بچہ ہے لیکن وہ وہ کام کریگا۔ دنیا حیرت میں ہو جائیگی۔ لائق

تارا تمہاری بڑی بھاوج ہیں۔ اُن کو میرے بعد کسی قسم کی تکلیف نہ ہونے پائے۔ یہی نہیں بلکہ یاد رکھنا۔ کہ جس سے جو اقرار کیا ہے۔ اُسے پورا کرنا۔ تم نے رامچندر جی سے جو عہد و پیمان کیا ہے۔ اس میں بال بھر فرق نہ ہو ورنہ یاد رکھنا کہ تمہاری بھی خیریت نہیں۔ لو یہ وہی کنچن مالا ہے جو مجھے اندر نے دیا تھا۔ یہ کہہ کر بالی نے سگریو کے گلے میں کنچن مالا ڈال دی اور انگد کو چھاتی سے لگا کر کہا کہ میں اب رخصت ہوں۔ تمہارا فرض ہے کہ میرے بھائی سگریو کی نظر میں چلو۔ تم کو جو خواہش ہو اپنے چچا سے کہنا وہ کبھی تمہاری بات نہ ٹالیں گے مگر یاد رہے کہ کبھی سگریو کی مرضی کے خلاف کوئی کام نہ کرنا۔ اور جو اُن کی مرضی کے مخالف ہو اُس سے بالکل ہی الگ تھلگ رہنا۔ تمہیں ہر حال میں سگریو کی خوشنودی مد نظر رکھنا چاہیئے۔ دنیا کچھ کہے لیکن تمہارا فرض یہی ہے کہ سگریو کی رفاقت کرو۔ یاد رکھو کہ راجوں کی نزدیکی بھی بری۔ اور دوری بھی ضرر رساں اس لئے تمہیں سمجھاتا ہوں کہ نہ ہر وقت سر پر سوار ہو ہر لحظ آنکھوں سے اوٹ رہنا۔ سگریو میرے بھائی ہیں اُن کا میری طرح ادب نہ ہوگا تو میری روح پر چوٹ لگیگی۔ دیکھو ایک مثال سنو۔

آگ عورت اور گورو دور رہیں تو محبت نہیں ہوتی۔ وسط میں رہیں تو فائدہ ہی فائدہ رہتا ہے اسی لئے تم کو بھی چاہیئے کہ سگریو کی نہ زیادہ قربت اختیار کرو نہ زیادہ داری بلکہ اسی طرح ملتے رہو کہ زندگی کا لطف اور سلطنت آرائی کا مزہ آئے یہ کہتے کہتے راجہ بالی کی زبان بند ہو گئی۔ تارا سگریو انگد اور بانروں کی گریہ زاری سے پنپا پور میں ماتم کی گھٹا چھا گئی۔ تارا جھپٹ کر بالی کے جسم سے لپٹ گئی۔ بال نوچے سینہ کوٹا اور پچھاڑ کھا کر چت زمین پر گر پڑی۔

سرگ ۲۳

تارا کی اشک افشانی اور آہ و بکا

تارا نے بالی کا سر زانو پر رکھ لیا۔ اور چہرے کی طرف دیکھ دیکھ کر آنسو بہاتی ہوئی بولی۔ کہ ہائے میں آپکو سمجھاتی رہی مگر آپ نے کان نہ دیئے۔ افسوس کہ مجھ سے زیادہ زمین کو عزیز سمجھ بیٹھے ہیں۔ کہ میری طرف نظر بھی نہیں اور اُس کو چھوڑنے پر جی نہیں چاہتا۔ دنیا جہان کے ریچھ بانر آپ کے زیر حکم تھے۔ بھلا ہو سگریو کا جس نے ایسے سشودیر کی جان لے لی۔ انگد سر ٹپک رہا ہے۔ میرے پوتے سو رہے ہیں۔ مگر ذرا ترس نہیں۔ یا تو چہرے پر میل دیکھا نہ جاتا تھا۔ یا اب یہ بے مروتی۔ یہ سہاج آپ دیتا ہیں۔ گستاخی معاف۔ ساری کرتوت آپ ہی کی ہے۔ دنیا کے جیتنے والے بہادر کی اسفری بیوہ کیسے شرم کی بات ہے۔ ہائے میرا سب راج پاٹ جاتا رہا۔ زندگی مٹی ہو گئی۔ جب خاوند ہی نہیں تو جینے کا کیا لطف۔ کاش میں مرجاتی اور میرے پران نا تھ سلامت رہتے۔ ہوا میں کہاں کہاں تیروں میں ڈوبے پڑے ہو۔ آنکھ ہی کھول دو تو میں سمجھ جاؤں کہ آپ کو ہمت ہے۔ اسی طرح رو رو کے بیٹھے بیٹھے تارا تھوڑی دیر تک بے چین رہی۔ پھر سگریو کی طرف نظر اٹھا کر۔ تو زبان سے

یہ الفاظ نکلے۔ سگریو اب تو تمہارے کلیجے میں ٹھنڈک پڑی۔ تمہارا دشمن دنیا سے سدھار گیا۔ مزے سے راج کا آنند لوٹو۔ (انگد سے مخاطب ہو کر) بیٹا کھڑے کھڑے کیوں رو رہے ہو۔ آج سے تمہیں باپ کا دیدار نصیب نہ ہوگا۔ آخر وقت قدم تو چھو لو۔ یہ سنتے ہی انگد بیتاب ہو کر قدموں پر گر پڑا اور زار و قطار رونے لگا۔ تارا بولی۔ آہ! آج اتنا خون سفید کہ انگد کو بھی کلیجے سے نہیں لگایا جاتا۔ آج کیا ہے جو آشیرباد نہیں دیتے۔ ایک نظر تو کلیجے کے ٹکڑے کو دیکھ لو۔ اور نہ سہی۔ تو آنسو ہی پونچھ دو۔

تارا کی گریہ زاری نہایت دردناک تھی۔ پتھر سے پتھر دل موم ہو رہا تھا۔ اور تو اور راجہ سگریو بھی پیٹ سے زمین پر گر پڑا۔ اور آنکھوں کی پتلیاں نکلے اوپر ہونے لگیں۔

سرگ ۲۴

سگریو اور تارا کا اظہارِ غم۔ سری رامچندر جی کی تارا کو فہمائش

سگریو کو تھوڑی دیر کے بعد ہوش آیا۔ تارا کی صورت دیکھی تو دیکھی نہ گئی۔ اٹھ کے سری رامچندر جی کے پاس گئے اور بولے مہاراج آپ نے وعدہ تو پورا کر دیا۔ مگر میں راج پاٹ سے دست بردار ہوں ایسی ہتیا کر کے سر پر تاج رکھنا موت سے بدتر سمجھتا ہوں۔ دنیا بھی کہیگی کہ کمبخت سگریو نے راج کے لالچ سے بالی ایسے شہزور اور نامور بھائی کو دھوکے میں مروا ڈالا۔ تارا کی گریہ زاری دیکھی نہیں جاتی۔ انگد کو دیکھتا ہوں تو کلیجہ تڑپ جاتا ہے۔ افسوس میں نے بڑی نادانی کی۔ بالی بڑے بھائی تھے۔ اُن میں سب کچھ طاقت تھی۔ وہ جب چاہتے مجھے مسل کے رکھ دیتے۔ آپ کے سامنے ہی دل پر رکھتے تو میرا پتہ نہ لگتا۔ مگر اُن کو بزرگی کا خیال اور عداوت میں بھی جوشِ خون کا پاس تھا۔ اینٹھتے تھے گوشمالی کرتے تھے مگر کبھی یہ خواہش نہ ہوئی کہ جان لے لیں۔ اتنی عداوت پر بھی اُن کو میری زندگی منظور تھی۔ لیکن مجھے تف ہے کہ میں نے اُن کی جان لے کر خاندان کو تباہ و برباد کر دیا۔ جو لوگ جیتے ہیں اُن کو مردہ سے بدتر سمجھئے۔ اب راج پاٹ سب کی وہی حالت ہوئی جو یتیم یا بیوہ کی ہو جاتی ہے۔ مجھ پر ہتیا کا پاپ سوار ہو گیا۔ ایسے پاپی کے ساتھ آپ کو بھی رہنا لازم نہیں اس لئے مجھے اجازت دیجئے کہ چتا بنا کر جل مروں۔ اور اسطرح اپنے عذاب کو آگ سے سوا نہ کر دوں۔

سری رامچندر جی سگریو کی حسرت خیز تقریر سنکر بالی کے سرہانے پہنچے۔ بانروں سے کہا۔ تارا کو سنبھالو۔ جان دینے سے فائدہ۔

تارا ذرا دیر کے بعد ہوش میں آئی۔ تو سری رامچندر جی سامنے کھڑے ہوئے نظر آئے۔ اس وقت سری رامچندر جی کے جمال مبارک میں عجیب ہی تاثیر تھی۔ کبھی تو تارا کو رات کے وقت سورج نکلنے کا گمان ہوتا تھا۔ کبھی سمجھتی تھی کہ اندر آ گئے۔ ستوگن رجوگن سب قسم کے روپ نظر آئے تو بولی کہ آپ ایسے مہرِ ماتما الشیور کے سروپ اور ہمہ صفت موصوف ہیں۔ میں آپ سے ہاتھ جوڑ کر کہتی ہوں۔ کہ

جس تیر سے بالی کو نشانۂ اجل بنایا ہے۔ اسی بان سے میرے کلیجے کو چھید کر میرا ادھار دیجئے۔ بالی کو سرگ میں میرے بغیر ایک دم چین نہ ہوگا۔ وہاں لاکھ اپسرائیں بھی ہونگی تو بھی طرح اُن کو بے چینی رہے گی۔ جس طرح جانکی جی کے بغیر آپ کو۔ میں اس وقت بے سر کی لاش ہوں۔ لاش کو جلا دینا ہی لازم ہے۔ جس کے واسطے آپ کا ایک بان کافی ہوگا۔ اگر خیال ہو کہ عورت پہ کیونکر ہاتھ چلاؤں تو عذر بیکار ہے۔ تاڑکا کو کس نے مارا علاوہ بریں شاستر کے رُو سے عورت نیک و بد کاموں میں مرد کی حصہ دار ہوتی ہے۔ پس میں بھی اپنے خاوند کی آتما ہوں۔ جو جرم اُن پر آپ نے عائد کیا۔ اس کی حصہ دار میں بھی ہوں۔ ان سب باتوں کو بھی جانے دیجئے تو آپ نے میرے خاوند کو نہیں مارا مجھ کو جیتے جی مار ڈالا۔ دوسرے میں خود جان دینے کو ہاتھ باندھے بیٹھی ہوں۔ کسی نہ کسی طرح ضرور جان دونگی تو پھر آپ کو میری مصیبت کاٹنے میں کیوں تامل ہے۔ ذرا سے اشارے میں زندگی بھر کے رنج و غم سے بھی چھوٹ جاؤنگی۔ شوہر کے ساتھ بھی ہولوں گی اور آپ کا اُپکار بھی ہوگا۔ یہ کہہ کر تارا بجلی کی طرح تڑپ کر سری رامچندر کے قدموں پر گر پڑی۔ اور درخواست ہی تھی کہ ایک تیر ادھر بھی سری رامچندر جی نے سمجھانا شروع کیا فرمایا کہ تارا! عقلمند ہو ذرا سوچو۔ برہما نے رنج و عیش دونو بنائے ہیں۔ انہیں سوریر مردوں کی قسمت میں بیوگی کا داغ بھی لکھ دیا ہے۔ بالی کی زندگی اتنی ہی تھی۔ تمہیں یہ داغ بدا تھا۔ پس اس میں نہ مجھے الزام ہے۔ نہ سگریو پہ تہمت۔ مجھ کو ہی دیکھ لو۔ جانکی کے غم میں حیران پریشان پھر رہا ہوں۔

تارا بڑی دیر تک بلکتی رہی۔ آخر جب رامچندر جی نے گیان کی نظر سے سمجھایا تو ذرا طبیعت سنبھلی آنسو تھمے۔ ہچکی رُکی ۔

سرگ ۲۵

راجہ بالی کی کریا کرم

سری رامچندر جی نے فرمایا کہ اے تارا۔ اے سگریو۔ اے انگد۔ ایشور کو جو اچھا بُرا منظور تھا۔ وہ ہو گیا اس میں انسان کی عقل و فکر کا کچھ دخل نہیں۔ اب رونا دھونا بیکار ہے۔ بیکار ہی نہیں بلکہ زیادہ رونے سے مرنے کی روح کو سخت اذیت پہنچتی ہے۔ اس کو کسی طرح چین ہی نہیں ملتا۔ بالی گریہ زاری سے لوٹ نہ آئینگے اس سے بس مناسب یہی ہے۔ کہ مٹی سے داہ کرم کرو۔ شہزادہ کے کریوں میں جتنی زیادہ دیر ہوتی ہے۔ اتنی ہی مردے کو زیادہ تکلیف پہنچتی ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ ہر کام اور ہر چیز کے لئے قدرت کی طرف سے اوقات مقرر ہیں۔ درخت فصل پہ ہی پھلتے پھولتے ہیں۔ ساون میں گیہوں کا کھیت تیار ہو جانا ممکن نہیں۔ کال بڑا زبردست ہے۔ بے وقت کچھ نہیں ہو سکتا۔ ست جگ میں دھرم کا دور دورہ تھا۔ ترتیا میں تہائی کمی ہوئی۔ دواپر میں آدھا دھرم اور آدھا ادھرم رہیگا۔ کلجگ دنیا کا زمانہ ہے۔ اس میں دھرم کی کمر ٹوٹ جاتی ہے۔ ادھرم کا زور ہو جاتا ہے۔ الٹی گنگا بہنے لگتی ہے۔ کال کے بھالی

بیٹے کنبہ کچھ بھی نہیں۔ مگر رتبہ زبردست ہے۔ اسی سے شاستر اس کو ایشور کا درجہ دیتے ہیں۔ بالی کی موت کا رنج کرنا بالکل فضول ہے انہوں نے اگلے جنم میں ایسے ایسے تپ کئے تھے جن سے راج ملا۔ بردان پلئے۔ راون ایسے شہزوروں کی کور دبائی۔ جو کام کیا پورا ہوا۔ اب اسی تپسیا کی برکت سے انہوں نے سرگ میں جگہ پائی۔ سرگ میں آرام کرنے والے کو رونا سخت ممنوع ہے۔ اس لئے اے سگریو جاؤ کریا کرم کا انتظام کرو

یہ اشارہ ہوتے ہی سگریو نے چندن کی لکڑی کا انتظام کیا۔ بانروں نے راکھی دار ٹکٹی بنائی۔ بالی کو بمان پر لے کر سب بانر چتے پر لے گئے۔ سری لچھمن جی کی ہدایت کے موافق انگد نے آگ دی۔ بانروں نے تل انجلی کے فرائض ادا کئے۔ سری والمیک جی اس موقعہ پر تحریر فرماتے ہیں کہ بالی الیبا پرتاپی اور تجسوی تھا کہ جب لاش چتے پر رکھی گئی۔ اس کا جسم چاندی کی طرح چمکنے لگا۔ اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ اول تو وہ دھرماتما تھا۔ دوسرے اس کی موت ساکشات ایشور کے ہاتھ سے ہوئی تھی۔

سرگ ۲۶

سگریو کی راج گدی

بالی کی موت سے سگریو کا دل راج گدی سے اچاٹ ہوگیا۔ وہ واہ کرم کے بعد اشنان کئے ہوئے سری رامچندر کے پاس حاضر ہوا۔ اور دست بستہ عرض کی کہ مہاراج راج آپ کا ہے جسے چاہے دیجئے میں نے سلطنت سے ہاتھ دھوئے ہنومان جی وہیں موجود تھے۔ انہوں نے کہا کہ جب راج آپ کا ہے اور آپ سگریو کو دیں تو اس کو لینے میں کیا عذر۔ آپ جس کو جو چیز ہاتھ اٹھا کر دیجیگا اسے لینا پڑیگا۔

سری رامچندر جی :- میں تو شہر میں جا نہیں سکتا۔ ہنومان جی لکشمن جی کو ساتھ لے جائیں جنہوں نے سگریو کو راج دیا۔ اور انگد کو ولیعہد کیا۔

بہ حکم شنکر ساری پنچایت پمپا پور پہنچی۔ سب نر نقتوں کا جل آیا۔ راج تلک کا سامان تیار ہوا۔ رشی مہاتما بلائے گئے۔ زر و جواہر زیور و پوشاک بٹنے لگے۔ برہمنوں نے ہون کئے سگریو کو نہلایا گئو دان کرایا۔ پورب رخ سنگھاسن پر بٹھلایا اور رسم تاجپوشی ادا کی۔ وزیروں اور راج کنباؤں نے تلک کیا۔ انگد کو بھی بڑی دھوم دھام سے ولیعہدی کی گدی ملی۔ باجے بجنے لگے۔ جے کا رجے کار کے غل سے زمین و آسمان گونج گئے۔ بالی کا رنج خوشی سے مبدل ہو گیا۔ نغمہ عشرت نے عالم عشرت کو خواب و خیال کر دیا۔

سرگ ۲۷

سری رامچندر اور لچھمن جی کا پربرکھن پہاڑ پر قیام

سگریو کی راج گدی کے بعد برسات کا موسم شروع ہو گیا۔ پانی بوند کے خیال سے سری رامچندر جی نے جانکی جی کی تلاش ملتوی کر دی۔ اور خود پربرکھن پہاڑ پر قیام پذیر ہو گئے۔ یہ پہاڑ نہایت پرفضا تھا۔ کیسا ہی غمگین آدمی ہو ممکن نہیں کہ سبزہ زار کی بہار سے اس کی طبیعت گلزار نہ ہو جائے۔ مرغان خوش الحان کی نغمہ سرائی کنولوں کی دلربائی کچھ عجیب مزہ دیتی تھی۔ سری رامچندر جی خوش تھے۔ کہ بہت عمدہ قیامگاہ ہاتھ میں آئی۔ ادھر منداگنی ندی کی روانی ادھر چندن کے درختوں کی عطرافشانی سگریو سے بھی خیریت غربت میں علاج کربت لچھمن جی سے فرمایا کہ اس سے بہتر مقام اور کون تھا۔ بس یہیں رہیں۔ بڑی بڑی سلائیں موجود ہیں۔ جن پر رشی منی بھی برسات کی بہار دیکھیں گے۔ راجہ سگریو کی بھی جب طبیعت اپرانگی ضرور آئیں گے۔ دل بہلا رہے گا۔ غم غلط ہونے کے لئے سب قدرت نے سامان موجود کر رکھے ہیں۔ مگر افسوس کہ یہ کمبخت چاند جب نکلتا ہے تو دل کو چین لینے نہیں دیتا۔ لاکھ طبیعت بہلاؤ لیکن جانکی جی کی یاد جی کا جنجال ہو جاتی ہے۔ آہ! کیونکر صدمہ جدائی برداشت کروں۔ کلیجہ کسی طرح پتھر کا نہیں ہوتا۔

سری لکشمن جی ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہو گئے۔ اور عرض کی کہ ایشور ہونے پر بھی آپ کو دنیاوی لوگوں کی طرح رنج و فکر۔ تعجب ہے گستاخی معاف۔ آپ کو ذرا تحمل سے کام لینا چاہئیے۔ جس نے عنان صبر و شکیب ہاتھ سے دی اس کا کوئی کام بننے والا نہیں۔ آپ جب تک دل کے قابو میں رہیں گے راون ہرگز زیر نہ ہوگا۔ فتحمندی کا ذریعہ ہے تو فقط تحمل استقلال۔ برسات بھر طبیعت کو روکئے۔ ادھر جاڑے شروع ہوئے اُدھر راون کو موت کا پیغام سُنائی دیا۔ ہم ابھی کڑھ کڑھ کے جان دے دیں۔ تو حاصل۔ چولا فکر میں گھلا دینے سے ناکامی کے سوا اور کچھ آنے والا نہیں۔ اس سے ذرا صبر کیجئے۔ گھبراہٹ بے سود ہے۔ سری رامچندر جی نے لکشمن جی کی نصیحت گرہ باندھ لی۔ اور بولے کہ دیکھیں برسات کب ختم ہوتی ہے۔ اور سگریو کیونکر وعدہ وفائی کرتے ہیں۔ میں اپنا قول پورا کر چکا۔ اب بات اُن کے ہاتھ ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کر خود غرضی کر جائیں۔ اکثر اشخاص اپنا کام نکالنے کے وقت تو گؤ بن جاتے ہیں۔ لیکن کام نکل جانے پر ایسی موں کھینچتے ہیں۔ گویا کبھی کی صاحب سلامت بھی نہ تھی۔ اب دیکھئے کیسی نبھے۔

لچھمن جی:۔ آپ کا فرمانا درست ہے۔ مگر میری رائے میں نیکی کا بدلہ چاہنا درست نہیں۔ "نیکی کن و بدریا انداز" ہم لوگ سگریو کے بھروسے پر جنگل میں نہیں آئے اگر وہ وعدہ وفائی بھی نہ کرے تو اپنے گھر خوش رہے پرایا بھروسہ ہی کیا۔

سرگ ۲۸

برسات کے موسم میں سری رامچندر جی کی بیقراری

برسات کا جنوں انگیز موسم شباب پر تھا۔ اور ساون کی کالی گھٹاؤں دھیمی دھیمی ٹھنڈی ٹھنڈی ہواؤں سے طبیعت میں پھر ہریاں آتی تھیں۔ کھاری سمندر کے بخارات آسمان پر کالے کالے بادل بنتے اور ٹھنڈا ٹھنڈا سفید میٹھا میٹھا پانی بن کر زمین پر جھڑی لگاتے دونگڑا برساتے تھے جس وقت چھینٹا پڑتا سری رامچندر جی کی آنکھوں سے آنسوؤں کا دریا بہہ جاتا۔ خیال کرتے تھے کہ یونہی اُن کی یاد میں سری جانکی جی آنسو بہاتی ہوں گی۔ ادھر ٹھنڈی ہوا آئی اور ادھر یہ ٹھنڈے ٹھنڈے سانس بھرنے لگے۔ بجلی چمکی اور درد کی چمک سے کلیجہ تڑپ گیا۔ مانسرور کی طرف ہنس اپنے جوڑوں کے ساتھ کلیلیں کرتے ہوئے چلے۔ اور اُن کو جانکی جی کے تصور نے رلا دیا۔ بھونرے کنول پہ گونجے۔ اور منہ سے اُف نکل گئی۔ اسی طرح برسات کے سبزہ زار پھولوں کی بہار پانی کی پھوہار۔ جھینگر کی جھنکار۔ موروں کی جھنگار۔ بگلوں کی قطار خلاصہ یہ کہ ایک ایک بات دیکھ کر سری رامچندر جی بیقرار ہوئے جاتے تھے۔ کبھی اجودھیا کے جھولوں کا خیال تھا۔ کبھی ساون کے ہنڈولوں کا تصور۔ لیکن ہر ایک خیال ہر ایک تصور کلیجے کو تڑپائے بغیر نہ رہتا تھا۔ اور گھبرا گھبرا کر کہہ اُٹھتے تھے کہ دیکھیں سگریو وعدہ وفائی کرتے ہیں یا نہیں اُمید تو ہے کہ دغا نہ دیں گے۔ اس حالت اور اس خیال میں محو دیکھ کر سری لچھمن جی بھی کہہ دیتے تھے کہ بھائی صاحب نیکی کا بدلہ چاہنا کیا معنی۔ بھروسہ اپنی ہی ذات کا چاہیئے۔ پرایا برتا کس کام کا۔

سرگ ۲۹

سری ہنومان جی کی سیتا جی کی تلاش کیلئے راجہ سگریو سے تاکید

برسات گذر گئی۔ کاتک کے مہینے میں بھی تین دن باقی رہ گئے۔ ہنومان جی کو خیال ہوا کہ سگریو تاج و تخت پا کر مغرور ہو گیا۔ رات دن عورتوں سے چین اُڑانے سے کام ہے۔ نہ وعدہ وفائی کا خیال نہ عہد پیمانی کی پرواہ۔ وہ سگریو کے پاس پہنچے اور دھرم کے متعلق ادھر اُدھر کی باتیں کر کے فرمایا کہ ہاں خوب یاد آیا۔ یہ تو کہیئے۔ آپ نے وعدہ وفائی کا کیا انتظام کیا۔ اپنا کام نکل جائے۔ پر وقت پہ کام آنے والے کو دھتا بتانا۔ ٹالنا۔ بہانہ کرنا کبھی ٹھیک نہیں۔ سری رامچندر جی نے بالی کو مار کر اپنے ماتھے پر کلنک لگایا مگر تھوڑی مدد کی مدد کیا تمہیں جلا لیا سلطنت دی۔ اور تم اس قدر غافل کہ گویا کچھ واسطہ ہی نہیں شاستر کی ہدایت ہے کہ اپنی جان پر بھی آ بنے تو بھی دوست کا کام کر دینا انسان پر فرض ہے۔ اگر یہ نہیں تو نرک اُس کے واسطے سمجھو۔ بات رہ جاتی ہے۔ پیاسے کو وقت پر پانی نہ ملے تو گھڑے بھی ڈھلکائے جانے سے کچھ فائدہ نہیں۔ ہر شخص کو لازم ہے کہ وقت پر کام کرے۔ اگر وقت گذر جائیگا۔ تو کچھ ہاتھ نہ آئیگا۔ جہاں فصل گذری پھر تخم ریزی فضول۔ کاشتکاری کی محنت رائیگاں اس سے مناسب ہے کہ جانکی جی کی تلاش کے لئے جاسوس روانہ کیجئے ورنہ نیک و بد آپ جانیں۔

سگریو کی جیسے سونے سے آنکھیں کھل گئیں۔ کہ واقعی تلاش میں دیر ہو گئی۔ مگر نہیں سری رامچندر جی نے برسات تک مہلت دی تھی۔ اور یہ ارشاد نہ فرمایا تھا کہ کب میں اس معاملے میں تندہی ظاہر کروں سری رامچندر جی نے میری دستگیری کی ہے مجھے امید نہیں کہ ان کو مجھ پہ غصہ ہو۔ کیونکہ شاستر میں لکھا ہے کہ اگر مہاتما لوگ زہر کا درخت بھی لگاتے ہیں تو اس کا کٹنا پسند نہیں کرتے اسی طرح سری رامچندر بھی میری غفلت کو نظر انداز کر دیں گے۔

ہنومان جی:- سری رامچندر جی کو میری یا تمہاری کچھ پرواہ نہیں جنہوں نے ایک بان سے بالی ایسے مجسم موت کو مار گرا دیا وہ راون ایسوں کی کیا حقیقت سمجھتے ہیں۔ یہ ہم لوگوں کی خوش نصیبی ہے کہ انہوں نے تم سے رابطہ اتحاد قائم کیا اور وہ چاہتے ہیں کہ دنیا میں باندروں کی عزت کے جھنڈے گڑیں۔ سری رامچندر جی نے تمہاری زبان سے مدد کی درخواست سنتے ہی بالی کو خاک پہ سلا دیا۔ تمہیں چاہیئے کہ آپ کہنے نہ پاویں اور تم ان کا کام کرو۔

سگریو نے ہنومان جی کی بات ماننے پہ لگائی۔ اور نل نیل کو حکم دیا کہ باندروں کو سیتا جی کی تلاش کے لئے کمر بستہ کریں۔

سرگ ۳۰

سری رامچندر جی کا راجہ سگریو پہ عتاب سری لچھمن جی سے ارشاد

برسات کا مطلع صاف ہو گیا۔ چڑھی ہوئی ندیاں اتر گئیں۔ درخت سب ہرے بھرے ہو چکے۔ سبزہ زار کی کیفیت سے انسان کا دل بے قابو ہوا جاتا تھا۔ جنون انگیز خیالات آپ سے آپ ابھرتے تھے۔ ہجر نصیبوں کے واسطے یہ پر فضا بہار نیز نشتر سے کم نہ تھی۔ ادھر سرو پہ نظر پڑی اور کسی کے قد کی یاد آ گئی۔ ہرنوں کو چوکڑی بھرتے دیکھا اور آہوئے چشم کے چھلاوے نظر میں پھر گئے۔ سری رامچندر جی کو بھی اس کیفیت نے از خود رفتہ اور آپے سے باہر کر دیا۔ جانکی جی کے فراق میں از حد بے چین رہنے لگے۔ کوئی وقت نہ تھا جس وقت سرد آہوں سے کلیجہ نہ پھونکا جاتا ہو۔ کوئی گھڑی ایسی نہ تھی۔ کہ آنسوؤں کی بارش سے دل میں درد کی بجلیاں نہ چمکتی ہوں۔

ایک روز آسمان کو صاف شفاف دیکھ کر سری لکشمن جی سے بولے کہ ذرا دیکھنا ایسی کیفیت کو دیکھ کر سیتا جی کی یاد کیوں نہ آئے۔ دریا موجیں مار رہا ہے۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی ہے۔ درخت جھوم رہے ہیں۔ سبزہ لہلہا رہا ہے ذرا اپنے کلیجے پر ہاتھ رکھ کر دیکھنا کیا دل پہ گذر رہی ہے۔

لچھمن جی:- آپ کا فرمانا بجا ہے۔ آپ نے گویا میرے منہ کی بات چھین لی۔ مگر خواب و خیال کی باتوں سے فائدہ۔

رامچندر جی:- تم بڑے عقلمند ہو میرے دلی منشا کو سمجھ گئے۔ برسات گذر گئی۔ چار مہینے پہاڑ پر

پڑے پڑے آندھی روگ آگیا۔ اب معلوم نہیں قسمت میں کیا بدھا ہے۔ سگریو نے ہاتھ پر ہاتھ دھرا تھا۔ وہ تو اپنے راج پاٹ کا مزہ لوٹ رہا ہے۔ حسینان مہ جبیں کی ہم آغوشی سے کسی وقت فرصت ہی نہیں ملتی۔ جس روز سے آج تک ماتھا ٹیکنی بھی نہ ہوئی۔ کسی اور بات کی کون کہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ جس بان نے بالی کا خاتمہ کیا وہ سگریو کو خاک پر سُلائیگا۔ میں نے بے سبب بلاواسطہ بے وجہ اس کی خاطر بالی ایسے راجہ کو خون میں نہلا کر سورگ کو روانہ کر دیا۔ سگریو کو شرم نہیں آتی کہ عیش میں مست ہے اور ہمارا کچھ خیال نہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس کو بھی لا راج کا غرور ہو گیا ہے۔ اُسے اب یہ زعم ہوگا کہ بالی کیا مرا اِس کو دائمی زندگی مل گئی۔ پہلے بچہ بیوی کے رنج میں تڑپتے تھے اب خیال بھی نہیں۔ کہ مجھے کیا رنج ہے اور میری جان پر کیا گزر رہی ہے۔

اچھے لوگ ہمیشہ اپنا ہر ج کا نقصان جان و مال اور اہل خاندان تک کو قربان کر کے دوسر کی حمایت کرتے ہیں مر جائیں تو غم نہیں۔ جان چلی جائے تو بلا سے لیکن زندگی کا نتیجہ ان کے نزدیک یہی ہے کہ دوست کا اُن کی ذات سے بھلا ہو جائے۔ سگریو کے ساتھ میں اتنا سلوک کر چکا اور پھر بھی اس کو ذرا خیال نہیں۔ ایسے لوگ زندگی میں مردہ سے بدتر ہیں۔ اُن کی لاش کو مردہ خوار سونگھتے تک نہیں کھاتا۔ تو بڑی بات ہے۔

ایسی ایسی بہت سی باتیں کر کے سری رامچندر جی نے لچھمن جی سے ارشاد فرمایا کہ سگریو سے کہو کہ معاملہ کیا ہے۔ وعدہ وفائی کرتے ہو تو حاضر ہو۔ ورنہ وہی بان ترکش میں مچل رہا ہے جس نے بالی کو ایکدم سرگ لوک روانہ کر دیا۔ سگریو کے کارپرداز لائق لوگ ہیں مگر تعجب ہے تو یہ کہ انہوں نے بھی سگریو کو فہمائش نہ کی شاید اُن کو یہ خیال نہیں۔ کہ بالی تو بیک بینی و دو گوش دنیا سے رخصت ہوا۔ اب کی مرتبہ سارا پنیا پورہ سگریو کے ساتھ دال نے عین ہوگا۔ اب بھی کچھ نہیں گیا خیریت ہے۔ بھلا چاہتا ہے تو سگریو حاضر ہو کر وعدہ وفائی کرے ورنہ بان اُس کی جان لے کے رہیں گے۔

سرگ ۱۳

سری رامچندر جی کی سگریو سے نارافنگی لچھمن جی سے اُس کے پاس جانا کا ارشاد

لچھمن جی سری رامچندر جی سے فرما رہے ہیں کہ سگریو راجہ ضرور ہے۔ مگر باز ہونے کی وجہ سے وہ دہرم کو کیا جانے معلوم ہوتا ہے کہ اب اُس کے راج پاٹ کو پر لگ گئے۔ جہاں عقل میں فتور آیا سب بنا بنایا کھیل بگڑا۔ نہ سلطنت گھر تباہ کر کے اترتا ہے۔ میں پہلے ہی سمجھتا تھا کہ ایسے ذلیل آدمی کی حمایت و رعایت ہی کیا۔ اگر بالی سے اتحاد ہوتا تب بھی بات تھی۔ سگریو سے مجھے تو کچھ امید نہیں خیر میں نے سمجھ لیا ہے کہ آج وہ بھی بالی کی بغل میں سوئے گا۔ اور آپ کے اقبال سے میں انگد کو راج

دے کر آپکے قدم چھوڑونگا۔

اس وقت سری لچھمن جی کے چہرے کا جلال کچھ اور ہی تھا۔ آنکھیں سرخ سرخ تیور پر بل بھنویں چڑھی ہی کمان انہوں نے دوہرا کر زہ کش اور دھنش اٹھایا اور قدموں پر سر جھکا کر چل پڑے۔

سری رامچندر جی:- ذرا ایک بات اور سن لینا۔ دیکھو تم کو اس وقت غصہ ہے۔ غصے کا کوئی کام ٹھیک نہیں ہوتا۔ غصے میں نہ عقل ٹھکانے رہتی ہے نہ ہوش وحواس اس لئے دیکھو سگریو کو جاتے ہی نشانہ بنا لیا جس کو ایک دفعہ دوست کہا اس پر سختی بھی لازم نہیں۔ ہاتھ لگے کی لاج چاہ آنکھوں کی شرم ضرور چاہیئے یہ کہنے کو نہ ہو کہ چار دن کی چاندنی پھر اندھیارا پاکھ۔ جن لوگوں کی دوستی پائدار نہیں ہوتی اُن پر سب انگلیاں اٹھاتے اور حرف رکھتے ہیں۔ اس لئے جو گفتگو ہو بہت تہذیب سے۔ ایسا نہ ہو کہ سگریو کے دل پر ذرا بھی میل آجائے۔ تم خود دانشمند ہو۔ مجھ سے زیادہ تمہیں سمجھ ہے۔ وہ بات کرنا کہ سانپ مرے اور لاٹھی نہ ٹوٹے۔

سری لچھمن جی نصیحت گرہ باندھ کر چلے تو مگر غصہ تھوکے سے نہ تھوکا گیا۔ راستے میں چلے جاتے تھے مگر ماتھے کی شکنیں بدستور موجود تھیں۔ کشکندھا میں پہنچے تو دیکھا کہ ایک قلعہ آسمان سے باتیں کر رہا ہے خیال ہوا کہ شاید سگریو کو اسی کا زعم ہے۔ بانروں نے جلے چڑھا ہوا دیکھا تو پہلے درخت کی ڈالیاں لے چھپے۔ جس کے ہاتھ میں پتھر آگیا وہ بھی اسی طرف لپکا مگر پھر رعب میں آکر دم دبائی تو سگریو کے در دولت کے سوا اور کہیں ٹھکانا نہ ملا سب نے راجہ سگریو کی دہائی دی۔ مگر وہاں تارا سے عیش وعشرت گرم تھی۔ نقار خانے میں طوطی کی آواز کون سنتا ہے۔ ارکان دولت نے بھی کھٹکا مارا کہ غل مچا رہے ہو جاؤ گھر بیٹھو نہ سگریو نے کچھ آہ واویلا سنی۔ نہ کسی امیر وزیر نے۔ بانروں نے سمجھ لیا کہ اب ادھر سے کوئی آس نہیں۔ جب تک دم ہے غنیمت ہے بس جس کے ہاتھ درخت کی شاخ آگئی یا پتھر کا ٹکڑا وہ لے کر کھائی خندق پھاند کے دفعتاً کھڑا ہوا۔ اور سیر دیکھنے لگا۔ یہ بانر بڑے بڑے شہزور تھے۔ کم سے کم دس اور زیادہ سے زیادہ ہزار ہاتھی کی طاقت تھی۔ مگر بے خاوند کی عورت اور بے سردار کی فوج ناکارہ ہوتی ہے۔ اس لئے کسی کی جیوٹ نہیں کہ لچھمن جی کے سامنے آئے ادھر بانروں کو اپنی جان کی فکر تھی۔ ادھر لچھمن جی کو خیال ہوا کہ یہ سب یہ سر بہ خواہش ہیں لہذا ان کے غصے کی آگ اور بھڑک اٹھی۔ آنکھوں سے شعلے نکلتے ہوئے معلوم ہوتے تھے۔ قریب تھا کہ لچھمن جی کی چلّے سے بان نکلے کہ انگد ہاتھ باندھے حاضر ہوا اور قدموں پر سر جھکا کر بولا کہ دستگرفتہ لوگوں پر کیا عتاب ہے۔

لچھمن جی:- خفگی اور ناراضگی کی کوئی بات نہیں۔ سگریو سے کہہ دو کہ لچھمن ملاقات کے لئے آیا ہے۔ اگر عیش وعشرت سے فرصت ہو تو دو دو باتیں کر جائیں۔

انگد الٹے پیروں واپس آگیا دیکھا تو سگریو کو شراب کے نشہ میں کچھ ہوش وحواس نہیں۔

انگد اور بانروں نے گلا پھاڑ کر ہوشیار کیا اور کہا جلدی اُٹھیئے۔ لچھمن جی آ گئے۔

سگریو:۔ (آنکھیں مَل کر) کون لچھمن؟

انگد:۔ جن کے بھائی نے میرے پتا راجہ بالی کو ایک بان سے مار کر آپ کو راج تلک دیا۔

سگریو:۔ وہ یہاں کیونکر آ گئے؟

انگد:۔ اس وقت زیادہ بات چیت کا موقع نہیں۔ اُن کے تیور بید غضب ہیں۔ بہتر یہی ہے کہ ہم سب قدموں پر گر کر پوچھیں کہ کیوں ذرہ نوازی ہوئی۔ ہم لوگوں کی قسمت جگائیے۔ کہ آپ کہاں تشریف لائے ہیں یاد آوری کیوں نہ ہوئی۔

سرگ ۳۲

راجہ سگریو اور سری ہنومان جی کی گفتگو

اب تو سگریو کا نشہ ہرن ہو گیا۔ آنکھیں کھل گئیں انگد اور ارکانِ دولت سے پوچھا کہ آخر لچھمن جی کی خفگی کا سبب کیا ہے۔ سری رامچندر جی کا میں ہمیشہ احسان مند رہوں گا۔ میں اُن کے سلوک کو کبھی نہیں بھول سکتا۔ سارا راج پاٹ انہیں کا دیا ہوا ہے۔ انہوں نے میرے ہاتھ پہ ہاتھ مارا ہے۔ پھر عتاب کیسا محبت اور دوستی کا رشتہ کچا دھاگا نہیں کہ مجھ سے یا ان سے ٹوٹ جائے۔ یہ رسی ان دھاگوں سے بٹی گئی ہے۔ جن پر متوالے ہاتھی کی طاقت اثر پذیر نہیں ہو سکتی۔ سری رامچندر اور لچھمن جی سے کسی نے لگائی بجھائی کی ہو تو کچھ پرواہ نہیں۔ وہ دوسروں کے دل کا حال جانتے ہیں۔ مجال کیا جو نیک نیتی اور بدنیتی اُن سے پوشیدہ رہ سکے۔ یہ کہہ کر سگریو زار زار رونے لگا۔ اور ہنومان جی سے کہنے لگا کہ ایشور جانتا ہے میں بالکل بے قصور ہوں۔

ہنومان جی:۔ آپ کو سری رامچندر جی نے راج دیا ہے آپ اُن کے احسانوں کو کیونکر فراموش کر سکتے ہیں انہوں نے رشتۂ اتحاد نباہنے کے لئے دھرم اور ادھرم کا بھی خیال نہ کیا۔ اور آڑ میں چھپ کر راجہ بالی کو مار ڈالا۔ اب چار مہینے برسات کے گذر گئے۔ آپ نے وعدہ وفائی کا کچھ خیال نہ کیا۔ اگر لچھمن جی کو انہوں نے بھیجا تو برا نہ کیا۔ آپ بھی اپنی غلطی کو سمجھئے۔ اور ان سے مل کر کہیئے کہ سب عزیز و اقارب قدمبوسی کو حاضر ہوتے ہیں۔

سرگ ۳۳

سری رامچندر جی کے حکم سے لچھمن جی کی کشکندھا میں آمد تارا اور لچھمن سے گفتگو سگریو کی خلوت

سری رامچندر جی مارے غصے کے آپے سے باہر تھے۔ سگریو کو خبر ہوئی۔ تو گھبرا کر اٹھا چاہتا تھا کہ قدمبوس ہوں۔ مگر ہمت نہ پڑی۔ تارا سے بولا کہ اس وقت تم جا کر لچھمن جی کی دلدہی کرو۔ وہ غصے میں ہیں مگر عورت پر کبھی غصہ نہ اتاریں گے۔

اتنے ہی میں لچھمن جی نے چھ ڈیوڑھیوں میں سے گذر کر مکان کی رونق دیکھی تو آنکھیں کھل گئیں در و دیوار طلاکار اور جواہر نگار تھے اجودھیا کی زیب و زینت نظر سے گر گئی اور جب نازنینان مہ جبیں کو پہرے میں دیکھا تو حیرت میں رہ گئے اور خواہ مخواہ آنکھیں نیچی کر لینا پڑیں۔ اور ساتھ ہی غصہ آیا کہ سگریو تو اپنے رنگ میں مست ہے رات دن عیش و عشرت کے سوا کچھ کام نہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس کی شامتیں گھیرے ہوئے ہیں کچھ بھی خیال نہیں کہ سری رامچندر جی کے دل پر کیا گذر رہی ہے۔ یہ کہتے ہی انہوں نے دھنش بان سنبھالا دھنش کی ٹنکار سنتے ہی سگریو کی رہی سہی جان نکل گئی۔ تارا سے بولا کہ تم جا کر ذرا لچھمن جی کا غصہ فرو کرو۔ میں جاؤنگا تو ممکن ہے کہ ان کے تیر کا رخ میری ہی طرف ہو جائے لچھمن جی جتی تھے انہوں نے تیرہ برس کے بن باس میں کسی عورت کی طرف نگاہ نہ اٹھائی تھی۔ تارا اس وقت عین سامنے آ پہنچی حسن کا کیا پوچھنا سارا جسم نور کے سانچے میں ڈھلا تھا۔ پتلی کمر سینے کا ابھار جان بخش۔ پوشاک و لباس زیور و زلف پہ دل قربان ہوا جاتا تھا۔ لچھمن جی نے تو آنکھیں نیچی کر لیں۔ مگر تارا ایک تو شراب کے نشہ میں چور تھی دوسرے جہاں عورت کی مرد سے چار آنکھیں ہوئیں شرم رخصت۔ تارا بے تکلف لچھمن جی کے سامنے آ کر کھڑی ہو گئی اور آپ دلیر ہو کر اس قدر خفا ہوتے ہیں سری رامچندر اور سگریو سے دوستی ہو چکی ہے پھر اب غیرت کیسی۔ بھاوج سے جھجک کیا معنی۔

لچھمن جی :۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ تم اور تمہارے سگریو تو بدمست ہو کر خواب خرگوش میں پڑے رہیں۔ اور ہم بیوقوف بنیں۔ یاد رکھو کہ شراب خوری دولت اور دھرم دونو کا ستیاناس مارتی ہے سری رامچندر جی پر یہ مصیبت اور سگریو کو عیاشی اور عشرت پسندی کا خیال۔ تف ہے ایسی دوستی پر اتنے دن ہو گئے اور پھر بھی اتنا خوف نہیں کہ رامچندر کون ہیں راجہ بالی کو مارنا کون بات تھی۔ ابھی وہ چاہیں تو دنیا کو الٹ پلٹ کر دیں دنیا جہاں کوئی چیز نہیں۔ جو ان سے نہیں ہل سکتی۔ سلطنت اور حکومت چیز ہی کیا ہے۔

تارا :۔ اچھا میری خاطر سے آپ ذرا غصے کو تھوک دیں شاستر کی ہدایت ہے کہ اگر کسی دوست سے کوئی قصور ہو جائے تو مہربان دوست ان کو نظر انداز کر دیتے ہیں سگریو اپنے وعدے کو نہیں بھولے پھر یہ عتاب کیوں۔ بہادروں کو ایسا غصہ لازم نہیں۔ سگریو آپ سے کمزور ہیں کمزور پر غصہ کیسا علاوہ بریں خود دیکھ لیجئے کہ غصہ غصہ ور ہی کو کمزور کرتا ہے۔ یا دوسروں کو آپ اپنی طرف دیکھئے آپ تو نفس پر حاکم ہیں پھر غصے کی کیا ضرورت۔ ذرا اور سنیئے گا کام سے بڑھ کر کوئی نہیں جو عورت مرد کو مغلوب کر

کر سکے۔ سگریو کو اگر اس نے زیر کر لیا تو خفگی کی ضرورت نہیں۔ ذرا اپنے بھائی صاحب ہی کو دیکھئے کہ اِس سے سر بر نہیں ہو پاتے۔ اور آخر چین بجبیں ہو کر آپ کو یہاں بھیجا۔ راجہ سگریو کام کے قابو میں آگئے۔ تو تعجب نہیں بڑے بڑے رشی مہرشی ارتھ دھرم کام اور موکش تک کو بھول جاتے ہیں اور کسی کی کون کہے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اپنے بڑے بھائی سگریو کی عیش و عشرت کو دیکھ کر للچا گئے۔ ترسئے نہیں آیئے میں وہ جشن آپ کو دکھا لاؤں۔ جانکی جی کی تلاش کچھ مشکل نہیں۔ کرو ڈھل بار زمین کھود کر آسمان میں تھگلی لگا کر پتہ لگائیں گے۔ آپ اندر تشریف لائیے۔ اپنے بھائی سگریو کی بھی رنگت دیکھئے اور اپنی بھاوج کا مکان بھی۔ سری لچھمن جی تارا کے ساتھ ساتھ چلے گئے۔ دیکھتے کیا ہیں کہ سگریو جڑاؤ سنگھاسن پر رونق افروز ہے۔ ادھر ادھر حسینان طناز و نازنینان دلنواز بیٹھی ہوئی شراب کے نشے میں جھوم رہی ہیں۔ تارا رانی گلے سے لپٹی ہوئی ہے اور سگریو کو اپنے مزے کے سوا دین و دنیا کی خبر نہیں ❊

سرگ ۴۴

لچھمن جی کا سگریو پر عتاب

سگریو کو اس وقت بھی رما سے ہم بغل دیکھ کر لچھمن جی کی آنکھیں سرخ ہو گئیں دل میں کہا کہ آہ! ایسی نفس پرستی یہ ہوائے نفسانی اگر رما اور تارا کے ساتھ سگریو دوڑتا تو لچھمن جی کی آتش غضب گل نہ ہوتی۔ جونہی سگریو دست بستہ حاضر ہوئے لچھمن جی نے دور ہی سے ڈپٹا کہ میں یہ بے پرواہی جسمیں رحم و مروت نفس کشی کنبہ پروری نیک خیالی راستی۔ ایمانداری دوست نوازی کی خو نہیں وہ حکمرانی کے لائق نہیں جس نے گھوڑا دینے کا وعدہ کر کے وعدہ خلافی کی اس کے سر پر سو گھوڑوں کا خون ہوتا ہے۔ ایک گؤ دینے کا وعدہ کر کے جس نے ٹو دینے کے وعدے سے پہلو تہی کی اس سے ہزار گایوں کی ہتیا ہوتی ہے۔ جو کسی سے ملاقات کرا دینے کا وعدہ کر کے قول سے پھر جائے تو بڑا ہی سخت عذاب ہوتا ہے تم نے سیتا جی کی تلاش کا وعدہ کیا تھا۔ مگر تخت سلطنت پا کے بیوفائی شرم شرم شرم شرم سمجھ لینا کہ مخلوقات کی ہتیا تمہارے سر ہوگی۔ برہماجی کا قول ہے کہ جو دوست سے وعدہ خلافی کرے اس کی صورت جو کوئی دیکھ لے وہ خود پاپی ہو جاتا ہے۔ گؤ ہتیا شراب خوری۔ چوری ایسے ایسے عذابوں کا اور پرائسچت ہے۔ لیکن بسواس گھات کا کفارہ نہیں۔ تم نے حد درجہ کی وعدہ خلافی کی۔ پہلے تو مینڈک کی طرح برتاؤ کیا۔ اب سانپ بن گئے جب بالی کا قلع قمع ہو گیا۔ تو پھن تیز ہو گئے۔ میری دانست میں سری رامچندر جی نے بالی کو مار کر اور تمہیں بطور دیگر سانپ کو دودھ پلایا۔ ذرا ہوش میں آؤ۔ کھر۔ دوکھن اور بالی کی حالت پر غور کرو۔ اگر آنکھیں بند ہیں تو یاد رکھنا بالی اور تم سے ایک آن واحد میں سمجھوتہ ہو جائیگا۔ بھلا چاہتے ہو تو وعدہ وفائی کرو ورنہ اختیار سمجھانے سے تھا ہمیں سروکار ❊

سرگ ۳۵

لچھمن جی سے تارا کی تقریر

سری لچھمن جی کی غضب انگیز تقریر سے سگریو دہل گیا۔ اس کی گھگھی بندھ گئی۔ منہ سے بات نہ نکلی مگر تارا راجپوت کی عورت تھی۔ ہاتھ جوڑ کر بولی۔ آپ کا ایک ایک لفظ زہر میں بجھا ہوا تیر ہے افسوس کہ راجہ سگریو کو یہ باتیں سننا نصیب ہوئیں۔ یہ بہت سیدھے ہیں نہ جھوٹ بولنا آتا ہے نہ باتیں بنانا کوئی تنکا بھی اٹھا دے تو یہ احسان مانیں۔ رامچندر جی کا سلوک فراموش ہو ممکن نہیں۔ نہ آپ نے کچھ عذر سنا نہ معذرت صرف غصے پر ہی آمادہ ہو گئے۔ راجہ سگریو نے پہلے بہت کچھ عیش کئے پھر مصیبتیں بھی خوب جھیلیں۔ آپ دونو بھائیوں کی بدولت پھر راحت و آسائش نصیب ہوئی۔ جس کا شکریہ اُن کا رواں رواں ادا کرتا ہے مگر ذرا سوچئے سگریو تو سگریو ہیں۔ بڑے بڑے مہاتماؤں کو دیکھا ہے۔ کہ دکھ کے بعد جہاں سکھ ملا دین و دنیا فراموش کر بیٹھے۔ بسوامتر کتنے تپسوی تھے مگر بیٹھے ہیں تپسیا کے وقت ایک اپسرا گھرتاچی آئی اور صرف ایک دن کی ہم آغوشی کا بردان مانگا۔ بسوامتر جی نے استدعا قبول کی اور ایک دن کے عوض ہزار سال تک لطف ہمبستری اٹھاتے رہے۔ جب بسوامتر جی کی یہ حقیقت ہوئی۔ تو بانر کس گنتی میں ہیں۔ رُوما اپنی رانی اور مجھ کو پاکر اگر وہ شراب عیش کے نشہ میں چور چور ہو گئے تو تعجبات سے نہیں۔ سری رامچندر جی نے برسات کے چار مہینے تک مہلت دی تھی۔ شاید ہی دو چار دن زیادہ گذرے ہوں۔ اس پر یہ وعدہ خلافی کا طعنہ۔ نظر قہر کی آتش فشانی۔ دوست سے قصور بھی ہو جائے تو دوست خیال ہی نہیں لاتے۔ تعجب ہے۔ کہ آپ کو دوستی کے خلاف باتیں لاتے کی لاج نہیں۔ راجہ سگریو بات کے دھنی قول کے پکے اور وعدہ کے سچے ہیں جو کچھ کہہ چکے کر کے رہیں گے۔ وہی نہیں اُن کا خاندان اُن کا لشکر بھی جان و مال سے خدمتگذاری کرے گا۔ آپ کی عنایت سے سو کروڑ بانر سمندروں میں اطاعت گذار کربستہ ہیں۔ جب تک لاکھ کروڑ راون کے اہل لشکر اور چھتیس کروڑ دس ہزار جزیروں کے اہل فوج نہ مارے جائیں گے تب تک راون کا کوئی رواں نہیں دکھا سکتا۔ بالی سے بڑھ کر کوئی پابند قول نہ تھا۔ سگریو کو بھی انہیں کا نقطہ مقابل سمجھئے۔ چنانچہ آپ کو خبر نہیں یہ بانروں کی فوج چار کونٹ میں بھیج چکے اگر ان لوگوں نے پندرہ دن میں جانکی جی کا پتہ نہ لگایا تو جان کی خیر نہیں۔ سب کے سب تہ تیغ ہو جائیں گے ذرا غصہ تھوک دیجئے۔ بھویں ٹیڑھی نہ کیجئے بانروں کی طوطوں کا خون خشک ہوا جاتا ہے۔

سرگ ۳۶

سگریو کی عاجزانہ عذرخواہی سری رامچندر جی کی خدمت میں حاضری کا عزم

تارا کی تقریر اثر پذیر تھی۔ لچھمن کے تیور سیدھے ہو گئے۔ راجہ سگریو کے بھی حواس ٹھکانے

ہو کے دست بستہ یوں گفتگو کی۔ میں تو بالکل مرمٹا تھا۔ مگر سری رامچندر جی نے مردے کو روح پھونک دی
آپ میری نالائقی پر جتنا عتاب کریں بجا ہے۔ واقعی میں سری رامچندر جی کی مدد و اعانت کی مقدرت
نہیں رکھتا ہاں غلاموں کی طرح ان کے حکم سے خدمتگذاری کرنے سے قاصر نہیں۔ سری رامچندر جی کی
طاقت ظاہر ہے ایک بان سے بڑے بڑے درخت پاتال میں بھیج دیئے۔ بالی ایسے طاقتور کو مارا۔ ان کی یہ
خوبیاں ہیں ان کی یہ بزرگی ہے کہ مجھے عزت دینا چاہتے ہیں چلیئے میں ابھی چلکر عذر و معذرت کرتا ہوں۔
اگر مجھ سے خطا بھی ہوگی۔ تو وہ درگذر کر دینگے۔ دنیا میں کون ہے جس سے غلطی اور خطا نہیں ہوتی۔

سری لچھمن جی اس عاجزانہ گفتگو سے خوش ہو گئے۔ رامچندر جی کے اوصاف۔ خطا بخشی و خطا
پوشی کا اظہار فرما کر گوہر افشاں ہوئے کہ انہیں کے قوت بازو پر ساری دنیا کا دارومدار ہے لیکن نہیں
وہ سمجھتے ہیں کہ تمہاری ہی مدد سے وہ راون پر غالب آئینگے میں نے یا تو سری رامچندر جی کو یا آپ کو
آج تک نرم زبان پایا۔ اگر میں آپ کو ان کا نقطہ مقابل سمجھوں تو عین انصاف ہے بس چلیئے سری
رامچندر جی کو ڈھارس دیجئے اُن کو سیتا جی کی مفارقت میں خواب و خور حرام ہو رہا ہے میری زبان سے
آپ کی شان میں جو خلاف الفاظ نکلے اُن کو لوح دل سے دھو ڈالیئے گا۔ ایسا نہ ہو کہ آپ سری رامچند
جی سے شکایت کر بیٹھیں حالانکہ جو کچھ میں نے کہا تھا۔ وہ سری رامچندر جی نے فرمایا تھا لیکن ان کے غصہ
کی وجہ تکلیف جاتی تھی۔ اس لئے میری زبان سے نکلے ہوئے الفاظ آپ کو نظر انداز کر دینے چاہئیں۔

سرگ ۳۷

مختلف مقامات سے بانروں کی راجہ سگریو کی خدمت میں حاضری

سری رامچندر جی کی خدمت میں چلنے سے قبل سگریو نے ہنومان جی سے ارشاد کیا تھا۔ کہ مندراچل
اور مشرق سے مغرب۔ اور شمال سے جنوب تک جتنے بانر ہوں۔ سب کو حاضری کا حکم دو۔ دس روز
میں سب کے سب حاضر ہو جائیں دیر نہ ہو۔

ہنومان جی نے فوراً حکم کی تعمیل کی۔ آکاش۔ پاتال۔ ندی۔ پہاڑ سب طرف منادی پھر گئی۔
کہ بانر پمپا پور میں حاضر ہو کر جانکی جی کی تلاش میں سرگرم ہوں۔

حکم پہنچنے کی دیر تھی۔ تین کروڑ بانر بہت ہی جلد کشکندھا پور میں وارد ہو گئے۔ نیل کے بھیجے
ہوئے بانروں میں سے کچھ راستے ہی میں تھے۔ کچھ ہمواں پر جہاں کے پھلوں کا مزہ شیو جی کے اشنو سیدنہ
حلقہ کی برکت سے امرت کی طرح جان بخش تھا۔ ایک مہینہ تک بھوک پیاس نہ کھٹکتی تھی۔ خلاصہ یہ کہ
اطراف و جوانب سے بانروں کے دل کے دل جمع ہو گئے۔ اور سگریو کو خوشی ہوئی کہ بس اب سری رامچندر
جی کا کام بن جائیگا۔ جن جن بانروں کی خاص کارگذاریاں ظاہر ہوئیں اُن کو انعام و اکرام سے خاص

افتخار حاصل ہو گیا جس سے کہ تمہاری عمدہ لیاقت کا اظہار ہوا اُن کے اعزاز کو سب سے بڑھ کر ہے۔

سرگ ۳۸

سگریو کی سری رامچندر جی سے ملاقات

بانروں کو دیکھ کر راجہ سگریو نہایت ہی خوش ہو گئے۔ لچھمن جی سے بولے چلیئے اب سری رامچندر جی کی قدمبوسی کریں۔

رتھ تیار ہوا۔ باجے بجنے لگے لچھمن جی کو سگریو نے سوار کیا۔ پھر خود سوار ہوئے۔ فوج جلو میں چلی جسوقت سگریو سری رامچندر جی کے پاس پہنچے۔ دنڈ کر قدموں پر گر پڑے۔ سری رامچندر جی نے پیٹھ پر دست شفقت پھیر کر بیٹھنے کی اجازت دی۔ اور یوں گفتگو شروع ہوئی۔

سری رامچندر جی :- راجہ سگریو! اگر ہستیوں کا یہ فرض ہے کہ وقت وقت پر اپنے فرائض ادا کرتے رہیں جو کام میں وقت کا لحاظ رکھتے ہیں۔ اُن کا مرتبہ بلند ہو جاتا ہے۔ جو لوگ دھرم کے خلاف کام کرتے ہیں وہ گویا درخت کی پتلی ٹہنی پر سوتے ہیں ایسا شخص ضرور اوپر سے نیچے گرتا ہے۔ راجہ کو دشمن کی سرکوبی اور دوستوں کی ہمدردی کرنا نہایت ضروری ہے۔ جس نے ہر زمانے میں ارتھ دھرم کام کا خیال رکھا اس کا عروج ہی عروج ہے۔ اسی لئے تمہارا فرض ہے کہ سیتا جی کی تلاش میں سرگرمی سے کام لو۔

سگریو :- میں آپ کا احسان مند ہوں۔ آپ نے مجھے گویا دوبارہ زندگی دی۔ جو کچھ راج پاٹ ہے وہ اپنا ہی تصدق سمجھئے۔ میں دعدہ وفائی کا پورا انتظام کر رہا ہوں۔ تین کروڑ بانر ادھر ادھر سے آ گئے۔ اور آنے والے ہیں۔ میں نے سب کو کشکندھا میں طلب کیا ہے۔ جو بانر موجود ہیں۔ اُن کی طاقتیں معمولی نہیں کوئی کسی دیوتا کی اولاد سے ہے۔ کوئی کسی گندھرو کی نسل کا آفتاب ہر ایک کو یہ قدرت ہے کہ جس شکل کو چاہے اختیار کر لے اگرچہ چوپاؤں کی طرح چلیں تو کھڑے ہونے کی جگہ نہ ملے۔ اس لئے یہ انسان کی طرح دونو پیروں سے کھڑے ہوں گے اور جادۂ اطاعت گذاری میں قدم مار کر لنکا کو قدموں سے روندیں گے۔

سرگ ۳۹

سری رامچندر جی کے پیش نظر بانروں کے لشکر کا اجتماع

سری رامچندر جی سگریو کی باتوں سے ایسے خوش ہوئے کہ گلے سے لگا لیا اور بولے کہ جس طرح سورج سے اندھیرا دور ہوتا ہے۔ رات کی تاریکی چاند کو روشن کرتی ہے۔ اندر پانی برسا کر سوکھے درختوں کو ہرا کر دیتے ہیں۔ اسی طرح تمہاری مہربانی سے مجھے اپنی کامیابی کی اُمید ہو گئی۔ مجھے یقین ہو گیا کہ راون کو ضرور ماروں گا۔ اور جانکی جی کی جدائی کا زمانہ بہت جلد ختم ہو جائیگا یہاں یہ

یا تھی ہو رہی تھی کہ پہاڑ اور زمین دونو کانپ اٹھے۔ چاروں طرف گرد و غبار چھا گیا۔ ذرا ہی دیر میں بڑے بڑے قد آور قوی ہیکل بانر کلکاریاں مارتے ہوئے آموجود ہوئے۔ کسی کا رنگ طلائی تھا کسی کا سورج اور چاند کی ہی شکل۔ ان میں کون کون بانر کتنی کتنی فوج ساتھ لائے ذیل کی فہرست سے معلوم ہوگا۔

سوکھین تارا کے باپ .... نل

تارا رما کے باپ .... نیل

کیسری ہنومان جی کے والد ماجد .... میند

بینس جوتہ پت (سپہ سالار) .... دوبدھ

گج تین کروڑ جاموان دس کروڑ۔ رمن کئی ہزار

[illegible]

ان کے علاوہ گندماون کی فوج کا کچھ شمار نہ تھا۔ یہ فوجیں پیچھے پیچھے تھیں اور سب سے آگے انگد اور ان کے جلو میں انلد جانو اور کومدر۔

جس وقت یہ شمار پیش نظر ہوا۔ راجہ سگریو نے سری رام چندر جی سے عرض کی کہ خدمت گزار حاضر ہیں کیا ارشاد ہوتا ہے۔

سرگ ۴۰

سگریو کا بانروں کو پورب کی طرف روانگی کا حکم

سری رامچندر جی اس عظیم الشان اور بے شمار لشکر کو دیکھ کر از حد خوش ہوئے فرمایا کہ پہلے سراغ لگایا جائے کہ سیتا جی کہاں ہیں زندہ ہیں یا نہیں پھر جیسی مصلحت ہوگی اس پر عملدرآمد ہوگا۔ سگریو نے فوراً ہی بنس سپہ سالار کو حکم دیا۔ کہ پورب کی طرف جا کر جانکی جی کا پتہ لگائے۔ بھاگیرتھی۔ کوسکی۔ کالندی۔ جمنا۔ سرستی۔ سوند بھدرا۔ برہم مالا دیش مگدھ دیش بنگ دیش کا گوشہ گوشہ ڈھونڈ ڈالئے۔ سمندر میں تلاش کر کے۔ کول کیرات۔ راجھس۔ منتر وغیرہ کسی کی قیامگاہ ڈھونڈے بغیر نہ بچے۔ سمندر میں بھی پتہ نہ ملے تو دسویں دیپ میں تلاش کرنے کی ضرورت ہے۔ وہاں پہلے بہت قسم کے ذی روح ملتے ہیں جن کی بود و باش بہ سبب کہ پانی کی وجہ سے اس مقام پر ہے۔ ان کا کبھی پیٹ نہیں بھرتا جس جاندار کو دیکھتے ہیں اس کو پرچھائیں پکڑ کر کھینچ لیتے ہیں۔ جس جگہ سورج نمودار ہوتے ہیں وہیں گرڑ جی کی بود و باش ہے یہاں صبح کے وقت سورج دیوتا اور راچھسوں سے لڑائی ہوا کرتی ہے۔ یہ نہایت ہی خوفناک جگہ ہے جس وقت سورج طلوع ہو کر ہوتے ہیں دیکھ کر ان کو پانی میں رہنا پڑتا ہے۔ اس مقام سے آگے چل کر ... سا گر ہے۔ جس کی گردن میں منی کی

لڑیاں گندھی ہوئی نظر آتی ہیں۔ اس کے وسط میں رِسبھا پہاڑ پر نہایت خوشنما تالاب میں تالابوں پہ راج ہنسوں کی چہل۔ دیوتاؤں کی کلیل۔ گندھروں اور اپسراؤں کے راس بلاس سے کچھ عجیب ہی لطف آتا ہے یہاں سے آگے بڑھ کر وہ خوفناک سمندر ہے۔ جس کے بڑ رومد کو دیکھ کر دیوتاؤں کا پتہ پانی پانی ہو جاتا ہے۔ یہیں وہ آگ جلتی ہے۔ جسے بڑوانل کہتے ہیں۔ یہاں سے تیرہ جوجن پر ایک پہاڑ سونے کے رنگ کا ہے جس سے چاندی کی سی شعاعیں نکلتی ہیں۔ اس پہاڑ کے آگے تین پھن کے سیسا جی ملتے ہیں جن کے جسم پر سونے کا سا کندن اپنی چمک دکھاتا ہے۔ یہاں سے پورب کے رُخ سونے کا ادئے پربت سو جوجن بلند ہے جس پر سونے کی چوٹیوں سے اسطرح منور ہے جسطرح دوپہر کا سورج مجال کیا کہ آنکھ ٹھہر جائے۔ اس پر دیوال رشی تپسیا کرتے ہیں۔ جن کے درشنوں سے دل کی آنکھیں روشن ہو جاتی ہیں۔ یہاں سے آگے جانے کی کچھ ضرورت نہیں کیونکہ راون کی رسائی کی حد بس یہی ہے۔

ان تمام مقاموں کا نام و نشان بتا کر سگریو نے بانروں سے مخاطب ہو کر کہا دیکھو جلد آنا۔ دیر نہ لگانا ایک مہینے کی مہلت ہے توقف ہوا تو بے تکلف گردن ماردی جائیگی عذر فضول معذرت بیکار

سرگ ۴۱

سگریو کا بانروں کو جنوب کی طرف روانگی کا حکم

بانروں کو پورب کی طرف روانہ کر کے نیل۔ ہنومان۔ جامونت۔ سوہوتر۔ گلم۔ گوجھ۔ گج۔ گو- سوکھن۔ برکھبہ۔ میندھ۔ دوبدھ۔ سوکھن ثانی۔ گندھ مادن۔ والکا مکھ (فرزند اگنی) کو انگد کی ماتحتی میں جنوب یعنی دکن کی طرف جانے کا حکم دے کر ذیل کے مقامات میں جانکی جی کی تلاش کے واسطے ہدایت کی۔ اور مقام کی کیفیت ذہن نشین کر دی تا کہ خبردار رہیں۔

نام مقام	کیفیت
نربدا ندی	
گوداوری۔ منگلا۔ نربدا ثانی	
شیاوان ارودھ گامنی	آخری مقام سے جنوب کی طرف مڑنا پڑے گا۔
میکھل۔ اتکر۔ اداتی۔ ادرمارا	
ماسیک۔ مچھ۔ کلنگ دیش۔	
اندھر دیش پر لوڈر چول۔ پانڈو کوروں کا دیش۔	
ملی پربت ۔۔۔۔	اس کی چوٹیاں کثیر التعداد ہیں۔ تامرنہ ندی یہیں ہے۔

کاویری دلیش۔ ۔ ۔ ۔ یہاں اپسراؤں کی سکونت ہے اور اس کے جنوب میں اگست رشی رہتے ہیں۔
پانڈو دلیش ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ چندن کے درخت بکثرت سمندر کا اتصال اسی جگہ ہوا ہے۔

سمندر کے ساحل پر پہنچنے کے بعد سگریو نے ہدایت کی کہ یہاں سے سمندر کا عبور کرنا لازم ہے۔ راستے میں ایک دیت سو جوجن کا اور اس کے بعد ہزار جوجن کا دیت ملیگا۔ جس کی قیامگاہ پر راون کا پہلا قدم پڑتا ہے۔ اس کے بعد تیسرے دیت کا سامنا ہوگا۔ پھر راون کی ایک کنیز ملیگی جو سایہ پکڑ کر ذی روح کو اوج ہوا سے نیچے کھینچ لیتی ہے۔ اس کا مارنا ضروری اور لازم ہے۔ ورنہ گزر محال۔ اس سے آگے سو جوجن کا سمندر اتر کر پسینک پہاڑ پر جانا ہوگا۔ جس کی چوٹیاں ہمرافلک ہیں اور ایک چوٹی سونے کی ہے۔ جس پر سورج دوپہر کو دم لیتے ہیں۔ ونغط اذنا سنک لوگوں کی تو وہاں رسائی نہیں یعنی اسے پرنام کرنے سے وہاں کے رشیوں کے درشن مل سکتے ہیں۔ اس کے بعد حسب ذیل راستے بتلائے۔

سورج دان :۔ لاکھ جوجن کا سمندر جس کے پہاڑ کی چوٹی چودہ جوجن اونچی ہے یہاں راون کی شکارگاہ ہے اور ایک مکان

بیدوت پہاڑ:۔ یہاں کے درخت سدا پھل دار ہیں۔ کندمول کی کثرت۔

کنجر پربت :۔ اگست رشی کے استھان کے علاوہ یہاں بسوکرماں نے دس جوجن کا ایک سر بفلک مکان بنا دیا ہے جس میں کبھی کبھی راون کی بود و باش رہا کرتی ہے۔

سوبرن پربت :۔ (یعنی سونے کا پہاڑ) یہاں سانپوں کی کثرت ہے اور باسکی ناگ سانپوں کے راجہ کی سکونت راون کبھی اکثر یہاں آیا جایا کرتا ہے۔

وسنجہ پربت :۔

کرسنچہ ہری شام پربت :۔ اس پہاڑ پر چندن کے درخت بہت ہوتے ہیں ان میں ایسی حرارت ہے کہ جو چھو جائے جل کر خاکستر ہو جائے۔ یہ مقام جانے کے قابل نہیں۔ اس کے آگے راون کی طرف سے روہت گندھرب جنگل کے محافظ ہیں۔

سیوکھ۔ گراہی مکس :۔ یہ سب پانچ سو دلیش گنا کے سگریو نے کہا کہ راون کی عملداری۔

سک بہیر ودلیش :۔ ان سب مقاموں پر سے آگے جانے کی ضرورت نہیں کیونکہ بہیر ودلیش سے آگے پترلوک ہے پھر جمراج کی راجدھانی یہ مقام نہایت تکلیف دہ ہے۔ صرف بالی ہی میں دم تھا کہ ایک مرتبہ مجھ کو ساتھ لئے ہوئے وہاں کی سیر کرا آیا۔ تمام لوگ ادھر کا قصد نہ کرنا وہاں راستے میں جو جو مقام پڑتے جائیں اُن میں تلاش کر کے ایک مہینے کے اندر ضرور ضرور آجانا۔

سرگ ۴۲

سگریو کی بانروں کو پچھم کی طرف روانگی کی ہدایت

راجہ سگریو اب تارا کے پتا سوکھن سے دست بستہ بولے کہ آپ ایک مہرشی کے فرزند اور ریکی کی آنکھ کے تارے ہیں آپ کو فخر قوم کہنا زیبا ہے۔ اندر اور گدڑھ آپ کی طاقتوں کے قائل ہیں اس لئے میری خواہش ہے کہ آپ مغرب کی طرف تشریف لے جائیں۔ میر اسر۔ بیک چنور چر نوال۔ کچھ اور دالک۔ کیتک نامی دیشوں میں جانکی جی کی تلاش فرمادیں جب آگے کا قصد ہو تو اس طرف رُخ کریں۔ جدھر سے دریا پوسب ہنتے پچھم کی طرف رواں ہوتے ہیں۔ سمندروں کے ٹاپوؤں کے آگے کیتک کھنڈ دیش ہے۔ جہاں تمال کے درختوں کا ایک جنگل لگا۔ اور راون کا بہت ہی نفیس مکان بنا ہوا ہے۔ ناریل کے درختوں کی بھی کثرت ہے۔ اس کے آگے حسب ذیل مقامات کا سفر کرنا ہوگا۔ کر چھپتن۔ جٹاپو۔ انیت منگل

سوبکر پربت :- اس پربت کی سو چوٹیاں ہیں۔ پرند بکثرت شیر بیشمار جنگلی جانوروں کے بھاٹے بہت

سدرون پربت :- اس کی چوٹی بہت بلند ہے۔ اور اس کے چاروں طرف پانی ہی پانی ہے۔

پاری جاتر پربت :- یہاں گندھربوں اور کنیسوں کی بود و باش ہے جو یہاں کے پھل کھالے پھر گھر لوٹ کر نہیں آتا۔

عالی ندی :- یہاں لسبو کرماں نے راون کے لئے ایک بہت ہی عمدہ مکان تیار کر رکھا ہے۔

چکروان پربت :- اس پہاڑ پر پہنچ آور ہے۔ گریوں راکششوں کی سکونت ہے اس کے آگے چوسٹھ جوجن کا ایک پہاڑ ہے جس پر برن دلیتا رہتے ہیں اور اس کے بعد نر کا سُر دیت کا مکان ہے۔

گج پربت :- یہاں ہاتھی۔ شیر۔ چیتے وغیرہ خونخوار جانور بکثرت رہتے ہیں۔

مہیندر پربت :-

میرو پربت :- یہاں درخت بڑے خوشنما ہوتے ہیں۔ پھول بھی ہمیشہ بہار سورج کے بردان سے یہ پہاڑ ساٹھ ہزار پہاڑوں کا راجہ کہلاتا ہے۔ یہاں دیوتا اور گندھرب لوگوں کے سوا اور کسی کا گذر نہیں اندر اور کبیر کی فرودگاہیں بھی یہی ہیں۔ سورج یہیں غروب ہوتا ہے۔ اس کے درشن وہی لوگ پاتے ہیں۔ جنہوں نے محرم کیا ہے۔

مگر چونکہ آپ سری رامچندر جی کے درشن دیکھ چکے ہیں پھر وہاں تک رسائی کچھ مشکل نہیں۔ میں اس پہاڑ کی سیر کر آیا ہوں۔ راون کی یہ طاقت نہیں۔ کہ وہاں تک قدم رکھ سکے۔

سرگ ۴۳

بانروں کو اُتر کی طرف جانے کیلئے سگریو کا حکم

اُتر کی طرف جانے کے لئے سگریو نے ست بل بیر کو تجویز کیا۔ اور بہت کچھ فہمائش کر کے حسب ذیل مقامات میں جانکی جی کی تلاش کے لئے ہدایت کی۔

کچھ پولند۔ سورسین۔ اندر پرستھ۔ کُھرد۔ کرد۔ مدرک کا سوج چون شگ۔ پٹن۔ ہمالیہ۔ کمل بن۔ کدلی بن کے اُتر کی طرف سوما سر۔ جہاں گندھربوں کی بستی ہے۔ کال پربت۔ ہیم گر کچھ (ہیم گر کچھ کے اُتر) سودرشن پربت۔ دیوسکھا پربت۔ جہاں پرند بکثرت ہیں راون کی آمد و رفت ہے۔ اور جس کی چوٹیاں سنہری ہیں۔ آکاش پربت (سو جوجن بلند۔ ندی اور درختوں سے پُر فضا۔ صحرائے بے پایاں سے رشکِ گلزار۔ کیلا کھاپربت جہاں مہادیو جی فردکش رہتے ہیں جس کے شمال میں کوبر کا مکان ہے۔ تالاب نایاب روزگار۔ کملوں کی دلفریب بہار۔ ہنسوں اور اپسراؤں کی چہل قابل دید یہاں راون کا مکان بھی لسوکرماں کا بنایا موجود ہے۔

کرونچ پربت۔ سوام کارتک جی یہیں قیام پذیر ہیں۔ مہاتموں کی بھی سکونت ہے۔ دیوتا یہاں کے کاملین کی پرستش کو تشریف لایا کرتے ہیں۔

کام پربت۔ مان سرودر مینا ک پربت مایا دیوی داتوں کا مسکن اور راون کا بھی ایک استھان ہے۔ ہیے دیش۔ (جہاں کے باشندے گھوڑ مُنہے ہیں) سدھ دیش۔ تپسویوں کا استھان ہے۔

پوہکر پربت بیکھا ناس سرودر (تالاب) کوبیر دیوتا کا فیلخانہ۔ یہاں سے جو دیش آگے ملیگا۔ وہاں سورج اور چاند طلوع ہوتے ہیں نہ غروب۔ برسات بھی ندارد روشنی صرف قدرتی رہتی ہے۔ اس کے آگے سلونداندی کے کنارے بانسوں کا گھنا جنگل ہے۔ اس کے شمال میں کمل سے بھری ہوئی ندیاں اس کے آگے گاڑھا ندی کے طلا کا درختوں کے جھنڈ ملتے ہیں۔ یہاں بھی راون نے لسوکرماں سے اپنے لئے ایک عجیب و غریب مکان تیار کرایا ہے۔ اس مقام سے آگے سوم گر (پہاڑ) ہے اس کے اتر کی طرف مہا دیو جی تشریف رکھتے ہیں۔ وہاں کسی اور ذیروح کا گذر نہیں۔ ہاں آپ لوگ سری رامچندر جی کی مدد اقبال سے جا سکتے ہیں

سرگ ۴۴

سری رامچندر جی کو ہنومان جی سے مطلب براری کا یقین نشانی کیلئے انگوٹھی کا عطیہ

سب سرداران لشکر کو سگریو نے ہدایت کر کے ہنومان جی سے خطاب کیا کہ تم پون جی کے جگر بند ہو۔ خاک پانی۔ آگ ہوا سب تم سے ذیر ہیں۔ دیو لوگ ناگ لوگ سب جگہ آناً فاناً میں پہنچ سکتے ہیں۔ کون ہے جو تمہاری طاقت کو تسلیم نہیں کرتا۔ ویدیشاستر تمہاری زبان پر ہیں۔ اس لئے تم سے جو توقع ہو سکتی ہے۔ دوسرے سے ممکن نہیں۔

سری رامچندر جی کو سگریو کی اس تقریر سے یقین ہو گیا۔ کہ ہنومان جی پر جب سگریو کو اعتقاد

بھروسہ ہے ضرور یہ اِس مہم کو سر کریں گے۔ انہوں نے جوشِ محبت سے ہنومان جی کو پاس بُلایا اور گلے سے لگا کر کہا کہ یہ انگوٹھی لو۔ جہاں جانکی ملیں میری نشانی دے دینا۔ میری اُمیدیں تمہاری مہربانی پر منحصر ہیں۔ مہابیر جی نے قدموں پر سر جھکا کر انگوٹھی لے لی۔ اور بڑے جوشِ مسرت سے کلکاری مار کر جے سری رام جے سری رام کہتے ہوئے دکن کی طرف جانے والے بانروں کی فوج میں جا ملے۔

سرگ ۴۵

جانکی جی کی تلاش میں بانروں کی روانگی

ہنومان جی کے چلتے وقت راجہ سگریو لشکر میں داخل ہوئے۔ سب بانروں کو مخاطب کر کے تنبیہ کی کہ خبردار دیر نہ لگانا مہینے بھر کی مہلت ہے۔ جہاں تک جلد ممکن ہو سیتا جی کی خبر لگانا۔ ورنہ بے مروتی معاف تلوار ہو گی اور گردن۔

سب بانروں نے بڑے جوش خروش سے خم ٹھونک ٹھونک کر کہا کہ آپ ہم کو سمجھے کیا ہیں۔ راون کو پکڑ لاتے یا اس کا سر لا کر قدموں پر ڈال دیں گے۔ گھبراہٹ کی کون بات ہے آپ نے ہم سب کو ناحق تکلیف دی۔ ہم میں سے صرف ایک بانر راون کے لئے کافی تھا۔ مگر خیر ہمیں تعمیلِ ارشاد سے کام تھا۔ چنانچہ دیکھ لیجئے گا کہ بن بنوں کو توڑ پھوڑ کے سمندروں کو پھاند پھوند کے بن کو کھود کھاد کے جہاں کہیں جانکی جی کا پتہ لگیگا اُن کو ڈھونڈ نکالیں گے۔

اِسی طرح ہر ایک بانر اپنی طاقت کا اظہار کرنے کے لئے بولا کہ میں پچیس جوجن تک زقند لگا سکتا ہوں۔ کسی کا قول تھا کہ چالیس جوجن پھاندنا چیز ہی کیا ہے۔ یونہی ساٹھ ستر اسی۔ نوے۔ سَو جوجن کا فاصلہ ایک زقند میں طے کرنے کے لئے بہتوں نے دعویٰ کیا۔ اور سری رامچندر جی و لچھمن جی کو ڈنڈوت کر کے ایسے ہوا ہوئے کہ سمندِ خیال بھی پیچھے رہ گیا۔

سرگ ۴۶

سگریو کی جغرافیہ دانی پر سری رامچندر کی حیرت

سری رامچندر جی سگریو کی جغرافیہ دانی سے متحیر ہو گئے۔ تعجب کے ساتھ پوچھا تمام دنیا بھر کے شہروں کے نام تمہیں کیونکر یاد ہو گئے۔ کیا جغرافیہ پڑھا ہے؟

سگریو۔ مہاراج! جب بالی مایا دی راچھس کے پیچھے پیچھے پہاڑ کی کھوہ میں جا کر سال بھر تک واپس نہ آیا۔ اور واپسی پر مجھ سے ناراض ہوا۔ تو میں جان لے کر بھاگا۔ بالی پیچھے تھا میں آگے۔ پورب پچھم اُتر۔ دکن چاروں طرف بالی نے دم لینے نہ دیا۔ تمام شہر قدموں سے ناپ گئے۔ مگر کہیں ٹھکانا نہ ملا۔

ہنومان جی عقلمند ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اِس جگہ ٹھہر جاؤ۔ یہاں متنگ رشی کی بددعا کی وجہ سے بالی قدم نہ رکھیگا اگر جرأت کی تو سر کے سو ٹکڑے ہوں گے۔ چنانچہ چار دانگ عالم میں یہی جگہ میرے لئے جائے پناہ ہوئی۔ اور بالی کے تعاقب سے میں روئے زمین کا چپہ چپہ دیکھ سکا۔

سرگ ۔ ۴۷

تین طرف کے روانہ شدہ بانروں کی ناکامیابی

جو بانر اتر پورب پچھم سیتا جی کی تلاش کے لئے روانہ ہوئے۔ وہ دن بھر پاؤں توڑ کر رات کو کندمول پر بسر کر کے مایوس واپس آ کے اور راجہ سگریو سے عرض کی کہ کہیں سراغ نہیں ملتا۔ زمین کے گوشے مگر بیکار۔ اتر۔ پورب۔ پچھم میں کہیں جانکی جی کا پتہ نشان نہیں ہاں ہنومان جی ابھی تک واپس نہیں آئے شائد پتہ لگالیں۔

سرگ ۔ ۴۸

جنوب کی طرف جانے والے بانروں کا حال

جو بانر جنوب کی طرف گئے تھے انہوں نے خوب خاک چھانی۔ ندی باغ جنگل پہاڑ سب ڈھونڈ مارے جاتے جاتے ان دیش کے کنڈو بن میں گذر ہوا۔ جہاں نہ درخت بار آور تھے نہ پھول خوشبودار نہ پرندوں کا نام و نشان یہ بن کنڈو رشی کے نام سے موسوم تھا۔ جب یہ یہاں تپسیا میں مصروف تھے ان کا دس برس کا بیٹا راہی ملک عدم ہو گیا۔ رشی جی نے جوش و غضب سے بددعا دیدی۔ کہ جنگل کے کل درخت بے ثمر رہیں چنانچہ بانروں کو بھوک پیاس سے سخت تکلیف ہوئی۔ اور تھکے ماندے بھوکے پیاسے جیوں تیوں دوسرے جنگل میں پہنچے جہاں ایک کوہ پیکر کوہ قامت دانو سامنے آ گیا۔ سب بانر سمجھے۔ کہ ہو نہ ہو یہی راون ہے۔ چنانچہ کپی کے قدم آگے نہ اُٹھتے۔ مگر انگد نے جرأت کر کے ایک گھونسا مارا کہ فوراً دم نکل گیا۔ بانر سمجھتے تھے کہ یہی راون ہے۔ مگر پھر مایوسی ہو گئی۔ اور اِدھر اُدھر تلاش کرتے ہوئے ایک درخت کے تلے ٹھہر گئے۔

سرگ ۔ ۴۹

جنوب کی طرف عازم بانروں کا عزم

بانر پاؤں توڑتے توڑتے ہمت ہار گئے۔ انہوں نے انگد سے کہا کہ بس اب زندگی کی خیر نہیں راجہ سگریو جیتا نہ چھوڑیں گے۔ ہم لوگوں کو جمائیاں آ رہی ہیں۔ یہ علامت منحوس ہے جس نے ست چھوڑ

دیا اس کی کامیابی مشکل ہے۔ ہمت ہارنا کسی حال میں مناسب نہیں۔ لڑائی میں شکست کھا کر جس نے دل ہار دیا اس کی ساری امیدیں خاک میں مل گئیں۔ جس کے حوصلے پست نہ ہوئے وہ ضرور ایک نہ ایکدن کامیاب ہوگا۔

انگد :۔ آپ ہمت نہ ہاریں۔ میرے حوصلے میں تازہ خون ہے۔ کمر ہمت باندھیئے اور ہرچہ بادا باد کہہ کر چلیئے۔ اگر قسمت میں ناموری کا سہرا ہے۔ تو سیتا جی کا پتہ لگا کے رہیں گے۔ اٹھو چلو یہ بھی محال ہے کہ سیتا جی کا نشان نہ ملے۔ سب لوگ تیار ہو گئے اور سارا قافلہ جنوبی زمین کا گزین گیا۔

سرگ ۵۰

دکن کیطرف جانکی جی کی تلاش کرنیوالوں کی مشکلات

جنوب کی طرف گئے بانر بند پہاڑ سے گزر کر دکن کے ایک جنگل میں پہنچے جہاں شیروں اور خونخوار جانوروں کی بے انتہا کثرت تھی۔ اور خورد و نوش کا سامان ندارد۔ اس جنگل میں ٹاپتے ٹاپتے ایک مہینہ ہو گیا بھوک پیاس سے کون تھا جس کو تکلیف نہ تھی۔ مگر سب نے لاکھ کمر ہمت مضبوط باندھی تب بھی فاقہ کشی و تشنگی سے سب کے حوصلے پست ہو رہے تھے۔ تھکے ماندے ایک مقام پر پہنچے۔ تو ایک سوراخ نظر آیا جس کو بیلیں چھپائے ہوئے اتفاقاً انہیں بیلوں کے چھپائے ہوئے چھید سے کچھ پرند نکلے۔ جن کے پروں میں تری پائی جاتی تھی۔ بانروں کو یقین ہو گیا کہ ضرور یہیں کہیں کوئی چشمہ ہے۔ ہنومان جی نے اس مقام پر اپنی صورت بدلی اور قد ایسا بڑھایا کہ وہاں کے دانوں مارے خوف کے وہاں سے بھاگ گئے اور مہابیر جی نے ہمراہیوں سے کہا کہ گپھا معلوم ہوتی ہے۔ یہاں ضرور پانی ہے۔ اگر یہاں پانی نہ ہوتا۔ تو بیلوں اور درختوں کو یہ سرسبزی نصیب نہ ہوتی۔ اور نہ پرند نہائے دھوئے نظر آتے۔

یہ بات سنکر بانر آگے بڑھے مگر بھوک پیاس سے بدن میں جان نہ تھی۔ تاہم جیوں تیوں سب آگے بڑھے تو دیکھا ایک بن کی رونق کچھ اور تھی۔ درخت سرسبز چھتنارے درختوں سے دھوپ چھن نہ سکتی تھی۔ قدم قدم پر سایہ ہی سایہ تھا۔ شاخیں باردار۔ ڈالیاں گل افشاں۔ پاس ہی پانی کا ایک چھوٹا سا خوبصورت چشمہ جسمیں مچھلی اور کچھوؤں کی چہل دلفریب آنکھوں میں طراوت پہنچی۔ کلیجہ پانی کو دیکھ کر ترہوا لیکن کیا معلوم کہ پانی کیسا ہے۔ اس لئے ہاتھ منہ دھو کر پھر اور آگے بڑھے تو بہت سے خوبصورت مکان اور عالیشان مکان نظر آئے۔ باغوں میں اعلےٰ درجہ کی نفاست درخت ہرے بھرے ڈالی ڈالی خوش ذائقہ عرق کا سرچشمہ۔ پھول رپہلی سنہری۔ بھونروں کی گونج دلنواز۔ کند مول پھل کی کثرت کہیں مخمل کا فرش کہیں ریشم اور مرگ چھالوں کا بچھونا سب بانر حیرت میں رہ گئے کہ جنگل میں منگل کا سامان کیسا۔ آخر ہنومان جی آگے بڑھے اور تپسوی کی لڑکی سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ کیا نام ہے۔

سرگ ۔ ۵۱

ایک جنگل میں ہنومان جی وغیرہ سے کسی تپسوی عورت کا سامنا

ہنومان جی اس تپسوی لڑکی سے فرماتے ہیں کہ بھوک سے پیٹ میں چوہے لیٹ رہے ہیں پیاس کا جھٹکا ہے۔ کیونکہ ہاتھ پاؤں میں جان آگئے۔ یہاں کے درخت عجیب وغریب ہیں پھل اور میوے بھی داخل عجائبات مچھلی اور پھولوں کا رنگ بھی طلائی تمام نعمتیں موجود اس کا سبب کچھ معلوم نہیں ہوتا۔ تپسوی لڑکی یہ سب ایک جادوگر دیت کی کارستانی ہے۔ جو اپنے وقت کا ابسوکرماں تھا۔ اور جیسے سب کے نام سے پکارتے تھے جو کچھ پیش نظر ہے اس کے مالک سنسکرا چارج تھے۔ لیکن مے سردیت نے ہزار سال تپسیا کر کے ایک ایک چیز کو اپنا کر لیا۔ برہما کے بردان کی طاقت تھی۔ اسی زور پر اس نے یہاں اپنا عمل دخل کیا۔ مے دیت کے یہ سب سامان عشرت دیکھ کر اندر کی منظور نظر اپسرا سویدیا فریفتہ ہو گئی۔ اور تعلق پیدا کر لیا۔ اندر کب گوارا کر سکتے تھے آتش غضب شعلہ خیز ہوئی۔ اور انہوں نے بجر مار کے مے دیت کو ٹھکانے لگا دیا مگر سویدیا کی آہ وفریاد پر برہما جی کا دل پسیجا اور ہدایت کی کہ اسی جنگل میں منگل مناؤ۔ جب اس نے تنہائی کی شکایت کی تو ہیما نامی اپسرا کی رفاقت منظور ہوئی۔ ہیما مجھے بڑی عزیز تھی۔ میں نے اسی سے ناچنا گانا سیکھا تھا مگر افسوس وہ اپنی شاگرد سوم پربھا یعنی مجھ ناچیز کو ہمیشہ کے لئے داغ جدائی دے گئی۔ میں نے اپنی سرگذشت سنادی اب تم بتاؤ کہ کون ہو یہاں آنے کی غرض۔ بھوک پیاس ہے تو پانی اور میوے حاضر ہیں۔

سرگ ۔ ۵۲

تپسوی لڑکی کی مہمان نوازی اور ہنومان جی کی شکر گذاری

بانروں نے یہاں پیٹ کی آگ بجھائی اور ہنومان جی نے کہانی کر تپسوی لڑکی سے سری رامچندر کے بن باس۔ سیتا ہرن۔ بالی کے قتل۔ سگریو کی تخت نشینی وغیرہ کا ذکر کر کے اس کی مہمان نوازی کا شکریہ ادا کیا۔ اور گذارش کی کہ آپ کی عنایتوں کے عوض میں کیا خدمت کریں۔ جو مرضی ہو اس سے آگاہی ملے۔

تپسوی لڑکی :۔ میں نے تنکا بھی تو نہیں اتارا جس کا آپ احسان مانتے ہیں۔ بالفرض مجھ سے کچھ خدمت بھی بن پڑی ہو تو مجھے دنیا کی چیزوں سے کیا سروکار۔ یقین جانئے کہ کوئی خواہش نہیں۔

سرگ ۵۳

تپسوی لڑکی کی کمال ریاضت سے بانروں کی بندھ پربت پر رسائی

ہنومان جی تپسوی لڑکی کی قناعت پر قائل ہو گئے انہوں نے دست بستہ عرض کی کہ آج اتنے
دنوں بعد آپ کے درشنوں سے مہینے بھر کی تھکاوٹ دور ہو گئی۔ مگر افسوس کہ سگریو کی میعاد گذر گئی اور
ابھی تک سری جانکی جی کا پتہ نہ لگا۔ اب ہم لوگوں کی جان کی خیر نہیں۔ سگریو کی تلوار کسی طرح نہ دیگی۔
تپسوی لڑکی:- اس جنگل میں جو آئے زندہ نہیں پھر سکتا۔ جب یہیں تمہارا رویاں میلا نہ ہوا
تو آگے کیا ہو سکتا ہے۔ تم ہر بات کی دلجمعی رکھو۔ میں اپنی عمر بھر کی تپسیا کا ثواب تمہاری نذر کرتی ہوں۔
ذرا سب بانر آنکھیں بند کرلیں۔ تو ابھی سندر پربت پر پہنچا دوں۔ بانروں نے آنکھیں بند کرلیں اور تپسوی
لڑکی نے اپنے کمالات ریاضت کی برکت سے پل مارتے اُن کو سندر پربت پر پہنچا دیا۔

سرگ ۔ ۵۴

بانروں کی مایوسی۔ فکر کاہش

سب بانر سندر پربت سے سمندر کے کنارے پہنچے۔ تھکاوٹ بہت تھی۔ وہیں تھوڑی دیر سستانے لگے میعاد
معینہ گذر چکی تھی ہر ایک کو جان کا خوف تھا۔ کوئی کہتا تھا۔ کہ سمندر میں ڈوب مرنا اچھا نہیں تو سگریو
سخت اذیتیں دیگا اس کا قہر غضب ہے کسی کی رائے تھی کہ مرنا تو ہے ایکدفعہ یہی کوشش کیوں نہ کریں
کہ انگد کو گدی مل جائے۔ یوں بھی سگریو کے ہاتھ سے مرنا ہے لڑ بھڑ کے بھی مریں گے۔ تو ایک ہی بات ہے۔
صرف فائدہ یہ ہو گا کہ انگد کو راج مل جائیگا۔ کچھ کھچڑی پکاتے تھے کہ جی ہے تو جہان ہے آپ بھلے تو جگ بھلا
گھر بار سب پر لعنت مزے سے یہیں رہیں لوٹ ہی کے نہ جائیں۔ انگد کو خوف تھا کہ ولیعہدی گئی۔ قیدخانے
سے سامنا کچھ دور نہیں ایک تو سگریو کو حکومت کا نشہ دوسرے شراب عیاشی سے مدہوش تیسرے اوگنے
کو کھیلنے کا بہانہ۔ سگریو ہم لوگوں کی ناکامیابی پر سری رامچندر جی کو ناراض کر دیں گے پھر ہم لوگوں کا
کہیں ٹھکانا نہ رہیگا۔ چچا صاحب جس سے دل میں غبار رکھتے ہوں گے اس کا اچار نکلوا ڈالیں گے۔

تارا بانر فہمیدہ و سنجیدہ تھا اس نے کہا توہمات سے کچھ فائدہ نہیں میری رائے ہے کہ پھر اسی گفا میں
چلیں پھل اور میوے کھائیں وہاں رام چندر اور سگریو تو کیا اندر کی بھی مجال نہیں کہ ہم لوگوں کی چھائیں پا سکیں
بس اس سے بڑھ کر بچاؤ کی اور کوئی تدبیر نہیں۔ انگد کو یہ رائے پسند آئی۔ اس نے کہہ دیا کہ میں اس تجویز کو
پسند کرتا ہوں۔ اور بانر بولے کہ ہمارا بھی یہی ارادہ ہے۔ ہم انگد پر جان قربان کر دیں گے۔ لیکن ہمارے
خون کا کوئی قطرہ سگریو کی تلوار نہ پی سکیگی۔

سرگ ۵۵

انگد کو ہنومان جی کی فہمائش

جب سب بانر کھچڑی پکا چکے تو ہنومان جی کو یقین ہو گیا۔ کہ انگد بالی کی وجہ سے سگریو کا مخالف

ہو رہا ہے۔ انہوں نے اپنی رفاقت کے خیال سے انگد کو اسطرح سمجھانا شروع کیا۔ جسطرح ایک زمانے میں شنکراچارج نے اندر کو نصیحت کی تھی۔ انہوں نے فرمایا کہ تم ایسے عقلمند۔ بالی کے تاج سلطنت کے سردار اور پھر تمہاری یہ خام خیالی۔ تمہارے سوا سگریو کسی کو راج نہیں دے سکتے۔ یہ حق تمہارا ہی ہے۔ پھر سرتابی و سرکشی کی ضرورت ہمراہی لشکر عظیم کا زعم بھی فضول باندروں پر اعتبار کرنا حماقت۔ جب چاہیں گے بال بچوں کو لیکر تو دو گیارہ ہو جائیں گے۔ بالفرض سب نے ساتھ دیا بھی تو میں نیل نیل اور جامونت کی طرح قابو میں نہیں آسکتا۔ جس کا جی چاہے زور دکھا کر آزمائش کرے۔ تم سگریو سے کمزور ہو کمزور کو زبردست کے سامنے خم ٹھونکنا کبھی روا نہیں۔ اس سے زیادہ سگریو کی طاقت اور کیا ہوگی کہ لچھمن ایک بان میں صفایا کر سکتے ہیں۔ باندر پیٹ کے بندے ہیں۔ جب بھوکے ہوں گے دکھائی بھی نہ دیں گے۔ سری رامچندر جی نے تمہیں ولیعہد بنا دیا ہے۔ سگریو کا اور کوئی وارث تاج و تخت نہیں۔ تارا کو وہ جان سے عزیز رکھتے ہیں۔ پھر تمہیں تخت سلطنت سے مایوسی لازم نہیں۔

سرگ ۵۶

انگد اور اُن کے ہمراہی باندروں کی تشویش

ہنومان جی کی تقریر انگد نے گوش و ہوش سے سنی اور دل میں خیال کرنے لگے کہ بات تو ٹھیک ہے۔ مگر سگریو سے اُمید کیا۔ بھائی کی جان لے ڈالی۔ بھاوج کو محل میں داخل کر لیا حالانکہ بڑی بھاوج کا رتبہ ماں کے برابر ہے۔ ایسی باتیں ادھرم نہیں تو اور کیا ہیں۔ رامچندر جی کے ساتھ آگ کے سامنے عہدنامہ دوستی کیا مگر جب راج مل گیا تو عیش میں پڑ گئے۔ سب احسان بھلا بیٹھے اگر لچھمن جی آنکھیں نہ دکھاتے تو کبھی ایمان ٹھکانے نہ ہوتا۔ میرے والد بالی سے دشمنی ظاہر ہے بس وہ اپنے دشمن کے بیٹے کو کب راجگدی پر دیکھنا گوارا کرینگے ان کو اس وقت بہانہ بھی مل گیا۔ تم وہاں گئے تو حیلے سے ضرور قتل کر ڈالیں گے۔ یہ سوچکر انگد نے ہنومان جی سے کہا کہ سگریو کے یہاں جانا درست نہیں۔ میعاد معینہ گذر گئی۔ ان کے لئے خونریزی کا یہ حیلہ کافی ہے۔ آپ جائیے اور تارا ماتا اور رانی رُدما سے خیر و عافیت کہہ دیجئے۔ ہم گھر لوٹنے سے در گذر ہے۔

یہ کہہ کر انگد غمگین حالت میں کشن کے آسن پر بیٹھ گئے سب باندروں نے چاروں طرف سے گھیر لیا۔ اور زندگی سے بے آس ہو کر رونے پیٹنے لگے۔ جو تھا سری رامچندر جی کے کارناموں کا ذکر کرتا تھا۔ بن باس سے بالی کے قتل کی جو وارداتیں تھیں سب کو شنکر کا نپ جاتے تھے کہ جان کا ایشور ہی مالک ہے۔

سرگ ۵۷

باندوں کا سمپاتی جٹایو کے بھائی سے سامنا

بانر اپنی جان سے مایوس رو پیٹ رہے تھے۔ کہ یکا یک بند پہاڑ کی ایک گفا سے سمپاتی نکل آیا۔ دیکھا تو بانروں کا جمگھٹا لگا ہے۔ سمپاتی بھوک سے پریشان تھا۔ مارے خوشی کے اچھل پڑا اور بولا کہ ایشور تو بڑا ہی رازق ہے۔ "رزق را روزی رساں پرمید ہد" کا قول راست آیا مدتوں تک کے لئے بے منت میرے پیٹ کا سہارا ہو گیا۔ اور لطف یہ کہ نہ سر پر کسی کا خون ہوگا نہ خونریزی کی تکلیف۔ بانر جو مرتے جائیں گے منہ کا نوالا بنیں گے۔

انگد اس آواز سے سہم گیا سمجھا کہ پرند کے جامے میں جمراج آ گئے۔ کانپتا تھرتھراتا بانروں سے بولا کہ بھائیو جمراج آ پہنچے۔ ہائے مفت جان گئی۔ مرنا ایکدن ضرور ہے مگر بے موت مرنے کا بہت ہی دکھ ہوتا ہے۔ گردھ راج جٹایو بڑے خوش نصیب تھے جنہوں نے رام چندر جی کی رفاقت میں جان دیکر جنم سپھل کیا۔ کہتے ہیں کہ جمراج کے ہاتھ سے مرنے والے کی مکت نہیں ہوتی لیکن جٹایو کو راون نے مارا تو سری رامچندر جی نے تار دیا۔ اگر جٹایو کی زندگی میں سیتا جی مل جاتیں تو ہم لوگ بے موت نہ ملے جاتے۔ ہم لوگ بڑے بد نصیب ہیں نہ راجہ دسرتھ کیکئی سے قول ہارے نہ کیکئی سے ہٹ رکھتے نہ مرتے نہ بن بکس ہوتا نہ سیتا ہرن نہ بالی کی جان جاتی نہ ہم کو موت کا سامنا ہوتا۔ سمپاتی جٹایو کا نام سنکر چونک پڑا۔ بولا کہ اس نام کا تو میرا ایک بھائی تھا۔ ذرا پھر تو کہنا کہ معاملہ کیا ہے۔ اب تمہیں جان کا خوف نہیں مہربانی کر کے مجھے پہاڑ سے اُتار لو سنو تو کیا سیتا ہرن سے تمہاری کیا غرض ہے۔

سرگ ۵۸

سمپاتی سے انگد کی گذارش حال

سمپاتی کی پہاڑ سے اُتارنے کی درخواست پر بانروں کو بدگمانی ہوئی۔ کچھ دیکر کھا جانے کے لئے بناوٹ کرتا ہے۔ مگر جب سوچ کر جان تو بچنے ہی کی نہیں شاید اس خدمت سے سمپاتی کو کچھ رحم آئے اس لئے بانروں نے اُسے پہاڑ سے اُتار لیا اور انگد نے یوں سرگذشت شروع کی۔

ریچھ کے دو فرزند تھے بالی اور سگریو۔ سگریو بالی کے برابر طاقتور نہ تھا۔ بالی والد بزرگوار تھے اور مجھے لوگ انگد کہتے ہیں۔ راجہ دسرتھ کے فرزند نامور سری رامچندر جی اور لچھمن جی بن میں مقیم تھے جانکی جی کو راون لے گیا تو جٹایو نے خوب مقابلہ کیا۔ خونخوار لڑائی ہوئی۔ راون بڑا کٹر تھا۔ جٹایو ضعیف افسوس دشمن نے اس کی جان لے لی۔ جب سری رامچندر جی پہنچے۔ تو جٹایو کا کریا کرم کیا۔ اور میرے چچا سگریو سے دوستانہ معاہدہ کر کے بالی کو مارا۔ سگریو کو راج دیا۔ ہم لوگوں کو جانکی

جی کی تلاش کے لئے روانہ کیا۔ مہینے بھر کی مہلت تھی۔ جو ختم ہو گئی۔ اب سگریو بے جان لئے نہ رہیں گے اس سے بہتر ہے کہ آپ ہی بھوک منا لیجئے۔

سرگ ۵۹

سنپاتی کی سرگذشت

انگد کی تقریر سے سنپاتی کا دل بھر آیا۔ آنسو ٹپ ٹپ گرنے لگے باندروں سے کہا افسوس بڑھاپے سے معذوری ہے۔ ورنہ میں راون سے اپنے چھوٹے بھائی کا بدلہ لے لیتا۔ ایک زمانے میں اندر نے ترسے اُسر دانو کا قتل کیا تو ہم دونو بھائی اندر کے پاس پہنچے۔ اندر کھڑا اٹھے ہاتھ جوڑے منت سماجت کی تو میں سمجھا کہ اندر مجھ سے ڈرے جٹایو کو خیال ہوا کہ ان سے عاجزی کی بحث بڑھی۔ تو آزمائش طاقت کی ٹھیری۔ دونو سورج کی طرف اُڑے۔ جٹایو ہمت کر کے اتنا اونچا ہوا کہ سورج کی تپش سے پر جلنے لگے مجھ سے نہ دیکھا گیا لپکا اور اپنے پروں سے پیارے بھائی کو ڈھک لیا۔ میرے پر جل گئے تو میں بند پہاڑ پر آ گیا اور جٹایو نے جنستان کی راہ لی۔ تب سے ملاقات کی نوبت نہ آئی۔ افسوس راون نے بڑھاپے میں بڑا ستم کیا

انگد :- آپ غالباً راون سے تو واقف ہوں گے۔

سنپاتی :- ہاں جانتا ہوں۔ راون بشرو اُمن کا بیٹا کوبیر کا بھائی سونے کی لنکا کا راجہ ہے لنکا بسوکرماں نے بنائی تھی۔ راون جانکی جی کو لئے ہوئے اسی طرف سے گذرا تھا اور ہائے رام ہائے رام کی دردناک آواز کلیجے کے ٹکڑے اُڑاتی تھی۔ تم مجھے سمندر کے کنارے لے چلو میں وہاں بھائی کو پانی دونگا گو پروں کے جل جانے سے اور طاقت امداد نہیں۔ پھر بھی زبان سے مدد کروں گا۔ کیونکہ میں راجہ اندر سے امرت چھین کر پی چکا ہوں۔

سرگ ۶۰

سنپاتی کے فرزند سوپارس کا واقعہ

بانر سنپاتی کو سمندر کے کنارے لے گئے۔ دل میں تو خوشی تھی کہ موت سے جان بچی۔ لیکن اس کی باتوں کا اس واسطے اعتبار نہ تھا کہ وہ خود اپاہج تھا اور جس پر مصیبت ہوتی ہے اُس کا عموماً لوگ اعتبار نہیں کرتے جاموَنت نے سنپاتی سے پوچھا کہ آپ نے جانکی جی کو جانتے دیکھا بھی ہے یا نام ہی نام سنا ہے۔ اور پھر یہ آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ کمبخت راون ہی جانکی کو لے گیا ہے۔

سنپاتی :- بالکل ٹھیک معلوم ہے سُن لیجئے ایک روز میں بہت بھوکا تھا میں نے اپنے بیٹے سوپارس کو کہا کر کچھ کھانے کو لائے۔ یہاں بھوک سے دم لبوں پر تھا۔ وہاں سوپارس گیا تو شام تک صورت نہ دکھائی۔ جب آیا تو میں نے بہت ڈانٹ ڈپٹ کی۔ برا بھلا کہا جس پر وہ عذر خواہی کر کے بولا کہ سمندر کے کنارے میں بہت سے جانور آپ کے لئے پکڑنے کو گیا تو دیکھا کہ ایک شخص ایک عورت کو گود

میں دبائے چلا جاتا ہے۔ میں نے انہیں دونوں کو پکڑ لیا۔ لیکن وہ آدمی گڑگڑایا ہاتھ جوڑے۔ پاؤں پر گرا مجھے رحم آگیا تو میں نے جان بخشی کی۔ دیوتا اور گندھرب مجھے دعائیں دینے لگے سب خوش تھے کہ سیتا کی جان بچ گئی۔ راون لے گیا تو غم نہیں۔ بس اس وجہ سے مجھے دیر ہوئی۔ جس وقت میں نے یہ واقعہ سُنا تو سخت ناراض ہوا کہ جب معلوم تھا کہ سیتا جی راجہ دسرتھ کی بہو ہیں اور راجہ دسرتھ میرے بھائی جٹایو کے دوست تو راون کو کیوں زندہ چھوڑا۔ اس ناراضگی سے میں نے سوپارس کو یہاں سے نکال دیا اور آج تک نہ کچھ کھایا نہ کچھ پیا۔ گھبراؤ نہیں میں جہاں تک ہوسکیگا تمہاری مدد کردوں گا۔ راون طاقتور ہے تو ہو تم لوگ بھی کچھ اس سے کم نہیں؛

سرگ۔ ۶۱

بند پہاڑ پر چندرماں رشی کی ملاقات کا حال سنپاتی کی زبانی

سوپارس کا ذکر سُنا کر سنپاتی پھر بولا کہ پر جلنے پر میں چھ رات تک بے ہوش رہا۔ جب ہوش آیا تو سمندر اور بند پہاڑ کو پہچانا۔ یہاں چندرماں رشی کا آشرم تھا۔ جن کو چولا چھوڑے ہوئے ہزار برس گذر چکے ان کے آشرم کے قریب میرے جسم سے خوشبو آنے لگی۔ درخت پر بیٹھا ہوا تھا کہ وہ سمندر میں اشنان کر کے آئے اور اُتر کی طرف منہ کر کے دھیان میں مصروف ہو گئے۔ اس وقت تمام چرند پرند اور گرد کھڑے ہوئے تھے جب اُن کو دھیان سے فراغت ہوئی۔ تو مجھ سے مخاطب ہوئے مزاج پرسی کی فرمایا کہ میں تم سے واقف ہوں۔ تم اور تمہارے بھائی جٹایو میرے یہاں اکثر انسانی قالب میں آیا کرتے تھے۔ ذرا بتاؤ تو کیا حال ہے۔

سرگ۔ ۶۲

چندرماں رشی سے سنپاتی کا اظہار غم

سنپاتی نے اپنے اور اپنے بھائی کے امتحان طاقت بلند پروازی۔ تپش آفتاب سوختگی بال و پر وغیرہ کا مفصل ذکر کر کے بے دست و پائی پر آنسو بہائے اور کہا کہ بس اب دل یہی چاہتا ہے۔ کہ جان دے دوں زندگی موت سے بدتر ہو رہی ہے۔

سرگ۔ ۶۳

چندرماں رشی کی سنپاتی پر نظر عنایت

سنپاتی کے آنسو جاری تھے سینے سے آہ سرد نکل رہی تھی۔ چندرماں جی بولے رنج نہ کرو تمہارے پر از سر نو جم جائیں گے ریاضت کی برکت سے مجھے معلوم ہے۔ کہ ایک زمانے میں راجہ دسرتھ اجودھیا کے فرمانروا ہوں گے اُن کے فرزند سری رامچندر جی کو بن باس ہوگا۔ جانکی جی پنچ وٹی میں گم ہو جائینگی

باز تلاش کو نکلیں گے ڈھونڈتے ڈھونڈتے یہاں آئیں گے۔ ان کو دیکھتے ہی تم پھر پردار ہو جاؤ گے۔ میں ابھی پر جما دیتا مگر پرندوں کا ٹھکانہ کیا۔ آج یہاں ہیں کل چاہے اڑ جائیں۔ اسی لئے میں کمال نہیں دکھاتا جب رام چندر جی کے دوتوں سے سب حال کہہ لینا تب دیکھ لینا کہ آپ سے آپ پر نکل آتے ہیں۔

چندرماں رشی کے تشفی بخش کلمات پر میں نے بھروسہ کیا اور یہیں رہنے لگا۔ میرے فرزند نے میری خدمت کی۔ جانکی جی کی پیدائش سے سیتا ہرن کے زمانے تک اچھی طرح گذری۔ مگر جب سے راون انہیں چرا لے گیا۔ تب سے پیٹ میں تو دئے پڑا ہوں۔ شکر ہے کہ تم لوگوں نے درشن دیئے میرے پر نکل آئے اب پہاڑ پر چڑھ کر سری رامچندر جی کے درشن کرتا ہوں۔ پھر یہ چولا چھوڑ دونگا۔ تم لوگ سیتا جی کی تلاش میں سرگرم ہو۔

سرگ ۶۴

سنپاتی کی بانروں سے رخصت

سنپاتی پھر بولا کہ سنو! انسان تین قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ جن کو نیک کاموں کیطرف رغبت نہیں ہوتی۔ دوسرے وہ جو نیک کام کرنے کو راغب رہتے ہیں۔ لیکن جہاں کچھ تکلیف ہوئی گھبرا کر کام چھوڑ بیٹھے۔ اور تیسرے وہ جو کیسی ہی مصیبت کا سامنا ہو ہمت نہیں ہارتے۔ مجھ ہی کو دیکھ لو کہ کیسی تکالیف میں اتنا زمانہ گذرا بیٹے تک کو چھوڑ دیا لیکن چندرماں رشی کی بات نہ ٹالی۔

سرگ ۶۵

سمندر کو دیکھ کر بانروں کی پست حوصلگی

بانر دکن کی طرف چلکر سمندر کے کنارے پہنچ گئے۔ خوشی کی حد نہ تھی۔ ہر ایک شیر کی طرح گرجتا تھا وہاں کھڑے تو سمندر میں راچھسوں کے جھنڈے دکھائی دیئے۔ کامیابی کی تو امید ہوئی لیکن سمندر میں پانی کے سوا کچھ نظر نہ آتا تھا۔ وجہ یہ کہ سمندر کے پہاڑ راون نے اپنے مکان پر لگا لئے سمندر کا چھور نہ معلوم ہوتا تھا اور سمندر نہ بانر پھاند پھاند گئے تھے یہاں دل ہار گیا کہتے تھے کہ کیا کریں۔

انگد نے سمجھایا کہ دیکھو کم ہمتی بڑی بری ہے جسطرح بچہ سانپ کے کاٹنے پر کچھ نہیں کر سکتا۔ اسی طرح پست ہمتی بھی انسان کو کسی کام میں کامیاب ہونے نہیں دیتی۔

رات اسی فہمائش اور حوصلہ افزائی میں گذر گئی۔ صبح کو انگد نے کہا کہ ہاں بھائیو بتائیے جاؤ سمندر پھاندنے میں کس کس کا دم ہے۔ اسی کا جواب کسی نے نہ دیا۔ سب خاموش رہے انگد سمجھے کہ بانر ایک دوسرے کے لحاظ سے اظہار طاقت میں پیشقدمی نہیں کرتے اسلئے ایک ایک کا نام لے کر

سوال کرنا شروع کیا۔

سرگ ۔ ۶۶

بانروں کی زبانی اندازہ طاقت کا اظہار

انگد کے سوال پر تمام بانروں نے اپنی طاقت کا اظہار کیا۔ جن میں سے گج نے دس جوجن رکھ نے ۲۰ سربھ نے ۳۰۔ گندھ مادن نے ۵۰۔ سوکھین نے ۸۰ جوجن پھاندنے کی مزادلت بیان کی۔ جامونت بولا کر راجہ بل کے جگیہ اور بادن اوتار میں سات بار زمین کے گرد چکر لگا چکا ہوں۔ اب بڑھاپے سے میرے لئے نوے جوجن بہت ہیں۔

انگد :۔ میں سو جوجن پھاند جاؤں گا۔ لیکن واپسی کی طاقت نہیں۔

جامونت :۔ تمہارے نزدیک ہزار جوجن کچھ چیز نہیں مگر تم تاجدار ہو۔ عنان لشکر تمہارے ہاتھ میں ہے تمہارا جانا مناسب نہیں۔ فوج بے سر کی ہو جائیگی۔

انگد کو پھر مایوسی ہوئی کہ ان میں سے کون ایسا ہے۔ جو اتنا بڑا سمندر پھاند کر سری رامچندر جی کا کام بنائیگا۔ جامونت سے کہا کر آپ جہاندیدہ ہیں۔ کچھ تدبیر بتائیے۔

جامونت :۔ تدبیر کیا بتاؤں۔ ہاں کہیئے تو اس بہادر کا نام بتا دوں جس کے سر نیک نامی کا سہرا رہیگا اس تقریر کو سُنکر سب کی جاموان کی طرف ٹکٹکی بندھ گئی۔ اور منتظر ہوئے کر دیکھیں کس کا نام زبان پر آتا ہے۔

سرگ ۔ ۶۷

ہنومان جی کی پیدائش وطاقت کا ذکر جاموان کی زبانی

اب جامونت نے سری ہنومان جی کی طرف مخاطب ہو کر کہا کر تم کیوں خاموش ہو۔ اپنی طاقت کا اندازہ بتانے میں کیا تامل ہے۔ تم کو اپنی طاقت نہیں معلوم میں جانتا ہوں کر دنیا میں یا رامچندر صاحب طاقت ہیں یا لچھمن یا ایک تم۔ بنتا کے فرزند گرڈ جسطرح اپنے پروں سے سمندر ہلا دیتے ہیں اسی طرح تم بھی اپنے بازوؤں کی طاقت دکھا سکتے ہو اب اظہار طاقت کا وقت ہے۔ اصلی روپ دکھاؤ اور مجھ سے سُنو کر تم کون ہو۔

پونج کستھلا اپسراؤں میں نہایت ہی حسین اپسرا کیسری کی ہمخوابہ خاص تھیں۔ ایک روز اُن کو حُسن وصورت پر مغرور دیکھ کر رشی نے بد دعا دے دی کر بانری کی سی صورت ہو جائے پونج کستھلا نے معافی مانگی اور منت سماجت کی تو رشی نے دعا دی۔ کر اچھا جس شکل کو چاہو قبول کر سکو اُس کے بعد وہ اپسرا جنگل میں رہنے بسنے لگی۔ جہاں بجربار نے اُن سے ربط و اخلاص پیدا کر کے انجنی نام رکھا کسی روز انجنی انسانی قالب میں زیور و لباس سے آراستہ تصویر نور بنی ہوئی پہاڑ کی چوٹی پر مصروف

گلگشت کرتی تھی کہ ہوا کے جھونکے سے زرکا دوپٹہ اڑنے لگا۔ دیو دیوتا حسن تا جمال دیکھ کر بے قابو ہو گئے۔ اور ہوا کی شکل میں ان کے جسم سے قالب ملا دیا۔ انجنی کچھ نہ سمجھی کہ معاملہ کیا ہے۔ لیکن بعد میں کہنے لگیں کہ کون سا ایسا شخص ہے جس نے میری عصمت کا پاس نہ کیا۔ دیو دیوتا نے کہا کہ فکر کی کوئی بات نہیں۔ میں نے کوئی حرکت ناشائستہ نہیں کی۔ صرف ہوا کی شکل میں ہم بغل ہوا تھا۔ خوش ہو کہ تمہارے بطن سے نہایت طاقتور صاحب جلال اور عقلمند بیٹا پیدا ہوگا۔ رام چندر جی کی بھگتی سے اس کی تین لوک میں عزت و شہرت ہوگی۔ دیوتا۔ گندھرب۔ انسان اور راچھس سب عزت کریں گے۔ جب یہ سنا تو انجنی خوش خوش گپھا میں چلی گئی۔ وہاں تم پیدا ہوئے۔ اتفاق سے تمہاری نظر سورج پر پڑی۔ تم اسے لال پھل سمجھ کر لپکے۔ تو تین ہزار جوجن کی بلندی پر پہنچ گئے۔ تم کو دیکھا تو دیوتا چیخ اٹھے۔ اندر نے غصہ میں بجر مارا۔ بجر کا کچھ اثر ہوا تو صرف یہ کہ بائیں طرف کی ٹھوڑی پچک گئی اسی وجہ سے تمہارا نام بھی ہنومان ہوا۔ اندر کی حرکت سے والیو کو بہت غصہ آیا۔ انہوں نے ہوا روک دی۔ جس سے دیوتاؤں کا دم گھٹنے لگا سب بشن اور برمہا جی سے فریادی ہوئے۔ برمہا جی نے اشیرباد دی کہ ٹھوڑی کی چوٹ تکلیف دہ نہ ہو اندر نے دعا دی کہ بے خواہش نہ مرو۔

جب اس پر بھی والیو کا غصہ فرد نہ ہوا۔ تو دیوتاؤں نے اپنی اپنی طاقت تمہاری نذر کر دی اور تم پون پتر مشہور ہوئے۔ جسطرح ہوا کو ہر جگہ جانے کی قدرت ہے اسی طرح تم کو بھی میں تم سے درخواست کرتا ہوں کہ سمندر پھاندو۔ قدرت کاملہ دکھاؤ۔ باندر پریشان ہو رہے ہیں۔ تمہیں پر سب کو بھروسہ ہے۔

سرگ ۶۸

سمندر پھاندنے کیلئے ہنومان جی کی تبدیلی شکل

ہنومان جی نے دیکھتے ہی ایک نہایت خوبصورت سروپ سب کے پیش نظر کیا اور بڑے زور سے گرجنے لگے چہرے کا جلال دیکھ کر سب باندر خوش ہو ہو کر استت کرنے لگے۔ اور حیران تھے۔ کہ صورت شکل دفعتہً کیسے سامنے آ گئی۔ ہنومان جی کا جسم رفتہ رفتہ اس قدر بڑھا کہ نظر نہ ٹھہرتی تھی انہوں نے دم کو چکر دے کر زمین پر ٹپکنا شروع کیا۔ ان کی نظر میں راچھسوں کی حقیقت صرف اتنی تھی۔ جسطرح شیر ببر کی نگاہ میں لومڑی خرگوش کی۔ ہنومان جی نے سب بڈھے باندروں کے سامنے گردن ادب خم کی۔ اور کہا کہ میں والیو کا بیٹا ہوں۔ آکاش پر جانا میرے نزدیک کوئی بڑی بات نہیں۔ میرو پہاڑ پر ہزار دفعہ کود پھاند سکتا ہوں۔ گرڑ جی پل بھر میں سو کوس جائیں۔ تو میں ایک لاکھ کوس۔ سمندر خشک کرنا زمین کو ہلانا پہاڑوں کو پھونک مار کر اڑانا۔ میرے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ جس پہاڑ پر قدم رکھ دوں۔ پاتال میں دھنس جائے۔ اونچ ہوا پر اڑوں تو معلوم ہو کہ آکاش کی خبر نہیں۔ گرڑ جی والیو

پتا کے سیوا کسی کی طاقت نہیں۔ جو قوتِ رفتار میں میرا مقابلہ کر سکے۔ یہ کہہ کر انہوں نے پہاڑ پر ہاتھ دے مارا تو ہزاروں شیروں اور بڑے چھوٹے جانوروں کا دم نکل گیا۔ گندھرب جی ڈر کر بھاگ گئے۔ اپسراؤں کے کلیجے ہل گئے۔ بند پہاڑ پر جگہ جگہ شگاف پڑ گئے۔ قسم قسم کے سانپ گھبرا کر نکل پڑے معلوم ہوتا تھا کہ پہاڑ پر رنگ رنگ کی دھجیاں لہرا رہی ہیں۔ ہنومان جی کا دل پہلے ہی لنکا میں جا پہنچا تھا صرف بانروں کی دلجمعی کے لئے یہاں ظاہری قالب کا جلوہ دکھلا رہے تھے۔

کسکندھا کانڈ ختم

حصہ پنجم

سندر کانڈ

سرگ ۱

ہنومان جی کا سمندر پر عبور

سری والمیک جی صفحۂ قرطاس پر گوہر افشاں ہیں۔ کہ ہنومان جی سیتا جی کی تلاش اور سری رامچندر جی کی بجا آوری ارشاد پر کمربستہ ہو کر سوچے کہ مجھے دیوتاؤں کی گذرگاہ سے لنکا پہنچنا مناسب ہے چنانچہ وہ بند پہاڑ پر چڑھ گئے جس کے سبزہ زار کی بہار نہایت ہی دلآویز تھی۔ یہاں خیال ہوا کہ بانر نہ سمجھیں کہ اس خوبصورت قالب سے سمندر کیونکر پھاندیں گے۔ اسلئے انہوں نے سینے کے ٹکرٹوں سے درختوں کو توڑنا شروع کیا۔ جن کی شاخوں کے نیچے لاکھوں ہرن اور جنگلی جانور دب کر مر ہو گئے تھے ہنومان جی نے بانروں سے فرمایا کر دیکھ لینا راچھسوں کا بھی یہی حال ہوگا۔

یہ کہہ کر وہ پہاڑ کی چوٹیوں پہ اسطرح گھومنے لگے جسطرح سانپ تالاب میں تیرتے ہوں۔ اس پہاڑ میں سفید۔ زرد سیاہ رنگ کے پتھر تھے۔ سونے چاندی تانبے کی کانیں تھیں۔ کنھر۔ گندھرب حسینان مہ جبیں کے ساتھ کلچھرے تھے۔ ناگ قوم کی خاص آبادی تھی۔ چنانچہ انہوں نے زیادہ وقت صرف کرنا مناسب نہ سمجھا۔ ایشور کا دھیان سورج کو نمسکار اپنے پتا وایو دیوتا کو پرنام کر کے سمندر

پھاندنے کے لئے اِس طرح قدم بڑھایا کہ مدرج کے چاند سے پورنماشی کا چاند ہو گئے۔ پہاڑ بوجھ نہ سنبھال سکا۔ چوٹیاں ہلنے لگیں۔ درختوں کے پھل پھول ٹوٹ کر چاروں طرف بکھر گئے۔ پہاڑ کے دامن سے پانی بہہ نکلا۔ آگ کے دھوئیں کی طرح پہاڑ سے ابخرے اُٹھنے لگے۔ جانوران صحرائی چلا چلا کر بھاگے ناگ چیخ اُٹھے۔ پہاڑ کی پتھر چھانوے کی طرح کھردرے ہو گئے۔ رشیوں نے بھی بھاگڑ شروع کی۔ گندھرووں۔ کنھروں نے بھی آخر بخت سمیٹا۔ زیور لباس سامان عیش سب نے وہیں چھوڑ دیا۔ جان کو مقدم سمجھا۔ دیوتا لوگ سمجھ گئے کہ سمندر پھاندنے کی تیاریاں ہیں۔ ہنومان جی مست ہاتھی کی طرح جھوم رہے تھے کلکاریوں سے بادل کی گرج مات تھی۔ دم اٹھا کر کبھی چکر دیتے اور کبھی پہاڑ پر ٹپک دیتے تھے۔ جھومتے جھومتے ایک دفعہ آسمان کی طرف نظر اُٹھائی۔ اور بولے کہ رام کے بان کی طرح سیدھا لنکا میں پہنچوں گا۔ وہاں سیتا جی نہ ملیں تو اندرلوک میں تلاش کر کے پھر راون کو لنکا سمیت سری رام چندر جی کے سامنے پہنچا دوں گا۔

یہ فرما کر تیر کی طرح اکاش کی طرف اِس تیزی سے اُڑے کہ نظر کام نہ کر سکی۔ جسطرح راجہ کے ساتھ فوج ہو اسی طرح درخت اکھڑ اکھڑ کر تھوڑی دور تک ان کے ساتھ اُڑے۔ پھولوں کی بارش ہونے لگی۔ جنہوں نے ان کے جسم اقدس کی تمازت آفتاب سے محفوظ رکھا۔ اس وقت یہ معلوم ہوتا تھا کہ گھٹا میں بجلی چمک رہی ہے۔ اور چاند ستاروں میں روشن ہے۔ آگے بڑھے تو دونو ہاتھ اسطرح پھیلائے کہ پانچ پانچ منہ کے دو سانپ پھن اُٹھائے ہوئے چلتے نظر آتے تھے۔ زمین کی طرف دیکھ دیا تو سمندر کانپ اُٹھا کہ کہیں خشک نہ ہو جاؤں۔ اوپر نظر اٹھی تو اکاش کو اپنی خیر منانا پڑی۔ آنکھیں سورج چاند کی طرح چمکتی تھیں چہرہ آفتاب مغرب کی طرح سرخ تھا۔ دم اسطرح سر پر حلقہ زن تھی کہ جسطرح سورج اور چاند منڈلی باندھے ہوں۔ بغل سے پیدا ہونے والی ہوا کی سنسناہٹ سے بادل گرجتے تھے۔ سارا سمندر ہوا کی طرح اُڑ رہا تھا۔ اور قد و قامت بس یہی معلوم ہوتا تھا کہ میرو پہاڑ ہے۔ یونہی قد بڑھاتے گھٹاتے گرڑ جی کیطرح پرواز کرتے ہوئے ظاہر و غیب ہوتے ہوئے ۳۰ جوجن کی بلندی پر پہنچ گئے۔ اکاش میں گل افشانی اور تینوں لوک میں مدح خوانی ہو رہی تھی۔

سمندر نے سوچا کہ میں بھی بہتی گنگا میں ہاتھ دھو لوں۔ سری رامچندر جی کا کام ہے۔ راجہ سگران کے بزرگ کی بدولت مجھے یہ بزرگی حاصل ہوئی۔ پس ہنومان جی کو ذرا دم لینے کے لئے انتظام کر دینا چاہیئے اس نے میناک پہاڑ سے کہا کہ تم کو اندر کے غضب سے بچانا آیا نصیب ہوا میرے کہنے سے انہوں نے تمہیں جالک کی صورت اسلئے بنا دیا کہ راچھسوں کی آمد و رفت بند ہو جائے۔ تم کو سیدھا ترا چھا ادنچا نیچا ہونے کی قدرت ہے اسلئے ذرا نیچے ہو جاؤ۔ کہ ہنومان جی قدم ٹکا لیں۔ میناک پہاڑ نے آب سے ایسا ابھر اکر اکاش پہ اس کی چمک پہنچی۔ ہنومان جی سمجھے کہ کوئی راچھس میری طرف بڑھا چلا آتا ہے۔

فوراً ہی چھاتی سے دبا دیا۔ تو مینا ک پہاڑ نیچے دھس گیا۔ اور وہ خود اوپر کی طرف چلے۔ مینا ک نے دیکھ کر خوش ہو گیا اور قالب انسانی میں عرض کی۔ کہ سمندر کے حکم سے حاضر ہوا ہوں۔ ذرا میری چوٹی پر آرام کر لیجئے۔ کند مول پھل بھی حاضر ہیں۔ قبول فرمائیے۔ شاستروں میں طاقتوروں کو کمزوروں پر سایہ عاطفت رکھنے کی ہدایت ہے۔ چنانچہ آپ کا بھی فرض ہے کہ ذرا نوازش کیجئے۔ ست جگ میں سارے پہاڑ پر دار تھے دیوتاؤں کو غرور کا خوف ہوا۔ اس لئے اندر نے سب کے پر کتر دیئے۔ آپ کے پتا وایو کی مجھ پر نظر عنایت ہوئی۔ انہوں نے مجھے اڑا کر سمندر میں ڈال دیا۔ میرے پر قینچ نہ ہونے دیئے۔ وایو کی مہربانی کے سبب سے آپ کا اور میرا تعلق بھی ظاہر ہے۔ پس اس رشتہ کو نباہیئے۔

ہنومان جی :۔ میں تمہاری عنایت کا شکر گذار ہوں۔ مجھے ٹھیرنے کی مہلت نہیں جانکی جی کی تلاش کو جاتا ہوں۔ اتنا فرما کر انہوں نے پہاڑ کو ہاتھ لگا کر اپنی راہ لی۔ اور سمندر مینا ک دیوتا رشی سب ان کی مدح سرائی کرنے لگے۔ اندر اندرانی کو لئے مینا ک کے پاس آئے اور اس کی خوش قسمتی کو سراہ کر سب پہاڑوں پر فضیلت دی۔ اور ہمیشہ کے لئے بے خوف و خطرہ کر دیا۔ گو دیوتا لوگ طاقتوری کے قائل ہو گئے۔ لیکن عقل و فراست کی آزمائش منظور تھی۔ لہذا انہوں نے ناگوں کی ماں سورسا کو راکشسنی کے سروپ میں روانہ کیا۔ سورسا آئی۔ بڑے بڑے دانت پیلی پیلی آنکھیں زمین سے آسمان تک پھیلا ہوا منہ جو دیکھتا اس کا دم فنا ہوتا۔ جب ہنومان جی سے سامنا ہوا۔ تو گھبرا کر کھڑی ہو گئی۔ اور منہ پھیلا کر بولی۔ کہ برہما نے مجھے اس لئے پیدا کیا ہے کہ جو ادھر سے گذرے اس کو حلق سے اتار جاؤں۔

ہنومان جی :۔ سیتا جی کا پتہ لگا آنے دو پھر جو چاہے کرنا۔

سورسا :۔ میرے سامنے آ کر کوئی بچ نہیں جا سکتا۔

ہنومان جی :۔ اگر یہی ہے تو لو میں چلتا ہوں۔

یہ سنکر سورسا نے اور منہ پھیلا دیا۔ تو انہوں نے تیوری پر بل ڈال کر کہا کہ چھوٹے سے منہ میں کیونکر داخل ہو سکوں گا۔

ان الفاظ کے سنتے ہی سورسا نے دس جوجن منہ پھیلا دیا۔ ہنومان جی نے بھی دس جوجن قد بڑھا لیا خلاصہ یہ کہ سورسا نے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جوجن تک منہ پھیلا دیا مگر ہنومان جی کی برابری نہ کر سکی۔ وہ بھی بلند قامت بڑھاتے ہی گئے۔ آخر میں ہنومان جی نے انگوٹھے کے برابر ہو کر لیا۔ اور منہ میں گھس کر پھر باہر نکل آئے اور کہا کہ لے اب چلتے ہیں سیتا جی کی تلاش میں دیر ہوتی ہے۔ سورسا خوش ہو گئی اور دعا دی۔ کہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو۔ سیتا جی سے ملو۔ مگر جب رامچندر جی خود تکلیف کریں گے تب لنکا برباد کرنی نصیب ہوگا۔

ہنومان جی وہاں سے چلے۔ پہلے اس راستے سے گذرے جہاں اندر تمام دیوتا گندھرو اور گندھر

کی آمد و رفت سے بھر جت کھا نہ اگنی سورج اور چندرماں کی گذرگاہ طے کی۔ جدھر سے گندرتے تھے دیوتا ول کے رخنہ کنارے ہو جاتے تھے۔ کوئی روک ٹوک نہ تھی۔ جب سمندر کا کنارہ قریب آگیا تو سنگھ کا راکشسنی نے مایا کے زور سے اس طرح سایہ پکڑ لیا کہ ہنومان جی ہل نہ سکے۔ وہ خوش تھی کہ خوب تر مال ملا۔ ہنومان جی حیران تھے کہ معاملہ کیا ہے۔ اس وقت ان کو سگریو کا وہ قول یاد آیا۔ کہ سمندر کے رچھس اور راچھس سایہ پکڑ کر ذی روح کو کھا جاتے ہیں۔ پس انہوں نے اپنا جسم بڑھایا۔ اور اس کے منہ میں کود کر ہڈی ہڈی جوڑ کر دی۔ یہ راکشسنی ایسی زبردست تھی کہ ہنومان جی کے سوا کوئی اس کی جان نہ لے سکتا تھا۔ ہنومان جی یہ مہم طے کر کے سمندر کے پار پہنچے۔ وہاں اس خیال سے زمین پر اتر پڑے اور قد چھوٹا کر لیا کہ راچھس خبردار نہ ہو جائیں۔ یہاں سے انہوں نے لنکا کا نظارہ دیکھا اور کبھی پہاڑ کی کبھی زمین پر اچھلنے کودنے اور درخت توڑنے اور ٹہلنے لگے۔

سرگ ۲

ہنومان جی کا لنکا میں داخلہ

ہنومان جی کوٹا چل پہاڑ پر پہنچ کر خوش تھے۔ کہ سو جوجن کا سمندر میں نے پھاند لیا۔ اگر سری رامچندر جی کی توجہ ہو تو لاکھوں کروڑوں جوجن کی مسافت طے کر لینا کوئی بات نہیں۔ وہ اس پہاڑ سے لنکا کی سیر دیکھنے لگے باغ کی بہار دیکھ کر دل پھڑک گیا لنکا کو دیکھا تو عجب رونق تھی۔ چاروں طرف خندقیں عمارتوں میں سونا ہی سونا چاندی ہی چاندی۔ لبھو کرماں نے لنکا کو دلہن کی طرح تیار کیا تھا۔ جگہ جگہ تو پیں تھوڑی تھوڑی دور پر آلات حرب وضرب فوج مسلح ہر طرف صف بستہ صفدروں کے پہرے کے پہرے ہر جگہ مصروف حفاظت شمال کا دروازہ سر بفلک اچھا خاصہ پہاڑ تھا۔ ہنومان جی دل میں کہنے لگے کہ ایسی دشوار گذار اور ہر طرف سے محفوظ لنکا میں بانر کیا بنا لیں گے۔ بیشک سری رامچندر جی کو بہت قدرت ہے لیکن نہ یہاں طاقت سے کام چلیگا نہ زور آزمائی سے کوئی حکمت عملی چلنا محال۔ کسی قسم کی کارستانی سے کام نکلنا مشکل راون کے مقابلے میں اگر کوئی کچھ کر سکتا ہے تو یا انگد یا سگریو یا نیل یا میں باقی بانر کچھ مال نہیں۔ میں رامچندر جی کے اقبال سے یہاں تک پہنچ گیا۔ اس لئے کچھ نمونہ طاقت دکھا جانا چاہیئے رام چندر جی تو وہیں بیٹھے بیٹھے ایک بان سے راون کا سر اڑا سکتے ہیں مگر جب ہم لوگوں کو بھیجا ہے تو جلدی واپس چلنا مناسب ہے۔ اب یہ سوچنا چاہیئے کہ رات یا دن کو قد بڑھا کر لنکا میں جاؤں یا چھوٹا کر کے مگر قد بڑھانے اور دن کو جانے میں یہ نقص ہے کہ راچھسوں سے مقابلہ ہو پڑیگا اور اس میں مفت دیر ہو جائے گی۔ پھر سوچ کر رات کو جانے سے جانکی جی کے درشن مشکل ہوں گے اس سے یہی تدبیر کروں کہ میں چھپ کر دیکھوں اور کوئی مجھے نہ دیکھے اس پر رائے ٹھہرائی اور ٹھان لی

کر کھلم کھلا چلو ڈرہی کیس کا ہے۔ لیکن اس میں مضائقہ یہ ہے کہ سری رامچندر جی کی مرضی کے خلاف دار و گیر کی نوبت آئیگی مالک کی ہدایت کی خلاف ورزی سے مطلب برآری میں فرق آجاتا ہے۔ اسلئے وہ بات کرنی چاہیے کہ سری رامچندر جی کی مرضی بھی قائم رہے اور وہ کام بھی بن جائے اس کے لئے راچھس کا بھیس رکھ لینا مفید ہوگا۔ راچھس اس بھیس کو پہچان نہ سکیں گے اور کہیں روک ٹوک نہ ہوگی۔ مگر ایک مشکل اور ہے میں وایو ہوں۔ ہوا کی مجال نہیں کہ راون کی اجازت کے بغیر لنکا میں داخل ہو سکے میں جسمانی حیثیت میں کیونکر پہنچ سکونگا اس سے بہتر یہی ہے کہ یہیں ٹھیر کر پہلے سراغ لگا دوں۔ لیکن اس کیلئے بھی وقت کہاں دیر ہوئی تو لطف کیا اس سے تبھی اور خیالات فضول۔ چھوٹا قد کرکے چلوں۔ تیر چہ بادا باد۔ اگر راچھس دیکھ بھی لیں گے تو حقیر سمجھ کر کچھ نہ بولیں گے اور میں گوشے گوشے میں جانکی جی کی تلاش کر سکوں گا۔ یہ رائے قائم کرکے مچھر بن کر لنکا میں داخل ہوگئے۔ وہاں کی رونق دیکھی تو آنکھیں کھل گئیں۔ صاف و شفاف سڑکیں سونے چاندی کے عالیشان محل۔ قدم قدم پہ پہرے۔ پاسبانوں کا ہر طرف شور۔ جگہ جگہ کوہ پیکر اور بیلتن راچھس۔

ہنومان جی راون کی خوش اقبالی کے قائل ہوگئے اس کی تقدیر کو سراہنے لگے کہ دیوتاؤں کیطرح ایسے ایسے رفیع الشان اور جواہر نگار محلوں میں اسطرح عیش کرتا ہے۔ جسطرح ہنس صاف شفاف پانی کے خوبصورت تالابوں میں زندگی کا لطف اٹھاتے ہیں۔

سرگ ۳۰

لنکا کے جنوبی دروازے پر ہنومان جی کے ہاتھ سے لنکنی محافظ لنکا کا قتل

ہنومان جی دکن کے رُخ سے اندر کے دروازے پر آئے تو اور ہی کیفیت نظر آئی۔ مکانات میں روشنی سے عالم نور اس پہ سونے جواہرات کی چمک دمک۔ سونے میں سوگند۔ ہنومان اندر قدم رکھنے کی فکر میں ہی تھے کہ لنکا کی محافظ دیوی منہ پھیلائے ہوئے سامنے آموجود ہوئی۔ اور گھرک کے بولی تو کون ہے یہاں تیرا کیا کام۔ سچ سچ بتا نہیں تو کچا کھا جاؤں گی۔

ہنومان جی :۔ میں ٹھیک ٹھیک بتا دوں گا مگر پہلے تو کہہ کون ہے۔ یہ کالی کالی بھیانک صورت پہاڑ کی کھوہ کے سے ناک کان کیوں ہیں۔ ڈانٹ ڈپٹ کا باعث۔ کچا کھانے کی دھمکی کا سبب۔ آخر میرا کوئی قصور۔ کوئی خطا۔

جواب :۔ میں لنکنی لنکا کی محافظ ہوں۔ میری اجازت کے بغیر یہاں ہوا کا بھی گذر نہیں۔ پرندہ پر مارے کیا مجال ہے۔ جو میری اطلاع کے بغیر جانے کا ارادہ کرتا ہے۔ اسے میں ڈکار جاتی ہوں۔ خیریت اسی میں ہے کہ جلد بتاؤ یہاں قضا کیسے لائی۔

ہنومان جی کو اس ترش بیانی پر سخت غصہ آیا۔ قد بڑھا کر چاہتے تھے۔ کہ گردن دبا دوں

مگر سوچے کہ عورت کا مارنا جائز نہیں۔ اِس لئے انہوں نے فہمائش کی نظر سے کہا کہ ٹھیک کہتی ہو میں صرف شہر کی سیر کو آیا ہوں۔ تھوڑی دیر میں واپس چلا جاؤنگا۔ تم ناحق بگڑتی ہو۔ یہ کہہ کر قدم بڑھایا ہی تھا کہ لنکنی ڈپٹ کر بولی۔ او بیوقوف میری اجازت کے بغیر چلا ہی جاتا ہے۔

ہنومان جی کے دل میں تو تھا کہ مزہ چکھا دوں۔ مگر وہی خیال دامن گیر ہوا کہ عورت پر ہاتھ چلانا انسانیت کے خلاف ہے ساتھ ہی سوچے کہ کہیں سوربا کی طرح دیوتاؤں نے اِسے بھی امتحان طاقت کیلئے نہ بھیجا ہو۔ اِس لئے انہوں نے پھر عاجزی سے کہا کہ اے سرمایہ حسن و خوبی صرف سیر کرنے کی غرض ہے۔ رہوں تو گنہگار۔

لنکنی اِس جواب پر بگڑ گئی۔ اور زور سے ایک طمانچہ رسید کیا ہنومان جی کو کہاں تاب تھی اِس قدر سے ڈانٹ کر گھونسا مارا کہ زمین پر چِت سے گر پڑی۔ اور آنکھیں نکال دیں ہنومان جی کو فکر ہوئی کہ اِس کا دم نکل گیا اچھا نہ ہوگا۔ لیکن لنکنی بول پڑی کہ جان ہونٹوں پر ہے جان بچاؤ۔ مجھے برہما دان دے چکے ہیں کہ جب کسی بانر کے ہاتھ سے مار کھانا تو سمجھ لینا کہ لنکا کے راچھسوں کے دن ہو گئے آج مجھے یقین ہو گیا کہ راون کچھ دن کا مہمان ہے اور سیتا ہرن کی بدولت لنکا راچھسوں سے سونی پڑ جائیگی۔ مجھے ہندی اور سنت کمار کی بد دعائیں یاد ہیں ان کا سراپ ہے کہ جب راون پتی برتا عورتوں کے دامن عصمت پر داغ لگانے کا خواہشمند ہوگا تو اس کی موت رکھی ہوئی ہے۔ چنانچہ وہی سامان پیش نظر ہیں۔ اچھا تم اب جاؤ سیتا جی سے ملو میں تم سے رخصت۔

سرگ ۴

لنکا کے شمالی دروازے سے ہنومان جی کی راون کے راج دوار پر رسائی

شاستر میں لکھا ہے کہ شادی۔ داخلہ مکان اور نیک کام کے لئے جانے کے وقت دایاں قدم اٹھانا واجب ہے اور جب دشمن پر فتحیابی کا عزم ہو تو بایاں۔ اِسی لحاظ سے لنکنی کے مرنے کے بعد ہنومان جی بایاں قدم بڑھا کر گڑھی میں داخل ہو گئے۔ شاہی گذرگاہ کے وسط میں پہنچکر آہستہ روی اختیار کی۔ اور دیکھنے جانے لگے کہ ہر جگہ راچھس چہلیں کر رہے ہیں نوبت نقاروں کی زمین و آسمان میں گونج رہی ہے۔ سلاح خانے بکثرت ہیں۔ جابجا محفل رقص و سرود گرم ہے کہیں ناک کان اور منہ سے گانیوالے کہیں اتم۔ مدھم۔ نیچ تین قسم کی تالیں بجانے والے اپنا کمال دکھاتے ہیں۔ کہیں رقاصاں مہ جبیں تھرک تھرک کر گھنگھرو بجاتے ہیں۔ راکشس پوجا پاٹ میں مشغول وید شاستر پڑھے جا رہے ہیں۔ ہون کنڈ کی آگ بو دے رہی ہے راچھسوں کے جتھے سیر کرتے پھرتے ہیں ہزاروں راچھس سر منڈائے جٹا مکٹ بنائے کُش آسن پر بیٹھے جگیہ کر رہے ہیں۔ راون کی جے جے کار کا شور بلند ہے ایک مقام پر ہتھیار ہی ہتھیار۔ مگدر اور ڈنڈ وغیرہ ڈھیر لگے۔ کانے۔ لپست قد۔ دراز قامت اوسط اندام۔ لاغر فربہ قوی

پیکر سیاہ فام۔ گل اندام۔ خنجر بدست۔ کمان دار۔ زرہ پوش۔ بدشکل۔ خوبرو۔ علم بردار۔ سلاح بند غرضیکہ ہر قسم کے نشاچروں کی کثرت ہی کثرت نظر آتی ہے۔ لاکھوں راچھس گرز کمند وغیرہ لئے پھرتے ملے بہتوں کے ہاتھ پر چندن کا تلک تھا۔ بہت زیور و لباس سے آراستہ و پیراستہ تھے۔ غرضیکہ یہ سب سیر دیکھتے ہوئے راجہ دھانی کے قریب پہنچے جہاں ہاتھی گھوڑے اونٹ۔ چتر۔ رتھ اور بان اتنے دیکھے کہ شمار نہ تھا۔ راجدھانی کے پھاٹک کی تعریف بیان سے باہر ہے باز و پٹ چوکھٹ سب چیزیں سمندر کے اس سونے کی تھیں جو دن بھر میں سولہ رنگ بدلتا ہے اور پھر اس پر جواہرات کا جڑاؤ ہر ان اور قسم قسم کے پرندوں کی تصاویر کا نظارہ ایسا دلفریب کہ بے ساختہ منہ سے واہ نکلتی تھی۔ اس پھاٹک پر ہزاروں نشاچر محافظت کے لئے مقرر تھے جن میں سے ہر ایک طاقت میں اپنی آپ ہی مثال تھا۔

سرگ ۵

ہنومان جی کی آدھی رات تک کی سیر کا حال

ایک پہر رات کے وقت ہنومان جی نے مکانوں میں چاند کو اسطرح گشت کرتے پایا جسطرح بازار میں سانڈھ گھومتے ہیں چاند سے لنکا کی رونق اسطرح بڑھ رہی تھی جسطرح پورنماشی کے چاند سے سمندر۔ لنکا میں چوری کا نام نہ تھا۔ لچھمی اسطرح یہاں رہتی تھی جسطرح مندراچل پہاڑ پر ہنس۔ لنکا یونہی سونے جواہرات سے جگمگ جگمگ کرتی تھی اس پر چاند کی روشنی نور علی نور ہو رہی تھی۔ گھروں میں عورتیں ستار اور بین بجا بجا کر میٹھے میٹھے سروں سے دلکش نغمہ گا رہی تھیں۔ بہت سی خلوت گاہوں میں خاوند عورتوں کو گلے سے لگائے ہوئے سو رہے تھے اکثر شبستانوں میں جشن عروسی ہو رہا تھا۔ اکثر عورتیں شراب جوانی اور صہبائے ارغوانی کے نشہ میں چور خاوندوں کو گلے لگائے ہوئے تھیں۔ کوئی حسین مہ جبین رتھ پر جلوہ افروز تھی کوئی طلائی کرسی پر بہادر لوگ اپنی اپنی نشستگاہوں میں چھپیلا بنے موچھیں اڑاتے تھے کہیں شاستر ارتھ ہوتا تھا کہیں مشاعرہ و مناظرہ شراب خور اپنے رنگ میں مست تھے دور چل رہا تھا۔ ایک دوسرے سے شرطیں بدھی جاتی تھیں۔ کہ دیکھیں کون زیادہ پیتا ہے۔ کوئی مست الست زمین پر لوٹ رہا تھا۔ کسی کو جامہ کی خبر نہ تھی۔ متوالے شوہر عفیفہ بشوق سے حسن نمکین کی گزک کا مزہ لیتے تھے۔ بات بات میں دل لگی ہو رہی تھی۔ بدصورتوں پہ پھبتیاں کہی جاتی تھیں۔ ضلع جگت کا بازار گرم تھا۔

ایسی ایسی مختلف کیفیتیں دیکھتے ہوئے آگے بڑھے تو بھبھیکن کے مکان میں پہنچے۔ یہاں لندہی سماں تھا دیکھا کر بھبھیکن ایشور کی یاد میں مشغول ہیں۔ خوف ہے کہ ادھرم کا خیال نہ آجائے نیک اعمال لوگوں کی بھیڑ لگی ہوئی ہے۔ وید اور شاستر پڑھے جا رہے ہیں۔ جن میں بدصورتوں کے چہروں پہ دسوم منیچ برس رہا ہے۔ اچاریہ لوگ کتھا میں کہہ رہے ہیں ایشور نجین ہو رہا ہے ان سب کی عورتیں بھی

نیک پاک خوش پوشش اور نقد جواہر سے آراستہ ہیں۔ ہنومان جی یہاں کی سیر سے نہایت خوش ہوئے۔ اور دھوم منڈلی کی دل ہی دل میں تعریف کرکے آدھے کوٹھوں پر سوتے ہوئے جورو خاوندوں کو دیکھتے بھالتے گھر گھر میں گھومتے پھرتے رہے مگر کہیں سری جانکی جی کا پتہ نہ لگا۔ ان کے دل میں چوٹ لگی۔ کہ ہائے سری رامچندر جی اس وقت سیتا جی ہی کی اور میری ہی آمد کے انتظار میں بے چین ہوں گے۔

سرگ ۔ ۶

راون وغیرہ کے محلوں میں جانکی جی کی تلاش

آدھی رات گذرنے پر ہنومان جی گھومتے گھامتے راون کے محل کی طرف پہنچے۔ جس کی دیواریں سورج کی طرح چمک رہی تھیں سنگیں پہرہ بیٹھا تھا۔ سارے محل میں سونے چاندی موتی اور جواہر کے نقش ونگار تھے پھاٹک متعدد ہاتھی گھوڑے رتھ سوار و رتھ بان بے شمار ہر جگہ فرش مکلف باغ میں حسیناں خوش گلوی نغمہ سرائی۔ خوشبو کی لپیٹیں جاں بخش۔ نوبت کے نغمے دلنواز

ششتر گرہ یعنی سلاح خانہ میں ہزارہا قسم کے ہتھیار دیکھ کر کوٹھوں کوٹھوں ہوتے ہوئے برہست مہا پارس کمبھ کرن۔ وبھیشن۔ مہودر۔ مدن مالی۔ سگ۔ سارن۔ اندرجیت (میگھ ناتھ) جمبو مالی۔ سومالی۔ رسم کیتو۔ سرجتر۔ بکرکارہ دھومراکچھ۔ مدسودر۔ بھیم۔ کھن بجھن۔ سگ نابھ۔ جودہانیم۔ مت دھون۔ گریوں۔ سمھڈ۔ گیٹ۔ ساری۔ پرت۔ مکھ۔ کرال۔ لبھال۔ وغیرہ کے مکانوں میں سراغ لگاتے ہوئے راون کے خاص محل میں تشریف لے گئے جہاں بڑے بڑے بہادر اچھے اچھے ہاتھ پاؤں کے جوان۔ سرخ زرد۔ سبز۔ سیاہ وردیاں پہنے۔ ترسول۔ مگدر شکتی اور تومر وغیرہ ہتھیار لئے ہوئے پہرہ دے رہے تھے۔ ہاتھیوں پر بھی طلایہ پھر رہا تھا۔ ہاتھی بڑے کوہ پیکر مگر سوار بھی وہ کہ آنکس کے ذریعے سے خواہ دوڑاتے دوڑاتے بٹھا دیا۔ خواہ رانوں سے دبا کر اکٹھا لیا۔

ہنومان جی نے یہاں عورتوں کی سواریوں یعنی نننس۔ ڈولی۔ نالکی۔ پالکی وغیرہ میں جانکی جی کو تلاش کیا۔ پھر لتا گرہ (بیلوں کا باغ) چترسالہ (تصویر خانہ) کراشٹ گرد (چوب خانہ) رات خانہ (خلوت سرائے) کھنڈ گرد (رسد خانہ) رتن گرہ (خزانہ) وغیرہ سب میں ڈھونڈا مگر جانکی جی نہیں نظر آئیں۔

سرگ ۔ ۷

مختلف شاہی ایوانوں اور راون کے ایوان میں جانکی جی کی جستجو

ہنومان جی کو ایک مکان عجیب وغریب نظر آیا۔ محل سربفلک خوشنما جڑے درجہ قسم کے موتیوں کی نہایت قیمتی جھالروں سے اس طرح جگمگا رہا تھا۔ جسطرح بجلی سے بادل جواہرات کی رونق

اس پر دربالا تھی۔ ہنومان جی خوش خوش سبھا گرہ (دربار شاہی) سنگھ گرہ۔ چکر گرہ۔ دھنش گرہ کی خوبیوں کو نظر حیرت سے دیکھتے ہوئے طلائی برجوں میں گھستے۔ خزانہ کی سیر کرتے دیوتاؤں اور راچھسوں کی استتیاں سنتے راون کی قسمت کو سراہتے ایک سیاہ رنگ کے مکان میں گئے۔ جسمیں سونا ہی سونا۔ جواہرات ہی جواہرات کی صناعی تھی۔ دیواروں پہ جواہرات کی اعلےٰ نقاشی۔ حوروں مردوں کی نظر فریب تصویریں دیکھ کر جی نہ بھرتا تھا۔ نظر برجوں گنبدوں پہ جم جاتی تھی۔ مصور نے کرہ زمین کے ایسے نقشے بنائے تھے کہ ہاتھ چوم لینے کو جی چاہتا تھا۔ جنگل۔ پہاڑ۔ دریا۔ درخت پھول بادل کنول سب آنکھ کے سامنے تھے ہنومان جی اس صناعی کی تعریف کرتے آگے گئے تو بمان ملا بمان کیا تھا عالم تصویر تھا۔ تصویر کے چرند پرند گھوڑے ہاتھی سب اصلی معلوم ہوتے تھے ہنومان جی اس بمان کے اندر گئے۔ جہاں دیوتاؤں کے مرقع بہت خوبی سے نقش کئے تھے۔ کہ مہارانی لکشمی کی تصویر بھی زینت بخش تھی۔ اس کے اندر اس طرح کمرے اور صحن وغیرہ بنے تھے۔ جسطرح مندراچل میں گپھائیں۔ ہنومان جی نے یہاں بھی جانکی جی کو ڈھونڈا مگر نہ پایا۔

سرگ ۸

بمان میں دوبارہ تلاش اور ناکامیابی

ہنومان جی مایوس ہو کر چلے۔ اور پھر پلٹے کہ پھر دیکھ لوں۔ بمان بہت بڑا ہے شابد ہی اکا میں جانکی جی نہ ہوں۔ وہ کہتے تھے کہ اس بمان کے سامنے دیوتاؤں کے عالیشان مکان کی بھی کچھ حقیقت نہ تھی۔ ایسا بمان وہی شخص دیکھ سکتا ہے جو بڑا دھرماتما ہو۔ اس میں وصف یہ تھا کہ جہاں خواہش ہو وہاں ہوا کی طرح پہنچا دے۔ جب کبھی مرمت کی ضرورت ہوتی تھی تو ہزاروں راچھسوں سے مشکل اٹھائے نہ اٹھتا تھا۔ پہاڑوں کی رونق صرف بسنت رت میں پھولوں سے ہوتی ہے۔ مگر اسکی زینت میں کبھی فرق نہیں آتا۔ ہنومان جی نے بہت تلاش کی مگر مایوسی نے ساتھ نہ چھوڑا۔

سرگ ۹

ہنومان جی کا راون کی خوابگاہ میں گذر

اس بمان کے نصف جوجن چوڑے اور ایک جوجن لمبے مکان میں راون موجود تھا۔ یہاں بڑے بڑے سور بیر پہرے پر تھے۔ اور ایک دو تین چار دانت تک کے دہ پیکر ہاتھیوں کا ہر طرف ہجوم تھا۔ ایوان کو ان مہ جبیناں خورشید طلعت سے رونق تھی۔ جنہیں کو ستی ہیں۔ دیوتاؤں اور گندھربوں۔ راچھسوں اور راجوں سے زبردستی چھین لیا تھا۔ یہ نازنیناں ذخیرہ اندر اور کوبیر کے گھوڑے بھی معلوم

ہوئی تھیں۔ ہنومان جی یہ رنگ دیکھ کر سمجھ گئے کہ ہو نہ ہو یہ وہی پھولوں کے ٹھاٹ صنعت کا عجائب خانہ ہے جو کوبیر نے تپسیا کی بدولت برہما سے حاصل کیا تھا اور جو زبردستی راون نے ہتھیا لیا۔ یہاں میں سورج کی سی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ خالص سونے کی سیڑھیاں جواہر نگار جھروکے طرح طرح کی نعمتوں سے بھرے ہوئے خوان اپنی چمک دکھا رہے تھے راون بستر استراحت پر محو خواب راحت تھا۔ اس کے چہرے کے نور اور پری وشان ہم آغوش کی تجلی حسن سے سورج کی روشنی ماند ہو رہی تھی۔ ہنومان جی نے الگ ایک ایک جمال کی صورت دیکھی۔ کوئی آنچل میں منہ ڈھانپے ہوئے سو رہی تھی۔ کسی کو چھاتی آنچل کا ہوش نہ تھا۔ کسی کی زلف مشکبو چہرے پر بکھری ہوئی تھی۔ کسی کے بچھونے کا رُخ ادھر سے اُدھر ہو گیا تھا۔ اگر ایک کے موتیوں کا مالا ٹوٹا پڑا تھا تو دوسری کے گلے کا ہار۔ کوئی سینے کے ابھار پر ہاتھ رکھے خواب ناز کا مزہ لے رہی تھی۔ کسی کا ہاتھ کسی اور نازنین کے زرنگار جسم پہ زینت دے رہا تھا۔ بچھونے ہی راون کے جسم سے لپٹی ہوئی تھیں۔ بیبیوں کے ہاتھ بے تکلفی سے اور مہ وشوں کے گلے میں طوق کا کام دے رہے تھے پہلے راون دیوتاؤں وغیرہ کی اہنیہ لڑکیوں سے حظ نفسانی اٹھاتا تھا جو رضامند ہوئی تھیں۔ زبردستی سے غرض نہ تھی مگر اب نیت میں فرق آ گیا سرہنگی اختیار کرنا شروع کی۔ جس دیوتا یا گندھرب کی لڑکی کو راون کی ہوا لگی۔ پھر اک کو دوسرے کی ہوس نہ رہی۔ راون ہی کی ہو رہی۔ اس لئے ہنومان جی یہ رنگ ڈھنگ دیکھ کر جانکی جی کی طرف سے متوہم ہوئے اور خیال ہوا کہ یا تو راون کا منتر چل گیا یا جانکی جی نے عصمت بچانے کے لئے جان دیدی۔ دونوں صورتوں میں سے کوئی صورت بھی ہے تو افسوس کہ مجھے فضول زحمت ہوئی۔ اور سری رامچندر جی کی مفت جان گئی۔ وہ جانکی جی کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے مگر نہیں یہ سب وہم ہی ہے۔ جانکی جی پاک دامن ہیں بن میں رفاقت کرنا ان کے پتی برت کا ثبوت ہے۔ خاوند کے لئے سکھ چھوڑنا تمام عورتوں کا کام نہیں ہے سری جانکی جی ہی نے فخر حاصل کیا۔

سرگ ۱۰
راون کی خوابگاہ کی سیر کا دوسرا لطف

ہنومان جی ذرا دم لیکر پھر تلاش میں متوجہ ہوئے اس وقت راون کی صورت اور ہی تھی۔ سر پر سفید چھتر جسم پر لال چندن کا غازہ آنکھیں سرخ سرخ۔ بازو لمبے لمبے۔ سانس جیسے لوہار کی دھونکنی چاروں طرف مہوشیں کسی کے ہاتھ میں مورچھل۔ چنور کسی کے ہاتھ میں ہر صبح سورج جیسی آنکھیں کھڑے ہو کر جھانکنے لگے دیکھا کہ راون کے جسم میں ان زخموں کے نشان موجود ہیں جو دیوتاؤں اور اسروں کی لڑائی میں اندر کے بجر اور ایراپت ہاتھی کے دانت سے جا لگا ہوا تھے بدن پر نفیس پوشاک تھی۔ کنڈل اور زیور چمک رہے تھے۔ بدن سانولا تھا جس سے دیا جالیں لپٹی ہوئی تھیں۔

ہنومان جی وہاں سے بڑھے تو بہت سی عورتوں کو بغل میں بین دستانہ دبائے ہوئے سوتے

پایا۔ انہیں میں ایک نور کی تصویر محو خواب راحت تھی۔ جس کے چہرے کی چمک سے سارا مکان روشن تھا۔ وہ پہلے سمجھے کہ بس مندودری یہی ہے مگر پھر سوچے کہ وہ یہاں کہاں کہیں اور ہوگی۔ ضرور جانکی جی یہی ہیں اس خوشی کو وہ روک نہ سکے۔ دبی زبان سے گانا شروع کیا اور اچھلنے کودنے لگے۔

سرگ ۱۱

مندودری کی خوابگاہ کی سیر

عین عالم خوشی میں ان کو دفعتہً خیال ہوا۔ کہ جانکی جی کے بدن پر یہ لباس و زیور کی یہ زیبائش کیسی اور ایسے خواب آرام کے کیا معنی۔ وہ اس وقت سری رامچندر جی کی یاد میں تارے گن رہی ہوں گی۔ جو دیوتا ڈر میں رہے ایسے کو راچھسوں کی قربت سے سروکار۔ اس خیال نے ان کو یقین دلا دیا۔ کہ بس مندودری یہی ہے۔ جانکی کہیں اور ہوں گی۔ یہ سوچکر وہ دوسری طرف مڑے جہاں گئے وہاں نازنینان زہرہ جمال کا ہی جمگھٹا پایا جو مشتری تمثال تھی۔ نشہ شراب سے مدہوش جو خورشید جمال تھی۔ وہ ایک دوسرے سے ہمہ دوش۔ ہزارہا حسیناں طناز میں راون اسطرح معلوم ہوتا تھا۔ جسطرح گاؤں کے جھنڈ میں سانڈ یا ہتھنیوں کے جھنڈ میں مکنا ہاتھی۔ ظروف طعام کا کہیں شمار نہ تھا۔ ہزاروں برتن۔ سور۔ بھیڑ خرگوش اور بکرے کے کلیہ قورمہ سے لبریز تھے۔ شراب کے شرابوں کی گنتی نہ تھی۔ کھٹے میٹھے کھانے تیار رکھے تھے۔ میووں کا ڈھیر لگا ہوا تھا۔ سونے چاندی کے کٹورے پانی سے لبالب تھے۔ اور بہت سے ٹوٹے پھوٹے ظروف دیکھنے سے صاف ظاہر ہوتا تھا کہ نشہ شراب کی بیخودی میں خوب دھینگا مشتی ہوئی ہے۔ یہاں سے بڑھے تو مٹھائیوں کا ایک بازار سا لگا ہوا پایا۔ معلوم ہوتا تھا کہ خوشبویات کا ذخیرہ یہیں ہے۔

ہنومان جی نے اسی طرح راون کا سارا شہر چھان مارا۔ مگر جانکی جی کے درشن نہ ہوئے۔ ان کو بڑی فکر ہوئی اور بڑا افسوس ہوا کہ میں نے عورتوں کو جو آجکل سے بے خبر ہی نہیں دیکھا بلکہ شوہر دل سے ہم صحبت بھی۔ اس پاپ کا ازالہ کیا ہے پھر خود ہی دل بولا کہ شاستر نے بدنگاہی و بدنیتی کی نظر سے عورتیں دیکھنے کو گناہ بتایا ہے۔ یہاں نیت صاف تھی پھر کیسا گناہ لیکن جانکی جی کا درشن نہ ملا۔ اس سے دل کھٹکتا ہے کیونکہ ان کا درشن انہیں کو نصیب ہوتا ہے۔ جو پاپی نہیں۔ اس لئے میرا فرض ہے کہ پراشچت کر کے سیتا جی کی تلاش کروں مگر یہ بات بھی ٹھیک نہیں معلوم ہوتی۔ جب میرے دل میں سیتا جی کا دھیان ہے تو پاپ کا کیا اثر۔ اور پراشچت کی کیا ضرورت اس کے بعد انہیں خیال ہوا کہ کوئی جنگلی و ہوش بھی ہوتا تو جانکی جی کو ڈھونڈ لیتا۔ افسوس کہ میں بانر ہو کر ذرا کام نہ کر سکا۔ اس شرم سے وہ پھر تازہ دم ہو گئے اور تلاش شروع کی۔

سرگ ۱۲

ہنومان جی کی مایوسی

ہنومان جی تلاش سے عاجز ہو گئے۔ جانکی جی کیا ان کا سایہ تک نہ دکھائی دیا۔ عالم پریشانی میں سمجھ بیٹھے کہ جانکی جی دنیا ہی میں نہیں۔ یا تو راون کی زبردستیوں سے زچ ہو کر جان دے دی یا راون نے ان کو ہٹ سے تنگ آ کر قتل کر دیا۔ اور اگر راچھسوں کی بھیانک صورتیں دیکھ کر مارے خوف کے مر گئی ہوں تو تعجب نہیں۔ ہنومان جی کو فکر ہوئی کہ مفت پاؤں ٹوٹے۔ جاموان اور انگد کو کیا جواب دونگا۔ اور سری رامچندر جی کو کیسے منہ دکھایا جائیگا۔ ان کی امید تو ٹوٹ چکی تھی حوصلے پست ہو گئے تھے۔ مگر سوچ کر جوئندہ یابندہ۔ ایک مرتبہ اور تکلیف سہی۔ اسطرح ہمت باندھ کر پھر چاروں طرف گھومے۔ سوئی کی طرح ڈھونڈا۔ مگر مشکل مراد نظر نہ آئی۔ مایوسی نے چاروں طرف سے گھیر لیا۔

سرگ ۱۳
ہنومان جی کا خلجان

ہنومان جی مایوس ہوئے لیکن پھر کسی اور گرد نواح کے بن باغ سبزہ زار سب ڈھونڈ ڈالے۔ سیتا جی نہ ملنا تھیں نہ ملیں۔ ان کو جب مایوسی ہوئی۔ تو گدھ راج کا یہ قول ہمت باندھ دیتا کہ سیتا جی لنکا میں فروکش ہیں۔ مگر انہوں نے ساری لنکا چھان ڈالی تھی۔ اسلئے طرح طرح کے توہمات پیدا ہوتے تھے کبھی خیال ہوتا تھا کہ راون کے بھاگنے کے وقت سیتا جی سمندر میں تو نہیں چھوٹ پڑیں۔ کبھی وہم ہوتا کہ لنکا آنے کے وقت مہاتماؤں کو دیکھ کر مارے عزت کے خود سیتا جی نے ہیرا تو نہیں چھپا لیا۔ یہ نہیں۔ تو راون کی دست درازی پر ضرور زہر کھا بیٹھی ہونگی۔ اور اگر سمندر سے گزرتے وقت راون سے ہاتھ چھڑا دیا گئی ہوں تو بھی قرین قیاس ہے کیونکہ وہ مہالکشمی ہیں۔ بھگوتی کی طاقتوں کو راون کہاں پہنچ سکتا ہے۔ یہ بھی شک تھا کہ ان حسینوں کا سرمایہ ناز سمجھ کر اور راون کی منظور نظر مہ جالوں نے سوتیا ڈاہ سے جان لے لی ہو یا راون کی عدول حکمی پر راچھس کھا گئے ہوں۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ سری رامچندر جی کے فراق میں انہوں نے خود ہی جامہ ہستی اتار کر پھینک دیا ہو کیونکہ وہ پتی برتا ہیں لیکن جب سیتا ہرن کے وقت وہ ہائے رام ہائے لچھمن کہتی ہوئی لنکا میں آئی ہیں تو اس لئے سری رامچندر جی کے شوق دیدار نے ان کو خودکشی سے ضرور باز رکھا ہوگا۔ اور ان کے تیج کے سامنے راون کی حقیقت ہی کیا ہے کہ آنکھ ملا سکے۔ سب توہمات غلط جانکی جی فرد بھی نہیں ہیں مگر جہاں ہوتیں تو کہیں کچھ رونے دھونے کی آواز آتی۔ یا کوئی کراہتا ہوا ملتا۔ لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ راون کے خوف کے مارے منہ سے اف نہ نکال سکتی ہوں۔ پھر بھی یہ بات خلاف عقل معلوم ہوتی ہے۔ کہ وہ راون سے اس طرح ڈرتی ہوں۔ میں اپنے امکان بھر تلاش کر چکا۔ اب زحمت فضول ہے بہتر ہے کہ سری رامچندر جی سے جا کر کہدوں۔ جانکی جی سے ہاتھ دھوئے

وہ دنیا میں نہیں۔ لیکن جب وہ موت کا سبب پوچھیں گے تو جواب کیا ہوگا۔ اِس سے بہی کیوں نہ کہوں کہ دیکھ آیا لیکن اِس میں بھی مشکل یہ ہے کہ جگہ کون بتاؤں۔ اچھا تو پھر جھوٹ بولنا فضول صاف ہی کہہ دینا ٹھیک کہ کہیں نہیں ملیں۔ فیصلہ شد جھوٹ پاپ بھی نہ ہوگا سچائی پر بھی حرف نہ آئیگا مگر یہ بھی نامناسب بات ہے۔ ایسے سچ بولنے سے جھوٹ بولنا ہی اچھا۔ لیکن جھوٹ اور سچ بولنے سے میرا کیا دھرا سب اکارت ہوتا ہے۔ لوگ کہینگے کہ بس ٹائیں ٹائیں فش۔ اِس سے صلاح یہی ہے کہ خود ہی جان دیدوں۔ لنکا کے پاپیوں کو دیکھ کر جینا بھی مرنے سے بدتر ہے۔ بالغرض میں نے سیتا جی کی بے نشانی یا موت کا ذکر کیا یا خود جا کر اطلاع نہ کی تو سوچنا چاہیئے کہ نتیجہ کیا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ میری انتظار کی مدت گزرنے پر سری رامچندر جی کبھی جینا گوارا نہ کریں گے۔ لچھمن کو سری رامچند کی موت ضرور پیغام اجل بنلائے گی۔ اور دونو کے غم میں بھرت شترگہن دونو خودکشی کرلیں گے۔ بیٹوں کے غم میں کوشلیا سمترا کیکئی دم توڑ دیں گی۔ اور یوں ہی سلسلہ وار اجودھیا کے تمام باشندے زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے اور سارا پاپ میرے ہی سر ہوگا۔ اِس لئے اچھی تدبیر یہی ہے کہ کسی جنگل میں تپسیا کر کے پاپ دور کراؤں۔ اور پھر سیتا جی کو ڈھونڈوں لیکن اِن کے درشن کبھی نہ ہوں گے۔ لیکن تپسیا کے لئے مدت درکار ہے اِس عرصے تک نہ جانکی جی رامچندر جی کے فراق میں زندہ رہ سکتی ہیں نہ رامچندر جی میرے انتظار میں

ہنومان جی اِسوقت عجب خلجان میں تھے۔ نہیہ کیا کہ آگ میں جل جاؤں۔ آگ نہ جلائے تو سمندر میں ڈوب مروں۔ چرندوں پرندوں کیڑوں مکوڑوں کا چارہ گوارا۔ لیکن خالی خولی کسی کو منہ نہ دکھانا وہ روسیاہی کے برابر۔ جب چلا تھا لوگ خوش تھے کہ ہنومان جی پتہ لگائے بغیر نہ رہیں گے جب میں ڈوب مرا جل گیا تو سب یہی کہیں گے کہ منہ چرا گیا کچھ بنائے نہ بنی۔ دانت دکھلانے ہی بھر کے تھے گویا مرنے پر بھی ذلت ہی نصیب ہوگی۔ کمبخت راون کی بدولت میری جان آفت میں ہو گئی۔ جی چاہتا ہے کہ ابھی گلا گھونٹ دوں خس کم جہاں پاک۔ مگر جب تک جانکی جی کا پتہ نہ لگے اس کا مارنا بھی فضول سا معلوم ہوتا ہے جانکی ہوتیں تو میری خدمات کی تعریف تو کرتیں۔ اچھا راون کے قتل کا ارادہ فسخ۔ اِس کو سری رامچندر جی کے سامنے لے جا کر مارنے میں خیر کچھ آنسو کچھ جائیں گے۔ مگر یہاں بھی مشکل آ پڑی۔ سری رامچندر جی نے فقط جانکی جی کی تلاش کا حکم دیا ہے۔ ممکن ہے کہ وہ راون کے قتل یا گرفتاری پر ناراض ہو جائیں تو عفت میں ہجوم کرنے ہاتھ جلے۔

ہنومان جی کی عقل ٹھکانے جگہ میں تھی۔ کچھ سمجھ میں نہ آتا تھا کہ کیا کریں۔ معاً خیال آگیا کہ آہا! اشوک باٹکا تو باقی ہی ہے۔ ذرا وہاں تو چلکر دیکھو وہاں کے محافظ و پاسبان مزاحمت کریں تو مارو۔ کچھ پرواہ نہ کرو۔ ایکدن مرنا ہے۔ رامچندر جی کے ہاتھ سے موت ہوئی تو کیا۔ راون نے شترپت مرگ بلایا تو کب بات ایک ہی ہے۔ جب یہ بات دل میں ٹھان لی۔ تو ہنومان جی نے برہما سے رچ۔ چندرماں

برن اسوتی کھار وایو۔ اگنی۔ گیارھوں۔ مدور جراج کا دھیان کر کے اشوک باٹکا کے اندر قدم رکھا۔ اور سوچنے لگے کہ دیکھیں تقدیر یہاں بھی ان کنول کی آنکھوں اور اس چاند ایسے چہرے کے درشن کراتی ہے یا نہیں۔

سرگ ۱۴۔
ہنومان جی کا اشوک باٹکا میں داخلہ

ہنومان جی اشوک باٹکا کی چاردیواری پہ چڑھ کر دیکھتے ہیں تو طبیعت گلزار ہو گئی مرغان خوشنوا کے نغمہ خوش گوارہ اور سبزہ زار کی بہار سے دل خوش ہو گیا۔ رنگ رنگ کے خوبصورت پرند میٹھی میٹھی بولیاں بولتے تھے۔ طوطے و بلبل اپنے دلربا ترانوں میں قند گھولتے تھے ہنومان جی اس درخت سے اور اس شاخ سے اس شاخ پہ کودتے پھاندتے گل مراد کی فکر میں محو ہوئے حالانکہ جسم چھوٹا تھا پھر بھی درختوں کے پھل پھول اور پتوں سے زمین ڈھک گئی۔ اور طیور آشیانوں سے اڑ بھاگے۔ درختوں کی یہ حالت تھی۔ جسطرح ہارا جواری ہاتھ جھاڑ بیٹھے۔ یا راجہ کی مفلسی کے وقت رعایا ساتھ چھوڑ دے۔ یا جسطرح عورت کے بال خواہشات نفسانی سے مغلوب ہونے پر بکھر جاتے ہیں۔ اس باٹکا میں نہایت خوشنما باولی موجیں مارتی تھی۔ جسمیں آب رسانی کے لئے راون نے نہریں دریاؤں سے ملادی تھیں۔ متعدد پہاڑی کنگرے آسمان سے باتیں کرتے تھے۔ کل فواروں کی صنعت قابل دید تھی۔ ایک پیچ مروڑنے سے پانی ہی پانی نظر آجاتا تھا۔ دوسری کل مروڑنے سے ایک بوند بھی باقی نہ رہتی تھی۔ دیو مندروں اور راج مندروں کی نفاست کا کیا پوچھنا۔ بسوکرما نے اپنی پوری قابلیت صرف کر دی تھی۔ سنپا نامی درخت کے چاروں طرف بیدیاں ہی بیدیاں تھیں۔ اور ان بیدیوں میں سونے کے درختوں کے باغ لگے ہوئے تھے۔ گلدستہ تصاویر مزید براں ہنومان جی اس مقام کی خوبیاں دیکھ کر متحیر ہو گئے اور بے ساختہ دل سے واہ نکل گئی۔ وہ راون کی خوش قسمتی اور اقبال مندی کو سراہنے لگے اور یقین ہو گیا کہ سیتا جی یہاں ہونگی۔ اور باولی پر سندھیا کرنے ضرور آئیں گی۔ اس لئے وہیں درشن کی غرض سے رک گئے۔

سرگ ۱۵۔
ہنومان جی کی اشوک باٹکا میں رسائی

ہنومان جی پھر آگے بڑھے تو باغ کی بہار کچھ اور ہی نظر آئی۔ اس کی خوشنمائی سے اندر نندن باغ کی آنکھیں نیچی ہوتی تھیں وسط میں ایک راج محل کی رونق واہ واہ جواہرات کے محل سے معلوم ہوتا تھا کہ سورج زمین میں اتر آیا ہے۔ راج محل کے دیواستھانوں میں بڑے بڑے اونچے ستون سراپا جواہرات سے مرصع تھے زینوں میں مونگوں کا جوڑ اُرتھا۔ انسان کی کیا مجال تھی کہ اس مشرقی انوار پر آنکھ ڈال سکے۔ یہاں سری جانکی جی میلا کچیلا لباس پہنے ہوئے رونق افروز تھیں۔ بدن سینک ہو گیا تھا۔ راکشسنیں اسطرح گھیرے

ہوتے تھیں جیسے گلاب کے پھول کو کانٹے۔ جانکی جی کا چہرہ اسطرح اُداس تھا جسطرح دھوئیں سے آگ اور منگل کے گرہ سے روہنی کی روشنی کم ہو جاتی ہے۔ جانکی جی اس ہرنی کی طرح بے قرار تھیں جس کا ہرن بچوں سمیت چھوٹ گیا ہو جانکی جی زمین پر بیٹھی سر ٹیکے ہوئے ناگن کی طرح سانسیں بھرتی ہوئی اسطرح آنسو بہاتی تھیں جسطرح فضول خرچ کے یہاں دولت۔ ادھرمیوں کے یہاں ریدھی سدھی۔ بدکرداری سے نیک نامی سر پہ ہاتھ دھر کر روتی تھی۔ سیتا جی کے چہرے پر اسطرح تاریکی غم چھائی ہوئی تھی جسطرح گھٹائیں چاند پر۔ ہنومان جی اب سوچنے لگے کہ یہی جانکی جی ہیں۔ یا اور کوئی۔ لیکن جن زیوروں کو سری رام چندر جی نے پہنایا تھا۔ وہ سب اس وقت ان کو نظر آئے۔ ان کو پورا یقین ہو گیا کہ بس مطلب سدھ ہو گیا مگر افسوس سیتا جی کو ایسی آفت میں چھوڑ کر کسطرح زندہ ہیں۔

سرگ ۱۶

سری سیتا جی کے دوسرے درشن

سری جانکی جی کی حالتِ زار دیکھ کر ہنومان جی سے ضبط نہ ہو سکا۔ رو پڑے اور دل ہی دل میں کہنے لگے کہ ہائے قسمت جو چاہے سو کرے ہائے تقدیر جو چاہے دکھائے سری رامچندر جی تین لوک کے مالک چلے پر بان چڑھاتے ہی چودہ ہزار راکشس خاک پر سُلا دیئے۔ کھ ندھ اور برادھ کو سانس نہ لینے دی۔ ترسرا اور بالی ایک ہی بان میں فنا کر دیئے۔ مجھ کو وہ طاقت دی سمندر پھاند گیا۔ لیکن ہائے انہیں کی جان سے پیاری جانکی کا یہ حال۔ افسوس جو جانکی ہمیشہ فرش گل پر سوتی تھیں جن کو معلوم ہی نہ تھا کہ مصیبت یا تکلیف کیسے کہتے ہیں وہی اس قید بلا میں گرفتار ہیں۔ آہ کیسی غمگین صورت ہے دور سے دیکھنے والا صاف بتا سکتا ہے کہ سری رامچندر جی کے صدمۂ فرقت میں دم بھر چین نہیں مانا کہ راون سے ان کو گھر میں اٹھا لیا لیکن وہ اس سے ناپاک نہیں ہوئیں۔ شاستر میں تحریر ہے کہ اگر کوئی زبردستی کسی کو اپنے قابو میں کر لے تو زبردست کی معذوری و مجبوری قابل لحاظ ہے۔ راجہ پر لیس بندھ کی کہاوت ٹھیک ہے۔ جانکی جی کے لئے یہاں بھی کوئی کمی نہیں۔ سارے راجسی ٹھاٹھ موجود ہیں راکششنیاں خدمت کو حاضر دنیا کی نعمتیں پیش نظر۔ مگر محبت کے بھوکوں کو ایسی چیزوں کی طرف التفات کہاں۔ پت برتا استریوں کیلئے دنیا میں جو کچھ ہے وہ ایک خاوند۔ پھر جہاں رامچندر جی نہیں وہاں دنیا کی تمام نعمتیں ہیچ۔ جانکی جی چاہیں تو اب تک لنکا کب کی سواہا ہو گئی ہوتی۔ مگر معلوم وہ کون کون پہلو سوچتی ہونگی۔ خود اظہار قدرت کریں تو سری رامچندر جی کی شان میں بے ادبی ہو۔ کیونکہ وہ راون کے قتل کا بیڑا اٹھا چکے ہیں۔ یہی وجہ کہ وہ برداشت کرتی مصیبت جھیلتی ہیں۔ لیکن دل پر میل نہیں آتا۔ صبر کو کلیجے سے لگائے بیٹھی ہیں یہ سب باتیں دل سے کرکے ہنومان جی ایک درخت پر چڑھ گئے اور پتوں کی آڑ سے دیکھنے

لگے کہ کیا ذگت ہے۔

سرگ ۱۷
سیتا جی کی محافظ راکشسنوں کی ہیبت

اِس وقت چاند کی روشنی تیز ہوگئی۔ ہنومان جی کو جانکی جی اچھی طرح نظر آنے لگیں۔ محافظ راکشسنیوں کی شکل عجیب بھیانک تھی۔ کوئی بلند قد کوئی پست قد۔ کوئی سر منڈی۔ کوئی گیسو دراز کسی کی کئی آنکھیں۔ کسی کے کئی کان۔ کسی کی ناک ماتھے پر تھی۔ کسی کا صرف ایک ہی کان تھا جسے وہ کر کالی گوری اور عجیب الخلقت سب ہی قسم کی راکشسنیں شمشیر اور گدا وغیرہ لئے موجود تھیں۔ بہتوں کے چہرے عجیب و غریب تھے۔ سور۔ بھینسے۔ بکری۔ ہاتھی۔ اونٹ۔ گھوڑے۔ گدھے اور گوڈ کے سے منہ اور باقی جسم آدمیوں کا سا۔ سب کی سب شراب کے نشہ میں چور۔ خون اور گوشت سے سیر۔ ہنومان جی انکی صورت دیکھ کر خوف زدہ ہوگئے۔ اور سوچنے لگے کہ جانکی جی نہ معلوم کیسے بسر کر رہی ہیں۔ ان کا تیج تو اب بھی ایسا ہے کہ چاہیں تو ایک نظر سے سب کو خاک کر دیں۔ مگر ان کو اس طرف کچھ خیال نہیں۔ صرف رامچندر جی کے دھیان سے غرض ہے۔ انہیں سے لو لگائے دین و دنیا سے بے خبر بیٹھی ہیں۔

سرگ ۱۸
ہنومان جی کے سامنے راون کی اشوک باٹکا میں آمد

رات ختم ہونے کو تھوڑی دیر باقی تھی۔ کہ برہمن راکشسنیوں نے بید خوانی شروع کی۔ شاہی باجے بجنے لگے راون جاگا اور اٹھ کر بڑی بے تابی سے اشوک باٹکا کی طرف چلا۔ گھبراہٹ میں بہت سے زیور اور ہار پھول گر گئے۔ مگر اس کو خبر نہ ہوئی۔ صدہا مہوشیں۔ سونے کے چراغ۔ پانی اور شراب کے طلائی ظرف، مسنی۔ چنور۔ پنکھے لئے ہوئے پیچھے ہولیں۔ مشعلوں کی روشنی میں راون باٹکا کے دروازے پر پہنچا۔ سنکڑوں دربانوں کا افسر اسے اشوک باٹکا میں لایا۔ ہنومان جی راون کی صورت دیکھ کر ڈر گئے۔ اور آہستہ آہستہ اوپر چڑھ کر پتوں کی آڑ میں چھپ کر دیکھنے لگے۔ کہ راون کیسا ہے۔ اتنے ہی میں راون لپکا ہوا سیتا جی کے سامنے آیا۔ کھڑا ہوا اور سیتا جی اس کی صورت دیکھ کر کانپنے لگے۔

سرگ ۱۹
راون کو دیکھنے سے سیتا جی کی خوف زدہ حالت

جانکی جی سری رامچندر جی کے غم میں اسطرح نحیف و لاغر ہو گئی تھیں جسطرح پنڈت لوگوں کی کاہلی سے ودیا کا مفقود ہو جاتی ہے۔ اس وقت ان کی یہ حالت تھی جسطرح چاند گرہن میں [illegible] بافوج بے

سپہ سالار یا درخت۔ بے برگ و بار۔ ہاتھی کیسا طاقتور ہو۔ لیکن رسی کی بندش اور انکس کی مار کے ڈر سے اس کی طاقت کام نہیں کرتی۔ اسی طرح جانکی جی بھی مجبور ہو رہی تھیں۔ جسوقت راون کی صورت دیکھی اسطرح تھر تھر کانپنے لگیں جیسے دھرونامی ستارے سے بدھی یا ہوا کے جھونکے سے نرم ٹہنیاں مگر زبان پر اُف نہ تھی۔ یہی معلوم ہوتا تھا کہ نیچی نگاہ کئے ہوئے سری رامچندر جی کی جے مناتی اور دیوتاؤں سے راون کے قتل کی دعا مانگ رہی ہیں ؎

سرگ ۲۰

سیتا جی سے راون کی منت و سماجت

راون نے جانکی جی کی صورت دیکھتے ہی تاڑ لیا کہ ان کے دل کی چوٹ ابھری ہوئی ہے زخم پر پھاہا رکھنے کے لئے اس نے میٹھی میٹھی باتوں سے دل لبھانا چاہا۔ بولا کہ جان کی راحت پیاری جان کی مجھ سے کیوں کھنچتی ہو مدن چرانے اور منہ چھپانے سے حاصل جانتی ہو کہ میں تمہیں جان سے زیادہ چاہتا ہوں تمہاری صورت کے قربان جو موہنی صورت دیکھتا ہے آپے میں نہیں رہتا۔ پھر مجھے آنکھ بھر کر کیوں نہیں دیکھتیں۔ راکھشوں کو اجازت ہے کہ بزور عورت سے جتنی چاہیں زبردستی کر کے اپنا مطلب نکال لیں مگر نہیں میں تمہاری مرضی مقدم سمجھتا ہوں یہی وجہ ہے کہ اتنے دن اشٹیاٹی ہی میں گذار دیئے اور بھول سے بھی ہاتھ نہ لگایا۔ لنکا میں تمہارے سوا آجتک کوئی لبھو کا پیاسا نہیں رہا۔ تم میرے ہوتے ناحق جوگ کھلاتی ہو۔ زیور۔ لباس۔ عطر۔ پھلیل۔ چندن وغیرہ سب سامان موجود ہیں۔ اٹھو سنگار کرو۔ چلو ناچ دیکھو گانے سے دل بہلاؤ جوانی بار بار نہیں آتی۔ یہ دریا کا پانی ہے اس کا لوٹنا غیر ممکن۔ ایک تو تمہارا حسن ہی غارت گر صبر و شکیب ہے اس پہ بھری جوانی۔ کون ہے جو دیکھ کر بے قابو نہیں ہو جاتا۔ پھر میں کس شمار میں ہوں۔ افسوس تم کو میری حالت پر ترس نہیں آتا۔ منت و سماجت کا بھی ذرا لحاظ نہیں۔ راج پاٹ ملک خزانہ سب راجہ جنک کو دے دو۔ ہاتھ پکڑاؤں تو کہنگا دو تم پر جان تک قربان ہے مگر پیاری اب یہ دغائی چھوڑ دو۔ تمہیں سب رانیوں کا سرتاج بنا دونگا۔ صرف نظر سے خوش گذرنے کا انتظار ہے۔

راون نے اسی طرح بہت منت و سماجت کی۔ دولت و سلطنت کا لالچ دیا۔ مگر جانکی جی بکی تور بت بنی بیٹھی رہیں منہ سے حرف نہ نکلا۔ اس خاموشی میں نیم رضا کا ذرا بھی مطلب نہ تھا۔ راون سمجھ گیا کہ اس کی خوشامد بیکار گئی اسلئے اس نے اپنی طاقت کا راگ الاپنا شروع کیا۔ بولا کہ جنک نندنی تم شاید مجھے جانتی نہیں۔ ساری دنیا ڈھونڈ مارو میرے برابر طاقتور دوسرا نہ نکلیگا۔ کتنی ہی مرتبہ دیوتا۔ دانو۔ ناگ۔ جچھ۔ گندھرب وغیرہ میرے ہاتھ سے مار کھا چکے اور کسی کی حقیقت ہی

کیسا ہے کہ میرے سامنے آنکھ ہی اُٹھا سکے۔ سونے جواہرات کے زیور موجود ہیں پہنو جو ملک جتنی دولت چاہو دان کردو۔ لکھوالو کہ کبھی مرضی کے خلاف نہ چلونگا۔ تم ایشور کی کرپا سے عقلمند ہو۔ اونچ نیچ سمجھتی ہو۔ لنکا کا حال اور میری طاقت بھی دیکھ چکیں پھر بھی رامچندر جی کو یاد کئے جاتی ہو ذرا سوچو کہ رامچندر میں یہاں پہنچنے کا دم ہے۔ وہ کیا اُن کا خیال بھی یہاں تک نہیں پہنچ سکتا۔ اگر وہ کچھ ہوتے تو سنیاسیوں کے بھیس میں جنگل کی ٹھوکریں ہی کیوں کھاتے پھرتے اول تو وہ اب کہاں۔ اگر بے حیائی سے بچ بھی رہے ہوں تو ان کے پاس کند مول پھل کے سوا رکھا ہی کیا ہے وہ میری طرح تمہاری مسکراہٹ نشیلی انکھڑیوں اور دانتوں کی ہنسی کی قدر کیا کرسکتے ہیں اگر تمہیں ان کی تپسیا کا خیال ہو تو یہ بھی فضول۔ دنیا میں میرے برابر کس نے تپسیا کی ہے۔ دسوں سر کاٹ کاٹ کر چڑھا دینا کیا کسی تپسوی سے ممکن ہے۔ اس وقت تمہارے بدن پر نہ زیور ہی نہیں کپڑے بھی میلے کچیلے ہیں پھر بھی تمہارے حسن و جمال کے سامنے کوئی ماہوش نگاہ میں نہیں آتی۔ میں غلامی کو حاضر ہوں دین و دولت سلطنت و حکومت اپنی اور ٹھاٹھ جہاں منظور ہو چلو چین اُڑاؤ مزے کرو۔

سرگ ۲۱

راون اور جانکی جی کی گفتگو

جانکی جی کو راون کی تقریر زہر معلوم ہوئی۔ انہوں نے عین غصے میں سری رامچندر جی کا دھیان کرکے منہ کے سامنے تنکے کی اس غرض سے آڑ کرلی کہ دھرم شاستر میں زمین پر بغیر تنکا رکھے پیشاب کرنے اور پاخانہ پھرنے کی سخت ممانعت ہے چونکہ راون کا مکان پیشاب غلیظ گوشت اور شراب سے ناپاک تھا لہٰذا جانکی جی نے اسی طرح اس کی صورت کو ناپاک سمجھ کر یہ آڑ کا پہلو نکالا اس کی کاروائی سے یہ جتلانے کی بھی غرض تھی۔ کہ تو سری رامچندر جی کے سامنے اس تنکے کے برابر ہے۔ علاوہ بریں جانکی جی کو پردہ منظور تھا۔ اور وہاں کوئی آڑ نہ تھی۔ اسلئے وہ منہ کے آگے تنکا کرکے ہنسیں اور بولیں ادھرم سے کیوں رغبت کر رہا ہے اگر اسی طرح دھرم کی طرف رجحان ہو تو کئی جنم کے پاپ دور ہو جاویں اے راون ذرا کان کھول کر سُن سری رامچندر جی وہ چشمۂ فیض و سرمایہ فخر ہیں جن کا کوئی مخالف پیدا ہی نہیں ہوا۔ میں نے ان کا سایہ عاطفت اگنی دیو کے سامنے قبول کیا ہے مجھے غیر مرد کی صورت دیکھنا حرام ہے اور باتوں کا کیا ذکر یہ کہتے ہی اُن کو شاستر کا یہ قول یاد آیا کہ پاپی اور ادھرمی سے دو بدو گفتگو کرنا ناجائز ہے۔ اس لیئے انھوں نے منہ پھیر لیا۔ اور بولیں کہ میں سری رامچندر جی کی استری ہوں۔ پرائی عورت پر دل ٹپکانا گناہ ہے اگر منددری کو کوئی بدنظر سے دیکھے تو سچ بتا تیرا دل گوارا کرسکیگا۔ پرائی عورت پر جس کی نیت ڈولی۔ اس کی عورت کی عصمت کا بھی ایشور ہی مالک ہے اس کے علاوہ دین و دنیا دونوں میں رسوا ہی جمراج کا ڈنڈا الگ مجھے حیرت ہے کہ لنکا اتنی بڑی اور اس میں کوئی سنجیدہ آدمی نہیں۔ اگر کوئی ہو تو ضرور عقل ٹھیک



वाली सुग्रीव युद्ध



हनुमान का लंका जाना

کرتا مگر میں سمجھتی ہوں کہ تجھ پر بھوت سوار ہے۔ سمجھانے والے ہار گئے ہوں گے۔ مگر تیری سمجھ الٹی ہو رہی ہے چاہتا ہے کہ وہ ادھرم کروں جس سے لنکا خاک سیاہ ہو جائے۔ اے لنکیش راج نیت کے خلاف چلنے والے کا راج کبھی قائم نہیں رہتا۔ جو بے سوچے بچارے ناشائستہ حرکتیں کر بیٹھتے ہیں ان کی تباہی میں فرق نہیں معلوم ہوتا ہے کہ تو بھی اپنی ہستی کی فکر میں ہے اگر یہی ہے تو یاد رکھ ایک دن افسوس کے سوا کچھ ہاتھ نہ آویگا۔ تو مجھے سبز باغ دکھاتا ہے گڑھیا میں منہ دھو رکھ۔ رامچندر کو تو حقیر سمجھتا ہے بھید نہیں جانتا کہ میں اور وہ دو تو ایک ذات ہیں صرف نام کا فرق ہے۔ اگر تو میرا خواہشمند ہے تو چل رامچندر جی سے درخواست کر میں بھی ساتھ چلوں گی۔ اگر وہ اجازت دیدیں تو خوشی سے تیرے ساتھ چلی آؤنگی اس سے دو فائدے ہوں گے ایک تو سری رامچندر جی تجھ سے درگذر کر دیں گے دوسرے میں تجھ سے مل جاؤنگی سری رامچندر جی بڑے بامروت ہیں عاجزی کے سامنے ان کا غصہ دم بھر نہیں رہتا۔ گنہگار کی خطا بخشی تو ایک معمولی سی بات ہے۔ اگر تجھ کو اپنی بہتری منظور ہے تو عذر خواہی کر کے اپنی جرم بخشی کرالے۔ اسی میں خیر بہتر ہے۔ ورنہ اندر کا بجر بھی خالی جاتا ہے۔ آئی ہوئی موت ٹل جاتی ہے۔ لیکن سری رامچند جی سے بیر کر کے بچنا محال سے بھی محال ہے۔ میں بھلائی کی غرض سے سمجھاتی ہوں۔ اگر اس پہ عمل نہ کیا تو دیکھ لینا کہ رامچندر جی کا بان کلیجے کے پار ہوگا۔ اور لاش دریائے خون میں غوطہ زن ہوگی۔ رامچندر کو حقیر سمجھنا تیری غلطی ہے کچھ معلوم ہے کہ باون کے روپ میں پرتھی اور آکاش کس نے تین قدم سے ناپ لئے تھے۔ کس نے تمہارے چودہ ہزار بھائی بندوں کے خون سے شتہاب کا دریا بہا دیا۔ تو بے شک بڑا بہادر ہے مگر کیا بہادری اسی کا نام ہے۔ کہ ماریچ کو بنایا جادو کا ہرن اور میدان خالی پاکر جعل و فریب کیا۔ مجھ بیکس پر۔ رامچندر یا لچھمن کے سامنے جانے کی بھی جرأت نہ ہو سکی۔ اسی لئے کہتی ہوں کہ ان سے عذرخواہی کر اور لنکا اور اہل لنکا کو بلائے ناگہانی سے بچا۔

سرگ ۲۲

راون کا سری جانکی جی پر عتاب

راون بولا۔ جانکی۔ میں عاجزی کروں۔ اور تم جوش میں آئے کہہ جاؤ ذرا بھی مروت نہیں۔ کچھ جانتی ہو کہ خواہش نفسانی کے غلبہ میں آدمی کو نیک و بد کچھ نہیں سوجھتا۔ جو چاہتا ہے کر بیٹھتا ہے مگر مجھ کو دیکھو کہ طبیعت کو روکے ہوئے تمہاری سخت بیانی کو بھی غصہ میں نہیں لاتا۔ ورنہ اور کوئی ہوتا تو میری تلوار کے وار سے کبھی نہ بچ سکتا۔ ابھی تمہاری رگ سیدھی نہیں تو خیر دو مہینے کی اور مہلت دیتا ہوں اس کے بعد بغل گرم نہ کی تو تلوار ہوگی اور تمہاری گردن۔

اس وقت راون کا چہرہ آگ ہو رہا تھا۔ دیو کنیائیں سہم سہم کر الگ ہٹ ہٹ گئیں۔ اور

اشارے سے جانکی جی کو سمجھانے لگیں کہ دل کڑا رکھو۔ کوئی ڈرنے کی بات نہیں۔

جانکی جی سہم گئی تھیں مگر دل کڑا کر کے بولیں۔ کہ افسوس یہ ہے کہ لنکا میں کوئی ایسا دھرماتما نہیں جو تیری عقل کی آنکھیں کھولے۔ مجھ کو محل میں داخل کرنے کا خیال۔ اس سے بڑھ کر اور کون پاپ ہوگا۔ مجھے یقین ہو گیا کہ سری رامچندر جی کے بان سے اب نجات نہیں۔ بہتر تو یہ ہے کہ جیسے یہ آنکھیں پھٹ ہو جائیں۔ اور زبان گری سے نکل پڑتی۔ کیا کہوں سری رامچندر جی کی اجازت نہیں ورنہ اسی وقت لنکا کو ایک آہ سے پھونک دیتی۔ غرور بڑی بلا ہے۔ زعم موت کے منہ میں جھونک کر رہیگا بڑا بہادر بنتا ہے مگر مجھے چرا کر لاتے شرم نہ آئی۔

راون کے لئے یہ تقریر تیر و نشتر سے کم نہ تھی۔ آنکھیں خون میں ڈوب گئیں اور غصہ کالے سانپ کی طرح سانسیں لیتا ہوا بولا کہ تیرا رامچندر چیز ہی کیا ہے۔ جب چاہوں مچھر کی طرح مل ڈالوں بس خاموش زبان دراز اب منہ سے حرف نہ نکلے۔ یہ کہہ کر اس نے راکشسنیوں سے حکم دیا کہ اس بد زبان کو خوب ڈراؤ دھمکاؤ اور جس طرح بنے راہ راست پر لاؤ۔

اس کے بعد وہ زور سے ڈانٹتا ہوا جانکی جی کی طرف لپکا۔ دھن پالنی راکشسنی نے جھپٹ کر پکڑ لیا۔ اور کہا جانکی جی کا یہ حسن دلفریب یہ جمال جہاں افروز۔ انسانوں میں ایسی حسین دوسری کہاں ہے دیوتا لوگو جہاں ان میں یہ خوبیاں ہیں وہاں ذرا عقل بھی درست کر دو۔ بدقسمتی سے ان میں صرف اتنی کمی ہے۔ راون اس کی بات پر ہنسا۔ غصہ بھی اتر گیا اور وہ دیو کنباؤں کے ساتھ اپنے محل میں داخل ہو گیا۔

سرگ ۲۳

جانکی جی کو راکشسنیوں کی فہمائش

راون ادھر گیا۔ یہاں راکشسنیاں سیتا جی کے سر پر ہو ئیں۔ سب یک زبان سے کہنے لگیں۔ جانکی جی پرسی تھالی میں لات نہ مارو۔ راون نہیں پولست کی نسل میں ایک اوتار ہے۔ اس کا کہنا نہ مانو گی تو پچھتاؤ گی۔ ترجٹا راکشسنی بڑی غصہ ور تھی۔ تیوری ڈال کر بولی راون کو کیا گھاس کھاد سمجھتی ہو۔ پولست برہما کے فرزند تھے جن کا جنم معمولی طریقے سے نہیں ہوا بلکہ خالص دل کی خواہش سے۔ پولست کے نور نظر بشو شروا کی پیدائش بھی یونہی ہوئی۔ جن کو ایشور نے راون ایسا آفتاب خاندان عطا فرمایا۔ راون اسم بامسمےٰ ہے یعنی دشمنوں کو رلانیوالا۔ اگر ایسے واجب التعظیم راون کی تم نے قدر نہ سمجھی تو تمہاری زندگی فضول ہے۔ پھر ترجٹا راکشسنی بولی کہ راون کو کوئی معمولی سور ہیرنہ سمجھو۔ ۳۳ کروڑ دیوتا کو اسی نے زیر کیا۔ اندر کی اس نے چولیں ڈھیلی کیں۔ ایسا پرتاپی اور کون ہے۔ راون تمہارے لئے مندودری کو بھی طاق پر بٹھانے کے لئے راضی ہے۔ مگر

تمہاری عقل پہ پردے پڑے ہوئے ہیں۔ اس کو شامت نہ کہوں تو اور کیا کہوں۔ بجھٹا بھی چپ نہ رہ سکی بولی کر جانکی قسمت کو سراہو ایسا پرتاپی راون تمہاری خوشامدیں کرتا ہے۔

درمکھی: جس راون کے خوف سے سورج کانپتا ہے جس کی مرضی پر ہوا چلتی ہے اس کو ہمخوانہ ناز بننے میں یہ عذر و انکار بدقسمتی کے سوا اور کیا کہوں۔

سرگ ۔ ۲۴

راکشسنیوں کی جانکی جی کو دھمکیاں

سب راکشسنیں جانکی جی کے کان کرنے لگیں کہ دیکھو راون کا مکان کیا عمدہ ہے متاع و مال دیکھو اوج اقبال دیکھو پھر تمہیں عند کیا ہے ایسی ضد بھی اچھی نہیں جس کا نتیجہ خراب ہو تم رامچندر جی پر آس لگائے بیٹھی ہو یہ محض نادانی ہے وہ زندگی بھر تم سے مل نہیں سکتے۔ راج پاٹ چھوڑ بن میں پھرنے والے کا ساتھ دینا بھی کوئی عقل کی بات ہے۔ رامچندر راون کے سامنے مال ہی کیا ہیں۔

جانکی جی اور باتیں تو خاموشی سے سنتی رہیں مگر جب سری رامچندر جی کی مذمت شروع ہوئی تو رہا نہ گیا۔ غصہ سے بولیں دیکھو تمہیں کھانا ہو تو مجھے کھا جاؤ۔ مگر میں ایک حرف سری رامچندر جی کے خلاف شارع نہیں سن سکتی۔ راون کیسا ہی کیوں نہ ہو میرے نزدیک کچھ بھی نہیں۔ پرائے مرد کا منہ دیکھنا تم سب کو مبارک۔ یہاں منہ میں لوکا لگانا بھی اپنی ہتک ہے سری جانکی جی نے اس موقعہ پر ایسا کہہ کر ڈانٹا کہ سب راکشسنیں بیہوش ہو گئیں اور ہنومان جی کو ایسا غصہ آیا کہ بس معلوم ہوتا تھا کہ کسی کی خیر نہیں مگر سری رامچندر جی کا کام مقدم تھا۔ اس لئے طرح دیکر درخت سے اُتر پڑے جانکی جی کی ادھر نظر اٹھی۔ ادھر راکشسنیں ہتھیار لے لے کر دوڑ پڑیں۔ ہنومان جی اُچھل کر پھر درخت پہ چڑھ گئے اور راکشسنیں پھر سیتا جی کو فہمائش کرنے لگیں۔ جب سمجھانے کا کچھ اثر نہ دیکھا تو سب کی سب مل کے دھمکانے پہ ادتارو ہو گئیں۔ کہ اگر کہنا نہ مانا تو ہڈی ہڈی چبا جائیں گی۔ ادئی تر سول سے ڈرا کر کہتی تھی۔ کہ میں ہاتھ کاٹ ڈالوں گی۔ اور کوئی تلوار لیکر کہتی تھی۔ کہ خون میرے حصے کا ہے۔

سرگ ۲۵

سیتا جی کی گریہ وزاری

راکشسنیوں نے جانکی جی کا ناک میں ایسا دم کیا کہ آخر وہ رو پڑیں۔ اور چیخ چیخ کر کہنے لگیں۔ ہائے رامچندر! ہائے لچھمن! ہائے کوشلیا! ہائے سمترا! کہاں ہو ذرا اپنی جانکی کا حال تو دیکھو میں مرنا قبول کرتی ہوں۔ مگر کمبخت جان نہیں نکلتی۔ ایسی بے حیا زندگی سے موت ہزار درجہ

اچھی۔ مگر نہ جانے مہاراج کہاں پر سو رہے ہیں۔ اِن کے کانوں تک میری فریاد جاتی ہی نہیں۔ کیا کروں۔ کیونکہ اِس زندانِ مصیبت سے چھٹکارا حاصل کروں۔ مجھے یہاں ایک ایک گھڑی بھاری ہو رہی ہے۔ زندگی کا ایک ایک لمحہ پہاڑ ہو رہا ہے۔ ایشور جان لے لو۔ اور مصیبت سے پنڈ چھڑاؤ۔

سرگ ۲۶

ترجٹا کے خواب سے راکشسنیوں کا شرارت سے اجتناب

راکشسنیں جانکی جی کو ڈرا دھمکا رہی تھیں۔ کہ ترجٹا نامی زمانہ دیدہ راکشسنی بولی۔ کیا بے بس اور بیکس کو ڈرانی ہو۔ اپنے خاوند اور لڑکوں کو جا کر کھاؤ۔ جانکی جی کا ایک بال بینکا نہیں ہو سکتا یہ سری رامچندر جی کی استری ہیں کوئی اور نہیں۔ ذرا کان کھول کر سنو۔ کل میں نے کیا خواب دیکھا سنو گی تو حواس ٹھکانے نہ رہیں گے۔ میں سوتے دیکھتی کیا ہوں کہ ایک رتھ آکاش سے اُترا ہے۔ جس میں ہزار سفید گھوڑے جُتے ہوئے ہیں۔ اِسی پر سری رامچندر اور لچھمن سوار ہو کر لنکا میں تشریف لے آئے پھر دیکھا کہ شمالی سمندر میں سفید پہاڑ پر جانکی سفید پوشاک پہنے ہوئے سری رامچندر جی سے ملیں اور اس کے بعد ایک چار دانت والے ہاتھی پر سوار رامچندر اور لچھمن جی کے ساتھ آکاش کو گئیں وہاں رامچندر جی کے کاندھے پر چڑھ کر سورج کو پکڑ لایئں۔ تھوڑی دیر سب لنکا میں گھومیں پھر بمان پر سوار ہو کر شمال کی طرف روانہ ہو گئے۔ اِس خواب کے بعد پھر معلوم ہوا کہ راون کے دسوں سر تیزوں سے گھائل ہیں بدن پر تیل کی مالش کئے عمدہ لباس اور پھولوں کا مالا پہنے ہوئے شراب پیتے پیتے بمان پر سے زمین پر گر پڑا۔ گرتے ہی عورتوں نے گھسیٹ گھساٹ کر گدھے کے رتھ پر بٹھا دیا۔ رتھ جنوب کی طرف چلا۔ تو اِس پر سے راون گوبر میں گر پڑا۔ سر نیچے تھا۔ ٹانگیں اور کپڑے سب گر پڑے۔ مادر زاد ننگا ہو گیا۔

اِس کے بعد ہی کیا دیکھتی ہوں کہ راون گھور نرگ میں پڑا ہے اور ایک کالی عورت گلے میں رسی سا پھاندا ڈالے ہوئے گھسیٹ رہی ہے۔ اور راون کے بیٹے بھی اِسی بلا میں گرفتار ہیں۔ راون کا منہ سور کا ہے۔ کنبھ کرن کا اونٹ کا سا۔ یہ سب اور راچھسوں کے ساتھ دکن کی طرف نرک بھوگنے کے لئے گئے ہیں۔ اور لنکا میں بھبھیکن کا راج ہو گیا ہے۔

اے بہنو! میں نے تمہیں خواب سُنا دیا۔ اس کو جھوٹ نہ سمجھنا۔ یہ سب باتیں ضرور شدنی ہیں۔ جانکی جی کو تم سب دیر سے دق کر رہی ہو اِن سے الگ رہو ایسا نہ ہو کہ غصے میں آکر سب کو نیست و نابود کر دیں۔ تم نے بہت کچھ سخت کلامی کی ہے۔ اِن گستاخیوں کی معافی مانگو ہاتھ جوڑو۔ قدموں پہ گرو جانکی جی نرم دل ہیں۔ دل میں بغض نہیں رکھتیں۔ فوراً معافی کر دیں گی۔ دیکھو تو میرے داہنی اور

جانکی جی کے بائیں اعضا پھڑک رہے ہیں ان شگونوں کا اثر خالی جانے والا نہیں۔

یہ خواب اور تقریر سُنکر سب راکشسنیوں کے ہوش اُڑ گئے۔ دوڑ دوڑ کر جانکی جی کے قدموں پہ گریں۔ جانکی دل ہی دل میں دیوتاؤں سے منتیں کرنے لگیں۔ کہ خواب سچ ہو اور تو جانے سب راکشسنیوں کو ہٹا دیا۔

سرگ ۲۷

جانکی جی کی پریشانی اور خودکشی کا عزم

جانکی جی کو اس وقت بہت رُلائی آئی۔ آنسوؤں کا دریا اُمنڈ پڑا۔ کہتی تھیں کہ ہائے کلیجہ کیسا پتھر ہوگیا ہے کمبخت پھٹتا بھی نہیں جی چاہتا ہے کہ جان دیدوں۔ راون کے نحس ہاتھوں سے مرنے میں فائدہ ہی کیا۔ سری رامچندر جی کے ملنے کی آس ہاتھ پکڑے ہے۔ خیر دو مہینے اور دیکھ لوں پھر جو ایشور دکھائے مگر رامچندر جی کے آنے کا بھروسہ کون۔ ان کے انتظار میں تکلیف اُٹھانا بھی بیکار راون غصے میں کہنے کو تو سب کچھ کہہ گیا مگر ممکن ہے کہ پھر ترس کھائے۔ اور جان بچ رہے۔ مگر راچھسیوں سے اُمید فضول۔ راون جان لئے بغیر ہرگز نہ چھوڑیگا۔ دل ہی میں یہ سب باتیں کرکے وہ ہائے رامچندر ہائے لچھمن ہائے کوشلیا ہائے سمترا کہہ کر رونے لگیں زبان پر یہ الفاظ تھے۔

ہائے آپ لوگوں کے ہوتے آپ کی لونڈی پر یہ مصیبت۔ معلوم نہیں راون نے سری رامچندر اور لچھمن کو بھی جیتا چھوڑا یا نہیں۔ سری رامچندر کو کوئی مار سکے مجال نہیں۔ لیکن پرارابدھ بڑی زبردست ہوتی ہے راون نے نہ بھی مارا ہو ممکن ہے کہ انہوں نے جدائی میں جان دیدی ہو۔ ہائے سری رامچندر جی خالق کائنات محافظ مخلوقات مگر میری حالت زار کی خبر نہیں افسوس اس مصیبت میں میرا پتی برت دھرم بھی مدد نہیں کرتا۔ سری رامچندر جی نے بھی بھلا دیا ان کی فکر کی بات کون۔ انہوں نے پتا کا بچن نباہنے کو بن باس اختیار کیا ہے۔ اجودھیا جائیں گے تو مجھ سے اچھی اچھی رانیاں اس میں جمع ہو سکتی ہیں دھرم شاستر میں اجازت ہے کہ عورت کی وفات اور لاولدی کی حالت میں مرد دوسری شادی کر سکتا ہے۔ خرابی عورتوں کی ہے جن کو خاوند کے بغیر زندگی بیکار ہے۔ عورت کا خاوند مرجائے دائم المریض ہو تب بھی عورت دوسرے مرد کی طرف نظر اُٹھا کر نہیں دیکھ سکتی۔ شادی تو اور بات ہے اے رامچندر جی! میں آپ کے دھیان میں غرق اور آپ کے سروپ میں لین ہوں۔ لاکھ چاہتی ہوں کہ جسم سے جان نکال دوں مگر نہ زہر میسر آتا ہے۔ نہ کوئی ہتھیار۔ اچھا لیجئے ابھی فیصلہ ہو جاتا ہے۔

یہ کہتے ہی وہ جلدی سے اُٹھ کھڑی ہوئیں اور زلفوں اور چوٹی کے بالوں کو رسّی کی طرح گلے میں ڈال کر چاہتی تھیں کہ اشوک کی شاخ میں لٹک جاؤں۔ اتنے ہی میں پرند چہک اُٹھے اور کانوں میں یہ آواز آنے لگی کہ جانکی جی صبر کیجئے۔ صبر کیجئے۔ گھبرایئے نہیں۔ گھبرایئے نہیں۔

سرگ ۲۸

سیتاجی کیلئے شگون نیک

جسوقت پرند جھک اُٹھے اور سیتا جی کے کانوں میں تسلی بخش آواز پہنچی۔ جانکی جی کے بائیں اعضاء دفعتہ پھڑکنے لگے۔ آنکھیں بند ہوگئیں کچھ وجد کا سا عالم ہوگیا۔ نظروں کے سامنے سری رامچندر جی کی تصویر پھرنے لگی۔ یکایک وہ چونک سی پڑیں اور آنکھیں کھلیں تو دوپٹہ شانہ سے سرک گیا گھونگھٹ کھل جانے پر وہ سمجھیں کہ شگون نیک ہے سری رامچندرجی کے ملنے میں اب دیر نہیں اس خیال نے اُنکے چہرے پر خوشی کی سرخی دوڑادی اور غمزدہ حالت اس طرح بدل گئی جسطرح چاند گہن سے چھوٹ جاتا ہے۔

سرگ ۲۹

سری ہنومان جی کے سری سیتاجی کی قدمبوسی کیلئے توہمات

ہنومان جی درخت پر سے سب کیفیت دیکھ رہے تھے ان کو خیال تھا کہ جانکی سے بات چیت کا پہلو نکالوں۔ راکششنیں گھیرے ہوئے ہیں جانکی جی کو جان دینے کا خیال ہے اگر انہوں نے خودکشی کرلی تو سری رامچندرجی کے سامنے کیا منہ لے جاؤں گا۔ اگر آج ہی رات کو میں نے ان کی تشفی نہ کی تو دشمنوں کی جان کی خیر نہیں۔ بہتر یہ ہے کہ سگریو کو مایوسی کی اطلاع دیکر یہاں لوٹ آؤں مگر مشکل یہ ہے کہ جب تک فوج آئیگی تب تک جانکی جی کی زندگی کا بھروسہ کیا۔ دم دم پر جان نکالنے کو وہ مستعد ہیں۔ مہینوں کا انتظار کیونکر ہوگا۔ ان سب خیالات کے آنے پر پہلے ہی تو ان کی طبیعت پریشان کردی مگر طبیعت میں استقلال تھا اس لئے ان کو خیال ہوا کہ کسی طرح اپنی آمد سے خبردار کردینا چاہیئے۔ اب جان اسی طمطے میں ہوتی کہ بڑے قد سے درشن کروں یا چھوٹے جسم سے۔ سنسکرت میں گفتگو کروں یا کسی اور زبان میں مگر سنسکرت سے راون بھی واقف ہے اور دوسرے جانکی جی بانروں کا حرف مطلب نہ سمجھیں تب بھی نقص کی بات ہے۔ وہ سمجھیں گی یا تو راون بانر کے قالب میں مغالطہ دہی کو نمودار ہوا ہے یا کوئی اور بہروپیا راچھس ہے بالفرض انسانوں کی طرح گفتگو کروں تو بھی بمصداق مارگزیدہ از ریسمان مے ترسد دودھ کا جلا بیٹھا پھونک پھونک کر پیتا ہے خوف زدہ جانکی کے خیالات پر توہمات کا غلبہ ہی رہیگا میں جرات کر کے سامنے جا سکتا ہوں لیکن خوف یہ ہے کہ اگر جانکی جی ناراض ہوئیں تو راکششنیں جھپٹ پڑیں گی۔ میرا ہاتھ اُٹھ گیا تو خون خرابی میں فرق نہیں۔ اور اس کا نتیجہ ظاہر ہے راچھسوں سے مزید عداوت ہو جائیگی۔ یہ ممکن ہی نہیں کہ راچھس مجھ پر غالب ہو سکیں میں تنہا ہوں مگر پرواہ نہیں جسوقت درختوں سے وار کرونگا سب ہی کہیں گے کہ کبھیا یہ بانر نہیں

کوئی دیوتا بھیس بدل کر آیا ہے راون تک ضرور ہی خبر پہنچیگی جسوقت وہ لشکر جرار لیکر آ گیا تو مشکل صرف یہ ہوگی کہ لڑتے لڑتے مارتے مارتے تھک جاؤنگا۔ سمندر کو پھاندنا امکان سے باہر ہو جاویگا جسوقت مہاپرلے کی نوبت آئی اس وقت کسی کو امید کہ کب تک جنگ آزمائی ہے قرین قیاس ہے کہ مہینے گذر جائیں میں تنہا لنکا کے راکشس کر ڈالوں۔ سب کا سزا بھی ادا کرنے کو بھی کافی وقت چاہیئے۔ علاوہ بریں مجھے مناسب نہیں کہ راون کی سدھ بدھ بھلاؤں اگر اسے میں نے فنا کا ناکا دکھایا۔ تو سری رامچندر جی کی پرتگیا کیسے رہ سکیگی وہ اس کے قتل کا بیڑا اٹھا چکے ہیں مجھے ضرورت یہ ہے کہ رامچندر جی کو جلد خبر پہنچاؤں ایک طرف یہ جی چاہتا ہے کہ سری جانکی جی کو لیتا ہوا یہاں سے چل کھڑا ہوں مگر پھر وہی خیال ہوتا ہے کہ سری رامچندر جی کی اجازت نہیں۔ دوسری طرف دل چاہتا ہے کہ یہ بن اجاڑ دوں۔ ایک راکشس جیتا نہ بچے لیکن پھر یہ خیال ہوتا ہے کہ جانکی جی اکیلی رہ جائیں گی۔ ان کی حفاظت اور نگہداشت کون کریگا۔ یونہی دل ہی دل میں مختلف خیالات کی تائید و تردید کرتے ہوئے ان کو یہ دھن سوار ہوگئی کہ سب خیالات توہمات واہیات۔ سری رامچندر جی کے حکم کی تعمیل کرنا لازمی جانکی جی سے بات چیت کرنا ضروری۔ اس کے لئے سب سے بہتر تدبیر یہ ہے کہ سری رامچندر جی کے حالات نظم میں سناؤں۔ یہ تقریر ملازمت و قدبوسی کے لئے بہت مناسب ہوگی؎

سرگ ۳۰

سری ہنومان جی کی زبان مبارک سے سری رامچندر جی کی سرگذشت

جنک کماری سنو عرض ہماری تم کو نہیں ہیں لبھائے رام
مانگے مرگ جب مل لچھمن سے پنچ وٹی میں پدھارے رام
پائی کٹی میں نہ پران پیاری روئے شوک کے مارے رام
جتنہ کہیں کہیں کھوج نہ پایو ڈھونڈ ڈھونڈ تھک ہارے رام
سماچار سب گدھ راج سے بن میں پائے تمہارے رام
کرپا کرم کرنا کی کرپا سوں پنپا پور پگ دھارے رام
بالی کو بدھ کر نرپ سگریو کا بیج نگر سے سنوارے رام
بھیجو سمجھ موہے بدرج سیوک۔ سوامی تمہارے رام
جدہ ہیئت سدھ پائے تمہاری ابہیں سر دھن دہارے رام
دھیرا دھیر دھندودی پٹ کو چھوڑیں گے نہیں بن مارے رام
کاٹیں گے آفت کلیش جگت کو دسرتھ کی آنکھوں کے تارے رام

سرگ ۔ ۳۱

سری ہنومان جی کی نغمہ سرائی سے جانکی جی کو توہمات

جسوقت مہاسری جی کی نغمہ دل فراز و ترانۂ دلربا سیتا جی نے سُنی۔ نظر اوپر کی طرف اُٹھی۔ دیکھا کہ ایک پیکر نور بجلی کی طرح چمنتا سے درخت کی گھنی ٹہنیوں میں چمک دمک رہا ہے۔ پہلے سمجھیں کہ درخت ہی کی کوئی شاخ بول رہی ہے۔ مگر چمکتی ہوئی آنکھوں نے خیال پلٹ دیا۔ نظر غور سے دیکھا تو ایک بانر کی صورت نظر آئی۔ سیتا جی بانروں کی صورت سے آشنا تھیں۔ مگر ہنومان جی کی اسوقت کی شکل عجیب ہی عجیب تھی۔ نگاہ چہرے پر نہ ٹھیرتی تھی۔ ان کی زبان سے فوراً ہی ہائے رام ہائے لچھمن کی صدا آئی۔ اور پھر انہوں نے دل کڑا کر کے ہنومان جی کی طرف دیکھا۔ دیکھتے ہی ہیں ہنومان جی آہستہ آہستہ درخت سے اُترے اور دیکھتے دیکھتے سامنے کھڑے ہو گئے۔ جانکی جی سوچیں کہ عالم خواب ہے۔ یا حالت بیداری۔ اس شخص کا یہاں گذر کہاں۔ جو سری رامچندر جی کے اوصاف بڑی خوش الحانی سے گا گا کر انگاروں پر لوٹنے والے کلیجے ہی ٹھنڈک پہنچاتے انہوں نے جسوقت کھوڈی خمیدہ دیکھی۔ تو گمان ہوا۔ کہ کوئی معمولی بانر نہیں۔ جسوقت انہیں خواب کا خیال گذرا تو شاستر کی طرف توجہ رجوع ہو گئی۔ اور دل ہی دل میں کہنے لگیں۔ کہ ایشور خیر کرے۔ عالم خواب میں بانر کا دیکھنا معیوب و منحوس ہے۔ معلوم نہیں کہ سری رامچندر سری لچھمن راجہ جنک وغیرہ پر کیا گذری۔ اس خیال کے ساتھ وہ پھر چونک سی پڑیں۔ اعدل بول اُٹھا کہ بیداری میں خواب کہاں۔ اسی طرح کے مختلف توہمات اور خیالات کے اُلجھن کے بعد انہوں نے اپنی بیداری کا یقین کر کے سمجھ لیا کہ خواب میں یہ حالت کہاں جس کو آنکھوں سے دیکھ رہی ہوں جس کی شیریں زبان کانوں کو امرت پلا چکی۔ وہ ضرور کوئی زندہ طاقت ہے۔ چنانچہ انہوں نے آنکھیں بند کر لیں۔ اور برسپت۔ اندر۔ برہما اور اگنی کو نمسکار کر کے سری رامچندر جی کا دھیان کیا۔ اور یہ اشلوک پڑھا۔ جسے خواب دیکھنے کے بعد پڑھنے سے کسی قسم کی نحوست باقی نہیں رہتی ؂

سرگ ۳۲

ہنومان جی کو سری جانکی جی سے گفتگو کا موقعہ

جانکی جی ابھی اپنے خیالات میں محو تھیں۔ کہ ہنومان جی نے جھک کر ڈنڈوت کی اور ہاتھ جوڑے ہوئے بولے کہ آپ کا نام کیا ہے۔ آنکھوں میں آنسو کیوں بھر رہے ہیں۔ کسی گندھرب کی بیٹی ہیں یا والدین یا رشتہ یہاں کیونکر آنا ہوا۔ باپ اور خاوند کا نام بتائیے۔ آپ واقعی کسی دیوتا کی بیٹی ہیں۔ یا راجہ کی راجکماری۔ آپ کے چہرے سے اقبال کے آثار نمایاں ہیں۔ کہیں آپ سری رامچندر جی کی جان سے پیاری جانکی تو نہیں۔

جانکی جی کا چہرہ یا تو اُداس تھا۔ یا دفعتہً اُن کی طبیعت بحال ہو گئی۔ خوشی کا اظہار کر کے بولیں۔ راجہ جنک میرے پتا ہیں۔ راجہ دسرتھ کی بہو ہوں۔ بارہ برس تک اپنے پتی برتا کے ساتھ راج کے لطف اُٹھائے تیرھویں برس راج تلک کی خوشی نے رنگ بھنگ کر دیا۔ کیکئی جی کی ہٹ اور راجہ دسرتھ کی صادق الاقراری نے جنگل کی ہوا کھلائی۔ ڈنڈکا وَنیہ بن میں گیارہ برس گذر گئے۔ بارھواں برس نامبارک تھا۔ راون دھوکے سے یہاں لے آیا۔ اب زندگی کو دو مہینے باقی ہیں۔ پھر راون کی تلوار ہو گی اور میری گردن۔ اِس وقت تمہاری نغمہ سرائی نے مجھے جگا دیا ورنہ میں تکلیفوں سے کبھی کی ہنڈ چھڑا چکی ہوتی ؛

سرگ ۳۳
جانکی جی کے توہمات

ہنومان جی بڑے ادب سے دور کھڑے ہوئے تھے۔ جانکی جی کی توجہ دیکھ کر بولے میں رگھو کل بھوشن سری رامچندر جی کا پیغامبر ہوں۔ لچھمن جی نے آپ کو بہت پوچھا اور پرنام کیا ہے۔

جانکی جی :۔ اگر تم واقعی میرے سرتاجوں کے پیغامبر ہو۔ تو کچھ مضائقہ نہیں قریب چلے آؤ۔ ہنومان جی حکم پاتے ہی قریب گئے مگر اِن کے چہرے کے جلال نے سیتا جی کو پھر توہمات میں پھنسا دیا۔ وہ سوچیں کہ جنستان یعنی پنج وٹی میں راون سے دھوکا ہو چکا ہے۔ مار گزیدہ از ریسماں مے ترسد۔ دودھ کا جلا مٹھا پھونک پھونک کر پیتا ہے۔ وہ دل میں ڈرتی ہوئی زمین پر بیٹھ گئیں اور شک ہوا کہ کہیں راون ہی بھیس بدلے ہوئے جان کا گاہک تو نہیں ہُوا۔ ہنومان جی بہت ہی ادب سے زمین بوس ہو رہے تھے۔ لیکن جانکی جی کا دل اندیشہ مند ہی تھا۔ وہ بولیں کہ راون ہو تو ایمان سے کہہ دینا۔ بھیس بدل کر دغا دینا دھرم کے خلاف ہے مجھے پیو کے پیا سے رہتے ہوئے ایک زمانہ گذر گیا۔ سری رامچندر جی کی جدائی میں جسم سینک ہو گیا بدن میں جان نہیں۔ راون کی صورت سے میرے تن بدن میں آگ لگ اُٹھتی تھی۔ اِس وقت یہ بات نہیں شاید خواب دیکھ رہی ہوں۔ اور خواب نہ ہو تو ضرور راون ہی سامنے ہے۔

ہنومان جی دست بستہ کھڑے تھے انہوں نے قیافہ شناسی سے توہمات کا اندازہ کیا۔ اور سری رامچندر جی کے دھرم کرم اوصاف کی تمام خصائل بیان کرنا شروع کئے۔ اور خیر و عافیت سُنا کر تسلی دی کہ گھبرانے کی بات نہیں۔ ذاتِ مقدس بہت جلد لنکا میں تشریف لا کر تمام مصیبتوں سے نجات دیگی۔ میں راجہ سگریو کا وزیر ہنومان ہوں۔ سمندر پھاند کر قدموں کے درشن کئے ہیں۔ معاذاللہ وہمی کی کوئی بات نہیں۔ وہم دل سے دور کیجئے ؛

سرگ ۳۴
جانکی جی کے رفع شک کے لئے ہنومان جی کی گذارش واقعی

ہنومان جی نے حتے الامکان جانکی جی کی - تسلی کرنے میں اپنی طرف سے کوئی کسر نہ چھوڑی - مگر جانکی جی کو شک ہی رہا۔ انہوں نے کہا کہ تم باندر رامچندر انسان۔ انسان اور باندر کا میل کیسا۔ اگر تم سچ مچ سری رامچندر جی کے پیغامبر ہو تو بتاؤ کہ رامچندر جی اور لچھمن کا سراپا کیا ہے اور اوصاف کیا۔

ہنومان جی :- مہارانی اِسنیئے رامچندر کی آنکھیں کنول کے مشابہ ہیں۔ چہرے پر پورنماشی کے چندرما کا نور۔ سورج کا جلال دل ربا۔ زمین کی طرح بردباری۔ برہسپت کی سی عقل۔ برہمانڈ نمونہ قدر فضیلت مخزن دو عالم چھتری دھرم کو ذاتِ مقدس پر شرف کائنات عالم کو عنصر لطیف پر نازنہ۔ وید شاستر وطرز عمل پر فخر یگانہ و بیگانہ کو نگاہِ کرم پر بھروسہ گرہست دھرم کو اصول خانہ داری سے عزت راج نیت کی انصاف پسندی سے شان واقف حقائق کا شف وفائق برہمنوں کے بھگت گیانیوں کے سرتاج وید وں کے عالم ہیں۔ نو دہی بیل کے سے کاندھے تانبے کے ہم رنگ آنکھیں۔ تقریر عالمانہ جسم مجلاد شفاف رنگ و بدن نیلگوں لمبے بازو ٹیڑھی بھویں اور چوڑی پیشانی سے شان راجگی کا ظہور ہے سینہ اونچا بال اور ہاتھ پاؤں چکنے پیشانی گلے اور پیٹ میں تین لکیریں۔ ہاتھ کے انگوٹھے میں چار چار اور پاؤں کے انگوٹھے میں تین تین خط گفتار و رفتار نرم یہ سب راجگی کی علامتیں سری رام چندر جی میں موجود ہیں۔ نقش پیشانی میں تین لکیریں درازی عمر کے نشان ہیں۔ کلجگ میں ایسے اشخاص کی عمر دو سو برس ہوگی۔ اور برس وہ جئے گا جس کے جبین پر صرف تین خط ہوں گے۔ دو خطوں سے انسان ساٹھ برس اور ایک چین جبین سے بیس برس کی عمر کو پہنچیگا۔ ابھرے گال موٹی جانگھ اوپر کے چار دانت بڑے اور دو نیچے کے چھوٹے راجگی کی خبر دیتے ہیں۔ اوپر صرف دو ہی دانت بڑے ہیں۔ تو خوش اقبالی میں فرق نہیں موٹا ہونٹ منحوس ہے۔ پتلے ہونٹ کا آدمی شاعر اور گویا ہوتا ہے۔ اونچی ناک عالموں کو نصیب ہوتی ہے چپٹی ناک جہالت کی نشانی ہے۔ سری رامچندر اور لچھمن جی کی شناخت بس اسی قدر کافی ہے۔ یہ تمام علامتیں دونوں میں موجود ہیں۔ صرف گورے اور سانولے رنگ کا فرق ہے۔ یہ فرما کر ہنومان جی نے سیتا ہرن کے بعد کی کل کیفیت بیان کر کے عرض کی کہ آپ خاطر جمع رکھیں۔ میں یہاں سے واپس گیا۔ اور سری رامچندر جی راون کو مار کر آپ کو اجودھیا لے گئے اب ذرا مجھے بھی پہچان لیجئے۔ میں کیسری باندر کا بیٹا اور نالوان پربت کا پوتا ہوں۔ ایک روز کیسری جی سمندر کے کنارے گوکرن پربت پر تشریف لے گئے وہاں سمبر نامی ایک راکشس شرارت کرتا تھا۔ نارد جی بھی اتفاق سے وہاں آ گئے اور انہوں نے حکم دیا کہ مارو کمبخت کو" کیسری جی نے مارے گھونسوں کے ہڈیاں پسلیاں چور کر دیں۔ اور اِسطرح آتش فتنہ گل ہو گئی۔ انہیں کیسری جی کی بدولت میرا کیسری نندن نام ہے۔ وایو کے انش سے پون پتر بھی کہلاتا ہوں۔

ہنومان جی کی تقریر سے جانکی جی کے شکوک رفع ہو گئے۔ ان کے آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے اور ایک بیخودی کی موجودگی سے اُن کے چہرے پر خوشی کی جھلک آنے لگی ؎

سرگ ۳۵

تشریح غم

ہنومان جی نے سیتا کی مزید دلجمعی کے لئے سری رامچندر جی کی انگوٹھی پیش کی۔ سیتا جی نے انگشتری دیکھی تو پھڑک اُٹھیں اور بس یہی معلوم ہوا کہ گویا ان کے دل میں بسی ہوئی موہنی تصویر نظر کے سامنے کھڑی ہے انہوں نے ہنومان جی کو دعائیں دیں اور فرمایا کہ میں اس کا معاوضہ کیا دوں۔ دنیا میں کوئی عوض نہیں جو مجھے اس احسان سے سبکدوش کر سکے۔ واقعی تم بڑے عالم و فاضل ہو۔ تمہاری سی طاقت دوسرے کو میسر نہیں تم نے سمندر کو گئو کے سم کا نقش بنا دیا۔ اس قدرت کا بھی کچھ ٹھکانا نہیں۔ سری رامچندر جی چاہیں تو برہمانڈ کو الٹ پلٹ کر دیں۔ انہیں کے پیغامبر تم ایسے طاقتور۔ لیکن تعجب ہے کہ آج تک میرا دُکھ دور نہ کر سکے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے میری طرف سے دل ہٹا لیا۔ ایک رحمدل اور جامۂ محبت کے لئے ایسی بیوفائی زیبا نہیں۔ اگر انہوں نے کسی اور کو دل نہیں دیا تو ضرور مجھے گرداب مصیبت سے نکالیں گے مگر دل اس سے ڈرتا ہے کہ راون کی فوج کثیر پر ان ناتھ اکیلے۔ بیل کیسے منڈھے چڑھے گی معلوم نہیں کہ اجودھیا سے بھرت جی بھی کمک لے کر آئیں گے یا نہیں نہ جانے کیوں لچھمن جی اپنا جی چھوڑ بیٹھے۔ خیر یہ بتاؤ۔ سری رامچندر جی غمزدہ ہیں یا ناراض۔ انہوں نے ذرا سی بات پر راج پاٹ ترک کر دیا تو میں کیا چیز ہوں جب چاہیں وہ پوشاک بدل سکتے ہیں۔ میں نے بن باس کے وقت سے برابر خدمتگذاری اور رفاقت کی۔ ناراضگی کا کوئی سبب بھی قیاس میں نہیں آتا۔ ممکن ہے کہ میری طرح صدمۂ غم سے ان کی بھی ہمتیں ہمت چھوڑ بیٹھی ہوں۔ اگر سری رامچندر جی کا دھیان تشفی نہ دیتا تو اب تک نہ معلوم کب کی ختم ہو گئی ہوتی۔ مجھے اپنے صدمہ کا جسقدر خیال نہیں اس سے ہزار گنا زیادہ ان کی طبع نازک کا خیال ہے اور جسم سے جان اسی واسطے نہیں نکلتی کہ ان کو اتنی زحمت اٹھانے پر میری صورت سے مایوسی نہ ہو۔

ہنومان جی:۔ اب فکر کی کوئی بات نہیں۔ سری رامچندر جی مجھ سے خبر پاتے ہی اُٹھ دوڑیں گے سمندر پر تیر دل کا پُل بندھ جانے سے بانروں کا لشکر دم کی دم میں چڑھ آئیگا۔ راون کو دیوتاؤں کا بھروسہ ہے۔ وہ بھی کچھ نہیں کر سکتے۔ اگر راستے میں مزاحمت کریں تو وہ بھی موت کے گھاٹ اتریں گے۔ سری رامچندر جی کو کسی کا کھٹکا یا خوف نہیں۔ صرف آپ کا صدمہ ہے ہرنوں کی کمی نہیں مگر نہ شکار کی طرف توجہ فرماتے ہیں یا ذائقہ زبان سے غرض ہے۔ تھوڑا بہت جب کبھی چاہا کھا کر دو چلو پانی سے حلق تر کر لیا۔ ورنہ نہ جلوہ آکاد شی کا برت نہ فرش استراحت سے نہ مطلب نہ کبھی مچھروں کی تکلیف ہی سے پریشانی۔ چولا وہاں ہے اور جان آپ کے پاس۔

خانہ چشم میں بے یار جو نیند آنے لگی۔ مردم دیدہ یہ چلائے کہ باہر باہر کا معاملہ ہے۔ زبان ہائے سیتا ہائے جانکی کے سوا کچھ جانتی ہی نہیں۔ خلاصہ یہ کہ اِن کا صدمہ فراق دیکھا نہیں جاتا۔ پتھر سے پتھر دل والوں کے کلیجے تڑپ جاتے ہیں۔

سیتا جی یہ دردناک حالت سُنکر بے اختیار رو پڑیں۔ ہائے رام ہائے رام کی درد بھری آواز سُنی نہ جاتی تھی۔

سرگ - ۳۶

ہنومان جی کا جانکی جی کو لے جانے کا عزم اور اُنکا انکار

سری جانکی جی نے سری رامچندر کی دردناک حالت سُنکر کہا۔ آہ! ہنومان جی تم نے امرت پلا کر زہر کھلا دیا۔ سری رامچندر جی کو یہ تکلیف۔ تف ہے زندگی پر ہائے تقدیر سے کچھ بس نہیں قسمت جو چاہے سری رامچندر جی ایسے عقلمند ایسے گیانی ایسے متحمل جب ان کو صبر و استقلال نہیں تو اہل دنیا کا کیا ذکر۔ ہاتھی کا اتنا بڑا ڈیل ڈول مگر انسان رسی میں باندھ کر اسے قابو میں کر دیتا ہے۔ یہی حالت بجنسہ تقدیر کے ہاتھوں انسان کی ہے۔ جہاں تقدیر بگڑی کسی کی کچھ پیش نہیں جاتی۔

اے ہنومان جی! سری رامچندر جی کا دُکھ سہا نہیں جاتا۔ اس کا علاج اگر کچھ ہے تو یہی کہ تم اُن سے ملکر راچھسوں کو تہ تیغ کرو۔ برس میں صرف دو مہینے باقی ہیں۔ لنکا میں میری زندگی کے ساٹھ دن رہ گئے ہیں اکسٹھویں دن راون گلے پر تلوار پھیر کر مجھے تو رنج و غم سے چھٹکارا دیگا لیکن سری رامچندر جی کو اور بھی آفت کا سامنا ہوگا۔ وہ میرے فراق میں تڑپ کر جان دیدیں گے۔ صرف ایک بھبھیکن یہاں دھرماتما آدمی ہے۔ اِس کی بیٹی کلا کے سوا میرا اور کوئی ہمدرد نہیں۔ وہ میری ہر وقت خیر منافی اور دل سمجھاتی رہتی ہے۔ راون کے ارادے اس سے مجھے معلوم ہوتے رہتے ہیں۔ بھبھیکن راون کو سمجھاتے سمجھاتے ہار گیا مگر وہ کسی کی ایک نہیں سُنتا اپنی ہٹ پر ڈٹا ہوا ہے اور اپنے جیتے جی ضد نہ چھوڑیگا۔ میں اِس وقت تک راون کے بس میں ہوں مگر اب تک آنادی بدستور قائم ہے۔ اور صفائی قلب یہی کہہ رہی ہے کہ گھبرانا فضول۔ سری رامچندر جی آئے اور مصیبت سے نجات مل گئی۔ سری رامچندر جی میں سب کچھ قدرت ہے۔ وہ عالم الغیب ہیں جب چاہیں جہاں چاہیں فوراً وہاں پہنچ جائیں۔ جنستان میں چودہ ہزار راچھسوں کا مار دینا آسان نہ تھا۔ لیکن سری رامچندر جی نے ایک دم سے سب کو خاک و خون میں ملا دیا۔ مجھے یقین ہے کہ سری رامچندر جی کی آتش غضب سری لچھمن جی کی ضرر ضبط سے بھڑک کر ضرور بہت ہی جلد راون کو جلا کر راکھ کر دیگی۔

ہنومان جی اِس تقریر سے خوش ہوگئے اور بولے کہ سری رامچندر جی کو یہیں موجود سمجھئے۔ دیر فقط میرے پہنچنے بھر کی ہے۔ آپ کو زیادہ فکر فضول ہے۔ کہئے تو میں ابھی آپ کو یہاں سے لیچلوں ارادہ ہے تو پیٹھ پر سوار ہو لیجئے۔ مجھے آپ کا حکم ہو تو راون کو لنکا سمیت اُٹھا کر سمندر رکھا نذ

جانکی۔ سری رامچندر جی اس وقت فوج جمع کر رہے ہیں۔ وہ اندر ہیں اور پرکھن پہاڑ ایراپت ہاتھی آنکھ میں اس طرح۔ سری جانکی جی کی جان میں جان آگئی۔ ان کی مایوسیوں نے امیدوں کا جامہ پہنا۔ لیکن مسکرائی ہوئی بولیں کہ سمندر اتنا بڑا ہے تم ذرا سے کیونکر آئے۔ کہ مجھ کو لے جا سکو گے۔ میرا آشیرواد ضرور ہے کہ روئے زمین پر تمہارا نظیر نہ ہو۔ لیکن طاقت خلاف کیونکر تسلیم کی جائے۔

ہنومان جی سمجھ گئے کہ چھوٹے قد کی وجہ سے جانکی جی وہم میں ہیں دل میں آئی۔ کہ ڈیل ڈول بڑھائیں لیکن پھر خیال ہوا کہ راچھس خوف زدہ ہو کر گھبرا جائیں گے۔ تو لنکا بھر میں شور و غل ہو جائے گا۔ درخت ٹوٹ کر گریں گے تو اہلِ لنکا چیخ اٹھیں گے۔ کہ کیا قیامت آگئی۔ مگر ان کو امتحان طاقت دینا منظور تھا انہوں نے تھوڑا قد بڑھا کر تیور بدلے تو آنکھیں لال پیلی انگارہ ہو گئیں۔ جانکی جی نے منع کیا اور فرمایا کہ آزمائش کی ضرورت نہیں سمندر پھاند کر یہاں آنا ہی طاقتوری کا کافی ثبوت ہے۔ میں ابھی تمہارے ساتھ چلی چلتی خیال صرف یہ ہے کہ سری رامچندر جی خلاف نہ سمجھیں۔ کیونکہ جب تم مجھے لے گئے۔ تو راون کے قتل کا عزم کیسے پورا ہوگا۔ اور ان کی ناموری کیونکر ممکن ہوگی۔ اول تو تمہاری پیٹھ پر چڑھنا ٹھیک نہیں۔ دوسرے میں سمندر میں گر پڑی تو جانوران آبی نوچ نوچ کر کھا جائیں گے۔ اگر تم اٹھا بھی لو گے تو راچھسوں سے بچاؤ مشکل ہوگا۔ ترشول مگدر اور تیر و تفنگ سے سامنا ہونے پر تازہ مصیبت پیش آئیگی۔ مانا کہ تمہارے جسم پہ کوئی ہتھیار کارگر نہ ہوا۔ اور سب راچھس تمہارے ہاتھ سے قتل ہو جائیں۔ پھر بھی خیال ہے۔ کہ سری رامچندر کی ناموری قائم رہے میں یہ گوارا نہیں کر سکتی۔ کہ لوگ یہ کہیں کہ رامچندر جی کے بنائے کچھ نہ بنی ہنومان جی نہ ہوتے تو یہ مصیبت سر سے ٹلنے نہ پاتی۔ ذرا سوچنے کی بات ہے۔ کہ تم نیکی کرنے کو آئے اگر میرے لے جانے میں کچھ نقص واقع ہوا تو تمہارے سر پر بھی بدنامی کا ٹھیکرا پھوٹیگا۔ اس کے علاوہ تمہیں خود گوارا نہ ہوگا کہ تمہارے جسم سے میرا جسم چھوئے۔ بیشک میں راون کا جسم چھو چکی ہوں مگر ذرا سوچنے کی بات ہے کہ میں مجبور تھی۔ زبردست آدمی کی زبردستی قابلِ لحاظ نہیں ہوتی۔ معذوری کے وقت کسی کا الزام کسی پر عائد نہیں ہو سکتا۔ مجھے صرف سری رامچندر جی کی ذات کا بھروسہ ہے جس وقت وہ دھنش بان لیکر آئے راچھسوں کا مطلب صاف ہو جائیگا۔

سرگ ۳۷

سری جانکی جی کا سری رامچندر جی کو پیغام

سری ہنومان جی سری سیتا جی کی حسن عقیدت کے قائل ہو گئے۔ انہوں نے فرمایا کہ آپ واقعی دھرم کی زندہ تصویر ہیں۔ آپ کے اعتقاد کا کیا کہنا۔ آپ کو یہ خیال ہے کہ میں سو جوجن کا سمندر کیسے پھاند سکوں۔ یہ آپ کی توجہ سے کچھ مشکل نہیں۔ لیکن ظاہری طور پر آپ جو خیال فرماویں۔ وہ عورت کے جامے کیلئے زیبا ہے۔ آپ جو تکلیفیں اٹھا رہی ہیں۔ یہ آپ ہی کا دھرم ہے۔ دوسری طرف ایسی مصیبت

لحظہ بھر بھی برداشت نہیں کر سکتی۔ اس کا سبب فقط یہی ہے کہ آپ دھرم کا نباہ کر رہی ہیں۔ اچھا تو آپ کوئی نشانی دیجیئے۔ کہ سری رامچندر جی آپ کی خدمت میں حاضری کا یقین فرما دیں۔

سری جانکی جی :۔ نشانی درکار ہے تو صرف سری رامچندر جی سے یہ کہہ دینا کہ جب میں چترکوٹ پر پھول چننے کو گئی تو سری رامچندر جی نے دوڑ کر مجھے چھاتی سے لگا لیا تھا۔ بعدہ ایک کوے نے مجھ پر حملہ کیا تو میں نے ڈھیلا مارا۔ تو کوے کا تو کہیں پتہ نہ لگا۔ مگر گھبراہٹ میں چولی آنچل سے بے خبر ہو کر دوپٹہ تک نہ سنبھال سکی۔ شرمندگی کے ساتھ بدن مارے غصے کے کانپ اُٹھا۔ سری رامچندر جی نے مجھے بنایا ہنسی میں اڑایا۔ اور مجھے بغل میں لے کر سو رہے۔ عالم غفلت میں وہی کوا پھر آیا۔ میرے سینے پر ایسی چونچ ماری کہ خون بہہ نکلا۔ سری رامچندر جی جاگ پڑے۔ انہوں نے برہم منتر پڑھ کر ایک تنکا کھینچ مارا تو تینوں لوکوں میں کہیں اس کو پناہ نہ ملی۔ آخر اسے سری رامچندر جی کے قدموں ہی پر سر رکھ کر نجات حاصل کرنی پڑی۔ چونکہ سری رامچندر جی کو غصہ تھا اس لئے انہوں نے کوے کی ایک آنکھ پھوڑ دی۔ مگر پناہ میں آنے کی وجہ سے جان نہ لی۔ جن رامچندر جی کے ہاتھ سے چھوٹے ہوئے تنکے کی یہ قدرت وہی راون ایسے ظالم کی گوشمالی نہ کریں تو تعجب ہے۔ ذرا اُن سے کہنا کہ آپ کی اگلی قدرتیں کیا ہوئیں۔ اب ترکش سے تیر کیوں نہیں نکلتے۔ چکنی چپڑی باتوں سے کیا الفت ہو گئی ہے۔ میں ان کے جیتے جی قید میں۔ مصیبتوں کی حد نہیں۔ گھڑی گھڑی کی خیر منانے گذرتی ہے۔ بتیس دانتوں میں زبان ہو رہی ہے۔ مگر نہ ان کو ترس آتا ہے۔ نہ لچھمن جی کو۔ وہ چاہتے تو اب تک راون کا نام و نشان نہ رہتا۔ بس میں سمجھ گئی۔ کہ سب میری تقدیر کا قصور ہے۔ قسمت کا قصور ہے۔ سری لچھمن جی سے کہنا کہ میں نے ان کو بہت سخت سست الفاظ کہے تھے۔ کیا انہیں پر وہ خفا ہو گئے۔ راون قسم کھا چکا ہے کہ دو مہینے میں گردن حلال کر دونگا۔ وہ بات کا دھنی ہٹ کا پکا ہے۔ جو کہہ دے گا۔ وہی کرے گا۔ مگر تم سب یاد رکھو۔ کہ میں راون کی تلوار گلے نہ پڑنے دوں گی۔ ایک مہینہ پہلے ہی کچھ کھا کے سو رہوں گی۔

یہ کہہ کر انہوں نے اپنا چوڑامن اتار کر دیدیا۔ ہنومان جی نے جس وقت نشانی انگلی میں پہنی۔ چہرے کا نقشہ کچھ اور کا اور ہو گیا۔ جانکی جی کی بڑے ادب سے پرکرما کی اور ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہو گئے۔

سرگ ۳۸

سری جانکی جی کا اظہار اشتیاق

سری جانکی جی ہنومان جی کے ہاتھ میں چوڑامن دیکر بولیں کہ میرے پتا راجہ جنک کی یادگار ہے میری شادی میں انہوں نے میرے خسر راجہ دسرتھ کے پیشکش کیا تھا۔ انہوں نے سری رامچندر جی کو بخش دیا سری رامچندر جی نے مجھے مرحمت فرمایا۔ جس وقت وہ اسے دیکھیں گے ان کی طبیعت ممکن ہے کہ پریشان

ہو۔ اور اس پریشانی میں ایسا نہ ہو کہ وہ مجھے فراموش کر بیٹھیں۔ سری رامچندر جی لچھمن جی اور سگریو وغیرہ کو خوب سمجھا دینا کہ یہاں صرف ایک مہینہ کی اور زندگی باقی ہے۔ جہاں اکتیسواں دن آیا پھر جینے کا بھروسہ نہیں۔ اسلئے جہاں تک ہو سکے آنے میں عجلت کریں۔ بہتر تو یہ تھا کہ تم ایک روز تو اور یہاں ٹھیر جاتے کہ میرے زخم رسیدہ دل کو کسی قدر دلجمعی ہوتی۔ راون کے ظلم سری رامچندر کے فراق اور اب تمہاری جدائی کے خیال سے جو صدمہ ہوگا۔ اس کا اندازہ اور کوئی میرے سوا نہیں کر سکتا۔ میرا دل بولتا ہے کہ سری رامچندر جی ضرور آئیں گے۔ لیکن لچھمن جی کی طرف سے مایوسی ہے۔ کیونکہ گرڑ جی یوں۔ راون اور تمہارے سوا کسی میں قدرت نہیں کہ سمندر پھاند سکے۔ مگر تم عقلمند ہو۔ صاحب تدبیر ہو وہ حکمت کرنا کہ سری رامچندر جی اور لچھمن جی بہت ہی جلد لنکا میں داخل ہو جاویں۔

ہنومان جی :۔ آپ بے فکر رہیں۔ بانروں کے راجہ سگریو میں بہت کچھ دم ہے۔ ان کی فوج کا ایک ایک بانر ایسا طاقتور ہے کہ میری کچھ حقیقت نہیں۔ انگد کے آنے بھر کی دیر ہے۔ جہاں وہ آئے۔ لنکا الٹ پلٹ ہو جائیگی۔ وہ اکیلے راون اور اس کی فوج کے لئے کافی ہیں۔ سری رامچندر جی اور لچھمن جی کو بھی سمجھ لیجئے کہ یہیں ہیں ؛

سرگ ۳۹

ہنومان جی کی جانکی جی سے رخصت

سری جانکی جی کی طبیعت اس وقت خوش ہو رہی تھی۔ انہوں نے فرمایا کہ ذرا سری رامچندر جی سے کہہ دینا کہ کیا وہ دن بھول گئے جب دل لگی میں میرے ماتھے پر کاجل کا ٹیکہ لگا دیا تھا۔ وہ یہ بھی خیال رکھیں کہ چوڑامن جس کے پاس ہو اسے جان کا کھٹکا نہیں۔ اب تک میری زندگی اسی کی بدولت قائم رہی۔ اب میں ان کی امانت واپس کرتی ہوں۔ چوڑامن ان کو پہلے۔ مگر ذرا دھیان رکھیں کہ اب میری حفاظت کے لئے میرے پاس دوسری چیز نہیں۔ صرف ان کی یاد ہے۔ وہ منصف ہیں۔ انصاف کے دائرے میں کبھی قدم باہر نہیں رکھتے۔ میری اس مصیبت کے ذمہ وار وہی ہیں۔ نہ راچھسوں سے دشمنی ہوتی نہ مجھے یہ دن دیکھنے نصیب ہوتے۔ اس لئے ان کا فرض ہے کہ تیر کی طرح آئیں اور ہوا کی طرح مجھے یہاں سے لے جائیں۔

سرگ ۴۰

ہنومان جی کا راون کے باغ میں داخلہ

سری ہنومان جی سیتا جی سے رخصت ہوئے۔ تو دل میں آیا کہ راون کو سمجھائیں۔ کچھ دے لیکر راضی کریں۔ ورنہ گوشمالی سے کام نکالیں۔ مگر پھر سوچا کہ اس کے سر پر بھوت سوار ہے فہمائش کیا اثر پذیر ہوگی۔ لالچ دینے سے بھی کام نہ نکلیگا۔ اس کے پاس کمی کس چیز کی ہے۔ رہی سرکوبی

اس سے البتہ کوئی مطلب نکل آئے تو نکل آئے۔ بہتر ہے کہ میں گیدڑ بھبکی سے کام نکالوں۔ جب راون سمجھیگا۔ کہ ایک باندر نے تو ایسی خدمت کی۔ تو اور باندروں کے آجانے پر نہ جانے کیسی درگت ہو۔ اس سے ممکن ہے کہ ڈر کے جانکی جی کو حوالے کر دے۔ مگر بلا اجازت اظہار طاقت بھی مناسب نہیں۔ مجھ کو اجازت ہے تو صرف سراغ رسانی کی۔ لیکن شاستر کا یہ حکم ہے کہ سفیر کا پیغامبر کو مالک کی بہبودی کا کام خود بھی کر لینا مناسب ہے۔ اس کیلئے آقا کی اجازت درکار نہیں چنانچہ میرا خالی سراغ لگا کر پیغام پہنچانا محض فضول ہے۔ اگر کچھ کام کر کے نہ گیا تو سگریو وغیرہ کیا کہیں گے۔

یہ سوچکر انہوں نے عزم کیا کہ باغ کے راکھشسوں کو ماروں۔ ان کی موت سے لنکا بھر میں ہلچل مچ جائیگی اور کیا عجب کہ راون سے بھی مقابلہ ہو جائے۔ دیکھوں وہ اپنی لنکا کی کیونکر حفاظت کرتا ہے۔ سری جانکی جی کا چوڑامن محافظ موجود ہے۔ اس کے ہوتے ہاتھی گھوڑوں کی فوج بھی میرا کچھ نہیں کر سکتی۔ پھر خوف ہی کیا۔

یہ سب باتیں سوچکر وہ آندھی کی طرح باغ میں پہنچے۔ درخت اکھاڑ اکھاڑ کر پھینکنا شروع کئے۔ تھوڑی دیر میں سارا باغ اجڑ گیا۔ درخت زمین پر بچھ گئے۔ جو سامنے آیا۔ اس نے بڑی مار کھائی اور ہنومان جی کلکاری مارتے ہوئے پھاٹک پر جا پہنچے۔

سرگ ۔ ۴۱

اشوک باٹکا میں سری ہنومان جی کی دست درازی

درختوں کے پرند چیخنے چلانے اڑ چلے گئے راکھشسنیں خواب راحت سے چونک پڑیں سب کا جانکی جی سے سوال تھا۔ کہ باندر کون ہے۔ تم سے کیا گفتگو ہوئی۔ باغ کیسے اجڑ گیا۔

جانکی ہمیشہ سچ بولتی تھیں۔ ان کو جھوٹ بولنے سے نفرت تھی۔ لیکن دھرم شاستر نے ہدایت کی کہ جان کے معاملے میں دروغ مصلحت آمیز سے کام نہ لینا بھی ناروا ہے۔ انہوں نے کہا کہ باندر کا ذکر نہ کرو تمہاری طرح میرا بھی جی اڑا جاتا ہے۔ نہ جانے کون راکھشس بھیس بدل کر آ گھسا۔ میں نے تو ایسی زبردستیاں کبھی نہ دیکھی تھیں۔

ہنومان جی پھاٹک پر بیٹھے ہوئے راکھشسنیوں کی گھبراہٹ دیکھ رہے تھے اسلئے سب کے ڈرانے کو قد بڑھایا تو سب کی سب بھاگ کھڑی ہوئیں۔ وہ گئیں کون جن میں کچھ جیالاپن تھا۔ بہت سی راکھشسنیں روتی چلاتی راون کے پاس گئیں۔ اور فریاد کی کہ دہائی ہے۔ ایک باندر نے اشوک باٹکا اجاڑ ڈالی۔ جانکی جی سے کچھ بات چیت ہوئی۔ ہمیں معلوم نہیں مگر خاموش معلوم ہوتی ہیں۔ یا تو راجہ اندر جی کا پیغامبر آیا ہے۔ یا اندر، برن خواہ کبیر کا قاصد۔ اشوک باٹکا بالکل اجڑ گئی۔ صرف اتنا حصہ باقی ہے۔

جہاں جانکی جی مقید ہیں۔ اسلئے خیال ہے کہ ضرور کوئی رامچندر یا ان کے کسی رفیق کا قاصد آپہنچا۔ قاصد کہنے میں تو ایک حقیر لفظ ہے۔ لیکن در اصل ایسا طاقتور ذی روح آجتک نظر سے نہیں گذرا۔ آناً فاناً میں سارا باغ اجاڑ ڈالنا معمولی بانر کا کام نہیں۔ اسلئے اس کو سزا بھی وہ دینی چاہیئے۔ جو خطا کے لحاظ سے عبرت خیز ہو۔

راون یہ خبر پاکر آگ ہو گیا۔ فوراً ہی اسی ہزار سور بیر روانہ کئے۔ کہ بانر کو گرفتار کر لائیں جس وقت یہ ٹڈی دل ہتھیار سجے تلواریں چمکاتا سامنے آیا۔ ہنومان جی نے قدم بڑھایا۔ دم اس زور سے زمین پر ٹپکنا شروع کی۔ کہ پرند اڑ اڑ کر خوف سے زمین پر گرنے لگے۔ اور لنکا بھر میں ایک شور سا پڑ گیا۔ ہنومان جی کی زبان پر اس مضمون کا منتر جاری تھا۔

سری رامچندر جی اور لچھمن جی کی جے۔ میں رگھوناتھ جی کا سیوک پون جی کا پتر ہوں۔ نام ہنومان ہے ہزار راون میری طاقت کے مقابلے میں ہیچ ہیں۔ ہتھیار تو ہتھیار درختوں سے مار کر راچھسوں کو گرا دونگا اور جانکی جی کو ڈنڈوت کر کے ملوہ چلا جاؤنگا کوئی بال بھی بینکا نہ کر سکیگا۔ سب دیکھتے رہ جائینگے۔

یہ منتر پڑھکر جسوقت ہنومان جی گرجے راکشسوں کا پتا پانی ہو گیا۔ لیکن ہتھیاروں پر ہاتھ رکھنے کیلئے آمادہ ہو گئے۔ اسستروں شستروں نے ہنومان جی کو چھپا لیا۔ لیکن وہ سلکاری مارکر ایک سے کوڑے اور تھپڑ گھونسے لات سے راچھسوں کو اسطرح مارا کہ اندر کے بجر کی مار گرد ہو گئی۔ اسی ہزار میں سے صرف چند راچھس دم دبا کر جان بچا گئے۔ اور روتے پیٹتے راون کے پاس پہنچے۔ سارا ماجرا کہہ سنایا راون نے سر پکڑ لیا۔ رنج و غم سے آنسو بھر آئے۔ جمبومالی وذیر گئے۔ برہسپت کے فرزند کو مقابلے کے لئے روانہ کیا۔ اور خود منہ پر رومال رکھ کر رونے لگا۔

سرگ ۔ ۲۱

راچھسوں سے ہنومان جی کا کڑکا

ہنومان جی نے سوچا کہ باغ میں کیا کرنا ہے۔ مندروں سے کام رکھنا چاہیئے۔ چنانچہ انہوں نے بہت ہی دلفریب صورت سے مندر کے ایک سگھر پر قیام کیا۔ اور دم اس زور سے دے دے ماری کہ اڑتے ہوئے پرند دہشت سے زمین پر گر پڑے۔ مندروں کے محافظوں کا جدھر سینگ سمایا اسیطرف کھسک گئے ہنومان جی نے وہی منتر پڑھنا شروع کیا جو اوپر درج ہو چکا ہے جسمیں سری رامچندر لچھمن کی ثنا و صفت اور خود ہنومان جی کے دست قدرت کی تعریف تھی۔ ہنومان جی یہ منتر اس طور سے کڑک کڑک کر پڑھتے تھے۔ کہ راچھسوں کی جان نکلی جاتی تھی۔ مگر دلمیں قدرتی جوش تھا اسلئے سب ملکر ایک ہی بار جھپٹ پڑے اور چاروں طرف سے گھیر لیا ہنومان جی موقع و مصلحت دیکھکر اونچے ہوا پر اچھل گئے اور وہیں بجلی کیطرح گرجے کہ راچھسو مجھکو اکیلا نہ سمجھنا۔ سگریو اور انگد ایسے زبردست تمہاری سرکوبی کو موجود ہیں۔ جن کے ہمراہ لاکھوں

گے سامنے لنکا کے لشکر کی بھی کچھ حقیقت نہیں۔ اُن کی فوج کا شمار محال۔ بہادروں کی طاقت کا اندازہ مشکل۔ دس۔ بیس۔ تیس۔ چالیس۔ ساٹھ۔ ستر۔ اسی۔ نوے۔ سو سے لیکر ہزار ہاتھیوں کی طاقت والوں کو گنتے ہوئے انگلیاں تھک جائیں۔ جسوقت وہ آ گئے سمجھ لینا کہ لنکا کا خاتمہ ہی ہے۔

سرگ ۴۳

جمبومالی کا قتل

پرہست کا فرزند جمبومالی یاقوتوں کا ہار اور سرخ لباس پہنے تنت اکڑتا کمان پر چلہ چڑھاتے ہوئے شیر کیطرح گرجتا سامنے پہنچا۔ اس کے رتھ کے گدھے گھوڑوں کے کان کاٹتے تھے۔ پہنچتے ہی دس بان بازو پر مارے۔ اور ایک سینے پر ہنومان جی خون بہتے ہوئے دیکھ کر آگ بگولا ہو گئے۔ سا کھو کا ایک درخت اکھاڑ کر جمبومالی کیطرف کھینچ مارا۔ مگر اس کے دس تیروں نے اس کے دس ٹکڑے کر ڈالے دوسرے درخت کی بھی چار بانوں سے یہی کیفیت ہوئی۔ تیسری دفعہ بھی درخت کا وار خالی گیا۔ اور دشمن کے پانچ بان چھاتی میں اور دس سر میں پیوست ہو گئے۔ ہنومان جی اسوقت نہایت غضبناک تھے انہوں نے ایک لوہے کا ستون اکھاڑ کر دو چار حملوں میں جمبومالی کا سر اور سینہ چور چور کر دیا۔ اور ہمراہیوں کی بھی ایسی خبر لی کہ دم دبائے نہ بنی۔ جو سر پر پاؤں رکھ کر بھاگے۔ انہوں نے راون کو دکھڑا سنایا اس نے اسی کے پانچ بہادر بیٹوں کو اجازت دی کہ جائیں۔ بانر سے عوض لیں +

سرگ ۴۴

جمبومالی کے پانچ بیٹوں کا خاتمہ

باپ کی موت لڑکوں سے ناقابل برداشت ہے۔ جمبومالی کے پانچوں بیٹے تیر کیطرح پہنچے۔ اور جاتے ہی تیروں کی بوچھاڑ شروع کر دی۔ اُنکی طرف سے وار پر وار ہوتا تھا۔ ادھر ہنومان جی نشانہ بچاتے جاتے تھے۔ ٹھوکریں تھپڑ مکوں سے ہزاروں راکھشسوں کو فرش خاک پر سلا دیا زخمیوں کی گنتی نہ تھی۔ زمین پر خون ہی خون نظر آتا ہے ہر طرف سے صدائے الاماں بلند تھی۔ خاص و عام سمجھتے تھے کہ حد ہو گئی۔ اب جان کی امان نہیں۔ جو دشمن بچے وہ تو بھاگ نکلے باقی کھیت رہے۔ ہنومان جی مشتعل ہو گئے۔ لیکن دم خم وہی رہا۔

سرگ ۴۵

ہنومان جی کے ہاتھ سے راون کے پانچ سپہ سالاروں کا قتل

راون کو یہ خبر پہنچائی گئی۔ اس کا دل بھر آگیا لیکن طبیعت میں استقلال تھا بہادروں کا

کا دل بڑھانے کیلئے چیسنے تیز ہو گئے۔ اور بیروپاکش۔ جیوا کش۔ دیوبرش۔ پرگہس۔ مہاشکرن کو ہاتھی گھوڑوں اور رتھوں کے ساتھ روانہ کر کے حکم دیا کہ جائیں اور بازوں کو شرارتوں کا مزہ چکھائیں۔ اس کی طاقتوں کو ذرا بھی خیال میں نہ لائیں۔ وہ کوئی دیوتا نہیں مگر ہاں ممکن ہے کہ اندر نے مجھ سے اگلے عوض لینے کو اپنی تپسیا کے زور سے کوئی ذیروح پیدا کر کے یہاں بھیجا ہو۔ مگر یاد ہے کہ میرا بیٹا اندرجیت اندر کو بندر کی طرح نچا چکا۔ تو اس کے قاصد کی تم سب کے سامنے کیا حقیقت ہے۔ لیکن

دشمن نتواں حقیر و بیچارہ نشمرد

اس خیال سے ہم سب کو لازم ہے کہ خوب احتیاط سے کام لیں۔ ہاتھی حتے الامکان چیونٹی سے سونڈ کو محفوظ رکھتا ہے۔ میں بالی۔ نیل۔ نل۔ جاموان کو دیکھ چکا ہوں۔ وہ اپنے کو سور بیر سمجھتے ہیں مگر میری نظر میں کچھ بھی نہیں۔ تم سب کو سحر و نیرنگ میں کمال ہے جب چاہو انہوں کو مار لو تم لوگوں کو ان سے ڈر ہی کیا۔ ہاں فتح و شکست البتہ ایشور کے ہاتھ ہے۔ لیکن اس حالت میں بھی ہمت مقدم ہے جس کی ہمت بندھی ہی فتح اسی کا پانی بھرے گی۔ نصرت و ظفر اسی کا نام روشن کرینگی۔ اسلئے کمر ہمت باندھ کر بڑھو۔ دشمن کے سر پر چڑھو۔ مار و تلوار کے گھاٹ اتارو۔ تمہارے نزدیک یہ کام کچھ مشکل نہیں۔

راون کا سرکشا لشکر فوج بادلوں کی طرح جھومتی ہوئی بڑھی۔ جوان بجلی کی طرح گرجتے ہوئے چلے مار دھاڑ شروع ہوئی۔ ہنومان جی پر استروں شستروں کا مینہ برس گیا۔ ہنومان جی نے اپنا ڈیل ڈول دفعتہ بڑھایا اور اچھلے تو آکاش پر نظر سے غائب ہوئے۔ اسلئے بجلی کی طرح گرجتے ہوئے زمین پر کودے تو رتھ چور چور ہو گئے۔ گھوڑوں کی ہڈیاں پسلیاں چور ہو گئیں۔ بیروپاکش اور جیوا کش کے بازو پکڑ کر اسی طرح زمین پر پٹکا کر پھر سانس نہ لی۔ اور سپہ سالار مقابلے پر آئے تو مگدر کام آیا نہ گرز۔ ہنومان جی نے ایک ساکھو کا درخت اکھاڑ کر ان کی طرف گھمایا تو پرے کے پرے صاف ہو گئے۔ پرگھس اور مہاشکرن کو تمام ہتھیاروں سے مایوسی ہوئی۔ مگر بچے جیالے ساتھیوں کو بڑھا دیا تو ہنومان جی کے جسم سے خون کی ندی بہہ نکلی۔ اس وقت پرلے کا سماں ہو گیا۔ ہنومان جی نے پہاڑ کی ایک چوٹی اکھاڑ کر مارنا شروع کی تو لنکا کے بہادروں کا کچومر نکل گیا ہاتھی کو گھما کر دوسرے ہاتھی پر دے مارا۔ تو ان سے جان نکل گئی۔ اسی طرح گھوڑوں رتھوں رتھیوں کی درگت ہوئی اور میدان جنگ میں خون ہی خون نظر آنے لگا۔

سرگ ۴۶

ہنومان جی کے ہاتھ سے اچھے فرزند راون کا خون

راون نے پانچوں سپہ سالاروں کی موت کا حال سُنکر اپنے نوجوان شیر دل فرزند اچھے کیطرف نظر اُٹھائی۔ وہ نگاہ پہچان کر اُٹھ کھڑا ہوا۔ اور بیڑا اُٹھایا کہ میں معرکہ سر کرونگا۔ ہرطرف شاباش آفرین مرحبا احسنت کی صدائیں بلند ہوگئیں۔ آٹھ گھوڑوں کا رتھ اشارہ پاتے ہی موجود ہوگیا۔ رتھ ایک نمونہ قدرت تھا۔ چمک دمک پر اچھے اچھوں کی نظر نہ ٹھہرتی تھی۔ دم بھر میں کہیں سے کہیں پہنچ جاتا تھا۔ آکاش پر اُڑ جانا کچھ بات ہی نہ تھی۔ اچھے رتھ پر سوار ہوا۔ لشکر جرار بادلوں کی طرح گرجتا ہمراہ ہوا۔ ہاتھی گھوڑوں کی تیزی کو ہوا بھی نہ پہنچ سکی۔ فوج خونخوار ذرا سی دیر میں ہنومان جی کے سر پر پہنچ گئی۔ اور چاروں طرف تیر و خنجر نکل پڑے۔ اچھے کمار نوعمر تھا سوچنے لگا کہ اس وقت کس حکمت سے حملہ کس دانشمندی سے نبرد کروں۔ کہ حریف پست ہو جائے۔ اس نے گیدڑ بھبکی سے کام نکالنا چاہا۔ تین مرتبہ جو منہ میں آیا بک گیا۔ مگر ہنومان جی خاموش رہے گالیوں پر بھی کان نہ دیئے۔ اچھے کمار ایک تو خود ہی بہادر تھا دوسرے نوعمری کا زعم ایکدفعہ جرأت کرکے ہنومان جی پر چڑھ ہی دوڑا گو کم سنی تھی۔ مگر طاقت کو دیکھئے اچھے اچھے پہلوان اور کوہ پیکروں کی مجال نہ تھی کہ منہ سامنے کرسکیں ہنومان جی نے جب ایک نوخیز بہادر کو سامنے دیکھا۔ تو سوچا کہ چھوکرے سے مقابلہ ہی کیا۔ اس کو یونہی دھمکا دینا کافی ہے۔ اسی لحاظ سے انہوں نے قدم بڑھایا۔ اچھے کمار ڈرا تو بہت مگر بہادری کے جوش نے اس کے حوصلے بڑھا دیئے۔ اور بڑے دم خم سے سامنے آگیا۔ ہنومان جی کے جوش و غضب کی حد نہ تھی۔ اچھے کمار کا لفظ لفظ بجھا ہوا تیر تھا۔ لیکن انہوں نے ایک چھوکرے کو منہ لگانا مناسب نہ سمجھا۔

یہ محاربہ معرکے کا تھا۔ ادھر ہنومان جی بہادروں کے سرتاج تھے۔ ادھر نوخیز دلاور۔ دیوتا گندھرب سب کا جمگھٹا ہوگیا۔ کہ دیکھیں کون پالا سر کرتا ہے۔ زمین کانپ اُٹھی۔ ہوا دم بخود۔ سمندر کی جان خشک ہوگئی۔ اچھے نے آتے ہی تابڑ توڑ تین بان ایسے مارے کہ ہنومان جی کی پیشانی سے خون کا فوارہ چھوٹ گیا۔ ہنومان جی کی آتش غضب اور بھی بھڑک اُٹھی۔ مگر یہی خیال رہا کہ چھوکرے سے کون لڑے بچہ ہے آپ ہی سمجھ جائیگا۔ ہنومان جی جتنی طرح دیتے اتنی ہی اچھے کی ہمت بڑھتی تھی۔ وہ سمجھتا تھا کہ پالا اپنے ہاتھ ہے۔ نہ ہنومان جی کی غضب آلودہ نگاہوں پر نظر تھی نہ ڈنڈبلوں پر۔ جب ہنومان جی نے دیکھا کہ اچھے سر ہی پر چڑھا آتا ہے تو بڑے زور شور سے گرج کر اس کی طرف لپکے۔ یہ دیکھتے ہی رتھ آکاش پر اڑا اور اوپر سے تین بان آکر ہنومان جی کے سینے پر بیٹھے ہنومان جی کو نوخیز حریف پر ترس آتا تھا۔ تیر اندازی و بہادری سے طبیعت ناخوش نہ تھی۔ بان سینے اور پیشانی پر زخم کھائے مگر اُف نہ کی۔ جب مخالف شرارت پر آمادہ ہی دیکھا طرح دہی بے سود ہوئی۔ تو آکاش پر جا پہنچے۔ بس گھوڑے کو ایک طمانچہ رسید کیا اس نے پھر سانس نہ لی۔ آٹھوں گھوڑے لقمہ اجل ہوگئے۔ رتھ ٹوٹ پھوٹ کر زمین پر گر پڑا۔ ہزاروں راچھس کچل گئے۔ اچھے اس وقت تلوار و تیر لیکر ہنومان جی کے سر پر چڑھ دوڑا۔ مگر ہنومان جی نے دونو پاؤں

پکڑ کر اسطرح زمین پر ٹپکا کہ ہڈیاں پسلیاں مرمر ہو گیئں۔ ہنومان جی تو کلکاری مارتے ہوئے مندر کے کلس پر جا بیٹھے اور لنکا میں ماتم بپا ہو گیا۔

سرگ ۷۰ ۔ ہم

میگھ ناتھ کی معرکہ آرائی ہنومان جی کی گرفتاری

اچھے کی موت پر راون نے خون کے آنسو بہائے۔ اور غصے سے آگ ہو گیا۔ اندرجیت کو بلایا اور کہا کہ تمہارے برابر ہتھیار کا دھنی دوسرا نہیں۔ برہماستر تمہارے قبضے میں ہے اندر دیوتا گندھرب وغیرہ تمہارے نام سے کانپتے ہیں تینوں لوک کے سوربیروں پر اکیلے تم بھاری ہو اچھے ناتجربہ کار تھا تم چشم بد دور جنگ آزما۔ ہوشیار سعادتمند تھے۔ صرف تمہاری ہی مدد سے میں نے تمام لڑائیاں سر کیں۔ تمہاری موجودگی میں جمبومالی ایسے ایسے نہنگ پیشہ شجاعت موت کے گھاٹ اترے۔ تمہارا چھوٹا بھائی بھی لقمۂ اجل ہوا ذرا تم جاکر دیکھو کہ بندر کی طاقت کیا ہے۔ تمہارے جانے سے مردی و نامردی کا بخوبی امتحان ہو جائیگا۔ ہنر بھی شیر ہو جائیں گے۔ راج نیت کے اصول سے فتح یابی کیلئے بیٹے کی جان و مال کا بھی لحاظ نہ کرنا چاہیئے کیونکہ لڑکر مرنیوالے سب دائمی زندگی پاتے ہیں۔

یہ سنتے ہی میگھ ناتھ نے فرض تسلیم خم کیا۔ اور راون کی دعا کو تعویذ حفظ جان بنا کر بڑے بڑے چار دانت نکالے لشکر خونخوار کو بڑھا دے دیتا مقابلے کو پہنچا۔ ہنومان جی خوش ہو گئے کہ اب خوب ہاتھ پاؤں دکھانے کو ملیں گے دیوتا اور گندھرب فلک سے تماشہ دیکھنے لگے۔ مہابیر جی گرجتے تھے اندرجیت کے جنگی باجوں کی آواز چاروں طرف گونج رہی تھی۔ میگھ ناتھ نے پہنچتے ہی تیروں کی بارش شروع کر دی مگر ہنومان جی کے جسم پر کچھ اثر نہ ہوا جیوں جیوں دشمن تیر برساتا جاتا تھا۔ ہنومان جی قد بڑھاتے جاتے تھے۔ جب بانوں سے ایک پیش نہ گئی تو سوچا کہ برہماستر سے کام لوں برہماستر کی خونریزی کا اثر دلدہی لمحہ میں تھا چنانچہ ہنومان جی اس کے زور سے بچ گئے۔ اب میگھ ناتھ نے برہم پھانس گلے میں ڈال کر جھٹکا دیا تو ہنومان جی زمین پر لوٹ گئے ممکن تھا کہ ایک جھٹکا برہما پھانس کے سو ٹکڑے کر دیتا مگر نہیں ادھر میگھ ناتھ برہم منتر جپ رہا تھا ادھر ہنومان جی کو برہما کے کمند کے اعزاز میں فرق لانا منظور نہ تھا۔ اسلئے جکڑے پڑے رہے راچھسوں نے لات گھونسوں سے بخار نکالنا شروع کیا مگر جبوقت مہابیر گھرک دیتے تھے دشمنوں کا دم نکل جاتا تھا اور بہت دم دبا جاتے تھے۔ ہنومان جی کو راون سے ملنے کی کوشش تھی۔ انہوں نے سوچا کہ سب راچھس بھاگ کھڑے ہوئے تو میگھ ناتھ اکیلا کیا کر سکیگا۔ جو اسوقت برہم پھانس کا سرا لئے ادھر سے ادھر رُخ بچاتا رہتا ہے۔ کہ کہیں ہنومان اوپر نہ آ جائے۔ دم کی کوئی ضرب بدن پر الو دکرے راچھسوں نے رسیوں رسوں سے کس کس کسا کر جیوں تیوں ہنومان جی کو قابو میں کیا۔ ہنومان اسوقت

گھومتے گئے اور میگھناتھ کے ساتھ راون کے دربار میں پہنچے۔ چار طرف سے آواز آئی کہ گرفتار کرو مارو جلادو۔ اسی کی صورت دیکھنا ہی کیا۔ توپ پر رکھ اڑا دینا ہی ٹھیک جس کم جہاں پاک راون نے صورت دیکھی آنکھوں میں خون اتر آیا۔ وزیر سے بولا کہ پوچھو کون ہے۔ جب تک کوئی پوچھے تب تک ہنومان جی آپ بول اٹھے " مہاراج ادھیراج سری رامچندر کا سفیر "

سرگ ۴۸

راون کی شان و شوکت سے ہنومان جی کو حیرت

جواہرات کے جڑاؤ سنگھاسن پر راون سرخ چندن کا تلک لگائے بیٹھا ہوا تھا۔ دسوں سروں پر مرصع تاجوں کی زینت تھی۔ چہرے سے شہنشاہی جلال برس رہا تھا۔ بہت ہی نازنیناں مہ جمال چنور جھل رہی تھیں بہت سی مختلف خدمات کیلئے حاضر تھیں۔ برسیت مہاپاس نکمچ چار وزرائے اعظم طلائی کرسیوں پر آفتاب و ماہتاب کو نظر میں نہ لاتے تھے اور اہل دربار سے ایوان فلک آستان میں سری ہی سر نظر آتے تھے۔ ہنومان جی دربار کی شان و شوکت دیکھ کر حیران رہ گئے۔ وہ رونق دیکھی جس پر دل لوٹ پوٹ ہو گیا۔ راون کو دیکھا تو چہرے پر ذرا شکن نہ تھی۔ معلوم ہی نہ ہوتا تھا کہ کوئی فکر یا غم ہے یا کسی کا خوف ہے اس کے جاہ و جلال اور رعب اقبال سے ان کو دل ہی دل میں افسوس ہوا کہ ہائے ایسا اقبالمند راجہ ایسا صاحب جلال فرمانروا تینوں لوک کو قابو میں کر سکتا ہے۔ مگر افسوس کہ ادھرم نے اس کی عقل مار دی۔ نالائق وزیروں نے الٹی پٹیاں پڑھائیں۔ اسی سے اس کا اختر اقبال برج زوال کی طرف رخ کئے ہوئے ہے۔ یہ نہ ہوتا تو راون آج عرش و فرش پر قبضہ کر سکتا۔ اسمیں وہ طاقت ہے کہ زمین کو کھود کر پھینک دے اور خشکی میں سمندر بہادے۔

سرگ ۴۹

راون کے دربار میں ہنومان جی سے گفتگو کا سلسلہ

راون نے ہنومان جی کا چہرہ مہرہ دیکھا تو شک ہوا کہ مہادیو جی کا نندن گن بانا سیر ہی تو نہیں اسلئے خود تو جرأت نہ ہوئی۔ پرہست وزیر کو بازپرس کا حکم دیا۔ پرہست نے نگاہ ٹیڑھی کر کے پوچھا۔

او بانر سچ سچ کہو کہ تجھے یہاں اندر نے بھیجا ہے یا کبیر یا برن نے سچائی پر رہائی کا دارومدار ہے دروغ گوئی پر گردن ہے اور تلوار ہے بانر کی صورت بنائی معلوم ہوتی ہے مگر چہرے کا جلال یقین کرنے نہیں دیتا۔

ہنومان نے پرہست کی طرف پیٹھ کر لی۔ اور راون کی طرف منہ اور پھر مونچھوں پر تاؤ دیکر بولے کہ مجھے کسی نے نہیں بھیجا۔ میں صرف راجہ راون کے درشن کو آگیا ہوں۔ اگر باغ اجڑ جاتا۔ تو اس دربار میں رسائی ناممکن تھی۔ بیشک میں نے راچھسوں کو مارا لیکن یہ خونریزی نہ تھی۔ بلکہ حفاظت خود اختیاری برمچھا نس

یہ غرور فضول ہے جس وقت چاہتا ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا۔ برہما بھی اپنی طاقت کو اس میں شریک نہ کر سکتے تھے مگر چونکہ سری رامچندر جی کی خدمتگزاری منظور تھی۔ اسلئے برہما پھانس کے ذریعہ سے یہاں آگیا آپ کو اس کی بدولت دیکھ لیا اور اب آپ سے صاف صاف کہتا ہوں کہ میں ان سری رامچندر جی کا سفیر ہوں کہ برہما شمبھو اندر جن کے اوصاف کا مدح خوان ہے۔

سرگ ۵۰

راون سے ہنومان جی کی گرفتاری

راون نے ترچھی ٹیڑھی نظر سے دیکھکر ہنومان جی سے کہا کہ واہیات بک بک سے کچھ مطلب نہیں جان کی خیر چاہتے ہو تو سچ سچ سارا حال سنا دو۔

ہنومان جی یہ سنکر اور تیز دم ہو گئے اور انہوں نے فرمایا کہ یہاں سچ بولنے سے ڈرتا ہی کون ہے۔ تو سنو میں راجہ سگریو کا مشیر خاص اور سری رامچندر جی کا خیر اندیش ہوں۔ تم جانکی جی کو دھوکے سے چرا لائے ہو۔ جٹایو کو راستہ میں مارا۔ سری رامچندر جی کا سگریو نے استقبال کیا۔ باہم دوستی ہوئی۔ راجہ بالی کو رامچندر نے سرگ ہی بھیجدیا۔ سگریو کو راج ملا۔ اب فوج ظفر موج پورب پچھم اتر دکن میں گھوم رہی ہے خوش قسمتی سے مجھے جانکی جی کا پتہ لگا۔ راجہ سگریو کا پیغام ہے کہ جس راون کو شاستر سے واقفیت تپسیا کے سبب سے فضیلت اس پر ادھرم کا بھوت ایسا سوار افسوس! پنڈت ہی جب ادھرم کریں تو دھرم کا ٹھکانہ کہاں۔ راجہ راون یاد رکھے کہ جس وقت رامچندر کی چٹکی سے تیر نکلے پھر آنکھیں کھلنے میں کسر نہ ہوگی۔ ساری تپسیا کی طاقتیں جسمانی قوتیں ایکدم سے خاک میں نہ مل جائیں تو میں قدرت کا قائل نہ ہوں گا۔ اگرچہ راون کو اپنی بہتری منظور ہے تو جانکی جی کو لئے ہوئے حاضر خدمت ہو اگر کچھ سودا لئے خام ہے تو یاد رکھے کہ خیریت نہیں۔

یہ تو راجہ سگریو کا پیغام تھا۔ عمل کیجئے تو آپ کی بہتری نہ عمل کیجئے تو آپ کا پاپ آپ ہی کے سر اب میں بھی کچھ کہنا چاہتا ہوں گستاخی معاف ذرا کان کھول کر سنئے گا۔

آپ کا یہ عذر بیکار ہی ہے کہ جانکی جی یہاں نہیں ہیں کیونکہ میں اب ان سے مل چکا۔ سمندر پھلانگ کر جب ایسا دشوار کام ہی کر چکا تو اور کام کیا مشکل ہیں۔ تم کو برہما کے بردان کا گھمنڈ ہے۔ مگر ذرا سوچو تو رامچندر جی ہی کی طرف اس بردان کا مافی الضمیر تھا۔ نہ راجہ سگریو کی طرف وہ انسان ہیں نہ بانر تو وانر نہ لوٹتا۔ پھر یہ زعم باطل کیسا۔ تم کو کیسی تپسیا سے یہ راج ملا۔ تمہارے سبب سے دیوتا تک کانپتے ہیں لنکا کی نعمتیں دیوتاؤں کو بھی نصیب نہیں ایسا راج پا کر اس کو ذرا سی بات کے لئے تباہ کرتے میں اس کو بھی عقلمندی نہیں کہہ سکتا۔ نادانستہ فعل کو ایشور بھی معاف کرتا ہے مگر تمہاری حرکت دانستہ

ہے لوگ سمجھاتے ہیں تب بھی تمہاری عقل کے پردے نہیں اٹھتے۔ جس نے جنستان میں چودہ ہزار خونخوار راچھسوں کو مار گرایا جس نے راجہ بالی کی ایک بان سے جان لی۔ جس کی بغل میں تم چھ مہینے تک دبے رہے اس کی حالت تو کیا ہو گی جب میں سمندر پھاند گیا۔ تو سری رامچندر اور سگریو کے سامنے اس کا پایہ کیا چیز ہے میں فوج میں سب سے ادنیٰ ہوں۔ لیکن سری رامچندر جی کی اجازت نہیں ورنہ لنکا کے ساتھ تجھ کو بھی لے جاتا۔ افسوس کہ تم عقلمند اور عالم ہو کر بھی یہ نہیں سمجھتے۔ کہ کس کے گھر مٹیا دیا ہے۔ جانکی جی عورت نہیں۔ تمہارے لئے موت کی رات ہیں۔ تم ان کو یہاں نہیں لائے۔ موت کو اپنے گھر بلا لائے ہو۔ ذرا آئینہ میں دیکھو چہرے پر وہی لکھی ہے یا اور میں جھوٹ بولنے والے پر لعنت بھیجتا ہوں۔ سری رامچندر کے خیر اندیشوں میں دروغ گوئی کا گذر نہیں۔ اور اسی لئے بے تکلف کہتا ہوں کہ میں سری رامچندر جی کا سفیر ہوں۔ جو انتریامی (عالم الغیب) خالق و رازق اور مسبب الاسباب ہیں۔ بقا و فنا انہیں کے قبضہ قدرت میں ہے۔ ہست و بود انہیں کے اختیار میں ہے برہما اور مہاراج برن کبیر نظر ٹیڑھی کریں تو نیست و نابود ہو جائیں۔ جو دیوتا زندہ جاوید ہیں۔ ان پر انہی کی نظر عنایت ہے۔ ورنہ ایک جنبش نظر سب کے فنا کے لئے کافی تھی۔ اسی سے کہتا ہوں۔ ذرا ہوش میں آؤ۔ دست دبا ند پر نہ اٹھاؤ۔

سرگ ۵۱

ہنومان جی کیلئے راون کا حکم سزا

ہنومان جی کی تقریر نے راون کے بدن میں بچھو کا سا زہر پھیلا دیا۔ اس کے دل میں آتش غضب بھڑک اٹھی۔ حکم دیا کہ اس کی گردن مار دی جائے۔

حکم کی تعمیل ہونے میں فرق نہ تھا۔ مگر دفعتاً بھبھیکن جی وہاں پہنچے۔ اور دست بستہ عرض کی۔ کہ مہاراج جان بخشی ہو۔ قاصد کا قتل شاستر میں ممنوع ہے۔ ایلچی راز والے نہ محرم کی راہ میں آپ کے سبب سے بند ہوں گی۔ تو اہل نماز اور بھی راہ گمراہ رستے چلیں گے۔ ادھر کا ٹھکانہ نہ لگیگا۔

راون:۔ بھیا بھبھیکن! تمہارا خیال غلط ہے۔ موذی کو قتل کر دینا ہی راہ ہے۔

بھبھیکن:۔ سب درست ہے۔ مگر جب تک یہ بانر اپنے مالک کی خدمتگذاری میں مصروف ہے۔ اس کا قتل اصول کے خلاف ہے۔

راون:۔ میں اسے مارے بغیر نہ رہوں گا۔ اس نے بڑی نالائقیاں کی ہیں۔ اس کی زبان گدی سے کھینچے بغیر میرے غصے کی آگ نہ بجھیگی نہ بجھیگی۔

بھبھیکن نے اس موقعہ پر مصلحت سمجھی۔ کہ حکمت عملی سے کچھ کام نکالنا چاہیئے۔ چنانچہ انہوں نے تقریر کا پہلو بدلا اور عرض کی کہ واقعی یہ بانر بڑا گستاخ اور بدزبان مدانہ ہے۔ لازم تو یہی تھا۔ کہ نیست و نابود کر دیا جاتا۔ مگر آپ شاستر کے واقف کار بہادروں کے سرتاج ہیں۔ اس لئے لوگ ہنسیں گے کہ ذرا

سے باز کو مہاراجہ راون نے یہ سزا دیدی اور سری رامچندر سے کچھ بس نہ چلا۔ آپ سے دیوتاؤں کی بوٹی بوٹی کانپتی ہے۔ اندر تک بھی آپ سے کان دبائے رہتے ہیں۔ اب دیوتاؤں کی کمک پر رام لچھمن آئے ہیں۔ تو پرانا بخار ہے۔ اس کی ہم آپ کو پرواہ کیا۔ ہمارے راچھسوں کے سامنے ان کی حقیقت کیا۔ جب چاہیں مچھر کی طرح مسل ڈالیں گے ہماری فوج ظفر موج کا جوش سمندر کے مدوجذر کو مات کرتا ہے۔ اس کا دل بھی سنسنتے سیٹے سپٹے اکتا رہا ہے۔ کیا خوب ہو کہ فریقین کے دل کے بخار نکل جائیں۔ کسی کے دل کی دل میں رہ جانا بھی ٹھیک نہیں۔ اس لئے میری رائے ہے کہ اس کو سزا بھی دی جائے اور آزادی بھی جس میں اس کو موقع ملے کہ سری رامچندر جی کو لا کر منہ دکھائے اور ہوش میں آئے۔

سرگ ۵۲

ہنومان جی کی لنکا میں سزایابی

راون نے بھبھیکن کی رائے سے اتفاق کیا اور بولا کہ اچھا یہی سہی۔ باز کو پونچھ اسیطرح پیاری ہوتی ہے جسطرح بہادر کو اپنی مونچھ اس لئے مناسب ہے کہ اس کی دم میں آگ لگا دی جائے۔ تمام خدام بارگاہ حکم سنتے ہی دوڑ پڑے۔ پھٹے پرانے کپڑوں کا انبار لگ گیا۔ روئی کے گھٹے کے گھٹے ڈھیر ہو گئے ادھر راچھس بتی اور گودڑ دم میں لپیٹتے تھے ادھر ہنومان جی کی دم بڑھتی جاتی تھی۔ ہنومان جی نے رات کو لنکا دیکھی تھی۔ دن میں دیکھنے کی ہوس نے ان کو موقع دیا کہ خواہش پوری کر لیں راچھسوں نے رسیوں میں جکڑ کر لنکا بھر میں گھمایا۔ ہر طرف تالیاں بجتی تھیں۔ اپنے دوت کی آواز کانوں کے پردے پھاڑتی تھی۔ راکشسنیں جانکی جی کے پاس خوش خوش پہنچیں اور خبر کی کہ وہ باز گرفتار ہو گیا جو تم سے بات چیت کرتا تھا۔ اب اس کی دم میں آگ لگائی جائیگی۔ جانکی جی ہنومان کو موم سمجھتی تھیں۔ لیکن گرفتاری کی خبر نے ان کے دل پر گھن کی سی چوٹ دی۔ انہوں نے دعا دی کہ میں پتی برتا ہوں۔ تو ہوا اندر سے چلے۔ اتنے ہی میں راچھسوں نے دم میں آگ لگا دی۔ شعلے بھڑکے لیکن ہنومان جی کے بدن کو کچھ بھی گرمی محسوس نہ ہوئی۔ سمجھ گئے کہ پون جی کی عنایت ہے۔ اور فوراً ہی پھاٹک پر چڑھ گئے اور ایک لوہے کا بڑا بھاری کھمبا اٹھا کر راچھسوں کو ایسی لودی مار ماری کہ سب نو دو گیارہ ہو گئے۔ اور انہوں نے لنکا پھونکنا شروع کی۔

سرگ ۵۳

ہنومان جی کی لنکا میں آتش افشانی (یعنی لنکا داہ)

جسوقت ہنومان جی نے جلتی ہوئی دم پھٹکاری۔ جو لنکائی راچھس جل بھن کر کباب ہو گئے اب ہنومان جی محلوں پر کودنے لگے۔ پرہست وغیرہ اور اندرجیت یعنی میگھناتھ تک کے ایوان جلا دیئے۔

راون کا محل بھی ایک آن میں لکھ اٹھ کے چنے کی طرح بھن گیا۔ کوئی گھر بچا تو صرف لبھیکن کا۔ ہزاروں عورتیں لڑکوں کو لئے کوٹھوں پر سے کود پڑیں۔ ہزاروں مستورات بھٹے کی طرح بھن گئیں اور ان کے بچے بھی گیہوں کے ساتھ گھن کی طرح پس گئے۔ ہر طرف شور الامان بلند تھا۔ سب تراہ تراہ پکارتے تھے۔ کوئی باپ کے لئے روتا تھا کوئی ماں کے واسطے۔ کوئی گھر نہ تھا جہاں کہرام نہ ہو۔ کوئی زبان نہ تھی جس پر نوحہ ماتم نہ تھا۔ ذرا ہی دیر میں ہنومان جی نے لنکا کو خاک برابر کر دیا۔ ان کے بدن پر آنچ بھی نہ آئی۔ ساری لنکا جلا کر ہنومان جی ایک بلند مقام پر چڑھ گئے اور وہیں بیٹھے بیٹھے سمندر میں دم کی آگ بجھائی۔

سرگ ۔ ۵۴
ہنومان جی کا سوچ

جب ساری لنکا جل گئی۔ تو ہنومان جی کو صرف یہی افسوس نہ ہوا۔ کہ لاکھوں جانیں ضائع ہوئیں بلکہ اپنے جوش و غضب پر بھی متاسف ہوئے ساتھ ہی خیال ہوا۔ کہ کہیں جانکی جی بھی جل نہیں گئیں۔ اگر ان کے دشمنوں کا یہ حال ہوا تو بڑا ہی غضب ہے۔ سارا اکشواک بنس ایک سرے سے نیست و نابود ہو جائیگا۔ سری رامچندر جی کو میں منہ دکھلانے کے قابل نہ رہوں گا۔ پہلے دل میں آیا کہ بڑھوا مل میں جا مروں مگر جب آگ کا اثر ہی نہ دیکھا تو سمجھ گئے کہ کچھ قدرتی امر ہے۔ اب انہوں نے ان خیالات کی طرف سے دل اچٹایا اور اطمینان کر لیا۔ کہ جانکی جی ضرور زندہ ہیں۔ میں نے جن کا نام لیکر ساری لنکا پھونک ڈالی۔ اور خود بال بال بچا رہا۔ ان پر آنچ آنا محال۔ یہ انہی خیالات میں محو تھے۔ آکاش بانی ہوئی۔

ہنومان جی مبارک! جو آگ راون کے نام سے لرزتی تھی۔ اسی نے لنکا کو جلا کر خاک کر ڈالا راچھسوں کی خاک اڑتی پھرتی ہے۔ عورتوں کو خاوندوں کے غم میں آنسو رونے نہیں بن پڑتی۔ ہر گھر میں ماتم ہے۔ اب کیا چاہتے ہو بالا تمہاری مانع ہے۔ ہنومان جی اس آواز سے خوش ہو گئے۔ جس طرف دیکھتے تھے سناٹا ہی سناٹا تھا۔

سرگ ۔ ۵۵
ہنومان جی کی لنکا سے رخصت

ہنومان جی کو فکر تھی کہ جانکی جی پر تو آنچ نہیں آئی۔ اسلئے سیدھے ان کے پاس پہنچے دیکھا۔ تو سب طرح خیریت ہے ان کو دلجمعی ہوئی۔ اور اطمینان سے رخصت مانگی۔

جانکی جی نے فرمایا کہ دیکھو میں آدھی جان کی ہو رہی ہوں۔ میرا سایہ بھی یہاں میرا ہمدرد نہیں۔ سری رامچندر اور سگریو سے کہہ دینا کہ جلد آئیں۔ نہیں تو پھر مجھے نہ پائیں گے۔ میرا پیمانہ حیات لبریز ہے جس وقت چاہے چھلک جائے۔ اب تک تمہارے سبب سے زندگی رہی۔ کیا خوب ہوتا کہ ایک روز تم

تو اسکو ہمراہ لے چلتے۔ ہنومان جی نے عذر کی کہ مجھے حاضر باشی سے عذر نہیں۔ مگر اُدھر سری رامچندر جی کو بھی انتظار ہوگا اور ادھر ایک روز پہنچنے میں دیر ہوگی۔ اِسلئے بہتر یہی ہے کہ قدموں سے جُدا ہو جاؤں۔ خبر پہنچاؤں۔ سری رامچندر جی کو لیکر آؤں۔

جانکی جی نے اجازت دی۔ ہنومان جی رخصت ہوئے۔ دیوتاؤں نے پھولوں کی بارش کی۔ ہنومان جی اُچھلتے کودتے ایک پہاڑ پر چڑھ گئے۔ پاؤں رکھتے ہی سارا پہاڑ سمندر کی تہ میں دھس گیا۔ اس پر زقند لگائی تو دوسرے پہاڑ پر قدم ٹکایا۔ جسوقت ہنومان جی کا جلال دیکھا پاؤں کی دھمک سُنی۔ پہاڑ میں دیوتا جان لیکر بھاگے۔ رشی لوگ اپنی اپنی استریوں کیساتھ ادھر اُدھر دبک رہے جو سانپ چھپے ہوئے تھے سب نکل پڑے۔ زہریلے سانپوں کی پھنکار سے پہاڑ جل اُٹھا۔ ہنومان جی نے اس پہاڑ کو بھی سمندر کی تہ میں دبا دیا۔ اور خود اوج ہوا پر اُڑ گئے۔

سرگ ۵۶

ہنومان جی کی لنکا سے واپسی

لاکھوں راچھسوں کو مار کر لنکا کو جلانا آسان نہ تھا۔ لیکن ہنومان جی کو دانتوں پسینہ نہ آیا۔ اُن کے ہاتھ پاؤں میں ویسی ہی جان رہی دم تک نہ پھولا۔ وہ اِسطرح تیزی سے چلے کہ گرڈ جی کی پرواز گرد ہو گئی۔ معلوم ہوتا تھا کہ سری رامچندر جی کا بان چلا جا رہا ہے۔ ہنومان جی اوج ہوا پر جسوقت گرجتے تھے یہی معلوم ہوتا تھا کہ اب بجلی گری اب اولے پڑے۔ سمندر کے اس پار جامون وغیرہ کی انتظار میں آنکھیں سفید ہو رہی تھیں۔ جسوقت بادل کی سی گرج سُنائی دی۔ سب خوش ہو گئے کہ لو بس ہنومان جی آ گئے۔ ذرا دیر میں دیکھتے ہیں تو ہنومان جی سامنے ہی ہیں۔ پہنچتے ہی سب کے گلے ملے فرمایا کہ سری جانکی ماں سے مِل آیا۔ وہ راون کی اشوک باٹکا میں ہیں۔ چلیئے رامچندر جی کو ابھی خبر کر دوں۔

سارے سپاہ ہنومان جی کو دیکھ کر پھولے نہ سمائے۔ سیتا جی کی خبر ملنے سے جو خوشی ہوئی۔ اس کا اظہار فضول ہے۔ سب مداح تھے کہ واہ کیا کام کیا۔ سب شکر گذار تھے کہ آپ نے سب کی جان بچائی۔ سب کو حیرت تھی کہ کیونکر سمندر پھاند گئے۔ کسطرح پھر لوٹ آئے۔ ہنومان جی نے تھوڑی دیر تک ہمیندر پربت پر دم لیا اور اِدھر اُدھر کی گپ شپ اُڑنے لگی۔

سرگ ۵۷

جاموان وغیرہ کے سامنے ہنومان جی کی سرگذشت

جاموان وغیرہ نے سری جانکی جی کی خیر و عافیت دریافت کرنے کی غرض سے ہنومان جی سے پوچھا کہ کہو لنکا میں کیا معاملات پیش آئے وہاں کا کیا حال ہے۔ ہنومان جی نے یوں سرگذشت شروع کی۔

میں پہلے مندراچل (پہاڑ) پر چڑھا۔ پھر دوسرے پہاڑ پر پہنچا۔ مگر میری دُم کے بوجھ سے پہاڑ پاتال میں دھس گیا۔ میرے رعب سے میناک پربت مجسم ہو کر حاضر ہوا۔ پہاڑوں میں پرواز کی طاقت تھی مگر اندر نے سب کے پر پرواز کاٹ ڈالے اسلئے میں کبھی سمندر میں ٹھہر نہ سکا۔ میناک پربت نے بہت عاجزی کی اور پیچھے لاسنہ مل گیا۔ پھر سرسا سے سامنا ہوا۔ اس کو بھی نیچا دکھایا۔ یونہی تمام حالات بیان کر کے لنکا داہ اور راون کی بات چیت کا سارا ماجرا کہہ سنایا۔

سرگ ۵۸
جاموان وغیرہ سے ہنومان جی کی تسلی بخش گفتگو

ہنومان جی نے فرمایا کہ اے بانرلوگو! میں اندرجیت کی طاقت بھی آزما چکا۔ مگر دیکھ لو کہ بال بیکا نہ ہوا۔ اسلئے مجھے راون کی طرف سے دلجمعی ہے۔ میں تو حقیر ہوں مگر میں نے اطمینان کر لیا کہ جہاں دویدہ نل۔ نیل۔ انگد موجود ہیں۔ وہاں راون کی کچھ پیش جاسکے کیا مجال۔ راون پر فتحیابی کچھ مشکل نہیں۔ مگر غم ہے تو صرف یہ کہ جانکی جی پریشان ہیں۔ ان کو اپنی زندگی حرام ہے۔ اگر سری رامچندر جی نہ پہنچے تو کیا عجب کہ جان دیدیں۔ ان پہ جو ظلم ہو رہا ہے وہ قابل برداشت نہیں اب ہمارا فرض ہے کہ جان نثاری کریں اور خدمتگذاری کی داد لیں۔ جانکی جی دوسرے کے قبضہ میں ہوں۔ نو ہوں۔ ہم لوگ تو جان پر کھیل کر ان کو زندان مصیبت سے رہائی دلوائیں گے۔ ہمارا یہ کہنا بھی فضول وہ چاہیں تو ابھی دقت قید سے آزاد ہو جائیں ایک نظر سے دنیا الٹ پلٹ ہو سکتی ہے مگر حتے الامکان مناسب یہ ہے کہ سیدھی انگلیوں سے گھی نکالا جائے

سرگ ۵۹۔
انگد کا راون کے خلاف جوش

جاموان وغیرہ تو جانکی جی کا سراغ ملنے سے خوش ہو گئے مگر انگد کو شکایت رہی کہ جانکی جی کو ہنومان لیتے ہی کیوں نہ آئے۔ جاموان سے کہا کہ ہمارے ہاں ایک سے ایک بانر کوہ پیکر و بیلتن ہے۔ راچھس کیا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ نل۔ نیل کو برہما جی کا بردان ہے کہ بلا خواہش موت سے سامنا نہ ہو۔ ایک مرتبہ دیوسور بیر دیوتاؤں سے ملکر امرت پی گئے پھر ان کو کسی سے خوف کیا۔ جسوقت دلپر رکھیں۔ راون کو مع اہل ملک عدم کر دیں۔ راون کے لئے میں اکیلا کافی ہوں۔ آپ لوگوں کی خواہش ہے کہ سری رامچندر جی سے سراغ رسانی کی داد لیں۔ مگر میرے دل میں ہے۔ کہ لنکا میں جاکر سیتا جی کو ساتھ لے آکر سری رامچندر جی کے پاس چلوں۔

جاموان نے انگد کو سمجھایا کہ آپ راجہ بالی کے فرزند عقلمند ملک کے سرتاج استقدر غصہ کی کیا ضرورت ہم کو سری رامچندر اور راجہ سگریو کی سراغ رسانی کی ہدایت تھی۔ پھر ہم خلاف مرضی سری جانکی جی کو کیونکر لے جاسکتے ہیں۔ سری رامچندر جی نے یہ کام اپنے ہاتھ میں رکھا ہے۔ پس اب ہمارا فرض ہے

کو سیتے ان کی خدمت میں جائیں۔ اور سیتا جی کا حال گوش گذار کریں۔

سرگ ۔ ۶۰

سگریو کے باغ مدھ بن میں بانروں کی شرارت

جاموان کی صلاح مانی گئی۔ بانر اچھلتے کودتے مدھ بن میں پہنچے یہ سگریو کا باغ تھا۔ بانروں نے انگد سے اجازت لیکر یہاں پیٹ کی آگ بجھانے کی ٹھہرائی۔ شراب کا پہلا دور چلا۔ نشہ کی دھن میں بانر آپے سے گذر گئے کوئی اس شاخ سے اس شاخ اور اس درخت سے اس درخت پر پھاندتا اور پھل پھول توڑتا تھا۔ کسی کی باہم چھیڑ چھاڑ چلتی تھی کوئی ہنستا تھا۔ کوئی تانیں اڑاتا اور کوئی ہنسی مذاق کرتا تھا۔ شور وغل مچا تو سگریو کے ماما ددھ مکھ نے دیکھا باغ کا محافظ بھی بانر تھا۔ مگر یہاں کون سنتا ہے۔ نشے کی ترنگ میں خوب لے دیکر ڈالی اور کسی طرح ہوش میں نہ آئے تب ددھ مکھ نے اور محافظ بھیجے۔ انہوں نے کسی کو مار کر کسی کو دانتوں سے کاٹ کر بھگا دیا ؎

سرگ ۔ ۶۱

ددھ مکھ اور انگد سے مار پیٹ

ددھ مکھ نے بہت منت وسماجت کی۔ کہ باغ پر بدعت نہ کریں مگر بانر لڑنے بھڑنے لگے اور پھر آسمان سر پر اٹھا لام کاف بکنے لگے گالی گلوچ سے دماغ پریشان کر دیا۔ ددھ مکھ کی عاجزی بیکار ہوئی۔ تو اس نے ایک درخت اکھاڑ کر بانروں پر ہاتھ صاف کرنا شروع کر دیا۔ بانر بھی اینٹ پتھر سے جواب دینے لگے اتنے میں انگد کو غصہ آیا۔ ددھ مکھ کو زمین پر دے ٹپکا۔ ددھ مکھ کے منہ بانہ پاؤں اور سر میں ایسی چوٹیں آئیں کہ غش آگیا۔ جب ہوش آیا۔ تو اپنے ساتھیوں کو لیتے ہوئے سگریو سے فریاد کی۔

سرگ ۔ ۶۲

سگریو کی بانروں کو طرح دہی

ددھ مکھ نے ساری چوٹیں دکھائیں۔ زخمی ہمراہیوں کے زخم دکھا کر کہا کہ آپ کے بانروں نے مدھ بن کے سب درخت توڑ پھوڑ ڈالے جس باغ پر بالی کے راج میں جوبن تھا آج اس میں کوئی پھل باقی نہیں۔ کوئی محافظ پٹنے سے نہ بچا۔ بانروں نے ایسی ایسی گالیاں سنائیں کہ بس تہذیب کا خاتمہ تھا۔

لچھمن جی یہ شکایت سن رہے تھے سگریو بولے کہ معلوم ہوتا ہے۔ ہنومان جی کی منڈلی کامیاب واپس آئی۔ ورنہ اس قدر گستاخانہ جرأت ممکن نہ تھی۔ ضرور ہنومان جی سیتا جی کا پتہ لگا آئے۔ ہنومان جی میں یہی تو وصف ہے کہ جس کام میں ہاتھ ڈالا اسے پورا کر دیا۔ اسی لئے بانروں کی یہ خطا چشم پوشی کے لائق ہے۔ اچھا ددھ مکھ جی اب تم بھی درگزر کرو۔ اور ہنومان جی وغیرہ کو لے آؤ۔ میں منتظر ہوں جس وقت سری رامچندر اور لچھمن جی کو

ہنومان جی کی واپسی کی خبر ملی۔ خوش ہو گئے۔ دایاں بازو پھڑکنے لگا۔ آنکھوں میں محبت کے آنسو ڈبڈبا آئے۔

سرگ ۶۳

ہنومان جی کی سری رامچندر جی کی خدمت میں حاضری

وہ ہوا کی طرح مدھوبن میں پہنچا دیکھا کہ بانر کھنڈے میں چھوڑا ہی طرح باغ اجاڑ رہے ہیں۔ کہیں کسی نے پاخانہ پھیر دیا ہے کہیں کسی نے پیشاب کر دیا ہے۔ پھلوں پھولوں سے زمین چھپ گئی ہے درخت اکھڑے پڑے ہیں۔ اس نے انگد کے سامنے ہاتھ جوڑ کر عرض کی کہ جیسے راجہ سگریو ویسے آپ۔ باغ آپ کا درخت آپ کے ہیں۔ تو فقط محافظ ہوں۔ اسلئے میری گستاخی معاف فرمایئے میں اپنی خطاؤں پر خود نادم ہوں جسوقت راجہ سگریو نے آپ کی آمد آمد سنی خوش ہو گئے۔ ارشاد ہوا کہ سب بانر جلد آئیں۔ وہ منتظر بیٹھے ہیں۔

انگد نے سب کو چلنے کا حکم دیا۔ سب کلکاریاں مارتے ہوئے چلے راجہ سگریو نے شور و غل سنا سری رامچندر جی کے پاس آ بیٹھے ہنومان جی کے علم و فضل طاقت و جرأت کی تعریف کی۔ جامونان اور انگد کی لیاقتوں کو بھی سراہا۔ ہنومان جی جاتے ہی ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہو گئے۔ اور عرض کی کہ مبارک سیتا جی کا پتہ لگ گیا وہ بخیریت ہیں۔ مجھے درشن بھی مل چکے جسوقت یہ خوشخبری سنی سری رامچندر جی لچھمن جی اور سگریو مارے خوشی کے اچھل پڑے اور پریم کے آنسو رو کے نہ رکے۔

سرگ ۶۴

چوڑامن کی نشانی

سب بانر یک زبان ہو کر بولے کہ جانکی جی لنکا کے اشوک باٹکا میں قید ہیں راکشسنیوں کی سختیاں دیکھی نہیں جاتیں۔ رامچندر جی بڑے اشتیاق سے بولے کہ آخر ہیں کس جگہ ان کو میری محبت ہے یا نہیں ہنومان جی نے چوڑامن پیش کر کے عرض کی کہ یہ تو نشانی ہے اب حال سنیئے میں سمندر جس کا سمندر پھاند کر لنکا میں داخل ہوا بڑی تلاش سے جانکی جی اشوک باٹکا میں ملیں وہ آپ کی محبت میں غرق ہیں اگر آپکا تصور نہ ہوتا تو اب تک کب کے ختم ہو گئے ہوتے وہ زمین پر لیٹتی ہیں اور ہر وقت وہ فرقت میں گریاں رہتی ہیں۔ چوڑامن دیکر انہوں نے اس کی تاریخ بیان کی کہ جینت فرزند اندر کی شرارت کا حال سنایا۔ آپ کو تلک لگانے کا معاملہ یاد دلایا اور فرمایا کہ ایک مہینے کی راون سے مہلت ملی ہے اگر آپ کو آنے میں دیر ہوئی۔ تو جانکی جی کی خیر نہیں۔ واقعی سیتا جی نہایت دبلی ہو گئی ہیں بدن میں جان نہیں۔ ان کی حالت قابل رحم ہے۔

سرگ ۶۵

چوڑامن کو دیکھ کر سری رامچندر جی کا اظہار غم

سیتا جی کا غمناک حال سُن کر سری رامچندر جی اور سری لچھمن جی آنسوؤں کو ضبط نہ کر سکے رامچندر جی نے چوڑامن کلیجے سے لگا کر سگریو سے کہا کہ یہ چوڑامن سمندر نے دیوتاؤں کو۔ دیوتاؤں نے اندر کو۔ اندر نے راجہ جنک کو انہوں نے اپنی رانی یعنی میری ماتا کو دیا تھا۔ اور میری ساس نے جانکی جی کو عنایت کیا تھا۔ افسوس جانکی جی پر ایسا صدمہ فرقت راکھشسوں کے ایسے ظلم راون نے انہیں ایک مہینے کی مہلت دی ہے میں چاہتا ہوں کہ ابھی وقت دم توڑ دوں بھائی لچھمن میری زندگی چاہتے ہو تو اسی وقت مجھے جانکی جی کے پاس پہنچا دو میں تو مرنے سے بدتر تھا مگر ہنومان جی نے کانوں کو امرت پلا کر دوبارہ زندہ کر دیا جان قالب میں آ گئی۔ کہاں تک ہنومان جی کا احسان مانوں۔

سرگ ۶۶۔
سیتا جی کا پیغام

ہنومان جی نے عرض کی کہ مہاراج سیتا جی کو سب کا معاملہ بھی سُنانی تھیں جس کو آپ کے تنکے کے تیر سے تین لوک میں کہیں پناہ نہ ملی۔ وہ فرماتی تھیں کہ جن کے ہاتھ سے چھوٹے ہوئے تنکے میں یہ طاقت ان کا یہ مہاعنر اسوقت خاموش۔ لچھمن جی کیوں ناراض ہیں۔ ان کو بھی میری حالت پر رحم نہیں میں نے اپنے ست دھرم کی قسم کھا کر ان کو اطمینان دلایا کہ سری رامچندر جی مع لشکر جرار بہت جلد آتے ہیں۔ جب درخواست کی کہ میری پیٹھ پر سوار ہو کر چلی چلیں۔ انہوں نے غیر مرد کا چھو جانا خلاف سمجھا اور بس آپ ہی کی اُمید پر زندہ ہیں۔ ان کو تنکا ایک گھڑی لگا رہا ہے۔

سرگ ۶۷۔
سیتا جی کی دلجمعی

ہنومان جی نے سری رامچندر جی کی طبیعت کو اور پرجوش کرنے کے لئے اور مفصل کیفیت بیان کی آپ نے فرمایا کہ میں پہلے ہی آ جاتا۔ مگر جانکی جی رونے لگیں کہ ہائے اتنی تسلی بھی اب باقی نہیں۔ تم چلے جاؤ گے تو اور موت کا سامنا ہوگا ضرور جان نکل جائے گی۔ جب راجہ سگریو مکک پر ہیں باندروں کا لشکر جرار جانبازی کو حاضر ہے تو پھر فوج کشی میں تامل کیا۔ میں تمہارے ساتھ چلی چلتی مگر سری رامچندر جی راون کو مار کر کس طرح پرن پورا کر سکیں گے۔ اب تم جا کر جلد راجہ سگریو سے کہو کہ فوراً چلے آئیں۔ ضرورت ہے کہ جس طرح ہو سکے راون کی سرکوبی کی جائے۔ اس کی شرارتیں حد سے گزر چکیں۔

جانکی جی کہتی جاتی تھیں۔ اور آنسو بہتے جاتے تھے۔ میں نے اچھی طرح تشفی کی۔ ان کی مایوسیاں امیدوں سے بدل گئیں اور اداس چہرے پر رونق چھا گئی۔ اب ان کا دل آپ کے تصور میں محو ہے۔ اور آنکھیں آپ کو ڈھونڈ رہی ہیں ؎

سُندر کانڈ ختم

حصہ ششم

لنکا کانڈ

سرگ ۱

ہنومان جی پر سری رامچندر جی کی نظر عنایت

مہاراج والمیک جی شاخ قلم سے یوں گلفشاں ہیں۔ کہ سری رامچندر جی ہنومان جی کی خدمات لائقہ سے اسقدر خوش ہوئے کہ بے ساختہ زبان سے نکل گیا۔ تم سے بڑھ کر میرا دُنیا میں کوئی وفادار و غمخوار نہیں۔ دیوتاؤں کی بھی یہ طاقت نہیں کہ تمہاری طرح سمندر پھاند جائیں۔ اگر کوئی جان پہ کھیل کر بحر شور کو عبور بھی کر جائے۔ تو لیسی محال۔ ہنومان جی ہی میں وہ قدرت اور عقل تھی کہ جس سے انہوں نے بڑے بڑے شہزور اور طاقتور راچھسوں کی کور دبا دی۔ آج ہنومان جی سگریو سے او دھار ہو گئے خدمتگذاری کا اگر کسی نے حق ادا کیا۔ تو وہ ہنومان جی ہیں۔ دنیا میں تین قسم کے خدمتگذار ہوتے ہیں۔ ایک وہ جو آقا کی زبان ہلتے ہی بڑے شوق سے خدمت متعلقہ انجام دے دیتے ہیں۔ دوسرے وہ جو کام تو فوراً کرتے ہیں مگر بے دلی سے۔ تیسرے وہ جن کو مالک کے حکم کا پاس نہیں ہوتا۔ اپنی مرضی کو مقدم جانتے ہیں ہنومان جی نے راجہ سگریو کے حکم کو بڑی عزت کی نظر سے دیکھا۔ میرے کام کو مقدم سے مقدم سمجھے۔ میرے خاندان کی عزت رکھی۔ رگھوبنسیوں کا سر اونچا کیا۔ میری خوشی کی حد نہیں مگر ایک افسوس رہ گیا کہ ان کو صلہ کیا دوں۔ ان کی خدمات کے مقابلے میں تین لوک ہیچ ہیں۔

یہ فرما کر سری رامچندر جی نے ہنومان جی کو سینے سے لگایا اور فرمایا کہ یہ جسم نذر ہے گویا اس طرح انہوں نے ہنومان جی کو ایشور سروپ بنا دیا۔ اور پھر راجہ سگریو سے فرمایا کہ ہنومان جی اپنا فرض ادا کر چکے۔ سب بات بن گئی اب سمندر پار جانے کی تدبیر ہونی چاہیئے۔ جانکی جی منتظر ہوں گی جہاں تک ہو سکے عجلت لازم ہے۔

سرگ ۲

سری رامچندر جی کو سگریو کی دلاسا دہی

اسی وقت سری رامچندر جی کو سیتا جی کے خیال نے بے چین کر دیا۔ ان سے آنسو ضبط نہ ہوئے۔ سگریو نے کہا۔ کہ آپ کو اہل دنیا کی طرح مایا کے جال میں پھنسنا زیب نہیں دیتا۔ آپ

اسیطرح فوراً دل سے فکر دُور کیجئے جسطرح ادہری آدمی بلا تکلف بلا فعال کر بیٹھتا ہے۔ جانکی جی کا سُراغ مل گیا۔ اب تردّد فضول آپ عقلمند شاستر کے واقف کار ست است کے اصول سے ماہر آپکو تو جوگیوں کی طرح مایا کے پھندے سے الگ رہنا زیبا ہے "ہم لوگ ہتھیلی پہ جان لئے پھرتے ہیں۔ راون کو مار ہی گے اور جانکی جی کو لے آئیں گے جو ہمت ہار بیٹھتا ہے۔ اس کی عقل ٹھکانے نہیں رہتی۔ جب حواس درست نہیں تو کسی کام میں کامیابی کہاں۔ باندروں کی فوج جلتی آگ میں کودنے کو تیار ہے۔ جب آپ ہی دل ہار جائیں گے تو اوروں سے جانبازی کی کیا اُمید۔ راون کو یہ نہ سمجھئے کہ بڑا دیوان ہے۔ بدی اور چیز ہے اور ادھرم اور چیز۔ راون کے ادھرم نے ان کی ساری فضیلتوں پہ خاک ڈالدی۔ آدمی کیسا ہی طاقتور ہو جہاں دلمیں رنج آیا۔ ہاتھ پاؤں ڈھیلے ہو گئے۔ مگر کمزور کی ہمت سہے تو مشکل سے مشکل کام کو پورا کر لیتا ہے۔ آپ کا دل مضبوط رہیگا۔ حوصلے پست نہ ہوں گے تو مجال کیا راون کی قلع قمع اور ہم لوگوں کی کامیابی نہ ہو۔ آپ چھتری ہیں۔ چھتری ہمت نہیں ہارتے آپ کو لازم ہے۔ کہ چھتری دھرم کے لحاظ سے موچھوں پہ تاؤ دیجئے اور غصے سے کام لیجئے۔ جب تک آپ پُرجوش نہ ہوں گے دشمن زیر نہ ہوگا۔ اسلئے اب تمام تردد و فکر دُور کر کے ہمارا فرض یہ ہے کہ سمندر کے پار جانے کی فکر کریں۔

سرگ ۳

سری رامچندر جی کا ہنومان جی سے عزم روانگی کیلئے استفسار

سری رامچندر جی نے سگریو کی تقریر سُنکر ہنومان جی کی طرف دیکھا اور زبان گوہر افشان سے گوہر افشانی کی۔ میں اپنے تپ کے زور سے پُل باندھ سکتا ہوں۔ ذرا دیر میں باتوں کا پُل بندھا نظر آئے۔ مگر ذرا پہلے تم یہ بتاؤ کہ سمندر کا راستہ کیسا ہے۔ لنکا کی کیا شکل ہے۔ کے پھاٹک ہیں راستے کی مشکلات کیا کیا ہیں۔ فوج کسقدر ہے۔ جانا کس پھاٹک سے آسان ہوگا۔

ہنومان جی :۔ مہاراج! لنکا کا تو کچھ حال ہی نہ پوچھئے۔ ہر جگہ رونق۔ ہر جگہ چہل پہل گھر گھر ہاتھی گھوڑے ہاتھی مد انکشس بے شمار۔ پھاٹک سر بفلک۔ ستونوں کی بلندی تک مرغ خیال کی رسائی محال۔ چاروں طرف پھاٹک۔ عرض طور یکساں۔ قلعہ قلعہ کوہ سے بلند ہر طرف برج۔ برجوں پہ گراں ڈیل توپیں ذرا ذرا سے فاصلے پہ تیر اندازی کے لئے جھانکیاں۔ راستہ دشوار گذار۔ حملہ کسی طرف سے بھی ناممکن۔ سود بیروں کی تعداد بے حساب بڑی کوشش کی جائے تو ایک نہ ایک دروازے سے گذر ہو۔ ورنہ اور راستہ مفقود قلعہ بندی کا انتظام نہایت معقول۔ مکان سب طلائی اور مرصع۔ ساری عمارتیں جواہرات کا پہاڑ نظر آتی ہیں چاروں طرف مضبوط خندقیں وسیع اور پانی سے لبریز۔ پانی بہت صاف و شفاف مچھلیاں اور مگر وغیرہ با افراط آمد و رفت کے لئے کل دار پل۔ جب کل مروڑیں کھل جائیں۔ جب کوئی پیچ کس دو۔ پانی تک بند

بلوں پر فرض نہیں۔ قلعہ اور مکان بھی محل دار ہیں۔ جن کی صفائی قابل دید ہے۔ لڑائی کے مکان کی وسعت بھی پیمانۂ عقل سے زائد ہے۔ مرنے کے سوا اسے نظر ہی نہیں آتی۔ راون ہمیشہ دربار کرتا ہے۔ انکان دولت ہوشیار اور خبردار رہتے ہیں۔ فوج اور سلاح جنگ کی دیکھ بھال ضروری فرض میں داخل ہے۔ لنکا کی خوبصورتی کے مقابلے میں اندرلوک بھی کچھ چیز نہیں۔ سمندر کا جنوبی رخ اس کی وجہ سے خوش نصیب ثابت ہو رہا ہے۔ ناؤ تو جا سکتی ہی نہیں۔ ہاں پل ہو تو مطلب نکل سکے۔ لنکا کی آبادی ترکوٹ پہاڑ پر ہے۔ گھوڑے ہاتھیوں کی کثرت سے زمین دبی رہتی ہے۔ پورب کی طرف دس ہزار پچھم کی طرف دس لاکھ دکن کی طرف ایک لاکھ اور اُتر کی طرف ایک کروڑ پیادہ و سوار راچھس توپ و تفنگ تیغ و سیف اور اسلحہ جنگ لئے ہوئے آمادہ کارزار رہتے ہیں اور سب کے سب روزانہ راون کے ہم نوالہ و ہم پیالہ رہتے ہیں۔ ان میں سے ہزاروں کو تو میں خاک پر سُلا آیا۔ پورب اور اُتر کے پھاٹک بھی توڑ پھوڑ ڈالے۔ لنکا بھی جلا دی اب وہاں صرف انگد۔ دوبد۔ مئیدا۔ نل و نیل کے جانے کی کسر ہے۔ یہ گئے تو بالکل صفایا ہے۔ مگر ہم لوگوں کو صرف آپ کی رضامندی منظور ہے جو حکم ہو اس کی تعمیل کریں۔ آپ اجتماع فوج کا انتظام کیجیے۔ باندروں کا لشکر ایک جنبش نظر کا منتظر ہے

سرگ ۲

باندروں کی فوج کی سمندر کے ساحل پہ رسائی

سری رامچندرجی کو لمحہ لمحہ بھاری تھا۔ انہوں نے فرمایا کہ سورج مدھیان میں ہیں۔ ابھیجت مہورت ہے۔ فتحمندی کے لئے اور کون شگون درکار ہیں۔ دایاں سر بھی جاری ہے۔ داہنی آنکھ بھی پھڑکتی ہے اب دیر فضول۔ اسی وقت چل کھڑے ہونا چاہیئے۔ نیل لشکر کے آگے آگے کھانے پانی کا انتظام کرتے چلیں۔ راستے کی دیکھ بھال رکھیں۔ دیکھتے رہیں کہ دشمنوں نے سمندروں اور ندیوں کا پانی خراب اور زہریلا تو نہیں کر ڈالا۔ ضعیف اور کم عمر کشکندھا میں رہیں۔ باقی گبھرو اور جوان سب ساتھ چلیں۔ جو راچھس ملنا جائے اس پر بے تکلف ہاتھ صاف کر دیا جائے۔ رکھ۔ گواچھ۔ گندمادن سر اور کیسری کو داہنی طرف کا لشکر سپرد ہو۔ میں لچھمن جی جاموان اور سکھین وسط میں رہیں گے۔ سگریو نے روانگی لشکر کا باجہ بجوایا۔ ہزار ہزار سے لیکر کروڑ کروڑ تک باندر سپہ سالاران لشکر زیر علم روانہ ہوئے۔ سمت جنوب کی طرف تھا۔ خم ٹھونک ٹھونک کر مونچھوں پہ تاؤ دیکر یہی کہتے تھے کہ میں راون کی بوٹی بوٹی کاٹوں گا۔ بلی مکھ اور رکھب فوج کی ترتیب دیکھتے ہوئے چلے۔ ترکوٹ پربت پہ پہلا پڑاؤ ہوا۔ سری رامچندرجی کو نیک شگونوں سے کامیابی کی پوری امید تھی۔ فوج کو اتنے لمبے سفر سے ذرا بھی تکان نہ تھا۔ راچھسوں کا مول کچھ کم زور پڑ گیا۔ آب و ہوا بھی صاف تھی رات آرام سے بسر ہوئی۔ دوسرے روز علی الصباح جوانان شیر دل پھر چل پڑے۔ گرد و غبار سے آسمان پر کالی گھٹا سی چھا گئی۔ جس طرف سے لشکر گذرتا ادھر کی زمین

ہموار ہو گئی۔ اور فوج نے پہر رات گئے دوسرے مقام پر قیام کیا۔ سفر سات روز کا تھا۔ بانر کلکاریاں مارتے درخت اکھاڑتے اچھلتے کودتے ساتویں روز سمندر کے کنارے جا پہنچے۔ اور پار جانے کی فکر ہونے لگی۔ سری رامچندر جی نے سب سرداران لشکر کو ہدایت کی کہ راون کے مخبروں اور گوئندوں سے خبردار رہیں۔ فوج کے تین حصے کئے گئے۔ سمندر کا اور چھور نہ تھا۔ جزر و مد دیکھ کر خیال ہوتا تھا کہ سمندر بانروں کو ہنس رہا ہے کہ ان کے پار اترنے کی یہی صورت ہے۔ گو چاند روشن تھا۔ مگر سمندر کی رنگت سیاہی مائل تھی۔ زمین پہ آکاش نظر آ رہا تھا۔ جو اٹھانے سے معلوم ہوتا تھا کہ ستارے نہیں سمندر کے جواہرات ہیں۔ ادھر سمندر کا شور تھا ادھر بانروں کا غل گویا سمندر اپنی ڈینگ مارتا تھا کہ کسی کو پار نہ جانے دونگا۔ اور بانر بھی ڈینگیں لگاتے تھے کہ ضرور پار اتر جائینگے۔

سرگ ٥۔

سمندر کے ساحل پہ سری رامچندر جی کا اظہار غم

دو بدھ۔ مہیندر۔ نل۔ نیل وغیرہ سمندر کے کنارے موجیں اڑانے لگے۔ نظارہ دلفریب تھا۔ مگر سری رام چندر جی کے آنسو بہہ نکلے اور لچھمن جی سے بولے کہ سیتا جی کی جدائی نے ہاتھ پاؤں سے جان نکال لی۔ دل چاہتا ہے زہر کھالوں یا سمندر میں غوطہ لگا جاؤں۔ میرا نام لیکر کروڑوں پاپی تر گئے مگر جانکی جی ہر وقت ہائے رام ہائے رام کہتی ہیں مگر مصیبت سے چھٹکارا نہیں ہوتا۔ راکچھس بدعنت کر رہے ہیں وہ مبتلائے آفت ہیں اور مجھ کو نوشتہ قسمت سے بس نہیں۔ راجہ جنک کی مہاراج دلاری اور راجہ دسرتھ کی بہو کا یہ حال؟ افسوس ایک تو جانکی جی یوں ہی ہیں نازک اس پہ صدمہ جدائی۔ لاغری کی حد نہیں۔ کیا کروں؟ جو گھڑی گزرتی ہے پہاڑ معلوم ہوتی ہے۔ سری رامچندر جی اسی طرح اظہار غم کرتے تھے اور سری لچھمن جی تسلی دیتے تھے۔ مشکلوں سے شام ہوئی اور وہ سری رامچندر جی کو بہت سمجھاتے رہے۔ آخرکار سندھیا کرنے بیٹھ گئے

سرگ ٦۔

راون کی اندیشہ ناک حالت اور مشیروں سے مشورہ

لنکا میں راون کے حواس اڑے ہوئے تھے۔ اسے جس وقت لنکا جلنے کا خیال آتا ہوش ٹھکانے نہ رہتے۔ نہ معلوم کیا کیا خیالات دل میں پیدا ہوتے تھے۔ اس نے ارکان دولت کو بلا کر کہا کہ رام چندر کوئی معمولی دشمن نہیں جس کا ایک قاصد لنکا جلا کر ہزارہا سور بیروں کو مار کر سمندر پھاند گیا اس کا مقابلہ آسان نہیں۔ آپ لوگ سب عقلمند ہیں سوچئے کہ بلا سے کیونکر نجات ہو۔ اس راجہ کا کام ضرور پورا ہوتا ہے جو پہلے تین خاص الخاص مشیران سلطنت سے مشورہ کر کے اور ارکان دولت اور امرا کی رائے پر کاربند ہوتا ہے متوسط درجہ کی کامیابی اس راجہ کو حاصل ہوتی ہے۔ جو دنیوی یا دینی نیک کام اوروں کے مشورے میں

اپنی رائے کو دخل دیکر کر لیتا ہے۔ جو راجہ اچھے یا بُرے کام میں خود رائی کو مقدم سمجھتا ہے۔ کسی سے کچھ پوچھ
گچھ نہیں کرتا اس کو کسی کامیابی کا منہ دیکھنا نصیب نہیں ہوتا۔ مشورے بھی تین قسم کے ہوتے ہیں۔ (۱) احمقوں
کی رائے بھی دخل در معقولات نہ دینا (۲) شاستر کی ہدایت کے برخلاف نہ چلنا۔ اور کثرت رائے کو ترجیح دینا
(۳) ناقص العقل مذبذب کی رائے اور شاستر کی خلاف بات پر عمل کرنا۔

آپ سے بڑھ کر میرا کوئی خیر اندیش و جانثار نہیں۔ اس لئے آپ میری بہتری کی رائے دیں۔
یہ سمجھنا فضول ہے کہ سری رامچندر جی کا لشکر سمندر کو عبور نہیں کر سکتا۔ اگنی جی وہ قدرت ہے کہ چاہیں
تو سمندر خشک کر دیں۔ ساگر راجہ سگر کی اولاد کا کھودا ہوا ہے۔ سمندر اپنے بانیوں کی رعایت کریگا۔ اگر
سری رامچندر جی ادھر آگئے تو بڑی کھٹ پٹ ہوگی۔ ذرا خوب سوچ وچار کے مشورہ دیجئے۔ کہ کیا کیا جائے۔ بانروں
سے ہارنا لنکا بھر کے لئے کلنک کا ٹیکا ہوگا۔

سرگ ۔ ۷

راون سے مشیران دربار کی پرزعم تقریر

راون کے مدبروں کی عقل گدی میں تھی۔ "وزیرے چنیں شہریارے چناں" کا معاملہ تھا۔ سب کے
سب نشۂ زعم میں مست تھے۔ راون سے عرض کی کہ ہمارے ہوتے آپ کو کس کا خوف۔ کس معاملے کی فکر۔ آپ نے
رساتل تک فتح کے پھریرے اڑائے۔ کبیر ایسے زبردست اور مہا دیو جی کے رفیق و شفیق کو ناکوں چنے چبوا کر
پشپ بمان چھین لیا۔ تو پھر اور کسی کا کیا شمار۔ مے نامی راکشس سے دیوتاؤں کی کور دبتی تھی۔ آپ نے
اسے زیر ہی نہ کیا بلکہ اس کی بیٹی مندودری سے شادی کر کے راکشس کی جان بخشی کی۔ کمبھ نشی آپ کی بہن مدھو
[illegible] نے شادی سے انکار کیا تو آپ نے زبردستی گلے باندھ دیا۔ اس کی پیش نہ جانے دی۔
پاتال کے تکشک اور باسکی ناگ سے۔ تو آپ سے جم راج دانو راکشس سب کو آپ نے حتی بلا دی۔ جب ایسوں
ایسوں کو آپ زیر کر چکے تو انسان چیز ہی کیا ہے۔ اور پھر رامچندر جیسے چھتری سپاہیوں کے سامنے کچھ مال ہی نہیں
آپ کا اقبال تو آپ ہی کے حصے میں ہے۔ رامچندر سا لیسوں کو تو آپ کا فرزند اندرجیت چٹکی کر دیگا۔ اندرجیت
ایک طرف تھا۔ اور اندر لوکپالوں کی فوج لئے دوسری طرف۔ مگر نہ گیارہ رودر کچھ کر سکے۔ نہ بارہ سورج۔ انچاس
ماروت بھی چھوڑ بھاگے۔ شکتی۔ تومر۔ مگدر۔ ترسول۔ خنجر۔ ہاتھی۔ رتھ۔ گھوڑے سب بیکار ہو گئے۔ میدان سر کیا
آپ کے اندرجیت نے سب دیوتا ملک ایک ہی باندھے ہوئے لنکا چلے آئے۔ سمر آسر اعدو تر آسر کو مارنے والے
اندر کی ساری کمائی نکل گئی۔ خیریت ہوئی کہ برہما جی نے منت و سماجت کر کے سب دیوتاؤں کو چھڑا دیا۔
نہیں تو قید خانے میں گل سڑ جاتے۔ جب ایک اندرجیت کے دست قدرت کا یہ حال ہے۔ تو پھر رامچندر جی
کا خوف کیا۔ فقط اندرجیت مخالف لشکر کے لئے کافی ہے۔

سرگ ۸

راون کے وزیروں کی چہ میگوئیاں

اس وقت راون کے تمام وزیر عدبا ہیبال بنے ہوئے تھے۔ معلوم ہوتا تھا کہ ان سے بڑھ کر کوئی راون کا خیر خواہ ہے نہ ہوگا۔ پرہست وزیر اعظم تھا۔ اس کے دست و بازو سے اچھے اچھے جیالے کانپتے تھے۔ یہ راون کے سامنے اٹھ کھڑا ہوا۔ اور بولا کہ آپ بالشت بھر کے رامچندر سے ڈرے جاتے ہیں۔ اس کی بساط ہی کیا ہے۔ دانو۔ گندھرب۔ راکھشس سب مجھ سے ہاری مانتے پناہ مانگتے ہیں۔ پھر بانروں کے لشکر کی بساط ہی کیا ہے۔ آپ اشارہ کر دیجئے تو سب کو مل کے رکھ دوں۔ ایک ہنومان چوری لنکا جلا گیا۔ تو کیا ہوا۔ مرد منہ پر تلوار کھاتے اور منہ جوڑ لڑائی لڑتے ہیں۔ چوٹوں کی سند نہیں۔ یہاں تو جس وقت دم کھونکیں۔ اندر تو بھی مونچھیں نیچی کر لے آپ کا لنکا جلنے سے دل دہل گیا۔ یہاں حوصلے اور بڑھ گئے۔ میرا تو دل ہی چاہتا ہے کہ اسی وقت چلا جاؤں۔ ہنومان چیز ہی کیا ہے۔ رامچندر تک کو پکڑ لاؤں۔ یہ حاضری میں نہ معلوم کس کا خوف۔ وہ کوئی بات نہیں۔ بر غلام سے بندروں کی لڑ چھاڑ کر کے آپ کے دشمنوں کو بستر مرگ پر سلا سکتا ہوں۔

آپ سے ضرور غلطی ہوئی۔ مگر غلطی کو سمیٹنا ہی چاہیئے۔ رامچندر کیسے ہی زبردست ہوں میرے جیتے جی ان کے بنائے کچھ نہیں بن سکتی۔ آپ اطمینان رکھیں۔ یہ بہت ٹلا چنا نہیں۔ تو آپ ہی مرد ہیں۔ پھر لڑ کیا۔ اور ڈر بھی کس سے؟ بانروں سے۔ ایسا نرم کھا جاتو مجھے میسر ہی نہ ہوا تھا۔ شکر ہے کہ انہوں نے حلوے پے حلوہ دلوایا۔ اب ہتھیاروں کو خون پینے سے ذرا سیری ہوگی۔ اور ہمارے حوصلے پورے ہوں گے۔ پرہست کے بعد بجروِنت۔ نکمبھ۔ دار۔ نکمبھ کران۔ بجر ہنو۔ ایسے ایسے وزرائے سلطنت نے اس کلام کی تائید میں خوب زبانی جمع خرچ کیا۔ خوب شیخیاں بگھاریں۔ جی بھر کے ڈینگیں ہانکیں ہنومان جی کی شان میں حقر سے حقیر الفاظ استعمال ہوئے۔ تو درکنار سری رامچندر جی پر بھی خوب بوچھاڑ ہوئی۔ ہر ایک یہی کہتا تھا۔ کہ میں جاتا ہوں اور ابھی فیصلہ کئے دیتا ہوں۔ مگر بجرونت بولا کہ نہیں حکمت عملی سے کام لینا چاہیئے۔ ہمارے راکھشس انسان بن کر رامچندر جی کے پاس جائیں اور کہیں کہ بھرت جی کی فوج آ گئی ہے۔ جس وقت رامچندر جی اس فوج کو لیتے ہوئے آئیں ہم اچانک کال دیں۔ کوئی بگاڑ کیا بنا لیگا۔ یہ رائے سب کو پسند آئی۔ سب لوگ تیر و ترکش باندھ چکے شراب پینے لگے دور جاری ہو گئے۔

سرگ ۹

راون کو بھبیکن کی نصیحت

سب وزرائے سلطنت اپنے اپنے ہتھیار لے کر اٹھ کھڑے ہوئے اور سب نے راون سے یہی کہا کہ ہم

رامچندر رگھو مارے بغیر نہ لوٹیں گے۔

اتفاق سے اِسی وقت بھبھیکن بھی تشریف لے آئے اُنھوں نے سب کو سمجھا بجھا کر بٹھالا اور بعد بارہ میں جا کر کہا کہ جس کے اقبال میں کمی معلوم ہو۔ اُس پر حملہ آوری دانشمندی ہے۔ ورنہ خلاف۔ سری رامچندر جی کا دل صاف اور نیت درست ہے سگریو ایسے زبردست راجہ کی کمک مزید برآں۔ مخالفوں میں کوئی مغلوب الغضب نہیں۔ سب کے سب دیوتاؤں کے عقیدتمند ہیں۔ ان سے فتحیابی محال ہے۔ ہنومان ایک اکیلا بار سمندر پھاند کر لنکا جلا گیا ہزاروں سورما اسی کے ہاتھ سے قتل ہو گئے۔ کسی کے بنائے کچھ نہ بنی۔ تم لوگ اس وقت سو نہ رہے تھے جاگ رہے تھے تم نے کیا کر لیا۔ سری رامچندر جی نے راون کا کوئی قصور نہ کیا۔ نہ سر پیپ نکھا اُن کو چھیڑتی نہ کھر دوکھن مارے جاتے۔ میری رائے تو یہ ہے کہ مہاراجہ راون جانکی جی کو رامچندر جی کے حوالے کر کے سر سے بلا ٹال دیں۔ ابھی تو صرف ہنومان جی آئے تھے اب فوج آئیگی تو نہ جانے کیا ہوگا۔ اے مہاراج راون ذرا سوچئے سمجھئے۔ مونو تشبیب مغرور دیکھئے ایسا نہ ہو کہ لوگوں کا نہ تم آپ کی لنکا کو تباہ کر ڈالے سب لوگ یاد رکھیں کہ سری رامچندر جی کی چٹکی سے جسوقت تیر نکلیگا۔ راچھسوں کا پتہ نہ لگیگا۔ بھاگتے نہ بنیگی۔ آپ صاحب اقبال ہیں۔ عقلمندی میں آپ کا نظیر نہیں ہے۔ خود سوچئے کہ خاندان پر تباہی نہ آئے۔ سیتا جی لنکا کیلئے وبال ہو رہی ہیں۔ بلا کو سر سے ٹالنا عین عقلمندی ہے۔

راون نے سری رامچندر جی اور سیتا جی کی عظمت تسلیم کی۔ طاقت و شجاعت کا بھی قائل ہوا مگر بولا کہ چاہے جان جائے اب جو کر چکا سو کر چکا۔ اب نہ مرنے کا غم ہے نہ جینے کی پرواہ۔ یہ کہہ کر راون دربار سے اُٹھ گیا اور بھبھیکن کو اپنا سا منہ لیئے ہوئے وہاں سے چلا جانا پڑا۔

سرگ ۱۰

راون کی خوابگاہ میں بھبھیکن کی عرض گزارش

دوسرے روز تڑکے بھبھیکن جی راون کی خوابگاہ میں جا پہنچے۔ یہاں وزرائے سلطنت کی بھی سکونت تھی۔ ہر مکان زیور جواہرات سے تصویر بنا ہوا تھا۔ نازنینان مہ جمال سے مکان اندر کا اکھاڑہ معلوم ہوتے تھے ناچ رنگ کا لطف الگ ہوں اور سرود خوانی اور بھی دلفریب۔ بھبھیکن زرق برق لباس اور مرصع زیور سے آراستہ پہنچے۔ تو راون کو جڑاؤ سنگھاسن پر رونق افروز پایا۔ بائیں طرف بیٹھ گئے اور اظہار ادب و مزاج پرسی کے بعد راون کو اپنی طرف مخاطب کر کے دست بستہ عرض کی۔ اقبال و دولت زیادہ دھرم پر کش دوست شاد۔ دشمن پامال۔ جب سے سیتا کے قدم آئے لنکا میں بد شگونیاں ہی بد شگونیاں نظر آتی ہیں۔ مندروں اور رسوئیوں میں جب دیکھئے سانپ موجود۔ ہون کا گھی چیونٹیوں سے خالی نہیں رہتا۔ گائیوں کا دودھ گھٹ جاتا ہے۔ گھوڑوں کی آواز دھیمی۔ اہل لنکا کے پیٹ کی آگ زیادہ۔ گدھوں اور

اور منڈوں کے آنسو نہیں تھمتے۔ کوے بڑے زور سے بولتے ہیں۔ گدھ چاروں طرف اُڑتے اور چیلیں مکانوں پر لدی رہتی ہیں سیار جب بولتے ہیں شہر کی طرف رخ کرکے یہ علامتیں اچھی نہیں۔ اسکا علاج یہی ہے کہ آفت سے بچایئے۔ میں آپ کا جان نثار بھائی ہوں۔ جو مجھے آپ کی اور لنکا کی محبت ہوگی۔ نہ وزیروں کی ذات سے ممکن نہیں اسی لئے وہ ہاں میں ہاں ملا لیتے ہیں۔ ان کو شگوفہ کھلاتی ہی میں بہتری معلوم ہوتی ہے۔ کوئی بگڑے یا بنے بلا سے۔ لیکن میں اس کو خیر خواہی کے عوض عداوت سمجھتا ہوں اور درخواست کرتا ہوں کہ راج کی حفاظت کیجئے۔ ایسی سلطنت دیوتاؤں کو بھی نصیب نہیں ہو سکتی۔

راون پہلے تو سنتا رہا لیکن جب تقریر ختم ہوئی۔ بولا بھیا تمہارا کتنا ہی ڈیل بڑھ جائے پھر بھی میرے سامنے کے بچے ہو۔ تمہاری دو آنکھیں میری بیس آنکھوں کے برابر نہیں دیکھ سکتیں مجھے نصیحت درکار نہیں۔ جاؤ گھر میں بیٹھو۔ کھانے کا وقت آگیا۔ رامچندر جی جانکی جی سے ہاتھ دھو رکھیں؛

سرگ ۱۱

راون کا دربار عام

جب سے جانکی جی لنکا میں پہنچیں۔ راون کی جان آفت میں تھی۔ اس کا منہ چٹکی ہو رہا تھا۔ بھبھیکن کی نصیحتیں اس کی ضدی طبیعت قبول نہ کرتی تھی۔ مگر جانتا تھا کہ بھبھیکن راستی پر ہے اس نے اپنے حاشیہ نشینوں سے کہا کہ اپنی اپنی رائے بتاؤ۔ مجھے بھبھیکن کی باتیں زہر معلوم دیتی ہیں۔

حواشیوں نے سوچا کہ جب بھبھیکن کی باتیں بادہوائی ہوگئیں تو ہم لوگ کس کھیت کی مولی ہیں۔ اسلئے سب نے یک زبان ہو کر کہہ دیا کہ شوق سے مقابلہ کیجئے کوئی کر ہی کیا لیگا۔ راون کو یہ سنتے ہی انگڑائی آئی مسکراتا ہوا اٹھا۔ رتھ کے آٹھوں راہو اور مسلح سواروں کے گھوڑوں کے ساتھ اٹھے فوجی باجا بجنے لگا۔ مرصع چتر کے جواہرات نور برسانے ہوئے ذرا ہی دیر میں دربار عام کے در و دیوار رتنا ہے سے جڑنے لگے۔ حاضرین دربار بڑے ادب سے اپنی اپنی نشستگاہوں پر کھڑے ہو گئے۔ زرنگار جڑاؤ سنگھاسن پر راون نے نازو نے کیا سنگھاسن بڑا ہی نفیس اور عجوبہ روزگار تھا۔ جو سور اکشسوں کی تصویریں لبو گروں کی اعلیٰ صناعی کا نمونہ تھیں۔ راون نے اسی وقت بہادران نخچر گذار اور سپہ سالاران نامدار کو یاد کیا۔ سب آآ کر کرسی فرش۔ مرگ چھالا پر بیٹھ گئے نشست درجہ دار تھی۔ نذریں گذریں۔ خلعت تقسیم ہوئے۔ عطر و گلدستہ کی خوشبو سے دربار بس گیا۔ ابھی کوئی بات اور چھڑی تھی۔ کہ بھبھیکن جی بھی آ گئے۔ اور دربار کی رونق کچھ اور کی اور ہو گئی۔

سرگ ۱۲

کمبھ کرن کی بیداری۔ راون سے گفتگو

راون نے کل اپنی دربار کو سرسری نظر سے دیکھا اور پرہست وزیر سے کہا کہ حفاظت کا بہت عمدہ طرح سے انتظام کرو۔ دنیا میں دکھ سکھ اور نفع نقصان ہوتے ہی رہتے ہیں۔ مصیبت کے وقت ہمت ہارنا مناسب نہیں۔ پست ہمتی سے شہ زور آدمی۔ کمزور سے کمزور دشمن سے زیر ہو جاتا ہے۔ اب تک تم سب لوگوں کی مدد سے میں نے ہر جگہ فتح کا ڈنکا بجایا۔ خوشی کی بات ہے کہ میرا بھائی کمبھ کرن بھی آج چھ مہینے کے بعد خواب راحت سے جاگ اٹھا۔ ذرا جاؤ اور کہہ دو کہ میں رامچندر کی محبوبہ دلہن کو جنگل سے اٹھا لایا۔ تینوں لوک میں ایسی حسین عورت میری نظر سے کبھی نہیں گذری۔ مگر ہٹ کی پکی ہے۔ میری آغوش گرم کرنے سے انکار ہی کئے جاتی ہے۔ اسے ضد ہے اور مجھے غصہ۔ اسی میدان میں ایک بانر لنکا کو جلا کر خاک کر گیا اور تم سوتے کے سوتے ہی رہے۔ اب رامچندر چڑھائی کرنے والے ہیں۔ اس واسطے تمہاری مدد چاہتا ہے رام چندر کو سمندر کے ادھر ہی رکھیں اور وہیں ان کا قلع قمع کر دیا جائے۔ تو درد سری کم ہو اور سیتا پورے طور سے قبضے میں آجائے۔

پرہست نے جسوقت پیغام سنایا کمبھ کرن آنکھیں لال پیلی کئے ہوئے دربار میں آپہنچا۔ اور راون سے بولا کہ اب آپ چھینکتے سہارا ڈھونڈتے ہیں۔ سیتا کو لاتے وقت بھی کسی سے پوچھ لیا تھا۔ راجوں کو لازم ہے کہ بلا مشورہ کوئی کام نہ کریں۔ شاستر کی ہدایتوں پر نظر رکھیں۔ پہلے کا کام پیچھے پیچھے کا کام پہلے ممنوع ہے جو بے سوچے سمجھے کام کر بیٹھتا ہے اس کی کامیابی نہیں ہوتی۔ حقیر سے حقیر دشمن اس پر غالب ہو جاتا ہے۔ افسوس کہ آپ نے اپنے گلے میں خود پھانسی ڈال لی۔ دانے کے لالچ سے پرند بھی اسطرح جال میں نہیں پھنستے خراب جو ہوا سو ہوا۔ آپ بے فکر رہیں شراب مد سے غم غلط رہیں۔ جب تک زندہ ہوں آپ پر آنچ نہ آنے دونگا۔ رامچندر تو رامچندر۔ اندر۔ کبیر اور برن بھی سامنا کریں گے تو میرے ہاتھ سے مزہ چکھیں گے۔

سرگ ۱۳

راون کے عتاب پر کمبھ کرن کی خوشامدانہ تقریر

کمبھ کرن کی باتوں سے غصہ ظاہر تھا۔ راون کی بھویں ٹیڑھی ہو گئیں۔ کمبھ کرن تیور پہچان کر ڈر گیا۔ کہ کہیں نزلہ مجھ پر ہی نہ گرے کیونکہ اس کا منشا بھی یہ تھا کہ جانکی جی کو رامچندر جی کے پاس پہنچا دینا ہی عقلمندی ہے۔ اس نے راون سے کہا کہ جو شخص سانپ اور ہرن کے جنگل میں شہد کھا کر آتا ہے پھر شہد کی عادت نہیں چھوٹتی۔ اسی طرح جب جانکی یہاں آگئیں تو ان سے ترک تعلق کب ممکن ہے یہی ضرورت ہے بہتری اسمیں کچھ مضائقہ نہیں آپ اندر برن کبیر کی گوشمالی کر سکتے ہیں پھر رامچندر کا خوف کیا۔ آپ ان کی چھاتی پر قدم رکھ کر دل کی ہوس نکالئے۔ اگر جانکی کہنا نہیں مانتی تو مرغ کی تقلید کیجئے۔ دیکھئے وہ کسطرح مرغی کے ساتھ زبردستی کر کے مطلب گانٹھ لیتا ہے۔ آپ کو کچھ ضرورت

نہیں کہ اور راجوں کی طرح داد و دہش وغیرہ کی حکمت عملیوں سے کام نکالیں بلکہ ایکدم سے مارنا شروع کر دیجئے۔ آپ سے بول ہی کون سکتا ہے۔

راون اس تقریر سے خوش ہو گیا مگر بولا کہ مشکل تو یہی ہے کہ جانکی کے ساتھ زبردستی کرنے سے مجبور ہوں ایک مرتبہ پورنجکستھلا نامی اپسرا برہما کے یہاں سے کہیں جا رہی تھی مجھے دیکھ کر اس نے منہ چھپایا اور میں نے زبردستی خواہش نفسانی پوری کر لی۔ اس نے فوراً بددعا دیدی کہ پرائی عورت سے اگر صحبت کرے تو پرخچے پرخچے ہو جائے۔ اس بددعا کے خوف سے زبردستی کرنے سے معذور ہوں۔ رامچندر کو ابھی میری طاقت معلوم نہیں ورنہ وہ سوتے ہوئے شیر کو جگانے نہ آتے۔ میرا ایک بان اُن کیلئے بہت ہے۔ ہاتھی جنگل کی چاروں طرف لگی ہوئی آگ میں سے نکل نہیں سکتا۔ یہی حالت میرے بانوں سے رامچندر کی ہوگی۔ بے شمار فوج ہے تو کیا اندر اور کبیر وغیرہ بھی ان کی حمایت کریں گے تو جان سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔

سرگ ۱۴

راون اور کمبھ کرن کی تقریر پر بھبھیکن کی رائے زنی

کمبھ کرن اور راون کی گفتگو بھبھیکن جی بیٹھے ہوئے سن رہے تھے ان سے ضبط نہ ہوا بولے کہ مہاراج آپ نے سیتا کو قید نہیں کیا بلکہ جان بوجھ کر اژدہے کے منہ میں چلے گئے ہیں اب بچاؤ کی صورت نہیں۔ بلی مکھ وغیرہ باز آئے اور پھر لنکا کا خاتمہ اگر لاکھ کا گھر خاک کرکے جانکی جی کو دینے کا خیال ہے۔ تب بھی مفر نہیں۔ رامچندر کا پہلا وار تختہ پلٹ دیگا۔ اندرجیت کمبھ کرن کمبھ پرہست اور مہودر وغیرہ کا ہرگز کام نہ آئیگا۔ دیوتاؤں کی پرستش اور سورج کی حمایت پر نہ بھولو۔ رامچندر جی سے دور بھاگ جائیں گے دانو دیوتا اور گندھرب کو زیر کر لیا ہوگا۔ رامچندر جی سے سرگ اور پاتال میں کہیں بچاؤ نہ ہوگا۔ رامچندر سچ مچ وشنو ہیں۔ دیوتا منتر دیکھو۔ ان کے اوصاف قدرت صاف صاف کر رہی ہیں ذرا بھی مبالغہ نہیں میری رائے یہی ہے کہ عقل اور تدبیر سے کام لیا جائے تو سب لوگ صلاح دیں کہ جانکی جی واپس کر دی جائیں۔ مہاراجہ راون کی تو عقل جاتی رہی۔ ہوائے نفسانی نے آنکھوں پر پردے ڈال رکھے ہیں نیک و بد کچھ نہیں سجھائی دیتے۔ تدبیر کے سلطنت و حکمران حکومت کر جا بیٹھے کہ نشیب و فراز سمجھا جی نصیحت جاسوسی سے [illegible] ہر پاپیہ لازمی شاستروں میں ہدایت ہے کہ کنوئیں میں گرنے والے کو ہاتھ پکڑ کر نکال لینا چاہئے مہاراج وشنو بھی کنوئیں میں گر رہے ہیں آپ کے ساتھ بھی ایسا ہی برتاؤ کرنے میں بہتری ہے جس تدبیر و عقل مندی سے کام نہ لیا وہ تکبر سے اگر جانکی جی پہلی رہیں۔ میں چپکا بیٹھا ہوں کہ رامچندر کی آتش غضب لنکا بھر کو جلا کر خاک کر دیگی۔

سرگ ۱۵

اندرجیت کی بھبیکن سے ناراضگی اور بھبھیکن کی اندرجیت کو چشم نمائی

اندرجیت بھبھیکن کی اور باتیں تو خاموشی سے سنتا رہا لیکن اپنی ہیٹی گوارا نہ ہوئی۔ وہ تاؤ کھا کر بولا کہ جناب آپ میرے چچا ہیں۔ باپ اور چچا کا مرتبہ یکساں ہوتا ہے مگر میں دیکھتا ہوں کہ آپ کا ساڈرپوک کوئی نہیں۔ آپ اپنی باتوں سے ہمارے بہادروں کو بھی اپنی طرح بزدل بناتے ہیں واہ اچھے آئے ہیں رامچندر کے آگے کچھ چیز نہیں کہتے بھی شرم نہ آئی۔ کچھ معلوم ہے۔ کہ اندر کو کس نے ننگی کا ناچ نچایا تھا ایروت ہاتھی کے دانت کس نے توڑے تھے وہ ہی میں اندرجیت ہوں جس کے نام سے دنیا کانپ جاتی ہے۔

بھبھیکن۔ تم ابھی برخوردار ہو۔ جوان ہو گئے تو کیا عقل بچوں ہی کی سی ہے معلوم ہوتا ہے کہ تم راون کے بیٹے نہیں اگر ان کے جگر گوشہ ہوتے تو ادھرم سے روکتے نہ اور ادھرم کرنے کو اکساتے تم کو یہاں آنا ہی نہ تھا۔ جو بلایا وہ قابل سزا ہے۔ تیرا منہ کہ رامچندر کی برابری کرے۔ ہنومان جی تھوڑا بہت سبق دے بھی گئے تب بھی یہ غرور کہہ دیتا ہوں کہ رامچندر جی کا برمہ ڈنڈ مہاں پرلے کا سماں دکھا ئیگا۔ میں مہاراج راون سے پھر کہتا ہوں کہ گلے سے سیتا کی پھانسی نکالیں خیریت اسی میں ہے۔

سرگ ۱۶

راون کا بھبھیکن پر عتاب بھبھیکن کا لنکا سے ترک تعلق

بھبھیکن نے جسوقت اندرجیت کو کھوٹی سنائی۔ راون کو سخت نفرت ہوئی اس نے منہ پھیر کر کہا کہ دھرم شاستر کے رو سے دشمن کی صحبت میں رہنا ضرر رساں ہے دوست بھائی اور خاندان بھی مخالف ہو تو اس سے ترک تعلق درست کوئی شخص اچھے سے اچھا کام کرتا ہے تو اس کے عزیز و اقارب یوں تو ظاہر داری کرتے ہیں۔ مگر دل میں حسد کی آگ سلگتی رہتی ہے نقصان سے خوش ہوتے ہیں اسلئے اہل خاندان کا اعتبار کرنا کبھی جائز نہیں میں ایک جنگل میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شکاری تو پھندے لئے ہوئے شکار کی تاک میں ہیں۔ اور ہاتھی خوشیاں منا رہے ہیں۔ پوچھا کہ خوشی کا کون موقعہ ہے شکاری سر پر سوار ہیں ذرا بھی خوف نہیں۔ جواب ملا ایسا۔ نہ آگ سے ڈرتے ہیں نہ پھندے اور ہتھیار سے کھٹکا ہے تو خوف والوں سے جو منہ [illegible] ایک [illegible] کا گھاس [illegible] سے پاٹ دیتے ہیں اور وہیں ایک پاؤں اور سینہ باقی کریں کھڑا [illegible] تم تو [illegible] صاحب کی وجہ سے جنگلی [illegible] کی جگہ ہو جاتا ہے اور عقل و ہمت کچھ کام نہیں کرتی بھی نہیں بلکہ [illegible] کا [illegible] اور [illegible] کا [illegible] دشمنی ہے جب دھوکا ہوتا ہے تو ہم تو ہم یا اہل خاندان [illegible] جب سے کہ بھبھیکن کو [illegible] لوح اقبال نظر نہیں آتا جب سے منہ پر [illegible] دشمن کی شاد

صفت کرتا اور ویسی اُلٹی پٹی پڑھاتا ہے کہ راج کا ستیاناس ہی ہو جائے۔ جسطرح کنول کے پتے پر لجنہ نہیں ٹھہرتی اسیطرح نالائقوں کے پیٹ میں بات نہیں پچتی۔ جسطرح کھنڈے کنول کا رس بکھر جاتے ہیں اسی طرح خود مطلب عزیزوں کا حال ہے جسطرح ہاتھی نہلانے کے بعد سر پر خاک ڈال دیتا ہے اسیطرح سیاہ قلب لوگ کبھی ہی میٹھے بول بولیں مگر کپٹ چہرے سے نہیں چھپتا۔ بھبھیکن بھائی تھا اسلئے اب تک مر خاک پر نہ لوٹتا۔ بس اب منہ نہ دکھایئے۔

بھبھیکن نے کہا واہ نیکی کا بدلہ بدی اس نے فوراً ہاتھ میں گدا لے لیا اور اپنے چار وزیروں کو لئے ہوئے اکاش پر جا کر بولا۔ بھائی صاحب آپ والد کے برابر ہیں آپ کی بات کا جواب کیا دوں۔ شاستر کہتا ہے گورو خواہ باپ یا چھوٹا بھائی بد راہی اختیار کرے تو اس سے علیحدگی بہتر ہے اسی لئے ہمیشہ کے لئے رخصت۔ جس کے سر پہ موت کھیلتی ہے اس کی عقل درست نہیں رہتی آپ کی طاقت بالکل نکاپل ہے۔ آپ کو آپ ہی کے فعل خاک میں ملائیں گے سمجھئے میں نے بھاری کفر جرم کے چھوڑ دیا آپ جانیں اور آپ کا کام۔ آپ کو اور آپ کے بد خواہوں کو لنکا مبارک:۔

سرگ ۱۷

بھبھیکن کی سمندر کے پار آمد پناہ کی درخواست سگریو وغیرہ کے دلمیں بدگمانی

بھبھیکن جی وزیروں کے ساتھ اوج ہوا پر بجلی کیطرح چلے راجہ سگریو نے دور سے دیکھا تو ہنومان جی سے بولے ذرا دیکھنا وہ بھی کہاں چلے آتے ہیں ضرور ہم لوگوں پر حملہ ہوگا ہوشیاری لازم ہے فوراً ہی حفاظت کا انتظام ہونے لگا بازو کھو کے درخت اور پہاڑ کے ٹکڑے اکھاڑ اکھاڑ جنگ کیلئے کمر لیتہ ہو گئے۔ اتنے ہی میں دیکھا کہ بھبھیکن جی سمندر کے کنارے اُتر رہے ہیں اور کانوں میں آواز آنے لگی کہ میں کھشٹ راون کا چھوٹا بھائی بھبھیکن ہوں یہ خبیث النفس سیتا جی کو سخت تکلیف دے رہا ہے میں نے سر پٹک مارا مگر وہ شرارت سے باز نہیں آتا مریض قریب المرگ ہو تو نہ علاج کارگر ہوتا ہے نہ وید اور دوا کی سنتا ہے بجنسہ یہی حالت راون کی ہے ایسے شخص کے پاس رہنا عقلمندوں کے نزدیک خلاف۔ اسلئے میں نے جورو بچے اور خاندان کی کچھ پرواہ نہ کی اور دولت و نعمت پر لات مار کر سری رامچندر جی کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں آپ لوگ خبر کر دیں۔ کہ خیر اندیش غائبانہ جوش خیر خواہی سے حاضر در دولت ہے۔

راجہ سگریو نے لفظ لفظ سُن تو لیا۔ مگر سری لچھمن جی سے بولے کہ موقع نازک ہے جب اپنوں پر اعتبار نہیں تو دشمن کے بھائی بندوں کی نیت کا کیا بھروسہ راچھس بڑے ذات شریف ہوتے ہیں۔ ان حضرات کا جو اعتبار کرے وہ بیوقوف۔ نشاچر بڑے جادوگر ہوتے ہیں۔ جو صورت چاہیں بنالیں۔ اور یہ بھی شاستر سے ثابت ہے کہ دشمن اپنی کامیابی کے لئے کیا کیا حکمت عملیاں نہیں کرتا۔ بھلے تو بڑے خیر خواہ بنے پھر گھر ہی پھونک ڈالیں۔ دشمن جو ہے وہ دل کر دغا دیتا ہے۔ دشمن سے دوستی کرنا سانپ کو دودھ پلانے سے

زیادہ خطرناک ہے اور پھر راکشس اور کون راکشس۔ جانی دشمن راون کا بھائی ہر دو دغاباز بھی ہوئے ہیں اسلئے مناسب یہی ہے کہ اس کا خاتمہ کر دیا جائے

سری رامچندر جی نے حاضرین سے مخاطب ہو کر کہا کہ آپ سب لوگ ذرا غور کر کے رائے دیں کہ کیا کرنا چاہیئے۔ ممکن ہے کہ بھبھیکن کے دل میں کپٹ نہ ہو۔ اور وہ صاف دلی سے پناہ میں آیا ہو۔

حاضرین:۔ آپ سے بڑھکر کون دور اندیش ہے۔ ہاں آپ عزت افزائی فرماتے ہیں تو آپ کی خوبیاں ہیں۔ ورنہ ہم میں عقل کا مادہ کہاں۔

سری رامچندر جی:۔ نہیں نہیں یہ بات نہیں۔ میں آپ سب کی رائے سُننا چاہتا ہوں۔ چار رائیں بہت فائدہ مند ہوتی ہیں۔

انگد:۔ تا وقتیکہ آزمائش نہ ہو جائے نہ تو بے عزتی کرنا چاہیئے نہ بے اعتباری تا مرد سخن نگفتہ باشد عیب و ہنرش نہفتہ باشد۔ جب تک انسان سے سابقہ نہ ہو تب تک کوئی کیا جانے کہ دشمن ہے یا دوست میری رائے ہے کہ بھبھیکن کو ٹکا لیا جائے اور ہنومان جی لنکا میں جاکر پتہ لگائیں کہ معاملہ کیا ہے۔

جاموان:۔ میری رائے میں تو جانی دشمن ہے یا دلی رفیق۔ بھبھیکن کا اس وقت آنا خالی از علت نہیں۔ راون ادھر ہی ہے ہی۔ ممکن ہے۔ کہ اس نے نکال باہر کیا ہو۔ بہر حال باتوں باتوں میں دوستی دشمنی کا بھید لینا مقدم ہے۔ مزاج پرسی میں ہرج کیا۔

ہنومان جی:۔ اے رگھو کل بھوشن آپ خردمندی میں برہسپت ہم لوگ آپ کے سامنے چیز ہی کیا مگر مجھے انگد کی رائے سے اتفاق ہے۔ لیکن جب بھبھیکن یہاں خود موجود ہیں تو لنکا میں کسی کے جانے کی کیا ضرورت عقلمند لوگ جتانے سے دل کا حال سمجھ لیتے ہیں دو باتوں میں تو حال کھل جائیگا۔ جاموان جی کا فرمانا میری رائے میں درست نہیں بھبھیکن کو خاص وجہ سے یہاں آنے کی ضرورت ہوئی۔ ورنہ وہ جانتا ہے کہ راجہ سگریو کے جس بھائی بالی نے راون کو چھ مہینے تک بغل میں دبا رکھا اسی کو سری رامچندر جی نے قتل کر دیا پھر کیا ممکن نہیں کہ اسی طرح بھبھیکن بھی راون کی مخالفت پر آمادہ ہوا ہو۔ فرض کیا کہ کوئی مخبر لنکا جائے اور بھید لگائے۔ مگر یہ کسطرح ممکن ہے کہ سچ واقعہ معلوم ہو سکے۔ یا وہ معاملہ آپ یقین کریں کیونکہ جب زبردست سازش ہی کا گمان ہے تو لنکا والے کچی گولیاں نہیں کھیلے۔ کہ کسی کو بھید بتا دیں گے۔ میں نے بھبھیکن کے الفاظ سُنے مجھے تو ہر لفظ میں دوستی کی بو معلوم ہوتی ہے وہ جسوقت آیا خوش خوش تھا۔ چہرے پر شرارت یا خود غرضی کے کچھ آثار نہ تھے۔ میں اسے بڑا عقلمند سمجھتا ہوں۔ اس نے ادھری راون کا ساتھ دینا کبھی نہ پسند کیا ہوگا۔ اسے آپ کے دست قدرت کے کمالات کا علم ہے بالی کے قتل اور سگریو کی تاجپوشی کا شہرہ کہاں نہیں۔ میں تو جانتا ہوں کہ وہ بالی کیطرح راون کی گوشمالی کا خواہشمند ہے اور جانتا ہے کہ رفاقت کرونگا۔ تو لنکا کا راج اسی کا مال ہے۔ ان خیالات سے میرا مشورہ یہی ہے۔ کہ اس کو باریابی کا موقعہ دیا جائے۔

سرگ ۱۸

سری رامچندر جی کی گوہر افشانی اور ببھیکن پر مہربانی

ہنومان جی کی تقریر سری رامچندر جی کو بہت پسند آئی۔ انہوں نے کہا کہ جو پناہ میں آئے اس کی ضرور خاطر کرنا چاہیئے۔ میں راجہ سگریو کے خیال سے متفق نہیں۔ ببھیکن کبھی دغا دینے کو نہیں آیا۔

سگریو:۔ آپ نے ہنومان جی کی تائید کلام تو فرمادی مگر یہ خیال نہ فرمایا کہ جو شخص اپنے بھائی کو مصیبت میں چھوڑ کر خاندان کے دشمن سے ملنے آیا۔ وہ دوست بھی ہو تو اس کی رفاقت کا کیا اعتبار

سری رامچندر جی:۔ اس منطق پر مسکرا دیئے اور فرمایا کہ میں تمہارا اعتقاد نہیں کرتا۔ تم بھی تو بالی کے ویسے ہی بھائی ہو جیسے ببھیکن راون کا۔ ایسے خیالات واہیات ہیں تم سے زیادہ میرا رفیق کوئی نہیں۔ تم اپنے بھائی کے قتل کی ہمدردی میں جابجا زبان کر رہے ہو تو ببھیکن پر زیادہ شک کرنا فضول۔ اب رہا دوستی و دشمنی کا شبہ اس کی پرواہ نہیں۔ دیتیا۔ گندھرب۔ جچھ۔ راکشس دانو کوئی دشمنی کرے تو میں چھنگلی کے سر ناخن سے ملیامیٹ کر سکتا ہوں۔ ببھیکن پناہ میں آگیا تو آنے بھی دو۔ پناہ گیر کی بے عزتی لازم نہیں۔ میں ایک روایت سناتا ہوں سنو ایک شکاری نے ایک کبوتری مار ڈالی۔ کبوتر نے دوسری کبوتری سے غم غلط کیا جس سے دو بچے ہوئے کبھی روز شکاری بھوکا پیاسا پیٹ پکڑے اسی درخت کے نیچے آیا۔ جہاں کبوتر کا آشیانہ تھا بھوک کی چڑ سے کبوتر کی طرف دیکھ کر بولا کہ آج تو پیٹ پیٹھ سے لگ گیا۔ عجب نہیں جو لمحہ دو لمحہ میں جان نکل جائے پناہ میں آیا ہوں پیٹ کی آگ بجھاؤ۔ کبوتر نے پہچانا کہ وہی حضرت ہیں مگر پناہ میں دیکھ کر ترس آیا۔ بچے بولے کہ آپ فکرمند نہ ہوں۔ ہمارے ہوتے آپ کو فکر کیا۔ ہم لوگوں کو حوالے کیجیئے۔ پناہ گیر کی تکلیف دور ہو۔ کبوتر نے دونوں بچے شکاری کے سامنے ڈال دیئے اور جب اسے آگ کی فکر ہوئی۔ تو گھونسلا بھی پھینک دیا۔ شکاری نے بچے بھون کے کھائے مگر پیٹ نہ بھرا۔ کبوتر اور کبوتری نے سوچا کہ جب بچوں نے پناہ کی فکر رکھی تو ہمارا بھی یہی فرض ہے کہ نہ خوراتیپن یکی عیبب و خوراتیدن صد عیبب کے مفہوم پر کاربند ہو کر خود لقمہ نرم بن جائیں۔ چنانچہ وہ بھی درخت کے نیچے اتر آئے اور شکاری کا پیٹ بھر دیا۔

اتنا فرما کر سری رامچندر جی نے فرمایا کہ پرندوں اور جانوروں کو پناہ کی شرم ہے تو پھر مجھ سے تو یہ نہ ہوگا کہ ببھیکن کو ٹرکا دوں۔ کنڈ رشی اپنے فرزند سے کہا کرتے تھے کہ جو پناہ گیر کو پناہ نہیں دیتا وہ پاپی ہے اس کی عقل اور طاقت باقی نہیں رہتی۔ میرا اصول یہی ہے کہ ایک بار بھی کوئی پناہ مانگے تو کبھی دریغ نہ کروں۔ خواہ ببھیکن کے دلیں دشمنی بھی ہو۔ میں ضرور پناہ میں لونگا۔ ورنہ مجھے پاپ ہوگا۔ ببھیکن کو بلالو سری رامچندر جی کی اس تقریر سے سب بلا خوش ہو گئے سگریو کی بدگمانی بھی دور ہو گئی۔

سرگ ۱۹

ببھیکن سے ملاقات اور اُسکا راج تلک

ببھیکن جی کی طلبی ہوئی۔ وہ بڑے ادب سے سامنے گئے۔ قدموں پہ سر جھکایا۔ راون سے ترک تعلق کی کیفیت سننے کے بعد سری رامچندر جی نے پوچھا یہ بتاؤ لنکا میں کیسے کیسے بہادروں کا مجمع ہے۔

ببھیکن:۔ راون تو برمہا کے بردان سے اپنا نظیر نہیں رکھتا۔ کمبھ کرن بھی مُڑ پانشو ندر طبیعت کا بہادر ہے پر ہست بہادران صف شکن کا سپہ سالار ہے تو طاقت ظاہر۔ اندرجیت کئی بار اندر کو ہرا چکا۔ اگنی بھی اس سے پیچھے ہٹ گئی۔ اور معافی اس وقت ملی۔ جب نظر سے غائب۔ سونے کا علم سکھا دیا۔ لنکا کے راچھسوں کا دس کروڑ شمار ہے۔ ہر راچھس میں قدرت ہے کہ جو شکل چاہے بنا لے۔

سری رامچندر جی:۔ راون لاکھ زبردست ہو برمہا نے موت سے بری کر دیا ہے تو کیا دیکھ لینا میں اُسے خاک پر سُلا کر رہوں گا۔ اور تخت سلطنت پہ تم کو بٹھاؤں گا۔ برمھ لوک سے پاتال تک راون بچ جائے۔ تو اپنا نام نہ رکھوں۔ میں لچھمن بھرت اور سترگھن کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ راون کو بے مارے اجودھیا میں منہ نہ دکھاؤنگا۔ کوئی پانی دینے والا بھی بچا رہے تو میرا نام رام نہیں۔

ببھیکن:۔ آپ کا یہ شمشیر ہے تو میں بھی اپنے امکان بھر رفاقت سے کسر باقی نہ رکھونگا۔ جا قدموں پر گرتا ہے سری رامچندر جی خوش ہو کر اُٹھ کھڑے ہوئے۔ ببھیکن کو گلے سے لگا کے اپنے برابر بٹھا لیا اور لچھمن جی سے بولے کہ راج تلک کا سامان لاؤ۔ کہنے کی دیر تھی۔ سب سامان موجود ہو گیا۔ رامچندر جی نے ببھیکن کے ماتھے پہ تلک لگا کر کہا کہ لنکا کا راج مبارک۔ اہل لشکر خوش ہو گئے۔ ہر ایک کی زبان پر یہی الفاظ تھے کہ راون نے جو راج بڑی تپسیا سے حاصل کیا تھا۔ وہ سری رامچندر جی نے صرف قدمبوسی کے صلے میں ببھیکن کو بخش دیا قسمت ہو تو ایسی۔ نظر عنایت ہو تو یہ۔ راج تلک کی خوشی منانے کے بعد سری رامچندر جی نے ہنومان جی اور سگریو سے دریافت کیا کہ اب یہ بتاؤ کہ فوج کیونکر اس بحر ذخار کے پار جائے جواب ملا کہ ہم دونوں کے لئے تو آپ فکر نہ کریں جب چاہیں اِدھر سے اُدھر چلے جائیں۔ فکر وہ ہونا چاہیئے کہ ساری فوج پار اُترے۔

ببھیکن:۔ ساگر کو راجہ سگر نے کھودا ہے۔ جو آپ کے بزرگ تھے۔ سری رامچندر جی اس سے التجا کریں تو ضرور راستہ دے دے۔

سری رامچندر جی نے رائے منظور کی اور سمندر کے کنارے کُش کے آسن پر جا بیٹھے۔

سرگ ۲۰

راون کے حکم سے رامچندر کی فوج میں سار دول اور سبک راچھس کی روانگی اور سگریو

بھبھیکن کی شناخت پر راون کی گرفتاری پھر رامچندر کے ترحم سے سک راچھس کی رہائی

جب بھبھیکن راون کے دربار سے متنفر ہو کر رامچندر کی خدمت میں باریاب ہوا۔ شاہ راون متعجب ہو کر سوچنے لگا کہ حریف سر پر آ گیا۔ کون کون افسر ہیں۔ کن کن دلیروں سے مقابلہ ہوگا۔ ان کی طاقت اور تعداد کا اندازہ لگانا چاہیئے راون ابھی فکر میں مستغرق تھا۔ سارددل نامی راچھس نے شاہ راون کے متفکر ہونے پر عرض کی۔ حکم شاہی کا منتظر ہوں۔ ارشاد ہو تو نمک خوار جائے اور کل حالات خدام عالی کے گوش گذار کرے۔ ادھر گستاخ بھبھیکن حضور سے کنارہ کش ہو کر حریف کی فوج میں پہنچ گیا۔ اس کے حالات بھی دریافت طلب ہیں پس مجھے رخصت کریں۔ راون نے فی الفور سارددل کو بھبھیکن کے پیچھے روانہ کیا۔ وہ حالات دریافت کر کے راون کی خدمت میں حاضر ہوا۔ کہ ساری کیفیت بیان کی کہ دقت ناز کہ ہے حریف کی فوج بہت جلد لنکا میں کوچ کرنے والی ہے۔ رام و لچھمن کل فوج کے مالک ہیں خورشید اقبالی کی شعاعوں سے چہرہ جگمگا رہا ہے۔ فتح و نصرت پا بر کاب ہے بالفعل سمندر کے کنارے فوج پڑی ہوئی ہے اور سمندر سے راہ مانگی جاتی ہے اس قدر فوج ہے کہ چالیس کوس تک سر ہی سر دکھائی دے رہے ہیں۔ شاہ راون سارددل سے کیفیت سنکر دریائے فکر میں غوطہ زن ہوا اور سوچا کہ اب کوئی چال چلنی چاہیئے۔ کسی کو بھیجکر سگریو شاہ پنپاپور اور رامچندر راجہ اجودھیا میں باہمی نفض پیدا کر دوں جب ان دونوں میں بیر ہو جائیگا۔ فوج بے سر ہوگی۔ کوئی کسی کا حکم نہ مانے گا پھر کچھ مشکل نہیں کہ حریف اپنا منہ لیکر لنکا سے مراجعت کرے۔ یا دونو آپس میں کٹ مریں بالمیک جی کا قول ہے کہ شاہ راون نے سک نامی راچھس کو طلب کیا وہ عیار تھا۔ اور دلوں میں فساد پیدا کر دینا اس کا ادنےٰ خاصہ تھا۔ جب سک راچھس حاضر ہوا۔ راون نے اپنا دلی منشا ظاہر کیا۔ کہ تم ہوشیار ہو۔ نشیب و فراز دیکھے ہوئے تجربہ کار ہو۔ حریف کی فوج میں جاؤ۔ اور راجہ سگریو سے موقع پا کر یہ کہو کہ راجہ راون تمہارا دشمن نہیں اور نہ دوست ہی ہے تم کو شاہ راون سے کیوں مخاصمت ہے۔ وہ تم کو اپنے بھائی کے برابر جانتا ہے۔ اگر ہماری راجہ سیتا کو ہرن کر لایا۔ تمہیں کیوں اعتراض ہے۔ تمہارا کچھ الگ بگڑتا نہیں۔ رامچندر انسان ہیں تم بانر۔ انسان اور بانر کا ساتھ ہی کیا۔ کہاں اجودھیا اور کہاں پنپاپور۔ ہمسائیگی کا بھی خیال نہیں ہو سکتا لہذا سوچ سمجھ کر رامچندر کا ساتھ چھوڑ دو اور کسکندھا ہی جا کر چین سے حکمرانی کرو۔ تم جانتے ہو کہ کسی دیوتا اور انسان کی مجال نہیں کہ بغیر حکم شاہی لنکا میں قدم رکھ سکے۔ دیوتا بھی کانپتے رہتے ہیں۔ راجہ کے ارشاد پر چلتے ہیں پس بانر اور انسان کی اتنی قدرت کہاں کہ لنکا میں جا سکیں اور صحیح سلامت واپس آ سکیں۔

سک راچھس شاہی فرمان سنکر مستعد ہوا اور حریف کی فوج میں جانے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ کسی پرند کا روپ لیکر آسمان پر اڑتا ہوا فوج مخالف میں آ نکلا۔ اور کسی درخت کی ٹہنی پر بیٹھ کر راجہ سگریو سے مخاطب ہوا

سراہوا کہ شاہ میموں کو کیا سوجھی کہ لنکا کے راجہ راون سے پرخاش پہ آمادہ ہے۔ رامچندر پر بھروسہ کرنا راجہ سگریو کو مناسب نہیں۔ یہ وہی رامچندر ہے جنہوں نے اُس کے بھائی بالی کو مار ڈالا۔ ایکدن ایسا آنے والا ہے جب شاہ میموں بھی انگد کے کہنے سے ہلاک ہوگا۔ ان پر بھروسہ کرنا راجہ سگریو کو زیبا نہیں۔ وہ ان کے خاص دشمن ہیں دشمن سے میل کرنا راجوں کا دھرم نہیں اگر شاہ لنکا سے رابطۂ اتحاد مضبوط کیا جائے تو سراسر نفع ہے کسی طرح کا زیاں نہیں۔ کیونکہ بالی اُس کا دوست تھا۔ جسطرح اس کے دل میں بالی کی وقعت ہے اسی طرح وہ شاہ سگریو کو سمجھاتا ہے۔

بندروں کا جم غفیر اس پرندے کی باتیں سنکر دوڑ پڑا۔ کچھ درخت پر چڑھ گئے۔ کسی نے ٹانگ پکڑلی۔ کسی نے پر نوچے غرض باجی بہت اس پرندے کو گرفتار کیا۔ کوئی بال و پر نوچ رہا ہے۔ کوئی منقار پر ہاتھ دراز کرتا ہے۔ پرندہ اصلی روپ راکھشس ہوگیا۔ اور نالہ کرنے لگا۔ دہائی ہے دہائی دلخراش نالوں سے زمین سر پہ اٹھالی۔ سری بھگوان رام چندر کا نام مبارک رٹنے لگا اور کہا مجھے چھوڑ دو۔ رامچندر جی کی شرن ہوں گو اسوقت جاسوس کی حیثیت سے ہوں۔ مگر سری رام کے قدموں کا بھروسہ ہے۔ پیغامبر کو مارنا غیر مشروع ہے دھرم شاستر میں قطعی حکم ہے کہ دوت پر ہاتھ نہ اٹھانا چاہیئے سوائے بندرو! میں نے تمہارا بنایا بگاڑا نہیں شاہ راون کے اشارے سے آپکی فوج میں آیا ہوں۔ ذاتی خطا کوئی نہیں۔ پھر کیوں مارا جاتا ہوں شاستر کا حکم ہے کہ جو دوت یعنی پیغامبر کسی کا پیغام لائے اس پر ہاتھ صاف کرنا درست نہیں۔ پس آپ لوگ مجھے چھوڑدیں جان کی امان دیں۔ سری رام پار برہم پرمیشور ہیں۔ دیاوان ہیں ترس آگیا۔ اشارے سے منع کر دیا۔ بس جو ہو چکا اپنی سزا کو پہنچ گیا۔ چھوٹا دو سک راکھشس چھوٹ کر آسمان میں پران ہوا اور بلند آواز سے راجہ سگریو کو مخاطب کرکے اس طرح گویا ہوا کہ میں جاتا ہوں۔ مگر شاہ لنکا مجھ سے پوچھیگا تو کیا کہونگا۔ سگریو نے جواب یا کہہ دینا مجھے تم سے تعلق نہیں۔ تم دوست ہو نہ دشمن اور نہ تم سے مجھے آئندہ امید ہو سکتی ہے۔ پھر کیا وجہ کہ میں تمہارا ساتھ دوں۔ سری رام کے قدموں کا سہارا ہے انہوں نے مجھے یہ وقعت دی کہ اس وقت کروڑہا بندروں پہ حکومت کر رہا ہوں۔ رامچندر میرے سرتاج ہیں اور تم ان کے دشمن ہو اس لئے میرے بھی تم دشمن ہو۔ بالی میرا دشمن تھا۔ انہوں نے مار کر میری جان بچالی۔ اب میں تم کو ہلاک کرونگا۔ لنکا جلا کر خاک کر دونگا۔ ایک شخص باقی نہ رہیگا۔ کیونکہ تو رامچندر کا دشمن ہے۔ ان کے پرتاپ سے [illegible] میں بھی طاقت ہے کہ مجھے کوئی [illegible] دے سکیں۔ اگر سری شیوجی اور [illegible] ناراین بھی [illegible] ہوں تو بھی وہ جان سلامت نہیں لے جا سکتا۔ [illegible] جان بچایا [illegible] سری رامچندر جی کے قدموں پہ گر [illegible] دوستی کی حرمت قائم رکھے۔ مہاراج جی اسوقت [illegible] جب تک [illegible] نہیں کیا۔ [illegible]

گو سری رامچندر جی مہاراج سیتا ہرن کے عذاب سے درگذر کریں مگر جٹایو کے خون ہو جانے سے کبھی دست کش نہ ہوں گے۔ قرار واقعی سزا دیں گے۔

شاہ سگر یو اسطرح کلام کرتے ہوئے جب خاموش ہوئے انگد بولے اگرچہ شاستر میں پیغامبر کا زوال لکھا نہیں مگر یہ جاسوس ہے۔ ہمارا سراغ لینے آیا تھا۔ سزا دینا ضروری ہے۔ سگریو نے بندروں کو اشارہ کر دیا۔ بندروں کا غول دوڑ پڑا اور اچھلتے کودتے جست کر کے سک راچھس کو آسمان سے پکڑ لائے لات گھونسوں سے بیدم کر دیا۔ سک راچھس الامان الامان پکار کر سری مہاراج کا نام مبارک زبان پر لایا اور کہنے لگا کہ ہے پرماتما! میری جان بچا دیجئے۔ بندروں نے دم ضیق میں کر دیا۔ ہاتھ پاؤں توڑ ڈالے۔ آنکھ پھوڑتے ہیں شرناگت ہوں۔ اس بلا سے چھٹکارا دیجئے۔ سری مہاراج نے فرمایا۔ بس ہو چکا۔ ایک دفعہ سزا مل چکی۔ پھر دوت ہی ہے دوت کو مارنا حرام ہے بے دست و پا بھی ہے۔ چھوڑ دو سزا کافی ہو گئی۔ بندروں نے مہاراج کے حکم سے ہاتھ کھینچ لیا اور سک بعد ہزار خرابی لنکا کی طرف راہی ہوا۔

سرگ ۲۱

راستہ مانگنے کی ضرورت سے سری بھگوان کی تین روز تک سمندر پر بود و باش سمندر کی بے التفاتی سے سری رام لچھمن کی گفتگو

سری بھگوان رامچندر سمندر کے کنارے بیٹھے ہوئے اس بات کے خواہشمند ہیں کہ آسانی سے اگر سمندر راستہ دیدے تو کام نکل جائے۔ تین شبانہ روز گزر چکے۔ سمندر اسی طرح بے غل و غش بہہ رہا ہے۔ پرب برہمہ روپ سری بھگوان کی تکلیف کی سمندر نے مطلق پرواہ نہ کی۔ مہاراج کو طیش آگیا۔ سمندر اسطرح زمانے کا فرمایا کہ یا تو پار جاؤنگا یا اسی سمندر میں ڈوب مرونگا۔ یا اس کا ناش کروں گا۔ سمندر آج ہے یا کل کسی طرح سامنے نہیں آتا۔ رامچندر مہاراج غصے سے کانپنے لگے۔ چہرہ تمتما گیا آنکھیں لال انگارہ ہو گئیں۔ لچھمن جی سے ارشاد ہوا برادر سمندر کو ہمارا مطلق خیال نہیں۔ آخر نیچ قوم ہے اپنی ذات پہ گیا۔ کسی طرح راہ پہ نہیں آتا۔ بھلے مانسوں میں دستور ہے۔ کہ مہمانوں پر مہربانی کرتے ہیں۔ دیکھو شاستر میں سجن لوگ تین اوصاف سے متصف کئے گئے اول مراسم دنیا کی پابندی۔ دوسرے آئے ہوؤں پر لطف و مہربانی تیسرے شیریں زبانی سے تسخیر قلوب کرنا انسانوں کے خاص جوہر ہیں۔ جو لوگ خود سر ہیں اپنے منہ سے اپنے اوصاف بیان کرتے ہیں یا جن کا وطیرہ فساد و جھگڑا کرتے کا ہے۔ یا جو اپنے سے بڑھ کر کسی کو نہیں سمجھتے یا جنہیں استقلال نہیں۔ کور نفس ہیں۔ خبیث باطن ہو کر لوگوں کو ستاتے ہیں۔ خود مطلبی ہیں ایسے لوگ سزا پانے کے مستحق ہیں۔ ان لوگوں کو سمجھانے سے کام نہیں نکلتا۔ لاتوں کے دیو باتوں سے رام نہیں ہوتے اسے بھائی

سمندر کو ایسا ہی سمجھا اب میں تیر خارا شگاف سے خبر لیتا ہوں۔ دریائی جانور اور مخلوق آبی جب تک پامال نہ ہوگی۔ سمندر کبھی راہِ راست پر نہ آئیگا۔ ایک ہی بان سے تمام سمندر خشک کر دونگا۔ سانپ۔ مگر گھڑیال۔ مہلک جانور جو سمندر میں بستے ہیں آج ہی غضب کا نشانہ ہو جائینگے۔ جن راچھسوں کا سمندر میں مسکن ہے وہ بھی میرے بان سے ہلاک ہوں گے۔ سمندر ہماری طاقت اور دلیری کا امتحان لیتا ہے اس کے ذہن میں یہ بات ہرگز نہیں کہ یہ رگھوونسی بھی ایسے دلیر ہوتے ہیں۔ وہ ہمیں معمولی انسان سمجھتا ہے۔ بزدل خیال کرتا ہے اس کے ذہن میں ہم بالکل ناتواں اور حقیر ہیں۔ بدمعاش کمینوں پر مہربانی کرنے سے کبھی بھلا نہیں ہوتا۔ جب سمندر خشک ہو جائیگا۔ ہماری فوج آسانی سے اتر جائیگی۔

سری بھگوان نے دھنش اٹھا لیا۔ اور تیر چلے پر چڑھایا زمین کانپنے لگی۔ دریائی جانور اور آبی مخلوق گرمی سے دہشت سے کپکپا اٹھے۔ راچھسوں کے بدن میں آگ لگ گئی۔ بدن پھکنے لگا نہ آب سے نکل کر پانی پر لوٹنے لگے سمندر کی لہروں کے ساتھ تمام دریائی جانور مردوں کی طرح تڑپتے دکھائی دیئے لچھمن جی نے سوچا کہ سری مہاراج اس وقت بہت غصے میں ہیں۔ قیامت بپا ہو جانیکا احتمال تھا۔ دوڑ کر قدموں پر گر پڑے اور منت وسماجت سے مہاراج کا غصہ فرو کیا۔ عرض کی کہ قہر کرنا زیبا نہیں۔ آپ سادھو ہیں۔ سادھوؤں کو غصہ نہیں آتا۔ آپ دیالو ہیں دیا کیجئے۔ اگر کسی سے غلطی ہو جاتی ہے۔ تو آپ ہمیشہ درگذر کرتے رہے آج نصیب اعداء مزاج میں اس قدر تندی کیوں آئی۔ یہ بھی دور کیجئے دیوتے بھی گھبرا اٹھے ہیں۔ برن۔ اندر۔ برن۔ کبیر انگشت بدنداں ہیں۔ ڈرتے ہیں آج مہا پرلے ہو جائیگی بھگوان ایسا نہ کیجئے۔

سرگ ۲۲
سمندر کی ہدایت سے پل کی تعمیر

سری بھگوان بولے کہ ہے بھائی۔ غمخواری کا اور ہمدردی کا وقت نہیں سمندر کمینہ ہے۔ کمینے خوشامد سے سر چڑھتے ہیں تمہاری سفارش ضرور مدنظر ہے مگر یہ کمبخت کبھی نہ مانیگا۔ بان مارنے کی دیر ہے پانی خشک ہو جائیگا۔ ہمارا پاس نہیں کرتا۔ راچھسوں کا لحاظ منظور ہے پھر کیوں طرح دیجائے۔ یہ کہہ کر برہماستر چڑھایا زمین و آسمان تیرہ و تار ہو گیا۔ آندھیاں چلنے لگیں۔ پہاڑوں کو جنبش ہوئی زمین کا تختہ الٹا چاہتا تھا چاروں سمتیں ایک ہو گئیں۔ آفتاب و ماہتاب آسمان سے اتر آئے۔ روشنی پھیکی پڑ گئی شہاب ثاقب سے آسمان منور ہو گیا۔ ہوا زور سے بہتی ہے۔ درخت جڑ سے اکھڑ رہے ہیں ابر تیرہ و تار آسمان پر چھا گیا۔ بجلی کوندنے لگی۔ زمین و آسمان پر دارو گیر کی صدائیں بلند تھیں یہ قیامت خیز نمونہ دیکھ کر سمندر اپنے مقام سے ایک جوجن علیحدہ ہو کر بہنے لگا۔ اور برہمن روپ ہو کر پانی سے برآمد ہوا یہ معلوم ہوتا تھا کہ میرو پہاڑ سے آفتاب طلوع ہوا۔ گلے میں بید دریح منکی مالا۔ ہونے اور

رتنوں کے زیور پہنے ہوئے کنول کی طرح دیدہ زیب پریہ درشن۔ ہاتھوں میں لعل بے بہا لئے ہوئے سری مہاراج کی خدمت میں حاضر ہوا۔ نذرانہ پیش کیا اور قدم چھو کر اسطرح عرض پیرا ہوا کہ کرپاندھان آپکی شرن ہوں بے گناہ ہوں جو کچھ مجھے وقار حاصل ہے آپ ہی کا عطیہ ہے۔ میری وسعت اسلئے زیادہ بڑھائی گئی کہ کوئی اس پار سے اس پار نہ جا سکے اور نہ میری پیمائش ہو سکے۔ سری مہاراج نے ہنسکر فرمایا خیر میں نے بخشا لیکن یہ مہاستر کا وار خالی جانے والا نہیں۔ کہاں چھوڑا جائے۔ سمندر نے عرض کی کہ سری حضور اس بان کو شمال کی جانب پھینک دیں۔ دُرم کلیہ ایک مقام ہے جہاں چور۔ ڈاکو قزاق رہتے ہیں اکثر لوگ یہ مجھے ستاتے ہیں اور میرا پانی چھوتے ہیں۔ مجھے ان سے بڑی تکلیف ہوتی ہے۔ یہ بان اگر وہاں پہنچایا جائے تو پاپیوں سے وہ مقام پاک ہو جائیگا۔ اور مجھے بھی نجات ملیگی۔ سری مہاراج نے سمندر کے کہنے سے یہ مہاستر دُرم کلیہ مقام پر پھینک دیا جب سے اس مقام کا نام مارواڑ دیش بولا جاتا ہے۔ یہ مہاستر چھوٹتے وقت زمین کو جنبش ہوئی۔ زلزلہ سا آگیا پہاڑ ٹکڑے ہو گئے اور بان رساتل میں چلا گیا اور رساتل کا پانی زمین پر بہنے لگا جب ہی سے مارواڑ دیش میں پانی کم ہے۔ کنوئیں باؤلیاں سب خشک ہیں۔ پانی کا اکال رہتا ہے۔ سری مہاراج کو دُرم کلیہ کے باشندوں کی حالت دیکھکر ترس آگیا۔ وردان دیا کہ اس دیش میں لکشمی برت مان رہیگی اور لوگ آفات ارضی و سماوی سے محفوظ رہیں گے گھی اور دودھ کی بہتات ہوگی۔ جڑی بوٹیاں جن سے دوائیاں بنتی ہیں کثرت سے پیدا ہوں گی۔ اس بردان سے وانما دیش آجتک پھولا پھلا نظر آتا ہے۔ پھر سمندر نے تعمیر پل کے لئے یہ تدبیر بتائی۔ کہ بسوکرما نے اپنے بیٹے نل کو بردان دیا ہے کہ جس پتھر کو ہاتھ سے چھو دیں گے پانی پر تیرتا رہیگا۔ پدم پران میں لکھا ہے کہ نل اکثر سالگرام کی مورتیاں اٹھا اٹھا کر دریا میں پھینک دیا کرتے تھے۔ اور وہ ڈوبتی نہ تھیں اسلئے آپ نل جی کو ارشاد کریں وہ آسانی سے سیتو باندھ لیں گے۔ کیونکہ ان کا مس کیا ہوا پتھر پانی میں نہیں ڈوبے گا یہ کہکر سمندر نے قدم چھوئے اور اجازت لیکر چلا گیا۔ سمندر کے جانے پر نل سری رامچندر کے حضور میں ملتمس ہوا۔ کہ پل کی تعمیر کے بارے میں کیا ارشاد ہوتا ہے۔ اجازت دیجئے۔ تو میں اپنے کار منصبی کو انجام دوں۔ حالانکہ سمندر نے بڑی گستاخی کی اگر پہلے سے بتا دیتا تو اتنا عرصہ کیوں گنواتا بلاشک وہ سزا کے قابل تھا۔ کیا وہ یہ نہیں جانتا تھا۔ کہ سری حضور لب سمندر فروکش ہیں اور سیتو باندھنے کی تدبیر سوچتے ہیں۔ اگر یہ خیال کیا جائے کہ بندگان عالی کے مزاج میں برہمی پیدا ہو جائے تاکہ سمندر کے انھیں ہلاک ہو جائیں اور سمندر بدمعاش راکھشوں سے پاک ہو جائے تو اسمیں بھی اپنے ہی فائدے کا لحاظ رکھا یہ بھی ایک خیال تھی۔ خود مطلب لوگ ایسا کرتے ہیں۔ ایسی صورت میں سزا کا مستحق تھا۔ خیر جو ہونا تھا ہوا۔ آپ نے اسے بخشدیا۔ آپ رحیم ہیں کریم ہیں۔ آپکا کوئی دوسرا نہیں۔ جو چاہئے کیجئے۔

سری بھگوان نل کی باتوں سے مسکرا دیئے۔ فرمایا کہ سیت باندھنے کی تدبیر کرد۔ بندروں نے حکم پاتے ہی پتھروں کا ڈھیر لگا دیا بڑے بڑے کوہ جڑ سے اکھاڑ لئے اور نل کے پاس ڈال دیئے۔ تناور درختوں کا شمار گیا۔ لاتعداد پتھر اور درختوں کا ڈھیر لگ گیا۔ نل ہاتھ سے پتھر چھو لیتے تھے اور بندر بلا کم و کاست سمندر میں پھینک دیتے تھے۔ نل پتھروں کو یکے بعد دیگرے چنتے جاتے ہیں اور پل تیار ہوتا جاتا ہے۔ سوت لگا کر پل باندھ رہا ہے کہ پل میں کجی نہ ہو۔ پتھروں اور درختوں کے ٹکڑوں سے کان لگائی بات سنائی نہیں دیتی۔ پہلے روز ۱۴ جوجن دوسرے روز ۲۰ جوجن تیسرے روز ۲۱ جوجن چوتھے روز ۲۲ جوجن۔ پانچویں روز ۲۳ جوجن پل باندھا گیا۔ غرض ۱۰ جوجن چوڑا اور ۱۰۰ جوجن لمبا پل پانچ دن میں مکمل تیار ہو گیا پل کی تعمیر دیوتے اور گندھرب آسمان پر دیکھتے تھے۔ پل تیار ہونے پر سری مہاراج اپنے اشٹ دیو کا دھیان کر کے بندروں اور ریچھوں کی فوج لیکر چلے۔ بندر اچھلتے کودتے گرجتے چلے جا رہے ہیں۔ راستے میں سوبیل پہاڑ ملا۔ چڑھنا بے سود ہے دیر کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔ اترو اور اس راستے پر چلے آؤ۔ بھبھیکن نے بندروں کو پہاڑ سے اتارا اور رامچندر اور لچھمن سے عرض کیا۔ کہ آپ کو پیادہ پائی زیب نہیں دیتی۔ ہنومان اور انگد کے کندھوں پر سوار ہو لیجئے۔ یہ سنکر ہنومان جی اور انگد جی کے کندھوں پر سری رامچندر اور لچھمن جی سوار ہو گئے۔ جب سمندر پار ہوئے۔ رامچندر لچھمن اتر پڑے دائیں طرف سگریو بائیں طرف بھبھیکن جلوہ میں ہوئے۔ کچھ فوج آگے جا چکی ہے کچھ پیچھے آتی ہے۔ اکثر بندر آسمان پر جست لگاتے آ رہے ہیں۔ غرض اسطرح سے کل فوج پار ہوئی۔ ایک وسیع مقام پر جہاں کند اور مول بہتات سے تھے ڈیرا پڑ گیا۔ دیوتے آسمان سے آ کے سری مہاراج کے حق میں دعائے خیر کر رہے ہیں۔ اور ایشور سے پراتھنا ہے۔ کہ خود بدولت دشمنوں پر ظفریاب ہوں۔ اور زمین ناپاک روحوں سے سبکدوش ہو اور بھبھیکن کو آواز آئی۔ کہ گھبراؤ نہیں بہت جلد تم کو ان ملعونوں سے نجات ہوگی اور تم لنکا میں راج کرو گے۔

سرگ ۲۳

فوج میمون سرحد لنکا پر

سورج غروب ہو گیا۔ آسمان پر ہلکی ہلکی سیاہی چھا رہی ہے۔ دن بھر کی تھکاوٹ دور کرنے کیلئے فوج نے لنکا سر کیا۔ کند مول پھل کھا کر پانی پیا اور سری مہاراج لچھمن جی سے گوہر افشانی کرنے لگے آج کے دن فوج کو آرام دینا چاہئے۔ کل صبح کوچ کریں گے فوج مخالف عنقریب کالعدم ہوگی۔ دشمن پامال ہوگا شگون بد ہو رہے ہیں جو انہی کے سامنے ہو رہی ہے۔ درخت جڑ سے اکھڑ رہے ہیں۔ بادل گرجتا ہے بجلی کوندتی ہے آسمان سے خون برس رہا ہے۔ پرندوں کی کرخت آواز سے بزدلوں کا زہرہ آب آب ہوا جاتا ہے۔ صحرائی جانور رو رہے ہیں۔ کوے گدھ اور چیل راچھسوں کے سر پر منڈلا رہے ہیں۔ یہ

شگون بد ہیں۔ لنکا پوری میں راچھسوں کا کال آگیا۔ راون کی خیر نہیں۔ ضرور اپنی سزا کو پہنچے گا۔ بندر اور ریچھ پہاڑ اُٹھا اُٹھا کر لنکا کی جانب پھینک رہے ہیں رہے لچھمن بڑا بھاری کشت و خون ہوگا۔ خون کا سمندر بہیگا۔ رامچندر جی لچھمن جی سے باتیں کرتے ہوئے سو گئے۔ نور کے تڑکے لنکا کی طرف کوچ کیا۔ بندر اور ریچھ چاہتے ہیں کہ کسی طرح جنگ چھڑ جائے اور ہم اپنے حوصلے نکالیں۔

سرگ ۲۴

فوج کی آراستگی اور سری سیتا جی کے ہجر میں بھگوان رامچندر کی آہ و زاری

سری مہاراج کا لشکر آب شور کے کنارے لنکا کے قریب ایک بہت بڑے میدان میں ڈیرہ ڈالے پڑا ہے نیزے بھالے درست ہو رہے ہیں جسطرح چاند ستاروں کے بیچ میں جگمگ جگمگ کرتا ہے اسی طرح رگھو کل کے آفتاب سری رامچندر جی وزیر اور سپہ سالاروں سے بھرے ہوئے دربار میں خورشید اقبال کی روشنی پھیلا رہے ہیں چہرے سے دلیری اور چمکتی ہوئی پیشانی سے خوش نصیبی کے جوہر عیاں ہوتے ہیں۔ سیاہ بھویں مست آنکھوں پر وہ لطف دکھا رہی ہیں گویا دو کنول کے پھولوں پر مست بھونروں کا جتھا رس لینے کو ابرو کی ہر جنبش کے ساتھ اڑا ہوا نظر آتا ہے۔ فوجی بہادروں اور نوجوان سپہ سالاروں کی رگ رگ میں خون دوڑ رہا ہے۔ کوئی ٹھنٹا ہے۔ کوئی ڈنڈ پیل رہا ہے۔ کوئی پتھر اور کوئی درخت جڑ سے اکھاڑ اکھاڑ کر پھینک رہا ہے۔ پھیری نفیری باجے بج رہے ہیں۔ شہر لنکا میں ہلچل مچی ہوئی ہے۔ فوج مخالف کے خوف سے ہر راچھس کے دل میں چور بیٹھا ہوا ہے۔ فوجی باجے بج رہے ہیں۔ دیو اور راچھس اپنے اپنے اسلحہ درست کرتے ہیں۔ کوئی تلوار سونت رہا ہے۔ کسی کا نیام پر ہاتھ ہے۔ تاکہ وقت پر تلوار کی کھینچ میں رکاوٹ نہ ہو۔ کوئی زین صاف کر رہا ہے کوئی گھوڑا ملتا ہے۔ کوئی اپنے دھن میں بیٹھا کھڑی پڑا الاپ رہا ہے۔

ادھر سری مہاراج نے لنکا کی طرف نظر اٹھائی جنوب کی طرف سمندر کے کنارے ایک سر بفلک سہ منزلہ طلائی قصر نظر آیا۔ اس عمارت میں بہت سے کمروں بالاخانوں کے علاوہ بیسیوں تہ خانے بھی ہیں۔ جن کے پیچ در پیچ راستے کسی ناواقف آدمی کو سمجھ میں نہیں آ سکتے انہیں عمارتوں میں کوئی ایسی عمارت بھی ہے جہاں غم نصیب سیتا محبوس ہے۔ جان سے پیاری سیتا تمہیں مجھ فراق زدہ کی بھی کچھ خبر نہیں ہے۔ نہیں تمہیں کچھ خبر نہیں۔ ہائے تم ہماری یاد میں بے چین ہو گی۔ اور میں تمہارے ہجر میں مبتلائے غم۔ ہے پیارا! یہ نہ سمجھنا کہ میں عیش و عشرت میں پھنس گیا۔ نہیں تمہارا سوز فراق کلیجہ پھونکے دیتا ہے۔ یہ حرماں نصیب بستر غم پر جاں بلب ہو رہا ہے۔ درشنوں کی آشا ہے۔ تمہارے چہرے زیبا کی یاد میں رات کو نیند نہیں پڑتی دن پہاڑ ہو جاتا ہے۔ ہے پیاری کچھ دن اور صبر کرو۔ عنقریب دشمنوں سے چھٹکارا ہوگا اور ہم تم شربت دید کی چاشنی لیکر مسرور ہوں گے (پھر لچھمن جی سے مخاطب ہو کر اسطرح فرمانے لگے)

بھائی! تم نے دیکھا یہ قصر زرین جو سامنے جھلک رہا ہے یہی لنکا ہے۔ جس کا ہر ایک قصر آسمان سے باتیں کر رہا ہے۔ بسوکرماں جی نے اس کے بنانے میں عجیب صنعتیں دکھائی ہیں۔ باغ باغیچہ سر تا قدم میں ٹھنڈی ہوا چل رہی ہے وہ دیکھو طائران خوش الحان درختوں پر اپنے اپنے نشیمنوں میں بیٹھے ہوئے زمزمہ سرائی کرتے ہیں۔ مذاق پسند طبیعتوں کو یہ سماں بہت دلکش نظر آتا ہوگا۔ مگر مجھ جیسے فراق کو تو کاٹے کھاتا ہے۔ ہے لچھمن فوج کی حفاظت واجب ہے کچھ انتظام ہونا چاہیئے۔ پہرے مقرر کر دو۔ لچھمن جی نے نامی سپہ سالاروں کو بلا کر تاکید کر دی۔ کہ ہوشیاری کا وقت ہے۔ فوج کو دیکھ بھال رہے ایسا نہ ہو غنیم دھاوا بول دے اور شب خون پڑنے سے فوج تباہ و برباد ہو جائے۔ پہرے مقرر ہو جائیں۔ میری طرف سے نیل انگد اور سکھین ان دونو دلاوروں کا پہرہ داہنی جانب رہے اور جامواں اور سوکھین بیگ درشتی یہ تین بہادر بائیں جانب دیکھ بھال رکھیں۔ حکم کی دیر تھی۔ سب انتظام ہو گیا بندر اور ریچھ درخت اور پہاڑ اکھاڑ اکھاڑ کر رام چندر کی جے بولتے ہوئے لنکا کی طرف پھینک رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ انہیں پتھروں سے راچھسوں کے خون سے زمین لنکا تر ہو جائیگی۔

ادھر لنکا پوری میں عجیب ہنگامہ برپا ہے۔ وہ راچھس سک جو سری مہاراج کے کہنے سے چھوڑ دیا گیا تھا۔ روتا ہوا راون کے پاس آیا۔ ہنس کر راون بولا ترے بازو کس نے توڑ دیئے شاید بندروں نے دق کیا جو بھاگ کر بحال پریشان شکستہ ہمارے سامنے آیا۔ سک راون کی باتوں سے جل گیا۔ اپنی بیتی سنانے لگا جس وقت میں حضور کے حکم سے فوج مخالف میں پہنچا ہوں بندروں نے مجھے پہچان لیا اور اسقدر مارا کر بے دم ہو گیا جب ذرا ہوش آیا۔ سری رامچندر کی دہائی دے کر اپنی جان کی امان چاہی۔ سری مہاراج نے مجھے چھڑا دیا۔ جہاں پناہ فوج مخالف کا شمار نہیں ہو سکتا۔ سمندر کی طرح لہریں مارتی ہوئی آب شور کے کنارے آن اتری ہے۔ میرے خیال میں کوئی بندر سپاہ یا ریچھ ایسا نہیں۔ جو آپ کے زبردست سے زبردست راچھسوں کو ہلاک نہ کر سکے۔ لنکا چاروں طرف سے گھر گئی ہے۔ یہ ضرور ہے کہ آپ سے صاحب فہم و فراست کے آگے میری ضعیف عقل کی صلاح ہی کیا۔ مگر اتنا ضرور کہوں گا کہ یہ معاملہ طے ہوتے نظر نہیں آتا۔ ہاں اگر سیتا جی کو آپ رام چندر کے پاس بھیج دیویں تو شاید یہ گتھی سلجھ جائے ورنہ سوائے کشت و خون اور دولت کی بربادی کے کچھ فائدہ نہیں ہو سکتا۔ آپ مختار ہیں مالک ہیں۔ ارا کین سلطنت سے مشورہ کر کے کوئی صلح کی تجویز نکالیئے۔ ورنہ دیکھوگا راچھسوں کا خون ہوگا۔ اور رامچندر قلعہ لنکا پر فتح و نصرت کا جھنڈا نصب کر دیں گے۔

راون:۔ میں ایشور سے منا تا ہوں کہ کب لڑائی چھڑیگی۔ اور کب میرے بان رامچندر کے جسم کو چھلنی کریں گے۔ ہمارے راچھسوں نے بہت دنوں سے آدمی کا خون نہیں چکھا۔ بھوکے ہوں گے اور رام لچھمن کا خون پی کر زبان سے چٹخارے بھریں گے۔ رامچندر گو دلیر ہوں گے مگر ہمارے سامنے

اُن کی دلیری کام نہیں دے سکتی۔ آفتاب کے نکلتے ہی ستاروں کی روشنی ماند ہو جاتی ہے۔ اسطرح جب میدان رزم میں جاؤنگا تو رام لچھمن کا اقبال ٹھوکریں کھاتا پھریگا چہرے کا جلال پھیکا پڑ جائیگا۔ ابھی رام چندر میری قوت بازو سے واقف نہیں ورنہ کبھی ہمارے مقابلے پہ آمادہ نہ ہوتے۔ میں رزم کو بزم سمجھتا ہوں۔ میری کمان بین ہے۔ اور تیر اُس گزار بین کا بجانے والا ہے۔ دھنش کی تانت بین سے کم نہیں اس سے جو دلکش آواز نکلتی ہے۔ وہی راگ ہے اس راگ سے بہادران نامی وشجاعان گرامی کے کلیجے دہل جاتے ہیں پتے پھٹ جاتے ہیں۔ میدان جنگ محفل رقص وسرود ہوگا۔ بندروں اور ریچھوں کے بھاگنے سے جو آواز نکلے گی۔ وہی گویا تال ہے۔ اب کچھ لے پن سے کام نہیں نکلیگا۔ بزدلی جان نہیں مرتے مارنے سے ہر طرح سے نفع ہے۔ مارا تو غازی کہلائے۔ مرے تو سرگ نصیب ہو۔ رام چندر کی کیا بساط ہے۔ برن کبیر ہمارے بانوں کی تاب نہیں لا سکتے۔ جب تک جان میں جان ہے جانکی ہمارے یہاں سے نہیں جا سکتی۔

سرگ ۲۵

سک وسارن کے ذریعے سے فوج خرس ومیمون کی جانچ پڑتال

فوج مخالف کی آمد سے شاہ راون پیچ وتاب کھا رہا ہے۔ سک وسارن دو دیت سامنے کھڑے ہیں راون پوچھتا ہے کہ رام چندر نے کسطرح آب شور پہ پل باندھ لیا۔ دیوتوں کی مجال نہ تھی کہ ہاتھ لگاتے۔ انسانی طاقت سے بعید ہے۔ ہرگز اعتماد نہیں ہو سکتا کہ بندروں اور ریچھوں کی مدد سے پل تیار ہو گیا ہو۔ تم جاؤ اور دیکھ کر تمام کیفیت میرے روبرو گذارش کرو۔ اس بات کا ضرور لحاظ رہے کہ فوج مخالف کسقدر ہے۔ اور اُن میں کوئی بہادر بھی ہے یا سب راچھسوں کی خوراک ہی ہیں شاہ سگریو کن کن بندروں سے مشورہ لیتا ہے۔ مجملاً کیفیت دریافت کر کے ہمارے حضور عرض کرو۔

سک وسارن حکم پاتے ہی خرسان ومیمون کی فوج میں داخل ہوئے۔ بندروں کا روپ بھرا۔ حریف کی فوج کی جانچ کر رہے ہیں کہ کون بہادر ہے اور کون دلیر۔ دلمیں ڈرتے بھی تھے کہ ایسا نہ ہو کوئی پہچان لے تو جان بچانا دشوار ہو۔ سک سارن چاہتے ہیں۔ کہ معلوم کی تعداد معلوم ہو جائے مگر شمار کرنا بہت دشوار امر تھا۔ بندروں اور ریچھوں میں کوئی ایسا نہ تھا۔ جسے جنگ کی تمنا نہ ہو حکم کے منتظر ہیں کہ کب دھاوا بولا جائے اور کب سینہ سپر ہو کر فوج عدو کو پامال کریں۔ کوئی کہتا ہے۔ کہ راون ہمارے ہاتھ سے ذبح ہوگا کسی کے لب پہ یہ ہے کہ اندرجیت۔ دیانگ۔ سرانتک وغیرہ پر تو ہم اکیلے بھاری۔ یہ حالت دیکھ کر سک سارن چلنے لگے۔ بھبھیکن سامنے تھے ہاتھ پکڑ لیا اور سری مہاراج کے

سامنے عرض کیا۔ یہ دونو ندیم خاص شاہ راون کے ہیں۔ سراغ لینے کیواسطے آئے ہیں۔ سک و سارن کے دل میں ہراس پیدا ہوا کہ جان کی خیر نہیں۔ بندر اور ریچھ بلبھیشن نکال دیں گے ہاتھ جوڑ کر تراہ تراہ کرنے لگے ہے پربھو! شاہ راون کے مرسلہ آئے ہیں۔ ہمارا کچھ قصور نہیں۔ سری مہاراج نے تبسم ہو کر ارشاد کیا۔ ہماری فوج دیکھنے کی تمنا ہے۔ اچھی طرح دیکھ لو۔ بھبھیکن کے ساتھ جا کر نظر غور سے معائنہ کر لو۔ ڈرو مت ہم نے تم کو امان دی۔ کیونکہ پیامبر ہمیشہ بے خطا ہیں۔ پھر تمہارے پاس کوئی ہتھیار نہیں بے دست دیا ہو۔ تمہارا مارنا ہمارے مذہب میں روا نہیں۔ سک و سارن سری مہاراج کا تحمل و عفو دیکھ کر بہت خوش ہوئے مگر پھر بھی بھبھیکن سے خوف کرتے تھے کہ یہ ضرور ہماری جان کا گاہک ہو گا زندہ نہ چھوڑیگا۔ سری مہاراج تاڑ گئے۔ حکم دیا خیر سیدھے لنکا چلے جاؤ۔ ہماری جانب سے شاہ لنکا کو سمجھانا کہ جن بازوؤں کے بھروسے سیتا ہرن کر لائے انہیں بازوؤں سے میدان رزم میں جوہر دکھاؤ تب تمہاری بہادری ہے کل ہمارے بان لنکا میں پہنچیں گے اور تمہاری شجاعت و مردانگی کا امتحان لیں گے۔ سک و سارن دونو جاسوس رامچندر کی جے جے کار کرتے ہوئے لنکا پہنچ گئے اور شاہ لنکا سے سارا ماجرا سُنایا۔ اور سری مہاراج کے خلق کی تعریف کی۔ راجن بھبھیکن نے تو ہمارے مارنے میں کسر نہیں رکھی تھی۔ مگر ذات مبارک نے جو رحم و کرم کی کان ہیں موتیوں کے چنگل سے چھڑا دیا۔ اے شاہ بجر و بر رام چندر لچھمن بھبھیکن اور سگریو کل کے روز لنکا پر دھاوا بولیں گے۔ یقین ہوتا ہے کہ کسی راچھس کی جان بری نہیں ہو سکتی۔ رامچندر سا خلیق اور بہادر دنیا میں کوئی نظر نہیں پڑتا۔ ذکاوت شجاعت۔ جسارت جتنی باتیں ہیں پیشانی مبارک سے ہویدا ہیں۔ ہر بندر اور ریچھ منتظر ہے کہ کب راون سے مقابلہ ہو اور کب مردانگی کے جوہر دکھائیں۔ اے شاہ دوران ہم تو ہاتھ جوڑ جوڑ کے کہتے ہیں کہ دشمنی نہ کیجئے اور سری جانکی جی مہارانی کو دے دیجئے۔

سرگ ۲۶

راون کا اپنے قصر سے فوج میمونکا معائنہ

سک کی زبانی یہ کلمات سنتے ہی راون کو طیش آگیا اور کلمات درشت کہہ کر اپنے دربار سے نکالدیا۔ پھر سارن سے مخاطب ہوا۔ میں نے اس واسطے نہیں بھیجا تھا کہ ہمارے اتالیق بنو۔ دیوتے اور گندھرب ہماری لڑائی میں دخل نہیں دے سکتے تم بیچارے کیا ہو اور رامچندر کی حقیقت ہی کیا ہے جنگل کے بیٹھو فاقہ مست کندمول کھانے والے اتنی طاقت کہاں۔ کہ ہمارے مقابلے کی تاب لا سکیں۔ ابھی بچے ہیں کسی مرد سے سابقہ نہیں ہوا سیتا لینے میں ہمت چاہیئے یہ مجال نہیں۔ کہ میری زندگی میں سیتا کو چھڑا لیں دنیا میں کوئی ایسا نہیں دکھائی دیتا جو ہم سے دو بدو ہو۔ یہ کہہ کر راون نے سارن کا ہاتھ پکڑ لیا اور قصر زریں کے زر لفلک برج پر چڑھ گیا۔ یہ برج اس قدر اونچا تھا

کہ سات تاڑ متواتر باندھے جائیں تو شاید اس کی بلندی پر پہنچ سکیں۔ شاہ لنکا برج پر پہنچتے ہی فوج میمونکو بغور دیکھنے لگا سارن سے اشارہ کیا کہ تم بتاؤ۔ کون کون سپہ سالار ہیں۔ اور سگریو کن مصاحبوں سے مشورہ رکھتا ہے۔ سارن نے چیدہ چیدہ سپہ سالاروں کے نام بتائے ۔ وہ دیکھئے نل کھڑا ہوا ہے۔ یہ اطراف ممینہ کا مالک ہے ۔ فوج کثیر اس کے ہمراہ ہے شاہ سگریو اکثر اس سے مشورہ لیا کرتا ہے اور نل کے پیچھے وہ تنومند بیدہ جو فیل مست کی طرح گرج رہا ہے۔ ایک ہاتھ میں پہاڑ دوسرے میں پہاڑ ہے لنکا کی طرف پھینکنا چاہتا ہے یہی بہادر بالی کا لڑکا انگد نام فوج میمونوں کا اعلےٰ افسر ہے۔ ہمت اور دلیری میں کسی طرح بالی سے کم نہیں۔ اور سگریو کا نور نظر اور ولیعہد ہے اور ہنومان دلاور جس کی طاقت اور زور کا امتحان آپ بھی لے چکے ہیں۔ ان کی تعریف کیا کی جائے لاکھوں کے واسطے کافی ہیں اور انگد کے مقابل جو بندر کھڑا ہے سات تاڑ لمبا جس کا قد ہے نل کے نام سے موسوم ہے ۔ اس کے تحت میں ایک لاکھ ۲۳ ہزار فوج اس لئے یہ کام کرنی ہے اس کا مسکن ملیا گر پہاڑ پر ہے اور وہ دیکھو جن کا منہ لال انگارہ ہو رہا ہے بر بڑے بیر اور سورما ہیں۔ نام بھی ان کا سمیت ہے اور سمیت کے پیچھے مکند نام بندر ہے۔ جس کے لمبے لمبے بال ہیں۔ اور تین تاڑ لمبی دم ہے ۔ اور یہ بندر جن کے منہ تانبے کی طرح چمک رہے ہیں۔ ان کا مقابلہ کرنا ٹیڑھی کھیر ہے۔ اور کالے کالے منہ والے بندروں کو ہر وقت جنگ کی تمنا رہتی ہے ۔ بغیر جنگ کے ان کو کل نہیں پڑتی۔ سربھ نام بندر کی ہمراہی میں ایک لاکھ تیس ہزار فوج ہے ۔ جن کی خواہش ہے کہ لنکا کو پلٹ کر دیں۔ فوج بیشمار انکی ہمراہی میں ہے ان کے پیچھے گواچھ نام کے بندر کھڑے ہیں۔ بلا تعداد فوج کا پہرہ پیچھے کھڑا ہے۔ ان کی پشت پر بلی نام بندر ہے جن کی پشت پر ایک لاکھ چالیس ہزار سپاہ ہے۔ اور بلی کی بغل میں پچھتر ہزار فوج دستہ جنگ کا منتظر ہے۔ پنس کی ہمراہی میں ایک لاکھ پچیس ہزار جوان ہیں۔ پنس کی پشت پر ایک لاکھ ساٹھ ہزار فوج لئے تنبت کھڑا ہے۔ جن کی بائیں طرف کرتھن نام کے بندر ہیں۔ یہ بڑے زوروں کرتھن کے ساتھ ایک لاکھ ستر ہزار کی فوج دکھائی دے رہی ہے۔ یہ کروڑ نام بندر گئے گئے ہیں ہے۔ راون! رام چندر کی فوج کا شمار نہیں ہو سکتا۔

سرگ ۲۷

جاموان کی فوج کا تماشہ

سارن کہنے لگے شاہ لنکا فوج میمون کے مفصل حالات بیان کر چکا اب فوج خراسان کی کیفیت سنیئے۔ خرسوں میں کوئی ایسا نہیں جو ... کو ... نہ سمجھے ... میں سب جان دینے پر مستعد ہیں۔ ایسے ایسے ... ہیں۔ جنہوں نے کئی جنگ میں پیٹھ نہیں دکھلائی۔ اور نہ کبھی شکست کھائی۔ ... ان سب کا ... ہے۔ دھومر ... اور ... لیے

شجاع ہیں جن کے زورِ بازو کا وارپار نہیں۔ جاموان ان سب کا راجہ ہے۔ دیو اسر کے سنگرام میں شاہ جاموان موجود تھا۔ جس کو ایک زمانہ ہوا۔ شاہ جامونت کو کبھی غصہ نہیں آیا۔ دیوتوں اور راکھشسوں کے مابین جب جنگ چھڑی تھی شاہ جامونت خوب لڑا۔ اور اسی کی کمک سے دیوتے ظفریاب ہوئے۔ کالے بادلوں کی فوج ریچھوں کی ہے۔ یہ سب اندر کی اپاسنا کرتے ہیں۔ ان کے بدن چار جوجن لمبے اور چار ہی جوجن چوڑے ہیں۔ راجہ کرکھش جو اگن سے پیدا ہوا ستر ہزار ریچھ کا مالک ہے۔ کرکھش ریچھ ایسا بلوان ہے جس نے عرصے تک سماون اسر سے لڑائی کی۔ آخر سمسافلن پسپا ہوا۔ اکمھن کی ہمیشہ دریا پہ بودوباش ہے۔ اکمھن کے سامنے وہ دھوریکھ پہاڑوں سے ٹکر لڑتا ہے۔ اس کی طاقت سے زمین ہلتی ہے۔ کیسری کو تو آپ پہچانتے ہوں گے یہ ہنومان کے باپ ہیں اور سورج کی اپاسنا کرتے ہیں۔ کیسری کی طاقت اتھاہ ہے اگر چاہے تو ایکدن میں لنکا کو زیر وزبر کر دے۔ فوج میموں اور خرس میں کوئی ہتھیار نہیں لگاتا۔ ان کے ناخن اور دانت کیا کم ہیں۔ انہیں سے راکھشسوں کو مار دیں گے۔ پہاڑ اور درخت اکھاڑ اکھاڑ کر لنکا کو زیر وزبر کر دیں گے۔

سرگ ۲۸

سارن اور راون کی گفتگو

بالمیک جی یوں کتھا شروع کرتے ہیں کہ سارن رامچندر جی کی فوج کا معائنہ کرا کے شاہ سے بولا کہ جتنے ریچھ اور بندر سامنے نظر آتے ہیں سب بڑے لحیم وشحیم ہیں۔ کوئی قد وقامت میں فیل مست سے کم نہیں کسی کا قد برگد کے برابر ہے۔ کوئی پہاڑ سا لمبا ہے۔ یہ اپنا جسم چھوٹا اور بڑا بھی کر سکتے ہیں۔ ان کی تہوری بہادری کے دیوتے قائل ہیں۔ سگریو کے ندیموں اور مشیروں کی تعداد جب ایک ہزار ایک سو ہے تو فوج کا شمار کیونکر قیاس ہو سکتا ہے۔ کل فوج اٹھارہ پدم سے کسی طرح کم نہیں۔ دوبد میند بندر ہمیشہ امرت پیتے ہیں۔ اسلئے وہ کسی سے مارے نہیں جا سکتے ان سے شاہ لنکا کو خوف ہونا چاہیئے۔ دلاور ہنومان سے تو دنیا آگاہ ہے۔ جس نے چشم زدن میں لنکا کو بھسم کر دیا۔ اس بندر کی دلیری تو بچپن سے آشکار ہے۔ پیدا ہوتے ہی بھوک سے بیتاب تھا۔ آسمان پر آفتاب طلوع ہو رہا تھا۔ اس نے جست کی اور ۳۰۰۰ ہزار جوجن آسمان پر پہنچ کر سورج کو لقمہ بنا لیا۔ دیوتا ہنومان کی شجاعت دیکھ کر دنگ ہو گئے اندھکار پھیل گیا مخلوق ہائے ہائے کرنے لگی۔ اندر نے یہ عالم دیکھ کر دشمن میموں پر بجر مارا۔ برہما نے خوشامد کی تب کہیں سورج کی جان بری ہوئی۔ دیوتاؤں اور راکھشسوں میں کون ایسا ہے جو ہنومان کا سامنا کر سکے۔ فوج میموں میں بہت سے بلتن اور ضیغم افگن ہیں۔ مگر اس کی سی طاقت کسی میں نہیں۔ اس طاقت کی وقعت راجہ اجودھیا کے دل میں بہت کم ہے۔ وہ اپنے بھائی سے بڑھ کر جانتے ہیں۔ لنکا کے لئے صرف ہنومان کافی ہے۔ اگر وہ دل پہ رکھ لے تو لنکا کا طبقہ اٹھا کر سمندر میں پھینک دے۔ حکم

کا پابند ہے۔ سری مہاراج اجازت نہیں دیتے اِس سے مجبور ہے اور وہ سامنے لٹھیک شلا پر سری رام لچھمن براجمان ہیں۔ حقیقت میں تو ریزہ دان ہیں۔ آپ شیام برن ہو کر بھگتوں کو سُکھ دیتے ہیں مزاج میں رعونت مطلق نہیں۔ سب کو ایک نظر سے دیکھتے ہیں۔ انتہا کے خلیق ہیں۔ دھنر ودیا میں یکتائے زمانہ ہیں۔ دین و دنیا میں آپ کا نام روشن ہے۔ وید شاستر میں لیگانہ آفاق ہیں۔ آپ کا قہر غضب کا ہے۔ جنبش پلک سے دنیا زیر و زبر ہو سکتی ہے۔ زمین و آسمان آپ کے حکم کے پابند ہیں۔ اگر چاہیں تو ایک تیر سے زمین و آسمان شگاف ہو جائیں۔ آپ کے چھوٹے بھائی کا نام لچھمن ہے۔ سری مہاراج کو جسقدر اُنس آپ سے ہے اتنا اور کسی سے نہیں۔ لچھمن کو جان سے زیادہ عزیز رکھتے ہیں۔ اے شاہ ذی مہر! دنیا میں بھائی سے بڑھ کر اور کوئی شے نہیں۔ مگر آپ کا بھائی ایشور نہ کرے کسی کا ہو۔ بھبھیکن گھر کا بھیدی ہے۔ وہ دیکھیئے سری مہاراج کے بائیں جانب بیٹھے ہوئے لنکا کی طرف دیکھ رہا ہے۔ لچھمن جی داہنی طرف براجمان ہیں۔ بھبھیکن آپ سے ضرور لڑیگا۔ بھائی کا پاس ہرگز نہیں کریگا۔ سامنے شاہ میموں بیٹھا مالا دیکھ رہا ہے۔ یہ مالا مہاراج رامچندر نے گلے سے اُتار کر دیدی ہے۔ اس کا خاصہ یہ ہے کہ جس کے گلے میں ہو اُس پر دشمن قابو نہیں پا سکتا۔ سگریو مہاراج رامچندر کا مصاحب خاص ہے۔ اپنے بھائی بالی کو قتل کر کے خود تخت پر بیٹھا۔ بندروں پر حکومت کرتا ہے۔ سری مہاراج بھبھیکن سگریو۔ جاموان۔ انگد۔ ہنومان۔ نیل۔ نل۔ کیسری نامی بندروں سے مشورہ لیا کرتے ہیں۔ بغیر مشورہ کے کوئی کام نہیں ہوتا۔ اے شاہ راچھسان! سمجھ بوجھ کے کام کیجئے۔ جسطرح راہ چندرماں کو گھیر لیتا ہے اور خوف ماہتاب ہوتا ہے۔ اُسی طرح یہ فوج عنقریب لنکا کو گھیرنے والی ہے۔

سرگ ۲۹

راون کی خفگی سارن راچھس پر

شاہ راون سارن دعت کی زبانی جب حریف کی فوج کا مفصل حال سُن چکا دل میں یہ سمجھ لیا کہ جو کچھ کہتا ہے سچ ہے۔ مگر اپنا جلال اور ہیبت دکھانا مد نظر تھا۔ اسلئے جھڑک کر بولا۔ ہم سمجھتے تھے کہ عقل سے بہرہ ہے۔ مگر بالکل گدھا اور احمق ہے ارے نادان! دشمن کی بڑائی کرنا تیرا ہی کام ہے۔ جو بات کرتا ہے خلاف دھرم کرتا ہے۔ گو شاستر اور دھرم نیت میں دخل ہے مگر گفتگو کرنے کی تمیز نہیں۔ کہ کون لفظ بادشاہوں کے سامنے کہنا چاہیئے۔ اور کن باتوں سے احتراز لازم ہے۔ جب ہمارے ہی وزیر اور مصاحب حریف کی بڑائی کرتے ہوں۔ تو جیتنے کی کیا اُمید ہے۔ اتنے دن تک اپنے اقبال اور خوش نصیبی طالع سے حکومت کرتا رہا۔ تم لوگ بڑے گستاخ ہو گئے ہو۔ مطلق نہیں ڈرتے۔ اگر کوئی دوسرا راجہ اپنے دشمن کی بڑائی وزیر مصاحبوں سے سُنتا تو زبان کاٹ ڈالتا۔ تم نہیں جانتے۔ کہ

آگ سے اور بحر سے جان بچ سکتی ہے لیکن راجاؤں کی آتش خشم سے بچنا محال ہے۔ میں تو ابھی دفت تم لوگوں کو مار ڈالتا مگر چونکہ تم ہمارے پرانے مصاحب ہو اسلئے زندہ چھوڑ دیا۔ ہماری آنکھوں سے اوٹ ہو جاؤ صورت سے نفرت ہے۔ دور ہو۔ سارن ہٹ گیا۔ دیگر مصاحب راون کی تعریف کرنے لگے۔ تب شاہ راون نے اپنے ایک مصاحب مہودر نامی سے کہا کہ جاسوس بُلا لا۔ مہودر اور جاسوس بُلا لایا۔ جاسوسوں کے آنے پر راون نے اُن سے کہا۔ تم لوگ پُرانے غمخوار ہو تمہاری ذات پر سب کچھ بھروسہ ہے۔ جاؤ اور رامچندر کی فوج سے خبر لاؤ۔ کہ وہاں کیا باتیں سوچ جا رہی ہیں۔ اور اُن کی کیا صلاح ہے تم لوگ یہ خیال نہ کرنا کہ راون حریف سے ڈر گیا ہے۔ شاستر میں لکھا ہے کہ دشمن کی طاقت عقل اور بہادری کی جانچ کرنا ضروری بات ہے۔ جاسوس لوگ سر نیاز خم کر کے رخصت ہوئے اور سادول کو ساتھ لیکر رامچندر جی کی فوج میں گشت کرنا شروع کی۔ لیکن بھبھیکن نے پہچان لیا اور پکڑ کر سری رامچندر جی کے پاس لے چلے۔ بندروں ریچھوں نے مارنا شروع کیا۔ تب جاسوس لوگ سری رامچندر جی کی دہائی دینے لگے۔ رامچندر جی نے جو رحم و کرم کے دریا ہیں خلاص کر دیا۔ اور پھر وہ قلعہ لنکا میں واپس آئے۔ راون سے کہنے لگے۔ سک و سارن کا کہنا سچ ہے۔ ہم کو بندروں نے پکڑ لیا تھا۔ اگر رام چندر جی کی دہائی نہ دیتے تو جان بری نہ ہوتی؎

سرگ ۳۰

ساردول راچھس سے استفسار حالات رامچندر

جاسوس سے حالات دریافت کر کے شاہ راون ساردول اپنے قدیم مصاحب سے بولا معلوم ہوتا ہے۔ کہ تمہاری مرمت کی گئی۔ میں دیکھتا ہوں کہ اگلی سی رونق چہرے پر نہیں۔ پژمردگی چھائی ہوئی ہے۔ اپنے حال تو کہو کیونکر گذری۔

ساردول:۔ اے شاہ دس کندھر! کیا عرض کروں۔ بندروں ریچھوں نے دیکھتے ہی پکڑ لیا۔ خوب کوبہ کاری کی۔ جو کچھ گذری۔ زبان سے ادا نہیں ہو سکتی۔ راچھسوں میں ایک کو بھی نہیں دیکھتا۔ کہ بندروں اور ریچھوں کے سامنے ٹھہر سکے مہاراج میں تو آپ میں بھی اتنی جرأت نہیں کہ اس غول بیابانی میں جا کر صاف نکل آئے ضرور آپ کے ساتھ بے ادبی ہو۔ جسوقت ہم لوگ حریف کی فوج میں پہنچے ہی معاً بھبھیکن نے پہچان لیا۔ پھر کیا تھا۔ بندروں نے لاتوں گھونسوں سے پلیتھن نکال دیا۔ ہمارا اسوقت کون مددگار رہتا۔ رام نام آڑے آیا۔ بندروں نے پکڑ کر تمام فوج میں گھمایا۔ جسطرح لنکا میں ہنومان کو آپ نے تشہیر کیا تھا۔ پس اُسی طرح بھبھیکن نے ہماری گت بنائی۔ یہاں ہنومان پر کسی کی مجال نہ تھی۔ کہ ہاتھ رسید کرتا۔ مگر ہمارا وہاں بھُرکس نکال دیا۔ غرضیکہ ساری فوج میں گھومتے ہوئے جب مہاراج

رامچندر جی کے پاس پہنچائے گئے۔ اور اُن کا نام لیکر دُہائی تہائی مچائی۔ تب نجات ملی۔ تمام بدن زخموں سے چور ہے۔ خون ٹپک رہا ہے۔ جان ہی بچی یہی خیر ہوئی۔ رامچندر کی کس قدر تعریف کروں۔ واقعی ایشور کا اوتار ہیں۔ جنہوں نے پانچ دن میں سمندر پر سو جوجن لمبا پل باندھا۔ ہم لوگ آپ کے نمک خوار ہیں۔ آپ کی بھلائی چاہتے ہیں۔ دو تدبیریں ذہن میں آتی ہیں۔ سب سے بہتر یہ تدبیر ہے کہ لڑائی موقوف کی جائے۔ اور سیتاجی رامچندر جی کے پاس بھیجدی جائیں۔ دوسری بات یہ ہے۔ کہ اگر لڑائی ہی مرکوزِ خاطر ہے تو خوب ہوشیاری سے جنگ کی جائے۔ میرے نزدیک لڑائی سے بہتری کی صورت نہیں۔ آگے آپ مختار ہیں۔

راون:۔ یہ بات ناممکن ہے۔ کہ سیتاجی کو حوالہ کر دوں۔ اگر دیوتا گندھرب بھی آئیں تو بھی جانکی کو نہیں دے سکتا۔ رامچندر تو انسان ہیں۔ ان کی کیا مجال۔ تم ہمیں سکھاؤ نہیں ہم خود پڑھے بیٹھے ہیں ہاں یہ بتلاؤ کہ اعدا کی فوج میں تمام سپہ سالاروں کے نام کیا کیا ہیں۔ اور وہ کن کی اولاد ہیں۔

سارون:۔ شاہ میموں کا نام سگریو ہے۔ یہ کل کا افسر ہے۔ اس کے باپ کا نام رجھبں تھا جس کی حکومت پیتا پور کسکندھا میں تھی۔ شاہ خرساں کا نام جاموَنت ہے جس کے زور کی انتہا نہیں۔ جاموَنت کے باپ کے دو لڑکے ہیں۔ ایک جاموَنت دوسرا دھمر ہے۔ دھمر بھی میدانِ شجاعت کا شیر ہے۔ ہنومان کے باپ کیسری برہسپت جی کی اولاد میں ہیں۔ ہنومان کو تو آپ بخوبی جانتے ہیں۔ آپ پر کیا منحصر لنکا میں کوئی متنفس نہیں جو ہنومان کا نام لیتے دہل نہ جاتا ہو۔ سوکھین بندر دھرم سے پیدا ہوا ہے۔ اور دومکھ ہیدرمال سے تین بندر فوج کے افسر برہما کی اولاد میں ہیں۔ ہومکھ[1]۔ ودمکھ[2]۔ بیگ درشی[3]۔ بالی کا لڑکا انگد بڑا بانکا جوان ہے۔ اور اگنی کی اولاد ذیل ہیں۔ بالی اندر سے پیدا ہوا تھا۔ گج[1]۔ گراچھ[2]۔ گوے[3]۔ سرب[4]۔ گندھ مادن[5] یہ پانچوں لڑکے جمراج سے پیدا ہوئے ہیں۔ منی کمار کے دو فرزند دوبند۔ میند کے نام سے موسوم ہیں۔ ہے مہاراج! بندروں کی جتنی فوج ہے سب دیوتاؤں کا انش ہے۔ اور سورج بنسیوں کے آفتاب سری رامچندر جی راجہ دسرتھ والیٔ اجودھیا کے نورِ نظر ہیں۔ آپ مہاراجہ اکشواک کے پڑپوتے اور رگھو مہاراج کے نبیرہ ہیں۔ آپ نے بچپن ہی میں تاڑکا ماریچ اور سوباہو کو ہلاک کیا۔ کھر دوکھن۔ ترسرا آپ ہی کے خونخوار تیروں سے عدم میں پہنچے۔ آپ زور بازو میں یگانۂ آفاق ہیں۔ لچھمن جی آپ کے چھوٹے بھائی کی طرح رامچندر سے کم نہیں۔ نل جس نے سیت باندھا ہے وشوکرما کا لڑکا ہے۔ ہیم کوٹ بلونچم بڑے شجاع اور دلیر ہیں۔ رام چندر کی فوج سمندر پار اتر آئی اور لنکا کا محاصرہ کر لیا ہے۔

سرگ ۱۱۱

راون اشوک باٹکا میں سیتاجی کے پاس

راون اٹھ کر دربار میں آیا۔ ارکانِ سلطنت اور وزرا اور سردارانِ ملک سے مشورہ طلب کیا۔ کہ حریف چڑھ آیا کس ڈھنگ سے لڑائی کی جائے اور کیا انتظام ہو جس سے غنیم پر قابو ہو سکے۔

شہر بدر کرنے کی کون سی تدبیریں ہیں۔ وزیر ندیم۔ مصاحب سب غور و فکر میں بیٹھے ہوئے اصول جنگ پر
خوض کر رہے ہیں۔ ہنوز کسی کے منہ سے جواب نہ نکلا تھا۔ شاہ راون نے پھر ٹوکا۔ خیر آج رات کو غوض
کرنا۔ کل صبح اپنی اپنی رائوں سے آگاہ کرنا۔ یہ کہہ کر خود داخل محل ہوا۔ امرا وزرا بھی اپنے اپنے گھر چلے گئے
راون نے بید ودھ جیبہ راچھس کو طلب کیا اور فرمایا تم اپنے عصر میں یکتائے علم سحر میں عدیم نہ رکھتے ہو۔
تمہاری ہی وجہ سے اکثر مابدولت نے بڑی بڑی لڑائیاں فتح کیں۔ تم جانتے ہو چاروں طرف سے غنیم نے
چھا لیا ہے۔ تمہاری کمک درکار ہے۔ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ سحر سے رامچندر کا سر بنایا جائے اور ویسا ہی
دھنش تیار ہو اگر بنا سکتے ہو تو فوراً داخل سرکار کرو۔ اس کا اجورہ معقول دیا جائیگا۔
بید ودھ جیبہ نے کہا بہت اچھا تعمیل حکم حالا میں کیا انکار ہے۔ ابھی لاتا ہوں یہ کہہ کر مکان کو
واپس ہوا۔ اور کچھ عرصے میں رامچندر کا سر اور دھنش بنا کر راون کی خدمت میں حاضر ہوا۔ راون نے کہا۔
مابدولت اشوک باٹکا جہاں سیتا مقیم ہے جاتے ہیں۔ جسوقت یاد کروں حاضر ہونا۔ شاہ لنکا سیدھا باغ کے
سیتا جی کے پاس پہنچا۔ رامچندر کی تعریف کرنے لگا۔ سیتا جی رام چرتر سے خوش تو ضرور ہوئیں مگر راون
کی صورت دیکھ کر کانپنے لگیں۔ راون بولا اے حسینہ ذرا گھونگھٹ کھول۔ آنکھیں جمال جہاں آرا دیکھنے کی
مشتاق ہیں۔ اب ناحق پردہ کرتی ہے۔ جس کے ہجر میں بے حال ہے وہ تو راہگرائے عالم جاودانی ہوئے آج
ہی تو ہماری تیغ براں کی کاٹ نے رامچندر کا نام دنیا سے مٹا دیا۔ جس پر تجھے ناز تھا۔ راہی ملک عدم ہوا
بیکار سوچ کرتی ہو۔ دولت پر لات مارنا نرا ہی کام ہے۔ عیش و عشرت سے دل اچاٹ نہ کرو۔ چین سے
رہو اگر میری طرف ایک دفعہ نظر بھر کے دیکھ لو۔ تو تمام لنکا کا راج تم پر سے تصدق کر دوں۔ رامچندر تو
مارے گئے حالانکہ وہ ہم سے لڑنے کیلئے بنفس نفیس تریچھوں کی فوج لئے ہوئے سمندر سے اتر آئے تھے۔ شام
کا وقت لوگ تھکاوٹ سے مضمحل تھے سو گئے۔ پرہست جی ہمارے سالار فوج تاک میں تھے موقع پا کر فوج میں
گھس گئے ہماری فوج نے جا کر سحر اڑا کر دیا۔ اور رامچندر کا سر پرہست نے شمشیر آبدار سے اتار لیا۔
بھبھیکن بھی مارا گیا۔ لچھمن اپنے بھائی کا سر کٹا ہوا باقی ماندہ فوج لیکر بھاگ کھڑے ہوئے سننے میں
آیا کہ اجودھیا نہ جائیں گے۔ سنیاسی ہو کر جنگل میں رہیں گے۔ سردار فوج سگریو۔ ہنومان وغیرہ بھی
قتل ہو گئے۔ بسمل انگد زمین پر تڑپ رہا ہے۔ اگر یقین نہ ہو تو رامچندر کا سر موجود ہے۔ دیکھو جھوٹ سچ
ظاہر ہو جائیگا۔ اتنے میں بید ودھ جیبہ نے سر لاکے سیتا کے آگے رکھ دیا۔ راون نے کہا دیکھو جس کیلئے تم
بیتاب تھیں آج تمہارے آگے اسکا سر لوٹ رہا ہے۔ تم کہتی تھیں وہ بڑے بلی ہیں۔ آج ان کی قدر و عافیت
معلوم ہو گئی۔ جانکی لکشمی اوتار تھیں۔ وہ راون کی باتوں میں کب آنے والی تھیں۔ تاڑ لیا یہ سر جادو سے
بنایا گیا ہے۔ میں بھی اسی طرح باتیں کر کے نت نیا ہے۔ سر کو دیکھتے ہی جانکی جی نے حیرت ظاہر کی۔ راون
نے دھنش بھی آگے رکھ دیا۔ جانکی جی بین کر کے رونے لگیں۔

سرگ ۳۲

رامچندر جی کا سر دیکھ کر جانکی جی کی آہ و زاری

سری جگدمب سیتا رانی کا چہرہ روشن مرجھا گیا۔ چوڑامن دیکھ دیکھ کر بلاپ کرنے لگیں۔ کہ اب کیکئی کا منشا پورا ہو گیا۔ کہ اپنے خاندان کا ناش کرا دیا۔ اے کیکئی تمہارا کون گناہ کہ سری مہاراج کو بن باس دلایا آج تیری ہوس پوری ہو گئی۔ سری مہاراج اب بیکنٹھ سدھارے اب چین سے راج کر کا ٹھاٹھ نکل گیا جانکی جی ایسے ہی باتیں کرتے کرتے زمین پر گر پڑیں اور اٹھ کر بلاپ کرنے لگیں۔ اب بیوہ ہو گئی سہاگ جاتا رہا۔ کیونکر زندگی بسر ہوگی۔ ہے پیارے آپ تو کال کو بھی مارنے والے تھے۔ آپ کی یہ کون گت ہو گئی۔ کیکئی نے آپ کو اس حالت پر پہنچایا ہے۔ پربھو مجھے چھوڑ کر کہاں چلے گئے۔ میں بیٹھی ہوں اور آپ کا سر میرے سامنے پڑا ہے۔ بلبلاتا مجھے اٹھا لے ہے سوامی! آپ تو راجہ دسرتھ سے سرگ میں مل جائیں گے لیکن افسوس ہے کہ اکشواک بنس کا نام مٹ گیا۔ سری مہاراج بچپنے سے میرا اور آپکا ساتھ ہے ایسے وقت نازک میں آپ ہم سے علیحدہ ہوگئے افسوس کہ کوئی اگن دینے والا بھی نہیں ہے۔ پربھو! رات کو تو پاپی مارے جاتے ہیں۔ آپ نے تو کوئی پاپ بھی نہیں کیا۔ پھر آپ کیوں مارے گئے۔ لچھمن نے بھی سہائی نہ کی۔ کیسے کٹھور تھے ان کا کلیجہ کیوں نہ پھٹا۔ بغیر آگ دیئے چل دیئے۔ سنیاسی ہو گئے ہیں نارائن بڑے شوک کی بات ہے۔ کہ دنیا میں کہیں کی نہ رہی۔ لوگ کہیں گے کہ راجہ دسرتھ کی بہو اور رامچندر کی استری بیوہ ہو گئی ہے۔ راون اتنا احسان کرو۔ کہ ہمارا بھی سر کاٹ لو اور رامچندر کے پاس رکھ دو۔ ناہ لنکا جانکی جی کی باتیں سنکر کبیدہ ہوا۔ اور بولا تمہارے شوہر کا جسم بھی سنگوائے دیتا ہوں۔ اتنے میں ایک چوبدار نے آ کر عرض کی کہ مہاراج کی بلائیں دور ہوں دشمن پائمال ہو۔ حضور کو پرہست نے بلایا ہے۔ کچھ مشورہ کرنا ہے۔ راون اشوک باٹکا سے دربار میں آیا۔ تخت پر بیٹھا ہی تھا کہ رامچندر کا سر راون کے پاس گر پڑا۔ وزیروں نے انگشت بدنداں ہو کر عرض کی یہ شگون اچھا نہیں۔ حضور پر کوئی آفت نازل ہونے والی ہے۔ اسلئے کہ رامچندر مرنے والے نہیں یہ سنکر راون نے شہنائی اور نفیری بجنے کا حکم صادر کیا۔ تاکہ کسی کی سمجھ میں نہ آوے کہ وزیروں نے کلمات ناشائستہ زبان سے نکالے۔

سرگ ۳۳

بھبیکن کی زوجہ سرماں کی زبانی رامچندر کی خیریت

سرماں زوجہ بھبیکن سری جانکی جی کو سمجھا رہی ہے۔ کہ راون کی باتیں مکر و فریب سے آلودہ ہیں۔ آپ کو چھلنے آیا تھا۔ آپ اس کی باتوں پر دھیان نہ دیں۔ جفاکار راون ہمیشہ مکر و فریب سے کام لیا کرتا ہے اس کا یہ کہنا کہ رامچندر ہلاک ہو گئے محض لغو ہے۔ سری رامچندر پرماتما کے اوتار ہیں۔ اس کی مجال نہیں۔

کہ اُن پر بُری بھی آنکھ ڈال سکے۔ وہ پاک ذات دیوتوں کی رچھیا کرنے والی فوج میموں کی حامی ہے۔ اور خونخوار دیوؤں کو ہلاک کرکے عدم آباد پہنچائیگی۔ اور اِس کمبخت کمینہ راون سے عنقریب آپ رہائی پا جائینگی۔ وہ ذات ذو الجلال رحیم وکریم ہے۔ ان کے سامنے اِس ملعون سفلہ پرور کی حقیقت نہیں۔ ان کے تیز خارا شگاف کے سامنے ٹھہر سکے۔ سری لچھمن جی بھی یکہ تاز میدان ہوتے ہیں۔ جسوقت شمشیر زبان کیطرح میدان رزم میں کوبجینگے فوج راچھس گیدڑوں کی طرح بھاگتی نظر آئیگی۔ راون کی عقل ماری گئی۔ سحر سازی سے کام لیتا ہے۔ پیاری آپ سوچ نہ کیجئے۔ سری مہاراج کا اذنٰی کرشمہ ہے کہ اتنے بڑے سمندر پر پل باندھ لیا اور پار آگئے۔ اور سبیل پہاڑ پر فوج خرس و میموں کی ہمراہی میں فروکش ہیں گھبرائیے نہیں۔ میں اپنے کوٹھے پر سے جو بہت اونچا ہے مہاراج کی فوج دیکھ چکی ہوں۔ اور راون نے بھی اکثر جاسوس بھیجکر حالات دریافت کئے اس کا دل بھی خوف کھایا ہوا ہے۔ مجبور ہوکر مکاری پر کمر باندھی۔ اور آپکو ڈرانے دھمکانے آیا تھا پیاری دیکھو فوجی باجہ بج رہا ہے۔ اگر ذرا بھی ملعون کی باتوں میں سچائی کا لگاؤ ہوتا تو جنگ کی تیاری کیوں کرتا۔ دل دھیرج اور استقلال سے کام لو۔ کچھ دنوں مصیبت اور رہ گئی۔ سری مہاراج دور کر دینگے۔

سرگ ۳۴

سیتا جی کا اطمینان سرماں زوجہ بھبھیکن کی فہمائش سے

سرماں زوجہ بھبھیکن کی تسلی آمیز نصیحتوں سے سری سیتا مہارانی کو کسی قدر تشفی ہوئی فرمایا تمہارا کہنا ٹھیک ہے مگر اندھا اپنے پہنلیٹے جب آنکھیں پلٹے۔ سرماں نے جواب دیا مہارانی! آپ آگیا دیں۔ تو سری مہاراج کے پاس جاکر آپکی رنج و مصیبت کی داستان سُنا دوں۔ سحر و جادو میں مہارت رکھتی ہوں۔ نظروں سے چھپ سکتی ہوں۔ پل بھر میں جاکر واپس آسکتی ہوں۔ سری مہارانی بولی جو تم ایسی طاق ہو تو جاکر ذرا راون کی خبر لو۔ آخر اُس کی منشا کیا ہے۔ کیا وہ لڑائی ضرور کریگا۔ کیا وہ مجھے سری رامچندر جی کے درشن نہ ہونے دیگا۔ بدھاتا نے اُس کی عقل بھرشٹ کردی۔ تم راون کے دربار میں جاکر وہاں کے حال لے آؤ کہ کیا باتیں سوچی جارہی ہیں۔ سرماں سُن کے آنسو پونچھتی ہوئی راون کے دربار میں پہنچی۔ یہ سب کو دیکھتی تھی مگر خود ایسی نظروں سے پوشیدہ تھی۔ کہ کوئی اُس پر نظر نہیں ڈال سکتا تھا۔ سرماں وہاں کے حالات لیکر جانکی جی کے پاس چلی آئی۔ جانکی جی بہت خوش ہوئیں فرمایا کہو کیا رنگت ہے سرماں نے جواب دیا کہ دشمن کی حالت سقیم ہے کہ سری رامچندر جی کا قصور ہی اُن سے شمشیر کرے۔ جانکی مہارانی انھیں اقرار ... عوام ... سب لوگ سمجھا رہے ہیں۔ کہ تمہارے والی کو ٹھیک ہی ... تھے لیکن راون نہیں مانتا ... لوگوں کا ... کہ ... سمندر پر پل باندھنا انسانی طاقت سے بعید ہے۔ ... کا حال تو ... لگ جانتے ہیں۔ ... کو مار ڈالا

اس پر بھی راون نہیں مانتا اور جسطرح ممسک روپیے کے لالچی ہوتے ہیں۔ اسی طرح راون آپ کو جدا کرنا نہیں چاہتا سری مہاراج راون کو معہ کل فوج کے ہلاک کریں گے۔ آپ کو اس قید سنگین سے نجات دلائیں گے۔ سنو راچھس اور بندر غل مچا رہے ہیں۔ لنکا میں نقارہ جنگ بج رہے ہیں۔ راچھسوں کے ہوش ٹھکانے نہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ فتحیابی نا ممکن ہے۔

سرگ ٣٥

مالی وان وزیر کا سمجھانا شاہ راون کو

لنکا کے چاروں طرف بندر شور و غل کر رہے ہیں۔ شاہ راون اپنے مصاحبوں سے مشورہ کر رہا ہے کہ اب لڑائی کیونکر شروع کرنی چاہیئے۔ تم لوگ کیوں خوف کھاتے ہو۔ بندر اور انسان تو تم لوگوں کی خوراک ہیں۔ سمندر پر پل باندھنے سے رام چندر بہادر نہیں ہو گئے۔ مال وان شاہ راون کا نانا سمجھانے لگا۔ کہ آپ بادشاہ ہیں بادشاہوں کو راج نیت جاننا ضروری۔ آپ بھی راج نیت میں عبور رکھتے ہیں۔ یہ بھی جانتے ہیں کہ راجہ عدل و انصاف کے پابند رہیں۔ رعایا خوش رہے۔ دشمن کو فتح کرنے کی کوشش کرنا چاہیئے دشمن تین قسم کے ہوتے ہیں۔ اول جو اپنے سے زیادہ طاقتور ہو دوم جو برابر کا زور رکھتا ہو سوم جو کمزور ہو۔ کم طاقت والے سے جنگ میں شکست پانا موجب خرابی اور بے عزتی ہے۔ اگر فتحیاب ہوئے تو کچھ بڑائی نہیں ہوتی۔ برابری کی لڑائی میں دونوں کمزور ہو کر آخر کار نیست و نابود ہو جاتے ہیں اور اپنے سے زیادہ طاقت رکھنے والے سے لڑنے میں خطرہ ہے۔ رام چندر سے لڑائی کرنا درست نہیں ہے لنکا کو بندروں نے ہر طرف سے گھیر لیا ہے۔ ایسے دشمن کے ساتھ صلح کر لینا چاہیئے۔ لڑائی کی کوئی خاص وجہ بھی نہیں ہے۔ اگر جانکی جی کو ابھی واپس کر دیں۔ تو باہمی نقص رفع ہو جائے۔ اور دنیا میں نیکنامی حاصل ہو۔ جنگ دو سر وارد کیا معلوم کس کو ظفر ہو اور کون شکست پائے۔ رام چندر دھرماتما ہیں۔ دھرم کی ہمیشہ جے ہوتی ہے۔ دیوتے بھی رامچندر کی جے جے کار منا رہے ہیں۔ پرائی استری کا ہر لانا کیسے ادھرم کی بات ہے۔ لوگ نفریں کہہ رہے ہیں کوئی خوش نہیں۔ بخلاف آپ کے رامچندر خلق و مروت میں اپنا ثانی نہیں رکھتے۔ پھر ان کی معجز نمائی اور کرشمہ دیکھ دیکھ کر دل پر یقین ہوتا ہے۔ کہ بلاشبہ وہ ذات پاک ایشور کا اوتار ہے رعایا ان سے اور وہ رعایا کے ہر دلعزیز ہو رہے ہیں۔ بخلاف اس کے آپ کی عملداری کے لوگ شاکی ہیں۔ رعایا بیزار ہے رشی منی بد دعا دیتے ہیں تعجب نہیں کہ زوال سلطنت کا زمانہ قریب آگیا ہو۔ کیا معنی کہ گندھرب رشی منی کیہر حکمت جلتے ہیں۔ سب آپ سے متنفر اور آپ کی بیخ کنی کے درپے ہیں کاش اگر دیوتوں سے لڑائی ٹھنی ہوتی تو کوئی تدبیر سوچی جاتی۔ مگر یہاں تو برعکس اس کے ہے اول تو دھرم کے خلاف غیر مرد کی زوجہ کو چوری سے نکال لائے اور اس پر سینہ زوری دکھانا

اصول شاستر کے خلاف ہے۔ پھر رامچندر ایشور ہیں۔ ان سے لڑائی ٹھاننا سب باتوں پر طرّہ۔ کیونکر فتح ہو سکتی ہے۔ آسمان سے خون کی بارش ہوتی ہے۔ شب کالکا دانت نکالے اپنی مہیب صورت سے راچھسوں کے کلیجے ہلائے دیتی ہے۔ گئووں سے گدھے۔ نیولے سے چوہا اور کتوں سے سور لڑتے ہیں۔ آثار نحس ہیں دیوتا رشی آپ کے زوال سلطنت کیلئے تپ کر رہے ہیں۔ کہ کسی طرح راچھسوں کا ناش ہو جائے۔ اس کے علاوہ ہر بعد لنکا میں شگون بد نظر آتے ہیں۔ یہ کیا خرابی کا باعث نہیں ہے اگر اس خیال پر ناز ہو کہ برہماجی کا بردان ہے کہ میں اجر اور امر ہوں۔ میرا مارنے والا پیدا نہیں ہوا۔ تو کیا آپ سمجھ سکتے ہیں کہ بندر اور ریچھ سلطنت کے مخرب نہیں ہو سکتے۔ انسان سے آپ کی موت نہیں لکھی۔ برہماجی نے کہہ دیا تھا کہ انسان اور بندروں سے زک اٹھاؤ گے۔ وزیر مالوان اپنی نیک نیتی سے سب کچھ کہہ گیا۔ مگر بدقسمت راون کے خیالات میں ذرا بھی اختلاف نہ ہوا۔

سرگ ۳۶

مالوان وزیر پر شاہ لنکا کا غصہ

شاہ لنکا کے دل پر وزیر مالوان کے کلمات نشتر کا کام کر رہے تھے۔ طیش کھا کر جواب دیا کہ تو بھی حریف سے مل گیا۔ جو اس کی بڑائی کرتا ہے۔ ظاہر میں ہماری بھلائی کی تدبیریں بتائی جاتی ہیں۔ مگر اندر سے چھری اور کانٹے کی طرح کلیجہ شگاف کر رہی ہیں۔ جسطرح ببھیکن ہمارا اتالیق بنا تھا آخر کار نکال دیا گیا۔ شاید تو بھی وہی حالت اپنی کرانا چاہتا ہے۔ اے عقل کے اندھے اتنا بھی نہیں سوچتا کہ ان دیوتوں سے مقابلہ کر سکتے ہیں۔ کہیں مٹھی میں ہوا تھم سکتی ہے۔ رامچندر سیت باندھنے سے بہادر نہیں ہو گئے۔ تو نے ابھی دلیر دیکھے ہی نہیں۔ دلیری اور شجاعت کوئی دوسری شے ہے۔ اور سیت باندھنا معماروں کا کام ہے۔ معمار سے اگر کہو کہ بہادروں کا مقابلہ کرے ہرگز منظور نہ کرے گا۔ رامچندر بالکل بزدل ہیں اور اس بزدلی ہی کی بدولت گھر سے نکال باہر کئے گئے۔ تمہیں رامچندر سے کیا رسوخ ہے جو ان کے استقلال اور حسن خلق کی تعریف کرتے ہو۔ کیوں ہمیں طیش دلاتے ہو۔ کہ غصے سے مشتعل نہ ہو کہ آج ہی حریف کو عدم آباد بھیج دوں۔ تم یہ خیال نہیں کرتے کہ کن مشکلات سے میں حور شمائل سیتا میرے ہاتھ آئی اور اب اس کے واپس دینے میں مجھ سے پرہیز ہو۔ اسکا اندیشہ نہ کرو میرے آہنی گرز جسوقت حریف کی فوج میں پہنچیں گے۔ یک قلم ستھراؤ کر دیں گے کیا میرے جلال میرے اقبال کی اندھیری جاتی رہی۔ جس کے سامنے دیوتے گندھرب راچھس کھڑے نہیں ہو سکتے۔ وہ راون جانکی کو کبھو پھیر سکتا ہے۔ میں نے جو عہد کیا۔ یہ نہیں ٹوٹ سکتا۔ جان بھی جائے مگر اپنے قول سے انحراف نہیں کرونگا۔ کیا رامچندر کے سمندر پار آنے سے ڈر جاؤں۔ اور اپنا عہد توڑ دوں

مالوان فدیہ راون کی بیہودہ تقریر سے سرنگوں ہو رہا۔ خجالت اُٹھا کر سہت بنیت کا جواب نہ دیا۔
اور اُٹھ کر اپنے گھر چلا آیا۔ مالوان کے جانے پر راون نے وزیروں اور مصاحبوں سے مشورہ لیا کہ چاہے
جان چلی جائے مگر سیتا کا دینا روا نہیں۔ شاہ لنکا نے پرہست سپہ سالار فوج کو حکم دیا۔ کہ تم پورب
دروازے پر انتظام رکھو۔ مہگیہ ناتھ مغربی دروازے پر مقرر کر دیا گیا۔ دکن اور اُتر کی سمتیں
مہودر اور سک سارن کی نگرانی میں رہیں گی۔ میں بھی اُتر کے دروازے پر سے تیر بازی کرونگا۔ شاہ
راون یہ حکم دیکر استراحت کے لئے محل خاص میں آیا۔

سرگ ۳۲

رامچندر جی کا اپنے وزیروں سگریو جامبوان وغیرہ سے مشورہ کہ کیونکر لنکا میں جنگ کیجائے

شاہ سگریو سوبیل پہاڑ پر متمکن ہے۔ اور سوچ رہا ہے کہ راون دیو زبردست ہے جس نے روئے
زمین کے دیوتاؤں اور دانوؤں کو جیت لیا ہے۔ دیوتاؤں تک میں تو اتنی طاقت نہیں کہ لنکا کی طرف
رخ کر سکیں ہم تو بندر ہیں۔ ہم کیونکر اس خونخوار دیو کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ بھبھیکن جو اس وقت حاضر
تھا بول اُٹھا اے شاہ میموں! جیوٹ کو ہاتھ سے نہ دیجئے۔ استقلال کی باگ روکے رہیئے۔ ہم نے چار
جاسوس بھیجکر لنکا کی خبر منگائی ہے۔ راون نے اپنے قلعہ لنکا کا انتظام چار سپہ سالاروں کے ہاتھ میں رکھا
ہے۔ مشرقی دروازے پر پرہست فوج کثیر لئے تعینات ہے جنوب کی طرف مہودر اور پچھم دروازے پر اندرجیت
کا پہرہ ہے۔ شمالی دروازے کا منتظم خود شاہ دیواں ہے جس کی ہمراہی میں ساٹھ لاکھ پیدل۔ ۴۰ ہزار
سوار اور ۲۰ ہزار رتھ اور دس ہزار ہاتھیوں کا جمگھٹا ہے۔ ایسی قدر فوج ہر ایک دروازے پر متعین ہے
ہر ایک دیو اپنے مالک کا دم بھرتا ہے اور خون گرانے پر مستعد ہے۔ افسوں سازی و سحر سازی میں ید طولےٰ
رکھتے ہیں۔ راون کا پہ دار بہت بڑا ہے جس کا شمار احاطہ امکان سے باہر ہے۔ شاہ سگریو بھبھیکن کا
ہاتھ لئے ہوئے مہاراجہ رامچندر کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور قدمبوس ہو کر اپنی جگہ پر بیٹھ گیا۔ سری مہاراج
نے بھبھیکن کی زبانی حالات سنکر ارشاد فرمایا کہ پرہست اور بھبھیکن۔ انگد اور مہودر۔ ہنومان اور
اندرجیت کا جوڑ مقرر کر دیا جائے اور ہم لچھمن جی کے ساتھ شاہ راون کی خبر لیں گے۔ انگد۔ ہنومان۔
اور بھبھیکن فوج لیکر پورب پچھم۔ دکن کے دروازوں پر حملہ کریں۔ اور شاہ راون سے میں خود نمٹ
لونگا۔ جامبوان وسط فوج میں دیکھ بھال رکھیں۔ یہ رائے سب کو پسند آئی۔ چونکہ رات ہو گئی تھی۔ سری
مہاراج نے سوبیل پربت پر استراحت فرمائی۔ خرس و میموں میں کلبلاہٹ پڑی ہوئی ہے۔ کہ کس
طرح صبح ہو اور لنکا پر دھاوا بول دیا جاوے اور ہم اپنے اپنے حوصلے نکالیں۔

سرگ ۳۸
بشرح صدر

رامچندر جی سگریو اور بھبھیکن سے فرماتے ہیں کہ آج رات غور وغوض میں بسر کرو۔ اور انتظام سوچو کہ کس طریق سے آغاز جنگ ہو۔ حریف زبردست ہے۔ وہ مطلق خیال نہیں کرتا کہ پاکباز سیتا پر ختم ہے وہ عصمت و عفت کی مجسم تصویر ہیں۔ ان پر کیونکر قابو پا سکتا ہے۔ خوف ہے کہ راون ملعون سیتا پر دست درازی نہ کر بیٹھے۔ اور سیتا عاجز ہو کر اپنی جان نہ کھو بیٹھے۔ اسلئے انتظام جلد ہونا چاہیئے۔ حریف کو مہلت دینا مناسب نہیں۔ یہ کہہ کر خود بدولت لچھمن جی کے ہمراہ دھنش بان لیئے ہوئے ایک اونچی چوٹی پہ چڑھ گئے سگریو اور بھبھیکن بھی ساتھ ہیں۔ رات کا عالم تھا۔ قصر لنکا روشنی سے جگمگا رہا تھا۔ سری مہاراج نے بھبھیکن سے استفسار کیا۔ کہ دکھن جانب روشنی کیسی ہو رہی ہے۔ بھبھیکن نے عرض کی یہی شاہ لنکا کا قصر ہے۔ وہ ایسا بیوقوف ہے۔ کہ آپ کا آنا مطلق خیال میں نہیں لاتا۔ ناچ و رنگ ہو رہا ہے۔ شراب کے خم لڑھک رہے ہیں۔ گانا ہو رہا ہے۔ سری مہاراج بولے خیر علی الصباح بندروں کو راستہ دکھا دو کہ وہ اچھی طرح راچھسوں سے مقابلہ کر سکیں۔ اور لنکا کے پیچ دیپیچ راستوں سے واقفیت بھی حاصل ہو جائے۔

سرگ ۳۹
استفسار حالات لنکا

نور کے تڑکے بندر اور ریچھ سوبیل پہاڑی سے اترے اور اطراف لنکا میں چاروں طرف فوج عدو کا سراغ لینے کے لئے ریشہ دوانی کرنے لگے۔ سامنے ایک قصر زرنگار دکھائی دیا جس کی فلک نما عمارتیں عظمت و شوکت میں روئے زمین پر عدیم النظیر ثابت ہو رہی ہیں۔ کہیں باغوں میں سرسبز درخت لہرا رہے ہیں۔ کہیں خوشنما پرند درختوں پر چہکار رہے ہیں۔ عجیب چہل پہل ہے مگر قصر لنکا پر چڑھنے کا راستہ نہیں۔ بندروں نے جست لگانا شروع کی۔ ہر جست میں پہاڑوں کو پھاندتے دریاؤں کو طے کرتے بہزار دقت قصر لنکا کے قریب پہنچے۔ بندروں کی کرخت آوازوں سے جانوران صحرائی کا زہرہ آب آب ہوا جاتا تھا۔ شیر چیتے بھاگ کر جنگلوں میں روپوش ہوئے پرند اڑ کر نہ جانے کدھر غائب ہو گئے۔ کہ ایک کا پتہ نہیں۔ قصر لنکا کی رفعت سو جوجن سے کم نہ تھی۔ دیواریں طلائی تھیں۔ نیلم دیاقوت کی جوڑیاں لگی ہوئیں۔ مینا کاری سے ہر در و دیوار جگمگا رہا تھا۔ اس عمارت کے شمال جانب ایک طلائی گنبد آسمان سے باتیں کرتا ہوا نظر آیا۔ اکثر شاہ لنکا تفریح کے لیئے یہاں آتا اور پہروں یہاں کے پر فضا نظاروں سے جی بہلایا کرتا تھا۔ یہ گنبد دس جوجن چوڑا اور بیس جوجن اونچا تھا۔ غرضیکہ لنکا کی ہر

عمارت سونے سے بنی ہوئی تھی۔ خونخوار دیووں کا پہرہ تھا۔ ریچھ اور بندر لنکا دیکھتے ہوئے رامچندر کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اِس قصر زیبا کی تعریف کرنے لگے۔

سرگ ۴۰

شاہ سگریو قلعہ لنکا میں

سری مہاراج سگریو کو لئے ہوئے اونچی چوٹی پر چڑھ گئے۔ اور قلعہ لنکا کو غائر نظر سے دیکھنے لگے شاہ راون نہایت آن و بان سے تخت مرصع پر جلوہ افروز ہے۔ چنور ہو رہا ہے۔ سرخ رنگ کی پوشاک زیب تن ہے ہیرے اور جواہرات کی مالا گلے میں پڑی ہوئی ہیں۔ راون کا سینہ اونچا نیچا ہے اور بے خوف بیٹھا ہوا ہے۔ مشیروں سے صلاحیں پوچھی جا رہی ہیں۔ سگریو شاہ لنکا کو دیکھتے ہی آپے سے باہر ہو گیا اور چوٹی سے اُتر کر جست کر کے قلعہ لنکا پر چڑھ گیا۔ اور راون کے پاس پہنچ کر اِسطرح گویا ہوا۔ تو مجھے پہچانتا ہے اگر نہ پہچانتا ہو تو جان لے کہ شاہ سگریو تیری خدمت کے لئے فوج کثیر لایا ہے۔ میں اسی ذات ذوالجلال کا مطیع ہوں جو دونو جہان کا مالک ہے سری مہاراج نے اپنے مشیروں میں داخل کر لیا۔ اے شاہ دیوان تو بھی کینے سے اپنے دل کو پاک کر۔ اور شاہ عالمیان کے قدموں کا سہارا لے۔ ورنہ تیرا سر ٹھوکریں کھاتا پھریگا۔ یہ کہہ کر تاج مرصع پر ہاتھ بڑھایا۔ اور راون کے سر سے اُتار کر زمین پر پھینک دیا۔ راون نے سگریو کو پکڑا۔ اور باہم لات گھونسے چلنے لگے۔ رامچندر سوبیل پہاڑ سے کیفیت دیکھ رہے ہیں۔ دونو پسینے سے تر بتر ہو گئے۔ خوب گھمسوٹ ہو رہی ہے۔ کوئی دانتوں سے کاٹتا ہے۔ کوئی ناخن سے گوشت اُتارتا ہے۔ جسموں سے خون رواں ہے۔ آخر کار دونو تھک گئے۔ اور بے دم ہو کر زمین پر گر پڑے۔ جب ہوش آیا۔ پھر اُٹھ کر لڑنے لگے۔ غش آیا۔ پھر گرے۔ اسی طرح دو گھنٹے کامل لڑائی ہوتی رہی۔ دم پھول گئے۔ کچھ دیر سستا کر مانو حدت ہونے لگا۔ راون نے سگریو کی ٹانگ پکڑ لی۔ اور گھما کر دے مارا۔ سگریو نے بھی اُٹھ کر گردن میں ہاتھ دیا۔ اور دوسرے ہاتھ سے پکڑ کر ایسا جکڑ دیا کہ راون چاروں شانے چت زمین پر آ رہا۔ فوج مخالف میں ہاہا کا شور مچ گیا۔ لینا لینا جانے نہ پائے کی صدائیں بلند ہوئیں۔ مگر سگریو نے وہاں ٹھہرنا مناسب نہ سمجھا۔ اُچھلتا کودتا سری مہاراج کی خدمت میں آکر پابوس ہوا۔ سری مہاراج نے گلے لگایا۔ اور اس کی جسارت و دلیری کی تعریف کرنے لگے۔

سرگ ۴۱

قلعہ لنکا میں انگد کی روانگی اور شاہ راون سے رو در رو گفتگو

سری مہاراج سگریو سے فرماتے ہیں کہ واقعی تم نے نہایت دلیری سے کام لیا۔ مگر اکیلے جانا اچھا نہ تھا۔ ہم سے پوچھا بھی نہیں۔ راجہ لوگ حریف کے مقابلے میں اکیلے نہیں جاتے۔ کچھ بہادر ساتھ ہوتے تو

اندیشہ نہ تھا۔ پہلے فوج سے لڑائی ہوتی ہے۔ تمہارے جانے سے بندروں میں واویلا واویلا مچا ہوا تھا بھبھیکن
اور جامونت کو اندیشہ تھا۔ کہ دیکھیں کیونکر شاہ سگریو سلامتی سے واپس آتا ہے۔ ایشور نہ کرے اگر تمہارا
سعیاں میلا ہوتا۔ تو ہم اور سیتا۔ لچھمن۔ بھرت۔ سترگن ان سب کی زندگی اکارتھ ہو جاتی۔ ہم اس
خیال ہی میں تھے۔ کہ چل کر تمہاری مدد کریں۔ اتنے میں تم آ گئے۔ نہیں تو آج ہی خاتمہ تھا۔ راون کو مار کر
لنکا کا راج بھبھیکن کے سپرد کر دیتا۔ سگریو بولا۔ مہاراج راون نے آپ کی شان میں گستاخانہ کلمے کہے
مجھ سے سہا نہ گیا۔ سری مہاراج نے لچھمن سے فرمایا۔ کہ سگریو کو ٹھنڈا پانی پلاؤ۔ اور پھل پھول کھلا کر
ان کی تھکاوٹ دور کرو۔ ذرا طبیعت ٹھکانے ہو تو لنکا پر دھاوا بول دیا جاوے۔ لنکا میں شگون بد ہو رہے
ہیں۔ بادل گرج رہے ہیں۔ آسمان سے خون برس رہا ہے۔ لچھمن جی نے حکم کی تعمیل کی۔ اور چوٹی سے
اتر کر بندروں کی فوج میں پھل پھول تقسیم کرائے۔ جب کھانے دانے سے فراغت ہو چکی۔ سری مہاراج
دھنش بان لئے ہوئے نیچے اترے اور فوج لیکر لنکا کا محاصرہ کیا۔ آگے والے دروازے پر پہنچ کر
ایک بان ایسا مارا جس نے لنکا کے راچھسوں کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ تاکہ کوئی بھاگ نہ سکے۔
شاہ راون نے بھی اپنی فوج میں آواز بلند پکارا۔ بہادرو! غنیم سامنے کھڑا ہے۔ بندروں کی فوج نے
لنکا کو محصور کر لیا۔ ڈرنا نہیں خبرداری سے کام کرنا۔ جھٹ پٹ تیس ہو کر مخالف کے خون گرانے پر تل جاؤ
کمر ہمت باندھ لو۔ بدھاتا نے تمہاری خوراک کا انتظام کر دیا ہے۔ بندروں ریچھوں کے گوشت سے اپنا
پیٹ بھرو۔ راون فوج کو بڑھاوے دیکر بہادروں کے دل بڑھاتا ہے۔ ادھر سری مہاراج بھبھیکن اور
سگریو سے مشورہ کر رہے ہیں۔ کہ ایک بار اور فہمائش کر دی جائے شاید راون راہ راست پر آ جائے اور
سیتا کو بھیج دے۔ انگد حاضر تھا۔ پابوس ہوا۔ اور دست بستہ کہنے لگا۔ مہاراج اگر ارشاد ہو۔ تو
جاؤں۔ اور حریف کو نشیب و فراز دکھلا کر سمجھاؤں۔ شاید معاملہ طے ہو جائے۔ سری مہاراج بولے۔
ہاں تم سے یہ کام نکل سکتا ہے۔ جاؤ اور کہنا کہ رامچندر سمندر کے پار آ گئے۔ بہ مہلکے ہر دان کا بھروسہ
چھوڑ دے۔ کبر و نخوت سے باز آ۔ رامچندر تیرا سر توڑنے لنکا کے دروازے پر آ گئے ہیں۔ اب بھی کچھ
نہیں گیا ہے۔ سیتا جی کو بھیجدے تیرے علاوہ ہزارہا نشاچروں کا خون بہیگا۔ پاپی ادھری کا کہیں
ٹھکانہ نہیں ہوتا۔ رامچندر کے باتوں سے جانبری مشکل ہے۔ اگر ننگ و ناموس کا خیال ہو تو رامچندر
کے قدمبوس ہو۔ وہ تیرا قصور معاف کر دیں گے۔ ورنہ تمام راچھس برباد ہو جائیں گے۔ لاکھوں کا کشت
و خون ہو جائیگا۔ کوئی عزیز ایسا باقی نہ رہیگا۔ جو تیرا شرادھ کرم کرے۔ لنکا کو حسرت کی نگاہ سے دیکھ
لے۔ دوبارہ دیکھنے کی نوبت نہ آئیگی۔ انگد نے سری مہاراج کے قدم چھوئے اور پرنام کر کے جست لگاتا
ہوا آسمان کی راہ سے بے خوف و بیم راون کے پاس پہنچ گیا۔ اور دلیرانہ راون سے بولا کہ اے شاہ
راون میں سری رامچندر جی کا سفیر ہوں۔ میرے باپ کا نام بالی تھا۔ انگد کے نام سے موسوم ہوں

اے راون قلعے سے باہر ہو اور بندروں کے ساتھ جنگ آزمائی کر۔ سری رامچندر تیرے مارنے کو فوج کثیر لائے ہیں۔ دیوتا تیرے شاکی ہیں۔ رشی منی عاجز ہو رہے ہیں۔ اب بھی تجھے ہوش نہیں آتا۔ تیرے مرنے پر بھبھیکن کا راج ہوگا۔ خیر اسی میں ہے کہ سری جانکی جی کو لے کر سری رامچندر جی کا قدم بوس ہو انگد کی باتیں زہر آلود تھیں۔ شاہ لنکا بل کھا کر سانپ کی طرح بولا۔ کوئی ہے اس کمبخت بندر کی گردن نہیں کاٹ لیتا۔ فی الفور راون کے حکم سے چار قوی ہیکل کوہ پیکر دیووں نے انگد کو پکڑ لیا۔ اور چاہا کہ زمین پر پچھاڑ کر تلوار سے گردن اڑا دیں۔ انگد نے ایک جھٹکا ایسا مارا کہ چاروں پہلوان دور جا گرے اور انگد کی گرج سے زمین دہل اٹھی۔ راون بھی کانپنے لگا۔ انگد وہاں سے شیر ژیاں کی طرح اچھلتے کودتے سری رامچندر جی کے پاس آئے ادھر راون پر دہشت طاری ہوئی۔ کہ جان بچنا محال ہے۔ رامچندر جی انگد کی زبان سے کل ماجرا سنکر اس کی بڑائی کرنے لگے۔

سرگ ۴۲

بندروں اور راچھسوں کی لڑائی

ادھر فوج میموں نے پہاڑ درخت سے لیکر قلعہ لنکا کا محاصرہ کر لیا ہے۔ ادھر دلواں خونخوار شاہ راون کے حضور میں عرض پیرا ہوئے۔ غنیم کی فوج جنگ پر آمادہ ہے۔ ہم لوگ بھی سر بکف ہیں۔ حکم کے منتظر ہیں۔ خون اوٹ رہا ہے۔ آپ کیوں بے پرواہ بیٹھے ہیں۔ دشمنوں کے مارنے حریفوں کی تکا بوٹی اڑانے کا حکم کیوں نہیں صادر ہوتا۔ شاہ راون مشیران اور اراکین سلطنت سے مخاطب ہوا۔ میری رائے میں پہلا حملہ ان ریچھ بندروں پر ہو۔ جو بزدل اور کمزور ہیں۔ ایک ہی حملے سے پسپا ہو جائیں گے۔ وزیروں نے بھی صلاح دی کہ جہاں پناہ کی رائے مبارک بہت انسب ہے۔ پھر کیا تھا۔ حملہ بول دیا گیا فوجیں تلی کھڑی تھیں۔ سامان حرب اور فوج کی درستی ہو چکی تھی۔ برج لنکا پر جنگ کا جھنڈا لہرا رہا ہے نرسنگھے اور سنکھ کی آواز سے جنگل اور بن گونج اٹھے۔ سالار لشکر للکارے۔ ایکدم سے تلواریں میان سے باہر آئیں۔ بھالا۔ برچھی۔ کٹارہ۔ حسب موقع بہادروں کے ہاتھ میں کام دینے لگیں بندروں نے بھی پہاڑ۔ درخت اکھاڑ اکھاڑ کر پھینکنا شروع کئے۔ سینکڑوں راچھس پامال ہو گئے۔ کچھ بندر اور ریچھ ہا ہو مچاتے برج لنکا پر چڑھ گئے۔ کوئی راچھسوں کو للکار رہا ہے۔ کوئی برجوں کو ڈھا رہا ہے۔ کوئی پتھروں سے قلعہ لنکا کی خندقیں معمور کر رہا ہے۔ کوئی رامچندر و لچھمن کی جے جے بول رہا ہے۔ کسی نے دروازوں کی جوڑیاں اکھاڑیں۔ غرض ایک ایک دلاور کے گرز اور پہاڑ کی سلیں ہزاروں راچھسوں کا خون پی کر بھی سیر نہ ہوتی تھیں۔ ہنومان و انگد ایک دوسرے سے بڑھکر جوہر دکھاتے تھے۔ دونوں میں ہر ایک ہر طرف لپکتا۔ میدان صاف کرتا چلا جاتا تھا۔ خشک میدان کی

بجائے خون کا دریا بہنے لگا۔ ہزاروں بہادر ہمیشہ کے لئے میٹھی نیند سو گئے۔ اس حملے میں بیر سباہو اور تیس
سالار راچھسان کام آگئے۔ بیر سباہو اور تیس کے مرنے پر راچھسوں نے بڑی دلیری سے کام لیا۔ بندروں
کو لنکا پر چڑھنے سے روک دیا اور دل توڑ کر مقابلہ کیا۔ بندروں کی فوج بھی بہت ضائع ہو چکی تھی مگر کثرت
فوج کی وجہ سے کمی محسوس نہ ہوئی۔ مشرقی دروازہ پر انگد اور دکھن پہ ست بلی اور پچھم پر ہنومان اور اُتر دروازہ
پر رام لچھمن نے ایک پُر جوش حملہ کیا۔ راچھسوں کی فوج میں ایک تازہ جوش پیدا ہو گیا۔ یہ حملے پہلے
سے زیادہ گرم تھے۔ گج۔ گواچھ۔ گوی وغیرہ نامی بہادر بندر چاروں طرف دوڑ رہے ہیں۔ میدان رزم
میں راچھسوں کو گرد برد کر رہے ہیں۔ آخر کار فوج میموں غالب آئی۔ راون برج لنکا پر بیٹھا ہوا تماشہ
دیکھ رہا ہے۔ مغلوب شدہ فوج کے پاؤں اکھڑ گئے۔ راون نے آواز دی۔ خبردار بے خوف ہو کر لڑو۔ اور اپنے
مالک کا نمک حلال کر کے دکھاؤ۔ سرگ کا دروازہ کھلا ہے۔ مرے تو سرگ کے آنند لیو گے۔ مارا تو نام پیدا کیا۔
راچھسی فوج میں پھر حرکت ہوئی۔ سر بکف لڑنے لگے۔ طرفین کی فوجیں داد مردانگی دے رہی تھیں۔ قیامت
کا نمونہ تھا۔ بھالے چمک چمک کر خون کے فوارے چھوڑنے لگے۔ تیروں نے بدن چھلنی کر دیا۔ ایک ایک بندر دس
دس بیس بیس راچھسوں پر بھاری تھا۔ راچھس بھی کڑی جھیل گئے۔ ایک ایک تلوار ایک کے دو اور دو کے چار
کر رہی تھی۔ بہادر جب خون دیکھتے ہیں تو بہت بڑھتی تھی۔ جھپٹ بچا بچا کر بیتر بدل بدل کر لاش
پر لاش گراتے۔ بندر اور ریچھ ناخنوں اور دانتوں سے حریف کی بوٹیاں اُڑاتے اور راچھس بندروں کو بھالے
برچھے سے خون میں شرابور کرتے تھے۔ بندر راچھسوں کو زمین سے اُچھل اُچھل کر برج لنکا پر پکڑتے اور ادھر
سے نیچے پھینک دیتے تھے۔ جسطرح دہی کی مٹکی پھوٹنے سے دہی بہ جاتا ہے اسی طرح راچھسوں کے سروں
سے خون بہ رہا تھا۔

سرگ ۴۴

بشرح صدر

جسطرح آگ میں پتنگے جلتے ہیں۔ اسی طرح آتش جنگ میں ہزاروں راچھس کباب ہو گئے۔ اب ایک
ایک راچھس اور ایک ایک بندر کا مقابلہ ہوا۔ بہادر انگد سے اندرجیت۔ سپر جنگھ بندر سے سنپاتی اور دلاور
ہنومان سے جمبومالی۔ سنگت سے کھمبھکن۔ متر گھن راچھس سے تین۔ نکو بندر سے گج۔ اور سب راچھس
نل سے اور بکر درشٹ میندر سے اور لوکھن بندر مالی سے جنگ چھڑ گئی۔ جب تھوڑی سے لڑائی ہونے لگی
جنگ کا نظارہ دیکھتے ہوئے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ اندرجیت انگد سے لڑ رہا ہے۔ کوئی چال نہیں چلتی۔ سب
کرتب دکھا کے عاجز ہو گئے۔ کشتی ہونے لگی۔ بکینی کے ہاتھ پڑے۔ اس میں بھی مغلوب ہوا۔ گرز ہی سے حملہ
کیا۔ انگد نے پھرتی سے گرز چھین لیا۔ اور اسی سے رتھ چور چور کر ڈالا۔ اندرجیت دوسرے رتھ پر
سوار ہو کر تیر بازی کرنے لگا۔ ادھر ہنومان جمبومالی کو مغلوب کر کے پرہست کے مقابلے پہ آئے۔ پرہست

نے برچھی ماری۔ ہنومان نے کاندھا دیکر وار خالی کر دیا۔ اور جھپٹ کر دم میں پرسنت کا رتھ لپیٹ کر زمین پر دے مارا۔ پرسنت غش کھا کر گرا۔ اور اسی طرح پرسین نے نل کے اوپر پانچ بان چلائے۔ نل چوٹ بچا گیا۔ اور جھک کر ناخنوں سے دونو آنکھیں نکال لیں۔ پرسین اندھا ہو گیا۔ سبت برن راچھس سگریو پر حملہ آور ہوا۔ سگریو نے پہاڑ کے تل سے پامال کر دیا۔ راچھسوں نے سری مہاراج پر تیر برسائے۔ مہاراج نے سب تیر کاٹ گرائے اور ایک ایک بان سے چار چار راچھسوں کو ہلاک کرنا شروع کیا۔ راوشی نشاچر نل دنبر پر دوڑا۔ آخر کار مارا گیا۔ بندو مالی رتھ پر سوار ہو کر سکھین پر چلا۔ اور گرجنے لگا۔ سکھین نے ایک شلا رتھ پر ماری۔ بندو نے سکھین کی شلا زمین پر گرائی اور رتھ سے کود پڑا۔ سکھین نے دوسری شلا اٹھائی۔ بندو مالی نے سکھین کی چھاتی پر گرز مارا۔ سکھین نے پکڑ لیا اور گرز چھین کر اس پر حملہ کیا۔ بندو گرز کی چوٹ سے زمین پر گرا اور گرتے ہی جاں بحق ہوا۔ میدان رزم خون کا دریا ہو گیا۔ گدھ کوے مردوں کی بوٹیاں نوچ نوچ کر کھا رہے ہیں۔ اسی طرح وہ دن گذرا۔

سرگ ۹۹

میگھ ناتھ کی لڑائی

دوسرے روز صبح سے شام تک جنگ ہوئے۔ راچھسوں نے سوچا۔ کہ بندر ان کو دیکھ نہیں سکتے۔ آندھی ہوتے ہیں۔ للکارتے ہوئے پہنچے اور مار دھاڑ شروع کیا۔ بندر کہہ رہے ہیں ہمیں کیوں مارتے ہو۔ ہم تو سری رام کی فوج کے سپاہی ہیں بندر ہیں۔ راچھسوں کو مارو۔ اپنی فوج کو کوئی نہیں مارتا۔ راچھس بولے ہم تمہارے کال ہیں تم بندر ہو تو ہم راچھس ہیں۔ تمہیں کھائیں گے۔ بندروں نے سمجھا۔ کہ راچھس رات کو لڑیں گے۔ کھلبلی مچ گئی۔ ہوشیاری سے کام لینے لگے۔ اور زرچ گھسوٹ شروع ہوئی۔ راچھس اندھیری رات سمجھ کر خوش تھے۔ بندروں کے سر کاٹ لیتے۔ بندر گھوڑوں کو الٹا الٹا کر پھینکتے تھے۔ ہاتھیوں پر سے راچھسوں کو نیچے دھکیل دیتے اور پھر ان کو مارتے۔ اور گردن پر کود پڑتے تھے۔ جب سری مہاراج نے دیکھا کہ بندروں کو دکھائی ہی نہیں دیتا۔ ایک اگن بان مار دیا۔ جس سے تاریکی جاتی رہی اور لچھمن جی بھی بانوں سے راچھسوں کو مارنے لگے۔ اسوقت اس قدر دھوڑ اڑ رہی تھی۔ کہ آسمان چھپ گیا۔ آنکھوں اور کانوں میں دھوڑ پڑ گئی۔ اس لڑائی میں راون کی طرف سے بھیری اور فوجی بگل بج رہا تھا۔ بندر لوگ بھی وہی آواز اپنے منہ سے نکالتے تھے۔ جس کو سنکر بہادروں کا جوش بڑھتا جاتا تھا۔ بہادر لوگ شرم سے بھاگ رہے۔ اس شب کو ایسی لڑائی ہوئی۔ کہ شاید پہلے کی شب کو ایسی جنگ نہ ہوئی۔ راچھس خیال کرنے لگے کہ آدمی بہ نسبت بندروں کے کمزور ہوتے ہیں۔ اسلئے رامچندر اور لچھمن کو مارنا چاہیئے۔ سری مہاراج پر تیر برسانے لگے۔ رامچندر جی نے اگن بان چھوڑ کر راچھسوں کے بانوں کو جلا دیا۔ اور تیروں سے راچھسوں کو مارنے لگے۔ صدہا راچھس لوگ ڈر کے بھاگ گئے۔ اور اپنے ہاتھ سے تاریکی کر دی۔ تب رامچندر

جی نے سورج بان چھوڑا جس سے تاریکی جاتی رہی۔ جب راچھس بھاگنے لگے تب بندروں نے دانتوں سے کاٹنا شروع کیا اور پکڑ پکڑ کر مارنے لگے۔ میگھ ناتھ نے خیال کیا کہ زمین پر اُتر کر لڑنا چاہیئے۔ مگر انگد نے اس کے گھوڑے اور سارتھی مار ڈالے۔ اور اس کی چھاتی پر ایک گھونسا ایسا مارا۔ کہ وہ بے چین ہو کر بھاگ گیا۔ اور غائب ہو گیا۔ دیوتا لوگ انگد کی تعریف کرنے لگے۔ خیال کیا کہ میگھ ناتھ بھاگ گیا۔ سگریو بھبھیکن اور بندر خوش ہو گئے۔ میگھ ناتھ اپنے دل میں سوچنے لگا۔ کہ یہ انگد بالی کا لڑکا ہے اور میں راون کا لڑکا ہوں۔ غائب سے بان مارنے لگا۔ تب رامچندر اور لچھمن نے غصہ کھا کر سانپوں کا بان مارا۔ جس سے میگھ ناتھ پریشان ہو گیا۔ اور رامچندر لچھمن جی کو بانوں سے گھیر لیا۔

سرگ ۴۵

ناگ پھاس میں رام لچھمن جی کی گرفتاری

جب میگھ ناتھ نے رامچندر اور لچھمن جی کو ناگ پھاس سے گھیر لیا۔ سری مہاراج نے ہنومان جی وغیرہ کو حکم دیا۔ دیکھو۔ یہ کہاں سے بان مارتا ہے۔ تب بندر بندش کرنے لگے اور آسمان پر چلے گئے۔ میگھ ناتھ نے دیکھا۔ کہ بندر چلے آتے ہیں۔ تب برمہا استر مارا۔ جس کو دیکھ کر بندر واپس چلے آئے۔ اور رامچندر جی سے کہا یہ کوئی بلا ہے۔ بندروں کے تمام بدن پر خون جاری ہے۔ رامچندر اور لچھمن جی کے بھی بدن سے خون جاری تھا۔ میگھ ناتھ نظروں سے غائب ہے۔ آواز لگاتا ہے۔ اے رامچندر انسان کی طاقت سے بعید ہے۔ کہ مجھ پر نظر ڈال سکے۔ اندر اور دیوتے آنکھ ملا نہیں سکتے۔ یہ کہہ کر شور مچانے لگا۔ اِسی قدر بان مارے۔ کہ رامچندر اور لچھمن کے جسم سے خون کے فوارے چھوٹ رہے ہیں۔ مارنے والا نظر نہیں آتا۔ سری مہاراج اور لچھمن جی زمین پر گر پڑے۔ خون کے تراوے سے زمین تر بتر ہو گئی۔ ہاتھ سے دھنش گر پڑا۔ لچھمن جی یہ حالت دیکھ کر غمگین ہوئے۔ اور آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے۔ لچھمن جی کی حالت زار دیکھتے ہی ہنومان جی اور دیگر سالار بھبھوں دوڑتے ہوئے رامچندر جی کے پاس آئے اور چاروں طرف محیط ہو کر بیٹھ گئے۔

سرگ ۴۶

سینت دیپ میں راون کی روانگی اور استر لوں سے جنگ آزمائی اور راون کی گرفتاری

یہ حالت دیکھ کر بندر لوگ خیال کرنے لگے۔ کہ اندرجیت کہاں سے بان مارتا ہے۔ تب اندرجیت سمجھا۔ کہ دونوں بھائیوں نے انتقال کیا۔ پاس آ کر دیکھنے لگا کہ زندہ ہیں یا نہیں۔ جب دیکھا سانس چل رہی ہے پھر آسمان پر چلا گیا۔ بھبھیکن بہت رنجیدہ ہوئے آسمان کی طرف دیکھنے لگے۔ بھبھیکن جی کو برہما جی کی دعا تھی۔ کہ غائب کا حال تم دیکھ سکو گے۔ بھبھیکن نے دیکھا کہ میگھ ناتھ بان مار رہا ہے لیکن برہما استر

کے خوف سے اس کے پاس تک ہی نہ جا سکے۔ میگھ ناتھ اپنی طاقت دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ کہ کہا کہ جنہوں نے کھر اور دوکھن کو مارا تھا وہ آج ناگ پھانس میں بندھ گئے۔ اور ان میں یہ طاقت نہیں کہ اس پھانسی سے چھوٹ سکیں۔ رامچندر کے بان اِس بان کے آگے اپنا اثر دکھا نہیں سکتے۔ یہ کہہ کر نو بانوں سے نیل تین بانوں سے جامونت اور مہیندر اور ایک بان جاموان کے سینے میں مار کر بیہوش کر دیا۔ اور قہقہہ مار کر بولا کہ اے راچھسو! میں نے ان دونو بھائیوں کو گرا دیا۔ اور وہ عنقریب ہے کہ اس جہان سے ملک عدم کو راہی ہو جائیں۔ یہ سنکر راچھس بہت خوش ہو گئے۔ اور بہت زور سے چلا کر میگھ ناتھ راون کے پاس چلا گیا۔ یہاں سگریو وغیرہ بندر بہت خوف زدہ ہو گئے۔ تھر تھر کانپنے لگے۔ تب بھبھیکن غصے میں آکر سمجھانے لگے۔ تم کیوں ڈرتے ہو بہادروں کا جنگ میں کام آنا مناسب ہے۔ تم لوگ رنجیدہ مت ہو۔ اور روتے کیوں ہو۔ لڑائی میں یہ کوئی نہیں جانتا۔ کہ کون فتحیاب ہوگا۔ اور کون شکست پائیگا۔ بہادروں کے واسطے یہی ایک عزت ہے۔ کہ لڑائی میں مارے جائیں۔ تم راجہ ہو کر کیوں پریشان ہوتے ہو یہ خیال کر لو کہ رامچندر کبھی مر نہیں سکتے۔ جو لوگ دھرماتما ہوتے ہیں۔ وہ پوری عمر پہنچ کر مرتے ہیں۔ یہ وقت رنجیدہ ہونے کا نہیں ہے۔ کشیدہ خاطر مت ہو اور رامچندر بندروں کی حفاظت کرو۔ اور ایسی کوکو نہ کرو۔ رامچندر جی کی ہوش جاتی رہی ہے۔ رامچندر جی مر نہیں گئے۔ آپ کا چہرہ دمک رہا ہے تم نا امید مت ہو۔ بلکہ بندروں کو سمجھاؤ۔ میں بھی بندروں کو سمجھاتا ہوں۔ دیکھو سب بندروں کی آنکھیں روتے روتے پھول گئی ہیں یہ لوگ بھی خیال کرتے ہیں کہ رامچندر جی سرگباش ہو گئے۔ خود بندروں کی فوج میں جا کر سمجھانے لگے۔

یہاں اندرجیت راون کو آداب بجا لا کر عرض کرنے لگا۔ کہ جہاں پناہ! رام لچھمن آپ پر تصدق ہو گئے اب کس بات کا ڈر ہے۔ راون سنتے ہی اٹھ کھڑا ہوا۔ میگھ ناتھ کو چھاتی سے لگا لیا اور تعریف کرنے لگا۔ میگھ ناتھ نے جس طریقے سے رامچندر پر حملہ کیا تھا۔ سارا حال گذارش کیا۔ راون بہت خوش ہوا۔ بیٹا تم نے وہ کام کیا جو لڑکے کا دھرم اپنے باپ کے اپکار کرنے کا ہونا ہے دل کی جلن ٹھنڈی ہو گئی

سرگ ۷۴

فوج میموں کی ہلاکت اور رام لچھمن کی بیہوشی دیکھکر سری سیتاجی کی اشکباری

ادھر سالار میموں اور مشیران رام چندر یعنی جاموان۔ گج۔ گواچھ۔ گوے۔ ست بلی وغیرہ سخت تشویش میں ہیں۔ کہ حریف بازی لے گیا۔ فوجِ میموں ایکدم لسبل لوٹ رہی ہے۔ کوئی محافظ اور سردار ایسا نہیں کہ سری مہاراج کی حفاظت کر سکے۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی راچھس قابو پاکر حضور اقدس پر گستاخی کر بیٹھے۔ یا یہاں سے اٹھا لے جاوے۔ آپس میں مشورہ ٹھہرا کہ یہی پانچ تن اِس وقت

ہوش میں ہیں۔ ہم تم سری مہاراج کی حفاظت میں جان لڑا دیں۔ کسی راچھس کا سایہ نہ پڑنے پاوے۔ یہ کہہ کر پانچوں سردار سری مہاراج کی حفاظت میں مشغول ہوئے۔ چاروں طرف چوکنے ہو کر تاکتے جاتے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ غنیم گھات پا کر آجاوے۔ اور سری مہاراج پر ہاتھ دراز کر بیٹھے۔ شاہ لنکا راچھسوں سے تسکین آمیز کلمے کر رہا ہے۔ کہ رامچندر تو مارے گئے۔ اب کس کا ڈر ہے۔ کانٹا نکل گیا۔ جاؤ اور سیتا کو پشپ بوان پر چڑھا کے فوج عدو کی سیر کراؤ۔ رامچندر کی لاش دکھا کر کہہ دو جس کا تم کو گھمنڈ تھا وہ مر گیا۔ اب سوائے راون کے تمہارا کوئی دلدار نہیں۔ اسی کا دھیان کرو۔ حکم سنتے ہی ترجٹا راچھسوں کے ساتھ سیتا کو پشپ بوان پر چڑھا کر لے اڑی اور میدان جنگ میں پہنچ کر سری جانکی جی کو دکھانے لگی۔ کہ فوج میموں بے ہوش پڑی ہے۔ دیو اور راچھس خوشی خوشی مردوں کی جیب ٹٹول رہے ہیں۔ کچھ بندر رامچندر جی کی حفاظت میں مصروف ہیں۔ اور رام لچھمن زمین پر پڑے ہوئے تن و بدن سے بیہوش ہیں۔ کمان کہیں پڑی ہے۔ تیر کہیں۔ خون زخموں سے بہ رہا ہے یہ دلخراش نظارہ دیکھتے ہی سیتا جی کے ٹپ ٹپ آنسو گر پڑے۔

سرگ ۷۸

سیتا جی کی اشکباری

سیتا جی اپنے دل میں سوچتی تھیں کہ بدھاتا تو نے کیا کیا۔ میری مہاراج پر یہ بدعت کیونکر پڑی ہائے بڑی کمبخت ہوں۔ کہ آج اس نظارہ سے بھی میری جان نہیں نکلتی۔ نہ جانے کس ساعت جنم ہوا تھا۔ اکثر رشی اور پنڈت لکھتے تھے۔ کہ جانکی بیوہ نہ ہو گی۔ اور یہ بھی سنتی تھی کہ سری مہاراج کیساتھ راج بھوگے گی۔ اور اشومیدھ جگ کرے گی۔ آہ یہ باتیں جھوٹی نظر آتی ہیں۔ سمدروگ ویدیا میں لکھا ہے کہ جس عورت کے پاؤں میں چکر ہوتا ہے۔ راج کرتی ہے۔ شاستر میں بیوہ عورتوں کے نمونے دکھائے ہیں۔ لکھا ہے کہ جس کسی کے بال چھوٹے اور بھوں دونو ایک میں ملی ہوں۔ دھنو رانیں دبلی اور پتلی اور زرد بٹے ہوں دانت دور دور ہوں وہ ضرور بیوہ ہوتی ہے۔ مجھ میں یہ باتیں پائی نہیں جاتیں۔ پھر بدھاتا نے بدھوان کیوں کہا۔ دیکھو جس عورت کے ہاتھ میں سنکھ ہو۔ زردی مائل ہو۔ وہ بدھوا نہیں ہوتی یہ سب باتیں مجھ میں موجود ہیں۔ پھر بدھوا ہونا پڑا۔ اکثر پنڈت لوگ سوچ بچار کے شادی کراتے ہیں۔ دیکھ لیتے ہیں کہ استری بہت ہنستی تو نہیں۔ بے حیائی یا بے عزتی سے خاندان میں بٹہ تو نہیں لگاتی۔ یہی باتیں ایسی ہیں جن سے عورت بیوہ ہو جاتی ہے۔ تعجب اس بات کا ہے کہ سری مہاراج دھرموان اور دھرم پتر ہو کر ادھرمیوں کے ہاتھ سے کسطرح مارے گئے۔ سری مہاراج نے کبھی رن بھوم سے منہ نہیں پھیرا۔ کیسا ہی زبردست دشمن ہو۔ وہ ان کے ہاتھ سے بچ نہیں سکتا۔ آج یہ

باتیں جھوٹی ہوگئیں۔ ہم کو تو رامچندر و لچھمن کے مرنے کا کچھ سوچ نہیں۔ صرف اِس بات کا خیال ہے کہ ماتا کوشلیا دن گنتی ہونگی۔ وہ کسطرح زندہ بچیں گی۔ ترجٹا سیتا کے بین سنکر سمجھاتی ہے آپ کچھ رنج نہ کریں۔ رامچندر کے مارنے والا دنیا میں پیدا نہیں ہوا۔ پشپ بِوان کی خاصیت ہے کہ جب بیوہ عورت اِس پر قدم رکھیگی۔ جگہ سے نہیں ہلیگا۔ دیکھو سچ بات ہے کہ جب فوج کا سردار یا مالک یا راجہ لڑائی میں کام آتا ہے وہ بے سری ہو جاتی ہے۔ سرداروں کا دل اُداس ہو جاتا ہے چہروں کی رونق فقد ہو جاتی ہے۔ مگر یہاں اِس کے خلاف باتیں نظر آتی ہیں۔ فوج میں بے چینی نہیں۔ سرداروں کے چہرے پژمردہ نظر نہیں آتے۔ سری مہاراج کے چہرے پر آفتاب کی شعاعیں بدستور راس ہیں۔ یہ باتیں کچھ ایسی ہیں کہ دل ہرگز گوارا نہیں کرتا کہ سری مہاراج جاں بحق ہوئے ہوں۔ پیاری! دل پر دھیرج رکھو۔ جھوٹ نہیں بولتی۔ رامچندر ہرگز مرے نہیں۔ لنکا فتح کر کے تمہیں ساتھ لے جاویں گے۔ اور تم اجودھیا کا راج بھوگو گی۔ سیتا نے جواب دیا کہ بدھماتا ایسا ہی کرے۔ یہ کہہ کر سیتا جی ترجٹا کے پشپ بِوان پر سوار ہو کر اشوک باٹکا میں چلی گئیں۔

سرگ ۴۹

لچھمن جی کی حالت دیکھ کر رامچندر کا اظہار غم

ادھر سری بھگوان کی غشی گئی۔ لچھمن کو دیکھ رہے ہیں۔ کہ بانوں سے گھائل چت پڑے ہوئے ہیں۔ سری بھگوان کے آنسو نکل پڑے۔ بے اختیار چیخ اُٹھے۔ ہائے بھائی کیا ساتھ چھوڑ دیا۔ سیتا نے کنارہ کیا تم بھی دامن چھوڑ کر بھاگے۔ سیتا کو لیکر کیا کرونگا۔ عورت تو پھر بھی مل سکتی ہے لیکن لچھمن سا بھائی نہیں مل سکتا۔ آہ! کوشلیا اور سمترا ماتا کے سامنے کس منہ سے جاؤنگا۔ بغیر لچھمن کے میری زندگی نہیں ہو سکتی۔ یہ کہہ کر رونے لگے۔ ہائے! لچھمن تم تو راچھسوں کے مارنے والے ہو۔ آج بے حرکت چت پڑے ہوئے ہماری طرف دیکھتے بھی نہیں۔ لوگ ہمیں کمبخت بتائیں گے۔ دُشٹ کہیں گے۔ کہ اپنے بھائی کو ہلاک کرا کے اپنی جان بچا کر بھاگ آیا۔ اے سگڑو! لچھمن نے ہمارے اوپر کبھی غصہ نہیں کیا۔ اور نہ کبھی اختلاف ادب باتیں ہماری شان میں کہیں۔ افسوس اِن کے بانوں کی طاقت کیا ہوئی۔ آہا! جب یہ تیر مارتے تھے۔ تو ایک ایک بان کے پانچ پانچ سو بان ہو جاتے تھے۔ سب سے بڑا افسوس تو اِس بات کا ہے کہ لچھمن نے بھبھیکن کو لنکا کا راج دینے کا وعدہ کیا تھا۔ اب راج کون دیگا اے سگڑیو تم فوج کی ہمراہی میں سمندر پار ہو جاؤ۔ اپنے دیش کا راج بھوگو۔ میں تو اِسی جگہ جان دونگا۔ تمہارے احسانات سے سر نہیں اُٹھا سکتا۔ تم نے دوستی کا حق ادا کر دیا۔ اتنے میں بھبھیکن سری بھگوان کی اشکباری دیکھ کر سامنے آ گئے۔ بندر بھبھیکن کو دیکھتے ہی ڈر گئے۔ کیا سگڑیو نالش پھر آ گیا۔

سرگ ۵۰

گرڑ جی کی آمد سے ناگ پھانس سے فوج میموں کا چھٹکارا

بھبھیکن کی خونخوار صورت دیکھ کر فوج میموں میں ہل چل پڑ گئی۔ کہ میگھ ناتھ پھر آ گیا اب نہ جانے کیا کریگا۔ رہی سہی جانیں نکل گئیں۔ بندروں کی کلبلاہٹ دیکھ بلند آواز سے کہا اندرجیت نہیں ہوں میرا نام بھبھیکن ہے۔ بندروں کو بھبھیکن کے نام سے تسلی ہوئی۔ بے چینی دور ہو گئی اور شاہ سگریو کی جے جے بولنے لگے۔ بھبھیکن سری بھگوان کے پاس بیٹھ گئے۔ سری مہاراج کی حالت دیکھتے ہی چہرے پر ہوائیاں چھوٹنے لگیں۔ منہ فق ہو گیا۔ زار زار رونے لگے۔ آہ! ایشور یہ کیسا دلسوز نظارہ ہے۔ اے بھائی تو بڑا کمبخت ہے۔ تجھ کو ان گلاب کی سی نرم نرم اور نازک پتیوں پر ترس نہ آیا۔ ہائے ان کے پھول سے بھی نازک بدن مٹی میں ملے جاتے ہیں۔ افسوس! یہ دونو بھائی ہلاک ہو گئے۔ اے فلک اپنے طالع کی منحوسیت تو یہاں بھی کوتاہی کی۔ میں تو سمجھتا تھا۔ سری بھگوان کی شرن آ کر زندگی سپھل کر دونگا۔ ہائے یہ نہ جانتا تھا کہ امیدوں پر پانی پھر جائیگا۔ آرزوئیں خاک میں مل جائیں گی۔ برے دن پیچھا نہیں چھوڑتے اپنی نحوست یہاں بھی دکھلائی۔ سری مہاراج نے لنکا کا راج دیا تھا۔ میں اس سے دست کش ہوں۔ مگر رام لچھمن اٹھ کھڑے ہوں۔ تو مجھے سب کچھ مل جائیگا۔ اس وقت تو راون کا منورتھ سدھ ہو گیا۔ بغلیں بجاتا ہے مگر ہائے میرے نصیبے میں اتنا اثر نہیں۔ الٹا دھڑا بندھ جائے۔ اور رام لچھمن تندرست ہو کر اس ملعون کی گوشمالی کریں۔ اے فلک میری طرف نہ دیکھ۔ سری سیتا پر ترس کھا کہ اس باعصمت بیوی کی کیا حالت ہو گی۔ جب مہاراج کے مرنے کی خبر کان تک پہنچیگی۔ بھبھیکن رو رہے ہیں اور سگریو سمجھا رہے ہیں آپ سوچ نہ کریں۔ سری مہاراج کا وعدہ پتھر کی لکیر ہے۔ جو فرمایا ٹلنے کا نہیں۔ آپ کی خواہش پوری ہو گی اور منورتھ سدھ ہو گا۔ یہ کہہ کر اپنے نانا سکھین سے اس معاملے میں گفتگو کی۔ آپ سری مہاراج اور لچھمن جی کو کشکندھا لے جائیں۔ اور وہیں ان دونو کا علاج کریں۔ سکھین نے جواب دیا تم ذرا سی لڑائی سے گھبرا گئے۔ میں نے بڑی بڑی لڑائیاں دیکھی ہیں۔ دیواسر سنگرام میں دیکھا ہے۔ کہ لاکھوں دیوتا مر گئے تھے۔ فوج منتشر ہو گئی تھی۔ برہسپت نے ودیا کے زور سے دیوتاؤں کو جلا دیا۔ دیوتاؤں کو فکر ہوئی۔ کہ جب تک برہسپت زندہ ہیں ہماری جان بچی ہے۔ یہ مرے تو ہمیں کون جلائیگا۔ کچھ ایسی فکر ہونی چاہیئے۔ کہ ان کا سایہ ہم پر ہمیشہ قائم رہے۔ غرضیکہ سمندر متھنے کی ٹھہرائی۔ اور سمندر متھا گیا۔ سنجیونی بوٹی نکلی۔ وہ بوٹی اب تک موجود ہے۔ ہنومان جی جائیں۔ وہ بوٹی لا کر سب کو کھلا دیں۔ تو جتنے مردہ پڑے ہیں۔ پھر سب جی اٹھیں گے۔ یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ یکایک آندھی آئی۔ ہوا کے جھکوروں سے درخت ٹوٹنے لگے۔ جو سانپ بندروں اور ریچھوں کے

بندھنوں میں لپٹے ہوئے تھے زخموں سے نکل کر بھاگ گئے۔ رام لچھمن کا جسم بھی اژدہوں سے سیاہ ہو رہا تھا۔ صاف ہو گیا۔ گرڑ پہنچ گئے۔ اور اپنے پروں سے سری مہاراج اور لچھمن جی کے بدن کو مس کیا زخم مندمل ہو گئے۔ طاقت عود کر آئی۔ درد جاتا رہا۔ گویا زخم تھا ہی نہیں۔ گرڑ جی موجود تھے کہ سری مہاراج نے فرمایا۔ تم کون ہو؟ اور ہم پر احسان کرنے کا کیا سبب ہے۔ آپ کی کرپا سے ذرا بھی تکلیف نہیں۔ گرڑ جی نے جواب دیا۔ آپ مجھے نہیں جانتے۔ میں آپ کا پرانا رفیق ہوں۔ گرڑ دیو میرا نام ہے آپ کی مصیبت دیکھ کر یہاں آنا ہوا۔ یہ مصیبت ایسی نہ تھی۔ کہ یہ مہا اور اندر سے دور نہ ہو سکتی۔ آپ تو خود دشمنوں کے مارنے والے ہیں۔ انتر جامی ہیں۔ میں نے یہ حال سنا۔ فوراً دوڑا۔ اب جاتا ہوں راچھسوں سے ہوشیار رہیئگا۔ یہ بڑے چھلی ہوتے ہیں۔ ادھرم کا بدھ کرتے ہیں۔ اے مہاراج آپ کو کیا سمجھاؤں۔ یہ سب آپ ہی کی لیلا ہے۔ اپنی مایا دکھلاتے ہیں۔ آپ لڑکوں اور بڈھوں کو چھوڑ کر سب کو ماریں گے بندر تو چنچل ہوتے ہیں۔ یہ بچوں کو بھی نہ چھوڑیں گے۔ آپ سمجھا دیجئے گا کہ بچوں پر ہاتھ نہ صاف کریں یہ کہہ کر آکاش ارگ چلے گئے۔ ادھر بندروں میں تالیاں بجنے لگیں۔ کوئی اچھلتا کوئی کودتا۔ کوئی اپنی دم زمین پر ٹپک رہا ہے۔ اور دیو نے آسمان میں سنکھ اور نفیریاں بجا رہے ہیں۔ اور پھولوں کی بارش ہو رہی ہے۔ یہ حال آدھی رات کا ہے

سرگ ۵۱

دھمر اکچھ کی سری مہاراج کی طرف روانگی

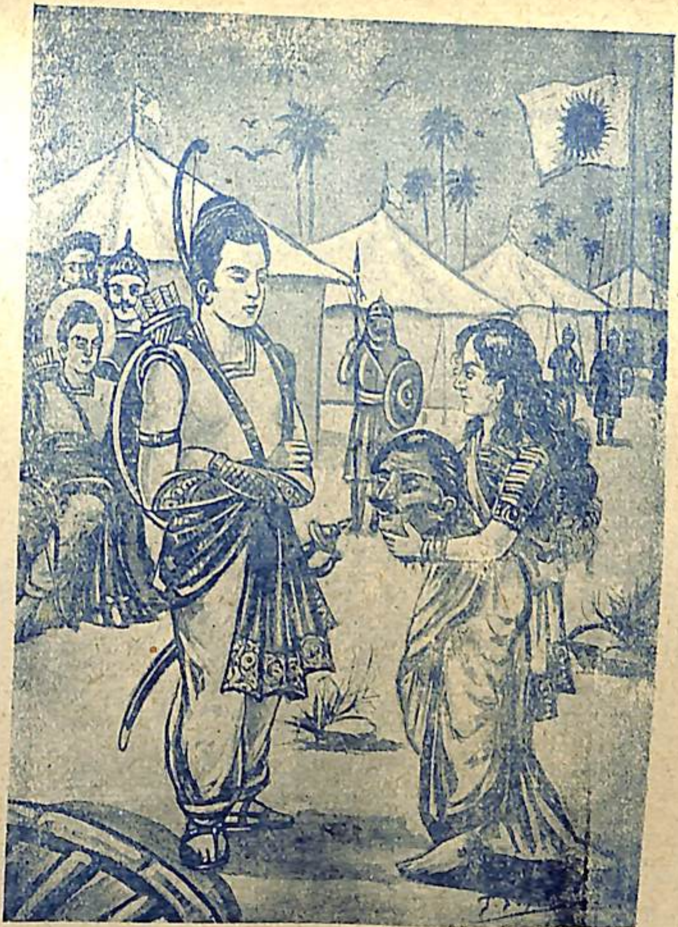
ادھر قصر زریں میں شاہ راون رامچندر کی وفات سے بغلیں بجا رہا ہے۔ راچھس خوشیاں منا رہے ہیں کہ چلو چھٹی ہوئی۔ بدذنگی زق زق بک بک سے نجات ملی۔ حریف پر قابو چل گیا۔ بندروں ریچھوں کو ہلاک کر ڈالا۔ اب کس کا ڈر ہے۔ زن و بچوں سے ملیں گے۔ عیش کریں گے۔ اتنے میں چوبدار نے حضور میں گزارش کی کہ غنیم کی فوج میں عجب شور مچ رہا ہے۔ بندر ریچھ اچھل رہے ہیں۔ کیا معاملہ ہے۔ رامچندر تو مر گئے تھے کیا زندہ ہو گئے۔ کچھ دال میں کالا ضرور ہے۔ رامچندر ضرور مصیبت سے نجات پا گئے۔ جہاں پناہ! کسی کو بھیج کر خبر منگائیے۔ عدو سے ہر وقت ہوشیار رہنا ہمارا کام ہے۔ شاہ راون نے نامی سپہ سالاروں سے کہا کہ خبر تو لاؤ۔ حریف پامال ہو گیا تھا۔ کیا سبب ہے کہ فوج عدو میں خوشی کے آثار پائے جاتے ہیں۔ راچھسان خونخوار برج لنکا پر چڑھ کر دیکھنے لگے۔ بندر اور ریچھ فی الحقیقت گرج رہے ہیں۔ کوئی اچھل رہا ہے۔ کوئی کود رہا ہے۔ ہر بندر میں وہی جوش ہے جو لڑائی کے وقت ظاہر ہوتا تھا۔ یہ کیفیت دیکھ کر برج سے اتر کر شاہ راون کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور مفصل حال عرض کیا۔ فوج چاق و چوبند ہے۔ کسی کے بدن پر زخم کا نشان بھی نہیں۔ رام و لچھمن نے تو گویا زخم کبھی نہیں کھایا تھا۔ شاہ لنکا سن کے از حد مشوش ہو کر عدو پر کوئی کارستانی نہیں

چلتی۔ جب مُردے مرمر کے جی اٹھتے ہیں تو حد ہو گئی۔ ظفر ہوتے دکھائی نہیں دیتی۔ معلوم پڑتا ہے۔ کہ ہمارا کال آگیا۔ سب کے سب لقمۂ اجل ہوں گے۔ گو ہمارا اقبال کمی کر رہا ہے۔ مگر بہادرو! جی نہ چھوڑو۔ تمہارے زور بازو پر بھروسہ ہے۔ اتنے دن تمہاری رچھپا میں نے کی۔ اب وقت ہے۔ کہ تم ہمارے لئے جان لڑا دو۔ عدو کو پسپا کرکے ہماری حفاظت کرو۔ دھمر اکچھ سالار راکچھساں ایک قوی ہیکل راچھس تھا۔ جس کی طاقت کی انتہا نہ تھی۔ دس ہزار فیل مست کا زور بازو میں رکھتا تھا۔ کھڑا ہو گیا۔ بہت کچھ لاف زنی کی۔ راون کو ڈھارس ہوئی۔ فرمایا جاؤ۔ باتوں کا وقت نہیں کچھ کرکے دکھاؤ۔ دلاوران نامی تمہارے ساتھ ہیں۔ جنہوں نے میدان مصاف میں کبھی پیٹھ نہیں دکھائی۔ آج تمہارے جوہر دیکھنے ہیں۔ دھمر اکچھ نے فوج کی تیاری کا حکم دیا۔ فوج لیس ہو گئی۔ ترسول اور برچھے۔ موگدر۔ گدا۔ اور موسل۔ برچھی۔ بھالا لیکر رعد غراں کی طرح گرجنے لگے۔ زرہ بکتر پہن کر رتھ پر سوار ہو کر غنیم کی طرف راہی ہوئے۔ کوئی فیل مست پر سوار ہے۔ کوئی شبدیز صبا رفتار کو ایڑ لگا رہا ہے۔ غرض دھمرا کچھ فوج لئے ہوئے مغربی دروازے پر جہاں ہنومان جی تھے۔ مقابلے پہ آمادہ ہوا۔ چلتے وقت شگون بد ہو رہے تھے۔ آسمان پر گدھ منڈلا رہے ہیں۔ ایک گدھ دھمر اکچھ کی دھجا پر گر پڑا۔ دوسرا گدھ منہ میں ہڈی لئے ہوئے دھجا پر بیٹھ گیا۔ خون کی بارش ہونے لگی۔ ہوا نے منہ پہ تھپیڑا دینا شروع کیا۔ چاروں سمتوں میں اندھیارا چھا گیا۔ دھمر اکچھ پر شگون بد سے ظاہر ہو گیا کہ اب راچھسوں کی خیر نہیں۔ تو بھی سری مہاراج کی فوج کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ اور دیکھنے لگا کہ کوئی بندر ایسا نظر نہیں آتا جسے جنگ کی ہوس نہ ہو:

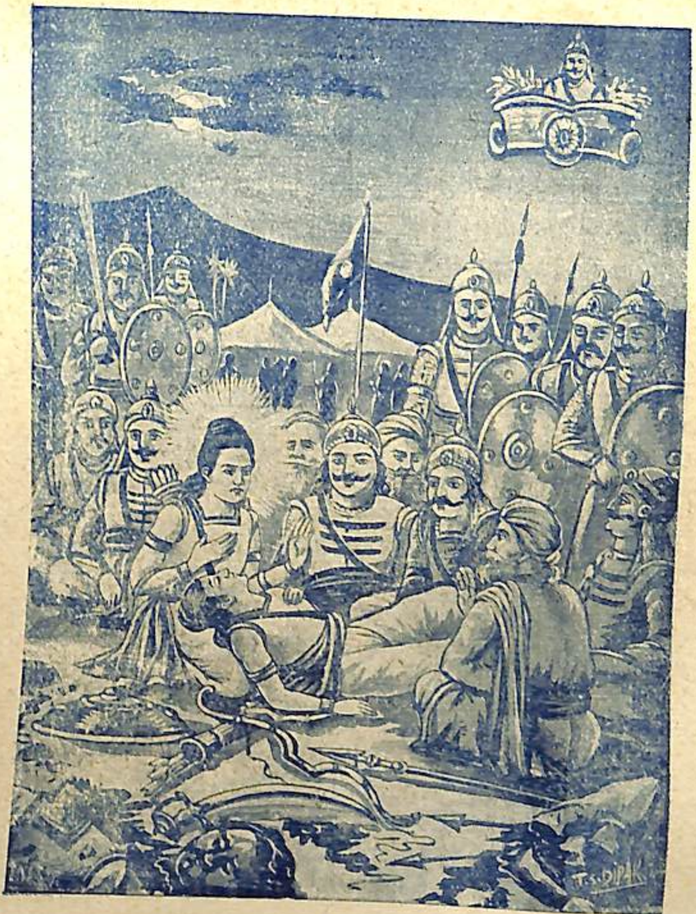
سرگ ۵۲

ہنومان اور دھمر اکچھ کی لڑائی اور دھمر اکچھ کی ہلاکت

دلیران خونخوار کے آنے سے فوج میمنوں میں تازہ جوش پیدا ہوا۔ صفوں میں حرکت ہوئی فوجی دستے باقاعدہ ترتیب پا گئے۔ شمشیر آبدار نیام میں کھڑکنے لگی۔ کرڑکیتوں کی کرڑکین سے طرفین میں سکوت کا عالم تھا۔ اتنے میں بگل ہوا۔ بندروں نے پہاڑوں کی سلیں اکھاڑلیں اور راچھسوں پہ مارنا شروع کیا۔ راچھسوں نے بھی داد مردانگی کے جوہر خوب دکھائے۔ تیروں سے فوج میموں کو چھپا لیا۔ ایک طرف پہاڑوں اور درختوں کی بوچھاڑ تھی۔ تو دوسری طرف ہتھیاروں اور تیروں سے فوجی دل پھٹے جاتے تھے۔ ادھر پرا صاف ہوا تو ادھر راستہ الٹ الٹ گیا۔ خون بہنے سے فوج میموں کا جوش ابھر آیا۔ دھاوا بول دیا جس نے راچھسوں کو لات ماری۔ سر اڑ گیا یا دانت حلق کے اندر جاتے رہے۔ ایک ایک راچھس پر دس دس بندر ٹوٹ پڑے۔ ہزار دب کر مر گئے۔ ہزاروں نوچ گھسوٹ سے خاک میں مل گئے۔ ہوا کے تھپیڑوں اور بندروں کی جھپٹوں سے بھی سینکڑوں



सती सुलोचना



लक्ष्मण मूर्छा

برباد ہوئے۔ کسی نے لات اور گھونسے سے بلیتھی نکالا۔ اور کسی نے ناخنوں اور دانتوں سے کاٹ کے راچھس کو عاجز کیا۔ دھمرا کچھ فوج کو پائمال ہوتے دیکھ کر بندروں کی صفوں میں گھس گیا۔ اور مگدر سے مارنے لگا۔ کچھ بندر زخمی ہوئے۔ اور کچھ زمین پر گر گئے۔ دھمرا کچھ اپنی جرأت و بہادری پر ہنسنے لگا۔ دھمرا کچھ کی دلیری اور فوج میموں کی پائمالی دیکھ کر ہنومان جی نے ہونٹ چبائے۔ راچھسوں پر ٹوٹ پڑے۔ ہزاروں کو گرا دیا۔ اتنے میں دھمرا کچھ صفیں چیرتا ہوا ہنومان جی کے سامنے آیا۔ ہنومان جی کا چہرہ تمتما اٹھا۔ بھاری سِل اٹھا کر دھمرا کچھ پر دے ماری۔ اور دوسرا پتھر اٹھا کر سر پر پٹک مارا۔ دھمرا کچھ نے دیکھا کر یہ بندر ہزاروں راچھسوں پر بھاری ہے۔ چاہتا تھا کر زمین پر گرا دے۔ ہنومان جی نے رتھ کو دم میں لپیٹ کر چور چور کر دیا۔ دھمرا کچھ کود کر الگ کھڑا ہوا۔ اور خم ٹھونک کر سامنے آیا۔ ہنومان جی نے لپک کر ٹانگ پکڑ لی۔ اور گھما کر پٹک مارا۔ ہنومان چاہتے تھے۔ کہ پہاڑی سِل سے اس کا کام تمام کر دیا جاوے۔ مگر دھمرا کچھ سنبھل کر اٹھا۔ اور ایک گرز ہنومان جی کے مستک پہ مارا۔ وار خالی گیا۔ ہنومان نے پہاڑی سِل دھمرا کچھ پر ماری۔ دھمرا کچھ زمین پہ گرا۔ اور گرتے ہی روح پرواز کر گئی۔ پھر کیا تھا۔ راچھس فوج منتشر ہو گئی۔ جدھر سینگ سمائے بھاگتے چلے جاتے تھے۔ بندروں نے فتح و نصرت کے نعرے بلند کئے۔ بالمیک جی کہتے ہیں۔ کہ ہنومان جی نے اس قدر راچھس مارے۔ کہ خون کا دریا بہہ گیا ۔

سرگ ۵۳

بجر درنشٹ کی لڑائی

شاہ لنکا تخت زریں پر بیٹھا ہوا تماشہ دیکھ رہا ہے۔ راچھسوں کے بھاگنے اور دھمرا کچھ کے گرنے سے پیچ و تاب کھا گیا۔ بجر درنشٹ راچھس مگس رانی کر رہے تھے۔ مؤدب ہو کر عرض پیرا ہوئے حضور افسوس نہ کریں۔ ہماری دلیری اور بہادری کا نمونہ دیکھیں۔ میدانِ رزم میں بہادروں اور رچھوں کے خون سے زمین گلنار کر دیں گے۔ اور رامچندر۔ سگریو۔ انگد اور ہنومان کو باندھ کر بندگان عالی کے حضور میں پیش کریں گے۔ راون جانتا تھا کہ بلاشک یہ بہادر ہے۔ اور انہیں سے کام کر لے جائیں تو تعجب نہیں۔ حکم دیا۔ کہ جاؤ دشمن کو پامال کرو۔ راچھسی فوج درنشٹ کے ہمراہ ہوئی۔ شور و غل مچاتی اکڑ فوں دکھاتی میدانِ رزم میں پہنچی۔ اگرچہ بجر درنشٹ کے چلنے پر بدشگون دکھائی دیئے یعنی بہادروں اور دلیروں کے بدن سے خود بخود ہتھیار گرنے لگے۔ مگر بجر درنشٹ نے کچھ لحاظ نہ کیا۔ اور نعرہ مارتا ہوا دکھن کے دروازے پر استادہ ہو گیا۔ ہنومان جی اس بہادر کے آنے سے خبردار ہو گئے۔ اور پچھم دروازے سے انگد کی امداد کے لئے دکھن دروازے پر پہنچ گئے۔ ایک ایک بندر اور ایک ایک راچھس سے مقابلہ ہوا۔ دلاوروں کے رونگٹے کھڑے ہونے لگے۔ ہنومان نے

تیر بازی شروع کی۔ بندروں نے لپک لپک کر ہتھیاروں کو چھینا۔ درختوں اور پتھروں سے راچھسوں کو گرد برد کرنے لگے۔ لات۔ گھونسہ۔ طمانچہ۔ ناخنوں اور دانتوں سے ہر ایک راچھس کا بھیجا نکال دیا۔ بجر ورنشٹ پہ فوج کی شکست سے بدحواسی چھا گئی۔ پھانسی لے کر چلا۔ چاہتا تھا۔ کہ اِس پھانسی میں بندروں کو باندھ لوں مگر بندروں کے آگے پیش نہ گئی۔ پھانسی توڑ ڈالی۔ اس اثنا میں ہنومان جی کلکلاتے بجر ورنشٹ پر ٹوٹ پڑے۔ گھما کر تین بار جھٹکے دیئے۔ اور زمین پہ پٹک دیا مگر اس ملعون کی کچھ ابھی زندگی باقی تھی۔ زمین پہ گرتے ہی دونو پاؤں ٹھٹک گئے۔ اور سنبھل کر اٹھنے لگا۔ ایک درخت اکھاڑ لیا۔ انگد کی طرف دوڑا۔ انگد بھی ہوشیار تھے۔ اِس ملعون کے کرتبوں سے بخوبی واقف تھے۔ اپنے کو بچا لیا اور اسی درخت سے ہزاروں راچھسوں کو زمین کا تودہ بنا دیا۔ انگد کسی کا ہاتھ اٹھا کر ٹپکتے تھے۔ کسی کو ہاتھ سے کھینچ کر زمین پر دے مارتے تھے۔ بجر ورنشٹ بھی بندروں کو ہاتھ سے پکڑ کے چاہتا تھا کہ لقمہ بنا ڈالوں۔ یہ اتنے میں ہنومان جی نے اس کے بازو پر تھپکی دی۔ بندر چھوٹ گئے۔ بالمیک جی لکھتے ہیں۔ کہ یہ لڑائی بہت بڑی ہوئی۔ خون سے زمین لہو لہان تھی۔ انگد نے خوب جوہر دکھائے۔ ہزاروں راچھسوں کو خاک میں ملایا۔ بجر ورنشٹ خوف سے تھر تھر کانپنے لگا۔

سرگ ۵۴

بجر ورنشٹ اور انگد سے مقابلہ

جب بجر ورنشٹ نے دیکھا کہ فوج مغلوب ہو گئی۔ راچھس بھاگ رہے ہیں۔ انگد کچھ موم نہیں لوہے کا چنا ہے۔ جانبری دشوار ہے۔ شاہ لنکا کے سامنے کیا منہ لے کر جاؤں۔ وہ بھی ہلاک کریگا اور یہاں بھی مرنا ہے بہتر ہے کہ یہیں کٹ مروں۔ یہ سوچ کر تیر چلے پر چڑھایا۔ اور فوج میموں پر ہزاروں کیا بلکہ لاکھوں تیر برسا ڈالے۔ بڑے بڑے بہادر کام آئے۔ جوق جوق بندر تیروں کو کھا کر پھینکنے لگے اور اس نے تیروں سے تین ٹکڑے کر دیئے۔ ایسی لڑائی ہوئی کہ جانور گدھ چیل کوے گوشت کھا کھا کر نہال ہو گئے۔ جو گھائل پڑے تھے ان کی بوٹیاں نوچتے تھے۔ بجر ورنشٹ فوج میموں میں صفیں چیرتا تیر چلاتا گھس آیا۔ ایک ایک تیر سے انتیس[۲۹] انتیس[۲۹] زخم ہوتے تھے فوج میموں میں ہلچل پڑ گئی۔ کوئی انگد کی شرن پکارتا ہے۔ کوئی ہنومان کو یاد کرتا ہے۔ کہ ہماری جان بچاؤ۔ اِس کمبخت نے ناک میں دم کر دیا۔ نہ اس پہ پہاڑ کام کرتا ہے۔ اور نہ درخت کی چوٹ کھاتا ہے۔ انگد غصہ کر کے دوڑے اور گدا لے کر بجر ورنشٹ پر حملہ کیا۔ بجر ورنشٹ نے کمان رکھ دی اور گرز گراں لیکر انگد سے مقابلہ کیا۔ بجر ورنشٹ نے گرز سے انگد کی ہڈیاں توڑ دیں اور خون جسم سے بہنے لگا۔ شیر غراں خون دیکھ کر بپھر گیا۔ ایک درخت اکھاڑ کے

بجرودرنشٹ کے سینے پر مارا۔ بجرودرنشٹ جسم چرا گیا۔ اور پھر گرز گراں سے چوٹیں مارنے لگا۔ پھر نتیلا
انگد بھی گرز چوٹیں لے رہا اور وار خالی دے رہا ہے۔ کچھ دیر تو یونہی لڑائی رہی اور آخر کار دونو
تھک گئے۔ اور بیہوشی نے دونو کو دبا لیا۔ پہلے انگد کی آنکھ کھلی اور بجرودرنشٹ پر گرز گراں سے ضرب
لگائی۔ بجرودرنشٹ کو ہوش آیا اور سنبھل کر اُٹھا۔ انگد کی چھاتی میں گرز گاڑ سر سے حملہ کیا۔ دونو کے گرز
ردی ہو گئے پھینک دیئے۔ ناخن طمانچے اور لات گھونسوں کی لڑائی ہونے لگی۔ دونو لہو لہان ہیں انگد
سوچتا ہے کہ یہ کافر کسی طرح مارا نہیں جاتا۔ ایک درخت ایسا اکھاڑا جس میں پھل پھول لگے تھے اور
دوسرے ہاتھ میں ننگی تلوار لیکر بجرودرنشٹ پر حملہ کیا۔ حریف نے بھی ہاتھ میں تلوار پکڑی اور سر سے میں
اچھال لے کے پینترے بدلنے لگا۔ پھر دونو تھک گئے اور دو زانو ہو کر گھٹنے کے بل کھڑے ہو گئے۔ انگد نے
موقع پاتے ہی کود کے تلوار سے اس ملعون کا سر کاٹ لیا۔ زمین پر جسم گر پڑا۔ اور خون کے دھارے بہ
چلے۔ بجرودرنشٹ کے مرتے ہی راکھشس بھاگ گئے۔ اور ساری کیفیت راون کو سنائی۔ ادھر انگد راکھشسوں
کو مارتے ہوئے اپنی فوج میں داخل ہوئے۔ اور فوج میموں میں فتح و نصرت کے شادیانے بجنے لگے۔

سرگ ۵۵

انکپن اور فوج میموں کی جنگ

بالمیک جی کو براغشاں ہیں۔ کہ جب بجرودرنشٹ مارا گیا۔ راون نے حال سنا۔ بہت افسوس
کیا۔ انکپن راکھشس کو بلایا۔ اور اجازت دی۔ تم نے بہت دنوں نمک کھایا ہے۔ گھر بیٹھے تنخواہ لیتے
رہتے۔ کسی مہم میں نہیں بھیجا۔ اب حرام خوری چھوڑ دو۔ اور غنیم سے جا کر اپنے بھائی بندوں کا قصاص
لو۔ انکپن حکم سنتے ہی راون کے قدمبوس ہوا۔ اور سات بار طواف کر کے گرجتا ہوا شاہ لنکا کے
دربار سے نکلا۔ اتفاق سے رتھ کے گھوڑے بیمار ہو گئے تھے۔ مگر اس نے کچھ خیال نہ کیا۔ رتھ کو منگا
کر میدان رزم میں کھڑا کر دیا۔ راکھشس بھی مسلح ہو کر ہمراہی میں ایستادہ ہیں۔ بندروں میں انکپن کے
آتے ہی کھلبلی پڑ گئی۔ مگر دھیرج دیکر رامچندر کی جے جے کار کہتے ہوئے درخت اور پتھر لیکر حریف
کے مقابلے پر آمادہ ہو گئے۔ طرفین سے چوٹیں ہونے لگیں۔ غضب کی خونریزی ہوئی۔ کہ زمین کانپ
گئی اور آسمان غبار آلود ہو گیا۔ ایسی تاریکی تھی کہ کسی کو کچھ سوجھتا نہ تھا۔ البتہ آواز سنائی دے جاتی
اپنے پرائے کا کچھ خیال نہ تھا۔ بندر بندروں اور راکھشس راکھشسوں کو مارتے تھے۔ خون کے چشمے بہہ گئے
اور درخت پتھر گرز اور تلوار۔ گرا۔ موسل سے زمین پر تل دھرنے کی جگہ نہ تھی۔ انکپن للکار رہا ہے کہ
ابھی بندروں کو مارے لیتا ہوں۔ اسی طرح بندر اپنی فوج میں للکار رہے تھے۔ کہ ہمارا دبدبہ گیا نہیں
مثل ہاتھی کے ان چیونٹیوں کو مل کے خاک میں ملا دیں گے۔ کمود نیل میند نے بڑے بڑے درخت جڑوں

سے انکا الجھ سکتے اور راچھسی فوج پر انہیں درختوں سے حملہ کر رہے ہیں۔

سرگ ۵۶

ہنومان جی کے ہاتھ سے اکمپن کی موت

اکمپن بندروں کا جوش دیکھ کر غصہ سے کانپ رہا ہے۔ سارتھی کو حکم دیا۔ کہ جہاں یہ تینوں بہادر ہیں۔ ہمارے رتھ کو لے چلو۔ آج ان لوگوں سے قصاص لینا ہے۔ ہم نے آجتک کسی لڑائی میں شکست نہیں کھائی۔ ہمیشہ فتح ہوتی رہی۔ سارتھی رتھ کو فوج صفوں میں دوڑا رہا ہے۔ اکمپن تیروں سے بندروں کی صفیں الٹ رہی ہیں۔ بندر خوف زدہ ہوئے۔ ہنومان جی بندروں کو بھاگتے دیکھ کر لعنت ملامت کرنے لگے۔ بندر ہنومان جی کی آواز پر آئے۔ اکمپن نے نگاہ غیظ سے ہنومان جی کو دیکھا۔ اور بادلوں کی طرح تیروں کی بوچھاڑ کرنے لگا۔ ہنومان جی اس کی دلیری پر ہنسنے لگا اور اس زور سے نعرہ مارا کہ زمین ہل گئی۔ ہنومان جی کے پاس نہ کوئی ہتھیار ہے۔ نہ کوئی پتھر نہ درخت خالی ہاتھ حریف کی فوج میں شیر کی طرح گھس گئے اور جسطرح شیر بکریوں کے غول میں بے خوف شکار کرتا ہے۔ اسی طرح ہنومان جی نشاچروں کے گلے چیر چیر کر پھینک رہے ہیں۔ اتنے میں اکمپن نے پانچ تیر ہنومان پر مارے ہنومان جی نے وار خالی دیا۔ اور ایک پربت اکھاڑ کر اکمپن پر دے مارا۔ اکمپن کانپ گیا۔ ہنومان جی نے دوسری سلام اٹھا کر پھینکی۔ اکمپن نے تیروں سے ٹکڑے ٹکڑے کر دئے۔ پھر ہنومان جی نے ایک تناور درخت اکھاڑ کے اکمپن کی پیشانی پر مارا۔ اس نے اس کو بھی کاٹ دیا۔ ہنومان جی کو اب تاب کہاں؟ جھپٹ کر دونو بازو پکڑ لئے۔ اور کئی بار پھرا پھرا کر زمین پر ٹپک دیا۔ اکمپن سنبھل گیا۔ ہاتھ سے چھوٹ کر فیل پر سوار ہوا۔ ہنومان جی نے فیلان مست کے پاؤں پکڑ پکڑ کر آسمان کی طرف پھینکے۔ جن کے گرنے سے ہزاروں راچھس دب کر ہلاک ہوتے جاتے تھے۔ اکمپن نے ہنومان جی کے زور و طاقت دیکھ کر دانتوں تلے انگلی دبائی۔ اور ہنومان جی نے اٹھا کر اس زور سے ٹپکا۔ کہ دم فناہ ہو گیا۔

سرگ ۵۷

راون کے حکم سے پرہست وزیر کی میدان جنگ میں فوج کشی

راون نے سب کیفیت سنکر تھوڑی دیر اپنے آپ کو غوطے میں رکھا۔ وزیروں نے پوچھا۔ کہو کیا کرنا چاہیئے۔ سب سر سرنگوں رہے۔ کسی کے منہ سے بات نہ نکلی۔ راون اس سے مایوس ہو کر پرہست کے پاس پہنچا اور بولا۔ وزیر باتدبیر لنکا کا محاصرہ ہو گیا۔ رعایا پریشان ہو رہی ہے لڑائی کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ میں بھی جنگ آزمائی کے لئے تیار ہوں۔ کمبھ کرن اور اندرجیت بھی خنجر بکف

بیٹھے ہیں۔ لیکن میری رائے میں اس معرکہ کے لئے تم سے زیادہ کوئی سورما موزوں نہیں۔ تم ٹھہر کر بھی دو گے تو بانروں کا مرغ روح پرواز کر جائیگا۔ تم سے بڑھ کر کوئی مرد میدان نہیں۔ نہ دوسرا تمہاری طرح اپنے آقا کا خیر خواہ و جاں نثار ہے۔ باز تمہارے سامنے کیا ٹھہریں گے۔ تمہاری گیدڑ بھبکی اُن کے لئے کافی ہوگی۔ سب ذرا سی ڈپٹ میں بھاگ نہ جائیں تب کی سند۔ رام و لچھمن بڑے دو باہیاں بھی ہوں۔ تو کیا کر سکتے ہیں۔ اکیلا چنا بھاڑ نہیں پھوڑتا۔ تم نے دیوتاؤں کو گھر گھر میں گھس گھس کر مارا ہے۔ اب تمہارا ہی گھر گھر ہے۔ تم ہاتھ پاؤں ڈال دو۔ تو الٹی گنگا بہنے میں کیا شک۔ دشمن کو زیر کرنے میں دولت و حکومت ملتی ہے۔ میدان جنگ میں کٹ مرنے سے سرگ کے آرام نصیب ہوتے ہیں۔ پھر تامل فضول ہے۔ جس بات میں میری بہبود سمجھو۔ اگر میرا راج قائم ہے تو وزارت بھی تمہاری ہے۔ ورنہ سب ندارد۔

پرہست :- آپ کا کہنا سر آنکھوں پر۔ مگر افسوس یہ آتا ہے کہ آپ نے بیٹھے بٹھائے ناحق درد سر مول لیا۔ بھبھیکن کو آپ نے گو گردنیاں دلوائیں۔ یہ عقلمندی نہ تھی۔ آپ کو واجب تھا۔ کہ جانکی کو روانہ کر دیتے۔ پھر نہ حملہ تھا نہ محاصرہ تھا۔ مگر اب گئی گزری باتوں سے فائدہ ہی کیا۔ "مشتے کہ بعد از جنگ یاد آید بر کلہ خود باید زد"۔ جو تیر کمان سے نکل چکا۔ اس کا پھیر لانا محال۔ اسلئے جو سر پر آ پڑی اس کا انتظام کرنا چاہیئے۔ آپ لڑائی کے لئے کمر بستہ ہیں۔ تو میرا بھی قدم آگے سمجھئے۔ فوج نیا لکھڑی ہے۔ ابھی بہت راچھس آئے جاتے ہیں۔

یہ کہہ کر اس نے نقارہ پر چوٹ دی۔ تو ایک لشکر جرار بات کی بات میں صف بستہ ہو گیا۔ گھوڑوں کی ہنہناہٹ۔ ہاتھی کی چنگھاڑ۔ جنگی باجوں کی آواز اور پہیوں کے کڑکے کے شور سے زمین گونج گئی۔ پرہست کا رتھ تھا یا بقعۂ نور۔ اہل نظر کی آنکھ نہ ٹھہرتی تھی۔ معلوم ہوتا تھا کہ سورج زمین پہ اتر آیا۔ پرہست راون کی جے جے کار کا آوازہ بلند کرتا ہوا پورب کے دروازے سے نکلا۔ ادھر برہمنوں نے ہون میں آہوتی دی۔ منتر پڑھے جانے لگے۔ سری رامچندر کی جے سری لچھمن کی جے کا شور بلند ہوا۔

پرہست کے ساتھ نرانتک۔ مکر۔ سوم ہاناد اور سوم مقت چار نائب سلطنت تھے۔ جس وقت ان سب کا کوچ ہوا۔ لنکا کے گھر گھر سے رونے کی آواز آنے لگی۔ عورتیں سر پیٹتی تھیں۔ کہ آہ سہاگ رخصت ہوا۔ گریہ وزاری تھی۔ کہ بس ہماری مٹی خراب ہو گئی۔ بدشگونیوں کا یہ حال تھا۔ کہ سیار چیخنے چلانے لگے۔ آسمان سے معلوم ہوتا تھا کہ انگارے برس رہے ہیں۔ ستارے آپس میں ٹکرانے لگے۔ بادل کی گرج کان کے پردے پھاڑتی تھی۔ اور جونک سے خون کی بوندا باندی ہونے لگی۔ گدھ دکن کی طرف منہ کر کے دھجا پر آ بیٹھے۔ ایسی بدشگونیاں بہت سی ہوئیں۔ پرہست سب سے واقف رہا۔ لیکن ہمت بار نہ کر جی کڑا کر کے میدان جنگ کی طرف بڑھا۔ بانروں نے دیکھا تو درخت اور پتھر لے لیکر

لپکے۔ دونو طرف مار مار کا غل تھا۔ بانر کلکاری مارتے تھے۔ راچھس کلکلاتے تھے۔ پرہست بانروں کو نظر میں نہ لاتا تھا۔ ٹھیک تھی۔ کہ سب نرم چارہ ہیں۔ مکھی مچھروں کی بساط ہی کیا؟

سرگ ۵۸

نیل کے ہاتھ سے پرہست کا قتل

لنکا کے مشرقی پھاٹک پر ایک ٹڈی کا سا دل دیکھ کر سری رامچندر جی نے بھبھیکن سے دریافت کیا کہ کس کی فوج آ رہی ہے۔ بھبھیکن نے عرض کی۔ مہاراج! پرہست لنکا کا سپہ سالار اعظم آ رہا ہے۔ اس نے کئی بار دیوتاؤں کو نیچا دکھایا۔ فنون حرب و ضرب اور طاقت و شجاعت میں راون کی ٹکر کا کوئی ہے تو صرف یہی۔

سری رامچندر جی نے پھر نظر اٹھائی۔ تو دیکھا کہ واقعی پرہست اچھے ڈیل ڈول بڑے ہاتھ پاؤں کا بہادر ہے۔ راچھس بھی سب کے سب زبردست پر یکیہ۔ مگدر۔ گدا دیکھ کر بانر درخت اور پتھر لے کر دوڑ پڑے۔ مارنے لگے جو تھا دانت کٹکٹا کر مخالف پر حملہ کرتا تھا۔ ہزاروں بانر قتل ہو گئے ہزاروں خون میں ڈوب لئے۔ ہزاروں نے بھاگ کر جان بچائی۔ ثابت قدم مرنے جینے سے بے پرواہ دریائے خون میں تیر تیر کر دشمنوں کو دانتوں سے کاٹتے اور ناخنوں سے نوچتے تھے۔ راچھسوں کی طرف سے گدا۔ مگدر۔ پریکیہ اور لات گھونسوں کی مار پڑتی تھی۔ نرانتک وغیرہ سپہ سالاروں نے وہ ہاتھ دکھائے کہ بانروں کے خون سے زمین سفید ہو گئی۔ مگر دوبد اور جاموان نے پہاڑ کا ایک ٹکڑا اس زور سے مارا کہ چاروں کے چاروں وہیں سو رہے۔ سانس بھی نہ لی۔ پرہست آگے بڑھا تو خون سے زمین بیر بہوٹی ہو گئی۔ معلوم ہوتا تھا کہ پلاس کے پھول بکھرے ہوئے ہیں۔ زخمی کچھوؤں کی طرح تڑپتے تھے۔ بانوں کی سوار میں نیزاک الجھ رہے تھے۔ چربی کا یہیں چھایا ہوا تھا۔ ناو اس طوفان کے تھپیڑے کا نظارہ دکھا رہی تھی۔ نیل اس دریائے خون میں کھٹری لگاتا ہوا پرہست پر لپکا اور پہنچتے ہی پیشانی پر اس زور سے گھونسا مارا کہ مخالف تیورا کر گر پڑا۔ مگر فوراً ہی سنبھلا اور دھنش کا چلہ چڑھا کر تیروں کی بوچھاڑ شروع کر دی۔ نیل کا بدن چھلنی ہو گیا۔ اور تاؤ کھا کر ایک درخت سے اس کی بائیں کنپٹی نکالی۔ پرہست ثابت قدم تھا۔ وار سہہ گیا اور تیروں سے خبر لینا شروع کی۔ نیل زخمی تھا مگر ہمت نہ چھوڑی۔ سال کے درخت سے گھوڑوں پر حملہ کیا۔ پرہست نے وار روک کر چاہا ہی تھا۔ کہ تیر سے خاتمہ کر دوں۔ مگر نیل نے دھنش کے ٹکڑے ٹکڑے اڑا دیئے۔ پرہست موسل لے کر جھپٹا۔ خوب لڑائی ہوئی۔ دونو فریق خون میں نہا گئے۔ موسل ٹوٹا تو کشتی کی نوبت آئی۔ لات گھونسے چلنے لگے نیل سری رامچندر کی جے جے پکارتا تھا۔ پرہست راون کی۔ پرہست نے دوسرے موسل سے نیل

کی پیشانی توڑ دی۔ نیل نے درخت سے جواب دیا۔ پھر موسل کا وار کیا تو نیل نے ایک چٹان سے حریف کا اس طرح سر پھاڑ دیا کہ ٹپ سے دم نکل گیا۔ ماہرن اسطرح لہو لہان ہوا کہ گیرو کے پہاڑ کی سرخی مات ہو گئی۔ راچھس سر پر پاؤں رکھ کر بھاگے۔ راون کے یہاں ماتم چھا گیا۔ نیل کی تعریفوں کے پل باندھے۔ فوج ظفر موج میں خوشی کا باجہ بجنے لگا۔

سرگ ۵۹

راون کی میدان جنگ میں شکست

پرہست کی خبر مرگ نے راون کی کمر توڑ دی۔ اس کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے۔ بھاری فوج کی ہمت ٹوٹ گئی۔ راچھس جی چھوڑ بیٹھے۔ سب کو حیرت تھی کہ معاملہ کیا ہے۔ بانروں نے سمندر کو نقش قدم بنا لیا۔ اہل لنکا کی گھبراہٹ نے راون کو یہاں تک پریشان کیا کہ بیہوشی غائب ہو گئی۔ غش سا آ گیا۔ آخر طبیعت سنبھال کر سب سے مخاطب ہوا کہ بے شک "دشمن نتوان حقیر و بیچارہ شمرد" ایک چنگاری تنکوں کے پہاڑ کو جلا کر راکھ کر دیتی ہے۔ چیونٹی کی کچھ بساط نہیں لیکن ہاتھی کو اس کے نام سے بخار آتا ہے۔ نیل بانر ہے تو کیا۔ گو اس نے اندر کو بھی کونے میں بٹھلا دیا۔ مگر مرد ہمت نہیں ہارتے۔ بہادروں کا کام چوڑیاں پہننا نہیں۔ آپ لوگ نہ گھبرائیے۔ اب کے میں خود معرکہ آرائی کروں گا۔ دیکھوں کون بچ کے کہاں جاتا ہے۔ سب بانر ٹڈیوں کی طرح پیٹ نہ لیے جائیں۔ تب میرا نام راون۔ یہ کہہ کر وہ رتھ پر سوار ہو گیا۔ رتھ کی خوبیوں کا کیا کہنا۔ سورج کی چمک دمک گرد تھی۔ اس پر راون کے شعلہ غضب تو دل علی انور تھے۔ جس وقت گھوڑے لنکا کی چوکھٹ لانگھے۔ راون کی جے جے کا شور بلند ہو گیا۔ سنکھ، گھڑیال ایسے جنگی باجے۔ طبل جنگ کے ساتھ بجنے لگے۔ راچھسوں کا دل بڑھ رہا تھا۔ ہر ایک کی یہی صدا تھی کہ بس آج مار لیا۔ پالا ہمارے ساتھ۔ لشکر جرار کے بوجھ سے زمین جھکی جاتی تھی۔ کوہ پیکر اور مہیب شکل راچھس شوجی کے ہمراہی بھوت پشاچ معلوم ہوتے تھے۔ راون دیکھتا کیا ہے۔ کہ ایک بادل کا بادل چھایا ہوا ہے۔ شور و غل سے کان دیئے آواز نہیں سنائی دیتی۔ بانر درخت اور پہاڑ کے ٹکڑے لیئے ہوئے تن اکڑ رہے ہیں۔ یہاں سری رامچندر جی کو لشکر مخالف کی نقل و حرکت کا پتہ لگا تو بھبھیکن سے فرمایا۔ دیکھنا یہ فوجی سمندر کہاں سے امنڈا چلا آ رہا ہے سینکڑوں نشان۔ لشکر نہر اسعل جواہر نگار چتر نظر آ رہے ہیں۔ جو ہاتھی ہے۔ ایراوت کی ٹکر کا جو راچھس ہے۔ ہاتھی کا سا پہاڑ۔ ایسے ڈیل ڈول کے راچھس تو پہلے بھی نہ دیکھے تھے۔ محاسب عقل گن سکے کیا مجال۔

بھبھیکن۔ رگھوکل بھوشن اسوقت آپ کے سامنے تمام لنکا کے چیدہ چیدہ سورما جمع ہو گئے ہیں۔ وہ دیکھیے اکمپن ہے۔ اس کی طاقت اس پہ ختم ہے۔ دیکھئے کیسی آنکھیں لال انگارہ رکھی

ہیں۔ چہرہ گرم نوا ہو رہا ہے۔ جس رتھ کی تنابوں کا آسمان سے باتیں کر رہی ہے۔ اس پر راون کا فرزند اکبر اندرجیت سوار ہے۔ ہاتھی کا سا ڈیل ڈول بڑے بڑے دانت۔ مایا میں کامل۔ جادوگری میں فرد۔ مہابیر جی کو برہم پھانس میں اسی نے پھانسا تھا۔ اور تشریح کی ضرورت نہیں۔ اس کے قریب انی بیر کو ملاحظہ فرمایئے۔ یہ بڑا دلاور ہے اور طاقت کا یہ حال کہ پہاڑ تک اٹھا لے۔ جس فیل سوار کے ہاتھ میں دھنش ہے اسے انی اکائے کہتے ہیں۔ اور مردودہ سامنے ہے۔ جس کے ہاتھ کا گھنٹا بج رہا ہے۔ پرشارم اسے سمجھئے جیسے گھوڑے پر سوار اور سگدر لئے چلا آ رہا ہے۔ جس کے دھنش کی ٹنکار سنائی دیتی ہے اسے تکمیہ کہتے ہیں۔ راون کے جوڑ کا شہ زور اس وقت ہے تو یہی۔ جس کی پرگھہ میں بجر اور سونے کی رونق دکھائی دیتی ہے اسے کمبھ کرن کا لخت جگر سمجھئے۔ نراتک وہ ہے۔ جس کے ہاتھوں میں بہالوں کی چوٹیاں ہیں۔ وسط میں آپ جس کے چہرے میں گھوڑے۔ اونٹ۔ ہاتھی اور ہرن وغیرہ کے منہ ملاحظہ کر رہے ہیں لنکا پتی راون وہی ہے۔ سر پر چاند کی طرح روشن چہرہ۔ سر پر جڑاؤ مکٹ۔ اقبال کا یہ حال کہ اندر۔ برن اور جمراج نام سے کانپتے ہیں۔ زور بازو کی یہ کیفیت کہ کبیر سے لنکا چھین لی۔ بھبھیکن نے اس طرح ایک ایک سردار لشکر و ہمراہی راون کا نام گنا دیا۔ اور شناخت سے پہچنوا دیا کہ کونسا بہادر کون ہے۔

سری رامچندر جی نے جس وقت راون کو دیکھا۔ بھبھیکن سے فرمایا اس میں شک نہیں کہ راون بڑا اقبال مند ہے۔ سورج کی طرح مجال کیا کہ کوئی نظر بھر کر دیکھ سکے۔ اس کے ذہے نصیب۔ جمراج کی کبھی یہ شان و شوکت نہ ہوگی۔ مگر یاد رکھنا۔ میرا آفتاب اقبال روشن ہوا اور اس کے تارے کی روشنی رخصت ہوئی۔ سیتا ہرن کے وقت سے جو بخار دل میں ہے۔ آج اس کے نکلنے کا وقت آ گیا۔ اب اس کی خیریت نہیں۔ بے مارے نہیں چھوڑونگا۔ اتنا کہتے ہی جوش آ گیا۔ اور خود بدولت چلے پر تیر چڑھا کر کھڑے ہو گئے۔ راون کی نظر پڑی۔ تو جلال قدرت سے سہم گیا۔ رتھ روک کر ارکان دولت سے بولا۔ سب لوگ میرے ساتھ کیوں چلے آتے ہیں؟ لنکا سنسان پڑی ہے۔ باندروں کا حال معلوم ہے ان کو گھر سے اس گھر میں پہنچ جانا کچھ مشکل نہیں۔ جب شہر سونا پائیں گے تو ضرور شور مچائیں گے۔ عورتیں غریب کیا بنا لیں گی۔ اس سے پہلے گھر کا انتظام کر لو۔ پھر میدان جنگ کی طرف قدم بڑھاؤ۔

حکم کی دیر تھی بہت سے راچھس لنکا کی اندرونی حفاظت کے لئے دوڑ پڑے اور راون نے رتھ آگے بڑھایا۔ فوج اسطرح آگے بڑھ رہی تھی۔ جسطرح جانوران دریائی پانی چیرتے ہوئے بہاؤ پر جاتے ہیں سگریو نے راون کو بڑی تیزی کے ساتھ بڑھتا دیکھ کر ایک درخت سے وار کیا لیکن راون کی کمان سے پیش نہ گئی۔ خود ہی ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ راون نے پھر دانت کٹکٹا کر ایک بان سے سگریو کی جان لینا چاہی۔ جس وقت بان چلّے سے نکلا۔ آگ کے شعلے نکلنے لگے۔ سگریو کا بدن زخمی ہوا۔ اور بان زمین میں غائب۔ زخم کاری تھا۔ سگریو غش کھا کر گر پڑا۔ راچھس غل مچانے لگے کہ وہ مارا

وہ تند کار چت کیا۔ اتنے ہی میں گج۔ گواچھ۔ گوی۔ سوکھین۔ سرب۔ جونت مکھ۔ نیل۔ نل اور ست بلی ایسے ایسے نہنگ دریائے شجاعت پہاڑ اور درخت لے لیکر جھپٹے۔ نرن نرن کا شور بلند ہوا مگر راون نے دو چار ہاتوں ہی سے ساری بدلی چھانٹ دی۔ ہزاروں ضیغم افگن بازوں کو تیروں پر رکھ کر بستر خاک پر سلا دیا۔ باندروں کے لشکر میں ہلچل مچ گئی۔ سب کے پاؤں اکھڑ گئے۔ جس کا جدھر سینگ سمایا تھا۔ بھاگا جاتا تھا۔ قدم زمین پر نہ ٹکتے تھے۔ سری رامچندر کو اسوقت نہایت غصہ معلوم ہوا۔ دھنش تان کے چلنے ہی کو تھے کہ سری لچھمن جی ہاتھ جوڑ کر بولے کہ آپ کو تکلیف کرنے کی ضرورت کیا۔ میں اس کے لئے اکیلا ہی کافی ہوں۔ میرے بان اس کی جان لے کر ہی رہیں گے۔ سری رامچندر جی نے فرمایا۔ اچھا تم ہی جاؤ۔ مطلب سے مطلب ہے مگر دیکھو۔ خوب ہوشیار رہنا۔ راون کوئی دلا چنا نہیں۔ اس میں تینوں لوک جیتنے کی طاقت ہے۔

لچھمن جی قدموں پہ سر جھکا کر چل پڑے۔ دیکھا کہ راون کے بازو ہاتھی کی سونڈ کی طرح شہ زور ہیں۔ اور اس کے تیروں نے خون کی ندی بہا رکھی ہے۔ ہنومان جی جلو میں تھے۔ سامنے پہنچتے ہی اس زور سے گرجے کہ راون کا کلیجہ دہل گیا۔ ہاتھ تھرتھرا گئے۔ تیر چٹکی سے نہ نکل سکا۔ ہنومان جی نے داہنے ہاتھ سے رتھ کا پہیہ تھام لیا اور بولے تکھشش! تجھ کو ناز ہے کہ دیوتا۔ دانو۔ راچھس۔ گندھرب کنر تیرا کچھ نہیں بنا سکتے۔ لیکن یاد رکھ کہ بانر ہی تیرا اچار نکالیں گے۔ میں تجھے چیٹی کرونگا۔ اگر کچھ دم داعیہ ہے تو لے میں بائیں ہاتھ کا گھونسہ مارتا ہوں۔ تو برداشت کر لے تو میں تامل۔ کہ ہاں تو بھی کچھ ہے راون آنکھیں لال پیلی کر کے بولا۔ کہ فضولیات سے کچھ فائدہ نہیں۔ تم شوق سے میرے سینے پر گھونسہ مارو۔ مجھے بھی تو آزمائش ہو جائیگی۔ کہ بھی مچھروں میں کتنی طاقت ہے۔

مہابیر جی ہنسے اور فرمایا۔ کہ راون سنو۔ دنیا میں تین طرح کے آدمی ہوتے ہیں۔ گیانی۔ اگیانی۔ مورکھ۔ گیانی کو تو سمجھانے کی ضرورت نہیں لیکن اگیانی سمجھانے سے سمجھ جاتے ہیں۔ صرف مورکھ ہی وہ پتھر ہیں جن میں جونک نہیں لگتی۔ تم گیانی یا اگیانی ہوتے۔ کبھی آزمائش کا خواب نہ دیکھتے۔ لنکا جلانے۔ اچھے کمار کو مارنے پر بھی آزمائش کی ہوس باقی ہے۔ تو اس سے بڑھ کر بیوقوفی اور کیا ہوگی اب آزمائش میں کچھ کسر رہ گئی ہے۔ تو صرف اتنی کہ ابھی تمہیں خاک پر سلا دوں۔

ابھی سلسلہ کلام ختم نہ ہوا تھا۔ کہ راون نے زور سے ایک طمانچہ رسید کیا۔ مہابیر جی کی آنکھوں میں اندھیرا تو چھا گیا مگر سنبھل کر اٹھ کھڑے ہوئے اور ڈپٹ کر ایک تھپڑ ایسا مارا کہ راون تھرتھرا کر وہیں لیٹ گیا۔ بانر اور دیوتا یہ معرکہ دیکھ کر خوش ہو گئے اور ہر جگہ ہنومان جی کی واہ واہ ہو گئی۔ جب راون کے ہوش ٹھکانے ہوئے تو اٹھ بیٹھا اور بولا کہ واقعی تم بڑے شہ زور ہو۔ میں تمہاری تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ مہابیر جی۔ تم میری طاقت کی تعریف کرتے ہو۔ میں تو اپنے زور بازو کو دھکارتا ہوں۔ کہ

تمہاری جان چھوڑ دی۔ راون اس تقریر سے پھر آگ بگولا ہو گیا۔ آنکھیں خون میں ڈوب گئیں اور ایک ڈنگ اس قدر سے مارا کہ مہابیر بھی تیورا گئے۔ چکرانے لگے۔ اس وقت نیل اور اندرجیت میں گھمسان لڑائی ہو رہی تھی۔ دونو ایکدوسرے کے خون کے پیاسے تھے۔ راون مہابیر کو چھوڑ کر اُن کی طرف گیا اور تیروں کی بارش شروع کی۔ نیل موت کے منہ میں تھا۔ لیکن پہاڑ کے ٹکڑے اِسطرح کھینچ کھینچ مارتا تھا کہ مخالف کے بھی اوسان خطا تھے۔ اتنے ہی میں مہابیر جی کی غشی دُور ہوئی۔ وہ اُٹھ بیٹھے تو دیکھا کہ راون نیل پر تیروں کی بوچھاڑ کر رہا ہے۔ گرج کر بولے کہ او راون بھاگ کر کہاں منہ چھپا گیا۔ مرد یوں مقابلے سے نہیں ہٹتے۔ پہلے مجھ سے نپٹ لے پھر نیل کو مُنہ دکھا۔ شاستر کا حکم ہے کہ معذور کو مارنا جائز نہیں۔ اِسلئے طرح دیتا ہوں جسمیں کوئی نہ کہے کہ لنگڑے کو مارا۔

یہ فرما کر ہنومان جی کمبھ سے بھڑ گئے۔ اور راون نے نیل کے پہاڑ کو سات بانوں سے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ نیل زخمی ہوا تو اس نے قد چھوٹا کر کے چھلانگ ماری اور دھجا پر چڑھ بیٹھا۔ راون نے بان مارنا چاہا۔ تو دھنش پر ہاتھ ڈال دیا۔ نیل نے وہ اُچھل کود مچائی کہ راون کے ہوش خطا ہو گئے کبھی نیل دھجا پر تھا۔ کبھی چھتر اور تاج پر۔ راون نے اب اگنی بان چٹکی میں دبا کر منتر پڑھنا شروع کیا۔ اور سر نیچا کر کے بولا کہ اے نیل! بہت مایا دکھا چکے۔ اب زندگی کی خیر مناؤ۔

یہ کہتے ہی اس نے اگنی بان نیل کی چھاتی میں پیوست کر دیا۔ نیل کو معلوم ہوا۔ کہ سر چھنکا جاتا ہے۔ وہ فوراً دھجا پر سے مُنہ کے بل گر پڑا۔

اگنی بان جان لئے بغیر نہ رہتا۔ مگر خیریت ہوئی۔ کہ نیل اگنی کا فرزند تھا۔ اگنی اور سری رام چندر جی کے فیض توجہ نے جان بچائی۔

راون کو یقین ہو گیا کہ نیل بھی ہنومان جی سے کم نہیں۔ اِسلئے وہ موقعہ بچا کر لچھمن جی کی طرف بڑھا اور خوب فقرے تیز کئے۔ لچھمن جی نے فرمایا کہ تم جانتے نہیں۔ کہ میں تمہارا کال ہوں۔ بھاگنے کی سند نہیں۔ ابھی خاک پر لوٹتا دکھا دونگا۔

راون جھلا کر بولا۔ بڑھ بڑھ کے باتیں نہ مارو۔ اب موت میری آنکھوں کے سامنے لے آئی۔ بچ کے کہاں جا سکتے ہو۔ ابھی ہیکڑی گرد کئے دیتا ہوں۔

لچھمن جی:- جو گرجتے ہیں وہ برستے نہیں۔ تم اپنا ادھری میرے سامنے کیا منہ کھولیگا۔ تمہیں جس طاقت پر ناز ہے۔ اُسے میں تم سے زیادہ جانتا ہوں۔

راون غصے میں بھرا ہوا تھا۔ آنکھوں سے شعلے نکل رہے تھے اِسلئے چلہ چڑھایا اور صاف تیر ہو گئے۔ لچھمن جی نے سب وار خالی دیئے۔ اور ساتوں بان کاٹ ڈالے۔ راون نے صدہا بان مارے مگر ہر وار خالی گیا۔ جو تیر چٹکی سے نکلتا تھا۔ لچھمن جی اُسے کاٹ دیتے تھے۔ راون کی کچھ پیش نہ

جاتی تھی۔ آخر اس نے برہم بان منتر پڑھ کر مارا جس سے لچھمن جی کی پیشانی چھد گئی۔ مگر اُنہوں نے کچھ پرواہ نہ کی۔ اور اُسے بھی ٹکڑے ٹکڑے کر کے تین بان راون کو مارے۔ ایک بان سے راون کا دھنش پرچے پرچے ہو گیا۔ دوسرے سے پیشانی لہو لہان ہو گئی۔ تیسرا کمر کو چھید گیا۔

راون صدمۂ درد سے تڑپ گیا۔ جسم خون میں ڈوب گیا۔ بدن کی چربی بہنے لگی۔ دھنش بھی پاس نہ رہا۔ اس نازک وقت میں اس نے برہم شکتی ہاتھ میں لے لی۔ شکتی کے ہاتھ میں آتے ہی شعلہ اُٹھنے لگا۔ بانر مارے خوف کے کانپ اُٹھے۔ اور راون نے فوراً ہی وار کر دیا۔ شکتی برہما کا عطیہ تھی۔ اُس کا نشانہ کبھی خطا نہیں کرتا۔ لچھمن جی نے اُسے بھی کاٹ ڈالا۔ لیکن ایک کرچ سینے میں چبھ گئی۔ اور وہ غش کھا کر زمین پر چت ہو گئے۔ راون نے سوچا کہ ان لوگوں کا مرنے کا اعتبار نہیں گھڑی بھر میں مرتے ہیں اور گھڑی بھر کے بعد جی اُٹھتے ہیں۔ اسلئے لچھمن کو سمندر ہی میں پھینک دینا چاہیئے۔ کہ جلجنوران صحرائی کو چارہ مل جائے۔ یہ سوچکر اس نے لچھمن جی کو اُٹھانے کی کوشش کی۔ مگر دم پھول گیا اور راکھشوں نے بھی کانکھ کانکھ کر زور لگایا۔ مگر جسم کو حرکت نہ ہوئی۔ اتنے ہی میں ہنومان جی لپکے ہوئے آ پہنچے راون کی چھاتی پر ایسا گھونسا مارا کہ چکرا کر گر پڑا۔ دسوں منہ اور بیسوں کانوں اور آنکھوں سے خون کے فوارے چھوٹنے لگے۔ تھوڑی دیر میں ہوش آیا تو چپ چپاتے رتھ پر جا بیٹھا اور سوچنے لگا کہ کہاں چھپ کر جان بچاؤں۔ ہنومان جی لچھمن جی کو اُٹھا کر سری رامچندر جی کے پاس لے گئے۔ قدرت دیکھئے کہ جن لچھمن جی کو راون اور اُس کے بہت سے سورما اُٹھا نہ سکے۔ انہیں ہنومان جی اکیلے اُٹھا لائے۔ جسوقت سری رامچندر جی نے نظر کی۔ برہما سنر یہ سوچکر خود ہی نکل گیا کہ وار کارگر ہوا۔ اب سرزنش فضول ہے۔ راون کے تیروں کی بوچھاڑ جاری تھی۔ لچھمن جی بھی خواب غشی سے بیدار ہو گئے۔ سری رامچندر جی سے غصہ ضبط نہ ہوا۔ تیر ترکش سنبھال راون کے مقابلے کو چلے۔ ہنومان جی نے انہیں پیٹھ پر چڑھا لیا۔ رامچندر جی دھنش بان چڑھا کر میدان جنگ میں گرجے کہ او راون! لچھمن جی کو زخمی کر کے کہاں بھاگا جاتا ہے۔ ٹھیر میں آ گیا۔ جسطرح جنستان بن میں چودہ ہزار بڑے بڑے نوی بال راکھشس مارے۔ میں نے اسی طرح تجھ کو اور تیرے بھائی بندوں کو نشانہ اجل بنایا۔ تو اپنا نام نہ رکھوں۔

راون نے سری رامچندر جی کو ہنومان جی کی پشت پر سوار دیکھ کر ہنومان جی کو تیروں سے چھید دیا۔ رامچندر جی کی آنکھوں میں خون اُتر آیا۔ اُن سے ہنومان جی کی تکلیف برداشت نہ ہوئی۔ فوراً ہی دھجا گرا دی۔ تیا کا ٹوٹ ڈالی۔ شستر بیکار کر دیئے۔ سارتھی کو مار گرایا اور راون کے جسم میں ایسے تیر پیوست کئے۔ کہ غش کھا کر زمین پر گر پڑا۔ سری رامچندر جی نے غش آلودہ پر ہاتھ اُٹھانا معیب سمجھا۔ وہ تھوڑی دیر تک رکے رہے اور جب راون ہوش میں آ گیا تو ایک بان سے چولی سے سر کیا کر راون

کا مکٹ کنڈل زیور لباس بھی بدن پر باقی نہ رہا اور ننگا ٹھونٹھ سا کھڑا رہ گیا۔ سری رامچندر جی نے فرمایا کہ صرف ایک دو باتوں کی کسر تھی۔ مگر تو بھنوں سے لڑکر تھک چکا ہے اسلئے مجھے کہنے کو نہ ہو کر غصہ اور کسلمند کو رامچندر نے مارا تو کیا بڑا کام کیا۔ چھوڑ دیتا ہوں۔ چپ چپاتے لنکا کی راہ لے۔ جب کسل مٹ جائے۔ ہاتھ پاؤں میں تازہ خون آجائے۔ تو دکھا دونگا میرے بازوں میں کیا قدرت ہے۔

راون کے پاس نہ کوئی ہتھیار۔ نہ بدن پر لباس۔ وہ دل میں کٹ گیا اور گردن جھکائے وہاں سے چل دیا۔ راکھشسوں کے لشکر نے بھی بھاگنے میں پیشقدمی کی۔ سری رامچندر جی نے مردہ بازوں کو ہاتھ سے چھو کر زندہ کر دیا۔ اور لنکا میں گھر گھر خبر ہو گئی۔ کہ راون اس ذلت سے میدان چھوڑ کر جان بچانے پر مجبور ہوا۔

سرگ ۶۰

کمبھ کرن کی بیداری

جسطرح شیر سے ہاتھی اور گرولے سے سانپ کی پیش نہیں جاتی۔ یہی حالت سری رامچندر جی کے مقابلے میں راون کی ہوئی۔ وہ دل میں کہتا تھا کہ اُف! اوہ! یہ پرتاپ۔ یہ اقبال۔ راکھشسوں سے بولا کہ میں نے جتنی تپسیا کی تھی۔ آج خاک میں مل گئی۔ جس نے اندر کو ناکوں چنے چبوائے۔ وہ آدمی سے دُم دبالے۔ بس سمجھ لو کہ اقبال جواب دے گیا۔ میں جانتا ہوں کہ ذیل کے سراپ سچ ہونے کا وقت قریب ہے:-

(۱) برہما نے فرمایا تھا کہ انسان کے ہاتھ سے قتل ہوگے۔

(۲) جب اکشواک بنس کے راجہ انرنیہ سے اور مجھ سے لڑائی ہوئی تھی تو انہوں نے سراپ دیا تھا۔ کہ میری نسل کا ایک شخص بچے اور تیرے بھائی بندوں کو فنا کر اجل بنائیگا۔

(۳) بید وتی تپ کر رہی تھی۔ میں نے زبردستی اس سے خواہش مواصلت کی۔ اس نے بھی ایسی ہی بددعا دی۔ کیا عجب کہ جانکی کے قالب میں اُسی کی روح موجود ہو۔

(۴) جس وقت میں نے کیلاش کی چوٹیاں ہلا دیں۔ پاربتی جی نے سراپ دیدیا۔ کہ تم اور تمہارا خاندان نیست و نابود ہو۔

(۵) نندی کو کیلاش پر دیکھ کر اسلئے ہنسی آئی تھی۔ کہ اس کا منہ بندر کا سا تھا۔ اس نے فوراً بددعا دی کہ دیوتا بانر کے بھیس میں تیرا ستیاناس کریں گے۔

(۶) نل کوبیر کی عورت رمبھا تھی۔ میں نے ہولئے نفسانی سے اس پر دست درازی کی۔ اس نے بددعا دی کہ طاقت پر نہ پھولو۔ موت تم کو چیٹ کر جائیگی۔

(۷) پورنج کسھلا ایک ناز نین پر بھی میری نیت ڈھل گئی تھی۔ چاہتا تھا کہ زبردستی سے خواہش نفسانی پوری کر دوں۔ لیکن اُس نے بھی سراپ دے دیا۔

جو تپسوی ہیں۔ جو نیت برنا عورتیں ہیں۔ اُن کی بات کبھی پھٹ نہیں پڑتی۔ مگر انسانی چولا بھی بار بار نہیں ملتا۔ اس کی حفاظت ہر حال میں مقدم ہے۔ اسلئے تمام توہمات کو چھوڑ کر اہل لنکا کا فرض ہے کہ چاروں دروازوں کی کامل حفاظت کریں۔ ایسا نہ ہو کہ رامچندر کا اندرونِ شہر گذر ہو جائے اُس وقت کسی کے بنائے کچھ نہ بنے گی۔ علاوہ ازیں اس وقت کمبھ کرن کے جگانے کا موقع ہے۔ راچھس جائیں اور اسے جسطرح ہو بیدار کریں۔ اُس کا جاگنا مقدم ہے۔ کمبھ کرن کی نیند خواب مرگ سے کم نہیں۔ چھ سے نو مہینے تک سوتا رہتا ہے۔ چھ مہینے کی نیند تو اُچٹتی ہی نہیں۔ شکر ہے کہ اب نانواں مہینہ ہے۔ آنکھ جگانے سے ضرور کھل جائے گی۔ وہ جاگتا ہوتا۔ تو آج میں اس حالت کو نہ پہنچتا۔ اس کی پلک سے جہاں پلک جدا ہوئی۔ ہمارے بانر پیٹ کے ایندھن بن جائیں گے۔ کمبھ کرن ایک ایک کو ہضم کر جائیگا۔ ڈکار بھی نہ لیگا۔ اگر وہ سوتا رہا۔ تو میری گت مگت ہو گئی۔ تو اس کا عدم وجود برابر ہے۔ اسوقت اسکو جگا دینا چاہیئے۔

کمبھ کرن ایک بڑے بھاری غار میں محو آرام تھا۔ غار کے نکاس کے دروازے کی بلندی ایک جوجن تھی۔ راچھس بڑی مشکل سے گپھا کے اندر جاتے تھے۔ اور جب کمبھ کرن سانس لیتا۔ تو خزاں رسیدہ پتوں کی طرح اُلٹنے لگتے تھے۔ کمبھ کرن جس زمین پر سو رہا تھا بالکل سونے کی چٹان تھی۔ اس کے جسم کے رونٹے پہاڑ کے درخت معلوم ہوتے تھے۔ اس کا جسم دریائے زیور جواہرات میں غرق تھا۔ راچھس بہت سا گوشت اور شراب لئے ہوئے نہایت ہی دقت سے اس کے قریب پہنچے۔ دیکھا کہ اچیت پڑا سو رہا ہے۔ سوچ کر شاستر میں تو یہ لکھا ہے۔ آدمی جب بیدار ہو آئینہ دیکھ لے۔ مگر یہاں الٹی ترکیب ہے۔ اُنھوں نے بھینسے ہرن سؤر سامنے کھڑے کر دیئے۔ اور جانوروں کا گوشت سامنے رکھ دیا۔ اور شراب کے گھڑے تلے اُوپر کر دیئے۔ اور جگانے کی فکر میں چندن وغیرہ خوشبویات جسم میں ملیں۔ دھوپ جلا کر گرمی پہنچائی۔ لیکن وہاں کچھ بھی اثر نہ ہوا۔ خوب چلا چلا کر مدح سرائی شروع کی۔ تو وہ بھی بیکار ہوئی۔ سنکھ بجائے۔ ڈھول نقارے پیٹے۔ تالیاں بجائیں۔ مگدر موسل اور گدا سینے پر دے دے مارے۔ ہزاروں راچھسوں نے شور و غل مچایا۔ ہاتھی کے آنکس چبھوئے۔ مگر اس کو آنکھ نہ کھولنا تھی نہ کھولی۔ آخر کار کانوں کے پاس توپیں چھوڑنے اور دس ہاتھیوں کے سر پر چنگھاڑنے سے اس نے خدا آنکھ کھولی۔ اور راچھسوں کے شور و غل سے سٹنک عفوں سے اٹھ بیٹھا۔ آنکھیں آگ کا کنڈ معلوم ہوتی تھیں۔ چہرہ موت کا دروازہ۔ جونہی جمائی لی۔ راچھسوں کی روح قبض ہو گئی۔ ڈر سے کہ کہیں ہمیں سے پہل نہ کرے۔ راچھسوں نے دوڑ دوڑ کر بھینسے وغیرہ کا گوشت سامنے رکھ دیا۔ جو چیز سامنے آئی۔ جس نے ایک ہی لقمے میں ختم کر دی۔ اور شراب کے سارے مٹکے خالی کر کے اوندھا دیئے۔ راچھس ہاتھ باندھے ہوئے سامنے کھڑے ہو گئے۔ بدن میں تھر تھری تھا ہاتھ پاؤں کانپ رہے تھے۔ کسی کی مجال نہ تھی۔ کہ زبان کو ذرا بھی حرکت دے۔ جب کمبھ کرن ناشتے سے فارغ ہوا۔ راچھسوں کی طرف نظر اُٹھائی اور پوچھا۔ کہو راجہ راون کیسے ہیں۔ کوئی نئی بات تو نہیں؟

جیو یا کھ راجھس دست بستہ آگے بڑھا۔ اور عرض کی۔ کہ آپ کے اقبال سے نہ دیوتاؤں کا خوف ہے نہ دانو کا ڈر۔ گندھرب فرمانبردار ہیں۔ کنہر اطاعت گذار۔ لیکن بیکراں فی سے بلائیں نازل ہو رہی ہیں۔ لنکا بانروں سے گھر گئی ہے۔ راجہ راون سیتا جی کو ہر لائے۔ سری رامچندر جی نے چڑھائی کر دی۔ پہلے ایک بانر اچھے کمار اور راچھسوں کو مار کر لنکا چلا گیا۔ اب خود راجہ راون میدان جنگ میں شکست فاش کھا کر کسی کو منہ دکھلانے کے قابل نہیں۔ سری رامچندر جی نے فیصلہ تو کر دیا ہوتا۔ مگر نہ معلوم کیوں طرح دے گئے۔ جان جانے میں کچھ کسر باقی نہ رہی تھی۔

کمبھ کرن کا چہرہ لال بھبوکا ہو گیا۔ آنکھیں خون کبوتر ہو گئیں۔ بولا کہ کچھ پرواہ نہیں۔ میں رامچندر جی کے سارے لشکر کو قتل کرونگا۔ تب راجہ راون کو منہ دکھاؤں گا۔ تم سب گوشت کھاؤ۔ شراب پی جاؤ۔ میں اب رامچندر اور لچھمن وغیرہ کا خون اکیلے پیونگا۔ اس میں کسی اور کا حصہ نہیں۔

مہودر بولا۔ آپ کی توفیق رفیق کا کیا کہنا۔ مگر میں مناسب سمجھتا ہوں کہ آپ پہلے راجہ راون سے ملاقات کر لیں۔ پھر جو مشورہ قرار پائے اس پر کاربند ہوں۔ ایسی عجلت کی ضرورت ہی کیا ہے۔

کمبھ کرن نے یہ بات منظور کی۔ راچھس راون کے پاس دوڑے گئے۔ خوشخبری سنائی۔ راون مارے خوشی کے اچھل پڑا۔ کمبھ کرن نے ہاتھ منہ دھو کے اشنان کیا۔ زرکار لباس پہنا۔ اور جواہر نگار زیوروں سے آراستہ ہو گیا۔ چلتے وقت بچی کھچی شراب اور پی لی۔ دو ہزار گھڑے خالی ہوئے۔ مگر اب تک ہلکا سرور ہی تھا۔ کمبھ کرن نے جس وقت قدم اٹھایا۔ زمین ہل گئی۔ راون کے دربار میں جاتے وقت بانروں نے پہاڑ سا ڈیل دیکھا۔ تو روح سلب ہو گئی۔ مارے ڈر کے ادھر ادھر چھپنے لگے۔ کسی کو غش آ گیا۔ کوئی وہیں کا وہیں کھڑا رہ گیا۔ سری رامچندر جی کے خیمے میں ہلچل سی مچ گئی۔

سرگ ٦١

کمبھ کرن کی صورت سے بانروں کا خوف

سری رامچندر جی خیمے سے برآمد ہوئے۔ دیکھا تو ایک کالا پہاڑ چلا جا رہا ہے۔ بھبھیکن سے بولے پہچانتے ہو کہ یہ کون ہے۔ جب بانر ایسی صورت دیکھ کر بھاگ رہے ہیں۔ تو اس سے لڑیگا کون۔

بھبھیکن :- کمبھ کرن اسی کا نام ہے۔ اس نے بارہا دیو اور اسر سنگرام میں فتح کا ڈنکا بجایا ہے۔ دیوتا۔ دانو۔ جچھ۔ گندھرب۔ ناگ۔ سب کو اس نے زیر کیا ہے۔ اس کے سامنے کسی کی مجال نہیں کہ قدم بھی ٹکا سکے۔ بچپن میں نہ معلوم کتنے ذی روح چٹ کر گیا۔ جب خلقت پریشان ہوئی۔ دیوتاؤں نے اندر سے فریاد کی۔ کمبھ کرن کو خبر ہوئی۔ تو اندر کے کھانے کو پہنچا۔ اندر نے بجر کا وار کیا۔ بے حیا کی نی دانت یہ قہقہہ مار کر ہنسا۔ اندر کا بجر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ اندر وہاں سے دو ڈنڈا مارے ڈر کے

جل گئے تو اُس نے ایراوت ہاتھی کا دانت اکھاڑ کر اندر پر ایسا وار کیا۔ کہ سارا بدن خون میں نہا گیا۔ اور
غشی طاری ہو گئی۔ جب اندر کو ہوش آیا۔ تو روتے ہوئے برہما کی خدمت میں پہنچے۔ وہاں تنہائی مچائی۔
آپ تو اہل دنیا کو خلعت وجود پہنا بیٹھے ۔ اور کمبھ کرن سب کا ایک لقمہ بنا ئیگا۔ سلسلہ کائنات
قائم رہنے کی کیا صورت ہے۔ برہما سخت ناراض ہوئے۔ اور سب راچھسوں کو حاضری کا حکم دیا۔
حکم کی تعمیل ہوئی۔ راچھس کمبھ کرن کو حلقے میں لئے ہوئے آستان بوس ہوئے۔ برہما جی نے بد دعا دی۔
کمبھ کرن ہمیشہ خواب غفلت میں ہی رہے۔ تا کہ خلقت کو اس سے ضرر نہ پہنچے۔
راون دوڑ کر قدموں پہ گر پڑا۔ اور عرض کی کہ سونے کا درخت لگا کر کاٹنا چہ معنی دارد
آپ اپنا شاپ قائم رکھئے لیکن کچھ اصلاح ضرور کیجئے۔ برہما جی نے التجا قبول کی اور فرمایا کہ اچھا
چھ مہینے تک تو کوئی اسے جگا بھی نہ سکیگا۔ اس کے بعد جگانے سے بیداری ممکن ہے۔ چنانچہ مہاراج
وہی کمبھ کرن ہے جسے آپ دیکھ رہے ہیں۔ راون نے اسے جگا کر بلایا ہے۔ اب یہ قیامت ڈھائیگا
بندروں کا خوف بے جا نہیں۔ یہ سب اس کے پیٹ میں جائیں گے۔ مگر گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ تسلی عجب
چیز ہے۔ آپ بندروں سے کہہ دیجئے کہ راون نے یہ ایک کھلونا بنایا ہے اس سے ڈرنے کی کیا وجہ۔
سری رامچندر جی نے اسی طرح سب کو سمجھا بجھا دیا۔ بندروں کو بھی یقین ہو گیا۔ کہ واقعی تماشہ
ہی ہے۔ پس فوج تیار ہونے لگی۔ ہنومان وغیرہ درخت اور پہاڑ لے لیکر للکارنے لگے۔ کہ ہاں دو
کھلونا چلاؤ دیوانوں کو۔

سرگ ٦٢

راون کی کمبھ کرن سے تحریک جنگ

کمبھ کرن کی روانگی کے وقت ہزار راچھس پھول برسانے چلے۔ جس وقت راون کے محل میں پہنچا۔
تو دیکھا کہ راون اسطرح جڑاؤ سنگھاسن پہ جلوہ افروز ہے۔ جسطرح برہما برہماسن پر۔
اس نے جاتے ہی ڈنڈوت کی۔ راون دیکھ کر خوش ہو گیا اور اپنے برابر بٹھا لیا۔ کمبھ کرن نے دست بستہ
عرض کی۔ کہ میں خاک قدم ہوں۔ جو حکم ہو۔ اس کی تعمیل میں جان تک حاضر ہے۔ فرمایئے کیوں یاد ہوئی
تو ایسا ویسا معاملہ تو نہیں۔ اگر کسی دشمن کی سرکوبی منظور ہے تو ابھی سر لا سکتا ہوں۔ دیر ہو رکیا
مجال۔ راون ان باتوں سے خوش ہو گیا۔ بڑے پیار سے بولا۔ تم ہمیشہ سوتے ہی رہتے ہو۔ میں نے ہمیشہ
یہی سمجھا۔ کہ جگانے سے تکلیف ہو گی۔ مگر اب ایسی ہی مصیبت آ پڑی۔ کہ جگانے پہ مجبور ہو گیا۔ رامچندر
راجہ دسرتھ کے فرزند راجہ سگریو کے ساتھ سمندر کے پار بندروں کا لشکر اُتار لائے ہیں۔ ہزارہا
راچھس قتل کر ڈالے ہیں۔ لنکا سورماؤں سے خالی ہو گئی۔ راچھسوں نے بندروں کو خوب مارا مگر
حیرت کی بات ہے۔ کہ وہ پھر جی اٹھتے ہیں۔ ہم لوگوں نے اپنی طرف سے کوئی بات اٹھا نہیں رکھی مگر

بانہ لوہا نہیں ماننے۔ پیارے کمبھ کرن میں نے تم کو کیسی اُلفت سے پالا۔ نہ دن کو دن کہا نہ رات کو رات۔ میرے سورما کٹ گئے۔ خزانہ خالی ہو گیا۔ مجھ میں دم نہیں۔ اہلِ لنکا حیران و پریشان ہیں اب تمہارے سوا کوئی اِس مصیبت کا ٹالنے والا نہیں۔ جو بھائی کی مدد کرتے ہیں۔ اُن کا بڑے بڑے دھرماتماؤں میں شمار ہے۔ آج تک صدہا معرکے پیش آئے۔ میں نے کبھی تمہیں تکلیف نہ دی۔ خود جان پر کھیلا اب موقع ہے کہ تم لنکا کی حفاظت کرو۔ میں نے دیوتا۔ دانو۔ راکھشس۔ گندھرب سب کی بتی بُلا دی تھی۔ کبھی کسی سے نہ ڈرا۔ اب نہ معلوم کیوں خوف غالب ہے۔ اگر یہ نہ ہوتا۔ تو میں کبھی تمہاری نیند میں خلل نہ ڈالتا۔ بس لشکر ساتھ لو۔ اور وفا کا نا کا دکھاؤ۔ تم سے بڑھ کر آج تین لوک میں طاقتور نہیں۔ سعادتمند بھی ایسے ہو کر بڑے بھائی کے حکم سے کبھی سرتابی نہ کی۔ اس پہ لطف یہ کہ مردِ میدان بھی ہو بہت دنوں سے میدانِ جنگ کی بھی سیر نہیں کی۔ اس سے اٹھو اور اسطرح دشمنوں کو بے نام و نشان کرو۔ جسطرح بادِ تند سے بادل اُڑ جاتے ہیں۔

سرگ ۶۳

کمبھ کرن اور راون کی تقریر

راون کی تقریر پر کمبھ کرن نے بڑے زور سے قہقہہ لگایا۔ اور بولا کہ جناب کیوں یاد ہے۔ میں نے کیا کہا تھا۔ آپ کو جو نیک مشورہ دیتے تھے۔ وہ تو گویا کانٹے بوتے تھے اور جس نے اُلٹی پٹی پڑھائی۔ ہاں میں ہاں ملائی۔ آپ نے سمجھ لیا۔ کہ بس وفادار ہے تو یہی۔ جان نثار ہے تو یہی۔ قدیم الایام شاستروں سے یہ بات طے شدہ ہے کہ اچھے بُرے کرم یعنی فعل کا پھل یعنی نتیجہ ضرور ہوتا ہے پُن اور پاپ کے پھل چھتیس ۳۶ بارہ۔ چھ اور تین برس اور تین مہینے میں ضرور ملتے ہیں۔ چنانچہ آپ کو اعمال کا نتیجہ مل رہا ہے۔ پاپیوں کے لئے تو نرک لکھا ہی ہوا ہے۔ خواہ زندگی میں خواہ موت کے بعد آپ نے زندگی ہی میں بیکنٹھ کو نرک بنا دیا۔ ہم سب نے آپ کو کیتی اونچ نیچ دکھائی۔ مگر آپ اپنی طاقت کے نشہ میں چور تھے۔ کسی کی نہ سنتے تھے۔ جن میں انجام بینی کا مادہ نہیں۔ اُن کا نتیجہ ایسا ہی ہوتا ہے۔ جس نے آغاز کے انجام اور انتہا کی ابتدا پر غور نہ کیا وہ بھی کوئی آدمی ہے۔ جانکی جی کو لاتے وقت عقل کہاں چرنے گئی تھی۔ راج نیت کے پانچ اصول لوحِ دل پر لکھ لینے کے قابل ہیں۔

(۱) کام شروع کرتے وقت انجام پر غور کر لے کہ کامیابی کی صورت کیا ہے۔

(۲) کسی سے مقابلہ پیش آئے تو اپنی طاقت اپنی دولت اپنی عروج کو میزانِ عقل میں تول لے تب مقابلہ کی جرأت کرے۔

(۳) موقع و محل کو ہر وقت ہر حالت میں مد نظر رکھے۔
(۴) آنے والی آفتوں کا قبل ہی سے انتظام کرنا واجب ہے۔
(۵) جو کام کرنا منظور ہو۔ اس کے آغاز سے سوچ لینا چاہیئے کہ اس سے فائدہ ہوگا یا نقصان۔

جن کا اِن پانچوں باتوں پر عمل ہے۔ وہ کبھی ناکامیاب نہیں ہوتے افسوس کہ آپ کا اِن پانچوں میں سے ایک پر بھی عمل نہیں۔ جب کوئی مہم پیش آئے۔ تو انسان کو تین باتوں کا لحاظ ضروری ہے۔

(۱) اپنی کامیابی اور دشمن کی شکست سے کبھی غافل نہ ہو۔
(۲) کمزور دشمن سے جنگ آزمائی کرنا مناسب ہے زبردست سے صلح کر لینا عین عقلمندی۔
(۳) وزرائے سلطنت کی رائے خواہ کیسی بھی ہو۔ مگر راجہ کو دیکھ لینا چاہیئے۔ کہ شاستر کے مخالف تو نہیں اور مشیر کار کو پہچاننے رہے کہ خیر خواہ ہے یا بد خواہ۔ دشمن سے ساز کر کے تو کوئی مشورہ نہیں دیتا۔

جس مالئے ملک کو اِن باتوں کا خیال نہیں اس کی سلطنت قائم نہیں رہ سکتی۔ ایسے کم فہم تاجدار بکری کے گلے کا تھن ہیں جن میں دودھ کا نام نشان نہیں ہوتا۔ راجاؤں کو ہمیشہ سشدم دام ڈنڈ۔ بھید سے مطلب نکالنا چاہیئے۔ جب صلح یا سازش یا رشوت سے مطلب برآمد نہ ہو۔ تب لڑائی کی ٹھاننے اور ڈنڈ دینے پر آمادہ ہونا چاہیئے۔ آپ کو صرف اپنی طاقت ہی کا زعم ہے۔ سمجھتے ہیں کہ لڑائی ہی سے کام بنے گا یہ بڑی غلطی ہے۔ ایسے خیال کے راجاؤں کو تکلیف اور کوفت کے سوا کچھ حاصل نہیں۔ بھبھیکن کیسا شاستر کا عالم ہے اس نے برادرانہ محبت سے آپ کی بہتری کے لئے کیا کچھ فہمائش نہ کی۔ مگر آپ کی قدردانی و معاملہ فہمی کے صدقے کہ ایسے لائق بھائی کو گھر میں ٹھہرنے نہ دیا۔ جب یہ حالت ہے تو بہتری معلوم۔ مانا کہ آپ کے مشیروں کی رائے کچھ اور تھی۔ اور بھبھیکن کی نصیحت کچھ اور مگر آپ یہ تو سوچتے کہ راہ راست پر کون ہے۔ اگر نرا آدمی شان کے خلاف بات کہیں۔ تو جو مانے بیوقوف۔ ایک شاستر کا ماہر جو کہہ دے وہی پتھر کی لکیر۔ شاستر خود بتاتا ہے کہ جسے شاستر کا علم نہیں وہ جانور ہے۔ حیوان ہے شاستر دو ہیں۔ ایک دھرم شاستر دوسرا ارتھ شاستر۔ اگر ان دونوں سے ناواقف ہے۔ تو کبھی اس کی مطلب براری ممکن۔ وزیر خواہ کیسا ہی عقلمند ہو۔ اگر خلاف مشورہ دے تو اس کا تعلق فضول۔ وہ رکن سلطنت نہیں بلکہ حکومت کا بیخ کن ہے۔ جس تاجدار کو نیکی و بدی پر خود غور کرنے کی قابلیت نہیں۔ کیا اس کی حکومت کو زوال نہیں راج نیت میں بڑا شبہ ہے۔ کہ خواہ کیسی ہی مصیبت پڑے آفت آئے۔ عالی صبر و استقلال کبھی ہاتھ سے نہ چھوڑنا چاہیئے۔ اگر دشمن کی طاقت کا امتحان ہونے پر بھی صاحب تاج اپنی حفاظت

سے غافل ہوا۔ تو حکومت کی ہرگز خیر نہیں۔ آپ کے سچے مشیر تین ہیں۔ ایک میں۔ دوسرا کمبھکرن۔ تیسری
مہارانی مندودری۔ کمبھکرن کی تو آپ قدر کر چکے۔ اب میں اگر کہوں کہ جانکی جی کو رامچندر کے
پاس پہنچا دو۔ تو کیا عجب وہی حال ہو۔ مگر میں آزاد مزاج ہوں۔ صلاح یہی دونگا۔ خواہ مانیے
یا نہ مانیے۔ ہم لوگ بھلائی چاہنے کے سوا کبھی برائی نہ چاہیں گے۔ مگر آپ کی مرضی سے کیا چارہ جو
چاہے کیجئے۔ آپ مالک ہیں۔ سمجھانے سے کیا سروکار۔

راون اس تقریر پر جھنجھلا اٹھا۔ بولا کہ "از ما شنیدہ بناف من مے گزارند" کا معاملہ
شکر ہے کہ تم لوگ سمجھانے کے قابل تو ہوئے۔ عقل تو اتنی بڑی مگر اتنی سمجھ نہیں کہ جب کوئی بات
ہو چکی تو پھر نصیحت اور فہمائش سے نتیجہ۔ جس وقت میں سیتا کو لینے چلا تھا تب کیا تم سو رہے تھے۔ روک
لیتے نہ جانے دیتے۔ تمہاری اس وقت کی فہمائش امرت نہیں۔ بلکہ زہر ہے۔ دوستی اور محبت ایسے
موقعہ پر یوں ختم نہیں کی جاتی۔ بھائی تمہاری کچھ خطا نہیں۔ بننے کے سب ساتھی ہوتے ہیں۔ بگڑی میں
نہ کوئی بھائی بنتا ہے نہ دوست۔ بھائی یا دوست وہی ہے جو مصیبت میں شریک حال ہو۔ آرام و آسائش
کے دنوں میں تو دشمن بھی دوست ہو جاتے ہیں۔ کمبھکرن نے راون کے تیور بدلے ہوئے دیکھے سمجھ گیا کہ موت
سر پر سوار ہے۔ اب فہمائش بیکار۔ اسلئے اس نے خیالات کا پہلو بدلا اور عرض کی۔ کہ آپ کو گھبراہٹ
کس بات کی ہے۔ میرے جیتے جی آپ کو فکر ہو کیا مجال۔ ذرا صبر سے کام لیجئے جب تک دم میں دم ہے۔
آپ کوئی فکر نہ کریں۔ سر حاضر ہے۔ جان قربان ہے۔ اس سے زیادہ اور کیا چاہیئے۔ آپ کی ذات سے
زندگی بھر سکھ کئے۔ تمام دنیا کے عیش اٹھائے۔ پھر آپ کے واسطے جان بھی جائے تو زہے نصیب۔
میں میدان میں جاتا ہوں۔ آپ بیٹھے بیٹھے سیر دیکھیں۔ ادھر میں نے رامچندر اور لچھمن کو خاک پر سلایا۔
ادھر ساری فوج بھاگی۔ رامچندر کا سر ابھی مجھ سے لیجئے۔ صرف ایک وار میں اہل لنکا کا وہ غم بھلا دونگا
جو عزیزوں کی جدائی میں جان کا گاہک ہو رہا ہے۔ سگریو بہت اینٹھتا پھرتا ہے۔ دیکھ لیجئے گا۔ ایک ہی
ادھیڑ میں کام تمام کر کے اہل لنکا کو جشن عشرت منانے کا موقع دونگا۔ جب تک میں زندہ ہوں۔ آپ کا
رونگٹا میلا اور بال بیکا نہیں ہو سکتا۔ چھوٹے بھائی کی سعادت اسی میں ہے کہ بڑے بھائی کی مصیبت اوڑھ
لے۔ اور کسی طرح آنچ نہ آنے دے۔ چنانچہ آپ مزے سے لنکا میں جشن کیجئے۔ میں ابھی جا کر سب دشمنوں
کو روئی کی طرح دھنکے ڈالتا ہوں۔ مجھے ہتھیاروں کی ضرورت نہیں۔ نہتا لڑونگا اور بازوؤں سے
پیٹ پھوڑونگا۔ اگر میرے گھونسے سے دشمنوں کی ہڈیاں پسلیاں چور نہ ہوئیں۔ تو سمجھ لیجئے گا۔ کہ راچھسوں
کی شکست ہے اور رامچندر کی فتح۔ مگر آپ کا اقبال مددگار ہے۔ تو رام و لچھمن۔ ہنومان۔ سگریو۔ انگد
سب میرے منہ کا نوالہ ہونگے۔ آپ بے غل و غش، شرابیں ڈھلکائیے۔ نازنینوں پریوشوں سے دل بہلائیے
اگر رامچندر میرا لوہا مان گئے۔ تو پھر جانکی جی آپ ہی کا مال ہے۔ اگر زندگی دغا دے گئی تو سیتا جی

سے ہاتھ دھونے میں فرق نہیں۔

سرگ ۶۴

مہودر کی کمبھ کرن اور راون سے گفتگو

کمبھ کرن کی تقریر مہودر غور سے سُن رہا تھا۔ سلسلہ سخن ختم ہوتے ہی بولا۔ کہ کمبھ کرن جی آپ کی تنومندی اور طاقت و توانائی میں شبہ نہیں۔ آپ کی عالی خاندانی کا کیا کہنا۔ لیکن ابھی آپ صاحبزادے ہی ہیں۔ دیکھا ہی کیا ہے۔ "بسیار سفر باید تا پختہ شود خامے" مہاراج راون نیک و بد سو دو زیاں۔ نشیب و فراز نہیں سمجھتے۔ یہ فقط آپ کے بچپن کی سمجھ ہے۔ دوسرا اسطرح گستاخی کرتا تو گدی سے زبان کھینچ لی جاتی۔ ہمارے مہاراج سے بڑھ کر دشمن کی حقیقت آپ کیا سمجھ سکتے ہیں۔ عقلمندی کا دعوےٰ مگر اتنا وقوف نہیں۔ کہ بڑے بھائی کے سامنے کیونکر تقریر کی جاتی ہے۔ اتنا طاقت کا غرور اور ڈیل ڈول کا زعم بڑوں کے سامنے کبھی جائز نہیں۔ آپ اپنے بڑے بھائی کو اسی جنم کے پھل سے جیتے جی نرک میں دھکیلتے ہیں۔ آفرین لوک پرلوک بگاڑنے والا آپ کے سوا دوسرا تو مری نظر میں نہیں آپ وزیروں کو بیوقوف بناتے ہیں۔ پہلے یہ تو دیکھ لیا ہوتا۔ کہ آپ کی عقل میں کون سا سرخاب کا پر لگا ہوا ہے۔ آپ کو دعوےٰ ہے کہ میں اکیلے دشمنوں کا قلع قمع کرونگا مگر اُسوقت کہاں تھے جب جنستان میں آپ کے بھائی بند لقمہ اجل ہوئے۔ ان کاموں کے لئے ایک اشارہ کافی ہے۔ وہ نہ سمجھے تو اس کو بُرا بھلا کہنا گناہ۔ اگر یہ کہیں کہ آپ جنستان بن میں نہ تھے تو یہاں تو موجود ہیں۔ کیا آپ نے نہیں سُنا کہ رامچندر نے بہا دروں سے لنکا سونی کر دی۔ رامچندر سے مقابلہ کرنا مشکل۔ شاستر کا قول ہے کہ کمزور اور نادار دشمن کو ہیچ نہ سمجھنا چاہیئے نہ کہ رامچندر جن کا سا اقبال مند روئے زمین پر نہیں۔ آپ کی کیا جُرات ہے کہ اکیلے مقابلہ کر سکیں۔

اتنا کہہ کر مہودر راون سے مخاطب ہُوا اور عرض کی کہ آپ کمبھ کرن کی باتوں پر کان نہ دیجئے میں آپکو ایک حکمت بتاتا ہوں جس سے سب کام بن جائیگا۔ یعنی لنکا میں ڈھنڈورا پٹوا دیجئے کہ کمبھ کرن وغیرہ تو میدان جنگ میں گئے۔ اور اب مرے جانے کی تیاریاں ہیں۔ اگر یہ لوگ جیتے تو پیارہ ہی ہیں اگر ہارے تو ہم لوگ شور مچائیں گے کہ لڑائی ختم رامچندر لچھمن پیٹ میں سوا ہا۔ تب آپ ہاتھی پر سوار ہو کر فتح کا جلوس نکالیں رامچندر اور لچھمن کی موت کی خوشی منائی جائے۔ خلعت و انعام تقسیم ہوں۔ خزانوں کا قفل توڑ دیا جائے۔ جب جانکی جی یہ رنگت دیکھیں گی۔ تب رامچندر سے مایوس ہو کر آپ ہی کے آغوش محبت میں گی۔ جائیں گی کہاں۔ آپ کے سوا ان کا اور کون ہوگا۔

مہودر وزیر کے یہ الفاظ پہلو دار اور ذو معنی تھے۔ اس کی غرض یہ تھی کہ راون نے ادھرم کے سوا کچھ پن نہیں کیا۔ اسلئے اس بہانے ہی سے تھوڑی بہت عاقبت بنالے۔ چنانچہ اس نے یوں

سلسلۂ سخن جاری رکھا۔ کہ مہاراج میری عرض منظوری کے قابل ہے نہ کشت و خون ہوگا نہ خونریزی راچھسوں کو بھی موت کا سامنا نہ ہوگا۔ جانکی جی بھی بے منت غیرے قبضے میں آتی جاتی ہیں۔ اور زیادہ لطف یہ کہ داد و دہش دان پن سے دنیا میں نیک نامی بھی رہیگی۔ لکشمی کی نظرِ عنایت بھی زیادہ ہوگی اور دنیاوی عیش و آرام کھلتے ہیں۔

سرگ ۶۵

کمبھ کرن کی جنگ کیلئے رضامندی

مہودر کی گفتگو سے کمبھ کرن کے تیور بدل گئے۔ اس نے ڈپٹ کر کہا کہ بس خاموش زبان سنبھال. منہ میں لگام دے۔ مہودر چپ ہو رہا۔ زبان روک لی۔ کمبھ کرن راون سے بولا کہ بہادر وہ بادل ہوتے ہیں جو گرجتے نہیں۔ مگر برستے ہیں۔ میں اب میدان میں جاتا ہوں اور دکھائے دیتا ہوں کہ بہادری کیا چیز ہے اس کے بعد مہودر کی طرف مخاطب ہوا اور کہا کہ مہودر جی جن کی عقل ٹھکانے نہیں جو اپنے ہی کو ہیچ و ما دیگرے نیست سمجھتے ہیں۔ ان کی باتیں تمہاری ایسی ہوتی ہیں۔ بھلا بتاؤ تو تمہاری رائے مان لی گئی۔ ہم نے ڈھنڈورا پٹوا دیا کہ رامچندر راہی عدم ہو گئے مگر نتیجہ کیا۔ اس سے تم جانکی جی کے پتی برت دھرم کو جیت سکتے رامچندر جی مر بھی جائیں۔ تو جانکی جی کبھی پتی برت پر داغ نہ لگنے دینگی۔ خواہ جان رہے یا جاتے ہاں تم اپنی عقلمندی سے جتنا چاہے پاپ سر پہ لاد دو۔ میں کپٹی نہیں۔ مجھے منہ دیکھی کہنے سے نفرت ہے۔ کھری کہتا ہوں لگی لپٹی نہیں رکھتا تم حد درجہ کے بدخواہ ہو تمہاری رائے سے آدھی لنکا تباہ ہو گئی۔ دولت کے پر لگ گئے۔ اور اب بھی مرغی کی ایک ٹانگ باقی ہے۔ وہی رائے دیتے ہو جس سے راج کا ٹاٹ ہی الٹ جاتے ہیں وہ خیر اندیش ہیں کہ اپنی آنکھوں سے اہل لنکا کو مرتے نہیں دیکھنا گوارا کرتا اسی لئے اکیلا جاؤں گا۔ تم لوگوں کو ساتھ لوں۔ تو ضرور نحوست سوار ہو جائے۔ تم لوگ چارپائی کر کے رکھ دو۔ مجھے میدانِ جنگ میں نہ مرنے کا غم ہے نہ جینے کی خوشی۔ اگر پالا مار لیا تو نام ہو گیا۔ جان گئی تو مکتی سوارتھ ہونے میں شک نہیں بہرحال میرے دونو میٹھے ہیں اور بڑے بھائی کی تعمیل ارشاد کا فخر مزید۔ ایسی زندگی اور ایسی موت دونو فخر کے قابل ہیں۔

راون اس تقریر سے نہایت ہی خوش ہو گیا۔ کمبھ کرن سے بولا کہ بھائی تم بھی کس بیوقوف کی باتوں میں آ گئے اور الجھ رہے ہو۔ مہودر بھی کوئی آدمی ہے اس کے سامنے لڑائی کا نام لے دو تو تھر تھرا کر گر پڑے ایشور نے تمہیں کو وہ طاقت دی ہے جس نے ساری دنیا کو ہلا دیا میں نے بھی سمجھ کر تم کو جگایا۔ کہ بس تم ہی دشمنوں کا کچومر نکالوگے۔ لو یہ ترسول اور جاؤ بلاؤں سے پیٹ کی آگ بجھاؤ۔ جہاں تم رزم گاہ میں گئے۔ ہزاروں کا تو صورت دیکھتے ہی دم فنا ہو جائے

گا۔ رامچندر جی بھی چوہیا کا بل ڈھونڈتے پھریں گے اور جب سر ہی نہیں تو دھڑ کہاں۔

کمبھ کرن بڑی خوشی سے ترسول لیکر اُٹھ کھڑا ہوا اور بڑے طنطنے کے ساتھ کہا اچھا جناب رخصت۔ بیک بینی و دوگوش جاتا ہوں۔ یہ ترسول ہوگا اور دشمن دشمن ہوں گے۔ آج ہی اتنے دنوں کی بھوک مٹے گی ایک بانر جیتا نہ بچیگا۔

راون بولا کہ شاباش! "ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند" مگر برادر عزیز اکیلا جانا میں مناسب نہیں سمجھتا۔ بیشک تمہیں دیکھتے ہی بلی میں چھپ جائینگی احتیاط شرط ہے۔ بانر بڑے شریر ہوتے ہیں اگر کاٹ بھی کھائیں گے تو مجھے درد ہوگا۔ فوج موجود نہ ہو تب تنہا جانے میں مضائقہ نہ تھا مگر یہاں تمہارے اقبال سے کمی کس بات کی ہے۔ یہ کہہ کر راون نے پوشاک بدلوائی گلے میں مالا ڈالا زیور اور زرہ (جوشن وغیرہ) پہنائے۔ ہاتھی گھوڑے رتھ اور لشکر جرار ساتھ دیکر رخصت دی کمبھ کرن قدمبوس ہو کر بڑی آن بان سے نواز ہوا۔ دھجا اُس کے قد سے ساڑھے تین سو ہاتھ بلند تھی اُس کی زبان پر یہ الفاظ تھے۔ بانر غریبوں کو مارنا مفت کی ہتیا ہے۔ رامچندر ہی کو کیوں نہ ماروں۔ جب رامچندر مارے گئے بس پالا اپنے ہاتھ میں۔

کمبھ کرن کا رتھ روانہ ہوا۔ راچھس شیر کی طرح گرجتے ہوئے ساتھ ہوئے جس وقت میدان جنگ میں پہنچا دیکھا کہ سامنے مخالف دل کی گھٹا چھائی ہوئی ہے۔ وہ بجلی کی طرح کڑکا اور بادلوں کی طرح گرجا۔ بانر مارے دہشت کے کچھ زمین پر گرے اور کسی کا وہیں دم نکل گیا۔ ہر ایک یہی سمجھا کہ اُس کے ہاتھوں میں ترسول اور تلوار نہیں۔ جمراج کی پھانسی ہے۔

سرگ ۶۶

کمبھ کرن کی آمد سے سری رامچندر جی کے لشکر میں ہلچل

کمبھ کرن کی صورت دیکھ کر بانروں کے ہوش خطا ہو گئے۔ خوف کے مارے سب سر پر پاؤں رکھ کر بھاگے انگد پکارا بہادرو! یہ بھگدڑ کیسی۔ ڈرتے کا بھائی بندوں کو چھوڑ بھاگنا کیا معنی۔ یہ کوئی ذیروح نہیں کل کا دیو ہے آؤ تماشہ دیکھو میں ابھی دشمنوں کا بہروپ کھوٹے دیتا ہوں ایک چھو منتر میں مخالفوں کی تو بنی بند ہو جائیگی۔

بانر دل کڑا کر کے واپس آئے۔ کمبھ کرن پر سلوں اور درختوں کی مار پڑنے لگی لیکن اثر کہاں معلوم ہوتا تھا۔ کرنٹی دلہن نازک ہاتھوں سے پھولوں کی چھڑیاں مار رہی ہے کمبھ کرن ایک بلا سے جاں ستان تھا۔ اُس نے ہزاروں بانر پاؤں سے کچل ڈالے۔ ہزاروں کی ہاتھ سے گردن دبا دی۔ جسے ٹھوکر ماری وہ سمندر میں جا گرا۔ جس کو کہنی چلا دی وہیں ڈھیر ہو گیا۔

کشتوں کے پشتے بندھ گئے۔ لاشیں ہی لاشیں نظر آنے لگیں۔ لاکھوں بندر سمندر کے پار بھاگ گئے۔ ہنومان نے زمین پر چت ہو کر دم سادھ لیا۔ سالس چڑھالی۔ اہل فوج کو بھاگتے دیکھ کر انگد نے پھر آواز دی کہ کس لئے اب پیٹھ دکھاتے اور کس لئے کاندھی دیتے جاتے ہو آخر بھاگ کر جاؤ گے کہاں کہیں ٹھکانا بھی ہے۔ دھرم کے لئے جان نہ چراؤ۔ لڑائی سے منہ موڑنے والوں کو عورتیں نالیاں دیتی ہیں۔ ایسی زندگی پر تین حرف۔ مرد کبھی لڑائی سے منہ نہیں موڑتے جو میدان جنگ سے بھاگا۔ اُس کا دین و دنیا میں منہ کالا ہوا۔ اس سے بڑھ کر دنیوں جہان میں کوئی ذلیل و خوار نہیں پہلے تو تم سب بڑھ بڑھ کر ڈینگ مارتے تھے اب وہ چستے کہاں ہیں۔ بھگوڑوں پر ہر طرف انگلیاں اُٹھتی ہیں جس کو ایسی بے حیائی کی زندگی منظور ہے۔ جینا موت سے بدتر ہے دنیا میں جو آیا ہے ایکدن جائیگا اس سے مردانہ موت مر کر سعید ہے سرگ ہی کو کیوں نہ جاؤ اور اگر دشمن کو مار لیا تو پھر یہاں وہاں تم ہی تم ہو گے۔ دنیا میں نام روشن ہوگا۔ عقبےٰ میں اپسرائیں خدمت کریں گی۔ بھاگنے میں روسیاہی تو ہے سیاہی جان کی بھی تو خیر نہیں۔ دشمن جہاں پائیں گے پیس ڈالیں گے۔ ان سب باتوں کو یہیں جانے دو۔ سری رامچندر جی کے اقبال لازوال کا خیال کرو۔ بالی کا مارنا سیت (پل) باندھنا کیا آدمی کا کام ہے تمہیں یقین ہے کہ ایسے صاحب قدرت سے کمبھ کرن کی پیش جائیگی۔ بیشک جان سب کو عزیز ہوتی ہے۔ لیکن دیکھ لو اب تک سب بانر صحیح سلامت ہیں۔ مارے بھی جائیں گے۔ تو رامچندر جی زندہ کر دیں گے۔

انگد کی فہمائش اثر پذیر ہوئی اور سب بانر ہنسی خوشی لوٹ گئے۔

سرگ ۶۷

کمبھ کرن کے واقعات جنگ اور سری رامچندر جی کے دست مبارک سے قتل

انگد کی فہمائش سے بانروں کی ہمت بندھی۔ ان کی رگوں میں حوصلے نے تازہ خون دوڑا دیا۔ درخت اور بڑی بڑی سلیں لیکر ایکدم سے نرغہ کر دیا۔ کمبھ کرن نے گدا اٹھایا تو کبھی وار میں پانچ سو بانر چت۔ کبھی حملے میں ہزار۔ اگر یونہی گدا کی مار جاری رہتی۔ تو ایک بانر نہ بچتا لیکن کمبھ کرن کو پیٹ بھرنے کی سمائی بانروں کو منہ میں جھونکنے لگا۔ جسطرح گرگٹ ایکدم سے بہت سانپ منہ میں رکھ لیتے ہیں۔ اور ان میں سے چند کے سوا اور سب نکل بھاگتے ہیں۔ ایسی طرح کمبھ کرن ایک ہی دفعہ صدہا بانروں کو منہ میں جھونک لیتا تھا۔ مگر سب کے سب منہ کان ناک سے بھاگ نکلتے تھے۔ قوی بازو اور کوہ پیکر بندر گھما گھما کر درخت اور پہاڑ مارتے تھے۔ لیکن کمبھ کرن کے سر پر ضرب نہ لگتی تھی۔ ہاں اور راچھس سر مر ہوتے جاتے تھے۔ ہاتھی گھوڑوں کا بھرتا نکلا جاتا تھا رتھ ٹوٹے۔ زمین خون سے لال ہوئی۔ سلیں

ٹوٹیں۔ درخت ٹوٹ پھوٹ گئے۔ مگر کمبھ کرن کے تیوروں پر میل نہ تھا۔ لڑنے کو سب بانر اٹھنے لگے۔ مگر ہنومان جی کا رنگ ڈھنگ اور ہی تھا۔ زمین سے اچھلے۔ اوپر ہوا پہ گئے۔ اور وہی ایک درخت کھینچ مارا۔ کمبھ کرن بھی بلا کا راچھس تھا۔ ہنومان جی نے جہاں وار کیا۔ وہیں اس کے ترسول نے درختوں کی دھجیاں اڑا دیں۔ جسم کو چھونے تک نہ دیا۔ بانر اس کی زد و کوب سے ایسے گھبرائے۔ کہ پیٹھ دکھلانے لگے کمبھ کرن بھی ترسول لئے ہوئے پیچھے لپکا۔ ہنومان جی نے بھی جھپٹ کر ایک پہاڑ دے مارا کمبھ کرن کا جسم چور چور تو نہ ہوا۔ ہاں خون میں ڈوب گیا۔ غشی طاری ہو گئی۔ کمبھ کرن کچھ موم کا تو تھا ہی نہیں۔ جلدی سنبھل گیا۔ ہوش آتے ہی تازہ ہو گیا۔ ترسول اس زور سے مارا کہ مہابیر جی کے سینے میں دو سار ہو گیا۔ جس وقت ترسول کھینچا ہنومان جی خون میں نہا گئے۔ کمبھ کرن شیر کی طرح گرجنے لگا۔ راچھس تالیاں بجانے لگے کہ بڑے مفسد کو مار اتارا۔ ہنومان جی کو خون میں شرابور دیکھ کر بانروں نے جی چھوڑ دیا۔ سب کے سب بھاگ کھڑے ہوئے۔ نیل نے ڈانٹا کہ ہیں یہ بزدلی چہ معنی دارد۔ بہادر میدان سے قدم نہیں ہٹاتے۔ ٹھیرو میرا ایک وار تو دیکھے جاؤ۔ یہ کہہ کر نیل نے ایک بڑی سل حریف کی چھاتی پر دے ماری۔ مخالف نے ایک گھونسے سے اسے سرمہ کر دیا۔ اور چنگاریاں چاروں طرف اڑنے لگیں۔ اتنے میں رکھب گنج گواچھ نے کمبھ کرن کو جا گھیرا۔ اپنی طاقت بھر خوب لپوڑی مار ماری۔ مگر وہاں صرف اتنا ہی اثر ہوا گویا کوئی شخص کسی کی پچیسی کرتا اور دباتا ہے۔ کمبھ کرن نے رکھب کے ایک چانٹا رسید کیا سر پر گھونسا مار نیل کو ٹھٹو کر دی۔ گواچھ کا طمانچہ سے منہ لال کیا۔ جس پر ہاتھ پڑ گیا اس کی آنکھوں میں اندھیرا چھا گیا۔ تیورا کر زمین پر گر پڑا۔ کپڑے خون سے لال ہو گئے۔ بانروں کو اب اور بھی سخت سلب ہوئی۔ بدلی سی چھٹنے لگی۔ انگد نے سب کو دم کا جرأت دلائی۔ ہمت بڑھائی۔ بانر آتے ہی کمبھ کرن کے سر پر چڑھ بیٹھے۔ ناخن اور دانت سے اسطرح کاٹنے لگے جسطرح شہد کے چھتے کی مکھیاں چھتہ چھیڑنے والے کو۔ کمبھ کرن سخت پریشان ہوا۔ بانر بھڑوں کی طرح جسم پر چمٹے ہوئے تھے۔ اس نے منہ پھیلایا۔ اور جس کو پکڑا منہ میں جھونک لیا۔ بانر کان ناک کی راہ سے نکل بھاگے اور اس کا پہاڑ سا ڈیل خون سے گیرو کے پہاڑ کی طرح سرخا سرخ ہو گیا۔ کمبھ کرن نے ہزاروں بانر زمین پر پٹک دئیے۔ ہزاروں کو قدموں سے پیس ڈالا۔ معلوم ہوتا تھا کہ تنکوں کے انبار میں آگ لگی ہوئی ہے۔ بانر چیخ اٹھے۔ سری رامچندر جی کی دہائی کا شور بلند ہوا۔ انگد ایک پہاڑ توڑ کر کمبھ کرن کی طرف لپکا۔ اچھل کود کر ماتھے پر ایک ایسی چوٹ دی۔ کہ کمبھ کرن کا سر جھک گیا۔ مگر آگ بگولا ہو کر دوڑا کہ انگد کو پاؤں سے مسل ڈالے۔ انگد چھلانگ مار کر بچنے لگا۔ مگر ترسول کا وار پڑا۔ انگد گھاتی بچا گیا اور دوڑ کر ایک گھونسا ایسے زور سے مارا کہ کمبھ کرن کے ہوش ٹھکانے نہ رہے۔ کمبھ کرن ذرا ہی دیر میں سنبھلا اور بڑے غصہ سے پیشانی سے انگد کو ایسا ٹکر رسید کیا۔ کہ انگد کی پتلیاں پھر گئیں۔ زمین پر بے ہوش لیٹ گیا۔ بانروں کی

فوج تتر بتر ہو گئی۔ غوغا مچ گیا۔ کمبھ کرن انگد کو اسی حالت میں چھوڑ کر سگریو کی طرف لپکا۔ سگریو کود کر دور جا پڑا۔ اور اس نے ایک پہاڑ کا ٹکڑا اُکھاڑ کے کمبھ کرن کو یوں للکارا۔ کہ بہت سے بانر خلک پہ سُلا دیئے۔ ہزاروں سے پیٹ بھرا۔ اب میرا وار روک دیکھوں تو کیسا جوانمرد ہے۔

کمبھ کرن:۔ جانتا ہوں کہ تو برہما اور رکش راج کے فرزند ہو۔ اپنے آگے کسی کو نظر میں نہیں لاتے ڈینگ بہت ہانکتے ہو۔ دیکھ میں ذرا دیر میں مسل کے رکھ دونگا۔

سگریو نے یہ سنتے ہی بڑی بھاری سِل حریف کے سینے پر ماری۔ سِل تو ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی۔ مگر کمبھ کرن جیوں کا تیوں کھڑا رہا۔ اُف تک نہ کی۔ اس کے چھکے چھوٹ گئے۔ بانروں کی امیدوں پر پانی پھر گیا۔ کمبھ کرن ترسول لیکر دوڑا۔ بانر چیخ کر بھاگے۔ سگریو بھی بغلیں جھانکنے لگا۔ اسی موقع پر ہنومان جی آ پہنچے۔ اور ترسول چھین کر بھاگے۔ سگریو بھی ٹکڑے کر ڈالا۔ سگریو کی جان میں جان آ گئی۔ بانروں کے اُترے ہوئے چہروں کی مردنی دور ہوئی۔ راکھشسوں کا لنکا کی طرف منہ پھر گیا۔ ہنومان جی کی واہ واہ ہونے لگی۔ فوراً ہی کمبھ کرن پلٹا اور سگریو پر ایک پہاڑ کا ٹکڑا کھینچ مارا۔ سگریو پر غشی طاری ہو گئی۔ راکھشس اچھلنے کودنے لگے اور کمبھ کرن سگریو کے دونو بازو پکڑ کر لنکا کی طرف چل کھڑا ہوا۔ لنکا میں خوشی کے شادیانے بجنے لگے۔ دیوتاؤں کے یہاں ٹسیں پڑ گئیں۔ بانروں کے لشکر میں ماتم چھا گیا۔ کمبھ کرن نے سوچا کہ لڑائی کا سارا دارومدار اسی کی ذات پر ہے۔ بانر اسی کے بل پر کودتے ہیں۔ اڈا م اُٹھا دیگا۔ تو کس پر بیٹھے گی۔ سگریو کا جہاں گلا گھٹا۔ رامچندر خود ہیرا چبا لیں گے۔ لچھمن کو ڈوب مرنے کی سوجھیگی۔ انگد کچھ کھا کر سو رہیگا۔ جب سردار ہی نہیں تو بھاڑے کے ٹٹو کیا کر سکتے ہیں۔ فوج آپ سے آپ تتر بتر ہو جائیگی۔ بس سگریو کی گردن دبا دینا ہی سب سے بہتر ہے۔

ہنومان جی دور سے یہ کیفیت دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے ارادہ کیا۔ کہ قد بڑھا کر اس کے سر پر کود پڑوں کہ کمبخت کا کچومر نکل جائے۔ مگر ڈرے کہ کہیں گیہوں کے ساتھ گھن بھی نہ پسے۔ سگریو کا قیمہ ملیدہ ہو جائے۔ پھر سوچے کہ رامچندر جی کے دوست کا کون بال بیکا کر سکتا ہے۔ ایک گھونسے ہی میں تو کام تمام کر دونگا۔ مگر میری اس وقت کی رفاقت بھی ممکن ہے۔ کہ شاید راجہ سگریو کے خلاف مزاج ہو۔ کیونکہ وہ کچھ نرم چارہ نہیں۔ جس وقت حالت غشی دور ہوئی۔ خود ہی نمٹ لیں گے۔ ذرا بانر بھی تو دیکھ لیں۔ کہ ان میں کتنا دم ہے۔ ورنہ میں موجود ہوں۔ کہیں بھاگا نہیں جاتا۔ ہنومان جی بانروں کو ڈھارس دے رہے تھے کہ کمبھ کرن آندھی کے جھونکے کی طرح لنکا میں پہنچ گیا۔ اہل لنکا خوشی خوشی قدمبوسی کو دوڑے۔ کسی نے پھول برسائے کسی نے کیوڑہ گلاب چھڑکا خوشبویات کے اثر سے سگریو نے آنکھیں کھول دیں۔ دیکھا تو اپنے کو کمبھ کرن کی بغل میں اور راون کے شہر میں پایا۔ گھبرائے بہت ہاتھ پاؤں بچا سکے۔ مرنا تو کیا نہ کرتا۔ چمک کر ناخنوں سے کان اڑا

دبئے اور دانتوں سے ناک۔ کمبھ کرن شدت درد سے تڑپ گیا۔ اور جوش غضب میں اس زور سے اُٹھا ٹپکا کہ دوسرا ہوتا۔ تو سانس بھی نہ لیتا۔ راچھس دوڑ پڑے اور بے بہادر کی مار پڑنے لگی۔ مگر سگریو۔ فلا کھا نہ فند لنکا کر ایسے چپت ہوئے کہ کسی نے اطلاع بھی نہ پائی۔ اور وہ اپنے لشکر میں آگئے۔ بانروں کے لشکر میں خوشی کے باجے بجے۔ سب کی جان میں جان آئی۔ کمبھ کرن خون میں لت پت تھا۔ ناک کان ندارد تھے۔ سوچا کہ اب لنکا میں رہوں یا حریفوں سے سمجھوں۔ آخر یہ ٹھیرائی۔ کہ مارنا یا مرنا ہی ایک ہے۔ وہ اپنے زور بازو کو دھر کا لتا تھا۔ زندگی پر تف کرتا تھا۔ کہ دشمن سیر نہ ہو سکے ناک کان کے ساتھ عزت گئی۔ وہ وہاں سے پلٹا اور مگدار نرسول لئے ہوئے میدان جنگ میں آدھمکا۔ غصے سے اندھا ہو رہا تھا۔ اپنے پرائے کی تمیز باقی نہ رہی۔ ہزار بانر مارے۔ نو پانچ سو راچھس بھی حلال کر کے ڈال دیئے بھوت پشاچ گوشت خوری کو آئے۔ یا الٹے خود لقمہ اجل بنے جس طرح پہلے ہی موت کسی کو نہیں چھوڑتی یہی حالت کمبھ کرن کی تھی۔ اس کے چنگل میں پانچسو پھنسے تو انہیں بھی نگل گیا۔ سات سو ہتھے چڑھے تو اُن کو بھی پھینک لگائی۔ ہزار مٹھی میں آگئے تو وہ بھی منہ میں داخل۔ ادھر کمبھ کرن یوں مصیبت ڈھا رہا تھا۔ ادھر راچھس ترسولوں سے سب کو چھیدے ڈالتے تھے لچھمن جی سے نہ دیکھا گیا۔ دوڑ کر سامنے آیا۔ اور آتے ہی سات بان سینے کے پار کر دیئے بان تو یا تال میں سما گئے مگر کمبھ کرن کے زرہ بکتر کی دھجیاں اُڑ گئیں۔ کمبھ کرن دست قدرت کا قائل تو ہوا لیکن چوٹ بڑی تھی۔ آگے بڑھ کر بولا۔ کہ کیا بان مارنے چلے ہو میں جراج کا جراج ہوں۔ لڑنا تو درکنار جو میرے سامنے کھڑا بھی رہ جائے تو دنیا اس کی پرستش کرے اور اس کا نام بہادروں میں شمار ہو۔ تم اپنی طاقت دکھا چکے۔ اب اسی میں خیریت ہے کہ سامنے سے ہٹ جاؤ تمہیں بہادری کا تمغہ مل چکا۔ اس کو کھونا ہو تو کہاں مضائقہ نہیں ذرا سنو اور کان لگا کر سنو ایک مرتبہ راجہ اندر ایراوت ہاتھی پر سوار میرے مقابلے کو آئے۔ میں نے ایک ہی مگدر میں سیٹی پٹی بھلادی۔ جب اندر مجھ سے یوں دم دبا نے میں تو تمہاری حقیقت ہی کیا ہے۔ تم ابھی بچے ہو۔ تم سے کیا لڑوں۔ ہاں میری رامچندر کی طاقت دیکھنا ہے۔

لچھمن جی :- اندر اور جراج تمہارا سامنا نہیں کر سکتے۔ بہت صحیح لیکن مجھے کچھ کہہ کر بھلو بچانا ٹھیک نہیں معلوم ہوتا ہے کہ تم بھاگ نکلے جب یہ ہے تو میں بھی بھاگتے ہوئے کو مارنا شاستر کے خلاف سمجھتا ہوں۔ سری رامچندر جی کو تم نہیں جانتے۔ میدان جنگ سے ان کا قدم کبھی نہیں ڈگتا ان کے دھنش کی ٹنکار سے برہمانڈ ہل جاتا ہے۔ تینوں لوک تھر تھر کانپنے لگتے ہیں۔

یہ سنکر کمبھ کرن شیر کی طرح دکا ڑتا ہوا سری رامچندر جی کی طرف لپکا۔ سری رامچندر جی نے اسے تیر ... لیکن

اگنی بان نے کلیجے میں آگ پھونک دی۔ اور ترسول اور گدا دونو ہاتھ سے چھوٹ پڑے۔ راچھس نے ہتھیار بہم پہنچائے۔ کمبھ کرن نے مار دھاڑ شروع کی۔ صہبائے غضب کی بدمستی میں کچھ سجھائی نہ دیتا تھا۔ راچھس باندر اور درخت سب پیٹ میں جھونک لئے اور سری رامچندر جی پر ایک پہاڑ کا کنگرہ کھینچ مارا۔ رامچندر جی نشانہ بچا گئے اور پتھر اپنے بانوں سے چور چور کر ڈالا۔ اسوقت کمبھ کرن نے ایک جھپٹ میں دو سو باندر کچل ڈالے۔ سری لچھمن جی نے عرض کی کہ ذرا باندروں کی طرف بھی تو خیال رہے جسوقت کمبھ کرن گریگا۔ تو ہزارہا باندر کچل کر مر جائیں گے۔ کمبھ کرن اسوقت اندھا ہو رہا ہے نہ راچھسوں کی تمیز نہ باندروں کی پہچان۔ درخت وغیرہ سب ہضم۔ راچھسوں کو تو آگے بڑھنے دیجئے۔ اور باندروں سے کہئے کہ کمبھ کرن کے سر پر چڑھ جائیں۔ اور آپ اسطرح تیر ماریں کہ کمبھ کرن ایک طرف گر پڑے۔ اگر احتیاط مد نظر نہ رہی تو باندر بھرتا ہو جائیں گے۔

کمبھ کرن باندروں کو کھاتا مارتا اندر تک آ رہا تھا۔ سری رامچندر جی غصے کو روک نہ سکے چٹکی میں تیر دبایا اور آنکھیں لال پیلی کر کے حریف کی طرف دوڑے۔ سگریو وغیرہ اچھلے۔ رامچندر جی نے ایک نشانہ سینے پر لگایا۔ کمبھ کرن تیورا کر گرا۔ مگر سنبھلا اور مگدر لیکر سری رامچندر کی طرف دوڑا۔ سری رامچندر جی بولے کہ گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ بے تکلف چلے آؤ۔ ذرا دیر بعد باغ زندگی کی سیر کر لو۔ کمبھ کرن پہلے تو کاندھے پر مگدر رکھ کر ہنسا پھر غضبناک ہو کر بولا میں کمبھ کرن ہوں۔ کبندھ۔ باپچ۔ کھر۔ دوشن نہ سمجھنا اور بالی نہیں کہ تمہارے بان مجھے چٹنی کر ڈالیں گے۔ یہ مگدر وہی ہے جس نے اندر اور دیوتاؤں کا ناک میں دم کر دیا۔ ناک کان کٹ جانے سے کمبھ کرن کی طاقت میں نہ فرق ہے نہ ہیٹی۔ سر کا قائم رہنا ضروری ہے۔ جب تک بازو سلامت ہیں میرا کوئی کچھ نہیں بنا سکتا۔

سری رامچندر جی برابر تیر برسا رہے تھے۔ مگر پھول کی پنکھڑی بھی کمبھ کرن کو چبھتے نہ معلوم ہوتی تھی۔ وہ بان سب بے اثر ثابت ہوتے۔ جن سے باندروں نے ملک عدم کی راہ لی۔ اور ساتوں تاڑ رساتل میں سما گئے۔ جو تیر سری رامچندر جی کی چٹکی سے نکلتا تھا۔ کمبھ کرن سب کو بیکار کر دیتا۔ اور مگدر سے باندروں کی ہڈیاں پسلی چور چور کرتا تھا۔ سری رامچندر جی جھلا اٹھے اور ایک تیر ایسا مارا کہ دایاں بازو اڑ گیا۔ کمبھ کرن نے بڑے زور سے چیخ ماری۔ بازو سے سینکڑوں باندر کچل گئے۔ باقی باندروں کو ایسا خوف سمایا کہ بہت دور جا کر کھڑے ہو گئے۔ احتیاط یہ تھی کہ کہیں دوسرا بازو بھی سرمہ نہ کر ڈالیں۔ کمبھ کرن نے بائیں ہاتھ سے ایک درخت اکھاڑ کر جونہی چاہا کہ وار کرے۔ سری رامچندر جی نے دوسرا تیر مارا۔ کمبھ کرن کا بایاں بازو بھی اڑ کر دور جا پڑا۔ پچاسوں درخت چکنا چور ہو گئے۔ صدہا باندروں کی ہڈیاں پس کے رہ گئیں۔ دونو بازو کٹنے پر بھی کمبھ کرن کے حوصلے تیز رہے۔ وہ باندروں کے دل میں بڑھا جاتا تھا۔ سری رامچندر جی نے دونو بانوں سے دونو پاؤں بھی کاٹ ڈالے مگر کمبھ کرن نے ہمت نہ ہاری منہ پھیلائے

ہوئے سری رامچندرجی کیطرف بڑھا۔ رامچندرجی نے دو بانوں سے اس کی آنکھیں نکال لیں۔ ایک بان پیشانی پر مارا اور ایک ہی بان سے سر اُڑا دیا۔ سر لہو سے لال ولال تاج سمیت اَوج ہوا پر پہنچا اور پھر لنکا میں جا گرا۔ بہت سے مکان بوجھ سے گر گئے۔ چھتیں بیٹھ گئیں۔ لنکا کی آمدورفت بند ہو گئی۔ جسم سمندر میں جا گرا تو لاکھوں جانوران آبی مر گئے۔ سمندر بھی بوجھ کے مارے پاتال میں سما گیا اور پاتال میں ہزاروں جانیں ضائع ہو گئیں۔ دیوتاؤں کی خوشی کا کیا کہنا۔ اچھل اچھل پڑے۔ ناچنے لگے دانو۔ راکشس۔ گندھرب۔ ناگ سب کے سب کو بے انتہا خوشی ہوئی۔ ہر ایک کو اطمینان ہوا کہ بلا سر سے مفقود ہو گئی۔ لنکا کی فوج سر پہ پاؤں رکھ کر بھاگی۔ اور بانروں کے لشکر میں سری رامچندرجی کی جے جے کار کے نعرے بلند ہو گئے۔

سرگ ٦٨

کمبھ کرن کے رنج میں راون کی گریہ وزاری

کمبھ کرن کے قتل کی خبر نے لنکا میں کہرام مچا دیا۔ مفرور سردار راون کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ واقعہ جگر سوز و سانحہ دل دوز نے راون کے دامن ہوش کی دھجیاں اُڑا دیں۔ انہوں نے عرض کی کہ مہاراج سمندر کے دیو روح کھا گئے۔ بانر اور پاؤں رزم گاہ میں خون سے لت پت ہیں۔ سر لنکا کا راستہ روکے ہوئے ہے۔ ہم لوگ جس دقت سے آئے ہیں کیا کہیں۔ راون نے سر پیٹ لیا کہ ہائے بڑا غضب ہوا۔ کمبھ کرن نے جان نہیں دی میرا بازو ٹوٹ گیا۔ اس نے فرط الم میں زمین پر سر دے مارا ایسی سینہ کوبی کو غش آگیا۔ با نوراج سنگھاسن پر بیٹھا تھا یا زمین پر گرنے لگا۔ دیوانتک۔ نرانتک۔ ترسرا اور اتی کائے راون کے فرزندوں نے اُسے سنبھالا۔ مہودر اور مہاپارس بھائیوں نے ہاتھوں پہ لیا۔ راون نے ذرا دیر کے بعد آنکھ کھولی تو بس وہی ہائے ہائے زبان پر تھی۔ وہ سر پیٹ پیٹ کر کہتا تھا کہ ہائے بھائی کمبھ کرن مجھ کو کہاں چھوڑ گئے۔ تمہارا زور بازو کیا ہوا۔ ترلوک جیتنے کی طاقت کہاں گئی۔ میں اب کس قوت بازو پر ناز کروں۔ آہ! آج میری زندگی کا پشتیبان گر گیا۔ پیارے بھائی! تم نے تو رامچندر کے مارنے کا بیڑا اُٹھایا تھا۔ وہ دم و داعیہ کیا ہو گیا۔ تمہارے مرنے سے دیوتے مجھ پر انگلیاں اُٹھائیں گے۔ بانروں کی بہادری کا ڈنکا بجیگا۔ لنکا پر آفت آئیگی۔ تم تو نام کر گئے مگر افسوس مجھے کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رکھا۔ میں راج سے بھی بے تعلق۔ سیتا سے بھی دست بردار۔ جس بان سے تم سرگ کو گئے میں بھی اب اسی کا پیاسا ہوں۔ ایسی زندگی موت سے بدتر ہے۔ بھبھیکن نے مجھ کو بہت سمجھایا مگر افسوس کہ میری عقل پہ پتھر پڑ گئے کوئی بات نہ سُنی۔ کمبھ کرن نے بھی بہت اونچ نیچ دکھائی۔ لیکن میرے کان نہ ہوئے میں نے اپنی حماقت سے لنکا کا گھر خاک کر دیا۔ اب زندہ رہ کر کس کو منہ دکھاؤں اسی طرح راون منہ سر پیٹ پیٹ کر ایسا رویا کہ آخر غش آگیا۔ نبضیں ساقط ہوتی معلوم ہوئیں۔

سرگ ٦٩

چار فرزندان راون کی لشکر کشی نرسرا کی موت

راون کو اشکبار دیکھ کر نرسرا بولا۔ کہ کمبھ کرن جی طاقتور تھے شہ زور تھے۔ سب کچھ تھے مگر جو بات ہونی تھی ہو گئی۔ اس کی فکر کیا۔ خصوصاً آپ کو۔ آپ چاہیں تو برہما تک کو تہ و بالا کر دیں دیوتاؤں کی آپ کے نام سے رُوح نکلتی ہے۔ دانو کا مرغ روح پرواز کرتا ہے پھر نر دد کی کون بات۔ ہم لوگ خدمتگذاری کو موجود ہیں۔ آپ کا ذرا بھی اشارہ ہو جائے تو دشمنوں سے ایسا عوض لیں۔ کہ وہ بھی یاد کریں۔

راون نرسرا کی تقریر سے خوش ہو گیا اس کی کلی کلی کھل گئی۔ بولا۔ کہ میں مایوس نہیں۔ مجبور ہوں۔ اس پر تم ایسے سعادتمندوں کا بھروسہ کیا کم ہے۔

نرسرا وغیرہ چاروں فرزند کمر باندھے بیٹھے ہوئے ان میں علمی لیاقت کے علاوہ فنون جنگ کا بھی پورا مادہ تھا۔ آج تک کسی معرکے میں نیچا نہ دیکھا۔ راون نے اپنے بیٹوں کو کلیجے سے لگایا۔ اور جنگی زیور دلباس سے آراستہ کر کے مہودر اور مہاپارس کو حکم دیا کہ بیٹوں کے نگران رہیں۔ چاروں لڑکے راون کا قدم چھو کر رواں ہوئے۔ مہودر ہاتھی پر سوار پرانی گاڑی نے رتھ کسوایا۔ اسی طرح سب کے سب ایک نئی آن بان سے میدان جنگ کو چلے ہر ایک کو زعم تھا۔ کہ میں ہی لشکر اعدا کو تہ تیغ کرونگا۔ سب کی فرداً فرداً یہی خواہش تھی۔ کہ فتح کا سہرا اپنے ہی سر رہے۔ جس وقت یہ ٹڈی دل رزمگاہ پر چھا گیا بانر مارتا لیتا۔ پکڑتا کھینچتے ہوئے راچھسوں کے لشکر میں پل پڑے۔ درختوں اور پتھروں سے دشمنوں کا اچار نکالنا شروع کیا۔ راچھس وار روکتے تھے اور بانروں کو خاک پر سلاتے تھے۔ میدان میں خون کا دریا موجیں مار رہا تھا۔ نرسرا وغیرہ بانروں کو گھما گھما کر بانروں پر مارتے تھے اور بانر راچھسوں کو پکڑ پکڑ کر دوسرے راچھسوں پر دے ٹپکتے تھے۔ بہت کشت و خون ہوا۔ کشتوں کے انبار لگ گئے۔ راچھسوں کا جی چھوٹ گیا۔ پیٹھ دکھانے لگے سب نے منہ پھیر لیا۔ نرانتک اتنے میں آ پہنچا۔ برچھی کے ایک ہی وار میں سات سو بانر خون میں نہلا دیئے۔ پھر پہلی برچھی ٹوٹی تو نیزہ ہاتھ میں لیا اور آفت ڈھانا شروع کر دی۔ دیوتا الامان الامان پکارنے لگے۔ سب کو نرانتک کے جوش جوانمردی سے حیرت تھی۔ بانروں نے سوچا کہ سب گھیر کر نرانتک کے چھکے ڈھیلے کریں۔ لیکن اس کی برچھی نے ہزاروں کی بوٹیاں قیمہ کر ڈالیں۔ جس طرف رُخ کر دیا پرے کے پرے صاف ہو گئے۔ بانر درخت اکھاڑنے میں مصروف ہوتے تھے۔ تو یہ گھوڑا دوڑا کر سر پر پہنچ جاتا تھا۔ کسی کے بنائے کچھ نہ بنتی تھی۔ بانر جی چھوڑنے لگے بہادروں کا منہ پھرنے لگا۔ سگریو نے انگد سے کہا دیکھتے کیا ہو۔ انتظار کس کا ہے۔ جاؤ۔ اور

نرانتک کو عدم کا ناکا دکھاؤ۔

انگد بپھرے ہوئے شیر کی طرح سامنے گیا۔ اور بڑے طعنے سے بولے کہ مردمی کے یہ معنی نہیں یہ بات تب ہے کہ میرے سینے پر مگدر مار کر طاقت دکھاؤ۔

نرانتک نے بڑے زور سے گھما کر انگد پر مگدر کا وار کیا۔ انگد داؤ سہہ گئے۔ اور مگدر پاش پاش ہو گیا۔ انگد نے فوراً ہی گھوڑے کو طمانچہ مارا۔ گھوڑے کا سر پھٹ گیا۔ پاؤں زمین میں دھنس گئے نرانتک طیش میں آ کر جھپٹا۔ اور سر پر ایسا گھونسہ رسید کیا کہ انگد کے منہ سے خون بہہ نکلا۔ سر پھٹ گیا اور غشی طاری ہو گئی۔ انگد سنبھلا تو غصے کی حد نہ تھی۔ اس زور سے گھونسہ مارا کہ ہڈیاں چور چور ہو گئیں منہ اور ناک سے خون جاری ہو گیا زمین پر گرا تو سانس نہ لی۔ سری رامچندر جی کے لشکر میں فتح کے ڈنکے بجے اور دیوتاؤں کے یہاں شادیانے۔

سرگ

ترسرا کی لڑائی

نرانتک کے مرتے ہی راچھسی فوج میں پھر جوش ہوا۔ جان پر کھیل کر حملہ کیا۔ راچھسوں کی جرأت اور دلیری دیکھتے ہی بانروں کا بھی خون اوٹنے لگا۔ سپہ سالار انگد بہت سی فوج لیکر مقابلے پر ڈٹ گیا۔ بہادروں کے خون کا جوش تیغ جہاں سوز سے شعلہ بنکر نکلنے لگا۔ اس جوش کے عالم میں بہادر گہرے زخموں کو معمولی خراش سے زیادہ نہ محسوس کرتے تھے۔ ایک ایک جوان سینکڑوں کو قتل کر کے بہت کچھ جوہر دکھلانے کی آرزو رکھتا تھا۔ لاشوں پر لاشیں گرتی نظر آتی تھیں۔ ادھر ترسرا صفیں الٹتا ہوا بہادر انگد کے قریب پہنچا اور تیر خار شگاف سے بہادر انگد کا جسم چھلنی کر دیا۔ انگد کچھ خیال میں نہ لایا غصے سے آگ بگولا ہوا گرز گراں بار سے مہودر کے ہاتھی پر حملہ کیا۔ ایسی ضرب پڑی کہ ہاتھی کی آنکھیں نکل پڑیں۔ اور تلملا کر زمین پر گر پڑا۔ دانت اکھاڑ لیا اور اسی سے ہزاروں راچھس موت کے منہ کا نوالہ بنے۔ دیوانتک فوج کو پسپا دیکھ کر انگد کے مقابلہ پر آیا۔ اور ایک گرز ایسا مارا کہ اگر پہاڑ پڑتا تو پرخچے اڑ جاتے۔ مگر انگد بالکل متاثر نہ ہوا۔ گرز چھین لیا۔ اور تان کر مارا دیوانتک مرجھت ہو کر زمین پر گرا مگر سنبھلا اور تلوار سے انگد پر ضرب لگائی۔ انگد نے وار خالی دیا۔ راون کے پل تک گیا چاہتا تھا کہ ٹانگ پکڑ کر فقر لنکا پر پھینک دے۔ ترسرا بچ کر نکل گیا۔ پھر اس نے تیر مارے کہ انگد بے دم ہو گیا۔ جنگ مغلوبہ دیکھ کر ہنومان جی دوڑے اور ایک پہاڑ تھم اکھاڑ کر دیوانتک پر دے مارا۔ اس نے بانوں سے ریزہ ریزہ کر دیا اور کچھ بان ہنومان جی پر چلائے۔ ہنومان جی چوٹ بچا رہے ہیں۔ موقع پا کر ایک ایسی جست لگائی کہ دیوانتک کی کھوپری تک پہنچ گئے۔ اور ایسا گدا مارا کر بھیجا نکل پڑا۔ آنکھیں ابل آئیں اور زبان باہر گر پڑی۔ غرضیکہ اسطرح ملعون کا قصہ پاک ہوا۔ جادو نگار بالمیک جی فرماتے ہیں۔ کہ دیوانتک کے مرتے

ہی ترسرا تاب نہ لاسکا۔ ہنومان کی طرف سے کنائی کاٹی۔ نیل پر ٹوٹ پڑا اور جنگجو مہودر دوسرے ہاتھی
پر سوار ہو کر دور ہی سے غنیموں پر تیروں کی بارش کرنے لگا۔ دلاور نیل نے دیکھا کر مہودر سامنے تو آتا
نہیں دور ہی سے تیر برسا کر فوج میموں کو پامال کئے دیتا ہے۔ اس کی بے ادبی اور سیہ کاری سے دلاور
نیل کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔ فوج چیرتا ہوا مہودر کے قریب پہنچا مگر مہودر نے شیر غراں کو آتے دیکھ
کر دونیق زبردست بان ایسے مارے کہ دلاور نیل پر کسی قدر غشی چھا گئی۔ تھوڑی دیر آرام لیا۔ اور
ایک پہاڑ اکھاڑ کر دے مارا ضرب کے پڑتے ہی مہودر ہلاک ہو گیا۔ ادھر ترسرا پھر ہنومان جی پر تیر برسا
رہا ہے۔ اور ہنومان جی درخت اکھاڑ اکھاڑ کر ترسرا پر مار رہے ہیں مگر ترسرا ان چوٹوں کی پرواہ نہ
کرکے بدستور تیر افگنی میں مشغول ہے۔ ہنومان جی غصے سے اس کے گھوڑے کو ناخنوں سے ذبح رہے ہیں۔
ترسرا حریف کو پاس دیکھ ڈرا کہ اس سے جان بچنے نظر نہیں آتی۔ برہما سنر کو بردان تھا کہ شکتی تسمیل
نہیں ہوتی جس پر پڑیگی جان لے گی۔ ہنومان جی برہما سنر دیکھتے ہی جھپٹ پڑے شکتی اس کے ہاتھ سے
چھین لی اور ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالی۔ ترسرا نے تیغ خارا شگاف سے ہنومان جی کی خبر لی۔ ہنومان جی ضرب
بچا گئے اور ایک گھونسہ اس زور سے مارا کہ وہ بے خود ہو کر زمین پر گرا۔ ہنومان جی نے ہاتھ سے تلوار چھین
لی اور گرجنے لگے۔ ترسرا کی غشی دور ہوئی اور جھپٹ کر ہنومان جی کے سینے پر گھونسہ رسید کیا۔ ہنومان
جی کو تاب کہاں۔ چہرہ تمتما گیا۔ آنکھیں لال ہو گئیں۔ اسی تلوار سے ترسرا کے تینوں سر کاٹ لئے۔
ترسرا کی ہلاکت سے بندروں میں خوشی کے نعرے بلند ہوئے۔ اور راچھس بھاگ چلے۔ راچھسوں کے
بھاگتے ہی مہاپارس گدا لیکر سر کے چاروں طرف پھرانے لگا۔ رکھب بندر مقابلے پر آئے۔ اور ایک
گھونسا چھاتی پر مارا۔ خون بہنے لگا اور مہاپارس بے دم ہو گیا۔ رکھب گدا اٹھانے کو جھکا۔ مہاپارس
نے اٹھ کے گھونسا رکھب کی چھاتی پر لگایا۔ رکھب کی آنکھوں میں اندھیرا آگیا مگر ہوش سنبھال کر
گدا سے ضربیں لگانے لگا۔ مہاپارس بھی گھونسوں سے چوٹ بچا رہا ہے۔ آخر کار رکھب نے
مہاپارس کو ہلاک کیا۔ اور فوج راچھس مہاپارس کے مرتے ہی لنکا کی طرف سدھاری۔

سرگ ۱۷

اتی کائے کی جنگ اور لچھمن جی کے ہاتھ سے اسکی موت

راچھسوں کے مارتے ہی اس اتی کائے راچھس مہاپارس کے مرتے اور اپنے چچا کی موت اور
بڑے بڑے سورماؤں کو خاک میں ملتے دیکھ کر زور سے نعرہ زن ہوا۔ بہادرو بھاگتے کیوں ہو کھڑے
رہو اتی کائے زندہ ہے۔ مرا نہیں۔ جب تک زندہ ہے بندروں اور ریچھوں کا مطلق خوف نہیں۔ یہ ریچھ
بندر تمہاری خوراک ہیں۔ میں مارونگا اور تم مزے سے گوشت اڑاؤ۔ فوج میموں میں اسکی گرفت

آواز سے ہل چل پڑ گئی۔ رامچندر کی شرن پکارنے لگے۔ سری بھگوان نے دیکھا کہ جنگجو انی گائی زبردست راچھس ہے رتھ پر سوار گرجتا چلا آتا ہے۔ بھبھیکن سے مخاطب ہوتے پوچھا یہ کون ہے جو مسلح تیر کمان سے چار گھوڑے کی رتھ پر سوار ہے اور جس کی ہمراہی میں ہزار گھوڑے اور متعدد رتھ خالی ہیں۔ اس کا رتھ سورج کی طرح چمک رہا ہے۔ اور دو تلواریں ہاتھ میں ایسی ہیں جن کے قبضے چار چار اور دس دس ہاتھ لمبے ہیں۔ گلے میں جواہرات کے مالے اور کانوں میں کنڈل زیب دے رہے ہیں۔ بھبھیکن قدمبوس ہو کر بولے کہ یہ راون کا چھوٹا لڑکا ہے۔ اس کی طاقت کی انتہا نہیں۔ راون سے کسی طرح کم نہیں۔ شستر ودیا میں پورا کمال ہے۔ گھوڑے ہاتھی کی سواری میں بہت چالاک ہے۔ راون کی شاہ لنکا کی کوئی محرم ہے اس کے بطن سے اس کی پیدائش ہے۔ وید شاستر بخوبی جانتا ہے اس نے برہما کی تپسیا کی۔ برعلاوہ جو زرہ اس کے بدن پر زیب دے رہی ہے برہما جی کا عطیہ ہے جس کے بدن پر یہ زرہ ہو اس پر نہ تو کوئی ہتھیار اور نہ کوئی تیر کارگر ہوتا ہے۔ اس نے بہت سی لڑائیاں کی ہیں ہزار ہا دشمنوں کو مارا ہے اکثر دیوتاؤں پر بھی غالب ہوا۔ اندر کے بجر اور جمراج کی پھانسی سے وہ کبھی متاثر نہیں ہوتا۔ یہ حریف بڑا زبردست ہے اس کے مارنے کا کوئی طریقہ آپ ہی نکالیں۔ تو ہو سکتا ہے۔ آپ کی فوج میں کوئی ایسا دلاور اب نہیں کہ جو اس پر فتح پا سکے۔ بھبھیکن سری بھگوان سے مخاطب ہے اور انی گائی کمان پر تیر چڑھائے فوج میموں کو کاٹتا چھانٹتا سری بھگوان کے سامنے شیر غراں کی طرح بے خوف چلے آ رہا ہے۔ دوبید۔ سینہ۔ نل۔ نیل۔ کمب۔ ہنومان۔ انگد۔ کیسری ایک ساتھ ہو کر درختوں اور پتھروں سے مار رہے ہیں اور وہ اپنے بانوں سے درختوں اور پربتوں کو کاٹتا چلا آتا ہے۔ بندروں نے کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ مگر انی گائی پر کچھ اثر نہیں ہوتا۔ ہزاروں بندر مجروح ہو کر زمین پر تڑپ رہے ہیں جس طرح شیر سے بھیڑ بکریاں ڈرتی ہیں اسی طرح انی گائی کی صورت سے فوج میموں میں کھلبلی پڑی ہوئی ہے۔ ہزاروں جنگجو میدان سے بھاگ کر پہاڑوں کی کھنڈروں میں روپوش ہو گئے ہزاروں سورمے جو میدان جنگ سے منہ پھیرنا کسر شان سمجھتے تھے۔ انی گائی کے بانوں کا لقمہ بن گئے۔ انی گائی جس کو دیکھ لیتا کہ جنگ سے جان چھپاتا ہے اس کو نہیں مارتا اور جو سامنے آتا ہے اس کو بانوں کی آگ سے جھلس دیتا ہے۔ اس طرح فوج میموں کا ناش کر کے انی گائی نعرہ زن ہوا۔ ارے رام لچھمن کہاں ہو کیوں سامنے نہیں آتے۔ فوج میموں بے دم ہو گئی۔ کسی میں اتنی تاب نہیں کہ منہ دکھلاتے۔ خیر بھاگ گئے ان کا تعاقب کرنا ہمارے مذہب میں درست نہیں اور سامنے کی لڑائی کرنے والا کوئی دکھائی نہیں دیتا۔ اگر کسی کو جنگ کی تمنا ہو تو ہمارے پاس بھیج دو۔ ہم اس کی شجاعت دیکھتے ہیں۔ یہ سنکر لچھمن جی پر غصہ چڑھ آیا۔ مسکرا کے دھنش ہاتھ میں لیا اور ٹنکارنے لگے۔ دھنش کی ٹنکور آسمان تک پہنچی۔ پاتال میں بھی ہل چل پڑ گئی۔ ایسا نہ ہو کہ زمین کا طبقہ الٹ

جائے۔ راچھسوں کے کلیجے دہل گئے۔ اور اتی کائی کا خون لچھمن کو دیکھتے ہی اوٹنے لگا۔ ہاتھ اُٹھا کر بولا کہ تم بچہ ہو۔ میدان جنگ دیکھا نہیں جاؤ ماں کی گود میں کھیلو البتہ کسی بہادر کو میرے سامنے بھیج دو۔ تم سے کیا لڑوں۔ منہ سے دودھ کی بو آتی ہے۔ تم میرے بانوں کو جانتے نہیں کہ ہماچل پربت بھی دو ٹکڑے ریزہ ریزہ کر کے اڑا دئے۔ اگر چاہوں تو زمین پہ قیامت برپا کر دوں۔ تم جاؤ اور بچوں میں کھیلو۔ دھنش بان پھینک دو۔ اگر نہ بھاگوگے تو ہمارا اژدر شکاف تیر تمہارے گلے کا خون چوسیگا۔ اور تمہاری ماں ہاتھ پھیلا پھیلا کر روتی رہیگی۔ تم میرے تیروں کا جوہر نہیں جانتے۔ وہ تیر ہیں کہ اگر برہما اور مہادیو جی بھی آویں تو ان پہ بھی وار کر بیٹھیں۔ مہادیو جی کا ترسول تنچھل ہو سکتا ہے مگر میرے تیر رائیگاں نہیں جاتے۔

لچھمن جی ہنس کر بولے اے نادان اتی کائی تو مجھے بچہ سمجھتا ہے۔ چھتریوں کی دلیری اور بہادری سے اصلاً خبر نہیں۔ سوبیر اپنی تعریف آپ نہیں کرتے۔ او میں کھڑا ہوں حملہ کرو۔ دیکھوں تو سہی تیری بہادری کے جوہر دیکھتا ہے یا تو مجھے مارےگا۔ یا میرے بان تیرے خون سے پیاس بجھائیں گے۔ گو دیکھنے میں بچہ ہوں لیکن دراصل تیرا کال ہوں۔ تجھ سے جیسوں سے اور سوبیروں کا مقابلہ کر۔ اتی کائی سنتے ہی آگ بگولا ہو گیا۔ اور تیر مارنے لگا۔ لچھمن جی نے پھر چلے پر تیر چڑھایا۔ دیوتا اور گندھرب دونو بہادروں کی لڑائی دیکھ رہے ہیں۔ اتی کائی نے تیر مارا۔ لچھمن جی نے کاٹ دیا۔ پھر پانچ بان مارے۔ وہ بھی رد ہو گئے۔ تب لچھمن جی نے ایک بان جس کا منہ آگ کی طرح دہک رہا تھا۔ اتی کائی پر چھوڑا اتی کائی نے کاٹ دیا۔ پھر دوسرا بان چلایا۔ اتی کائی کی پیشانی زخمی ہوئی۔ خون بہنے لگا۔ درد سے مجبور ہوا مگر غصے کی آگ بھڑک اُٹھی۔ ایک بان کے پانچ پانچ بان اور سات سات بان لچھمن جی پر چھوڑے۔ لچھمن جی سب کو کاٹ رہے ہیں۔ وہ آتشیں تیر سے لچھمن جی کو مجروح کر رہا ہے۔ لچھمن جی کچھ خیال میں نہیں لاتے۔ اپنے بانوں سے برابر کاٹتے جاتے ہیں۔ اتی کائی نے برہما ستر کمان پر چڑھایا برہماستر لچھمن جی کی چھاتی پر پڑا۔ خون بہنے لگا۔ لچھمن جی نے منتر پڑھ کر ایک تیر آتشیں برہماستر پر چلایا۔ دونو بان آکاش میں جا کر لڑنے لگے۔ اور لڑتے لڑتے جل کر بھسم ہو گئے۔ پھر اتی کائی نے ایک اور بان چلایا۔ لچھمن جی نے اندر بان سے کاٹ دیا۔ تب جمراج کے بان سے لڑنے کی ٹھانی لچھمن جی نے سوچا یہ تو ایک ایک بان سے دیر تک لڑیگا۔ تب بے شمار تیر برسائے۔ اتی کائی سب کاٹتا جاتا ہے۔ لچھمن جی نے ہزار بان مارے اتی کائی نے سب رائگاں کر دیئے۔ لچھمن جی مارتے مارتے تھک گئے دیوتاؤں میں دہشت ہوئی کہ کیا کیا جائے۔ یہ بڑا زبردست راچھس ہے اس کی موت کیونکر ہوگی۔ پون نے دیوتاؤں کو کہا کہ اس کو برہما کا بردان ہے۔ یہ کسی سے نہ مریگا۔ جب تک اس پہ برہماستر نہ چلایا جائے۔ اب یہ ... لچھمن جی ... کرتے تھے سب

نے کہا کہ ہماری مجال نہیں۔ انی کاٹی کے سامنے لچھمن جی سے بات کر سکیں۔ تم جاؤ اور لچھمن جی کے کان میں کہدو۔ شاید اس کی موت ہو۔ وایو دیوتا سنسناتے ہوئے لچھمن جی کے پاس پہنچے۔ اور جھک کر کان میں کہدیا۔ لچھمن جی نے ترکش سے برہماستر نکالا اور کمان پر چڑھا کر انی کاٹی پر چھوڑ دیا۔ جس وقت لچھمن جی نے برہماستر چھوڑا ہے۔ دیوتا اور گندھرب ڈر سے کانپنے لگے۔ سمجھتے تھے کہ دونو بہادر ہیں۔ دونو برہماستر چلانے سے واقف ایسا نہ ہو۔ پرتھوی اُلٹ جائے۔ انی کاٹی برہماستر کو آتا دیکھ کر بانوں سے کاٹنے لگا۔ لیکن وہ بان تیروں کو بھسم کرتا ہوا انی کاٹی کی طرف آرہا ہے۔ جب قریب آگیا تب شکتی اور مگدر اور گدا لے کر برہماستر کے زور سے بچنے کی روک کی۔ مگر سب ہتھیار چل گئے اور برہماستر انی کاٹی کی پیشانی توڑ گیا۔ سر کٹ کر الگ گرا۔ راکھس لوگ ڈرے اور ہائے واویلا مچانے لگے۔ بندروں میں خوشیاں ہوئیں اور لچھمن جی کی پوجن ہونے لگی۔

سرگ ۲۷

لنکا میں ماتم

انی کاٹی کے مرنے سے راچھسی فوج منتشر ہو گئی۔ شاہ لنکا منہ لٹکائے تخت پر بیٹھا ہوا ہے ندیم و مشیر طلائی کرسیوں پر متمکن ہیں۔ جنگ مغاوبہ کا ذکر ہو رہا ہے۔ انی کاٹی کے مرنے کی خبر چوبداروں نے عرض کی۔ سپہ سالاروں کے کلیجے پھٹ گئے۔ شاہ راون مایوسانہ لہجے میں حاضرین جلسہ سے مخاطب ہوا کہ افسوس میرے وفادار سرداروں پر۔ میرے نمک حلال سپاہیو! تم سب شہید ہوئے بہت اچھا دنیا سے سرخرو ہو گئے۔ دھرم پالن کیا۔ لاکھوں کو مار کر مردوں کی موت مرے۔ کوئی ارمان نہیں تم سب یہ کہنا کہ ہماری لاشوں کو لاوارث اور بے کفن چھوڑ کر شاہ راون آرام سے عیش کر رہا ہے۔ نہیں میں بھی ابھی تمہارے ساتھ ہی اسی میدان کی خاک پر سوتا ہوں۔ میری روح ابھی تم سے آملتی ہے۔ آہ! جب کمبھ کرن ایسے جودھا زمانے سے اُٹھ گئے تو میرا کون۔ ٹھیک اب کوئی لنکا میں ایسا بہادر نظر نہیں آتا کہ رامچندر۔ لچھمن اور سگریو کو ہلاک کرے۔ نہیں۔ نہیں رامچندر کے زور طاقت کی کوئی تھاہ نہیں۔ وہ دریائے ذخار ہیں۔ اس میں سب ڈوب گئے اچھا جانیا نہ بچا تو خبرداری سے کام لو ایسا نہ ہو کہ بندر اندر گھس آویں اور جانکی جی کو اشوک باٹکا سے نکال لے جائیں۔

شاہ راون اسی طرح سے بین کرتے ہوئے محلسرا میں آیا۔ بیٹوں اور پوتوں کے غم میں منہ لپیٹ کر لیٹ رہا۔

سرگ ٧٣

اندرجیت کی لڑائی اور فوج میموں کی بیہوشی

راون کی باتوں سے بہادروں کے کلیجے مسّل گئے۔ راچھسی خون میں ایسی درجہ حرارت بڑھی۔ کہ بہادروں کے ذرہ بکتر کے نیچے جل اُٹھے۔ برداشت کی تاب نہ رہی۔ وردیاں پھاڑ پھاڑ کر پھینکنے لگے۔ زندگی سے بیزار ہو کر مرنے کی آرزو میں ایک پرجوش حملہ کرنے کی امید پر میگھ ناتھ کے پاس پہنچے میگھ ناتھ شاہ راون کی خدمت میں حاضر ہوا۔ پتا کو غمگین دیکھ کر سمجھانے لگا۔ آپ سوچ مت کریں جب تک زندگی ہے آپکو کسی طرح کا رنج نہ پہنچیگا۔ کیا آپ میرے باتوں کے تیر اسیے اور تیغ خارا شگاف کی چنگاریاں نہیں دیکھ چکے۔ یہ وہی بازو ہیں جس کی وجہ سے میرا نام اندرجیت پڑا۔ کس میں مجال ہے کہ میرے باتوں کی آنچ سہہ لے جب جاؤنگا۔ ہنگامہ حشر بپا کرونگا۔ رامچندر اور لچھمن فوج میموں سمیت زمین پر تڑپتے دکھائی دینگے۔ اور سورج۔ چندرماں اور دیوتا رامچندر کی حمایت کریں۔ تو بھی ممکن نہیں کہ بچ سکیں یہ کہہ کر شاہی لباس اُتار کر زمین پر پھینک دیا۔ بیش قیمت جنگی لباس پھاڑ دیا۔ زعفرانی پوشاک پہنی۔ اور زبان سے کہنے لگا کہ اے خارا شگاف تیر خبردار! تم سے ایک خطا نہ کرے۔ دشمن کے جگر سے پار ہونیوالی تیغ براں آج تیرے جوہر دیکھے جاوینگے۔ مضبوط ہڈی رکھنے والے بازو اگر سستی دکھائی۔ تو کاٹ ہی ڈالونگا۔ باوفا گھوڑے دغا نہ دیجیو۔ ہارنہ جانا یہ کہہ کر رتھ پر سوار ہوا۔ اور دیوی نکو نبھلا کے استھان پر راچھسی سینا سمیت چلا گیا۔ بہت ہاتھی گھوڑے اور رتھ ساتھ ہیں۔ دیوی کے استھان پر پہنچ کر فوج کو ٹھہرنے کا حکم دیا اور آپ ہون کے واسطے مندر میں پہنچا۔ اگن کنڈ بنایا اور جگ کرنے لگا۔ کالے ہرن کا بکرا اگن میں ڈالدیا۔ اور اگن خوش ہو کر بکرے کی چوٹ کر گئی اور بھیس بدل کر سامنے آئی۔ اشیرباد دینے لگی جا تیرا منورتھ سدھ ہوگا برہماستر۔ دھنش۔ گدا۔ مگدر جتنے ہتھیار تھے اندرجیت نے اگن کی بھینٹ کئے اور اگنی نے سب شستروں کو اُٹھا کر اندرجیت کے حوالے کیا اور کہا کہ ان ہتھیاروں سے تمہاری جیت ہوگی۔ یہ بردان شنکر دیوتا اور سورج خوف کھا گئے۔ اندرجیت کیونکر جیتا جائیگا۔ اندرجیت وہاں سے اُٹھا اور گپت ہو کے آکاش میں پہنچا اور راچھس زمین پر ہتھیاروں سے فوج میموں پر حملہ آور ہوئے۔ اندرجیت چلا رہا ہے کہ بہادرو! گھبرانا نہیں۔ میں تمہاری مدد پر ہوں نڈر ہو کر لڑو۔ میں تمہاری حمایت کیلئے مستعد ہوں۔ راچھس فوج میموں پر حملہ کر رہے ہیں اور آسمان سے اندرجیت بان مار رہا ہے۔ لاکھوں بندر زمین پر سو گئے غرضیکہ کل فوج بسمل کی طرح تڑپ رہی ہے۔ کسی بندر میں دم نہیں کہ سانس لے سکے۔ فوج میموں سراسیمہ بھاگ رہی ہے۔ لاکھوں موت کے منہ کا نوالا ہو گئے

کمر ٹوٹیں اور مرے ہوئے سسک رہے ہیں۔ یہ حال دیکھ کر اندرجیت نے حریف کی فوج کی طرف سے ہاتھ کھینچ لیا اور نامی نامی سپہ سالاروں کی طرف مخاطب ہوا۔ اٹھارہ بان سے گندھ مادن اور نو بان سے دوبد اور سات بان سے میند اور پانچ بان سے گج اور دس بان سے جامون اور تین بان سے نیل اور بتیس بان سے سگریو۔ سرکھہ اور انگد اور بیس بان سے ہنومان جی کو مار کے گرا دیا کل سردار مر گئے اور ہنومان جی پر غشی آ گئی۔ اندرجیت بندروں کو مردہ سمجھ کر آسمان سے اترا۔ اور جو بندر زندہ بچے تھے انہیں تیروں سے ہلاک کر دیا۔ کل بندر ہلاک ہو گئے۔ سگریو اور بھبھیکن کو بھی مگدر سے مارنا شروع کیا۔ یہ بھی تاب نہ لا سکے زمین پر گر پڑے اب صرف رام و لچھمن سامنے کھڑے ہیں۔ ان پر حملہ کیا کچھ اثر نہ ہوا۔ سامنے آیا اور تیر برسانے لگا۔ سری بھگوان نے لچھمن جی سے فرمایا کہ یہی میگھ ناتھ اندر کا جیتنے والا ہے۔ اسی نے فوج میموں کو پائمال کیا۔ اور اب ہم پر گستاخیاں کر رہا ہے۔ لچھمن جی طیش کھا گئے عرض کی آپ کیا فرماتے ہیں اگر اجازت ہو تو ابھی اس مردود کے خون سے زمین کو پاک کر دوں۔ رامچندر جی بولے اس وقت مجال نہیں کہ تم مقابلہ کر سکو۔ برہماستر ہاتھ میں ہے اور اگنی کا بردان بھی ہے۔ آج اس پر ہاتھ نہیں چلا سکتے۔ اگر سامنا کرو گے تو زک اٹھاؤ گے۔ لچھمن جی کا چہرہ غصے سے لال انگارہ ہو گیا کہ آپ ایشور ہیں عالم الغیب ہیں اور ہمارا اوتار شیش کا ہے تو ہمارے اور آپ کے سامنے اس راچھس کی مجال نہیں۔ کہ آنکھ اٹھا کر دیکھ سکے سری بھگوان سمجھانے لگے کہ بھائی غصے کا وقت نہیں۔ ہم لوگوں کا اوتار مریادا کی رچھیا کے واسطے ہوا ہے اگر برہماستر کو نہ مانیں تو اس کی عزت جاتی رہے اور برہما کی بھی سبکی ہو۔ اس لئے جس طرح میں برہماستر کی عزت کرتا ہوں اور سنبھل نہیں ہونے دیتا تم بھی اس کی حرمت میں بٹہ نہ لگاؤ برداشت کرو ممکن ہے کہ برہماستر تمہارا کچھ بگاڑ نہیں سکتا مگر اس میں بڑا بھاری گناہ ہوگا۔ اسلئے ہم اور تم مورچھت ہو کر زمین پر گر پڑیں تب یہ بھی فتحیاب ہو کر باپ کے سامنے سرخرو ہوگا اور برہماستر کی بھی عزت قائم رہیگی۔ یہ تجویز کر کے دونو بھائی مورچھت ہو کر زمین پر گر پڑے اور اندرجیت فتح و نصرت کا نقارہ بجاتا ہوا لنکا کی طرف راہی ہوا اور راون سے کہنے لگا جی رام و لچھمن کا آپ کو خوف تھا۔ آج انہیں موت کھا گئی ؛

سرگ ۷۴

ہمالیہ پہاڑ پر ہنومان جی کی روانگی اور سنجیونی بوٹی سے فوج میموں کی تندرستی

اور ہر قصر و در میں سے فتح کے شادیانے بج رہے ہیں۔ شہر لنکا پھولا نہیں سماتا اور سری بھگوان اور شاہ ماران غشی کے عالم میں زمین پر پڑے ہوئے ہیں تن بدن کا ہوش نہیں۔ غرض

بھبھیکن اور ہنومان بچے تھے۔ جن پر غشی سرایت نہیں ہوئی تھی۔ بھبھیکن اس نظارہ سے مضمحل ہو کر ہنومان جی کے پاس پہنچے۔ ہنومان نے گلے سے لگایا۔ مشورہ ہونے لگا کہ اب کیا کرنا چاہئے۔ کل سردار اور فوج ہلاک ہو چکی۔ سری بھگوان اور لچھمن جی بھی زخموں سے چور چور ہو کر مدہوش ہو گئے۔ صرف دو شخص باقی رہے ان سے کیا ہو سکتا ہے۔ بھبھیکن کہہ رہا ہے کہ بھائی طبیعت کو نڈھال نہ کرو۔ یہ دونو بھائی ایشور کا اوتار ہیں۔ دھرم پالن کرتے ہیں۔ ان کا مارنے والا دنیا میں خلق نہیں ہوا۔ وہ خود ہست نیست کے مالک ہیں۔ شاہ کونین ہیں۔ برہما کی مریادا پالن کرنے کی غرض سے آپ کا اوتار ہوا ہے ہنومان جی نے جواب دیا۔ ہے مِتر تم سچ کہتے ہو۔ ہمارے بھاگ دھنیہ ہیں جو ان کے درشن ہوئے پر تو معلوم ہی ہے کہ برہماستر کی آگ میں سب جل گئے۔ چلو چلیں آخر کوئی زندہ بھی بچا یا۔ سب لقمۂ اجل ہوئے آدھی رات کا وقت تھا۔ لکڑی میں کپڑا باندھ کر تیل ڈالا اور لکاری جلا کر چو طرفہ دیکھنے لگے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ میدان رزم میں لاشوں کا انبار لگا ہے۔ کسی کا بھیجا نکلا ہے کسی کا سر۔ اور کسی کے پاؤں کٹے ہیں۔ خون کا دریا رواں ہے۔ کل سردار مرے ہوئے نظر آئے۔ سگریو۔ نل۔ نیل۔ ڈربد۔ مبند اور نامی سالاران فوج میں سے ایک بھی زندہ نہیں۔ اندازہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ٦٧ کروڑ ریچھ اور بندر برہماستر کے لگنے سے کام آئے۔ برہماستر نے پانچ رات اور پانچ دن لگاتار فوج کو چوپٹ کیا۔ سرداروں کی لاشیں تو مل گئیں مگر شاہ خرس یعنی جامونت کا کہیں پتہ نہیں۔ ہنومان اور بھبھیکن جامونت کی تلاش میں سرگرداں پھر رہے ہیں۔ ایک مقام پر دیکھا کہ ایک لاش ہے جس کے بدن میں ہزار ہا تیر چبھے ہیں اور زخموں سے خون بہہ رہا ہے۔ لاش سسک رہی ہے۔ کچھ کچھ جان باقی ہے۔ ہنومان جی سرہانے کھڑے ہو کر رونے لگے۔ جامونت نے آنکھ کھولی۔ بولا تو جاتا نہ تھا۔ آنکھیں پتھرائی ہوئی تھیں بہت دشواری سے زبان کھولی کہا کہ ہے مِتر تم نے پہچانا میں ہی جامونت ہوں۔ بدن زخموں سے چور چور آنکھ کی روشنی مفقود ہو گئی ہے۔ مِتر یہ تو بتاؤ۔ ہنومان جی زندہ ہیں یا وہ بھی فوت ہو گئے بھبھیکن نے پوچھا کہ سری رام و لچھمن کو کیوں نہیں پوچھا جس کی وجہ سے ہماری سب کی زندگی ہے۔ ہنومان جی میں کیا سرخاب کا پر لگا ہوا ہے۔ جامونت نے جواب دیا ہاں بے شک سرخاب کا پر ہی کہنا چاہئے اگر ہم اور ہنومان زندہ تو ہماری تمہاری فوج کی زندگی ہو سکتی ہے۔ اگر وہ مر گئے ہم تم بھی ملک عدم آباد چلیں گے۔ اگر وہ ہوں۔ کل فوج سلامت رہ سکتی ہے۔ انہیں سامنے لاؤ ہم تدبیر بتائیں۔ ہنومان جی کا چہرہ مارے خوشی کے پھول اٹھا۔ پرنام کر کے بولے ہے مِتر تمہارا غلام حاضر ہے۔ جو حکم ہو بجا لاؤں۔ جامونت نے ہنومان جی کی آواز پہچانی۔ اگرچہ تیروں سے بدن چھلنی تھا۔ درد کی تکلیف سہی نہیں جاتی تھی۔ تو بھی فوراً جواب دیا۔ ہے مِتر تم سا دلاور اور جیوٹ کا آدمی پرتھوی پر نہ آج تک پیدا ہوا ہے نہ ہو گا تم چاہو۔ تو ہماری جان بچ سکتی ہے۔ ہے مِتر ہمالیہ پر جاؤ۔ اس پر ایک بوٹی سنجیونی کی پہاڑی ہے۔

جہاں انواع اقسام کی اوشدھیاں ہیں۔ اس پہاڑی کی چار چوٹیاں آسمان سے باتیں کرتی ہیں۔
چار طرح کی اوشدھی وہاں پاؤ گے ایک پر امرت سنجیونی۔ دوسری پر بیلی کرنی جس سے زخم بھر جاتا ہے
تیسری پر سون برن کرنی اور چوتھی پر سندھانی جس سے کٹے ہوئے بھجا اور جوڑ یا لقہ پاؤں وغیرہ جڑ
جاتے ہیں۔ ہے مہز اگر کام کرنا ہے تو جاؤ اوشدھیوں کو لاؤ مگر جتنے راچھس مرے ہیں۔ پہلے ان
سب کو سمندر میں پھینک دو نہیں تو اوشدھی کی خوشبو سے وہ سب زندہ ہو جائیں گے۔ یہ سنکر
ہنومان جی نے کل راچھسوں کو جن کے لاشے زمین پر پڑے تھے اٹھا کر سمندر میں پھینک دیا۔ اور
جست کر کے آکاش میں ہوا پر پرواز کیا۔ ہمالیہ کے قریب پہنچے تو دیکھتے ہیں ایک نورانی پہاڑ جھلملا
رہا ہے۔ مثل چراغ کی لو کے ہزارہا عمدہ ایسی روشن ہیں۔ گمان ہوا کہ جن اوشدھیوں کی ضرورت ہے
کو پہچانتے نہیں۔ نقصان پہنچائیں یا نفع۔ کاش ہم اگر اوشدھیاں لے چلے اور وہ کام کی نہوں تو
ساری محنت اکارت کچھ کیا کریں۔ بہتر ہے کہ پہاڑ کو جنبش دی جاوے۔ شاید ہمیں بیٹھے پر وبال برآور
کہ اگر پہاڑ ہل گیا تو جڑ سے اکھاڑ لونگا۔ اور جاموونت کے سامنے رکھ دونگا۔ وہ مطلب کی چیزیں
نکال لیں گے یہ سوچکر طلائی پہاڑ پر مکھ دارا پہلے ہی زور میں ہاتھ کندھے پر رکھ لیا۔ اور رشن شن
کرتے ہوئے میدان جنگ میں آ پہنچے۔ اوشدھی کی خوشبو پہنچتے ہی جتنے بندر مرے ہوئے تھے
کلکلا کر اٹھ بیٹھے۔ بادل کی طرح گرجنے لگے۔ ہنومان جی نے بڑے بڑے سرداروں کو سلام کیا۔ اور
بھبھیکن نے ہنومان جی کی قوت بازو پر آفرین کی اور چھاتی سے لگایا۔ سری رام لکشمن بھی اٹھ
کھڑے ہوئے باہمی مشورے میں طے ہوا۔ یہ پہاڑ آج ہی رات کو ہمالیہ میں پہنچا دیا جائے اگر یہاں رہیگا
تو اس کی خوشبو سے جو راچھس مریں گے زندہ ہو جائیں گے۔ ہنومان نے پربت اٹھا لیا۔ اور
راتوں رات ہمالیہ پر رکھ آئے۔

سرگ ۷۵
لنکا داہ

فوج میمول میں کاہل مچا ہے ہر ایک کی دوبارہ زندگی ہوئی۔ شاہ میموں نے ہنومان جی سے
دریافت کیا کہ راون بڑا ڈھیٹ ہے۔ وہ کمبخت ماننے کا نہیں۔ دیکھو کمبھ کرن سا جوانمرد بھائی۔
اور نرانتک سے بہادر بیٹے اور نامی سپہ سالار فوج جن کی بہادری کے ڈنکے چاردانگ عالم میں بج
رہے تھے زمین پیوند ہو گئے مگر شاہ لنکا کچھ خیال میں نہ لایا۔ ہمارا دم تنگی میں ہے۔ ایک
تدبیر ذہن میں آتی ہے اگر ہو سکے تو کر گزرو۔ روز روز کے جھگڑوں سے چھٹکارا ہو۔ تم جاؤ۔ اور
لنکا کو جلا دو۔ کوئی چیز بچنے نہ پاوے۔ آگ شعلہ زن ہوگی۔ اور قصر لنکا پھونکیں گے۔ تو تمام
راچھس جل کر کباب ہو جائیں گے۔ غرض شام ہوئی۔ بندروں نے لکڑی جلائی اور برج لنکا پر

چڑھ گئے۔ پھر ایک قصر میں آگ لگائی۔ تمام لنکا جلنے لگی۔ عجیب اودھم مچی۔ برتن پھوٹے جاتے ہیں۔ ہاتھی اور گھوڑے بھاگتے ہیں مگر بندر مار مار کے آگ میں پھینک دیتے ہیں۔ رتھ ٹوٹے پڑے ہیں آگ سمندر اُڈ کر رہی ہے۔ خم خانہ میں شراب بھری ہوئی تھی۔ آگ پہنچتے ہی بارود کی طرح اُڑ گئی۔ راچھسوں کے سر کاٹ کاٹ کر اگن میں ہون دیئے جا رہے ہیں۔ عجیب رات تھی۔ تمام لنکا پلاس کے درخت کی طرح جل رہی ہے۔ اکثر راچھس لنکا سے بھاگ رہے ہیں۔ مگر بندروں کی لپٹوں سے نجات نہیں ملتی۔ ایک ایک راچھس کے دس دس بندر چمٹ جاتے ہیں۔ اور مار کے آگ میں پھینک دیتے ہیں ایک شور عظیم برپا ہے۔ سری رام لچھمن بھی دھنش بان دھارن کئے کپی استھان پر تماشہ دیکھ رہے ہیں۔ راون سوچ رہا ہے کہ اب تو میرا اپنا دھو رہا ہے۔ کمبھ کرن کے لڑکے کو سنبھ اور نکوسنبھ کو بلایا کہ دیکھتے کیا ہو جاؤ اور ان بندروں سے بھائی بندوں کو چھڑاؤ۔ تمہارے ساتھ جیو یا کچھ۔ سونی یا کچھ برجنگ گتیں چار بہادر جائیں گے تمہارا ہاتھ بٹائیں گے۔ پانچوں دلیر راون کے حکم سے مسلح ہو کر جنگ پر آمادہ ہوئے ان کے زیور اور لباس اسطرح جگمگا رہے تھے جسطرح شب ماہ میں مہتاب۔ بندر بھی سامنے آئے اور لڑائی ہونے لگی۔

سرگ ۷۵

انگد اور انکنبسن کی لڑائی

انکنبسن انگد کا ہم نبرد ہے پہلے انکنبسن نے حملہ کیا۔ انگد نے وار خالی دیا۔ لشت پر ایک راچھس چڑھا تھا۔ انگد پر گدا مارنا چاہتا تھا۔ انگد نے گدا چھین لیا اور اسی کے سر پر چرسہ کیا۔ گدا کا پڑنا تھا کہ انکنبسن کا سر زمین میں گیا زور کر کے نکالا مگر نکلتے ہی بیہوش ہو گیا۔ چالاک بہت تھا ہوش سنبھال لئے۔ انگد نے ایک سل اٹھا کر دے ماری۔ تو انکنبسن نے تیر سے کاٹ گرائی انگد نے دوسرے پتھر سے وار کیا انکنبسن پر پتھر کی چوٹ ایسی گہری لگی کہ بے خود ہو کر زمین پر گرا۔ گرتے ہی بے ہوش ہو گیا۔ سونی پاکش انکنبسن کی مدد پر آیا۔ انکنبسن بیہوش ہو چکا تھا۔ لاچار انگد نے سونی پاکش سے مقابلہ کیا اس مردود نے ہزار ہا تیر مارے انگد کا بدن خون سے شرابور ہو رہا تھا خون بہتے دیکھ کر جوش تازہ ہو گیا۔ چھپٹ کر سونی پاکش کے ہاتھ پر تھپکی دی۔ کمان ہاتھ سے گر پڑی۔ ترکش کے تیر منتشر ہو گئے۔ رتھ کو چور چور کر دیا۔ گھوڑے باگ توڑ کر بھاگے۔ سونی پاکش انگد کی دلیری دیکھ کر بہت پشیمان ہوا۔ تلوار میان سے کھینچ لی اور سامنے وار انگد پر حملہ کیا۔ انگد نے تلوار ہاتھ پر روکی۔ کلائی ہاتھ آ گئی۔ جھٹکا دیا۔ تلوار چھوٹ کر گری۔ انگد نے اسی طرح سے سونی پاکش کو زخمی کیا۔ ادھر انکنبسن ہوش میں آیا۔ سونی پاکش کو مجبور دیکھ کر انگد پر جھپٹا تلوار چھین لی۔ اور تلوار سے انگد کو نشانہ بنایا۔ انگد پھر نیلا داد بیچ سے واقف بنی

ڈوب گیا اور لنگنت پر تلوار پکڑ لی۔ جھٹکا دیتے ہی تلوار ہاتھ آگئی۔ اور انکمپن پر ایسی ضرب لگائی کہ مثل خیار دو ٹکڑے ہو گیا۔ انکمپن کے مرتے ہی جیوپاکچھ۔ پرجنگ اور سونی پاکش تینوں نے انگد کو گھیر لیا کوئی گرز مار رہا ہے کوئی تلوار سے ٹکڑے اڑانا چاہتا ہے کسی نے تیروں کا نشانہ بنایا۔ انگد چومکھا لڑ رہا ہے۔ کسی کو لات کسی کو گھونسا اور کسی کو تھپڑ لگا رہا ہے انگد خون سے تر الود ہے۔ وقت نازک دیکھ کر دوبد اور میند پہنچے۔ غضب کی لڑائی ہوئی دیکھنے والے کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے۔ تینوں بندر درخت اور پتھروں سے وار کر رہے ہیں ادھر ہتھیاروں سے کام لیا جاتا ہے پرجنگ نے تلوار سے انگد کے شانہ کو نشانہ بنایا۔ دوبد اور میند نے آنگچھ کا درخت اکھاڑ لیا اور تاک کر پرجنگ کی کلائی پر مارا۔ تلوار چھوٹ گری۔ پرجنگ نے انگد پر گھونسہ رسید کیا مگر انگد نے گھونسے ہی سے جواب دیا۔ پرجنگ تاب نہ لاسکا۔ دانت بیٹھ گئے اور بیہوش ہو کر زمین پر گرا۔ گرتے ہی اٹھ کھڑا ہوا۔ اور انگد کی پیٹھ پر گھونسہ مارا۔ انگد کو مورچھا آگئی مگر سنبھل گئے ایک اور لات پرجنگ پر ایسی ماری کہ پرجنگ تلملا گیا۔ جیو پاکش پرجنگ کا حال دیکھ کر تلوار لیکر انگد پر دوڑا۔ دوبد نے لپک کر ہاتھ سے تلوار چھین لی۔ سونی پاکش گو مجبور ہو چکا تھا۔ مگر پرجنگ کی حالت زار دیکھ کر دوڑا اور دونوں گرز دوبد پر ایسے لگائے کہ دوبد چکر کھا گیا سونی پاکش چاہتا تھا دوسرا گرز سے وار کرے دوبد پیچھے ہٹا۔ سونی پاکش منہ کے بل زمین پر آرہا دوبد نے ٹانگ پکڑ لی اور دو تین بار جھکر دیکر زمین پر پٹک دیا۔ یہی حال جیو پاکش کا ہوا۔ میند نے مارے گھونسوں کے بھیجہ نکال دیا۔ کونبھ رتھ پر سوار کسی طرف بندروں سے لڑ رہا تھا۔ سونی پاکش اور جیو پاکش کی خبر سنکر ان کی مدد کیلئے آیا۔ اور بانوں کی جھڑی لگادی۔ ہزارہا بندر لقمہ اجل ہوا دلاور دوبد کونبھ کے خارا شگاف تیروں کی پرواہ نہ کرکے اچھلا۔ تو ایک ہی جست میں آسمان پر تھا وہاں سے کودا تو کونبھ کے رتھ پر گرا۔ اور گرتے ہی اس کے ہاتھ سے دھنش چھین لیا اور ریزہ ریزہ کر کے زمین پر پھینک دیا۔ دوبد کی دلیری سے کونبھ کی حرارت موجزن ہوئی دوسری کمان اٹھائی اور چلے پر تیر جوڑا۔ ایک تیر کے دو بان ہوئے۔ اور دوبد اور میند دونو کے جگروں میں ترازو ہو گئے۔ معاً زخمی ہو کر زمین پر گر پڑے یہ دوبد اور میند دونو تھے کون؟ انگد کے حقیقی ماموں تھے اب تاب کہاں سنجز گیا۔ کونبھ کے پہلے ہی وار میں اس کو پہنچا دیکھا یا یعنی تلوار کا ایک ہاتھ تلا ہوا ایسا پڑا کہ شانے کو چیرتی ہوئی پشت سے نکل گئی۔ زخم کاری آیا۔ انگد بے تاب ہو گیا اور دھم سے زمین پر آرہا۔ واہ ری جرأت پھر اٹھا اور ہاتھ سے زخم کو دبائے شال کا درخت اکھاڑ لیا اور کونبھ کے سر پر دے مارا۔ کونبھ پیچھے ہٹا مگر ضرب آگئی۔ دونو بہادر دونو یکتا زمیان جوان ہیں نہ ایں را ظاہر منہ آں را فتح کوئی کسی سے کم نہیں دیوتا احسنت و مرحبا کہہ رہے ہیں۔ کونبھ نے ایک بان

سے انگد کی آنکھوں کو نشانہ بنایا۔ نر بھگوان کو کاٹتا ہوا شن سے نکل گیا۔ انگد کی آنکھ جھپک گئی۔ خون بہنے لگا۔ انگد نے سپھر سے خبر لی۔ کونبھ کے سر کو تاکا اور اس زور سے دے مارا۔ کہ کونبھ کی آنکھوں میں اندھیرا چھا گیا۔ گونہ غشی کی حالت پیدا ہوئی۔ یہی حالت دوانر بہادروں کی رہی۔ کبھی بہ مورچھت ہو کے گر پڑتا ہے اور کبھی وہ بیخود ہو کر سانس تک نہیں لیتا۔ بندروں اور ریچھوں کو دہشت سوار ہوئی۔ خدا جانے کیا ہوا حریف زبردست معلوم ہوتا ہے۔ سری بھگوان کے پاس آئے اور مؤدب ہو کر سارا ماجرا عرض کر دیا۔ سری بھگوان نے نامی بہادروں سے فہمائش کی اور بندر جی توڑ کر لڑنے لگے کوئی پتھر مارتا ہے۔ کوئی درخت سے خبر لیتا ہے کوئی نوچتا گھسوٹتا ہے۔ کونبھ ہر ایک کو جواب دے رہا ہے سری والمیک جی فرماتے ہیں کہ کونبھ نے ایسی تیروں کی جھڑی لگائی۔ کہ کل فوج میموں بے دم ہو گئی شاہ میموں نے دیکھا کہ فوج میموں سراسیمہ ہو رہی ہے۔ خود چلا اور آتے ہی دو دو ہاتھ ہوئے۔ سگریو نے دھنش چھین لیا اور ٹکڑے ٹکڑے کر کے پھینک دیا۔ کونبھ مجبور ہوا اور دوسرے ہتھیاروں سے کام لینے لگا مگر سگریو ایک کو بھی خیال میں نہ لاتا۔ جو ہتھیار آتا ہے ہاتھ سے تھام لیتا ہے۔ اور چھین کر توڑ کے پھینک دیتا ہے مگر دل میں کونبھ کی جرأت کا ثنا خوان تھا۔ واقعی یہ بہادر کسی طرح راون سے کم نہیں۔ جیسا کمبھ کرن اس کا پتا بلوان تھا۔ ویسا ہی یہ میدان رزم میں شیر ہے۔ اسی کی وجہ سے آج تک لنکا کا راج قائم ہے اور لنکا پر ہمارا دسترس نہ ہو سکا۔ پھر کونبھ سے مخاطب ہوا۔ تو دھنیہ ہے۔ میں تو چاہتا تھا۔ کہ اسی وقت تجھے آغوش لحد میں سلا دوں۔ لیکن نہیں تو لڑتے لڑتے تھک گیا ہے۔ تھکے ہوؤں اور مجبور و خستہ پر ہاتھ چلانا۔ سورمبیروں کا دھرم نہیں۔ ذرا دم لے لے۔ پھر میں تیرے زور و طاقت کا امتحان لوں گا۔ یہ کلمات نشتر کا کام کر گئے۔ کونبھ کا چہرہ تمتما گیا۔ اور کود کر سگریو کے بازو پکڑ لیئے اور کہا۔ اپنی طاقت دکھا۔ اب دونوں میں کشتی ہونے لگی۔ دونوں کے منہ سے کف جاری تھا۔ کشتی ہوتے ہوتے ایک مقام پر کونبھ نے بڑے زور سے گھونسا مارا کہ اگر وہ پتھر پر پڑتا۔ تو پرخچے اڑ جاتے۔ مگر سگریو زمین سے ہلا بھی نہیں۔ حالانکہ ہڈی ٹوٹ گئی اور خون بہنے لگا۔ ارے ادھر بھی پا ہو جد ھر میں گھونسا مارتا کب رہا ہے۔ یہ کہہ کر سگریو نے بھی کونبھ کی چھاتی پہ گھونسا رسید کیا۔ کونبھ کی ناک اور کان سے خون بہہ نکلا۔ سینے کی ہڈی کے پرخچے ہو گئے۔ بے دم ہو کر زمین پر گرا اور گرتے ہی موت کے منہ کا نوالہ ہوا۔ راچھس ڈر کے مارے بھاگ کھڑے ہوئے۔

سرگ ۷۶

نکونبھ کی موت ہنومان کے ہاتھ سے

کونبھ کے مرتے ہی نکونبھ کی حرارت بڑھی اور غصہ کر کے سگریو پر دوڑا اور آتے ہی اس زور سے تان کر گھونسا مارا کہ سگریو تلملا گیا۔ اور غشی طاری ہوئی۔ ہنومان جی یہ کیفیت دیکھ کر سگریو

کی مدد کو آئے۔ نکونبھ کے گرز گراں بار ہنومان جی پر اس زور سے مارا کہ اگر پہاڑ ہوتا تو زمین دوز ہو جاتا مگر ہنومان جی کو مطلق احساس نہ ہوا۔ گرز کے سو ٹکڑے ہو گئے۔ ہنومان جی گھونسا مارنا چاہتے تھے کہ نکونبھ کو ماریں۔ اس بے حیا کو بھی چھٹی کا دودھ یاد آ گیا مگر نکونبھ چاق و چوبند تھا۔ سامنے سے ہٹ گیا اور رتھ پھیر کر دور سے تیر بازی کرنے لگا۔ ہنومان جی کا سارا جسم لہولہان ہے۔ ہنومان جی نے دانتوں تلے ہونٹ داب لی اور ایک جست میں ملک الموت کی طرح نکونبھ کے سر پر پہنچ گئے اور جاتے ہی اس کی پیشانی پر گھونسا جڑا۔ نکونبھ بیتاب ہو گیا۔ آنکھوں میں اندھیرا چھا گیا۔ مگر ہوش سنبھال کے ہنومان جی پر دوڑا اور دونوں بازو پکڑ لیئے اور گھسیٹتا ہوا لنکا کی طرف لے چلا۔ ہنومان جی نے جھٹکا دے کر چھڑا لیا۔ در بغل ڈوب کر بیٹھ پر اس زور سے گھونسا مارا کہ مردود کے دانت حلق میں اتر گئے۔ اور خود چھاتی پر چڑھ بیٹھے۔ اس قدر گھونسے مارے کہ دماغ کا بھیجا نکل آیا۔ اور نکونبھ ہمیشہ کے لئے میٹھی نیند میں سو گیا۔ بندر اس فتح سے بہت خوش ہوئے اور رام و لچھمن کی جے جے بولتے ہوئے ڈیرے پر آئے۔ راچھسوں کے پاؤں اکھڑ چکے تھے۔ نکونبھ کے مرتے ہی سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ چلے اور شاہ لنکا سے اس شکست کی گذارش کی ۔

سرگ ۷۷

مکراچھ کی لڑائی

کونبھ اور نکونبھ دونو قتل ہو چکے ہیں۔ راون سرنگوں متفکر بیٹھا ہوا ہے۔ سوچ رہا ہے کہ اب کس کو بھیجوں۔ بڑے بڑے بہادر لقمۂ اجل ہو چکے۔ کمبھ کرن کا سا جواں مرد کجاتی۔ نکونبھ سے دلاور بیٹے لڑائی میں کام آ چکے سارا خاندان تلاش ہوا جاتا ہے۔ کوئی بہادر نظر نہیں آتا کہ دونو بھائیوں کو زندہ گرفتار کرے۔ جنگ کا دلدادہ کھرکا بیٹا راون کی باتوں سے ایسا متاثر ہوا کہ کمر ہمت سے آ کھڑا ہوا قدم بوسی کی اور جنگ کی آرزو میں دست بستہ عرض پرداز ہوا۔ اے شاہ ذیجاہ تیرے اقبال کی شعاعیں تا ابد جگمگاتی رہیں۔ دوست خوشحال دشمن پامال رہیں۔ بہت افسوس ہے کہ نمک حلالوں نے چتر شاہی پر جانیں تصدق کیں میں بھی اس عظیم ثواب سے محروم رہا جاتا ہوں۔ حکم شاہی ہو تو دل کے ولولے نکالوں۔ رام و لچھمن کس کھیت کی مولی ہیں۔ ہاں فوج میں ہی کیا ہوں۔ مکراچھ کی دلیرانہ باتوں سے خوش ہو امید بندھی تعجب نہیں کہ یہ لڑکا کچھ کر کے دکھائے۔ پیار اور دلاسہ دے شاہ لنکا نے مکراچھ کو میدان جنگ کی طرف روانہ کیا۔ مکراچھ سوار ہو کر رزم گاہ میں آیا۔ عاقبت راچھسوں کو حکم دیا کہ فوج میں سے آمادہ پیکار ہوں۔ اور میں رام و لچھمن کی خبر لیتا ہوں۔ ہیرا بان فوج کو بھسم کر سکتا ہے جس طرح سوکھی لکڑی آگ میں

پھر پھر کر جل جاتی ہے۔ یہی حال حریف کی فوج کا ہوگا۔ یہ کہہ کر خود رام لچھمن کی طرف رُخ کیا۔ اور فوج راچھس بندروں کی خبر لینے لگی۔

سرگ ۷۸

بشرح صدر

جادو نگار والمیک جی فرماتے ہیں کہ جسطرح دیوا سر سنگرام میں خونخوار جنگ ہوئی تھی۔ وہی حال مکراچھ کی لڑائی کا ہوا۔ جوق جوق بندر بڑے بڑے تناور درخت جڑوں سے اکھاڑ اکھاڑ کر دیوان خونخوار پہ مارتے اور بیشتر اندر پہ پتھروں کی سلیں گھما گھما کر اسطرح فوج راچھسی پہ پھینکتے کہ صفیں الٹتی جاتی تھیں۔ اور بجائے ان صفوں کے نئی تازہ دم صف استادہ ہو جاتی تھی۔ مکراچھ غضب کی لڑائی لڑا تیروں کا مینہ برسایا جسطرف رُخ کیا۔ صفیں الٹ گئیں۔ بڑے بڑے بہادر اور نامی سردار جنگ میں کام آ گئے۔ سینکڑوں بہادر کھیت رہے۔ جنگ مغلوبہ دیکھ کر بندروں نے بھاگنے کی ٹھہرائی۔ جدھر جس کا سینگ سماتا ہے بھاگ رہا ہے۔ فرشتہ اجل ایک روح قبض کرنے نہ پاتا۔ کہ اور سینکڑوں روحیں اس کے سر پر پڑتیں۔ سری بھگوان نے دیکھا کہ فوج پسپا ہو رہی ہے۔ نامی سرداروں کے مرنے سے بہادروں کے دل ٹوٹے جاتے ہیں۔ خود تکلیف گوارا فرمائی۔ اور دھنش بان لیکر مکراچھ کا مقابلہ کیا۔ بندروں کو دلاسا دیا۔ ذات اقدس کو دیکھتے ہی مغلوب بندروں کا جی ٹھکانے ہوا۔ دل بڑھ گیا۔ جی توڑ کر لڑنے لگے مکراچھ رام بھگوان کو دیکھ کر بولا۔ آخاہ! مدتوں سے تمہاری جستجو تھی قسمتوں سے ہاتھ آ گئے۔ اپنے پتا کا بدلہ لونگا۔ افسوس کھر کے مرنے کے وقت میں نہ تھا۔ نہیں تو یہ مجال نہ تھی۔ کہ تم دونوں زندہ بچ سکتے۔ ہم تمہاری تلاش میں تھے جسطرح شیر ہرن کی تلاش کرتا ہے۔ یہی حال ہمارا تھا۔ آج تم کو مارونگا۔ دل کی تپن بجھاؤنگا۔ سری رامچندر جی نے مسکرا کر جواب دیا۔ کمبخت تو مجھے نہیں جانتا تیرے پتا کا قاتل میں ہی ہوں۔ جس کے ساتھ چودہ ہزار سپاہی تھے۔ وہ سب عدم آباد کو سدھارے۔ تجھے بھی کھر کی خدمت کے لئے بھیجتا ہوں۔ بہادر اپنی بڑائی نہیں کرتے۔ مکراچھ تیر چلانے لگا اور رامچندر بانوں سے کاٹنے لگے۔ دونوں نے خوب خوب تیر اندازی کے جوہر دکھلائے یہاں تک کہ زمین و آسمان پہ تیر ہی تیر نظر آتے تھے۔ جسطرح ٹڈی دل۔ رام بھگوان نے آٹھ بانوں سے سارتھی۔ اور بیس بانوں سے رتھ توڑ ڈالے مکراچھ ترسول لیکر چلا۔ یہ ترسول مہا دیوی کا عطیہ ہے۔ جس کا وار کبھی خالی نہیں جاتا۔ جس وقت مکراچھ ترسول لیکر سری رامچندر جی پہ جھپٹا دیوتوں نے دانتوں تلے انگلی دبائی۔ گھبرا گئے۔ یہ ترسول رامچندر پہ ماریگا۔ اور رامچندر جی موت کے منہ کا نوالہ ہوں گے۔ مکراچھ نے سری بھگوان پہ ترسول سے حملہ کیا۔ مہاراج نے ایک بان سے ترسول کے چار ٹکڑے کر دیئے۔ وہ چاروں ٹکڑے رساتل پہنچے جس سے ہزاروں راچھس خون میں نہا

گئے۔ مکراچھ نے دیکھا کہ ترسول ٹوٹ گیا۔ اور رامچندر جی بچ گئے۔ گھونسا تان کر دوڑا۔ رامچندر جی نے تیر آتشیں سے اس ملعون کو بھسم کر دیا۔ دیوتے خوش ہو گئے۔ بندروں میں جے جے کار کے نعرے بلند ہوئے اور مغلوب فوج راچھس لنکا کیطرف بھاگی۔

سرگ ۷۹

میدان جنگ میں اندر جیت کی آمد

مکراچھ کے مرتے ہی منتشر فوج لنکا پہنچی۔ اور مکراچھ کے مرنے کا حال شاہ راون کو سنایا گیا۔ راون نے اندر جیت کو طلب کیا۔ اور فرمایا کہ بیٹا سوائے تمہارے اور کسی کے سر پر اس فتح کا سہرا نہیں بندھ سکتا تم نے اندر کو جیتنا ہے بڑی بڑی لڑائیاں فتح کیں دیوتے تمہارے نام سے تھر تھراتے ہیں۔ تو کیا آدمیوں اور بندروں پر تمہارے بازو سست ہو گئے نہیں نہیں مجھے امید ہے کہ جسوقت میدان جنگ میں گھوڑے کو دوڑاؤ گے۔ رام و لچھمن کو جیتا پکڑ لوگے۔ بندروں کی حقیقت کیا ہے اندر جیت پتا کے تخت کا طواف کر کے جگیہ شالا میں آیا ہون کرنے لگا۔ سیاہ بکرا جھٹکا دیا۔ اور اگن بکرے کا لہو چاٹ گئی اندر جیت دکشنا اور دان دے کر چار گھوڑے کے رتھ پر سوار ہوا۔ ترکش میں برہماستر کے سوا اس لڑائی میں تیر کا نام بھی نہ تھا۔ ادھر مہاراج کی فوج میں لوگوں کا خیال تھا کہ مکراچھ کے مرنے سے کوئی زبردست راچھس آئیگا اندر جیت قلعہ لنکا سے نکلا اور نظروں سے غائب ہو گیا۔ اپنا راچھسوں سے کہا تھا کہ خبرداری سے ساتھ بانروں سے لڑنا۔ اندر جیت کے غائب ہوتے ہی تاریکی چھا گئی۔ اور آسمان سے تیروں کا مینہ برسنے لگا۔ سری رام لچھمن پر اسی قدر بان مارے کہ تمام بدن پر تیر ہی تیر دکھائی دیتے تھے۔ رام لچھمن کو مطلق پرواہ نہ ہوئی۔ نہ درد ہی محسوس ہوا۔ ہنستے ہوئے آکاش پر بان چلاتے تھے مہاراج کے بان اندر جیت کے جسم میں مس کر کے ترکش میں لوٹ آتے تھے۔ بدن زخم سے مجروح ہو گیا۔ رامچندر کے بان اندر جیت کو زخمی کرتے ہیں۔ وہ لاکھ چاہتا ہے کہ ان بانوں سے بچے۔ ایک مقام سے دوسرے مقام پر ہٹ جاتا ہے۔ رامچندر کے بان پیچھا نہیں چھوڑتے۔ زخمی کرتے ہیں ترکش میں سما جاتے ہیں۔ میگھ ناتھ کا جسم چور چور ہو رہا ہے اور رامچندر بھی زخموں سے چور ہیں۔ اندر جیت نے بندروں کو بھی پائمال کیا۔ لچھمن جی کا غصہ بڑھتا جاتا ہے۔ ضبط نہ ہو سکا رامچندر سے عرض کیا۔ کہ اب کس کا انتظار ہے۔ اجازت دیجئے۔ تو اس ملعون کو جہنم بھیجدوں۔ کل راچھسوں کو برہماستر سے صاف کر دوں۔ سری بھگوان بولے ایک راچھس کے گناہ سے کل راچھس گنہگار نہیں ہوتے۔ کل راچھسوں کا مارنا زیبا نہیں۔ جسطرح بھبھیکن ہمارا بھگت ہے اسی طرح بہت سے راچھس ہماری یاد میں ہر وقت مصروف ہیں اور جو بھاگ گئے ہیں یا گھائل پڑے ہیں ان پر ہاتھ اٹھانا شاستر کے خلاف ہے۔ یہ کہہ کے رامچندر نے خاموشی اختیار کی۔ اتنے میں گواہیمنٹ دیوتا نے آکر بھبھیکن کو جل دیا۔ اور بھبھیکن اسی جل کو رامچندر کے پاس لے گئے۔ عرض کیا۔ کہ یہ جل

گوا ہیمنٹ نے بھیجا ہے۔ عجیب اس جل کا خواص ہے۔ کہ جو چیزیں نظر سے غائب ہیں۔ خواہ وہ سرگ میں ہوں یا پاتال میں جو شخص اس جل کو آنکھ میں لگائیگا۔ آسمان پر زمین کی چیزیں نظر آدیں گی۔ آپ اس کو آنکھ میں لگا کے مخفی چیزوں کا مشاہدہ کیجئے۔ رامچندر نے لچھمن جی سے فرمایا کہ اگر اندرجیت آسمان میں یا پاتال میں مسکن گزیں ہوگا۔ تو میرے بان اسے باندھ لائیں گے۔ سری بھگوان کی آنکھیں سرخ ہو گئیں اور کہا کہ میگھ ناتھ اب جانبر نہیں ہو سکتا۔

سرگ ۸۰

بشرح صدر

اندرجیت سمجھ گیا کہ بیشک اب زندگی دشوار ہے۔ یہ سوچکر لنکا میں واپس آیا۔ دل میں کہہ رہا ہے کہ اس وقت تپ کرتا ہوں تو بندر لنکا میں گھس آئیں گے اور تپ کھنڈن کر دیں گے۔ کچھ سوچ کر اندر دروازے سے پچھم دروازے پر آیا۔ اور سحر سازی سے مایا کی جانکی بنائی۔ انہیں رتھ پر بٹھا کر میدان جنگ میں آیا۔ اندرجیت کے آتے ہی بندروں میں غوغا مچا۔ ہنومان جی نے ایک درخت اکھاڑ لیا اور میگھ ناتھ کے سر پر پہنچ گئے۔ رتھ پر جانکی بیٹھی نظر آئیں۔ میگھ ناتھ بھی پاس بیٹھا تھا۔ ہنومان جی کو تردد نے گھیر لیا۔ اگر اس درخت سے یا پتھر سے مارتا ہوں تو ایسا نہ ہو کہ جانکی جی چوٹ کھا جائیں پھر سوچا کہ یہ درحقیقت جانکی ہیں۔ نیرنگ راکشسوں کا کارخانہ تو نہیں ہے۔ جادو کی جانکی بنی ہوں اور ہمیں مغالطہ میں ڈالا ہو۔ میگھ ناتھ نے جھپٹ کر سیتا کی چوٹی پکڑ لی۔ اور شمشیر برہنہ سے سر کاٹنا چاہا سیتا جی رام رام کہنے لگیں ہنومان کی آنکھوں میں سوتے بے ادبی سے خون اتر آیا۔ للکار کر کہا او ملعون یہ کیا ہے چھوڑ دے جگت ماتا کے ساتھ یہ گستاخیاں۔ ہنومان جی کے ٹپ ٹپ آنسو گر پڑے اور کمبخت ناشدنی جگت جننی کو نہیں پہچانتا۔ عصمت مآب سری رام کی بھارجا ہیں بہادر عورتوں پر ہاتھ نہیں اٹھاتے۔ تو قتل کرنا چاہتا ہے تف ہے تیری زندگی پر اجل تیری ناک میں ہے بہت جلد جہنم واصل ہوگا۔ یہ کہہ کر ہنومان جی میگھ ناتھ کی طرف جھپٹے۔ کہ اس بے ادبی کی سزا دیں۔ میگھ ناتھ نے اس قدر تیر مارے کہ ہنومان تیروں میں چھپ گئے۔ میگھ ناتھ یہ کہہ رہا ہے کہ جس جانکی کی خاطر جھگڑا تھا۔ آج یہ قضیہ چکائے دیتا ہوں۔ جب یہ ہلاک ہو جائیگی رام لچھمن کا مارنا دشوار نہ ہوگا۔ بعد ازاں تمہیں مار کر دل ٹھنڈا کروں گا۔ پھر بھبھیکن کو ماروں گا۔ گو ہمارا یہ قول راسخ ہو سکتا ہے کہ عورت کو مارنا مناسب نہیں دھرم سے بعید ہے جہاں شاستر میں ممانعت ہے وہاں یہ بھی تو لکھا ہے کہ ایسی تدبیریں کرنی چاہئیں۔ جن سے دشمن پائمال ہو۔ یہ کہہ کر شمشیر آبدار سے سیتا کا سر کاٹ لیا اور لاش زمین پر پھینک دی۔ پھر ہنومان کی طرف اشارہ کیا۔ کہ بیکار ہلکان ہوتے ہو جاؤ اور رام لچھمن سے کہہ دو کہ ٹھنڈے

ٹھنڈے اجودھیا واپس جائیں۔ کل قضیے طے ہوگئے سیتا مرگئی۔ بیکار ہاتھ پاؤں ٹھٹھانے سے نتیجہ کیا۔ یہ کہہ کر رتھ پر بیٹھا اور گرجنے لگا۔ بانروں میں سیتا کے مرنے سے عجب طلاطم مچا۔ ہائے وائے کے دلخراش نالے زمین سے آسمان تک پہنچے۔ بانروں میں بھگدڑ پڑ گئی۔ اندر میگھ ناتھ قہقہہ مچانے لگا۔ اسے بہت بڑی خوشی ہوئی۔ خوشی کی وجہ یہ تھی۔ کہ اب وہ فراغت سے جگیہ کریگا۔ کیونکہ یہ لوگ اب بانر سیتا کا ماتم کریں گے۔ تب تک جگیہ پورا ہو جائیگا۔

سرگ ۸۱

اندر جیت جگیہ شالہ میں

ہنومان جی بانروں کا طلاطم دیکھ کر چیخ رہے ہیں۔ بھائیو پریشان کیوں ہو۔ میگھ ناتھ افسوں ساز مشہور ہے لڑائی سے منہ نہ موڑو۔ نتیجہ اچھا پاؤ گے۔ اور خود رفتہ بانر ہنومان جی کی تشفی دینے سے واپس آئے اور پتھروں کے ٹیلے لیکر راکھشسوں پر ٹوٹ پڑے۔ ایک پہاڑی ہنومان جی نے اُکھاڑ لی۔ اور اندر جی پر دے ماری۔ سارتھی نے رتھ ہٹا لیا۔ پہاڑی رتھ توڑتے ہوئے پاتال پہنچی مگر اندر جیت اور سارتھی بچ گئے اور راکھشس البتہ سرمہ ہو گئے۔ بندر پہاڑ اور درختوں کو پھینک رہے ہیں اندر جیت قابو نہ پاکر یہ کہہ کر چلدیا کہ اب لڑنا فضول۔ قضیہ چُک چکا۔ جانکی مرگئی۔ بیکار ہاتھ ٹھکانے سے ٹھٹھانا لاحاصل ہے۔ ہنومان جی نے فوج کی واپسی کا حکم دیا۔ کہ بیکار رزم سے فائدہ کیا۔ جیسا حکم بندگانِ عالی کا ہوگا بجا لائیں گے۔ بادشاہ سگریو جو مصلحت سوچیگا کریں گے۔ غرضیکہ ہنومان جی فوج لئے ہوئے ڈیرے پر آئے اور اندر جیت نکھلا دیوی کے استھان پر پہنچے۔ اور جگیہ کرنے لگے۔ بکروں اور بھینسوں کے خون سے آہوتی دینے لگے۔

سرگ ۸۲

ہنومان جی اور بانروں کے ہاتھ سے جگیہ کی ستیاناسی

سری بھگوان جاموَنت شاہ خرساں سے فرماتے ہیں۔ کہ برابر ہنومان تنہا میگھ ناتھ سے جنگ آزما ہیں۔ کس قدر غوغا ہو رہا ہے اور یہ کچھ اس کے آتشیں تیروں سے کباب ہوئے جاتے ہیں۔ کوئی افسر ہنومان جی کی حفاظت کے لئے پہنچنا چاہیئے۔ اسلئے تمہارا پہنچنا سودمند ہے جاموان نے حکم کی تعمیل کی اور کچھ فوج لیکر میگھ ناتھ کی طرف چلے۔ عین راہ میں ہنومان جی سے ملاقات ہوئی۔ جنگ وجدل کی ساری کیفیت اور سیتا جی کے مرنے کا حال مجملاً بیان کر کے سری حضور کے پاس چلنے کی ٹھہرائی۔ اتنے کہنے گئے کہ بھائی تم یہاں ٹھہرنا۔ ہم ابھی آتے ہیں۔ جیسا ارشاد والا صفات ہوگا ہم سب کاربند ہوں گے۔ استفسار لازمی ہے۔ ہنومان جی سری حضور کے قدمبوس ہوئے اور قتل سیتا

جی کا ماجرا کہہ کر عرض کیا۔ کیا ارشاد ہوتا ہے۔ جیسا حکم ہو عمل میں لائیں۔ سری رام سنتے ہی حیرت و یاس میں ایسے ڈوبے کہ تن و بدن کا ہوش نہ رہا۔ سیتا جی کے مرنے سے تمام اُمیدیں ٹوٹ گئیں۔ چشم پرنم میں آنسو ڈبڈبا آئے اور چیخ مار کر زمین پر گر پڑے۔ اور بیہوش ہو گئے وہ ذات ستودہ صفات عالم الغیب ہے۔ نیک و بد سب اُس پر روشن ہے۔ جامۂ انسانی اور دنیا داری کے لحاظ سے آپ نے ایسا کیا۔ ورنہ وہ تو مایا موہ سے رہت ہے۔ بانروں نے حال پر اضمحلال دیکھ کر منہ پر چھینٹا مارا ناک میں خوشبویات سنگھائیں اور لچھمن جی نے اُٹھ کر چھاتی سے لگا یا۔ سری حضور نے آنکھ کھول دی لچھمن جی سمجھانے لگے۔ واہ منکروں کا قول صادق ہو گیا۔ آپ دھرم وان اور دھرم پالک ہیں۔ جھوٹ سچ آپ پر ظاہر ہے۔ ست اَست کا خیال جاگزیں ہے۔ جب ایسے کردار ہونے لگے۔ تو دھرم کہاں رہا منکروں کے دیدہ باطن پر تاریکی چھائی رہتی ہے۔ جو کچھ دیکھتے ہیں اسی کو ست جانتے ہیں دھرم دھرم پکارتے ہیں مگر دھرم کے پھل کے متعلق نگاہ نہیں رکھتے۔ اگر یہ تصور کیا جائے کہ دھرم عیش و راحت کا مخزن ہے اور ادھرم رنج و غم کا خزانہ ہے تو آپ سا دھرم وان اور راون سا ادھرمی خلق نہیں ہوا دھرم کی وجہ سے آپ کو رنج و مصیبت اُٹھانا پڑیں۔ اور ادھرم کی وجہ راون عیش اُڑا رہا ہے ثابت ہوا کہ دھرم کوئی چیز نہیں اور ادھرم باعث لطف ہے۔ منکروں کا اسی پر دھیان ہے اگر آپ اس وقت سیتا جی کے غم میں آلودہ ہونگے تو اور بھی لوگوں کو مثال مل جاویگی کہ عورت کی محبت میں سری حضور نے جان چھوڑ دی۔ اس لڑائی سے ہاتھ اٹھا کر جنگل میں بسیرا لیا۔ کاروبار سلطنت سے تعلق نہ رکھا کیکئی کو راج دینے کا وعدہ پورا کیا۔ کیسے ادھرم کی بات ہے معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ کے دھرم میں بھی ادھرم نے زور باندھ دیا۔ یہ ضروری ہے کہ جب دھرم کمزور ہو جاتا ہے۔ تب دھرم کا اقتدار بڑھ جاتا ہے۔ سو مہاراج مجھے یقین نہیں ہوتا کہ آپ کے دھرم پر ادھرم سایہ ڈال سکے۔

راجہ دسرتھ ہمارے پتا کا یہ ارادہ تھا کہ آپ کو راج دیں مگر آپ نے کیکئی کے بچن کا خیال کر کے اور پتا جی کے قول پر آنچ آتے دیکھ کر صحرا نوردی اختیار کی۔ پتا جی سرگ لوک پہنچے اور آپ نے دھرم کو نبھایا تو کیا اب دھرم چھوڑ دیا۔ جو آج خلاف معمول ایسی باتیں ظہور میں آتی ہیں۔ ایک بات اور بھی ہے کہ دھرم جب تک نبھ سکتا ہے۔ جب تک مال و متاع اپنے پاس ہے۔ نردھنی دھرم نہیں ہوتا۔ جس کے پاس دولت وہی عقلمند اور ودوان کہلاتا ہے۔ جب مفلس ہو جاتا ہے تو جتنے اوصاف ہیں سب خراب نظر آتے ہیں۔ جس کے پاس دولت ہے وہی دھرماتما ہے۔ اور نردھنی کو لوگ دھرماتما نہیں کہتے۔ اے مہاراج گورو۔ پتا۔ ماتا اور رشی اور پروار کا نرادر کر کے چلے آئے۔ جس کا پھل بھوگنا پڑا ہے۔ مہاراج آپ اس واہمے کو چھوڑ دیں۔ میں اکیلا پرتھی کو راچھسوں سے پاک کر دونگا۔

سرگ ۸۳
جگیہ رد کرنے کیلئے بھبھیکن کی فہمائش

بھبھیکن نے آ کر قدموں پر سر جھکایا اور عرض کی کہ مہاراج آج چہرے پر کدورت زیادہ ہے حسرت برس رہی ہے کیا وقوعہ میں آیا فرمایئے تو میں بھی کہ اس کے دفع کرنے کی تدبیر سوچی جائے لچھمن جی نے کہا کہ ہنومان کی زبانی معلوم ہوا ہے کہ سری سیتا جی قتل کر دی گئیں جب جو سے سنا ہے آپ دم بخت ہو گئے ہیں بھبھیکن بولا شاید ہنومان جی لڑتے لڑتے تھک گئے۔ گھبراہٹ سے ایسا کہہ دیا ہوگا۔ لاکھ کوئی کہے سمندر خشک ہو گیا مگر ہرگز قیاس قبول نہیں کرتا۔ کہ سمندر سوکھا ہو۔ میں راون کے مکر و فریب سے اچھی طرح واقف ہوں اس کی چال ڈھال سے آگاہی رکھتا ہوں۔ سیتا کو راون جان سے زیادہ عزیز رکھتا ہے۔ جب تک اس کی زندگی ہے کوئی شخص سیتا پر نظر نہیں اٹھا سکتا۔ جس وقت میں نے راون سے کہا تھا۔ کہ بانی فساد سیتا جی انہیں بھیج کیوں نہیں دیتے۔ اس نے نہ مانا۔ تو وہ کسطرح سیتا کو مار سکتا ہے۔ اندرجیت نے سیتا کی طلسمی صورت بنائی اور میدان میں لا کر کاٹ دیا۔ تاکہ بندر اندر ہی کچھ عبرت حاصل کریں۔ اس کا منشا یہی ہے کہ کل فوج سیتا کے غم میں محفوظ ہو گی اور میں نکو نبھلا دیوی کے مندر میں جگیہ کروں گا۔ چنانچہ وہ جگیہ شالا میں گیا ہے اب دیر نہ ہونی چاہیئے۔ لچھمن جی فوج لے کر جائیں اور جگیہ کو منتشر کر دیں۔ اگر آج کا جگیہ پورا ہو گیا تو پھر اس کا مارنا بہت دشوار آپ فکر دور کریں نہیں تو جگیہ ختم ہو جائے گا اور وہ نظروں سے اوجھل ہو کر کل فوج کو مار دے گا۔

سرگ ۸۴
جگیہ شالا میں باندروں کے ساتھ ہنومان جی اور لچھمن جی کی روانگی

سری حضور پر افسردگی چھائی ہے۔ نیک و بد سب جانتے ہیں مگر دانستہ جواب دیا تم کیا کہتے ہو سیتا پر ضرور آفت آئی۔ ہم کو اعتبار نہیں آتا۔ بھبھیکن نے پھر سمجھایا نہیں مہاراج میں نے جتنا سنا سب ٹھیک ہے۔ سری حضور کے سر دغ رسانوں نے جو کچھ اظہار کیا وہی ہم نے گذارش کیا ہے جس وقت اندرجیت میدان جنگ سے روپوش ہوا تو سیدھا جگیہ شالا پہنچا۔ جگیہ ہو رہا ہے عنقریب ہے کہ سماپت ہو جائے۔ میں نے جاسوسوں کو بھیج کر خبر منگائی ہے۔ اب دیر نہ کیجیئے لچھمن جی کو جلد روانہ کیجیئے۔ دیر ہونا خوف کا محل ہے۔ برہما اس کو بردان دے چکے ہیں۔ کسی طرح ان کی موت نہ ہوگی جب نکو نبھلا دیوی کے استھان پر جگیہ کر دیگا۔ اور جگیہ پورا نہ ہو سکیگا۔ تو اس وقت اس کی موت ہو گی۔ اور لچھمن جی کے ہاتھوں یہ مردود مارا جائیگا۔ جب اندرجیت ہلاک ہو جائیگا۔ تو راون خود بخود مر

جائیگا۔ راون کی سلطنت کا اسی پر دارومدار ہے۔ بھبھیکن کی باتیں سُنکر سری مہاراج کے نورانی چہرے پر سُرخی دوڑ گئی۔ فرمایا کہ وہ حقیقت وہ میدان جُرأت کا شیر ہے۔ بڑا دلیر ہے مگر وہ افسوں بھی جانتا ہے۔ نظر سے اوجھل ہو کر لڑ سکتا ہے۔ سوائے لچھمن جی کے اس کے مارنے والا میری نگاہ میں نہیں جچتا اس لئے بھائی تم فوج لے کر جاؤ۔ بھبھیکن بھی ساتھ جائینگے۔ لچھمن جی دھنش بان سنبھالتے ہوئے اُٹھ کھڑے ہوئے سری حضور کے قدم چھوئے اور جنگ وجدل کے میدان میں پیادہ پا روانہ ہوئے۔ جلو میں انگد اور ہنومان فوجی دستے لئے ہوئے ہمراہ ہیں۔ مہاراج نے دُعا دی اور لچھمن جی یہ کہہ کر لڑائی میں گئے۔ کہ آج اندرجیت کو ضرور ہی قتل کرونگا۔ بھبھیکن اور لچھمن جی نکو نبھلا دیوی کے استھان کے قریب پہنچ گئے۔

سرگ ۸۵

اندرجیت اور ہنومان جی کی لڑائی

انگلی کے اشارے سے بھبھیکن نکونبھلا دیوی کا مندر دکھا رہے ہیں اور یہ بھی بتایا کہ وہ سامنے میگھ ناتھ پوجن کر رہا ہے۔ لچھمن جی تیر مارنے لگے۔ ریچھ اور بندروں نے پتھر اور درخت اکھاڑ اکھاڑ کر پھینکنا شروع کئے۔ راکھشس بھی ہتھیاروں سے مار دھاڑ کرتے تھے۔ بندروں نے راکھشسوں کو بے دم کر دیا۔ تیر اور ہتھیاروں کی برسات ہو گئی۔ اس قدر تاریکی چھائی کہ ہاتھ کو ہاتھ نہ سوجھتا تھا۔ میگھ ناتھ گھبرا گیا کہ جب راکھشس نہ رہیں گے تو جنگ کرنے سے فائدہ کیا۔ تڑپ کر اُٹھا اور رتھ پر بیٹھ گیا۔ معلوم ہوتا تھا کہ ملک الموت ہاتھ پر تلوار چلا آتا ہے۔ میگھ ناتھ کے آنے سے راکھشسوں کے دل بڑھ گئے۔ اور بندروں میں طلاطم مچ گیا۔ ہنومان جی نے اپنے جسم کو اس قدر طولانی کیا کہ سُرخ رنگ کا پہاڑ آسمان سے باتیں کرتا نظر آنے لگا۔ سینکڑوں راکھشس پاؤں سے روند ڈالے سینکڑوں پیس کر سرمہ کر دیئے۔ ہزاروں پتھر وں کے نیچے دب کر جان بحق ہوئے۔ اندرجیت نے دیکھا کہ اس اکیلے ہنومان نے ہزاروں راکھشسوں کو تو نہس نہس کر دیا۔ کیا تدبیر ہو کہ اس مصیبت سے نجات ملے یہ اکیلا کل راکھشسوں پر بھاری ہے۔ ایک بان چلّے پر چڑھایا غصہ بڑھا اور ہنومان جی کی طرف چھوڑ دیا۔ اس بان کے ہزار بان ہوئے اور ہنومان جی کے جسم میں پیوست ہو گئے۔ راکھشسوں نے بھی شکتی۔ ترسول۔ خنجر۔ گرز ستاں تیر سے ہنومان جی کو زخمی کرنا چاہا۔ ہنومان جی شکل کو حسبِ طرف درخم کئے ہیں۔ ہلا طم پڑ جاتا ہے ہزاروں جھپٹے میں آکر گرتے ہیں ہزاروں ناخنوں اور دانت سے جسم واصل ہوتے ہیں اور ہزاروں ہی کی ٹانگیں چیر کر پھینک دیتے ہیں۔ اندرجیت نے ساتھی سے اشارہ کیا کہ رتھ آگے بڑھاؤ یہیں تو یہ بانر کل راکھشسوں کو زمین میں دبا دیگا۔ ساتھی نے گھوڑوں کی چابک ماری اور رتھ ہنومان جی کے قریب آ گیا۔ اندرجیت نے معمولی اندر شکتی سے حرب کرنا چاہتے اور ہنومان جی ہاتھ پکڑ لیتے ہیں اور لڑکھڑا کر گر پڑتے ہیں۔

ڈالتے ہیں۔ اندرجیت پریشان ہے۔ دانت کھٹے ہو گئے۔ نہ تو کوئی ہتھیار کام کرتا ہے اور نہ تیر۔ ہنومان جی اندرجیت کو مایوس سمجھ کر بولے کیا تمہارے پاس ہتھیار نہیں رہے۔ اگر ہتھیاروں کی کمی ہو۔ اور کچھ زور بازو رکھتے ہو تو آؤ دو چار ہاتھ کشتی کے ہوں۔ اگر میری طاقت سنبھال لے گئے تو سمجھ لوں گا کہ میگھ ناتھ بڑا بلوان ہے۔ راچھسوں میں اس کے برابر کوئی نہیں ہے۔ میگھ ناتھ جنتو بتر اگنی میں مشغول ہے۔ کشتی لڑنے کا ہوا دنہ پڑا۔ ادھر بھبھیکن نے لچھمن جی سے کہا کہ آپ کس موقع کے منتظر ہیں۔ ہنومان اور اندرجیت سے لڑائی ہو رہی ہے۔ یہی موقع ہے آپ جلکر سر اتار لیں۔ لچھمن جی نے دیکھا تو فی الواقع میگھ ناتھ جان پر کھیلے ہوئے ہنومان جی سے رزم آرا ہے۔

سرگ ۸۶

بھبھیکن اور میگھ ناتھ کی گفتگو

لچھمن جی دھنش بان لیکر بھبھیکن کے ساتھ اس مقام پر پہنچے۔ جہاں میگھ ناتھ جگیہ کر رہا تھا۔ بھبھیکن نے کہا کہ اندرجیت جگیہ ختم کر چکا۔ صرف آہوتی باقی ہے۔ جب آہوتی ہوگی جگیہ پورا ہو جائیگا پھر یہ کسی کے مارے نہیں مریگا۔ آپ اس کو بہت جلد قتل کیجئے۔ یہ سنکر لچھمن جی برگد کے درخت کے پاس پہنچے۔ اندرجیت لچھمن کو دیکھتے ہی نیام سے خنجر کھینچ کر لچھمن جی پر جھپٹا۔ لچھمن جی نے آواز دی۔ کہ ہوشیاری سے ہمارے سامنے جنگ آزمائی کر۔ اندرجیت نے جواب دیا لیکن بھبھیکن کو کلام زشت کہہ کر گالیاں دینے لگا کہ اے بڈھے چچا تو نے عبث اپنی زندگی پانی میں گنوائی۔ اپنے بھائی سے کنارہ کش ہوا۔ لنکا کا گھر خاک کر دیا۔ تو ہمارا چچا ہے اور میں تیرا گود کھلایا ہوا لڑکا۔ لڑکے کی جان کا دشمن۔ باپ کو کہیں نہیں دیکھا مگر آج تو میرے خون کا پیاسا نظر آتا ہے۔ تیری عقل زائل ہو گئی۔ ممتا چھوٹ نہیں گئی۔ تیرے خون سفید اسی کو کہتے ہیں۔ ہم تو سمجھتے تھے کہ تو راچھس نہیں ہے۔ مگر اب ظاہر ہوا کہ تو راچھسوں کا بھی باپ ہے۔ راچھس اپنے لڑکے کا خون نہیں گراتے۔ مگر تیری پیاس میرا خون پی کر بھی نہیں بجھیگی۔ افسوس پتا جی کا اور تمہارا جنم ایک ہی پیٹ سے ہوا ہے۔ تم نے پتا کے دشمنوں کا ساتھ دیا۔ اور اپنے پیدا اور کنبے کی برائی چاہی تو کیا جب ہم نیست و نابود ہو جائیں گے تو تجھے آسودگی ہوگی۔ کیا تیرے دل پر رنج و غم کا پہاڑ نہ ٹوٹے گا۔ کیا تجھے رنج نہ ہوگا۔ پنڈت وید وان ہمیشہ تیری مذمت کریں گے کیونکہ تو نے دھرم چھوڑ کر دشمن سے اتحاد بڑھایا۔ بڑے حیف کی بات ہے کہ کہاں تو تم لنکا کے بھائی کہلائے کہاں حریف کی غلامی اختیار کی۔ کیا تیری عقل ماری گئی۔ اپنا اپنا ہی ہوتا ہے۔ لنکا مار لیگا پھر بیاہ کریگا۔ غیر غیر ہی ہیں اپنے مطلب کے یار ہی ہوتے ہیں۔ جب تک مطلب ہے گون کے یار ہیں شہنشاہ کے بھائی ہو کر اپنی عزت گنوا بیٹھے۔ اچھے لوگوں میں بیٹھنے کے لائق نہیں رہے ابھی کچھ نہیں گیا ہے۔ پھر

پچھتاؤ گے اور روؤ گے۔ بھبھیکن کی آنکھیں میگھ ناتھ کی باتوں سے سرخ ہو گئیں۔ کہا بیٹا میرے طریقوں اور عادتوں سے کوئی واقف ہو۔ یہ باتیں جو تم نے کہیں خلاف ہیں۔ میرا جسم راکھشسوں میں ہوا۔ مگر ادھرم سے ہمیشہ بھاگتا رہا۔ انسان کی پانچوں انگلیوں میں درد ہوتا ہے مگر پانچوں انگلیاں برابر نہیں ہوتیں۔ یہی حال راون کا ہے۔ اگرچہ میرا چلن خراب تھا۔ مگر راون کے نزدیک میری محبت یکساں رہی۔ تو گالیاں دیکر دربار سے نہ نکالتے۔ اگر یہ کہا جائے کہ پھر تم نے ایسا کیوں کیا۔ تو یہ سمجھ لو کہ دھرم شاستر کی ہدایت ہے کہ اگر بھائی ادھرمی ہو جائے تو اس سے کنارہ کش ہونا اچھا ہے۔ جسطرح دھوکے سے سانپ ہاتھ میں آ جائے تو اس کو لوگ دور پھینک دیتے ہیں۔ بیٹا شاستر میں یہ تین گناہ بڑے بھاری ہیں جن کا کفارہ نہیں۔ اول پرائی عورت کا پردہ عصمت چاک کرنا۔ دوسرے پرائی دولت چھین لینا۔ تیسرے کسی کو جھوٹ بدنام کرنا۔ یہ تینوں باتیں راون میں موجود ہیں۔ ہمیشہ سے رشیوں کا قاتل رہا۔ دیوتوں سے بگاڑ کیا ہر وقت بادہ نخوت سے مخمور رہتا ہے۔ جو کوئی اس کے ساتھ بھلائی کرے اس کا وہ ہمیشہ دشمن بنا۔ یہ سب باتیں راون میں موجود ہیں تم ہی بھلا بتاؤ۔ ایسا شخص چھوڑنے کے لائق ہے یا نہیں۔ تب بھی میں نے ان باتوں کا کبھی خیال نہیں کیا ہمیشہ خدمت میں مصروف رہا۔ راون نے خود ہمیں نکالا۔ میں تو نشیب و فراز دکھاتا تھا۔ اس نے لات ماری۔ تم نے بھی گالیاں دیں۔ اب جو ہوا سو ہوا۔ رامچندر کا بندہ بیدام ہوں۔ اس دھرم کو نہیں چھوڑ سکتا۔ تم پر بھی تکبر سوار ہے۔ نہ تم رہو گے نہ تمہارے پتا رہیں گے۔ ابھی بچہ ہو تا تجربہ کار ہو۔ حسد کاری چھوڑ دو۔ نیک و بد کا امتیاز رکھو۔ اگر نہیں مانو گے تو کچھ دیر بعد ملک الموت لے جائیں گے اور تم ہمیشہ کے لئے اپنے پتا سے جدا ہو گے۔ اب اس درخت کے نیچے نہیں جا سکتے۔ اور نہ لچھمن جی کے بان تمہیں زندہ چھوڑیں گے۔ بیٹا اگر مرد ہو تو رن میں سورما بیروں کی طرح جان دو۔ ہماری یہی وصیت ہے کہ لچھمن جی کے بانوں سے اگر تمہاری موت ہوئی تو سیدھے بیکنٹھ جاؤ گے۔ ہاں اب مستعد ہو جاؤ۔ اور لچھمن جی سے مقابلہ کرو۔

سرگ ۵

میدان رزم میں لچھمن اور میگھ ناتھ کی گفتگو

اندرجیت نامہربان جی کی باتوں سے منفعل ہوا لچھمن کی طرف نگاہ غیظ سے دیکھنے لگا سوچ رہا ہے کہ آج اس کو مار ہی ڈالوں گا۔ اتنے میں ہنومان جی پہنچ گئے اور سری لچھمن جی کو پشت پر سوار کیا اندرجیت ماسکر آکاش میں ہو رہے۔ ہوا پر قیام ہوا۔ اندرجیت ہنومان جی کی اچھل کود سے سخت پشیمان ہوا۔ دل میں کہتا ہے کہ الامان کیا زور و طاقت ہے۔ کیسی دلیری اور جسارت ہے۔ اندرجیت نے ہانک لگائی کہ خبردار میرے شکار کو کہاں لئے جاتا ہے۔ تیر آہن گداز چرخ چہارم پر بھی پیچھا نہیں چھوڑ سکتے۔ لچھمن جی سے کہہ دو کہ جن جن بانوں کا دفعیہ تم جانتے ہو چھوڑنا

ہوں۔ دیکھیں کیونکر کاٹتے ہو جسطرح آتش سوزاں خرمن اور خس و خاشاک جلا کر خاک کر دیتی
ہے اسی طرح میرے آہن گداز تیر فوج میموں کو خاکستر بنائیں گے۔ یہ وہی بان ہیں جن سے دونو
بھائی مور چھت ہوئے۔ دانستہ کوئی موت کے منہ میں نہیں پڑتا۔ اسلئے بھاگ جاؤ۔ فتح کی اُمید
چھوڑ دو۔ دنیا میں ایسا کون جوانمرد ہے جو میرے جانسوز ناوکوں کی باڑھ سہہ سکے۔ لچھمن جی نے جواب
دیا۔ بیکار لاف زنی کرتا ہے۔ اگر مرد ہے تو حربہ کر کوئی دقیقہ باقی نہ رکھ۔ آج موت کے پنجے سے رہائی
دشوار ہے۔ بہادر اپنی بڑائی آپ نہیں کرتے۔ تو بہادری کا نام ڈبو رہا ہے۔ چوروں کی طرح لڑتا
ہے اگر بہادر ہوتا تو سامنے کی لڑائی لڑتا۔ منہ چھوڑ لڑائی بہادروں کا شیوہ ہے۔ جب میرے اژدر
شگاف تیر لپ لپاتے ہوئے کمان سے نکلتے ہیں تو مارے ڈر کے بھاگ جاتا ہے چھپ کے لڑتا ہے میں
نے تو تیرے بانوں کی آزمائش سہہ لی۔ دیکھنا ہے کہ میرے بانوں کو کسطرح برداشت کر سکتا ہے۔ لچھمن
جی کی باتیں اندرجیت پر آگ کا کام کر گئیں۔ تڑپ کر اُچھلا اور دل دوز تیروں کی باڑھ مارنے لگا مگر
لچھمن پر ایک بان بھی کارگر نہ ہوا۔ آپ کی زرہ اور بکتر کچھ ایسی سخت ہے کہ جتنے تیر اور پر پڑتے کا نسی
کند ہو جاتی۔ زمین پر گر پڑتے۔ اندرجیت اپنی ناکامیابیوں سے جھلا گیا ترکش سے جوشن گداز تیر نکالے
اور سری لچھمن جی پر مارنے لگا۔ ان تیروں سے زخم آ گئے اور خون کے شرارے بہہ نکلے۔ اندرجیت
مقابل آیا اور لاف و گزاف بکنے لگا۔ دیکھو آج یہی تیر تمہاری جان لیں گے انہیں تیروں سے فوج میموں
کا سنہار کروں گا۔ زاغ و زغن بوٹیاں نوچ نوچ کر کھا جاویں گے۔ تمہارا جیتا بھائی رام لاش پر
بیٹھ کر آنسو بہائیگا۔ لچھمن نے جواب دیا باتوں سے مطلب نہیں نکلیگا۔ کچھ زور بازو دکھلا۔ یہ کہہ کر
پانچ بان ایسے مارے کہ اندرجیت کا کوچ پرزے پرزے ہو گیا اور جسم خون میں شرابور۔ اندرجیت
خون بہتے دیکھ کر تاب نہ لا سکا۔ شیر غراں کی طرح بپھر گیا۔ تیر کا جواب تیر سے دے رہا ہے۔ پانچ
تیروں سے لچھمن جی کی زرہ کاٹ ڈالی۔ دونو بہادر میدانِ جرأت کے شیر اپنے اپنے جوہر دکھا رہے ہیں۔
اسی طرح دونو پہلوان دادِ مردانگی دے رہے ہیں۔

سرگ ۸۸

لچھمن جی اور میگھ ناتھ کی تقریر کا سلسلہ

لچھمن جی طیش میں آ کر دھنش ٹنکار رہے ہیں۔ اور میگھ ناتھ بادہ غضب سے مخمور بان چلا
رہا ہے۔ میگھ ناتھ کی جی توڑ لڑائی دیکھ کر بھبھیکن نے لچھمن جی سے اشارہ کیا۔ کہ آپ کھلانا چھوڑ
دیجئے۔ مردود نے بہت دق کیا۔ فوج پریشان ہے۔ جہنم واصل کیجئے۔ لچھمن جی نے اژدر شگاف
تیروں سے اس ملعون کا جسم چھلنی کر دیا۔ لپ لپاتے تیر میگھ ناتھ کے جسم میں پیوست ہوتے

جلاتے ہیں اور زخمی کر کے سید ھے پاتال کو پہنچتے ہیں۔ اندرجیت کی آنکھوں میں اندھیرا چھا گیا۔ کچھ دیر غشی طاری رہی۔ اندرجیت غصے سے کانپنے لگا اور لچھمن جی سے درشت بیانی کرنے لگا۔ کیا تم بھول گئے ہو یہ بان ہیں جنھوں نے تمام فوج کو مار گرایا تھا۔ اور تم دونو بھائی مورچھت ہو کر زمین پر گر پڑے تھے۔ یہ کہہ کر پھر ایک تمازت شگاف تیر چھوڑا۔ مگر اس نے بھی خطا کی ادھر سے لچھمن جی نے وار کیا۔ تیر طاقتور بازوؤں سے نکل کر خاکی جسموں کو خاک میں ملانے لگے۔ لاش پر لاش گرنے لگی۔ وہ خون جس کا ایک قطرہ باعث زندگی ہے اور جو بہت سی غذا مل کر بنتا ہے اور وہ خون جس کو حکما روح انسانی مانتے ہیں پانی کی طرح نشیب و فراز کو طے کرتا ہوا ندی کی صورت میں بہنے لگا۔ جنگجو میگھ ناتھ اور بہادر لچھمن غیرت کے جوش میں انتہا سے زیادہ جان بازی دکھلانے لگے غرض سخت خونریز مقابلہ ہوا ہزاروں کھیت رہے۔ میگھ ناتھ ہونٹ چباتا ہوا سری لچھمن پر جھپٹا۔ سات تیر لچھمن پر اور دس تیر بھبھیکن پر سر کئے۔ اور دس بانوں سے ہنومان کو زخمی کیا۔ اپنی دھن کا پکا میگھ ناتھ سوچتا تھا کہ بھبھیکن کو آج ذبح کر دوں۔ لچھمن جی نے ہنس کر وہ بان کاٹ گرائے فرمایا کیا طفل مکتب کی طرح بان چلاتا ہے۔ مردانہ وار کمان ہاتھ میں لے اور وار کر۔ لچھمن جی نے دو چار تیروں سے میگھ ناتھ کی زرہ ٹکڑے ٹکڑے کر دی۔ تمام جسم چھلنی کی طرح سوراخ دار ہو گیا۔ اندرجیت جان پر کھیل گیا۔ سمجھتا تھا کہ حریف زبردست ہے۔ زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھا یکدم سے ہزار بان مار دیئے۔ لچھمن جی کی بھی زرہ چور چور ہو گئی۔ دونو بہادر خون سے تر بتر ہو رہے ہیں مگر لڑائی سے منہ نہیں موڑتے۔ استراحت درکنار دم لینا بھی مردانگی سے بعید سمجھتے ہیں۔ پسینہ بہہ رہا ہے گویا کوہسار تمازت آفتاب سے پسیج اٹھا یا۔ کالی گھٹاؤں سے بوندیں پڑ رہی ہیں۔ ایک دوسرے کے تیروں کی رگڑ سے آگ کے شرارے نکل رہے ہیں۔ بعض تیر آپس میں رگڑ کر گرتے اور جل کر خاک ہوتے جاتے تھے۔ جلنے بجھنے تیروں کا انبار لگ گیا۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ کوئی پہاڑ زمین توڑ کر اُبل پڑا ہے لچھمن جی کے نعروں سے راکھشسوں کے کلیجے دہل جاتے تھے۔ اسی طرح میگھ ناتھ کی چیخ سے فوج میمون سراسیمہ و مضطرب منتشر ہوتی تھی۔ دیکھنے والوں کے رونگٹے کھڑے ہوتے تھے۔ اس قدر خونریزی ہوئی کہ کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ راکھشس علم سحر سے آسمان پر منڈلا رہے ہیں اور بندر اور ریچھوں پر تیر برسا رہے ہیں ہزاروں بانر ریچھوں سے کھیت ہو کر دوسرے ممالک میں پہنچے۔ لچھمن اور میگھ ناتھ دونو زخم دار سور بیر اور پلاس کے درخت کی طرح پھولوں سے لدے ہوئے نظر آتے ہیں دونو بہادر دونو تلوار کے دھنی نہ اس کو فتح نہ اس کو ظفر۔ جنگ کیا تھی۔ کھیل تھا۔ بھبھیکن دیکھ کر گھبرا اٹھے اور خود لچھمن کے آگے جا کر میگھ ناتھ سے پیکار پر آمادہ ہوئے ۔

سرگ ٨٩

بھبھیکن جی کا میگھ ناتھ سے مقابلہ

بھبھیکن نے تلوار اُتاری اور ترکش سے تیر نکالکر چلّے پر جوڑا۔ اور فوج مخالف پر وار کیا ایک کے دو۔ دو کے چار۔ چار کے آٹھ۔ اسی طرح اس بان کے ہزار تیر ہوئے بہادروں کے گلے میں تیر تیر اندر ہو گئے صفیں الٹ گئیں کچھ دیر لچھمن جی نے دم لیا۔ بھبھیکن جی توڑ کر مخالف سے آمادہ پیکار ہیں۔ خنجر آبدار سینکڑوں کے مقابلے کر رہا ہے بڑے بڑے سورماؤں کو خنجر آبدار کی چاشنی چکھنی پڑی۔ موت دامن پھیلائے روحوں کو لپیٹ رہی ہے۔ راچھس گھبرا گئے کچھ بھاگے کچھ چھپ گئے۔ بھبھیکن کو گھیر لیا۔ بھبھیکن پر نازک وقت دیکھ کر بندروں میں ہم چیخ مچی۔ کلکلا کر دوڑ پڑے اور راچھسوں کو مسکر گرا دیا۔ بھبھیکن بندروں سے مخاطب ہوئے بہادرو سر بکف ہو کر لڑو۔ بڑے بڑے بلی راچھس پیوند خاک ہو گئے وہ فیل مست جو کمبھ کرن کے نام سے موسوم تھا لقمۂ اجل ہوا۔ کونبھ نکونبھ مارے گئے۔ انتک دیو انتک سے بہادروں کا خون زمین چاٹ گئی اب صرف میگھ ناتھ باقی ہے یہ بھی جم لوک جانے والا ہے اس خیال کو دل میں راہ نہ دو کہ راچھس موردچھ کی طرح پھیلے ہوئے ہیں۔ کروڑہا راچھس ہلاک ہو چکے۔ لاکھوں کی نوبت باقی ہے یہ بھی سری رام کے آفتاب اقبال کی دہکتی ہوئی آگ میں جل جائیں گے۔ جی اوچھا نہ کرو۔ میگھ ناتھ کے مرتے ہی پالا ہاتھ آئیگا۔ فقط بدمست راون باقی ہے۔ وہ بھی قتل ہوگا میں بھی لڑ سکتا ہوں لیکن صرف اتنا خیال ہے کہ اگر میں نے مارا تو کلنک لگیگا میگھ ناتھ سامنے آتا ہے تو جذب دل سے آنسو نکل پڑتے ہیں جوش خون اُمڈ آتا ہے تم جی چھوٹا مت کرو۔ ایک دل ہو کر لڑو۔ بھبھیکن کی باتیں سُنکر بندروں نے درخت اور پتھر لے کر حملہ کیا کوئی ناخن اور دانت سے کاٹتا ہے کوئی راچھسوں کا گلہ دبا کر جان نکالتا ہے راچھس بھی للکارتے ہوئے ہتھیاروں سے جنگ کرتے ہیں فی الحقیقت یہ لڑائی دیوا سر کے سنگرام سے کم نہ تھی ہنومان جی نے خیال کیا کہ دم لینے کا موقعہ ہے۔ بندروں اور راچھسوں سے مڈبھیڑ ہے۔ لچھمن جی کو کندھے پر سے اُتارا۔ اور خود بڑے بڑے پتھر لیکر راچھسوں کو پائمال کرنے لگے۔ ایک ایک پتھر کے نیچے ہزار ہزار راچھس دب کر دم توڑتے ہیں۔ غضب کی خونریزی ہوئی۔ اندرجیت نے سری لچھمن کی طرف ہاتھ بڑھایا اور لچھمن جی نے دیکھا کہ اندرجیت سامنے آ گیا۔ ہنومان جی پاس آ گئے اور لچھمن جی کو کندھے پر چڑھا لیا۔ لچھمن جی نے دھنش بان سنبھالا اور فوج کی کاٹ چھانٹ شروع ہوئی۔ اس قدر بان پڑے کہ بانوں کا کوٹ ہو گیا۔ جب بان اس قدر جمع ہو جاتے تو وہ نو بہادر اگن بان سے اس کوٹ کو بھسم کر دیتے۔ دیوتے آکاش سے نظارہ دیکھ رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ دیکھیں کس کی جیت ہوتی ہے۔ تا بکے

چھپائی ہے۔ بان اِس قدر بلند پروازی کرتے تھے کہ حدودِ آفتاب تک پہنچنے میں کسی طرح اشتباہ نہ تھا۔ خون کی ندیاں بہہ رہی ہیں۔ لاشوں کی بوٹیاں نوچ نوچ کر سیار اور گدھ کھا رہے ہیں۔ ہوا سے افشاں ہے رشی اور دیوتا تراہ تراہ کرتے ہیں۔ پورا نظارہ قیامت کا تھا۔ یہاں کی گرمی سے دیوتا بھی زمین پر دھم دھم گرنے لگے۔ لچھمن جی نے میگھ ناتھ کے جگر خراش ناوکوں کی قوت دیکھ کر سوچا کہ یہ مردود آج قیامت کئے دیتا ہے جب تک اس کا سر اُتار نہ جائیگا۔ فوج میں ایک متنفس نہ بچیگا۔ اِسلئے پہلے اِس کے گھوڑے ہلاک ہوں جب پیدل ہوگا پھر اس کا مارنا دشوار نہیں یہ خیال کرکے چار بان سے چاروں گھوڑے گرا دیئے۔ اور ایک بان سے سارتھی کا سر تراش لیا۔ سارتھی کے مرنے سے میگھ ناتھ نے اس قدر بان مارے کہ لچھمن جی کے سامنے تیروں کی ٹٹیاں لگ گئیں۔ اس نے بڑا کمال کیا کہ جب تک لچھمن جی ان ٹٹیوں کو دفع کریں تب تک اِس نے دوسرے گھوڑے رتھ پر جوت لئے۔ اور خود رتھ ہانکنے لگا۔ واہ رے دلاوری کہ ایک ہاتھ سے رتھ ہانکتا ہے اور دوسرے ہاتھ سے ہتھیار چلاتا یا بان مارتا ہے جو لوگ معرکہ جدال وقتال کے ماہر تھے میگھ ناتھ کی تعریف کرنے لگے میگھ ناتھ کے خیال میں یہ بات آئی کہ سارتھی مرگیا اور ترکش میں تھوڑے سے تیر رہ گئے۔ مگر جھوٹ ہاتھ سے نہ گئی۔ بدستور سرگرم لڑائی ہے۔ ایک بان انداز سے تول تول کر مارتا ہے۔ سرجب۔ گندھ مادن۔ نل۔ نیل۔ میگھ ناتھ کی حسارت سے متفکر ہوئے غول باندھ کر گھوڑوں کی پیٹھ پر کود کود کر چڑھ گئے اور لات گھونسوں سے گھوڑوں کو بے دم کر دیا۔ گھوڑوں کو مار کر رتھ پر پہنچے۔ رتھ چور چور ہو گیا۔ میگھ ناتھ آتش غضب سے جل مرا۔ خنجر آبدار کھینچ کر دوڑا دس پانچ کام آئے باقی سری لچھمن جی کی خدمت میں استادہ ہوتے ناچار جان سے بیزار میگھ ناتھ کٹکٹاتا ہوا لچھمن جی پہ تیر افشانی کرنے لگا۔ لچھمن جی بانوں کو روکتے رہے۔

سرگ ۹۰

لچھمن جی کے ہاتھوں اندرجیت کی ہلاکت

اندرجیت تیر برساتا ہوا فوج میموں کا ستھراؤ کر رہا ہے لچھمن جی بانوں کو کاٹ رہے ہیں میدان رزم بھوجوں کا اکھاڑہ ہو رہا ہے جنوں کی طرح بندر اور راچھس بھڑ رہے ہیں تاریکی چھائی ہوئی ہے اور رات بھی ہو گئی تھی۔ میگھ ناتھ نامی سرداروں سے یہ کہہ کر لنکا چلتا ہوا کہ فوج کی دیکھ بھال کرنا۔ سمینہ میسرہ پہ نگاہ رکھنا۔ میں جاتا ہوں اور دوسرے رتھ پر سوار ہو کر ابھی آتا ہوں بندروں پہ یہ راز افشاں نہ ہو۔ کہ میگھ ناتھ رن بھومی سے چلا گیا ادھر ہنومان لچھمن جی کے واسطے دوسری زرہ لینے کی غرض سے سری رام کے پاس پہنچے۔ کوچ اٹھایا اور لچھمن جی کو پہنایا۔ میگھ ناتھ بھی رتھ پر سوار مقابلے پر آگیا مگر فوج لیتا آیا۔ اب کی دفعہ مصمم ارادہ ہے کہ سب سے پہلے بھبھیکن سے قصاص لیا

جائے ابھی کے خون سے زمین رنگ دوں۔ لچھمن جی سوچ رہے ہیں کہ یہ راچھس بڑا زبردست ہے۔ کون تدبیر ہو جو اس کی جان نکلے اندرجیت نے تیروں سے بھبھیکن کو چھپا لیا۔ لچھمن جی نے بھبھیکن پر یہ مصیبت دیکھ کر وہ بان کاٹ دیئے اور ایک تیر آہن شگاف سے اندرجیت کا دھنش توڑ ڈالا۔ اندرجیت دوسرا دھنش اٹھا کر چاہتا تھا کہ لچھمن پر وار کرے لچھمن جی نے دوسرا دھنش بھی کاٹ دیا اور پانچ بان لپ لپاتے ہوئے ایسے مارے کہ اندرجیت کے بدن میں پیوست ہوتے ہوئے پاتال پہنچے۔ اب تیسرا دھنش اندرجیت نے اٹھایا اور لچھمن جی پر بانوں کی برسات کر دی۔ سارا جسم زخموں سے چور ہو گیا لوگوں کے چہروں پر مردنی چھا گئی لچھمن بانوں کو کاٹ رہے ہیں اور ایک بان سے تین راچھس ہلاک ہو رہے ہیں ایک بان سے سارتھی کا سر کاٹ لیا۔ گھوڑے بے سارتھی ہو کر دوڑنے لگے میگھ ناتھ طیش سے بل کھا کر آتش بار اور خونخوار بان لچھمن کی طرف پھینکے۔ وہ بان اژدر کی طرح لپ لپ کرتے ہوئے لچھمن جی کے کوچ پر ٹکر لیتے اور ٹھوکر کھا کر گر پڑے میگھ ناتھ نے دیکھا کہ اس کوچ پر ہمارے تیر سرایت نہیں کرتے منفعل ہو کر تین بان پیشانی پر مار دیئے۔ وہ تینوں بان پیشانی میں آدھے پیوست ہو گئے۔ لچھمن جی نے کچھ پرواہ نہ کی۔ تینوں بان کھینچ کر پھینک دیئے پانچ جوشن شگاف تیروں سے میگھ ناتھ کے مکٹ اور کنڈل گرا دیئے۔ دونوں دلاور بحر قدرت ہیں مگر ذرا بھی پرواہ نہیں کرتے اندرجیت لچھمن سے منہ پھیر کر بھبھیکن کی طرف جھکا اور تینوں بانوں سے بھبھیکن کو اور ایک بان سے جنبعل کو تہ و بالا کیا بھبھیکن کو غصہ آ گیا اور گدا اٹھا کر رتھ کے گھوڑوں کو مار گرایا۔ اندرجیت نے برہماستر نکالا چاہتا تھا کہ بھبھیکن کو خاک میں ملا دوں۔ لچھمن تاڑ گئے کہ اس شکتی سے بھبھیکن کی جان نہ بچے گی دس بانوں سے شکتی کے دس ٹکڑے کئے بھبھیکن نے بھی پانچ بان اندرجیت کے سینے پر ایسے مارے کہ میگھ ناتھ کے سینے میں پیوست ہو کر وار پار ہو گئے اندرجیت آگ ہو گیا ایک تیر آتش جو جمراج سے چھینا تھا بھبھیکن پر بڑے زور سے مار دیا۔ لچھمن جی نے اس بان کے بھی ٹکڑے کئے اندرجیت نے کوبیر سے جو بان حاصل کیا تھا چلایا۔ لچھمن نے اسے بھی کاٹ گرایا۔ عجیب خونریزی تھی کبھی لچھمن پسپا ہوتے۔ میگھ ناتھ زبردست رہتا کبھی میگھ ناتھ مغلوب لچھمن غالب۔ لچھمن نے وارن استر مارا میگھ ناتھ نے رودر استر سے بہا دیا اور آتشی بان چھوڑ دیا۔ لچھمن جی کے سورج استر سے آتشی بان کافور ہو گیا میگھ ناتھ کی ایک نہیں چلتی۔ ہر بان کا جواب ملتا ہے۔ میگھ ناتھ نے جھلا کر اسر بان مارا بان چھوٹتے ہی گدھ، گرگٹ، بچھو، تومر اور شکتی کی برسات ہوتی لچھمن جی نے مہادیو شستر چلے پر چڑھایا اور منتر پڑھ کے اسر بان کو دفع کر دیا۔ میگھ ناتھ یکا یک اچکا اور آکاش میں دو چاند تاروں کو دھر گھسیٹا۔ کچھ بھاگے اور کچھ الامان الامان کہہ کر زمین پر گر پڑے اور لچھمن جی کی منت و سماجت کرنے لگے کہ اب تو اس موذی کے جنگ سے عاجز ہیں دم کر دیا ہے کیا دھرا ہے خلقت پریشان ہے لچھمن جی مسکرائے فرمایا ایسا ہی ہوگا آج ہی

ملعون مارا جائیگا۔ کچھ دیو نے اور رشی۔ گندھرب اور ناگ اندر کی شرن پہنچے۔ وہاں بھی اِس قسم کی گفتگو ہو رہی ہے۔ اندر بھی سخت عجیب ہیں سوچ رہے ہیں کہ لچھمن جی عبث دیر کر رہے ہیں۔ میگھ ناتھ کو کیوں نہیں قتل کرتے۔ دیوتوں کی روح پر بنی ہے ادھر لچھمن جی ایک تیر آتشیں نکالا چاہتے تھے کہ چلے پر چڑھائیں اندر نے پکارا۔ مگر اِس بان سے کچھ نہ ہوگا۔ اگست نے جو بشنو استر دیا ہے اسے استعمال کیجئے۔ وہ بان رائیگاں ہونے والا نہیں۔ بغیر سر تراشے واپس نہ آئیگا۔ اس بان کا دفعیہ بھی نہیں۔ لچھمن جی نے بشنو استر نکالا اور یہ کہہ کر میگھ ناتھ پر مار دیا۔ اگر میں سری رام کا داس اور اندر جیت ہوں۔ تو یہ بان نشپھل نہ ہوگا۔ بان کمان سے نکل مثل شعلہ جوالا بھڑکا۔ اور جاتے ہی گلا تراش لیا۔ سر تن سے الگ ہوا۔ دھڑ زمین پر لوٹتا نظر آیا۔ روح قفس عنصری سے پرواز کرکے جہنم واصل ہوئی۔ ادھر انگد مرداز وار فوج عدو کا شکار کر رہا ہے ایک ایک طمانچے سے سینکڑوں کے سر الگ ہوتے تھے۔ بہت سے زخمی ہو کر گرے مگر مار خور راچھس پھر سنبھلے اور چستی کے ساتھ حملہ آور ہوئے اب کی دفعہ انگد کا گرز گر انبار پہلے سے زیادہ صفائی دکھانے لگا۔ غنیم کے نرغے میں اکیلا جوان جس استقلال اور بے پروائی سے لڑ رہا تھا وہ ایک قابل دید اور لائق تحسین امر ہوا تھا۔ اِس جرأت کو دیکھ کر دشمن کے سپاہی ٹھٹھک گئے۔ اور پھر قریب آنے کی جرأت نہ ہوئی۔ ادھر میگھ ناتھ کے گرنے کی خبر پہنچی۔ فوج میں کھلبلی پڑ گیا۔ بے دل ہو کر بھاگی۔ جدھر سینگ سماتا ہے بھاگتے جاتے ہیں۔ کوئی پہاڑوں کی کندراؤں میں روپوش ہوا کسی نے درخت پر چڑھ کر جان بچائی اور کچھ سر پر پاؤں رکھ کر قلعہ میں پہنچے۔ ہزاروں راچھس سمندر میں ڈوب مرے۔ دیوتوں نے خوشی کے شادیانے بجوائے بندروں نے راگ گائے۔ بھبھیکن پھولا جامے میں نہ سماتا تھا۔ جاموبنت نے لچھمن کے بان کو سراہا۔ غرضیکہ ہر شخص میگھ ناتھ کے مرنے سے خوش تھا۔ کامیابی کی جھلک نظر آتی تھی۔ سمجھتے تھے کہ اب لنکا فتح ہو جائیگی۔ صرف راون رہ گیا ہے اِس سے سمجھ لیں گے۔

سرگ ۹۱

سری رامچندر جی کی زبان مبارک سے لچھمن جی کے استقلال اور ہمت کی تعریف

لچھمن جی درد سے بے چین ہیں۔ زخم آئے ہیں۔ خون بہہ رہا ہے پھر بھی اندرجیت کو دھنت قضا کے سپرد کرکے رامچندر جی کی خدمت میں حاضر ہونے کا ارادہ کیا۔ قدم سے چلا نہیں جاتا بھبھیکن اور ہنومان کے کاندھوں پر ہاتھ رکھ کر سری بھگوان کے قدمبوس ہوئے۔ دل بڑھا ہوا ہے چہرے پر سرخی نمایاں ہے مہاراج کے قدم چومے اور عرض کی۔ کہ حضور کے اقبال جہاں تاب کی بدولت اس راچھس پر فتح پائی ہے۔ کہ جس کے نام سے دیوتے۔ گندھرب تھر تھر کانپ رہے تھے۔ اتنا کہنے ہی غشی طاری ہوئی۔ رامچندر نے بھبھیکن پر نگاہ ڈالی اور بھبھیکن نے اندرجیت کا سر رامچندر جی کے

سامنے رکھ دیا۔ رامچندر دیکھ کر خوش ہوئے۔ اور لچھمن جی کے جسم پر ہاتھ پھیر کر فرمایا کہ واقعی تم نے وہ کام کیا جو فرشتوں سے بھی نہ ہوتا۔ اندرجیت کے مرنے سے اُمید بندھتی ہے کہ لنکا فتح ہو جائیگی۔ لچھمن بیہوش ہیں سری بھگوان سمجھے کہ تین شبانہ روز لڑائی رہی۔ تب یہ کار فرما گیا۔ شاید لچھمن جی شرما گئے اسی لئے نہیں بولتے سری بھگوان لچھمن جی پہ ہاتھ پھیر رہے ہیں۔ ہاتھ خون سے تر ہو گیا۔ زرہ اُتاری۔ تو بدن زخموں سے چور نظر آیا۔ مہاراج کے آنسو گر پڑے۔ لچھمن جی کو چھاتی سے لگایا۔ بھبھیکن ہنومان جی کی طرف دیکھ کر بولے تم نے واقعی ہماری عزت رکھ لی۔ تمہاری وجہ سے لچھمن جی نے اندرجیت کو مارا ہے۔ اب راون بھی مارا جائیگا۔ اور میں ظفریاب ہوں گا۔ تمہاری تعریف نہیں کر سکتا۔ نہ اس کا معاوضہ دے سکتا ہوں۔ اگر یہ خیال کیا جائے کہ راون کے پاس لاانتہا فوج ہے۔ ایک سے ایک بڑھ کر دلاور ہیں۔ تو ان کا مارنا بھی دشوار نہیں۔ کل فوج میگھ ناتھ کے بھروسے پر لڑتی تھی۔ اور لنکا کا راج بھی اسی کے دستِ قدرت سے بچا تھا۔ راون کے مرنے میں شک کیا ہے۔ اس کا زبردست لڑکا اندرجیت لقمۂ قضا ہوا۔ اس سے راون کا دل خستہ ہو گیا ہو گا۔ سری مہاراج یہ باتیں کر رہے ہیں اور اب تک لچھمن جی بیہوشی سے نہ چھوٹے۔ سکھین نے فرمایا کہ کوئی تدبیر ایسی کرو کہ زخم مندمل ہوں اور لچھمن جی درد سے نجات پائیں آنکھیں کھولیں اور میری فکر رفع ہو۔ بلکہ جس قدر ہماری فوج مر چکی ہے ان کو بھی کوئی بوٹی کھلاؤ کہ زندہ ہو جائیں۔ انہوں نے لچھمن جی کو اشدھی سنگھائی۔ یہ اوشدھی وہی تھی کہ جب ہنومان جی پہاڑ اکھاڑ کر لائے تھے انہوں نے تھوڑی سی رکھ لی تھی۔ اوشدھی سونگھتے ہی لچھمن جی کی آنکھیں کھل گئیں۔ غشی دور ہوئی اور مجروح بند رپھی چاق چوبند ہو گئے مردے بھی جی اُٹھے۔ اس قدر خوشی ہوئی کہ گویا سیتا مل گئیں اور لنکا فتح ہوئی۔

سرگ ۹۲

اندرجیت کی موت سے لنکا میں کہرام

مفرور راچھس لنکا پہنچے اور میگھ ناتھ کے مرنے کی خبر راون کو سنائی۔ اے شاہ دیا دان بھبھیکن کی حمایت سے یہ دن دیکھنا پڑا۔ کہ لنکا کا چراغ گل ہو گیا۔ وہ بازو کہ جس سے دیوتا کانپتے تھے میدان میں کٹے پڑے ہیں۔ وہ جسم جو جواہر نگار مسہری پہ سوتا تھا۔ خون میں تر آلود میدان میں غلطاں ہے۔ لچھمن جی کے بانوں نے یہ مہلک نظارہ ہمارے سامنے پیش کر دیا۔ ہم نے سینہ سپر ہو کر جان بچائی مگر بے سود ہوا۔ لچھمن جی کے آگے پیش نہ گئی۔ ہمت خاک میں ملی۔ جرأت روپوش ہوئی استقلال جاتا رہا۔ اور موت سامنے کھڑی ہو گئی۔ راون سنتے ہی سرنگوں ہوا۔ کلیجہ پھٹ گیا اور بیہوش ہو کر زمین پر گرا۔ کچھ دیر بعد آنکھ کھولی۔ ہائے بیٹا ہائے بیٹا کہہ کر رونے لگا۔ ارے بیٹا

تو نے اندر کو جیتنا۔ تیرے بان مندراچل پربت کو توڑنے والے تھے۔ تجھ سے کون مقابلہ کر سکتا تھا افسوس لچھمن کے بانوں کی روک نہ ہو سکی۔ حیرت ہے تیرا بجر سا بدن لچھمن کے تیروں سے کیونکر گھائل ہوا۔ میں سمجھتا تھا کہ موت بھی تم سے کانپتی ہے۔ مگر اب یہ خیال غلط نکلا۔ دنیا میں جو ہے فانی ہے۔ ایک دن سب کا ناش ہوگا۔ بیٹا تم نے ہمارے واسطے جان دی۔ ہم سے دامن چھڑا کر سرگ لوک پہنچے۔ دیوتا خوشیاں منائیں گے کانٹا نکل گیا۔ چین کریں گے۔ آہ ہمارے خیالوں نے دھوکا کھایا۔ ابھی تک جانتا تھا کہ تینوں لوک میرے زیر ہیں۔ ہفت اقلیم سونی ہو گئی۔ کون راج کریگا۔ بیٹا ایسا وسیع راج چھوڑ کر ماتا اور استری کو چھوڑ کر کہاں گئے۔ ہماری آرزوئیں خاک میں ملیں۔ میں جانتا تھا۔ کہ بعد میرے ہمارا شترو ودھ کرو گے الٹی گنگا بہائی ہمیں تمہارا مرتک کرم کرنا پڑا۔ پھر سوچا یہ سب امور سیتا کی بدولت پیش آئے اس کو قتل کرنا چاہیئے۔ راون میگھ ناتھ کے افسوس میں کف افسوس مل رہا ہے۔ سرداران نامی ڈر سے سر جھکائے کانپ رہے ہیں۔ کہ شاید راون یہ نہ سمجھے کہ ہمارے لڑکے قتل کرا کے میدان سے بھاگ آئے۔ راون سخت عجیب ہے کہ ایک ہزار برس کی تپسیا ہماری غارت ہو گئی۔ عجب انقلاب ہے تپسیا کی بدولت تینوں لوک میں سکہ بیٹھ گیا تھا۔ سارا برہمانڈ قبضے میں تھا۔ دیوتے در پر جبہ سائی کرتے تھے۔ برہما دست نگر تھے۔ کسی سردار اور امر سے ڈر نہ تھا۔ یہ خیالات دل میں گونج رہے تھے کہ شتا لنکا زمین سے اٹھا۔ کوچ اندر دھنش جو برہما کا دیا ہوا تھا پہنا اور یہ خیال کر کے کہ اکیلا رامچندر کو مار ڈالوں گا رتھ پر سوار ہوا۔ پہلے سیتا کو مارنے کیلئے اشوک باٹکا کی طرف گھوڑوں کی باگ موڑی۔ اس نے سمجھ لیا کہ جانکی جی کے پتی برت دھرم سے رامچندر کا اقبال ترقی کر رہا ہے۔ اور اسی سے وہ مارے نہیں جاتے۔ آخر کار مرنا ہے اس سے جانکی کو صاف نہ کر دوں۔ یہ سوچ کر خنجر آبدار میان سے کھینچ لیا اور جانکی جی پر ہاتھ صاف کرنے کی غرض سے بڑھا۔ عقلمند وزیر سمجھاتے تھے مگر راون نہیں مانتا تھا۔ جانکی جی نے دیکھا کہ یہ دیو غصے سے از خود رفتہ ہو گیا ہے۔ بے شک جان نہ چھوڑے گا رونے لگیں۔ ارے کمبخت ہمیں اناتھ سمجھ کے تلوار دکھاتا ہے مار کیوں نہیں ڈالتا۔ مگر تو تو علم شاستر کا دھنی ہے۔ راج نیت جانتا ہے عورت پر ہاتھ اٹھانا کہاں لکھا ہے۔ کہنے کو تو یہ کہہ دیا مگر دانتوں تلے انگلی دبائی۔ ایسا نہ ہو مجھے چھوڑ دے۔ جیتی رہ کر کیا کروں گی۔ یہ جائیگا اور رام لچھمن پر تیغ براں سے حملہ کریگا نہ جانے کیا ہو۔ یہ مرے یا رام لچھمن سرگباش ہوں یہ بھی نہیں معلوم۔ اس وقت کہاں سے آتا ہے ایسا تو نہیں کہ رام و لچھمن تیغ گلوسوز کی نذر ہو چکے ہوں۔ ہائے میں نے کیا کیا۔ ہنومان جی کا کہنا نہ مانا۔ وہ کہتے تھے کہ ہماری پیٹھ پر بیٹھ کر چلو۔ میں نے انکار کیا۔ سیتا جی زار زار رو رہی ہیں۔ اور راون شمشیر برہنہ کھڑا ہے۔ اتنے میں سوپارکھ راچھس نے راون کے ہاتھ سے تلوار لے لی۔ اور سامنے اپنی گردن جھکا دی کہ لیجئے گلہ حاضر ہے مگر بے جرم عورت پر ہاتھ اٹھانا دھرم میں بٹہ لگانا ہے۔ غصہ تھوک دیجئے

اور دھرم شاستر کی ہدایت پر چلئے۔ راون سمجھ گیا کہ عورت کا مارنا بڑا پاپ ہے۔ کہا خیر تم لوگ کرشن پکش کی چترد شی کو چلو اور میں اماوس کو مخالفوں سے عوض لوں گا۔

سرگ ۹۳

راچھسوں کی فوج سے بندروں کا مقابلہ

رات کا وقت ہے شاہ راون متفکر تخت زریں پہ بیٹھا ہوا ایک ایک کا منہ تک رہا ہے۔ اراکین سلطنت دم بخود سادہ ہیں۔ سب پہ مہر سکوت لگی ہوئی ہے۔ مجال نہیں کہ کوئی سانس لے سکے آخر راون نے قفل خاموشی توڑا اور ہر ایک سے ہاتھ جوڑ جوڑ کر اس طرح گویا ہوا۔ اور ہاتھ جوڑنا بھی ایک قسم کی بدشگونی ہے۔ گویا اقبال جواب دے رہا ہے۔ نحوست ساری چہرے پہ برستی ہے۔ بہادرو کیا میگھ ناتھ کے مرتے ہی تمہارے بازو سست ہو گئے۔ تلوار زنگ آلود ہو گئی۔ جوش اور دلیری جواب دے چکی۔ کیا شاہ راون بھی نشانہ قضا ہوا۔ نہیں جب تک میرے بدن میں جان ہے۔ جی کھول کر دشمنوں سے لڑو۔ تمہارے خنجر میں وہی کاٹ ہے۔ تمہارے تیر خطا کرنے والے نہیں۔ گرزِ آہن شگاف سینکڑوں کے خون پی کر بھی سیر نہ ہوگا۔ بندر اور ریچھ تمہاری خوراک ہیں میں شکار کرونگا اور تم پیٹ بھر کر کھاؤ۔ بندروں ریچھوں سے تمہارا مقابلہ ہے اور ہم دونو بھائیوں کو ڈک لیں گے ہمت کی باگیں ہاتھ سے نہ چھوٹنے پائیں۔ صبح ہونے میں تھوڑی دیر ہے چاق وچوبند ہو۔ سلاح و اسلحہ درست رکھو ایک ہی دفعہ کی جانبازی و سرفروشی سے تمہارے دامن گل امید سے بھر جائیں گے حریف منہ دیکھ کر رہ جائیگا۔ اور تم مظفر و منصور ہو کر شاہ لنکا کے پکے جانثار اور نمک حلال کہلانے لگے حاضرین نے یک زبان ہو کر التماس کیا حضور کی جے اور دشمنوں کی چھے ہو۔ ہم سبھوں نے نمک کھایا ہے کل دیکھ لیجئے گا۔ کہ کن جانثاروں نے حضور کے نمک کی بدولت سرفروشی دکھلائی۔ اور کون کون ہوا خواہ تلج حضور پر تصدق ہوا۔ راون شاباش و مرحبا کہتے ہوئے داخل حرم سرا ہوا۔ اور اراکین سلطنت صبح کے منتظر اپنی اپنی خواب گاہ میں استراحت کرنے لگے۔ اتنے میں آسمان پہ صبح کی سفیدی پھیلنے لگی۔ اب کوئی دم میں موسم گرما کے سورج کی تیز کرنیں بدن میں تیر کی طرح چبھنے والی ہیں۔ طرفین اور فوجیں صف بندی کر کے میدان جنگ میں جم چکیں۔ یکایک ایک طرف سے کرنا اور دوسری طرف سے نرسنگھا پھونکا۔ بہادروں کے تیر جو کسی کے خون میں تیرنے کے لئے ترکش میں تڑپ رہے تھے۔ نکلے اور آستان چلہ کو بوسہ دیکر جاتے ہی غنیم کے پہلو میں ترازو ہو گئے۔ ہزاروں نے جری سپاہیوں کے جگر چھید کر دلی ارمان نکالنے کا موقع نہ دیا تیر پہ تیر سینے لگا بدنوں سے خون کے فوارے چھوٹے۔ ہزاروں جانباز اس جہان ناپائدار کو الوداع کر کے سو گئے۔ عدم چلنے ہوئے دلاوروں کے ترکش میں ابھی نصف سے زیادہ تیر باقی تھے۔ کہ گھمسان رن پڑنے سے وہ سب بیکار سمجھے گئے اور تلواروں کے قبضے بہادروں کے مضبوط پنجوں میں جم گئے ہائے کس

برچھی سے خونریز تلواریں چل رہی ہیں۔ اور کس بیدردی سے قیمتی خون بہایا جا رہا ہے۔ کیسے کیسے بانکے جوان خاک و خون میں غلطاں تڑپ رہے ہیں۔ کسی جگہ مرنے والے کے پاس ہی آنتوں کا ڈھیر لگا ہوا ہے۔ کٹے ہوئے اعضا جگہ جگہ رُلتے پھرتے ہیں۔ بڑے بڑے شہ زور مغروروں کے سر گھوڑوں کی ٹھوکروں سے ٹکرائے جا رہے ہیں۔ دونو طرف کی سپاہ غارت ہو رہی ہے۔ شہ زور ہاتھوں کے نکلے ہوئے وار تو قضا کا حکم رکھتے ہیں۔ ادھر تلوار چمکی ادھر قضا کسی کے سر پر کھیل گئی۔ ادھر گرز اٹھا ادھر خاک و خون میں لوٹتا نظر آیا۔ پانی کی طرح بہتے خون میں گھوڑوں کے سم ڈوبے ہوئے ہیں۔ صبا رفتار گھوڑے بے جھجک زخمیوں اور مردوں کو کچلتے ہوئے چاروں طرف بھاگ رہے ہیں۔ راچھسوں نے خوب داد مردانگی کے جوہر دکھلائے بندر اور ریچھ بھی جی توڑ کر لڑے ایک ایک راچھس پر سو سو بندر ٹوٹ پڑتے۔ اور دانتوں سے بوٹیاں نوچ نوچ کر چیل کوؤں کو کھلاتے ہیں۔ راچھس بھی بندروں کا صفایا کرنے میں چوکے نہیں۔ تلوار کے گھاٹ اتار رہے ہیں۔ سری بھگوان نے دھنش سنبھالا اور بہا لے ٹوٹنے والے تیروں سے راچھسوں کی صفیں اُلٹنا شروع کیں۔ دس کروڑ راچھسوں نے غول باندھ کر مہاراج کو گھیر لیا۔ اور بے ادبی کے ساتھ گرز و خنجر سے حملہ کرنے لگے۔ مہاراج نے لیلا دکھائی کہ خود نظروں سے غائب ہو گئے اور لاکھوں راچھسوں کو تیر خون آشام سے مار گرایا۔ رتھ چکنا چور ہو گئے۔ راچھس مہاراج کو ڈھونڈ رہے ہیں۔ مگر مہاراج کا پتہ نہیں اس وقت سری مہاراج نے معجزہ دکھایا۔ کہ جس قدر راچھس دل ہجوم میں تھے اسی قدر اپنی صورتیں دکھلائیں۔ ہر ایک راچھس کے سامنے ایک ایک رام چندر دھنش بان لئے کھڑے ہیں۔ یہ حیرت دیکھ کے راچھس لوگ مخوف ہوتے پھر کیا دیکھتے ہیں کہ ایک ہی رام چندر ہے اور ایسی پھرتی سے بان چلا رہے ہیں کہ یہ نہیں معلوم ہوتا بان کب چھوٹتے ہیں۔ اور کتنے راچھس زمین کا پیوند ہوتے ہیں۔ بالمیک جی فرماتے ہیں کہ چیتر وسی کے دن پہلی گھڑی میں جسقدر راچھس مارے گئے اس کی تعداد یہ ہے۔ کہ دس ہزار رتھ سوار اور اٹھارہ ہزار ہاتھی سوار۔ چودہ ہزار گھوڑے سوار اور ایک ہزار پیدل چیتر وسی کی پہلی گھڑی میں مہاراج کے بانوں سے قتل ہوئے۔ اور بندروں نے جسقدر ہلاک کئے اس کا حساب نہیں یہ حالت دیکھ کر دیوتا اور گندھرب سری بھگوان کی مدح سرائی میں مشغول ہوئے اور سری بھگوان راچھسوں کو تیر کے گھاٹ اُتار کر اپنی فوج میں آ گئے۔

سرگ ۹۴

راچھسی عورتوں کا شور و شیون

بچے کھچے راچھس میدان سے بھاگ کر راون کے پاس پہنچے اور غارت شدہ فوج کی کہانی گوش زد کی۔ رامچندر کے بانوں سے ہم لوگ وار نہیں پا سکتے۔ راون چپ ہو گیا۔ جواب نہ دیا۔ عورتوں نے رونا شروع کیا۔ کسی کا لڑکا کسی کا خاوند جو جو گیا تھا اپنے اپنے عزیز کا نام لے لے کر رو

رہی ہیں۔ کوئی کہتی ہے کہ سروپ نکھانے ٹرا کیا۔ اپنا نہ سوچا کہ دونو لڑکے ہیں۔ ابھی جوانی میں قدم نہیں رکھا اور میں بدقسمتی ہو کر ان سے پیوند وصل کی خواہاں ہوں۔ ذرا بھی شرم نہ آئی۔ دوسری کا بیان ہے کہ سروپ نکھا راون کا ناش کرانے کے واسطے گئی تھی۔ اس نے سوچا کہ میں تو بڑھی ہوئی۔ راچھسوں کا ناش کرا کے رکھ دونگی۔ کوئی سوچتی ہے کہ سروپ نکھا کا دوش نہیں قسمت کا پھیر ہے۔ کوئی کہتی ہے کہ سروپ نکھا کی وجہ سے رام اور راون لڑے۔ اگر سروپ نکھا کی باتوں پر راون کان نہ دیتا تو آج یہ نوبت نہ ہوتی۔ کسی نے کہا کہ راون پہ یہ بات ظاہر نہ تھی کہ رام چندر ایشور ہیں۔ سری جانکی جی جگت ماتا ہیں۔ کوئی بولی کہ رام چندر تو پہلے ہی سے سمجھاتے رہے کہ جانکی جی کو ہمارے حوالے کر دو۔ مگر راون کمبخت نے ایک نہ سنی۔ رامچندر ایشور ہیں انہوں نے بڑا دھ۔ کو ندھ۔ بالی۔ کمبھ کرن۔ اندرجیت کو مارا۔ اس پر بھی راون کی آنکھیں نہ کھلیں اور اب تک اپنی ہٹ پہ ہے۔ کسی کی زبان سے نکلا کہ بھبھیکن دھرماتما ہے۔ اپنے بھائی کو لاکھ سمجھایا مگر وہ کب سننے والا تھا۔ لات مار کر نکالدیا۔ اگر بھبھیکن سے میل رکھتا اور اس کے کہنے پر چلتا تو لنکا کا ناش نہ ہوتا۔ اسی طرح کوئی لڑکے کو کوئی خاوند اور کوئی باپ۔ کوئی بھائی کے غم میں بین کر کے رو رہی ہے کہ ابھی راون کا اقبال جاتا رہا۔ بندروں اور ریچھوں کی جوتیاں کھائے گا۔ یہ رامچندر نہیں ہیں یہ تو کوئی دیوتا یا مہاراج انسانی لباس میں راون کو مارنے کیلئے پیدا ہوا ہے۔ یہ ضرور ہے کہ راون رامچندر کے ہاتھ سے مارا جاویگا۔ بہن تم کیا جانتی نہیں یہ دیوی جانکی جی ہیں جب مہادیو جی نے دیوتوں کو بردان دیا تھا کہ استری سروپ ہو کے سری لکشمی جی لنکا کا ناش کریں گی۔ بھبھیکن کے زہے نصیب نشیب و فراز دیکھ کے رامچندر سے مل گئے۔ اسی طرح تمام لنکا عورتوں کی سینہ کوبی اور آہ و بکا سے ماتم کدہ بن گئی۔

سرگ ۹۵
راون کی نصیحت

عورتوں کی آہ و بکا زخمیوں کا شور و شیون شہنشاہ راون آہ سرد بھر رہا ہے زندگی سے مایوسی ہو چکی ہے مگر غیرت متقاضی نہیں کہ صلح کے درپے ہو لوگ سمجھاتے تھے مگر یہ ہٹ کا پکا اور ہند کا دھنی ایک نہیں سنتا۔ سارا خاندان ناش ہوا۔ کروڑہا راچھس بجروٹی ہو گئے مگر لڑائی سے منہ نہ موڑا۔ راچھسوں سے کہا کہ جنگ کے لئے آمادہ ہوں۔ آج ہی میدان رزم میں گھوڑا کداؤں گا اور رام و لچھمن کو نشانہ قضا بنا کر دل کی بھڑاس نکالوں گا۔ جو سپہ سالار میدان جنگ میں خاک پر سو گئے ان کا خیال مت کرو۔ یہی حال بندروں کا بھی ہوتا ہے۔ راون یہ سمجھا بجھا کے شیر کی طرح گرجتے ہوئے اُٹھا اور رتھ پہ سوار ہو کر جنگ گاہ کی طرف روانہ ہوا۔ راچھسوں کے دل بھی بھر گئے۔ گئی ہوئی ہمتیں بندھ گئیں پست حوصلے بلند ہوئے خون رگوں میں سرعت کے ساتھ گردش کر کے تازہ جوش پیدا کرنے لگا

اور میدان جنگ پہلے سے دس گنا گرم ہو گیا۔ نقارے پر چوٹ پڑی اور فوجی باجوں نے بزدلوں کے کلیجے ہلا دیئے جس وقت شاہ راون مسلح ہو کر رتھ پر بیٹھا۔ زمین کانپ اُٹھی اور سالار لشکر اژدر کی طرح لہراتا ہوا میدان میں آیا۔ بندروں اور ریچھوں میں شور مچا۔ کہتے تھے کہ شاہ لنکا یہی ہے جو سیتا کو ہر لے گیا اسی نے دیوتاؤں کو ناکوں چنے چبوائے۔ راون کے رتھ میں آٹھ گھوڑے جتے ہیں سارتھی نے گھوڑوں کو جھنکار بتائی اور جس دروازے پر سری بھگوان اپنے ہم نبرد کے منتظر تھے رتھ پہنچا دیا گرد سے آفتاب روپوش ہوا۔ شگون بد ظہور میں آئے۔ شاہ راون کا بایاں انگ پھڑک رہا ہے۔ سیار روتے ہیں گیدڑ پیچھے دوڑ رہے ہیں اور خون آسمان سے برستا ہے۔ ادھر بندر اپنے اپنے سرداروں کے جلو میں درخت اور پربت تانے ہوئے صف بستہ کھڑے ہیں۔ راون نے خونخوار تیغ چمکائی جدھر رُخ کیا صفیں غارت جدھر پلٹا دشمن تباہ۔ جدھر جھکا پرے صاف اس کے دلیرانہ حملوں سے اکثر اوسان شکستہ ہو کر ٹھٹھک گئے۔ جو شمشیر آبدار کے گھاٹ اُترے اور بعضے امان کے خواستگار سری رام و لچھمن کی پشت پر ہو رہے ۔

سرگ ۹۶
راون کی جنگ

باقیوں کو راون نے تیروں پر رکھ لیا۔ فوج کے پاؤں اکھڑا ہی چاہتے تھے۔ اتنے میں شاہ سگریو جدھر لڑ رہا تھا ادھر سے پلٹا اور راون کے مقابلے آ ڈٹا۔ مگر راون کے آہن شگاف تیروں کے واروں نے اس کا منہ پھیر دیا۔ وار کا جواب دینا تو درکنار اس کا اپنا بچاؤ مشکل ہو گیا۔ یہ دونو ہم نبرد تھے کر لڑنے میں دلاور انگد نے شاہ میموں کا ہاتھ بٹایا۔ آتے ہی سپچھ کا ہاتھ چھوڑا۔ راون کا داہنی بازو زخمی ہوا۔ یہ دیکھ کر بیروپاکش راون کا لشکری رتھ سے اُترا اور ہاتھی پر سوار انگد کے مقابلہ پر آیا۔ بڑی گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ اس قدر تیر مارے کہ فوج میموں بچھ گئی اور سگریو زخموں سے چور ریچھوں میں گھسے ہوئے گرج رہے ہیں انگد نے ایک درخت اکھاڑ ہاتھی کے مستک پر مارا۔ ہاتھی چنگھاڑا ہوا پیچھے ہٹا بیروپاکش نے آنکس سے ہاتھی بڑھایا۔ اور شمشیر آبدار کا ہاتھ رسید کیا۔ انگد چوٹ بچا گیا اور ایک سلا بیروپاکش پر ماری۔ بیروپاکش نے گرز سے سلا چور چور کر دی اور تلوار کا ہاتھ مارا۔ انگد کی آنکھوں میں اندھیرا چھایا۔ غشی آ گئی۔ گرتے ہی سنبھلا۔ اور لپک کر ایک گھونسا اس زور سے سینے پہ مارا کہ اگر کوہ پہ پڑتا تو پرخچے اُڑ جاتے۔ مگر بیروپاکش کے منہ سے اُف تک نہ نکلی بلکہ حرارت بڑھ گئی اور خنجر خون آشام سے انگد کے سینے کو زخمی کیا اور پرزے پرزے ہو گئی۔ وہ تین لاتیں ادھر سے رسید کیں۔ انگد گرنے کو تھا مگر اُٹھ کے ایک طمانچہ بیروپاکش پر لگایا۔ پھر دوسرا جمایا۔ بیروپاکش متحمل

نہ ہو سکا چوندھیا گیا۔ اور ایک گھونس انگد پر چلایا۔ انگد نے بھی گھونسے کا جواب گھونس دیا بیروپاکش مجبور ہوا۔ حلق سے دانت اُتر گئے۔ خون منہ سے جاری ہوا۔ آنکھیں تلے اوپر ہوئیں۔ اور کف منہ سے بہنے لگا اور کچھ دیر کے بعد روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔ ریچھ اور بندر تالیاں بجانے لگے۔ اور راچھس کفِ افسوس ملتے شاہ لنکا کے پاس حاضر ہوئے۔

سرگ ۹۷

سگریو اور مہودر کی معرکہ آرائی

بیروپاکش قتل ہوا مگر لڑائی ہوتی رہی۔ طرفین کے بہادر کام آئے۔ بیروپاکش کے قتل کی خبر سنتے ہی شاہ راون جوشِ غضب سے دیوانہ ہو گیا۔ دل میں کہنے لگا۔ بیروپاکش مارا گیا۔ اتنے سالارِ لشکر جنگ میں کام آئے۔ وفاداروں اور رشتہ داروں کی لاشیں بے کفن پڑی ہیں۔ اب جی کر کیا کرونگا۔ مہودر منتری سے بولا کہ تم فوجِ عدو کو دیکھو اپنے زورِ بازو کا جوہر دکھاؤ۔ اسی دن کے لئے پالا تھا۔ تمہارا خاندان ہے نمک حلالی دکھاؤ۔ مہودر رتھ پر سوار ہوا اور غنیم کی فوج میں صفیں چیرتا ہوا گھس گیا ہزاروں بندر شہید ہوئے ریچھوں نے پہاڑیاں اکھاڑ کر راچھسوں پر حملہ کیا۔ تندخو مہودر آتشِ غضب سے بھڑک اٹھا اور صمیم شگاف ناوکوں سے غنیم کی فوج پر برس پڑا۔ فوجِ میموں میں ہلچل پڑ گئی۔ کسی کا بازو نشانہ ہے کوئی بے سر تڑپ رہا ہے۔ کسی کے پاؤں ندارد ہیں۔ اس قیامت خیز ہنگامہ نے بندروں کے قدم اکھاڑ دیئے اور امان امان کی آواز میدان میں گونج اٹھی۔ شاہ سگریو نے تلاطم دیکھ کر ایک پتھر ایسے زور سے مہودر پر رسید کیا کہ اگر مہودر رتھ کو پیچھے نہ ہٹاتا۔ تو سرمہ ہو جاتا مہودر نے جگر دوز تیروں سے ہزار ٹکڑے پتھر کے کئے۔ سگریو یہ حالت دیکھ کر غصے سے کانپ اٹھا۔ اور شال کا درخت اکھاڑ کر مہودر پر مارا۔ مہودر نے اس کو بھی کاٹ گرایا۔ شاہ میموں تڑپ کر ہیبت ناک گرج سے فوجِ مخالف پر ٹوٹ پڑا۔ دو تین سپہ سالاروں کو نیست کر کے ایک خنجر لایا اور اس سے مہودر پر وار کیا۔ دو تین ضربوں سے رتھ کے گھوڑے گرے اور مہودر پیادہ پا سگریو کے مقابلے پہ آیا۔ ادھر خنجر ادھر گرز۔ یہ خون چاٹتا ہے وہ بھیجا نکالتا ہے۔ دونو دلاور پیشہ شجاعت کے غرندہ شیر نہ یہ کم نہ وہ زیادہ۔ جسطرح دو فیل مست ٹکر مارتے ہیں۔ یہ دونو جواب دے رہے ہیں۔ مہودر نے گدا مارا تو سگریو نے تلوار سے خبر لی۔ گرز ٹوٹا اور تلوار ٹکڑے ہوئی۔ مہودر نے سنان نکالی۔ تو سگریو نے موسل اٹھایا۔ ایک طرف راون کی جے اور دوسری طرف سری بھگوان کی دہائی پھر رہی ہے۔ اور دونو جنگجو ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو رہے ہیں۔ سنان نیزہ اور گرز سے کام نہیں نکلتا۔ دونو تھکے اور زمین پر گر پڑے۔ دونو دلیر لیٹے لیٹے ہاتھ مار رہے ہیں۔ کچھ دم آیا تو دونو بغل

کے اُٹھے اور لات گھونسے تھپڑ طمانچے چلنے لگے۔ کبھی کشتی ہوتی ہے۔ یہ بغلی ڈوبتا ہے تو وہ تنگی جاتا ہے اس کے ہاتھ میں ٹانگ آگئی تو چرخ دے کر پھینکا۔ اور وہ دھم سے زمین پر گر پڑا۔ اور کبھی اس نے طمانچے کا ہاتھ لگایا۔ گردنی دی اور ران کے نیچے داب بیٹھا۔ تھپڑ اور گھونسوں سے کھوپڑی پسلی کئے دیتا ہے۔ جب المبرا ٹانگ پکڑی۔ اور گھما کے دھم سے زمین پر دے مارا۔ کچھ دیر یوں ہی لڑائی ہوتی رہی پھر ہتھیاروں سے کام لیا جانے لگا۔ مہودر کی خونخوار تیغ سگریو کے کوچ پر پڑی یہ کوچ برہما نے بخشا تھا تلوار نے کاٹ نہ کی اور کند ہو کر ٹوٹ گئی۔ سگریو نے لپک کے مہودر کی چھنی پکڑ لی۔ اور داہنے ہاتھ سے شمشیر آبدار گلے پر پھیر دی۔ دھڑ تڑپ کر زمین پر گرا۔ اور روح قفس عنصری سے پر واز کر گئی تو کھ اور بندرا چھلتے کودتے سری بھگوان کے قدم بوس ہوئے۔ اور مہودر کے مرنے کی خبر سری مہاراج کے گوش گذار کی۔ راون دیکھ کر لرز اُٹھا۔ وہ سمجھتا ہے کہ یہی نوبت ہماری بھی ہوگی۔

سرگ ۹۸

مہا پارس اور انگد کا مقابلہ

مہودر بھی مارا گیا۔ مہا پارس شیر کی طرح گرجتا ہوا بندروں سے لڑنے لگا۔ ایک ایک تیر سے بندروں کے سر گنبد کی طرح لوٹتے ہوئے دکھائی دیئے۔ بندروں میں بھگڈر پڑی۔ انگد بندروں کے بھاگنے سے چلا کر بولا بہادرو بھاگو نہیں میں اس مردود کو مارے لیتا ہوں۔ یہ کہہ کر ایک گدا زہر میں بجھا ہوا کسی حریف کے افسر کو مار کر چھین لیا۔ اور مہا پارس پر ٹوٹ پڑا۔ مہا پارس کے ہوش پنیرا ہوئے اور سارتھی بھی مجروح ہوا۔ ادھر جامونت نے ایک پتھر اکھاڑ رتھ پہ دے مارا۔ گھوڑے بھی ہلاک ہوئے اور رتھ چور چور ہو گیا۔ مہا پارس کی آنکھوں میں خون اُتر آیا۔ اس قدر تیر مارے کہ میدان کارزار میں ساون بھادوں کی سی برسات ہو گئی۔ آنکھ کے جسم میں تیر پیوست ہیں۔ اور جامونت بھی مجبور ہے گو اچھے بندر گھائل پڑا ہے۔ انگد نے گرز آہنی اس زور سے مہا پارس پہ رسید کیا کہ دھنش بان اور سر کا مکٹ گر پڑا۔ انگد نوجوان مہا پارس کے پاس پہنچے اور ایک ہاتھ سے بال پکڑ لئے۔ اور دوسرے ہاتھ سے طمانچے مار مار کر منہ لہولہان کر دیا۔ مہا پارس نے سنان انگد پر چلائی۔ انگد جسم چرا گیا اور ایک گھونسا چھاتی پہ اس زور سے مارا کہ سینے کے دروازے ٹوٹ گئے جگر پھٹ گیا اور زمین پر گر کر آغوش اجل میں سو رہا۔ راکھشس وحشت سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ شاہ راون غصے سے تھرا اُٹھا اور بندر خوشی خوشی تالیاں بجانے لگے۔

سرگ ۹۹

سری بھگوان اور شاہ راون سے مقابلہ

اِس شکست سے راون اِس قدر غصے میں آیا کہ اگر قابو چلتا تو سری رام و لچھمن کے ساتھ بے ادبی سے پیش آتا۔ بندر اور ریچھوں کی بوٹیاں چیل کوؤں کو کھلاتا۔ وہ سوچتا ہے جب تک رام و لچھمن قتل نہ ہوں گے چین نہ ملیگا۔ رامچندر ایک ثمردار درخت ہیں۔ پھل پھول سیتا ہیں جس کی لمبی لمبی شاخیں سگریو اور جامونت درخت کو سایہ دار بناتے ہیں اور فوج میموں خوشگوار پتیاں ہیں۔ جس پہ ہمارے آتشی تیر کارگر نہیں ہوتے۔ اگر رامچندر مارے جائیں تو البتہ سیتا سے ہمارے کاشانے کو زینت ہو سکتی ہے۔ یہ خیالات دل میں گونج رہے تھے۔ شاہ لنکا رتھ پر سوار ہوا اور گرجتا ترجتا سری رام کے مقابلے پر ایستادہ ہو گیا۔ راون کی گرج سے زلزلہ آیا۔ تاریکی چھا گئی۔ ہتھیاروں کی چمک بجلی کا کام دینے لگی۔ اندر تیروں کا مینہ برسنے لگا۔ بندروں کے سر ژالہ باری کا لطف دکھانے لگے سری بھگوان دیکھ رہے ہیں کہ کروڑہا بندر زمین کی نظر ہوئے۔ سری بھگوان نے تقدیم کی دھنش سنبھالا۔ اور راون کے بان تیروں کی آگ میں جلانے لگے۔ جادو نگار بالمیک جی کا قول ہے کہ دونو طرف سے اِس قدر تیروں کی بوچھاڑ ہوئی۔ کہ سارا لشکر نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ لچھمن جی نے سری بھگوان سے اجازت چاہی کہ اے شاہ کونین مجھے اجازت ہو۔ اس دیو لعین کا نشہ کرکرا کردوں۔ سری بھگوان نے اشارہ کیا۔ لچھمن نے راون پر تیر برسائے۔ راون بانوں کو کاٹتا جاتا ہے۔ لچھمن جی تو راون کو مارتے ہیں مگر راون رامچندر پر حملہ کرتا ہے۔ سری بھگوان جی عدو کے تیر کاٹ رہے ہیں۔ اور راون دلیرانہ رامچندر جی سے رزم آرا ہے۔ اِس قدر تیر مارے کہ سری بھگوان اور لچھمن تیروں سے زخمی ہو گئے۔ سری بھگوان نے راون کا بدن چھلنی کر دیا۔ سری بھگوان اور شاہ راون دائیں اور بائیں گھوم گھوم کر پینترا بدل رہے ہیں۔ معلوم ہوتا تھا کہ کل کالی پرش اور جمراج سے لڑائی ہو رہی ہے۔ آسمان پر اِس قدر تیر سایہ فگن ہیں کہ جان پڑتا تھا۔ کالے بادلوں کی گھٹا چاروں طرف سے اُمنڈ آئی ہے رامچندر کے گلے میں تیروں کا مالا گندھ گیا۔ سری رامچندر نے مہا دیو کا منتر پڑھ کر سو فاد پر چڑھایا ایک تیر کے ہزار بان ہوئے جو راون کے کوچ میں لگتے ہی گند ہو گئے۔ زمین پر گر پڑے۔ سری بھگوان نے راون کی پیشانی کو نشانہ بنایا۔ اور پانچ بان سے پیشانی فگار کر دی۔ خون بہنے لگا۔ راون خون بہنے دیکھ کر کانپ اُٹھا۔ اور منتر پڑھ کر ایک بان ایسا مارا۔ کہ جس کے نکلتے ہی میدان جنگ میں شیر۔ کوے۔ گدھ۔ گیدڑ۔ سانپ۔ گنتے غرضیکہ ہزار قسم کے درندے نظر آئے اور فوج میموں کا شکار کرنے لگے۔ سری بھگوان نے اگن بان چھوڑا۔ وہ سب جانور جل بھن کر کباب ہو گئے۔ راون جھنجھلا گیا اور پھر تیر برسانے لگا۔ رامچندر اپنے بانوں سے اس کے بان اکارتھ کر دیتے ہیں بلکہ راون کی پیشانی کو توڑ کر نکل جاتے ہیں۔ راون مورچھت ہوا اور سگریو وغیرہ مارے خوشی کے پھولے نہ سمائے۔

سرگ ۱۰۰

میدان کارزار سے راون کی روگردانی اور لچھمن کی حالت غشی

شاہ راون پر کشت و خون دیکھتے ہی غشی طاری ہو گئی۔ خود بھی زخم کھا رہے کپڑے خون سے تر ہیں سرخ خون کے قطرے جھالر کی طرح وردی کے دامن سے ٹپک رہے تھے۔ کبھی قدر ہوش آیا آتش غضب دوبالا ہوئی۔ مایا نامی استر کمان پر چڑھایا اور کان تک کھینچ کر سری مہاراج پر مار دیا۔ اس کے نکلتے ہی تیر و خنجر گرز و سنان کی بارش ہوتی۔ کچھ بندر ہلاک ہوئے تھے کہ مہاراج نے گندھرب بان سے یہ بلا روکی۔ راون اپنا بان کٹتے دیکھ کر سانپ کی طرح بل کھا گیا۔ دوسرا دل دوز خدنگ ہاتھ میں لیا اور چلے پر رکھ کر سری مہاراج کو نشانہ بنایا۔ اس بان نے عجب کیفیت دکھائی۔ ہزارہا چرخ چکر کھاتے ہوئے ہویدا ہوئے۔ اور سینکڑوں لاشیں زمین پر دکھائی دینے لگیں۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ آفتاب و ماہتاب چکر لگا رہے ہیں۔ سری مہاراج نے اس کو بھی دفع کیا۔ راون ہر بان کی کاٹ دیکھ کر شرما جاتا ہے۔ مگر جوٹ ہاتھ سے نہیں چھوڑتا۔ پھر یکدم سے دس بان مار دیئے۔ جسم مبارک بھی زخموں سے چور ہوا۔ مہاراج جی نے سات بانوں سے رتھ کی دھجیا کاٹ گرائی۔ اور ایک بان سے سارتھی کا سر خاک پر لوٹنے لگا۔ رتھ کے گھوڑے باگ توڑا کر بھاگے۔ شاہ راون آتش غضب سے بھڑک اٹھا۔ جب ادھر بس نہ چلا۔ بھبھیکن پر برس پڑا کہ اس ننگ خاندان کا کیوں نہ صفایا کر دوں۔ سارا فساد اسی کا ہے۔ راون گرز گراں لیکر بھبھیکن کو پائمال کرنا چاہتا ہے۔ اور بھبھیکن وار اپنے گرز پر روک رہے ہیں۔ راون نے برہماستر نکالکر بھبھیکن پر مار دیا۔ لچھمن نے برہماستر کا وار اپنے برہماستر سے روکا۔ پھر راون نے برہماستر نکالا۔ اس کے بھی لچھمن نے دو ٹکڑے کئے۔ راون جھلا گیا۔ اب کی دفعہ جمراج کا دیا ہوا برہماستر چلے پر چڑھایا اس کا توڑ ملک الموت بھی اٹھا نہیں سکتے تھے اور اس کا دفعیہ جمراج کو بھی معلوم نہ تھا۔ منتر پڑھکر بھبھیکن پر چھوڑ دیا۔ یہ برہماستر اندر کے بجر کی طرح سن سن کرتا بھبھیکن کی طرف جھکا۔ لچھمن جی نے سوچا کہ اس استر سے بھبھیکن کی جان نہیں بچے گی اس کا وار روکنے کو خود سامنے کھڑے ہو گئے اور دھنش چڑھاکر استر باندھ لیا۔ راون نے پوچھا کہ بھبھیکن کی جان ایسی پیاری ہوئی۔ کہ اپنی جان شیریں کی پرواہ نہیں کرتے۔ کئی دفعہ دیکھ چکا ہوں کہ میرے بان روک کر بھبھیکن کی جان بچانے ہو۔ یہ خیر مضائقہ نہیں۔ اس شکتی کا وار روکو یہ تمہاری اور بھبھیکن دونوں کی جان لیگی۔ یہ کہکر وہ شکتی چلائی۔ سری مہاراج نے دیکھا کہ یہ شکتی لچھمن کی طرف بے تحاشہ چلی آ رہی ہے۔ سری مہاراج اس کے دفعیہ کی فکر میں ہوئے۔ منتر پڑھنے لگے کہ اس کی تاثیر جھوٹی ہو جائے۔ اتنے میں شکتی سری لچھمن جی کے سینے میں در آئی۔ سینہ فگار ہوا اور

غشی کی حالت طاری ہوگئی۔ سری مہاراج پس وپیش میں پڑے۔ کہ کیا تدبیر کروں۔ اگر لڑائی سے منہ پھیرتا ہوں تو چھتری دھرم میں بٹہ لگتا ہے اور لچھمن کو قیام گاہ پر نہیں لے جاتا۔ تو جان کی خیر نہیں معلوم ہوتی۔ مہاراج نے دھرم کا خیال کیا۔ راون سے بدستور سرگرم لڑائی رہے راون کے آتشیں تیروں کو کاٹ کر رہے ہیں اور سری لچھمن جی بھی نگران ہیں۔ بندر اور ریچھوں نے شکتی نکالنے میں بہت زور لگایا۔ لیکن شکتی بدن میں کچھ ایسی پیوست تھی۔ کہ جنبش بھی نہ کی۔ خود مہاراج نے وہ شکتی دونوں ہاتھوں سے کھینچ لی۔ اور دو ٹکڑے کر کے پھینک دی۔ ادھر شاہ لنکا سرگرم پیکار ہے۔ اور مہاراج شکتی نکالنے میں مصروف ہیں۔ شاہ لنکا مہاراج کو نشانہ بنا رہا تھا۔ سری مہاراج ہنومان سگریو اور انگد سے بولے کہ لچھمن جی تمہارے سپرد ہیں میں اس مردود کی خبر لیتا ہوں۔ یا تو راون رہیگا یا رام رہیں گے۔ لوگوں کا مقولہ ہے کہ کیکئی کی وجہ سے رام کو صحرا نوردی اختیار کرنا پڑی۔ نہیں یہ غلط ہے بلکہ راون کے مارنے کیلئے میں نے بن یاترا کی۔ جنگل کی کنکریاں چھوڑیں سلطنت پر لات ماری۔ مصیبتیں اٹھانا پڑیں۔ اور آج بھی لچھمن جی بسمل پڑے ہیں۔ بھائی کی چاہ سے منہ موڑ لیا۔ اور راون سے جنگ کرنے پر آمادہ ہوا۔ راون ہی کے لئے سگریو سے اتحاد بڑھایا۔ بالی کو مارا اور سمندر پر پل باندھ کر قلعہ لنکا کو گھیرے ہوں۔ آج وہ راون سامنے کھڑا ہے کیونکر زندہ چھوڑ دوں۔ جس طرح اژدر خونخوار کی زہر آلود نگاہوں سے انسان جان سلامت نہیں لے جا سکتا۔ اسی طرح میری شعلہ ریز نظر سے ملعون راون نہیں بچ سکتا۔ اسلئے اے بندرو! اب جنگ کا تماشہ دیکھنے کو پہاڑ پر چڑھ جاؤ۔ مردانگی کے جوہر دکھا چکے۔ بہت دن لڑ چکے۔ تھک گئے ہو۔ میں اکیلا اس مردود کو تیروں کے گھاٹ اتارونگا اور راچھسان بدکردار بھی شربت موت کی چاشنی چکھ کر عدم آباد سدھاریں گے۔ معرکہ رام و راون خلق میں تا ابد یادگار رہیگا۔ ہر ایک کی زبان اس فسانے سے ملوث ہوگی۔ یہ کہہ کر سری مہاراج نے دھنش پر بان چڑھایا اور فوج مخالف کا صفایا کرنے لگے راون بھی تیروں کا مینہ برسا رہا ہے اور رامچندر تیروں کو کاٹ کر فوج عدو کو خاک میں ملا دیتے ہیں۔ آخر کار شاہ راون مہاراج کے تیروں سے نہ ٹھہر سکا میدان رزم سے بھاگ کھڑا ہوا۔ بدطینت راچھس بھی تاجدار لنکا کیساتھ میدان جنگ سے پیٹھ پھیر کر چھپتے ہوئے۔

سرگ ۱۰۱

لچھمن جی کی بیہوشی اور سری رام جی کی گریہ وزاری

شام بھی ہو چلی تھی۔ راون بھاگ کھڑا ہوا۔ رامچندر جی بھی عجلت سے لچھمن کو اٹھا کر قیامگاہ پر آئے۔ بندروں سے ارشاد کیا۔ لچھمن جی تیروں سے چور ہیں۔ [illegible] لہو سے تر بتر [illegible]

اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز سمجھتا ہوں اگر ان کے دشمنوں کا بال بیکا ہوا تو میری زندگی بھی دشوار ہے۔
اور لوگ طعنہ زن ہوں گے کہ بھائی کو قتل کرا کے آپ جان لیکر اجودھیا آئے۔ میرے ہاتھ سے دھنش گرا
جاتا ہے۔ اوسان خطا ہیں۔ جان قالب میں پھڑک رہی ہے۔ مرغ روح چاہتا ہے کہ پھڑک کر نکل جائے
پھر رام رونے لگے فرمایا کہ اگر راون بھاگ بھی گیا۔ تو ہرگز ہمیں اس کی خوشی نہیں۔ نہ ہم کو لڑائی
سے سروکار نہ ہم کو ظفر ہاتھ آنے سے طمانیت ہو سکتی ہے۔ یہ باتیں تب مزا دکھتیں کہ لچھمن جی زندہ
رہتے۔ جسوقت لچھمن جی اجودھیا سے چلے تھے سب کو دکھ ہوا تھا۔ اور اب بھی لچھمن کے ساتھ پرلوک
سدھاروں گا۔ افسوس ایسا بدنصیب ہوں۔ کہ سیتا اور تمہاری بھائی سے جدائی ہے سیتا کے چھوٹنے
کا غم نہیں۔ مگر لچھمن کی جدائی زخمی دل پر نمک چھڑک رہی ہے۔ عورت نالی۔ پوتے تو مل سکتے ہیں۔ دولت و
ثروت ہاتھ آسکتی ہے۔ مگر بھائی نہیں ملتا۔ جب لچھمن سا بھائی نہیں تو ہم کو راج پاٹ اور سیتا
سے کیا مطلب رہا۔ ہائے جس وقت میں مکان سے چلا تھا سمترا ماتا نے لچھمن کا ہاتھ میرے
ہاتھ میں دے کر کہا تھا کہ میں تمہارے سپرد کرتی ہوں۔ اب بھائی کو چھوڑ کر کس منہ سے سامنے جاؤں
اور کیا جواب دوں۔ جب ماتا پوچھیں گی لچھمن کہاں ہیں۔ تو اس وقت بجلی جھانکنے کے سوا کچھ نہ بن پڑیگا
خجالت اور شرم دامنگیر ہوگی۔ ماتا سمترا پر کیا منحصر۔ کوشلیا اور کیکئی۔ بھرت اور سترگھن کل پرجا کے
لچھمن جی آنکھوں کے تارے ہیں۔ ان کے بار بار پوچھنے پر کچھ جواب تو نکلیگا نہیں۔ آنکھیں نیچی کرنی پڑیں
گی۔ اور منہ سے کچھ بول نہ پھوٹے گا۔ افسوس لچھمن جی مجھ سے کیوں روٹھ گئے ہو۔ تمہارا ساتھ دینے
کو تیار ہوں۔ ایسی کم نصیبی کسی انسان کی نہ ہوگی۔ جیسی میری منحوس گھڑی ہے۔ کون ایسا پاپ مجھ سے ہوا۔
کہ لچھمن سا دھرماتما بھائی ہاتھ سے کھو بیٹھا۔ ایسی زندگی پر تین حرف۔ اے میرے بھائی آنکھیں کھول دو بھائی
صورت دیکھو۔ آخر وجہ سبب۔ ساتھ کیوں چھوڑے دیتے ہو۔ زندگی سے بیزار ہو گئے۔ تمہارے بغیر میں
کب زندہ رہ سکتا ہوں۔ اٹھو کے ہماری طرف کیوں نہیں دیکھتے۔ ملے بھائی تمہیں ہمارے لئے اپنی جان
تصدق کرنے میں کبھی دریغ نہ تھا آج کیا ہے کہ جواب تک نہیں دیتے۔ یہ کمزوری اچھی نہیں جب کبھی
ہمیں رنج و مصیبت میں دیکھتے تو سمجھاتے تھے اب تمہارے بغیر میرا دل تنگ رہتا ہے۔ اور نہ ہی بولنا تو
درکنار ایسی نفرت ہے کہ آنکھ کھول کر دیکھتے بھی نہیں۔ مہاراج یہ زار و قطار کی گفتگو جا رہی ہے شدت
غم سے تڑپ رہے ہیں۔ سرداران رامی کی آنکھوں سے جو آنسو رواں ہے۔ مہاراج کی باتیں کلیجہ چھلنی
کئے دیتی ہیں۔ سوکھین سے ضبط نہ ہو سکا۔ عرض کی حضور آج خلاف ایسی باتیں کرتے ہیں آپ تو رموز
حقیقت سے آگاہ ہو کر۔ بیوقوف انسان کی طرح بین کر رہے ہیں۔ گویا پھر کر اگیا مونیاں کی طرح رونا آپ سے
عقلمند کو زیب نہیں دیتا۔ کیا لچھمن جی مر گئے۔ چہرہ بدستور روشن ہے۔ آنکھیں چمکتی ہیں آپ
غم نہ کریں۔ صبر سے کام لیں پھر سوکھین نے ہنومان سے کہا کہ سودری پربت پر جاؤ۔ جو اوشدھی

لا سے کھنے لے آؤ۔ ہنومان جی اٹھ کھڑے ہوئے۔ سری رام کے قدم چومے۔ سری بھگوان نے اشارہ کیا۔ ہنومان جی ہوا کی طرح سنسن کرتے ہوئے پہاڑ پر پہنچے۔ نظر پھاڑ پھاڑ کر دیکھا۔ اوشدھی کی شناخت میں پس و پیش ہوا۔ تین بار پہاڑ ہلایا اور دھکا دیکر ہاتھ پر رکھ لیا۔ اور آندھی کی طرح دوڑتے ہوئے سری بھگوان کے پاس پہنچ گئے۔ سوکھین نے اوشدھی سنگھائی۔ لچھمن جی نے آنکھ کھول دی۔ تکلیف جاتی رہی اور خوش و خورم اٹھ بیٹھے۔

بندر حل۔ تب لچھمن نے ہنومان جی کی تعریف کے پل باندھ دیئے۔ اور رامچندر آنسو پونچھتے ہوئے دوڑے اور لچھمن جی کو سینے سے لگا لیا۔ فرمانے لگے۔ کہ بڑا خوش قسمت ہوں کہ میرا کھویا ہوا بھائی مل گیا اب میں نے لڑائی سے ہاتھ اٹھا لیا۔ اگر فتح ہوئی تو کیا۔ اور سیتا ملیں تو کیا۔ لڑائی میں سراسر نقصان ہے بھائی کی جان پہ بن گئی تھی۔ وہ تو خیر ہوئی۔ بچ گئے۔ میں تو ہاتھ دھو بیٹھا تھا۔ لچھمن جی کا جی چھوٹا ہو گیا عرض کی۔ کہ آپ کیا فرماتے ہیں۔ آپ کو اپنا قول یاد نہیں۔ وعدہ کر چکے۔ کہ راون کو ماروں گا۔ قول کی پابندی مردوں پہ فرض ہے۔ پیمان توڑنا دھرم کے خلاف ہے۔ آپ دیر نہ کیجئے اور راون کے خون سے زمین کو پاک کیجئے۔ ہماری خوشی اسی میں ہے کہ آپ راون کو ماریں۔ اور سیتا جی یہاں آئیں۔ سری رام نے فرمایا بہت اچھا ایسا ہی ہوگا۔ میں اسے ماروں گا۔ اس کے ساتھ ہی تمام راچھس بھی ہلاک کیے جائیں گے یہ سنتے ہی لچھمن کے چہرے پہ سرخی دوڑ گئی۔ اور بندروں کے پژمردہ دلوں کو بشاشت نے گھیر لیا

سرگ ۱۰۲

سری رامچندر جی اور راون کی رزم آرائی

سری رام وبھیشن بارہ لنکا میدان میں آئے۔ اور راون دوسرے رتھ پر بیٹھ کر غصے سے کانپتا سری رام کے سامنے آیا۔ اور مینہ کی طرح بان برسانے لگا۔ رامچندر اور راون کی جنگ برابر کی تھی۔ لیکن راون رتھ پر سوار ہے اور مہاراج پیدل لڑ رہے ہیں۔ اندر نے اپنے سارتھی سے کہا کہ ہمارا رتھ لے جاؤ اور سری رام سے عرض کرو۔ کہ اس رتھ پہ بیٹھ کر راون سے جنگ کریں۔ سارتھی نے رتھ لے جا کر رامچندر کے پاس کھڑا کر دیا۔ عرض کی۔ کہ میں اندر کا سارتھی ہوں۔ اندر نے بھیجا ہے یہ رتھ وشنو اور سنکتی اندر نے آپ کی خدمت میں روانہ کی۔ اور کہا ہے کہ آپ اس پہ بیٹھ کر جنگ کیجئے۔ اور وشنو بان سے راون ملعون کو جہنم لوک بھیجئے۔ سری بھگوان رتھ کے چاروں طرف پھر کے اور دیوتوں کو پرنام کر کے رتھ پر سوار ہو گئے۔ اور رام و راون کی لڑائی ہونے لگی۔ لوگ کہتے ہیں کہ ایسی لڑائی آج تک دیکھنے میں نہیں آئی۔ راون بان مارتا ہے کہ سری بھگوان گندھرب اسر اور دیوا سے کاٹتے ہیں۔ راون نے دیکھا کہ سب بان سامنے اکارتھ ہوئے۔ تب سرپوں کے بان چھوڑنے لگا۔

اور وہ سب رام چندر کے بدن میں پیوست ہوگئے۔ کوئی بان باسک ناگ کے زہر سے کم نہ تھا۔ راون کے سینکڑوں بان باسک ناگ کی طرح سری بھگوان کے بدن میں آویزاں ہیں۔ مہاراج نے گرڑ دیو استر چھوڑا۔ وہ استر سرپوں کو کھا گیا۔ پھر راون نے ایک ہزار بان مارکر سری بھگوان کو گھیر لیا اور سری بھگوان کی رتھ کی دھجا کٹ کر زمین پر گر پڑی۔ گھوڑے زخموں سے چور ہو گئے۔ یہ نظارہ دیکھ کر دیوتاؤں کے ہوش پریشان ہوئے کہ رامچندر مثل چاند کے ہیں۔ اور راون کے بانوں نے راہو کی طرح گھیر لیا ہے۔ گویا گرہن لگا ہوا ہے۔ سمندر سے دھواں اُٹھنے لگا اور آفتاب کی روشنی ماند ہو گئی۔ راون نے دس بان سے سری مہاراج کو زخمی کیا۔ ہاتھ اسقدر زخمی ہے کہ خنجر کھینچنا ناگوار تھا۔ مہاراج کی بھویں ٹیڑھی ہوئیں۔ آنکھیں سرخ انگارے کی طرح دہکنے لگیں۔ مہاراج نے غصہ دیکھ کر جیو چپ چاپ کر ڈرنے لگے۔ آتما کانپ گیا۔ زمین تھرا اُٹھی اور پہاڑ درخت ہل گئے۔ کوئی دم میں قیامت ہو گی۔ مہاراج کا قہر کہیں غضب نہ کر دے۔ زمین کا طبقہ اُلٹ نہ جائے۔ کل کائنات میں آج پرلے ہو جانے کا احتمال ہے راچھس راون کی جے اور دیوتا رامچندر کی فتح مناتے تھے۔ مغرور راون نے ایک اور ششتر مالا اور ترسول اٹھا کر سری بھگوان کے قریب آیا۔ اور اسطرح نعرہ زن ہوا کہ ہوشیار ہو یہ ترسول آپ کی جان لینے کو کافی ہے۔ ترسول کی چوٹ کھا کر زندہ نہیں بچ سکتے۔ یہ کہہ کر ترسول مارا۔ اس ترسول میں آٹھ گھنٹے لگے تھے۔ ترسول آکاش میں اُڑتا ہوا۔ سری بھگوان کی طرف چلا۔ مہاراج کی آنکھ جھپک گئی۔ ماتلی سارتھی نے سری رام کے ہاتھ میں اندر کی دی ہوئی شکتی دیکر کہا۔ کہ اس شکتی سے ترسول کو ہٹائیں۔ نہیں تو یہ ترسول گستاخی کر بیٹھے گا۔ اور آپ چوٹ کھا جائیں گے۔ پھر جان بچانا دشوار ہوگا۔ سری بھگوان نے شکتی لے لی اور ترسول پر کھینچ ماری۔ وہ شکتی اور راون کا ترسول آپسمیں لڑتے زمین پہ گرے۔ اور مہاراج نے راون کے گھوڑوں کو تیروں سے گھائل کیا۔ اور راون کی پیشانی میں تین بان مارے۔ اور پانچ بان چھاتی میں لگائے راون بچ گیا۔ چھاتی پہ بانوں کا اثر نہ ہوا۔ مگر پیشانی پھوٹ گئی اور خون کے پرنالے بہہ نکلے۔ راون خون بہتے دیکھ کر آتش غضب سے جل اُٹھا۔

سرگ ۱۰۳

راون اور رامچندر جی کی صف آرائی

شاد لنکا جا نگداز غذر کو دیتے سری رام پہ حربہ کر رہا ہے۔ جسطرح کالی گھٹائیں تالاب کو بھر دیتی ہیں۔ اسی طرح رامچندر کا جسم بانوں اور تیروں سے بھر پور ہو گیا۔ مگر رامچندر کو مطلق پرواہ نہ تھی۔ گو رامچندر کے روئیں روئیں میں تیر پیوست تھے۔ جسطرح سورج کی کرنیں لاانتہا ہوتی ہیں۔ اسی طرح تیروں کی گنتی نہ تھی۔ پلاس کے درخت کی طرح مہاراج خون سے لال ہو گئے تھے۔ رام

اور راون کے بانوں سے آفتاب کی روشنی زمین پر آنے سے خیرہ ہو گئی تھی۔ اندھیرا تھا۔ یہ نہ معلوم پڑتا تھا۔ کہ کون کہاں ہے رامچندر ہنس ہنس کے بان کاٹ رہے ہیں۔ اور راون تیر افگنی میں مشغول ہے۔ مہاراج نے یہ فرمایا کہ شاہ لنکا تجھے دلاور کہتے شرم معلوم ہوتی ہے۔ سورما چوری نہیں کرتے۔ اپنی تلوار پر ناز کرتے ہیں۔ تو چڑتا ہے سیتا کو چرا لایا۔ راون سُن کر مثل مار بل کھا گیا۔ کہا اس حالت پر تو پہنچ گئے خون کے پرنالے جاری ہیں۔ اب بھی کہتے ہو کہ راون دلاور نہیں۔ سری بھگوان بولے کہ سیتا ہرنے کے وقت میں موجود نہ تھا۔ تو چوری سے ہر لایا۔ میرے نزدیک لاکھ بڑھ بڑھ کے باتیں کہے۔ مگر فرصت نہیں ہو سکتی۔ ارے کمبخت تو نے عورت پر ہاتھ اٹھایا۔ سیتا کو تلوار دکھائی۔ یہی باتیں ادھرمیوں کی ہیں۔ ارے بے حیا جس غرور سے سیتا کو ہر لایا آج ہم کو جوانمردی دکھاتا ہے۔ افسوس ذرا بھی شرم نہیں آتی۔ مہاتما کبیر کا بھائی ہو کر چوری کر اور دغابازی سے کام نکالے۔ اور پھر کہے میں بیر ہوں۔ اگر ہماری موجودگی میں سیتا کو ہر لاتا۔ تو پھر کہنا۔ تو البتہ تیری تعریف بھی۔ اب سچ سچ بتا کہ تو مجھ سے ڈرتا ہے یا نہیں۔ اگر نہ ڈرتا تو تیری جرأت چور کی طرح سیتا کو ہر لانے میں متقاضی نہ ہوتی۔ اگر میں اس وقت موجود ہوتا۔ تو جو حال کھر اور دوکھن کا ہوا ہے۔ وہی حال تیرا بھی ہوتا۔ او ملعون اب اپنی طاقت دکھا۔ کبر و نخوت چھوڑ۔ آج میں تجھے دیوتا اور اپچھسوں کے سامنے جم لوک بھیج دونگا۔ اور تیرے سر و دل کا خون میرے زہر میں بجھے ہوئے پیاسے تیر چکھ کر بھیٹیں گے چیل کوے بوٹیاں کھائیں گے یہ کہہ کر سری بھگوان نے راون پر بان چلائے۔ راون کا جسم تیروں سے پھوٹ گیا اور ایسا مجبور ہوا کہ دھنش چڑھانے کی تاب نہ رہی۔ بندر اور ریچھوں کو یقین ہو گیا کہ بے شک راون مارا جائیگا۔ رامچندر نے اتنی مہلت دی۔ کہ راون کا موچھا چھوٹ جائے۔ راون کا سارتھی میدان سے رتھ ہٹا لے گیا۔ وہ سوچتا تھا۔ کہ راون بچنے والا نہیں۔ شاید آج ہی مر جائے۔

سرگ ۱۰۴

سری رامچندر جی اور راون کا تیسرا مقابلہ

سارتھی رتھ لے کر لنکا میں پہنچا۔ اور راون کو مسہری پر لٹا دیا۔ راون کی آنکھ کھلی۔ سارتھی کو گالیاں دیں۔ ارے ملعون تو نے یہ کیا غضب کیا۔ کہ مجھے میدان سے لے بھاگا۔ یہ بزدلوں کا شیوہ ہے کہ لڑائی سے بھاگتے ہیں۔ یہاں منہ پر چوٹ کھانے والے ہیں۔ پیٹھ دکھانا کسر شان سمجھتے ہیں۔ لوگوں کو خیال تھا کہ راون بڑا سپاہی ہے اب لوگ سمجھیں گے۔ کہ راون سا بزدل بھی کوئی نہ ہوگا۔ کہ جان چرا کر لڑائی سے بھاگ کھڑا ہوا۔ تو نے بھگوڑوں میں نام لکھوایا۔ گو رام زبردست ہے مگر ہمیں بھاگنا نہ چاہئے تھا۔ سچ بتا کہ محبت سے میرا منہ بھگا لایا۔ کہ رام سے ملکر ایسا کام کیا۔ بھبھیکن تو ہم سے کہہ کے دشمن سے ملا تھا۔ مگر تو نے اس کے بھی کان کاٹے۔ ہماری چوری میں حریف سے مل گیا۔ نفرین ہے تجھ پر تو نے

میری عزت پر بٹہ لگایا۔ یہ سُنکر سارتھی گویا ہوا۔ کہ میں ڈرنے والا نہیں۔ نہ ہی بیوقوف ہوں۔ نہ دشمن سے ملا۔ نہ آپ کے احسانات بھولے۔ آپ کی بھلائی کے لئے ایسا کیا۔ آپ کو تن و بدن کی خبر نہ تھی۔ رتھ کے گھوڑے خستہ ہو چکے تھے۔ شاستروں میں لکھا ہے کہ سارتھی سب باتوں کا لحاظ رکھے اگر سالک مورچھت ہو۔ تو جان کے بچانے کے واسطے رتھ ہٹا لے جانا مناسب ہے۔ اِس لئے ایسا کیا گیا۔ سارتھی کی اِن باتوں سے راون کی اشک شوئی ہوئی۔ اور سارتھی کی تعریف کر کے ہاتھ کا کنگن مرحمت کیا۔ اور رتھ پر سوار ہو کر میدان مصاف میں رامچندر کے مقابلے پر آ گئے۔

سرگ ۱۰۵

آدت اسنوتر کا پاٹھ

سری بھگوان رزمگاہ میں شاہ لنکا سے ہم نبرد ہیں اور شاہ لنکا ناوک خارا شگاف سے فوج میموں کا سفرا کر رہا ہے۔ بڑے بڑے نامی سرداروں کے دانت کھٹے ہو گئے۔ نہ اِس پر کوئی حربہ کام کام کرتا ہے اور نہ پہاڑ درختوں کی ضرب اثر کرتی ہے تراہ تراہ کرتے رام چندر کا نام لے رہے ہیں۔ ہے بھگوان اِس دیو زشت سے بچانے والا سوائے آپ کے کوئی نظر نہیں آتا۔ رحم کیجئے۔ آدت بانی شنکر دریائے رحمت جوش میں آیا۔ ماتلی سے اشارہ ہوا کہ ملعون کے مقابلے پر رتھ کو پہنچاتے۔ راون نے رامچندر کو دیکھا۔ تیروں کی بوچھاڑ کی۔ مہاراج نے بان کاٹ کر اِس قدر تیر مارے کہ راون کے دانت کھٹے ہو گئے دھنش ہاتھ سے گرا۔ ترسول لیکر دوڑا چاہتا تھا۔ کہ سینے پر مارا۔ سری بھگوان نے اپنے خدنگ دل دوز سے ترسول کے ٹکڑے کر دیئے۔ راون کی آتش غضب بھڑکی۔ اور دھنش لے کر ہزار بان ایکدم سے فیر کر دیئے۔ مہاراج گھبرائے۔ تیر تو کاٹ گرائے مگر بدن میں ایکدم سستی آ گئی۔ حریف زبردست ہے۔ قتل کرنے کی تدبیر سوچ رہے ہیں۔ اگستیہ رشی نے دیکھا کہ مہاراج پریشان ہو رہے ہیں۔ دیوتوں کے ساتھ مہاراج کی خدمت میں آئے۔ عرض کی۔ دیا ندھان آپ ایک کام کریں۔ آدت ہردے کا اسنوتر پاٹھ کیجئے۔ دید لکھتا ہے کہ لشن جی کا استھان سورج کے منڈل میں ہے اِس استوتر سے دشمن کا ناش ہوتا ہے تین پھل اِس کے پاٹھ کرنے سے ملتے ہیں اول تو بدن میں چستی آتی ہے۔ دوسرے پاپ سے چھٹکارا۔ تیسرے عمر بڑھتی ہے۔ جس وقت آفتاب طلوع ہو۔ اِس کا پاٹھ کیجئے۔ پہلے روز تین دفعہ دوسرے روز نو دفعہ پاٹھ کرنے والا فرد حریف پہ غالب آئیگا۔ یہ کہہ کر اگستیہ رشی چلے گئے۔ اور سری بھگوان اسنوتر پاٹھ کرتے ہوئے لڑائی پر مستعد ہوئے۔ اسنوتر پاٹھ کرتے ہی سوریہ نارائن نے آواز دی۔ کہ ہے رام چندر اب راون کا کال آ گیا ہے۔ بہت جلد اِس پاپی کا سر اُڑا دیجئے۔



रावण वध



सीता जी की अग्नि परीक्षा

سرگ ۱۰۶

رامچندر اور راون سے مقابلہ جنگ

ماتل رتھ بان راون کے رتھ کو غایت نظر سے دیکھ رہا ہے۔ کہ جواہرات سے مرصع موتیوں کی جھالر لٹک رہی ہے۔ طلائی سنگھاسن بچھا ہے۔ جس پر شاہ راون بڑے آن بان سے بیٹھا ہوا آمادہ پیکار ہے راون بھی رتھ پر سری مہاراج کو تک رہا ہے۔ سری مہاراج نے اپنے سارتھی سے کہا۔ کہ دکھن جانب راون بھاگنے نہ پائے میں اس کو بہت جلد جہنم بھیجتا ہوں۔ شاہ راون تیر افگنی میں مشغول ہے۔ مہاراج نے اندر کا دھنش اٹھایا۔ اور راون پر اژدر شگاف تیر مارنے لگے۔ دیوتا اور گندھرب یہ خونخوار لڑائی مشاہدہ کر رہے ہیں۔ اور دعا گو ہیں۔ کہ کسی طرح یہ دیو لعین مارا جائے۔ راون کے رتھ پر خون برسنے لگا۔ تیز ہوا کے جھونکے راون کے منہ پر پھپیڑا دیتے اور گدھ رتھ کے سامنے منڈلانے لگے۔ لنکا میں تاریکی چھا گئی اور بجلی کڑک رہی ہے۔ یہ شگون بد ہیں۔ راون کی آنکھوں سے خون گرنے لگا۔ یہ بد شگونی کی باتیں دیکھ کر لوگ تاڑ گئے۔ کہ راون کی موت قریب ہے۔

سرگ ۱۰۷

شاہ لنکا اور سری بھگوان کا چوتھا مقابلہ

بھگوان رامچندر اور شاہ راون دونو رتھ پر سوار ہیں۔ ہنگامہ کارزار گرم ہے۔ دیکھنے والوں کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ غضب کی خونریزی تھی۔ جب دونو بہادر مقابلہ کرتے کرتے تھک جاتے تو غنیم کی فوج پر ڈھلتے۔ ریچھ بندروں کا ناش ہوتا۔ لاکھوں راچھس پیوند خاک ہوتے۔ سری بھگوان جانتے تھے۔ کہ تاجدار کی موت ہمارے ہاتھ ہے۔ اور راون سمجھتا تھا۔ کہ میں کسی طرح بچ نہیں سکتا۔ ضرور مارا جاؤنگا کیوں نہ دل کی بھڑاس نکالوں۔ یہ سوچکر راون نے رامچندر کی دھجا کو اور رامچندر نے راون کی دھجا کو گرانا چاہا۔ بان ٹکر کھا کھا کے گرانے لگے۔ مہاراج کی دھجا پہ آنچ نہیں آئی۔ رامچندر نے اگن بان سے راون کی دھجا کاٹ دی۔

سرگ ۱۰۸

پانچواں مقابلہ

دھجا کٹی ہوئی دیکھ کر راون کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔ آنکھ بند کر کے تیر مارنا شروع کئے۔ راون کے بان گھوڑوں کو زخمی کر رہے ہیں۔ مگر گھوڑے پیچھے نہیں ہٹتے۔ راون غصے سے کانپ رہا

ہے۔ اور مگدر ترسول شکتی۔ تومر اور پہاڑوں کی برسات ہونے لگی۔ ایک ایک بان کے ہزار ہزار بان ہوتے۔ دیوتا لوگ سہمے جاتے تھے۔ جبتک سری بھگوان سو بان ماریں۔ اتنی ہی دیر میں راون ہزار بان چلاتا تھا۔ دیوتوں کو بہت خوف پیدا ہوا۔ رونگٹے کھڑے ہوگئے۔ اگرچہ راون کی دھجا کٹ گئی۔ پھر بھی قیامت کئے دیتا ہے۔ راون اور بھگوان کے بدن میں تیر پیوست ہیں۔ دونو طرف سارتھی زخموں سے اس قدر مجروح ہیں۔ کہ تل رکھنے کی جگہ نہیں۔ سورج کی روشنی ماند ہے۔ دیو نے باہم مشورہ کر رہے ہیں۔ کہ کوئی تدبیر ایسی ہو کہ جس سے سری مہاراج راون کو مار گرائیں۔ دیوتاؤں میں لڑنے کی طاقت نہ تھی۔ منتروں کا جاپ کر رہے ہیں۔ سری بھگوان نے سانپوں کے بان مارے۔ بان لہراتے ہوئے راون کی پیشانی پر پڑے اور سر کٹ کے گرنے لگے۔ عجیب بات دکھائی دی۔ کہ ایک طرف سر کٹ کے زمین پر گرتے تو ان کے کٹتے ہی دوسرے سر نمودار ہو جاتے۔ اسی طرح سو بار راون کا سر کاٹا گیا۔ مگر پھر جیسے کا تیسا۔ رامچندر کو فکر ہوئی۔ اور جن بانوں سے کھر۔ دوکھن۔ براده۔ بالی اور کوبند کو مارا ہے۔ آج وہی بان اکارتھ جا رہے ہیں۔ سر کٹنے سے یہ ملعون مرنے کا نہیں۔ کسطرح اس کی موت ہوگی۔ سری مہاراج دریائے فکر میں غوطہ زنی کرتے ہوئے بان چلا رہے ہیں۔ اور راون بھی بدستور موت سے نڈر سری مہاراج پہ حملے کر رہا ہے۔ دونو رتھ آکاش میں جاتے ہیں۔ اور پھر لڑتے ہوئے زمین پہ آتے ہیں۔ جب رتھ نظروں سے غائب ہو جاتے ہیں۔ دونو اطراف کی فوج میں انتشار پیدا ہوتا ہے۔ یہ لڑائی کئی دن اور کئی رات رہی۔:۔

سرگ ۱۰۹

سری رامچندر کے بانوں سے راون کی موت

ماتل رتھبان سری مہاراج سے بولا۔ کہ شاہ راون یوں نہ مریگا۔ جب تک اندر کا دیا ہوا برہما استر نہ ماریں گے۔ یہ برہما استر برہماجی نے بہت تپ کرکے اندر کو بنا دیا تھا۔ جب وقت یہ استر کمان سے چھوٹتا ہے۔ قیامت برپا کر دیتا ہے۔ جس کے پاس یہ استر ہو۔ تینوں لوک فتح کرے۔ اس استر کو مہا پرلے بھی کہتے ہیں۔ اس کے شعلے ریز شراروں سے تینوں لوک بھسم ہو سکتے ہیں۔ سری مہاراج نے ترکش سے برہما استر نکالا۔ زمین لرز اٹھی۔ تہلکہ پڑ گیا۔ قیامت خیز نظارہ سامنے آنے والا ہے۔ دیو سہم گئے۔ کہ ایسا نہ ہو۔ یہ استر بھی خالی جائے۔ سری مہاراج نے برہما استر چھوڑ دیا۔ راون کے سینے پہ پڑا۔ اور سنسناتا ہوا سینہ توڑ کر پار نکلا۔ شاہ راون چوندھا گیا۔ ہر وقت سیتاجی سینے میں بسا کرتی تھیں۔ اس بان کے پڑنے سے حواس بپترا ہوئے سیتاجی کا خیال چھوٹ گیا۔ اور دھم سے زمین پر آرہا۔ مرغ روح پھڑکا اور تلملا کر قفس عنصری سے پرواز کر گیا۔ شور عظیم برپا ہوا۔ راچھس بدحواس بھاگ کھڑے ہوئے۔ فوج سمبول شادماں دفرماں

اچھلنے لگی۔ کچھ بندروں نے راچھسوں کا تعاقب کیا۔ ہزاروں سمندر میں ڈوب گئے۔ ہزاروں پتھروں اور درختوں کے نیچے کچل کے جان بحق ہوئے۔ غرضیکہ لنکا فتح ہوئی۔ دیوتا خوشی سے پھولے نہ سماتے۔ گندھرب بھی باجا بجا رہے ہیں۔ اور سری رامچندر کی جے جے کار ہو رہی ہے۔ پھول برس رہے ہیں اور باد صبا خوشگوار جھونکوں سے دماغ کو تازگی بخش رہی ہے۔ لنکا کی فتح سے یوں تو فوج میموں میں ایسا کوئی نہ تھا جس کو خوشی نہ ہوئی۔ مگر تین شخصوں کو نعمت غیر مترقبہ ہاتھ آگئی۔ اول شاہ سگریو جو اس فتح پر پنپا پور کا راج بھوگنے والا تھا۔ دوسرے انگد جسے ولی عہد ہونے کی تمنا تھی۔ وہ جانتا تھا کہ سگریو اپنے لڑکے کو راج دیگا۔ اگر لنکا فتح نہ ہوتی۔ تو سگریو ہرگز انگد کو ولیعہد مقرر نہ کرتا۔ اب اس کے دل میں سری مہاراج کا رعب بیٹھ گیا۔ تیسرے بھبھیکن جس نے سلطنت کی ہوس میں لنکا کا گھر لیپ کر دیا۔ سری مہاراج کی استتت ہونے لگی۔ بالمیک جی فرماتے ہیں کہ جو شخص رام و راون کا مناظرہ پڑھیں گے یا سناویں گے تمام منورتھ سدھ ہوں گے۔ مقصد دلی بر آویں گے۔ اور اس کے سننے سے مراد یہ ہے کہ باہمی نقاص دفع ہو جاتے ہیں۔ راون کے مرتے ہی تاریکی دور ہوئی۔ آفتاب اپنی نورانی کرنوں سے زمین کو منور کرنے لگا۔

سرگ ۱۱۰

راون کے غم میں بھبھیکن کی سینہ کوبی اور سری رامچندر جی کی فہمائش

بھبھیکن راون کی نعش دیکھ کر سر پیٹنے لگا۔ آنسو جاری ہیں۔ آہ سرد بھر کر بین کر رہا ہے

اے بھائی تم سا بہادر جس کی ہیبت سے دیوتے تک کانپتے تھے۔ تو آج اس طرح زمین پر بے کفن ہو۔ وہ با اقبال صاحب شوکت با اقتدار راجہ کہ جس کے نام سے سلاطین زمانہ کی روح نکلتی تھی اس وقت لنکا کے ہو حق میدان میں بے سر پڑا ہے۔ جل جلا کے وہ تیری عالیشان نشستگاہوں اور دیوانخانوں کو زینت دینے والا حکمران بے یار و مددگار خاک پر رہے اور کوئی اتنا نہ پوچھے کہ نصیب اعدا مزاج کیسا ہے وہ مرصع تخت پر بصد تمکنت جلوہ افروز ہونے والا چتر شاہی زیب کرنے والا۔ وہ صاحب تاج جو فاقم و سنجاب کو بھی خوشی اور رغبت سے نہ پہنتا تھا اس وقت خاک میں لوٹ رہا ہو۔ وہ شاندار تاج کو جس کے روبرو ہزاروں وفادار جاں نثار ایک اشارے پر اپنا خون بہا دینے کیلئے کمر بستہ اور مودب نظر آتے تھے۔ آج موت کے سنگین پہروں میں قید ہے بھائی جان تمہاری حالت دیکھ کر کلیجہ پھٹا جاتا ہے۔ کون سنگدل ہے جو اس حسرت انگیز نظارہ سے دل کو سنبھالے رہے۔ بھبھیکن بھائی کی حالت پر مضطر اور بیقرار تھے۔ سری مہاراج بھبھیکن کی آہ و زاری دیکھ کر بیتاب ہو گئے۔ سمجھانے لگے۔ افسوس کوئی حد ہے۔ بس ہو چکا۔ رنج و غم کرنے سے کچھ ہاتھ نہ آئیگا۔

اور راون کے حق میں سینہ فگار ہونا عبث ہے۔ کیونکہ ایسا تاجدار دنیا میں کوئی نہیں ہے۔ اور نہ
ہُوا ہوگا۔ وہ اپنے جسم کی پرواہ نہ کرتا تھا۔ جس کے نام سے زمانے میں تھرتھری تھی۔ اور مرنے جینے
کا غم ہی کیا۔ یہ ایشور کے کارخانے ہیں۔ موت زندگی کا ساتھ ہے۔ مرنا جینا تو بار بار ہوتا ہے۔
اور پھر راون چھتریوں کی طرح لڑنے والا چھتری دھرم نباہ کر گیا۔ سورماؤں کی طرح جان دی۔ وہ
بیشک سرگ گیا۔ راون سا بہادر کہ جس کے نام سے اندر اور دیوتوں کی روحیں قبض ہوتی تھیں۔ پرتھوی
کانپتی تھی۔ اور آسمان ہیبت سے چرخ کھا رہا تھا۔ اور موت بھی جس کے سامنے جبہ سائی کرتی تھی۔
زمانے کے دست برد سے خاک میں مل گیا۔ دنیا عبرت کی جا ہے۔ ایک آتا ہے اور ایک جاتا ہے۔
دنیا ہیچ است و کار دنیا ہمہ ہیچ۔ اجل سامنے کھڑی ہے۔ راون ہی کو دیکھ لو کہ جس نے دیوتاؤں کو
مار بھگایا۔ تو کیوں مر گیا۔ اس کا نام مرت لوک ہے۔ ہمیشہ آدمی نہیں رہ سکتا۔ صبر کرو۔ دل کو
تسکین دو اور شرادھ پر مستعدی دکھاؤ۔ بھبھیکن آنسو پونچھ کر بولے بھائی راون نے آج تک پیٹھ
نہیں دکھائی۔ جس اقلیم پر دھاوا کیا زیر نگین ہوئی۔ جس تاجدار کو تاکا۔ غلامی کا طوق پہنکر حاضر
ہُوا۔ اندر اور دیوتوں نے لاکھ کوششیں کیں۔ کہ کسی طرح یہ بہادر مارا جائے۔ مگر ایک کی ہمت نہ ہوئی
کہ سامنا کرتا۔ جب گرز گراں بار سے اندر آسن پر دھاوا بول دیا جاتا۔ دیوتے اور اندر اندر آسن چھوڑ
کر بھاگے جاتے تھے تعجب ہے کہ آپ کے ہاتھ سے کیونکر مرا۔ لنکا کے دروازے سے کوئی محروم نہ پھرتا تھا۔
جو جس کی غرض تھی حل ہو جاتی تھی۔ دوست واحباب کا سچا وفادار اور غریب محتاجوں کا حامی اس
قدر مال و زر دیتا کہ اس کے راج میں کوئی فقیر۔ کوئی گدا ہاتھ پھیلانے والا نام کو نہ تھا۔ راون سے بڑھ
کر کوئی جنیوی اور گیانی نہ تھا۔ وید سے واقف جس نے اپنے نام پر راون بھاشیہ بنایا۔ علوم شاستر
میں کامل دستگاہ تھی۔ اس کی جو بات تھی۔ بے مثل تھی۔ سری مہاراج نے فرمایا خیر شدنی ٹلتی نہیں
جو ہونا تھا ہُوا۔ اب مرتک کرم کرو جس میں راون کا پرلوک درست ہو۔ آخر تمہارا بھائی ہے جبتک
زندہ تھا۔ دشمن تھا۔ اب جیسا تمہارا بھائی ویسا میرا بھائی ؛

سرگ ۱۱۱

راون کی نعش پر رنواس میں طلاطم

رنواس میں راون کے مرتے ہی کہرام مچ گیا۔ کوئی سر پیٹتی ہے۔ کوئی سر کوٹ رہی ہے۔ کسی
نے گریبان پھاڑ ڈالا۔ تو کسی نے بال گھسوٹے۔ وہ قصر دلربا جس میں ناچ رنگ اور عیش و عشرت کے
سامان تھے ماتم کدہ بن گیا۔ وہ سر بفلک سہ منزلہ عمارت جس میں پریرخوں کا اژدہام تھا۔ آج یہ
عمارت بہت ہی وحشت خیز اور ڈراونی صورت بنائے ہے۔ رانیاں سہاگ کی چیزیں تار تار کر پھینک

رہی ہیں اور غم سے بُرا حال ہے۔ خصوصاً رانی مندودری سر پر ہاتھ رکھے ایک ایک کا منہ تک رہی ہے۔ حسرت و یاس سے بھری آہ سرد لے رہی ہے۔ غم کھاتے کھاتے عجب حال ہے۔ آنکھوں کے گرد حلقے پڑ گئے وہ رنگت جو پہلے گلاب کو شرماتی تھی۔ زعفرانی دکھائی دیتی ہے وہ زلفیں جنہیں شعرا ناگن سے مثال دیتے ہیں بکھر کر پریشان ہو رہی ہیں۔ رانی مندودری کل رانیوں میں سرتاج تھی۔ حکم دیا کہ خاوند کی لاش پر چلو رانیاں اُٹھ کر کھڑی ہو گئیں اور اُتر دروازے سے نکلیں اور پری رخوں کا پیرہ راون کی لاش کے گرد جمع ہو گیا۔ کوئی راون کا سر گود میں رکھے چومتی چاٹتی ہے کوئی ہاتھ پر تصرف کرتی ہے۔ کوئی دھڑ سے لپٹ رہی ہے اور کوئی سر پیٹ پیٹ کر راون کے کارناموں کو بیان کرتی ہے۔ اور کوئی چیخ چیخ کر یہ کہہ رہی ہے کہ پیارے شوہر تمہارے نام سے اندر جراج۔ کبیر۔ گندھرب۔ دیوتا اور رشیوں کے دم فنا ہوتے تھے۔ آج ہم سے جدائی کئے زمین پر سو رہے ہو۔ اے آنکھیں کھولو۔ میٹھی نیند کے مزے لے چکے۔ ہمارا تمہارے غم میں کیا حال ہے۔ ہماری بات کا جواب کیوں نہیں دیتے۔ ہم پوچھتے ہیں کہ برہما کے بردان سے اندر بن دیو سامنے کھڑے نہیں ہو سکتے۔ ایک مشت انسان سے مارے گئے۔ اے دل و جان کے مالک ہم نے تمہیں بہت سمجھایا مگر تم نے نہ مانا۔ سری رام پار برہما اوتار ہیں۔ ان سے ان بن ہونا ٹھیک نہیں۔ ایسی کا پھل تمہیں ملا ہے۔ کہ ساری لنکا برباد ہو گئی۔ کل راکھشس مارے گئے۔ نام لیوا پانی دیوا باقی نہ رہا ببھیکن دھنیہ ہیں ان کا منورتھ سدھ ہو گیا۔ رام چندر کے مِتر ہو گئے اور ہم سب رانیاں بیوہ ہو گئیں پیارے! دھرم شاستر سے واقف ہونے پر بھی کتنا بڑا ادھرم کیا۔ غیر کف کو چرا لائے۔ جو سو ربر لوگ حرام سمجھتے ہیں۔ اگر سیتا کو نہ ہرتے تو آج یہ حالت تمہاری کبھی نہ ہوتی۔ آہ ہم کو رنڈ سالہ سہنا پڑا۔ چوڑیاں توڑنی پڑیں اور سہاگ کے زیور سے نفرت ہوئی۔ دوسری کہتی ہے۔ کہ دیوتاؤں سے برائی ٹھاننا کوئی اچھی بات ہے۔ رشیوں کو ستانے والا اور ان سے جبر کرکے جزیہ وصول کرنے والا کبھی چین سے نہیں رہ سکتا ہے۔ پس تم نے برا کیا۔ سری رام سے لڑے اور اپنا نام مٹا دیا۔

سرگ ۱۱۲
مندودری کا ماتم

رانیوں کی سردار راون کی پٹ رانی مندودری لاش سے چمٹی ہے کبھی رام چندر کی طرف دیکھتی۔ اور کبھی ببھیکن کی طرف کن انکھیوں سے نظر ڈالتی۔ اور کبھی گھبرا کر کہہ اٹھتی ہے۔ کہ ہم نے ہٹ لگا کر تمہیں سمجھایا مگر تم یہی کہتے رہے کہ ہماری تلوار کی آنچ دیوتا اور گندھرب سہہ نہیں سکتے۔ انسان میں اتنی جرأت کہاں اے پیارے آج وہی رام چندر انسان روپ میں تم سے لڑے اور تم کو انسانی طاقت دکھا دی۔ تم سمجھتے تھے۔ کہ انسان کی ہستی ہی کیا کہ مشت خاک ہے۔ جب چاہا مل ڈالا افسوس تم

نے رام کو پہچانا نہیں۔ یہ برہم روپ ہیں۔ تمہارے مارنے کیلئے اوتار ہوا۔ رامچندر سمدرشی ہو کر جیون مرن سے رہت ہیں۔ آپ کے موہنی سروپ کا جن کے ہردے میں دھیان آیا۔ مایا موہ سے چھوٹ گیا۔ سنکھ چکر گدا دھارن کرنے والے انسانی جامہ میں آئے۔ اور تمہیں قتل کیا۔ مگر تمہاری جیوٹ اور بہادری ایسی تھی۔ کہ اکیلے نہیں لڑ سکے۔ دیوتوں نے بندروں ریچھوں میں جنم لیا۔ اور فتوحات لنکا میں خوب خوب مردانگی دکھائی ہے پرنتو ہم نے بہت سمجھایا کہ پرماتمانے تمہارے مارنے کیلئے اوتار لیا تم نے کہا نہ مانا۔ آخر یہ نوبت آئی۔ کہ اسوقت تمہارا اکشتری جسم خاک پر لوٹ رہا ہے۔ پیارے شوہر تم اندرجیت تھے۔ نفس امارہ پہ غالب۔ افسوس کہ دیوتوں نے عقل پہ پانی پھیر دیا۔ خواہشات نفسانی نے زور باندھا سیتا مہارانی کو ہر لائے۔ پرنتو میں پہلے ہی سمجھ گئی تھی۔ کہ لنکا کی خیر نہیں۔ اسی سے آپ کو سمجھاتی رہی کہ سری رام سے مخالفت کرنا درست نہیں۔ وناش کالے پرویت بدھی۔ جب تباہی کا وقت آتا ہے۔ تو پہلے عقل ماری جاتی ہے۔ جب کھوٹے دن آتے ہیں۔ تب الٹی سوجھتی ہے۔ عصمت مآب سیتا پر دل کا بیٹھنا عقل پر پردہ پڑ گیا ہے۔ پیارے تم نے بہت برا کام کیا ہے۔ اس کا نتیجہ اسی وقت ملنا چاہیئے تھا اگر برے کرموں کا پھل ملا تو تعجب کیا ہے۔ راجہ۔ دیکھو ایک ہی باپ کی اولاد ہو کر بھبھیکن نے کیا نام پایا اس کے بچپن سے خوارق اچھے تھے۔ نیک کاموں کی طرف رجحان تھا۔ ایشور کا بھگت اور سجن پرشوں کا سیوا وفادار تھا۔ اب وہ لنکا کا راج بھوگیگا۔ تمہاری عقل پہ پتھر پڑ گئے تھے۔ تمہیں کچھ سمجھائی نہ دیا۔ موت کے لئے بہانہ ٹھکا رہے۔ سیتا جی تمہاری موت کی وجہ ہیں۔ اندرجیت اور کمبھ کرن کے مرنے سے سارے ناز ٹوٹ گئے۔ ایک زمانہ وہ تھا کہ تم نے دنیا پر سکہ چلایا۔ اور کیلاش پربت کو اٹھا لائے۔ حریفوں کی بنی بلائی۔ اپنی سرن آئے۔ ہوؤں کی رچھیا کرتے رہتے۔ دیوتوں اور رشیوں کے جگ غارت کر دیتے۔ مجال نہ تھی کہ بغیر تمہاری مرضی کوئی جگ شرادھ کرلے۔ دنیا اشارے پہ چلتی تھی۔ آفتاب اقبال تمہارے راج پہ روشن تھا۔ اب وہی آپ ہیں کہ سر کہیں ہے۔ دھڑ کہیں۔ عضو عضو جدا ہیں۔ میں تو پہلے ہی مر چکی تھی جب اندرجیت سا دلاور بیٹا لڑائی میں کام آیا تھا۔ مگر جسم بے غیرت تھا کہ اب تک سلامت ہے۔ اگر سلامت نہ رہتا تو یہ دکھ کون بھوگتا۔ ہائے آج بیوہ ہو گئی۔ سارا پہ دار نحس ہو گیا۔ منددری سر پیٹ پیٹ کر رونے لگی۔ بے ہوش ہو کر گری۔ جب ہوش آیا۔ چیخنے چیخنے گلا بیٹھ گیا۔ بیدم ہوئی۔ اور راون کی لاش پہ ہاتھ پاؤں ٹیکنے لگی۔ منددری کی سخت حالت دیکھ کر راکھس کی رانیاں سمجھانے لگیں۔ کہ دنیا مرت لوک ہے۔ آگے پیچھے سب کو چلنا ہے۔ صبر کرو۔ یہ کہہ کر رانیاں بھی منددری کے ساتھ ہائے واویلا مچانے لگیں۔

سرگ ۱۱۲

راون کا انتم کرم

سری مہاراج بھبھیکن سے بولے کہ رونے دھونے سے فائدہ نہیں۔ راون کا سنسکار کرنا چاہئے
عورتوں کو سمجھاؤ اور ان کو ڈھارس دو۔ بھبھیکن نے سوچا کہ راون دھرم ماننا ضرور تھا۔ لیکن سیتا ہرنے
سے اس کا دھرم کرم نشٹ ہو گیا اور اگر راون کا شرادھ کرتا ہوں۔ تو سری مہاراج ضرور سوچیں گے۔ کہ
بھبھیکن نے ادھرمی کا سنسکار کیا۔ بھبھیکن نے سری رام سے عرض کیا۔ راون دھرم کرم میں آپ
اپنا نظیر تھا مگر سیتا جی کے ہر لینے سے ملعون خلائق ہوا۔ اسقدر سبکی ہوئی۔ کہ بجائے دھرموان
کے اب وہ پاپی سمجھا جاتا ہے۔ اور بلا شک اس عذاب عظیم سے کبھی نجات نہیں پا سکتا۔ اگر میں اس کا
مرتک کرم کروں تو لوگ مجھے بھی پاپی سمجھیں گے۔ نہ کروں تو لوگ مغرور کہیں گے۔ کہ بھبھیکن نے راون کا
شرادھ نہیں کیا۔ مگر مہاراج میں اس گناہ سے بھی کسقدر بچوں گا۔ عالم لوگ میرے اس اجتناب سے
ضرور خوش ہوں گے سری مہاراج بولے کہ یہ خیال خام ہے۔ شرادھ کرانے سے تمہاری بھلائی ہوگی۔
کیونکہ جب تک مرتک کرم نہ ہوگا چھوت سے نجات نہ ملیگی۔ سوتک سوار رہیگا۔ راج پر بیٹھنے کے لائق
نہ ہوگے اگرچہ راون ادھرمی تھا مگر چھتری دھرم پر چلنے والا بڑا بہادر تھا۔ پھر ہمارے ساتھ لڑا ہے۔
میرے بانوں سے اس کی موت ہوئی۔ سب پاپ چھوٹ گئے۔ راون سے بڑھ کر اور کون ہو سکتا ہے۔
جس کی دھاک اندر آسن میں بیٹھی ہوتی ہے۔ راجہ اندر کی روح لرزتی تھی۔ جس نے اشومیدھ
جگ کر کے اندر کی پدوی حاصل کی۔ راون ہمیشہ اندر پر غالب رہا۔ پس راون اندر سے بڑھ کر ہے۔
اگر یہ خیال کرو کہ ہمارا دشمن تھا۔ تو مرنے کے بعد دشمنی نہیں رہتی۔ اسلئے تم شرادھ کرو اور راون
کی روح کو پنڈ دیکر خوش کرو۔ بھبھیکن سری مہاراج کی نصیحت سنکر لنکا میں آیا۔ صندل کی لکڑیاں
جمع کرائیں اور خاندانی لوگوں کے ساتھ سری مہاراج کے حضور میں آئے۔ مالوان مشیر شاہ لنکا تھا۔
دونوں نے ملکر راون کی کریا کرم کی۔ ارتھی بنائی۔ سمندر کے کنارے مرگھٹ لے گئے۔ باجے بج رہے ہیں۔
عورتیں بھی ساتھ ہیں۔ چتا لگائی۔ چتا کے دکھن بیدی بنائی۔ کالے ہرن کا مرگ چھالا بچھایا اور لاش
چتا پر رکھدی۔ آگ لگائی گئی۔ ساتھیوں نے تلانجلی دی۔ عورتوں کو سمجھا دیا۔ عورتیں گھر کیطرف
چلتی ہوئیں۔ سری مہاراج لچھمن سگریو کے دل کینہ سے پاک ہو گئے۔ سبھوں کے چہرے پر بشاشت
برس رہی ہے۔ غصہ نام کو نہیں۔ دیوتا کیرتن کر رہے ہیں۔ رامچندر کے اوصاف کا ذکر ہو رہا ہے۔
ہنومان جی اور سری لچھمن جی کی دلیری کے چرچے ہو رہے ہیں۔ سری مہاراج نے ماتل رتھبان کی
بہت کچھ تعریف کی۔ اور رتھ کو اندر کے پاس بھیجدیا۔ سری مہاراج نے سگریو کو چھاتی سے لگایا۔
اور بھبھیکن شرادھ کر کے سری مہاراج کے پاس حاضر ہوئے۔ سری مہاراج نے لچھمن سے اشارہ
کیا۔ کہ تم بھبھیکن کے ساتھ لنکا میں چلے جاؤ۔ بھبھیکن کو گدی پر بٹھا کر واپس آؤ۔ بھبھیکن
ہمارا سچا وفادار ہے۔ لچھمن نے بندروں کو بھیجکر چار سمندروں کا جل منگایا۔ بھبھیکن اس

جل سے نہائے لچھمن جی نے تخت طلائی پر ببھیکن کو بٹھلایا۔ اپنے ہاتھ سے تلک کھینچ کر تخت نشینی کے بعد ببھیکن سری لچھمن کے ہمراہ رامچندر کے پاس حاضر ہوا۔ اور نندر دکھائی۔ مہاراج نے ہاتھ رکھ دیا۔ ببھیکن کی تخت نشینی سے ہنومان جی کو بڑی خوشی ہوئی۔ سری مہاراج نے ہنومان کو لنکا میں بھیجا اور فرمایا کہ جانکی جی سے راون کے مرنے کا حال کہہ دو۔ اور ہماری طرف سے بہت پوچھ مزاج پرسی کے بعد واپس آؤ۔

سرگ ۱۱۴

ہنومان جی سیتا کے پاس

حکم پاتے ہی ہنومان لنکا پہنچے۔ نشاچروں نے ہنومان جی کا پوجن کیا۔ اور ہنومان جی اشوک باٹیکا میں سیتا جی کے پاس پہنچ گئے۔ ڈنڈوت کی۔ جانکی جی ہنومان جی کو دیکھتے ہی بہت خوش ہوئیں۔ مگر منہ سے نہ بولیں۔ ہنومان جی نے سری رام و لچھمن کی بڑائی کر کے راون کے مرنے کی خبر سنائی۔ جگت جننی مہامایا آپ کے پنیت دھرم سے سری مہاراج نے دشمن پر فتح پائی۔ عہد و پیمان قائم رہا۔ ببھیکن کو لنکا کا راج مرحمت ہوا۔ ہنومان جی چپ ہو رہے سیتا جی نے لب تک نہ ہلائے۔ ہنومان جی کو پس و پیش ہوا۔ کہ سری مہارانی بولتی کیوں نہیں۔ ہنومان جی کے چہرہ پر انتشار دیکھ کر سری مہارانی نے قفل سکوت توڑا۔ آنکھوں میں پریم کے اشک بھرے ہوئے فرمایا۔ فکر اس بات کی ہے۔ کہ اس کے معاوضے میں کیا دوں۔ کہ ان احسانات سے سبکدوشی ہو۔ لوح بخش خبر سننے سے میرا خیال دنیا کی کل چیزوں پر گشت لگا آیا۔ ایسی کوئی چیز نظر نہ آئی۔ کہ اس خبر کے نذر ہو سکے۔ البتہ میں تمہارے بس ہوں۔ تمہاری محبت دل میں بیٹھی ہے کہ جو ہمیشہ قائم رہیگی۔ ہنومان جی نے سر جھکا لیا۔ ہاتھ جوڑ کے کہنے لگے کہ آپ کی اتنی دنیا لتا کیا کم ہے۔ کہ آپ مجھے دل میں رکھے ہوئے ہیں۔ ایسے پدارتھ کس کو حاصل ہو سکتے ہیں۔ جانکی جی بولیں کہ اچھے عقل تین طرح کے کام کرتی ہے۔ میٹھی گفتگو کر راضی رکھنا۔ ان کے چرتر سننا۔ بھگتی میں لین رہنا۔ یہ سب پدارتھ تم کو حاصل ہیں۔ اور پھر تم میں صبر عاجزی اور بہادری موجود ہے۔ ہنومان جی نے کہا اے ماتا جننی راچھسنیاں بیٹھی ہیں انہوں نے بہت کچھ دکھ دیئے ہیں میری خوشی ہے کہ ان کو سزا دوں۔ کسی کو طمانچہ کسی کو گھونسا اور کسی کو لات سے ان سب کی خبر لوں۔ یہ بھی کیا جانیں گی۔ کہ جگت ماتا جانکی جی کے ستانے کا ہمیں پھل نہیں ملا۔ اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا ہوں۔ کہ ان سب نے آپ پر بہت عذاب نازل کئے ہیں۔ سری جانکی جی بولیں کہ ان بیچاریوں کا کچھ قصور نہیں۔ یہ تو حکم کی تابع تھیں۔ جو راون کہتا تھا۔ کرتی۔ لو یہ راون بھی خطاوار نہیں۔ قسمت کا دوش ہے۔ قسمت کا بھی دوش نہیں۔ جیسا ہم نے پورب جنم میں کیا۔ پھل پایا اور اس کا بھی دوش نہیں۔ تقدیر کا لکھا مٹتا نہیں۔ ہونی ٹلتی نہیں۔ جو

چاہتی ہے کر لیتی ہے۔ اول تو راچھسنیں بے قصور ہیں۔ اگر قصوروار بھی ہوں تو ہم نے اُن کی خطائیں معاف کیں۔ بیٹا! اب تم کچھ نہ بولو۔ کہ تم نے ایک چڑی مار اور شیر کی داستان نہیں سُنی۔ ہنومان نے کہا کیونکر جانکی جی نے کہا۔ ایک شیر شکار کی تلاش میں جنگل میں پھر رہا تھا۔ اتفاق سے غریب چڑیمار کا گذر اسی جنگل سے ہوا۔ شیر جھپٹا۔ چڑیمار نے درخت پر چڑھ کر جان بچائی۔ شیر درخت کے نیچے گیدڑ بھبھکیاں دکھا رہا ہے۔ غرّاتا ہے چڑیمار سہما جاتا ہے۔ اس درخت پر کسی ریچھ کا بسیرا تھا۔ شیر نے ریچھ سے کہا تم اتنا احسان کرو کہ چڑیمار کو درخت سے گرا دو۔ کئی دن کا بھوکا ہوں۔ اسے کھاؤں گا۔ اور اپنا پیٹ بھروں گا۔ ریچھ صاحب مروت اور بردبار تھا۔ سوچا کہ شکاری میری پناہ میں جان بچانا چاہتا ہے۔ اگر دھکیل دوں تو بہت بڑا عذاب ہوگا۔ شیر سے کہا یہ تو نہ ہوگا۔ یہ میری شرن ہے میں دانستہ عذاب میں نہ پڑوں گا۔ شیر نے بہت سمجھایا۔ بھوک سے بے چینی ظاہر کی۔ مگر ریچھ نے نہ مانا۔ بھالو نے آنکھیں بند کر لیں۔ اور درخت پر سو رہا۔ شیر چڑیمار سے بولا۔ میں اسی واسطے یہاں پر ٹھیرا تھا۔ یہ میرا دشمن ہے جب چلا جاؤں گا تو تمہیں کھا جائیگا۔ ایسا کام کرو کہ جس میں تمہاری بھی جان بچے۔ ہماری بھی بھوک رفع ہو۔ ریچھ کو گرا دو۔ میں لقمہ بنا کر چلتا ہوں۔ بے مروت چڑیمار ریچھ کا احسان بھول گیا۔ بھالو کو دھکیلا مگر بھالو اچک کر دوسری شاخ پر ہو رہا۔ شیر نے ریچھ سے کہا۔ کہ اس کی محسن کشی دیکھی تم اس کی جان بچانا چاہتے ہو۔ یہ تمہاری جان کا گاہک ہے۔ اب اسے گرا دو میں اپنا پیٹ بھر لوں۔ ریچھ نے انکار کیا۔ اور شیر یاس کی حالت میں اپنا سا منہ لیکر چلا۔ اب چڑیمار کے حواس پریشان ہوئے۔ کہ فی الحقیقت ریچھ ہماری جان کا دشمن ہے۔ شیر کو ورغلاتا۔ اب وہ چلا گیا۔ ہمیں کھا جائیگا۔ ریچھ نے کہا او محسن کش دغاباز تم اپنی بات سے نہیں ہٹو گے۔ خیر تو نے میرے پاس پناہ لی ہے تیری جان کا خواہاں نہیں۔ جا اور گھر کا راستہ لے۔ مگر یہ سمجھ لینا جو جیسا کریگا۔ ویسا پھل پاویگا۔ پاپ اور کرم کا پھل اپنے ہی کو ہونا ہے۔ اسی طرح ہنومان جی اگر کوئی ادھرم بھی کرے۔ اور اپنی شرن آوے تو مارنا یا برائی سے پیش آنا مناسب نہیں۔ ہنومان جی بولے کہ آپ عصمت کی دیوی ہیں۔ پھر تینوں لوک کے مالک سری مہاراج رامچندر کی پرم پیاری استری ہیں۔ آپ کیونکر ایسی بات نہ کہیں۔ اب جاتا ہوں۔ سری مہاراج نے خبر لینے کے واسطے بھیجا تھا۔ جانکی جی نے کہا کہ مہاراج سے کہنا۔ کہ آپ کے درشنوں کی آرزو میں اب تک زندہ رہے دیکھئے پر امید کب تک نورانی ہوتی ہے۔ ہنومان چلے آئے اور سری مہاراج سے کل حال بیان کیا۔

سرگ ۱۵
سیتا جی کی طلبی

ہنومان جی نے سر جھکایا۔ قدم چومے اور پرارتھنا کرنے لگے کہ لنکا فتح ہو گئی۔ راون مارا گیا۔ اب سیتا جی کے بلانے میں کیا تاملی ہے۔ سری مہاراج فکر میں غلطان ہیں۔ کہ اگر جانکی جی کو انگی کار کرتا ہوں تو عزت پر بٹہ آویگا۔ بھبھیکن کو فرمایا کہ جانکی جی کو اشنان کراکے لباس اور زیور پہنا کر یہاں لے آؤ۔ بھبھیکن نے فی الفور حکم کی تعمیل کی۔ لباس فاخرہ پہنایا اور پینس میں سوار کرکے سری مہاراج کے پاس لائے۔ جادو نگار بالمیک جی فرماتے ہیں سری مہاراج کو فکر دامنگیر ہے کہ کیا کروں۔ اگر جانکی جی کو انگی کار کرتا ہوں تو لوگ انگلیاں اٹھائیں گے۔ بھبھیکن نے کہا سیتا جی آتی ہیں۔ مہاراج کے چہرے پر خوشی کی جھلک نمودار ہوئی۔ مگر پھر دریائے فکر میں غوطے لگانے لگے۔ چہرے پر افسردگی ظاہر ہونے لگی۔ غصے کی آگ بھی بھڑک رہی تھی۔ سوچتے تھے کہ عورت کی وجہ سے انسان کو بڑے دکھ جھیلنا پڑتے ہیں۔ عورت ہی درد کی کان ہے۔ خوشی اس بات سے تھی۔ کہ لنکا فتح ہونے پر سری سیتا جی سے ملاقات ہوئی۔ جو تمنا تھی بر آئی۔ اور غم اس بات کا تھا کہ جانکی جی آگ کے سپرد ہو چکی ہیں۔ بغیر آگ میں جائے پاک نہ ہونگی۔ اور آگ کے شعلے سے بڑی تکلیف ہو گی۔ لچھمن۔ سگریو۔ بھبھیکن بھی کہیں گے کہ جیتے جی آگ میں جلا دیا۔ رامچندر بھبھیکن سے بولے کہ جانکی جی کو قدر کس واسطے رکھا ہے۔ ہمارے پاس لے آؤ۔ بھبھیکن نے راچھسوں کو آگیا دی۔ راچھسوں نے پالکی اٹھائی۔ اور بید کی چھڑی سے سب کو ہٹانے چلے آتے۔ بندروں کو جانکی جی کے دیکھنے کی ہوس تھی۔ وہ کہتے تھے۔ کہ جانکی جی کیسی ہیں جن کے لئے اتنا بڑا راج تباہ کیا گیا۔ بھبھیکن کے ملازم سب کو مار مار کر ہٹا رہے ہیں۔ سری مہاراج نے ڈانٹ کر کہا یہ کیا کرتے ہو۔ بیچاروں کو مارتے کیوں ہو۔ شاید سمجھتے ہو کہ غیر کف عورت کا دیکھنا دھرم کے خلاف ہے یہ تو خیال خام ہے۔ عورت اپنے دھرم سے بچ سکتی ہے۔ اور یوں تو لاکھ پردوں میں چھپاؤ مگر بد معاش عورت کبھی رک نہیں سکتی۔ شاستر لکھتا ہے کہ عورت کو لڑائی کے موقع پر شادی کے وقت جگیہ اور تیرتھ کے مقام پر سوامبر اور دکھ کی حالت میں دیکھنا ممنوع نہیں اور جو عورت خاوند کے پاس ہو تب بھی دوش نہیں۔ اسلئے جانکی جی کو پالکی سے اتار دو۔ پیدل ہمارے پاس لے آؤ۔ کہ جن جن کو دیکھنے کی ہوس ہو اچھی طرح سے زیارت کر لیں۔ بھبھیکن نے سری مہارانی کو اتارا اور پیدل مہاراج جی کے پاس لے آئے۔ جانکی جی شرم سے گردن جھکائے چلی آتی ہیں۔ دل خوشی کے وہموں سے بھر رہا ہے۔ سری مہاراج کا چہرہ ماہتاب کی طرح جگمگا رہا ہے۔ اور خوشی دامن دل کے گرد پھر رہی ہے۔

سرگ ۱۱۶

سری رامچندر اور جانکی جگت ماتا کی باہمی گفتگو

جانکی جی سری مہاراج کے پاس بیٹھ گئیں۔ رامچندر نے سلسلہ جنبانی کی کہ میں نے راون کو مارا۔ لنکا فتح کی اور تم کو اپنے پاس بلا لیا۔ راون پر مجھے بہت غصہ آیا کہ ہماری عدم موجودگی میں تمہیں چرا لایا۔ آج ہمارا عہد پورا ہوا۔ مگر افسوس اس بات کا ہے۔ کہ ہمارے خاندان رگھوبنس میں یہ کلنک لگا کہ رامچندر کی استری راون کے قبضے میں رہی۔ راون تو مارا گیا مگر یہ دھبہ نہ مٹا۔ ہم کو راون کے مارنے کی ہوس ضرور تھی۔ مگر تمہارے ملنے کی خواہش نہ تھی۔ اب آرزو ہے کہ اس دھبے کو اپنے دامن سے مٹاؤ۔ اگرچہ عصمت پر داغ نہیں ہے۔ مگر لوگوں کی زبان رُک نہیں سکتی وہ ضرور عیب کی نگاہ سے دیکھیں گے جس طرح اندھے کو چراغ دکھائی نہیں دیتا اسی طرح جب تک یہ بدنما دھبہ دور نہ ہوگا ہم تمہارا منہ نہیں دیکھ سکتے۔ تم جہاں چاہو چلے جاؤ۔ ہم کو تم سے کچھ سروکار نہیں۔ ایسا کون ہوگا جو عالی خاندان ہوا اور اس کی عورت مفقود الخبر ہو۔ اور پھر وہ اس کو انگی کار کرنے۔ پھر تم سے راون کا بدن چھوا ہے۔ تمہارا ساتھ کس طرح دوں۔ ہرگز قبول نہیں کر سکتا۔ بھرت۔ لچھمن۔ ستر ہن۔ سگریو اور بھبھیکن ساتھ دیں تو دیں۔ مگر میں منہ نہیں دکھانے کا۔ سری جانکی جی یہ وحشت آمیز کلمات سُنکر رونے لگیں۔

سرگ ۱۱۷

آتش کدے میں سری جانکی جی کا سمانا

جگدیش بھوانی سری سیتا جی کو کب ان باتوں کی تاب تھی۔ چہرے پر اشک رواں ہے۔ غم سے مخزون ہو رہی ہے صبر کی طاقت نہیں۔ شرم بالائے طاق ہوئی۔ عزت نے منہ موڑا۔ ضبط نہ ہو سکا۔ بے اختیار بول اٹھیں۔ سری مہاراج یہ کیسی باتیں کرتے ہیں۔ جاہلوں کی سی عادتیں نظر آنے لگیں۔ آپ کو میرا امتحان لینا مدِ نظر ہے تو مستعد ہوں مگر ایسی بات کوئی نہیں تھا کہ راون نے میرا بدن میں لیا اول تو میں بہت بچی۔ کاش اگر ایسا ہوا بھی تو بے بس تھی۔ کچھ اختیار نہ تھا۔ آپ نے پہلے کہا تھا کہ تم اگن میں پرویش کر جاؤ میں لیلا دکھاؤں گا۔ تو یہ قصور آپ کا ٹھیرا۔ میں بے قصور ہوں۔ سلطنت کی طرح مجھے کیوں ساتھ رکھا۔ آتش کدے میں جھونک دیا تھا تو جلنے دیا ہوتا۔ اگر آپ کو میرا ساتھ منظور نہیں۔ تو ہنومان جی کی زبانی کہلا بھیجا ہوتا۔ تو میں کیوں آتی۔ زہر کھا لیتی یا چھری کھا کر مر جاتی آپ اتنی تکلیف بھی نہ گوارا کرتے۔ مفت کی مصیبت اٹھائی۔ میرا جسم انسان کی طرح نہیں ہوا۔ بلکہ میری پیدائش زمین سے ہے آپ واقف ہو کر ایسے قبیح الفاظ منہ سے نکالتے ہیں۔ زمین پھٹ کیوں نہیں جاتی۔ کہ اس میں سما جاؤں۔ ادھر ادھر کی باتیں تو آپ کریں۔ اور کلنک مجھ پر لگائیں۔ آپ کا قول تھا کہ تمہیں کبھی نہ چھوڑونگا۔ کیا عقد کے وقت کی باتیں بھول گئے۔ کیا کیا عہد و پیمان ہوئے تھے۔ پھر لچھمن جی سے مخاطب

ہوئیں۔ مہربانی کرکے چتا بناؤ۔ ابھی وقت جل بھن کے مرجاؤں گی۔ مجھ پہ سری مہاراج نے جھوٹا کلنک لگایا لچھمن جی چاہتے تھے کہ مہاراج کو سمجھائیں۔ مگر مہاراج نے اشارے سے منع کیا ہے۔ لچھمن جی مجبور ہوئے چتا بنائی۔ اور سری سیتا رام چندر کے گرد گھوم کر بولیں کہ سوائے سری مہاراج کے اگر میں نے کسی کو بری نگاہ سے دیکھا یا کسی سے محبت جتائی ہو تو یہ آگ مجھ کو بھسم کردے۔ اور نہیں تو میں اپنے ست دھرم کی بدولت ابھی نکلی آتی ہوں۔ دیوتا اور رشی دیکھ رہے ہیں۔ سب چاہتے ہیں کہ سری مہاراج کو سمجھائیں مگر مہاراج غصے سے مبہوت ہو رہے ہیں۔ سر نیچا کئے کسی کی طرف دیکھتے نہیں۔ سری جانکی جی جلتی ہوئی آگ میں کودیں حاضرین کی آنکھوں سے آنسو بہے۔ اور ہائے ہائے کے نعرے بلند ہوئے۔

سرگ ۱۱۸

سری رامچندر کے حضور میں دیوتاؤں کی آمد

سری مہاراج سر بجیب ہیں۔ آنکھیں چار نہیں ہوتیں کہ سب لوگ کہیں گے خلاف شان باتیں ظہور میں آرہی ہیں۔ اتنے میں برہما۔ اندر۔ کوبیر۔ برن اور بہت دیوتا رشیوں کا جم غفیر مہادیو جی کے ساتھ رامچندر کی خدمت میں حاضر ہوا۔ رامچندر نے پیشوائی کی۔ دیوتے اور رشی سری مہاراج کی پرارتھنا کرنے لگے۔ آج یہ مہیب نظارہ سامنے ہے جگ جننی مہا مایا آگ میں کودی ہیں آپ کو ذرا بھی دیا نہ ہوئی۔ مہاراج بولے اب تک تو میں اپنے تئیں انسان سمجھا۔ کہ راجہ دسرتھ کا لڑکا ہوں۔ انسانوں کی طرح کام کئے۔ آج خیال ہوا کہ میرا اوتار پرتھی کا بھار اُتار لینے کو ہوا۔ لنکا فتح ہوگئی۔ کل کام نپٹ گئے۔ اب اجودھیا میں جاکر راج کرونگا۔ اگر ایسا نہ کرتے تو لوگ طعنہ زن ہوتے۔ بہت سے لوگ مجھ کو انسان ہی سمجھتے تھے۔ اب جیسا برہما جی کہیں ویسا کرنا چاہیئے۔ برہما جی کہنے لگے کہ نہ آپ دسرتھ کے لڑکے ہیں۔ اور نہ انسان۔ آپ کو سنکھ چکر گدا کے دھارن کرنے والے برہم روپ پرشوتم اور سب بیاپک ہیں۔ جب بھگتوں پہ دکھ پڑتا ہے آپ اوتار لیتے ہیں۔ آپ لشن روپ ہوکے دیوتاؤں کی پالن کرتے ہیں۔ آپ کی نابھی سے میرا جنم ہوا۔ وید آپ کی آتما ہے۔ جب ادھرم ہوتا ہے تب اوتار لینے کی ضرورت ہوتی ہے۔ آپ کے انیک بھجا اور انیک چرن ہیں۔ تینوں لوک آپ کے سروپ میں پرگٹ ہیں۔ سرستی جی آپ کی زبان ہیں۔ آپ کے ہر بلا ہٹی ہیں۔ دیوتا باس کرتے ہیں۔ رات دن آپ کی پلک ہیں۔ اور کل سنسار آپ کا سریر اور آگ آپ کا قہر اور چندرما آپ کی دیا۔ میرے اور اندر وغیرہ دیوتاؤں کے کہنے سے آپ نے منش شریر دھارن کیا

سرگ ۱۱۹

جانکی جی کے ساتھ اگن دیوتا کی حاضری

برہماجی کی اُستت شنکر مہاراج کو بڑا آنند ہوا۔ اگنی دیوتا سری جانکی جی کو گود میں لئے ہوئے سری مہاراج کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ اور کہنے لگے کہ تینوں لوک کی ماتا جانکی جی کو قبول کیجئے۔ یہ بے لوث ہیں جگت جننی ہیں۔ ان پر کوئی نظر نہیں ڈال سکتا۔ آپ نے ہمارے سپرد کیا تھا۔ اپنی امانت لیجئے مہاراج کو اگنی دیوتا کی باتیں پسند خاطر ہوئیں۔ اور سری جانکی جی کو بے قصور سمجھ کر اپنے پاس بٹھا لیا۔ برہماجی نے عرض کی۔ کہ اب سری جانکی جی کو لے کر اجودھیا میں راج کیجئے اور جو لوگ جانکی جی پہ عیب لگاویں ان کی موکش نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ جانکی جی تو ساکشات بھگوتی ہیں۔

سرگ ۱۲۰

سرگ سے راجہ دسرتھ کی آمد

دیوتاؤں کے راجہ اندر سری مہاراج سے گویا ہیں۔ کہ اب اجودھیا کا راج دیکھئے۔ بھرت۔ شترگھن کوشلیا۔ کیکئی اور سمترا وغیرہ آپ کے غم میں محزون ہو رہی ہیں۔ آپ جایئے اور سب کے زخمی دلوں پر مرہم رکھیئے نہیں تو آپ کی جدائی میں جان توڑ دیں گے۔ یہ کہہ کر راجہ اندر چپ ہو رہے۔ برہماجی نے تائید سخن کی۔ کہ مہاراج وہ دیکھئے آپ کے پتا راجہ دسرتھ بوان پر آ رہے ہیں۔ آپ ایسے پتر ہوئے۔ کہ راجہ دسرتھ تر گئے۔ شیوجی نے بھی برہماجی کی باتوں سے اتفاق کیا۔ جیسا برہما اور اندر کہتے ہیں۔ ویسا ہی کرنا چاہیئے۔ آپ اور لچھمن جی راجہ دسرتھ کو پرنام کریں۔ سری مہاراج اور لچھمن جی اٹھ کھڑے ہوئے۔ مودب ہو کر سر عجز خم کیا۔ اور ہاتھ جوڑ کر قدم چھوئے۔ راجہ دسرتھ دونو بھائیوں کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور بوان سے اترے اور سری مہاراج اور لچھمن کو چھاتی سے لگایا۔ اور کہا کہ اگرچہ بیکنٹھ میں عیش بھوگ رہا ہوں۔ مگر بغیر تمہارے دیکھے کے کاٹے کھاتا تھا۔ جب تمہاری ماتا کیکئی نے صحرا نوردی کے لئے تم کو ہدایت کی تھی۔ وہ دکھ نہیں بھولتا۔ آج تم کو دیکھ کر کلیجہ ٹھنڈا ہوا اور غصے کی آگ بجھ گئی۔ اے بیٹا ایسے سعید لڑکے دنیا میں کس کے ہوتے ہیں۔ جو بات تم نے دکھائی۔ تمہاری وجہ سے آج بہشت میں بیٹھا چین کر رہا ہوں۔ اب جا کر اجودھیا پوری میں راج بھوگو۔ اور کوشلیا ماتا کو اپنے دیدار سے مسرور کرو۔ تم نے میری وجہ سے چودہ برس جنگل کی کنکریاں کھودیں مصیبتیں جھیلیں سری مہاراج نے جواب دیا کہ مجھ ایسا بدنصیب دنیا میں نہ ہوگا۔ کہ جس نے باپ کی خدمت نہ کی۔ مرتے وقت دیدار بھی نہ ہوئے۔ پتاجی ایک بات کہتا ہوں۔ آپ کو قبول کرنا ہوگی۔ کیکئی کے اوپر جو آپ کو غصہ ہے۔ آپ معاف کیجئے۔ راجہ دسرتھ سنکر بے چین ہوئے۔ سری مہاراج کی سعادت دیکھ کر اس قدر خوش ہوئے کہ زبان سے بات نکالنا دشوار ہوا۔ دونو ہاتھ اٹھا کر آشیرباد دیا۔ بیٹا سکھی رہو۔ اور تمہارا نام رہے۔ لچھمن جی سے بولے کہ رامچندر اور بھرت کی سیوا کرنا۔ اور اپنی بھاوج سیتا کو

خوش رکھنا۔ یہ کہہ کر جانکی جی سے مخاطب ہوئے۔ اے پتری رامچندر کے خلاف کوئی بات ایسی نہ ہونے پائے کہ جو رامچندر کو ناگوار ہو۔ یہ جو تم کہو کہ رامچندر نے مجھ پر کلنک لگایا۔ یہ تو دنیاداری کی باتیں ہیں۔ اس میں بھی تمہارا نام ہوا۔ جو عورت تمہارا چرتر سنیگی وہ پتی ورت کہلائیگی۔ یہ کہہ کر راجہ دسرتھ بمان پہ سوار ہوئے اور سرگ کو چلے گئے۔

سرگ ۱۲۱
امرت کے برسنے سے مردہ بندروں کی دوبارہ زندگی

دیوتاؤں نے رامچندر سے پرارتھنا کی۔ اور اندر سے سری مہاراج نے حکم دیا۔ کہ جو ہماری بھگتی تمہارے دل میں ہے تو بندروں کو زندہ کر دو۔ تاکہ سب اپنے اپنے گھر سلامتی سے پہنچیں۔ اندر شکر خوش ہو گئے۔ اور رامچندر کے پاس پرنام کر کے بیٹھ گئے۔ امرت برسنے لگا۔ تمام بندر جی اٹھے۔ مگر راکھشس ایک بھی نہیں زندہ ہوا۔ زندہ نہ ہونے کی وجہ یہ تھی۔ کہ لاکھوں راکھشس تو اندرجیت کی لڑائی میں مارے گئے تھے ہنومان جی نے سمندر میں پھینک دیئے تھے۔ اور لاکھوں جو زمین پر مردہ تھے۔ اسلئے زندہ نہیں ہوئے کہ بھبیکھن نے سب کا شرادھ کرم کر دیا تھا۔ شرادھ ہونے پر کوئی نہیں جیتا۔ بندروں میں خوشیاں ہونے لگیں۔ بندروں کے جھنڈ میں سری مہاراج اسطرح معلوم ہوتے تھے۔ کہ جسطرح ستاروں کے بیچ ماہتاب جگمگا رہا ہے۔

سرگ ۱۲۲
سری رامچندر کے قیام لنکا کیلئے بھبیکھن کی فہمائش

دیوتے اپنے اپنے استھان پر راہی ہوئے اور بھبیکھن ہاتھ جوڑ کر سری مہاراج سے کہنے لگے کہ اشنان کر کے عمدہ پوشاک پہنئے۔ سنیاس اتار دیجئے۔ کچھ دنوں لنکا میں بود و باش کیجئے تاکہ ہم لوگوں کا جنم سپھل ہو۔ سری مہاراج بولے کہ اشنان کی ضرورت نہیں اور نہ عمدہ کپڑے پہن سکتا ہوں۔ کیونکہ میرا بھائی بھرت ہمارے غم میں جان بلب ہوگا۔ میں بہت جلد اجودھیا جانے والا ہوں۔ بھبیکھن نے عرض کیا کہ اگر آپ مجھے سچا وفادار سمجھتے ہیں تو کچھ دنوں لنکا میں رہیں۔ میں اگلے دن میں پشپک بمان پر سوار کر کے پہنچا دوں گا۔ بمان لاکھوں کوس ایک دن میں جا سکتا ہے۔ راون نے کبیر سے جیت لیا تھا۔ سری مہاراج نے کہا کہ میں تمہارے احسانات سے سبکدوش نہیں ہو سکتا۔ تم نے ہماری بہت مدد کی ہے۔ میں بہت خوش ہوا۔ رہنے کی کوئی بات نہ تھی۔ مگر بھرت کا خیال آتے ہی کلیجہ ٹکڑے ہوا جاتا ہے۔ جسوقت اجودھیا سے چلا تھا نگر کے لوگ بہت دکھی ہوئے تھے بھرت نے بھی چترکوٹ میں بہت سمجھایا۔ لیکن میں نے کہنا نہ مانا۔ چودہ برس جنگل میں گذارنے

اگر نہ جاؤنگا تو پھر بھرت زندہ نہیں رہ سکتا۔ ماتا کوشلیا سمترا کیکئی اور باسی لوگوں سے ملونگا تو اشنان کرونگا۔ تم دکھی مت ہو میرا کہنا مان لو۔ پشپ بوان منگاؤ۔ بھبھیکن نے فوراً بوان منگوایا۔ پشپ بوان کی خوبصورتی دیکھ کر بندر بھائی بہت خوش ہوئے۔

سرگ ۱۲۳

اجودھیا کیطرف سری مہاراج کا عزم

بھبھیکن ہاتھ جوڑ رہے اور خوشامد کر رہے ہیں۔ تو پھر مجھے بھی ساتھ لے چلئے۔ مہاراج نے قبول کیا اور فرمایا کہ انکو ربناری کرو۔ سب سے پہلے بندروں کو زر و جواہر دیکر رخصت کرو۔ بھبھیکن نے بندروں کو لباس فاخرہ سے ملبوس کیا۔ زر و جواہر دیا۔ گھوڑے۔ ہاتھی اور رتھ عطا ہوئے ہر ایک کو اس قدر انعام و اکرام ملا کہ ساتھ لے جانا دشوار ہوا۔ سری مہاراج نے ڈھنڈورہ پٹوا دیا کہ جس کا جہاں جی چاہے چلا جائے۔ تمہارے احسانات کے سری مہاراج معترف ہیں بڑی تکلیف تم اٹھا چکے اب اپنے اپنے گھر جاؤ۔ آرام کرو۔ اس کے بعد سری مہاراج نے جانکی جی کو رتھ پر بٹھال لیا۔ اور خود لچھمن جی کے ساتھ سوار ہوئے۔ سگریو اور بھبھیکن کو پاس بلوایا گلے لگا کر سمجھایا کہ تمہاری بدولت لنکا پر فتح پائی۔ کام نکل گیا۔ کچھ دنوں آرام کرو۔ ہماری لیجگی کا خیال رکھو۔ یہ نہ سمجھنا کہ تمہاری محبت ہمارے دل سے جاتی رہی۔ تمہارا خیال ہر وقت دل میں جاگزین ہے۔ آنند سے راج بھوگو۔ بھائی سگریو تم نے ہمارے واسطے بہت مصائب جھیلے راج پاٹ چھوڑا اور ہمارا ساتھ دیا۔ احسانات سے سر نہیں اٹھا سکتا۔ اب تم کشکندھا پور جا کر راج کاج دیکھو۔ پھر بھبھیکن کی طرف رجوع ہوئے۔ اب تم کو شاہ لنکا کی بدوری مل گئی۔ میری تمنا ہے کہ اچھے اور اچل راج کرو۔ ہر سمجھاتے ہیں کہ ایشور تمہارا ہر وقت مددگار ہے۔ مہاراج کی باتوں سے بھبھیکن کا دل بھر آیا۔ بھبھیکن اور بندروں نے ہاتھ جوڑے۔ لجاجت سے عرض کیا کہ ہم کو اجودھیا پوری دیکھنے کی ہوس ہے۔ آپ کا راج دیکھیں گے۔ تخت نشینی کے بعد اپنے گھر واپس آئیں گے ان کی عرض قابل پذیرائی ہے۔ سری مہاراج نے سب کو ساتھ لیا۔ اور پشپ بوان پر بٹھال کر اجودھیا کی طرف کوچ کیا۔

سرگ ۱۲۴

پشپ بوان پر سری مہاراج کی سواری

پشپ بوان ہوا پر اُڑ رہا ہے۔ اور مہاراج رامچندر سیتا جی کو ہر مقام دکھا رہے اور انگلی کے اشارے سے بتا رہے ہیں۔ کہ یہ ترکوٹ پربت پر لنکا ہے۔ پھر میدان رزم میں جو صف آرائیاں

ہوتی تھیں۔ مجملاً بیان کر کے فرمایا کہ اسی جگہ راون کمبھ کرن اور اندرجیت مارے گئے۔ اسی طرح جو جہاں مارا گیا۔ سب کے نام لے لے کے دکھاتے گئے۔ جب سمندر کے قریب پہنچے۔ مینباک پربت دکھا کر بولے کہ اس پہاڑ پر ہنومان جی نے سمندر پھاندتے وقت دم لیا تھا۔ پھر پل دکھایا اور اس کے باندھنے کی ترکیب بیان کی۔ جب اس پار پہنچے۔ رامیشر کے درشن کرائے۔ رامیشری جی کی مورت سری مہاراج نے خود استھاپت کی تھی۔ یہاں کے تیرتھ کا بہت بڑا پھل ہے یہاں پر اشنان کرنے سے جنم جنم کے پاپ دور ہو جاتے ہیں۔ بھبھیکن سے اسی جگہ ملاقات ہوئی تھی۔ بوان آگے بڑھا۔ کسکندھا نگر پہنچا۔ سگریو کا محل سیتا جی کو دکھایا اور جس جگہ بالی مارا گیا تھا۔ وہ جگہ بھی بتائی۔ سری جانکی جی نے تحریک کی کسکندھا نگر کی عورتیں معہ رانی سگریو کے ہمارے ساتھ چلیں۔ پُشپ بوان کسکندھا نگر میں اُتر پڑا۔ اور سگریو سے فرمایا۔ کہ یہاں کی عورتیں سیتا جی کے ساتھ اجودھیا پوری کو چلیں۔ سگریو نے تعمیل ارشاد کی۔ عورتیں آگئیں اور پُشپ بوان پر سوار ہوئیں۔ پُشپ بوان اُڑا اور ریکھ مونکھ پربت پر پہنچ گیا۔ رامچندر بولے یہ مقام ہمارے لئے تیرتھ سے کم نہیں۔ کیونکہ اسی جگہ سگریو سے اتحاد بڑھا۔ بالی کو مارا اور سگریو کی بدولت سمندر پار ہوئے۔ اور لنکا کو فتح کیا۔ پھر پمپا سرور دکھا کر کہا کہ اسی جگہ ہم نے تمہارے ہجر میں آنسو بہائے ہیں۔ شبوری بھیلنی نے ہم کو مدعو کیا۔ ہم اس کے یہاں گئے۔ بھوجن کھائے۔ شبوری نے ہماری بہت خدمت کی۔ پھر کوندھ راچھس سے مڈبھیڑ ہوئی اور اسی مقام پر جٹایو اور راون سے بڑی لڑائی ہوئی تھی۔ اور یہیں سے راون تمہیں ہر لے گیا تھا اس کے بعد اگست رشی اور سر بھنگ رشی کے استھان دکھائے۔ اور براده کے مرنے کا حال بیان کیا۔ جب چتر کوٹ پہنچے تو فرمایا کہ بھرت بھائی اسی مقام پر ہم کو منانے آئے تھے۔ سری مہاراج گذشتہ حالات بیان کرتے ہوئے وہاں سے سرنگ بیر پور کے قریب پہنچے۔ یہاں سے اجودھیا جی کی راجدھانی دکھائی دیتی تھی۔ بھبھیکن اور بندر سر اُٹھا اُٹھا کر اجودھیا کی طرف نظر دوڑا رہے ہیں۔ اور دور سے ہی اجودھیا جی کے لطیف اور پاک مندروں کی سیر سے دل وجد کھا رہا ہے۔ اس مقام سے بھاردواج جی کا مسکن قریب تھا۔ پُشپ بوان ہوا سے بھاردواج کے استھان پر اُتر پڑا۔

سرگ ۱۲۵

سری مہاراج بھاردواج کے استھان پر

جس دن رامچندر جی بھاردواج رشی کے آشرم پر پہنچے۔ چودھویں برس کا آخری روز تھا۔ بھاردواج سری رامچندر کو دیکھتے ہی اٹھ کھڑے ہوئے۔ گلے لگایا۔ مہاراج قدموں پر گرے اور اجودھیا کی خیریت پوچھی۔ رشی نے کہا۔ سب لوگ آنند سے ہیں۔ غلے کی ارزانی ہے۔ بھرت جی آپکی کھڑاؤں لے کر آپ کے خیال میں مگن ہیں۔ جسوقت آپ یہاں سے گئے ہیں مجھے بھی انتہا درجہ کا ملال تھا۔ آج

الیشور نے وہ دن دکھایا کہ دشمن کو جیت کر ہمارے استھان پر آئے۔ جسقدر خوشی ہے بیان نہیں ہو سکتا جو جو لیلائیں آپ نے دکھائی ہیں سب جانتا ہوں۔ کچھ چھپا نہیں۔ آج کی رات ہمارے یہاں رہیئے۔ آپ ہمارے مہمان ہیں۔ سری مہاراج بولے مجھے رہنے میں عذر نہیں۔ آپ کی دعا کا خواہاں ہوں۔ آج نہیں رہونگا۔ آپ کی دل شکنی منظور نہیں۔ بھاردواج جی نے اشیرباد دیا۔ کہ اجودھیا کے قرب وجوار میں جتنے درخت ہیں بے فصل بھی پھل پھول سے لدیں گے جتنے بندر ساتھ ہیں پھلوں کو کھا کر آنند کریں گے۔

سرگ ۱۲۶

ہنومان جی اور بھرت کی باتیں

رامچندر جی کا دھیان بھرت کی طرف پہنچا۔ کہ آج چودھواں برس اختتام پر ہے۔ اور بھرت عہد کر چکے ہیں۔ کہ جس دن چودھواں برس ختم ہوگا۔ اور رامچندر نہ آئیں گے تو جان دے دونگا۔ سری مہاراج نے ہنومان جی سے کہا کہ بھاردواج جی نے ہمیں روک لیا ہے۔ تم اجودھیا میں جاکر بھرت جی سے ہمارے آنے کی خبر کرو پہلے نکھاد کے پاس سرنگ بیرپور ہوتے جانا۔ وہ اجودھیا کا راستہ بتا دیں گے جب بھرت سے ملاقات ہو تو سارا حال جانکی جی کا ہرنا سگریو سے رشتہ محبت قائم ہونا۔ بالی کا مارا جانا سمندر کا پل باندھنا پھر راون کی موت کہہ کر برہما جی کا بردان اور پتا جی کے آنے کا حال کہہ کے یہ کہنا کہ اس وقت فوج میموں کے ساتھ بھاردواج رشی کے استھان پر مقیم ہیں۔ آج انہوں نے روک لیا ہے کل اجودھیا پہنچ جائیں گے۔ بھرت جی سے ساری کیفیت بیان کر دینا اور اسکا دلی عندیہ بھی تاڑ لینا کہ منشا کیا ہے۔ اس وقت اجودھیا جی کے راجہ بھرت ہیں۔ ان کے پاس فوج کثیر ہے۔ اور دولت بھی لازوال ہے۔ اگر وہ یہ سمجھتے ہوں کہ رامچندر سے لڑائی ہوگی۔ کیونکہ رامچندر کے پاس بھی فوج ہے۔ تو چپ چپاتے چلے آنا کچھ بولنا نہیں۔ ہم یہاں سے واپس جائیں گے۔ ان سے لڑنا منظور نہیں۔ اجودھیا کا راج انہیں مبارک۔ ہنومان جی انسانی روپ میں اجودھیا جی کی طرف روانہ ہوئے۔ اور سری مہاراج نے وہ رات بھاردواج رشی کے آشرم میں کاٹی۔ ہنومان سرنگ بیرپور پہنچے اور رامچندر کے آنے کا حال نکھاد سے کہا۔ نکھاد سنکر بہت خوش ہوا گویا بڑی دولت ہاتھ آگئی۔ ہنومان جی آگے بڑھے اجودھیا کوئی کوس بھر باقی ہوگی۔ وہاں کے پُر فضا میدان اور سرسبز اور شاداب باغوں کو دیکھ کر ہنومان جی کا دل ہرا ہو گیا۔ تفریح کرتے ہوئے نندی پور پہنچ گئے۔ تو کیا دیکھتے ہیں سینکڑوں عورتیں بھرت جی کو گھیرے بیٹھی ہیں اور بھرت جٹا دھارن کئے اسقدر نحیف ہو گئی ہیں کہ فلاں سے ہڈیاں اور گِن شمار کر لی جائیں۔ آنکھ بند کئے سری رام کے دھیان میں مگن ہیں۔ سنگھاسن پر چرن پادکا رکھی ہے۔ راج پروہت بشن جی اور بہت سے مرتاض رشی چاروں طرف آسن بچھائے

گیروے بستر پہنے سری رام نام جپ رہے ہیں۔ ہنومان جی دیکھ کر سوچنے لگے کہ اگر آج نہ آتا۔ بے شک بھرت جی جان دے دیتے۔ ہنومان جی بھرت جی سے ملے اور رامچندر جی کے آنے کی خبر سنائی۔ جانکی جی بھی ساتھ ہیں۔ لچھمن۔ سگریو۔ ببھیکن وغیرہ بندروں کی فوج کے سردار ہیں۔ یہ سب بھاردواج کے یہاں آج کی رات تک رہے ہیں۔ کل یہاں پہنچ جائیں گے۔ اب دکھ دور کیجئے۔ بھرت جی کو مارے خوشی کے تن بدن کا ہوش نہ رہا۔ گھڑی بھر کے بعد اٹھے۔ اور دوڑ کے ہنومان جی کو گلے لگا لیا۔ محبت کے آنسو جاری ہیں۔ پاک دل مہاراج کے دھیان میں مگن ہو رہا ہے۔ بھرت جی نے ہنومان جی سے پوچھا کہ تم کون ہو۔ دیوتا ہو۔ یا انسان۔ تمہاری باتیں محبت بھری ہیں۔ ایک پژمردہ درخت کو آب حیات سے سینچا ہے بھائی اس کے عوض میں کوئی ہمارے پاس ایسی چیز نہیں ہے کہ نذر کی جائے۔ دل میں آتا ہے کہ اجودھیا کا راج دے دوں۔ مگر راج مہاراج رامچندر کا ہے۔ اس پر میرا کیا اختیار یہ کہہ کے چپ ہو رہے۔ چہرہ خوشی کے مارے پھول رہا ہے۔

سرگ ۱۲۷
لنکا کی صف آرائیوں کا تذکرہ

بھرت جی مارے خوشی کے گدگد ہو رہے ہیں۔ ہنومان جی کی باتوں سے آب رفتہ نہر میں جاری ہو گیا فرمانے لگے کہ ہمیشہ خوش رہو اور ناابد تمہاری عمر ترقی کرتی رہے۔ اب حال بتاؤ کہ رامچندر اور بندروں سے کسطرح میل ہوا۔ ہنومان جی نے قصے کو چھیڑا۔ اور اجودھیا باسیوں نے بھی رام چرچا سننے پر کان لگا دیئے۔ کیکئی کی وجہ سے صحرا نوردی راجہ دسرتھ کا انتقال۔ سری مہاراج کی چترکوٹ میں بود و باش۔ اور بھرت جی کی چترکوٹ میں روانگی اور پھر واپسی بہرحال تو آپ بھی جانتے ہیں اور میں بھی سن چکا ہوں۔ آپ کے چلے آنے کے بعد سری مہاراج بہت دکھی ہوئے۔ چترکوٹ سے دل گھبرایا۔ ڈنڈکارن بن میں پھرنے لگے۔ براده راچھس سے مڈبھیڑ ہوئی۔ وہ ملعون بہت سر چڑھا تھا۔ آخر مارا گیا۔ پھر وہاں سے گشت لگاتے ہوئے آگے بڑھے۔ اکثر درختوں کے نیچے رات کیوقت دھونی دیتے اور صبح ہوتے چل کھڑے ہوتے ایک جگہ سروپ نکھا راون کی بہن مہاراج کے پاس آئی اور اپنے حسن جمال کی تعریف کرتی ہوئی اپنا عشق جتایا۔ اور پھر مباشرت کی طالب ہوئی۔ مہاراج نے انکار کیا۔ اس کمبخت نے نہ مانا۔ لچھمن جی کے پاس گئی۔ انہوں نے مہاراج کے اشارے سے ناک کان تراش لئے۔ روتی ہوئی کھر دوکھن کے پاس پہنچی۔ چودہ ہزار فوج لیکر تینوں بھائی مہاراج پر ٹوٹ پڑے۔ آخرکار کھر۔ دوکھن اور ترسرا تینوں نے موت کی چاشنی چکھی۔ سروپ نکھا روتی چلاتی اپنے بھائی راون کے پاس پہنچی راون سنتے ہی ٹپ ٹپ لوان پر سوار ماریچ کے پاس آیا۔ ماریچ نے ہرن کا روپ بھرا اور سیتا جی کے سامنے زقند مارنے لگا۔ سیتا جی مصر ہوئیں کہ اس ہرن کی کھال

لاؤ۔ مرگ چھالا بنائیں گے۔ سری مہاراج دھنش سنبھالتے ہوئے ہرن کے پیچھے دوڑے۔ پیچھے پیچھے لچھمن جی بھی روانہ ہوئے۔ میدان خالی پا کر راون سیتا کو ہر لے گیا۔ راستے میں راون اور جٹایو سے ایک خونریز جنگ ہوئی۔ راون جیونت سیتا کو لئے جاتا تھا۔ ہم لوگوں نے رشیہ موکھ پہاڑ سے سیتا کو بلبلاتے ہوئے دیکھا تھا۔ غرضیکہ راون سیتا کو لے گیا اور اشوک باٹکا میں جا کر رکھا۔ سری مہارانی پر طرح طرح کے عتاب نازل ہونے لگے۔ راکھشسیاں ڈراتی اور دھمکاتی ہیں۔ ادھر مہارانی سیتا جی کی جستجو میں جٹائی کے پاس پہنچے۔ جٹائی بسمل تڑپ رہا تھا۔ مہاراج کے جانے پر اس کی روح پھڑک کے نکل گئی۔ مہاراج آگے بڑھے تو کوندھ نامی دیو خونخوار نے مہاراج پر حملہ کیا آخر کار مارا گیا۔ پھر ہمیں درشن ملے میں ہی سگریو اور مہاراج کی ملاقات کا باعث ہوں۔ سگریو اپنے بھائی بالی سے نالاں تھا۔ بھائی کی خصومت بیان کی مہاراج نے بالی کو ہلاک کر کے سگریو کو راج دیدیا۔ اس کے سگریو نے بندروں کو ہدایت کی۔ کہ سیتا جی کی خبر لائیں۔ اور دس کروڑ بندروں کو چاروں جانب جانکی جی کی تلاش میں بھیجدیا۔ انگد جاموَنت اور ہم کچھ بندروں کو ساتھ لئے سیتا جی کی تلاش میں ادھر ادھر پھر رہے تھے۔ دکھن کی طرف پہنچے تو سمپاتی سے ملاقات ہوئی۔ سمپاتی نے کہا کہ سیتا تو لنکا میں ہیں۔ ناچار سو جوجن لمبے سمندر کے پار ہم کود گئے۔ لنکا کے شہر میں پہنچے۔ اور جانکی جی کو دیکھا۔ میلے کچیلے کپڑے رو رہی ہے مجھ سے اور جانکی جی سے بات چیت ہوئی۔ سری مہاراج کی انگوٹھی پیش کی۔ مہاراج نے اپنا چوڑامن مجھے دیا۔ اور ہم نے رامچندر جی کے پاس آکر سب کیفیت بیان کی اور چوڑامن آگے رکھدیا۔ مہاراج کل کیفیت سننے سے انہیں معلوم ہوا۔ کہ جانکی جی ہمارے فراق میں ضرور جان دے دیں گی۔ مہاراج نے کمر ہمت باندھی اور بندروں کی فوج لئے ہوئے سمندر کے کنارے پہنچے۔ پل باندھا گیا اور اس پار اتر کر راکھشسوں سے کئی روز تک لڑائی رہی۔ آخر کار راون مارا گیا۔ اور مہاراج سمندر کے اس پار چلے آئے برہما دیوتا اور اندر آئے راجہ دسرتھ بھی سرگ سے پہنچ گئے۔ سبھوں نے مہاراج کو اشیرباد دیا۔ اور مہاراج فوج کے ساتھ بمان پر سوار ہو کر گندھاپو زمین پہنچے۔ بندروں کی عورتوں کو بھی بمان پر سوار کر لیا۔ اور آج بھاردواج رشی کے استھان پر مقیم ہیں۔ ہم کو اس واسطے بھیجا۔ کہ آپ کو خبر ہو کسی قسم کا شنداد نہ پیدا ہونے پائے۔ سری مہاراج کل کچھ [illegible] یہاں آئیں گے۔ بھرت جی ہنومان جی کی باتوں سے بہت مسرور ہوئے۔ ہنومان جی کی تعریف کی۔ اور کہا کہ برسوں کی امید آج پوری ہوئی۔

سرگ ۱۲۸

بھرت ملاپ

بھرت جی نے ستروہن کو بلایا۔ اور ہدایت کی۔ کہ دیوتاؤں کے مندر مرمت کئے جائیں۔ اور عطر پھلیل سے گلیاں سینچی جائیں۔ فرش فروش آراستہ ہوں۔ راستوں میں مخملی فرش بچھیں۔ ہر مندر محل اور بازاروں میں روشنی ہو۔ بندن وار لٹکائی جائیں۔ باجے بجیں اور کل شہر کے عورت مرد امیر اور غریب وضیع و شریف مہاراج کے استقبال کیلئے شہر سے باہر جمع ہوں۔ ستروہن جی نے تعمیل ارشاد بہ کمر ہمت چست باندھی حکم نامہ جاری ہوا۔ رات بھر میں شہر آراستہ ہو گیا۔ علے الصباح خلقت کا ہجوم شہر سے باہر تھا۔ نوبت نقارے بج رہے ہیں۔ سریلے باجوں کی خوش آیند آواز سے دل وجد کھا رہا ہے۔ کوئی اسپ سوار ہے تو کوئی فیل سوار اور کوئی رتھ پر اور کوئی پیدل مہاراج کے آنے کا منتظر کھڑا ہے۔ کوشلیا سمترا اور رنواس کی رانیاں پالکی پر مہاراج کی آمد کی مشتاق ٹکٹکی لگائے بیٹھی ہیں۔ کہیں بید پڑھے جاتے ہیں اور کہیں بھاٹ تعریفوں کے پل باندھ رہے ہیں۔ بھرت جی سفید چھتر اور مرواریہ کی مالا اور طلائی چنور ایک ہاتھ میں کھڑاؤں ساتھ لئے نند گاؤں میں مہاراج کی زیارت کے مشتاق ہیں۔ بھرت جی ہنومان جی کی طرف مخاطب ہوتے کہا کہ ابھی تک مہاراج تشریف نہیں لائے۔ بندروں کی ذات چنچل ہوتی ہے۔ سچ سچ کہو کہ مہاراج کے آنے میں کیوں توقف ہوا۔ ہنومان جی نے جواب دیا کہ بھرت جی آپ تو دانا ہیں۔ راست گفتاری آپ کا شیوہ ہے۔ کیا ہماری بات جھوٹ سمجھتے ہیں۔ غور کر کے دیکھئے جو درخت سامنے لگے ہیں۔ کیسے پھل پھول سے لدے ہیں۔ شاید اس کی وجہ آپ نہیں جانتے۔ بھاردواج رشی نے دعا کی ہے کہ بندر کیا کھائیں گے۔ اسی وجہ سے جتنے درخت ہیں سب بار آور ہو گئے۔ ابھی اتنا میں شور سنائی دیا۔ ہنومان جی نے کہا کہ آواز کہاں کی سنائی دیتی ہے۔ اور آسمان پر گرد و غبار کیوں چھایا ہے۔ یہ بندروں کی اچھل کود ہے۔ ندی نالے پھاندتے اور کود مچاتے چلے آتے ہیں۔ اتنے میں آفتاب کی طرح پشپک بمان کی دمک دکھائی دی۔ گرد و غبار کی تاریکی میں اس کی جھلک بجلی کا لطف دے جاتی تھی ہنومان جی انگلی سے بتا رہے ہیں کہ وہ بمان آتا ہے۔ یہ بمان راون نے کوبیر سے چھین لیا تھا۔ اب بمان قریب آ گیا۔ رامچندر اور سیتا اور لچھمن کے چہرے صاف نظر آنے لگے۔ ہر ایک کے دل محظوظ ہوئے اور چہروں پر خوشی کی جھلک نمودار ہوئی۔ ہر شخص کی زبان سے نکل رہا ہے کہ سری مہاراج آئے۔ رامچندر آئے۔ گھوڑے۔ ہاتھی اور رتھوں سے اتر اتر کر پیشوائی کے لئے پیادہ پا ہو گئے۔ ہنومان جی دوڑ کے آگے بڑھ گئے اور بھرت جی خوشی کے مارے پھولے نہ سمائے چرن پادکا لئے ہوئے بمان کے قریب پہنچے اور ساشٹانگ ڈنڈوت کی۔ بمان زمین پر اترا۔ بھرت جی طواف کر رہے ہیں مزاج پرسی ہوتی ہے۔ رامچندر جی بمان سے اترے۔ بھرت جی نے لچھمن جی کو گلے لگایا اور رامچندر جی ہر ایک سے گلے مل مل کر پرنام کر رہے ہیں۔ دیوتاؤں نے دندبی باجے بجائے۔ اور بھرت جی سری سیتا جی کے قدموں پر گر پڑے سگریو۔ وبھیشن۔ نل۔ نیل۔ جامونت۔ انگد سے علیحدہ علیحدہ بھینٹ ہوئی۔ بندروں

نے انسانی روپ بھرا اور بھرت جی سے خیریت مزاج پوچھی۔ بالمیک جی لکھتے ہیں کہ سری مہاراج ایک گھڑی میں سب کے گلے مل گئے۔ یہ ان کا معجزہ تھا۔ ہر شخص جانتا تھا کہ سری مہاراج کو جس قدر الفت ہم سے ہے دوسرے سے نہ ہوگی۔ بھرت جی بھبھیکن اور سگریو سے ہمکلام ہوئے۔ ہم چار بھائی ہیں پانچویں تم لوگ ہو۔ زہے نصیب ہمارے کہ تمہاری وجہ سے سری مہاراج نے اتنی بڑی مہم سر کی۔ سترگھن جی بار بار سری مہاراج۔ لچھمن اور سیتا کے قدموں پر گرتے ہیں اور رامچندر سیتا اور لچھمن کوشلیا وغیرہ ماتاؤں کے چرن چھو رہے ہیں۔ بششٹ جی کے پاؤں چھوئے اور پروہت کی استریوں کے بڑے تپاک سے قدم لئے۔ بھرت جی نے مہاراج کی کھڑاؤں سامنے رکھیں عرض کیا کہ راج آپ کو مبارک ہو۔ ہماری زندگی سپھل ہوئی۔ بھنڈار اور خزانہ جانچ لیجیے۔ پتا جی کے زمانے سے خزانے میں دس گنی ترقی ہوئی ہے۔ بھرت جی کی باتوں سے حاضرین کے آنسو نکل پڑے۔ اور بندروں نے بھرت جی کی محبت دیکھ کے تعریفوں کے پل باندھ دیئے۔ بھبھیکن کو اپنے بھائی راون کی یاد آئی۔ رومال سے اشکوں کی تری اپونچھی۔ سری مہاراج نے بھرت جی کو بِوان پر چڑھالیا اور جتنے اجودھیا باسی تھے بِوان پر سوار ہو لئے۔ بِوان بھرت جی کے استھان پر آ اترا۔ اور رامچندر جی نے بِوان کو کوبیر کے پاس بھیج دیا۔ سری مہاراج نند گاؤں میں آ اتر پڑے۔ گورو اور بششٹ جی کے چرن دبانے لگے۔

سرگ ۱۲۹

رامچندر جی کی تخت نشینی

بھرت جی مصر ہیں۔ کہ اب جلد عنان سلطنت ہاتھ میں لیجیے۔ کیونکہ بیل بوجھ لاد سکتا ہے اور بغیر مارے چلتا نہیں۔ آپ کی مفوضہ سلطنت کا کام جہاں تک ہو سکا انجام دیا۔ اب یہ بوجھ نہیں اٹھ سکتا۔ جس طرح کبھی سمندر کی تیز دھار سے پل اکھڑ جاتا ہے۔ اور پھر آسانی سے بندھ نہیں سکتا اسی طرح یہ راج سمندر سے کم نہیں۔ ہم سے اس کا انجام نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ گدھا گھوڑے کی چال۔ کوا ہنس کی عزت نہیں پا سکتا مہاراج یہ باغ پتا جی کا لگایا ہے۔ افسوس جب پھل کھانے کا وقت آیا پتا جی اٹھ کر چلے گئے۔ آپ تو تریلوکی ناتھ ہیں۔ اجودھیا کا راج آپ ہی سے بن پڑیگا۔ سری مہاراج نے کہا بہت اچھا ایسا ہی ہوگا۔ اس کے بعد حجام بلوایا۔ چاروں بھائیوں نے بال بنوائے۔ پہلے بھرت لچھمن پھر سگریو بھبھیکن کے بال بنوائے گئے۔ سری مہاراج نے حجامت بنوائی۔ اشنان کیا۔ لباس فاخرہ زیب تن کر کے طلائی کرسی پہ جلوہ گستر ہو گئے۔ رنواس میں سیتا جی نہائیں اور زیور و نفیس پوشاک سے ملبوس ہوئیں۔ بعد ازاں اور عورتوں نے اشنان کیا۔ کپڑے پہنے۔ سمترا جی نے رتھ منگوایا اور رامچندر جی سوار ہوئے

سگریو بھبھیکن بھی شاہی لباس پہنکر مستعد ہوئے۔ سری مہاراج بندروں کی ہمراہی میں اجودھیا پوری روانہ ہوئے جسطرح اندر رتھ پر دیوتوں کے ساتھ چلتے ہیں۔ اِسی طرح سری مہاراج پور باسیوں کے ساتھ اجودھیا پوری چلے جارہے ہیں۔ بھرت رشی اور لچھمن پنکھا ستر گہن چنور اور بھبھیکن چھتر لئے تھے۔ ہمراہی میں دیوتا۔ رشی ان اور بندر اُستت کر رہے ہیں۔ ہر شخص کی زبان پہ تھا کہ اجودھیا کے لوگوں کا ستارہ برج نحوست سے نکلکر برج شرف میں طلوع ہوا۔ سری مہاراج راون۔ کمبھ کرن کے مارنے والے سگریو۔ بھبھیکن کو راج دینے والے آج اجودھیا میں رونق افروز ہوں گے۔ سواری کا یہ انتظام کیا گیا۔ کہ جن جن بندروں کو جو سواری منظور تھی۔ پہلے مہیا کردی گئی۔ اِس کے سوا نو ہزار ہاتھی اور اِسی قدر گھوڑے کوتل ہمراہی میں تھے۔ مہاراج بڑے تزک و احتشام سے روانہ ہیں۔ عورتوں کے ہاتھ میں سونے کے تھال اچھت اور پھولوں سے بھرے ہیں۔ کنواری کنیا آگے آگے چل رہی ہیں۔ رامچندر جی ہر ایک سے فرماتے ہیں کہ سگریو۔ بھبھیکن اور ہنومان جی اگر نہ ہوتے تو لنکا پر فتح پانا دشوار تھا۔ انہیں کی وجہ سے بڑے بڑے راچھس مارے گئے۔ غرضیکہ سواری اجودھیا میں پہنچ گئی۔ سری مہاراج راجہ دسرتھ کے دیوانخانے میں اُتر پڑے اور بھرت جی سے ہمکلام ہوئے۔ کہ ہم پتا کے گھر میں رہیں گے اور ماتائیں اپنے اپنے گھر میں مقیم ہوں۔ بھبھیکن۔ سگریو۔ ہنومان جی کو سب گھروں میں پھرالاؤ۔ تاکہ اِن کے قدموں سے گھر پاک ہوجائیں۔ بھرت جی نے سگریو۔ بھبھیکن اور ہنومان جی کو ساتھ لیا۔ اور تمام مکانات دکھلائے۔ ہنومان کو سری رام چندر جی نے اپنے پاس ٹھہرنے کا حکم دیا۔ اور سگریو کے لئے اشوک باٹکا خالی کرادی۔ اور بھبھیکن لچھمن جی کے گھر میں فروکش ہوئے۔ سری مہاراج کے تلک کا دن مقرر کیا گیا۔ غیر ممالک میں سفر روانہ ہوئے اور تیرتھوں کا جل منگوایا گیا۔ پانچسو ندیوں سے پانچ پانچ گھڑے پانی کے مہیا کئے گئے۔ کوئی تیرتھ ایسا نہ تھا کہ جس کا جل نہ آیا ہو۔ دو گھڑی دن چڑھے تک سب سامان لیس ہوگیا۔ بششٹ جی بھرت سگریو اور سنہین نے اجازت چاہی۔ کہ سب چیزیں مہیا ہو گئیں۔ اب جیسا ارشاد ہو عمل کیا جائے مہاراج نے سیتاجی کو پاس بٹھلایا۔ جڑاؤ سنگھاسن بچھا تھا۔ سیتاجی کے ساتھ سعید ساعت میں تخت پر بیٹھے۔ بششٹ جی منتر پڑھتے جاتے تھے۔ برہما اور دیگر دیوتاؤں نے مہاراج کا مکٹ سنبھالا۔ تاج زریں سر پر رکھا۔ کوشلیا کیکئی سمترا ماتاؤں نے سنہری پوشاک پہنی۔ سنہری زریں چھتر اور سگریو ہلاتی پنکھا اور بھبھیکن چنور لئے قرینے سے ایستادہ ہیں۔ سب سے پہلے بششٹ جی نے تلک دیا۔ آفتاب اقبال کی روشنی دوگنی ہوگئی۔ اب پوجا کرنے کا وقت آیا۔ مشورہ ہو رہا ہے کہ پہلے کون شخص پوجا کرے کیونکہ کی نیو اندر پہ قائم ہوئی۔ یہی دیوتاؤں کے راجہ ہیں۔ انہیں کے ہاتھ سے پوجا ہو۔ اُن کے بعد دوسرے لوگ پوجا کرتے جائیں۔ اندر کو خوف غالب ہوا کہ سری مہاراج ساکشات ایشور ہیں میں اُن کی پوجا کے لائق نہیں۔ اندر کے انکار کرنے سے تجویز ہوئی کہ پہلے باپو دیوتا اندر کی پوجا لیکر چم لیجائیں۔ پھر سب کی

پوجا ہو۔ اندر نے بھی منظور کیا۔ اور سب سے پوشیدہ ایک سونے کا مالا بایو دیوتا کو دیا اور بایو دیوتا نے وہ مالا
رامچندر کے گلے میں پہنائی اور پھر خود اندر نے موتیوں کی مالا سری مہاراج کے پیشکش کی۔ اس کے بعد اور
دیوتوں کی نذریں گذریں۔ منشیان اور ارکین سلطنت نے بھی بیش قیمت تحائف پیش کئے۔ دیوتا اور گندھرب
مدحیہ اشلوک پڑھ رہے ہیں۔ سری مہاراج نے سونے کا مالا اور جواہرات سے مرصع دو ہار انگد کو دیئے۔ اور
بیش قیمت من اور رتن اور پکھراج عقیق ہیرے اور جواہرات سے سجے ہوئے زیور ہنومان جی کو مرحمت
ہوئے سری جانکی جی نے اپنے گلے کا ہار اتارا اور سوچنے لگیں یہ ہار کس کے گلے میں پہنایا جاوے۔ سری مہاراج
منشا تاڑ گئے فرمایا سوچتے کیا ہو جس کو جی چاہئے دیدو۔ سیتا مہارانی نے ہنومان جی کے گلے میں وہ ہار ڈال
دیا۔ یہ بات سبھوں کے پسند خاطر ہوئی۔ لڑکے۔ بڈھے جوان عورت مرد میں حسب حیثیت انعام واکرام تقسیم ہوئے
بھبھیکن سگریو کو اس قدر زیور۔ لباس اور نقد وجنس عطا کی گئی۔ کہ دو ملکوں کا خراج اگر وصول کیا جاتا
تو بھی اس قیمت کا نہ ہوتا۔ سری مہاراج نے لچھمن جی سے کہا کہ تخت حکومت پر تو ہم بیٹھے اب ولیعہد کون
ہو۔ سوائے تمہارے کوئی اس لائق نہیں۔ تم ولیعہدی منظور کرو۔ کاروبار سلطنت دیکھو اور منصف مزاجی
سے کام سر انجام دو۔ اسی طرح بھرت جی کے سپرد بھی کچہری دربار کے کام کئے گئے۔ بھبھیکن۔ سگریو اور
شاہ میموں اور ہر ایک بندر کی خاطر تواضع کا انتظام نہایت معقولیت اور خوش اسلوبی سے کیا گیا۔
ہر ایک معینہ اہلکار اپنی اپنی ڈیوٹی پر نہایت مستعدی اور کوشش سے کام کر رہا ہے۔ اہل شہر کی بھی دعوت
ہوئی۔ دعوت کے کئی دن بعد بھبھیکن اور سگریو وغیرہ رخصت ہوئے۔ سری مہاراج نہایت خوش
اسلوبی سے حکومت کر رہے ہیں۔ رعیت نوازی اور غریب پروری آپ کا وطیرہ رہا۔ ہر شخص دھرم کرم
کا پابند۔ ہر انسان جگیہ دشرادھ کرنے پر مستعد۔ فریادی داد پاتے ہیں عمل وانصاف سے کام لیا جاتا ہے
مہاراج رامچندر ایک با اقبال ذی اقتدار راجہ ہوئے۔ آپ کی خوبصورتی اور عقلمندی کی گھر گھر تعریف ہوتی
تھی۔ بالمیک جی کہتے ہیں کہ رامائن کے سننے سے فتح نصیب ہوتی ہے۔ دوست شاد دشمن برباد ہوتے ہیں
جس گھر میں رامائن کا پاٹھ ہوتا ہے۔ اور جو سنتا ہے۔ دلی مقصد بر آتے ہیں۔ اگر بانجھ عورت کیوں نہ ہو۔
روزانہ اشنان کر کے رامائن سنے تو اولاد نرینہ پیدا ہو گی۔ رامائن کی پوجا سے دیوتے خوش ہوتے ہیں اور
الشیور سے دعا کرتے ہیں۔ کہ اس کی مراد بر آئے۔ معنوی لحاظ سے جسم ہوں۔ بالمیک جی کا اشیرباد ہے۔ کہ
سرقہ اور دکتا کا کلیان ہو۔ اور دھن دولت اور اولاد غرضیکہ کوئی شئے ایسی نہیں۔ جو اس پستک سے
نہ مل سکے۔ عمر کی ترقی اور روگ دھوگ سے نجات ہوتی ہے۔ اسلئے ہر انسان پر فرض ہے کہ رامائن کا روزانہ
پاٹھ کرے اس سے بھائیوں میں اتفاق رہتا ہے۔ گھر میں پھوٹ نہیں ہوتی ؂

لنکا کانڈ ختم ہوا

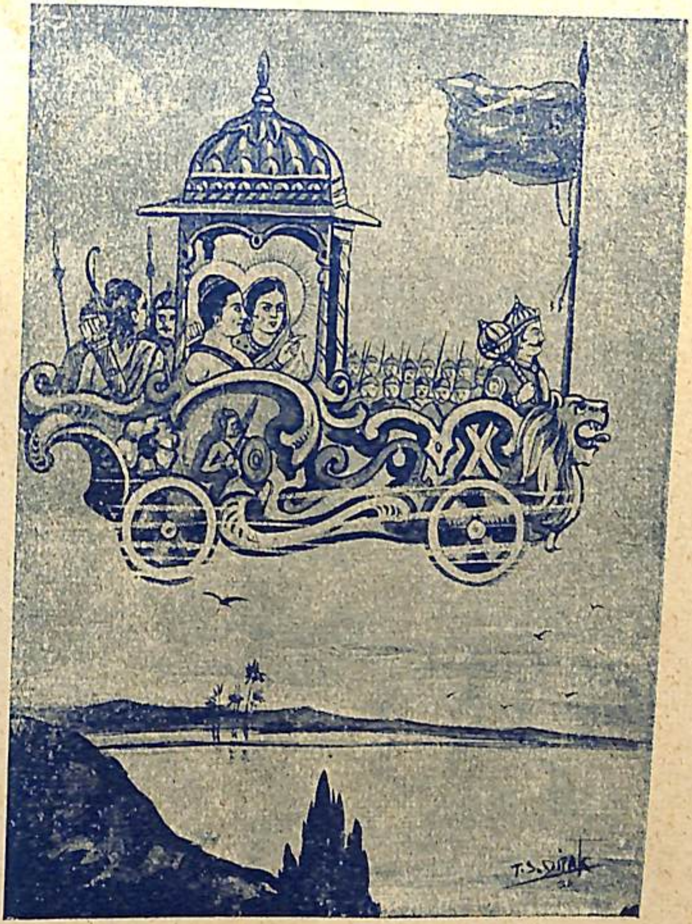
حصہ ہفتم

اوتر کانڈ کا آغاز

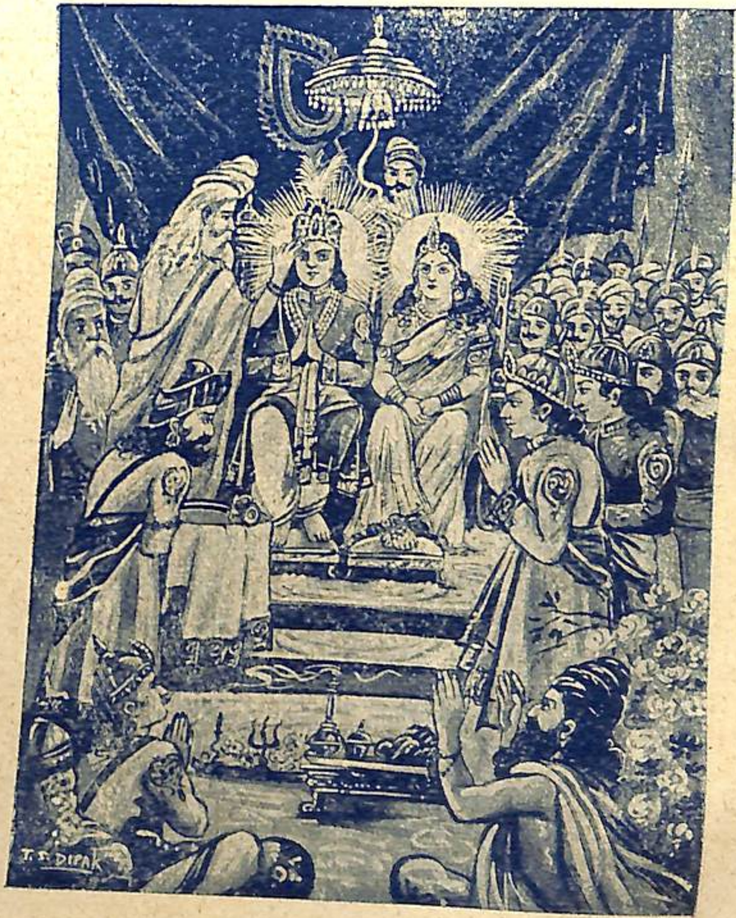
سرگ ۱

اجودھیا جی میں رشیوں کا آنا

سری مہاراج تخت زریں پر رونق افروز ہیں۔ اراکین سلطنت مؤدب سر جھکائے ایستادہ ہیں بھرت۔ لچھمن۔ ستروہن وغیرہ چنور ہلاتے اور ہنومان جی پاؤں داب رہے ہیں۔ راگ و رنگ عیش و عشرت کی مجلسیں گرم ہو رہی ہیں۔ یہ روز کے کارخانے ہیں۔ ایک دن رشیوں کو رامچندر جی کے درشنوں کی تمنا ہوئی۔ کوشک رشی۔ گارگھ رشی۔ گالو۔ کنڈرو۔ میدھاتتھ اور پورب دیش کے رہنے والے اکٹھے ہو کر اجودھیا جی میں آئے۔ پھر دھومند کوکھے جن کا مسکن پچھم دیش میں تھا۔ اور شوستی۔ اتری اور نموچی موسوکد۔ بھیوکھ رشی بھی درشنوں کی اَبھلاکھ میں اجودھیا پوری میں پہنچے۔ اس کے بعد اتّر دیش کے رہنے والے اگست رشی۔ نڈ کھنٹک رشی۔ کپی رشی اور کشب رشی وانزی رشی لسبھوامتر۔ گوتم۔ جمدگن بھاردواج رشی اپنے اپنے چیلوں کے ساتھ دربار میں حاضر ہوئے۔ چہروں پر ریاضت کا جلال برس رہا تھا۔ ببدرشا ستر گھٹی میں پڑے تھے۔ اگست رشی نے کسی چوبدار سے کہلا بھیجا۔ کہ اطلاع کر دو۔ ہم لوگ مہاراج کے درشنوں کے لئے بہت دور سے آئے ہیں۔ چوبدار نے خبر کی۔ مہاراج نے طلبی کا حکم دیا۔ رشی دربار میں داخل ہوئے۔ مہاراج پیشوائی کے لئے تخت سے اترے۔ قدم چھوئے اور بڑی آؤ بھگت کی۔ رشیوں کا پوجن ہوا۔ کھانے کھلائے۔ کھانے دانے سے فرصت پا کر ایک ایک سے مزاج پرسی ہوئی۔ اگست رشی نے جواب دیا۔ آپ کی کرپا سے ہماری کشل ہے۔ آپ نے لنکا فتح کی اور راون ساجری بہادر تیرِ اجل کا نشانہ ہوا۔ آپ کے ہاتھ سے مارا گیا۔ پرتھوی کا بھار اتر گیا۔ اور سب سے بڑھ کر لچھمن جی نے کام کیا اندرجیت ایسے بلاور کو خاک و خون میں ملا دیا۔ راون اور کمبھ کرن کے مرنے سے زمین پاک ہو گئی۔ مگر اندرجیت کا مرنا سب پر فوق لے گیا۔ اندرجیت کے مرنے سے آپ کی تینوں لوک میں بڑائی ہے جب ہم نے سنا کہ اندرجیت ہلاک ہوا اس قدر خوشی ہوئی۔ کہ بیان سے باہر ہے۔ آج ہم لوگ اس واسطے آئے ہیں کہ اپنے اپنے پُن آپ کے ارپن کریں۔ اب ہم جانتے ہیں۔ تپ کریں گے۔ آپ کی جے ہو۔ سری مہاراج



वन से वापिस आ रहे हैं



राम राज्य तिलक

نے پوچھا کہ راون۔ کمبھ کرن۔ پر ہست۔ مہودر۔ بیروپا کچھ۔ نرانتک ایسے بہادروں کا نام چھوڑ کر صرف اندرجیت کی تعریف کرتے ہیں۔ اس میں کون خاص بات تھی۔ فرمایئے تو سہی۔ کان آشنا ہو جائیں کیا اندرجیت راون سے بڑھ کر تھا۔ کیا مہودر۔ بیروپا کچھ اس کے ہم پلہ نہ تھے۔ کوئی خاص سبب ضرور ہے۔ تکلیف تو ہوگی۔ مگر بیان کیجئے۔

سرگ ۲

پولست کے لڑکے بسرواجی کا جنم

اگست رشی بولے۔ اب میں راون کی پیدائش کا حال بیان کرتا ہوں۔ سنو دور ست جگ میں برہماجی کے پوتے پلستمن نے جنم لیا۔ پولست جی نے بڑا بھاری تپ کیا۔ مگر کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ ایکدن آپ کا گذر میرو پربت پر ہوا۔ جہاں اندر بنسولیوں کی کٹی تھی۔ ایک راجہ ترنبند بھی تپ کر رہا تھا۔ پولستمن کو یہ مقام بہت پسند آیا۔ آسن جما دیئے۔ اور تپ کرنے لگے۔ چونکہ وہ مقام بہت فرحت کش تھا۔ راجہ ترنبند اور دیگر رشیوں کی لڑکیاں وہاں آیا کرتی تھیں۔ دنیا بھر کے درختوں کا وہاں ذخیرہ تھا۔ لڑکیاں درختوں کے نیچے ملکر گایا کرتی تھیں۔ ننھی ننھی پھوہار پڑ رہی ہے۔ مور۔ پپیہا اور کوئل اپنی اپنی جگہ پر شور کر رہے تھے چنانچہ اس دان بھی نوخیز لڑکیاں موسم بہار سے متاثر ہو کر مدھم سروں میں فرانتیہ چھند اور دوہے نہایت سریلی اور رسیلی آواز سے الاپ رہی ہیں۔ اس دلفریب نغمہ سے عابد اور زاہدوں کا دھیان اچٹتا تھا۔ تپ میں بادھا ہوتی تھی۔ حالانکہ دانستہ وہ نہ چاہتی تھیں۔ کہ تپسویوں کے تپ میں خلل پڑے۔ مگر چونکہ مقام دلکش تھا۔ جوانی کا عالم۔ دل پر قابو نہ رہا۔ تان مارنے لگیں۔ پولستمن کی آنکھ کھلی۔ طیش آ گیا سراپ دیدیا۔ کہ ان دوشیزہ لڑکیوں کے حمل رہ جائے۔ سراپ کے ہوتے ہی وہ سب حاملہ ہوئیں۔ اور اپنے اپنے گھر رفو چکر ہوئیں۔ راجہ ترنبند کی لڑکی کو اس سراپ کی خبر نہ تھی۔ وہ اپنی ہمجولیوں کی تلاش میں اِدھر اُدھر پھر رہی تھی۔ کہ پولست رشی کے استھان پر گذر ہوا۔ اب اُسے بھی پیٹ وزنی معلوم ہونے لگا۔ حمل کے آثار ہویدا ہوئے۔ خراماں خراماں اپنے پتا ترنبند کے پاس آئی۔ راجہ ترنبند کو شک ہوا۔ کہ یہ کنواری لڑکی حاملہ ہے۔ دھیان کر کے دیکھا تو واقعی پولست رشی کے سراپ سے اس کے پیٹ میں حمل ہے راجہ ترنبند و اٹھ کھڑے ہوئے اور کنیا کو ساتھ لئے ہوئے پولست رشی کے آشرم پر آئے اور خوشامد لجاجت کرنے لگے۔ کہ یہ لڑکی ہمارے کام کی نہیں۔ آپ اسے قبول کریں۔ آپ کی خدمت کریگی۔ پولست رشی نے راجہ کی دختر سے عقد کر لیا۔ رات دن خدمت کیا کرتی۔ پت برت عورتوں کا جو دھرم ہے اس نے بخوبی نباہا۔ پولست جی اس سے بہت خوش ہوئے۔ آشیرباد دیا کہ جو لڑکا تیرے بطن سے ہوگا۔ وہ میرے برابر ہوگا۔ بڑا پنڈت بڑا دھرماتما ہوگا۔ یہ لڑکا بسروا نام سے پکارا جائیگا۔

الغرض نو مہینے بعد وشسرواجی کا جنم ہوا۔ بچپن ہی سے فضیلت کی پگڑی سر پہ بندھ گئی۔ وید شاستر پڑھ لئے پنڈتوں کے سرتاج گردانے گئے۔ پھر تپسیا کرکے پولست کے برابر ہو گئے۔

سرگ ۳
کوبیر کے حالات

وشسرواجی کا تپ اور ریاضت دیکھ کر بھاردواج نے اپنی دیوبرتی کنیا کی شادی وشسرواجی سے کردی۔ کچھ دنوں بعد وشسروا کے لڑکا ہوا۔ رشیوں نے علم جوتش سے دھنا دھکچھ نام رکھا۔ جو کوبیر نام سے بھی موسوم ہیں۔ کوبیرجی بڑے بھاری تپسوی ہوئے۔ کچھ روز صرف جل پہ کفایت کی۔ اور ایک ہزار سال ہوا پھانک کہہ رہے۔ برہماجی تپ دیکھ کر کوبیرجی کے استھان پہ آئے۔ فرمایا مانگ لو کیا چاہتے ہو۔ کوبیرجی نے بردان مانگا۔ لوکپال ہونا چاہتا ہوں۔ برہماجی نے ایواستو کہہ دیا۔ کیونکہ دکھن جانب جمراج اور پچھم طرف برن دیو اور راجہ اندر پورب کی طرف کے لوکپال موجود ہیں۔ اتر جانب کوئی لوکپال نہ تھا لہذا یہ خدمت کوبیر کے سپرد ہوئی۔ برہماجی نے پشپ بمان بھی دیا۔ بردان دیکر وہ اپنے لوک واپس گئے۔ کوبیرجی بردان پاکر اپنے باپ وشسرامن کے پاس پہنچے اور کل ماجرا من وعن کہہ سنایا۔ وشسرواجی نے بھی بردان دیا۔ کہ عمر دراز ہو۔ کوبیرجی نے اپنے پتا سے عرض کیا۔ کہ میری بودوباش کے لئے کوئی عمدہ جگہ تجویز کر دیجئے۔ وشسرواجی نے کہا کہ ترکوٹ پربت پہ سونے کا شہر بنا ہوا ہے۔ وہاں جاکر بودوباش کرو۔ دنیا میں اس سے بڑھ کر کوئی جگہ فضا کی نہیں۔ اور ایسے انمول مکانات بھی کبھی دکھائی نہ دیں گے۔ کل مکانات سونے کے بنے ہیں۔ وشوکرماجی نے بڑی صنعتوں سے لنکا تعمیر کی ہے۔ پیشتر راچھس وہاں رہا کرتے تھے۔ اب وشن بھگوان کے خوف سے راچھسوں نے لنکا سے کنارہ کشی کی۔ لنکا خالی ہے تم جاکر وہیں رہو۔ یہ سنکر کوبیر دیوتا ترکوٹ پربت پر پہنچے۔ اور لنکا میں اندر کی طرح راج کرنے لگے۔ جب جی اکتاتا پشپ بمان پہ سوار ہوکر تفریح کے لئے نکل جاتے۔ غرض کوبیرجی اندر دیوتا سے کسی طرح کم نہ تھے۔ دیوتا آپ کی استُت کیا کرتے۔ اور سورج کی طرح آپ کا چہرہ جگمگا رہا تھا۔

سرگ ۴
دنیا کی آفرینش

رامچندرجی نے سوال کیا کہ لنکا راچھسوں کے واسطے بنائی گئی تھی۔ اگست رشی بولے کہ جسوقت برہماجی نے دنیا پیدا کی۔ سب سے پہلے پانی پیدا ہوا۔ برہماجی سوچے کہ سنسار کا نکمہ جل ہے اور جل کے لئے دریائی جانور ہونا چاہئے۔ جل کے پیدا ہوتے ہی دریائی جانوروں کی آفرینش ہوئی

اب اُن کی خوراک ہو۔ دریائی خونخوار جانور بھوک سے بیتاب ہوئے۔ برہما جی سے پرارتھنا کی۔ کہ بھوک مارے دم فنا ہوا جاتا ہے۔ کچھ کھانے کیلئے بتائیے۔ برہما جی نے ہنس کے جواب دیا۔ کہ تمہارے سپرد دریائی جانور ہیں۔ اسلئے تم جل کے رچھک سمجھے جاؤ گے۔ بہت سے جانوروں نے یہ خدمت اپنے ذمے فرض سمجھی اور بہتوں نے انکار کیا۔ ہم کو جو جانور ملیگا۔ کھا جائینگے۔ برہما جی نے سراپ دیا۔ کہ جنہوں نے ہمارا حکم مانا ہے ان کا نام جچھ بولا جائیگا۔ اور جو کہتے ہیں کہ ہم سے جیو جنتوں کی حفاظت نہ ہوسکیگی بلکہ لقمۂ دہن بنائیں گے وہ راکھشس ہیں۔ اس وقت ایک کا نام پرہیتی اور دوسرے کا نام ہیتی تھا۔ وہ بڑے بلوان ہوئے۔ پرہیتی بڑا بلوان ہوا اور تپ کرنے لگا۔ ہیتی کو بیاہ کی فکر دامنگیر ہوئی۔ کال کی بہن بھیا سے بیاہ کیا۔ بھیا کے بطن سے بدھت کیسی پیدا ہوا۔ بدھت کیسی بڑا جری اور بڑا زور آور جانور ہوا۔ جل میں پرورش ہوتی رہی جب جوان ہوا۔ سندھیا کنیا سے شادی کی۔ اس کنیا کا نام سالکنٹکٹا تھا۔ جب وہ حاملہ ہوئی۔ مندراچل پربت پر اس کے بطن سے ایک لڑکا ہوا۔ لڑکے کو وہیں چھوڑا اور خود بدھت کیسی کے ساتھ کسی طرح چلدی۔ لڑکے کی پرداخت کیونکر ہوتی۔ اپنی مٹھی باندھ کر منہ سے چوستا رہا۔ اتفاق سے شیوجی مہاراج پاربتی کے ساتھ تفریح کناں اسی مقام پر پہنچے۔ لڑکے کو دیکھ کر رحم آیا۔ دعا دی کہ یہ بہت دنوں تک جیتا رہے۔ پاربتی نے سوال کیا کہ اسی طرح دوسری عورتیں لڑکے کو چھوڑ کر چل دیا کریں۔ تو دوسرے لڑکے کیونکر پرورش پائیں گے۔ شیوجی نے کہا۔ صرف اسی لڑکے کیلئے دعا کرتے ہیں۔ یہ ابھی جوان ہو جائیگا۔ یہ کہہ کر لڑکے کا نام سوکیسی رکھا۔ سوکیسی دیو لوک میں پھرنے لگا۔

سرگ ۵

راچھسوں کی پیدائش

سوکیسی بڑا دھرماتما تھا۔ بشواسی گندھرب نے اپنی لڑکی دیوہتی سے سوکیسی کی شادی کردی۔ سوکیسی اس بیاہ سے بہت مسرور ہوا۔ اور دیوہتی بھی سوکیسی سے خوش رہتی۔ دیوہتی کے تین لڑکے ہوئے۔ جن کا چہرہ آگ کی طرح دمک رہا تھا۔ مالوان۔ سومالی۔ مالی ان لڑکوں کے نام تھے۔ جب یہ تینوں جوان ہوئے انکے زور کی تھاہ نہ تھی۔ ایک روز دیوہتی کی زبانی سننے میں آیا۔ کہ ان کے باپ سوکیسی سے مہادیو جی بہت خوش تھے۔ ان تینوں نے میرو پربت پر مہادیو جی کا تپ کرنا شروع کیا۔ ان کے تپ نے ایسی تندہ زور باندھا۔ کہ سنسار میں تہلکہ پڑ گیا۔ لوگ ڈرنے لگے ایسا نہ ہو ہمارا دھرم دولت استری پرماتما چھین لیں۔ دیوتے بھی تھر تھر کانپ رہے تھے۔ اور فریادی ہو کر برہما جی کے پاس پہنچے۔ اور سارا ماجرا برہما جی کے گوش گذار کیا۔ برہما جی دیوتوں کے ساتھ تینوں بھائیوں کے پاس آئے اور

کہا۔ مانگ لو جو اچھا سکھتے ہو۔ ان تینوں نے برہما جی کی اُستتی کی اور اسطرح بر دان مانگا کہ ہمیں اس قدر زور عطا ہو کہ کسی سے نہ ہاریں۔ دشمن ہو کر ہمارے خوف سے جان بچاتا در بدر ہو۔ اور ہم سے لڑتے ہی مارا جائے۔ اور ہمیشہ جیتے رہیں۔ ہم تینوں بھائیوں میں اتفاق رہے۔ برہما جی ایو مستو کہہ کر چلے گئے جب یہ تینوں بھائی بر دان پا کے بے خوف ہو گئے۔ جان کا خطرہ نہ رہا۔ دیوتوں اور رِشیوں کو ستانے لگے۔ دیوتا اور رشی ان سے خوف کھاتے رہے کہ ہمارا مددگار کوئی نہیں۔ کس سے فریاد کریں۔ کچھ دن کے بعد بسوکرماں کے پاس گئے۔ اور التجا کی کہ ہمارے لئے ایک ایسا گھر بناؤ۔ کہ جس کا ثانی دنیا میں کوئی گھر نہ ہو۔ بسوکرماں نے خوف کے مارے ترکوٹ پربت کے اوپر دکھن جانب جس کا نام سومیر پربت بھی ہے۔ سونے کی لنکا بنا دی۔ تینوں بھائی لنکا میں بسے۔ راچھسوں کی دن دُگنی رات چوگنی ترقی ہو گئی۔ ان کا اقبال اور اُن کی بہادری دیکھ کر نربدا گندھرب نے تینوں بھائیوں کے ساتھ اپنی تینوں لڑکیوں کا عقد باندھا۔ تینوں بھائی اپنی اپنی عورتوں کے ساتھ معاشرت کرنے لگے۔ مالوان کی استری کا نام سندری تھا۔ اس کے لڑکے بجر مشٹ۔ برو پاکش درمکھ۔ سوپتگھن۔ یگیہ کوپ۔ مت۔ انمت۔ اطلا ہوئے۔ سومالی کی زوجہ کیت متی کے نام سے پکاری جاتی تھی۔ اس کے لڑکے پرہست۔ کمپن۔ بکٹ۔ کال کا مورتھ۔ دھمراکچھ۔ ڈنڈ۔ سوپارکھ۔ سنگھاوی۔ پرگھس۔ بھاس کرن پیدا ہوئے اور تین لڑکیاں ہوئیں۔ پہلی کیکئی۔ دوسری سوجا سمتا۔ تیسری کمبھ نسی۔ اور مالی کی جورو بسوا رتھی۔ اس کے لڑکے انل۔ انل۔ دھر۔ سمپاتی پیدا ہوئے۔ ان کے پاس لاؤ لشکر بھی بہت تھا۔ راچھس اندر اور دیوتوں کو ستانے لگے۔ جگیہ شرادھ کے قطعی دشمن۔ انہوں نے تپ بھی بہت کیا۔ دیو اور رشی کے دھرموں کو خراب کرتے تھے۔

سرگ ۶

دیوتوں اور راچھسوں کی لڑائی

دیوتا راچھسوں سے پریشان ہوئے سوچتے ہیں۔ تو مہا دیو جی کی کرتوت ہے۔ انہیں کے بر دان سے ان لوگوں میں طاقت ہوئی۔ تجویز ہوئی۔ کہ راچھسوں کی طرح دیوتے بھی مہادیو جی کی اپاسنا کریں۔ بھولا ناتھ ہیں۔ انہیں کی وجہ سے نجات ملیگی۔ دیوتے مہا دیو جی کے پاس گئے۔ استتی کی اور مصیبت کی داستان چھیڑ دی۔ ہم آپ کے شرن ہیں۔ اس دکھ سے نجات دلائیے۔ شیو جی نے فرمایا کہ یہ راچھس کسی طرح مر نہیں سکتے۔ ہمارے بر دان کی بدولت طاقتور ہو گئے۔ ان سے بچاؤ کی کوئی تدبیر نہیں۔ بشن بھگوان کے پاس پہنچے اور کہا کہ ہم کو سوکیسی کے تینوں لڑکے بہت دکھ دے رہے ہیں۔ ہمارے تپ قتل ہوتے ہیں۔ ان کیا ب بیٹے۔ بشن بھگوان نے دلاسا دیکر کہا۔ کہ جاؤ میں انہیں ماروں گا۔ دیوتے اپنے اپنے مکان پر واپس آئے۔ اُن تینوں بھائیوں نے سُنا کہ دیوتے ہماری خرابی کے درپے ہیں۔ اور بشن جی

کے پاس گئے ہیں۔ بشن جی نے ہمارے مارنے پہ کمر باندھی ہے۔ یہ تجویز ٹھہری۔ کہ شیوجی کے پاس چلکر عرض حال کریں۔ تینوں بھائی مہادیوجی کے پاس چلے گئے۔ اور دیوتوں کی بغاوت کا حال کہہ سُنایا۔ مہادیوجی کو بہت افسوس ہُوا۔ زانو پر ہاتھ دے مارا۔ گو تم ہمارے بھگت ہو۔ مگر دیوتوں کی بُرائی ہم سے نہ ہو سکیگی۔ اسلئے تم بھی بشن بھگوان کے پاس جاؤ۔ ان کے نزدیک دیوتا اور راچھس برابر ہیں۔ شاید تمہاری معروض سُنکر دیوتوں کو قتل کردیں۔ مشورہ طلب امر تھا۔ تینوں بھائیوں کو فکر ہوئی۔ کہ بشن جی کے پاس چلیں یا نہ چلیں۔ سوما لی بولا کہ بشن ہمیشہ دیوتاؤں کے حامی رہتے۔ راچھسوں کے مخالف چلکر کیا کریں۔ برہما۔ اندر سودرشن۔ نارائن سے کچھ خوف نہیں۔ شیوجی سے البتہ ڈر ہے وہ اِس وقت اپنے لوک میں ہیں جب تک انہیں خبر پہنچیگی۔ ہم لوگ دیوتاؤں کو مار ڈالیں۔ تینوں بھائیوں نے فوج کثیر لے کر دیوتاؤں پہ چڑھائی کردی۔ گدھا۔ گھوڑے۔ اونٹ۔ سور۔ مچھلی۔ شیر۔ مگھ۔ گھوڑے ہاتھی۔ مکر۔ بندر۔ ریچھ اسی طرح اور بہت قسم کے جانور راچھسوں کی سواریوں میں تھے۔ دھاوا بول دیا۔ اِس قدر کشت و خون ہوا کہ دیوتے تراہ تراہ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ اتنے میں بشن بھگوان سنکھ۔ چکر۔ گدا دھارن کئے ہوئے گرڑ پر سوار ہو کر میدان میں آ دھمکے۔ اور دیو اسر سنگرام ہونے لگا۔ دونو طرف سے ہتھیار چلنے لگے۔ بشن بھگوان سارنگ دھنش سے راچھسوں کو ہلاک کر رہے ہیں۔ اور گرڑ جی اپنے منقاروں اور ناخنوں سے راچھسوں کی بوٹیاں نوچ رہے ہیں۔ راچھسوں کے قدم اکھڑ گئے۔ اور بھگدڑ ہو گئے۔

سرگ ۲

بشن بھگوان اور راچھسوں کا مقابلہ

راچھس سنبھلے اور دل بادل کی طرح اکٹھے ہوئے۔ بشن بھگوان کو گھیر لیا اور چاروں طرف سے تیر برسنے لگے بشن بھگوان کا جسم زخموں سے چور تھا۔ تیر بدن میں پیوست۔ شکتی تومر اور مگدر کی مار ہو رہی ہے۔ بشن بھگوان نے ناقوس پھونکا۔ راچھسوں کے دل ہل گئے اور سواریوں کے جانور دہشت سے بھاگ گئے۔ کچھ سواریوں سے گر کر ہلاک ہوئے۔ اور بہت سے ہاتھی۔ گھوڑے۔ شیر۔ گدھوں کے سموں سے پامال ہزاروں تڑپ تڑپ رہے ہیں۔ اس شکست سے سوما لی کو طیش آ گیا۔ رتھ دوڑا کر بشن بھگوان کے قریب آیا۔ اور شیوجی کا ترسول بشن بھگوان پہ مارا۔ بشن بھگوان پیچھے ہٹے۔ ترسول کا وار خالی گیا۔ ہزاروں راچھس بشن کے چکر سے کٹ مرے۔ سوما لی نے ایک گدا بشن بھگوان کی پیشانی پہ مارا پیشانی زخمی ہوئی اور اچھلتا ہوا گرڑ جی پہ اس زور سے لگا۔ کہ گرڑ جی بھاگ گئے۔ راچھسوں کو خوشی ہوئی۔ رعد کی طرح گرجنے لگے۔ بشن بھگوان بھاگے ضرور لیکن چکر سودرشن کو وہیں چھوڑ دیا۔ مالی کا سر سودرشن کی دھار کی نظر ہوا۔ دیوتے مالی کے مرنے سے بہت خوش ہوئے۔ اور بشن بھگوان کی تولیف

ہونے لگی۔ مالوان اور سومالی فوج لے کر بھاگے۔ اور گرڑ جی نے تعاقب کیا۔ پر بھی مارتے ہیں منقار اور ناخنوں سے نوچتے ہیں۔ لاکھوں راچھس سمندر میں گرے۔ اور لاکھوں بشن بھگوان کے تیروں سے ہلاک ہوئے۔ یہ حالت ہے کہ دیوتا پیچھا کر رہے ہیں۔ اور راچھس بھاگتے جاتے ہیں۔

سرگ ۸
بشن بھگوان اور راچھسوں کی لڑائی

مالوان لشکر کو پریشان دیکھ کر بشن بھگوان سے بولا کہ تم چھتری دھرم نہیں جانتے۔ بہادر اور دلاور ہرگز بھگوڑوں کا پیچھا نہیں کرتے۔ ہماری فوج بھاگ رہی ہے۔ اور تم مارتے چلے آتے ہو بھاگے ہوئے پر ہاتھ اٹھانا چھتری دھرم کے خلاف ہے۔ اسلئے تم ادھر ہی ٹھہرے۔ اب میری طاقت دیکھو بشن نے جواب دیا کہ جو پناہ میں آئے۔ اس کی حمایت کرنا کیا چھتری دھرم ہی نہیں۔ دیوتے ہمارے سرن آئے ہیں۔ ان کا بچانا فرض ہے۔ مالوان نے ایک شکتی بشن کی چھاتی میں ماری۔ وہ شکتی بجلی کی طرح کوندھتی ہوئی بشن بھگوان کے شیام رنگ بدن میں پیوست ہو گئی۔ بشنو نے شکتی کھینچ لی۔ اور مالوان پر مار دی۔ مالوان کی آنکھوں میں اندھیرا آ گیا۔ مگر پھر سنبھلا اور نرسمول کا وار کیا۔ مالوان نے پینترا بدل کر پھر اپنے ہاتھ سے بشن کی چھاتی میں گھونسا مارا۔ اور ایک گھونسا گرڑ جی کے بھی رسید کیا۔ گرڑ نے بھی پروں سے وہ لپٹنی ماری۔ کہ مالوان کے قدم پیچھے ہٹے۔ راچھس بھی تڑپ رہے ہیں۔ مگر پریشان ہیں۔ مالوان اور سومالی کے بنائے کچھ نہیں بنتی۔ گرڑ جی لنکا میں گھس گئے۔ اور بشن جی سدرشن چکر سے راچھسوں کا گلا کاٹنے لگے۔ فوج راچھس منتشر ہوئی۔ عورت بچوں کو لیکر سراسیمگی کی حالت میں پاتال اور رساتل میں چھپے۔ اگست رشی کہتے ہیں کہ سوائے بشن بھگوان کے اور کوئی راچھسوں کو قتل نہیں کر سکتا۔ جب ادھرم ہوتا ہے۔ آپ اوتار لیکر پرتھوی کا بھار اتارتے ہیں۔ بھگتوں کی پریشانی دور ہوتی ہے۔ لنکا راچھسوں سے خالی ہو گئی۔ مالوان اور سومالی پاتال میں رہنے لگے۔ لنکا میں ایک راچھس بھی نہ تھا۔ بسروا مُن نے لنکا خالی دیکھ کر کوبیر جی سے ہدایت کی۔ کہ تم وہاں جا کر رہو۔

سرگ ۹
راون کی پیدائش

کچھ عرصہ بعد سومالی اپنی لڑکی کیکسی کو لے کر مرت لوک پہنچا۔ اتفاق کی بات ہے۔ کہ کوبیر جی پشپ بِمان پر چڑھ کر اپنے پتا کے پاس جا رہے تھے سومالی نے کوبیر جی کے چہرے پر غضب کا جلال دیکھا۔ وہاں تو کچھ نہ بولا مگر سینے کی آگ سلگتی رہی۔ رساتل پہنچ کر سوچا کہ دیوتے اب دست

ہوتے جاتے ہیں۔ راچھس بہت کم ہیں۔ کوئی تدبیر ایسی ہو۔ جس سے ہماری سنتان بڑھے۔ تب اُن دیوتوں
سے قصاص لیا جاوے۔ اپنی لڑکی کیکسی سے کہنے لگا کہ تمہاری اُبھرتی جوانی ہے۔ اور میں ور تلاش
کرتے کرتے عاجز آگیا۔ کس کے ساتھ بیاہ کروں۔ جس کے لڑکی ہوتی ہے۔ اُس کے زندگی حرام ہو جاتی
ہے۔ چال چلن خراب ہونے سے تین خاندانوں پر حرف آتا ہے۔ اول ماتا۔ دوسرے پتا۔ تیسرے جہاں
بیاہی جاتے۔ لڑکی پولست مُن کے لڑکے بسروا مُن کے پاس جاؤ۔ اور خوشامد کرو کہ تم سے بیاہ کر لیں۔
جب بیاہ ہو جائیگا۔ تو اولادیں ہونگی۔ کیکسی پتا کی باتیں سُنکر مرت لوک میں جہاں بسروا جی تپ کرتے تھے
پہنچی بیٹھ گئی۔ اور سر جھکائے ناخنوں سے زمین کھودنے لگی۔ بسروا جی نے پوچھا کس کی لڑکی ہو۔ اور
کیوں آئی ہو۔ کیکسی بولی۔ آپ تو انتر جامی ہیں۔ آپ خود سوچ لیجئے۔ ہمارے پتا نے آپ کے پاس بھیجا
ہے۔ بسروا جی سمجھ گئے۔ یہ اولاد چاہتی ہے۔ اسی واسطے ہمارے پاس آئی۔ بسروا جی نے کہا۔ کہ
اری کمبخت میری عبادت میں مخل ہوئی۔ خیر لڑکے تو ہوں گے۔ لیکن بڑے کمبخت اور ادھرمی ہوں گے۔
کیکسی نے ہاتھ جوڑ کر خوشامد کی۔ کہ مہاراج آپ سا دھرماتما شوہر اور پھر ادھرمی اولاد تعجب ہے۔
بسروا نے جواب دیا کہ سب سے چھوٹا جو آخر میں پیدا ہوگا۔ وہ میرا سا ہی دھرماتما ہوگا۔ اور ایک لڑکا
تمہارا بڑا اپرتاپی ہوگا۔ جس کے دس سر اور بیس بھجا ہوں گے۔ سرخ رنگ کے بال اور بڑی صورت ہو
گی۔ اور وہ راون نام سے مشہور ہوگا۔ راون کی پیدائش کے وقت شگون بد ہونے لگے۔ سیار ان
روتے ہیں۔ آسمان سے خون برستا ہے۔ سورج کی روشنی پھیکی ہوتی۔ اور زمین پر لرزہ چڑھ آیا۔
زلزلے محسوس ہوئے۔ سمندر میں طوفان آنے لگے۔ بسروا جی نے اس لڑکے کا نام راون رکھا۔
راون کے معنی دنیا کو رلانے سے رلانے والے ہوتے ہیں۔ راون کے بعد کمبھ کرن ہوا۔ یہ بھی زبردست اور
لحیم و شحیم تھا۔ کہ زمین پر اُس کے برابر کوئی راچھس نہ تھا۔ کمبھ کرن کے بعد سُوپنکھا ہوئی۔ پھر
بھبھیکن نے جنم لیا۔ تینوں لڑکے ماں باپ کے اطاعت گذار اور فرمانبردار تھے۔ ایک روز کوبیر جی
اپنے باپ کے پاس آئے۔ کیکسی حسد سے جل مری۔ راون سے کہنے لگی۔ کہ بیٹا کوبیر کو دیکھو۔
کیسا تیج دھاری ہے۔ تمہارا بھائی ہے۔ اس کی دیوتے بھی خدمت کرتے ہیں۔ اور لوک پال کی
پدوی بھی حاصل ہے۔ اور تم کیسی لائق بھی نہ ہوئے۔ بھائیوں کو چاہیئے۔ کہ بھائی کی سی عزت حاصل
کریں۔ تم کو چاہیئے۔ کہ کوبیر جی کے برابر ہو جاؤ۔ راون نے ہاتھ مارا۔ ماتا جی گھبراؤ نہیں۔ کوبیر کی
ہستی کیا ہے۔ ان سے بڑھ کر عزت حاصل کروں گا۔ یہ کہہ کے تینوں بھائی تپسیا کیلئے نکل گئے۔

سرگ ۱۰

راون اور کمبھ کرن کو برہما جی کا بردان

بھائی کا دشمن ہو جاتا ہے۔ اور آپسمیں کٹ مرتے ہیں۔ دلیر وہی ہیں۔ جو بھائی کو مار کر راج چھین
لیتے ہیں۔ اپنی عیش اپنا آرام سب کو پسند ہے یہ نہیں کہ ایک بھائی تو تخت حکومت پر بیٹھا ہو۔
اور ایک بھائی بھیک مانگ کر شکم پوری کرے۔ دُور کیوں جاؤ۔ ادِت اور دِت دونو بہنیں تھیں
اور دونو بہنیں کسپ کی اہلیہ بنیں۔ ادِت کے بطن سے دیوتا اور دِت کے بطن سے دیت پیدا ہوئے۔
دیت اپنے زور بازو سے کل دنیا کے راجہ بن گئے۔ دیوتاؤں سے کچھ نہ ہو سکا۔ چلاتے رہے آخرکار
بشن سے اتحاد بڑھایا۔ بشن کو اپنا حامی بنا کر لائے اور ہم لوگوں سے لڑائی ہوئی۔ نتیجہ یہ نکلا۔ کہ
کروڑہا راچھس مارے گئے۔ اور ہم لوگوں کو جلا وطن ہونا پڑا۔ ادت اور دت دونو سگے بھائی تھے۔
کوئی غیر نہ تھے لیکن زمین ایسی شے ہے کہ خواہ مخواہ لڑنا پڑا۔ تو اب تم کیوں نہیں سر اٹھاتے۔
تمہارے عروج کے دن ہیں۔ اگر مستعد ہو تو دم کے دم میں لنکا خالی ہو سکتی ہے۔ کوبیر کو اتنی طاقت
نہیں۔ کہ تمہارے سامنے منہ کر سکے۔ راون پر پرہست کی باتیں اثر کر گئیں۔ اُٹھ کھڑا ہوا اور
راچھسوں کو لئے ہوئے ترکوٹ پربت پر پہنچا۔ پرہست سے کہا کہ تم جا کر کبیر سے کہو کہ لنکا
خالی کر دیں۔ نہیں تو ابھی تمام راج اُلٹ دوں گا۔ پرہست کوبیر کے پاس گئے۔ اور راون کا
پیام سنایا۔ اور کہا۔ لنکا سے بھاگ جاؤ۔ لنکا کچھ تمہاری نہیں۔ بسو کرماں نے سومالی کے لئے
بنائی تھی۔ اب راون یہاں راج کریگا۔ راچھس لوگ مقیم ہوں گے۔ کوبیر نے جواب دیا۔ میں تو دھرم
کا پابند ہوں۔ پتا کی آگیا سے لنکا بسائی تھی۔ اپنی مرضی سے نہیں آیا۔ اور راون تو ہمارا چھوٹا
بھائی ہے۔ میرا مال اس کا اور اس کا مال میرا۔ کچھ فرق نہیں۔ میں اپنے پتا سے بھی پوچھ لوں۔
دیکھیں وہ کیا فرماتے ہیں۔ جو حکم دیں گے۔ عمل کروں گا۔ یہ کہہ کر کوبیر جی بسرواجی کی خدمت میں
حاضر ہوئے۔ اور سارا حال بیان کیا۔ بسرامن راون کی باتوں سے بہت دُکھی ہوئے۔ کہا راون کے
مشیر اسے بہکا کر یہاں لے آئے۔ کئی دفعہ اس بارے میں گفتگو ہوئی اور راون ہم سے کہہ دیا کرتا تھا
میں ڈانٹ دیتا تھا کہ اے کمبخت کہیں ایسا نہ کرنا۔ بھائی کا دشمن نہ بننا۔ وہ سُنکر چپ ہو جاتا۔
کہنے سننے سے دیواریں ٹل جاتی ہیں۔ اور وہ تو برہما کے بردان سے اندھا ہو رہا ہے۔ صلاح کار بھی
اسے ایسے ہی ملے ہیں۔ وہ ادھرم کرنے پر آمادہ ہے۔ اس کی عقل پر پتھر پڑ گئے۔ بیٹا تم لنکا
چھوڑ دو۔ اور کیلاش پربت پر جہاں شیوجی کا استھان ہے۔ اور بہت سے دیوتا اور گندھرب
رہتے ہیں۔ تم بھی رہو۔ کوبیر جی وہاں سے لنکا میں آئے۔ اور مال و اسباب باندھ کر اہل خانہ
کے ساتھ کیلاش پربت پر پہنچے اور وہیں رہنے لگے۔ پرہست یہ سب تماشہ دیکھتا رہا۔
جب لنکا خالی ہو گئی۔ راون سے عرض کیا۔ کہ آپ چل کر رہیئے۔ راج کیجئے ہم سب تابع فرمان
ہیں۔ راون راچھسوں کے ساتھ لنکا میں آیا۔ اور راج کرنے لگا۔ راون کے بستے ہی جتنے راچھس

بھاگے ہوئے رساتل میں تھے۔ سب آ کر لنکا پوری میں بس گئے۔

سرگ ۱۲

مندودری سے شادی اور میگھ ناتھ کی پیدائش

شاہ راون کو اپنی خواہر سرپ نکھا کا خیال رہتا تھا۔ بیوت راچھس سرپ نکھا کے لائق سمجھا گیا۔ اور اس کے ساتھ اس کی شادی کر دی۔ ایک روز شکار کھیلنے کے لئے شاہ راون کسی جنگل میں پہنچا۔ مے نامی ایک دیت اپنی لڑکی مندودری کو لئے ہوئے صحرائے لق ودق میں گشت لگا رہا تھا۔ راون اور مے سے ملاقات ہوئی۔ راون نے پوچھا کہ تم کون ہے۔ اور یہ حسین لڑکی کس کے گھر کا چراغ ہے۔ مے راچھس بولا۔ یہ لڑکی میری ہے۔ ہیما اپسرا کے بطن سے اس کی ولادت ہوئی ہے۔ ایک دفعہ اسی جنگل میں تفریح کے لئے آیا۔ ہیما اپسرا سے دوچار ہوا۔ اس حور وش کو دیکھتے ہی دل ہاتھ سے جاتا رہا۔ گلے میں موتیوں کی مالا چھاتی پر لٹکتے ہوئے دونوں انکھیاں سے ٹھوکریں کھا رہی تھی۔ اس ادا سے ہزار جان سے عاشق ہو گیا۔ وہ بجلی کی طرح کوندھ کر نکل گئی۔ اور میں تڑپتا رہ گیا۔ اس کے لئے بارہ برس تپ کیا۔ تپ سے فراغت پاتے ہی خیال کیا۔ اگر دیوتوں نے مہربانی کی۔ اور وہ مہ جبین ہمارے ہاتھ بھی آئی۔ تو ہم رکھیں گے۔ کہاں کوئی مکان نہیں۔ چودھویں برس ہم نے ایک بارہ دری بنوائی۔ دیوتا ہمارے تپ سے خوش ہو گئے۔ پاس آئے پوچھا کیا چاہتے ہو۔ ہم نے اپنی خواہش ظاہر کی۔ دیوتوں نے ہیما اپسرا سامنے کھڑی کر دی۔ چنانچہ یہ لڑکی ہیما کے بطن سے تولد ہوئی۔ اس کے لئے لائق شوہر ڈھونڈتا ہوں۔ ابھی کوئی نگاہ میں نہیں جچا۔ جس کے ساتھ شادی کروں۔ ہیما سے دو لڑکے بھی پیدا ہوئے۔ ایک کا نام مایاوی دوسرے کا نام دندوی ہے۔ آجکل زمانے میں راون شہرہ آفاق ہو رہا ہے۔ کیا تم اس کو جانتے ہو اور تمہارا نام کیا ہے۔ راون نے جواب دیا۔ کہ راون ہمارا ہی نام ہے۔ پولست منی کا پوتا اور بسروا جی کا لڑکا ہوں۔ کوئی علم ایسا نہیں۔ جو میں نہ جانتا ہوں۔ مے راچھس بولا آہا ہا۔ کیسا خوب موقع ہاتھ آیا۔ آج مراد پوری ہوئی۔ مندودری آپ کی داسی ہے۔ آپ لے جائیے۔ یہ کہہ کر مندودری کا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دیا۔ شاستر کے اصولوں سے مندودری کی شادی شاہ راون کے ساتھ ہو گئی۔ مے راچھس نے ایک شکتی جہیز میں دی۔ یہ شکتی وہی تھی۔ جس کی ضرب سے لچھمن جی مجروح ہو کر زمین پر گرے۔ اور گرتے ہی غشی طاری ہوئی۔ یہاں تک کہ زندگی سے بھی مایوسی ہو چکی تھی۔ شاہ راون ہنسی خوشی مندودری کو لئے لنکا میں داخل ہوا۔ راون کی پہلی پٹ رانی یہی تھی۔ اب کمبھ کرن اور کمبھیکن کے بیاہ کی فکر ہوئی۔ بیروجن کی لڑکی سے

کمبھ کرن اور مبلیوکھ کی کنیا سے بھبھیکن کا عقد باندھا گیا۔ تینوں بھائی اپنی اپنی بیویاں کیساتھ رہنے لگے۔ منددری کے بطن سے میگھ ناتھ پیدا ہوا۔ میگھ ناتھ کی وجہ تسمیہ یہی ہے۔ کہ پیدا ہوتے ہی میگھ کی طرح رونے لگا۔ یعنی رونے کی آواز گرج سے کم نہ تھی۔ میگھ ناتھ گھڑیوں بڑھتا تھا۔ جسطرح خشک لکڑی پاکر آگ کے شعلے بھڑکتے ہی جاتے ہیں۔

سرگ ۱۳

کوبیر پر چڑھائی

کچھ سال اسی طرح گذر گئے۔ عالم میں راون کی دھانک بیٹھ گئی۔ اگر ممالک لنکا کے زیر نگیں ہوئے۔ اب کمبھ کرن کے سونے کا وقت آیا۔ راون سے بولا کہ ایک مکان ہمیں ایسا بنوا دو۔ جہاں کوئی نہ جا سکے۔ اور میں خراٹے لے لے کر چین سے سوؤں۔ راون نے اس کی مرضی کے موافق مکان تعمیر کروایا۔ جس میں سونے کی چار دیواری عقیق و نیلم کے دروازے زمرد یا قوت کی چوکھٹ ہیرے اور جواہروں کی کڑیاں لگی ہوئی تھیں۔ کمبھ کرن مکان میں جا کر سو رہا۔ ہزار سال تک لحنت سوتا رہا۔ راون کے صلاح کار مہودر۔ پرہست۔ بیروپا کچھ وغیرہ ظلم کرنے کی ترغیب دیا کرتے تھے۔ غریبوں پر ظلم۔ رشیوں پر جبر۔ دیوتاؤں پر جور غرض کوئی اس سے خوش نہ تھا۔ ہرے بھرے سرسبز درختوں کو کاٹ کر میدان گرا دینا۔ کوبیر نے سنا کہ راون سے خلقت دکھی ہے۔ سمجھانے کیلئے اپنے خاص ندیم کو راون کے پاس بھیجا کہ وہ ان حرکتوں سے باز آئے مظلوموں پر جبر کرنا روا نہیں۔ ندیم پہلے بھبھیکن سے ملا۔ بھبھیکن نے خوب آؤ بھگت کی۔ ایک چوبدار کے ہاتھ راون کو کہلا بھیجا۔ کہ کوبیر جی کے مصاحب آئے ہوئے ہیں۔ اور آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔ حکم ہوا۔ کہ دربار میں حاضر کرو۔ کوبیر جی کا مصاحب بھبھیکن کے ساتھ دربار میں حاضر ہوا۔ راون سنگھاسن پر بیٹھا ہے۔ وزیر اور امیر قرینے سے ایستادہ ہیں۔ چہرے پر اس قدر رعب ہے۔ کہ دیکھنے سے پیشاب خطا ہوا جاتا ہے۔ مصاحب خاموش کھڑا ہو گیا۔ چوبدار نے عرض کیا۔ جہاں پناہ کوبیر کا مصاحب خاص نگاہ کے روبرو ہے۔ بھبھیکن نے اشارہ سے مصاحب کو پیش کیا۔ اور راون سے استدعا کی۔ آپ کے بھائی کوبیر نے پیام بھیجا ہے۔ کہ ہم تمہارے بھائی ہیں۔ برہمن کے لڑکے پولست منی کے پوتے ننگ خاندان ہم دو تو بھائی ایک طریقے پر چلیں۔ خاندان میں پھوٹ نہ ہونے پائے۔ دھرم پر چلنا ہمارا پہلا فرض ہے۔ جادۂ اعتدال پر نہ چلنے سے خاندان میں بٹہ لگیگا۔ بھائی دھرم کے جو راستے ہیں۔ بند نہ ہونے پاویں۔ خیر جو کچھ ہوا۔ سو ہوا۔ اب ادھرم سے اجتناب رکھو۔ ادھرم کل پاپوں کی جڑ ہے۔ بھائی ہیں اپنی بیتی کہتا

ہوں۔ نصیبان دے کر رشتے گا۔ ایک وقت ہم مہادیوجی کے پاس گئے۔ پاربتی اور مہادیو جی ہوا کھا رہے تھے۔ میری آنکھ پاربتی کے حسن عالم افروز پر پڑی۔ خیالات فاسد دل میں بیٹھنے لگے۔ حالانکہ میرا دسترس ان پر نہ تھا۔ خیالاتِ بد آتے ہی بائیں آنکھ بیٹھ گئی۔ اور میں مور چھت ہو کر زمین پر گر پڑا۔ دہنی آنکھ پر صدمہ پہنچا۔ درد سے بیتاب ہوا۔ وہاں سے بھاگا مکان پر آیا اور آٹھ سو برس تپ کیا۔ مہادیو جی تپ سے خوش ہوئے۔ بردان دیا کہ آج سے تم دھن کے سوامی ہوئے۔ دیکھو پرائی عورت پر نگاہ ڈالنے سے یہی حال ہوتا ہے۔ اور یہی ادھرم کا پہلا زینہ ہے۔ آپ بادشاہ وقت ہیں۔ ایسی باتوں کا لحاظ رکھنا چاہیئے۔ آپ کی خلاف شان و آداب سلطنت بہت سی باتیں سننے میں آئی ہیں۔ لوگ نالاں ہیں۔ اور آپ کو برے الفاظ سے یاد کرتے ہیں۔ بھائی میرے! ہمارا اور آپ کا خون ایک ہے۔ آپ کی برائی ہم سے نہیں سُنی جاتی۔ جب کسی نے آپ کی شکایت کی۔ میں یہی جواب دیتا رہا۔ کہ ابھی بچپن ہے۔ ناسمجھ ہے۔ تجربہ نہیں۔ آگے چلکر خود سنبھل جائے گا۔ برادر اب شکایتوں کی حد نہ رہی۔ دیوتا اور رشی آپ کے ظلم و جور سے عاجز آ گئے ہیں۔ تمہاری بربادی کے درپے ہیں۔ ہوشیاری سے کام کرو۔ کسی کا دل نہ دکھنے پائے۔ پاپ کی ناؤ ڈوبا چاہتی ہے۔ راون سنکر آگ بگولا ہو گیا۔ غصے سے آنکھیں انگارے کی طرح دہکنے لگیں۔ جھلا گیا۔ زانو پر ہاتھ دے مارا۔ اور لب دانتوں سے چباتا ہوا بولا۔ کہ بے حیا کوبیر سے کہدو کہ اپنی جان کو کسی کا خوف نہیں۔ مرد میدان ہو تو سامنے آوے۔ دیوتے کیا ہماری پشم اکھاڑ لیں گے۔ کوبیر بڑا ڈرپوک ہے۔ ہم ایسے بزدل کو اپنا بھائی نہیں بنا سکتے صاف صاف کہدینا کہ کوبیر راون کا بھائی نہیں ہے۔ اس کو دولت پر ناز ہے۔ یہ ناز ایک آن میں نکلا دوں گا۔ ابھی تک تو طرح دیتا گیا۔ سمجھتا تھا کہ بھائی ہے۔ مگر اب شامتیں آئی ہیں۔ خیر مضائقہ نہیں۔ سمجھ لوں گا میرے زور بازو کو بھول گیا۔ تینوں لوک میں راون کی دھوم مچی ہوئی ہے۔ شاید کوبیر کو نہیں خبر۔ بات کہتے کہتے راون نے تلوار میان سے نکالی۔ اور مصاحب کا سر کٹا سا لوٹنے لگا۔ اور گوشت راچھسوں میں تقسیم کر دیا۔ اور خود رتھ پر سوار ہو کر کوبیر پر چڑھ دوڑا

سرگ ۱۴

راون اور کوبیر سے مقابلہ

راون کے ساتھ مہودر۔ پرہست۔ سکھ سارن۔ دھمراکچھ۔ یے نامی سپہ سالار خون کا دریا بہانے والے ہیں۔ گھڑی بھر میں کیلاش پربت پر پہنچے۔ جچھ لوگوں نے راون کو آتے دیکھا

کہ راون چڑھ آیا ہے۔ خبر نہیں دکھائی دیتی۔ کوبیر نے فوج کی تیاری کا حکم دیا۔ چند سپاہیوں کو راون کے پاس بھیجا۔ کہ راون کو لے آئیں۔ سپاہی راون کے پاس گئے عرض کی۔ کہ آپ کو کوبیر نے یاد کیا ہے۔ راون نے جواب دیا۔ کوبیر سے کہو۔ خود ہاتھ باندھ کر حاضر ہو۔ نہیں تو آج ہماری تلوار اس کے خون سے پیاس بجھائیگی۔ کوبیر جی مجبور ہوئے۔ اور فوج لیکر راون کے مقابلے پر آمادہ ہو گئے۔ راون بھی مستعد جنگ تھا۔ کوبیر سمجھتے تھے۔ کہ راون ڈر جائیگا۔ لیکن راون ڈرا نہیں۔ بلکہ کوبیر کی فوج پر ٹوٹ پڑا۔ صفیں الٹ دیں۔ دشمن تباہ ہوئے۔ مہودر پرہست خوب جی توڑ کر لڑے۔ کوبیر کی فوج نے دادِ مردانگی دکھائی۔ مگر راون کے آگے پیش نہ گئی۔ ہزاروں ہتھیار راون پر پڑتے ہیں۔ مگر راون پر ایک بھی اثر نہیں کرتا۔ جچھوں نے سرفروشیاں کیں جانبازیاں دکھائیں۔ مگر راون کی تلوار کی آگ سے ٹھہر نہ سکے۔ ہزاروں جچھ مارے گئے اور ہزاروں بے دم پڑے ہیں۔ کوبیر نے اپنی فوج کا صفایا دیکھ کر دوسرے جچھوں کو بھیجا۔ سبجود نامی جچھ نے ایک گدا ماریچ کے مارا۔ وہ مورچھت ہو کر زمین پر گرا۔ جب ہوش آیا۔ تیروں کا مینہ برسا دیا۔ لاشوں کے پشتے لگ گئے۔ لاکھوں جچھ موت کے منہ کا نوالہ بنے۔ اور باقیوں کے پاؤں اکھڑ گئے۔ راون کوبیر کے دروازے پر چڑھ گیا۔ دوارپال نے ایک کھمبا اکھاڑ کر راون کی پیشانی پر مارا۔ پیشانی زخمی ہوئی۔ اور خون بہنے لگا۔ خون بہتے دیکھ کر راون کی جرأت اور بھی بڑھ گئی۔ ایک درخت جڑھ سے اکھاڑ لیا۔ اور اس سے جتنے دوارپال اور جچھ تھے۔ سب کو ٹوک لیا ؎

سرگ ۱۵

راون اور کوبیر کی لڑائی

کوبیر نے دیکھا۔ کمبخت نہیں مانتا۔ پکار کر آواز دی۔ بہادر جچھو ایک ساتھ حملہ کر دو اس ملعون کو کسی طرح زیر کرو۔ تب تمہارا نام ہے۔ جچھوں نے ایک بارگی حملہ کیا۔ شکتی۔ مگدر ترسول کی مار ہونے لگی۔ ادھر مہودر پرہست اور ماریچ نے جچھوں کا سنہار کر دیا۔ دھمراکچھ کے گدا سے بھی ہزاروں جچھ برباد ہوئے۔ من بھدر بڑا جنگجو جچھ تھا۔ دھمراکچھ کے مقابلے پر آیا۔ اور ایک گھونسا تان کر ایسا مارا کہ دھمراکچھ زمین پر گرا۔ من بھدر نے گدا چھین لی۔ اور راون کے گھما کر ضرب لگائی۔ تاج گر پڑا۔ من بھدر کی دلیری کی تعریف ہونے لگی۔ کوبیر نے دیکھا کہ غضب کی خونریزی ہے۔ خود گدا لے کر چلے۔ اور راون کوبیر سے کہنے لگا۔ کہ اب تک منہ چھپائے بیٹھے تھے۔ مردوں سے ڈرتے تھے۔ اب کیوں آئے۔ خیر اگر جھوٹ دلاوری رکھتے ہو تو ابھی وار اپنا آزما

ہو جائے۔ کوبیر بولے۔ اب بھی منع کرتا ہوں۔ لیکن نہیں مانتا۔ ارے کمبخت زور بازو پر پھولا ہے یا اپنے لحیم و شحیم جثے پر پھولا ہے۔ یہ مٹی کے برابر ہے۔ ادھرم کرنا چھوڑ دے۔ باپ۔ ماں اور بڑے بھائیوں کی خدمت کر۔ جچھوں نے کوبیر کو سمجھایا۔ کہ آپ بیکار مغز خراشی کرتے ہیں۔ یہ کمبخت نہیں مانیگا۔ راون گدا گھماتا۔ جچھوں کی صفیں چیرتا ہوا کوبیر پر جھپٹا۔ سحر و افسوں سے ہزاروں راون بنا لئے۔ بہت سے شیر اور سور پیدا کئے۔ میدان جدال و قتال اور بھی گرم ہو گیا۔ ہر جچھ کے سامنے ایک ایک راون تھا۔ ایک راون سے نوجی ہار گیا تھا۔ ہزاروں راون کیونکر دفع ہوتے۔ راون نے تڑپ کر ایک گدا کوبیر کے سر پر ماری۔ سر پھٹ گیا اور کوبیر زمین پر گر پڑے۔ منہ ناک سے خون جاری ہوا۔ کوبیر کے گرتے ہی جچھ بھاگ گئے۔ راون میدان خالی پا کر رتھ پر بیٹھ گیا۔ اور کروڑ ہا قسم کے ہیرے جواہرات خزانے سے نکلوا کر رتھ پر رکھ لئے اور مایرچ کو کوبیر کے تخت پر بٹھا دیا۔ اور سکہ خطبہ راون کے نام پر جاری ہوا۔

سرگ ۱۶

کیلاس پربت راون کے ہاتھوں پر

راون اس فتح سے بہت خوش ہوا۔ اور بوان لیکر لنکا کی طرف مراجعت کی۔ مگر بوان چلتے چلتے اٹک گیا۔ راون کو فکر ہوئی۔ کہ بوان کیوں نہیں چلتا۔ مایرچ بولا کہ بغیر کوبیر کے بیٹھے نہیں چل سکتا۔ ایک شخص سامنے کھڑا تھا۔ راون نے اشارے سے بلایا۔ پوچھا کہ کہاں جاتے ہو۔ وہ شخص مہادیو جی کا خدمتی تھا۔ بولا اس مقام پر سناسکا ذنک جی جچھ اور گندھرب رہتے ہیں بغیر اجازت مہادیو جی کے کسی کی مجال نہیں کہ قدم رکھ سکے۔ راون سنکر بوان سے اتر پڑا۔ اور مہادیو جی کے پاس گیا۔ دیکھا کہ نندی جی شیو جی کے پاس بیٹھے ہوئے ہیں۔ راون کو نندی کا منہ دیکھ کر ہنسی آ گئی۔ ہنسنے کی وجہ یہ تھی۔ کہ نندی جی کا چہرہ بندروں سے مشابہ تھا۔ نندی جی نے راون کی بے ادبی دیکھ کر سراپ دیا۔ کہ ہمارا چہرہ دیکھ کر ہنستا ہے۔ بندر ہی تیرے پریوار کو ناش کریں گے۔ پھر غصے سے کہنے لگے کہ جی میں آتا ہے کہ اسی وقت تیرا خون چوس لوں۔ مگر مجھے کچھ ضرورت نہیں۔ تیرے گناہ خود ہی تجھے برباد کر دیں گے۔ راون نے نندی کے سراپ کی پرواہ نہ کی۔ وہ تو اپنے فکر میں غلطاں تھا۔ کہ مہادیو جی کیلاش پر تپ کر رہے ہیں۔ اسی وجہ سے بوان چلنے سے مجبور ہے۔ راون نے کیلاش پربت کو مکہ مار کر اٹھا لیا۔ دیوتاؤں پر تھرتھری سوار ہوئی۔ بخار چڑھ آیا کہ اب کسی طرح جان نہ بچیگی۔ پاربتی جی کانپنے لگیں دہشت سے تھرتھرا اٹھیں۔ مہادیو جی کا ہاتھ تھام لیا۔ کیلاش پربت راون کے ہاتھ پر ہے۔

مہادیو جی نے انگوٹھے سے دبا دیا۔ راون کا بازو بوجھ نہ سنبھال سکا۔ درد سے بیتاب ہو کر چکر آنے لگے۔ اور پربت نیچے جھکا۔ زمین دبنے لگی۔ سمندروں کا پانی اچھلنے لگا۔ دیوتاؤں پر کپکپی سوار ہے۔ قیامت کے سامان نظر آئے۔ راون کے صلاح کار عرض کرنے لگے۔ غضب ہوا جاتا ہے۔ مہادیو جی کی استت کیجئے۔ ورنہ زمین کا طبقہ الٹ جائیگا۔ راون۔ مہودر۔ کانبرج پربہت کے ساتھ استت کرنے لگا۔ ہزار برس تک لگاتار استتی کیں۔ آخر کار شیو جی آسن سے اٹھے۔ راون کے پاس آئے۔ فرمایا تو نے بڑی گستاخی کی۔ سزا سے بچ گیا۔ جا لنکا میں راج کر۔ پشپ بوان تیرا مفتوحہ ہے۔ جس راستے سے جی چاہے لے جا۔ شاہ راون ثنا خواں ہوا اور عرض ظاہر کی۔ کہ آپ کی کرپا سے بعید نہیں۔ کہ میری عمر بھی بڑھ جائے۔ عمر ضرور گھٹ گئی ہو گی۔ کیونکہ ادھر بہت سے گناہ ایسے ہوئے ہیں۔ جن کا کفارہ بھی نہیں۔ برہما جی کا بردان تھا۔ کہ

دیو گن۔ ہرب: تجھ کسی سے موت نہ ہو گی۔ آپ میرا منورتھ سپھل کیجئے۔ مہادیو جی بولے بہت اچھا۔ عمر بڑھ جائیگی۔ مگر بندر اور انسان سے حذر رہے۔ یہ کہہ کر چندر ہاس شمشیر راون کے حوالے کی اور فرمایا کہ اس کی پوجن ہر روز کرتے رہنا۔ اگر نہ کروگے تو شمشیر ہمارے پاس چلی آئے گی۔ اور تم موت کے منہ میں ہوگے۔ اگست رشی ناقل ہیں کہ یہ بردان پاتے ہی راون وہاں سے چلا آیا۔ کچھ دنوں لنکا میں سلطنت کی۔ جو چھتری راجہ سرتاجی کرتا دھمکا دیتا۔ اس نے دنیا بھر کے راجاؤں کو جیت لیا۔ کسی کی مجال نہ تھی کہ حکم عدولی کرتا۔ جو راجہ مغلوب ہوتا۔ ڈر کے اس کے پاس چلا آتا۔ راون اس کا راج بخش دیتا تھا۔

سرگ ۱۷

سری جانکی جی کی وجہ پیدائش

ایک دفعہ شاہ راون کا گزر ہیموان پربت پر ہوا۔ ایک نوخیز لڑکی تپ کر رہی تھی راون دیکھتے ہی غش میں سرشار ہو گیا۔ مسکرا کر پوچھا کون ہو۔ اس شباب کے عالم میں کس غرض سے ریاضت کر رہی ہو۔ جوانی کا عالم ہے۔ عیش و عشرت کے دن پھول پان سے نازک تن کو تپ کرنا زیبا نہیں دیتا۔ یہ تو بتاؤ کس کے گھر کا چراغ اور کس کی آغوش کا کھلونا ہو۔ نوخیز لڑکی نے جواب دیا۔ باپ کا نام کش دھج اور دادا کا نام برہسپت ہے۔ وہ بڑے پنڈت علوم وید اور شاستر کے دھنی ہیں۔ وید پڑھتے ہی پڑھتے ہمارا جنم ہو گیا۔ ویدوتی نام ہے۔ ہمارے واسطے اندر اور گندھرب اور بہت سے دیوتا لفظ جنس لے کر پتا کے پاس آئے۔

مگر بشنا انکار کرتے رہے۔ کسی سے شادی نہ کی۔ ان کی خواہش تھی۔ کہ ایسی حسینہ جمیلہ کا عقد بشن سے ہوتا۔ تو اچھا تھا۔ دیوتے مایوس ہو کر پھرے۔ اتنے میں ایک راچھس جس کا نام سمبھو تھا۔ پوشیدہ طور سے آیا۔ اور ہمارے پتا کا سر تلوار سے اُتار لیا۔ ہماری ماتا نے چِتا بنائی۔ اور پتا کا سر لیکر اگنی میں ستی ہو گئی۔ ہماری ماتا اور پتا دونو کی خواہش تھی۔ کہ بشن سے شادی ہو۔ اسلئے تپ کرتی ہوں۔ دیکھئے کس دن تپ پورا ہو۔ اور بشن بھگوان ہمارے منظور بنیں۔ ہم نے تمہیں پہچان لیا۔ اگرچہ برہمن ہو۔ اور پولست منی کے پوتے اور تپ میں یگانہ روزگار ہو۔ مگر ادھرمی ہو یہاں سے جاؤ۔ راون پشپ بوان سے اُتر پڑا۔ اور سمجھانے لگا۔ کیوں باغ جوانی کو برباد کرتی ہو۔ گلاب سا چہرہ کملا یا جاتا ہے۔ کیا تم ہماری طاقت کو نہیں جانتی ہو۔ ہماری قدر و منزلت قبول نہیں۔ کیا ہم بشن بھگوان سے کم ہیں۔ دیوتا بشن بھگوان کے محکوم ہیں۔ اور ہمارے بھی دست نگر ہیں۔ مجال نہیں۔ کہ ہمارے خلاف کوئی کام ہو۔ بشن جی سے کس بات میں کم ہوں۔ ہمارے ساتھ شادی کیوں نہیں کرتی۔ بیدوتی بولی کہ بشن کی برابری کرتی ہو۔ ہم سے اُن کی مذمت نہیں سُنی جاتی۔ دور ہو۔ راون شعلے کی طرح بھڑکا۔ لپک کر نوخیز لڑکی کے بال پکڑ لئے۔ اور گھسیٹنے لگا۔ لڑکی نے ہاتھ مارا۔ بال کٹ گئے۔ تپ کے زور سے ہاتھ اُس کا تلوار کی دھار ہو گیا۔ اگست رشی کہتے ہیں۔ کہ لڑکی نے شراپ تو نہیں دیا۔ لیکن بدن سے شعلہ نکلا اور جل کر راکھ ہو گئی۔ جلنے کے وقت کہتی گئی کہ میرا بدن تو نے چھو لیا۔ اب میں بشن بھگوان کے قابل نہیں۔ دوسرے جنم میں تو میری وجہ سے مارا جائیگا۔ دیوتوں نے اس پاک عصمت پر گل افشانی کی۔ شراپ سُنکر بہت خوش ہوئے۔ رامچندر جی! یہ جانکی جی وہی بیدوتی ہیں۔ جنہوں نے راجہ جنک کے یہاں جنم لیا۔ اور آپ کے ساتھ شادی ہوئی۔ خیال کیجئے تو راون بیدوتی کی وجہ سے ہلاک ہوا۔ جانکی بیدوتی کا اوتار ہیں۔ اور اب دواپر جگ میں رکمنی نام سے پکاری جائینگی۔ جب آپ کرشن اوتار لیں گے۔

سرگ ۱۸

راجہ مروت اور شاہ راون کی ملاقات

شاہ راون اپنا سامنہ لے کر پشپ بوان پر سوار تھا۔ اور سرنج دیس میں پہنچا۔ وہاں کا راجہ مروت نامی جگ کر رہا تھا۔ دیوتا راون کو دیکھتے ہی تھرتھر کانپنے لگے۔ اور بھیس بدل کر کھسک گئے۔ اندر مور۔ دھرم راج کوا۔ کوبیر گرگٹ۔ برن ہنس روپ بھر کر جگ سے باہر آئے۔ صرف شام برت اور راجہ مروت رہ گئے۔ راون راجہ مروت سے

جنگ کا خواہاں ہؤا۔ راجہ بولا تم کون ہو۔ راون نے ہنس کے جواب دیا۔ کوبیر کا بھائی ہوں۔ راون نام ہے۔ جس نے پرتھی کے راجاؤں کو جیت لیا ہے۔ تم کو بھی لڑکر نیچا دکھاؤں گا۔ یا ہار مان کر کہہ دو۔ کہ تابع فرمان ہوں۔ حال ہی میں کوبیر کو مغلوب کر کے پشپ بوان چھین لیا۔ راجہ مروت بولے یہ کہو۔ بھائی کے دشمن ہو۔ دنیا میں تم سا ادھرمی کوئی نہ ہوگا۔ جس نے بھائی کو مار گنوایا ہو۔ اے راون تو نے بہت ریاضت کیا ہے۔ کس لئے اتنے بڑے ریاضت کو غارت کئے دیتا ہے۔ خیر اگر جنگ کا متمنی ہے۔ تو لے۔ یہ کہہ کے بیٹھے بیٹھے کمان پر تیر چڑھایا۔ شام برت برہمن نے ہاتھ پکڑ لیا۔ اور بولا یہ کیا کرتے ہو۔ ابھی جگ پورا نہیں۔ غصہ تھوک دیجئے۔ غصہ پاپ کی جڑ ہے۔ کام سدھ نہ ہوگا۔ اور پھر یہ بھی احتمال ہے۔ کہ راون مغلوب ہو کے سامنے سے ہٹ جائے۔ کیونکہ تمسے تو برہما کا بردان ہو چکا ہے۔ یہ کسی سے ہارنے کا نہیں۔ راجہ مروت نے کمان ہاتھ سے رکھدی۔ اور خاموش ہو کر دیا۔ راون سمجھا کہ راجہ ڈر گیا۔ ادھر شک آواز لگائی۔ کہ شاہ راون نے اوسر سیج دلیپ پر فتح پائی۔ راجہ شاہ راون کا لوہا مان گیا۔ محکوم ہؤا۔ راچھسوں نے لوٹ مار شروع کی۔ رشی اور برہمن مار مار کر کھانے لگے۔ راون نے وہاں سے مراجعت کی۔ ادھر راون کے چلے جانے پر دیوتاؤں نے اپنا بھیس بدلا۔ اصلی روپ ہو گئے۔ اندر نے مور کو دعا دی۔ کہ تم کو سانپوں کا خوف نہ ہوگا۔ اور ہماری ہزار آنکھوں کی نگاہ تمہاری پوچھ (دوم) پر رہے گی۔ برسات کی فصل میں آنند رہا کرے گا۔ دھرم راج نے کوے سے کہا جو شخص کاگ بل دیگا۔ جم لوک میں نہ آئیگا۔ اور تم امر رہو گے۔ اپنی موت سے کبھی نہ مرو گے۔ جو روحیں ہمارے لوک میں بھوک پیاس سے بے چین ہیں جب تک تم کو آہار نہ دیا جائیگا۔ کھانہ دانہ کچھ نہ ملیگا۔ برن ہنس سے بولے۔ اے ہنس جس ملک میں رہو گے دکھ نہ ہوگا۔ تمہارا روپ سفید رہیگا۔ چند رماں سے امرت پاؤ گے۔ گنگا جل اور ماں سرودر جل ہمیشہ پیو گے۔ جس مقام پر تمہارا گذر ہوگا۔ دیوتا باس کریں گے۔ کوبیر نے گرگٹ کو آشیرواد دیا۔ کہ تمہارا جسم مثل کندن کے جھلکا کریگا۔ یہ آشیرواد دے کر دیوتا اپنے اپنے استھان کو چلے گئے۔ اور راجہ مروت کا جگیہ پورا ہو گیا۔

سرگ ۱۹

راون کی اجودھیا پر چڑھائی

اگست رشی نکتہ سنج ہیں کہ شاہ راون نے فتوحات پر کمر باندھی۔ جس ملک میں جاتا

وہاں فرمانروا نام سنتے ہی تابع ہوجاتا۔ یا کسی کو لڑکر زیر کرتا۔ غرض ہر طرح اپنی سلطنت کو وسیع کرتا گیا۔ اکثر راجے بغیر کہے سنے خراج بھیج دیا کرتے۔ اتفاق سے راون کا گذر اجودھیا پوری میں ہؤا۔ راجہ نربینہ راج کی حکومت تھی۔ جنگجو راون نے قاصد بھیج کر کہلا بھیجا۔ کہ ہمیں جنگ کی تمنا ہے۔ اگر لڑائی کی تاب نہ ہو تو ہاتھ باندھ کر حاضر ہو۔ راجہ نربینہ راج نے جواب دیا۔ کہ اگر جنگ کی ہوس ہے تو ہم مزہ چکھا دیں گے۔ شہر کے باہر وسیع میدان ہے۔ وہیں ہمارا راون کا فیصلہ ہو جائیگا۔ فوج کی تیاری کا حکم ہؤا۔ کمریں کسی گئیں۔ صف بندی ہوئی اور سارا لشکر جے جے کرتا ہوا میدان میں جنگ پر مستعد ہو گیا۔ دس ہزار جنگجو ہاتھی اور چالیس ہزار اسپ سوار ساٹھ ہزار رتھی سوار کے مجمع میں راجہ اجودھیا راون کے مقابلے پر آیا۔ کشت وخون کا بازار گرم ہؤا۔ تلواریں چمکنے لگیں۔ نیزے سینے توڑنے لگے۔ اور خنجر گلے میں تڑا تڑ ہو ہو کر بہادروں کے خون سے پیاس بجھانے لگے۔ راجہ ازبینہ کے خون آشام تیروں نے بڑے بڑے راچھسوں کو خاک میں ملا دیا۔ مگر راون پہ کوئی حربہ کارگر نہیں ہوتا۔ وہ شیر کی طرح ڈپٹ رہا ہے۔ جدھر رُخ کرتا ہے پرے کے پرے صاف ہو جاتے ہیں۔ راجہ ازبینہ راجہ راون کی قوت دیکھ کر سہم گیا۔ مگر چھتری تھا۔ غیرت میدان چھوڑنے پر متقاضی نہ ہوئی۔ ڈٹا رہا اور آتشیں تیروں کی بوچھاڑ کر دی۔ ان باتوں نے بھی راون پر اثر نہ کیا۔ البتہ سک وساین راون کے نامی سپہ سالار زخمی ہو گئے۔ پھر راجہ نے آٹھ سو بان یکدم سے کمان پر جوڑے۔ اور راون کو نشانہ بنا کر چھوڑ دیئے۔ یہ بان بھی آہنی بدن پہ کُھٹا کھٹ لگتے۔ اور ٹکڑے ٹکڑے ہو کر زمین پر گر پڑتے ہیں۔ راون کے جسم پہ نشان بھی نہ آیا۔ راجہ مجبور ہؤا۔ شاہ راون نے رتھ بڑھا کر راجہ ازبینہ راج کے تان کر گھونسا مارا۔ راجہ چوٹ کھا کر رتھ سے گرا۔ خون بہنے لگا۔ حلق کے دانت پیٹ میں اُتر گئے۔ بھیجا نکل آیا۔ راون ہنس کر بولا کیوں بچہ یہی دم داعیہ تھا۔ کہ میرے زور بازو کو نہیں مانتے تھے۔ کیا اِس دم خم پہ لڑنے آئے تھے۔ مزا چکھ لیا۔ جب راجہ نے بمشکل جواب دیا کہ تو راچھس ہے راچھسوں سے ہم لڑ نہیں سکتے۔ میری موت قریب تھی۔ میری یوں ہی بدھی تھی۔ الیشر کی مرضی میں چارہ نہیں۔ کوئی دم کا مہمان ہوں۔ ہاں اتنا یاد رکھنا۔ کہ میرے خاندان میں راجہ دسرتھ کے بیٹے راجہ رام چندر ہوں گے۔ اُن کے ہاتھوں سے تو مارا جائے گا۔ کہتے کہتے مجروح راجہ کی جان نکل گئی ؛

سرگ ۲۰

راون اور نارد جی کی دو دو باتیں

راون مظفر و منصور شہر کے اندر گھسا۔ رعیت بھاگ رہی ہے راچھس جیسے چاہتے ہیں۔ چبا جاتے ہیں۔ اتنے میں نارد جی راون سے ملاقی ہوئے۔ راون سر بسجود ہوا۔ پرنام کیا اور پوچھا آپ کہاں سے آتے ہیں۔ نارد نے کہا آپ کی جسارت اور دلیری سے دل بہت آنند ہوا۔ آپ کی کیا بات ہے۔ واقعی آپ نے وہ کام دکھائے کہ دیوتے معاف اوتار بھی رکھتے تو نہ ہوتا۔ جسطرح وشنو نے راچھسوں کو مارا تھا۔ اسی طرح آپ نے دیوتاؤں کو ناکوں چنے چبا دیئے۔ خوب عوض لیا۔ واہ! واہ!! واہ!!! مرد ایسے ہی ہوتے ہیں۔ دنیا میں تو کوئی راجہ ایسا نہیں۔ جو سر ہلا سکے۔ بیچارے انسان یکمشت خاک ان کو بیکار چھیڑتے ہو جب چاہو مل ڈالو۔ اور انسان تو یونہی مرے ہوئے ہیں۔ ان کے مارنے سے کوئی بڑائی نہ ہوگی۔ آپ دیوتا۔ گندھرب اور جچھ سے مقابلہ کیجئے۔ انسان عیش کے بندے ان کی عمر کم ہوتی ہے اور امراض بھی پیچھا نہیں چھوڑتے۔ ان کے ہاں شادی و غم دونو ساتھ ہیں۔ کسی جگہ ناچ و رنگ کی محفل آراستہ ہے۔ کسی جگہ رونے دھونے سے گھر ماتم کدہ بن جاتا ہے۔ انسان اپنے مطلب کے سامنے دوسرے کے دکھ کی پرواہ نہیں کرتا۔ جب کوئی مر جاتا ہے تو سارا گھر روتا ہے۔ جمراج بھی ڈنڈ دیتے ہیں۔ تم جمراج سے لڑائی کیوں نہیں کرتے۔ کال سے لڑو جسمیں تمہاری تعریف ہو۔ جس دن جمراج پر قابو پاؤگے۔ تو سارا سنسار قبضے میں آجاویگا۔ راون ہنسکر کہنے لگا۔ آپ تو ہمارے خیر خواہ ہیں۔ ہماری بھلائی کی باتیں سوچا کرتے ہیں۔ اور رشیوں میں یہ بات نہیں۔ وہ تو ہم سے جلتے ہیں۔ میں تو سوچ ہی رہا تھا کہ پہلے رسائل کو زیر کردوں۔ پھر دیولوک کو الٹ دوں۔ لیکن آپ کی آگیا جم لوک جانے کی ہوتی ہے۔ جیسی آپ کی مرضی مجھے منظور۔ نارد جی بولے کہ راستہ بھولے جاتے ہو۔ پہلے دیولوک جاکر دکھن طرف جانا۔ جمراج کو قید کرکے رسائل پہنچو۔ راون نے کہا جمراج کس کھیت کی مولی ہے۔ اس کا جیت لینا کون بڑی بات ہے۔ میرا عہد ہے تینوں لوک زیر نگیں ہوں۔ ابھی میں نے عہد اپنے بھائی کوبر کو جیتا ہے یہ کہہ کے راون نے دکھن کی طرف بمان کا رخ پھیر دیا۔ نارد جی فکر میں غلطاں ہیں کہ کیونکر جمراج ایسے زبردست کو جو تمام سنسار کو مارنے والے ہیں۔ راون جیت لے گا۔ نارد جی سوچتے بچارتے جم لوک پہنچے۔ اور جمراج اور راون کی لڑائی کے تماشائی بنے۔

سرگ ۲۰

راون اور جمراج کی لڑائی

نارد جی پھیری لگاتے جمراج کی سبھا میں پہنچے۔ جمراج آسن پر بیٹھے ہوئے سب کو

سمجھا رہے ہیں۔ نیک وید کی سزا دے رہے ہیں۔ جمراج جی نارد کو دیکھتے ہی اُٹھ کھڑے ہوئے۔
پوچھا آپ نے کیوں تکلیف کی۔ نارد جی کہنے لگے کہ راون راچھسوں کا راجہ آپ سے جنگ کا خواہاں
ہے۔ مجھے حیرت ہے کہ آپ تو سب کو سزا دیتے ہیں۔ آپ سے راون کیونکر لڑے گا۔ اتنے ہی راون
بوان میں دکھائی دیا۔ اور راون بھی آسمان سے ناظر ہے۔ کہ کوئی پاپ اور کوئی پُن بھوگ رہا
ہے۔ جمراج کے دوت سزا دے رہے ہیں۔ کوئی کاٹھ میں پڑا ہے اور کوئی تلوار کی دھار پر چلایا جاتا
ہے۔ اور کہیں شیشہ گرم کر کے کان میں بھرتے ہیں۔ اور کوئی خون اور کوئی پیپ کی ندیوں میں
غوطے کھاتے ہیں۔ کوئی گرم آگ میں جلائے جاتے ہیں۔ کوئی سانپ سے کٹوایا جاتا ہے۔ کوئی بے جینے
ہی کھمبے میں لٹکایا جاتا ہے۔ کوئی بھوک پیاس سے بیتاب اور کوئی غلیظ پیشاب میں لت پت
ہے۔ دوسری طرف دیکھنے سے معلوم ہوا۔ کہ عمدہ عمدہ عمارتوں میں راگ رنگ ہو رہا ہے۔ کوئی ناچتا
ہے۔ کوئی گاتا ہے۔ عیش و عشرت کی محفلیں گرم ہیں۔ غرض اس سے یہی تھی۔ کہ جو جس نے کرم
کیا ہے۔ وہ سُکھ دکھ بھوگتا ہے۔ جس نے دان اور پُن کئے ہیں۔ وہ عیش کر رہے ہیں۔ اور
جو بد کاموں کے حاوی ہیں۔ وہ سزا بھگت رہے ہیں۔ راون کو جمراج پر غصہ چڑھ آیا۔ ڈانٹ بتائی
اور خنجر لے کر دوڑا۔ جم لوک میں طلاطم مچ گیا۔ جمراج راچھسوں کو شکتی۔ تومر۔ مگدر اور گدا سے
مارنے لگے۔ جس طرح مکھیاں شہد میں لپٹ جاتی ہیں۔ اسی طرح جمدوت راون کے بوان میں چمٹ
گئے۔ کوئی درخت سے مارتا ہے۔ کوئی پہاڑ اکھاڑ اکھاڑ کر راچھسوں پر ٹپکتا ہے۔ راون کے
ہمراہی پریشان ہو گئے۔ احتمال تھا کہ کہیں بوان نہ ٹوٹ جائے۔ راون نے کمان پر تیر جوڑا اور
دونوں طرف ہتھیار برسنے لگے۔ جمدوت راون کے بانوں سے بوان چھوڑ چھوڑ کر کچھ تو گھائل ہو
گرے اور بھاگ کھڑے ہوئے۔ فوج منتشر ہوئی۔ جمراج نے آواز لگائی۔ اور چاروں طرف سے راون
کو گھیر لیا۔ ترسولوں کی مار ہونے لگی۔ راون خون سے تر بتر ہو گیا۔ مگر جیوٹ ہاتھ سے نہ گئی اسی
طرح سے لڑ رہا ہے۔ راون کے ساتھی راون کی جرأت دیکھ کر اپنے پر نفریں کرنے پر لڑنے لگے۔۔
جمدوتوں نے راون کے چھکے چھڑا دیئے۔ اس قدر تلواریں پڑیں کہ راون کی زرہ پرچے پرچے ہو گئی
راون کی آتش بھڑک اُٹھی۔ بوان سے اُترا۔ اور پشوپت استر کمان پر چڑھایا۔ اور کان تک
کھینچ کے یہ کہہ کے چھوڑ دیا۔ کہ کھڑے رہو۔ اب سب کو فنا کئے دیتا ہوں۔ پشوپت استر کے
چھوٹتے ہی جمدوتوں کی لاشیں زمین پر بچھ گئیں۔ کسی کی ہڈی ٹوٹی۔ کسی کا پاؤں کٹا۔ کسی کا
سر پھٹ گیا۔ ہزاروں دوت لڑائی کی تاب نہ لا کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ اور راون سنگھ کی طرح
گرجنے لگا۔

سرگ ۲۱

برن لوک پر چڑھائی

جمراج اِس شکست سے با دلِ حزیں راون سے بھاگے۔ فوج بھی پریشان تھی۔ بمشکل تمام اکٹھا کر کے راون کے مقابلے پہ کمرِ ہمت باندھی۔ خود رتھ پر سوار ہوئے۔ موت سالارِ لشکر ہے جمراج جی کال ڈنڈ لئے ہوئے راون کی طرف آئے۔ جمراج جی کا چہرہ نہایت مہیب ہو رہا تھا۔ دیوتا اور گندھرب تھر تھر کانپ رہے تھے۔ میدان پکڑ کر نعرہ زن ہوئے۔ اور کمبخت راون کو ہماری فوج تمہارے ہاتھوں پامال ہو چکی۔ مگر آج میں تیرا گھمنڈ بھلا دوں گا۔ تیری روح قبض کرنے کو ملک الموت ساتھ ہے۔ ایک ایک کو ٹوک لیں گے۔ غرضیکہ جمراج اور موت کی مہیب صورت دیکھتے ہی راون کے سپاہی بھاگ گئے۔ مگر راون میدانِ رزم سے نہ ہٹا۔ نہ کچھ خوف سمایا۔ جمراج جی غصے سے کانپنے لگے۔ تیز تلوار اور خنجر و سنان سے راون پہ حربہ کرنے لگے۔ راون نے بھی جمراج کے تیروں کا نشانہ بنایا۔ جمراج نے ایک ایک دم سے سو بان راون کی چھاتی پر مارے۔ راون کبھی قدر منا نہ ہوا۔ مگر جیوٹ ہاتھ سے نہ چھوڑی۔ بدستور گرمِ جنگ رہا۔ سات شبانہ روز جدال و قتال کی آگ بھڑکتی رہی۔ راون رتھ دوڑا کر جدھر حملہ کرتا ہے۔ قیامت برپا ہوتی ہے۔ دیوتاؤں اور رشیوں نے بھی آکاش سے بان مارے۔ راون ہر ایک کو جواب دیتا ہے۔ جسونت تڑپ کر آکاش میں اچھلتا ہوا دیوتاؤں کی صفوں میں پہنچتا۔ عجب خوفناک نظارہ سامنے پھر جاتا۔ دیوتا منتشر جدھر سینگ سماتا ہے۔ بھاگ جاتے ہیں۔ جمراج بھی راون کے تعاقب میں آکاش پہنچے۔ دونو کی کرخت آواز سے آسمان چکر کھا جاتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ پرلے کال کے دو میگھ ٹکرا رہے ہیں۔ اِس قدر بانوں کی برسات ہوئی۔ کہ آسمان تیروں سے چھپ گیا۔ راون نے اور بھی غضب کیا۔ کہ چار بانوں سے مجروح کیا اور سات بانوں سے جمراج کے سارتھی کو ہلاک کر ڈالا۔ جمراج جی کا چہرہ آگ بگولا ہو گیا۔ دہن سے شعلے نکلنے لگے۔ موت جمراج سے کہتے ہیں کہ راون کبھی زندہ نہ رہے گا۔ آپ ٹھہریں میں اِس کم بخت کی روح ابھی قبض کئے لیتا ہوں۔ میرا یہی کام ہے۔ ہرن کشیپ اور نموچ جیسے بڑے بڑے دیو قوی ہیکلوں کی روحیں تو میں نے قبض کی ہیں۔ پھر بھلا راون کا کیا شمار ہے۔ دیوتا اور گندھرب تک میرے نام سے کانپتے ہیں۔ کیسے ہی تن و توش کا دلیر ہو۔ مگر میں ایک دم میں مار لیتا ہوں۔ جس کسی پہ میرا دانت لگتا۔ ہرگز نہ بچا۔ جمراج بولے۔ تمہاری تکلیف کرنے کی ضرورت نہیں۔ مجھوت ہو دم سادھ لو۔ میں اکیلا کافی ہوں۔ یا آج یہ نہیں یا میں نہیں۔ یہ کہہ کر کالا ڈنڈا کو جھٹکا دیا۔ چاہتے تھے سر قلم کر لیں۔ آسمان میں تہلکہ پڑ گیا۔ شور برپا ہوا۔ [illegible]

راون کی جان بری نہیں ہو سکتی ۔ برہما جی نے ہاتھ پکڑ لیا ۔ اور خوشامدانہ لہجے سے بولے کہ کال ڈنڈ راون پر نہ چھوڑو ۔ اس کو ہمارا بردان ہے ۔ بردان جھوٹا ہو جائیگا ۔ اور یہ بھی بات ہے ۔ کہ کال ڈنڈ کے چھوٹتے ہی دنیا الٹ جائیگی ۔ اگر راون کو ہلاک کر دیا ۔ تو ہمارے بردان کی عزت جاتی رہے گی ۔ اور اگر راون چوٹ بچا گیا ۔ تو کال ڈنڈ کی حرمت میں بٹہ لگیگا ۔ کال ڈنڈ کے چھوٹتے ہی دنیا میں کوئی جیو بچ نہیں سکتا ۔ نہ تم ہی زندہ رہ سکتے ہو ۔ اگر راون بچا تو تمہاری زندگی نہیں ۔ کال ڈنڈ کا وار خالی نہیں جاتا ۔ تمہارا سر قلم کر دیگا ۔ جمراج نے ڈنڈ ترکش میں رکھ لیا ۔ اور خود نظروں سے غائب ہو گئے ۔ میدان چھوڑ دیا ۔ جمراج کے غائب ہوتے ہی فوج بھاگی ۔ شاہ راون کی فتح ہوئی ۔ نقارے پر چوٹ پڑی کہ جملوک راون کے قبضے میں آیا ۔ اور فتح کا پھریرا جمراج کے محل پہ لہرانے لگا ۔ جملوک میں راون کی دھوم مچ گئی ۔ اور جمراج جی شکست خوردہ فوج کو لئے ہوئے بھاگ کھڑے ہوئے ۔ کسی جگہ بیٹھ کے دم لیا ۔ برہما اور نارد نے سمجھایا کہ شکست فتح ایشور کے ادھین ہے ۔ تم نے مقابلہ خوب کیا ۔ ابھی اس کی موت کے دن نہیں ۔ ادھر شاہ راون مظفر و منصور پشپک بوان پر بیٹھا ہوا رسا تل پہنچا ۔ بھوگوتی کا جہاں باسک ناگ رہتے ہیں ۔ محاصرہ کر لیا ۔ باسک ناگ راون کے خوف سے چوں نہ کر سکے ۔ سر جھکا کر خدمت میں حاضر ہوا ۔ نذر دکھائی ۔ شاہ راون وہاں سے رخصت ہو کر منی مے شہر میں پہنچا ۔ آواز لگائی ۔ کہ ہے دیوتا یا گندھرب کی تمنا ہو ۔ تو ہمارے پاس آئے ۔ ڈیڑھ برس تک متواتر لڑائی رہی ۔ کوئی مغلوب نہ ہوا ۔ برہما جی دیوتوں کے پاس پہنچے ۔ اور ہدایت کی کہ راون کا جینا محال ہے ۔ میل کر لو ۔ ہمارا بردان ہو چکا ہے ۔ یہ کسی سے مارا نہیں جائیگا دیوتوں نے صلح کر لی ۔ منی مے دیس میں راون نام کا ڈھنڈورہ پٹ گیا ۔ ایک برس شاہ راون نے وہاں قیام رکھا ۔ سکے خطبے پہ راون کا نام کندہ ہوا ۔ وہاں سے چلکر برن دیس میں آیا ۔ آسم نگر کے قریب فوج پہنچی یہ مقام دیوتوں کا مسکن تھا ۔ جہاں سوپنکھا خواہر راون کا شوہر تھا ۔ تین شبانہ روز جنگ کر کے وہ سرزمین دیوتوں سے صاف ہوئی ۔ سوپنکھا کے شوہر سے بڑی بھاری لڑائی ہوئی ۔ آخر سکا مارا گیا ۔ چار سو دیت اس لڑائی میں کام آئے ۔ آسم نگر بھی زیر اطاعت ہوا ۔ اور اپنے نام کا ڈھنڈورہ پٹوا کے کیلاس پہاڑ پر مراجعت کی ۔ کیلاش پہاڑ پر سربھی گئوؤں کا گئوشالہ تھا ۔ جو چھیر سمندر ہی سے نکلا ہے ۔ شاہ راون نے گئوؤں کی پرکرما کی ۔ وہاں سے برن لوک کی یاترا کی ۔ برن دیوتا کی راجدھانی میں پہنچ کر برن کو حاضر ہونے کا پیام بھیجا ۔ ملازم برن دیوتا راون کی طرف دیکھ کر دنگ ہو گئے ۔ عجیب ہیبت ناک آدمی ہے ۔ صورت دیکھتے ہی تھرتھری بدن میں چڑھ آئی ۔ پوچھا آپ اپنا نام بتائیں ۔ راون کچھ نہ بولا ۔ گرز دستان سے برن کے ملازموں کی خبر لی ۔ وہ جی چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے ۔ ایک غریب کو پکڑ لیا ۔ اس کی زبانی کہلا بھیجا کہ جاکر کہہ دے شاہ راون

ہفت اقلیم کا فاتح برن لوک میں آگیا۔ اگر غیرت ہے۔ تو میدان سے نکل کر مقابلہ کرے۔ ورنہ ہاتھ باندھ کر حاضر ہووے۔ برن موجود نہ تھے۔ بیٹے پوتوں نے لشکر کی آراستگی کا حکم دیا۔ خود بھی ہتھیاروں سے لیس ہو کر راون کے مقابلے پہ میدان میں آئے۔ شاہ راون گرز گراں سے حملہ آور ہوا۔ لشکر تاب مقاومت نہ لاسکا۔ بہت سے آدمی کھیت رہے۔ اور ہزاروں جان لے کر بھاگ، کھڑے ہوئے برن کے لڑکوں نے براق منگوایا۔ کیونکہ پیدل اور سوار کی لڑائی ٹھیک نہ تھی۔ براق پر سوار ہو کر راون سے ہم نبرد ہوئے۔ بڑی خونریزی ہوئی۔ برن کے لڑکوں نے خوب مردانگی دکھائی۔ اگن بانوں نے شاہ راون کے لشکر کو منتشر کر دیا۔ راون کے پاؤں بھی اکھڑ گئے۔ برن کے لڑکوں نے قہقہہ لگایا۔ مہودر۔ پرہست سالار لشکر فوج کی بیدلی دیکھ کر پکارے کہ بہادرو! خبردار میدان سے قدم نہ ہٹنے پائے۔ عزت و جان کا موقع ہے۔ کٹ مرنا بہ نسبت بھاگنے کے بہتر ہے۔ یہ کہہ کر گرز گراں سے حملہ کیا۔ برن کے لڑکوں کے جی چھوٹ گئے۔ ہمت جاتی رہی۔ ہتھیار گر پڑے اور دھم سے زمین پہ آ رہے۔ غیرت نے جوش مارا۔ ہتھیار لے لئے۔ آکاش میں پہنچے اور راون کو گھیر کر چاروں طرف سے تیر بازی ہونے لگی۔ راون کو بھلا کب تاب تھی۔ برن کے لڑکوں کا بے محابا تیر بازی کرنا راون کب پسند کرتا تھا۔ تیروں کا جواب تیر۔ گرزوں کا جواب گرز دیتا رہا۔ یہاں تک کہ برن کے لڑکے مجروح ہو کر زمین پر گر پڑے۔ اور گرتے ہی میدان چھوڑ کر روپوش ہو گئے۔ شاہ راون کے ظفر ہمرکاب ہوئی۔ اور برن لوک میں شاہ لنکا کی دہائی پھری۔ راون نے برن کی تلاش میں بہت کچھ خاک چھانی۔ مگر پتہ نہ لگا۔ لوگوں سے معلوم ہوا۔ کہ آپ کی آمد سنکر پہلے ہی تخت سے کنارہ کشی کی۔ جلا وطن ہو گئے۔ برہم لوک میں اقامت گزیں ہیں۔ کچھ دنوں کی حکمرانی کے بعد شاہ لنکا بڑے ٹھاٹھ باٹ سے لنکا میں چلا آیا۔

سرگ ۲۲

راجہ بل اور راون کی ملاقات

بعد فتح یابی برن لوک شاہ راون تخت لنکا پہ جلوہ گستر ہوا۔ راگ و رنگ کی محفلیں گرم ہیں۔ خوشامدی شاہ راون کی مدح سرائی میں مصروف ہیں۔ رفتہ رفتہ آسم نگر کا ذکر چھڑا۔ لوگوں نے شہر کی خوبصورتی اور نارائن جی کی ثنا و صفت بہت کچھ بیان کی۔ راون نے تیاری فوج کا حکم دیا۔ اور دو منزلہ سہ منزلہ کوچ بولتا ہوا آسم نگر پہنچا۔ ایک بلند عمارت نظر آئی جسمیں طلائی دیواروں پہ الماس و نیلم کی پچکاری کی گئی تھی۔ عقیق و یاقوت کے دروازے۔ ہیرے جواہرات کی کھڑکیاں۔ طلائی گنبد پہ گنگا جمنی سنہری کام بنایا گیا۔ خوبصورت عمارت شاہ راون

کے بہت پسند آئی۔ پرہست کو اشارہ ہوا کہ خبر لائے۔ یہ مقام کس کی راجدھانی ہے۔ پرہست عمارت کے اندر داخل ہوا۔ سات ڈیوڑھیاں طے ہونے کے بعد کیا دیکھتا ہے کہ ایک شخص سانولی صورت موہنی مورت کریٹ مکٹ دھارن کئے ڈیوڑھی پر پہرہ دے رہا ہے۔ پرہست کو کچھ ہنسی آئی اور کچھ ڈر بھی معلوم ہوا۔ رعب چھا گیا۔ قدم ٹک نہ سکا۔ باہر آیا تو کل قصہ شاہ راون کے گوش گزار کیا۔ راون کو بھی جمال جہاں آرا دیکھنے کی ہوس ہوئی۔ ہوان سے اترا۔ پیادہ پا داخل عمارت ہوا۔ مجسم نور کی صورت نظر آئی۔ رنگ سانولا کی ادا متوالی آنکھیں۔ نورانی چہرہ۔ بڑے آن بان سے طلائی عصا ہاتھ میں لئے گشت لگا رہا ہے۔ راون اس کی ہیبت کذائی دیکھ کر ڈر گیا۔ سانولے شخص نے راون سے پوچھا۔ تم کیوں آئے۔ اگر لڑائی کا حوصلہ ہے۔ اور اس پر تمہیں ناز ہے تو میں بتا دوں گا۔ کہ دنیا سورماؤں سے خالی نہیں۔ تم سے بھی بڑھ کر بڑے ہیں۔ گو میں نحیف الجثہ ہوں۔ مگر تم سے بیسیوں پر اکیلا بھاری ہوں۔ راون نے جواب دیا۔ کہ مجھے تم سے لڑنے کی ہوس نہیں۔ تمہارا مالک کون ہے۔ اسے خبر کرو۔ راجہ بل کی مدت سے تلاش ہے۔ اس کا مسکن کہاں ہے۔ ہمارا راون نام ہے۔ آج تک کسی لڑائی میں پیٹھ نہیں دکھائی۔ مگر تمہاری صورت سے البتہ رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ ڈر معلوم ہوتا ہے۔ سانولے شخص نے کہا۔ کیا تم ان کے زور سے واقف نہیں۔ سارے زمانے میں دھوم مچی ہے کس کی مجال ہے جو سامنے آسکے اور پالا جیت کر بازی اپنے ہاتھ رکھے۔ پھر تمہارا کس شمار میں شمار ہے۔ راست گو۔ حلیم۔ خوشخو۔ خلیق۔ چال ڈھال۔ نستعلیق۔ غرض کون ایسی خو ہے جو ان میں نہیں۔ وید اور شاستر گھٹی میں پڑے ہیں۔ جنگ کی ہوس کرنا زندگی سے ہاتھ دھونا ہے۔ آگے اختیار ہے۔ شاہ راون سانولے شخص کی باتیں اس کان سن اُس کان اڑا گیا آگے بڑھا۔ راجہ بل کے پاس پہنچا تو دیکھا کہ واقعی رعب چھایا ہے۔ جلال برس رہا ہے۔ راون کھڑا ہو گیا۔ راجہ بل اُٹھے۔ اور ہاتھ پکڑ کر اپنے پاس بٹھا لیا۔ راون کی غرض دریافت کی۔ اور فرمایا۔ جو تمنا ہو۔ ظاہر کرو۔ حتے المقدور تمہاری بات رد نہ ہونے پائے گی۔ راون زمین ادب چوم کر عرض پیرا ہوا۔ سنتا ہے کہ آپ کو بشن بھگوان نے باندھ لیا۔ اور پاتال میں قید کر دیا۔ افسوس ایسی بات کہا ہے کہ آپ کا سا بہادر بات کا دھنی بشن کی قید میں ہو۔ اور ہم لوگ لنکا میں راج کریں۔ اجازت درکار ہے۔ حکم ہو تو ابھی اس قید سے نجات دلاؤں راجہ بل نے جواب دیا۔ کہ جن بشن نے ہمیں باندھ لیا۔ وہ تو دروازے پر پہرہ دے رہے ہیں۔ تم نے دیکھا ہوگا۔ ان سے کون لڑ سکتا ہے۔ تر لوکی ناتھ ہیں۔ ایسا کون سورما اور بلی ہے جو مہاراج سے جیتنے کا دعویٰ رکھے۔ وہ دنیا کو گھڑی بھر میں غرق آب کر سکتے ہیں۔ اور پھر جا ہیں

از سرنو مخلوقات پیدا کر دیں۔ عیب و صواب کے ناظر ہیں۔ پاپ اور پن کے مالک۔ آپ ہر کہ دمہ میں جلوہ گر ہیں۔ سراسر دیو۔ گندھرب۔ غرض جتنی مخلوق ہے۔ آپ ہی کے فیض و کرم سے دنیا میں پیدا ہوئی۔ آپ راچھسوں کو مار کے دیوتوں کی رچھیا کرتے رہتے۔ اُن کی مایا میں سارا جہان پھنسا ہے جوگی رشی تک ان کے جال سے چھوٹ نہیں سکتے۔ تم کس کھیت کی مولی ہو۔ جو دا علیہ رکھتے ہو۔ کہ راجہ بل کو بشن کی قید سے چھڑا دیں گے۔ یہ کہہ کر بشن جی کو راون کے حوالے کیا۔ اور کہا جاؤ۔ اس کی پوجا کرتے رہنا۔ یہ تمہارے آڑے وقت کام آوے گا۔ مجھے بشن بھگوان نے مرحمت کیا تھا۔ راون سنکر ہنسنے لگا اور ایک کنڈل جو اسی جگہ پڑا تھا۔ اُٹھانا چاہا۔ وہ اُٹھ نہ سکا۔ راون عرق عرق ہو گیا۔ خجالت سے سر جھکا لیا۔ پھر زور لگایا۔ یہاں تک کہ ناک اور منہ سے خون بہنے لگا۔ مگر کنڈل نے جنبش نہ کی۔ راجہ بل مسکرا دیئے۔ فرمایا بیکا کی کیدو کا دشمن ہے۔ تم بھلا کیا اُٹھا سکو گے تل بھر زمین سے ہٹانا تو دشوار ہے۔ مہاراج بشن بھگوان کا کنڈل ہے۔ جب یہ تم سے نہیں اُٹھ سکتا۔ تو اُن کے بندھن سے کیسے نجات دلا سکو گے۔ اے راون! آفرین ہے تمہاری قسمت پر جس نے تمہیں ہمارے پاس بھیجا۔ اگر یہاں نہ آتے تو مہاراج کے درشن نہ ہوتے۔ بس اب ٹھنڈے ٹھنڈے گھر کا راستہ لو۔ کمزور کا ستانا چھوڑ دو۔ لڑائی کا ارمان دل سے دھو بہاؤ۔ راجہ بل اپنے نصیحت آمیز کلمات سے شاہ راون کو سمجھا رہے ہیں مگر وہ کچھ خیال میں نہیں لاتا۔ وہ سمجھتا ہے کہ دھرم راج۔ برن۔ کوبیر کے تو نواؤ چھوٹ گئے۔ بشن میں اتنی قدر کہاں سے آئی۔ کہ میرے سامنے ٹھیر سکیں۔ راجہ بل سے پوچھا۔ یہ شیام سروپ جو دروازے پر پہرہ دے رہا ہے کون ہے۔ راجہ بل نے کہا یہی نارائن۔ اور بشنو نرسنگھ نراد کی ناکتھ۔ بارھوں کلا سورج کی روشنی پرشوتم جگیہ سروپ۔ دیوتا۔ کابوت۔ گیان مے۔ مہابل۔ ترلوکی کے گورو ناسی رہت۔ موشک دایک پاپ ناسک ہیں۔ راون نڈر ہو کے باون بھگوان کے قریب پہنچا۔ اور سلاح حرب سے مہاراج پر حملہ کیا۔ اس وقت باون جی کے ہاتھ میں صرف ایک موسل تھا۔ راون سے فرمایا ابھی تمہاری موت نہیں۔ حالانکہ اس کی ایک ہی ضرب سے تمہارا کام تمام ہو سکتا ہے۔ مگر مجھے مارنا منظور نہیں۔ پھر کبھی ہمارا تمہارا مقابلہ ہوگا۔ اگر ابھی ہلاک کرتا ہوں تو برہما کے بر دان کی دفعت گھٹ جائیگی یہ کہہ کر باون بھگوان اوپشی ہو گئے۔ راون سمجھا کہ میری ہیبت سے بھاگ گئے۔ شادان و فرحاں فتح و نصرت کا نقارہ بجاتا ہوا سمیرو پربت پر چلا گیا۔

سرگ ۳۳

سورج لوک میں راون کی حکومت

شاہ راون میرو پربت پر ایستادہ ہے۔ آفتاب عالمتاب وہیں سے خروج کرتا ہے۔ سورج کی نورانی کرنوں سے تمام عالم جگمگا رہا ہے۔ شاہ راون نے دیکھا کہ سورج بھگوان کانوں میں کنڈل پہنے سرخ رنگ کی پوشاک زیب جسم۔ دیوتا استتی کر رہے ہیں۔ سورج نارائن آدی دیویں شاہ نشاچران اس مقام پر پہنچ کر پھولا نہ سمایا۔ وہ سمجھتا ہے کہ آفتاب کو تسخیر کر لینے سے تمام عالم مسخر ہو جائیگا۔ دیوتے۔ دیت۔ گندھرب۔ جچھ کل زیر حکومت ہوں گے۔ پر ہست گمسورج کے پاس بھیج کر پیام دیا۔ کہ شاہ لنکا جنگ کا خواہاں ہے۔ اگر تاب ہو تو میدان میں آجاؤ۔ دو دو ہاتھ ہوں۔ ورنہ حاضر حضور ہو کر سر ادب خم کرو۔ سورج بھگوان کے چوبدار بنگل اور ڈنڈی نے موبمو راون کے آنے کی کیفیت گوش گذار کی۔ سورج بھگوان نے کشت و خون مناسب نہ سمجھا۔ کہلا بھیجا کہ ہم لڑائی بھڑائی سے کوسوں بھاگتے ہیں۔ نہ ہمیں ان سے لڑنے کی تاب ہے۔ ڈنڈی نے سارا قصہ راون کی خدمت میں گذارا۔ راون ہنسا اور اپنے دست و بازو کی تعریف کی۔ سورج دیوتا ڈر گئے۔ پھر راون وہاں سے چندر لوک کی طرف راہی ہوا۔

سرگ ۲۴

راجہ ماندھاتا اور راون سے محاربہ

جب والیٔ لنکا سورج لوک مسخر کر چکا۔ چندر لوک کی تلاش ہوئی۔ نارد من اور پربت رشی سے ملاقات ہوئی۔ شاہ راون نے دونو رشیوں کے آگے سر جھکایا۔ اور پرنام کر کے دکھنہ پر سنبھال لیا۔ پشپ ہوا پہ پراں ہے۔ اور بہت سے جوان بھی نظر آئے۔ راون مستفسر ہوا کہ یہ سواریاں کس کی ہیں۔ آپ کا اشارہ چاہتا ہوں۔ اجازت ہو تو ابھی ان کو عدم کی سیر کراؤں۔ پربت رشی نے جواب دیا۔ یہ بیچارے خود فلک سنائے ہیں۔ تمہاری ہیبت استفدر طاری ہے کہ اپنا دیس چھوڑے بھاگے جاتے ہیں۔ ان سے کیا لڑوگے۔ اگر لڑنا ہی منظور ہے۔ تو اجودھیا پوری جا کر دل کا ارمان نکالو۔ راجہ ماندھاتا بڑا بہادر اور دلیر ہے۔ ان سے لڑنے میں لطف بھی آئیگا۔ راون نے چندر لوک جانا ملتوی رکھا۔ اور بوان کا رخ پھیر کر راجہ ماندھاتا کے پاس آیا۔ راجہ ماندھاتا مسکرا کر بولے۔ معلوم ہوتا ہے۔ تیری موت آ گئی۔ اگر جان عزیز پیاری ہے۔ تو بھاگ جا۔ راون نے طنزاً بیان کیا۔ کہ اندر۔ جم۔ کوبیر۔ برن جتنے نامی دیوتا ہیں۔ سب اس تیغ خونخوار کا مزہ چکھ چکے ہیں۔ تم تو انسان ہو۔ تمہاری مجال نہیں۔ کہ میرے سامنے ٹھیر سکو۔ یہ کہہ کر حربہ زن ہوا۔ راجہ نے بھی دھنش سنبھالا۔ اور تیر خارا شگاف سے راون کا لشکر زخمی کر دیا۔ کوئی راچھس ایسا نہ تھا کہ جس کا بدن زخموں سے چور نہ ہو گیا ہو۔ راچھسو

نے قرار پر قرار لیا۔ شاہ راون اکیلا ماندھاتا پر تیر برسا رہا ہے۔ راجہ نے بانوں سے راون کا جسم زخمی کر دیا۔ ہر بان راون کے جسم اور سر کو توڑتا ہوا پار نکل گیا۔ شاہ راون ہور چہت ہو کر زمین پر گرا۔ پھر سنبھلا اور مجنوں وار ہاتھ مارنے لگا۔ راجہ نے پھر تیروں سے ہڈیاں پیس ڈالیں۔ راون کے ہوش جاتے رہے۔ تاب مقاومت نہ لا سکا۔ پیدل بھاگا۔ اور کچھ دور جا کر بیہوش ہو گیا۔ ماندھاتا کی فوج راون کے متعاقب دوڑی۔ راون غضب سے جل اٹھا۔ اور راجہ پر اس قدر تیر مارے کہ آنکھوں میں اندھیرا چھا گیا۔ پھر تیر کمان پر چڑھایا۔ اور راون کے سر کو نشانہ بنایا۔ ایک بان سے ہزار بان ہوئے۔ راکھشسوں کے پرخچے ہو گئے۔ راون اور راجہ سے کشتی ہونے لگی۔ اس قدر زور آزمائی ہوئی۔ کہ دونوں کانپنے لگے۔ نارد اور پربت رشی اس لڑائی کو بڑے غور سے دیکھ رہے ہیں۔ اتنے میں پولست منی اور گالو منی آئے۔ اور راون اور راجہ ماندھاتا کے درمیان رشتۂ محبت قائم کر دیا۔ راجہ ماندھاتا نے کہا۔ کہ جب تک راون اپنے ہاتھ سے نہ لکھ دے۔ کہ ہمارے خاندان میں کسی سے نہ لڑیگا۔ اور اگر لڑیگا تو ہلاک کیا جاویگا۔ تب تک میں اس کو نہ چھوڑوں گا۔ نہیں آج فیصلہ کر دوں گا۔ اس نے لکھ دیا۔ اور وہاں سے آگے بڑھا۔

سرگ ۲۵

چندر لوک پر دھاوا

راون اجودھیا پوری سے دس ہزار یوجن کا سفر طے کرتا ہوا ہنس کے دیو میں پہنچا۔ پھر وہاں سے دس ہزار یوجن اور آگے بڑھا۔ یہاں میگھ رہتے تھے وہاں سے آگے گیا۔ ساٹھ ہزار یہاں سے پیدا ہوئے ہیں۔ دس ہزار یوجن ہوا اور آگے بڑھا۔ تب کہیں چندر لوک ملا۔ چندرماں کے استھان پر پہنچتے ہی بہت سے عورت اور مرد دکھائی دیئے۔ راکھشس چندرماں کی ٹھنڈک سے کانپنے لگے۔ راون دھنش پر بان چڑھا کے چندرماں پر مارنے لگا۔ اتنے میں برہما آئے اور کہا کہ چندرماں کو کیوں مارتے ہو۔ یہ سب کے بھی خواں ہیں۔ میں ایک منتر بتاتا ہوں۔ اس کے جپنے سے ہر مقصد پورا ہوگا۔ یہ کہہ کر ایک سو آٹھ نام کا منتر مہادیو جی کا بتلایا۔ راون نے چندرماں کی لڑائی سے ہاتھ کھینچا۔ وہ منتر جپنے لگا۔ برہما جی نے یہ بھی کہا کہ منتر کی تاثیر ہے۔ کہ جب تک ازبر رہیگا۔ موت نہ آئیگی۔ جب بھول جاؤ۔ دست موت میں پھنسو گے ؞

سرگ ۲۶

چھبر ساگر پر چڑھائی

راون چندر لوک سے مراجعت کرتا ہوا چھبر ساگر پر پہنچا۔ ایک خوبصورت جوان جس کے چہرے پر انتہا کا جلال تھا۔ دکھائی دیا۔ راون نے عندیہ ظاہر کیا۔ جوان نے راون کو دیکھ کر ہنس دیا۔ شاہ راون کو یہ بے ادبی ناپسند ہوئی۔ غصے کی آگ اور بھڑکی۔ ترکش سے تیر نکالے اور جوان کو نشانہ بنایا۔ اس قدر تیر مارے کہ چھبر ساگر پر تیر ہی تیر محسوس ہونے لگے۔ جوان کو مطلق احساس نہ ہوا۔ جنبش بھی نہ کی۔ اور راون سے بولا۔ او مغرور تو شراب نخوت سے متوالا ہو رہا ہے۔ کہو تو نشہ کرکرا کردوں۔ جوان تو نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ ادھر راون کو چکر آیا۔ خود بخود دیوان سے زمین پر گر پڑا۔ ساتھی بھی مدہوش ہوئے۔ خاک پر لوٹ رہے ہیں۔ جب سکون ہوا ہوش آئے۔ راون اٹھا اور گرز گراں لیکر خوبصورت جوان کی تلاش کی۔ راچھسوں نے کہا زمین کے اندر گھس گیا ہے۔ راون زمین پر غائر نظر سے دیکھ رہا ہے۔ ایک سوراخ نظر آیا۔ سوراخ کے اندر گھسا۔ رساتل پہنچ کر دیکھا کہ تین کروڑ انسان یک رنگ شام برن ہیں۔ ناچ ہو رہا ہے۔ سامنے احاطہ میں مندر بنا ہے۔ جسمیں ایک جوان عمدہ پوشاک اور قیمتی زیورات پہنے سو رہا ہے۔ بائیں طرف ایک حسین پنکھا لئے جھل رہی ہے۔ راون کا دل ہاتھ سے جاتا رہا۔ طبیعت مائل ہوئی۔ چاہتا تھا کہ ہاتھ پکڑ کے آغوش میں بٹھلائے۔ اتنے میں جوان کی آنکھ کھل گئی۔ قہقہہ لگایا۔ راون جوان کی آواز سے بیہوش ہو گیا۔ اس نے ہاتھ پکڑ کے اٹھایا اٹھو۔ اٹھو ابھی نہیں مرو گے۔ برہما جی کے بردان کی وقعت مد نظر ہے۔ نہیں تو تمہاری زندگی دو بھر ہو جاتی۔ ماروں گا نہیں۔ بے خوف ہو کر گھر کا راستہ لو۔ راون ہوش میں آیا۔ جوان سے پوچھا تم کون ہو۔ اور نام کیا ہے۔ یہاں کیوں رہتے ہو۔ جوان بولا۔ تم ابھی نہیں مرو گے راون نے بھی کہا۔ ابھی بلاشک میری موت نہیں۔ برہما جی کا بردان ہو چکا ہے۔ تینوں لوک میں کوئی ایسا نہیں کہ برہما کے بردان کو جھوٹا کر دے۔ اب میرے دیدۂ باطن کھل گئے پہچان لیا کہ آپ نارائن جی ہیں۔ ہے ناتھ یہ بردان ہو کہ ہماری موت آپ کے ہاتھ سے ہو۔ دنیا میں ہمارا نام ابد تک قائم رہے گا۔ آپ کے ہاتھوں مرنے سے بڑی ناموری ہو گی۔ یہ کہہ کر راون قدموں پر گرا۔ سری نارائن جی نے برات روپ سے درشن دیئے۔ راون درشن پانے سے کرتارتھ ہوا۔ رامچندر جی نے سوال کیا۔ کہ جو پہلے ملے تھے۔ وہ کون تھے۔ اگست رشی بولے سب کے پہلے جن کے درشن ہوئے۔ وہ نارائن سوامی تھے۔ اور جو ناچ رہے تھے۔ وہ

دیبہ کے سر اور نارائن سین کر رہے تھے۔ لچھمی پنکھے سے ہوا کر رہی تھی۔ راون اس بردان سے بہت خوش ہُوا اور سعادت بار بار پر کرماں کر کے وہاں سے مراجعت کی۔

سرگ ۲۷

شوہر کے مرنے سے سوپنکھا کی آہ وزاری

شاہ راون جم لوک۔ برن لوک۔ رسا تل۔ پاتال۔ سورج لوک۔ چندر لوک کو تسخیر کر کے لنکا میں واپس آیا۔ اب کوئی سر اٹھانے والا نہیں۔ کل ممالک زیر حراست ہیں۔ کسی میں دم نہیں راجہ ماندھاتا والئے اجودھیا بے شک مقابلے کا تھا۔ اس سے دوستی ہو گئی۔ کدھر خروج کرے۔ کس سے لڑے۔ کل تابع فرمان ہیں۔ بدطینتی اور ناہنجاری خمیر میں تھی۔ یہ دستور تھا۔ کہ دیو۔ دانو گندھرب اور انسان جب کسی کی لڑکی حسین دیکھتا۔ زبردستی چھین لیتا۔ اور اپنی معشوقہ بنا کر معاشرت کرتا۔ تمام دنیا اس ظلم سے عاجز ہوئی۔ نوخیز لڑکیوں کو عزت بچانا دشوار ہوا۔ راون کو کوستی اور گالیاں دیتی ہیں۔ بہتوں نے سوچا کہ اس زندگی سے جان دینا اچھا ہے۔ عزت بچ جائے گی۔ ایک دفعہ بہت کنیاں رتھ میں بٹھائے چلا آتا تھا۔ اور وہ رو رو کر جان کھپی کر رہی کہتیں آہ! یہ ملعون ہماری عزت کا طالب ہے۔ بھائی باپ میں اتنی طاقت نہیں کہ اس دیو کے پنجے سے چھڑائیں کنیا رو رو کر جان توڑتی ہیں۔ غضب کی بھی حد ہے۔ شراپ دیا۔ کہ عورت ہی کی وجہ سے ہی تیرا خاندان نشٹ ہوگا۔ راون ان باتوں کو کب خیال میں لاتا ہے۔ لنکا پہنچ کر حرم سرا میں داخل ہوا۔ راون کو دیکھتے ہی سوپ نکھا رونے لگی۔ اے بھائی! تم نے مجھے بیوہ کر دیا۔ خاوند کی جان کے دشمن ہوئے۔ اس کے مارنے سے کیا پھل ملا۔ کیا میرا بیوہ ہونا پسند تھا۔ تم سا پاپی کوئی نہ ہوگا۔ جس نے اپنے بہنوئی اور داماد کو مار کر کلیجہ ٹھنڈا کیا ہو۔ داماد بہنوئی کا مارنا بہت ادھرم ہے۔ مجھے بڑا ناز تھا۔ کہ اب زبردست راجہ جس کا بھائی ہو۔ مگر ہائے خیال خام تھے۔ سوپ نکھا بین کر رہی اور سر پیٹ رہی ہے۔ راون نے تسلی دی۔ بہن تجھے کس بات کی پرواہ ہے۔ ہم زندہ ہیں۔ خاوند کے مرنے سے جان کیوں نکالے دھر سے دیتی ہے۔ دنیا کے عیش تجھے حاصل ہیں کس بات کی کمی ہے۔ ہونی ٹلتی نہیں۔ اور کچھ دانستہ نہیں مارا۔ مقابلے پر آیا مارا گیا۔ لڑائی میں اپنے پرائے کی خبر نہیں رہتی۔ اگر تمہارا دل لنکا سے اچاٹ ہوا ہو۔ تو کھر۔ دوکھن۔ تر سرا جو کیکسی ہماری ماتا کے لڑکے ہیں۔ ان کے پاس جاؤ۔ آرنیہ بن میں رہتے ہیں۔ وہاں تمہارا دل بھی بہلیگا۔ سوپ نکھا کو رخصت کر کے خود لنکا میں حکومت کرنے لگا۔

سرگ ۲۸

مدھو دیت کو نبھ نسی کے شوہر پر چڑھائی

راون نے اپنے مصاحبوں سے پوچھا۔ کہ میگھ ناتھ نہیں دکھائی دیا۔ لوگوں نے عرض کی۔ کہ کنتو رجی نکومبھلا دی کے مندر میں زیادہ تر رہتے ہیں۔ کبھی کبھی دولت کدہ میں آتے ہیں۔ وہیں ملیں گے راون دیوی کے استھان پر پہنچا۔ میگھ ناتھ جگیہ کر رہا تھا۔ راون نے منع کیا۔ کہ بیٹا جگیہ کرنا چھوڑ دو۔ جو کچھ جگیہ ڈالتے ہو سب اندر ہمارا دشمن کھا جاتا ہے۔ میگھ ناتھ نے شنوائی نہ کی۔ راون نے ہاتھ پکڑا۔ چھاتی سے لگایا۔ بیٹا اٹھو جگیہ نہ کرو۔ تس پر بھی میگھ ناتھ نہ اٹھا۔ اتنے میں شکر اچاریہ جی آ گئے۔ راون سے کہنے لگے۔ کہ جب آپ ممالک کی تسخیر کے لئے نکلے تھے۔ آپ تھے نہیں۔ اس نے سات جگیہ پورے کر لئے۔ بہت سے بردان پا چکا ہے۔ راون بہت خوش ہوا۔ میگھ ناتھ کو گلے لگایا۔ بیٹا اب تو چلو۔ سات جگیہ تو ہو چکے۔ میگھ ناتھ نے وہ بھی جگیہ پورا کیا۔ تب راون کے ساتھ مکان دولت کدہ سلطانی میں داخل ہوا۔ راون نے ندیموں مصاحبوں سے پوچھا کہ ہماری عدم موجودگی میں کس طرح سلطنت ہوتی رہی۔ ادھر ہم کو خلقت کیونکر یاد کرتی ہے۔ کمبھیکرن ذرا منہ چڑھا تھا۔ بول اٹھا۔ اور کام تو خیر لیکن سب سے بڑھ کر ادھرم پرائی استری کا ہرلانا ہے۔ شاستر کے احکام کیا بھول گئے۔ اس کی ہدایت ہے۔ کہ جو جیسا کرے گا۔ ویسا پھل پائیگا۔ آپ تو فتوحات کے واسطے نکلے۔ بھائی کمبھ کرن خواب غفلت میں سوتے رہے۔ میگھ ناتھ تپ کرتا رہا۔ میں بھی سمندر کے کنارے تپسیا کے لئے نکل گیا۔ میدان خالی پا کر مدھو دیت آیا۔ اور مالوان کی لڑکی کونبھ نسی کو اٹھا لے گیا۔ حالانکہ بہت بڑی خونریزی ہوئی۔ مگر کونبھ نسی اس کے پنجے سے نہ چھٹی۔ یہاں کا عوض یہیں مل گیا۔ آپ غیروں کی عورتیں زبردستی چھینتے ہیں۔ آپ کے یہاں کی عورت غیر کے ساتھ نکل گئی۔ بھائی میرے دھرم شاستر کے چھوڑنے سے خرابی پڑتی ہے۔ پرائی عورت کو منکوحہ بنانا شاہوں کا دستور نہیں۔ راون مدھو دیت کی زیادتیاں دیکھ کر آپے سے باہر ہو گیا۔ فوج کی تیاری ہوئی۔ کمبھ کرن کو بمشکل بیدار کیا۔ اور خود پشپ بوان پر سوار ہو کر کمبھ کرن کے ساتھ مدھو پور پر دھاوا بول دیا۔ فوج کو باہر ٹھہرا کے خود مدھو دیت کے گھر آیا۔ شہر میں تلاطم مچا۔ ہر شخص کی زبان پر تھا۔ کہ مدھو دیت کی خیریت نہیں۔ شاہوں کے شہنشاہ راون نے چڑھائی کی۔ رعیت کے بال بچے تک نہ بچیں گے۔ کونبھ نسی شور و غوغا سنکر باہر نکل آئی۔ راون کے قدموں پہ گری۔ ہاتھ جوڑ کر بولی۔ "بھیا ایسا کام نہ کرنا۔ شوہر ہماری جان کا مالک

ہے۔ اِس کے مارنے سے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ مفت میں رانڈ ہو جاؤں گی۔ اور آپ کا مطلب نہ ہوگا۔ جو ہونا تھا سو ہوا۔ راون بہن کے رونے دھونے سے طرح دے گیا۔ مدھو دیت کو بلایا۔ وہ حاضر ہوا۔ راون نے ہاتھ جوڑے۔ پشت پر دستِ شفقت پھیرا۔ اور کہا۔ تم ہمارے ساتھ چلو اندر سے زور ہوگا۔ وہ ہمارا دشمن ہے۔ میگھ ناتھ نے بہت سے جگ کئے۔ ہون کی چیزیں اِس کے منہ میں پڑتی ہیں۔ مدھو کی فوج تیس ہو چکی تھی۔ راون کے ساتھ چلنے کی ٹھان دی۔

سرگ ۲۹

رمبھا نل کوبل کی زوجہ کے ساتھ راون کا ناجائز تعلق اور نل کوبل کا شراپ

راون مدھو دیت کے ساتھ کیلاس پربت پہنچا۔ کیا دیکھتا ہے گندھرب۔ کنہر۔ ناگ اپسرا گا بجا رہی ہیں۔ راون کو یہ مقام بہت پسند آیا۔ اتنے میں رمبھا جو رشکِ اپسرا تھی عمدہ لباس سے ملبوس سامنے آئی۔ راون اس کے حسن کی تجلی دیکھ کر از خود رفتہ ہو گیا۔ عزت و آبرو ڈبو دی۔ بدفعلی کرنی چاہی۔ رمبھا کے پیچھے دوڑا اور گود میں اٹھا لیا۔ رمبھا بولی ادھرم کیوں کرتے ہو۔ راون بولا تم کون ہو اور کس خوش نصیب کی آغوش کا تارا ہو۔ اور کون شیدائی تمہارے وصال سے کام جان نکالیگا۔ کیا مجھے نہیں جانتی۔ راون ہمارا نام ہے۔ جس کے تابع فرمان برن۔ کوبیر۔ جم وغیرہ دیوتا ہیں۔ آج ہمارا مقصد دل نکالو۔ بے مہری نہ دکھلاؤ۔ رانیوں کا سرتاج بناؤں گا۔ رمبھا نے ہاتھ جوڑ کے خوشامد کی۔ کنیز آپ کے لائق نہیں۔ آپ کا پایہ گورو کے برابر اور میں لونڈی سے بھی بدتر۔ نہیں نہیں بھول گئی۔ آپ کی بہو ہوں۔ نل کوبل کو بیر جی کے دھرم کا لڑکے ہیں۔ انہیں کی زوجیت میں ہوں۔ بیارے آپ ہمارے خسر ٹھہرے۔ آپ پر لازم تھا۔ کہ جو کوئی چشم بد سے ہماری طرف دیکھتے آنکھ نکال لیتے۔ نہ یہ کہ خود ہی دالہ و شیدا ہو رہے ہیں۔ میرا سر ادھرم ہے۔ راون پر تو بھوت سوار تھا ایک نہ مانی۔ جواب دیا۔ کہ بیسوا سے کوئی رشتہ نہیں ہوتا۔ عشق کا دھاگا سب سے بڑا ہے۔ یہ کہہ کر اسے گرا دیا۔ اور منہ کالا کر کے افسوس کے ساتھ بولا کہ بے شک بڑی چوک ہوئی۔ رمبھا عرق خجالت میں غرق سیدھی نل کوبل اپنے شوہر کے پاس پہنچی۔ اور ساری کہانی کہہ سنائی۔ نل کوبل غصے سے کانپ اٹھے۔ کچھ خیال کیا عورت ذات ہے۔ سچ

کہتی ہے یا جھوٹ۔ دھیان کر کے دیکھا تو واقعی رمبھا کا کہنا سچ ہے۔ ہاتھ میں جل لے کر شراپ دے دیا کہ آج سے کسی پرائی عورت سے ناجائز فعل کا مرتکب ہوگا۔ تو راون کے سر کے سو ٹکڑے ہو جائیں گے۔ اگست رشی کا قول ہے کہ اگرچہ بیسوا ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن بھابی۔ باپ۔ بیٹا اور بہو دار اس ناجائز فعل سے بچنے نہیں۔ اس دن سے راون عورتوں کو لاتا تو ضرور مگر ان کے ساتھ بد فعلی نہ ہوتی۔ جتنی عورتیں آئیں سب کے دامن عصمت پاک رہے۔

سرگ ۳۰

اندر پر دھاوا

شاہ راچھساں وہاں سے اندر لوک کی طرف راہی ہوا۔ راجہ اندر راون کا آنا سنکر سہم گئے مگر دیوتوں کو ترتیب افواج کی اجازت دی۔ اور خود بشن بھگوان کے پاس پہنچ راون کی چڑھائی اور اپنے میں تاب مقاومت نہ دیکھ کر عرض کیا۔ کہ راون نے اندرآسن گھیر لیا اور مجھ میں یارا نہیں کہ سامنا کروں۔ برہما کا بردان ہے وہ کسی سے زیر نہ ہوگا۔ اگر آپ کی مدد ہو تو شاید جان بچے۔ نہیں تو سارا اندر آسن اس کے قبضہ میں ہوگا۔ اور میری جان شیریں لڑائی میں کام آئے گی۔ آپ سب کے سوامی ہیں اور سب کی رچھیا کرتے ہیں۔ بشن نے جواب دیا یہ کم بخت ابھی نہیں مر سکتا۔ اور نہ کسی سے زیر ہوگا۔ اس نے بڑے بڑے تپ کئے ہیں کچھ برہما کے بردان کا بھی خیال ہے۔ ابھی کچھ نہیں ہو سکتا۔ کچھ روز بعد اوتار لوں گا تب یہ ملعون مارا جائیگا۔ تم جاؤ۔ جنگ کرو شاید زیر ہو جائے۔ ورنہ تم خود بھاگ کھڑے ہونا۔ راجہ اندر آئے۔ طرفین کی فوجیں ڈٹی کھڑی حکم کی منتظر ہیں۔ راجہ کے اشارے سے آٹھ بسو فوج مخالف میں گھس گئے۔ اور آن کی آن میں لاکھوں راچھس زمین پر لوٹتے دکھائی دیئے۔ سورج بھی رتھ پر سوار ہو کر راچھسی دل میں ستھراؤ کرنے لگے۔ ہزاروں راچھس کٹ گئے۔ سومالی کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔ رتھ پر سوار ہو کر دیوتاؤں پر جھپٹ پڑا۔ ایک ایک وار میں سینکڑوں کی جانیں کام آئیں۔ دیوتوں میں ہل چل مچی پاؤں اکھڑ گئے۔ آٹھوں بسو نے سومالی کا مقابلہ کیا۔ داؤ پیچ چلے۔ گھاتیں ہونے لگیں۔ آٹھوں بسوں نے یلغار کر کے سومالی پر حملہ کیا۔ گدا کی ضرب سے سومالی کا بھیجا نکل آیا۔ اور لاش زمین پر تڑپتی دکھائی دی۔ راچھسوں میں کھلبلی پڑی ॥

سرگ ۳۱

میگھ ناتھ اور اندر سے مقابلہ

اگست رشی فرماتے ہیں۔ کہ سومالی کے مرتے ہی میگھ ناتھ نے فوج کی کمان کی منتشر فوج فراہم ہوئی۔ دھاوا بول دیا اور خود دیوتاؤں کی فوج میں آن آیا۔ بڑی گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ لاشوں پہ لاشے گرنے لگے۔ ملک الموت کو روحیں قبض کرنا دشوار تھا۔ میگھ ناتھ نے بانوں کی بوچھاڑ کردی۔ دیوتا ہری ابول گئے۔ اندر نے آواز دی ہاں دلاورو! بھاگنا ننگ عزت ہے۔ رن سے قدم نہ ڈگنے پائے۔ لاتجنب ہوکر لڑو۔ بھاگنا سورموں میں حرام ہے۔ خبردار خاندان اور عزت پر دھبہ نہ آنے پائے۔ یہ کہہ کر جینت اپنے بہادر لڑکے کو دیوتوں کی مدد کے واسطے بھیجا۔ جینت اور میگھ ناتھ کا مقابلہ ہوا۔ ادھر جینت راچھسوں پہ جھپٹا۔ ادھر میگھ ناتھ طرفین کے ہزارہا سر خاک پہ لوٹ رہے ہیں۔ میدان رزم کھوجڑا کا کھاڑا ہے۔ دیوتا راچھس چیونٹیوں کی طرح مل رہے ہیں۔ ہنگامہ گیرودار بلند ہے۔ فوج بے دل ہو رہی ہے۔ آسمان سے تیروں کا ابر خون کا مینہ برسا رہا ہے۔ دونو بہادر دونو پیشہ شجاعت کے شیر رو در رو مقابلہ ہونے لگا۔ میگھ ناتھ نے بان مارے۔ جینت نے کاٹ گرائے۔ جینت نے سنان و خنجر کا وار کیا۔ میگھ ناتھ نے ضربوں سے توڑ دیئے۔ دونو کے دانت کھٹے ہیں۔ پسینے سے بدن شرابور ہے۔ میگھ ناتھ نے گدا مگدر۔ تومر شکتی پرگھ سے حملہ کیا۔ جینت نے پینترا بدل کر وار خالی کر دیا۔ گھنٹوں لڑائی رہی۔ نہ یہ زیر ہوتا ہے نہ وہ۔ کبھی یہ مغلوب وہ غالب کبھی وہ مغلوب یہ غالب ہنگامہ رستخیز گرم ہے۔ میگھ ناتھ نے دیکھا کہ جینت زیر نہ ہوگا۔ سحر دنیرنگ دکھائے آکاش میں اڑ کر بیٹھا۔ لشکروں سے اوجھل ہوا اور مارے تیروں کے اندھیکار ہوگیا۔ غضب کی تاریکی چھائی۔ اپنے پرائے کی خبر نہیں۔ مار مار کی صدائیں بلند ہیں۔ جینت کے ہوش باختہ ہوگئے۔ کرے تو کیا کرے۔ پلوماں جینت کو سمندر کے کنارے لے گیا۔ کہ ذرا دم لے ہوش ٹھکانے ہوں۔ دیوتوں میں غل مچا۔ جینت مارا گیا۔ فوج بیدل ہوئی۔ سراسیمہ کھڑی ہی۔ بھاگ کھڑی ہوئی۔ ایک دیوتا بھی میدان میں دکھائی نہیں دیتا۔ اندر نے جینت کے مرنے کا حال سنا۔ سر پیٹ لیا۔ لڑائی سے منہ توڑنا دھرم کے خلاف سمجھا۔ رتھ پر سوار ہوکر میدان میں آئے۔ اندر کے پلٹنے پر منگھوں نے گرجنا شروع کیا۔ بجلی کوند رہی ہے۔ اندھیرا ہے۔ نقارے بجا رہے ہیں۔ رسنی کمان۔ دودوبی۔ بالیگن سلاح حرب سے مسلح ہو کر راجہ اندر کے ہمرکاب ہیں۔ فوج کے چلنے سے اس قدر گرد بلند ہوئی کہ آفتاب

کی روشنی ماند ہو گئی۔ ناتل۔ رتھبان نے گھوڑوں کو جھجکا دینا ہی۔ رتھ سنسناتا ہوا آگے بڑھا۔
شاہ راون نے دھاوا بول دیا۔ اور خود بھی رتھ بڑھا کے اندر کے مقابلے پر ڈٹ گیا۔ کنبھ کرن
بھی آلات حرب دیوتوں پہ چلا رہا ہے۔ قیامت برپا تھی۔ دیوتا راچھس کو پہچانتا نہیں۔ اور نہ
راچھس دیوتا کو۔ رودرگن بالوگن نے ہزاروں راچھسوں کو پامال کیا۔ غضب کا کشت و خون
ہوا۔ راچھس بھاگے ہزاروں ملک عدم سدھارے۔ چیل کوے۔ گدھ خون اور گوشت کھا
کھا کر نہال ہو گئے۔ اس مرتبہ راچھس بہت کام آئے۔ راون غصے سے بھڑکا۔ اور اندر
پہ تیر و خنجر کی بوچھاڑ کر دی۔ اندر نے بھی جواب دیا۔ دونو دریائے خون میں غرق مگر جیوٹ
کے تھے سے نہیں چھوڑے ؛

سرگ ۳۲
میگھ ناتھ اور اندر کی لڑائی

راون راچھسوں کے مرنے سے جل گیا۔ نامی نامی سپہ سالاروں سے بولا ٹھیر جاؤ۔ میں اندر اور
کوبیر کو اکیلا ٹوک لوں گا۔ یہ کہہ کے غنیم کی فوج میں گھس گیا۔ اندر نے صلاح کی۔ کہ راون کا ہلاک ہونا
دشوار ہے۔ البتہ بانوں سے مار کے چاروں طرف سے گھیر لو۔ اور قابو پاؤ تو ہتھکڑی۔ بیڑی۔ طوق۔
سلاسل پہنا کے قید خانے میں مقید کر دو۔ کیونکہ اُسے برہما کا بردان ہے۔ مریگا ہرگز نہیں جسطرح
وشنو نے راجہ بل کو باندھ لیا۔ اسی طرح یہ کافر بھی ہاتھ آتا تو اچھا تھا۔ اندر کے رتھ کو راچھسوں
نے گھیر لیا ہے۔ ایک جانب راون دیوتوں سے گرم جنگ ہے۔ دیوتا تراہ تراہ کر رہے ہیں۔ اندر نے
دیکھا کہ دیوتوں کا مبلغ خون سے شرابور ہے۔ غصے ہو کر ہزار بان راون پہ چلے۔ راون مورچھت
ہوتا ہے مگر فوراً تڑپ کر اندر کی رتھ کو چور چور کر دیتا ہے۔ اسی طرح کئی مرتبہ اندر نے رتھ
بدلا اور لڑائی ہوتی رہی۔ ایک دفعہ دیوتوں نے راون کا ہاتھ پکڑ کے رتھ سے کھینچ لیا۔ اور زمین پہ
دے مارا۔ دیوتوں نے بھی چاروں طرف سے راون کو پکڑ لیا۔ میگھ ناتھ راون کا لڑکا باپ کی
یہ حالت دیکھ کر بیتاب ہو گیا۔ اوچک کر سوار ہو رہا۔ اور دھم سے دیوتوں کی فوج میں کود پڑا۔
اس قدر مار مار کی کہ دیوتے بیاکل ہو گئے۔ میگھ ناتھ نظر سے اوجھل ہے۔ کوئی نہیں جانتا
کہ کون مارتا ہے۔ دیوتوں نے متفق ہو کر ایکدم سے بان مارنا شروع کئے۔ خیال ہے کہ حریف
کہیں تو ہوگا ادھر میگھ ناتھ نے اندر کے سارتھی اور گھوڑوں کو بے دم کر دیا۔ اندر رتھ سے اتر
پڑے۔ ایراوت ہاتھی پہ سوار ہو کر غنیم سے لڑنے لگے۔ میگھ ناتھ نے اندر کو بھی مجبور کیا۔
اس قدر بان مارے کہ اندر کے جسم میں تل رکھنے کی جگہ نہ تھی۔ خون جاری ہے اور تیر نہ خون

ہیں نثار وہیں۔ اندر بیہوش ہوئے۔ میگھ ناتھ پاس آیا۔ اور مُشکیں باندھ کے اپنی فوج میں لے گیا۔ اندر میگھ ناتھ کی فوج میں محصور ہو چکے۔ دیوتاؤں نے سوچا۔ سردار گرفتار ہؤا تو اب ہماری بھی جان بچنا مشکل ہے۔ میدان چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ میگھ ناتھ خوشی سے تنتا ہؤا راون کے پاس آیا۔ عرض کی میدان ہاتھ آیا۔ اندر قید میں ہے۔ اور آپ فتح کا نقارہ بجوا دیجئے۔ راون اپنے لڑکے میگھ ناتھ کی جرأت دیکھ کر بہت خوش ہؤا۔ تعریف کی۔ آج تم نے راچھسوں کی عزت بڑھا دی۔ تینوں لوک میں تمہارا نام ہؤا۔ یہ کہہ کر لنکا کی طرف کوچ کیا۔

سرگ ۳۳

برہما کی وجہ سے اندر کی رہائی

دیوتا بحال مضطرب برہما کے پاس پہنچے۔ راجہ اندر کے قید ہونے کی خبر سُنائی۔ برہما جی دیوتاؤں کے ساتھ لنکا میں آئے۔ راون سے کہا۔ تمہاری بہادری دیکھ کر بڑی خوشی ہوئی۔ تم بڑے زبردست اور ویر ہو۔ تم نے جو عہد کیا تھا۔ پورا ہؤا۔ تینوں لوک میں تمہاری حکومت ہوئی۔ میگھ ناتھ کا نام آج سے اندرجیت کہا جائیگا۔ ہمارا کہنا مانو۔ اندر کو چھوڑ دو۔ اس کے عوض اور کوئی بردان مانگ لو۔ راون جواب نہ دینے پایا تھا کہ اندرجیت بول اُٹھا۔ یہ بردان دو۔ کہ ہم کبھی نہ مریں۔ برہما بولے یہ مرت لوک ہے۔ جو پیدا ہوگا مرے گا۔ یہ امر نہیں ہو سکتا۔ اندرجیت نے کہا اچھا یہ بردان دو۔ کہ ہم کبھی سے شکست نہ کھائیں جنبھر جائیں جیت ہو۔ برہما بولے بہت اچھا ایسا ہی ہوگا۔ وہاں سے چلکر اندر کے پاس آئے فرمایا۔ سوچ کرنا فضول ہے۔ اپنے کرموں کو دیکھو۔ جو جیسا کرتا ہے ویسا ہی پھل پاتا ہے۔ جسوقت ہم دنیا کی آفرینش میں مشغول تھے۔ یہ خیال نہ تھے کہ سب لوگ ایک طرح کے ہوں۔ ایک عورت پیدا کی۔ اس کا نام اہلیہ رکھا۔ وہ عورت گوتم رشی کو بیاہ دی۔ اور جب ہم نے گوتم رشی سے کہا کہ اہلیہ کو دے دو۔ رشی جی نے فوراً ہمیں سپرد کر دیا۔ ہم نے گوتم رشی کو اہلیہ حوالے کر دی۔ اہلیہ بڑی پاکباز عورت تھی۔ تم نے اُن کی عزت کو دھبہ لگایا۔ انہیں اُدھر دل سے آج تمہاری یہ حالت ہے۔ رشی نے یہ بھی سراپ دے دیا تھا کہ جتنے گناہ انسان سے ہوں گے۔ اس میں آدھے کے تم حصہ دار ہو گے۔ اور اہلیہ کو بھی بد دُعا دی۔ اہلیہ خوشامد کرنے لگی کہ میرا کچھ قصور نہیں۔ اندر نے دھوکا کیا۔ آپ کا سروپ بھر کے میرے پاس آئے۔ رشی نے دُعا دی۔ کہ جب اجودھیا جی میں اشور کا اوتار ہوگا۔ تب اُن کے

قدموں کی خاک سے پوِتر ہو جاؤ گی۔ یہ کہہ کر گوتم رشی اپنے استھان پر چلے گئے۔ اے راجہ انہیں پاپوں کی بدولت آج تم اس مصیبت میں پھنسے ہوئے تکلیف اٹھا رہے ہو۔ جب تک لنکا فتح نہ ہوگا۔ دیولوک میں نہیں جا سکتے۔ جینت تمہارا لڑکا زندہ ہے موا نہیں۔ سمندر کے کنارے اپنے ماموں کے گھر رہتا ہے۔ اندر نے قید ہی میں لشن جگ کیا۔ قید سے چھوٹ کر دیولوک پہنچے۔ اور جینت بھی حاضر ہوا۔ بھبھیکن نے اگست رشی سے سوال کیا۔ کہ ان کتھاؤں کے سننے سے کیا پھل ملتا ہے۔ اگست رشی بولے کہ یہ راکھس بڑے دھرماتما تھے۔ ان کے چرتر سننے سے جے ہوتی ہے۔

سرگ ۴۳

راجہ ارجن ہزار باہو کی تلاش میں راون کی روانگی

رامچندر اگست رشی سے استفسار کرتے ہیں۔ کہ اس راون سے بھی بڑھ کر کوئی دوسرا تھا یا نہیں۔ اگست رشی بولے۔ راون کے برابر تو کوئی نہ تھا۔ اس کا دائرہ حکومت بہت وسیع تھا۔ اجودھیا نریش اس کا ہمعصر تھا۔ اس سے صلح ہو گئی تھی۔ البتہ ماہکتی نگر کا راجہ ارجن جس کی ہزار بھجائیں تھیں۔ ہون جگ کرنا ہمیشہ اس کا دستور رہا۔ جب جگیہ اختتام پر پہنچتا۔ آپ بانوں کا کوس بنا کے ہون کر دیتے۔ اگنی دیوتا ان کے ہون سے خوش ہو کر اور نئے نئے بان دے دیا کرتے۔ ارجن کی بہادری دیکھنے کا راون بھی مشتاق ہوا۔ ایک روز شاہ راون لڑائی کا خواہاں ارجن کی دارالسلطنت میں پہنچا۔ اتفاق سے اس وقت ارجن دریائے نربدا پر گلفام گل پیرہن عورتوں کے ساتھ خوش فعلیاں کر رہے تھے۔ راون نے لوگوں سے پوچھا کہ ارجن کہاں ہیں۔ لڑائی کی چاہ میں لنکا سے آیا ہوں۔ لوگوں نے کہا۔ اس وقت نہیں مل سکتے پھر آنا۔ راون نے شہر بھر میں گشت لگائی۔ مگر ارجن سے ملاقات نہ ہوئی کہیں کہیں سننے میں آیا۔ کہ مہاراج اس وقت بندھیاچل پربت پر ہیں۔ راون وہیں پہنچا۔ وہاں کا دلکش نظارہ دیکھ کر شاہ راون بہت مسرور ہوا۔ کہیں دیوتا۔ گندھرب استریوں کے ساتھ جل بہار کر رہے ہیں۔ کہیں ناچ گانا ہے۔ رشی اور مرتاض لوگ ایشور کے دھیان میں مگن ہو رہے ہیں۔ شیر۔ ہرن۔ پاڑھے۔ ہاتھیوں کا تو مسکن تھا۔ راون کو یہ مقام دل سے پسند ہوا۔ قصد کر لیا کہ کچھ دنوں یہیں بود و باش کرونگا۔ یہ سوچ کر پشپ بمان ندی کے کنارے رکھ دیا۔ اور خود نظارہ کناں ادھر ادھر پھرتا رشی مرتاضوں کے غول میں خود بھی بیٹھ گیا اور مہادیو جی کا منتر جپنے لگا۔ ساتھی لوگ بھی نربدا جی کا اشنان کر کے پاپوں سے چھوٹ گئے۔ راون ساتھیوں سے بولا کہ یہ پاک مقام ہمارے پچھلے گناہوں کو دھو بہائے گا۔ خوب اشنان کرو۔ جنم کے پاپوں سے نجات ملیگی۔

دیکھو ایسا پُر فضا مقام ہے۔ کہ دوپہر کے وقت بھی دھوپ میں وہ گرمی نہیں۔ جیسی کہ ہونی چاہیئے یہ اس مقام کا پرتباؤ ہے۔ یا میری ہیبت سے آفتاب کی حدت جاتی رہی۔ مہا دیو جی کی پوجا کے واسطے بہت سے پھول منگائے گئے۔ راون نے پھولوں کا ٹال پہاڑ کی طرح لگا دیا۔ راون نے شیو پوجا کے لئے اشنان کیا۔ اور جل سے باہر آکر سونے کا لنگ استھاپت کر کے پوجن کرنے لگا۔ اور شو جی کے سریلے منتروں کا جاپ کرنے لگا۔ کبھی ناچتا ہے۔ کبھی شیو جی کے بھجن الاپتا ہے ۞

سرگ ۳۵

راون اور ارجن کا مقابلہ

یہاں ارجن استریوں کے ساتھ جل بہار کرتے تھے۔ ارجن نے دریا کی روانی کو دونو ہاتھ سے روک دیا۔ جل بہنے سے رُکا۔ دوسری طرف کرارہ توڑ کے بہنے لگا۔ سیلاب کی طرح پانی کی طغیانی ہوئی۔ راون نے جو پھولوں کا ٹال بنایا تھا۔ سیلاب سے بہ گیا۔ راون پھول بہ جانے سے افسردہ ہوا۔ حیرت تھی کہ دریائی طغیانی کیوں ہوئی۔ سک وساران دو ملازموں کو بھیجا۔ کہ دریا میں سیلاب کیونکر آیا۔ سک وساران ہوا پہ پراں ہو کر نیچے دیکھ رہے ہیں۔ ایک جوان جس کی ہزار بھجائیں ہیں۔ دونوں ہاتھوں سے پانی روکے ہے۔ سک وساران آسمان سے اُترے۔ اور راون کو کل حال گذارش کیا۔ راون سمجھ گیا۔ کہ یہ ارجن ہوگا۔ پوجا ختم نہ ہونے پائی تھی۔ کہ راون ارجن کی تلاش میں اٹھ کھڑا ہوا۔ مہودر پرہست مہا پارسں وغیرہ بڑے بڑے جری سپاہیوں کے ساتھ دریائے نربدا پر پہنچ کر نعرہ زن ہوا۔ راجہ کہاں ہے۔ ہمارے سامنے آئے یا لڑائی سے انکار کر کے کہدے کہ میں لڑ نہیں سکتا۔ ہار گیا۔ راجہ کے ملازموں نے راون سے کہا۔ کہ یہ وقت راجہ سے ملنے کا نہیں پھر آنا۔ اس وقت بہار کر رہے ہیں ادھر راکھشسوں نے مار دھاڑ شروع کر دی۔ بہت سے جان لے کر بھاگے اور بہت سے راکھشسوں کا لقمہ بن گئے۔ رفتہ رفتہ یہ خبر راجہ ارجن کے گوش زد ہوئی۔ عورتیں اس سانحہ سے کانپ اٹھیں۔ ارجن عورتوں کو سمجھا کے باہر آیا۔ غصے سے چہرہ تمتما رہا ہے۔ آنکھیں خون کبوتر ہیں۔ گدا پکڑا ہوا تھا۔ پرہست موسل لے کر سامنے آیا۔ اور آتے ہی وار کیا۔ ارجن نے موسل کا وار گدے پہ روکا۔ موسل کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ اور گدا گھما کر پرہست پہ اس زور سے مارا کہ بے دم ہو کے زمین پر گرا۔ پرہست کے گرتے ہی لشکر میں بھگدڑ پڑ گئی۔ راون فوج کا حال دیکھ کر دوڑا۔ اور ارجن سے جنگ ہونے لگی۔ بڑی دیر تک لڑائی رہی۔ لیکن کوئی غالب نہ ہوا۔ ارجن نے گدا راون کی چھاتی پہ مارا۔ گدا کے حصے اُڑ گئے۔ مگر راون پہ مطلق اثر نہ ہوا۔ ارجن نے دوسرے گدے سے ضرب لگائی۔ اس ضرب سے راون تلملا گیا۔ مو چھت ہو کر زمین پہ گر پڑا۔ ارجن نے لپک کے راون کو پکڑ لیا۔ جب ہوش آیا بہت مکرو

فریب دکھائے۔ چیلے حوالے کئے مگر ارجن نے نہ چھوڑا۔ راون کی مشکیں باندھ لیں اور تشہیر کرتے
ہوئے راج استھان میں لے لیا۔ دیوتاؤں نے گل افشانی کی۔ راچھس بھاگ گئے۔ ادھر پرہست حالتِ
غشی سے بیدار ہوا۔ راون کی گرفتاری سنکر دوڑا۔ اور آواز لگائی۔ کہ راون کو چھوڑ دو۔ اسی میں
خیریت ہے ورنہ سارا ملک اُلٹ دونگا۔ راجہ ان گیدڑ بھبھکیوں میں کب آنے والا تھا۔ ایک ہاتھ میں
راون دبا ہوا ہے۔ دوسرے ہاتھ سے راچھسوں کے ہتھیار چھین کر مارنے لگے۔ یہ طاقت دیکھ شہر
کے لوگوں نے بڑی تعریف کی۔ اگست رشی کا قول ہے۔ کہ راون شیوجی کی پوجا ادھوری چھوڑ کر
اُٹھا نا تھا۔ اسی سے اس حال کو پہنچا۔

سرگ ۳۶

پولست من کی سفارش سے راون کی ارجن کی قید سے رہائی؟

اگست رشی جی کہتے ہیں۔ کہ راون کے قید ہونے کا حال دیوتوں نے برہماجی سے بیان کیا۔
پولست من حال سنکر ارجن کے پاس آئے۔ ارجن تعظیم کے لئے اٹھا۔ قدم چومے آسن پر بیٹھایا۔
اشنان کرایا بھوجن ہوئے۔ پولست من نے مزاج پرسی کی۔ اور راجہ کے ثنا خواں رہے۔ تم
بڑے دھرماتما اور بلی ہو۔ راون سا زبردست آپ کی قید میں ہو۔ آپ کے زور بازو کی تعریف ہو
نہیں سکتی۔ راون نے بڑے زمین کیا رسا تل۔ پاتال۔ ساتوں سمندر تک خراج لیا۔ یہاں دیوتے
جاروب کشی کرتے ہیں۔ اس راون کو آپ نے زیر کیا۔ مرحبا۔ شاباش۔ دلاوروں کے یہی کام ہیں۔
آپ راون کو چھوڑ دو۔ پولست من کے کہنے سے ارجن نے راون کو چھوڑ دیا۔ شاہ راون خجالت زدہ
لنکا آیا۔ اور پولست من برہم لوک کو چلے گئے۔ اے رامچندرا ادھوری پوجا چھوڑ کر اٹھ کھڑا ہونا
اچھا نہیں۔ اور لاف و گزاف بکنا۔ خودستائی کرنا بھی بہت بُرا ہے۔

سرگ ۳۷

پنپاپور پر چڑھائی اور بالی سے زور آزمائی

شاہ راون ارجن کی قید سے نجات پاکر کسکندھا نگر آیا۔ چوبدار کو بھیجا۔ کہ بالی سے
ہمارے آنے کی خبر کردو۔ بالی اس وقت موجود نہ تھا۔ وہ باہر سمندر کی اطراف کی پرکرما کرتا تھا۔
چنانچہ بالی کے شہر تارا نے چوبداروں کی زبانی جواب بھیجا کہ ابھی بالی سے ملاقات نہیں ہو سکتی۔ تھوڑی
دیر میں آنے والے ہیں۔ کسکندھا میں ہڈیوں کا ٹال لگا ہوا تھا۔ راون نے دیکھ کر پوچھا۔ یہ ہڈیاں

کیسی ؟ جواب ملا - اکثر زبردست جنہیں اپنے زور بازو پر گھمنڈ ہوتا ہے - آجاتے ہیں - بالی ان کا گھمنڈ خاک میں ملا دیتا ہے - یہ ہڈیاں انہیں کی ہیں - جو آیا جان سلامت نہ لے جا سکا - اگر تمہیں بھی جنگ کی تمنا ہے - تو بھڑ جاؤ - تمہارا سودا سر سے نکل جائیگا - راون سنکر طیش کھا گیا - ڈپٹ کر بولا - کیوں بیہودہ بکتے ہو - یہ کہہ کر پشپک بِمان پر سوار ہوا - اور بالی کے پاس سمندر کے کنارے پہنچ کر دیکھا کہ بالی کے چہرے پر رعب و دعب اس قدر ہے کہ دیکھنے ہی سے دل دہشت کھاتا ہے - بالی اس وقت آنکھیں بند کئے ایشور کی یاد میں معروف تھا - راون نے لات اٹھائی بالی نے آنکھیں کھولیں - اور اس خیال سے پھر بند کر لیں - ایسا نہ ہو بھاگ جائے - بالی اس وقت جگیہ کر رہا تھا - اگر اٹھتا ہے تو جگیہ ادھورا رہ جاتا ہے - اسلئے چپکا بیٹھا رہا - راون چاہتا تھا کہ لاتوں ہی سے بلیتھن نکال دوں - بالی کی غرض تھی - کہ بغل میں داب لوں گا - اور جگیہ بھی پورا ہو جائیگا - غرق اپنی اپنی فکر میں دونو غرق تھے - بالی پورب طرف رُخ کئے بیٹھا تھا - راون پشپک بِمان پر آیا - پاس آکر چاہتا تھا کہ لات مار دے - بالی نے پیچھے ہاتھ بڑھا کر راون کو پکڑ لیا - راون نے بہت گاڑ زوریاں کیں - مگر بالی کے پنجے سے چھوٹ نہ سکا - بالی نے جست لگائی - پہلی ہی جست میں آکاش میں ہوا پر تھا - راون بغل میں دبا ہوا ہے - ساتھی بھی پیچھے پیچھے رواں ہیں - بالی کی رفتار ہوا سے کم نہ تھی - گرد تک نہ چھو سکے - بالی آسمان سے اترا - پچھم کے سمندر میں اشنان کیا - راون ابھی بغل میں دبا ہے - پھر پورب کے سمندر میں پہنچا - غوطہ لگایا اور کسکندھا نگر اپنی راجدھانی میں آیا - شہر کے باہر آن ترپڑا - راون کو بغل سے نکال پوچھا - تمہاری کیا غرض ہے - کیوں آئے ہو - راون بولا - مانتی جیسا سنا تھا اس سے بڑھ کر پایا - لڑائی کی غرض سے آیا تھا - دل ہار گیا - آپ نے تو مچھر کی طرح پکڑ لیا - اب کبھی آپ کی برابری نہ ہو گی - رسم دوستی بڑھائی - پھر آگ کو درمیان میں دے کر دونو میں متر تائی ہو گئی - ایک ماہ تک راون کی بود و باش کسکندھا میں رہی - اور بالی بھی سگریو کے برابر سمجھتا رہا - اے رامچندر ! بالی اور راون دونو آپ کے بان سے جم لوک سدھارے -

سرگ ۳۸

ہنومان جی کی پیدائش

رامچندر جی اگست رشی سے بالی بندر کے حالات سن چکے - آپ کے دل میں طرح طرح کے گمان پیدا ہوئے - آپ نے سوال کیا - کہ بالی بندر اور راچھس راون زور ور کیں بڑھ چڑھ ہوئے تھے - علاوہ زور و طاقت کے ان میں جودت طبع اور عقل رسا اس قدر تھی - کہ بڑے بڑے علماء

دانندہ وید و شاستر بھی اُن کے سامنے کان پکڑتے تھے۔ مجھے تو اتنا کوئی نہیں دکھائی دیتا۔ کہ سو جوجن پھاند کر لنکنی راچھس کو قتل کر کے سیتا کی خبر لائے۔ راون کے دلاور بیٹے اور زبردست راچھس اِن کے ہاتھ سے راہی عدم ہوئے۔ ان پر برہم پھانس بھی اثر نہ کر سکی۔ لنکا جلا کر خاک کر دی۔ ہنومان جی نے ایسے کمال دکھائے ہیں کہ اِندر۔ کوبیر۔ جم سے بھی نہیں ہو سکتے۔ میرا تو بال بال ممنونِ احسان ہے۔ ہنومان ہی کی بدولت سیتا ملیں۔ بھبھیکن سے ملاقات ہوئی۔ اتحاد بڑھا۔ راج ملا۔ لچھمن جی کے مرنے میں کیا باقی رہا تھا۔ سنجیون بوٹی لائے۔ جان بچائی۔ سگریو شاہ میمون کی دوستی کا باعث ہنومان جی ہیں۔ اور میں بھی آج انہیں کے باعث اجودھیا میں حکمرانی کر رہا ہوں۔ صاف ظاہر ہے کہ ہنومان ایسا دلیر اور بہادر دنیا میں کوئی نہیں۔ آپ اپنی مثال ہیں ہمیں احتمال اِس بات کا ہے۔ کہ اتنے بڑے زبردست ہو کر بالی کو کیوں نہ مارا۔ سگریو کی مصیبت کیوں نہ بٹائی۔ اگستت رشی نے جواب دیا۔ آپ کا کہنا سچ ہے۔ واقعی ہنومان سے بڑھ کر دنیا میں کوئی نہیں۔ علوم میں وید شاستر میں یگانۂ روزگار ہیں۔ ویدانت اُن کی گھٹی میں پڑا ہے۔ زور طاقت کی تھاہ نہیں۔ یہ سب باتیں ہیں۔ مگر ان کو اپنی طاقت کی خبر نہیں۔ سبب یہ ہے۔ کہ ہنومان جی کے پتا کیسری کا مسکن میرو پہاڑ پر تھا کیسری کی اہلیہ کا نام انجنی ہے۔ گو ہنومان جی کے پتا کا نام کیسری ہے۔ مگر آپ کی پیدائش ہوا سے ہوئی۔ مجملاً قصہ اِس طرح سے ہے۔ کہ ایک وقت انجنی جی بھوک سے بیتاب ہو کر پھل کھانے کسی جنگل میں گئی تھی۔ ہنومان جی بھوک کے مارے رونے لگے۔ صبح کا وقت تھا۔ خورشید طلوع ہو رہا تھا۔ آفتاب کی تھالی مثل لال انگارہ دمک رہی تھی۔ یہ سمجھے کوئی پھل ہے۔ جست لگائی اور آفتاب کے قریب پہنچ گئے۔ دیوتا۔ دانو اور گندھرب سہم گئے۔ ایسی ہوا آندھی کو بھی نہیں ہوتی۔ گرڑ جی کی پرواز مشہور ہے۔ مگر ان کی سنسناہٹ سے وہ بھی مات ہے۔ ہوا نے سوچا کہ آفتاب کی گرمی سے ہنومان جی کباب نہ ہو جائیں۔ ٹھنڈی خوشگوار ہوا بہنے لگی۔ وایو دیوتا پیچھے پیچھے رواں ہیں۔ ہنومان جی آفتاب کے قریب پہنچے۔ آفتاب نے سوچا کہ ہنومان ابھی بچے ہیں۔ دوسرے ہمارے بہت سے کام اِن سے نکلیں گے۔ شدت کم کر دی۔ اتفاق سے اسی روز سورج گرہن ہونے کو تھا۔ یعنی راہو سورج کا بدن کاٹنے کو جاتے تھے ہنومان جی کو دیکھ کر راہو روتا ہوا اندر سے فریاد خواہ ہوا۔ مہاراج ہنومان ت۔ ہماری خوراک چھینے لیتا ہے۔ ہمیں ڈر ہے کہ ہمیں ہی نہ چٹ کر لے۔ آپ نے ہمارے بھوگ کے لئے چندرماں سورج پیدا کئے۔ میری خوراک دوسرا کیوں کھائے لیتا ہے۔ ب۔ راہو تو دنیا بھر میں موجود ہی تھا۔ یہ دوسرا کہاں سے آ گیا۔ اندر کو تو وحشت پیدا ۔ ایراوت ہاتھی پر جو کیلاس

پربت کے برابر اونچا اور سفید رنگ کتنا چمکتے۔ ہاتھی کے چار دانت تھے۔ سونے کی گھنٹیاں گلے میں پڑی تھیں۔ اندر دیوتا ہاتھی پر سوار ہیں۔ آگے آگے راہو رواں ہے۔ اور پیچھے اندر کی سواری چلی آتی ہے۔ ہنومان جی راہو کو پھل سمجھے۔ ہاتھ پھیلا کے دوڑے۔ راہو نے چیخ ماری۔ اندر اندر سے کہا جان بچائیے۔ ہنومان مجھے کھا لیگا۔ اندر نے تسلی دلاسہ دیا۔ اندر ہنومان پر اس زور سے بجر مارا۔ کہ ہنومان جی زمین پر گر پڑے۔ بایو دیوتا کو حرارت آ گئی۔ ہنومان جی کو اٹھا لیا۔ اور پہاڑ کی کھوہ میں بیٹھ گئے۔ ہوا چلنے سے رکی۔ دم چلنے سے رکا۔ پیشاب پاخانہ بند ہوا۔ دھرم کرم سب جاتے رہے۔ دیوتا۔ گندھرب۔ جچھ بحال مضطرب برہما کے پاس پہنچے۔ اور منت سماجت کی۔ کیوں نہ موئے تو یوں موئے۔ ہوا چلتی نہیں۔ دم گھٹتا ہے۔ بغیر ہوا کے زندگی دشوار ہے۔ جتنے جاندار ہیں۔ ڈھیر ہو جائیں گے۔ اب تو جان بچائیے۔ آپ کی پناہ لی ہے۔ برہما بولے اندر نے بایو دیوتا کے لڑکے کو مارا ہے۔ اسی سے ہوا نہیں چلتی۔ بایو دیوتا خفا ہو گئے۔ تم سب جاؤ۔ خوشامد کرو۔ شاید پسیج جائیں۔ غصہ دور ہو جائے۔ یہ کہہ کر خود برہما جی دیوتوں کو لئے بایو کے پاس آئے۔ بایو دیوتا کے اشک بھر لائے۔ ہنومان کا منہ چوم رہے تھے۔ ہنومان جی آنکھیں بند کئے ہوئے درد سے نڈھال ہو گئے ہیں۔ برہما جی نے ہنومان جی پر ہاتھ پھیرا۔ کثافت جاتی رہی۔ ہنومان جی چاق چوبند اٹھ کھڑے ہوئے ؂

سرگ ۳۹

ہنومان جی کو دیوتاؤں کے بردان

بایو دیوتا برہما کے چرنوں پر گر پڑے۔ برہما نے اشیرباد کی۔ اور کہا ہنومان جی تمہارے لڑکے ہیں۔ دنیا کے کام ان سے سدھ ہوں گے۔ جتنے دیوتا یہاں موجود ہیں۔ اشیرباد دیں۔ دیوتاؤں کا بھی ان سے کام نکلیگا۔ اندر نے مالا ہنومان کے گلے میں ڈال کر دعا دی۔ کہ ہماری طرف سے جو تکلیف پہنچی ہے۔ رفع ہو جائے۔ آج سے ان کا نام ہنومان اور بجرنگ ہوا۔ سورج نے اشیرباد دیا۔ کہ میری حدت تمہارے جسم میں رہے گی۔ اور تم شاستر کے گیانا ہو گے۔ برن بولے تمہاری موت نہ ہوگی۔ اور جسم کی پھانسی تم پر اثر نہ کرے گی۔ خشکی اور تری جہاں چاہو رہو۔ تمہارے سامنے کال نہیں آ سکتا۔ جمراج نے کہا میرا ڈنڈا دشمن کا ناش کرتا ہے۔ مگر تم اس کی چوٹ سے محفوظ رہو گے۔ کیسی ہی لڑائی ہو۔ فتح و نصرت ساتھ رہیگی۔ کوبیر نے گدا دے کر فرمایا۔ کہ اس گدا سے کیسا ہی زبردست دشمن ہو پامال ہو جائیگا۔ شیو جی نے اشیرباد دیا کہ تم مر نہیں سکتے۔ اسی طرح برہما نے حکم لگایا کہ ہنومان جی ششتر اور برہم ڈنڈے سے بھی

مرنے والے نہیں۔ پون سُت ان کا نام ہے۔ دشمنوں کو خاک میں ملانا اور دوستوں کو بے خوف
رکھنا اِن کا وطیرہ ہوگا۔ جس سبب کا دھیان کریں گے دھارن کر لیں گے۔ اِن کو کوئی جیت نہ
سکیگا۔ راون کی ہلاکت کی یہی وجہ ہوں گے۔ دیوتا لوگ اشیرباد دیکر اپنے اپنے استھان پر گئے۔
اندر یا یوں دیوتاؤں نے ہنومان کو لیکر کیسری کے سپرد کر دیا۔ اگست رشی کا قول ہے۔ کہ ہنومان جی بچپنی
میں بلوان تھے۔ اب دیوتاؤں کے اشیرباد سے دس گنی طاقت ہوگئی۔ کچھ عرصہ کے بعد ان کو اپنے زور
بازو پر گھمنڈ ہوا۔ رشیوں اور مُنیوں کے جگ بھنگ کرنے۔ ان ہون کی چیزیں پھینک دیا
کرتے تھے۔ رشی لوگ بہت کبیدہ ہوتے۔ مہا دیو جی نے سوچا ایسا نہ ہو۔ کوئی رشی شراپ دے
دے حالانکہ دیوتا اور رشی ان کے اثبات سے دانستہ طرح دیتے تھے۔ کوئی کلمہ بد اُن کے حق میں
منہ سے نہ نکلتا تھا۔ پھر بھی شیو جی کو یہ خیال رہا۔ جب رشی لوگ بہت شکی ہوئے۔ منہ
سے نکل گیا۔ اے ہنومان تم ہمیں بہت دق کرتے ہو۔ جاؤ۔ جتنی طاقت تم میں ہے۔ خیال سے
اُتر جائے۔ اور تم اپنے آپ کو کمزور و نحیف سمجھا کرو۔ جس وقت کوئی شخص تمہاری مدح سرائی
کرے گا۔ جرأت اور بہادری کی تعریف ہوگی۔ بدستور طاقت آجائیگی۔ اس روز سے ہنومان جی
اپنی طاقت کو بھول گئے۔ جب لچھمن اور راچھسوں نے بالی کو کشکندھا کے تخت پر بٹھلایا تھا
اور سگریو ولیعہد مقرر ہوئے تھے۔ بچپن ہی میں سگریو ہنومان جی ایک جان دو قالب ہو گئے۔
جب ہنومان جی سن تمیز کو پہنچے۔ برہما جی نے ایک دن میں شاستر وید پڑھا دیا۔ ہنومان جی کا
رتبہ دیوتاؤں سے بھی افضل ہے۔ رامچندر، لچھمن اور بھبھیکن کو خیالات پیدا ہوئے کہ ہم لوگ
ہنومان جی کے سامنے ہیچ ہیں۔ اگست رشی اتنی کتھا سنا کر رامچندر سے رخصت کے طالب
ہوئے۔ کہ ہم لوگ اپنے استھان پر جانا چاہتے ہیں۔ تپ کریں گے۔ رامچندر نے ہاتھ جوڑ کر عرض کیا۔
کہ آپ کے درشنوں سے زندگی سپھل ہوئی۔ اس قدر تپ کیا ہے۔ کہ آپ کا چہرہ تپسیا کرنے کرتے اگنی
کی صورت ہو گیا۔ اگر کچھ اور قیام کیجئے۔ تو ہمارا جگ بھی پورا ہو جائے۔ تب آپ جایئے گا۔ رشیوں
نے حامی بھری بہت اچھا۔ سب رشی اتین میں رہنے لگے۔ شام کا وقت ہے۔ آفتاب غروب ہو
گیا۔ راجے بھی اپنے مقام پر آرام کرنے لگے۔ اور سری مہاراج محلسرائے میں گئے۔

سرگ ۴۰

دربار میں دھرم پرچار

مہاراج خواب راحت میں مشغول ہیں۔ دربار برخاست ہو گیا۔ لوگ میٹھی نیند کے مزے
لینے لگے۔ علے الصباح مہاراج بستر راحت سے اُٹھے۔ خواب گاہ سے باہر آئے۔ دیو مندر میں گئے

اشنان کرکے پوجا کی ۔ دربار آراستہ ہوا ۔ لوگ اپنی اپنی جگہ پر متمکن ہوئے ۔ بششٹ جی اور بہت سے رشی ۔ سگریو ۔ نیل اور نل ۔ جاموَنت اور گندھ مادن سرب اور سب نامی نامی بندر ایک قطار میں بیٹھے ۔ بھبھیکن اپنے مصاحبوں کے ساتھ دوسری صف میں جلوہ افگن ہوئے ۔ دھرم کی باتیں چھڑ گئیں ؂

سرگ ۱۴

بالی اور سگریو کی پیدائش

سری مہاراج نے اگست رشی سے پوچھا کہ بالی اور سگریو تو بندر تھے ۔ بالی کے پتا رکھ اور سگریو کے پتا رجس کیوں ہوئے ۔ ان کی ماتا کے نام کیا ہیں ۔ اگست رشی نے جواب دیا ۔ ایک وقت نارد جی تمہارے یہاں آئے تھے ۔ میں نے آنے کی وجہ پوچھی ۔ وہ بولے کہ میرو پہاڑ کے وسط میں اونچی چوٹی پر برہما کا استھان سو جوجن لمبا بنا ہے ۔ برہما جی ایشور کا دھیان کر رہے تھے آنکھوں سے پریم کے آنسو جاری ہیں ۔ برہما نے آنسوؤں کا پانی ہاتھ میں لیا اور زمین پر پھینک دیا اس جل سے ایک بندر پیدا ہوا ۔ غائر نظر سے برہما پر نگاہ ڈالی ۔ برہما نے ہدایت کی کیوں غور سے دیکھتے ہو ۔ جہاں دیوتا لوگ رہتے ہیں ۔ تم بھی جاؤ ۔ کند مول سے پیٹ بھرو ۔ بندر اچھلتا کودتا چل دیا ۔ ایک روز کسی تالاب پر پہنچا ۔ اپنا سایہ تالاب میں دیکھا ۔ بندر کی ذات چنچل ہوتی ہے ۔ صورت دیکھتے ہی غصہ تیوری چڑھ گئی ۔ گیدڑ بھبکیاں ہونے لگیں ۔ آخر کار تالاب میں کودا ۔ جب غوطہ لگا باہر نکلا ۔ ایک حسین ماہ جبین کی صورت بن کر تالاب کے کنارے استادہ ہوا ۔ اتفاق سے اندر کا وہاں سے گذر ہوا ۔ اور سورج بھی اس کے جمال پر فریفتہ ہو کر نیچے اتر آیا ۔ عورت کے حسن پر دونو محو تھے ۔ دل ہاتھ سے جاتا رہا ۔ بے قابو ہو گئے ۔ بیرج پات ہو گیا ۔ اندر کا بیرج عورت کے بالوں پر پڑا ۔ اور سورج کا گردن پر ۔ اسی سے اندر کا لڑکا بالی اور سورج کا سگریو ۔ اندر نے اپنی مالا بالی کو پہنا دی ۔ اور اندر لوک چلے گئے ۔ سورج نے اپنا تیج سگریو کو دیا ۔ وہ حسینہ دونو لڑکوں کو لئے ہوئے برہما کے پاس پہنچی ۔ اُن کے رہنے کے واسطے کشکندھا پوری بسوا دی ۔ جب سے بندروں کا مسکن کشکندھا پوری ہوا ۔ بالی نے بہت سے ملک تسلط میں کئے ۔ جبھی سے اُن کے پتا رکھ اور رجس کہلاتے ہیں ۔ اگست رشی کی دعا ہے کہ جو شخص بالی اور سگریو کے حالات پڑھے گا ۔ دلی مقصد بر آئیں گے ؂

سرگ ۴۲

سنت کمار اور ان کے سوال و جواب

شری مہاراج سوچتے ہیں کہ درحقیقت بالی اور سگریو اندر اور سورج کے لڑکے نہ ہوتے۔ تو اس قدر جبارت و دلاوری ہونا محال تھا۔ اگست رشی نے پھر داستان چھیڑی۔ کسی وقت راون نے سنت کمار سے سوال کیا۔ کہ دنیا میں سب سے بڑھ کر بہادر کون ہے۔ برہمن اور رشی عابد اور مرتاض کس کا دھیان اور پوجا کرتے ہیں۔ سنت کمار جی بولے کہ سب سے بڑھ کر نارائن جی ہیں۔ جن کی ناف سے برہما جی کی پیدائش ہوئی۔ تمام خلق انہیں کی پوجا و پاٹ کرتی ہے۔ انہیں کی عبادت سے دشمن پامال ہوتا ہے۔ پھر راون نے سوال کیا۔ کہ جو لوگ دیوتا اور گندھرب کے ہاتھ سے مرتے ہیں۔ اُن کی کیا گت ہوتی ہے۔ سنت کمار بولے۔ دیوتا کے ہاتھ سے مرنے میں سرگ ملتا ہے۔ اور نارائن جی کے ہاتھ سے جن کی موت ہے۔ انہیں موکش ملتی ہے۔ راون سُن کر بہت خوش ہوا۔ اس تدبیر میں لگا۔ کہ کون طریقہ اختیار کروں۔ کہ نارائن کے ہاتھ سے موت ہو۔

سرگ ۴۳

نارائن جی کے حالات سنت کمار کی زبانی

سنت کمار جی نے راون سے ہدایت کی۔ جب تک نارائن کے ہاتھ سے مارے نہ جاؤ گے موکش نہ ملے گی۔ راون نے پوچھا یہ کیسے معلوم ہو۔ کہ یہ نارائن ہیں۔ کچھ نشان بتائیے۔ سنت کمار بولے کہ نارائن نظر نہیں آتے مگر ان کی صورت بہت بشاش ہے۔ اور وہ موکش بھی ہیں۔ چار قسم کے جیو کی پالنا کرتے ہیں۔ وہ آننت ہیں۔ آنادی ہیں۔ آفتاب اور مہتاب ہیں جو تجلی ہے۔ آپ ہی کا جلال ہے۔ اندر اور رودر وہیں ہیں۔ برہما ہو کر خلق کی آفرینش کی۔ بشن نام سے جیوں کی پالنا ہوئی۔ اور شیو نام سے جیوں کا ناش کرتے ہیں۔ راون بولا کہ نارائن سوامی ہیں۔ جس قدر اوصاف ہیں۔ ان سے تو پہچاننا دشوار ہے۔ پھر سوچا کہ کل کائنات یعنی برہمانڈ سے جنگ کروں گا۔ ان میں کوئی تو نارائن ہوں گے۔ سنت کمار نے نارائن کا سروپ بیان کیا۔ وہ نیل برن مدھ بھری آنکھیں جن کی چھاتی میں بھرگ کے چرن کی نشانی ہے۔ شیام سروپ ہے۔ کالی گھٹاؤں میں جس طرح بجلی کوندتی ہے۔ آپ کی بینی اور کانوں کے کنڈل سے جھلک سی ہوتی ہے۔ عجب لطف ملتا ہے۔ جس پر آپ خوش ہو جاتے ہیں۔ درشن دیتے ہیں۔ جب ست جگ ختم ہو جائے گا۔

اور تپتیا شروع ہوجائیگا۔ آپ اکشواک بنس میں راجہ دسرتھ کے لڑکے ہوں گے۔ گو دیکھنے میں انسان ہیں۔ مگر اصل میں پرمیشور کا اوتار ہوگا۔ سری رام سیتا کو لے کر ڈنڈکارن بن میں آئیں گے۔ اور سیتا بھی بڑی پتیجسی اور سروپ والی ہوگی۔ راون نے اسی دم قصد کر لیا۔ کہ اُن کو دشمن کیطرح مانوں گا۔ شاید اسی طور سے اوتار ہو۔ اور مجھے پرمیشور کے درشن مل جائیں۔ اس لئے راون نے جانکی ہرن کیا۔ مگر وہ اپنی ماتا کے برابر جانتا تھا۔

سرگ ۴۴

رامچندر کی نسبت راون کے خیالات

اگست رشی سری مہاراج سے مخرک سخن ہیں۔ کہ جس وقت شاہ راون سیتا جی کو ہر لے گیا۔ اشوک باڑکا میں رکھا۔ سیتا جی کی عزت اور حرمت مثل مادر مہربان کے کرتا۔ نگاہ بد سے اُس نے کبھی نہیں دیکھا۔ یہی حال جنگ کے وقت رہا۔ جب آپ اُس سے ہم نبرد تھے۔ وہ غور سے آپ کو دیکھتا اور خیال کرتا تھا۔ کہ یہی نارائن جی ہیں۔ جنہوں نے ہمارے واسطے اوتار دھارن کیا۔ اگر وہی ہیں۔ تو ہمارے زہے نصیب۔ اُنکے ہاتھ سے مروں گا۔ موکش ہوگا۔ اور اگر کوئی دوسرا ہوگا۔ تو اپنے کئے کی سزا پائے گا۔ اگست رشی کا یہ فرمان ہے۔ کہ اس سرگ کے سننے والے دھن دولت سے سرسبز ہوں گے۔ اور مرنے پر موکش پدوی حاصل ہوگی۔

سرگ ۴۵

سویت دیپ عورتوں کے ہاتھ سے راون کی خرابی

راون انہیں خیالات کو جاگزیں کر کے دیوتاؤں اور رشیوں سے گرم پیکار رہا۔ تو سمجھتا تھا کہ پرمیشر ہوں گے۔ تو ہلاک ہوں گا۔ اگر اور کوئی ہوگا۔ تو زیر کر کے غلام بناؤں گا۔ اسی تصور میں پھنسا تھا کہ نارد جی سے ملاقات ہوئی۔ پوچھا سنسار میں کس دیش کے لوگ بلوان ہوتے ہیں۔ آپ کا برہمانڈ بھر گھوما ہوا ہے۔ نارد جی بولے کہ ایک ملک شویت نام کا ہے عوام اس کو شویت دیش کہتے ہیں۔ دودھ کا سمندر وہیں بہتا ہے۔ وہاں کے انسان بڑے زبردست ہیں۔ جن کی بڑی بڑی آنکھیں اور بڑی بڑی لمبی بانہیں ہیں۔ دیو دیت کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ راون سوچا کہ اُن لوگوں سے صف آرائی ہو۔ ہمارے اُن کے جوہر کھلیں کہ کون زبردست ہے۔ اچھا تو میں ضرور لڑوں گا۔ یہ کہہ کر راون چلا۔ نارد جی تماشائی بن کے شویت دیپ پہنچے۔ راون بوان سے

اُنزپڑا اور پیادہ پا شنپت دیپ میں گھسا۔ ایک عورت نے پکڑ لیا۔ پوچھا کس واسطے آئے ہو۔ کس کے لڑکے ہو۔ راون نے یہ کہہ کر جھٹکا دیا۔ تو نہیں جانتی۔ راون ہمارا نام ہے۔ بحر وامن کا لڑکا بحر شجاعت کا نہنگ ہوں۔ راچھس قوم ہے۔ اگر کوئی ہو۔ تو ہمارے سامنے آئے۔ سُنا ہے۔ کہ یہاں کے لوگ طاقتور اور زبردست ہیں۔ آنند مالش منظور ہے کسی کو بھیج دے۔ یا راجہ سے جا کر کہہ دے۔ کہ شاہ راون اکیلا لڑنے کے لیئے آیا ہے۔ عورت نے قہقہہ لگایا۔ اتنے میں ایک بڑھیا عورت سامنے آئی۔ راون کی ٹانگ پکڑ لی۔ اور گھمانے لگی۔ عورتیں ہنس رہی ہیں۔ اور آپس میں باتیں کر رہی ہیں۔ کہ دیکھو لونا پکڑا گیا ہے۔ عورتوں نے راون کو گیند بنایا۔ کوئی اُدھر سے پھینکتی۔ وہ روکتی۔ کوئی اُدھر سے پھینکتی وہ روکتی۔ ایک عورت نے اُچھالا۔ دوسری آکاش پہ لے اُڑی۔ راون کا کچھ بس نہیں چلتا۔ دانتوں سے کاٹنے لگا۔ عورت نے چھوڑ دیا۔ راون سمندر میں گرا۔ یہ حال دیکھ کے نارد جی ہنسنے لگے۔ اِس دن سے راون کے سر پر جو سودا سمایا تھا۔ دور ہوتا سمجھنے لگا۔ سپت دیپ میں بڑے طاقتور آدمی بستے ہیں۔ اسی وجہ سے جانکی ہرن ہوا۔ پھر آپ نے راون کے مارنے کے لیئے نقش سر پر دھارن کیا۔ آپ خود جانتے ہیں۔ انتریامی ہیں۔ ماضی۔ حال اور مستقبل کے زمانے چھپے نہیں۔ مگر دنیا والوں کو دکھانے کے لئے بھلا ہم سے پوچھتے ہیں۔ آپ ہی نے باون روپ ہو کر راجہ بل کو چھلا۔ اور آپ ہی نے رامچندر ہو کر راون کو بہ وار سمیت جم لوک بھیج دیا۔ جگت جننی سری جانکی کو اپنی ماتا کے برابر راون مانتا تھا۔ اگست جی کی کتھاؤں سے بھبھیکن سگریو وغیرہ بہت خوش ہوئے۔ اور سری رامچندر کو پرمیشور کا اوتار ماننے لگے۔ کچھ دن ہی کتھائیں رہیں۔ پھر اجازت لے کر اپنے اپنے گھر راہی ہوئے۔ اور سری رام بھگوان اجودھیا میں راج بھوگنے لگے ۔

سرگ ۴۶

اجودھیا جی سے راجوں کی رخصت

سری رام راجہ جنک سے ملتمس ہیں کہ آپ نے یہاں رہ کر بڑی تکلیف اُٹھائی۔ جنک پور کا راج کاج ابتر ہوگا۔ راون مارا گیا۔ ہم دیکھ چکے۔ اب جایئے۔ راج کاج دیکھیئے۔ بھرت آپ کے ساتھ جائیں گے۔ یہ کہہ کر لعل دیا قوت پیشکش کئے۔ اور کہا یہ نذر ہے۔ قبول کیجیئے۔ راجہ جنک مہاراج کے کہنے کو ٹال نہ سکے۔ فرمایا۔ آپ کے درشن ہی سے آنند ہو گیا۔ یہ جواہرات جو آپ نے دیئے ہیں۔ راج نیت سے تو ہمارے ہوئے۔ لیکن دنیا داری کے لحاظ سے نہیں چھو سکتے۔ خیر قبول کیئے۔ اب اپنی طرف سے لڑکوں کو دیتا ہوں۔ تقسیم کر دیجیئے گا۔ یہ کہہ کر راجہ جنک ہر ایک

کے گلے مِل مِل کر رخصت ہوئے۔ پھر راجہ کیکیئے سے مخاطب ہوئے۔ کہ آپ بھی اپنے ملک میں واپس جائیے۔ لچھمن جی ساتھ لئے۔ راجہ کیکیئے کو لچھمن جی پہنچانے گئے۔ راجہ کیکیئے کے رخصت ہونے پر بادن کا نشی نرلیس سے فرمایا۔ کہ آپ نے محبت سے اِس قدر التفات کیا۔ کہ گرداں نہیں اٹھ سکتی۔ آپ کو میرے لئے جان تک دینے سے عذر نہ تھا۔ ہماری خوشی ہے۔ کہ آپ اپنے ملک کو واپس جائیں۔ مگر ہماری یاد دِل میں رکھئے گا۔ آمد و رفت بنی رہے۔ تا کہ رشتۂ اتحاد مضبوط ہوتا جائے۔ کاشی نرلیس وداع ہو چلے۔ تین سو راجہ دیگر ممالک کے آئے تھے۔ اُن کو بھی عزت کے ساتھ رخصت کیا۔ مہاراج ہر ایک سے بالجاجت پیش آئے۔ اور ہر ایک سے کہتے۔ کہ آپ لوگوں نے ہمارے لئے بڑی تکلیف اُٹھائی۔ پھر کبھی تشریف لائیے گا۔ دھرم پر قائم رہنا چاہیئے۔ حالانکہ دھرم پہ چلنا مشکل امر ہے۔ کیونکہ میرے پاؤں بھی اِس راستے سے ڈگ جاتے ہیں۔ لیکن پھر بھی دھرم ہی کی وجہ سے ہم نے راون سے زبردست راچھس کو ہلاک کیا۔ راجہ لوگ بھی پرارتھنا کرتے ہیں کہ آپ کے درشن سے ہم لوگ کرتارتھ ہوئے۔ غرضیکہ کل راجوں کو رخصت کر دیا۔

سرگ ۷۴

بندروں میں زیور اور جواہرات کی تقسیم

بھرت۔ لچھمن۔ ستر ہن راجوں کو پہنچا کر اجودھیا جی میں پہنچ گئے۔ اور ہنسی خوشی رہنے لگے۔ سری رامچندر کو جس قدر خراج دوسرے راجوں نے بھیجا تھا۔ یا جسقدر دولت غیر ملکوں سے نذر میں وصول ہوئی تھی۔ کچھ اپنی طرف سے ملا کر سگریو کو عطا فرمایا اور کہا کہ کشکندھا پور پہنچکر تقسیم کر دیجئے۔ بعد اس کے ایک زانو پر انگد کو اور دوسرے پر ہنومان کو بٹھا کر سگریو کو فرمایا کہ ہنومان تمہارے منتر اور انگد تمہارے پُتر ہیں۔ آپ کے حکم مانتے رہے۔ اور ہمارا بھی کام کیا۔ ان پر مراحم خسروانہ مبذول رکھئے گا۔ آپ کے سپرد ہیں۔ اِن کا دل دُکھنے نہ پائے۔ یہ کہہ کر اپنے بدن کی پوشاک اُتاری۔ ہنومان اور انگد کو پہنائی۔ زیور اور قیمتی پوشاکیں بندروں میں تقسیم کی گئیں۔ مہاراج کا قول تھا۔ کہ ہمارے لئے تم نے جانِ شیریں کی پرواہ نہ کی۔ سُکھ میں سب شریک ہوتے ہیں دُکھ میں کوئی نہیں ہوتا۔ تم نے ہماری مصیبت بھی مصیبت اُٹھائی۔ بندروں کو اجودھیا جی میں رہتے بہت دن گذر گئے۔ مگر مہاراج کی کرپا سے اتنا بڑا زمانہ معلوم بھی نہ ہوا۔ کسی کو جانے کی ہوش نہ تھی۔ سری مہاراج سمجھ حال تاڑ گئے۔ فرمایا۔ اگر ابھی جانا منظور نہیں۔ تو دو مہینے اور رہ جاؤ۔ سبھوں نے بخوشی قبول کیا۔ اجودھیا پوری میں نت نئے جلسے ہونے لگے۔

سرگ ۴۸
ہنومان جی کا پریم اور رامچندر جی کی فہمائش

سری رام بھگوان ایک روز سگریو سے بولے۔ اب آپ کسکندھا پوری میں جائیں۔ لیکن انگد اور ہنومان جی کو بہت اچھی طرح رکھنا۔ بندروں کے ساتھ محبت سے پیش آنا۔ راج کا غرور سر میں نہ سمانے پاوے۔ یہ لوگ ہمارے بڑے پریمی ہیں۔ ان لوگوں نے میرے واسطے جان تک دے دی۔ یہ کہہ کر سگریو کو چھاتی سے لگایا۔ بعد اس کے ببھیکن کو گلے لگا کر بہت سمجھایا کہ آپ بھی لنکا میں جا کر دھرم شاستر کے اصولوں سے راج کیجئے۔ رعیت پروری اور مسافر نوازی کے طریقے ہاتھ سے نہ جانے پاویں۔ کوبیر آپ کے بڑے بھائی ہیں۔ اُن کی توقیر اور منزلت کا لحاظ رکھنا۔ ہماری یاد دل میں بنی رہے۔ مہاراج کی باتیں سُنکر سب ہی نے آنسوؤں کے ساتھ اجودھیا پوری چھوڑی۔ ہنومان جی نے ہاتھ جوڑ کر التماس کیا۔ مہاراج چاہتا ہوں کہ ہمیشہ آپ کی خدمت میں رہوں۔ سچا پریم آپ کے قدموں میں بنا رہے۔ اور جب تک آپ کی کتھا دنیا میں سمجھائی جائے تب تک میں بھی سریر کو نہ تیاگ کروں۔ جہاں جہاں جس جس شہر میں آپ کا چرتر برنن ہو۔ میری پہنچ ہو جائے اور میں آنند سے سُنا کروں۔ آپ کی کتھا یا جو باتیں آپ کی شان میں سنوں۔ آپ سے کہہ دیا کروں۔ سری مہاراج نے خوش ہو کر اپنے گلے کا مالا ہنومان جی کو پہنا دیا۔ اور کہنے لگے۔ جو تم کہتے ہو ایسا ہی ہوگا۔ جبتک ہماری کتھا دنیا میں برنن ہوگی۔ تم جیتے رہو گے۔ اور جب کتھا کا چرچا اٹھ جائیگا۔ تب مجھ میں لین ہو جاؤ گے۔ تم نے ہمارے ساتھ بڑی بھلائیاں کی ہیں۔ اس کا معاوضہ ہو نہیں سکتا۔ اگر جان بھی نذر کروں تو بھی کم ہے۔ ہمیشہ کے لئے تمہارا مقروض رہا۔ یہ کہہ کر دوسرا مالا بیند رج من کا ہنومان جی کے گلے میں پہنا دیا۔ جیسا تم نے کہا ہے۔ ایک ایک بات سو سو دفعہ بسرو چشم منظور ہے۔ مہاراج کی آنکھوں میں پریم کا جل بھر آیا۔ اور پھر گلے سے لگایا۔ غرضیکہ بندر۔ سگریو۔ ببھیکن اور انگد اپنے اپنے استھان پر چلے۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ جتنے بندر ہیں۔ اپنی جان چھوڑ کر اجودھیا جی سے چلے جا رہے ہیں۔

سرگ ۴۹
بھرت کی پرارتھنا

جب سب رخصت ہو چکے۔ اور سری مہاراج بھائیوں کے ساتھ رعیت نوازی میں مصروف ہوئے۔ لیتھپ بوان سر ادب رکھ کے رامچندر جی سے کہنے لگا۔ کہ کوبیر جی کی اجازت سے آپ کے

پاس آیا تھا۔ چاہتا ہوں۔ کہ آپ کی خدمت میں ہمیشہ رہوں۔ سری مہاراج بولے کہ کوبیر اپنے مالک کے کہنے سے آئے تھے۔ میں روک نہیں سکتا۔ جانا چاہیئے۔ یہ کہہ کے پھول اور آخپت سے پوجا کی۔ اور بوان رخصت کر دیا۔ چلتے وقت یہ کہدیا تھا۔ کہ جب ہمیں ضرورت ہوگی۔ یاد کریں گے۔ تم بھی آجانا۔ تم ہمیشہ رہو گے۔ ناس نہ ہوگا۔ مہاراج ہر ایک کو رخصت کر کے سر جھکائے ہوئے بیٹھے تھے بھرت جی ہاتھ جوڑ کر سری مہاراج کی استتی کرنے لگے۔ آپ اشوومیدھ جگ کرتا ہیں۔ آپ کے راج میں ہر شخص آنند اور خوش ہے۔ دیوتے بھی آپسمیں پریم رکھتے ہیں۔ ٹھنڈی ہوا بہہ رہی ہے۔ موقع موقع پہ پانی برستا ہے۔ دنیا میں آپ کا جس پھیل گیا۔ کہ رام چندر بڑے دھرماتما اور جتی ہیں۔ رامچندر بھرت کی باتوں سے بہت آنند ہوئے ۔

سرگ ۵۰

سری مہاراج کا طرز معاشرت

رامچندر نے سوچا کہ گرہست دھرم میں رہ کر بھی رشیوں کا کرم کرنا مناسب ہے۔ اب اشوک باٹکا میں گئے۔ جہاں ہرے بھرے درخت باغ باغیچہ اور پھلواریاں لگی تھیں پھول پھلوں سے ڈالیاں جھک رہی تھیں۔ طائروں کے چہچہوں اور جانوروں کی میٹھی میٹھی بولیوں سے امنگ پیدا ہوتی تھی۔ رشیوں نے پرندوں کا روپ بھرا۔ اور درختوں پر بیٹھ کر سریلی آواز سے ہری بھجن کرتے تھے۔ جسطرح اندر کا نندن بن اور برہما کا چیتر بن ہے۔ ویسے ہی رامچندر کی اشوک باٹکا تھی۔ رامچندر۔ لچھمن۔ بھرت اور ستروگھن چاروں بھائی سیتا کے ساتھ سیر کرتے جاتے ہیں۔ طبیعت کو آنند ہوتا ہے۔ دماغ میں تازگی رہتی ہے۔ دل میں پاکیزہ خیالات عود کرتے ہیں اس طرح سری مہاراج ہمیشہ راج دھرم اور رشی کرم میں مشغول رہتے تھے۔ ملازموں کا دستور تھا۔ کہ شکار کے لئے کچھ دور نکل جاتے۔ خوبصورت ہرنوں کا شکار کر کے سری مہاراج کے سامنے پیش کرتے دیوتا اور رشی گندھرب اور کنہر اجودھیا پوری میں باس لے کر بہا کرتے ہیں۔ برہمنوں کو دچھنا ملتی ہے۔ غرضیکہ ہر طرح کا سکھ اور عیش تھا۔ سری مہاراج تپسیا بھی کرتے تھے۔ صبح سے دوپہر تک دھرم چرچا اور بعد دوپہر کے راج کاج دیکھتے تھے۔ دس ہزار برس اس طرح سے گذر گئے۔ اور سری جانکی جی بھی دن بھر دیو کرم اور پوجا پاٹ اور ماتاؤں کی سیوا میں رہا کرتی تھیں۔ شام سے رات بھر پوشاک بدلی اور زیوروں سے آراستہ ہو کر سری مہاراج کی خدمت میں رہتی۔ ایک دفعہ سری مہاراج کی نظر سری جانکی جی پر پڑی۔ معلوم ہوا۔ کہ مہارانی گربھ وتی ہیں۔ مہاراج خوش ہوئے فرمایا کہ اولاد ہوگی۔ جس چیز کی تمنا ہو مانگ لو۔ بالمیک جی کہتے ہیں کہ جب عورت حمل سے ہوتی

ہے۔ ہر ایک چیز کو جی چاہتا ہے۔ اِس وقت اچھی چیز اور نفیس کھانے دینا چاہئیں۔ اگر ایسا نہ کیا جائے۔ تو اولاد اچھی نہیں ہوتی۔ اور حمل کا بھی اسقاط ہو جاتا ہے۔ مہارانی جی زیرِ لب مسکرائیں۔ فرمایا کہ اور کس بات کی تمنا ہے۔ رشیوں اور اِن کی استریوں کے درشن چاہتی ہوں۔ درشن ہونے سے بتیجسی پُتر ہوگا۔ آپ کہیں تو ایک رات کے لئے جاؤں۔ اور درشن کر کے چلی آؤں۔ مہاراج بولے بہت اچھا۔ صبح چلے جانا ۔

سرگ ۵۱

سری مہاراج کے حق میں رعیت کے خیالات

دوسرے روز مہاراج دربار میں بیٹھے ہیں۔ دربار لگا ہے۔ ماہرین علوم وید و شاستر قرینے سے اپنی نشستگاہوں پر متمکن ہیں۔ سری مہاراج نے سوال کیا۔ کہ ہم چاروں بھائی بھرت۔ لچھمن۔ ستروہن اور کیکئی کے حق میں لوگوں کا کیا خیال ہے۔ ہر کہ سب دم بخود ہیں۔ بھدرا نامی منتری نے قفلِ سکوت توڑا۔ کہ آپ کا جس عالمگیر ہے۔ ہر کہ و مہ کی زبان سے آپ کی شانِ مبارک میں اچھے ہی کلمے نکلتے ہیں۔ زہے نصیب ہمارے کہ ایسا دھرماتما راجہ ہم کو ملا۔ اور راون ایسا زبردست راچھس مارا گیا۔ پھر رامچندر نے پوچھا۔ سچ کہتے ہو مگر ہمیں اطمینان نہیں ہوتا۔ تم کل باتیں کہو۔ چاہے اچھی بات ہو یا بُری۔ اگر کسی نے نندیا کی ہو تو بھی کہدو۔ چھپاؤ نہیں۔ میں اچھی باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ بُری باتوں سے اعتراض رکھوں گا۔ سبھا کے لوگ ایک زبان ہو کر آداب کے ساتھ بولے کہ آپ جیسا دھرماتما اور تیجسی سنسار بھر میں کوئی نہیں۔ آپ نے سمندر کو باندھا اور راون پریوار سمیت مارا گیا۔ انسان کیا جانور تک آپ کے دھرم کرم پر شیدائی ہیں۔ اکثر لوگوں کا یہ خیال ہے۔ کہ جانکی جی راون کے گھر رہیں۔ راون راچھس تھا۔ ضرور عصمت پر دھبہ لگا ہو گا۔ مگر رامچندر نے سیتا کو قبول کر لیا۔ ہم لوگ بھی اپنی عورت سے لاکھ کوئی کام خراب کرے۔ عزت حرمت میں دھبہ لگائے مگر ہم اُس کی عصمت کے معترف رہیں گے۔ کیونکہ جو کام راجہ سے ہوتا ہے۔ رعیت بھی کرتی ہے۔ یہ معاملہ اچھا دھبا کیا دنیا بھر میں افشا ہو چکا۔ سری مہاراج اِن باتوں سے مرعیب ہوئے۔ کہ واقعی یہ کلنک چھوٹنے کا نہیں ہے۔ دربار برخواست ہوا۔ اور حاضرین اپنے اپنے مکانوں پر جاتے ہوئے۔

سرگ ۵۲

سری مہاراج کی تجویز

سری مہاراج نے چوبدار بھیج کر بھرت۔ لچھمن اور ستروگھن کو بلوایا۔ یہ سنتے ہی اُٹھ کھڑے ہوئے اور آ کر سری مہاراج کی قدمبوسی کی۔ تینوں بھائی استادہ ہیں۔ مہاراج کے چہرے پر افسردگی برس رہی ہے۔ آنکھوں سے متواتر قطرے آنسوؤں کے گر پڑتے ہیں۔ یہ حال دیکھ کر بھائیوں نے سبب پوچھا۔ کہ خلاف شان مزاج کیوں مکدر ہے۔ آج تک ایسی حالت میں دشمنوں کو نہیں دیکھا ہے۔ کیا ہم سے کچھ خطا ہوئی۔ آپ تنبیہ کیجئے۔ سر نیاز حاضر ہے۔ نوازش کیجئے۔ سری مہاراج نے بھائیوں کو چھاتی سے لگایا۔ پر تکلف آسن بچھے تھے۔ بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ اور کہنے لگے کہ یہ راج پاٹ جو کچھ ہے تمہارا ہے اور تم دانندۂ وید شاستر ہو۔ ودیادان ہو۔ تمیز پر بھی پہنچ سکے۔ نیک و بد دیکھ سکتے ہو۔ ایسی بات کرنا چاہیئے۔ کہ دنیا میں نیک نامی کے ساتھ نام قائم رہے۔ اور نیک نامی اگر تم لوگ چاہو تو مل سکتی ہے۔ تینوں بھائی دل ہلا دینے والی بات سُنکر ضبط کر گئے۔ جواب نہ دیا۔ چہرے کی رنگت بدل گئی۔ مگر کسی کی جرأت نہ پڑی کہ سری مہاراج سے پوچھتے۔ کہ آخر وجہ کیا ہے۔

سرگ ۵۳

سیتا جی کی جلاوطنی کی تجویز

سری مہاراج نے تقریر بیان کیا۔ کہ ہمارے حق میں رعایا کے خیالات اچھے نہیں۔ اور میں نے اکشواک بنس میں جنم لیا ہے۔ یہ کلنک داغ یوں تو چھوٹنے کا نہیں۔ جب تک اس کے چھڑانے کی تدبیر نہ ہو۔ بھائی لچھمن تم جانتے ہو کہ ڈنڈکارن بن سے راون سیتا کو ہر لے گیا تھا۔ اور میں بھی اُن کے غم میں محزون ہو رہا تھا۔ میں نے سوچا تھا۔ کہ اسی وقت چھوڑ دوں۔ اور اسی لئے تمہارے سامنے جانکی آتشکدہ میں جھونک گئی۔ چونکہ اُن کی عصمت میں دھبہ نہ آیا تھا۔ پاک المقدس آگ سے ایک رونگٹا بھی جلا نہیں۔ آکاش بانی بھی ہوئی۔ کہ سیتا بے قصور ہیں۔ سورج اور چاند نے بھی اُن کی پاکدامنی کی شہادت دی۔ دیوتے اور بڑے بڑے رشیوں کا بھی خیال رہا کہ سیتا بے قصور ہیں۔ تب ہم نے خوب جان لیا۔ تب اجودھیا میں لائے۔ زبان کسی کی تو روکی نہیں جا سکتی۔ کسی کسی شخص کا خیال ایسا بھی ہے۔ کہ سیتا راون کے گھر میں بچ نہ سکی ہوں گی۔ دیکھو دنیا میں جس چیز کا ذکر زیادہ کریں۔ تو وہ نرک کا مستحق ہے۔ اور جو سب کے پسند ہے۔ وہ ایشور کے بھی پسند ہے۔ اسی وجہ سے دھرم اور کیرتی کرتے ہیں۔ میرا دھرم تو جاتا رہا۔ ہاں بچاؤ کی ایک صورت ہے۔ جانکی جی کو چھوڑ دوں۔ تو دھرم قائم رہ سکتا ہے۔ بھائی ستروگھن سے لکشمن کا کہ جانکی جی کو جنگل میں چھوڑ آؤ۔ اور تم ہماری بات کا جواب نہ دینا۔ اور نہ اسی میں

متحمل ہونا۔ اگر تم نے اِس میں کچھ تبیل وقال کی۔ تو ہم تمہاری محبت چھوڑ دیں گے۔ تمہیں ہماری قسم ہے۔ خبردار کوئی بات نہ نکالنا۔ جو اِس معاملے میں خلل انداز ہوگا۔ وہ ہمارا دشمن ہے جانکی جی کے جانے میں کوئی افسوس نہیں۔ کیونکہ ہم سے کہہ چکی ہیں۔ کہ رشیوں کے درشن کے لئے جاؤنگی بہانہ بھی ٹھیک ہے۔ جانکی کو لے جاؤ۔ اور جنگل میں چھوڑ دو۔ سری مہاراج یہ کہہ کر چپ رہے۔ اور تینوں بھائیوں کی آنکھوں سے آنسوؤں کی دھارا بہنے لگی ؛

سرگ ۵۴

سیتا جی گنگا گھاٹ پر

لچھمن جی سومنتر کے پاس گئے۔ رتھ تیار کرو۔ رامچندر کا حکم ہے۔ کہ سیتا کو رشیوں کے درشنوں کے لئے جنگل پہنچا دو۔ سومنتر نے رتھ حاضر کر دیا۔ اور لچھمن جی اور سیتا کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ پابوسی کی اور ہاتھ جوڑ کر عرض پیرا ہوئے۔ جگت جننی مہارانی آپ کو رشیوں کے درشنوں کی ابلاکھ ہے۔ رتھ حاضر ہے۔ سوار ہو جیئے۔ سیتا جی خوشی خوشی اٹھ کھڑی ہوئیں۔ بہت سا زیور و نفیس پوشاکیں لے کر سامان اکٹھا کیا۔ رشیوں کی عورتوں کو دیا جائے گا۔ قسم قسم کے کھانے پکوان مٹھائی تیار ہی لے لی۔ اور لچھمن جی کے ساتھ رتھ پر سوار ہوئیں۔ چلتے وقت شگون بد ہونے لگے۔ بائیں آنکھ پھڑکنے لگی۔ سیتا جی کو پس و پیش ہوا۔ کیا کوئی آفت آنے والی ہے۔ لچھمن جی سے پوچھا سری مہاراج کا مزاج تو اچھا ہے۔ ماتا کوشلیا۔ کیکئی۔ سمترا آنند سے ہیں۔ رعیت کو کسی طرح کا دکھ تو نہیں۔ سیتا جی نے کہا۔ ہاں اِس وقت تک تو خیر صلاح ہے۔ آئندہ کا حال معلوم نہیں۔ سیتا جی رتھ پر سوار ہوئیں۔ پہلے روز گومتی کے کنارے قیام ہوا۔ دوسرے روز گنگا جی پہنچ گئے۔ لچھمن جی کے آنسو نکل پڑے ہچکیاں بندھ گئیں۔ ضبط نہ ہو سکا۔ چیخ مار کر رونے لگے۔ گریبان چاک کیا۔ افسوس ہائے افسوس کے سوائے اور کچھ منہ سے نہ نکلتا تھا۔ سیتا جی سمجھانے لگیں۔ تم کیوں واسطے روتے ہو۔ ہماری بہت دنوں سے گنگا اشنان کرنے کی ابلاکھ تھی۔ ایشور نے پوری کی۔ اور تم کو سری مہاراج کی خدمت سے علیحدہ ہوئے دو ہی دن ہوئے ہیں۔ اِس قدر جدائی گوارا نہیں ہوتی۔ مجھے بھی سری مہاراج کی الفت ہے۔ مگر دھرم کی وجہ سے دل بے قابو ہے۔ صبر ہاتھ سے دے رہا ہے۔ دھرم بڑی چیز ہے۔ طبیعت کیوں نڈھال کئے دیتے ہو۔ جلد جلدی سے اشنان کریں۔ رشیوں کے درشن ہوں اور اپنے گھر واپس چلیں۔ لچھمن جی نے کچھ جواب نہ دیا۔ اور ایک ملاح کو بلایا اور سیتا جی کو کشتی پر سوار کر کے اُس پار اُتار دیا ؛

سرگ ۵۵

سیتا جی کو لچھمن جی کی فہمائش

سومنت رتھ لئے اس پار کھڑے ہیں۔ اور لچھمن جی جانکی کو سمجھاتے ہوئے گنگا پار
اُترے۔ اشک رواں ہیں۔ دل دو نیم۔ مہا بائی۔ پیاری۔ شری مہاراج نے آپ کو جلا وطن کر دیا۔
بہت سے لوگوں کا خیال ہے۔ کہ آپ راچھس کے گھر رہیں۔ یہ کلنک مہاراج سے سہا نہیں گیا۔ ماتا
میں بالکل بے قصور ہوں۔ نوکر کو بندگی بجا لانے میں کیا عذر۔ مہاراج کی آگیا ماننی پڑی۔ کہتے
کہتے لچھمن کا گلا بھر آیا۔ دھاڑیں مار کے رونے لگے۔ سیتا کے کبھی آنسو نہ تھمتے۔ دل اُمنڈ آیا بولیں
یہ تو بتاؤ۔ مہاراج کی طبیعت تو اچھی ہے۔ دشمنوں پہ کچھ آفت تو نہیں آئی۔ شری مہاراج
نے مجھے کس نگاہ سے دیکھا۔ ہماری قسم ہے۔ سچ سچ بتاؤ۔ لچھمن جی نے سر جھکا لیا۔ اور سارا حال
بیان کرنا شروع کیا۔ رامچندر جی سبھا میں بیٹھے تھے۔ آپ کا ذکر خیر آیا۔ اکثر لوگوں کی زبانی آپ
پر کلنک کے دھبے سُنے گئے۔ مہاراج نے مجھے آگیا دی۔ سیتا جی کے چال چلن پر لوگوں کو خیال
ہے۔ اسلئے جانکی جی کو گنگا کے اُس پار جہاں رشیوں کے استھان ہیں چھوڑ آؤ۔ آپ جائیے۔
کوئی تکلیف نہ ہوگی۔ رشیوں کے استھان ہیں۔ بالمیک جی کے درشن کیجئے۔ اور شری مہاراج
کی دل میں یاد رکھئے۔ بالمیک جی آپ کو دُکھی نہ ہونے دیں گے۔ کیونکہ پتا دسرتھ جی کے بڑے
پیارے متر ہیں۔

سرگ ۵۶

جانکی جی کی آہ وزاری اور لچھمن جی کی واپسی

لچھمن جی کی گفتگو سُنکر سیتا جی کا کلیجہ پاش پاش ہو گیا۔ قسمت پر شاکر ہو کر کہنے
لگی۔ برہما نے دُکھ دینے کے واسطے ہم کو پیدا کیا ہے۔ اور برہما کا کیوں نام لوں۔ مجھ سے ضرور
جنم میں کوئی بڑا بھاری اپرادھ ہو گیا ہے۔ تبھی تو شری مہاراج نے بے قصور خدمت سے علیحدہ کر
دیا۔ اس سے پہلے بہت سی مصیبتیں اُٹھائیں۔ دُکھ جھیلے۔ لیکن شری مہاراج کے پاس رہنے سے
کوئی تکلیف نہ ہونے پائی۔ دُکھ میں سُکھ رہا۔ لچھمن جی جب رشی لوگ ہم سے پوچھیں گے۔ کہ رامچندر
نے کس وجہ سے نفرت ظاہر کی اور تم کو چھوڑ دیا۔ تو میں کیا جواب دونگی۔ بس مناسب یہی ہے۔ کہ
گنگا میں ڈوب مروں۔ پھر خیال آتا ہے۔ کہ گربھ میں راج ہنس ہے۔ وہ نشٹ ہو جائے گا۔
سو میں دُکھ بھوگوں گی۔ ساس سے میری طرف سے ہاتھ جوڑنا کہ ہم سے جو کچھ ہوئی ہوگی معاف کریا

اور سری مہاراج سے اپنا ضرور کہہ دینا۔ کہ آپ انترجامی ہیں۔ نیک وبد چھپا نہیں۔ میرے ناموس پر کوئی دھبہ نہ تھا۔ مگر جاہلوں کے کہنے سے ہم کو چھوڑ دیا۔ اب میرا سوال یہ ہے۔ کہ جھوٹ موٹ کلنک لگانے سے تو آپ ڈرتے ہیں۔ مگر حاملہ عورت کو چھوڑ دینا کتنا بھاری پاپ ہے۔ جانکی جی کہتے کہتے چپ رہیں۔ اور لچھمن جی بحر غم میں ڈوبے ہوئے ناؤ پر سوار ہو کر گنگا اس پار چلے آئے۔

سرگ ۵۷

سیتا جی بالمیک کے آشرم میں

سیتا جی با دل حزیں روتی ہوئی آگے بڑھیں۔ رشیوں کے لڑکوں نے بالمیک جی سے خبر کی۔ ایک عورت بہت خوبصورت رو رہی ہے۔ اس کی صورت دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ کسی دیوتا کی استری ہے۔ اور نہ ایسے دکھ اٹھانے کے قابل ہے۔ آپ چل کر دیکھیں تو سہی۔ یہ سنکر بالمیک جی چلے آئے۔ سیتا جی کو دیکھتے ہی پہچان لیا۔ کہ یہ تو سری مہاراج کی بھاوج ہیں۔ رشی جی نے پوچھا تمہاری قسمت نے زور دکھایا۔ جو تم یہاں آئیں۔ اور تمہارے آنے کی وجہ میری سمجھ میں آگئی۔ اور جوگ مایا سے یہ بھی جانتا ہوں۔ کہ تم بے عیب ہو۔ اسلئے میرے استھان پر چلو۔ اور منی خوشی رہو۔ رشیوں کی عورتیں آپ کی سیوا کریں گی۔ راجہ دسرتھ ہمارے مِتر تھے۔ تو جیسا استھان راجہ دسرتھ کا ہے ویسا ہی یہ استھان ہے۔ یہاں رہنے سے تم کو کلنک نہ لگیگا۔ سیتا جی بالمیک کے قدم چھو کر ساتھ ہولیں اور اس کے استھان پر آئیں۔ بالمیک جی نے اپنے استھان پر دم تارا۔ اور جانکی جی گورو کے برابر بالمیک جی کے چرنوں کی سیوا کرنے لگیں۔

سرگ ۵۸

سومنت اور لچھمن کی گفتگو

ادھر لچھمن جی اس پار آئے۔ اور سومنت سے رو رو کر کہنے لگے۔ کہ سیتا کے نکال دینے سے مہاراج بدنام ہو گئے۔ کیونکہ رامچندر نے رشیوں کا کہنا ٹال دیا۔ اور جانکی جی ایسی پت برت عورت کو نکال باہر کیا۔ جب سری مہاراج پرار بدھ کو مقدم جانتے ہیں۔ دوسروں کی کیا گنتی۔ پہلے کٹنب پروار۔ پتا اور ماتا کو چھوڑ کر دھرم کے لئے ڈنڈکارن بن میں گئے۔ اور اب سیتا جی کو بدنامی کا خیال کر کے چھوڑ دیا۔ سومنت سمجھانے لگے۔ کہ لچھمن تم کیوں رنج کرتے ہو۔ اس کو پہلے ہی جان چکا۔ کہ رام چندر دکھ اٹھائیں گے۔ اور نہ اس کو کوئی جھوٹا کرنے والا ہے۔ اگر تم بھرت سے

نہ کہہ سکو۔ تو میں سب حال کہہ دوں۔ یہ خیال رہنا چاہیئے۔ اور کسی کے کان میں ایسی بھنک نہ پڑنے پاوے۔

سرگ ۵۹

سومنت کی زبانی راجہ دسرتھ کے مخفی اسرار

سومنت نے ایک دفعہ چھیڑا۔ کہ درباسا رشی اتری من کے بیٹے بشسشٹ جی کے استھان پر بیٹھے تھے۔ اور ہمارے پتا بھی ہمیں ساتھ لئے بشسشٹ جی کے درشنوں کے واسطے گئے۔ راجہ دسرتھ پہلے سے براجمان تھے۔ رشیوں سے سوال کیا۔ کہ ہمارے لڑکوں کے کتنی اولاد ہوگی۔ اور رامچندر کی عمر کتنی ہے۔ اور اس کی اولاد کتنی ہوگی۔ ہمارے خاندان والے دھرم پر چلیں گے یا نہیں۔ بشسشٹ جی کے یہاں بہت سے رشی بیٹھے ہوئے تھے۔ دھرم چرچا ہو رہا تھا۔ درباسا رشی نے جواب دیا۔ کہ دیواسر سنگرام میں راچھسوں کی فتح اور دیوتاؤں کی شکست ہوئی۔ برہسپت جی کی مدد سے پھر دیوتوں نے دیتوں پر چڑھائی کی۔ یلغار بول دیا۔ نشاچر بھاگ گئے۔ ان دنوں شکراچارج دیوتوں کے گرد سمادھ لگائے بیٹھے تھے۔ دیت شکست کھا کر بھرگ رشی کی پناہ میں آئے۔ بھرگ جی نے دعا دی۔ تم لوگ بے خوف رہو۔ جب تک دیوتا اپنی حالت سنبھالیں۔ تب تک راچھس اور بڑھ گئے۔ اندر نے دیتوں پہ دھاوا کیا۔ کشت و خون ہوا۔ لیکن راچھسوں پر فتح نہ پا سکے۔ لاچار اندر جی بشن کے پاس گئے۔ اور سب حال کہا۔ بشن نے غصے سے سودرشن چکر کو اشارہ کیا۔ اس سے بھرگ رشی کی اہلیہ کا سر کاٹ لیا۔ اتنے میں بھرگ آ گئے۔ استری کو مرا دیکھ کر بشن کو سراپ دیا۔ اے بشن عورت کا مارنا بول ہی برا ہے۔ اور اس پر برہمن کی استری۔ اسلئے انسان کے جامے میں تمہارا اوتار ہوگا۔ اور تم مایا میں پھنس جاؤ گے۔ عورت سے جدائی ہوگی۔ اس کے ہجر میں انسانوں کی طرح سر پہ ہاتھ رکھ کر روؤ گے۔ یہ سراپ سنکر مسکرا دیئے۔ سراپ قبول کر لیا۔ اور بھرگ جی نے پشیمان ہو کر معافی مانگی۔ بشن جی بولے۔ اس سراپ سے تو پرتھی کا اودھار ہوگا۔ سوچ کیوں کرتے ہو۔ دنیا کا بھلا ہوگا۔ اے راجہ دسرتھ! سری رامچندر بشن بھگوان کا اوتار ہیں۔ ہزاروں برس راج کریں گے۔ سیتا جی کے گربھ سے دو لڑکے بڑے بیتجسی ہوں گے۔ یہ کہہ کے درباسا جی کہنے لگے اب ہم جانتے ہیں۔ بشسشٹ جی تمہاری باتوں کا جواب دیں گے۔ راجہ دسرتھ نے درباسا کی باتیں دل میں رکھ لیں۔ کہ پراربدھ بڑی چیز ہے۔ راجہ دسرتھ نے یہ جواب ہم سے کہا۔ اور ہم نے آج تک اپنے سینے میں چھپائے رکھا۔ اے لچھمن تم بھی کسی سے نہ کہنا۔ اس کے بعد بشسشٹ جی بولے۔ کہ رامچندر کے دو لڑکے جنگل میں ہوں گے۔ انہیں وجوہ سے سری مہاراج

کو دُکھ بھوگنا پڑا۔ لچھمن جی تم سوچ مت کرو۔ یہ ایشور کے کارخانے ہیں۔ جو پراربدھ کہتی ہے۔ ہونا ہے۔ لچھمن جی کی ان باتوں سے تلافی ہو گئی۔ اور گینتی ندی سے اتر کے اجودھیا کے قریب پہنچ گئے۔ اور سری مہاراج سے کل حال کہہ دیا۔

سرگ ۶۰

اجودھیا جی میں لچھمن جی کی واپسی

آپ کی آگیا سے جانکی جی کو گنگا پار چھوڑ آیا۔ آپ فکر نہ کریں۔ کیونکہ شنی ٹلتی نہیں۔ جو چاہتی ہے کرا دیتی ہے۔ جو پیدا ہوا۔ مریگا۔ جب یہ معلوم ہے۔ تو عقلمندوں کو چاہیئے۔ کہ عورت دھن دولت سے نہ تو محبت کرے۔ نہ ذکار بناوے۔ آپ سے لوگ شاکی ہوں گے کہ جانکی کو عبث نکالا لیکن جواب یہی ہے۔ کہ پراربدھ میں جو بدا تھا۔ ہوا۔ سری مہاراج نے کہا۔ واقعی تمہارا کہنا بہت سچ ہے ؂

سرگ ۶۱

لچھمن جی اور سری رامچندر کی باتیں

رامچندر یہ کہتے ہیں۔ کہ راجہ کا یہ دھرم ہے۔ کہ پروہت اور لڑکے پریوار اور پرجا کی رچھیا کرتا رہے۔ جو راجہ راج کاج میں دل نہیں لگاتا۔ اور انصاف نہیں کرتا۔ آج کا کام کل پر اٹھا رکھتا ہے۔ قیمتی وقت برباد کرتا ہے۔ اس کا نقل بڑا نہیں لگتا۔ ایسے راجہ نرک میں پڑتے ہیں۔ ایک راجہ نرگ نامی تھے۔ برہمنوں کی سیوا بہت کرتے تھے۔ گئو دان ہر روز ہوتے تھے۔ ایک روز اشنان کرنے کے بعد برہمنوں کو بہت سی گئو دان کیں۔ برہمنوں کو سنکلپ ہو چکے۔ گئو لے کر اپنے اپنے گھر گئے۔ دوسرے روز اتفاق سے دوسری گئوؤں کے ساتھ جو گئو سنکلپ ہو چکی تھی بھول سے دوسرے برہمن کو دان کر دی۔ جس برہمن کے نام پر وہ گئو سنکلپ ہوئی۔ وہ کنکھل دیش کا رہنے والا تھا۔ جب اپنے گھر گیا۔ تو دوسرے برہمن سے کہا۔ یہ گئو ہم کو ملی ہے۔ دوسرا برہمن بولا کہ ہم کو دی ہے۔ دونو میں حجت و تکرار بڑھی۔ یہاں تک کہ راجہ نرگ کے پاس فیصلہ چکانے گیا۔ عرض کیا۔ یہ گئو آپ نے کس کو دی ہے۔ راجہ الجھیڑے میں پھنسا۔ کہ عجب قسم کا مقدمہ پیش آیا۔ برہمنوں کو ٹالا کہ سوچ کر جواب دیا جاوے گا۔ برہمن بہت دن ٹھکے رہے۔ جواب مکمل نہ ملا۔ تب دونو نے سراپ دیا۔ کہ ہزاروں برس بے آب و دانا آکاس سے گرگٹ کی طرح رہوگے۔ جب کرشن اوتار ہوگا۔ تب گرگٹ جون سے نجات پاؤ گے۔ اور کرشن

اوتار دواپر کے انت میں اور کلجگ کے شروع ہونے پر ہوگا۔ پاپیوں کے بوجھ سے پرتھی پڑٹت ہو جائیگی۔ تب لشمن جی کرشن اور ارجن نام سے اوتار لیں گے۔ اور ہمارا ادھار ہو جائیگا۔ یہ سراپ دے کر دونوں برہمنوں میں میل ہو گیا اور گؤ سنہرے برہمن کو دے دی۔ اے لچھمن جو راجہ انصاف نہ کرے اور غریبوں کی فریاد نہیں سنتا۔ اپرادھیوں کی سزا سے ہاتھ کھینچ لیتا ہے۔ اور بے قصور بیچارے سزا پاتے ہیں۔ اس راجہ کا حال راجہ نرگ کا سا ہوگا۔ تم راج کو دیکھو اور ایسی تدبیر دل کا جو کہ بلا قصور سزا نہ پائیں۔ فریادی اپنی داد کو پہنچیں ؎

سرگ ۶۲

راجہ نرگ کا اتہاس

سری مہاراج کی باتیں سنکر لچھمن نے ہاتھ جوڑ کر عرض کیا کہ مہاراج راجہ نرگ بے قصور تھا۔ دانستہ فعل کا مرتکب نہیں ہوا۔ برہمنوں نے ناحق سراپ دیا۔ سری مہاراج بولے کہ وہ برہمن نہ تھے۔ ایک نارد تھے۔ دوسرے پربت رشی۔ برہمن روپ سے راجہ نرگ کی آزمائش منظور تھی۔ جیسا ہمارا ارادہ تھا ولیسا ہی کھیل۔ اب آگے ان برہمنوں سے ڈرنا چاہئیے۔ یہ بڑے نازک مزاج ہوتے ہیں ان کا کلیجہ کڑی باتوں کا متحمل نہیں۔ ذرا سی بات پر بگڑ جاتے ہیں۔ اس لئے تم نشیب و فراز کے لئے رہو۔ ان کی تلون مزاجی سے ہوشیار رہو۔ سراپ ہونے پر راجہ نرگ نے عزیز و اقربا کو سمجھایا۔ لسو ہمارے پتر کو راج دے دو۔ اور ہمارے واسطے تین کوپ کھدا دو۔ ایک میں برسات۔ دوسرے میں جاڑا اور تیسرے میں گرمی۔ سرایت نہ کر سکے۔ اسی میں اب رہیں گے۔ کوپ کے چاروں طرف پھلواڑی لگی ہو۔ جب تک کرشن اوتار نہ ہوگا۔ اسی میں بس کروں گا۔ پھلواڑی ڈیڑھ جوجن لمبی چوڑی ہو۔ راجہ نرگ لسو اپنے لڑکے کو راج دیکر فہمائش کرنے لگا۔ بیٹا راج دھرم بہت مشکل ہے۔ رعیت کا دل نہ دکھانا۔ چھتری دھرم سے قدم نہ ڈگنے پائے۔ دیکھو ذرا سی چوک سے یہ لاگت ہماری ہو گئی۔ برہمنوں کا دل بہت نازک ہے۔ تھوڑی سی بات پر سراپ دے دیتے ہیں۔ کچھ برہمن سراپ نہیں دیتے بلکہ خود ایشور برہمنوں کے منہ سے بولتا ہے۔ وہی دعا دیتا ہے وہی سراپ۔ لسو بہت اچھا ہوا۔ جو سراپ ہم کو ملا۔ کیونکہ پورب جنم کے پاپوں کا ذخیرہ بہت ہو چکا تھا۔ جم راج کے ڈنڈ سے نجات ہوئی۔ پورب جنم میں جو جیسا کرم کرتا ہے۔ ویسا پاتا ہے۔ بیٹا تم ہمارا اندیشہ نہ کرو۔ یہ کہہ کر راجہ نرگ ان کوپوں میں رہنے لگے۔ اور سراپ سامنے آ کر کھڑا ہو گیا۔ راجہ نے کہا کہ اگر چھتری سراپ نہ مانیں گے۔ تو دوسرا کون ماننے والا ہے۔ سراپ سر پر لے لیا اور

اِسی دم راجہ نرگ گرگٹ بن گئے ۔

سرگ ۶۳
راجہ نیم کا قصّہ

راجہ نرگ کا اتہاس سُنکر لچھمن بہت خوش ہوئے ۔ اور بھی دیگر راجوں کے حالات سُننے کی خواہش ظاہر کی ۔ سری مہاراج نے راجہ نیم کا قصہ چھیڑا ۔ راجہ نیم بارہ بھائی تھے ۔ نیم سب سے بڑھ کر حلیم ۔ خلیق اور دھرماتما تھا ۔ اُس نے گوتم رشی کے استھان پر بیجینت پور نگر بسایا ۔ اور وہیں قیام رکھا ۔ جگیہ کرنے کی آرزو دل میں سمائی ۔ پتا سے اجازت چاہی ۔ باپ نے آگیا دے دی ۔ راجہ نیم بششٹ جی کے استھان پر گئے ۔ اور اپنا عندیہ ظاہر کیا ۔ بششٹ جی نے کہا ۔ بالفعل اندر کے یہاں جگیہ کرانے جاتا ہوں ۔ وہاں سے پلٹ کر تمہارا جگیہ کرا دوں گا ۔ کیونکہ اندر نے پہلے سے مدعو کر رکھا ہے ۔ جب تک ہم نہ آئیں ۔ خبردار جگیہ شروع نہ کرنا ۔ یہ کہہ کر بششٹ جی تو اندر لوک چلتے ہوئے ۔ ادھر گوتم رشی راجہ نیم کو اُداس دیکھ کر بولے ۔ کیوں دل دُکھاتے ہیں ۔ ہم تمہارے پاس ہی رہتے ہیں ۔ کیا ہم تمہارا جگیہ نہ کرا دینگے ۔ بششٹ جی چلے گئے ۔ تو کچھ پرواہ نہیں ۔ تم جگیہ کرو ۔ ہم موجود ہیں جگیہ پورا ہو جائے گا ۔ راجہ نیم جگیہ کرنے لگے ۔ دو ہزار برس تک جگ ہوتا رہا ۔ اتنے میں بششٹ جی اندر کا جگ پورا کر کے یہاں آئے ۔ گوتم رشی کو جگیہ کراتے دیکھا ۔ بششٹ جی دروازے پر کھڑے رہے ۔ اس وقت راجہ نیم میٹھی نیند سو رہا تھا ۔ بششٹ جی کے دل میں اور بھی آگ بھڑک اُٹھی ۔ سراپ دیدیا کہ جسطرح تم نے ہمارا نرادر کیا ہے ۔ تمہارا سریر نشٹ ہو جائیگا ۔ راجہ نیم کو بھی اِس سراپ سے جرأت بڑھی ۔ چہرہ سرخ ہو گیا ۔ کہ تمہارا شریر بھی نشٹ ہو جائے گا ۔ کیونکہ تم نے سوتے ہی سراپ دیا ہے ۔ تمہارا آنا مجھے معلوم نہ تھا ۔ اور سوتے میں سراپ دینا منع بھی ہے ۔ سری مہاراج لچھمن سے کہتے ہیں ۔ کہ راجہ نیم بھی بڑا تپسوی دھرماتما تھا ۔ اِس سے دونو نے اپنے اپنے جسم کو چھوڑ دیا ۔

سرگ ۶۴
بششٹ جی کے حالات

لچھمن نے سوال کیا ۔ دونو کے بدن چھوٹ گئے ہونگے ۔ مگر بششٹ جی تو موجود ہیں ۔ کیا اپنے جانے میں دوبارہ آگئے ۔ اور راجہ نیم کا کیا حشر ہوا ۔ سری مہاراج بولے ۔ دونو بایو روپ ہو گئے تھے ۔ بششٹ جی تو بایو روپ ہو کر برہما کے یہاں گئے ۔ پرنام کیا اور اپنی کہانی

سُنائی۔ کہ راجہ نیم کے سراپ سے بالیو ہو گیا۔ آپ کوئی تدبیر ایسی بتائیے کہ جس سے ہمارا اصلی شریر پھر مل جاوے۔ برہما نے کہا۔ کچھ دنوں قیام کرو۔ تمہارے بدن میں سموبرج کی حدت سما دیگی۔ بششٹ جی بالیو سروپ سے برن لوک گئے۔ وہاں متر نامی سموبرج بھی چھیر سمندر کے قریب جہاں برن کا باس تھا آ گئے۔ ارلبسی البسرا بھی موجود تھی۔ برن نے ارلبسی سے غرض جتائی۔ کہ ہمارے ساتھ سرت کرو۔ ارلبسی بولی۔ میرا تمہارے ساتھ کیسے سرت ہو سکتا ہے میں تو متر پر عاشق ہوں۔ تو پہلے ہمارے ساتھ رت کریں گے۔ برن نے کہا۔ تم کو دیکھ کر دل قابو سے نکلا جاتا ہے۔ اتنے میں برن کا بیرج پات ہو گیا۔ اور اس بیرج کو کسی سبوچہ میں بند کر دیا۔ ادھر متر کا بھی بیرج نکل پڑا۔ متر نے بھی اس گھڑے میں اپنا بیرج رکھ دیا۔ ارلبسی متر کے پاس بیٹھ گئی۔ وہ یہ تو جانتی تھی۔ کہ متر کا بیرج بھی پات ہو گیا۔ متر نے غصے سے سراپ دے دیا۔ کہ تو ہم سے وصال کی طالب تھی برن کے پاس کیوں گئی۔ اب تو انسان کے یہاں جنم لے گی۔ کاشی نریس کی استری ہو گی۔ ارلبسی راجہ پرورواکے پاس چلی۔ راجہ نے اس کے واسطے ایک مکان بنا دیا۔ اور وہاں رہنے لگی۔ ارلبسی کے پہلے لڑکے کا نام الیہ۔ دوسرے کا نہک ہوا۔ یہ ایسے پرتاپی اور صاحب اقبال ہوئے۔ کہ اندر لوک میں راجہ اندر کی بیوی مل گئی۔ ارلبسی پرورواکے ساتھ اپنے لوک میں آئی۔ اور وہیں رہنے لگی۔

سرگ ۶۵

راجہ جنک کی پیدائش

لچھمن جی رامچندر جی سے مستفسر ہیں۔ کہ وہ بیرج تو گھڑے میں بند تھا۔ بششٹ جی کیونکر ہو گئے۔ رامچندر نے فرمایا کہ متر اور برن کے بیرج سے دو براہمن ہوئے۔ اگست رشی نے جنگل کی راہ پکڑی۔ تپ کرنے لگے۔ بششٹ جی راجہ اکشواک کے راج پروہت بنے۔ اب ہم راجہ نیم کا قصہ چھیڑتے ہیں۔ جو رشی راجہ نیم سے جگیہ کراتے تھے۔ راجہ کے شریر چھوڑنے پر پھول اور خوشبویات سے لاش کی حفاظت کرتے رہے۔ بھرگ رشی نے سوچا کہ راجہ نیم کی لاش میں پران پرتشٹھا کرنا چاہیئے۔ پران پرتشٹھا ہوتے ہی راجہ کی لاش پھڑکی۔ راجہ اُٹھ کھڑا ہوا۔ رشیوں نے کہا مانگو۔ کیا چاہتے ہو۔ راجہ نیم بولے یہ جسم فانی ہے۔ اسے لے کر کیا کروں۔ ہاں یہ چاہتا ہوں۔ تمام دنیا کے لوگوں کی آنکھوں پر میرا بسیرا رہے۔ یہ شنکر دیوتا اور رشی راجہ کے جسم کو منتھنے لگے اور سارا جسم آتشکدہ میں ہون کر دیا۔ اس ہون کی آگ سے راجہ جنک ہوئے۔ جو مہتھ جنک اور بیدیہ نام سے مشہور زمانہ ہیں۔ جو اُن کے خاندان میں پیدا ہوتے ہیں۔

انہیں اپنے بدن کی مطلق پرواہ نہیں۔ اسی سے بدیہہ کہلاتے ہیں:۔

سرگ ۶۶

راجہ ججات کی کہانی

لچھمن جی نے پھر سوال کیا کہ نشٹ جی نے ہی خلاف کیا۔ مگر راجہ نیم کو سراپ دینا نہ چاہیئے تھا۔ رامچندر نے جواب دیا۔ سچ کہتے ہو۔ غصہ بڑی بلا ہے۔ راجہ نہک کے لڑکے راجہ ججات تھے۔ ججات کی دو عورتیں تھیں۔ ایک سرمشٹا بکھہ برمان دیت کی لڑکی اور دوسری سکر اچارج کی لڑکی دیوجانی تھی۔ راجہ ججات کو سرمشٹا سے انس تھا۔ اور دیوجانی نظر دل سے گری ہوئی تھی۔ سرمشٹا کا بیٹا پردار اور دیوجانی کا لڑکا حبدوہ اپنی ماتا سے کہنے لگا۔ تم نو اونچے خاندان میں پیدا ہوئیں۔ پھر کس واسطے تکلیفیں اٹھاتی ہو۔ اس لئے جلتی آگ میں کود پڑو۔ تب سکر اچارج کی لڑکی سے محبت کرے گا۔ اور جو تم کو تکلیف اٹھانا منظور نہ ہو۔ مجھے اجازت دو۔ میں آج ہی پران چھوڑ دوں گا۔ یہ سن کر دیوجانی آگ بگولا ہوئی۔ اپنے باپ سکر اچارج کو بلا کر کہا۔ کہ میرا لڑکا بہت تکلیف میں ہے۔ سکر اچارج نے پوچھا کیوں۔ دیوجانی بولی۔ کہ میں چاہتی ہوں پانی میں ڈوب مروں۔ یا زہر کھا لوں۔ ہم پر جو مصیبت ہے۔ بیان نہیں ہو سکتی۔ راجہ ججات دیت کی کنیاں اور اس کے ملک کو چاہتے ہیں۔ میری کچھ پرواہ نہیں۔ نہ لڑکے کی کچھ توقیر ہے۔ سکر اچارج ججات سے خفا ہوئے۔ کہ ہماری لڑکی دیوجانی رنج اٹھائے۔ اور سرمشٹا دیت کی کنیاں چین اڑائے۔ میرا سراپ ہے کہ تمہارے ہاتھ پاؤں شل ہو جائیں۔ اور تم ابھی سے بڑھاپے میں قدم رکھو۔ جوانی رفو چکر ہو۔ یہ کہہ کر سکر اچارج اپنے استھان کو چلے گئے۔

سرگ ۶۷

راجہ ججات کے لڑکوں کو سراپ

جب سکر اچارج کے سراپ سے راجہ کی عمر بڈھی ہو گئی۔ ایک دن راجہ ججات حبدو اپنے لڑکے سے بولے کہ اپنی عمر ہمیں دیدو۔ پھر جوانی کا لطف ہم اٹھا کر واپس دے دوں گا۔ اور تم ہماری حالت سے کچھ دن بسر کرو۔ حبدو بولا۔ اپنے پیارے بیٹے پرو کو جو سرمشٹا کے بطن سے پیدا ہوا ہے کہو کہ اپنی عمر ہمارے حوالے کرو۔ ہم تو ایسا نہ کریں گے۔ راجہ ججات نے پرو سے غرض ظاہر کی۔ کہ میری اوستھا لے اور اپنی اوستھا ہمیں دے دو۔ پرو نے منظور کر لیا۔ بہت اچھا مجھ سا

خوش نصیب کون ہے۔ جو تپا کے کام میں اپنا بدن دے دے۔ غرضیکہ راجہ جگات پرودکی ادسنقالے کر ہزاروں برس چین اُٹھاتے رہے۔ مدتیں گذر گیئیں۔ ایک دن راجہ جگات نے پرو سے کہا کہ اب تم ہماری ادسنقا واپس کرو۔ اور اپنی لے لو۔ میں تم سے بہت خوش ہوں۔ یہ راج تمہارا ہے۔ جاؤ چین کرو اور رعیت کو اپنے منصفانہ برتاؤ سے خوش رکھو۔ پھر دیو جانی کے لڑکے پر نفرین کی۔ کہ تم نے ایسے افضل خاندان میں جنم لیا۔ مگر راچھسانہ برتاؤ رکھے۔ اس لئے راچھس ہو جاؤ۔ اور تم سے جو اولاد پیدا ہوگی سب راچھس ہوں گے۔ سمندر کے کنارے رہیں گے۔ جب تک دنیا میں بن دھرم چرچا رہے گا۔ تمہاری اولاد کو راج نہ ملیگا۔ اور ادھرم کو کرم کرتے رہیں گے۔ راجہ جگات یہ کہہ کر جنگل میں تپسیا کرنے چلے گئے۔ کچھ دنوں تک تپ کیا۔ پھر دیو لوک کی طرف راہی ہوئے۔ جدو راجہ کے سراپ سے راچھس ہو گیا۔ لچھمن جی غصہ بُری بلا ہے۔ سکراچارج کے سراپ سے راجہ جگات بڈھے ہو گئے۔ جگات کی بد دُعا سے جدو کا خاندان راچھس ہو گیا۔

سرگ ۶۸

راج کی دیکھ بھال

ایکدن دربار میں رامچندر۔ بسشٹ جی اور بہت سے رشی منی بیٹھے تھے۔ سری مہاراج نے لچھمن جی سے پوچھا کہ ہمارے راج میں کوئی دُکھی تو نہیں ہے۔ کوئی ظالم کسی مظلوم پر جبر تو نہیں کرتا۔ لچھمن جی دربار سے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اور باہر آئے اور اس فکر میں غلطاں رہے۔ کہ کوئی شخص راج سے نالاں تو نہیں ہے۔ مگر کوئی بُرائی کرنے والا نظر نہیں آیا۔ لچھمن جی واپس آئے۔ عرض کیا۔ کہ اس راج میں تو کوئی نالاں نہیں دکھائی دیتا۔ سب خوش و خرم ہیں۔ رامچندر نے ہدایت کی۔ پھر جاؤ اور دیکھ بھال کر کے خبر لاؤ۔ بلکہ ڈھنڈورا پٹوا دو۔ کہ کوئی مظلوم تو نہیں۔ لچھمن جی نے تعمیل ارشاد کی۔ گشت لگائی۔ کوئی دُکھی نہ پایا۔ واپسی کے وقت ایک کتا دروازے پر بیٹھا ہوا پایا۔ لچھمن جی نے کیفیت سُنائی۔ سری مہاراج نے پھر واپس کیا۔ کہ کُتے سے پوچھو۔ کیا چاہتا ہے۔ لچھمن جی کُتے سے پوچھنے لگے۔ تیری کیا غرض ہے۔ کُتا بولا۔ کہ ہون کی جگہ۔ دیوتاؤں کے مندر اور آتما کے گھر میں ہمارا باس نہیں ہوتا۔ لچھمن جی نے کُتے کی عرضداشت پیش کی۔ رامچندر نے کُتے کو یہ کہہ کر بلوایا۔ کہ راج استھان میں کسی کے آنے جانے کی روک نہیں ہوتی۔ لچھمن جی تم اسے بُلا لاؤ۔

سرگ ۶۹

کُتے اور برہمن کا اتحاد

سری مہاراج کی اجازت لے کر لچھمن جی کُتّے کو بُلا لائے۔ اور مہاراج کُتّے سے بولے۔ اپنا حال کہو۔ کیا چاہتے ہو۔ اُس نے سر نیاز خم کیا۔ اور اِس طرح گویا ہوا۔ راجہ جزو کل کا مالک ہے۔ رعیت نوازی اِس کا خاص دھرم ہے۔ منصفی اور عدالت گستری راجاؤں کا دستور ہے۔ جہاں یہ باتیں نہ ہوں۔ وہ راج بہت جلد برباد ہو جاتا ہے۔ راجہ سنسار کا پتا ہے۔ راجہ سے دھرم کی حفاظت ہوتی ہے۔ مروت۔ سخاوت۔ تمدن۔ شجاعت۔ جسارت۔ منصف مزاجی۔ رعایا پروری۔ تحمل۔ خلق۔ سلطنت کے جوہر ہیں۔ یہ باتیں بڑے بڑے مہاتماؤں سے سُنی ہیں۔ اگر آپ غصہ نہ کریں۔ تو کچھ حال بیان کروں۔ سری رام نے فرمایا۔ نڈر ہو کہتے جاؤ۔ کُتا بولا کہ دھرم سے دولت اور سلطنت میں ترقی ہوتی ہے۔ اے مہاراج ایک برہمن سربارتھ سدھ نے بے قصور ہم پر لاٹھی چلائی۔ سری مہاراج نے چوبدار بھیج کر اسے بُلوایا۔ برہمن کے چہرے پر غضب کا جلال تھا۔ وہ مرتاض اور نفس کش تھا۔ مہاراج شش و پنج میں تھے۔ کہ اِس برہمن نے کیونکر کُتے کو مارا۔ یہ ودوان اور ریاضت کش ہے۔ برہمن بولا آپ نے کیوں یاد فرمایا۔ حکم ہوا۔ کہ تم نے اِس کُتے پر ہاتھ چلایا۔ کہ اُس نے کوئی قصور کیا تھا۔ صاف صاف کہو۔ غصہ حرام ہوتا ہے۔ شاید اِس کے پھندے میں پھنس گئے۔ غصہ جان تک لے لیتا ہے۔ ایک حالت میں شمشیر آبدار سے جان بچ سکتی ہے۔ مگر غصے کی آگ میں زندگی بچنا دشوار ہے۔ غصے سے تمام عمر کے جپ۔ تپ۔ جگیہ۔ برت۔ دھیان۔ تیرتھ سب کے پھل زائل ہو جاتے ہیں۔ دیکھو جتنی اندریاں بدن میں ہیں۔ سب آتما کے دشمن ہیں۔ ہر ایک میں مقناطیسی صفت ہے۔ اپنی اپنی طرف کھینچتی ہیں۔ دیکھو ایک بار دفعتاً گھوڑا باگ تڑا کے بھاگے۔ پھر بھی باندھ لیا جا سکتا ہے۔ مگر اندریاں جب قابو سے جاتی ہیں۔ تو پھر ہاتھ آنے کی نہیں۔ برہمن مہاراج کی باتوں سے شرمندہ ہوا۔ سر جھکا کر بولا۔ مہاراج آپ کا کہنا سچ ہے۔ غصہ بڑا بھاری دشمن ہے۔ میں غصے کے تابع ہو گیا۔ بھیک مانگنے نکلا۔ کچھ ہاتھ نہ آیا۔ یہ کُتا راستے میں بیٹھا تھا۔ میں بھوک سے مجبور تھا۔ کئی دن فاقے ہو چکے تھے۔ غصہ آ گیا۔ لکڑی مار دی۔ سری مہاراج نے کُتے سے راستے میں بیٹھنے کا سبب پوچھا کُتا بولا۔ میرا ہمیشہ سے قاعدہ ہے۔ کہ جدھر سے مہاتما لوگ نکلتے ہیں۔ بیٹھ جاتا ہوں۔ اور ان کے قدموں کی خاک سر پر ملتا ہوں۔ کبھی کسی کا نقصان نہیں کیا۔ اور نہ ستایا۔ رامچندر برہمن سے مخاطب ہوئے۔ تم کیا کہتے ہو۔ برہمن مقر ہوا۔ بے شک خطاوار ہوں۔ جو چاہیئے سزا دیجئے۔ سری بھگوان منتریوں سے پوچھنے لگے۔ کہ دھرم شاستر کی رو سے یہ برہمن کس سزا کا مستحق ہے۔ وزیروں کی رائے ہوئی۔ کہ برہمن جسمانی سزا کا مستحق نہیں۔ شاستر ہدایت دیتا ہے۔ کہ جس کے ساتھ اِس نے خطا کی۔ وہی جو سزا تجویز کرے۔ دی جاوے۔ اگر وہ معاف کرے تو چھوڑ دیا جاوے۔ اہل مجلس نے کُتے سے پوچھا۔ تم کیا چاہتے ہو۔ کُتا بولا کہ برہمنوں کا راجہ کر دیا جائے۔ جتنی دچھنا اور سنکلپ اور

دان برہمن پاتے ہیں ۔ اس میں کچھ حصہ اس کا بھی قائم ہو ۔ سری مہاراج نے کُتّے کی عرض قبول کی ۔ اس برہمن کو راجہ بنا دیا ۔ اور ایک ہاتھی اپنی طرف سے عطا کیا ۔ اہلِ مجلس نے سبب پوچھا ۔ یہ تو سزا دلوانے کے لئے آیا تھا ۔ اُلٹا راجہ بنا دیا ۔ اس کا سبب کیا ہے ۔ سری مہاراج بولے ۔ اس کا سبب کُتّے ہی سے پوچھو ۔ کُتّے نے کہا کہ میں بھی پچھلے جنم میں برہمنوں کا راجہ تھا ۔ جو دان کرتا تھا تقسیم کر دیتا تھا ۔ لیکن کچھ اس میں سے اپنے واسطے بھی رکھ لیا ۔ اسی قصور پر آج کُتّے کے جنم میں بیٹھا ہوں اس لئے جو لوگ ایسے راجہ ہیں ۔ وہ سات پُشت آگے اور سات پُشت پیچھے دوزخ میں ڈالے جاتے ہیں ۔ جو راجہ چاہے کسی کو کئی پُشت سمیت نرک میں بھیجے ۔ تو برہمن دیوتا استری اور بالک کے مال کا اس شخص کو مالک بنا دے ۔ اس حالت سے اُسے ضرور نرک بھوگنا پڑے گا ۔ اسی لئے آج ہم نے اس برہمن کو بھی یہی سزا تجویز کی ۔ یہ کہہ کے کُتّا چلا گیا ۔ اور یہ قصہ عوام میں مشہور رہا ۔ وہ برہمن اچھے اچار سے رہنے لگا ۔

سرگ ۷

گدھ اور الّو کا جھگڑا

ایک جنگل میں گدھ اور الّو رہتے تھے ۔ ایک روز گدھ الّو کے نشیمن پر پہنچا اور کہا ۔ یہ گھونسلا چھوڑ دے ۔ ہمارا ہے ۔ الّو بولا ۔ تیرا کہاں سے آیا ۔ ہم نے بنایا ہے ۔ حجت و تکرار بڑھتے دیکھ کر وہ دونو سری مہاراج کے در دولت پر حاضر ہوئے ۔ پہلے گدھ نے عرضداشت پیش کی ۔ حضور ہمارا گھر الّو نے چھین لیا ۔ ہم نے بنایا تھا ۔ الّو چاہتا ہے ۔ زبردستی سے مالک بن جاؤں ۔ مہاراج نے الّو کی طرف دیکھا ۔ وہ ملتمس ہوا ۔ آپ حاکم ہیں ۔ آپ میں دیوتا برن اور کوبیر کا انس ہے ۔ انصاف کیجئے ۔ یہ گدھ جھوٹ بکتا ہے ۔ میرے گھر کو اپنا گھر بتاتا ہے ۔ سری مہاراج نے حاضرینِ دربار سے پوچھا ۔ اس بات پر غور کرو ۔ کس کا قصور ہے ۔ اہلِ مجلس نے سوال کیا ۔ کہ کب یہ گھر بنایا ہے ۔ گدھ بولا ۔ جس وقت زمین پر انسان پیدا ہوئے ۔ تب ہم نے اس مکان کی نیو ڈالی ۔ الّو بولا ۔ کہ جب درختوں سے زمین سرسبز ہوئی ۔ اس وقت ہم نے یہ مکان بنایا تھا ۔ رامچندر نے حاضرین سے پوچھا ۔ تمہاری رائے میں کون سزا کا مستحق ہے ۔ اہلِ مجلس نے جواب دیا ۔ ہماری عقل میں گدھ مجرم ہے ۔ کیونکہ گدھ کی بات لغو معلوم ہوتی ہے ۔ جب زمین پیدا ہوئی ۔ تو پہلے پانی نکلا ۔ اور پانی سے کمل اور کمل سے برہما اور برہما کے کان سے مدھو اور کیٹبھ دو دیت پیدا ہوئے ۔ ان دونو نے برہما کے کھانے کے لئے منہ کھولا ۔ برہما گھبرا گئے ۔ پرمیشر کے یہاں پناہ لی ۔ پرمیشر نے مدھو اور کیٹبھ کو مارا ان کے گوشت سے پرتھوی پیدا ہوئی ۔ تب یہی قسم ہوئے ۔ تو اب ظاہر ہو گیا ۔ کہ گدھ جھوٹ بکتا

ہے۔ کیونکہ اس کا بیان ہے۔ کہ انسان اور پرکرتی کی پیدائش ایک ساتھ ہوئی۔ اسلئے گدھ کو سزا دیجئے۔ اتنے میں آکاش بانی ہوئی۔ یہ سزا کے لائق نہیں۔ گوتم کے سراپ سے گدھ ہو گیا ہے پہلے بڑا صاحب اقبال اور ذی مقدرت راجہ تھا۔ ایک دن گوتم رشی بھوک کے عالم میں اس کے گھر آئے سو برس تک اس کے مقام پر مقیم رہے۔ اس کے رسوئی دار نے راجہ کے واسطے گوشت بنایا تھا گوتم کے آگے پروس دیا۔ گوتم نے لقمہ کھایا۔ تو گوشت تھا۔ غصے سے تاب نہ لا سکے۔ سراپ دے دیا کہ گدھ ہو جائے۔ راجہ ڈر کے مارے قدموں پر گر پڑا۔ چھما کیجئے۔ نادانستگی میں ایسا ہو گیا۔ گوتم رشی نے بھی جانچ لیا۔ واقعی اس کا قصور نہیں۔ تب دعا کی۔ جب کسی جھگڑے میں رامچندر کے پاس جاؤ گے اور ان کا درشن کرو گے۔ تب یہ گدھ کا چولا چھوٹ جائے گا۔ آکاش بانی سن کے سری مہاراج نے اسی وقت پائے مبارک سے گدھ کو چھو دیا۔ اور گدھ خوبصورت جنتی راجہ ہو گیا۔ سری مہاراج کے قدموں پر گر کر پرارتھنا کرنے لگا۔ آپ کی کرپا سے اس گھور نرک سے چھٹکارا ہو گیا۔ وہ راجہ اسی وقت بمان پر سوار ہو کر بشن لوک پہنچا۔

سرگ ۷۱
چیون رشی اور برہمنوں کی آمد

ایک دن رامچندر سبھا میں بیٹھے تھے۔ چوبدار نے عرض کی۔ کہ چیون رشی اور بہت سے برہمن آپ کی زیارت کے لئے آئے ہیں۔ رامچندر جی نے حکم دیا۔ کہ بلا لاؤ۔ چوبدار رشی اور برہمنوں کو ساتھ لے کر حاضر ہوئے۔ مہاراج نے استقبال کیا۔ اور آسن پر بٹھا کر ہر ایک کے قدم چھوئے اور استدعا کی۔ آپ کا آنا کس غرض سے ہوا۔ جو حکم ہو۔ بجا لاؤں۔ مہاراج کا خلق اور محبت دیکھ کر رشی اور برہمن عش عش کر گئے۔ کہتے تھے۔ کہ اس راج پانے پر بھی یہ عاجزی اور خاکساری آپ ہی میں پائی۔ دوسرا کون ایسا ہے۔ آپ کے پاس اس غرض سے آئے ہیں۔ بہت سے راجوں کے پاس اپنا مقدمہ لے کر گئے۔ مگر بے نیل مرام واپس آئے۔ آپ کی خاکساری دیکھ کر یقین پڑتا ہے۔ کہ ضرور ہمارا منورتھ سدھ ہو گا۔

سرگ ۷۲
لون راچھس کی پیدائش

مہاراج نے کہا۔ جلدی کہئے۔ جہاں تک ممکن ہو گا۔ آپ کا منورتھ سدھ ہو گا۔ چیون رشی نے بیان کیا۔ ایک دیت لوکا مدہو کا لڑکا تھا۔ گو اس کی ذات دیت تھی۔ لیکن برہمن اور دیوتا

کو بہت مانتا تھا۔ دیوتوں کی دعا لے کر بڑا تیجسی ہو گیا۔ مہادیو جی کی تپسیا کی۔ شیو جی نے ترسول دے کر کہا۔ جب تک دیوتوں اور برہمنوں کو نقصان نہ پہنچاؤ گے۔ یہ ترسول تمہارے پاس رہے گا۔ اور جب برہمنوں کو صدمہ پہنچے گا۔ یہ ترسول تمہارے پاس سے چلا آئے گا۔ لوکا دیت بڑا خوش ہوا۔ بردان مانگا کہ جتنی اولاد میرے خاندان میں ہو۔ سب اس ترسول سے کام نکالیں۔ شیو جی سوچنے لگے۔ کہ اس بردان سے اس کی اولادیں غضب ڈھائیں گی۔ فرمایا۔ ایسا نہیں ہو سکتا ہاں جتنے لوگ تمہارے خاندان سے ہوں گے۔ سب کے ہاتھ میں ترسول رہیگا۔ لیکن تمہارے ایک لڑکے کے ہاتھ میں جب تک یہ ترسول رہیگا۔ کسی کے ہاتھ سے اس کی موت نہ ہو گی۔ لوکا دیت نے رہنے کے واسطے مکان بنایا اور کمبھ نسی مدہو کی عورت سے ایک لڑکا لون پیدا ہوا۔ بچپنے سے اودھم مچایا۔ رشیوں اور برہمنوں کو ستاتا۔ ہون اور جگ میں بادھا ڈالتا۔ مدہو اپنے بیٹے کی کرتوت سے سخت ناراض تھا۔ لڑکا سمجھ کر طرح دیتا۔ روز روز کی زق زق بک بک سے آخر کار دم گیا۔ مرتے وقت ترسول لون کو بخش دیا۔ لون جب جوان ہوا۔ زمین سر پہ رکھ لی۔ رشیوں نے مارے خوف کے جگیہ کرنا چھوڑ دیا۔ ہم لوگ سخت عاجز ہیں۔ آپ کی خدمت میں التجا لے کر آئے ہیں۔ کہ اس مردود سے نجات ملے۔ بہت سے راجوں کے پاس گئے۔ اپنا دکھ سنایا۔ کسی نے فریاد نہ سنی۔ اور سنتے کیا۔ اتنی طاقت اور ہیاؤ نہ تھا۔ آپ ہماری داد فریاد کو پہنچیے۔

سرگ ۶۳

لون راچھس کے مارنے کیلئے ستردہن جی کا عزم

سری مہاراج نے پوچھا کہ لون راچھس کھاتا کیا ہے۔ اور رہنے کا مقام کہاں ہے۔ رشیوں نے جواب دیا۔ کہ جیوں کو مار مار کر کھانا اور عابد مرتاض برہمنوں کی ہڈیاں چبانا اس کا کام ہے مدہوبن یعنی متھرا شہر میں بودوباش ہے۔ وہ شیر چیتے۔ جنگلی خونخوار جانوروں پر حاوی ہے علی الصباح اٹھتا ہے۔ ادھر ادھر سے انسان پکڑ لیا اور کچا چبا کر ناشتہ کر کے پانی پیتا ہے سری مہاراج بولے۔ بہت اچھا۔ اس مردود سے آپ کو نجات ملیگی۔ بہت جلد دفع کیا جائیگا۔ سری مہاراج نے اپنے بھائیوں کی طرف دیکھا۔ کہ کس میں جرأت ہے۔ جو اس ظالم سے ان رشیوں کو بچائے۔ بھرت مستعد ہوئے۔ کہ مجھے اجازت دیجئے۔ میں بہت جلد اس ملعون کو جہنم داصل کر دوں گا۔ اتنے میں ستردہن بولے۔ مہاراج بھرت کی ساری عمر دکھ اٹھاتے گذری۔ آرام نہیں پایا۔ مجھے اس کافر کے پاس تعینات کر دیجئے۔ ایشور کی کرپا سے اسے ماروں گا۔ سری مہاراج نے کہا بہت اچھا

تم ہی جاؤ۔ اور دیو زشت کو مار کر رشیوں کو سکھ دو۔ لون راچھس کا راج بھی تم کو دیا جائے گا۔ اور تم واقعی بہادر ہو۔ دھستر ودیا سے واقف۔ جاؤ۔ اور اس مردود کو شربت موت پلا کر اہل شہر کو آنند بخشو

سرگ ۷۴

ستر دہن کو سری مہاراج کی نصیحت

ستر دہن جی نے راج لینے سے انکار کیا۔ بڑے بھائی کی موجودگی میں چھوٹا تخت سلطنت پر قدم نہیں رکھ سکتا۔ بھرت اور لچھمن جی ہم سے بڑے ہیں۔ یہ البتہ راج کے لائق ہیں اور آپ سب سے بڑے آپ کے حکم سے سرتابی کرنا بھی گستاخی ہے۔ کیونکہ آپ مہاراج ادھیراج ہیں۔ ہم سب کے سرتاج۔ جیسا ارشاد ہو۔ عمل میں لاؤں۔ سری مہاراج نے بھرت اور لچھمن جی سے ارشاد کیا۔ تم اجازت کیوں نہیں دیتے۔ رشی لوگ موجود ہیں۔ ان کی موجودگی میں راج تلک ہو جائے۔ تو اچھا ہے۔ بھرت اور لچھمن نے کل چیزیں مہیا کر دیں۔ اور ستر دہن جی کے راج ہونے سے خوشنودی ظاہر کی۔ رشیوں نے جبین مبارک پر تلک کھینچا۔ ستر دہن جی کے ہاتھ میں متھرا کا راج دے دیا گیا۔ ستر دہن جی اپنی ماتا کو شلیا۔ کیکئی اور سومترا سے رخصت ہوتے۔ رنواس میں آئے رانیوں نے دعا دی۔ کہ ایشور دشمن پر فتح نصیب کرے۔ سری مہاراج نے لاؤ لشکر ساتھ کر دیا۔ اور ایک بان ترکش سے نکال کر ستر دہن جی کے حوالے کیا۔ اس بان سے مدھو کیٹب مارا گیا تھا۔ جس وقت سری مہاراج راون سے گرم پیکار تھے۔ برہما جی نے سری مہاراج کے حوالے کیا تھا۔ مگر سری مہاراج نے یہ بان نہیں چلایا۔ چلتے وقت ستر دہن جی کو گلے لگا کر فرمایا۔ کہ اس بان سے لون راچھس کی موت ہے۔ جیسا یہ بان ہے ویسا ہی لون کے پاس شیو کا ترسول ہے۔ اور بر دانی بھی ہے۔ بہت ہوشیاری سے بان چلانا۔ جب لون کسی کام کے واسطے جائے۔ تب اس کا سر اس بان سے اتار لینا۔ ایسا نہ کرو گے۔ افسوس کے سوائے کچھ ہاتھ نہ آئیگا۔ اور اس مردود کا ہلاک ہونا دشوار ہو جائے گا۔ ستر دہن جی نے مہاراج کی باتیں گرہ میں باندھ لیں۔ اور فوج ظفر موج کے ساتھ متھرا کی طرف کوچ بول دیا۔ سری مہاراج نے پھر نصیحت کی ٭

سرگ ۷۵

لون راچھس کے ہلاک ہونے کی تدبیر

سری مہاراج ستر دہن کو بار بار سمجھاتے ہیں۔ بھائی! لون راچھس دیو خونخوار

ہے۔ ہوشیاری شرط ہے۔ چوک نہ ہونے پائے۔ کچھ فوج آگے اور کچھ پیچھے۔ وسط لشکر میں قیام رہئے۔ جب لون راچھس سے لڑائی چھڑے۔ تو دور دور ہو کر جنگ کرنا۔ دو بدو لڑائی سے جان کی خیر نہیں۔ گرمی سردی کا بھی لحاظ رکھنا۔ نہ شدت کی گرمی ہو نہ سردی۔ برسات کا موسم البتہ لڑائی کے لئے موزوں ہے۔ برسات میں البتہ گھر سے نہیں نکلنا۔ چھپ کر بان مارنا۔ اِس صورت میں یقیناً ہلاک ہو سکتا ہے۔ سترہن جی کی ہمراہی میں چار ہزار گھوڑے۔ دو ہزار رتھ۔ ایک سو ہاتھی۔ اور کئی ہزار پیدل تھے۔ کئی اونٹوں پر روپیہ بھی تھا۔ فوج پہلے کوچ کر چکی تھی۔ سترہن جی بھی سری مہاراج کے قدم چھو کر رخصت ہوئے۔

سرگ ۷۶

بالمیک کی زبانی راجہ سوداس کے بیٹے راجہ منز کے حالات!

پہلے روز بالمیک جی کے استھان پر مقیم ہوئے۔ شب وہیں بسر کی۔ خوب آؤ بھگت ہوئی۔ کند مول پھل فوج میں تقسیم ہوا۔ ہر ایک نے بڑی لذت سے کھائے۔ سترہن جی نے بالمیک جی سے پوچھا۔ کہ یہ استھان کس کا بنایا ہے۔ اور کون لوگ یہاں رہتے تھے۔ بالمیک جی بولے۔ کہ تمہارے خاندان میں راجہ سوداس کے بیٹے منز ایک دن جنگل میں شکار کھیلنے آئے۔ یہاں دو راچھس رہتے تھے۔ شیر کی صورت بنا کر چرندوں کا لقمہ بناتے تھے۔ راجہ سوداس نے دیکھا کہ یہ دو نو راچھس شیر کی صورت بن کر جنگلی جانوروں کو کھا جاتے ہیں۔ ایک راچھس تو اُسی وقت تیر کا نشانہ ہُوا۔ یہ سمجھتے تھے۔ کہ دوسرا اڑ جائیگا۔ وہ سامنے آیا۔ للکار کر بولا۔ کہ ہم نے تمہارا کیا بگاڑا ہے۔ جو میرے بھائی کو موت کا نشانہ بنایا۔ اب خبردار رہنا۔ یہ کہہ کے نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ اور اس نے اشمیدھ جگ کیا۔ بششٹ جی جگ کرانے تھے۔ ایکدن راچھس بششٹ جی کا بھیس بنا کے جگ شالہ میں آیا۔ اور راجہ سے بولا۔ آج گوشت کھانے کو جی چاہتا ہے۔ تم فکر نہ کرو۔ جب کھانے سے آسودہ ہوں گا۔ تمہارا جگ پورا ہو جائیگا۔ راجہ کو فکر ہوئی۔ کہ گورو کی بات ٹالنا بڑا گناہ ہے۔ رسوئی بردار سے گوشت بنانے کی ہدایت کی۔ رسوئی بردار گھبرایا۔ بششٹ جی گوشت کھانے کو کہتے ہیں۔ تعجب ہے۔ رسوئی بردار فکر میں تھا۔ اُدھر راچھس نے رسوئی بردار کا بھیس بنا کے انسان کا گوشت رسوئی میں ملا دیا اور راجہ سے کہا کہ چاولوں سے گوشت بڑے ذائقہ کا بنا ہے۔ یہ کہہ کر خود غائب ہو گیا۔ ادھر بششٹ جی بھوجن کے واسطے بلائے گئے۔ رانی مدیانتی نے کھانا سامنے رکھ دیا۔ اور بششٹ جی سے کہا۔ بھوگ لگایئے۔

لشمن جی جان گئے۔ کہ اس کھانے میں انسان کا گوشت شامل ہے۔ سراپ دیا۔ کہ تم راچھس ہو گے اور ایسا ہی بھوجن ملا کرے گا۔ راجہ کو بُرا معلوم ہوا۔ کیونکہ اس کو معلوم نہ تھا۔ کہ اِس میں انسان کا گوشت شامل ہے۔ ہاتھ میں جل لے لیا اور سراپ دینا چاہا۔ رانی پدامتی نے ہاتھ پکڑ لیا۔ لشمن جی ہمارے گورو اکشواک بنس کے پروہت ہیں۔ یہ سراپ دینے کے لائق نہیں۔ راجہ کا غصّہ فرد ہوا۔ ہاتھ کا پانی اپنے پاؤں پر گرا دیا۔ راجہ کا چرن راچھس کا سا ہو گیا۔ اس دن سے راجہ متر کا نام کلمانکھ لیا جانے لگا۔ راجہ کلمانکھ لشمن جی کے قدموں پر گرے اور عاجزی اور انکساری سے عرض کیا کہ آپ ہی نے تو گوشت بنانے کا حکم لگایا تھا۔ لشمن جی غور میں گئے۔ معلوم ہوا کہ راجہ بے قصور ہے۔ غصے میں ہم نے سراب دے دیا۔ دُعا کی کرنا دانی میں سراپ دیا ہے۔ بارہ برس تک بھوگنا پڑے گا۔ بارہ برس گذرنے پر کلمانکھ اپنے بھیس میں آئے۔ راجہ متر ہو گئے۔ سترہن جی نے بالمیک کو پرنام کر کے بستر راحت پر آرام کیا ؛

سرگ ۷۷

لو اور کُش کی ولادت

اِسی روز نصف شب گزرنے پر جگت جننی سیتا جی کے دو لڑکے پیدا ہوئے۔ بالمیک جی کے لڑکوں نے خبر پہنچائی۔ بالمیک جی سیتا کے استھان پہ آئے۔ نوزائیدہ بچوں کی حفاظت میں مصروف ہوئے۔ خوب دیکھ بھال رکھی۔ بھوتوں اور راچھسوں سے گزند نہ پہنچنے پائے۔ دو مٹھی بھر کُش (ایک قسم کی گھاس) کاٹ لائے۔ منتر پڑھ کر بڑی جانکی جی کو دے کر کہا۔ کہ دونو بچوں کے گلے میں حمائل کر دو۔ اس سے بھوت پریت پھٹکنے نہ پاویں گے۔ کُش کے سِرے پر منتر پڑھ کر جو گرہ لگائی تھی۔ لو کے گلے میں اور بیچ جڑ والی گرہ کُش کے گلے میں پہنائی گئی۔ یہ دونو بچے لو اور کُش کے نام سے موسوم ہوئے۔ بڑی خوشیاں ہوئیں۔ سترہن جی جانکی جی کے استھان پر گئے۔ اور کہا ماتا دونو لڑکے تو اچھے ہیں۔ اِس قدر خوشی ہے۔ کہ کہہ نہیں سکتا۔ یہ کہہ کر اپنے استھان پر چلے آئے۔ منہ اندھیرے اُٹھے اور بالمیک جی سے اجازت لے کر پچھم کی طرف چل کھڑے ہوئے۔ جمنا جی کے کنارے لشکر فروکش ہوا اور خود بدولت رشیوں کے استھان پر اُتر پڑے۔ ہری کیرتن ہونے لگا۔

سرگ ۷۸

چیون رشی کی زبانی لون راچھس کے گذشتہ واقعات

دن ختم ہوا۔ ستروہن جی چیون رشی کے پاس آئے۔ اور لون راچھس کی گفتگو چھیڑی۔ چیون رشی بولے۔ لون راچھس بڑا قوی ہیکل دیو ہے۔ ایک قصہ سناتا ہوں۔ تمہارے خاندان اکشواک میں راجہ جو تیاسس کا لڑکا ماندھاتا بڑا نامی راجہ ہوا ہے۔ شاہ راون والئے لنکا اور راجہ ماندھاتا میں دوستی تھی۔ ماندھاتا نے اندر آسن تسخیر کرنے کا ارادہ کیا۔ اندر کے اوپر چڑھائی کر دی اور کہلا بھیجا۔ یا تو اپنا آدھا راج حوالے کر دے۔ یا مستعد کارزار ہو۔ اندر نے جواب دیا۔ کہ پہلے دنیا کے کل ممالک مسخر کر لو۔ جب سب ملک زیر نگیں ہو جائیں۔ تب اندر آسن لینے کا قصد کرو۔ ماندھاتا بولا کہ دنیا میں جتنے سلاطین ہیں۔ سب دائرہ دولت کے تابع ہو چکے۔ اب کوئی ہمسری کرنے والا نہیں جب کوئی مقابل نظر نہ آیا۔ تم پر چڑھائی کی۔ اگر جان پیاری ہے اور کشت و خون سے ڈرتے ہو تو آدھا راج حوالے کرو۔ اندر نے پھر کہلا بھیجا۔ ابھی بہت سے ملک ایسے ہیں۔ جہاں وہم خیال کے بھی پر جلتے ہیں۔ کیا مدھ لپوری پر سکہ بیٹھ گیا۔ پہلے لون راچھس کو زیر کرو۔ پھر ہمارے پاس آنا۔ راجہ ماندھاتا نے کچھ جواب نہ دیا۔ فوج کا رُخ پھیر کے مدھ لپوری کی طرف مراجعت کی۔ اور ایک قاصد کی زبانی کہلا بھیجا۔ کہ فوراً شہر خالی کر دے۔ نہیں تو بال بچوں سمیت مارا جائیگا۔ قاصد لون راچھس کے پاس پہنچا۔ راجہ کا پیام سنایا۔ شامت آ گئی۔ لون راچھس حلوائے بے دود سمجھ کر چٹ کر گیا۔ ادھر قاصد کے آنے میں دیر ہوئی۔ راجہ ماندھاتا پیچ و تاب میں پڑے۔ قاصد پلٹ کر نہ آیا۔ جری سپاہیوں کو لے کر شہر کو گھیر لیا۔ اور تیروں کی بوچھاڑ ہونے لگی۔ لون راچھس ترسول پکڑ کر سامنے آیا۔ ترسول فوج پر چھوڑ دی۔ جتنی فوج تھی۔ ترسول کی آگ میں بھسم ہو گئی۔ کل فوج برباد کر کے ترسول لون راچھس کے پاس چلا آیا۔ ستروہن جی لون راچھس بڑا قوی و جسیم دیو ہے۔ سامنے ہو کر مقابلہ نہ کرنا۔ غفلت میں البتہ مارا جائیگا۔ اور تمہارے ہاتھ سے اُس کی موت لکھی ہے۔ جب تک ترسول ہاتھ میں ہے۔ اگر شیو جی اتر آویں۔ تو بھی نہیں مر سکتا۔ اس لئے جس وقت وہ کند مول پھل کھانے کے لئے نکلیگا ترسول پاس ہوگا نہیں۔ اسکا سر تیر سے کاٹ لینا۔

سرگ ۷۹

لون راچھس سے مقابلہ

رات گذرنے پر لون راچھس گھر سے شکار کی تلاش میں نکلا۔ ادھر ستروہن جی ناکے میں ہی تھے۔ دھاوا بول دیا۔ لون راچھس پلٹ پڑا۔ حریف سامنے کھڑا ہے۔ للکار کر بولا۔ ارے تو کون ہے۔ اور کیوں آیا۔ ہمارے زہے نصیب کہ بیٹھے بٹھلائے مفت خوراک مل گئی۔ آج تم لوگوں کو

کہا کہ تمہاری سیری ہوگی۔ ستر ہن نے جواب دیا۔ نہیں تم نہیں پہچانتا۔ ملک الموت ہوں۔ رامچندر کا بھائی۔ ستر ہن نام ہے۔ آج میرے ہاتھ سے بچ کر نہیں جا سکتا۔ راچھس قہقہہ لگا کر بولا آہا وہی رام ہیں جنہوں نے عورت کے پیچھے راون کو مار ڈالا۔ بڑا گناہ کیا۔ مدت سے اُن کی تلاش تھی۔ خیر وہ نہ سہی تم سہی۔ کچھ تو غبار نکلے گا۔ ستر ہن جی سکراتے رہے۔ اور باتوں کا جواب تو نہ دیا۔ صرف اتنا کہا کہ آنکھیں کھول کر دنیا دیکھ لے۔ کچھ دیر کا مہمان ہے۔ موت منہ کھولے کھڑی ہے۔ جمدوت پھانسی لئے استادہ ہیں۔ بہت جلد تیری روح قبض کریں گے۔

سرگ ۸۰

ستر ہن جی کے ہاتھوں سے لون راچھس کی موت

ستر ہن کی باتوں سے لون راچھس سانپ کی طرح بل کھا کر بولا۔ کیوں بیہودہ بکتا ہے۔ یہ کہہ کر ایک درخت جڑ سے اکھاڑ لیا۔ اور ستر ہن جی پر گھما کے دے مارا۔ ستر ہن نے بان سے کاٹ کر سو ٹکڑے کر دیئے۔ اُس نے دوسرا درخت اکھاڑا۔ ستر ہن نے کاٹ گرایا۔ وہ درخت اور پتھر اکھاڑ اکھاڑ کر مارتا رہا۔ اور یہ بانوں سے ریزہ ریزہ کرتے ہیں۔ اس نے ایک درخت تان کر مارا۔ ستر ہن جی مورچھت ہو کر زمین پر گر پڑے۔ دیوتاؤں اور رشیوں میں واویلا مچ گیا۔ لون راچھس سمجھا کہ حریف پائمال ہوا۔ اب ترسول لانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اس لئے گھر کے اندر نہ گیا۔ ستر ہن کی سانس دیکھتا ہے۔ کہ آیا دم ہے یا نہیں۔ وہ گھڑی بھر کامل ستر ہن کے پاس کھڑا رہا۔ جب مطلق حس و حرکت نہ پائی۔ چل دیا۔ کچھ دور گیا تھا۔ اتنے میں ستر ہن اٹھ کھڑے ہوئے۔ سری بھگوان نے جو بان دیا تھا۔ کمان پر جوڑا۔ دیوتاؤں اور دیونوں کو خوف طاری ہوا۔ کہ پرلے نہ ہو جائے۔ برہما سے جا کر کہا۔ برہما سمجھانے لگے۔ اندیشہ مت کرو۔ یہ بان ہم نے رامچندر کو دیا تھا۔ ستر ہن رامچندر جی کا انس ہیں۔ ادھر ستر ہن جی نے چلا کھینچ کر بان چھوڑ دیا۔ وہ بان لون راچھس کے سینے سے پار ہو کر رساتل چلا گیا۔ اور نرکش میں سما گیا۔ لون دھم سے زمین پر گرا۔ اور گرتے ہی روح قالب سے پرواز کر گئی۔ لون راچھس کے مرتے ہی دیوتا اور رشیوں نے استتی کیں۔ ستر ہن جی کی جے جے کار ہونے لگی۔

سرگ ۸۱

متھرا کی وجہ تسمیہ

سترہن جی نے دیوتوں سے مشورہ کیا۔ کہ مدھو کا مسکن ہو گیا۔ اِسلئے اس کا نام مستھرا رکھنا چاہئے۔ دنیا کے لوگ اس شہر کی عبادت کریں گے۔ دیوتا بھی یہاں آ کر رہیں گے دیوتوں کو یہ بات پسند آئی۔ مدھو پوری کا نام مستھرا رکھا گیا۔ چونکہ بڑے بڑے سور بیر سترہن کے ساتھ آئے تھے۔ سورسین پوری بھی نام پڑا۔ ساون سُدی پورنماشی کو سترہن جی نے لون راچھس کو مارا تھا۔ اِس کے مرنے ہی بڑی خوشی ہوئی۔ بارہ برس تک راج کیا۔ عمدہ عمارتیں بنائی گئیں۔ باغ باغیچے لگے۔ غرضیکہ مدھو پوری ایسی سجی کہ غیر ممالک کے لوگ تجارت کرنے کے لئے آیا کرتے تھے۔ بارہ برس گذرنے پر سری مہاراج کے درشنوں کی چاہ ہوئی۔ سترہن جی مستھرا باسیوں کو سمجھا بجھا کر اجودھیا کو چلے۔ اور کہا کہ میں جلد آؤں گا۔ جب تک تم لوگ آنند کرو۔

سرگ ۸۲

متھرا پوری سے سترہن جی کی واپسی

متھرا سے کوچ کر کے سترہن جی بالمیک منی جی کے استھان پر آئے۔ ایک سو رتھ ساتھ تھے۔ بالمیک جی کو پرنام کیا۔ قدم چھوئے اور کندمول پھل مزے سے کھائے۔ متھرا سے سات دن کا راستہ بالمیک جی کے استھان کا تھا۔ بالمیک جی نے سترہن کی تعریف کی۔ آپ نے لون دیت کو مارا۔ اس کے ہاتھ سے بڑے بڑے راجہ اور بہادر ہلاک ہوئے تھے۔ ہم نے اس کی لڑائی لوگ اببیکس سے دیکھی ہے۔ جب اندرلوک میں تھا۔ رشی جی نے سترہن کو گلے لگایا اور رات کو سری مہاراج کے واقعات اور چرتر بیان کر کے ہر بھجن گانے لگے۔ سترہن جی مہاراج کے چرتر شنکر اُن کے پریم میں محو ہو گئے۔ گو سری مہاراج کی حضوری نہ تھی۔ مگر معلوم ہوتا تھا۔ کہ سری مہاراج کے چرتر دیکھ رہے ہیں۔ رشیوں کی منڈلی میں مہاراج کا گن گایا جا رہا ہے۔ ساتھیوں نے سترہن جی سے پوچھا۔ کہ ہر بھجن کہاں ہوتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ رشیوں کا استھان ہے۔ ایشور کے بھگت ہیں۔ اپنی عمر مہاراج کے چرتر سننے اور کتھا ڈال میں گذارتے ہیں۔ علے الصباح سترہن جی نے اجودھیا کی طرف باگ موڑی۔

سرگ ۸۳

سترہن جی سری مہاراج کے پاس

سترہن جی بالمیک آشرم سے چلے آئے۔ تو دل میں خیال تھا کہ رشی جی نے ہمیں رہنے کا نہیں۔ مدھو پوری بھی نہ ٹکایا۔ انہیں دنوں جی سترہن جی سری مہاراج کے دربار میں حاضر

ہوئے۔ جسطرح دیوتوں کی جماعت میں اندر رہتے ہیں۔ اسی طرح سری مہاراج رشیوں کے حلقے میں جلوہ فرما ہیں۔ سترگھن نے ہاتھ جوڑ لئے۔ سوامی! لون راچھس مارا گیا۔ اور شہر متھرا پر تسلط ہوا۔ اہل شہر آسائش اور چین سے بہتے ہیں۔ میرا دل نہیں لگتا۔ آپ کے قدموں میں اٹکا ہوا تھا۔ جسطرح بچھڑا ماں کے لئے تڑپتا ہوتا ہے۔ بس یہی حال میرا تھا۔ آپ کے درشن کی ابلاکھ یہاں تک کھینچ لائی۔ مہاراج نے چھاتی سے لگایا۔ اور پاس بٹھا کے سمجھانے لگے۔ مایا مت کرو چھوٹے ہو۔ چھتری دھرم ہوتے قائم نہیں رہتا۔ چھتری کا یہ فرض ہے کہ دنیا میں چھپے۔ عاجزوں کی فریاد سنے۔ اور ان کے مقاصد پورے لائے۔ تم یہ سمجھو۔ ہمیں تمہاری محبت نہیں۔ یہ غلط ہے جان سے زیادہ عزیز رکھتا ہوں۔ علیحدگی مجھ پر بھی شاق ہوتی ہے۔ اگر پاس رکھتا ہوں۔ راج کی دیکھ بھال نہیں ہو سکتی۔ ایک دفعہ یہاں قیام کرو۔ اور پھر متھرا میں جاکر راج کو آنند دو سترگھن نے غور کیا کہ مہاراج کو ہماری محبت ہے۔ مگر پاس رکھنے میں راج کو نقصان پہنچے گا تعمیل حکم بھی لازمی ہے۔ جیسی ہدایت ہوگی۔ عمل کیا جائیگا۔ سات دن انہیں باتوں میں گذر گئے۔ مہاراج سے اجازت لیکر بھرت اور لچھمن سے ملاقات کر کے سترگھن جی متھرا کو روانہ ہوئے۔

سرگ ۸۴

ایک مظلوم برہمن کی فریاد

رامچندر دربار عام میں جلوہ افروز ہیں۔ چوبدار حاضر ہوا۔ دست بستہ ہو کر عرض کیا۔ کہ دار دولت پر ایک برہمن مردہ لڑکا لئے رو رہا ہے۔ مہاراج نے دربار میں بلا لیا۔ برہمن نے سر پیٹ لیا۔ مردہ لڑکا سامنے رکھ دیا۔ نہ جانے کس جنم میں کون گناہ ہوا۔ کہ یہ لڑکا مر گیا۔ ہائے ہائے بیٹا کہہ کر روتا۔ اور اپنے پچھلے پاپوں کا دھیان کرتا تھا۔ یا چودہ برس ریاضت کی تب لڑکے کو پایا۔ ہائے بالغ بھی نہ ہوا تھا۔ بچپن ہی میں موت اٹھا لے گئی۔ مادر مہربان کا اس غم میں حال ابتر ہے۔ معلوم نہیں زندہ ہے یا مر گئی۔ میں نے کبھی کوئی پاپ نہیں کیا۔ نہ کسی جیو کو صدمہ پہنچایا۔ اگر یہ کہا جائے۔ کہ میری استری نے پاپ کیا۔ یہ بھی غلط ہے۔ استری کیا میرے خاندان بھر میں کوئی ادھرمی ہوا نہیں۔ میرا تو خیال ہے۔ جب تک زندگی ہے۔ دلیر کرم اور پرکرم اور دیشی کرم کر کے زندگی سپھل کرے۔ اور نہ آج تک مہاراج کے راج میں سننے میں آیا۔ کہ کوئی بے موت مرا ہو۔ مہاراج اس لڑکے کو جسطرح بنے۔ زندہ کیجئے۔ اگر زندہ نہ ہوگا تو [illegible] دار دولت پر میری اور اس کی ماں کی دو جانیں تصدق ہوں گی۔ کیونکہ یہ لڑکا بے وقت بغیر ادھرم کے مرا نہیں۔ آپ نے ادھرم کیا۔ اس کی موت آئی۔ اکشواکو بنس کے راج دھرمی راجہ

ہوتے تھے۔ مجال نہ تھی۔ کہ کوئی بے وقت مرے۔ یا باپ بیٹھا رہے۔ لڑکا رفو چکر ہو۔ مہاراج آپ کے راج میں بڑا کلنک لگیگا۔ اسے زندہ کیجئے ۔

سرگ ۸۵

نارد جی کا اپدیش

سری مہاراج غور میں گئے۔ کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔ کیونکہ لڑکا اکال موت مرا۔ سری مہاراج نے بششٹھ جی اور حاضرین دربار کی طرف جنمیں رشی وغیرہ بھی موجود تھے۔ دیکھا۔ آپ کا سوال تھا۔ کہ لڑکا کیوں مرا۔ نارد جی بولے۔ ست جگ میں صرف برہمن تپ کرتے تھے۔ اور تپ کا پھل برہمنوں کی خدمت سے چھتری ویش شودر کو ملتا تھا۔ سب دھرم مانتے تھے۔ اکال موت نہ ہوتی تھی۔ اور ترتیا کے شروع ہوتے ہی چھتریوں نے بھی تپسیا کرنا شروع کیا۔ برہمنوں کی وہ عزت جاتی رہی اس لئے دھرم کا پاؤں ٹوٹ گیا۔ اور نتیجہ کا انس بھی کم ہو گیا۔ برہمن گوشت خوری بھی کرنے لگے۔ اور جھوٹ بولنا بھی اختیار کیا۔ اسی طرح جب دواپر جگ ہو گا۔ ویش بھی تپسیا کریں گے۔ دھرم کے صرف دو چرن رہیں گے۔ ویش لوگوں کا مقولہ ہو گا۔ کہ برہمن اور چھتری ہم سے بڑھے نہیں۔ اور جب کلجگ آویگا۔ چھتری۔ ویش اور شودر تپسیا کریں گے۔ دھرم کی ترقی ہو گی۔ دھرم کا نشان نہ رہیگا۔ نیچ قوم اپنے کو بڑا سمجھیگی۔ مہاراج جس راجہ کے راج میں ودیا۔ دھرم کرم کے اپدیش ہوتے ہوں۔ آدھا پھل راجہ کو ملتا ہے۔ اس لئے رعیت نوازی عدل گستری راجہ پر فرض ہے۔ آپ اپنے راج میں گشت لگائیے۔ اور دیکھیں کون پاپی ہے۔ تب اس لڑکے کے لئے موت مرنے کا سبب خود بخود افشا ہو جائے گا۔

سرگ ۸۶

گشت کیلئے سری مہاراج کی پشپ بوان پر سواری

سری مہاراج نے اس لڑکے کی لاش تیل میں رکھوا دی۔ تیل میں رکھنے سے بدن گلتا نہیں۔ پھر پشپ بوان طلب کیا۔ اس پر سوار ہو کر گشت کے لئے نکلے۔ تلاش تھی۔ کہ ہماری ریاست میں کون ادھرمی کہاں رہتا ہے۔ پہلے پچھم طرف پھر اتر طرف پھر پورب طرف نکل گئے۔ لیکن کوئی ادھرمی اور پاپی نہ ملا۔ جب دکھن دیس میں بندھیاچل پہاڑ پہ پہنچے۔ دیکھا کہ ایک مرد سر نیچے اور پاؤں اوپر لٹکائے تپسیا کرتا ہے۔ مہاراج اس کے پاس گئے۔ پوچھا کیا چاہتے ہو۔ اور تمہاری ذات کیا ہے ۔

سرگ ۸۷
سری مہاراج اگست رشی کے آشرم میں

تنپشنی بولا۔ کہ قوم شو درہے۔ لیکن دیولوک جیتنے کی ہوس میں تپسیا کرتا ہوں۔ میرا نام سمبک ہے۔ مہاراج نے شمشیر آبدار سے اس کا سر اُتار لیا۔ لاش پھڑکنے لگی۔ دیوتوں نے مہاراج کی تعریف کی اور کہا کہ اب ہم سے بردان مانگئے۔ مہاراج نے یہ بردان مانگا۔ کہ اس برہمن کا لڑکا زندہ ہو جاوے۔ دیوتاؤں نے کہا۔ وہ کب کا زندہ ہو گیا۔ بلکہ اپنے گھر بھی پہنچ گیا۔ مہاراج اگست رشی کا استھان یہاں سے بہت قریب ہے۔ بارہ برس ریاضت کرتے گذر گئے۔ آج نکلیں گے۔ آپ درشن دیجئے۔ سری مہاراج دیوتاؤں کو پشپ بمان پر سوار کر کے اگست رشی کے استھان پر پہنچے۔ اگست رشی مہاراج کو آتے دیکھ کر دوڑے اور آسن پر بٹھا کر پرارتھنا کی۔ دیوتے سرگ کو راہی ہوئے۔ اگست رشی بولے زہے نصیب آپ کے درشن ہوئے۔ آپ کی زیارت کا مدت سے متمنی تھا۔ آج مراد پوری ہوئی۔ ایک رات ہمارے استھان پر قیام کیجئے۔ تو عین نوازش ہوگی۔ مہاراج نے قبول کیا۔ رات بھر رشی کے استھان پر رہے۔ رشی جی نے ایک کنگن سری مہاراج کو دیا۔ مہاراج نے انکار کیا کہ ہمارا دھرم چھتری ہے۔ اور چھتری غریبوں کو ستانا نہیں چاہتے۔ آپ کیوں اپنے دنوں کی کمائی کھوتے دیتے ہیں۔ آپ کے کام آوے گا۔ اگست رشی بولے۔ جس وقت دنیا کی آفرینش ہوئی اُس وقت کوئی راجہ نہ تھا۔ خلقت پریشان تھی۔ برہما نے خیال کیا۔ کہ بغیر راجہ کے دنیا کا کام نہیں چل سکتا۔ اُنہوں نے دیوتوں کا راجہ تو اندر کو بنا دیا۔ اب ہم لوگوں کے لئے راجہ کی ضرورت ہوئی۔ کیونکہ راجہ میں برن۔ اندر۔ کبیر۔ سورج جمراج کا انس ہوتا ہے۔ اور وہ پاپ اور پُن سے علیحدہ ہے۔ جو جیسا کرتا ہے سزا پاتا ہے۔ اور سزا دینے والا راجہ ہے۔ سزا دینے کا پاپ راجہ کو تو ہوتا نہیں۔ پھر آپ کو اس زیور کے لینے سے کیا توقف ہے۔ آپ اسے قبول کریں۔ سری مہاراج نے کنگن لے لیا اور دریافت کیا کہ یہ کنگن آپ کو کس طرح ملا؟

سرگ ۸۸
اگست رشی کی زبانی سفر کے عجیب و غریب واقعات

اگست رشی بولے کہ ترتیا جگ میں تمام دنیا کی گشت لگائی۔ ایک ملک میں گذر ہوا جس میں سو جوجن لمبا ایک جنگل تھا۔ مگر جنگلی جانوروں کا نشان نہ تھا۔ اور نہ رشی لوگ عبادت کرتے تھے۔ مگر جنگل کیا تھا دریا تھا۔ طرح طرح کے درخت قسم قسم کے پھول انواع انواع کے پھل۔

پیدا ہوتے تھے۔ آدمی اور جانور کا پتہ نہیں۔ اور آگے بڑھا ایک تالاب جو جن بھر لمبائی کا دکھائی دیا۔ تالاب پر ہنس۔ چکوے۔ چکئی اور بہت سے دریائی پرندے دکھائی دیئے۔ وہاں کا نظارہ دیکھتے ہی طبیعت خوش ہوئی۔ رات بھر تالاب کے کنارے بیٹھا رہا۔ تڑکے اٹھ کے اشنان کر کے اس تالاب کے گرد پھرا۔ ایک مقام پر مردہ پڑا پایا۔ معلوم ہوتا تھا کہ اس نے ابھی دم توڑا ہے گھنٹہ بھر لاش دیکھتا رہا۔ اتنے میں ایک بڑا رتھ آسمان سے اترا۔ اس میں بہت سی گل اندام حوریں سوار تھیں۔ اور ایک دیوتا حوروں کا گانا سن رہا تھا۔ کوئی چنور ہلاتی کوئی گاتی کوئی بجاتی۔ دیوتا رتھ سے اترا۔ اور لاش کی بوٹیاں نوچ نوچ کر کھانے لگا۔ جس قدر کھانا تھا بدستور چبا جاتا تھا۔ کل گوشت کھا گیا۔ لاش چیلوں کی نذر ہوئی۔ پھر تالاب میں ہاتھ اور منہ دھو دیا۔ اور ابان میں چڑھ کر سرگ لوک کی طرف چلنے کی ٹھانی۔ میں نے اس سے پوچھا۔ تم کون ہو۔ دیوتا ہو کر مردے کا گوشت کھاتے ہو۔ کہنے کو تو کہہ گیا۔ مگر رونگٹے کھڑے ہونے لگے۔

سرگ ۸۹

اگست رشی کے درشنوں سے بیدھرب دلیس کے راجہ کی سراپ سے رہائی

دیوتا بولا۔ جب جنم میں بیدھرب دلیس کی بادشاہت ہاتھ میں تھی۔ ہمارے دو بھائی تھے ہمارا نام سویت اور دوسرے کا نام سورتھ تھا۔ پتا کا انتقال ہو گیا۔ حکومت ہمارے ہاتھ آئی۔ ایک ہزار برس تک راج کیا۔ سلطنت کے عیش میں کچھ ایسا ڈوبا کہ دیو کرم پتر کرم دان اور پن چھوٹ گیا۔ ایک دن کئی ایک رشی آئے۔ میں نے سوال کیا۔ ہماری زندگی کس قدر ہے۔ جواب ملا تھوڑے دن اور باقی ہیں۔ میں نے راج پاٹ چھوٹے بھائی کے حوالے کیا۔ اور جنگل میں تپسیا کرنے چلا گیا ایک ہزار برس تک ریاضت کی۔ عمر کے دن پورے ہو گئے۔ روح قالب سے نکل کھڑی ہوئی مرنے کے بعد برہم لوک جانے کی ہدایت کی گئی۔ بھوک اور پیاس سے دکھی تھا۔ برہما سے پوچھا۔ کہ برہم لوک میں بھوک اور پیاس تو نہیں ہوتی کس واسطے اس قدر بیتاب ہوں۔ برہما نے کہا جس وقت بھوک لگے۔ اپنے بدن کی بوٹیاں کھا لیا کرو۔ میں نے کہا یہ کیوں جواب دیا۔ کہ راجہ ہو کر راجسی کرم کرتے رہے۔ دان اور پن مطلق نہیں کیا۔ ریاضت میں بھی یہ حال تھا کہ کند مول پھل اکیلے ہی کھا لیتے تھے۔ ایک دفعہ عرض کیا تھا۔ کہاں سے بھوجن ملیگا۔ تب کا یہ جواب ملا۔ کہ لاش کھایا کرو گے تو لاش نہیں گھٹے گی۔ جس وقت اگست رشی سے ملو گے اور کچھ خیال کرو گے تب تم کو بھوجن ملیگا۔ یہ تکلیفیں جاتی رہیں گی۔ وہ شمشیر جیسے ہم دیوتا سمجھتے تھے۔

ہمارے پیروں پر گر پڑا۔ اور کہنے لگا کہ آپ ہی اگست رشی ہیں۔ اس تکلیف سے نجات دیجئے یہ کہہ کر یہ کنگن ہمارے حوالے کیا۔ ہم نے دُکھی جان کر کنگن لے لیا۔ اور دیکھتے دیکھتے وہ لاش غائب ہو گئی۔ سو آپ اسے قبول کیجئے۔ یہ دیوتا کا دھن ہے۔

سرگ ۹۰
راجہ منو کے بیٹوں کا حال

شری رام راج نے پھر پوچھا کہ اس جنگل میں جانور اور بستی کیوں نہیں رہتے۔ اس کا سبب کیا ہے۔ اگستیہ رشی بولے کہ ست جگ میں راجہ منو کے لڑکے اکشواک تھے۔ منو جی نے اکشواک کو راج سونپ دیا۔ اور دعا دی کہ تم پر دشمن حملہ نہ چلا سکیگا۔ اور تمہارے خاندان میں ایک سے ایک بڑھ کر دھرماتما راجہ ہوں گے۔ منو جی تپ کرنے چلے گئے۔ راجہ اکشواک کے سو لڑکے تھے۔ خاندان تو بہت اچھے اور دھرماتما تھے۔ چھوٹا بڑا ادھرمی اور کوکرمی تھا۔ اکشواک نے اس کا نام ڈنڈ رکھ دیا۔ ڈنڈ نے خلقت کو ستایا تکلیفیں دیں۔ اور بیج پہنچایا ہے۔ اکشواک نے عاجز ہوکر خاندانی بزرگوں سے مشورہ لیا اور بندھیا چل پربت پر دکھن دیس کا راج ڈنڈ کے حوالے کر دیا۔ ڈنڈ نے ایک نگر بسایا اور اس کا نام مدھومتر رکھا۔ شکراچارج کو اپنا پروہت بنایا دولت سے خوب مالامال ہو گیا اور مدھومتر نگر اندر آسن کو مات کرنے لگا۔

سرگ ۹۱
راجہ ڈنڈ کا فعل ناسزا

ایک دن شکراچارج ڈنڈ سے بولے۔ کچھ جگہ ہمارے رہنے کو دے دو۔ راجہ نے بہت اچھا مقام شکراچارج کے رہنے کیلئے عطا کیا۔ ایک روز راجہ ڈنڈ اس جنگل میں شکار کھیلنے کے لئے گیا تھا۔ شکراچارج استھان پر نہ تھے۔ ایک لڑکی بیٹھی تھی۔ ڈنڈ اسے دیکھ کر لٹو ہو گیا اور مباشرت کا طالب ہوا۔ وہ بولی کہ شکراچارج کی لڑکی ہوں۔ نام میرا آرجا ہے۔ تم دھرم کے خواستگار ہو۔ خبردار ہاتھ نہ لگانا۔ ایک تو ہمارے پتا تمہارے گورو۔ اور پھر میں برہمن کی لڑکی ہوں۔ جب یہ ماجرا شکراچارج سنیں گے۔ تو تمہاری بدی کا نشان نہ رہیگا۔ جلد کر دینگے۔ اگر طبیعت نہیں مانتی۔ تو ان سے استدعا کرو۔ شاید ہمارا تمہارا عقد ہو جاوے۔ لیکن کچھ پرواہ نہیں۔ آرجا نے بہت سمجھایا۔ اچھا اس پر شیطان سوار تھا۔ نہ مانا زبردستی فعل بد کا مرتکب ہوا۔ آرجا روتی رہی۔

سرگ ۹۲

شنوکر اچارج کا سراپ راجہ ڈنڈ کو

شنوکر اچارج بھی کند مول پھل لینے کے لئے باہر گئے تھے۔ جب آئے۔ لڑکی کو روتے دیکھا پوچھا کس واسطے روتی ہے۔ آرجا نے کل ماجرا راجہ ڈنڈ والا بیان کر دیا۔ شنوکر اچارج آتش غضب سے برافروختہ ہو گئے۔ راجہ ڈنڈ کو سراپ دیا۔ کہ اے کمبخت تو نے گورو کی لڑکی سے بد حرکت کی۔ ایک ہفتے کے اندر تیرا خاندان اور لڑکے بالے ناش ہو جائیں گے۔ سو جوجن تک تیرے راج میں خون برسے گا۔ کوئی جینا نہ بچیگا۔ جو کوئی اس جنگل میں رہتا ہو۔ نکل جائے۔ ورنہ سات دن کے اندر تختہ اُلٹ جائیگا۔ پھر آرجا کو سراپ دیا۔ کہ جسوقت وہ تجھ سے وصل کا طالب ہوا۔ تو نے سراپ کیوں نہیں دیا۔ معلوم ہوتا ہے تیری بھی مرضی تھی۔ سو تو بھی ایک جوجن میں رہیگا۔ جب رامچند ادناسے کر یہاں آئیں گے۔ اُس وقت سراپ سے چھوٹے گی۔ ایک جوجن تک دیوتا اور دیت پتا بگاڑ نہیں سکتے۔ سری مہاراج یہ وہی ڈنڈک بن ہے۔ بہت سے رشیوں نے تپ کیا ہے۔ اس وجہ سے جنستھان کہلاتا ہے۔ اتنے میں شام ہو گئی۔ سری مہاراج سندھیا کے لئے تالاب پر آئے

سرگ ۹۳

اگست رشی کی زبانی سری رامچندر کی تعریف

سری مہاراج سندھیا کر کے اگست رشی کے استھان پہ آئے۔ کند مول پھل بھوجن کیا۔ رات بھر کتھا بارتا کا چرچا رہا۔ صبح نت نیم سے فراغت کر کے اگست رشی سے اجازت چاہی۔ کہ حکم ہو تو مکان پہ جاؤں۔ آپ کے درشنوں سے آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں۔ اگست رشی نے فرمایا کہ آپ دھن ہیں۔ سب کو اپنے درشنوں سے نن موکش پدوی دیتے ہیں۔ آپ الیشور ہیں۔ آپ کی یاترا سپھل ہوئی۔ اب اجودھیا پوری جائیے۔ سری مہاراج نے اگست رشی کے قدم چھوئے اور بِمان پہ چڑھ کر اجودھیا کی طرف جاترا کی۔ رشیوں نے سری مہاراج کو اشیرباد دی۔ سری مہاراج اجودھیا پوری میں پہنچ کر راج کرنے لگے۔ اور بھرت لچھمن کو بُلا کر پاس بٹھلایا۔

سرگ ۹۴

سری مہاراج کو راجسی جگ کرنے کی تمنا

سری مہاراج کی اجازت سے بھرت اور لچھمن بیٹھ گئے۔ سری مہاراج کہنے لگے۔ کہ برہمن کا کام ہو گیا۔ اب راجسی جگ کرنے کی تمنا ہے۔ اس جگ میں بہت پھل ملتے ہیں۔ عمر بھر کے پاپوں سے نجات ہوتی ہے۔ تم لوگوں کی کیا تجویز ہے۔ بھرت جی نے عرض کیا۔ کہ سری مہاراج خود ہی دھرم روپ اور سب کو پھل دینے والے ہیں۔ آپ کے نام لینے سے دنیا کا بیڑا پار ہو جاتا ہے۔ سری مہاراج نے بھرت کی باتوں سے خوشنودی ظاہر کی۔ تم شدھ آتما ہو۔ عقلمند ہو۔ تمہارے کہنے کو مان لیا۔ جگ کرنے کی ضرورت نہیں ::

سرگ ۹۵

آشمیدھ جگ کرنے کی تجویز

لچھمن جی نے سوچا۔ ایسا نہ ہو۔ کہ رامچندر اپنا منورتھ بھنگ ہوتے دیکھ کر رنجیدہ ہو جائیں عرض کیا۔ راجسی جگ سے تو آشمیدھ جگ کیجئے۔ یہ کل گناہوں کو دور کرتا ہے۔ اندر نے ہزارہا گناہ کئے جب آشمیدھ جگ ہوا۔ پاپ کافور ہو گئے۔ برترا بڑا زبردست راچھس تھا۔ جو پہاڑ کی طرح سو جوجن لمبا اور اس کا تنگنا اونچا تھا۔ بڑا دھرماتما گنا ہے۔ تینوں لوک اس کے اقبال کی تابع تھے۔ اس کے راج میں دھرم کی اس قدر ترقی تھی۔ کہ بغیر جوتے زمین سے غلہ پیدا ہوتا تھا۔ برترا نے تپ کرنے کا ارادہ کیا۔ اور اپنے لڑکے مدھو کو راج سونپ کر ریاضت میں مشغول ہوا۔ دیوتوں میں کھلبلی پڑ گئی۔ بشن کے پاس پہنچے۔ مہاراج برترا دیت تپ کرنے لگا۔ تپ کے زور سے تینوں لوک جیت چکا ہے۔ اس کی تپسیا پوری ہو گئی۔ تو ہمارے رہنے کی جگہ نہ رہے گی۔ اب کوئی تدبیر بتایئے۔ کہ جس میں یہ مارا جائے۔ آپ سے امان کے خواستگار ہیں ::

سرگ ۹۶

بشن بھگوان کی ہدایت سے برترا اسر کی موت

بشن بھگوان بولے کہ برترا اسر تو میل رکھتا تھا۔ اور اسی وجہ سے ہم بھی مواخذہ نہ کرتے تھے۔ اب کیا ہو گیا۔ جو تمہیں جلا وطن کرنے پر آمادہ ہے۔ خیر دیکھا جاویگا۔ تم جاؤ۔ لڑائی کے سامان کرو۔ اپنے ہاتھ سے تو ماروں گا نہیں۔ البتہ میرا ایک انس اندر میں اور ایک اندر کے بجر

میں اور تیسرا انس میرا جہاں لڑائی ہوگی۔ رہیگا۔ اندر ہی کے ہاتھ سے برترا اسر کی موت ہے۔ اندر بشن بھگوان سے رخصت ہو کر برترا اسر کے پاس پہنچے۔ وہ تپ میں مشغول تھا۔ چہرے پر ریاضت کی تجلی نمایاں تھی۔ جلال برس رہا تھا۔ دیوتوں کے دلوں میں کپکپی نمایاں ہوئی۔ اندر سے عرض کیا۔ اب کیوں چوکتے ہو۔ وار کیوں نہیں کرتے۔ لگاؤ کا لیا دھیان لگائے آنکھیں بند کئے بیٹھا ہے موقع غنیمت ہے۔ اندر نے دیوتوں کے اصرار سے بجر مارا۔ بجر پڑتے ہی برترا اسر کا سر زمین پر لوٹنے لگا۔ برہم ہتیا سامنے آگئی۔ اندر بھاگے۔ برہم ہتیا نے پیچھا کیا۔ اندر نے تینوں لوک میں گشت لگائی۔ کہیں امان نہ ملی۔ دیوتوں نے بشن بھگوان کو گھیرا۔ مہاراج برترا اسر کے مرنے سے برہم ہتیا پیچھا کر رہی ہے۔ کہیں پناہ نہیں ملتی۔ اندر پریشان ہیں۔ آپ بچائیں تو ہو سکتا ہے۔ برہم ہتیا بلائے بے درماں ہے۔ چانڈال سے بڑھ کر ہے۔ کیونکہ چنڈال تو کھڑا بھی ہونے دیتے ہیں۔ مگر برہم ہتیا کی صورت سے لوگ بھاگتے ہیں۔ بشن بھگوان نے اندر کو اشومیدھ جگ کرنے کی ہدایت کی اور فرمایا۔ کہ اشومیدھ جگ سے برہم ہتیا ٹھہرنے نہیں پاتی۔ آشمیدھ جگ سے ہماری روح خوش ہوتی ہے۔ پاپ دور ہو جاتے ہیں۔ اور اندر نے اپنی بھلائی کے لئے برترا اسر کو مارا ہے اسلئے اشومیدھ جگ کرنا لازمی ہے۔ یہ کہہ کر بشن بھگوان انتردھیان ہو گئے ہ

سرگ ۹

راجہ اندر پر برہم ہتیا کا تعاقب

اندر بشن لوک سے روانہ ہوئے۔ برہم ہتیا پیچھا کئے ساتھ ہے۔ اندر کے پاؤں نہیں اٹھتے۔ تلوؤں میں چھالے پڑ گئے ہیں۔ ایسی قدر تکلیف اٹھائی۔ کہ چوراسی جون بھوگنے میں بھی یہ مصیبت نہ ہوتی ہوگی۔ لچھمن جی سری مہاراج کو یہ کتھا سنا کر عرض کرتے ہیں۔ کہ ادھرم کا نتیجہ اچھا نہیں۔ ادھرمیوں کی یہی حالت ہوتی ہے۔ اندر جان چھپائے ایک تالاب پر پہنچے۔ جہاں کنول پھول رہے تھے۔ چوطرفہ سبزی لگی ہوئی تھی۔ درخت لہلہا رہے تھے۔ تالاب کا پانی موتی سا جھلک رہا تھا اندر نے آؤ دیکھا نہ تاؤ دیکھا۔ چھوٹا سا روپ بنا کر کنول کے پھول میں چھپ رہے۔ برہم ہتیا تالاب پر اندر کے انتظار میں کھڑی رہی۔ مدت گذر گئی۔ مگر اندر کنول کے پھول سے باہر نہ نکلے اتنے میں قحط پڑ گیا۔ امساک باراں سے ندی نالے خشک ہو گئے۔ ہزاروں جانور پیاس سے جان بحق ہوئے۔ آبی جانور تو ایک نہ بچا۔ اس حالت میں بھی برہم ہتیا وہاں سے نہ ٹلی۔ دیوتوں کے چھکے چھوٹے ہیں۔ کیا کریں۔ جو برہم ہتیا سے اندر کو نجات ملے۔ ناچار پھر بشن کے پاس دوڑے آئے۔ اور التجا کی۔ سالہا سال گذرے۔ اندر کی صورت دکھائی نہ دی۔ برہم ہتیا بدستور تالاب

پر کھڑی ہے۔ جب تک خود بدولت نہ چلیں گے۔ اس بلا سے نجات نہ ہوگی۔ لشن بھگوان دیوتوں کے ہمراہ چل کھڑے ہوئے۔ اور تالاب کے کنارے دیوتوں سے اشمیدھ جگ کرانا شروع کیا۔ جگ ختم ہوا۔ برمہ ہتیا کھسکی۔ چلتے وقت لشن بھگوان سے بولی۔ کہ اب میں کہاں جاؤں۔ دیوتے بولے۔ کہ یہ مجال کسی میں نہیں۔ جو تم کو اکیلا سر پر لے سکے۔ لشن بھگوان بولے۔ تمہارے لئے چار جگہیں مقرر کی گئی ہیں۔ اگر پسند ہو تو وہاں جا کر رہو۔ برمہ ہتیا بولی۔ ایک تو ندیوں میں اپنا مسکن بناؤں گی۔ دوسرے اس زمین میں۔ تیسرے جوان عورت میں جو حیض سے ہوتی ہے اور چوتھے اس شخص میں میرا قیام ہوگا۔ جو برہمن کو جھوٹا کلنک لگاتے اور گالیاں دیتے ہیں۔ شاستر کی عزت نہیں کرتے۔ دید کو انسان کا بنایا ہوا سمجھتے ہیں۔ ہاں گنگا اشنان کرنیوالوں اور گنگا کے کنارے رہنے والوں کے سامنے میں نہیں جا سکتی۔ لشن بھگوان بولے بہت اچھا۔ برمہ ہتیا رفو چکر ہوئی۔ اور اندر کنول سے برآمد ہوئے۔ لچھمن جی کہتے ہیں کہ اشمیدھ جگ بہت جگوں سے افضل ہے۔ اگر بھرت جی پسند کریں۔ تو اشمیدھ جگ کیجئے۔

سرگ ۹۸

سری مہاراج کی زبانی اشمیدھ جگ کے پھل

بھرت جی نے بھی پسند کیا۔ سری مہاراج اشمیدھ جگ کے پھل کہنے لگے۔ بیان فرمایا کہ زمانہ سلف میں کردم نامی ایک راجہ گذرے ہیں۔ ان کے لڑکے ایل بڑے پرتاپی ہوئے۔ ان کے عہد میں رعیت بہت خوش رہتی تھی۔ ایک دن شکار کی تلاش میں کسی ہرن کے پیچھے گھوڑا دوڑایا۔ ہرن نے زقند ماری اور چھلاوا دیا۔ ایک لق و دق صحرا میں پہنچے۔ شام کارتک جی نے یہیں جنم لیا تھا۔ اس وقت شیو جی پاربتی کے ساتھ گلگشت میں مصروف تھے۔ پاربتی جی کو غیر مرد کے آنے سے حجاب ہوا۔ شیو جی نے پرارتھنا کیا۔ جو کوئی اس جنگل میں آوے استری روپ ہو جاوے اس دن سے جتنے پشو پنچھی درخت تھے سب عورت ہو گئے۔ راجہ کی فوج کی فوج تلاش کرتے ہوئے وہاں آئی۔ وہ بھی اس جنگل میں قدم رکھتے ہی زنانے ہو گئے۔ سب کو فکر ہوئی۔ کہ یہ کون گت ہماری ہوئی۔ شیو جی سے سبھوں نے شکایت کی۔ کہ کس جرم کی پاداش میں ایسی حالتیں ہماری ہوئیں۔ شیو جی نے مسکرا کر فرمایا۔ کیا عورت کا جامہ برا ہے۔ کیا اس کی کچھ عزت نہیں۔ راجہ ایل چپ ہو رہے۔ کہ کیا کروں۔ پاربتی جی سے منت ظاہر کیا۔ مہارانی کرپا کیجئے مرد کا جامہ دیجئے۔ پاربتی جی بولیں۔ کہ میں اردھنگی شیو جی کی کہلاتی ہوں۔ اسلئے آدھا بردان

دے سکتی ہوں۔ آدھا مہا دیو جی سے مانگو۔ راجہ کو اور بھی فکر ہوئی۔ کہ آدھے بردان سے آدھا پرشش اور آدھی استری کس طرح سے رہوں گا۔ پاربتی جی سے بولے۔ خیر ایسا کیجئے کہ ایک مہینے تک مرد ہو کر راج کاج دیکھوں۔ ایک مہینے استری ہو کر گرہستی کے دھندوں میں لگوں۔ شیو جی نے کہا۔ جا ایسا ہی ہو گا ؛

سرگ ۹۹

راجہ ایل کا قصہ

راجہ ایل بردان پا کر استری روپ میں رہنے لگے۔ اس جنگل کے قریب ایک پہاڑی تھی اور پہاڑی پر ایک سرور آب وتاب سے بہ رہا تھا۔ سرور کے کنارے بدھ رشی تپ کرتے تھے۔ جل سیچن میں ہری بھجن ہوتا تھا۔ راجہ ایل طرحدار عورت بنے ہوئے بدھ رشی کے پاس گئے بدھ رشی کا دل طرحدار عورت دیکھ کر مائل ہوا۔ ہری بھجن چھوڑ کر عورت کے پاس آئے۔ حسن و جمال کی تعریف کی۔ نام پوچھا۔ عورت کچھ نہ بولی۔ سہیلیوں نے جو استری روپ تھے۔ کہا مہاراج ان کے خاوند نہیں ہیں۔ باکرہ ہیں شوہر کی تلاش میں جنگل جنگل ماری پھرتی ہیں۔ کوئی بالکا جوان نہ ملا۔ آپ کا جی چاہے تو ان کے ساتھ مباشرت کیجئے۔ بدھ ایسی کے بھوا اور کیا چاہتے تھے۔ مراد بر آئی۔ طرحدار عورت کے ساتھ بھوگ کرنے لگے ؛

سرگ ۱۰۰

پاربتی کے سراپ سے راجہ ایل عورت روپ میں

طالب و مطلوب وصل دلدار سے خوش تھے۔ ایک مہینہ خوب چین سے کٹا۔ بدھ رشی نے نسب پوچھا۔ کہ میں چندرماں کا لڑکا ہوں۔ اتفاق سے ایک دن بدھ رشی معشوقہ کے ساتھ ہم صحبت تھے۔ مہینہ ختم ہو گیا۔ عورت مرد ہو گئی۔ بدھ رشی دانتوں تلے انگلی دبا کر بھاگے۔ سرور میں غوطہ لگایا۔ اور ہری بھجن کرنے لگے۔ راجہ ایل مرد بن کر بدھ رشی کے آشرم میں پہنچے۔ آواز دی۔ کہ مہاراج اب یہ بے التفاتی ایسی کیا ادائی کی۔ کہ بات بھی نہیں کرتے۔ خیر اتنا تو بتا دیجئے کہ ہمارے ساتھی کہاں ہیں۔ بالمیک جی کا قول ہے۔ جب انسان نفس امارہ کا مطیع ہو جاتا ہے۔ شہوت پرستی زناکاری غلبہ کرتی ہے۔ تو دھرم اور کرم کا لحاظ نہیں رہتا۔ دروغ گوئی جعلسازی کذب و نخوت دماغ میں سما جاتی ہے۔ بدھ رشی نے کہہ دیا۔ کہ جہاں تمہارے ساتھی رہتے تھے وہاں تو پھر

گرپے۔ سب کے سب عدم آباد سدھارے۔ کسی بات کا ڈر نہ کریں۔ یہاں رہو۔ جب عورت ہوگے۔ پھر مرنے اُڑا ئیں گے۔ راجہ ایل ساتھیوں کے ضائع ہونے سے از حد ملول ہوئے۔ بیساختہ چیخ نکل گئی۔ ہائے اب کیا کروں۔ کس منہ سے گھر جاؤں۔ بدھ رشی بولے گھبراتے کیوں ہو۔ ایک سال ہمارے پاس رہو جتنے لوگ مرے ہیں۔ سب کو زندہ کردونگا۔ اکیلا جانا اچھا نہیں۔ راجہ کو بدھ رشی کی باتوں سے ڈھارس ہوئی۔ مابدھ رشی دیوتا اور تپشی ہیں۔ ان کی دعا سے ضرور ساتھی لوگ زندہ ہو جائیں گے۔ ایک سال رہنا قبول کرلیا۔ جب مہینہ گذرا۔ راجہ ایل نے عورت کا جامہ پہنا بدھ رشی کی چہیتی بی بی بن گئے۔ نو مہینے گذرنے پر ایک لڑکا پیدا ہوا۔ پیوردا نام رکھا گیا۔ رشی جی بہت خوش ہوئے۔ راجہ ایل کو گھر جانے کی لگی تھی۔ کہ کسی طرح سال گذرے۔ ساتھی زندہ ہوں۔ اور اپنے گھر جاکر کاروبار سلطنت دیکھیں۔ کل کارخانے ابتر ہو رہے ہوں گے۔ بدھ رشی بھی شش و پنج میں تھے۔ کہ اگر یہ چلی گئی۔ تو لڑکے کی پرورش کون کریگا۔ میں اکیلا کیا کرونگا۔

سرگ ١٠١

راجہ ایل کا سراپ سے چھٹکارا

اتنے میں چیون رشی بہت سے رشیوں کے ساتھ بدھ رشی کے استھان پر وارد ہوئے۔ راجہ نے حال کہا۔ رشیوں نے دعا دی۔ اور اشمیدھ جگ کرنے کی ہدایت فرمائی۔ اشمیدھ جگ سے تمہاری مراد پوری ہوگی۔ شیو جی خوش ہوکر بردان دیں گے۔ اور اس سراپ سے چھوٹ جاؤ گے۔ رشیوں نے راجہ ایل سے جگ کرایا۔ شیو جی نے پاربتی کے ساتھ درشن دیئے۔ فرمایا۔ ہم سے خوش ہوں۔ جو چاہیئے۔ مانگ لو۔ راجہ ایل نے اپنی حاجت بیان کی۔ جو حال پہلے تھی ہوجائے یعنی عورت کے جامہ سے رہائی ہو۔ ہمیشہ مرد رہوں۔ شیو جی نے کہا بہت اچھا۔ ایسا ہی ہوگا۔ یہ کہہ کر انتردھیان ہوگئے۔ برہمنوں اور رشیوں نے آشیرباد دی۔

سرگ ١٠٢

اشمیدھ جگ میں تیاری

سری مہاراج نے دربار منعقد کرکے اشمیدھ جگ کے بارے میں مشورہ لیا۔ امیر وزیر بلائے گئے۔ برہمن اور رشیوں کی طلبی ہوئی۔ سب کی صلاح ٹھیری۔ کہ ایل سے بڑھ کر اور کون

کام ہے۔ آشمیدھ جگ ضرور ہونا چاہیئے۔ وید خوان۔ برہمن۔ مرتاض اور نفس کش رشی مدعو کئے جائیں۔ ہنومان جی لنکا میں جاکر بھبھیکن اور رانی مندودری کو مدعو کریں۔ دیگر ممالک میں سفیر بھیج کر راجوں میں نوید تقسیم ہو۔ جگیہ شالہ گومتی کے کنارے استھاپت ہو۔ چار سو وید خوان برہمن کے بغیر جگیہ پورا نہیں ہو سکتا۔ ہر ایک کی خاطر و مدارات میں کسی قسم کا تکلف باقی نہ رہے۔ غریبوں و محتاجوں میں کھانا تقسیم ہو۔ انواع اقسام کے کھانے مرتب ہوں۔ جگ کے سامان میں تیل۔ گھی۔ مونگ۔ مولکنی۔ نمک۔ تل وغیرہ کی بہتات رہے۔ ہر ایک قسم کی جنس کا ذخیرہ ہو۔ باربرداری کے جانور ہر وقت موجود رہیں۔ نہ معلوم کس کو کس وقت ضرورت پڑے۔ کئی ہزار گاڑی۔ رتھ۔ چھکڑے مہیا رہیں۔ کسی قسم کی کمی نہ ہونے پائے۔ کمی پڑنے سے بھی جگیہ پورا نہیں ہوتا۔ اور نیچے رہنے میں گنجائش رہتی ہے۔ جگیہ شالہ کے چاروں طرف دکانیں لگائی جائیں نوجوان سپاہیوں کا پہرہ رہے۔ تاکہ امن میں خلل نہ پڑنے پاوے۔ سلاطین نامدار جو دیگر ممالک سے آئینگے۔ ان کی بود و باش کا انتظام بہت خوش اسلوبی سے کیا جائے۔ عمدہ عمدہ عمارتیں خیمہ خرگاہ خوبصورتی سے سجائے جائیں۔ سونے کی مورت سری جانکی جی کی بننا چاہیئے۔ کیونکہ مہارانی موجود نہیں ہیں اور بغیر استری کے جگیہ نہیں ہوتا۔ اور دھرم شاستر میں ہدایت ہے۔ کہ اگر عورت پردیس میں ہو۔ یا مرگئی ہو۔ یا بیمار یا ضعیف یا پیری سے بیٹھ نہ سکتی ہوں۔ تو سونے کی یا کس کی مورت بناکر استھاپن کی جائے۔ سگریو کے حوالے مودی خانہ ہو وہ ہر شخص کی نگہداشت خوب رکھیں گے۔ رانی مندودری کے ذمہ راجوں اور رشیوں کی عورتوں کی مہمان نوازی ہو۔ بھرت جی نے شاہی خزانے سے سونا نکلوا کر سیتا مہارانی کی مورت بنانا شروع کی اور لچھمن جی نذر کیکر لے کر دیگر سامان کی درستی میں مصروف ہوئے

سرگ ۱۰۳

آشمیدھ جگ کے سازوسامان کی درستی

بھرت جی نے ہفتہ بھر کے اندر کل سامان لیس کر دیئے۔ سری مہاراج دیکھ کے آنند ہو گئے۔ لچھمن جی نے فرمایا کہ جو راجے اور سلاطین مہمان ہیں۔ انہیں تکلیف نہ ہونے پائے۔ مانگ میں کمی نہ ہو۔ جو چیز درکار ہو۔ فوراً بھیجنا۔ راجوں مہاراجوں نے سری رامچندر کی خدمت میں بے بہا تسلیم یاقوت ہیرے جواہر پیشکش کئے۔ سری مہاراج نے نذریں قبول کر لیں۔ اور بھرت کو حکم دیا کہ تم جاکر یہ دیکھ لو۔ کسی چیز میں کمی تو نہیں ہے۔ مہاراج کی اجازت سے ہر شخص اپنے اپنے کام پر مستعد ہو گیا۔ گومتی کے کنارے جگ شالہ استھاپت ہوئی۔ اور جگ شروع ہو گیا

لچھمن جی جگ کی حفاظت کرنے لگے۔ عجب لطف آتا تھا۔ جب مودی خانہ میں چیزوں کی مانگ ہوتی تھی۔ ایک کی بجائے سو گنی دی جاتی تھی۔ اور لیرلاڈلاڈ کی آواز کم نہ ہوتی تھی۔ کوئی شخص افسردہ دکھائی نہ دیتا تھا۔ مہاتما لوگ اس انتظام کے مدح خواں تھے۔ کہ ایسا انتظام ایسا جگ آج تک دیکھنے میں نہیں آیا۔ کہ جہاں کوڑی کے خرچ سے اشرفی ملتی ہے۔ جواہرات کا ڈھیر روپیہ اشرفی کا ذخیرہ لگا تھا۔ جو جس کو ضرورت ہوتی حاضر کر دی جاتی۔ سگریو۔ بھبھیکن بیش قیمت کپڑے اور نفیس پوشاکیں غریب محتاجوں میں تقسیم کرتے تھے۔ زیور المضاعف تھا۔

سرگ ۱۰۴

بالمیک جی کی ہمراہی میں لو اور کش کی آمد

عین جگ کے وقت سری بالمیک جی لو اور کش کو ساتھ لئے اجودھیا پوری پہنچ گئے۔ اور آشیرباد جگ کو دیکھ کر خوشنودی ظاہر فرمائی۔ سگریو نے پکوان سامنے رکھ دیا۔ مہاراج پہلے بھوجن کر لیں۔ پھر جگ شالہ کا معائنہ کر لیں۔ بالمیک جی نے کھانا تناول فرمایا۔ کش اور لو کو ہدایت کر چکے تھے۔ کہ تم لوگ راماین کا گائن کرو۔ راج استھان جگ شالا اور جہاں خود بدولت کی نشست رہے ہر جگہ کر کے سری مہاراج کو آنند دیا کرو۔ اپنے کھانے کے واسطے کند مول پھل ساتھ ہیں جس وقت بھوک لگے کھا لینا۔ اپنی زبان سے مانگنا نہیں۔ بیس بیس سرگ راماین کے اشلوک سریلی آواز سے مہاراج کو سنانا۔ تال سر کا بہت خیال رکھنا۔ جو کوئی شخص تمہارے سنانے سے خوش ہو۔ اس کے معاوضے میں کچھ دے تو خبردار نہ لینا۔ کیونکہ ہم رشی کہلاتے ہیں۔ روپیہ پیسہ چھوتے نہیں۔ اگر سری مہاراج تمہارے باپ کا نام پوچھیں تو ہمارا نام بتانا۔ کہ ہم ان کے چیلے ہیں۔ سب لوگ یہی جانیں۔ کہ بالمیک جی کے لڑکے گائن ودیا خوب جانتے ہیں۔ روزانہ بال سمے میں پہلے نارد کا اپدیش پاٹھ کرنا۔ پھر بیس بیس سرگ سنانا۔ کش اور لو نے کہا بہت اچھا۔ ایسا ہی کریں گے۔

سرگ ۱۰۵

رام کتھا لو کش کی زبانی

رات ختم ہو گئی۔ سپیدۂ صبح کی ہلکی ہلکی روشنی پھیلنے لگی۔ لو اور کش اشنان اور پوجا کر کے راماین کا پاٹھ کرنے لگے۔ رفتہ رفتہ یہ خبر مہاراج کو پہنچی۔ کہ بالمیک جی کے دو

لڑکے آتے ہیں۔ رامائن کے اشلوک اس خوش الحانی سے پڑھتے ہیں۔ کہ دل کھینچا جاتا ہے۔ راجہ رشی پنڈت۔ برہمن بیس۔ دیا کرنی اور اچھے اچھے گویے شاعر، کب (شاعر)، گندھرب کو مہاراج نے بلوایا۔ اور اچھے اچھے پر تکلف بچھونے پر بٹھانے لگے۔ بعد ازاں دونو لڑکوں کی طلبی ہوئی۔ چوبدار نے حاضر کیا۔ طنبور چھیڑا اور سُر ملا کر دونوں نے رامائن کے اشلوک پڑھنا شروع کئے۔ ہر شخص محو ہو گیا۔ کوئی جھومتا ہے۔ کوئی وجد کے عالم میں ہے۔ سب کی نظر کش اور لو پر پڑ گئی۔ بعضے کان کھسپھسیاں کرنے لگے۔ کہ کیسے خوبصورت لڑکے ہیں۔ یہ ہماتے اپنے ہاتھ سے بنائے سری مہاراج سے اس قدر مشابہ ہیں۔ کہ بال برابر فرق نہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ سری مہاراج نے تین سروپ دھارن کئے ہیں۔ کش اور لو نے پھر نارد کا اپدیش بیان کیا۔ پھر بیس سرگ کے اشلوکوں پر تان ماری۔ لوگوں کے دل بے قابو ہو گئے۔ یہی جی چاہتا تھا۔ کہ سنا کریں۔ گاتے گاتے دوپہر گذر گئی۔ سری مہاراج نے محفل کی برخاستگی کا حکم دیا۔ اور بھرت جی سے اشارہ ہوا۔ کہ ان لڑکوں کو خزانے سے اٹھارہ اٹھارہ ہزار اشرفی دلوا دو۔ سوائے اس کے اور جو غرض ان کی ہو پوری کر دی جائے۔ بھرت جی نے اشرفیوں کے توڑے لو اور کش کے سامنے رکھ دیئے۔ لڑکوں نے انکار کیا کہ ہم نہ لیں گے۔ ہم تو بن کے رہنے والے کند مول پھل کھانے والے اشرفیوں کو کیا جانیں۔ ہمارے کس کام کی۔ افسوس اس بات کا ہے۔ کہ سری مہاراج نے ہری بھجن کی مہماں نہیں سمجھی۔ اگر سمجھتے تو ایسا نہ کرتے۔ لوگوں کو تعجب ہوا۔ کہ برہمن ہو کر لالچ نہیں۔ دل کے غنی ہیں۔ لاکھوں کی دولت پر نگاہ نہیں کرتے۔ برہمن تو طمع کے بندے ہیں۔ جو کچھ دیا جائے۔ ہاتھ پھیلا کر لے لیتے ہیں۔ ان میں استغنا کہاں سے آ گئی۔ سری مہاراج دونو بچوں کی باتوں سے شرمندہ ہو گئے۔ پوچھا یہ اشلوک کس کے بنائے ہیں۔ غضب کی شاعری کی ہے۔ پھر خیال ہوا۔ کہ اشلوک تو سن چکا ہوں۔ یہ تو بالمیک جی کی تصنیف ہیں۔ پھر پوچھا بالمیک جی کہاں ہیں۔ بچوں نے جواب دیا کہ جگ شالا میں ہونگے چوبیس ہزار اشلوک اور پانچ سو سرگ۔ سات کانڈ بالمیک جی نے بنائے۔ اور یہ اشلوک جب تک دنیا رہے گی۔ ہر دلعزیزی سے پڑھے جائیں گے۔ اور جو یہ کتھا سنیں سنائیں گے۔ ہر بھگت کہلائیں گے۔

سرگ ۱۰۶

سری مہاراج جی کی خواہش سے جانکی جی کی طلبی

روزانہ گائن چرچا ہونے لگا۔ سری مہاراج رامائن سنتے اور لو اور کش اس خوش الحانی سے گا کر سناتے کہ حاضرین کی روحیں پھڑک اٹھتیں۔ سنا کی حالو ھی تک پہنچ یعنی جب

گرکھہ ونتی سیتا کو سری رامچندر نے نکال دیا۔ یہاں کی کتھائیں شنائی گئیں۔ تب سری مہاراج کو ہوش آیا کہ یہ تو سیتا جی کے لڑکے ہیں۔ چوبداروں کو بلا کر فہمائش کی۔ کہ بالمیک جی سے عرض کرو۔ کہ جانکی میں اگر دوش نہ ہو۔ تو ہمارے یہاں چلی جائیں۔ چوبداروں نے پیام پہنچایا۔ بالمیک جی نے بھی منظور کر لیا۔ سری مہاراج بھی اس مژدہ جانبخش سے بہت خوش ہوئے۔ وہ دن تو جیوں تیوں بسر کیا اور دوسرے دن کی انتظار میں رات بھر بڑی مشکل سے اس اُمید پہ کاٹی۔ کہ سری جانکی جی یہاں آجائیں گی ؛

سرگ ۱۰۷

سیتا جی کی پاکبازی پہ بالمیک جی کی قسم

سری مہاراج سری جانکی جی کی یاد میں کروٹیں بدلتے رہتے۔ اچھی طرح سویرا نہ ہونے پایا تھا۔ کہ دربار میں جا کر بیٹھ گئے۔ مہاراج کے آنے سے لشسشٹ جی نارد رشی پربت رشی۔ لبو امتر۔ سوکرا چارج۔ مارکنڈے۔ چیون رشی۔ کھار دواج۔ گوتم رشی۔ بھبھیکن۔ سگریو۔ اور دیس دیس کے راجے اور براہمن۔ چھتری۔ ویش۔ شودر اور بہت سے مہاتما دربار میں بسی عزت پہنچ گئے۔ سبھوں کو سیتا جی کے آنے کا خیال تھا۔ ہر ایک کی ٹکٹکی بندھی تھی۔ دیکھیں کب سیتا جی آتی ہیں۔ اتنے میں آگے آگے بالمیک جی اور پیچھے پیچھے جانکی جی سر نیچا کئے ہوئے چلی آتی ہیں۔ گویا برہما اور سرستی ساتھ ہیں۔ مہارانی کی آنکھوں میں جل بہ رہا تھا۔ سب کے دلوں میں رنج پیدا ہو گیا۔ لیکن سمجھ لیا۔ کہ انہیں اپنی جلاوطنی سے ملال ہے۔ یہاں آنا نہیں چاہتیں۔ مگر ہمارا جنم سپھل ہوا۔ کہ جگت جننی مہاماتی کے درشن مل گئے۔ بعضوں کی زبان سے مہاراج کی شان میں مرحبا اور احسنت کے کلمے نکل رہے تھے۔ اور بعضے جانکی جی کے استقلال اور تحمل کے معترف تھے۔ اور بعضے سری رام اور جانکی جی کو مبارکباد دیتے تھے۔ غرض سیتا جی بالمیک کے ساتھ دربار میں آئیں۔ اور بالمیک جی نے کہا کہ سیتا عصمت اور عفت کی پتلی ہیں۔ پاکبازی اور پارسائی میں اپنا نظیر نہیں رکھتی۔ لوگوں نے کلنک لگایا سری مہاراج نے نکال دیا۔ اب آپ لوگوں کو یقین دلائیگی۔ کہ میری سی پتی برت عورت دنیا میں کبھی نہیں۔ کش اور لو جانکی جی کے نور نظر ہیں۔ ایک ہی ساتھ دونوں پیدا ہوئے۔ اب لوگوں کو ان پر اعتبار ہو یا نہ ہو۔ مگر میں قسمیہ کہتا ہوں۔ کہ میں نے کئی ہزار برس تپسیا کی ہے۔ میرا کل ریاضت مٹی ہو جائے۔ جو جھوٹ بولتا ہوں۔ جانکی جی کی پاکبازی میں کسی طرح کا شک نہیں ان کا دامن عفت دھبے سے پاک ہے۔ اگر ذرا بھی دروغ ہو۔ تو ہماری تپسیا کا پھل نشٹ ہو

جائے۔ میں پہلے بھی جانتا تھا۔ اور اب تو ہمارے استھان پر رہی ہیں۔ ہر طرح سے دیکھ لیا۔ دھرم کرم میں ان کا قدم ڈگمگنے والا نہیں۔ رامچندر آپ نے بہت برا کیا۔ جو سیتا جی سی پاکباز عورت کو بدنامی کے ساتھ نکالا۔

سرگ ۱۰۸

سری جانکی جی کا زمین کے اندر داخلہ

سری مہاراج بالمیک جی اندر جانکی جی کی طرف دیکھ کر بولے کہ آپ کا کہنا پایۂ اعتبار سے گر نہیں سکتا۔ ہمیں پہلے بھی شک نہ تھا۔ اور اب تو بالکل جاتا رہا۔ آپ قسم بیکار کھاتے ہیں۔ آپ کے استھان میں رہنے سے میری شکایت جاتی رہی۔ یہ دونو لڑکے ہمارے ہی لخت جگر ہیں۔ اور جانکی جی بھی ہمیں ویسی ہی نگاہ سے دیکھتی ہیں۔ لیکن دنیا کے منہ میں ہاتھ نہیں دیا جا سکتا۔ یہ کہہ کر خاموش ہو گئے۔ دیوتا لوگ رامچندر کا منشا تاڑ گئے۔ کہ ان کا دل ابھی تک صاف نہیں سیتا جی کی آزمائش منظور ہے۔ پھر سری مہاراج مخاطب ہوئے۔ اگرچہ ہم جانتے ہیں کہ جانکی بے عیب اور پاک ہیں۔ لیکن دنیا کو کیا کروں۔ اسلئے جانکی خود قسم کھائیں۔ تب ہو سکتا ہے۔ تب تک نسیم سحری بہنے لگی۔ اندر اپنے باغ کے پھولوں کی خوشبو دینے لگے۔ یہ تعجب دیکھ کر لوگوں کے دل میں فکر پیدا ہوئی کہ ایسی خوشبو کہاں سے آئی۔ دیولوک میں تو میسر نہیں۔ جانکی ہاتھ جوڑ کر کھڑی ہو گئیں۔ اور چلا کر بولیں۔ جو سری مہاراج کو منسا باچا کرمنا سے جانتی نہ رہی ہوں۔ تو زمین پھٹ جائے۔ یا ایک پل بھر میرا دھیان سری مہاراج سے الگ ہوا ہو۔ یا کسی طرف لگا یا ہو۔ زمین میں شگاف ہو جائے۔ تین دفعہ مہارانی نے ایسا ہی کہا۔ زمین اور ناگ ایک سنگھاسن جڑاؤ اپنے پھنوں پر رکھے نکل آئے۔ اور مہارانی کا ہاتھ پکڑ کر سنگاسن پر سنبھال دیا۔ اور گرڑ جی نے سنگاسن کو اپنی پیٹھ پر اٹھا لیا۔ سیتا جی کی پوجا کی۔ اور سب کے دیکھتے سیتا جی رساتل کو چلی گئیں۔ دیوتا گلفشانی کرنے لگے۔ اور سب کی زبان سے تحسین و آفرین کے کلمے سنائی دیئے۔ سیتا جی دھن ہیں۔ سیتا جی دھن ہیں۔ یہ ماجرا دیکھ کر حاضرین سر بجیب ہو گئے۔ اور تینوں لوک میں یہ خبر پھیل گئی۔ لوگوں کی خوشیاں بھی ہوئیں۔ اور بعضے بُت بن گئے۔ بعضے رامچندر کی طرف دیکھتے ہیں۔ اور بعضے جس زمین میں سیتا جی سمائی ہیں۔ ٹکٹکی لگائے نظر نہیں اٹھاتے۔

سرگ ۱۰۹

جانکی جی کے غم میں سری مہاراج کی مضطربانہ حالت

جانکی رسا تل پہنچیں۔ حاضرین نے شدت غم سے اشک بہائے۔ بندروں نے شور مچایا۔ سری مہاراج کو تن بدن کا ہوش نہ رہا۔ خجالت سے سر نیچا ہو گیا۔ عشق کا دریا ابل پڑا۔ کچھ غصہ کچھ رنج حالت اضطراری میں فرماتے تھے۔ کہ عمر گذر گئی۔ بہت سے مصائب جھیلے مگر جو صدمہ آج ہوا ہے۔ کبھی نہیں ہوا۔ لنکا میں بہت سے گزند پہنچے۔ سیتا کی مفارقت میں مغموم رہا۔ پھر بھی آس تھی۔ اب عمر بھر کے لئے سیتا چھوٹ گئیں۔ اے زمین تم نے کیا کیا۔ میں تو تمہیں اپنی خوشدامن سمجھتا تھا۔ میری حالت ابتر ہوئی جاتی ہے۔ زندگی محال ہے۔ سری سیتا جی کو ہمارے پاس بھیجدو۔ یا مجھے اپنی گود میں لے لو۔ پھٹ جاؤ۔ ہم سما جائیں۔ ٹھہرو ٹھہرو ہم بھی آتے ہیں۔ سیتا کو روک لینا۔ اگر سیتا نہ ملیں۔ تو جان لینا کہ زمین کا طبقہ الٹ دوں گا۔ قیامت ہو جائیگی۔ سری مہاراج کی زبان سے مجنوں وار کلمے نکل رہے تھے۔ ادھر دیوتوں میں کھلبلی پڑی۔ کہ مہاراج کو غصہ از حد ہے۔ ایسا نہ ہو پرلے کر دیں۔ برہما پاس پہنچے۔ کیفیت بیان کی۔ برہما جی دیوتوں کے ساتھ مہاراج کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ سمجھایا مہاراج آپ نے جس واسطے اوتار دھارن کیا تھا۔ وہ کام ہو گئے۔ سیتا جی کے واسطے عبث رنج ہے۔ ساکشات لکشمی ہیں چھیر ساگر میں ملیں گی۔ زمین بھی تھرتھرا رہی تھی۔ عاجزی سے بولی۔ جانکی جی کے لئے روتے ہیں۔ جانکی آ سکتی ہیں۔ رامائن جو پڑھی تو جانکی ہیں۔ جو آپ روز سنتے ہیں۔ جتنا حال بالمیک جی نے لکھا ہے۔ وہ سب سچ ہے۔ بال برابر فرق نہیں۔ اب اگر جانکی جی یہاں آئیں تو بالمیک جی کا لکھا جھوٹا ہو جائیگا۔ کیونکہ رامائن میں یہ نہیں لکھا۔ آپ رامائن کو شروع سے اخیر تک سنیئے جانکی جی کے درشن ہوتے رہیں گے۔ برہما جی سمجھا کر برہم لوک چلتے ہوئے۔ دیوتوں نے استتیں کیں۔ اور سری مہاراج بالمیک جی سے گویا ہوئے۔ جتنے واقعات آپ نے رامائن میں درج کئے ہیں۔ سب سچ ہیں۔ جانکی جی رامائن میں موجود ہیں۔ مجھے اطمینان ہو گیا۔ یہ کہہ کر کش اور لو کو اپنے پاس بٹھا لیا۔ اور محفل برخاست ہوئی۔ اور حکم دیا۔ کہ کل کتھا پھر ہو گی۔

سرگ ۱۱۰

کوشلیا۔ کیکئی اور سومترا ماتاؤں کی سرگباشی

رات ختم ہو گئی۔ نور کے تڑکے اشنان پوجا سے فراغت کر کے راجہ درشنی دربار میں آئے کش اور لو دونوں کو سری مہاراج نے اشارہ فرمایا۔ کہ رامائن پڑھو۔ کش اور لو گانے لگے شروع سے اخیر تک بڑے دھیان سے سنتے رہے۔ جب جانکی کے سمانے کا حال آیا۔ بعضوں نے گریبان چاک کیا۔ ہائے ہائے کے دلخراش نالے بلند ہونے لگے۔ کوئی سر ٹپکتا ہے۔ کوئی سینہ کوٹتا ہے۔

مجنوں سی حالت ہو گئی۔ سری مہاراج نے گانا موقوف کیا۔ محفل برخاست ہوئی۔ اور جگیہ سمپورن کر کے اجودھیا جی میں قدم رنجہ فرمایا۔ بالمیک جی کہتے ہیں کہ سری مہاراج نے دس ہزار جگیہ کئے۔ جواہر کے دان ہوئے۔ راج بھر میں دھرم پرچار اور ہری کیرتن رہا کرتا تھا۔ سری مہاراج غریبوں کی ماں دو فریاد سنتے۔ کسی کا بدیاں میلا نہیں ہوتا۔ وقت وقت پہ پانی برستا۔ غلہ کی ارزانی رہتی۔ ملک آباد رعیت شاد تھی۔ نہ کوئی سوگ تھا نہ مرض۔ سب وقت موت نہ آتی تھی۔ جب وقت آیا۔ بڑھاپا از حد ہوا۔ پہلے کوشلیا جی بعد اس کے سومترا پھر کیکئی سرگباش ہوئیں۔ لبداز اں اور راجہ جو مہاراجہ دسرتھ کے ہمعصر تھے۔ اور جن سے مہاراج کو دلی وثوق حاصل تھا۔ راہ گراے عالم جاودانی ہوئے۔ سری مہاراج نے سبھوں کا تیرادھ کرم شاستر کے مطابق کیا۔ گیارہ ہزار برس تک تخت سری مہاراج تخت سلطنت پر جلوہ افگن رہے ۞

سرگ ۱۱۱

سندھ کی طرف فوج کشی

ایک روز راجہ کیکے نے گارگ رشی کو بہت سے قیمتی رتن و جواہرات دیکر سری مہاراج کی خدمت میں روانہ کیا۔ دس ہزار بادرفتار گھوڑے زین لگام سے درست لطور تحفہ کے بھیجے۔ گارگ رشی کی آمد سنکر سری مہاراج نے کشن جی کو استقبال کے لئے بھیجا۔ کشن جی بڑے تپاک سے پیش آئے۔ قدم چومے اور اپنے رتھ پر سوار کرکے سری مہاراج کے پابوس ہوئے۔ سری مہاراج نے اٹھ کر معانقہ کیا۔ اور پرتکلف آسن پر بٹھلایا۔ جسطرح برہسپت دیوتا کی راجہ اندر خدمت کرتے ہیں۔ گارگ رشی کی سیوا میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا گیا۔ مزاج پرسی کی اور آنے کا سبب دریافت کیا۔ گارگ رشی بولے۔ ان دنوں گندھربوں نے بڑا سفر اٹھایا ہے سندھ کے ملک میں زور باندھ رکھا ہے۔ کسی کی سنتے نہیں۔ رعیت پریشان ہے رشی منی عاجز ہیں۔ سیلوکھ گندھرب کی اسقدر اولاد بڑھی ہے۔ کہ خالی سندھ میں تین کروڑ گندھرب اس وقت موجود ہیں۔ زمین پر قدم نہیں دھرتے۔ کس میں طاقت ہے جو ان سے سرگرم پیکار ہو۔ اور ملکوں کا کیا ذکر ہماری استدعا ہے۔ کہ یہ گندھرب شہر بدر کئے جائیں۔ کہ ملک آباد رعیت شاد ہو۔ سندھ میں غدر مچا ہے۔ رعیت دکھی ہے۔ لوگ شہر چھوڑ کے بھاگے جاتے ہیں رعیت کا کچھ بس نہیں لگتا۔ سری مہاراج نے بشکل تچھک بھرت کے لڑکوں کو فہمائش کی۔ کہ تم فوج لے کر جاؤ۔ بھرت جی سپہ سالار ہوں گے اور تم دونو گندھربوں سے آمادہ پیکار ہو۔ جب ملک سندھ تسخیر ہو جائے گندھرب بھاگ جائیں۔ یا ہلاک ہوں۔ تب سندھ از سر نو آباد کر دینا۔ مہاراج کے حکم سے لڑکوں نے ہتھیار سجائے

فوج آراستہ ہوئی۔ اور بھرت جی کی نگرانی میں ملک سندھ کی طرف کوچ بول دیا۔ جس وقت اجودھیا سے کوچ ہوا بہت سے درندے۔ شیر۔ چیتے۔ تیندوے اور گوشت خوار اور خونخوار پرندے بھی فوج کی ہمراہی میں چل کھڑے ہوئے۔

سرگ ۱۱۲
ملک سندھ کے تسخیر ہونے پر بھرت جی کی اجودھیا کیطرف روانگی

گارگ رشی پہلے بھرت کو لئے ہوئے گارگ دلیش میں پہنچے۔ راجہ کیکے سے ملاقات ہوئی انہوں نے بھی فوج لیکر یُدھاجیت کی مشورت سے بھرت جی سندھ پر چڑھائی کردی۔ معرکہ جدال و قتال گرم ہوا مسافت سات رات روز لڑائی رہی کسی کی فتح نہ ہوئی۔ سندھ بھر میں خون کا دریا بہنے لگا۔ بھرت کو غصہ آگیا۔ کال استر جس کو استر بھی بولتے ہیں مار دیا۔ ایک ہی بان سے تین کروڑ گندھرب یکدم سے ہلاک ہو گئے۔ دیوتوں نے خوشیاں کیں۔ پھول برسائے بھرت جی نے ڈنڈھورا پٹوا دیا۔ رعیت آباد ہوئی۔ سندھ دو حصوں میں منقسم ہوا ایک کا نام تکشک سیلا پور اور دوسرے کا نام پشکلاوت نگر رکھا گیا۔ دونو لڑکوں کے نام سے دو شہر آباد ہوئے۔ تالاب۔ باغ۔ باغیچے۔ کوئیں۔ باولیاں بنائی گئیں۔ پانچ برس تک بھرت جی وہاں رہے جب پورا پورا تسلط ہو گیا حکومت بیٹھ گئی۔ امن قائم ہوا۔ دونو لڑکوں کے نام پر سکے جاری کئے گئے تب بھرت جی عازم اجودھیا ہوئے اور پشکل تکشک اپنی اپنی راجدھانی میں حکومت کرنے لگے۔

سرگ ۱۱۳
لچھمن جی کے لڑکے انگد و چتر کیتو کے نام سے دو جدید شہر بسائے گئے

ایک روز سری مہاراج تخت مرصع پر جلوہ افروز تھے۔ بھرت اور لچھمن بائیں استادہ ہیں فتوحات ملک کا تذکرہ چھڑا۔ معلوم ہوا۔ کہ چاروں طرف میں حکومت کا سکہ بیٹھ گیا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ شمال مغرب کی سرحد پر ایک مقام ہے۔ اکثر سلاطین ادھر سے بھرت کنڈ پر حملہ کرینگے۔ اسکا تدارک مناسب ہے۔ لہذا وہاں دو جدید شہر بسائے جائیں۔ جن کی حکومت لچھمن جی کے لڑکوں انگد و چتر کیتو کے سپرد ہو۔ یہ وہاں کا راج کریں۔ بھرت جی کو مہاراج کی صلاح پسند آئی۔ عرض کیا بہت مناسب ہے۔ غرضیکہ بھرت جی دونو لڑکوں انگد اور چتر کیتو کو ساتھ لے گئے اور ان کے نام سے دو جدید شہر آباد کر دیئے دونو لڑکوں نے اپنی عدل گستری سے رعایا کا دل ہاتھ میں لے لیا۔

سرگ ۱۱۴

کال یعنی موت کی حاضری

اجودھیا پوری میں ہر روز رامائن چرچا ہوتا ہے۔ کشن اور لو کی دلکش اور پاٹ دار آواز کا ہر شخص معترف ہے۔ ایک روز ملک الموت تپسی کے بھیس سے دولتکدہ سلطانی پر حاضر ہوا۔ چوبداروں نے عرض کی۔ مہاراج نے لچھمن جی کو اشارہ کیا کہ دریافت کریں۔ کون ہے اور کیا غرض رکھتا ہے۔ لچھمن جی تپسی کے پاس آئے اور غرض دریافت کی۔ تپسی بولا۔ برہما جی نے بھیجا ہے سری مہاراج سے کہنا ہے تخلیئے میں عرض کرونگا۔ لچھمن جی مہاراج کے پاس آئے۔ اور تپسی کی غرض سنائی۔ مہاراج نے حاضری کا حکم دیا تپسی حاضر ہوا۔ پابوسی کی اور ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہو گیا۔ سری مہاراج نے پاس بٹھلایا۔ اور فرمایا۔ کہ اپنی غرض کہو۔ تپسی بولا تخلیہ ہو جائے۔ تب عرض کرونگا۔ آپ اس بات کا عہد کر لیں۔ کہ جب تک میرے اور آپکے درمیان باتیں ہوں۔ کوئی نہ آسکے۔ جو شخص آئے یا گفتگو سنے۔ مارا جائیگا۔ سری مہاراج جی نے لچھمن کو پہرے پر مقرر کر دیا۔ آنے جانے کی روک ہوئی۔ لچھمن جی دروازے پہ کھڑے ہو کر با آواز بلند کہنے لگے اس وقت سری مہاراج تخلیئے میں ہیں۔ کوئی مہاراج سے ملاقات نہیں کر سکتا۔ اگر جائیگا یا سرگوشی کریگا تو گردن اتار دی جائیگی ۞

سرگ ۱۱۵

برہما جی کا پیام سری مہاراج سے

کال جو تپسی کے بھیس میں مہاراج کے پاس آیا تھا۔ زمین ادب چوم کر بولا کیا آپ مجھے جانتے ہیں برہما اور بشن کا لڑکا ہوں۔ بشن روپ آپ ہیں۔ پرتھی کے ادھار کے لئے اوتار دھارن کیا ہے۔ اسلئے آپ کا بھی پتر ہوں۔ اگر شک ہو تو سُن لیجئے۔ جس وقت دنیا کی آفرینش مدنظر تھی۔ آپ چھیر ساگر پر سین کر رہے تھے ناف مبارک سے کمل اور کمل سے برہما کا ظہور ہوا۔ آپ کی مایا سے میری بھی پیدائش ہے۔ کال پرش نام ہے۔ آپ نے عہد کیا تھا۔ کہ راون کے مارنے کیلئے انسان میں اوتار لوں گا۔ کل کام ہو چکے اب کس لئے سنسار میں قیام ہے۔ برہما آپ سے زبردستی کر نہیں سکتے گستاخی میں داخل ہو گا۔ مگر اتنی التجا ضرور ہے۔ کہ بہت دن آئے ہو چکے۔ اگر مرضی مبارک ہو تو بیکنٹھ دھام میں قدم رنجہ فرمائیں اگر ذات اقدس کو یہ منظور ہو کہ دنیا میں تو امن قائم ہو گیا۔ ابھی اندر لوک دائرہ دولت میں شامل نہیں ہوا جب اندر آسن فتح ہو جائیگا۔ تب سرگ میں نہضت فرما ہوں گے۔ برہما کو عذر نہیں۔ مرضی میں کیا چارہ۔ مگر برہما کی التجا بھی قابل پذیرائی ہے۔ مہاراج نے ہنس کے جواب دیا۔ میں تمہارے آنے سے بہت خوش ہوا۔ جو لوگ سدھ ہوتے ہیں۔ تمہارے آنے سے نہیں ڈرتے۔ بلکہ خوش ہوتے ہیں۔ جس کام کے لئے اوتار ہوا تھا۔

پورا ہوا۔ میں خود سوچتا تھا۔ کہ اب چلنا چاہیئے۔ یہاں کے کاموں سے نجات ہوگی۔ لڑکوں میں راج بھی تقسیم کر دیا۔ اب ضرورت ٹھیرنے کی نہیں۔ کہہ دینا۔ بہت جلد آئیں گے ؛

سرگ ۱۱۶
اجودھیا میں درباسا رشی کی تشریف آوری

یہاں گفتگو ہو رہی تھی۔ کہ شاہی دولتکدے پر درباسا رشی نے دستک دی۔ رامچندر کو پوچھا ملاقات کی غرض جتائی۔ لچھمن جی نے عرض کیا تھوڑا توقف کیجئے۔ ملاقات ہو جائیگی۔ درباسا رشی پر لبضد ہوئے کہ ہم ٹھیر نہیں سکتے۔ فی الفور عرض کر دیا۔ اندر جانے دو۔ کچھ مشورہ لینا ہے۔ لچھمن جی بولے۔ مہربانی کر کے مجھ سے فرمایئے میں کام پورا کر دوں گا۔ درباسا رشی پر غصہ چڑھ آیا۔ ڈانٹ بتلائی ارے لڑکے کیوں حجت کرتا ہے۔ اسی وقت رامچندر سے جا کر کہو ورنہ ایسا سراپ دونگا کہ سارا خاندان لڑکے بالے بھسم ہو جائیں گے۔ یہ تم جانتے ہی ہو کہ میرے غصے کی آگ جسوقت شعلہ زن ہوتی ہے۔ کچھ خیال نہیں کرتی۔ لچھمن جی عجب پھندا میں پھنسے۔ درباسا رشی کا کہنا نہیں مانتے تو پریوار راج نشٹ ہو جاتا ہے۔ اور جو سری مہاراج کا حکم ٹالتے ہیں تو اپنی جان نہیں بچتی۔ پھر سوچ اپنی جان کی پرواہ نہیں۔ راج پریوار تو بچ جائیگا۔ یہ کہہ کر سری مہاراج کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا۔ درباسا رشی دروازے پر کھڑے اور آپ کو ملنا چاہتے ہیں۔ سری مہاراج اٹھ کھڑے ہوئے اور دروازے پر آ کر درباسا رشی کے قدم چومے درباسا رشی نے کہا کہ ہزار برس تپ کرتے گذر گئے۔ ایک دانہ تو منہ میں نہیں گیا بھوک سے بیتاب ہوں کچھ کھلاؤ۔ مہاراج بہت خوش ہوئے اور پکوان مٹھائی رشی جی کے سامنے رکھدی۔ خوب پیٹ بھر کر کھایا اور آنند ہو کر رشی جی اپنے استھان پر چلے گئے۔ ادھر سری مہاراج کو اپنے قول کا دھیان آیا۔ بڑی فکر ہوئی۔ منہ سے کچھ بولے نہیں۔ چپ سے رہ گئے ؛

سرگ ۱۱۷
لچھمن جی کی سرگباشی

لچھمن جی سری مہاراج کو مکدر دیکھ کر سمجھانے لگے۔ ہر چیز کا وقت ہوتا ہے زندگی کا آخر نتیجہ موت ہے۔ جب پیدا ہوئے تو مرنا بھی لابدی ہے۔ اس کی فکر فضول ہے۔ اب قول پورا کیجئے۔ میرا سر تن سے اتار لیجئے۔ جو ایسا نہ کیجئے گا عہد ٹوٹ جائیگا۔ دھرم میں بادھا ہوگی اور تعجب نہیں۔ کہ نرک ہو جائے جو مجھ سے آپکو انس ہے تو میرے کہنے کو ٹالئے نہیں سر تراش لیجئے۔ سری مہاراج کے حواسی خمسہ قائم نہ رہ سکے۔ منہ سے آواز نہیں نکلتی۔ بڑی دقت سے حاضرین کے سامنے درباسا

رشی کا آنا اور اپنا عہد کرنا سُنایا۔ لوگوں نے دانتوں تلے انگلی دبائی۔ سر جھکائے بیٹھے ہوئے ہیں لشمنٹ جی نے فرمایا۔ تپ کے زور سے دیکھ چکا ہوں۔ اور درباسا رشی بھی کچھ کہہ چکے ہیں۔ رامچندر جی آپ دھرماتما ہیں۔ اپنا قول پورا کیجئے۔ سری مہاراج جی نے سر جھکا لیا۔ مجبور ہو کر لچھمن جی سے حکم دیا۔ کہ اپنے ہاتھ سے ایسا کام نہیں ہو سکتا۔ لیکن جو سمبن پرستی کو علیحدہ کرنا ہے۔ مارنے کے برابر ہے۔ اب تم یہاں سے چلے جاؤ۔ سری لچھمن حکم ہوتے ہی اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اور دامن سے اشکوں کی تری پونچھتے سرجو کے کنارے پر پہنچے۔ ہاتھ ہی جل لیا۔ اندریوں کو روک دیا۔ اور سرجو میں غوطہ لگا کر غائب ہو گئے۔ اندر گندھرب دیوتاؤں نے پھول برسائے۔ لچھمن جی سرگ لوک کو چلے گئے۔ اور اندر نے لچھمن جی کو دیو لوک میں کھڑا پایا۔ دیوتاؤں میں خوشیاں ہوئیں۔ کہ لشن کا جو کلا بھاگ آ گیا۔ ادھر رامچندر نے لشمنٹ جی اور رشیوں سے کہا۔ کہ اب میں بھی دنیا کو چھوڑنے والا ہوں۔ بغیر لچھمن کے نہیں رہ سکتا۔ بھرت جی کو سلطنت سونپ دونگا۔ رعیت مہاراج کے کہنے سے بے چین ہو گئی۔ سارا شہر ماتم کدہ بن گیا۔ بھرت جی اپنے اوپر تقریر بھیج رہے ہیں۔ کہ بغیر مہاراج کے میں بھی دنیا میں نہیں رہونگا۔ کش اور لو کو راج دیجئے۔ ستر ہن کو بلا کر کاروبار سمجھا بیٹھے۔ لشمنٹ جی نے دیکھا۔ کہ رعیت دکھی ہے۔ رامچندر کی مفارقت ہر ایک کو شاق ہے۔ مہاراج کو سمجھایا۔ مہاراج نے اجودھیا باسیوں سے پوچھا۔ تم لوگ کیا چاہتے ہو۔ سب یک زبان ہو کر بول اٹھے۔ کہ بغیر آپ کے ہم لوگ بھی دنیا میں نہیں رہیں گے۔ سری مہاراج نے فرمایا۔ بہت اچھا سوچ نہ کرو۔ جہاں ہم جائیں گے تم لوگوں نے بھی ساتھ چلنا۔ یہ کہہ کر کش اور لو کو تخت سلطنت پر متمکن کر دیا۔ اور خود دیدولت ستر ہن جی سے ملنے کے لئے متھرا کی طرف راہی ہوئے۔

سرگ ۱۱۸

بھبھیکن جاموَنت اور ہنومان سے دنیا میں رہنے کی ہدایت

تین دن اور تین رات میں متھرا پہنچے۔ اور سری لچھمن کے سرگ باس ہونے کا حال ستر ہن سے کہا اور پھر کش اور لو کو اجودھیا کا راج سپرد کرنا اور پوربا سیوں کی غرض بیان کر کے فرمایا۔ کہ اجودھیا باسیوں کو ہم لیکر ہی انتردھیان ہوں گے۔ ستر ہن جی آبدیدہ ہو کر بولے تو کیا مہاراج ہمیں چھوڑ دیا۔ ہم کو بھی لیکر چلئے۔ سری مہاراج نے منظور کر لیا اتنے میں آسمان سے بندروں کے جوق در جوق آ اترے۔ دیوتا۔ رشی۔ گندھرب۔ رچھ۔ سگریو وغیرہ بھی حاضر ہوئے۔ سگریو نے عرض کیا۔ کہ انگد کو راج دیکر میں بھی آپ کے ساتھ چلونگا۔ اسی طرح بھبھیکن نے بھی کہا۔ سری مہاراج نے بھبھیکن کو ہدایت کی جب تک دنیا ہے تب تک لنکا میں راج کرو۔ تم سے بہت خوش ہوں۔ تم نے کبھی حکم عدولی

نہیں کی۔ محبت کے رشتے کو نباہا۔ یہ کہہ کر سالگ رام کی مورت مرحمت فرمائی اور بھیکھن کو تاکید کی۔ کہ اس مورتی کی پوجا کیا کرو۔ یہ ہمارے اکشواک کل کے دیوتا ہیں۔ پشپ بمان پر سوار کر کے لنکا میں لے جاؤ۔ ہنومان جی سے مخاطب ہوئے کہ تم پہلے ہی سے کہہ چکے ہو کہ جب تک دنیا میں ہمارے بھجن گائے جائیں گے۔ رامائن کا پاٹھ ہوگا۔ تب تک زندہ رہیں گے۔ اسلئے تمہارا چلنا مناسب نہیں۔ اور میں تو تمہارے ہردے میں ہر وقت براجمان رہتا ہوں۔ یہ سنکر ہنومان جی بولے۔ بہت اچھا منظور ہے۔ لیکن میری پرتگیا بھی رہیگی۔ کہ جب تک بھگونت بھجن ہوگا۔ آپ کا جس دنیا میں قائم رہیگا۔ تب تک دنیا میں آپ کا بھجن کرونگا۔ شری مہاراج نے فرمایا یہی تو میں بھی کہتا ہوں۔ تمہاری غرض پوری ہوگی۔ بعد اس کے ریچھوں کے راجہ جاموَنت سے فرمایا کہ تم کہہ چکے ہو کہ ہمیشہ رامچندر کا چرتر سنتا رہونگا۔ اسلئے جب تک کرشن اوتار ہو بھگونت بھجن کیا کرو۔ پھر تمہاری موکش ہو جائیگی۔ وید اور مہیند کو فہمائش کی۔ کہ کرشن اوتار ہونے تک جیتے رہوگے۔ اور کلجگ تم پر اثر نہیں کر سکتا۔ ان سب کو سمجھا کے اور لوگوں کو ساتھ لیا اور سرجو گھاٹ پر بمان سے اتر پڑے۔

سرگ ۱۱۹

شری مہاراج کی اجودھیا باسیوں کے ساتھ سرگ لوک کو روانگی!

بششٹ جی نے شری بھگوان سے اگن ہوتر کے بارے میں گفتگو کی۔ اگن ہوتر کا ساتھ لیجانا پسند خاطر اقدس ہوا۔ دریائے سرجو کے کنارے اہل شہر جمع ہیں۔ سب کی نظریں مہاراج پر لگی ہوئی ہیں۔ کیا دیکھتے ہیں کہ شری جانکی جی لکشمی روپ سے داہنی جانب اور بائیں طرف مہامایا بھگوتی کھڑگ دھارن کئے استادہ ہیں چاروں وید برہمن کے بھیس میں جمال جہاں آرا کے درشن کر رہے ہیں۔ دیوتا رشی گندھرب وغیرہ مہاراج کی مدح سرائی میں مصروف ہیں اتنے میں سورگ دکھلائی دیا پھاٹک کھلا۔ آگے آگے شری رامچندر کی سواری ہے اور دیوتا رشی عورت۔ مرد۔ جوان۔ بڈھا۔ بچہ۔ پشو۔ پنچھی۔ حیوانات۔ نباتات غرضیکہ کل جاندار چیزیں اجودھیا کی شری مہاراج کے عقب میں چلی جاتی ہیں۔ دیوتاؤں کے سروپ ہوگئے ہیں۔ جتنے جیو جنت۔ انسان۔ حیوان اجودھیا پوری میں رہتے تھے۔ سب مہاراج کے ساتھ سرگ باشی ہوئے۔

سرگ ۱۲۰

شری بھگوان میں اجودھیا باسیوں کا اتصال

جس وقت شری رگھناتھ جی اجودھیا جی سے ایک جوجن کے فاصلے پر دریائے سرجو کے کنارے پہنچے ہیں۔ دریا میں لہریں اٹھنے لگیں۔ اتنے میں برہما دیوتاؤں کے ساتھ آسمان سے اترے۔ کروڑوں بمان چلے آرہے ہیں۔ پھولوں کی بارش ہو رہی ہے۔ عطر آمیز ہوا کے لپٹوں سے دماغ معطر ہو رہا ہے شری مہاراج

نے فرمایا کہ سب تیرتھوں میں سرجو اُتم تیرتھ ہے۔ موکش پھل کا داتا ہے۔ رگھوناتھ جی پیادہ پا سرجو میں اُتر پڑے جتنے بھگت ساتھ تھے۔ انہوں نے بھی قدم بڑھایا۔ اور سری مہاراج کے پیچھے روانہ ہوئے۔ برہما نے اُستتی کی کہ اے رگھو کل تلک آپ اپنے بھائیوں کے ساتھ آئے ہیں۔ ہم لوگوں کا نصیب جاگ اُٹھا۔ بڑے بھاگ تھے جو آپ کے اور اجودھیا باسیوں کے درشن ہوئے۔ آپ کی مرضی پر منحصر ہے چاہے بشن روپ ہو کر دنیا میں رہیئے یا سرگ کو عزت بخشئے۔ سری مہاراج نے بشن سروپ دھارن کیا۔ اور دیوتاؤں نے پوجن کی۔ دیکھنے والوں کو آنند ہوا جسطرح سمندر میں ندیاں مل جاتی ہیں۔ اسی طرح رام بھگت سری مہاراج میں مل گئے ؛

سرگ ۱۲۱
رام نام مہاتم

بالمیک جی رامائن کے مہاتم اسطرح بیان کرتے ہیں۔ کہ شری رگھوناتھ دین و دنیا کے مالک ترلوکی ناتھ ہیں۔ جو برہمن ہو کے اپنا کرم نہیں کرتا وہ برہمن نہیں۔ جو شمودر وبشن بھگتی کرے۔ وہی پرمیشر کا پیارا ہے۔ بھگتی کسی اونچی ذات پر قائم نہیں۔ سری مہاراج دوست دشمن دونو کو یکساں جانتے۔ دونو کو کرموں کا پھل دیتے ہیں۔ جسطرح سمندر اتھاہ ہے۔ اسیطرح ان کی قدرت کاملہ کی تھاہ نہیں۔ رام ایسا داتا کوئی نہیں ہوا۔ آپ کا تیج اگن کی سمان ہے۔ بڑے دانی ہیں۔ کتنا ہی دان کریں۔ آپ کا خزانہ کمی نہیں کرتا۔ دیوتاؤں کے پوجن کے لئے نہ جو وقت مقرر ہے۔ سری مہاراج کے پوجن اور بھجن کے لئے قید نہیں۔ جسوقت چاہئے پوجن اور بھجن کر۔ رامچندر کے راج میں سب لوگ دھرماتما اور بے روگ تھے۔ اکال مرتیو ہوتی نہ تھی۔ باپ کی زندگی میں لڑکے کی جان پر نہ بنتی تھی۔ عورتیں بیوہ نہ ہوتی تھیں۔ آگ۔ پانی۔ آندھی یعنی آفت آرضی و سماوی سے خوف نہ تھا۔ چوری نام کو نہ تھی۔ ترییتا جگ ست جگ سے کسی طرح کم نہ تھا۔ سری مہاراج نے تین اشومید ھ جگ کئے۔ برہمنوں اور دیدپاٹھیوں کو دان دیا۔ چاروں برن اپنے اپنے دھرم پر قائم تھے۔ گیارہ ہزار برس راج کر کے برہم لوک چلے گئے۔ رامائن پاپ دور کرنے والی اور پُن دینے والی ہے۔ جو شخص اس کا پاٹھ کریں یا سنیں۔ دنیا کے افکار سے نجات پائیں۔ عمر میں ترقی ہو۔ اور سات پشت سرگ میں باس کریں۔ جو براہمن اس کا پاٹھ کرتا ہے۔ بڑا پنڈت ہو جاتا ہے۔ چھتریوں کو پاٹھ کرنے سے راج ملتا ہے۔ ویش دھنی ہوتے ہیں۔ اور شودر سکھی نیک نام ہو جاتے ہیں ؛

رامائن ختم ہوئی

جوانی اور صحت ہمیشہ قائم رکھنے والی کتب

یہ کتابیں لاکھوں کی تعداد میں بک چکی ہیں۔ آپ بھی ان کتابوں کو منگوا کر اپنی زندگی کو خوشگوار بنائیں۔ اور صحت حاصل کر کے جوانی کا لطف اٹھائیے

پریم شاستر	3/-/-	ہدایت نامہ خاوند	1/8/-	رہنمائے صحت	6/-/-
کام شاستر	3/-/-	ہدایت نامہ بیوی	1/8/-	ہدایت نامہ غذا	1/8/-
گرہستھ شاستر اردو مکمل (کوک شاستر)	3/-/-	ہدایت نامہ حاملہ زچہ بچہ	1/8/-	ہدایت نامہ صحت	1/8/-
گرہست شاستر	4/-/-	ہم اور ہماری خوراک	2/-/-		

نوٹ :۔ ان سب کتابوں پر ڈاکخرچ علاوہ ہوگا جو کتاب منگوانے والے کے ذمہ ہوگا

دلچسپ و کارآمد کتابیں

عاشقانہ خطوط و کتابت لیڈیوں کے خطوط	2/-/-	ہندوستانی مدمن ٹیچر	-/10/-	لغات فیروزی	7/9/-
ہیر وارث شاہ مکمل اصلی صحیح کاپی پنجابی	3/-/-	اردو گورمکھی ٹیچر	-/10/-	ہارمونیم گائیڈ	-/-/-
آفتاب جوتش یعنی موڈرن لبر گو سنگھتا	2/-/-	اردو ہندی ٹیچر مکمل	-/10/-	گل بکاولی	1/-/-
ڈکشنری کلاں انگریزی سے اردو	6/-/-	سہاگ کی پہلی رات	1/-/-	باغ بہار	1/2/-
خواب نامہ معہ تعبیر نامہ	-/8/-	قصہ حاتم طائی	1/4/-	اکبر بیربل	-/4/-

جدید ٹیکنیکل کتب

ریڈیو گائیڈ	4/8/-	معاون ورکشاپ	1/8/-	رہنمائے بجلی یعنی وائرنگ	3/8/-
موٹر کار و موٹر سائیکل گائیڈ	3/-/-	الیکٹرک گائیڈ	4/-/-	الیکٹریکل انجینئرنگ، پاکٹ ٹاکنگ	
موٹر میکانک	3/-/-	گھڑی سازی	2/8/-	مصنفہ ایس۔ اے۔ حنان	8/-/-
الیکٹرو پلیٹنگ یعنی ملمع سازی	2/8/-	معاون الخراد	1/8/-	آرمیچر وائنڈنگ ایس۔ اے۔ حنان	6/-/-

منگوانے کا پتہ :۔ آزاد بک ڈپو ہال بازار امرتسر

اصلی بھائی بالے والی

جنم ساکھی

سری گورو نانک صاحب جی

یہ کتاب مدت سے نہیں ملتی تھی۔ اب شائع ہو گئی ہے۔ اس گرنتھ میں سری گورو نانک صاحب جی کے اوتار دھارن کرنے سے لیکر انت میں جوتی جوت سمائے جانے تک مکمل پرسنگ سنسار کا اُدھار کرنیوالے اُپدیش۔ گورو مہاراج کی بانی۔ سب ہی مفصل طور پر سمجھایا گیا ہے۔ جگہ بجگہ تصویریں بھی دی گئی ہیں۔ زبان اتنی آسان ہے کہ ایک تھوڑا پڑھا آدمی بھی مہاراج کی ساکھی کا پورا انند لے سکتا ہے۔ قیمت صرف... پانچ روپے ڈاک خرچ علاوہ۔

جیون حالات دس گورو صاحبان

اس کتاب میں پہلے گوبند سری گورو نانک سے لیکر دسویں گورو گوبند سنگھ جی تک کے پورے جیون چرتر دیئے گئے ہیں۔ قیمت پانچ روپے آٹھ آنے ڈاک خرچ علاوہ ہوگا۔

شریمد بھگوت گیتا باتصویر

بالکل آسان زبان میں گیتا کے مکمل اشلوک ادھیائے اور مہاتم دیئے ہیں۔ اس گیتا کو پڑھ کر ایک بچہ بھی گیتا کے گیان کو بخوبی سمجھ سکتا ہے۔ کتاب کے آخر میں ہر قسم کی آرتیاں منتر۔ استوتر۔ ارداس۔ بھجن وغیرہ پاٹھ کرنے کی بیسیوں چیزیں شامل کر دی گئی ہیں۔ قیمت ایک روپیہ چار آنہ ڈاکخرچ علاوہ۔

مکمل شریمد بھاگوت

یعنی

سکھ ساگر

اگر آپ آنند کند مرلی منوہر بھگوان سری کرشن اور بھگوان وشنو کے چوبیس اوتاروں کی پوری کتھا پڑھنا چاہتے ہیں۔ تو یہ کتاب منگوا کر بھگوان کی بارہ اسکندھوں کی پوری کتھا کا آنند لیں۔ قیمت دس روپیہ ڈاک خرچ معاف۔

منگوانے کا پتہ:۔ آزاد بک ڈپو ہال بازار امرت سر

دُنیا میں کوئی صحت فروخت نہیں کرتا

لیکن

ہم صحت فروخت کر کے ہر انسان کو صحت مند بناتے ہیں

کیا آپ صحت خریدینگے

اگر آپ کی صحت گر چکی ہے۔ اور آپ اپنی غلطیوں۔ بداعتدالیوں یا بیماری کے سبب کمزور اور پژمردہ ہو چکے ہیں۔ تو فوراً اپنی پہلی فرصت میں صحت کے مضمون پر ہندوستان بھر میں بہتر و مستند کتاب موسومہ

رفیقِ صحت

بالتصویر

کی ایک جلد منگوا کر اس میں لکھے ہوئے مشوروں پر عمل کرنا شروع کر دیں۔ چند ہی دنوں میں آپ کی کایا پلٹ ہو جائیگی۔ چہرے پر خون کی سی سرخی دوڑنے لگیگی۔ اور آپ اپنے اندر ایسا انقلاب پائیں گے۔ جیسے آپ کبھی کمزور واقع ہی نہ ہوئے تھے۔ کتاب خریدنے میں دیری نہ کریں کیونکہ ممکن ہے۔ دوسرے ایڈیشن کے چھپنے تک آپ کی کمزور صحت زیادہ گر جائے۔ پہلے ایڈیشن کی صرف چند کاپیاں باقی رہ گئی ہیں۔ ۸۰۰ صفحات۔ درجنوں تصاویر۔ سینکڑوں نسخے پکی جلد و خوبصورت گردپوش کے باوجود قیمت صرف چھ روپے محصولڈاک علاوہ۔

اصلی بڑا اندر جال

یہ کتاب مدت سے مارکیٹ میں نہیں ملتی تھی بڑی مشکل سے اس کی ہاتھ کی لکھی ہوئی پرانی جلد تلاش کر کے چھپوائی ہے۔ اسمیں جنوں کو تسخیر کرنیکے جنتر منتر تنتر ہر قسم کے وشی کرن منتر اور سبھی منتروں کو سدھ کرنے کے پورے طریقے دیئے ہیں۔ جن کیلئے کسی جنگل بیابان میں جانے کی ضرورت نہیں گھر بیٹھے سدھ ہو سکتے ہیں۔ قیمت ۱/۸ ڈاکخرچ علاوہ

منگوانے کا پتہ :- آزاد بُک ڈپو ہال بازار امرتسر